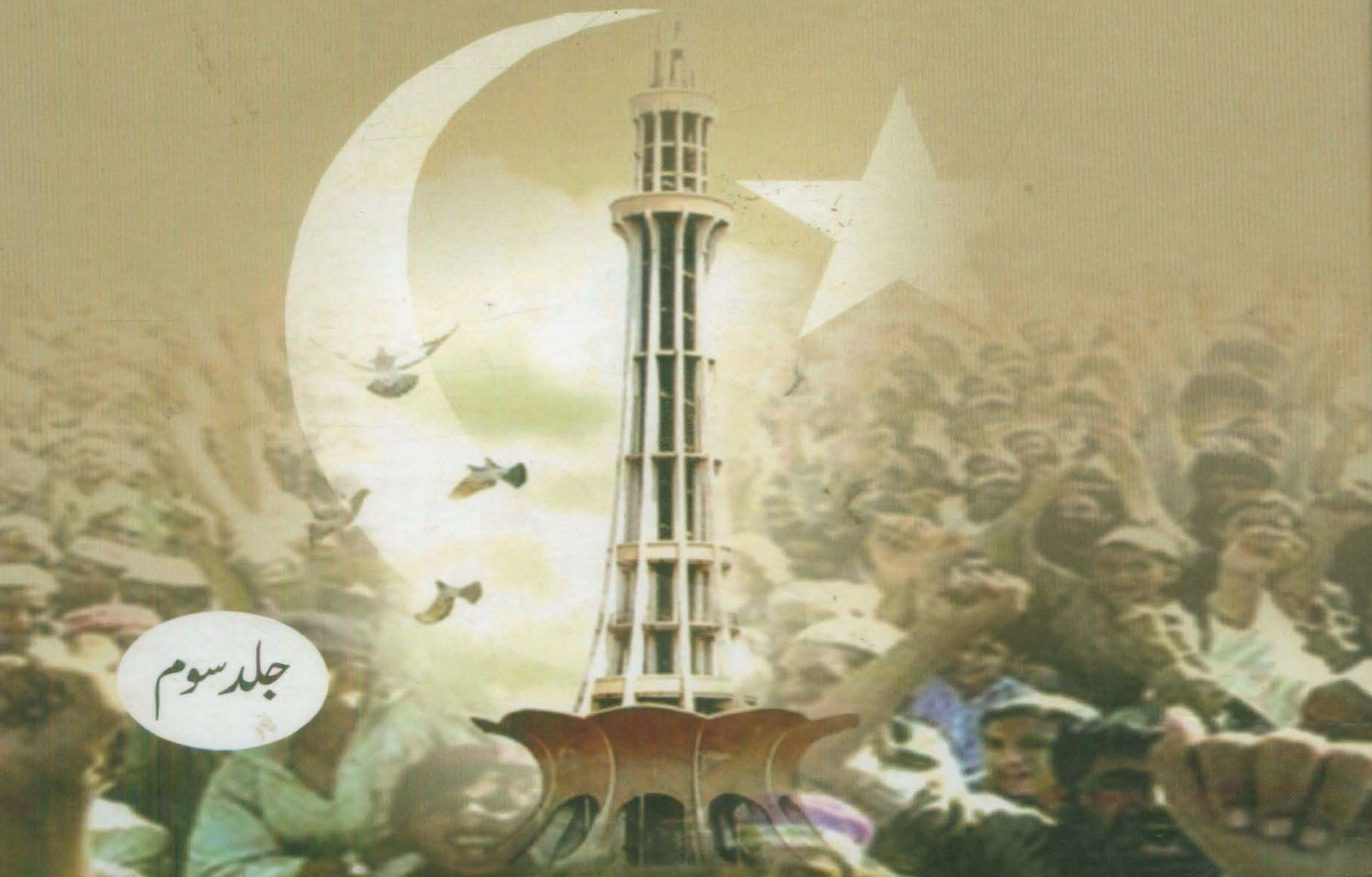
دارالشعور www.darulshaour.com

پاکستان کی سیاسی تاریخ

پاکستانی سیاست کے پس پردہ حالات وواقعات کا انسائیکلوپیڈیا

احمد سلیم



پاکستان کی سیاسی تاریخ

(تیسری جلد)

پاکستانی سیاست کے پس پردہ حالات و واقعات کا انسائیکلوپیڈیا

احمد سلیم

دارالشعور
37-مزنگ روڈ، لاہور، پاکستان
Email:Info@darulshaour.com
www.darulshaour.com

970



☆ نام کتاب: پاکستان کی سیاسی تاریخ (تیسری جلد)

☆ مصنف: احمد سلیم

☆ اشاعت: 2018ء

☆ مطبع: طیب شمشاد پرنٹرز، لاہور

☆ قیمت: -/1500 روپے

☆ برائے:

دارالشعور 37 مزنگ روڈ، بک سٹریٹ، لاہور

اہتمام



042 37239138, 03009426395
Email:info@darulshaour.com
www.darulshaour.com
Facebook.com\darulshaour

مارچ 1969ء

26 مارچ — یحییٰ خان کی پہلی تقریر

26 مارچ کو قوم کے نام اپنی پہلی تقریر میں کہا "میں آپ پر یہ بات بالکل واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میری کوئی خواہش نہیں' سوائے اس کے کہ ایسے حالات پیدا کیے جائیں جو ایک آئینی حکومت کے لیے سازگار ہوں۔ یہ میرا پختہ ایمان ہے کہ ہوش مندانہ اور تعمیری سیاسی زندگی کے اور بالغ رائے دہی کی بنیاد پر آزادی اور پرامن منتقلی کے لیے ایک مستحکم' صاف ستھری اور دیانتدار انتظامیہ کا ہونا پہلی شرط ہے۔ عوام کے منتخب نمائندوں کا کام یہ ہوگا کہ وہ ملک کو ایک قابل عمل آئین دیں اور ان دوسرے سیاسی' اقتصادی اور سماجی مسئلوں کا حل تلاش کریں جن کے بارے میں عوام فکرمند ہیں۔ اس مقصد کے تحت سیاسی سرگرمیوں کی اجازت دی گئی ہے۔

26 — مغربی پاکستان کی تقسیم

مغربی پاکستان کو سات سیکٹروں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

28 مارچ — طلباء کی مراعات برقرار رہیں گی۔

حکومت نے اعلان کیا کہ مارشل لاء کے نفاذ سے قبل طلباء کو دی جانے والی مراعات برقرار رہیں گی۔

31 مارچ — یحییٰ خان کی بطور صدر تقرری

مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ جنرل محمد یحییٰ خان نے 31 مارچ 1969ء کو صدر مملکت کا عہدہ سنبھال لیا۔ اس سلسلے میں جو پریس نوٹ وزارت اطلاعات و نشریات نے جاری کیا اس کا عکس یہ ہے کہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کو مملکت اور انتظامیہ کے سربراہ کی حیثیت سے جو گوناگوں فرائض انجام دینے پڑتے ہیں۔ ان کی ادائیگی کے لیے یہ ضروری ہے کہ انہیں ایسا عہدہ حاصل ہو جس کے ذریعے وہ ان فرائض کو ملک کے مروجہ قوانین اور بین الاقوامی طریقوں اور روایات کے مطابق انجام دے سکیں۔

بین الاقوامی امور میں صرف صدر اس امر کا مجاز ہوتا ہے کہ وہ بعض دستاویزات وصول کرے یا جاری کرے اور غیر ممالک سے ہونے والے سمجھوتوں اور معاہدوں کی توثیق نیز غیر ممالک کے سفارتی نمائندوں کے کاغذات بھی صدر ہی وصول کر سکتا ہے۔ ملکی اور بین الاقوامی امور کے ان تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جو پاکستان میں سربراہ مملکت اور انتظامیہ کے سربراہ کی حیثیت سے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اس وقت تک جب تک عوام کے منتخب نمائندے ملک کا دستور تیار کریں۔ صدر مملکت کا عہدہ سنبھال لیں۔

31 مارچ — بھٹو پر قاتلانہ حملہ

سانگھڑ میں بھٹو کے جلوس پر فائرنگ چار افراد جان بحق متعدد زخمی ہوئے۔ مسٹر بھٹو اس حملے میں بال بال بچ گئے۔

31 مارچ — یحییٰ خان کی تردید

صدر یحییٰ خان نے ان افواہوں کی تردید کی کہ پاکستان روپے میں کمی کر دے گا۔

اپریل 1969ء

یکم اپریل — مارشل لاء کے ضابطوں کا اجراء

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل یحییٰ خان نے مارشل لاء کے چار ضابطے 27' 28' 29' 30 جاری کیے' ان کے تحت اقربا نوازی پر چودہ سال قید سخت کی سزا دی جائے گی۔

2 اپریل — صدر کی تصاویر ہٹا دی گئیں

سرکاری دفاتر میں سے صدر ایوب خان کی تصاویر کو ہٹا دیا گیا۔

3 اپریل — انتظامی کونسل کا قیام

صدر یحییٰ خان نے ملکی نظم و نسق چلانے کے لیے انتظامی کونسل قائم کر دی۔ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اس کونسل کے چیئرمین ہوں گے۔ انتظامی کونسل میں لیفٹیننٹ جنرل عبدالحمید خان' وائس ایڈمرل ایس ایم احسن' ایئرمارشل نور خان کو شامل کیا گیا۔

4 اپریل — 62ء کے آئین پر عمل درآمد کا حکم

بنیادی حقوق کی دفعات کے سوا 1962ء کے آئین پر عمل درآمد کا حکم جاری کر دیا گیا۔

5 اپریل — ضابطے کا اجراء

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر یحییٰ خان نے ضابطہ نمبر 31 جاری کیا' جس کے تحت ناجائز طور پر زرمبادلہ اور املاک حاصل کرنے والوں کو سزا دی جا سکے گی۔ دیوانی اور فوجداری عدالتوں کی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے حکومت نے معائنہ جماعتیں مقرر کر دیں۔

8 اپریل --- گورنر کے اختیارات

مغربی اور مشرقی پاکستان کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹروں کو گورنروں کے اختیارات دے دیئے گئے۔

9 اپریل --- روسی وزیراعظم کی یقین دہانی۔

روسی وزیراعظم مسٹر کوسگین نے صدر یحییٰ خان کو یقین دلایا کہ روس پاکستان کی ہر ممکن طریقے سے امداد کرے گا۔

10 اپریل --- یحییٰ خان کی پہلی پریس کانفرنس

صدر یحییٰ خان نے کہا کہ "حالات معمول پر آتے ہی سیاسی سرگرمیوں کی اجازت دے دی جائے گی۔ آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کرانے کے لیے ایماندار انتظامیہ کا ہونا بہت ضروری ہے۔ میں کوئی آئینی نظام مسلط نہیں کرنا چاہتا۔ جہاں تک علاقائی خودمختاری کے مطالبہ کا تعلق ہے اس قسم کے آئینی مسائل کا فیصلہ عوام کے منتخب نمائندوں ہی کو کرنا چاہیے میں غیر فوجی شخصیتوں کو بھی حکومت میں شامل کرنے کے سوال پر غور کروں گا۔ ہمارا قومی مفاد اسی میں ہے کہ ہم بڑی طاقتوں کے جھگڑوں سے الگ رہیں۔

13 اپریل --- مشرقی پاکستان میں سیلاب

13 اپریل کو مشرقی پاکستان میں خوفناک سیلاب آیا۔ سیاسی راہنماؤں میں سے ذوالفقار علی بھٹو فوری طور پر مشرقی پاکستان گئے اور انہوں نے متاثرہ علاقوں ڈیمرا اور کومیلا کا دورہ کیا۔ اس دوران انہوں نے بعض سیاسی راہنماؤں سے مستقبل کے بارے میں بات چیت کی۔

15 اپریل --- مشرقی پاکستان میں طوفان

مشرقی پاکستان کے قیامت خیز طوفان نے 518 افراد کی جان لے لی جبکہ 5000 افراد زخمی ہوئے۔ صدر نے طوفان زدگان کی امداد کے لیے دس لاکھ روپے کی منظوری دی۔

17 اپریل --- سابق وزیراعلیٰ مشرقی پاکستان کا انتقال

مشرقی پاکستان کے سابق وزیر اعلیٰ مسٹر ابوحسین سرکار انتقال کرگئے۔ ان کی موت دماغ کی رگ پھٹ جانے کی وجہ سے ہوئی۔

17 اپریل --- ڈھاکہ میں پھر طوفان

ڈھاکہ اور اس کے نواحی علاقے ایک بار پھر شدید طوفان کی زد میں آگئے۔

18 اپریل --- چیف الیکشن کمشنر کی سبکدوشی

چیف الیکشن کمیشن مسٹر این اے فاروقی کو فوری طور پر سبکدوش کر دیا گیا۔ صدر یحییٰ نے لاہور میں سیاسی راہنماؤں سے ملاقات کی۔

19 اپریل --- صدر کا پاسنگ آؤٹ پریڈ سے خطاب

صدر یحییٰ خان نے کاکول میں کیڈٹوں کی پاسنگ آؤٹ پریڈ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آزادی کے تحفظ کے لیے ہتھیار اٹھانے سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔

19 اپریل --- رکن اسمبلی کے قتل کے ملزم گرفتار

صوبائی اسمبلی کے سابق رکن نوابزادہ سیف اللہ خان گمسی کے قتل کے دو ملزم گرفتار کر لیے گئے۔

20 اپریل --- سفیر کا تقرر

حکومت پاکستان نے مسٹر ایس ایم قریشی کو نائیجیریا میں پاکستان کا سفیر مقرر کیا۔

21 اپریل --- مارشل لاء کا نیا حکم

انتظامی کونسل نے انتظامیہ میں بالائی سطح پر رشوت کا خاتمہ کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی۔ مارشل لاء کا ایک نیا حکم جاری کیا گیا جس کے تحت انتظامی کونسل کے ارکان اور گورنروں کو اپنے تمام اثاثے ظاہر کرنا ہوں گے۔

22 اپریل --- مارشل لاء کے نئے ضابطے کا اجراء

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے مارشل لاء کا ضابطہ نمبر 36 جاری کیا جس کے تحت کھانے پینے کی چیزوں اور دواؤں میں ملاوٹ کرنے والوں کو 14 سال تک قید کی سزا دی جا سکے گی۔

23 اپریل --- ناجائز اثاثے حکومت کے حوالے کرنے کا حکم

تمام سرکاری افسران کو تمام ناجائز اثاثے حکومت کے حوالے کرنے کا حکم دیا گیا۔

24 اپریل --- صدر کی سیاسی راہنماؤں سے ملاقاتیں

صدر پاکستان جنرل یحییٰ خان نے لاہور میں متعدد سیاسی راہنماؤں سے ملاقاتیں کیں۔ انہوں نے سیاسی راہنماؤں سے قومی مسائل پر بات چیت کو اطمینان بخش قرار دیا۔

25 اپریل --- مشرقی پاکستان کے اخباری ایڈیٹروں

سے صدر کا خطاب

صدر پاکستان جنرل یحییٰ خان نے مشرقی پاکستان کے مدیران اخبارات سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سیاسی سرگرمیوں کی بحالی سے قبل سیاسی طرز عمل کے اصول طے کرتا ہوں گے۔

26 اپریل --- مارشل لاء کے ایک اور ضابطے کا اجراء

مارشل لاء کا ایک اور ضابطہ نمبر 39 جاری کیا گیا۔ جس کے تحت نابالغ لڑکوں اور لڑکیوں کو اغوا کرنے والوں کو سزائے موت دی جا سکے گی۔

27 اپریل --- سیاسی راہنماؤں سے صدر کی ملاقات

صدر یحییٰ خان نے ڈھاکہ میں سیاسی راہنماؤں سے ملاقاتیں کیں اور مارشل لاء کے مقدمات میں عدالتوں کو ضمانت منظور کرنے کا اختیار دے دیا گیا۔

28 اپریل --- ماشل لاء کے ضابطے کا اجراء

حکومت پاکستان نے مارشل لاء کا ضابطہ نمبر 40 جاری کیا جس کے تحت مارشل لاء حکام کی ہدایت پر حاضر نہ ہونے والے کو 14 سال قید تحت کی سزا دی جا سکے گی۔

29 اپریل --- صدر کا اعلان

یحییٰ خان نے اعلان کیا کہ وہ دیگر سیاسی راہنماؤں کے ساتھ ساتھ بھٹو سے بھی ملیں گے۔ یہ بات صدر نے مشرقی پاکستان کے سیاسی راہنماؤں سے مذاکرات کا پہلا دور مکمل کرنے کے بعد کہی۔

30 اپریل --- چیف پارلیمانی سیکرٹری کا تقرر

ظہیر الدین لال میاں کی وفات پر خالی ہونے والی چیف پارلیمانی سیکرٹری کی آسامی کو حنیف خاں کے تقرر سے پر کیا گیا۔

مئی 1969ء

یکم مئی --- آغا شاہی کا تقرر

آغا شاہی کو سلامتی کونسل کا صدر مقرر کیا گیا۔

2 مئی --- یحییٰ خان کا بیان

لاہور میں یحییٰ خان نے کہا کہ سیاسی راہنماؤں کے پاس قومی مسائل کا کوئی حل نہیں ہے اور نہ ہی ان میں اتفاق رائے پایا جاتا ہے۔ ایک اخبار نویس نے پوچھا "آپ بھٹو صاحب سے ملے ہیں؟" یحییٰ خان کا جواب تھا "یہ آپ بھٹو صاحب سے پوچھیں۔"

4 مئی --- حکومت کا اعلان

حکومت پاکستان نے اعلان کیا کہ بھارتی صدر ذاکر حسین کے جنازے میں پاکستان کی نمائندگی ڈپٹی چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ایئر مارشل نور خان کریں گے۔

5 مئی --- مارشل لاء ایڈمنسٹریٹروں کو اختیارات کی منتقلی

مارشل لاء کے زونل ایڈمنسٹریٹروں کو فوجداری عدالتوں کے مقدمات فوجی عدالتوں میں منتقل کرنے کے اختیارات دے دیئے گئے۔

7 مئی --- اثاثوں کی چھان بین کے لیے کمیٹی کا قیام

صدر یحییٰ خان نے اعلیٰ افسروں اور ان کے رشتہ داروں کے اثاثوں کی چھان بین کرنے کے لیے کمیٹی قائم کر دی، جسٹس مسعود احمد کو اس کمیٹی کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔ کمیٹی صدر پاکستان اور انتظامی کونسل کے ارکان کے اثاثوں کی بھی چھان بین کرے گی۔

8 مئی --- مارشل لاء عدالت کی سزا

مارشل لاء کی سرسری عدالت نے ننگ کارپوریشن کے مینجنگ ڈائریکٹر عبدالرحمٰن کو چھ ماہ قید بامشقت اور ڈیڑھ لاکھ روپے جرمانہ کی سزا سنائی۔

10 مئی --- کارروائی کا حکم

حکومت پاکستان نے ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کی پنشن اور گریجویٹی کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والے افسران کے خلاف کارروائی کا حکم دے دیا۔

11 مئی --- کنونشن مسلم لیگ کے مذاکرات

کنونشن مسلم لیگ کے مستقبل کے بارے میں لاہور میں مسلم لیگی راہنماؤں کے مذاکرات ختم ہوگئے۔

13 مئی --- مارشل لاء کا نیا حکم نامہ

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل یحییٰ خان نے ایک نیا حکم جاری کیا جس کے تحت مارشل لاء کے مقدمات فوجداری عدالتوں میں منتقل کیے جا سکیں گے۔

14 مئی --- کنونشن مسلم لیگ میں تقرریاں

کنونشن مسلم لیگ کے صدر محمد ایوب خان نے عبدالصبور خان،

نواب ممدوٹ' عبدالجبار خان اور قاضی عیسیٰ کو نائب صدر' قاسم ملک کو سیکرٹری جنرل اور نوابزادہ عبدالغفور ہوتی کو خزانچی مقرر کیا۔

15 مئی --- اتفاق رائے

صدر یحییٰ خان اور وزیراعظم ایران کے مابین کشمیر' فلسطین اور دوسرے اہم امور پر مکمل اتفاق رائے ہوگیا۔ ایرانی وزیراعظم نے پاکستان اور بھارت کے تنازعات طے کرانے کے لیے مصالحت کی پیش کش کی۔

16 مئی --- کانفرنس طلب

صدر پاکستان نے 23 مئی کو لاہور میں پاکستانی سفیروں کی کانفرنس طلب کرلی۔

16 مئی --- سمجھوتے پر دستخط

پاکستان اور سویڈن کے درمیان ایک سمجھوتے پر دستخط ہوئے جس کے تحت سویڈن مشرقی پاکستان زرعی ترقیاتی کارپوریشن کے ذریعے مشرقی پاکستان کو ایک لاکھ بیس ہزار ٹن مصنوعی کھاد دے گا۔

17 مئی --- مزدور کانفرنس اہم فیصلے

سہ فریقی مزدور کانفرنس میں جو اہم فیصلے کیے گئے ان میں (1) یکساں مزدور قوانین کا نفاذ (2) منفی تنازعات مصالحت یا ثالثی کے ذریعے طے کرنا اور (3) سب تنخواہ دار ملازمین کو انجمن بنانے اور ہڑتال کا حق دینا شامل ہیں۔

18 مئی --- صدر کی اہم بات چیت

صدر یحییٰ خان نے لاہور میں چھ سیاسی راہنماؤں سے اہم بات چیت کی۔

19 مئی --- صدر یحییٰ کا بیان

صدر یحییٰ نے ایک اخبار کو بیان دیا کہ "تنازعہ کشمیر مناسب وقت پر سلامتی کونسل کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ پاکستان کی سالمیت اور اسلامی اصولوں پر ساز باز نہیں کی جاسکتی۔ سیاستدانوں کو پاکستان اور اسلام کا وقار بلند کرنے کے لیے متحد ہو کر کام کرنا چاہیے۔

21 مئی --- خان قیوم کی رضامندی

خان عبدالقیوم خان تینوں مسلم لیگیوں کے انضمام پر رضامند ہو گئے۔

23 مئی --- بھٹو کا مطالبہ

ذوالفقار علی بھٹو نے سیٹو' سنیٹو اور امریکہ کے ساتھ دفاعی معاہدوں سے فوری طور پر نکلنے کا مطالبہ کیا۔

صدر کی امریکی وزیر خارجہ سے بات چیت

امریکی وزیر خارجہ ولیم راجرز اور صدر یحییٰ خان کے درمیان لاہور میں بات چیت ہوئی اس بات چیت میں صدر پاکستان نے امریکی وزیر خارجہ کو بتایا کہ کشمیر کے تصفیئے کے بغیر پاک بھارت تعلقات معمول پر نہیں لائے جاسکتے۔ بھارت کے ساتھ پاکستان اب بھی مسائل پر بامقصد گفتگو کرنے کو تیار ہے۔

25 مئی --- بھٹو' ممتاز دولتانہ ملاقات

کراچی میں میاں ممتاز دولتانہ نے بھٹو سے ملاقات کی لیکن سیاسی راہنماؤں کی مجوزہ کانفرنس میں بھٹو صاحب کی شرکت اور عدم شرکت کے بارے میں کوئی مسئلہ زیر بحث نہ آیا۔

25 مئی --- جی ایم سید' دولتانہ بات چیت

ون یونٹ کے مسئلے پر جی ایم سید اور ممتاز دولتانہ کے مابین بات چیت ہوئی۔

26 مئی --- مقدمہ قتل کی سماعت شروع

مغربی پاکستان ہائیکورٹ کے مسٹر جسٹس محمد افضل کی عدالت میں مرحوم ملک امیر محمد خان کے مقدمہ قتل کی سماعت شروع ہوگئی۔

26 مئی --- بھٹو کی شرکت

بھٹو نے پیپلز پارٹی کی خواتین ارکان کے ایک استقبالیہ میں شرکت کی۔

27 مئی --- بجٹ تیار کرنے کا اختیار

صدر اور گورنروں کو مرکزی اور صوبائی بجٹ تیار کرنے کا اختیار دے دیا گیا۔

28 مئی --- مارشل لاء کے ضابطے کی تشکیل

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے ایک نئے ضابطہ نمبر 45 کے ذریعے مارشل لاء ضابطہ نمبر 3 کی ازسرنو تشکیل کی۔

28 مئی --- بھٹو کیمبل پور بار ایسوسی ایشن میں

کیمبل پو[illegible] ایش[illegible] کے ارکان سے رسمی گفتگو کرتے ہوئے سیاسی جماعتوں کے ادغام کے بارے میں ایک سوال کے جواب

میں بھٹو نے کہا:

"ہم خیال سیاسی جماعتوں کا ادغام ایک اچھا خیال ہے اور میں اس کی حمایت کرتا ہوں' لیکن یہ ادغام پارٹی کی اعلیٰ سطح پر نہیں بلکہ نچلی سطح سے ہونا چاہیے اور یہی اس کی قدرتی شکل ہے۔ ملک کو درپیش آئینی مسائل کے حل کے لیے سیاسی جماعتوں کا کنونشن بلانا بھی فائدہ مند ثابت ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اس سے ہم ایک ایسے مرحلہ پر پہنچ سکتے ہیں جس سے جلد از جلد انتخابات ہونے کی امید پیدا ہو سکتی ہے اور جس قدر انتخابات جلدی ہوں گے اتنا ہی ملک کے لیے بہتر ہوگا۔"

ایک طرف تو سیاسی جماعتیں ادغام اور سیاسی راہنماؤں کی کانفرنس بلانے کی حمایت کر رہی تھیں اور دوسری طرف جناب بھٹو پر یہ الزام بھی لگا رہی تھیں کہ گول میز کانفرنس میں ان کے شریک نہ ہونے سے جمہوریت کی منزل دور چلی گئی ہے۔ جناب بھٹو نے کیمبل پور میں پارٹی کے کارکنوں کے استقبالیہ میں کہا:

"یہ غلط ہے کہ ان کے اور مولانا بھاشانی کے شریک نہ ہونے سے جمہوریت کو نقصان پہنچا ہے۔ گول میز کانفرنس از خود ایک فراڈ تھا۔ کیونکہ ایوب خان جب ڈھاکہ میں خانہ جنگی کی دھمکیاں دے کر عوام کو مرعوب نہ کرسکا تو اس نے اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کے لیے گول میز کانفرنس بلائی اور یہ ناکام اس لیے ہوئی کہ عوام کا سیاسی شعور بیدار تھا۔"

30 مئی --- صدر یحییٰ اور روسی وزیراعظم میں اتفاق رائے

صدر یحییٰ اور روسی وزیراعظم کے درمیان متعدد امور پر اتفاق رائے ہوگیا۔ صدر یحییٰ خان نے کہا کہ پاکستان اور تمام دنیا کے مسلمان بیت المقدس کی واپسی چاہتے ہیں۔

31 مئی --- اٹارنی جنرل کا بیان

پاکستان کے اٹارنی جنرل شریف الدین پیرزادہ نے کہا کہ مارشل لاء کے ضوابط کی پابندی کے ہائی کورٹ کے اختیارات برقرار ہیں۔

جون 1969ء

یکم جون --- بھٹو کی لاہور آمد

مارشل لاء کے بعد پہلی بار بھٹو لاہور آئے تو ہوائی اڈے پر ان کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ انہوں نے مسکرا کر کارکنوں سے کہا:

"بھائی نعرے نہ لگاؤ ابھی سیاسی سرگرمیوں پر پابندیاں ہیں۔"

ایک اخبار نویس نے پوچھا۔ "آپ کی صحت کیسی ہے؟"

انہوں نے جواب دیا "جیل کا تحفہ ملیریا ابھی تک میرے ساتھ ہے۔"

لاہور میں یہ گرم ترین دن تھا جب وہ یکم جون کو مزنگ پارٹی آفس میں کارکنوں سے ملنے گئے تھے۔ سینکڑوں کارکن دفتر میں موجود تھے۔ کمرے میں کرسی پر بیٹھنے کے بجائے انہوں نے کارکنوں کے ساتھ دری پر ہی بیٹھنا پسند کیا اور کافی عرصہ تک وہ کارکنوں کی باتیں سنتے رہے اور مختلف سوالوں کے جوابات دیتے رہے۔ کمرے میں بے پناہ گرمی اور حبس تھا اور جناب بھٹو پسینے میں تربتر تھے۔ انہوں نے کارکنوں سے کہا:

"گول میز کانفرنس ایک سازش تھی۔ جماعت اسلامی اور اس کے حامی' پیپلز پارٹی پر اسلام سے انحراف کے جو الزامات لگا رہے ہیں وہ جھوٹے اور بے بنیاد ہیں۔ میں انہیں انتباہ کرتا ہوں کہ وہ سرمایہ داری کی حفاظت کے لیے اسلام کا نام استعمال نہ کریں۔"

انہوں نے سیاسی صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا:

"مارشل لاء ایک نیا دور ہے اور بائیس سال میں یہ دوسرا مارشل لاء ہے اور گول میز کانفرنس سے جمہوریت بحال نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے لیے طویل جدوجہد کی ضرورت ہے اور اقتصادی آزادی کے لیے تو سیاسی آزادی سے زیادہ جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔ پہلے اور موجودہ مارشل لاء میں بہت فرق ہے۔ پہلے مارشل لاء میں سیاسی جماعتوں پر پابندی لگا دی گئی تھی لیکن گیارہ سال کی جدوجہد کا یہ اثر ہے کہ موجودہ حکومت نے پابندیاں نہیں لگائیں بلکہ سیاسی سرگرمیوں کی بھی کسی حد تک اجازت ہے۔ جہاں تک انتخابات کا تعلق ہے تو وہ ضرور ہوں گے اور ہمیں آج ہی سے اس کی تیاری شروع کر دینی چاہیے۔ اس وقت تنظیم کی ضرورت ہے۔ ہمارے خلاف بہت سی طاقتیں کام کر رہی ہیں۔ افسر شاہی حکومت اور سرمایہ دار ہمارے دشمن ہیں۔ جماعت اسلامی کے پروپیگنڈے پر ہم خاموش نہیں رہیں گے' مقابلہ کریں گے اور انشاء اللہ کامیاب ہوں گے۔ آمریت کے خلاف ہم نے تحریک کا آغاز کیا تھا لیکن تحریک جمہوریت میں شامل جماعتیں اسے اپنا کارنامہ سمجھتی ہیں۔ مگر اس کا فیصلہ تاریخ کرے گی۔"

5 جون --- گوشواروں کی تحقیقات کے لیے کمیٹی کا قیام

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر یحییٰ خان نے زرمبادلہ اور بیرونی ممالک میں املاک کے متعلق گوشواروں کی تحقیقات کے لیے کمیٹی قائم کرنے کا حکم دے دیا۔

6 جون --- نئی پارٹی کا قیام

حکیم فضل الرحمٰن چشتی کی سربراہی میں راولپنڈی میں اسلامی پیپلز پارٹی کا قیام عمل میں آیا۔

6 جون --- مسلم لیگ میں شمولیت

گجرات کے مشہور سیاسی راہنما اور اخبار نویس چوہدری اصغر علی گھرال کونسل مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اس سے قبل وہ پیپلز پارٹی میں تھے۔

10 جون --- مولانا کوثر نیازی کا بیان

مولانا کوثر نیازی نے اسلامی سوشلزم کے حق میں طویل بیان دیا۔

14 جون --- قیوم خان کا اعلان

قیوم خان نے مشرقی پاکستان کے لیے آبادی کی بنیاد پر نمائندگی کی حمایت کا اعلان کیا۔

14 جون --- مودودی کا بیان

مولانا مودودی نے کہا کہ پاکستان میں جمہوریت کی بحالی کے لیے 1956ء کے آئین کا نفاذ ناگزیر ہے۔

15 جون --- ڈھاکہ میں مذاکرات

ڈھاکہ میں پانچ سیاسی جماعتوں کے ادغام کے لیے مذاکرات شروع ہو گئے۔

15 جون --- حسن محمود کے بیان کی مذمت

بہاولپور کے سیاسی حلقوں نے سابق وزیراعلیٰ بہاولپور مخدوم زادہ حسن محمود کے اس بیان کو اشتعال انگیز قرار دیا کہ ون یونٹ توڑنے کی صورت میں بہاولپور کو پنجاب سے ملا دیا جائے گا۔

16 جون --- ایم اے صمد کا بیان

ایم اے صمد نے ایک اخباری بیان دیتے ہوئے کہا "قومی جمہوری محاذ مشروط طور پر 1956ء کے تحت انتخابات کا حامی ہے۔"

17 جون --- بھٹو کا انٹرویو

بھٹو نے ایک انٹرویو میں کہا کہ پیپلز پارٹی کا اقتصادی پروگرام مذہب سے ہم آہنگ ہے اور شیخ مجیب الرحمٰن کے چھ نکات قومی اتحاد کے منافی ہیں۔ جہاں تک دائیں بازو کی جماعتوں کے اقتصادی پروگراموں کا تعلق ہے وہ اس سے پہلے کبھی اقتصادی امور کا ذکر نہیں کرتی تھیں اور اب بھی محض عوام کو فریب دینے کے لیے اقتصادی اصلاحات کے نعرے لگا رہی ہیں۔ بھٹو صاحب نے اس انٹرویو میں اعلان تاشقند، سرکاری رازوں کے قانون اور سوشلسٹ معیشت کے اصولوں کی تفصیل سے تشریح کی۔

20 جون --- باہمی الحاق کا فیصلہ

قومی جمہوری محاذ اور تحریک جمہوریت کی حامی جماعتوں نے باہمی الحاق کا فیصلہ کیا۔

22 جون --- جماعتوں کے باہمی الحاق پر بھٹو کا تبصرہ

دائیں بازو کی چار جماعتوں جسٹس پارٹی، نظام اسلام پارٹی، قومی جمہوری نظام اور تحریک جمہوری کی حامی عوامی لیگ نے ڈھاکہ میں ادغام کا فیصلہ کیا اور اگست میں کنونشن بلانے کا فیصلہ کیا تو جناب بھٹو نے ادغام پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

"جمہوری محاذ صداقت کے خلاف جھوٹ کا محافظ ہے۔"

جناب بھٹو نے پی ڈی پی کو سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے ٹولے کا نام دیتے ہوئے کہا کہ یہ سامراجی مفادات کے تحفظ کے لیے اکٹھا ہوا ہے اور نئی پارٹی اس لیے قائم کی گئی ہے کہ یہ ترقی پسند عناصر سے سخت خائف ہے، ہم پر تشدد کا الزام لگاتے ہیں اور خود تشدد کے ذریعے ہماری آواز کو دبانا چاہتے ہیں۔ جمہوریت کا نعرہ لگانے والے جمہوری قدروں کو پامال کر رہے ہیں اور اگر ہم پر تشدد کیا گیا تو ہم بھی ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔

24 جون --- پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی میں ضم ہونے کا اعلان

چار سیاسی جماعتوں نے پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی میں ضم ہونے کا اعلان کیا اور قومی جمہوری محاذ، نظام اسلام، عوامی لیگ اور جسٹس پارٹی توڑ دی گئیں۔ نور الامین کنوینر مقرر ہوئے۔

26 جون --- حیدر آباد ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن سے بھٹو کا طویل خطاب

حیدر آباد ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن سے اپنے طویل خطاب میں بھٹو نے ایوب کے زوال کے اسباب پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے بعض آئینی تجاویز بھی پیش کیں۔ بھٹو نے کہا:

"پچھلے سال 28 ستمبر کو ہم نے حیدر آباد میں اپنی پارٹی کا اجتماع منعقد کیا تھا جہاں میں نے پاکستان میں پیپلز پارٹی کے مقاصد اور امنگوں کے بارے میں پالیسی بیان کی تھی۔ میں نے اس تقریر میں پاکستانی عوام سے عہد کیا تھا کہ ہم اس ملک میں آمریت کو تباہ کرنے کے لیے آخر دم تک لڑیں گے۔ میں نے اس تقریر میں ایوب خان کو خبردار کیا تھا اور کہا تھا کہ اس کا زوال قریب ہے کیونکہ باوجودیکہ بنیادی جمہوریتوں کے

ارکان، افسر، پولیس، مسلح افواج، سرمایہ دار، صنعت کار، زمیندار، خوشامدی، موقع پرست اور مقبوضہ قومی اخبارات اس کے ساتھ ہیں پھر بھی پاکستانی عوام کا آخری دھکا اسے نکال باہر کرے گا۔ پاکستانی عوام نے اسے آخری دھکا دیا اور چھ مہینے کے اندر اندر آمر عوام کی طاقت اور غیض و غضب کے سامنے ڈھیر ہوگیا۔

"پاکستان میں ایوب خان کی طرح کا آمر دوبارہ نہیں آئے گا۔ بالکل ایسے ہی جیسے جرمنی میں دوسرا ہٹلر اور اٹلی میں دوسرا مسولینی نہیں پیدا ہوگا۔ یہ کہنا غلط ہے کہ ہم نے ایک دور مکمل کر لیا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں ایوب خان تو چلا گیا ہے۔ ایک خان چلا گیا دوسرا آگیا ہے۔ ایک آمر چلا گیا ہے دوسرا آگیا ہے۔ ایک مارشل لاء گیا ہے، دوسرا مارشل لاء آگیا ہے۔ یہ بات درست نہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ قومیں کبھی ماضی کی طرف نہیں لوٹتیں۔ وہ آگے ہی بڑھتی ہیں۔ وہ تمام وقت روبہ ترقی رہتی ہیں۔ ہمیشہ قدم آگے ہی بڑھتے ہیں۔ یہ کہنا درست نہیں کہ ہم ایک ہی جگہ پر کھڑے ہیں اور عوام کی بھلائی کی طرف کوئی قدم نہیں اٹھتے۔ کوئی جدوجہد ضائع نہیں کی جاتی۔ عوام کی قربانیاں ضائع نہیں جاتیں۔ یہ تاریخ کا اصول ہے یہ نہ سمجھئے کہ آپ کی قربانیاں رائیگاں گئی ہیں اور آپ کے لیے مایوس ہونے کا مقام ہے۔ کیونکہ آمریت کے خلاف جو جدوجہد آپ نے شروع کی تھی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستانی عوام ہمیشہ کے لیے آمریت کو برداشت نہیں کریں گے اور یہ کہ پاکستانی عوام اپنے حقوق کی خاطر لڑنے کے لیے تیار ہیں۔ نیز پاکستانی عوام اپنے حقوق کے لیے قربانیاں دینے کے لیے تیار ہیں اور ان کی جدوجہد اس وقت تک جاری رہے گی جب تک وہ اپنے حقوق حاصل نہیں کر لیتے۔ یقین مانئے آپ کی جدوجہد رائیگاں نہیں گئی آپ اس کے آثار دیکھ سکتے ہیں۔

"پہلی نشانی تو یہ ہے کہ جب ایوب خان کا مارشل لاء آیا تو تمام سیاسی جماعتیں توڑ دی گئیں اور سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی گئی اور ایوب خان نے اپنی آمریت کو دوامی بنانے کے لیے نئے ادارے قائم کر دیئے۔ اس کا منصوبہ طویل عرصے تک اقتدار میں رہنے کا تھا۔ عوام کو اقتدار سونپنے کا نہیں۔ لیکن یہ 1958ء کا واقعہ ہے اور اب 1969ء ہے۔ گیارہ برس بیت چکے ہیں۔ عوام دنیا کے بارے میں زیادہ باخبر ہیں۔ عوام زیادہ بیدار ہیں۔ وہ زیادہ باشعور ہیں۔ وہ اپنی طاقت آزما چکے ہیں۔ وہ اپنی اجتماعی آرزوؤں کی تکمیل دیکھ چکے ہیں۔ اس لئے 1958ء کا مارشل لاء 1969ء کے مارشل لاء سے مختلف ہے۔ یہ ایک اہم بات ہے کیونکہ ایک بات تو یہ ہے کہ اس مارشل لاء نے سیاسی سرگرمیوں پر پابندی نہیں لگائی۔ اس مارشل لاء نے سیاستدانوں کو نااہل قرار نہیں دیا۔ یہ مارشل لاء بار بار انتخابات کا یقین دلاتا ہے۔ مجھے اس بات سے اتفاق ہے کہ اپنے آپ کو دوامی بنانا انسانی فطرت ہے۔ ہر آدمی اقتدار میں رہنا چاہتا ہے لیکن حالات بدل چکے ہیں۔ میرے خیال میں عام طور پر محسوس کیا جا رہا ہے کہ جمہوریت بحال ہو کر رہے گی۔ سوال صرف وقت کا ہے۔ سوال یہ نہیں کہ جمہوریت بحال ہونی چاہیے یا نہیں۔ سوال یہ ہے کہ جمہوریت کب بحال ہوگی؟ فرق اتنا ہے۔

"اس وجہ سے ہم اپنی پارٹی کو منظم کر رہے ہیں۔ ہم مسائل نہیں پیدا کر رہے ہیں۔ ہم غیر ضروری مسائل پیدا نہیں کرنا چاہتے۔ ہم اس ملک کو مضبوط دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ ملک اقتصادی اور سیاسی طور پر ترقی کرے۔ ہم چاہتے ہیں ہمارے ملک میں آئین ہو۔ کتنی شرم کی بات ہے کہ ہم بائیس سالوں میں کوئی قابل عمل آئین نہیں بنا سکے۔ ہم آئین بنانے اور موجودہ مسائل پر قابو پانا چاہتے ہیں کیونکہ پاکستان کو کئی سنگین مسائل کا سامنا ہے۔ ہمارے قومی اتحاد کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔ ہر جگہ مایوسی اور بددلی کا دور دورہ ہے۔ بہت سے بنیادی مسائل حل طلب ہیں اس لیے ہم ان مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے مضطرب ہیں۔ لہٰذا ہم دستور سازی کے کام میں تعاون کرنے کے لیے بے تاب ہیں۔ ہمیں بہتر، زیادہ خوشحال اور زیادہ طاقتور پاکستان کے لیے دستور بنانا ہے۔ ہم اپنے بارہ کروڑ عوام کو محفوظ اور مطمئن دیکھنا چاہتے ہیں۔

"ان تمام بڑی ذمہ داریوں اور کاموں کے لیے پاکستان پیپلز پارٹی پاکستانی عوام کو اپنا بھرپور تعاون پیش کرنے کو تیار ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی عوام کی اپنی پارٹی ہے۔ میں یہ بالکل واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ پاکستان کے مزدوروں، کسانوں اور طالب علموں کی پارٹی ہے یہ پارٹی جدوجہد سے ڈرنے والی نہیں ہے۔ ہم درباری نہیں ہیں۔ ہم موقع پرست نہیں ہیں۔ ہم عہدے ڈھونڈنے والے نہیں اور ہم بزدل بھی نہیں۔ ہم نے اس ملک میں آمریت کے خلاف جدوجہد کی ہے۔ ہم نے خطرات مول لیے ہیں۔ ہم نے اپنے ملک کی عظمت کے لیے ہر چیز داؤ پر لگائی ہے۔ یہ ہماری روایت ہے۔ دنیا نے آمریت کا تختہ الٹنے میں پاکستان پیپلز پارٹی کا حصہ ملاحظہ کیا ہے۔

"ہم جانتے ہیں کہ اگر اس مرتبہ ہنگامہ ہوا تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ کیسے اور کہاں ختم ہوگا۔ ہمارے ذہن میں یہ اہم ترین سوال ہے۔ اگلی مرتبہ اگر ہنگامہ ہوا تو یہ قابو سے باہر ہو جائے گا۔ اس سے بین الاقوامی سطح پر بھی ناجائز فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ ہر قسم کے مسائل سر اٹھا سکتے ہیں، اور خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس کشمکش کی آخری شکل کیا ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم صورت حال کا صبر و تحمل کے ساتھ جائزہ لے رہے ہیں۔ ہمیں صورت حال کی نزاکت کا احساس ہے۔ ہم ہنگامہ برائے ہنگامہ نہیں چاہتے۔ ہم خلفشار برائے خلفشار نہیں چاہتے۔ ہم

عوام کے حقوق کے لیے لڑنا چاہتے ہیں۔ لیکن سوال دستور سازی کا ہے۔ ہمارا موقف دیکھ لیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ ہم نے صورت حال کو واضح طور پر سمجھا ہے۔ ہم نے کہہ دیا ہے کہ سب سے ہم کام دستور بنانے کا ہے۔ ایسا دستور جو پاکستانی عوام کے لیے قابل قبول ہو۔"

ون یونٹ کے بارے میں تفصیلی اظہار خیال کرتے ہوئے بھٹو نے اسے توڑنے کا مطالبہ کیا:

"اگر آپ اجازت دیں تو میں وحدت مغربی پاکستان کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ بہت اہم معاملہ ہے۔ ون یونٹ پاکستان کے عوام نے نہیں بلکہ ایک ٹولے نے بنایا جو محلاتی سازشیں کرتا تھا۔ انہوں نے ون یونٹ عوام کی بہتری کے لیے نہیں بلکہ کلی اقتدار ہتھیانے اور اپنے ہاتھوں میں اقتدار کی مکمل اجارہ داری لینے کے لیے بنایا تھا۔ اس منصوبے میں ایک مغالطہ تھا۔ مغالطہ یہ تھا کہ وہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان توازن پیدا کرنا چاہتے تھے۔ پہلی خواہش مرکزی دارالحکومت میں رہ کر اقتدار کو پوری طرح استعمال کرنا تھا۔ دوسرا مقصد مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان توازن پیدا کرنا تھا۔ ون یونٹ کن حالات میں نافذ کیا گیا تھا؟ اسے عوام کے منتخب نمائندوں نے نہیں نافذ کیا تھا۔ آپ کو حیدر آباد میں پتہ ہے کہ کن حالات میں ون یونٹ کی قرار داد سندھ اسمبلی سے پاس کروائی گئی۔ سندھ اسمبلی کی منظوری حاصل کرنے کے لیے کیا کیا بے قاعدگیاں کی گئیں۔ آپ اس کی تاریخ سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ میں اسے دہرانا نہیں چاہتا۔ ہر جگہ یہی کچھ ہوا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ چھوٹے صوبوں کے جن لوگوں نے ون یونٹ بنایا تھا وہ اس ٹولے کے کارندے بنے ہوئے تھے۔

"یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ انہیں غلط طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔ اب وہ کیا کہتے ہیں؟ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس وقت ان سے کچھ وعدے کئے گئے تھے۔ اس کا مطلب ہے وہ ابھی تک یہ سمجھتے ہیں کہ اصل میں ون یونٹ اچھا تھا۔ لیکن یہ اس لیے ناکام ہوگیا کیونکہ وعدے ایفا نہ کیے گئے۔ یہ وعدہ کیا تھا؟ وعدہ یہ تھا کہ اس سندھی سیاستدان کو جس نے اسے سندھ اسمبلی میں پاس کروایا تھا مغربی پاکستان کا وزیراعلیٰ بنا دیا جائے گا۔ کیا آپ تسلیم کرتے ہیں کہ اگر وہ وزیر اعلیٰ بن جاتا تو وہ یونٹ کامیاب ہو سکتا تھا؟ ان معاملات کا انحصار اس بات پر نہیں ہوتا کہ کون شخص وزیراعلیٰ بنتا ہے۔ معاملہ اس سے زیادہ بنیادی اور پیچیدہ ہے۔

"پرانے سیاستدان سوچتے تھے کہ وہ عوام کے آقا ہیں اور وہ ہمیشہ حکمرانی کرتے رہیں گے۔ وہ بغیر تحریری عہد لیے صوبائی خودمختاری سے دست بردار ہوگئے۔ جب آدمی کوئی معاملہ کرتا ہے حتیٰ کہ چھوٹا سا معاملہ بھی' تو کاغذ پر کچھ نہ کچھ لکھا جاتا ہے۔ اس معاملے میں سوائے زبانی وعدوں کے کچھ بھی نہیں تھا۔ ون یونٹ غیر فطرتی تخلیق تھا۔ لیکن جب وہ یہ کہتے ہیں کہ وعدے کئے گئے۔ جب اتنا معاملہ طے کیا جاتا ہے۔ جب صوبائی خودمختاری اور پورے علاقے کی ثقافت اور حقوق سے دستبردار ہوتے ہیں تو کیا محض وعدوں پر تکیہ کرنا چاہیے؟ اور کون سے وعدے؟ کہ ایک سندھی سیاستدان کو دس سال کے لیے وزیراعلیٰ بنا دیا جائے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے وہ کتنے غیر ذمہ دار تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے وہ لیڈری کے لیے کتنے نااہل تھے اور انہیں ہمیشہ کے لیے رد کرنا کیوں ضروری ہے۔ تاکہ وہ پھر بھی اپنے رائے دہندوں کے مفاد کا سودا نہ کر سکیں۔ ان کا حشر تمام ممکن غداروں کے لیے ایک عبرتناک سبق ہونا چاہیے' مجھے ان سے کوئی ذاتی رنجش نہیں ہے' نہ ذاتی پرخاش ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس غیر فطری عجوبے کی وجہ سے کس قدر تلخی اور نفرت پیدا ہوئی ہے؟ پاکستان کس قدر کمزور ہوا ہے؟ پاکستان نے کتنی مصیبت اٹھائی ہے؟ ان لوگوں کا بھی اسی طرح محاسبہ کرنا پڑے گا جس طرح عوام ایوب خان کے محاسبے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ عوام کیوں یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ ایوب خان سے اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا؟ ہمارے عوام خونخوار نہیں' ہمارے عوام نے بہت مصائب برداشت کیے ہیں۔ جب وہ کوئی کامیابی حاصل کر لیتے ہیں تو فراموش کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ پھر بھی وہ ایوب پر مقدمہ چلانے کا معاہدہ کر رہے ہیں تاکہ آئندہ کوئی شخص ایوب بننے کی آرزو نہ کرے۔

ون یونٹ کے سلسلے میں دوسرا مغالطہ یہ تھا کہ اس طرح کوئی توازن پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ دو صوبوں کا وفاق قائم نہیں ہو سکتا۔ دو صوبوں کا وفاق دنیا میں کہیں بھی موجود نہیں۔ اگر وفاق کو کامیاب ہونا ہے تو یہ دو سے زیادہ صوبوں کا ہونا چاہیے دو صوبوں کے وفاق کا مطلب دو برابر حصے ہوتا ہے۔ دو برابر کے حصوں کا مطلب بالآخر دو ملک ہوتا ہے۔ اس کا مطلب دو اکائیاں اور تقطیب ہوتا ہے۔ یہ ضروری ہو کر رہنا تھا۔ میں نے 1954ء میں اس کی پیش گوئی کر دی تھی۔ اس وقت سندھ یوتھ فرنٹ کے لیڈر کی حیثیت سے میں نے اس موضوع پر ایک کتابچہ لکھا تھا اور اس کی پیش بنی کی تھی۔ میں نے کہا تھا کہ ون یونٹ ناکام ہو جائے گا۔ یہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ دوسرے تمام غیر فطری نتائج کے علاوہ اس کا مقصد مشرقی اور مغربی پاکستان کو الگ کرنا تھا۔ جب دو الگ اور مساوی صوبے ہوں تو قدرتی طور پر مرکز گریز رجحانات پیدا ہوتے ہیں۔ ایک طرح کے مقابلے کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

"میں نے سندھ یونیورسٹی میں آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں پاکستان کے کسی حصے کے مفاد سے غداری نہیں کروں گا۔ کیونکہ میں پاکستان کی عظمت پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں پاکستان کی بڑائی پر ایمان رکھتا ہوں اور میں نے آپ سے کہا تھا کہ مجھے کچھ مہلت دیں۔ میں اس لیے مہلت

مانگتا تھا کہ میں پنجاب کے لیڈروں پر کچھ واضح کرنا چاہتا تھا کہ اگر وحدت مغربی پاکستان قائم رہی تو یہ پاکستان کو تباہ کر دے گی اور آج ممتاز دولتانہ نے کہا ہے کہ ون یونٹ ختم ہو جانا چاہیے۔ مولانا مودودی نے ایک دفعہ کہا تھا کہ "جئے سندھ" کا مطلب "مرے پاکستان" ہے۔ ان جیسے لوگ مسئلہ کو نہیں سمجھتے انہیں پہلے مسئلہ کو سمجھنا چاہیے اور پھر بیان دینا چاہیے لیکن وہ نہیں سمجھتے۔ وہ اسلام کو بھی نہیں سمجھتے۔

"آج کل ون یونٹ کو توڑنے کے لیے متفقہ تحریک چل رہی ہے۔ اس سکیم سے صرف بڑے تاجروں، افسروں اور کچھ موقع پرست سیاستدانوں کے ایک ٹولے کو ہی فائدہ پہنچا ہے۔ لہٰذا اسے ختم ہونا ہی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ اب یہ ایک متفقہ مطالبہ بن چکا ہے۔"

بھٹو نے کہا کہ:

"پاکستان کے مسائل کا حل طاقت کا استعمال نہیں بلکہ درست اقدام ہے۔ اگر آپ طاقت کے استعمال سے بچنا چاہتے ہیں تو غلط کام نہ کیجئے۔ ایوب خان کے گیارہ سالہ دور حکومت سے یہی سبق ملتا ہے یعنی ہمارے مسائل کا حل طاقت نہیں۔ یہ کسی ملک کے مسائل کا بھی حل نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ یہ پاکستان کے مسائل کا حل نہیں ہے کیونکہ ہم دو حصوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ پاکستان میں کسی دوسرے ملک کی نسبت غلط مقصد کے لیے طاقت استعمال کرنا زیادہ مشکل ہے۔ یہ بنیادی بات ہے۔ یہ ہمیں یاد رہنی چاہیے۔ ایوب کیوں ناکام ہوا؟ اس کی کئی وجوہ ہیں۔

"اس کا نظام اخلاق سوز تھا اور وہ بدعنوان تھا۔ لیکن اس کی ناکامی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ طاقت کے استعمال پر یقین رکھتا تھا۔ وہ ہر معاملے میں طاقت استعمال کرتا تھا۔ وہ طاقت کے غیر شائستہ، غلط اور بہیمانہ استعمال میں ملوث ہوگیا تھا اسی لئے اس کا زوال ہوا۔"

جولائی 1969ء

یکم جولائی --- ریفرنڈم کرانے کا اعلان

نیشنل عوامی پارٹی نے دستور کے مسودہ پر ریفرنڈم کرانے کا اعلان کیا۔

2 جولائی --- یحییٰ کا اعلان

صدر یحییٰ خان نے کہا کہ حالات معمول پر آتے ہی ملک سے مارشل لاء اٹھا لیا جائے گا۔

2 جولائی --- عوامی رابطہ کمیٹی

مغربی پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی نے عوام سے رابطہ قائم کرنے کے لیے کمیٹی قائم کر دی۔

4 جولائی --- صدر یحییٰ کا بیان

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر صدر یحییٰ خان نے کہا کہ مغربی پاکستان کو چار زونوں میں تقسیم کرنے کی کوئی تجویز زیر غور نہیں ہے۔

8 جولائی --- فاطمہ جناح کو خراج عقیدت

مسلم لیگی رہنما مسٹر ایم ایچ اصفہانی نے جمہوریت اور پارلیمانی طرز حکومت کی بحالی کے لیے عظیم خدمات انجام دینے پر محترمہ فاطمہ جناح کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔

9 جولائی --- محترمہ فاطمہ جناح کو گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا

حسن اے شیخ نے دعویٰ کیا کہ مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح کی موت قدرتی نہیں تھی بلکہ انہیں گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا۔ مادر ملت کی گردن پر نشان پائے گئے تھے۔

10 جولائی --- لاتعلقی کا اعلان

کونسل مسلم لیگی رہنماؤں نے مادر ملت کی وفات پر شکوک و شبہات سے لاتعلقی کا اعلان کردیا۔

11 جولائی --- امیر محمد خان مقدمہ قتل میں سرکاری وکیل کے دلائل

نواب کالا باغ کے قتل کے بعد ریوالور ان کے ہاتھ میں تھمایا گیا تھا۔ ملک امیر محمد خان کے مقدمہ قتل میں سرکاری وکیل کے دلائل ختم ہوگئے۔

14 جولائی --- آرڈیننس کی واپسی

حکومت پاکستان نے فوری طور پر غذائی کفایت کا آرڈیننس مجریہ 1967ء واپس لے لیا۔

15 جولائی --- اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کا تقرر

حکومت مغربی پاکستان نے جناب کمال مصطفیٰ بخاری ایڈووکیٹ کو اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل مغربی پاکستان مقرر کیا۔ ان کا تقرر اسلم ریاض حسین کی جگہ کیا گیا۔ حکومت نے اسلم ریاض حسین کو ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل بنا دیا۔

16 جولائی --- مولانا بھاشانی کا بیان

نیشنل عوامی پارٹی کے رہنما مولانا عبدالحمید خان بھاشانی نے کہا کہ

آئین کے متعلق صدر یحییٰ خان جو بھی فیصلہ کریں گے وہ دور رس نتائج کا حامل ہوگا۔

16 جولائی --- طالب المولیٰ کی پیپلزپارٹی میں شمولیت

سندھ کے معروف روحانی پیشوا مخدوم طالب المولیٰ پیپلزپارٹی میں شامل ہوگئے۔

17 جولائی --- غلام اعظم کا بیان

کراچی فیڈرل بی ایریا کے میدان نمائش میں جماعت اسلامی مشرقی پاکستان کے امیر پروفیسر غلام اعظم نے دس ہزار افراد کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انکشاف کیا کہ عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب کے جلسوں میں کرائے کے آدمی شریک ہوتے ہیں۔ انہیں بسوں' ٹرکوں اور ریل گاڑیوں کے ذریعے عوامی لیگ کے خرچ پر جلسہ گاہ تک لایا جاتا ہے۔ ان کے لیے چائے پانی کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ ایسا نہ ہو تو حاضرین کی تعداد برائے نام رہے۔ شیخ مجیب کے چھ نکاتی پروگرام کی مقبولیت کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ اب وہ یہ کہنے کے لئے مجبور ہوگئے ہیں کہ اگر میری یہ باتیں نہ مانی گئیں تو میں دوسرے ذرائع اختیار کروں گا۔ غالبًا ان کا منشاء یہ ہے کہ وہ اپنی خود ساختہ غیر تربیت یافتہ مکتی باہنی کے ذریعے انتشار بلکہ قتل و غارت گری کی منزل تک آ جائیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہیں برسر اقتدار آنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ وہ جماعت اسلامی کے جلسوں میں ہنگامہ آرائی کرانے کی منزل پر اتر آئے ہیں۔ کچھ ہی دن ہوئے ڈھاکہ کے پلٹن میدان میں ان کے بھیجے ہوئے کرائے کے آدمیوں نے حاضرین جلسہ پر ڈنڈے برسائے تو دو ادا کین جاں بحق ہوگئے۔

18 جولائی --- صدر یحییٰ کا اعلان

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر صدر یحییٰ خان نے اعلان کیا کہ میری آئینی تجاویز کی بنیاد رائے عامہ پر ہوگی' سیاست دانوں سے مذاکرات کے دوسرے دور میں امید کی کرن نظر آتی ہے۔

18 جولائی --- بھٹو کا انتخابات کی اہمیت پر زور

ڈیرہ اسماعیل خان میں جسٹس فیض اللہ خان کی طرف سے دیئے جانے والے عشائیے میں تقریر کرتے ہوئے بھٹو نے انتخابات کی اہمیت پر زور دیا۔

"غیر جانبدارانہ اور منصفانہ انتخابات سیاسی جماعتوں کے لیے کسوٹی کی حیثیت رکھتے ہیں اور پیپلزپارٹی عوام کے سیاسی و اقتصادی حقوق کی بحالی کے لیے قائم ہوئی ہے اور اسے عوام کی قربانیوں نے پروان چڑھایا ہے۔ ہم عوام کے احسان کو فراموش نہیں کر سکتے اور ان کی قربانیوں کو ضائع ہونے نہیں دیں گے۔" ڈیرہ اسماعیل خاں سے پشاور جاتے ہوئے انہوں نے بنی والا کے مقام پر ایک ہجوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کاشتکار اور مزدور ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتے ہیں۔

19 جولائی --- چودھری محمد علی کا بیان

چودھری محمد علی نے ہفت روزہ "چٹان" کے مدیر کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ "چھ نکاتی پروگرام مجیب کا نہیں بلکہ بعض سرکاری افسروں کا کارنامہ ہے۔"

20 جولائی --- پروفیسر غلام اعظم کا جلسہ عام سے خطاب

کٹرک ہال کراچی میں پروفیسر غلام اعظم کے ایک بڑے اجلاس سے خطاب کر رہے تھے کہ اچانک شہر کے کالجوں اور یونیورسٹی میں داخل بنگالی طلباء اندر گھس آئے۔ وہ جماعت اسلامی کے خلاف اور عوامی لیگ کی موافقت میں نعرے لگاتے ہوئے اسٹیج پر پہنچ گئے اور کمے تان کر شور مچایا کہ بنگلہ دیش بن کر رہے گا۔ مغربی پاکستان سے علیحدگی لازمی ہے۔ مجیب کے چھ نکات مان لیے جائیں ورنہ قتل عام شروع ہو جائے گا۔ اس جلسے میں جماعت اسلامی کے بنگالی رہنما نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ یہ مشرقی پاکستان کی بدقسمتی ہے کہ اس نے مجیب اور اس کے ساتھیوں کو پروان چڑھایا ہے جو اپنے غیر ملکی سرپرستوں سے رقمیں وصول کرکے قوم فروشی کر رہے ہیں۔ مجھے اس کا سارا کچا چٹھا معلوم ہے۔

نیشنل پروگریسو لیگ کا قیام

نیشنل پروگریسو لیگ کا ڈھاکہ میں قیام عمل میں آیا۔ عوامی لیگ کے سابق رہنما عطا الرحمٰن خان اس کے صدر مقرر ہوئے۔

22 جولائی --- امن و امان کے قیام کے لیے اسلامی سوشلزم کی ضرورت

پاکستان پیپلزپارٹی کے سربراہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ ملک کو خون خرابے سے بچانے کے لیے اسلامی سوشلزم رائج کرنا بہت ضروری ہے۔

22 جولائی --- پی ڈی پی میں شمولیت

حاتم علوی نے پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی میں شمولیت اختیار کرلی۔

23 جولائی --- پولیس کمیشن کا قیام

صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد یحییٰ خان نے 12 ارکان پر مشتمل پولیس کمیشن قائم کر دیا۔ یہ کمیشن تمام مسائل کا جائزہ

لے کر اکتوبر میں صدر کو اپنی رپورٹ پیش کرے گا۔

25 جولائی --- سیاست سے علیحدگی

ممتاز مسلم لیگی رہنما عیسیٰ ملکی سیاست سے کنارہ کش ہوگئے۔

27 جولائی --- مسلم لیگ کے اجلاس میں توڑ پھوڑ

ڈھاکہ میں پاکستان کنونشن مسلم لیگ کے غیر رسمی اجلاس میں زبردست ہنگامہ اور توڑ پھوڑ ہوئی۔

28 جولائی --- عام انتخابات کا اعلان

صدر مملکت نے 28 جولائی 1969ء کو ملک میں نئے انتخابات منعقد کرانے کی غرض سے جسٹس عبدالستار کو چیف الیکشن کمشنر مقرر کیا۔ اسی روز صدر مملکت نے قوم کے نام اپنی نشری تقریر میں کہا کہ وہ ڈیڑھ سال کے اندر اندر انتخابات کرائیں گے۔ اس کے بعد صدر یحییٰ خان نے ملک بھر میں سیاست دانوں اور رائے عامہ کے دوسرے رہنماؤں کے ساتھ تبادلہ خیال کیا اور 28 نومبر 1969ء کو عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

"ملک میں عام انتخابات ایک آدمی ایک ووٹ کی بنیاد پر 5 اکتوبر 1970ء کو ہوں گے۔ قومی اسمبلی جب دستور سازی کا کام مکمل کرے گی تو اس کے بعد صوبائی اسمبلی کے انتخابات ہوں گے۔ اسمبلی کو اپنے پہلے اجلاس سے 120 دن کے اندر اندر دستور سازی کا کام مکمل کرنا ہوگا۔ اگر وہ یہ کام مقررہ مدت تک سرانجام نہ دے سکی تو اسے توڑ دیا جائے گا۔ اپنی نشری تقریر میں صدر یحییٰ خان نے کہا کہ یکم جنوری 1970ء سے سیاسی سرگرمیوں کی مکمل طور پر اجازت دے دی جائے گی اور انتخابات سے قبل ون یونٹ کو توڑ دیا جائے گا۔ صدر یحییٰ نے یکم جنوری 1970ء کو سیاسی سرگرمیوں پر سے پابندی اٹھا لی اور تمام سیاسی جماعتیں اپنی سیاست چمکانے اور انتخاب میں بہتر پوزیشن بنانے کی غرض سے میدان عمل میں اتر آئیں اور انہوں نے ملکی سطح پر اپنے اپنے پروگراموں کی تشہیر کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس موقع پر صدر نے تمام سیاسی پارٹیوں سے اپیل کی کہ وہ علاقائی مفادات کو نظر انداز کر دیں اور ذاتی اور مقامی نوعیت کی مصلحتوں کو خاطر میں نہ لائیں۔

28 جولائی --- پاکستان میں ضم کرنے کا اعلان

حکومت پاکستان نے سوات، دیر اور چترال کو مغربی پاکستان میں ضم کرنے کا اعلان کر دیا۔

28 جولائی --- وزارتی کونسل کے قیام کا اعلان

حکومت نے مرکز میں ممتاز شہریوں پر مشتمل وزارتی کونسل قائم کرنے کا اعلان کیا۔

28 جولائی --- مشرقی پاکستان میں فوجی تعداد دوگنی کر دی گئی

حکومت نے مشرقی پاکستان میں موجود بری افواج کی تعداد کو دوگنا کر دیا۔

29 جولائی --- اصغر خان کی تقریر میں ہنگامہ

ملتان بار ایسوسی ایشن میں اصغر خان کی تقریر کے دوران زبردست ہنگامہ آرائی۔ پیپلز پارٹی کے کارکن کو جلسہ گاہ سے باہر نکال دیا گیا۔

30 جولائی --- مارشل لاء کے ضابطے کا اجراء

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل یحییٰ خان نے ضابطہ نمبر 51 جاری کیا جس کے تحت قائداعظم محمد علی جناح اور پاکستان پر حرف گیری قابل سزا جرم قرار دے دی گئی۔

30 جولائی --- محدود سیاسی جلسوں کی اجازت

یحییٰ حکومت نے محدود سیاسی جلسوں کی اجازت کا اعلان کر دیا سب سے پہلا سیاسی جلسہ ملتان میں ایئر مارشل اصغر خان نے کیا جسے خراب کر دیا گیا اور پیپلز پارٹی کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔

اگست 1969ء

2 اگست --- ہتھیاروں پر پابندی ختم کرنے کا اعلان

امریکی حکومت نے پاکستان کو ہتھیار دینے پر پابندی ختم کرنے کا اعلان کیا۔

2 اگست --- احتشام الحق تھانوی کا بیان

مولانا احتشام الحق تھانوی نے کہا کہ مسلمان متحد ہو جائیں تو ملک میں جمہوریت بھی آئے گی اور اسلام بھی نافذ ہو کر رہے گا۔

2 اگست --- بھٹو نے تحقیقات کا حکم دے دیا

ذوالفقار علی بھٹو نے شیخ محمد رشید سے کہا کہ ایئر مارشل اصغر خان کے جلسے میں ہونے والی گڑ بڑ کی تحقیقات کروائیں کیونکہ پیپلز پارٹی جمہوریت میں یقین رکھتی ہے۔

3 اگست --- جیکب آباد میں بھٹو کا خطاب

جیکب آباد میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"ماضی میں ہماری سیاست پر چند افراد کی اجارہ داری تھی۔ جس

سے نہ آئین بنا نہ جمہوریت رائج ہوئی' اب ملک کو پیچیدہ مسائل کا سامنا ہے۔ ہم جمہوریت پر ایمان رکھتے ہیں اور جمہوریت ہی عوام کا بنیادی حق ہے۔۔۔۔" اس اجتماع میں دریا خاں کھوسہ نے اپنے گروپ سمیت پیپلز پارٹی میں شامل ہونے کا اعلان کیا۔

4 اگست ۔۔۔ وزارتی کونسل کے ارکان سے حلف

ایوان صدر راولپنڈی میں صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل یحیٰی خان نے وزارتی کونسل کے ارکان سے حلف لیا۔ مندرجہ ذیل ارکان وزارتی کونسل میں شامل کیے گئے۔

1- ڈاکٹر عبدالمطلب مالک' صحت' محنت' سماجی بہبود' خاندانی منصوبہ بندی۔
2- سردار عبدالرشید' داخلہ کشمیر' ریاستی و سرحدی امور۔
3- ابوالخیر محمد حفیظ الدین' صنعت' قدرتی گیس۔
4- نواب مظفر علی قزلباش' خزانہ۔
5- مسٹر شمس الحق' تعلیم' سائنسی تحقیق۔
6- میجر جنرل محمد شیر علی خان' اطلاعات و نشریات۔
7- احسان الحق' تجارت۔
8- محمود اے ہارون' زراعت و تعمیرات
9- مسٹر اے آر کارنیلس' قانون' پارلیمانی امور۔
10- مسٹر واجد علی چودھری۔

7 اگست ۔۔۔ مارشل لاء کی تقرریاں

میجر جنرل رحمٰن گل کو لیفٹیننٹ جنرل عتیق الرحمٰن کی جگہ قائم مقام ناظم مارشل لاء مقرر کر دیا گیا۔ مسٹر افضل آغا کو چیف سیکرٹری مقرر کیا گیا۔

8 اگست ۔۔۔ مولانا غلام غوث ہزاروی کا بیان

جمعیت العلمائے اسلام کے لیڈر مولانا غلام غوث ہزاروی نے کہا کہ مسٹر بھٹو نے ستمبر 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران حب الوطنی کا کردار ادا کیا تھا۔ اگر نیشنل عوامی پارٹی اور پیپلز پارٹی سوشلزم کو ترک کر دے تو وہ ان سے تعاون کے لئے تیار ہیں۔

9 اگست ۔۔۔ چیف الیکشن کمشنر کا حلف

چیف الیکشن کمشنر مسٹر جسٹس عبدالستار خان نے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔ حلف برداری کی تقریب میں انہوں نے کہا کہ نئی انتخابی فہرستوں کی تیاری کا کام جلد شروع کر دیا جائے گا۔

10 اگست ۔۔۔ مجیب کا ریفرنڈم کا مطالبہ

شیخ مجیب الرحمٰن نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ ون یونٹ' آبادی کی بنیاد پر نمائندگی اور دیگر مسائل پر ریفرنڈم کرایا جائے۔

10 اگست ۔۔۔ سندھ عوامی محاذ کی ورکنگ کمیٹی کی سفارشات

سندھ عوامی محاذ کی ورکنگ کمیٹی نے اپنے اجلاس میں اپنے سیاسی پروگرام کی مزید شقیں پیش کیں۔

1- مارچ 70ء تک عام انتخابات کے انعقاد کے لئے کوششیں کرنا۔
2- مغربی اور مشرقی پاکستان کی پارلیمانی برابری کو منسوخ کرنا' تاکہ اعلیٰ ادارے میں صوبوں کی نمائندگی آبادی کے تناسب سے ہو۔
3- 1956ء کے آئین کی بحالی کو روکنا' کیونکہ یہ آئین ہر لحاظ سے جمہوری اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتا۔
4- سیاسی قیدیوں کو رہا کرنا اور سیاسی سرگرمیوں پر پابندی کو ختم کرنا۔
5- سندھی کو بحال شدہ صوبے کی سرکاری زبان قرار دینا اور اسے تعلیم کے ہر مرحلے میں استعمال کرنا۔
6- سندھ میں سندھی اور اردو زبان بولنے والوں کے درمیان قربت پیدا کرنے کے مقصد سے نویں اور دسویں کی کلاسوں میں لازمی مضمون کی حیثیت سے' مہاجر اکثریت کے علاقوں میں سندھی اور مہاجر اقلیت کے علاقوں میں اردو کی تعلیم دینا۔
7- غلام محمد بیراج کا نام بدل کر شاہ لطیف بیراج اور روہڑی میں محمد ایوب خان پل کا نام بدل کر سچل پل رکھنا۔

13 اگست ۔۔۔ صدر یحیٰی کا یوم آزادی کے موقع پر پیغام

چیف مارشل لاء صدر یحیٰی خان نے یوم آزادی کے موقع پر کہا کہ جہالت' بھوک اور بیماری سے نجات پانے کے لیے قابل عمل سیاسی اداروں کو فروغ دینا ہوگا۔

15 اگست ۔۔۔ گورنروں کی تقرری

یحیٰی کی حکومت نے ایئر مارشل ریٹائرڈ نور خان کو مغربی پاکستان اور ایس ایم حسن کو مشرقی پاکستان کا گورنر مقرر کردیا۔

15 اگست ۔۔۔ محمود ہارون کا حلف

مسٹر محمود ہارون نے مرکزی وزیر زراعت و تعمیرات کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

15 اگست ۔۔۔ بحریہ اور فضائیہ کے سربراہوں کا تقرر

حکومت نے ایئر وائس مارشل عبدالرحیم کو پاک فضائیہ اور ایئر

ایڈمرل مظہر حسین کو پاک بحریہ کا سربراہ مقرر کیا۔ صاحبزادہ یعقوب علی خان کو زون بی کا مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیا گیا۔

15 اگست --- مشرقی پاکستان پیپلز پارٹی کے کنونشن سے بھٹو کا خطاب

ڈھاکہ کے ایک مقامی ہوٹل میں مشرقی پاکستان پیپلز پارٹی کا کنونشن منعقد ہوا۔ جس کی صدارت مولانا نور الزماں نے کی۔ اس موقع پر بھٹو نے کہا: "پاکستان کو اپنے تمام ہمسایہ ممالک اور امریکہ سمیت تمام بڑی طاقتوں سے اچھے تعلقات قائم کرنے چاہئیں"۔ انہوں نے بڑی طاقتوں کے عروج و زوال کی داستان بیان کرتے ہوئے کہا۔ "بڑی طاقتیں دو طریقوں سے غلبہ حاصل کرنے کی کوششیں کرتی ہیں۔ پہلے انہوں نے دیگر ممالک کو نوآبادی بنا رکھا اور اب اس مقصد کے حصول کے لیے نئے ہتھکنڈے استعمال کرتی ہیں۔ ایشیا' افریقہ اور لاطینی امریکہ میں تنظیمیں قائم کر رہی ہیں۔ امریکہ کو ایشیا میں چین کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ مشرق وسطیٰ اور لاطینی امریکہ میں روس سے اس کی رقابت زوروں پر ہے۔"

16 اگست --- ڈھاکہ میں پریس کانفرنس سے بھٹو کا خطاب

ڈھاکہ میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر بھٹو نے کہا کہ ملک کی سیاسی پارٹیوں میں دستوری مسائل پر تبادلہ خیال نہ ہوا تو صورتحال بڑی سنگین ہو جائے گی۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ گزشتہ روز وہ مجیب الرحمٰن سے بھی ملے تھے اور ان سے کئی دیگر امور کے علاوہ آل پارٹیز کانفرنس منعقد کرنے کے سوال پر بھی گفتگو ہوئی ہے۔

17 اگست --- چھ نکات پر بھٹو کا جواب

ڈھاکہ سے واپسی پر لاہور کے ہوائی اڈے پر چھ نکات کے بارے میں ایک اخبار نویس کے سوال پر بھٹو نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ چھ نکات کے بارے میں پیپلز پارٹی کا موقف واضح ہے۔

18 اگست --- مشرقی پاکستان کے گورنر کا بیان

مشرقی پاکستان کے نامزد گورنر وائس ایڈمرل ایس ایم حسن نے کہا کہ انتخابات کے لیے راہ ہموار کرنا میرے مقاصد میں شامل ہے۔

19 اگست --- نیشنل کانگریس کی بحالی

حکومت نے پاکستان نیشنل کانگریس بحال کر دی۔

20 اگست --- پی ڈی پی کے منشور کا اعلان

پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی نے اپنے منشور کا اعلان کیا۔ منشور میں بیمہ کمپنیوں' بنکوں' کپاس اور پٹ سن کی بیرونی تجارت کو قومی ملکیت میں لینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

22 اگست --- بھٹو کی یحییٰ خان کو تجویز

ذوالفقار علی بھٹو نے صدر پاکستان جنرل اے ایم یحییٰ خان سے پرزور درخواست کی کہ وہ فوری طور پر مصر' شام اور عراق میں ایک اعلیٰ سطح کا وفد بھیجیں تاکہ وہ مسجد اقصیٰ کی آتش زدگی کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال میں عرب ممالک کو پاکستان کی امداد و اعانت کا بھرپور یقین دلائے۔

بھٹو ناظم آباد میں پیپلز پارٹی کے ایک علاقائی دفتر کا افتتاح کرتے ہوئے تقریر کر رہے تھے:

بھٹو صاحب نے کہا کہ وہ یہ تجویز سابق وزیرخارجہ کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ "یہ مجوزہ وفد حکومت کے عہدیداروں' عوامی لیڈروں' فوجی مشیروں اور شہری عوام پر مشتمل ہونا چاہیے"۔ انہوں نے کہا کہ "محض اقوام متحدہ کے ممبروں کے سامنے قراردادیں پیش کر کے یا ان کی منظوری کا اہتمام کر کے کوئی مقصد حاصل نہ ہو گا۔"

انہوں نے کہا "اب وقت آ گیا ہے کہ پاکستان دنیا کی سب سے بڑی مسلمان ریاست ہونے کی حیثیت میں اپنے عرب بھائیوں کی جانب سے عائد ہونے والی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو۔"

انہوں نے کہا "مجوزہ وفد کو عرب ممالک میں جا کر وہاں کے قائدین سے ملنا چاہیے اور مسجد اقصیٰ کی شہادت کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال میں پاکستان عرب ممالک کی جو مدد کر سکتا ہے اس کا اندازہ کرنا چاہیے۔"

بھٹو صاحب نے انتہائی شدید الفاظ میں اسرائیلیوں کی اس حرکت کی مذمت کی کہ انہوں نے مسجد اقصیٰ کو شہید کرنے کی جسارت کی ہے۔ بھٹو صاحب نے کہا "کہ یہ مذموم حرکت اس یہودی سازش کا حصہ ہے کہ مسجد اقصیٰ کو گرا کر وہاں ہیکل سلیمانی تعمیر کیا جائے۔"

بھٹو نے امید ظاہر کی کہ مجوزہ پاک وفد عرب ممالک میں جائے گا تو دنیائے عرب کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو گا کہ پاکستان ہمیشہ سے عرب کا ہمنوا رہا ہے۔ اس سے لاطینی امریکہ' افریقہ اور ایشیا کے مظلوم عوام کے ساتھ ساتھ دنیائے اسلام پر بڑا اچھا اثر پڑے گا۔ اگرچہ سامراجیوں کو یہ بات پسند نہیں آئے گی۔

بھٹو صاحب نے اسرائیل کے توسیع پسندانہ عزائم کی مذمت کی اور مسلمان ممالک کو تنبیہہ کی کہ اگر انہوں نے اپنی صفوں میں اتحاد پیدا

نہ کیا تو مزید نقصان اٹھائیں گے۔ انہوں نے کہا "مسجد اقصیٰ کو نذر آتش کرکے اسرائیلوں نے نہ صرف عربوں کو اشتعال دلایا ہے بلکہ ساری دنیائے اسلام کی غیرت کو للکارا ہے۔ یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ سوچے سمجھے منصوبے کی کڑی ہے۔" انہوں نے کہا "اسرائیل اپنے اس اقدام کے ذریعے ہمارا ردعمل جانچنا چاہتا تھا تاکہ اپنے آئندہ جارحانہ منصوبوں کو عملی جامہ پہنا سکے۔" انہوں نے کہا۔ "مجھے ہرگز کوئی امید نہیں کہ اقوام متحدہ اس دینی بے حرمتی کے ارتکاب پر اسرائیل کے خلاف کوئی کارروائی کرے گی۔ اہل پاکستان اپنے گزشتہ تلخ تجربات کی بناء پر اچھی طرح جانتے ہیں کہ کشمیر کے مسئلے پر اقوام متحدہ کا رویہ کیا تھا۔"

بھٹو صاحب نے شہنشاہ ایران کی اس پیشکش کو سراہا کہ وہ مسجد اقصیٰ کی مرمت کے اخراجات برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن انہوں نے یہ بھی کہا کہ تمام مسلمان ملکوں کو عربوں کے ساتھ اسرائیلی منصوبوں سے نبٹنے کی تدبیر کرنی چاہیے۔

29 اگست --- بھٹو کے خلاف درخواست مسترد

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف مقدمہ ہائی کورٹ میں منتقل کرنے کی درخواست مسترد کر دی گئی۔

ستمبر 1969ء

یکم ستمبر--- مغربی پاکستان کے گورنر کا حلف

مغربی پاکستان کے نئے گورنر ایئر مارشل نور خان نے حلف اٹھا لیا۔

2 ستمبر--- انتخابی فہرستوں کے قواعد کا اعلان

حکومت نے انتخابی فہرستوں کی تیاری کے قواعد کا اعلان کر دیا۔

4 ستمبر--- تقسیم اختیارات کمیٹی کے چیئرمین کا بیان

تقسیم اختیارات سے متعلق کمیٹی چیئرمین مسٹر جسٹس فضل اکبر نے کہا کہ کمیٹی اپنی رپورٹ 30 ستمبر کو صوبائی گورنر کو پیش کرے گی۔

7 ستمبر--- صوبائی گورنر کا بیان

صوبائی گورنر ایئر مارشل نور خان نے کہا کہ مارشل لاء انتظامیہ کسی فرد یا جماعت سے امتیاز نہیں برتے گی۔

8 ستمبر--- جمعیت اہلحدیث کے رہنما کی پراسرار ہلاکت

جمیعت اہلحدیث کے نائب ناظم اور ممتاز صنعتکار حاجی اسحاق حنیف پراسرار طور پر ہلاک کر دیئے گئے۔

9 ستمبر--- کنونشن مسلم لیگ کے رہنما کا خطاب

کنونشن مسلم لیگ کے قائم مقام صدر فضل القادر چودھری نے مشرقی پاکستان کے ضلع کھلنا میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مختلف الخیال سیاسی جماعتوں اور ان کے اراکین پر زور دیا کہ وہ ایسے اقدامات سے احتراز کریں جو پاکستان کی سالمیت اور اس کے استحکام کے لیے خطرہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ لاکھوں مسلمانوں کی قربانی سے قائم ہونے والا پاکستان، جس کے دو بازو خود انسان کے بازوؤں کی طرح لازم و ملزوم ہیں، ہمیشہ برقرار رہنے کے لیے ہے۔ خدا اسے غیر ملکی بدخواہوں کی سازش سے بچائے رکھے اور شیخ مجیب کو عقل سلیم عطا کرے کہ وہ خود ہی اپنے چھ نکات کو خیرباد کہہ دیں۔ ان کا عملی پہلو خطرناک ہو سکتا ہے۔ لنگڑا بنگلہ دیش بن بھی گیا تو وہ صرف غیر ملکی سہارے کا دست نگر رہے گا جو مسلمانوں کی شان کے خلاف ہے۔

13 ستمبر--- انتخابی فہرستوں کے لیے علاقے متعین

حکومت نے عام انتخابات کے لیے ووٹروں کی تیاری کے لیے انتخابی علاقے متعین کر دیئے۔

16 ستمبر--- صدر یحییٰ کی آمادگی

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر یحییٰ خان نے اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت پر آمادگی ظاہر کر دی۔

16 ستمبر--- میاں طفیل محمد کا بیان

جماعت اسلامی کے قائم مقام امیر میاں طفیل محمد نے کہا کہ مغربی طاقتیں پاکستان کو دو حصوں میں تقسیم کرنا چاہتی ہیں۔

17 ستمبر--- مرکزی وزیر قانون کا تقرر

حکومت نے مسٹر جسٹس اے آر کارنیلس کو مرکزی وزیر قانون مقرر کر دیا۔

19 ستمبر--- سابق صدر کا اعلان

سابق صدر پاکستان فیلڈ مارشل ایوب خان نے سیاست میں حصہ نہ لینے کا اعلان کیا۔

20 ستمبر--- سرکاری اعلان

حکومت کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ ڈاکٹر اے ایم مالک اور جنرل عبدالحمید خان، صدر یحییٰ خان کی غیر حاضری میں قائم مقام صدر اور ناظم

اعلیٰ مارشل لاء کی حیثیت سے کام کریں گے۔

21 ستمبر--- مغربی پاکستان کے چیف جسٹس کا حلف

مسٹر جسٹس قدیر الدین احمد نے مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے نئے چیف جسٹس کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

21 ستمبر--- جنرل موسیٰ کا سیاست سے علیحدگی کا اعلان

سابق گورنر مغربی پاکستان جنرل محمد موسیٰ خان نے عملی سیاست سے علیحدہ ہونے کا اعلان کر دیا۔

21 ستمبر--- بھٹو کی شرکت

ذوالفقار علی بھٹو نے حیدر آباد میں عالمی امور کے ادارے کی تقریب میں شرکت کی۔

22 ستمبر--- دنیائے اسلام سے روابط

مسلم ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس جو 22 ستمبر 1969ء کو مراکش کے دارالحکومت میں ہوئی اس میں صدر یحییٰ خان بھی شامل ہوئے۔ اسلامی سربراہی کانفرنس سے 23 ستمبر کو خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ عالم اسلام متحد ہو جائے تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں نظرانداز نہیں کر سکتی اور بغیر وقت ضائع کیے اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے کارروائی کرنی چاہیے کیونکہ اسلامی اقدار کا احیاء ناگزیر ہوگیا ہے۔

دریں اثناء اسلامی سربراہی کانفرنس میں شمولیت کی غرض سے ایک وفد بھارتی وزیر محنت مسٹر فخر الدین احمد کی قیادت میں رباط پہنچا۔ وفد میں نائب وزیر خارجہ بھارت مسٹر سریندر پال سنگھ، وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی پروفیسر علیم، کیمونسٹ لیڈر علی ظہیر اور مراکش میں بھارت کے سفیر مسٹر گوربچن سنگھ شامل تھے۔ یہ وفد دو سکھوں اور تین مسلمانوں پر مشتمل تھا۔ چنانچہ بھارتی وفد کی کانفرنس میں شمولیت کے خلاف صدر یحییٰ خان احتجاجاً" واک آؤٹ کر گئے شاہ فیصل، شاہ حسن اور شہنشاہ ایران نے ان سے واک آؤٹ نہ کرنے کی درخواست بھی کی مگر انہوں نے کہا کہ کشمیر میں بھارت اور مشرقی وسطیٰ میں اسرائیل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ نیز بھارت میں اس وقت بھی مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے ان سنگین حالات میں بھارتی وفد کی موجودگی میں ہم کانفرنس میں شامل نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ کانفرنس سے قبل از اجلاس یہ یقین دہانی کروائی تھی کہ بھارت کے چھ کروڑ مسلمانوں کی جانب سے مسلمانوں کا نمائندہ وفد شمولیت کرے گا۔

صدر یحییٰ کے احتجاج کے علاوہ پاکستانی رہنماؤں نے بھی کانفرنس کے کار برداروں سے شدید احتجاجات کیے۔ چنانچہ صدر مملکت یحییٰ خان کے فیصلے پر بھارتی وفد کو نہ صرف رباط کانفرنس میں شرکت سے روک دیا گیا۔ بلکہ مراکش حکومت نے مراکش میں مقیم بھارتی سفیر گوربچن سنگھ کو بھی ناپسندیدہ قرار دے دیا۔

صدر پاکستان کے اس اقدام کو بے حد خراج تحسین پیش کیا گیا اور اسے مسلمانوں کی ناموس کی ضمانت تصور کیا گیا۔

22 ستمبر--- سپریم کورٹ کے جج کا حلف

مسٹر جسٹس وحید الدین احمد نے سپریم کورٹ کے جج کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

23 ستمبر--- غلام لونڈ خوڑ کا بیان

معروف سیاسی رہنما خاں غلام محمد لونڈ خوڑ نے کہا کہ صوبہ سرحد کو پختونستان کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

24 ستمبر--- بھٹو کا الزام

ذوالفقار علی بھٹو نے افسر شاہی پر الزام لگایا کہ وہ انتخابات کو روکنے کی سازشیں کر رہی ہے۔

26 ستمبر--- بھٹو کی بیرون ملک روانگی

پیپلز پارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو قاہرہ روانہ ہوگئے وہ قاہرہ میں صدر ناصر اور دوسرے مصری رہنماؤں سے ملاقات کریں گے۔ وہ لندن اور پیرس بھی جائیں گے جہاں سے تہران ہوتے ہوئے وہ وطن واپس آ جائیں گے۔

27 ستمبر--- نور الامین کا بیان

پاکستان جمہوری پارٹی کے صدر مسٹر نور الامین نے کہا کہ پاکستان جمہوریت کی پیداوار ہے اور جمہوریت کا احیاء پاکستان کی نشوونما کا ضامن ہے۔

28 ستمبر--- چیئرمین کا انتخاب

مسٹر نور الامین متفقہ طور پر ڈیمو کریٹک پارٹی کے چیئرمین منتخب کر لیے گئے۔

29 ستمبر--- خاکسار تحریک کے سربراہ کی گرفتاری

خاکسار تحریک پاکستان کے سربراہ میاں بشیر احمد صدیقی سیاسی پارٹیوں کے آرڈی ننس کے تحت گرفتار کر لیے گئے۔

29 ستمبر--- جلسے میں ہنگامہ

مردان نیشنل عوامی پارٹی کا جلسہ ہنگامے کی نذر ہوگیا۔ جلسے میں ہلڑ

بازی کا زبردست مظاہرہ ہوا۔

اکتوبر 1969ء

2 اکتوبر --- چیف مارشل لاء کا اہم اعلان

صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل یحییٰ نے کہا کہ میں اپنے وعدے کے مطابق عوام کے منتخب نمائندوں کو اقتدار منتقل کرنے کے پروگرام پر عمل کروں گا۔ انتخابات میں کسی کو امن شکنی اور غنڈہ گردی کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

5 اکتوبر --- رجسٹریشن کے دائرہ کار کا اعلان

الیکشن کمیشن پاکستان نے رجسٹریشن افسروں کے دائرہ کار کا اعلان کر دیا۔

5 اکتوبر --- بھاشانی کا بیان

نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ مولانا عبدالحمید بھاشانی نے کہا کہ عوام کو درپیش مسائل صرف سوشلزم کے ذریعے ہی حل ہو سکتے ہیں۔

5 اکتوبر --- بھٹو کی لندن آمد

پیپلز پارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو مختلف ممالک کے دورے کے دوران لندن پہنچ گئے۔

8 اکتوبر --- حلف برداریاں

بریگیڈیئر عبدالرحمٰن نے آزاد کشمیر کے صدر اور غلام واحد چودھری نے مرکزی وزیر کی حیثیت سے حلف اٹھائے۔

9 اکتوبر --- اختیارات کی مرکزیت ختم کرنے کا اعلان

گورنر مغربی پاکستان ایئر مارشل نور خان نے کہا کہ عوامی مسائل کے حل کو آسان بنانے کے لیے اختیارات کی مرکزیت کو ختم کر دیا جائے گا۔

10 اکتوبر --- سماعت ملتوی

فیلڈ مارشل ایوب خان اور کنونشن مسلم لیگ کے دوسرے چار عہدیداروں کے خلاف مقدمے کی سماعت ملتوی کر دی گئی۔

11 اکتوبر --- نئی دہلی میں عبدالغفار خان کا بیان

نئی دہلی میں خان عبدالغفار خان نے کہا کہ بھارت نے کشمیریوں کو حق خود ارادی دینے کا جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کرے۔

11 اکتوبر --- بھٹو کا بریڈ فورڈ میں پاکستانیوں کے اجتماع سے خطاب

بھٹو نے بریڈ فورڈ میں بیس ہزار پاکستانیوں کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ان کی پارٹی کا مقصد ملک میں جمہوریت اور سوشلزم لانا ہے اور اس کے لیے وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کو تیار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایوب آمریت پر کامیاب ضرب کسی اکیلے سیاسی رہنما کی فتح نہیں ہے بلکہ یہ عوام کی اور صرف عوام کی فتح ہے۔ کشمیر کے بارے میں انہوں نے کہا کہ یہ مسئلہ پاکستان کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔

جلسے کے اختتام پر' پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے انگریز رپورٹروں پر واضح کیا کہ جلسہ عام میں انہوں نے تعمیری تقریر کی ہے تاکہ نسلی امتیاز کے خلاف کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہو اور حکومت کو بھی اس سلسلے میں مدد ملے۔

13 اکتوبر --- یحییٰ خان کا بیان

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر صدر یحییٰ خان نے کہا کہ صوبوں میں وزراء کا تقرر نہیں ہو گا۔

15 اکتوبر --- مہاجر بورڈ کا اعلان

پاکستان مہاجر بورڈ نے اعلان کیا کہ پاکستان پنجابیوں' بنگالیوں اور پٹھانوں ہی کا نہیں بلکہ برصغیر کے تمام مسلمانوں کا وطن ہے۔

17 اکتوبر --- ووٹر لسٹوں کی تیاری کا آغاز

ملک میں نئی ووٹر لسٹوں کی تیاری شروع ہو گئی۔ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل یحییٰ خان نے پہلے ووٹر کی حیثیت سے اپنا نام درج کرایا۔

18 اکتوبر --- نواب ممدوٹ کا انتقال

تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما نواب افتخار حسین ممدوٹ انتقال کر گئے۔

19 اکتوبر --- ڈاکٹر مبشر حسن کا انٹرویو

ہفت روزہ "نصرت" (19 اکتوبر) میں ڈاکٹر مبشر حسن نے بتایا:

"تھرپارکر میں غیر معمولی قحط پڑ گیا ہے' اس خبر میں یہ خدشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اگر اس علاقے میں فوری طور پر خوراک اور چارہ نہ پہنچایا گیا تو ضلع تھرپارکر کی آبادی کا پچاس فیصد حصہ اور اس کے مویشی کا اسی فی صد حصہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک بہت سے لوگ اور مویشی بھوک سے جانیں دے بھی چکے ہیں۔ یہ

نہایت خطرناک صورت حال ہے اور جب یہ یاد کیا جائے کہ مشرقی پاکستان کے بہت سے حصوں میں نیم قحط کی حالت پائی جاتی ہے اور چاول اور دیگر بنیادی ضروریات کی قیمتیں عوام کی پہنچ سے اونچی چلی جاتی ہیں تو صورت حال کی سنگینی مزید بڑھ جاتی ہے۔"

"ملک کے دونوں بازوؤں میں قحط کے حالات کا سامنا کرنے کے لیے ٹھوس اور بھرپور اقدامات کرنے کی ضرورت ہے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ شہری انتظامیہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں بری طرح ناکام رہی ہے۔ قحط کے سلسلے میں امدادی کام شہری انتظامیہ سے لے کر فوج کے حوالے کر دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ تھرپارکر کے جن دو علاقوں میں قحط کی حالت پائی جاتی ہے وہ اتنے دشوار گزار ہیں کہ صرف فوج ہی وہاں تک غلہ اور دوسری امدادی اشیاء پہنچانے کی اہلیت رکھتی ہے۔ میں پاکستان پیپلز پارٹی کے تمام کارکنوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ حکومت سے امدادی کام میں پورا پورا تعاون کریں۔"

20 اکتوبر--- سفیر کا تقرر

حکومت پاکستان نے میجر جنرل محمد شیریں خاں کو افغانستان میں پاکستان کا سفیر مقرر کیا۔

24 اکتوبر--- مارشل لاء کے نئے ضابطے کا اجراء

صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل یحییٰ خان نے مارشل لاء کا ضابطہ نمبر 56 نافذ کیا جس کے تحت غیر حاضر ٹرانسپورٹ آپریٹروں کے روٹ پرمٹ منسوخ کر دیئے جائیں گے۔

25 اکتوبر--- صدر یحییٰ کا اعلان

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر صدر یحییٰ خان نے کہا کہ عام انتخابات کرانے کے لیے آئینی بنیاد کے اعلان کا وقت تیزی سے قریب آ رہا ہے۔ انتخابات ایک سال سے ڈیڑھ سال تک کی مدت میں ہوں گے۔

شیخ مجیب کی وضاحت

شیخ مجیب الرحمٰن نے کہا کہ میری سیاست بالکل صاف ہے میں ہیرا پھیری کا قائل نہیں ہوں۔

26 اکتوبر--- ضبط شدہ اراضی بحال کرنے کا حکم

مغربی پاکستان کے گورنر ایئر مارشل نور خان نے ہاریوں کی ضبط شدہ اراضی کو بحال کرنے کا حکم دے دیا' ہاریوں کے لیے اراضی کی قسطوں کی ادائیگی پہلے سے زیادہ نرم کر دی گئی۔

28 اکتوبر--- اصغر خان کا مطالبہ

پاکستان ڈیمو کریٹک پارٹی کے رہنما ایئر مارشل اصغر خان نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ عام جلسوں سے پابندی اٹھائی جائے۔

28 اکتوبر--- سیاست سے علیحدگی

چوہدری محمد علی نے سیاست سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔

29 اکتوبر--- وزیر قانون کا اعلان

مرکزی وزیر قانون مسٹر جسٹس اے آر کارنیلیس نے کہا کہ آئینی مسائل پر ریفرنڈم نہیں کرایا جائے گا۔

نومبر 1969ء

3 نومبر--- یونین سازی کا حق

حکومت نے مزدوروں کو اپنے مطالبات منوانے کے لیے یونین سازی اور ہڑتال کا حق دے دیا۔

4 نومبر--- صدر کا انتباہ

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر صدر یحییٰ خان نے خبردار کیا کہ اگر ملک میں امن و امان قائم نہ رہا تو عام انتخابات کرانا ناممکن ہو جائے گا۔

5 نومبر--- تحقیقاتی کمیشن کا قیام

ڈھاکہ میں ہونے والے ہنگاموں کی تحقیقات کے لیے ہائی کورٹ کے دو ججوں پر مشتمل تحقیقاتی کمیشن قائم کر دیا گیا۔

6 نومبر--- دو آرڈی ننسوں کا اجراء

گورنر مغربی پاکستان نے دو مزید آرڈی ننس جاری کیے جن کے تحت موروثی مزارعین کو معاوضہ کی ادائیگی کے لیے ایک سال کی مہلت دی گئی۔

9 نومبر--- ہائی کمشنر کا تقرر

مسٹر ارتضیٰ حسین کو ملائیشیا میں پاکستان کا ہائی کمشنر مقرر کیا گیا۔

9 نومبر--- غیر ملکی دورے سے واپسی پر بھٹو کا خطاب

غیر ملکی دورے سے واپسی پر کراچی میں بھٹو کا شاندار استقبال کیا گیا۔ حاضرین سے خطاب کے دوران ملک میں آئینی مسائل کے حل کی مختلف تجویزوں پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی کی آئینی تجاویز عنقریب شائع کر دی جائیں گی۔ پارٹی مسئلہ کشمیر سے کبھی دستبردار نہ ہوگی۔ بھٹو صاحب نے برطانیہ میں مقیم 5 لاکھ پاکستانیوں کے مسائل کا

تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ برطانیہ میں بھارتیوں کے مقابلہ میں پاکستانیوں کو زیادہ پریشان کیا جا رہا ہے اور پاکستانیوں کے مسائل کی اعلیٰ سطح پر تحقیق ضروری ہے۔ بیرونی دورے سے واپسی کے فوراً بعد انہوں نے کراچی میں پارٹی کے کارکنوں کی ایک میٹنگ بلائی اور اس میٹنگ میں انہوں نے مختلف مسائل پر تبصرہ کرتے ہوئے مشرقی پاکستان کے بھائیوں کے نئے حالات سے پیدا ہونے والے تمام مطالبات کو جائز قرار دیا اور کہا:

ملک تیزی سے نت نئی الجھنوں کا شکار ہو رہا ہے۔ صنعتی زندگی میں افراتفری ہے۔ تالہ بندی کا حق دینے کی لیبر پالیسی نے مزدوروں کی جائز جدوجہد کو بے ثمر بنانے کا فرض ادا کیا ہے۔ کارخانوں میں تالا بندی جائز ہے اور میں علماء کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ سرمایہ داریت اور سامراجیت کی حمایت ترک کر دیں۔ وہ اپنے مقصد میں ہرگز کامیاب نہیں ہوں گے۔ اس اجتماع میں میر رسول بخش تالپور اور معراج محمد خاں نے بھی کارکنوں سے خطاب کیا۔ کارکنوں نے پارٹی اور عوام کی خدمت کے لیے جناب بھٹو کی قیادت میں ہر قربانی دینے کا عہد دہرایا۔

11 نومبر --- نور خان کا بیان

ایئر مارشل نور خان نے کہا کہ سیاسی مسائل پر اتفاق رائے کے بغیر آئین سازی کا کام ممکن نہیں۔

13 نومبر --- اسکندر مرزا انتقال کر گئے

پاکستان کے آخری گورنر جنرل اور پہلے صدر میجر جنرل اسکندر مرزا کا لندن میں انتقال ہوگیا۔ انہیں سرکاری اعزاز کے ساتھ ایران میں دفن کر دیا گیا۔

13 نومبر --- بھٹو کی عوامی مہم کا آغاز

بھٹو نے اپنی رابطہ مہم کا آغاز کراچی سے کر دیا۔ پارٹی کے مرکزی دفتر میں کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے حکومت سے فوری طور پر ون یونٹ توڑنے کا مطالبہ کیا انہوں نے کہا عوام اب جاگ چکے ہیں وہ ون یونٹ کو ٹھوکر مار کر توڑ پھوڑ دیں گے۔ بھٹو نے مشرقی پاکستان کے اس مطالبے کی بھی حمایت کی انہوں نے کہا کہ معاشی ناہمواری اور اقتصادی اونچ نیچ ختم کرنے کی جدوجہد سب سے پہلے کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی مزدوروں کے تمام جائز مطالبات کی حمایت کرے گی اور ہر محاذ پر ان کا ساتھ دے گی۔

14 نومبر --- بھٹو کا مختصر خطاب

ذوالفقار علی بھٹو نے کورنگی میں پارٹی آفس کا افتتاح کرتے ہوئے

"اقتصادی تبدیلیوں کے بغیر ملکی مسائل کا حل ناممکن ہے اور ہم پر اسلام کو نقصان پہنچانے کا الزام بے بنیاد ہے۔ پاکستان اور اسلام کی عظمت اسی میں ہے کہ غریبوں، مزدوروں اور کسانوں کو خوشحال بنایا جائے۔"

15 نومبر --- اسکندر مرزا کی تدفین

پاکستان کے سابق صدر اسکندر مرزا کو تہران میں پورے اعزاز کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔

16 نومبر --- اصغر خان کا بیان

پاکستان ڈیمو کریٹک پارٹی کے رہنما ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان نے کہا کہ جمہوری پارٹی امیر اور غریب کا فرق دور کرنے کے لیے جدوجہد کر رہی ہے۔

18 نومبر --- سہ فریقی لیبر مشاورتی کونسل کا فیصلہ

سہ فریقی لیبر مشاورتی کونسل نے اپنے اجلاس میں دو کمیٹیاں بنانے کا فیصلہ کیا۔ یہ کمیٹیاں ان مزدوروں کے معاملات پر غور کریں گی، جنہیں مارشل لا کے نفاذ کے بعد ٹریڈ یونین سرگرمیوں کے الزام میں ملازمتوں سے برطرف کر دیا گیا تھا۔

انتخابی فہرستوں کی دو زبانوں میں تیاری

چیف الیکشن کمشنر نے اعلان کیا کہ انتخابی فہرستیں پاکستان میں بنگلہ زبان میں اور مغربی پاکستان میں اردو زبان میں تیار ہوں گی۔

19 نومبر --- بھٹو کا بیان

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ اگر مجھے اقتدار کی ہوس ہوتی تو میں وزیر اور ایوب خان صدر ہی رہتے۔

جسٹس اے آر خان کا تقرر

مسٹر جسٹس اے آر خان کو آزاد کشمیر کا الیکشن کمشنر مقرر کر دیا گیا۔

20 نومبر --- صدارتی حکم

ایک صدارتی حکم جاری کیا گیا جس کے تحت جموں و کشمیر کے مہاجرین اور بھارت کے دوسرے علاقوں سے ہجرت کرکے آنے والے افراد کا نام بھی رائے دہندگان میں شامل کیا جائے گا۔

21 نومبر --- بھٹو کا افطار پارٹی سے خطاب

لاڑکانہ میں غریبو مقام کے پارٹی آفس کی جانب سے افطار پارٹی میں خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ پاکستان صرف اس وقت ترقی کر سکتا ہے جب اس کا معاشی نظام سوشلزم کی بنیاد پر قائم کیا جائے۔ انہوں نے عوام سے تلقین کی کہ وہ قرآن سے رہنمائی حاصل کریں اور علمائے سوء کے بہکاوے اور فریب میں نہ آئیں۔ اسی روز شہداد کوٹ کے عوام سے انہوں نے کہا: "میرا صرف ایک کارخانہ ہے اور وہ پاکستان ہے جس کی ترقی کی مجھے فکر ہے۔ دوسرے لوگوں کے پاس بہت سے کارخانے ہیں جو انہوں نے استحصال اور لوٹ مار سے قائم کئے ہیں۔"

21 نومبر--- حکومت کا کمیشن

قائداعظم محمد علی جناح کی املاک کی تحقیقات کرانے کے لیے مرکزی حکومت نے ایک کمیشن قائم کر دیا۔

22 نومبر--- ون یونٹ توڑنے کا مطالبہ

حیدر آباد میں میر گردیز میں جمع پارٹی کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے ون یونٹ توڑنے کا مطالبہ ایک بار پھر دہرایا۔ انہوں نے ووٹروں کی فہرستیں سندھی میں چھاپنے کے مطالبے کی بھی حمایت کی۔ انہوں نے سندھی اور مہاجر محاذ کے نام سے الگ محاذ قائم کرنے والوں کی مذمت کی۔

23 نومبر--- عوامی رابطہ مہم میں بھٹو کا ملتان بار سے خطاب

رابطہ عوام مہم کے سلسلے میں بھٹو نے ملتان میں بھی خطاب کیا اور کہا کہ پاکستان کو مضبوط بنانا چاہتے ہو تو سارے مزدوروں اور سارے کاشتکاروں کو ایک جیسا خوشحال بنا دو۔ انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی اسلام کی عظمت، جمہوریت اور معاشی مساوات کے تین اصولوں کی بنیاد پر آئندہ انتخابات میں حصہ لے گی۔ اسی شام ملتان بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ پاکستان کی زندگی کا انحصار دو بنیادی امور پر ہے۔ ایک ملک کا معاشی نظام یکسر تبدیل کر دیا جائے اور دوسرے، اس ملک کو دستوری ڈھانچہ میسر آئے۔

24 نومبر--- ملتان میں پریس کانفرنس سے خطاب

ملتان ہی میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے پانچ نکات پر مبنی منتخب اسمبلی کو دستور بنانے کا اختیار دینے کو موجودہ بحران کا واحد حل قرار دیا۔ اپنے نکات کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

"پہلا نکتہ بالغ رائے دہی، دوسرا نکتہ پارلیمانی نظام، تیسرا نکتہ مغربی پاکستان کے سابق اصولوں کی بحالی (ون یونٹ کا خاتمہ) چوتھا نکتہ آبادی کی بنیاد پر منتخب ایوان زیریں اور پانچواں نکتہ ایسا ایوان بالا جس میں تمام صوبوں کو برابر نمائندگی ملے۔"

25 نومبر--- محمد خان لونڈ خوڑ کا بیان

عوامی لیگ کے رہنما خان غلام محمد خان لونڈ خوڑ نے کہا کہ اگر پختونستان کے مطالبہ کو تسلیم کر لیا گیا تو پھر خود مختار اور آزاد پختونستان کا قیام یقینی ہے۔

28 نومبر--- صدر یحییٰ خان کا اعلان

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد یحییٰ خان نے اعلان کیا کہ اگلے سال خزاں میں "ایک فرد ایک ووٹ" کے اصول پر قومی و صوبائی اسمبلی کے انتخابات منعقد کیے جائیں گے۔ اس سلسلے میں سندھ سے قومی اسمبلی کے 28 ارکان اور صوبائی اسمبلی کے 60 اراکین کا انتخاب ہونا تھا۔ دوبارہ تشکیل کردہ صوبہ سندھ میں بلوچستان کو دیئے جانے والے لس بیلا کے علاوہ کراچی کا علاقہ حیدر آباد کا علاقہ بلوچستان کو ملنے والے نصیر آباد اور پنجاب کو ملنے والے مچھ کے علاقوں کے علاوہ خیرپور کا علاقہ بھی شامل ہے۔

28 نومبر--- بھٹو پر قاتلانہ حملہ

نومبر کے آخری ہفتے میں جناب بھٹو نے دوبارہ پنجاب کا دورہ کیا۔ 28 نومبر 69ء کو بہاولپور ڈویژن کا دو دن کا دورہ کرنے کے بعد وہ ملتان آ رہے تھے کہ صادق آباد میں ایک ٹرک پر سوار چالیس مسلح افراد نے ان پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ حملہ آوروں نے ٹرک سے کار روکنے کی کوشش کی اور زبردست پتھراؤ کرنا شروع کر دیا۔ کار کو مصطفیٰ کھر چلا رہے تھے اور ڈاکٹر مبشر بھی ان کے ہمراہ تھے۔ مصطفیٰ کھر تیزی سے کار کو حملہ آوروں کی زد سے نکال کر لے گئے۔ لیکن امان اللہ خان اس حملے میں شدید زخمی ہو گیا اس کے سر میں چوٹیں آئیں اور بایاں بازو ٹوٹ گیا۔ بھٹو صاحب نے ملتان پہنچ کر رجعت پسندوں کے اس حملے پر احتجاج کرتے ہوئے کہا:

"یہ رجعت پسندوں کا سوچا سمجھا حملہ ہے اور میں تشدد پسندوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم ان کے غیر مہذب ہتھکنڈوں سے مرعوب نہیں ہوں گے اور عوام کی خدمت کرتے رہیں گے۔"

جناب بھٹو پر اس قاتلانہ حملہ سے عوام میں غصے کی لہر دوڑ گئی اور سنجیدہ طبقوں نے اس پر اظہار نفرت کرتے ہوئے تشدد پسند جماعتوں کو یاد دلایا کہ اس طرح جمہوریت کبھی بحال نہ ہوگی۔

جناب بھٹو نے اس قاتلانہ حملہ کے بعد بھی اپنا دورہ جاری رکھا

اور بہاولپور میں کارکنوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"جماعت اسلامی تشدد کے ذریعے پاکستان کو انڈونیشیا بنانا چاہتی ہے اور اگر اس نے پاکستان کو انڈونیشیا بنانے کی کوشش ترک نہ کی تو ایسی صورت میں ملک ویت نام بن جائے گا۔ مولانا مودودی پاکستان اور قائداعظم کے مخالف رہے ہیں۔ جب قائداعظم تحریک پاکستان کی قیادت کر رہے تھے تو مولانا مودودی گاندھی، نہرو اور پٹیل کے ساتھی اور مداح تھے۔ اب حیرت کا مقام ہے کہ پاکستان کے مخالفین کو پاکستان کا محافظ قرار دیا گیا ہے اور مولانا مودودی ان قاتلانہ حملوں سے میری زندگی ختم کرانا چاہتے ہیں، لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ میں عوام کی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے اپنی جان تک قربان کر دوں گا اور جہاں تک اسلامی سوشلزم کا تعلق ہے قائداعظم اور علامہ اقبال اسلام سوشلزم کے حامی تھے۔"

28 نومبر۔۔۔ صدر یحییٰ خان کے اہم اعلانات

جنرل یحییٰ خان نے اعلان کیا کہ آئندہ عام انتخابات 5 اکتوبر کو ہوں گے۔ جس کے لیے لیگل فریم آرڈر دیا جائے گا۔ ون یونٹ توڑ دیا جائے گا اور یکم جنوری 1970ء سے سیاسی سرگرمیوں کی اجازت ہوگی۔

29 نومبر۔۔۔ الیکشن کمیشن کا اعلان

الیکشن کمیشن نے اعلان کیا کہ سندھی بولنے والے ووٹروں کے نام ووٹنگ لسٹ میں سندھی زبان میں درج کیے جائیں گے۔

30 نومبر۔۔۔ جرگہ سسٹم کا خاتمہ

صوبائی حکومت نے ایک آرڈی ننس کے ذریعے مغربی پاکستان میں جرگہ سسٹم کا خاتمہ کر دیا۔

30 نومبر۔۔۔ تحقیقات کا حکم

صدر یحییٰ خان نے ذوالفقار علی بھٹو پر ہونے والے قاتلانہ حملے کی تحقیقات کا حکم دے دیا۔

30 نومبر۔۔۔ بھٹو کا اخبارات کو انٹرویو

بھٹو نے اخبارات کو انٹرویو میں کہا کہ یہ امر بالکل واضح ہے کہ صادق آباد سے واپسی پر ان کی اور ان کے ساتھیوں کی جان لینے کی کوشش کی گئی۔

ملتان میں ایک پریس کانفرنس میں بھٹو نے یحییٰ خان کے انتخابات کے اعلان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

"صدر یحییٰ خان کی اہم نشری تقریر کے محتاط جائزے کے بعد میں اس کی پالیسی کے بارے میں بیان کے مثبت پہلوؤں پر ابتدائی تبصرہ کرنا چاہتا ہوں۔ دو بڑے فیصلے کیے گئے ہیں ایک کا تعلق ون یونٹ کو توڑنے سے ہے اور دوسرے کا تعلق آبادی کی بنیاد پر نمائندگی سے ہے۔ ملک کے مستقبل کے سلسلے میں دو بنیادی فیصلے کرکے ہم نے آئینی تصفیے کی جانب آدھا سفر طے کر لیا ہے۔

"ایوان بالا اور مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے دوران اختیارات کی تقسیم کے مسائل منتخب اسمبلی کے ذریعے طے کرنے کے لیے چھوڑ دیئے گئے ہیں جو چار ماہ کی معینہ مدت میں یہ دو بنیادی مسئلے اور دوسرے متعلقہ امور طے کرے گی۔

"اس فارمولے کے پہلے نصف حصے سے جو اطمینان ہوتا ہے اسی قدر دوسرے دو مسئلوں کو ہاتھ میں لینے کے لیے جھجک تشویش کا باعث بنتی ہے۔ اگر پاکستان میں دستور سازی کی تاریخ اور اس سے پیدا ہونے والے حالیہ سیاسی بحران کا جائزہ لیں تو میں سوچتا ہوں کہ کیا اسمبلی کے لیے باقی دو مسئلوں خصوصاً مرکز اور صوبوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم کے نازک مسئلے کا تصفیہ کرنا ممکن بھی ہے۔

"یہ معاملہ اس لئے بھی واضح شکل اختیار کر لیتا ہے کیونکہ اسمبلی کو ابھی یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آئین سادہ یا دو تہائی اکثریت کی بنیاد پر بنے گا۔ اگر اسمبلی ہی کو طریق کار طے کرنا ہے تو فوراً تعطل کا شکار ہو سکتی ہے کیونکہ اگر اسمبلی کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے تو ہر ایک طریق کار میں کچھ داخلی پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی۔ ان بنیادی امور میں رخنے سے سنگین آئینی تعطل اور نئی معرکہ آرائی پیدا ہو جائے گی۔

"بہرحال مجموعی طور پر ہم کچھ آگے بڑھے ہیں اور امید رکھنی چاہیے اور دعا کرنی چاہیے کہ اتفاق رائے اور کوشش سے ہم قومی مقصد کی تکمیل کے جذبے کے تحت یہ مشکل کام مکمل کر لیں۔ یہ امید بھی رکھنی چاہیے کہ موجودہ حکومت اور اسمبلی کا رشتہ رومیو اور جولیٹ کے عشق کی مانند نہیں ہوگا، جس میں جولیٹ یعنی اسمبلی عنفوان شباب ہی میں المناک انجام سے دوچار ہو۔"

دسمبر 1969ء

یکم دسمبر۔۔۔ مشرقی پاکستان کے نئے ضلع کا قیام

وائس ایڈمرل ایس ایم احسن نے انتظامی سہولت کے لیے مشرقی پاکستان میں ٹانگیل کے نئے ضلع کے قیام کا اعلان کیا۔

یکم دسمبر۔۔۔ حکومت پاکستان کا اعلان

حکومت پاکستان نے اعلان کیا کہ انتخابات میں رکاوٹ پیدا کرنے والی سرگرمیوں کی روک تھام کے لیے موثر اقدامات کر لیے گئے ہیں۔

2 دسمبر۔۔۔ مارشل لاء کے ضابطوں کا اجراء

صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل یحییٰ خان نے مارشل لاء کے دو نئے ضابطوں 58 اور 59 کو جاری کیا۔ جن کے تحت بدعنوان سرکاری افسروں کے خلاف کارروائی کی جا سکے گی۔

2 دسمبر--- مجلس عاملہ کا اعلان

پاکستان جمہوری پارٹی نے اپنی چوالیس رکنی مجلس عامہ کا اعلان کر دیا۔

2 دسمبر--- انتخابی فہرستیں مکمل

مغربی پاکستان میں رائے دہندگان کے اندراج کا کام مکمل ہو گیا۔

2 دسمبر--- سیاست سے ریٹائرمنٹ کا اعلان

ایئر مارشل ریٹائرڈ اصغر خان نے عملی سیاست سے ریٹائر ہونے کا اعلان کر دیا۔

3 دسمبر--- وزیر اطلاعات کی وضاحت

مرکزی وزیر اطلاعات نوابزادہ شیر علی خان نے یحییٰ خان کے بیان کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ صدر یحییٰ نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو پر کیے گئے قاتلانہ حملہ کرنے والے غنڈہ گرد عناصر کی اس حرکت کی مذمت کی ہے۔

4 دسمبر--- کے ایچ خورشید کا بیان

قائداعظم کے سابق سیکرٹری مسٹر کے ایچ خورشید نے ایک اخباری بیان دیتے ہوئے کہا کہ مسٹر بھٹو یہ ثابت کریں کہ انہوں نے ایوب خان کو جتانے کے لیے مولانا عبدالحمید بھاشانی کو 5 لاکھ روپے نہیں دیئے تھے۔ اور انتخابات کے دوران مولانا بھاشانی کو ایک غیر ملکی سفیر کا پیغام نہیں پہنچایا گیا تھا۔

5 دسمبر--- اعلیٰ سرکاری ملازمین کی معطلی

حکومت پاکستان نے تین سو تین اعلیٰ سرکاری افسر' نااہلی' بدعنوانی اور کنبہ پروری کے الزام میں معطل کر دیئے۔ حکومت نے اعلان کیا کہ جلد ہی ان افسروں کی فہرست شائع کر دی جائے گی۔

5 دسمبر--- جسٹس پارٹی کی بحالی

پاکستان جمہوری پارٹی کے جوائنٹ سیکرٹری مسٹر منظر بشیر نے جسٹس پارٹی کی بحالی کا اعلان کر دیا۔

7 دسمبر--- معطل ہونے والوں کی فہرست

حکومت پاکستان نے بدعنوانی اور رشوت ستانی کے الزام میں معطل ہونے والوں کی فہرست شائع کر دی۔ ان افسران میں ایس آئی کے ڈبلیو اے شیخ' ایس ایس جعفری' ابونصر' نیاز احمد' حسین حیدر' حماد رضا' الطاف گوہر' سید دربار علی شاہ اور ایم کے بخاری شامل ہیں۔ معطل شدہ سرکاری افسروں کو ہدایت کی گئی کہ وہ ایک سال تک اپنے اثاثے فروخت نہ کریں۔

8 دسمبر--- پاکستان مسلم لیگ میں اہم فیصلے

پاکستان مسلم لیگ نے انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کر دیا۔ سابق صدر ایوب خان نے اپنے تمام تر اختیارات فضل القادر چوہدری کو سونپ دیئے اور احمد سعید کرمانی کو پارٹی سے نکال دیا۔

8 دسمبر--- کنونشن لیگ میں اختلاف

کنونشن مسلم لیگ شدید اختلافات کے نتیجے میں دو دھڑوں میں بٹ گئی۔

8 دسمبر--- سابق گورنر کے قتل کا ایک ملزم بری

مغربی پاکستان ہائی کورٹ نے مغربی پاکستان کے سابق گورنر ملک امیر محمد خان کے بیٹے ملک محمد اسد کو اپنے والد کے قتل کے الزام سے بری کر دیا۔

9 دسمبر--- الیکشن کمیشن کا بیان

چیف الیکشن کمیشن جسٹس عبدالستار نے کہا کہ الیکشن کمیشن کو اگر حلقہ بندی کا کام سونپا گیا تو پہلے ضروری اصول وضع کیے جائیں گے۔

9 دسمبر--- صوبائی لیگ کے دفتر پر قبضہ

میاں محمد یاسین وٹو اور ان کے دیگر ساتھیوں نے تالا توڑ کر صوبائی لیگ کے دفتر پر قبضہ کر لیا۔

11 دسمبر--- صدر یحییٰ کا اہم اعلان

صدر یحییٰ خان نے ایک بیان میں یہ کہا کہ پارلیمنٹ کے وزیر منتخب کرتے ہی وہ اقتدار سے علیحدہ ہو جائیں گے اور پارلیمانی نظام رائج ہونے پر وزیراعظم مشرقی پاکستان کا ہو گا۔

12 دسمبر--- مولانا بھاشانی کا بیان

نیشنل عوامی پارٹی کے مولانا عبدالحمید بھاشانی نے ایک اخباری بیان میں کہا کہ آسام کو شامل کیے بغیر پاکستان کا نقشہ مکمل نہیں ہوتا۔

13 دسمبر--- زیادہ تر انتخابی فہرستیں مکمل

مغربی اور مشرقی پاکستان کے بیشتر اضلاع میں ووٹروں کا اندراج

مکمل ہو گیا۔

14 دسمبر--- ایوب کھوڑو کا فیصلہ

سندھی راہنما محمد ایوب کھوڑو نے کونسل مسلم لیگ میں شمولیت کا فیصلہ کر لیا۔

14 دسمبر--- مذاکرات کرنے کا حق تفویض

قائداعظم مسلم لیگ نے خان قیوم کو کنونشن مسلم لیگ سے بات چیت کرنے کا اختیار دے دیا۔

14 دسمبر--- وزیر اطلاعات کا بیان

ایک اخباری انٹرویو میں مرکزی وزیر اطلاعات نواب زادہ شیر علی خان نے کہا کہ پاکستانی سیاست میں تطہیر کی ضرورت ہے۔

16 دسمبر--- صوبوں کو تلخی سے بچایا جائے گا

گورنر مغربی پاکستان ایئر مارشل نور خان نے کہا کہ ون یونٹ ٹوٹنے کے باوجود صوبوں میں تلخی پیدا نہیں ہونے دی جائے گی۔

17 دسمبر--- تمام نشستوں سے الیکشن لڑنے کا اعلان

جماعت اسلامی پاکستان نے تمام نشستوں سے الیکشن لڑنے کا اعلان کر دیا۔

17 دسمبر--- انتخابی فہرستوں کے مسودے کی تیاری

الیکشن کمیشن نے انتخابی فہرستوں کے مسودے کی تیاری کا کام شروع کر دیا۔

21 دسمبر--- سیاسی سرگرمیوں کے رہنما اصولوں کا اعلان

صدر یحییٰ خان نے ملک میں آزادانہ سیاسی سرگرمیوں کے رہنما اصولوں کا اعلان کر دیا۔ (1) پاکستان کے نظریہ سالمیت اور استحکام کے منافی تمام سرگرمیاں خلاف قانون ہوں گی اور سیاسی اجتماعات میں اسلحہ کی نمائش اور مسلح افراد کا داخلہ ممنوع ہو گا۔

21 دسمبر--- پی ڈی پی سے علیحدگی

پاکستان ڈیمو کریٹک پارٹی کے ستائیس کارکنوں نے پارٹی سے علیحدگی اختیار کر لی۔

22 دسمبر--- مرکزی جے یو آئی کے امیر اعلیٰ کا اعلان

مرکزی جمعیت العلماء اسلام کے امیر اعلیٰ مولانا ظفر احمد عثمانی نے اعلان میں کہا کہ ان کی جماعت نہ صرف ملک کے آئندہ انتخابات میں حصہ لے گی بلکہ ملک کے اسلام پسند حلقوں کے ساتھ ایک مشترکہ اسلامی محاذ بھی قائم کرے گی۔

22 دسمبر--- عوامی لیگ کے انضمام کا فیصلہ

خان غلام محمد خان لونڈ خوڑ کی عوامی لیگ نے کونسل مسلم لیگ میں ضم ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

23 دسمبر--- صدر یحییٰ کا بیان

ایک اخباری بیان میں صدر یحییٰ خان نے کہا کہ صوبائی خودمختاری کا فیصلہ عوام کے منتخب نمائندے خود کریں گے۔

23 دسمبر--- آزاد پارٹی کا قیام

پاکستان آزاد پارٹی کا قیام کراچی میں عمل میں آیا۔ مسٹر رحمت اللہ کو اس کا صدر بنایا گیا۔

26 دسمبر--- شیخ مجیب الرحمٰن کا بیان

شیخ مجیب الرحمٰن نے ایک اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے بیان دیا کہ عوامی لیگ صرف چھ نکات کی بنیاد پر ہی انتخابات میں حصہ لے گی۔

27 دسمبر--- کونسل مسلم لیگ کا اعلان

کونسل مسلم لیگ نے انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کر دیا' اس سلسلے میں مسلم لیگ کے صدر ممتاز محمد خان دولتانہ نے کہا کہ کونسل مسلم لیگ ہم خیال جماعتوں سے انتخابی اتحاد کرنے کو تیار ہے۔

28 دسمبر--- کنونشن مسلم لیگ عوام سے فیصلہ لے گی

کنونشن مسلم لیگ کے قائم مقام صدر مسٹر فضل القادر چوہدری نے کہا کہ کنونشن لیگ اپنی دس سالہ کارکردگی پر عوام سے فیصلہ طلب کرے گی۔

29 دسمبر--- بہاولپور کو پنجاب کے ساتھ رکھنے کی بھٹو کی حمایت

چیئرمین بھٹو نے بہاولپور ڈویژن کے علاقے کو ون یونٹ کے توڑنے کی شکل میں پنجاب کے ساتھ ہی رکھنے کے مطالبے کی حمایت کی۔ آپ نے کہا کہ میری رائے میں پنجاب اور بہاولپور کے لوگوں میں تہذیب و تمدن یا کسی دوسرے معاملے میں کوئی چیز مختلف نہیں۔ جو لوگ بہاول پور کو علیحدہ صوبہ بنانا چاہتے ہیں انہیں اپنے موقف پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ مسٹر بھٹو نے اس موقع پر پنجاب کے لوگوں کے کردار کو بہت سراہا انہوں نے کہا کہ اس صوبے کے لوگوں نے قیام پاکستان کی تحریک

میں نمایاں حصہ لیا اور اس مقصد کے حصول کے لیے بہت قربانیاں دیں۔ اس صوبے نے پاکستان کو مستحکم بنانے میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ میں کبھی ایسی تجویز کا حامی نہ ہوں گا جس کا مقصد پنجاب کے کسی حصے کو اس سے الگ کرنا ہوگا۔ بہاولپور کو پنجاب سے علیحدہ کرنے کا مطالبہ سراسر زیادتی ہوگا۔

جنوری 1970ء

یکم جنوری --- سیاسی زندگی بحال

سیاسی سرگرمیوں پر پابندی کے خاتمے سے ملک بھر میں سیاسی چہل پہل شروع ہوگئی۔

یکم جنوری --- میجر جنرل جیلانی عوامی لیگ میں شامل ہوگئے

ریٹائرڈ میجر جنرل ایم جی جیلانی عوامی لیگ میں شامل ہوگئے۔

یکم جنوری --- سب ڈویژن سکیم کا آغاز

گورنر مغربی پاکستان نے صوبے کے مختلف اضلاع میں سب ڈویژن سکیم نافذ کر دی جس کے مطابق پورے صوبے کو پینسٹھ سب ڈویژنوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اسسٹنٹ کمشنر کو ہر سب ڈویژن کا سربراہ مقرر کر دیا گیا۔

3 جنوری --- آئین علماء کے بائیس نکات پر مشتمل ہونا چاہیے

جمعیت العلمائے اسلام کے سیکرٹری جنرل مولانا مفتی محمود نے ایک بیان میں کہا کہ ملک کا نیا آئین علماء کے بائیس نکات پر مشتمل ہونا چاہیے۔

4 جنوری --- عوامی لیگ

شیخ مجیب نے ایک بیان میں کہا کہ عوامی لیگ متحدہ محاذ نہیں بنائے گی۔ اور انتخابات چھ نکات کی بنیاد پر ہی لڑے جائیں گے۔

4 جنوری --- بھٹو کا حکومت سے مطالبہ

نشتر پارک کراچی میں تقریر کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ ہمارے محنت کش جیلوں میں ہیں' انہیں رہا کیا جائے' ان کا کوئی قصور نہیں' وہ محض اپنے مطالبات کے لیے لڑ رہے ہیں۔ میرا پہلا مطالبہ یہ ہے کہ جو محنت کش اور طالب علم جیلوں میں پڑے ہیں انہیں رہا کیا جائے۔ ہم اپنی مہم کا آغاز کراچی سے کر رہے ہیں۔ یہ ہماری کوئی پہلی مہم نہیں ہے۔ ہم پہلے بھی جدوجہد کرتے رہے ہیں اور متعدد مشکلات پر ہم نے قابو پایا ہے۔ ہم جیلوں میں رہ چکے ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی ہمیشہ عوام' غریب محنت کشوں' کسانوں اور طالب علموں کا ساتھ دے گی۔

5 جنوری --- بھاشانی کی طرف سے کانفرنس طلب

جماعت اسلامی اور عوامی لیگ کے خلاف متحدہ محاذ بنانے کے لیے عوامی نیشنل پارٹی کے رہنما مولانا عبدالحمید بھاشانی نے سیاسی رہنماؤں کی کانفرنس طلب کرلی۔

5 جنوری --- سیاست میں دوبارہ حصہ لینے کا اعلان

ایئر مارشل اصغر خان نے دوبارہ ملکی سیاست میں حصہ لینے کا اعلان کردیا۔

7 جنوری --- بھٹو کا بیان

کراچی بار ایسوسی ایشن میں بھٹو نے اپنے دور کی خارجہ پالیسی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ بھارت انہیں پاکستان کی وزارت خارجہ سے الگ کروانا چاہتا تھا اور وہ چین نواز اس لیے ہیں کہ چین بھی پاکستان نواز ہے۔

9 جنوری --- ون یونٹ توڑنے کا وعدہ

مغربی پاکستان کے گورنر ایئر مارشل اصغر خان نے کہا کہ ملک میں درپیش انتظامی مشکلات ختم ہوتے ہی ون یونٹ توڑ دیا جائے گا۔

9 جنوری --- پی ڈی پی سے علیحدگی

مرکزی پاکستان ڈیمو کریٹک پارٹی کے نامزد سیکرٹری مشیر پیش امام کے بعد مسٹر سعد اللہ خان اور مسٹر رحیم بخش سرور بھی جماعت سے الگ ہوگئے۔

10 جنوری --- دو مسلم لیگوں کا ادغام

قائداعظم مسلم لیگ اور کونشن مسلم لیگ کے باغی گروپ مدغم ہوگئے خان عبدالقیوم خان کو نئی مسلم لیگ کا صدر بنایا گیا۔

11 جنوری --- شیخ مجیب کی وضاحت

عوامی لیگ کے رہنما شیخ مجیب الرحمٰن نے کہا کہ چھ نکات سے ملک کا وجود خطرے میں نہیں پڑے گا۔

11 جنوری --- بھٹو کا ایک بڑے جلسہ عام سے خطاب

11 جنوری کو ایک بہت بڑے جلسہ عام میں بھٹو نے اعلان کیا کہ ہوائی اڈے پر بعض سرکاری حکام نے انہیں تاشقند اور بھارت کے

ساتھ رن کچھ کے تنازعہ کے بارے میں خاموش رہنے کی تلقین کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ افسروں کی دھونس میں آنے والے نہیں ہیں۔ انہوں نے سوشلزم، اسلام اور جمہوریت کے اصولوں کی ایک مرتبہ پھر تشریح کی۔ انہوں نے کہا کہ اعلان تاشقند کا تعلق 1965ء کی جنگ سے بھی پہلے 1962ء کی جنگ سے ہے، جو چین اور بھارت کے درمیان ہوئی تھی۔

پیپلز پارٹی کے ممتاز رہنما ڈاکٹر مبشر حسن، حنیف رامے، غلام مصطفیٰ کھر، خان حیات محمد خان شیر پاؤ، نثار محمد خان اور دوسرے قائدین جلسہ گاہ میں موجود تھے۔ جلسہ ٹھیک دو بجے راولپنڈی پیپلز پارٹی کے چیئرمین مسٹر خورشید حسن میر ایڈووکیٹ کی زیر صدارت تلاوت کلام پاک سے شروع ہوا۔ چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کی آمد سے قبل نیشنل سٹوڈنٹس فیڈریشن کے دو نوجوان راہنماؤں پرویز رشید اور حسام الحق نے خطاب کرتے ہوئے اٹھارہ سال کے نوجوانوں کو ووٹ کا حق دینے، ملک کے ہر بچے کو تعلیم مہیا کرنے، نوجوانوں کو روزگار کی ضمانت دینے، راولپنڈی میں میڈیکل کالج اور انجینئرنگ کالج قائم کرنے کے مطالبات پیش کیے اور اس عزم کا اعادہ کیا کہ سماجی عدم مساوات اور سرمایہ دارانہ نظام ختم کرنے کے لیے راولپنڈی کے طلبہ کی جدوجہد جاری رہے گی۔

ان طالب علموں نے امریکی سفیر مسٹر فارلینڈ کو واپس بھیجنے کا مطالبہ بھی کیا کیونکہ وہ سی آئی اے کی بدنام زمانہ تنظیم سے وابستہ ہیں۔ طالب علموں نے نوابزادہ شیر علی کو مشورہ دیا کہ اگر انہیں سیاست کا شوق ہے تو کھلے بندوں جماعت اسلامی میں شامل ہو کر سیاست کا شوق پورا کریں۔

افریشیائی اتحاد کمیٹی کے جنرل سیکرٹری جاوید حکیم نے پیپلز پارٹی میں شمولیت کا اعلان کرتے ہوئے سامعین کو بتایا کہ سامراج کے خلاف جدوجہد میں ہی عوام کی ترقی اور خوشحالی کا راز مضمر ہے۔

بھٹو صاحب کی تقریر سے قبل محمد حنیف رامے نے بھی جلسے سے خطاب کیا اور اس عظیم سیاسی تبدیلی پر روشنی ڈالی جو ذوالفقار علی بھٹو اور پیپلز پارٹی کے درمیان سیاست میں آنے کے بعد پاکستان میں واقع ہوئی ہے۔

12 جنوری --- انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان

نیشنل عوامی پارٹی کے رہنما مولانا عبدالحمید بھاشانی نے انتخابات میں بھرپور حصہ لینے کا اعلان کیا۔

مختلف علاقوں کے ادغام کا فیصلہ

حکومت نے بہاولپور کو پنجاب کراچی کو سندھ اور مالاکنڈ ڈویژن کو سرحد میں مدغم کرنے کا فیصلہ کیا۔

13 جنوری --- بھٹو کا اعلان

پیپلز پارٹی کے چیئرمین مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے اعلان کیا کہ میرے خلاف عائد الزامات کا ثبوت پیش کیا جائے۔

14 جنوری --- بھٹو کا نواب شاہ میں خطاب

اپنی انتخابی مہم کے سلسلے میں لطیف ہال نواب شاہ میں طلباء سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے ایوب کھوڑو کو لاڑکانہ سے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے چیلنج کیا۔ انہوں نے کہا کہ سندھ کے بعض لیڈر دعویٰ کر رہے ہیں کہ ون یونٹ کی تنسیخ میں ان کا ہاتھ ہے حالانکہ یہی خودغرض رہنما اسے وجود میں لانے کے ذمہ دار تھے۔

15 جنوری --- چیف الیکشن کمشنر کا اعلان

پاکستان کے چیف الیکشن کمشنر مسٹر جسٹس عبدالستار نے اعلان کیا کہ آئندہ عام انتخابات میں پانچ کروڑ ساٹھ لاکھ ووٹرز حصہ لیں گے۔ مشرقی پاکستان کے تین کروڑ دس لاکھ ووٹرز اور مغربی پاکستان کے دو کروڑ پچاس لاکھ ووٹرز اپنا حق رائے دہی استعمال کریں گے۔

16 جنوری --- اسلام لیگ کے صدر کا انتخاب

امیر حبیب اللہ سعدی کو دوبارہ اسلام لیگ کا صدر منتخب کیا گیا۔

17 جنوری --- لیاقت باغ کے جلسہ عام سے بھٹو کا خطاب

پیپلز پارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو نے لیاقت باغ کے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے اسی شہر میں جلسہ کرتے ہوئے ایوب خان کی گول میز کانفرنس کو عوام کے خلاف ایک گہری سازش قرار دے کر اس میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا تھا حالات نے ان کے فیصلے کو درست ثابت کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی کی سیاست عوام کی سیاست ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ آمریت کی شکست، سیاستدانوں کی نہیں بلکہ عوام کی فتح تھی۔

بھٹو نے کہا کہ وہ عوام سے براہ راست رابطے کی فراہمی سے خوش ہیں۔ بھٹو نے مخالفین کے الزامات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ انہیں اپنے مسلمان ہونے پر فخر ہے۔ پاکستان مسلمانوں کا ملک ہے۔ یہاں اسلام کی مخالفت کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ سرمایہ داری، جاگیر داری اور استحصال یقیناً خطرے میں ہیں۔ پاکستان کو دوسرا انڈونیشیا بنانے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ دھمکیاں دینے والے بھول گئے ہیں کہ 1965ء کی جنگ میں صدر سوئیکارنو نے پاکستان کی مدد کی تھی۔

بھٹو نے کہا کہ اسلام کے بعد پیپلز پارٹی کا دوسرا مقصد جمہوریت ہے۔ یہ ایسی جمہوریت ہے جس میں حکومت عوام کی ہوتی ہے۔ اسلام اور جمہوریت میں کوئی تصادم نہیں تاہم اسلام میں سماجی انصاف اور

برابری کو سب باتوں پر ترجیح دی گئی ہے۔ پاکستان اس لیے نہیں بنایا گیا تھا کہ ساری دولت بائیس خاندان سمیٹ لیں انہوں نے قائداعظم کے حوالے سے سوشلزم کی حمایت کی۔

بھٹو نے خارجہ پالیسی کے حوالے سے کہا کہ ان سے قبل پاکستان کی خارجہ پالیسی پابند سلاسل تھی۔ 1962ء کی چین' بھارت جنگ کے دوران کشمیر کو آزاد کرایا جا سکتا تھا۔ لیکن ایوب خان اقوام متحدہ پر تکیہ کیے بیٹھا تھا۔ جبکہ اقوام متحدہ کمزور اقوام سے فراڈ کا نام ہے۔ بھٹو نے اپنے خطاب میں خارجہ پالیسی میں تبدیلی کا تفصیلی ذکر کیا اور دوبارہ گول میز کانفرنس کے موضوع پر واپس آتے ہوئے کہا کہ ان کی گول میز کانفرنس عوام ہیں۔ عوام ہی ان کی طاقت کا سرچشمہ ہیں اور انہیں عوام کے پاس جانے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

17جنوری---ڈھاکہ میں تصادم

ڈھاکہ میں جماعت اسلامی کے کارکنوں اور سامعین کے درمیان شدید تصادم میں ایک شخص ہلاک اور متعدد زخمی ہوگئے۔

18جنوری---بھٹو کا پشاور کے جلسہ عام سے خطاب

پشاور کے جلسہ پارک میں ایک جسلہ عام سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ ایوب آمریت کو شکست انہوں نے نہیں بلکہ عوام نے دی تھی۔ تاہم انہوں نے کہا کہ جب ملک پر آمریت مسلط تھی اور ہمارے طالب علم راولپنڈی' ڈھاکہ اور دوسرے مقامات پر اپنی جانیں دے رہے تھے تو وہ لیڈر کہاں تھے جو اب ہماری رہنمائی کی کوششیں کر رہے ہیں؟ یہ سب متفق تھے کہ وہ ایوب خان سے نہیں لڑسکتے۔ لیکن عوام ایوب خان کے مقابلے میں آئے اور میں ساری جدوجہد کے دوران ان کے ساتھ رہا۔ سرکاری دباؤ اور الٹی میٹم مجھے عوام کا ساتھ دینے سے روک نہ سکے۔

سیاستدانوں کا ذکر کرتے ہوئے بھٹو نے مزید کہا:

"ہمارے سیاستدانوں کی سیاست کیا کر رہی ہے؟ یہ سیاست ہمیشہ ایک قسم کی گول میز کانفرنس ہی رہی۔ قائداعظم کی وفات اور قائد ملت کے قتل کے بعد سے گول میز کانفرنسیں جاری رہی ہیں۔ اس ملک میں عوامی سیاست کی اجازت کبھی نہیں دی گئی۔ سیاستدانوں نے عوام کا اعتماد اور تعاون حاصل کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ یہی ان کی ذہنیت رہی ہے۔ وہ عوام کو دور رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ اب ان کا دور ختم ہو چکا ہے۔ اب عوام کی سیاست ہی ملک کے مستقبل کا فیصلہ کرے گی۔ پرانے مکتبہ فکر کے سیاستدان بلاشبہ بڑے تجربہ کار ہیں۔ لیکن ان کا تجربہ سازش اور جوڑ توڑ تک محدود رہا ہے۔ اب وہ کہتے ہیں کہ وہ عوام کے پاس جائیں گے لیکن وہ تحریک سے دور رہے اور بالاخر ایوب کی گول میز کانفرنس میں شریک ہوگئے۔"

بھٹو نے کہا کہ گزشتہ بائیس برسوں سے ہمارا ملک آئین سے محروم رہا۔ یہ ہمارے ملک کی سیاسی زندگی پر ایک داغ ہے۔ اس عرصہ میں تین آئین بنائے گئے۔ یہ آئین اس لیے نہ چل سکے کہ انہیں مرتب کرنے میں عوام کا کوئی حصہ نہیں تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ:

"یہ بات کتنی شرمناک ہے کہ پاکستان' جو سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ گزشتہ بائیس برسوں میں کوئی قابل عمل آئین حاصل نہیں کر سکا۔ ہمارا اولین فرض یہ ہے کہ ہم کوئی آئین تیار کریں اور میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ ہم ایک سو بیس دنوں کے اندر آئین تیار کرنے میں مکمل تعاون کریں گے۔ ہم دن رات کام کریں گے۔ اپنی بہترین صلاحیتوں کو کام میں لائیں گے اور ایک قابل عمل آئین مرتب کر لیں گے۔ ایک آئین ملک کا بنیادی قانون ہوا کرتا ہے۔ ہماری یہ کوشش ہوگی کہ جمہوریت کے ذریعہ ملک کو مضبوط بنائیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ آئندہ جمہوریت کو کبھی کوئی خطرہ لاحق ہو۔"

اقتصادی صورتحال کا ذکر کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ جب تک اقتصادی نظام تبدیل نہیں ہوگا کوئی آئین یا جمہوریت ملک کے لیے مفید ثابت نہیں ہو سکے گی۔ بھٹو نے زور دے کر کہا کہ:

"ہمارے نزدیک یہ ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ ہم ملک سے غربت اور مصیبتوں کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بائیس برس گزر جانے کے بعد بھی لوگ محض صوبوں کی باتیں کرتے ہیں۔ میرے عزیز بھائیو! آپ علاقائیت کے پھندے میں نہ آئیں۔ اگر کوئی پٹھان بھوکا ہے اور اس کا بچہ بھوک سے مر رہا ہے تو اس کی بھوک اور ایک پنجابی یا مہاجر کی بھوک میں کوئی فرق نہیں۔ ملک میں متعدد جاگیردار اور صنعت کار موجود ہیں۔ لیکن وہ ایک دوسرے سے کبھی نہیں لڑتے۔ ایک پنجابی صنعت کار کسی پٹھان صنعت کار سے رزم آرائی نہیں کرتا۔ وہ ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں او عوام کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ میں پھر یہ کہوں گا کہ کسی پنجابی پٹھان یا سندھی کی غربت اور مصیبت ایک ہی جیسی ہوتی ہے۔ ہم اعلان کر چکے ہیں کہ ہم آئین کی تیاری میں تعاون کریں گے۔ دوسرے لیڈروں سے ہمارا واحد اختلاف یہ ہے کہ وہ سرمایہ داروں کے حامی ہیں۔ وہ اس نظام کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں جس نے عوام کا خون چوس لیا ہے۔ جب ہم اس نظام کو بدلنے کی بات کرتے ہیں تو یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ اسلام خطرے میں ہے پاکستان میں اسلام کس طرح خطرے میں ہو سکتا ہے؟ یہ ایک اسلامی ملک ہے اور ہم سب مسلمان ہیں۔ میں تو یہ کہوں گا کہ اسلام کبھی خطرے میں نہیں ہو سکتا۔ اسلام ایک دائمی مذہب ہے' اسے کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو سکتا۔

"حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی بجائے متمول لوگ خطرے میں ہیں۔ جن لوگوں نے قیام پاکستان کی مخالفت کی' جنہوں نے قائداعظم کو "کافر" کہا۔ جنہوں نے کشمیر کی جنگ کے خلاف نعرے جاری کیے اور پاکستان کے خلاف بہت کچھ لکھا' وہی یہ ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں کہ اسلام خطرے میں ہے۔ آپ ان کی تقریریں پڑھ سکتے ہیں۔ بائیس برس کوئی بہت طویل عرصہ نہیں ہے۔ متعدد لوگ اب بھی زندہ ہیں اور انہیں سب کچھ اچھی طرح یاد ہے جب ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جنگ جاری تھی اور قائداعظم پاکستان کی خاطر جدوجہد کر رہے تھے تو یہ لوگ ہندوؤں اور انگریزوں کے ساتھ تھے۔ وہ قائداعظم کے مخالف تھے۔ اب وہ کہتے ہیں کہ پاکستان خطرے میں ہے اور وہ اس کی سالمیت کے تحفظ کے لیے کوشاں ہیں۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے پاکستان کی مسلسل مخالفت کی اور پاکستان قائم ہو جانے پر انہیں شدید افسوس ہوا' وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ پاکستان کی ترقی کے خواہاں ہیں' جب ہم عوام کی فلاح کی بات کرتے ہیں تو وہ اسے پاکستان کی مخالفت کا نام دیتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ہی پاکستان کے خلاف رہے۔ اب جبکہ پاکستان وجود میں آ چکا ہے تو وہ ایسی کوئی بات نہیں کر سکتے کہ وہ اس کے خلاف ہیں۔ اگر وہ کھڑے ہو کر یہ کہیں کہ وہ پاکستان کے مخالف ہیں۔ تو عوام انہیں کبھی معاف نہیں کریں گے۔ لیکن ان کے نظریات تبدیل نہیں ہوئے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ۔ 1940ء' 1945ء اور 1947ء میں کہا تھا وہ درست ثابت ہوا۔"

بھٹو نے کہا کہ ان لوگوں نے پاکستان کو کبھی قبول نہیں کیا۔ اب وہ دوسری کوششوں کے ذریعے چور دروازے سے داخل ہو کر پاکستان کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اب نئے محاذ کھولے جا رہے ہیں بھٹو نے اسلامی مساوات کے ذریعے عوام کی خوشحالی پر زور دیتے ہوئے کہا کہ قائداعظم نے بھی اسلامی سوشلزم کی بات کی تھی۔ انہوں نے یحییٰ کے اعلان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یکم جنوری سے سیاسی سرگرمیوں کی اجازت دے دی گئی ہے۔ بائیس برس بعد عوام کو اپنی پسند اور فیصلہ کے اظہار کی اجازت دی جا رہی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ انتخابات آزاد ماحول میں ہوں۔"

19 جنوری --- ڈھاکہ میں ہڑتال

ڈھاکہ میں بلوائیوں نے پانچ موٹر گاڑیاں جلا دیں اور شہر میں اجتماعی تحریک زور پکڑ گئی۔

بھٹو کا پشاور میں جلسہ عام

اپنی انتخابی مہم کے سلسلے میں جناح پارک پشاور میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے خبردار کیا کہ اس وقت تک ملکی استحکام کی ضمانت نہیں دی جا سکے گی جب تک عوام کی اقتصادی حالت بہتر نہیں کی جائے گی۔

20 جنوری --- بھاشانی اور مجیب کے حامیوں میں تصادم

ڈھاکہ میں نیشنل عوامی پارٹی اور عوامی لیگ کے حامیوں میں زبردست تصادم ہوا۔ اس تصادم میں ایک سو سے زائد افراد زخمی ہوئے۔

21 جنوری --- جلسہ میں گڑ بڑ پھیلانے والوں کی گرفتاری

حکومت کے حکم پر جماعت اسلامی کے جلسے میں گڑ بڑ پھیلانے والے اسی افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔

23 جنوری --- مسلم لیگ کے جلسے میں ہنگامہ

راولپنڈی میں کنونشن مسلم لیگ کے ایک جلسہ عام میں زبردست ہنگامہ آرائی ہوئی۔ اس ہنگامے کی وجہ سے ملک محمد قاسم اور یاسین وٹو تقریر نہ کر سکے۔

25 جنوری --- کنونشن لیگ کے صدر کا اعلان

کنونشن مسلم لیگ کے صدر فضل القادر چودھری نے اعلان کیا کہ کنونشن لیگ عوام کو تعلیم اور رہائش کی سہولتیں مفت فراہم کرے گی۔

27 جنوری --- حیدر آباد میں ہنگامے

حیدر آباد میں زبردست ہنگامے شروع ہو گئے۔ فوج نے شہر کا نظم و نسق سنبھال لیا۔ بلوائیوں نے پیپلز پارٹی کے سندھ روزنامے ہلال پاکستان کے دفتر کو آگ لگا دی۔

29 جنوری --- انتقال

جماعت اسلامی کراچی کے امیر چودھری غلام محمد انتقال کر گئے۔

30 جنوری --- بھٹو کا لائل پور میں خطاب

حیدر آباد سے واپسی پر مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے اپنی انتخابی مہم کے دوران لائل پور میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے سندھ کی صورت حال کے بارے میں بتایا اور کہا کہ اس وبا کو شروع میں ہی کچل دینے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ کامیابی کی صورت میں پیپلز پارٹی روٹی' کپڑے اور مکان کا وعدہ پورا کرے گی۔

31 جنوری --- گورنر مغربی پاکستان کا استعفیٰ

مغربی پاکستان کے گورنر ایئر مارشل نور خان نے استعفیٰ دے دیا۔ جنرل عتیق الرحمٰن کو ان کی جگہ گورنر مقرر کیا گیا۔

فروری 1970ء

یکم فروری --- نئے گورنر کی حلف برداری

جنرل عتیق الرحمٰن نے مغربی پاکستان کے نئے گورنر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ حلف برداری کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے گورنر نے کہا کہ وہ صوبے میں امن و امان برقرار رکھیں گے۔

2 فروری --- مشرقی پاکستان کے ساتھ معاشی ناانصافیاں

ڈھاکہ چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے صدر جناب مطیع الرحمٰن نے اپنے طبقے کی جانب سے حکومت کے سامنے اٹھارہ مطالبات پیش کیے۔

جناب مطیع الرحمٰن نے اپنی پریس کانفرنس میں کہا کہ بلاشبہ بائیس سال سے مشرقی پاکستان سے اقتصادی ناانصافیاں کی جاتی رہی ہیں۔ اس لیے اب وقت آگیا ہے کہ ملک کے دونوں حصوں کے درمیان اقتصادی مساوات قائم کی جائے تو اس کے لیے ان کے اٹھارہ نکاتی پروگرام پر عمل کیا جائے۔

انہوں نے کہا کہ مشرقی پاکستان کی تیز رفتار صنعتی ترقی کے لیے ایک علیحدہ پلاننگ کمیشن قائم کیا جائے جس کے تحت تمام اقتصادی امور طے کیے جائیں۔ انہوں نے حکومت سے جو اٹھارہ مطالبات کیے ہیں ان میں سے چند مطالبات یہ ہیں:

1- اسٹیٹ بینک اور قرض دینے والے اداروں کا دفتر فوری طور پر ڈھاکہ منتقل کیا جائے اور جب تک ایسا نہ ہو مشرقی پاکستان کی صنعتی ترقی کے لیے ہر ادارے کا ڈھاکہ میں ایک اطلاعاتی دفتر قائم کیا جائے۔

2- مشرقی پاکستان کی حکومت اور مختلف اداروں کی جو رقمیں بینکوں میں رکھی جاتی ہیں وہ صرف مشرقی پاکستان کے بینکوں میں رہیں۔

3- مشرقی پاکستان کے لیے جو غیر ملکی امداد' قرضے اور ملکی سکے دیئے جاتے ہیں ان کا لین دین مشرقی پاکستان کے ذریعے ہو۔

4- مشرقی پاکستان میں بنیادی سرمائے کی تشکیل کے لیے تعمیرات' انجینیرنگ اور ڈیزائن کے تمام کام مشرقی پاکستان کے ضلعی اداروں کو دیئے جائیں۔

5- غیر ممالک میں برآمد کرنے والے ہر ادارے کو مشرقی پاکستان میں اپنا ایجنٹ رکھنا ہوگا' اس وقت برآمد کنندگان کے نوے فیصد ایجنٹوں کے صدر دفاتر مغربی پاکستان میں واقع ہیں۔

6- جب تک اقتصادی عدم مساوات دور نہ ہو غیر ملکی امداد اور قرضے کا ساٹھ فیصد حصہ مشرقی پاکستان کے لیے مقرر کیا جائے۔

7- اجارہ دار سرمایہ دار ہاتھوں میں ساری دولت جمع ہونے سے روکنے کے لیے قانون سازی کی جائے تاکہ چھوٹے اور درمیانے صنعت کاروں اور تاجروں کو بھی ترقی کرنے کا موقع ملے۔

5 فروری --- مارشل لاء کے ضابطے کا اجراء

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر یحییٰ خان نے مارشل لاء کا ضابطہ نمبر 62 جاری کیا۔ اس ضابطے کے تحت تمسکات کو مارشل لاء ضابطہ 37 کی دفعات سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا۔

5 فروری --- بھٹو کا بیان

حیدر آباد میں اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ مہاجرین بھی اس ملک کے ویسے ہی باشندے ہیں جیسے مقامی۔ یہاں کسی کو اولیت اور تقدم حاصل نہیں۔

9 فروری --- جلسوں پر پابندی

حکومت نے کراچی میں تمام غیر سیاسی جلسوں اور اجتماعات پر پابندی عائد کر دی۔

11 فروری --- بجٹ کی تیاری

مغربی پاکستان کے نئے صوبوں کے لیے ساڑھے تین ارب روپے کا بجٹ تیار کر لیا گیا۔

12 فروری --- سوات میں ہنگامہ

سابق ریاست سوات میں عوامی عدم اطمینان کا اظہار کرنے کے لیے اورنگ زیب کالج کے طلباء نے جلوس نکالا۔ مظاہرین ڈپٹی کمشنر کے دفتر تک گئے جہاں چند شرپسندوں نے ڈپٹی کمشنر کے دفتر اور لان میں کھڑی کاروں پر خشت باری کی لیکن طالب علم رہنماؤں نے جلد ہی حالات پر قابو پا لیا۔ اس کے چند ہی گھنٹے بعد زمرد کی کان پر ملبے کی آٹھ ہزار بوریاں لوٹ لی گئیں۔ حکام نے ریاستی پولیس کا ایک دستہ کان کے ٹھیکیدار کی مدد کے لیے بھیج دیا۔

13 فروری --- الیکشن میں حصہ لینے کا اعلان

جمعیت اہلحدیث پاکستان نے انتخابات میں بھرپور حصہ لینے کا اعلان کیا۔

13 فروری --- سوات میں ہنگامہ آرائی اور فائرنگ

گزشتہ روز کے ہنگاموں کے بعد سابق ریاستی فوج کے کمانڈر میاں سعید لالہ کے بیٹے "دمامہ" بجا کر اور قریبی دیہات میں یہ اعلان کرتے رہے کہ تمام لوگ بلامعاوضہ ملبہ حاصل کرنے کے لیے زمرد کی کان پر

پہنچ جائیں۔ دوبارہ لوٹ مار شروع ہوئی تو باجوڑ ملیشیا کے بارہ سپاہیوں پر مشتمل دستے نے اس بہت بڑے ہجوم پر قابو پانے کے لیے فضا میں 28 راؤنڈ چلائے۔ کچھ شرپسندوں نے جوابی فائرنگ کی جس پر ملیشیا نے فائر کھول دیا اور کچھ بے گناہ لوگ مارے گئے۔

فائرنگ کے سانحہ کے بعد منگورہ قصبہ میں ہنگامے ہوئے اور شہر میں توڑ پھوڑ کی کئی وارداتیں ہوئیں۔ ہنگامہ پسندوں نے تین ہوٹلوں (تاج ہوٹل' ملک ہوٹل اور پیلس ہوٹل) کو شدید نقصان پہنچایا۔ ایک کار کو آگ لگا دی اور صنعتی اداروں کو بھی نقصان پہنچایا۔

سیدو شریف میں عوامی یونین کے زیر اہتمام ایک جلوس نکالا گیا جس کے قائدین نے ڈپٹی کمشنر مسٹر عزیز الحسن سے ملاقات کی اور مطالبہ کیا کہ فائرنگ کی عدالتی تحقیقات کرائی جائے اور متاثرین کو معاوضہ دیا جائے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے انہیں بتایا کہ انہوں نے پہلے ہی صوبائی حکومت سے "غیر جانبدارانہ تحقیقات" کی سفارش کی ہے اور ایک مرنے والے کے لیے معاوضہ کی منظوری بھی دی جا چکی ہے۔ یہ معاوضہ کیا ہے اور صرف ایک شخص کے لیے کیسے منظور ہوا یہ دونوں باتیں نہیں بتائی گئیں۔ سوات لبریشن فرنٹ نے الزام لگایا ہے کہ ٹیکسی کو آگ لگا دی گئی جس پر لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ قیام امن کی اپیل کی جا رہی تھی۔

فائرنگ کے خلاف احتجاج کے لیے جو جلوس نکالا گیا اس نے تشدد اور لاقانونیت کی شکل اختیار کر لی اور مظاہرین نے اسلحہ کی دوکان افیون اور چرس کے ٹھیکے کو لوٹ لیا' ہوٹلوں کے شیشے اور فرنیچر توڑ دیا اور ایک کار کو نذر آتش کر دیا۔ "مظاہرین" نے ایک درجن بندوقیں اور اسلحہ کی تین پیٹیاں بھی لوٹ لیں۔ چنانچہ بگڑتی ہوئی صورت حال پر قابو پانے کے لیے فوج طلب کر لی گئی جس نے صورت حال پر قابو پا لیا۔ حکام نے جلوس نکالنے' ہڑتال کرنے' جلسہ منعقد کرنے' آتشیں اور مہلک اسلحہ لے کر چلنے اور پانچ افراد سے زائد کے اجتماع پر پابندی لگا دی۔ سیدو شریف میں اسسٹنٹ ایڈمنسٹریٹر مارشل لاء کا دفتر' فوجی عدالت اور مارشل لاء کا دفتر شکایات بھی قائم کر دیئے گئے۔ باجوڑ ملیشیا اور فرنٹیئر کانسٹیبلری کے دستے ٹرکوں اور جیپوں میں گشت کرتے رہے۔

صوبائی حکومت نے فائرنگ کے سانحہ کی اعلیٰ سطح پر تحقیقات کا حکم دیا۔ اس تحقیقاتی کمیٹی کے سربراہ صوبائی ہوم سیکرٹری تحقیقات کے لیے سیدو شریف پہنچ گئے لیکن اعلیٰ سطح کی تحقیقاتی کمیٹی کی تشکیل سے پہلے مختلف سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں اور خود سوات کے شہریوں نے حکام سے مطالبہ کیا تھا کہ اس سانحہ کی عدالتی کارروائی کرائی جائے۔ اس مطالبہ کو بھی تسلیم نہیں کیا گیا۔ سرحد مزدور کسان پارٹی کے کنوینر مسٹر افضل بنگش نے فائرنگ کے ذمہ دار پولیس افسر کو معطل کرنے اور تمام سیاسی جماعتوں کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد کو سوات جانے کی اجازت دینے کا مطالبہ کیا تھا وہ بھی تسلیم نہیں ہوا۔ پیپلزپارٹی کے فرنٹیر ریجن کے رہنما مسٹر حیات محمد خان شیرپاؤ نیشنل عوامی پارٹی (ولی خان گروپ) کے سربراہ ارباب سکندر خان اور جماعت اسلامی کے ایک رہنما ارباب سعید نے بھی عدالتی تحقیقات پر زور دیا تھا لیکن اس متفقہ مطالبہ کو پذیرائی حاصل نہ ہو سکی۔

13 فروری --- بھٹو کا اعلان

پیپلزپارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو نے قاسم باغ ملتان کے ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ اگر موجودہ حکومت نے عوامی مفاد کے خلاف کوئی کارروائی کی تو پیپلزپارٹی اس کی سد راہ ہوگی۔ انہوں نے چین دشمنی مہم کی مذمت کی اور کہا کہ یہ ہندوستان کے ہاتھوں میں کھیلنے کے مترادف ہے۔ انہوں نے سرمایہ دارانہ تسلط کے خاتمے اور جمہوریت کی بحالی کے عزم کا اظہار کیا۔

14 فروری --- نیشنل عوامی پارٹی میں شمولیت

زکوڑی شریف کے پیر عبدالحفیظ زکوڑی نے نیشنل عوامی پارٹی میں شمولیت کا اعلان کیا۔

15 فروری --- سوات میں ہنگامے

سوات میں زبردست ہنگامے شروع ہوگئے۔ ہنگاموں کے بعد صورتحال پر قابو پانے کے لیے فرنٹیر کور کے جوانوں کو طلب کر لیا گیا۔ صوبائی گورنر نے بھی منگورہ فائرنگ کیس کی تحقیقات کا حکم دے دیا۔

21 فروری --- مسلم لیگ میں شمولیت

پیرپگاڑہ نے پاکستان مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی۔

21 فروری --- استعفیٰ

مولانا عبدالغفور ہزاروی نے جمعیت العلماء پاکستان سے استعفیٰ دے دیا۔

22 فروری --- انتخابی اتحاد کے لیے مذاکرات

عوامی لیگ اور نیپ کے درمیان انتخابی اتحاد کے لیے ڈھاکہ میں مذاکرات شروع ہوگئے۔

22 فروری --- لاڑکانہ میں بھٹو کا خطاب

لاڑکانہ میں اپنی رہائش گاہ المرتضیٰ میں شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پیپلزپارٹی کے پیش نظر پورے پاکستان کی فلاح ،

بہبود ہے۔ انہوں نے حیدر آباد کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ بعض لوگوں نے گروہی اختلافات ابھار کر عوام کے مال اور جان کو نقصان پہنچایا ہے۔

23 فروری --- استعفیٰ

صاحبزادہ فضل رسول نے جمعیت العلماء پاکستان کی بنیادی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا۔

23 فروری --- پختون لیگ کے اجتماع سے بھٹو کا خطاب

کراچی میں پختون لیگ کے اجتماع میں بھٹو نے کہا کہ موجودہ حکومت خارجہ حکمت عملی میں کچھ ایسی تبدیلیاں لا رہی ہے جو عوامی فضا کے خلاف ہیں۔ انہوں نے معاہدہ تاشقند کی سالگرہ منانے پر تنقید کی۔

24 فروری --- ایک سو تیرہ علماء کا فتویٰ

24 فروری کو ملک کے ایک سو تیرہ مذہبی راہنماؤں اور مستند علمائے دین نے ایک فتویٰ شائع کیا جس میں انہوں نے فیصلہ کیا کہ موجودہ نازک وقت میں ملک کے لیے سوشلزم سے بڑا خطرہ کوئی نہیں۔ اس لیے ہر مسلمان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق اس لعنت کے خلاف جہاد کرے۔ پندرہ سو الفاظ پر مشتمل اس فتویٰ میں کہا گیا کہ کیمونزم اور سوشلزم کی علمبردار سیاسی جماعتیں اور افراط خواہ وہ اسلام کے داعی بھی ہوں قطعاً مسلمان نہیں۔ فی الحقیقت وہ قرآن کے خلاف بغاوت کر رہے ہیں۔ اس لیے سوشلزم کی جماعتوں اور راہنماؤں سے تعاون کرنا' انہیں ووٹ دینا' ان کی مالی امداد کرنا یا کسی اور طریقے سے ان کی حمایت کرنا اعانت کفر کے مترادف ہے لہٰذا حرام ہے۔ جو سیاسی جماعتیں یا گروہ محض زبان سے اسلامی نظام کی سربلندی کے دعوے کر رہے ہیں۔ ان کا عمل سوشلسٹ عناصر سے ہم آہنگ ہے اور وہ ملک میں سوشلسٹ طاقتوں کی حوصلہ افزائی کا موجب ہیں۔ چنانچہ ان جماعتوں کو ووٹ دینا' انہیں مالی یا کسی دوسری نوعیت کی امداد مہیا کرنا' سوشلزم کی حمایت کے مترادف ہے۔

25 فروری --- سوشلزم پر فتوے کے بعد بھٹو کا خطاب

سوشلزم کے خلاف علماء کے فتوے کے جواب میں بھٹو نے 25 فروری 1970ء کو مردان کے ایک جلسہ عام میں لوگوں کو بتایا کہ میری پارٹی ایسا کوئی آئین تسلیم نہیں کرے گی جو قرآن اور سنت پر مبنی نہیں ہوگا اور عوام کو خلافت کی مساوات مہیا نہیں کرے گا۔ میرے سیاسی حریف میری پارٹی کی مقبولیت کو ختم کرنے کے لیے اس پر اسلام دشمنی کا الزام لگاتے ہیں۔ میں لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میری پارٹی اسلام اور "اسلامی اصولوں کی سربلندی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دے گی۔ میرا اسلامی سوشلزم کا مطالبہ خلاف اسلام نہیں کیونکہ یہ صرف اسلامی مساوات کا انگریزی ترجمہ ہے اور اسلامی مساوات اسلام کا بنیادی اصول ہے۔ اسلامی سوشلزم پر اعتراض کرنے والے غدار اور اسلام کے دشمن ہیں۔

26 فروری --- ون یونٹ توڑنے کے فیصلے کی توثیق

مغربی پاکستان کے گورنر لیفٹیننٹ عتیق الرحمٰن نے کہا کہ اب ون یونٹ توڑنے کے فیصلے میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔

27 فروری --- آرڈیننس کا اجراء

27 فروری کو ایک آرڈیننس جاری کیا گیا جس کے تحت چند ہاتھوں میں جمع ہونے والی دولت کو روکا جا سکے گا۔ آرڈیننس کی خلاف ورزی کرنے پر دس ہزار روپے کے جرمانہ کی سزا رکھی گئی۔ 50 فیصد حصص کا اثاثہ رکھنے والے اشخاص اس آرڈیننس کی زد میں آئے۔ مرکزی اور صوبائی حکومت کے مملکتی ادارے اور اسی قسم کے دیگر ادارے جرمانے کی سزا سے مستثنیٰ قرار دیئے گئے۔

27 فروری --- گوجرانوالہ میں بھٹو کا خطاب

پشاور سے گوجرانوالہ پہنچ کر بھٹو نے ایک پرہجوم جلسے میں کہا کہ ان کی پارٹی پارلیمانی جمہوریت کے لیے کام کرنے کے لیے تیار ہے۔ کیونکہ عوام کی اکثریت اس کی حامی ہے۔ انہوں نے کہا کہ خارجہ پالیسی میں تبدیلی سے ملک کے مفاد کو نقصان پہنچے گا اور ہندوستان اس سے فائدہ اٹھائے گا۔ انہوں نے پاک۔ چین دوستی کی اہمیت پر ایک بار پھر زور دیا۔

مارچ 1970ء

یکم مارچ --- بھٹو کا گجرات میں عوام سے خطاب

دینہ سے گجرات تک پینتالیس میل لمبے جلوس کی معیت میں بھٹو نے ہارس شو گراؤنڈ گجرات میں اسی ہزار کے جلسہ عام سے خطاب کیا۔

"لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے انہیں آگاہ کیا کہ حکومت سیاسی راہنماؤں کو پرمٹوں سے نواز رہی ہے اور یہی وہ عمل ہے جو ایوب خاں کے زوال کا باعث بنا اور اس پر اعتراضات کا لمبا چوڑا سلسلہ شروع ہوا۔ یحییٰ خاں کی حکومت کے ایک وزیر نے اپنے دو برادران نسبتی (سالوں) کو لاکھوں روپے کے درآمدی لائسنس بخش دیئے ہیں اور تیسرے برادر نسبتی کو سفیر بنا کر باہر بھجوا دیا ہے۔ ان حالات میں

کہ سیاسی رشوتوں کا بازار گرم ہے ہم آزادانہ انتخابات کی کس طرح توقع کر سکتے ہیں۔ اگرچہ ہم آئندہ انتخابات میں حصہ لیں گے لیکن ہمیں توقع نہیں کہ انتخابات آزادانہ ہو سکیں۔ حال ہی میں سرمایہ داروں کے تنخواہ دار مولویوں اور سامراجیوں کے ایجنٹوں نے مسلمانوں کے خلاف فتویٰ جاری کیا ہے۔ میں انہیں متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اس طرح عوام کو گمراہ کرنے میں مصروف ہیں اور وہ ایسے فتویٰ سے عوام کو گمراہ کرنے میں اس لیے کامیاب نہیں ہو سکتے کہ عوام جانتے ہیں کہ تنخواہ دار مولوی حضرات اس سے پیشتر بھی حضرت قائداعظم، علامہ اقبال، امان اللہ اور اتاترک ایسی ممتاز اور قومی شخصیتوں کے خلاف ایسے ہی فتویٰ دے چکے ہیں۔"

دینہ سے گجرات تک کے جلوس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے "نوائے وقت" نے لکھا:

"پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کا آج یہاں پینتالیس میل لمبا جلوس نکالا گیا۔ جلوس صبح ساڑھے گیارہ بجے دینہ (ضلع جہلم) سے شروع ہوا تو ڈھائی بجے بعد دوپہر گجرات جا کر ختم ہوا۔ راستہ میں مختلف مقامات جہلم، سرائے عالمگیر، کھاریاں، جنڈانوالہ اور لالہ موسیٰ کے مقامات پر جلوس کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ پٹاخے چھوڑے گئے۔ مسٹر بھٹو پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی گئیں۔ مسٹر بھٹو کی گاڑی جہاں سے گزرتی لوگ اس پر جھپٹ پڑتے اور زندہ باد کے نعرے لگاتے۔ راستہ میں آرائشی دروازے بنائے گئے تھے جن پر مسٹر بھٹو کی تصویریں اور پاکستان پیپلز پارٹی کے پرچم لہرا رہے تھے۔ اس طرح جلوس نے پینتالیس میل کا فاصلہ تین گھنٹوں میں طے کیا۔ یہ جلوس صبح ساڑھے گیارہ بجے کے قریب دینہ سے روانہ ہوا تو دس سکوٹروں اور موٹر سائیکلوں، بیس کاروں، ٹیکسیوں، جیپوں، بیس بسوں اور تین ٹرکوں پر مشتمل تھا۔ تمام سکوٹر، بسوں اور کاروں پر پیپلز پارٹی کے پرچم لہرا رہے تھے۔ بارہ بجے کے قریب یہ جلوس جہلم پہنچا تو ڈیڑھ میل تک سڑک کے دو رویہ کھڑے بچوں، جوانوں اور بوڑھوں نے مسٹر بھٹو کا پرجوش استقبال کیا۔ جوں جوں مسٹر بھٹو کی کریم کلر کی مرسڈیز آگے بڑھتی تو استقبال کرنے والے بھی ساتھ ساتھ بھاگنا شروع کر دیتے۔ مسٹر بھٹو کار کے اندر سے ہاتھ ہلا ہلا کر لوگوں کی گرمجوشی کا جواب دیتے رہے۔ چند منٹوں کے لیے جرنیلی سڑک کی ٹریفک معطل رہی۔ جب جلوس سرائے عالم گیر پہنچا تو ڈھول بجایا گیا اور چودہ اونٹوں پر سوار چند نوجوانوں نے زندہ آباد کے نعرے لگائے۔ ڈھول کی تھاپ پر چند نوجوانوں نے لڈی مارنا شروع کر دی۔ کھاریاں میں بھی عوام نے جلوس کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔ یہاں پر باقاعدہ بینڈ باجے کا بھی اہتمام تھا۔ یہاں بھی بوڑھوں، بچوں، جوانوں اور نوجوانوں کی خاصی تعداد نے مسٹر بھٹو کا استقبال کیا۔ گجرات سے 19 میل دور جنڈانوالہ پہنچ کر مسٹر بھٹو کار سے نکل کر جیپ میں سوار ہو گئے۔ اس وقت مسٹر بھٹو کی کار کیچڑ آلود ہو چکی تھی۔ ٹریفک رکنے کی وجہ سے جو بسیں اور ٹرک رک جاتے۔ ان کی سواریاں بھی ہاتھ ہلا ہلا کر چیئرمین بھٹو کا استقبال کرتیں۔ جلوس میں دو جیپوں پر لاؤڈ سپیکر بھی نصب تھے۔ جہاں سے بھٹو زندہ آباد جیو ہزار سال کے نعرے بلند ہوتے رہے۔ 45 میل طویل اس جلوس کے دوران "سوشلزم یا اسلامی سوشلزم زندہ باد" کا نعرہ کہیں بھی سننے میں نہ آیا۔ نہ راستے میں کہیں اس قسم کا کوئی کتبہ آویزاں تھا۔ تاہم استقبال کرنے والے دیہاتی نعرہ تکبیر "اللہ اکبر اور نعرہ رسالت یا رسول اللہ" بلند کرتے رہے۔ البتہ جب جلوس گجرات پہنچ گیا تو "اسلامی سوشلزم زندہ باد" کے علاوہ "چیئرمین بھٹو زندہ باد"۔ "امریکی فتویٰ ہائے ہائے" "بھٹو جیو ہزارو سال" کے نعرے بھی لگائے گئے۔ گجرات میں جرنیلی سڑک کے دونوں طرف ہزاروں افراد نے مسٹر بھٹو کا پرجوش نعروں اور زور دار تالیوں سے استقبال کیا۔ اس وقت جلوس میں شامل سکوٹروں کی تعداد پندرہ، بسوں اور ٹرکوں کی چھبیس اور کاروں، جیپوں اور ٹیکسیوں کی اٹھارہ ہو چکی تھی۔ جلوس کی لمبائی پون میل تھی۔ جلوس کے ساتھ مقامی خاکسار تحریک کے تیس کے قریب رضاکار بھی شامل تھے۔"

یکم مارچ --- تحریک استقلال کا قیام

یکم مارچ 70 کو راولپنڈی کے فلیش مین ہوٹل میں ایک اجلاس میں ایئر مارشل ریٹائرڈ اصغر خان نے ایک نئی پارٹی کی بنیاد رکھی۔ جسے تحریک استقلال کا نام دیا گیا۔ پارٹی منشور کی تیاری کے سلسلے میں غور کرنے کے لیے پورے اجلاس میں 400 سے زائد مندوبین نے شرکت کی۔ پارٹی کے منشور کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

1- ایک ایسے آئین کی تیاری اور ملک میں اسے نافذ کرنا جو قرآن و سنت پر مبنی ہو۔

2- مملکت کے تمام شہریوں کے لیے مساوی حقوق مہیا کرنا۔

3- جمہوریت کے ذریعے قائم کیے گئے اداروں کے ذریعے ملک میں آزاد عدلیہ قائم کرنا اور یہ اصول بنانا کہ قانون ہر شخص پر برابر لاگو ہوگا۔ وغیرہ، وغیرہ۔

2 مارچ --- جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو بھٹو کا انتباہ

حافظ آباد میں عوام سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ اگر انہوں نے عوامی تحریک کو دبانے کی کوشش کی تو اس کے نتائج سخت خطرناک ہوں گے۔

3 مارچ --- پریس کانفرنس میں بھٹو کا بیان

رابطہ عوام مہم کے دوران ذوالفقار علی بھٹو نے حافظ آباد سے لاہور پہنچ کر ایک پریس کانفرنس میں بیان دیا کہ پاکستان کی مسلح افواج کی طرف سے سیاسیات میں ملوث ہونے کا رجحان بہت بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

پاکستان، بھارت بات چیت پر راضی

پاکستان اور بھارت آئندہ چار ماہ تک سیکرٹریوں کی سطح پر فرخا بند کے تنازعہ پر بات چیت کرنے کے لیے راضی ہوگئے۔

مولانا مفتی محمود کا بیان

مولانا مفتی محمود نے ایک بیان میں کہا کہ ہم اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جان کی بازی تک لگا دیں گے۔

5 مارچ --- شہنشاہ ایران کا دورہ پاکستان

شہنشاہ ایران محمد رضا شاہ پہلوی پاکستان کے پانچ روزہ دورے پر اسلام آباد پہنچے تو ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔

5 مارچ --- صدر کو رپورٹ

قانونی اصلاحات کے کمیشن نے صدر یحییٰ خان کو اپنی رپورٹ پیش کی۔

5 مارچ --- بھٹو کا بیان

لاہور سے کراچی پہنچ کر بھٹو نے پریس کانفرنس میں کہا کہ انتخابات کے اس مرحلے پر سیاسی اقربا پروری برداشت نہیں کی جائے گی۔

6 مارچ --- شہنشاہ ایران ڈھاکہ میں

ایران کے شہنشاہ رضا شاہ پہلوی نے ڈھاکہ میں مشرقی پاکستان کے گورنر ایس ایم حسن کے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ عالم اسلام کا اتحاد روز بروز بڑھتا جائے گا۔

6 مارچ --- صدر کی طرف سے اعزازی تقرری

اسماعیلی فرقے کے سربراہ شہزادہ کریم آغا خان کو صدر یحییٰ خان نے اعزازی کمیشن دے کر کرنل بنا دیا۔

7 مارچ --- معطل ملازمین کی برطرفی

حکومت نے معطل ملازمین میں سے سولہ افراد کو برطرف، تین کو ریٹائرڈ اور ایک کو ملازمت پر بحال کر دیا۔

7 مارچ --- مزدوروں کی ہڑتال

کراچی میں تقریباً 2 ہزار گودی مزدوروں نے اچانک ہڑتال کر دی۔ مزدور حلقوں کے مطابق ہڑتال کی وجہ تین زخمی مزدوروں کے علاج کے اخراجات برداشت کرنے سے ان کے مالکان کا انکار تھا۔

سکیورٹی پریس کی ہڑتال کے سو دن مکمل ہوگئے۔ ہڑتالیوں اور انتظامیہ کے درمیان مصالحت کی کوئی بات چیت نہ ہوئی۔

8 مارچ --- گورنر مغربی پاکستان کے لیے اعزاز

صدر یحییٰ خان کے مغربی پاکستان کے گورنر لیفٹیننٹ جنرل عتیق الرحمٰن کو ہلال قائداعظم کا اعزاز دیا گیا۔

8 مارچ --- عوام سے تجاویز کی طلبی

آزاد کشمیر کے صدر بریگیڈیئر عبدالرحمٰن نے آزاد کشمیر کے آئین کے لئے عوام سے تجاویز طلب کیں۔

8 مارچ --- موچی دروازہ لاہور میں بھٹو کا مسلسل تین گھنٹے خطاب

اپنی انتخابی مہم کے سلسلے میں بھٹو نے موچی دروازہ میں ایک عظیم جلسہ سے خطاب کیا۔ تین گھنٹے کے مسلسل خطاب میں انہوں نے کہا:

"پاکستان کے عوام نے چند ماہ کی جدوجہد میں ایوب خاں کی گیارہ سالہ آمریت کو تہس نہس کرکے رکھ دیا تھا۔ پاکستان کے عوام اب بھی چین سے نہیں بیٹھیں گے اور ملک میں عوامی حاکمیت قائم کرکے ہی دم لیں گے۔ ایوب خاں کے دور میں بہت سے سرکاری ملازم اور دوسرے لوگ یہ کہتے تھے کہ ایوب خاں کو اقتدار سے ہٹانا بہت مشکل ہے کیونکہ اس کے ساتھ سرکاری ملازم ہیں اور پولیس، سرمایہ دار، جاگیردار اور بنیادی جمہوریتوں کے "چمچے" ہیں۔ اس کے علاوہ ایوب خاں کی ایک سیاسی جماعت بھی ہے۔ جو اب تین حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے، ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات پر اس کا کنٹرول ہے۔ جب تک ایوب خان زندہ ہے اس کی حکومت چلے گی۔ وہ اپنے صاحبزادوں کو بھی جانشین بنانا چاہتا ہے، مگر ان سب باتوں کے باوجود شیر دل عوام نے ایوب خاں کو ایک زبردست شکست دی۔ وہ شکست کسی سیاسی لیڈر نے نہ دی تھی بلکہ صرف عوام نے دی تھی۔"

اپنے طویل خطاب میں بھٹو نے پارٹی کے تین رہنما اصولوں کی مفصل تشریح کی۔ اسلامی سوشلزم کے تصور کو قائداعظم کا ورثہ قرار دیا۔ سرمایہ داری اور جاگیرداری کی مذمت کی، انہوں نے کہا کہ ہم طالب علموں اور مزدوروں کی جدوجہد کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ بھٹو نے اعلان کیا کہ عوامی حکومت قائم ہوتے ہی صنعتوں کو قومیانے کا پروگرام شروع کر دیا جائے گا۔ بھٹو نے کہا کہ انہوں نے ملک کو آزاد

خارجہ پالیسی دی۔ ستمبر 65ء کی جنگ کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے بھٹو نے الزام لگایا کہ ایوب خاں نے صدر جانسن کی دھمکیوں کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے تھے۔ تقریر ختم کرتے ہوئے بھٹو نے کہا:

"ہم نے دشمن کا مقابلہ کیا تھا لیکن ایوب خاں نے ہتھیار ڈال دیئے چنانچہ مجھے سخت صدمہ پہنچا۔ ایوب خاں خودغرض اور بدعنوان تھا۔ اس نے تاشقند میں قوم سے غداری کی۔ آپ تاشقند کے متعلق مجھ سے کیا پوچھتے ہیں؟ یہ سوال ایوب خاں سے دریافت کریں۔ میں نے تو اعلان تاشقند کی مخالفت کی تھی لیکن اس نے اس اعلان پر دستخط کر دیئے۔

9 مارچ ــــ اساتذہ کی ہڑتال

مشرقی پاکستان کے غیر سرکاری استادوں نے غیر معینہ مدت کے لئے ہڑتال کر دی۔

9 مارچ ــــ پیپلز پارٹی میں شمولیت

ملک غلام نبی نے پاکستان پیپلز پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی۔

10 مارچ ــــ پریس ٹرسٹ کے اخبارات کو ہدایت

حکومت نے پریس ٹرسٹ کے اخبارات کے لئے نظریہ پاکستان اور اسلامی اقتصادی نظام کی تبلیغ کرنے کی ہدایات جاری کیں۔ اور ان اخبارات کو پابند کر دیا گیا کہ یہ مذکورہ نظام کی اشاعت کریں۔

11 مارچ ــــ بھٹو کا پارٹی کارکنوں سے خطاب

بھٹو نے پارٹی کارکنوں سے کراچی میں کہا کہ عوامی انتخابات کے بعد بننے والی قومی اسمبلی نے عوامی مفاد کے خلاف کوئی فیصلہ کیا تو پیپلز پارٹی اس فیصلے کو رد کر دے گی۔ انہوں نے سوشلزم کے خلاف علماء کے فتوے پر بھی جرح کی۔

12 مارچ ــــ نئی سیاسی جماعت کا قیام

مشرقی پاکستان میں انجمن اتحاد المسلمین کے صدر مولانا عزیز الرحمٰن نے اسلامک ڈیموکریٹک پارٹی قائم کی۔

12 مارچ ــــ نقل و حرکت کی اجازت

چترال کی خواتین کو اپنے علاقے میں نقل و حرکت کی اجازت دے دی گئی۔

13 مارچ ــــ خان قیوم خان کا بیان

مسلم لیگ کے صدر خان قیوم خان نے ایک اخباری بیان میں کہا کہ ہندوستان شیخ مجیب الرحمٰن، جی ایم سید اور ولی خان کی پشت پناہی کر رہا ہے۔

13 مارچ ــــ منشور کا اعلان

آزاد جموں و کشمیر مسلم کانفرنس نے اپنے سات نکاتی منشور کے خاکے کا اعلان کیا۔

13-16 مارچ ــــ بھٹو کا دورہ مشرقی پاکستان

اپنی انتخابی مہم کے سلسلے میں ذوالفقار علی بھٹو نے مشرقی پاکستان کا بھی دورہ کیا۔ اس دورہ میں انہوں نے مختلف موقعوں اور مختلف مقامات پر اپنی پارٹی کے پروگرام کی وضاحت کی اور وہاں کے لوگوں کو بتایا کہ:

1- سوشلزم اسلام سے متصادم نہیں۔
2- استحصال اور لوٹ مار ختم کرنے کے لیے سوشلزم کا نفاذ ضروری ہے۔
3- پیپلز پارٹی کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ سابق صدر ایوب کو اقتدار سے محروم کر دیا جائے اور عوام کے اقتصادی و سیاسی حقوق بحال کرائے جائیں۔ ہماری پارٹی نے عوام سے یہ عہد پورا کر دیا ہے۔
4- اگر انتخابات کے بعد مجوزہ قومی اسمبلی صوبائی خودمختاری اور دیگر آئینی مسائل حل کرنے میں ناکام ہوگئی تو زبردست تعطل پیدا ہو جائے گا اور سارا ملک بحران کا شکار ہو جائے گا' اس لئے آئینی مسائل کا حل تلاش کرنا ضروری ہے' یہ حل "کچھ لو - کچھ دو" کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔

14 مارچ ــــ صدر کو بریفنگ

صدر کو دی گئی ایک بریفنگ میں صوبائی گورنروں نے صدر کو دونوں صوبوں میں امن عامہ کی صورتحال سے آگاہ کیا۔

14 مارچ ــــ مشرقی پاکستان کے بحری کمانڈر کا بیان

مشرقی پاکستان میں بحری افواج کے کمانڈر کموڈور اے کے لودھی نے ایک بیان میں کہا کہ مشرقی پاکستان کے دفاع میں سب سے اہم کردار بحری فوج کو ادا کرنا ہوگا۔ اس سلسلے میں ساحلی دفاع کے استحکام کے لیے موثر اقدامات کیے جا چکے ہیں۔

15 مارچ ــــ شاہ حسین کا دورہ پاکستان

اردن کے شاہ حسین تین روزہ سرکاری دورے پر راولپنڈی پہنچے۔ شاہ حسین نے اخباری نمائندوں سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ ہم پاکستان کی مدد سے قبلہ اول آزاد کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ صدر یحیٰ

خان کو شاہ حسین نے اردن کا اعلیٰ ترین اعزاز دیا۔

مسلم لیگ قیوم گروپ کے سیکرٹری کا تقرر

چودھری محمد اقبال مسلم لیگ قیوم گروپ کی پنجاب شاخ کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔

16 مارچ — مجیب الرحمٰن کا بیان

عوامی لیگ کے رہنما شیخ مجیب الرحمٰن نے ایک اخباری بیان میں کہا کہ انتخابات میں میر جعفروں کا صفایا کر دیا جائے گا۔

16 مارچ — کنونشن لیگ کا دو نکاتی پروگرام

کنونشن مسلم لیگ کے سربراہ مسٹر فضل القادر چودھری نے اپنی پارٹی کا دو نکاتی پروگرام پیش کیا۔

17 مارچ — بھٹو کی پریس کانفرنس

روزنامہ "نوائے وقت" نے ذوالفقار علی بھٹو کی پریس کانفرنس شائع کی جس میں شکایت کی گئی تھی کہ ان کی تصاویر اور بیانات توڑ مروڑ کر پیش کیے جاتے ہیں۔ آپ نے پریس ٹرسٹ کے رویہ پر کڑی نکتہ چینی کی اور کہا کہ ٹرسٹ کے چارٹر میں حالیہ ترمیم محض بائیس بڑے خاندانوں کے مفاد کے لیے کی گئی ہے۔ آپ نے کہا کہ میری ڈھاکہ پریس کانفرنس کی رپورٹ ایک سازش کے تحت غلط رنگ میں پیش کی گئی ہے۔ یہ درست صحافت نہیں ہے۔ پریس ٹرسٹ کے ذریعے نوکر شاہی نے باقاعدہ سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ اس غرض کے تحت میری کانفرنس کی رپورٹ غلط انداز میں پیش کی گئی۔ تاہم لوگ میرے ساتھ ہیں۔ وہ مختلف امور میں میرے نظریات کو جانتے ہیں۔ میرے خلاف متذکرہ طریقے پہلے بھی ناکام ہو چکے ہیں۔ اور آئندہ بھی ناکام ہوں گے۔ لوگ اخبارات پر بائیس خاندانوں کی اجارہ داری کو قبول نہیں کریں گے۔ مجھے اخبارات کا بہت احترام ہے۔ تاہم پریس ٹرسٹ کے چارٹر میں ترمیم پریس کو پھانسی پر لٹکانے کے مترادف ہے اس طرح اخبارات مفاد پرستوں کے ہاتھ میں چلے گئے ہیں۔ لوگ ایسے چارٹر کو پھاڑ ڈالیں گے اور اس کا عملی نفاذ نہیں ہونے دیں گے۔

مسٹر بھٹو نے بتایا کہ حال ہی میں ہماری پارٹی کے دو عہدیداروں میاں محمد اقبال اور رانا مختار کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ میاں محمد اقبال نے ایک پوسٹر شائع کیا تھا جس میں وزیر اطلاعات نواب زادہ شیر علی خاں پر کچھ اعتراضات کیے گئے تھے۔ وزیر اطلاعات کو اگر پوسٹر پر اعتراض تھا تو وہ ہتک عزت کا دعویٰ کرتے لیکن وہ تو عملی سیاست میں آ گئے ہیں۔ آپ نے کہا اگر پوسٹر شائع کرنے پر مارشل لاء کے ضابطہ 116 کے تحت کارروائی ہو سکتی ہے تو اس قسم کی کارروائی فتویٰ جاری کرنے والوں کے خلاف بھی ہونی چاہیے جو یہ کہتے ہیں کہ سوشلزم لاشوں پر گزرنے کے بعد قائم ہوگا اور پاکستان کو دوسرا انڈونیشیا بنا دیا جائے گا۔ ہماری پارٹی کے رانا مختار کو بھی نواب زادہ شیر علی خان پر تبصرہ کرنے پر گرفتار کیا گیا ہے۔

آپ نے کہا کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو حکومت کی غیر جانبداری اور انتخابات منصفانہ طور پر کرانے کا بھرم کھل جائے گا۔ کیونکہ متذکرہ گرفتاریوں کے سلسلہ میں جو کچھ ہوا ہے وہ کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ آپ نے کہا کہ حکومت بار بار اعلان کر چکی ہے کہ انتخابات منصفانہ ہوں گے اور حکومت ہر حالت میں غیر جانبدار رہے گی۔ اس سے پہلے بعض وزراء کے متعلق ہمیں شکایت پیدا ہوئیں لیکن ہم خاموش رہے۔ اب جو کچھ ہو رہا ہے اگر یہ جاری رہا تو ہمیں انتخابات میں حصہ لینے کے معاملہ پر دوبارہ سوچنا پڑے گا۔

مسٹر بھٹو کو بتایا گیا کہ نواب زادہ شیر علی خاں تو کہتے ہیں کہ میں صرف اسلام، قرآن اور مسجد کی بات کرتا ہوں۔ مسٹر بھٹو نے اس پر کہا کہ قرآن، اسلام اور مسجد پر کوئی اعتراض یا نکتہ چینی نہیں کر سکتا یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ ہم تمام مسلمان ہیں، قرآن پر ہمارا ایمان ہے۔ مسجد کو ہم ایک ادارہ شمار کرتے ہیں۔ لیکن وزیر اطلاعات ان باتوں کو کچھ اس طرح پیش کرتے ہیں جس سے تاثر ملتا ہے کہ بعض لوگوں کو اسلام، قرآن اور مسجد پر یقین ہے اور بعض کو نہیں ہے۔ وزیر اطلاعات یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام پر یہاں کوئی جھگڑا موجود ہے۔ آپ نے کہا کہ یہ بات مسلمانوں کی توہین کے مترادف ہے۔ برطانیہ میں ولسن نے کبھی بائبل یا چرچ کی بات نہیں کی کیونکہ اس پر وہاں کوئی اختلاف نہیں، اسی طرح یہاں پاکستان میں اسلام قرآن یا مسجد پر جب کوئی اختلاف موجود نہیں تو وزیر اطلاعات اس مسئلہ کو خاص رنگ میں کیوں پیش کرتے ہیں۔ جس انداز میں وہ پیش کرتے ہیں اس میں تو مصر، شام یا کسی اور عرب ملک میں بھی ان مسائل کو اس انداز میں پیش نہیں کیا جاتا۔ اسلام کو یہاں بالکل خطرہ نہیں۔

آپ نے کہا کہ نواب زادہ شیر علی خاں سوشلزم کے سلسلہ میں بڑی اشتعال انگیز باتیں کرتے ہیں۔

مسٹر بھٹو نے الزام لگایا کہ نواب زادہ شیر علی خان متحدہ ہندوستان کے حامی تھے۔ اس کے لیے انہوں نے اقوام متحدہ میں جا کر تقاریر کیں اور اب وہ پاکستان میں وزیر بن گئے ہیں انہوں نے پاکستان کی مخالفت کی تھی اور اب وہ پاکستان کے چیمپئن بن گئے ہیں۔

اسی پریس کانفرنس میں بھٹو نے چھ نکات پر بھی تنقید کی۔ انہوں نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ عوامی لیگ کے چھ نکات کا

موجودہ حالت میں مقصد ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے سوا اور کچھ نہیں۔ میرے لئے اس کے سوائے کوئی چارہ کار نہیں کہ میں چھ نکات کے خالق شیخ مجیب الرحمٰن سے یہ درخواست کروں کہ وہ ملکی اتحاد و سالمیت اور قومی مفاد کے پیش نظر ان نکات پر نظر ثانی کریں۔ چھ نکات میں شیخ مجیب الرحمٰن کی سب سے زیادہ خطرناک بات دونوں صوبوں کی علیحدہ علیحدہ کرنسی اور بیرونی تجارت ہے۔ اس کا واضح مقصد دونوں صوبوں کو علیحدہ کرنا ہے اور ملک کی سالمیت کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔

19 مارچ — ہڑتال چالیسویں دن میں

کراچی ہوٹل ورکرز یونین کے ایڈیشنل جنرل سیکرٹری نے کہا کہ ہوٹل کولمبس کی ہڑتال کو 40 دن ہو چکے ہیں۔

20 مارچ — پی ڈی پی میں شمولیت

ریٹائرڈ میجر جنرل سرفراز علی خان نے پاکستان ڈیمو کریٹک پارٹی میں شمولیت اختیار کرلی۔

20 مارچ — ووٹروں کا اندراج

آزاد جموں و کشمیر میں الیکشن نے بالغ رائے دہی کے اصول پر ووٹروں کا اندراج شروع کر دیا۔

21 مارچ — معطل شدہ افسران کی برطرفی

حکومت نے معطل افسروں میں سے مزید 14 کو برطرف' پانچ کو ریٹائر اور ایک کو ملازمت پر بحال کر دیا۔

21 مارچ — مشرقی پاکستان میں طلبہ کا احتجاج

21 مارچ کو سٹوڈنٹس یونین ڈھاکہ یونیورسٹی نے ایک احتجاجی جلسہ منعقد کیا اس جلسہ میں طلبہ کے تمام گروپوں نے شرکت کی۔ جلسے کے بعد مشعل بردار جلوس نکالا گیا۔ جس نے ڈھاکہ پریس کلب کے سامنے شدید مظاہرہ کیا جہاں اس وقت گورنر مشرقی پاکستان ایس ایم حسن کلب کی سالانہ دعوت عشائیہ میں تقریر کر رہے تھے۔

22 مارچ — صدر یحیٰی کا عوام کے نام پیغام

یوم پاکستان کے موقع پر صدر یحیٰی نے قوم کے نام اپنے پیغام میں کہا کہ یقین محکم اور پاکستانی قوم کے اتحاد کی بدولت جلد تمام مشکلات پر قابو پا لیا جائے گا۔

22 مارچ — نیشنل عوامی پارٹی کے جوائنٹ سیکرٹری کی گرفتاری

نیشنل عوامی پارٹی کے جوائنٹ سیکرٹری انور زاہد خفیہ پولیس کے انسپکٹروں کو زد و کوب کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیے گئے۔ اسی شام بیت المکرم میں طلبہ نے احتجاجی جلسہ منعقد کیا۔ اسٹوڈنٹ یونین (متین گروپ) کے ایک اہم رکن نے اخبارات کو بتایا کہ بائیں بازو کے لیڈروں کی گرفتاری میں دائیں بازو کی جماعتوں کے لیڈروں کا ہاتھ ہے۔ اس رکن نے یہ الزام لگایا کہ آج جب کہ محنت کش عوام اپنے حقوق کی جدوجہد میں سڑکوں پر نکل آئے ہیں۔ دائیں بازو کے لیڈروں کو اپنا مستقبل تاریک نظر آ رہا ہے۔ لہٰذا وہ عبوری حکومت سے ساز باز کرکے بائیں بازو کی جماعتوں کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔

22 مارچ — ہڑتال

لانڈھی ٹیکسٹائل ملز کراچی کے 2000 مزدوروں نے اپنے مطالبات کی حمایت میں ہڑتال کر دی۔ مزدوروں کے نمائندے کے مطابق مطالبات کے تسلیم ہونے تک ہڑتال جاری رہے گی۔

24 مارچ — کسان کانفرنس

ٹوبہ ٹیک سنگھ میں تاریخی کسان کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کے روح رواں مولانا بھاشانی تھے۔ کانفرنس میں پاکستان پیپلزپارٹی' نیشنل عوامی پارٹی (دونوں گروپ) جمعیت العلمائے اسلام' لیبر پارٹی' اسلام لیگ' جمعیت العلمائے پاکستان (محمود شاہ گروپ) کے رہنماؤں' کارکنوں' مزدوروں اور طلباء کی مختلف تنظیموں کے ارکان نے شرکت کی' بھٹو خود کانفرنس میں شریک نہ تھے لیکن انہوں نے کانفرنس کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا۔ کانفرنس راؤ مہروز اختر کی صدارت میں شروع ہوئی۔ بھاشانی نے تقریر کرتے ہوئے کہا: "یہ آپ چاروں طرف جو لال ٹوپیاں اور لال جھنڈے دیکھ رہے ہیں یہ ہمیں کربلا کے شہیدوں کی یاد دلاتے ہیں۔ سرخ جھنڈا کمیونسٹوں کا جھنڈا نہیں بلکہ یہ اسلامی جھنڈا ہے' ظالموں کو ختم کرنے کا جھنڈا ہے۔ کانفرنس سے بیگم میاں افتخار الدین' مسیح الرحمٰن' عابد حسن منٹو' مرزا ابراہیم' ملک معراج خالد' کنیز فاطمہ' میاں عارف افتخار' بشیر بختیار' طارق عزیز اور دوسروں نے بھی خطاب کیا۔

24 مارچ — مسٹر بھٹو کا بیان

پیپلزپارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے حیدر آباد میں کہا کہ عوام 1956ء کا آئین کسی صورت میں قبول نہیں کریں گے۔

25 مارچ — پی ڈی پی کے نائب صدر کا بیان

پاکستان ڈیمو کریٹک پارٹی کے نائب صدر میجر جنرل سرفراز خان نے ایک بیان میں کہا کہ ون یونٹ توڑنے کا فیصلہ ملکی تاریخ کی سب سے بڑی غلطی ہے۔

26 مارچ --- نئی تعلیمی پالیسی کی منظوری

صدارتی کابینہ نے نئی تعلیمی پالیسی کی منظوری دے دی۔ اس پالیسی کے مطابق عام تعلیم کو اسلامی نظریات سے ہم آہنگ کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی اساتذہ کی تنخواہیں بڑھا دی گئیں۔

26 مارچ --- بھٹو کا بیان

پیپلز پارٹی کے چیئرمین نے ایک بیان میں کہا کہ عوامی مفاد میں بننے والا دستور ہی قابل عمل ہو گا۔

26 مارچ --- نیپ کے راہنما کی گرفتاری

نیپ کے رہنما صبیح الرحمٰن کو ایک جلسے میں اشتعال انگریز تقریر کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا

26 مارچ --- ہڑتالی مزدوروں اور پولیس میں تصادم

لانڈھی کے صنعتی علاقے میں رات ہڑتالی مزدوروں اور پولیس میں تصادم ہو گیا۔ ہنگامہ پر قابو پانے کے لیے پولیس نے آنسو گیس استعمال کی اور لاٹھی چارج کیا۔ جواب میں مزدوروں نے پولیس پر پتھر برسائے۔ اس تصادم میں متعدد پولیس ملازمین اور مزدور زخمی ہوئے۔ پولیس نے 64 مزدوروں کو گرفتار کر لیا۔

27 مارچ --- حکومت مغربی پاکستان کا فیصلہ

حکومت مغربی پاکستان نے سابق سندھ میں زرعی اصلاحات کے تحت حاصل کی جانے والی اور چھوڑی جانے والی اراضی سمیت ہر قسم کی زرعی اراضی کا نیلام فوری طور پر بند کرنے کا فیصلہ کیا۔

27 مارچ --- طلبہ کا برٹش کونسل پر حملہ

طلباء کے ایک مشتعل گروہ نے برٹش کونسل راولپنڈی پر حملہ کر کے متعدد کتابیں اور فرنیچر جلا دیا۔ یہ مظاہرہ لندن کے روزنامہ دی ٹائمز میں اسلام کے خلاف توہین آمیز مضمون کی اشاعت کے خلاف کیا گیا۔

28 مارچ --- صدر کی طرف سے انتخابی لائحہ عمل کا اجراء

یحییٰ خان نے انتخابات کے لیے ایک لائحہ عمل جاری کر دیا۔ انہوں نے قوم کو بتایا کہ قومی اسمبلی کے ارکان کی تعداد 313 ہوگی۔ انتخاب 5 اکتوبر کو ہو گا۔ پانچ صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات 22 اکتوبر تک ہو جائیں گے' صدر نے انتخابات کے لیے انتظامی ڈھانچے کا بھی اعلان کیا۔

28 مارچ --- لیگل فریم ورک آرڈر کا اجراء

28 مارچ 1970ء کو یحییٰ خان نے دستور کے لیے لیگل فریم کا حکم نامہ جاری کیا۔ اس فریم میں اسمبلی کے قائم مقام کا طریقہ کار' ارکان کی تعداد اور دیگر اہم امور واضح کئے گئے۔ علاوہ ازیں آئندہ مرتب کیے جانے والے آئین کی بعض اساسی ضرورتوں کو بھی واضح کر دیا گیا۔ قانونی ڈھانچے کے حکم میں 5 اصول بیان کیے گئے۔ جو درج ذیل ہیں۔

1- دستور میں پاکستان کی اسلامی بنیاد کی حفاظت کی جائے گی۔
2- وفاقی اور جمہوری بنیاد کا قیام اور استحکام۔
3- آزاد عدلیہ اور بنیادی حقوق کا تحفظ۔
4- صوبوں کو قانون بنانے اور انتظام کرنے کے لیے وسیع اختیارات دیئے جائیں۔
5- اسلامی نظریہ کا تحفظ اور سربراہ مملکت کا مسلمان ہونا۔

اس بارے میں بھی وضاحت کر دی گئی کہ نئے آئین کے دیباچے میں یہ تحریر کیا جائے گا کہ ملک کے مسلمان اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزاریں گے اور اقلیتوں کو اپنے مذہب پر آزادی سے کاربند رہنے کا اختیار ہو گا اور انہیں دوسرے شہریوں کے برابر حقوق و مراعات حاصل ہوں گی۔ نیشنل اسمبلی ایک مسودہ کی صورت میں دستور تیار کرے گی جسے قومی اسمبلی کے دن سے یعنی پہلے اجلاس کے روز سے 120 یوم میں بنانا ہو گا اور اگر نیشنل اسمبلی اس عرصے میں دستور مرتب نہ کر سکی تو اسے توڑ دیا جائے گا۔ اور اگر اس نے دستور پاس کر دیا تو صدر کی اس پر منظوری ضروری ہو گی۔ اگر یہ منظوری دینے سے انکار کر دیا گیا تو نیشنل اسمبلی ٹوٹ جائے گی۔ جہاں تک صوبائی اسمبلی کا تعلق ہے جب تک دستوری مسودہ پر صدر مملکت کی منظوری حاصل نہ ہو گی اس کا نفاذ نہیں ہو سکے گا۔

ہر اس شخص کو اسمبلی کا رکن منتخب کیا جائے گا جو مندرجہ ذیل خصوصیات کا حامل ہو۔

وہ پاکستان کا باشندہ ہو۔ اس کی عمر 25 سال سے کم نہ ہو اور صوبے یا مرکز کے زیر انتظام قبائلی علاقوں کے جس حلقہ انتخاب سے وہ کھڑا ہو گا اس کی انتخابی فہرست میں اس کا نام درج ہو۔ اس شخص کو انتخاب لڑنے کا اہل قرار نہیں دیا جائے گا جس کے دماغ میں فتور ہو۔ اور کسی عدالت مجاز نے اسے اس حالت میں مبتلا قرار دے دیا ہو یا وہ دیوالیہ ہو اور اسے دیوالیہ ہوئے دس سال نہ گزرے ہوں یا اسے کسی

جرم میں سزا ہو چکی ہو۔ قید کی معیاد دو سال سے کم نہ ہو اور اسے رہا ہوئے پانچ سال کی مدت یا اگر کسی شخص کے معاملے میں صدر مدت کم کر دیں تو وہ گزاری نہ ہو۔ اگست 1969ء کے بعد کسی وقت بھی وہ صدر مجلس وزراء کا رکن رہا ہو اور اسے وزیر کا عہدہ چھوڑے دو سال کی مدت نہ گزری ہو۔ مگر صدر اس مدت کو کسی بھی شخص کے لیے کم کر سکتا ہے۔ وہ شخص انتخابات میں حصہ نہیں لے سکتا جو سرکاری ملازمت میں ہو یا گزشتہ پانچ برس کے دوران میں اپنی ملازمت سے برطرف کر دیا جا چکا ہو۔ جس کی بیوی یا خاوند سرکاری ملازمت میں ہوں۔

ہائی کورٹ' سپریم کورٹ کے جج' کنٹرول جج' آڈیٹر جنرل' اٹارنی جنرل اور ایڈووکیٹ جنرل بھی حصہ نہیں لے سکیں گے۔ کوئی شخص ایک سے زیادہ نشستوں پر انتخاب میں حصہ لے سکے گا۔ لیکن منتخب ہونے کے بعد پندرہ دن کے اندر اسے الیکشن کمیشن کو اپنی نشست سے مطلع کرنا ہو گا نیز اسمبلی کے پہلے اجلاس کے ایک ہفتہ کے اندر اس کے لیے رکنیت کا حلف لینا بھی ضروری ہو گا ورنہ رکنیت ختم تصور کی جائے گی۔

سرکاری ٹھیکیدار جو حکومت کو مال فراہم کرتے ہوں کسی اسمبلی کے رکن نہیں ہوں گے۔

قانونی ڈھانچے کے اعلان کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے صدر مملکت نے کہا۔

"میں آپ کو ایک بار پھر یقین دلانا چاہتا ہوں کہ جہاں تک انتخابی مہم کا تعلق ہے۔ اس کے بارے میں یہ حکومت ہمیشہ بالکل غیر جانبدار رہی ہے اور آئندہ بھی وہ اس حکمت عملی پر قائم رہے گی۔"

اس حکم میں وہ بنیاد فراہم کی گئی جس پر تمام سیاسی جماعتوں نے انتخابات میں حصہ لیا ہے۔

29 مارچ — قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں نشستوں کی تعداد

صدر یحییٰ خان نے قانونی انتظامات کا حکم جاری کیا جس کے تحت ملکی پالیسی چلانے کے لیے آئین میں بعض رہنما اصول شامل کیے گئے۔ صدارتی حکم کے مطابق قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں نشستوں کی تعداد یہ ہوگی۔

صوبائی اسمبلیاں

نشستیں خواتین کے لیے

مشرقی پاکستان	300	10
پنجاب	180	6
سندھ	60	2
بلوچستان	20	1
شمالی مغربی سرحدی صوبہ	40	2
کل	600	21

قومی اسمبلی

مشرقی پاکستان	162	7
پنجاب	82	3
سندھ	27	1
بلوچستان	4	1
شمالی مغربی سرحدی صوبہ	18	1

31 مارچ — بھٹو پر حروں کا قاتلانہ حملہ

31 مارچ کو بھٹو نے صبح کے وقت سانگھڑ میں اور شام کے وقت کھپرو میں تقریر کرنی تھی۔ شہداد پور کے ریسٹ ہاؤس میں رات گزارنے کے بعد وہ دوسرے کئی ممتاز لیڈروں کے ساتھ جن میں مخدوم زماں طالب المولیٰ' میر رسول بخش تالپور' اور پیر غلام رسول شاہ بھی شامل تھے' ساڑھے دس بجے سانگھڑ روانہ ہوئے' راستے میں عوام نے بڑی عقیدت و محبت سے ان کا استقبال کیا۔

سانگھڑ ان سے کوئی ڈھائی میل دور تھا کہ سانگھڑ کے ڈپٹی کمشنر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ان سے ملاقات کی اور بتایا کہ شہر میں سیاسی کشیدگی پیدا ہو گئی ہے اس لیے بہتر ہو گا کہ وہ شہر جانے کی بجائے ریسٹ ہاؤس کی طرف چلے جائیں تاکہ اس دوران جلسہ عام کے لیے مناسب انتظامات کر لیے جائیں۔ ریسٹ ہاؤس کا راستہ سانگھڑ سے گزرتا تھا۔ جب وہ ریسٹ ہاؤس جانے کے لیے سانگھڑ کی طرف روانہ ہوئے تو ان پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو نیست و نابود کرنے کی ایک زبردست سازش کی گئی ہے۔ اسی اثناء میں دس پندرہ افراد جو بندوقوں' رائفلوں اور کلہاڑیوں سے مسلح تھے ان کی طرف بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ یہ لوگ اشتعال انگیز نعرے لگا رہے تھے۔ یہ لوگ جو حر کہلاتے تھے پیر پگاڑو کے نعرے لگا رہے تھے سڑک کے دونوں طرف بھی موجود تھے۔ انہوں نے خندقیں کھود رکھی تھیں اور مورچوں میں پوزیشن لے بیٹھے تھے۔ بعض لوگ درختوں پر چھپے بیٹھے تھے۔ پیر پگاڑو کے کچھ حامی جو پوری طرح مسلح تھے' شہداد پور سے ہی تعاقب کر رہے تھے۔ اچانک سانگھڑ سٹیڈیم کے قریب ایک بنگلے سے مسلح لوگ باہر نکل آئے اور انہوں نے جناب بھٹو اور ان کے جانثاروں کو پوری طرح گھیرے میں لے کر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ بھٹو صاحب اپنی کار سے نکل کر بجلی کی تیزی کے ساتھ فائرنگ کرنے والے گروہ کے

سامنے جا پہنچے اور انہوں نے اونچی آواز میں کہا۔

"میرا نام ذوالفقار علی بھٹو ہے، مجھے گولی مارو، میرے عوام کو گولی کیوں مارتے ہو؟"

آگ اگلنے والی بندوقوں کا رخ جناب بھٹو کی طرف ہو گیا۔ گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی ایک گولی ان کی ٹوپی کو لگی، تین چار قدموں پر آ کر ٹھنڈی ہو گئیں اتنے میں ساتھیوں نے جناب بھٹو کو زبردستی زمین پر گرا دیا اور اس طرح اپنی جان کی قیمت پر اپنے محبوب رہنما کی جان بچالی۔ مگر شیر دل تڑپ کر کارکنوں کی گرفت سے آزاد ہو گئے اور پھر کھڑے ہو کر سامنے آنے کی کوشش کی۔ پتھروں اور گولیوں کی بارش میں جناب بھٹو نے عوام سے جدا ہونے سے انکار کر دیا۔ مگر ساتھیوں نے بڑی مشکل سے انہیں کار میں بٹھایا اور حملہ آوروں کی زد سے نکال کر لے جانے کی کوشش کی۔ حملہ آوروں نے فائرنگ کر کے ٹائر پنکچر کرنے کی کوشش کی جس پر جناب بھٹو نے ایک بار پھر اپنے ساتھیوں سے کہا:

"مجھے واپس جا کر عوام کے ساتھ مرنے دو۔"

مگر ساتھی کار کو حیدر آباد کی طرف لے گئے۔ میونسپل پارک میں جہاں عوام اپنے قائد کی راہ دیکھ رہے تھے، شرپسندوں نے ہلڑ بازی شروع کر دی۔ عوام کو گولیوں، پتھروں اور لاٹھیوں سے نڈھال کر دیا گیا، اس فائرنگ میں پیپلز پارٹی کا ایک رکن ابراہیم چانڈیو شہید اور اکسٹھ زخمی ہوئے۔ بھٹو صاحب نے حیدر آباد میں ایک پریس کانفرنس بلائی اور ان تمام واقعات پر سرکاری پریس نوٹ کی وضاحت کا پول کھولتے ہوئے کہا:

"سرکاری پریس نوٹ جس میں اس وقعہ کو محض تصادم کا نام دیا گیا ہے، جھوٹ کا پلندہ ہے اور ریڈیو پاکستان نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کی خبر کو اس طرح نشر کیا جیسے یہ کوئی معمولی واقعہ ہو لیکن میں متنبہ کرتا ہوں کہ اگر یہ قاتلانہ حملے کامیاب ہو گئے اور میں عوام کے حقوق کی بحالی کی جدوجہد کے دوران ہلاک ہو گیا تو مجھ سے عقیدت اور محبت رکھنے والے عوام کا ردعمل انتہائی سنگین ہو گا اور میں یقین دلاتا ہوں کہ پھر دریائے سندھ کا پانی سرخ ہو جائے گا۔ سانگھڑ کوئی ممنوعہ علاقہ نہیں ہے۔ میں جلد ہی وہاں جا کر عوام سے خطاب کروں گا۔ میں اس قسم کے قاتلانہ حملوں سے مرعوب نہیں ہوں گا اور کسی قسم کا خوف دل میں لائے بغیر اپنا مشن جاری رکھوں گا۔ میں ہر اس جگہ جاؤں گا جہاں کے عوام مظلوم اور اقتصادی و سیاسی حقوق سے محروم ہوں گے۔"

اپریل 1970ء

یکم اپریل --- ون یونٹ کی تنسیخ

صدر یحییٰ خان نے یکم اپریل کو مغربی پاکستان کی وحدت کو توڑ کر چار صوبے قائم کرنے کا اعلان کیا۔ نئے صوبوں کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔

صوبہ بلوچستان : کوئٹہ ڈویژن بشمول قبائلی علاقے، قلات ڈویژن کراچی ڈویژن کے ضلع لس بیلا اور حیدر آباد ڈویژن کے نصیر آباد سب ڈویژن۔

صوبہ سندھ : کراچی ڈویژن ضلع لس بیلا کو نکال کر، حیدر آباد ڈویژن اور خیرپور ڈویژن، نصیر آباد سب ڈویژن اور چھکا حلقہ نکال کر، شامل ہوں گے۔ دارالحکومت اسلام آباد ان علاقوں پر مشتمل ہو گا، جن کی وضاحت دارالحکومت جمہوریہ کے علاقہ کا تعین آرڈیننس 1963ء میں کی گئی۔

صوبہ پنجاب : راولپنڈی ڈویژن اسلام آباد کے علاقے چھوڑ کر لاہور ڈویژن، ملتان ڈویژن، بہاولپور ڈویژن اور تعلقہ آباد سکھر کا چھکا حلقہ۔

صوبہ سرحد : پشاور ڈویژن میں سابق ریاست امب، ضلع ہزارہ کے قبائلی علاقے، ڈیرہ اسماعیل خان، مالاکنڈ ڈویژن میں سابق ریاست دیر، سوات، چترال اور مالاکنڈ کے زیر تحفظ علاقے دیگر قبائلی علاقوں کو چھوڑ کر شامل ہوں گے۔ صدر کے تحت پاکستان کے ویسٹرن ریلوے کی انتظامیہ ہوگی۔ مغربی پاکستان واپڈا کے متعلق صوبائی حکومت کے اختیارات صدر استعمال کریں گے۔ صدر پاکستان ویسٹرن ریلوے کے لیے ایک ایڈوائزری کونسل تشکیل دیں گے۔ جبکہ واپڈا کے لیے ایڈوائزری بورڈ بنایا جائے گا۔ اس طرح دوسری کارپوریشنوں کے لیے بھی ایک ایک ایڈوائزری بورڈ قائم ہوگا۔ ہر صوبے کے لیے علیحدہ ہائی کورٹ ہوگی۔ دو یا زیادہ صوبے اتفاق رائے سے ایک مشترکہ ہائی کورٹ بھی بنا سکیں گے۔

یکم اپریل --- نئے صوبائی گورنروں کا تقرر

صدر یحییٰ خان نے یکم اپریل 70ء کو مندرجہ ذیل اصحاب کو گورنر مقرر کیا۔

صوبہ سندھ	**لیفٹیننٹ** جنرل رحمان گل
صوبہ پنجاب	**لیفٹیننٹ** جنرل عتیق الرحمٰن
صوبہ بلوچستان	**لیفٹیننٹ** جنرل ریاض حسین
شمال مغربی سرحدی صوبہ	**لیفٹیننٹ** جنرل خواجہ اظہر

نئے گورنروں کے عہدے سنبھالنے تک پورے مغربی پاکستان کے

گورنر کے فرائض انجام دینے کے لیے لیفٹیننٹ جنرل عتیق الرحمٰن سے کہا گیا۔ یہ حکم بھی جاری کیا گیا کہ اس فیصلے کو کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔

یکم اپریل --- تحقیقات کا حکم

حکومت نے پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو پر قاتلانہ حملے کی تحقیقات کا حکم دے دیا۔ بھٹو اس حملے میں بال بال بچ گئے تھے۔ حملے کی تحقیقات کے لیے مارشل لاء حکام پر مشتمل ٹیم مقرر کی گئی۔

2 اپریل --- مفتی محمود کی وضاحت

جمعیت العلمائے اسلام کے سیکرٹری جنرل مولانا مفتی محمود نے متنبہ کرتے ہوئے وضاحت کی کہ ان کی جماعت کسی ایسے آئین کو قبول نہیں کرے گی جو پاکستان کے ممتاز علماء کے پیش کردہ 22 نکات پر مبنی نہیں ہو گا۔

2 اپریل --- استعفیٰ منظور

آزاد جموں و کشمیر کے الیکشن کمشنر مسٹر جسٹس محمود احمد کا استعفیٰ منظور کر لیا گیا۔

3 اپریل --- بھٹو پر قاتلانہ حملے پر میاں طفیل کا بیان

جماعت اسلامی کے رہنما میاں طفیل محمد نے بھٹو پر کیے گئے قاتلانہ حملے پر بیان دیتے ہوئے کہا کہ مسٹر بھٹو نے سانگھڑ میں قاتلانہ حملے کا ڈھونگ رچا کر سیاست دانوں کو بے وقوف بنایا ہے۔

4 اپریل --- صدر یحییٰ کا بیان

صدر یحییٰ نے کہا کہ نظریہ پاکستان کو کسی سیاسی جماعت کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ عوامی نمائندوں کی خودمختاری پر کسی قسم کی پابندی نہیں لگائی جائے گی۔

4 اپریل --- بہاولپور کے سیاسی رہنماؤں کو قید کی سزا

مارشل لاء عدالتوں کی طرف سے بہاولپور کے چھ سیاسی رہنماؤں میاں نظام الدین حیدر، چودھری فرزند علی، مسٹر عبدالرحمٰن، سردار محمود خان، میاں اللہ نواز اور مسٹر محمد عثمان کو چھ ماہ قید کی مزید سزا سنائی گئی۔ انہیں قبل ازیں ایک سال قید کی سزا دی گئی تھی۔

4 اپریل --- نیشنل سٹوڈنٹس فیڈریشن کا سالانہ اجلاس

نیشنل سٹوڈنٹس فیڈریشن پنجاب (رشید حسن خان گروپ) کا پہلا سالانہ کونشن لاہور میں 3 اور 4 اپریل کو منعقد ہوا۔ اس کونشن میں پنجاب این۔ ایس۔ ایف کی 42 شاخوں کے تقریباً 258 مندوبین نے شرکت کی علاوہ ازیں کراچی، سندھ اور سرحد سے بھی نیشنل سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ممتاز رہنماؤں نے شرکت کی۔

پروگرام کے مطابق این - ایس - ایف کے پنجاب کونشن کے تین اجلاس تھے۔ پہلے دو اجلاس بند کمرے میں ہونا تھے اور تیسرا اور آخری اجلاس کھلا اجلاس تھا۔ پہلا اجلاس تین اپریل کو بعد از نماز جمعہ این ایس - ایف - کے لاہور دفتر میں ہوا جس کی صدارت این - ایس - ایف مغربی پاکستان کے قائم مقام جنرل سیکرٹری نایاب احمد نے کی۔ سرحد این - ایس - ایف کے چیف آرگنائزر لطیف چوہدری نے افتتاحی تقریر کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ نیشنل سٹوڈنٹس فیڈریشن کا ماضی طالب علموں کو راہ حق پر چلنے اور جدوجہد کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ ہم نے اکتوبر 1968ء میں کراچی کے ترقی پسند طالب علم محاذ سے ایوب آمریت' سرمایہ داری' جاگیرداری اور سامراج کے بتوں پر کاری ضربیں لگائیں۔ جس کی پاداش میں ہمیں جیل کی کال کوٹھڑیوں میں مقید کر دیا گیا۔ لطیف چوہدری نے کہا کہ اب طالب علموں کی یہ تنظیم سرمایہ داروں' جاگیرداروں اور سامراجیوں کے خلاف جدوجہد میں مصروف ہے' انشاء اللہ ایک دن فتح عوام کے قدم چومے گی اور عوام دشمن حلقوں کو شکست ہو گی۔

اجلاس میں پنجاب کے مختلف شہروں سے آئے ہوئے مندوبین نے اپنے اپنے شہروں کی تنظیمی کیفیت' تعداد' رکنیت اور طریقہ کار کی رپورٹیں پیش کیں' جو کافی حوصلہ افزا تھیں۔ بعد ازاں راولپنڈی کے مسٹر حسام الحق کو متفق رائے سے این - ایس - ایف پنجاب کا کنوینر مقرر کیا گیا اور 20 اراکین پر مشتمل ایک تنظیمی ڈھانچے کا قیام عمل میں لایا گیا۔

دوسرا اجلاس 4 اپریل کو صبح دس بجے کنوینر پنجاب این - ایس - ایف مسٹر حسام الحق کی صدارت میں ہوا۔ اجلاس میں افتتاحی تقریر کرتے ہوئے مسٹر حسام الحق نے مندوبین پر زور دیا کہ این - ایس - ایف کا پروگرام ایک انقلابی پیغام ہے' ہر کالج' ہر محلے اور ہر گلی میں یہ پیغام پہنچانا آپ کا ایک اہم فریضہ ہے۔

اجلاس میں ملک کی موجودہ سیاسی صورت حال پر بھی غور کیا گیا اور این - ایس - ایف کے آئندہ کے لائحہ عمل پر بحث کی گئی۔

4 اپریل کو ساڑھے تین بجے سہ پہر آخری اور تیسرا کھلا اجلاس برکت علی اسلامیہ ہال میں ممتاز اہل قلم جناب احمد ندیم قاسمی کے زیر صدارت ہوا۔ سب سے پہلے لاہور کے ایک طالب علم زاہد حسین نے تلاوت کلام پاک کی۔ راولپنڈی کے پرویز رشید نے نئی تعلیمی پالیسی پر کڑی نکتہ چینی کی اور کہا کہ یہ تعلیمی پالیسی ہمارے مسائل کو حل کرنے

سے قاصر ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت ہمارے بہت سے طالب علم بھائی جیلوں میں بند ہیں لیکن ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جیلیں ہماری راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتیں۔ کیمبلپور کے پرویز اختر نے کہا کہ اب یہ کہا جا رہا ہے کہ 23 سال کے بعد پہلا موقع آیا ہے کہ منصفانہ اور آزادانہ انتخابات ہوں گے لیکن حکومت کی جاندار پالیسی کے پیش نظر یہ بات بہت مشکل نظر آتی ہے۔

لاہور کے مسٹر ہمراز احسن نے کہا کہ اس وقت پاکستان بھر میں ہمارے طالب علم ساتھی جیلوں میں بند ہیں۔ انہیں صرف ان وجوہ کی بناء پر جیلوں میں بند کیا گیا ہے کہ وہ مظلوم کے ساتھ ہیں اور ظالم کے خلاف ہیں۔ ہمرازاحسن نے کہا کہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ہمیشہ مظلوم ظالم پر فتح یاب ہوئے ہیں۔ موجودہ دور میں بھی یہی ہوگا۔ مظلوم فتح یاب ہوں گے اور ظالم شکست کھائیں گے۔ فتح عوام کی ہوگی۔

5 اپریل --- بھٹو پر قاتلانہ حملے کی مذمت

بھٹو پر قاتلانہ حملے کے خلاف ملک بھر میں احتجاج ہوا۔ سیاسی جماعتوں نے مذمت کی۔ اخبارات نے اپنے اداریوں میں اس سانحہ پر سخت لفظوں میں تنقید کی۔ احتجاجی جلوس نکلے۔ 5 اپریل کو ایک جلوس موہنجوڈرو کے ہوائی اڈے سے شروع ہوکر لاڑکانہ پہنچا اور دو تین گھنٹے تک بازاروں میں گشت کرتا المرتضیٰ پر جا کر ختم ہوا۔ اس جلوس میں بھٹو خود بھی موجود تھے۔

5 اپریل --- صوبائی بجٹ کی تیاری

مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان میں صوبائی بجٹ کی تیاری شروع ہوگئی۔

6 اپریل --- مسیح الرحمٰن کے خلاف مارشل لاء مقدمات کی سماعت

نیشنل عوامی پارٹی (بھاشانی گروپ) کے رہنما مسٹر مسیح الرحمٰن کے خلاف مارشل لاء ضابطوں 6، 7 اور 60 اور تعزیرات پاکستان کی دفعہ 124 الف کے تحت مقدمہ کی سماعت کے دوران خصوصی فوجی عدالت نے سات گواہوں کے بیانات قلم بند کیے۔

6 اپریل --- احتشام الحق تھانوی کا بیان

مولانا احتشام الحق تھانوی نے ایک بیان میں کہا کہ سوشلزم نافذ کرنے کی کوئی کوشش برداشت نہیں کی جائے گی۔

6 اپریل --- ہڑتال ختم

لارنس پور وولن ملز کے مزدوروں کی ہڑتال ختم ہوگئی۔

7 اپریل --- مسٹر فضل القادر کی تجویز

کنونشن مسلم لیگ کے صدر مسٹر فضل القادر چوہدری نے حکومت کو آئندہ عام انتخابات ملتوی کرنے کی تجویز پیش کی۔

7 اپریل --- شیخ مجیب کے الزامات

عوامی لیگ کے رہنما شیخ مجیب الرحمٰن نے برہمن باریہ میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مشرقی پاکستان کے ساتھ روا رکھی جانے والی مالی ناانصافیوں کا تذکرہ کیا اور اپنے بیان کی تائید میں اعداد و شمار پیش کیے۔ مجیب الرحمٰن نے یہ کہا کہ 32 ارب روپے کی ترقیاتی رقم میں صرف 13 ارب 3 لاکھ روپے مشرقی پاکستان کے حصے میں آئے۔ اسی طرح 20 ارب روپے کی غیر ملکی امداد اور قرضے کی رقم میں سے مشرقی پاکستان کو صرف 5 ارب روپے ملے۔ شیخ صاحب نے شکایت کی کہ مغربی پاکستان میں منگلا اور تربیلا بند کی تعمیر پر اربوں روپے صرف کر دیئے گئے۔ لیکن مشرقی پاکستان میں سیلاب کی روک تھام کے منصوبوں پر محض اس عذر کے تحت کام نہیں ہوا کہ حکومت کے پاس روپے نہیں۔ یہ کہنے کے بعد مجیب الرحمٰن نے اعلان کیا کہ آئندہ صوبائی حکومت کی اجازت کے بغیر مشرقی پاکستان کی ایک پائی بھی مغربی پاکستان نہیں جانے دی جائے گی۔

8 اپریل --- فوجی وفد کی مراکش روانگی

پاکستان کا ایک فوجی وفد بری فوج کے چیف آف سٹاف جنرل عبدالحمید خان کی قیادت میں مراکش پہنچ گیا۔

9 اپریل --- سیاسی رہنماؤں کے بارے میں یحییٰ کا بیان

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور صدر یحییٰ خان نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ ملک کے تمام سیاسی رہنما محب وطن ہیں اور پاکستانی عوام سچے اور بہت باشعور ہیں۔

9 اپریل --- چھ نکات کے بارے میں قیوم خان کا بیان

پاکستان مسلم لیگ کے صدر خان قیوم خان نے کہا کہ عوامی لیگ کے پیش کردہ چھ نکات ملک کے حصے بخرے کرنے کے لیے اپنائے گئے ہیں۔

9 اپریل --- ایک مسلم لیگ سے دوسری مسلم لیگ میں

گوجرانوالہ کے مسٹر غلام دستگیر خان نے کنونشن مسلم لیگ سے استعفیٰ دے کر کونسل مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کرلی۔

10 اپریل --- ہڑتال

صوبے بھر میں ٹرانسپورٹروں نے علامتی ہڑتال کر دی' سات ہزار بسیں چلنا شروع ہو گئیں۔ بس مالکان نے نئی ٹرانسپورٹ پالیسی میں ترمیم کرنے کا مطالبہ کیا۔

10 اپریل --- بھٹو کا خطاب

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے سکھر میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قائداعظم کی فراست پر یقین رکھنے والوں کو اسلامی سوشلزم کو بھی قبول کرنا ہو گا۔

11 اپریل --- چیف الیکشن کمشنر کا اعلان

چیف الیکشن کمشنر پاکستان نے اعلان کیا کہ پورے ملک میں انتخابات ایک ہی روز ہوں گے۔ اس ضمن میں ملک بھر میں 60 ہزار پولنگ اسٹیشن قائم کر دیئے گئے۔

11 اپریل --- داؤد کاٹن ملز میں ہڑتال ختم

داؤد کاٹن ملز کراچی میں ہڑتالی کارکنوں کے مطالبات مان لیے گئے۔ مزدوروں نے ہڑتال ختم کر دی۔

12 اپریل --- بھٹو پر قاتلانہ حملہ

سانگھڑ میں اپنے اوپر ہونے والے قاتلانہ حملے کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ یہ اپنی نوعیت کا کوئی پہلا واقعہ نہیں تھا۔" سانگھڑ میں بندوقوں اور رائفلوں کے ساتھ باقاعدہ جنگ ہوئی۔ ہمارے مخالفوں نے مورچے سنبھال رکھے تھے۔ وہ رائفلوں کے ساتھ درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حملہ دوپہر کے وقت شروع ہوا۔ ڈپٹی کمشنر اور پولیس کے سپرنٹنڈنٹ نے ہمیں اس سازش کی بالکل اطلاع نہیں دی تھی حالانکہ انہیں یہ علم ضرور ہو گا کہ رائفلوں سے مسلح لوگ بڑی بھاری تعداد میں پچھلی رات سے ہی دور افتادہ مقامات اس لیے پہنچ رہے ہیں کہ گھات لگا کر ہم پر حملہ کریں۔ ہمارے استقبال کے لیے جو محرابیں بنائی گئی تھیں انہیں کلہاڑیوں سے تباہ کر دیا گیا۔ ہمارے لوگوں نے دو بجے صبح پولیس کو اس صورت حال سے آگاہ کر دیا اور زیادتیوں کے خلاف شکایت کی۔ پولیس کے سپرنٹنڈنٹ نے انہیں صبح آنے کے لیے کہا۔ چند گھنٹے گزرنے پر ہمارے کارکن سپرنٹنڈنٹ پولیس کے پاس پہنچے اور انہیں بتایا کہ لوگ بھاری تعداد میں شہر پہنچ رہے ہیں اور خون ریزی کا خطرہ ہے۔

"ہم اس وقت صرف گیارہ میل دور شہداد پور میں تھے۔ ہم ساڑھے دس بجے صبح ایک جلوس کی صورت میں شہداد پور سے روانہ ہوئے۔ جب ہم سانگھڑ سے دو میل دور پہنچے تو ضلعی حکام نے ہم سے درخواست کی کہ ہم جلسہ کرنے سے پہلے ریسٹ ہاؤس چلے جائیں تاکہ وہ اس اثناء میں کچھ انتظامات کر سکیں۔ ہم نے ریسٹ ہاؤس جانے کے لیے ان کی درخواست مان لی۔ میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم جس راستہ سے آ رہے تھے وہ بھی ریسٹ ہاؤس کی طرف ہی جاتا تھا۔ ڈپٹی کمشنر نے ہم سے کہا کہ ہم شہر سے باہر ہی ٹھہر جائیں۔ سانگھڑ کے مضافات میں ہمارے مخالفین نے جو چوکیاں قائم کر رکھی تھیں وہ زیادہ مضبوط تھیں۔ دراصل ہمیں گھیر لیا گیا تھا۔ چنانچہ راستہ میں رک جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"اب ہم ہر طرف سے گھر جانے کے باعث ریسٹ ہاؤس جا ہی نہیں سکتے تھے۔ بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ ریسٹ ہاؤس کا بھی محاصرہ کر لیا گیا تھا۔ پھر انہوں نے گولیاں چلانا شروع کر دیں۔ لیکن میرے دوستوں اور ساتھیوں نے مجھے بچا لیا۔ بعد میں حکومت نے اخبارات کو بتایا کہ بھٹو سے راستہ میں ہی رک جانے کی درخواست کی گئی تھی لیکن وہ نہیں رکے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بالکل سفید جھوٹ ہے۔ ہم سانگھڑ جاتے ہوئے راستہ میں کس طرح رک سکتے تھے؟ ہم ریسٹ ہاؤس میں بھی نہیں جا سکتے تھے۔ کیونکہ یہ بھی گھرا ہوا تھا۔ وہ کیوں چاہتے تھے کہ ہم ریسٹ ہاؤس جائیں۔ جب ہم ریسٹ ہاؤس کی طرف بڑھے تو ہم پر گولیوں کی بوچھاڑ کی گئی۔ میں موٹر کار میں تھا لیکن میں کار سے باہر نکل آیا کیونکہ میں بہادری اور جرات کے ساتھ موت کا سامنا کرنا چاہتا تھا۔ میں نے آگے بڑھنا شروع کیا اور اپنے مخالفین سے کہا کہ میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں اور تمہیں میرے دوستوں اور ساتھیوں پر گولیاں چلانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں ذوالفقار علی بھٹو ہوں۔ آؤ اور مجھے گولی کا نشانہ بناؤ۔ اس کے بعد انہوں نے فائرنگ شروع کر دی۔ میرے دوست مجھ پر لیٹ گئے اور اس طرح میری جان بمشکل بچی۔

"اخبارات میں یہ چھپا ہے کہ فائرنگ سانگھڑ سے میرے روانہ ہونے کے بعد ہوئی۔ یہ خبر بالکل غلط ہے۔ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ اب ہم سے یہ ثابت کرنے کو کہا جا رہا ہے کہ فائرنگ کا ذمہ دار کون تھا۔ وہ بے بنیاد پریس نوٹ جاری کر کے یہ الزام لگا رہے ہیں کہ مجھے حفاظت میں لے کر جیپ تک پہنچایا گیا حالانکہ میں کسی جیپ میں نہیں بیٹھا۔ میرے دوستوں نے مجھے ایک ڈاج میں سوار کرایا۔ اس کار پر بھی گولیاں چلائی گئیں اور ایک گولی مجھ سے صرف چند انچ کے فاصلے سے گزری۔ میں جس کار میں بیٹھا ہوا تھا اسے کئی گولیاں لگیں۔ پریس نوٹ بالکل غلط ہے۔ اس کے باوجود وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم تحقیقاتی کمیٹی سے تعاون کریں۔ ہم نے مطالبہ کیا تھا کہ تحقیقات بالکل آزادانہ ہونی چاہیے اور اس کے لیے ہائی کورٹ کا کوئی جج مقرر ہونا چاہیے۔ انتظامیہ اپنی ہی دھاندلیوں کی تحقیقات کس طرح کر سکتی ہے؟ اسی لیے پیپلز پارٹی کی

مجلس عاملہ نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ تحقیقات ہائی کورٹ کے کسی جج سے کرائی جائے۔ موجودہ حکومت غیر جانبدار نہیں ہے۔ جن لوگوں کو حکومت کی حمایت حاصل ہے ان کی تقریروں کی بڑی تشہیر کی جا رہی ہے۔ لیکن پریس میرے بیانات کا بلیک آؤٹ کرتا ہے۔ جب میں نے کراچی میں ایک پریس کانفرنس منعقد کی تو یہ حکم جاری کیا گیا کہ اسے ٹیلی ویژن پر نہ دکھایا جائے۔ کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ یہ حکم کس نے جاری کیا تھا؟ یہ کوئی غیر جانبداری نہیں۔ میں پھر اعلان کرتا ہوں کہ یہ حکومت غیر جانبدار نہیں ہے۔

بھٹو نے جنرل یحییٰ کے جانبدارانہ کردار کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ "جنرل یحییٰ کو اب ایک بلند منصب پر فائز کر دیا گیا ہے۔ جنرل یحییٰ نے 31 مارچ کو راولپنڈی میں ایک پریس کانفرنس میں کہا تھا کہ اس نے چار ٹوپیاں پہن رکھی ہیں۔ وہ سربراہ مملکت' چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر' سپریم کمانڈر اور کمانڈر انچیف بھی ہیں۔ یحییٰ صاحب! خدا آپ کو ایک پانچویں ٹوپی بھی عطا کر دے۔ جناب صدر! ساری قوم سر سے ننگی ہے اور آپ چار ٹوپیوں سے کھیل رہے ہیں۔ یہ استحصالی نظام آخر کیوں جاری رکھا جا رہا ہے؟ یہ بے انصافیاں کیوں کی جا رہی ہیں؟

صدر کو یہ حقیقت پیش نظر رکھنی چاہیے کہ انہیں چار میں سے کوئی ٹوپی بھی عوام نے ہرگز نہیں دی۔ یہ عوام ہی تھے جنہوں نے تحریک شروع کی اور ایک آمر کا سامنا کیا۔ وہ آمر یحییٰ خاں سے بہت زیادہ طاقتور تھا۔ گیارہ سال پہلے وہ اس وقت برسر اقتدار آیا تھا جب ملک میں بہت کم سیاسی بیداری پائی جاتی تھی۔ پارلیمانی نظام ناکام ہو چکا تھا اور اس کے وجوہ کا سب کو علم ہے۔ سیاستدانوں کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا۔ ایوب خاں اقتدار غصب کرنے کے لیے طویل عرصہ تک سازش کرتا رہا۔ پھر اس نے بنیادی جمہوریتوں کا نظام رائج کیا اور اس نے بنیادی جمہوریتوں کے اپنی پسند کے اسی ہزار ارکان کی مدد سے اپنی پوزیشن مضبوط بنالی۔ اس نے ایک غیر جمہوری آئین نافذ کیا مگر یہ بہرحال ایک آئین تھا۔ اسے ایک پارٹی کی حمایت بھی حاصل تھی خواہ اس پارٹی کی حیثیت کچھ نہیں تھی۔ اس کے پاس بے پناہ سرمایہ تھا۔ اسے گورنروں کے ذریعہ صرف دو صوبوں کو کنٹرول کرنا تھا اور یہ مقابلتاً آسان کام تھا۔ اسے فوج' پولیس اور نوکر شاہی کی حمایت بھی حاصل تھی۔ اس کے باوجود جب عوام نے تحریک شروع کی اور آمر کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا گیا۔ یہ ایک بہت بڑی تحریک ہے۔ موجودہ حکمرانوں کے علاوہ کل برسر اقتدار آنے والوں کو یہ تحریک کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیے۔

بھٹو نے انکشاف کیا کہ یحییٰ خان نے ان سے اپنی ملاقات میں اپنی غیر جانبداری کا یقین دلایا ہے لیکن ان کی حکومت غیر جانبدار نہیں ہے۔ انہیں عملی طور پر اپنی غیر جانبداری کا ثبوت دینا چاہیے۔ بھٹو نے کہا کہ اصل قوت عوام ہیں ان کی حمایت کے بغیر کوئی فیصلہ قابل قبول نہیں ہوتا۔ یحییٰ خان کے لیگل فریم ورک آرڈر کے پانچ اصولوں --- اسلامی نظریہ' پاکستان کی سالمیت' جمہوریت' صوبائی خودمختاری اور ترقی --- کا ذکر کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ "ان پر بحث' ان کی وضاحت اور ان کی حد بندی بھی ضروری ہوگی۔ اس امر پر بھی سمجھوتہ کرنا ہوگا کہ صوبائی خودمختاری کی حدود کیا ہوں گی اور یہ فیصلہ کس طرح کیا جائے گا کہ آیا کوئی مجوزہ اقدام پاکستان کی سالمیت یا اسلامی اصولوں کے واقعی خلاف ہے۔ ایک دوسرے سے مختلف پروگرام رکھنے والی کئی پارٹیاں انتخابات لڑیں گی۔ لیگل فریم ورک آرڈر ایک نیا نکتہ آغاز ہے۔ ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ انتخابی دوڑ کی نگرانی پوری غیر جانبداری سے کی جائے گی اور ہر کسی پر ایک سے ضابطوں کا اطلاق ہوگا۔ آئین بارہ کروڑ عوام کے نمائندوں کو مرتب کرنا ہوگا۔ اگر لیگل فریم ورک آرڈر میں جمہوریت کا اصول شامل ہے تو ان نمائندوں کا فیصلہ قطعی ہوگا۔ اگر صدر کو عوامی نمائندوں کا فیصلہ مسترد کرنے کا اختیار ہوا تو یہ اقدام جمہوریت کی روح کے منافی ہوگا۔"

12 اپریل --- بھٹو کا مزدوروں کو گواہ بنا کر اعلان

لیاری کے ککبول پارک میں' مزدوروں کے نمائندہ اجلاس کو گواہ بنا کر بھٹو نے اعلان کیا کہ اگر منتخب اسمبلی اور صدر کے درمیان کسی بات پر نزاع پیدا ہوا تو عوام اور صرف عوام کو ثالث بنایا جائے گا وہی اس ملک کے حاکم ہیں۔

12 اپریل --- ڈھاکہ کے پلٹن میدان میں ہنگامہ اور پتھراؤ

مسٹر فضل القادر چوہدری اور کئی دوسرے مسلم لیگی راہنماؤں پر ہنگامے کے بعد شدید پتھراؤ کیا گیا۔ یہ ہنگامہ ڈھاکہ کے مشہور پلٹن میدان میں رونما ہوا۔

12 اپریل --- صدر کا عطیہ

صدر یحییٰ خان نے انجمن حمایت اسلام کو دو لاکھ روپے کا عطیہ دیا۔

12 اپریل --- صوبہ بھر میں ٹرانسپورٹ ہڑتال

مغربی پاکستان ٹرانسپورٹ فیڈریشن کی اپیل پر پورے صوبے میں چوبیس گھنٹے کی ہڑتال کی گئی۔

13 اپریل --- اسمبلی کی حاکمیت اور عدلیہ کی بالادستی

کونشن مسلم لیگ کے سربراہ مسٹر فضل القادر چودھری نے حکومت

سے مطالبہ کرتے ہوئے ایک بیان میں کہا کہ اسے قومی اسمبلی کی حاکمیت اور عدلیہ کی بالا دستی کو قبول کر لینا چاہیے۔

13 اپریل --- قیوم خان کی وضاحت

مسلم لیگ کے سربراہ خان عبدالقیوم خان نے اپنے ایک اخباری بیان میں مشرقی پاکستان کے مسائل پر وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ آبادی کے تناسب پر انتخابات کے بعد مشرقی پاکستان میں ناانصافیوں کا ازالہ ہو جائے گا۔

13 اپریل --- کراچی میں ہنگامے اور ہڑتال

داؤد کاٹن ملز کراچی میں زبردست ہنگاموں کے بعد پولیس کی مداخلت سے فائرنگ اور لاٹھی چارج سے متعدد افراد زخمی ہوگئے۔ نیز جناح میڈیکل کالج کراچی کے ڈاکٹروں نے اپنے مطالبات کی منظوری کے لیے ہڑتال کر دی۔

14 اپریل --- مشرقی پاکستان میں شدید طوفان

ڈھاکہ میں زبردست طوفان سے 127 افراد اور 1000 افراد زخمی ہوگئے۔ طوفان اتنا شدید تھا کہ مکانوں کی چھتیں اڑ گئیں۔ بجلی کے کھمبے، درخت اور ٹیلی فون پول اکھڑ گئے۔ صدر یحییٰ کی طرف سے متاثرین کو فوری امداد دینے کا اعلان۔

14 اپریل --- سندھ عوامی محاذ کی صدر سے اپیل

آغا محمد یحییٰ خان کے نام اپیل میں سندھ عوامی محاذ نے ویسٹ پاکستان واٹر اینڈ پاور ڈویلپمنٹ کارپوریشن، سال انڈسٹریل کارپوریشن اور ریلوے کے اداروں اور فنڈز کو صوبائی انتظامیہ کے زیر اختیار دینے کا مطالبہ کیا۔

14 اپریل --- سندھ عوامی محاذ میں ٹوٹ پھوٹ

قومی، لسانی بنیادوں پر صوبے کی تشکیل کا مطلب سندھ عوامی محاذ کے بنیادی نعرے کا خاتمہ تھا اس کا پہلا اظہار ایوب کھوڑو، قاضی محمد اکبر اور بعض دوسروں کا محاذ چھوڑنے سے ہوا۔ جی ایم سید نے تمام وسائل کو مرکوز کرنے کی اپیل کی تاکہ آئندہ انتخابات میں ایوب کھوڑو سے ٹکر لی جائے۔

15 اپریل --- مسلم لیگی رہنما کا انتقال

کنونشن مسلم لیگ کے رہنما اور تحریک پاکستان کے سرگرم رکن جناب منظر عالم حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے کراچی میں انتقال کر گئے ان کی عمر 55 برس تھی۔

16 اپریل --- چیف الیکشن کمشنر کا اعلان

چیف الیکشن کمشنر پاکستان نے اعلان کیا کہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابی قوانین اور دیگر متعلقہ تفصیلات کا اعلان 15 مئی کو کیا جائے گا۔ اس اعلان میں امیدواروں کی نامزدگی سے لے کر انتخابی نتائج تک کی کارروائیوں کا احاطہ ہوگا۔

18 اپریل --- امتیاز علی تاج پر قاتلانہ حملہ

اردو کے ممتاز ڈرامہ نگار سید امتیاز علی تاج کے گھر گزشتہ شب نامعلوم افراد نے حملہ کر کے انہیں شدید زخمی کر دیا۔ امتیاز علی تاج کو میو ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ حملہ آور گرفتار نہ ہو سکے۔

19 اپریل --- کیمبلپور میں بھٹو کا خطاب

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کیمبل پور کے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اصل مسئلہ مساوات ہے۔ انہوں نے پاکستان کی آمریت کی تاریخ اور ایوب خان کے خلاف عوامی جدوجہد کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ کئی دوسری پارٹیاں پیپلز پارٹی سے زیادہ پرانی تھیں۔ یہ پارٹیاں برسوں سے چلی آ رہی تھیں۔ لیکن انہوں نے ایوب خان کے خلاف کچھ نہ کیا۔ اب وہ ایوب خان کے خلاف مہم شروع کرنے کا دعویٰ کر رہی ہیں۔ بھٹو نے کہا:

"ہماری پارٹی نے ترقی اس لیے کی اس کا اولین اصول عوام سے رابطہ قائم کرنا ہے ہم کسی سے بھی لڑ سکتے ہیں۔ ہمیں مصائب کا سامنا کرنا بھی پڑ سکتا ہے۔ لیکن ہم اس اصول کو کبھی ترک نہیں کر سکتے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ ہمیں اہم لوگوں، سرکاری ملازموں، پولیس یا فوج کی حمایت حاصل نہیں رہی۔ ہمارے ہاتھ خالی تھے لیکن ہم نے ایک ایسی سیاسی تحریک شروع کی جو اسی قسم کے حالات میں کوئی دوسری پارٹی کبھی نہیں چلا سکتی تھی۔ ہم آپ کے پاس براہ راست پہنچے اور آپ کی حمایت حاصل کی۔ ہم آپ کے ساتھ رہے اور آپ نے بھی ہمارا ساتھ دیا۔ میں پاکستان پیپلز پارٹی اور پاکستان کے عوام میں کوئی فرق نہیں پاتا۔ دونوں ایک ہی ہیں۔ اس پارٹی کی ترقی عوام کی ترقی ہے۔ اگر اس پارٹی کو کوئی نقصان پہنچتا ہے تو آپ کو یہ سمجھنا چاہیے کہ پاکستان کے عوام کو نقصان پہنچا ہے۔ جو پرانی پارٹیاں بالکل ناکام رہیں اور انہوں نے گزشتہ 23 برس میں ملک کی کوئی خدمت نہیں کی وہ محاذ قائم کر رہی ہیں اور ایک دوسرے سے معاہدے کرنے میں مصروف ہیں۔ اس کی وجہ ان کا یہ احساس ہے کہ عوام جاگ اٹھے ہیں۔ اور ایک ایسی پارٹی موجود ہے جو عوامی سیاست پر یقین رکھتی ہے۔ عوام سے اس پارٹی کا براہ راست رابطہ ہے۔ ان پرانی پارٹیوں کی سیاست عوام کی سیاست کبھی نہیں

رہی۔ ان کی سیاست محض لوٹ کھسوٹ میں حصہ لینا تھا وہ بند کمروں میں سازشیں کیا کرتی تھیں اور وزیر اپنی پارٹیاں بدلتے رہتے تھے۔ یہ عوام کی سیاست نہیں تھی۔"

بھٹو نے یاد دلایا کہ اس سے قبل غلام محمد کے غیر قانونی طور پر اسمبلی توڑنے کے خلاف بھی کوئی احتجاج نہ کیا گیا۔ "اس مرحلے پر سیاستدان عام انتخابات کا مطالبہ کر سکتے تھے۔ وہ اس کی بجائے دوسری دستور ساز اسمبلی میں شامل ہو گئے۔ اس اسمبلی کو آپ نے منتخب نہیں کیا تھا۔ اس کے ارکان آپ کے ووٹوں سے منتخب نہیں ہوئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد آپ نے کوئی قومی اسمبلی منتخب کرنے کے لیے اپنے ووٹ کبھی نہیں ڈالے۔ یہ حکومتیں کس طرح قائم ہوئیں؟ یہ لوگ کس طرح منتخب ہوئے تھے؟ وہ عوام کے پاس اس لیے کبھی نہیں جاتے تھے کیونکہ ان کے اقدامات عوامی مفادات کے منافی ہوتے تھے ان کی کوششیں ہمیشہ یہ رہتی کہ چند سرمایہ داروں اور سیاستدانوں کے ساتھ سازشیں کرکے حکومتیں بنائیں۔ یہ لوگ حکومتیں اور قوانین بنانے کے لیے جوڑ توڑ کرتے رہتے۔ انہوں نے عوام کی رائے اس لیے کبھی حاصل نہیں کی کیونکہ وہ عوام کی سیاست پر یقین ہی نہیں رکھتے تھے۔

یہی وہ لوگ تھے جو ایوب خان کی گول میز کانفرنس میں شامل ہوئے۔ ہم ان کی پرانی بدعنوانیوں پر انہیں معاف کر سکتے ہیں لیکن وہ ایوب خاں کی گول میز کانفرنس میں کیوں گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ عوام کے پاس جانا نہیں چاہتے تھے اور وہ عوام کی سیاست پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ انہی لوگوں نے ایوب خاں کے خلاف تحریک کے زمانہ میں یہ اعلان کیا تھا کہ وہ ایوب خاں سے کبھی بات نہیں کریں گے۔ لیکن جونہی ایوب خاں نے انہیں دعوت نامے بھیجے' وہ گول میز کانفرنس میں شریک ہونے کے لیے فوراً راولپنڈی پہنچ گئے۔ ایوب خاں دراصل اقتدار چھوڑنا نہیں چاہتا تھا وہ برسر اقتدار رہنا چاہتا تھا اور یہ لوگ جو جمہوریت کے لیے واویلا کرتے تھے کانفرنس میں شرکت کے لیے فوراً پنڈی جا پہنچے۔

"پیپلز پارٹی کا رویہ کیا تھا؟ ہم نے یہ اعلان کیا کہ گول میز کانفرنس کو فیصلے نہیں کرنے چاہئیں۔ عوام کو فیصلے کرنے چاہئیں۔ ہم کانفرنس میں اس لیے شامل نہ ہوئے کیونکہ کانفرنس میں شرکت پاکستان کے عوام سے غداری ہوتی۔ ہمارے نوجوانوں نے اس تحریک میں اپنا خون بہایا تھا۔ مزدور اپنی ملوں سے باہر نکل آئے تھے اور کسانوں نے اپنے کھیتوں میں ہل چلانا بند کر دیا تھا۔ یہ ایک عوامی تحریک تھی اور ہم اس تحریک کے مقصد سے غداری نہیں کر سکتے تھے۔ ہم گول میز کانفرنس میں نہیں گئے کیونکہ ہم جانتے تھے کہ اس کانفرنس کا مقصد ایوب خاں کو برسر اقتدار رکھنا ہے۔ اس کا مقصد بنیادی جمہوریتوں اور پرانے نظام کو برقرار رکھنا تھا۔ ہم کانفرنس میں شامل اسی لیے نہ ہوئے کیونکہ ہماری رائے یہ تھی کہ آئین' پالیسیوں یا اقتصادی نظام کے متعلق سارے فیصلے عوام کو کرنے چاہئیں اور یہی فیصلے جائز اور دیرپا ہوں گے۔

"ہم کوئی اور گول میز کانفرنس نہیں چاہتے۔ ہم عوام کی کانفرنس چاہتے ہیں۔ عوامی نظریات آئین کی بنیاد ہونے چاہئیں اور ہر سیاسی ڈھانچے کی تعمیر میں عوام کی حمایت اور خواہشات کا دخل ہونا چاہیے۔ اس طرح ملک کا اقتصادی نظام بھی عوام کی خواہشات کے مطابق تیار ہونا ضروری ہے۔ آپ مطمئن رہیں کہ ہماری مخالف سیاسی پارٹیوں نے جو محاذ بنائے ہیں۔ ان کی وجہ سے ہماری پارٹی کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو گا۔ عوام کو محنت کشوں' مزارعوں' اور طالب علموں کا ایک متحدہ محاذ بنانا چاہیے۔ یہی اس پارٹی کا نظریہ ہے۔ یہ پارٹی ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے گی اور آپ سے کبھی غداری نہیں کرے گی۔"

بھٹو نے کہا کہ پیپلز پارٹی اس لیے بھی کامیاب ہو گی کہ اس نے عوام کو تحریری شکل میں ایک عوامی پروگرام دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں عوام سے اپنے وعدوں پر کاربند رہا ہوں۔ عوام سے میرا پہلا وعدہ یہ تھا کہ میں انہیں آزادانہ خارجہ پالیسی دوں گا۔ ایوب خان کی پالیسی پاکستان کے لیے نقصان دہ تھی۔ اس نے ہمیں کئی مشکلات میں مبتلا کر دیا۔ پاکستان نے ہمسایہ بڑی طاقتوں کی دشمنی مول لے لی۔ پاکستان کی سالمیت بھی خطرے میں پڑ گئی۔ ہماری خارجہ پالیسی ایک بڑی طاقت کے احکام کی پابند تھی۔ پاکستان کے بارہ کروڑ عوام کو اس بڑی طاقت کی خواہشات کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کیا گیا۔ یہ قائداعظم کے خوابوں کا پاکستان ہرگز نہیں تھا۔ قائداعظم ایک آزاد پاکستان چاہتے تھے جہاں عوام کی خواہشات کا بول بالا ہو۔ وہ آزاد خارجہ پالیسی رکھنے والا ایک مضبوط پاکستان چاہتے تھے۔

"ایوب خان نے جو خارجہ پالیسی اختیار کی وہ بالکل غلط تھی۔ میں نے اپنی خارجہ پالیسی کو آزاد بنانے کا عزم کر لیا تھا۔ جب میں وزیر خارجہ بنا تو میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور آپ کی مدد سے اپنا یہ وعدہ پورا کر دیا۔ پاکستان نے روس' چین اور مشرق وسطیٰ کے ملکوں سے دوستی استوار کی۔ ان حکومتوں نے بار بار یہ اعلان کیا ہے کہ پاکستان کی خارجہ پالیسی بڑی اچھی ہے۔ پاکستان کے دشمنوں نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ پاکستان کی خارجہ پالیسی بڑی اچھی ہے۔ یہ خارجہ پالیسی میرے زمانے میں شروع ہوئی اور پرانی خارجہ پالیسی ترک کر دی گئی۔ وہ پالیسی عوام کی خواہشات کے مطابق نہیں تھی۔ ہندوستان سے جنگ کے زمانہ میں ملک کی خدمت کرتے ہوئے میں اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لایا۔ میں تفصیلات میں جانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا کیونکہ عوام ان

واقعات سے بخوبی آگاہ ہیں۔

"میں نے دوسرا وعدہ ایوب خان کی آمریت کے بارے میں کیا تھا۔ میں نے اعلان کیا تھا کہ ہم اس آمریت کو شکست دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور آپ کی جدوجہد کے ذریعہ ہم یہ وعدہ پورا کرنے میں بھی کامیاب ہوئے۔ اللہ نے چاہا تو ہم ملک میں غربت اور بھوک بھی ختم کر دیں گے۔ آپ کے تعاون سے ہم پاکستان میں بھوک اور غربت یقیناً ختم کر سکتے ہیں۔ عوام کے مصائب ضرور ختم ہو سکتے ہیں۔ پاکستان کے عوام اتنی مصیبتوں میں آخر کیوں مبتلا ہیں؟ اس صورت حال کو ختم کرنے کے طریقے اور وسائل موجود ہیں۔ لیکن ایسا کرنے کے لیے ارادے میں خلوص اور طریقہ کار حقیقت پسندانہ ہونا چاہیے۔ دوسرے ملکوں میں ایسا ہو چکا ہے۔ چنانچہ اب وہاں خوشحالی پائی جاتی ہے۔ ان ملکوں میں لوگوں کو روٹی' کپڑا' روزگار اور ان کے بچوں کو مفت تعلیم میسر ہے۔

بدقسمتی سے پاکستان میں آزادی کے 23 سال بعد بھی غریب مختلف پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ اور ہماری تقریباً تمام صنعتی دولت اور مالی وسائل بائیس خاندانوں کے ہاتھوں میں مرکوز ہیں۔ اب ہماری ساری جدوجہد کا واحد مقصد اقتصادی نظام میں بنیادی تبدیلی لانا ہے۔ ایک طرف آپ ان سیاسی جماعتوں کو ہمارے خلاف سرگرم عمل پائیں گے جو سرمایہ داروں کے پٹھو ہیں اور 23 برسوں سے انہی کی خدمت کر رہی ہیں۔ چنانچہ یہ پارٹیاں ملک کو تباہی کے کنارے پر لے آئیں۔ دوسری طرف آپ ان پارٹیوں کے خلاف پاکستان پیپلز پارٹی کو صف آرا پائیں گے۔ اس پارٹی نے یہ اعلان کر رکھا ہے کہ وہ ظلم اور تشدد کو ہرگز برداشت نہیں کرے گی اور اس بدعنوان نظام کو ختم کر دے گی۔"

بھٹو نے کہا کہ ان کے نزدیک سب سے اہم مسئلہ اقتصادی مسئلہ ہے۔ آئین کے مسئلہ پر کوئی اختلاف رائے نہیں ہے۔ اختلاف صرف غربت دور کرنے کے سوال پر ہے کیونکہ اگر عوام بھوک سے مر رہے ہوں تو آئین خوراک کا نعم البدل بن کر ان کی بھوک ختم نہیں کر سکتا۔ اگر وہ کپڑے اور مکان سے محروم ہیں تو آئین ان چیزوں کا نعم البدل نہیں بن سکتا۔ انہوں نے کہا کہ نہ تو آئین عوام کے مسئلے حل کر سکتا ہے اور نہ ہی انتخابات سے ان کے سارے مسئلے حل ہوں گے تاہم وہ اعلان کرتے ہیں کہ آئین ضرور تیار کیا جائے گا۔ لیکن صرف آئین سے عوام کے مسائل حل نہیں ہو سکیں گے۔ قیام پاکستان سے قائداعظم کا مقصد سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ تھا لیکن انگریزوں نے جو نظام ہمیں ورثے میں دیا وہ اب تک جاری ہے۔ اس لیے بھٹو نے کہا کہ:

ہمیں ان لوگوں کو نیچے لانا ہو گا جو اس وقت سب سے اونچی سیڑھی پر دکھائی دیتے ہیں۔ ساتھ ہی ہمیں مفلوک الحال غریب طبقے کی حیثیت بلند کرنا ہو گی۔ یہی ہماری جدوجہد کا مقصد ہے اور ہم نے اپنے تین اصول تحریراً" آپ کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اب کسی کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔ جن لوگوں نے آپ کو دھوکہ دیا وہ بے نقاب ہو چکے ہیں۔ آپ یہ بھی بخوبی جانتے ہیں کہ گزشتہ 23 برسوں میں آپ سے کیا وعدے کیے گئے اور عملاً" کیا کیا گیا۔ درحقیقت کچھ بھی نہیں کیا گیا۔ آپ کو ان کی "کامیابیوں" کا ہماری کارکردگی سے مقابلہ کرنا ہو گا۔ وہ آپ کو تحریر میں کچھ نہیں دیں گے۔ وہ محض زبانی وعدے کر رہے ہیں لیکن ہم نے آپ کو سب کچھ لکھ کر پیش کیا ہے۔ ہم پاکستان کے عوام کے ساتھ ہیں اور انہیں کسی حالت میں بھی مایوس نہیں کریں گے۔"

انہوں نے پیپلز پارٹی کے تینوں اصول "باب اسلام ہمارا مذہب ہے' جمہوریت ہماری سیاست ہے' اور سوشلزم ہماری معیشت ہے" کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ سوشلزم کا مطالبہ پاکستان میں پہلی بار نہیں کیا گیا۔ قائداعظم نے بھی اپنی تقریروں میں اسلامی سوشلزم کی حمایت کی تھی۔ سوشلزم غربت اور محرومیوں کا علاج ہے۔ جو اس ملک کا سب سے بڑا مسئلہ ہیں۔ آپ دوسرے نظام کی "کامیابیوں" کا بھی جائزہ لے سکتے ہیں اس نظام کے تحت غریبوں نے ترقی نہیں کی صرف بائیس خاندانوں نے کی ہے۔ جہاں کارخانوں' بنکوں اور انشورنس کمپنیوں کی تعداد بڑھی وہاں ہماری غربت میں بھی اضافہ ہوا۔ آپ اپنی حالت زار کا خود جائزہ لے سکتے ہیں۔ کیا آپ اپنے بچوں کو تعلیم دلانا نہیں چاہتے؟ کیا اس ملک کے عوام محنتی نہیں ہیں؟ کیا اس ملک کے عوام ست ہیں؟ ہرگز نہیں' وہ دن رات کھیتوں میں کام کرتے ہیں' ان دنوں وہ چلچلاتی دھوپ اور جھلسا دینے والی گرمی میں گندم کی فصل کاٹنے میں مصروف ہیں۔ محنت کش دن رات کارخانوں میں کام کر رہے ہیں۔ کیا وہ آرام دہ زندگی کے مستحق نہیں ہیں؟ کیا وہ درد اور تکلیف محسوس نہیں کرتے؟ کیا ان کی کوئی خواہش نہیں؟ اکثریت کی حالت آخر کیا ہے؟

انہوں نے کہا پیپلز پارٹی کوئی غیر اسلامی نظام رائج نہیں کرنا چاہتی بلکہ وہ غربت اور بھوک کو ختم کرنے پر زور دیتی ہے۔ اسی روز ایبٹ آباد میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے عوامی حقوق کے لیے لانگ مارچ کا نعرہ بلند کیا اور کہا یہ نعرہ بلند کرنے سے اسلام خطرے میں نہیں پڑتا ہے۔ انہوں نے پارٹی کے تینوں اصولوں کو دہراتے ہوئے کہا کہ جب تک غربت کا مسئلہ حل نہیں ہو گا ملک کبھی ترقی نہیں کر سکے گا۔ انہوں نے کہا پیپلز پارٹی اس لیے اہم نہیں ہے کہ اس کی بنیاد انہوں نے رکھی تھی بلکہ اس لیے اہم ہے کہ یہ عوام کی جماعت ہے جنہوں نے تاریخ میں پہلی بار ایک آمریت کو شکست دی۔ بھٹو نے کہا:

"یہ اس لیے ممکن ہوا کہ جدوجہد کے دوران ہم نے آپ کا ساتھ

دیا۔ ہم نے خاموش تماشائی بن کر آپ سے یہ نہیں کہا کہ آپ ہار جائیں، لڑیں اور اپنا خون بہائیں، ہم جدوجہد کے تمام مراحل میں آپ کے ساتھ تھے۔ مجھے میانوالی اور ساہیوال کی جیلوں میں قید بھگتنا پڑی۔ اس مرحلے پر آپ میری طاقت کا ذریعہ تھے۔ اب ہمارا یہ وعدہ ہے کہ ہم بدعنوانیاں روا رکھنے والے اس نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے جس نے ملک میں غربت اور محرومیاں بڑھائیں۔ ہم اس نظام کو ختم کرکے عوامی حکومت قائم کریں گے۔ میں اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہوں کہ یہ جدوجہد خاصی دشوار ہوگی۔ عوام کے حقوق حاصل کرنے کے لیے بڑی قربانیاں دینا پڑیں گی۔ ہمیں طویل مسافت (لانگ مارچ) طے کرنا ہوگی۔ جب میں یہ کہتا ہوں کہ ہم لانگ مارچ کریں گے تو مجھے کمیونسٹ کہا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تاریخ میں پہلی لانگ مارچ امام حسین نے کی تھی۔

بھٹو نے کہا کہ ممکن ہے ہمیں طویل جدوجہد کرنا پڑے اور قربانیاں بھی پیش کرنی پڑیں لیکن عوامی حکومت قائم ہو کر رہے گی اور ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔

19 اپریل --- پتھراؤ سے جماعت اسلامی کے رہنما زخمی

گوجرانوالہ میں ایک ہنگامے میں شدید پتھراؤ سے جماعت اسلامی کے مقامی رہنما محمد اسماعیل شدید زخمی ہوگئے انہیں فوری طبی امداد کے لیے ہسپتال لے جایا گیا۔

19 اپریل --- امتیاز علی تاج کا انتقال

امتیاز علی تاج قاتلانہ حملے میں شدید زخمی ہونے کے بعد زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے ہسپتال میں چل بسے۔

20 اپریل --- مانسہرہ کے جلسہ عام سے بھٹو کا خطاب

اگلے روز ذوالفقار علی بھٹو نے مانسہرہ کے جلسہ عام سے خطاب کیا۔ انہوں نے یاد دلایا کہ وہ ایوب کے دور اقتدار میں بھی مانسہرہ کا دورہ کر چکے ہیں۔ جب پارٹی نئی نئی بنی تھی اور اسے تباہ کرنے کے لیے ایوب خان کے پاس ہر اختیار تھا۔ انہوں نے گزشتہ روز کی اپنی تقریروں کو دہراتے ہوئے ان سیاست دانوں پر تنقید کی جو اب ایوب خان کو گرانے کا دعویٰ لے کر میدان میں نکل آئے ہیں۔ بھٹو نے پارٹی کے تین بنیادی اصولوں کو دہراتے ہوئے، بڑے اصرار کے ساتھ کہا کہ اسلام کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ انہوں نے عوام کی بنیادی ضرورتوں روٹی، کپڑا، مکان اور تعلیم کو پورا کرنے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ ایسا صرف اسلامی مساوات قائم کرنے سے ہوگا۔

بھٹو نے کہا کہ دنیا کے بیشتر اسلامی ملکوں میں "اسلامی مساوات" کا نظام رائج ہے کیا وہ سب کافر ہیں؟

الجزائر، مصر، سوڈان، لیبیا، عراق اور شام نے اپنے اپنے طریقوں سے اسلامی سوشلزم اختیار کیا ہے۔ ہمیں اسے پاکستان کے حالات کے مطابق ڈھالنا ہے۔ جس طرح یہ ملک بدستور مسلمان رہے اسی طرح ہم بھی مسلمان ہونے کی بنا پر ایک اسلامی ملک ہی رہیں گے۔ "اسلام خطرے میں ہے" کا نعرہ صرف سرمایہ دار ایجنٹ لگاتے ہیں۔ یہ لوگ سرمایہ داروں کے پٹھو ہیں اور اپنے مفادات کا تحفظ کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے گزشتہ 23 برسوں میں کچھ نہیں کیا۔ انہوں نے صرف سرمایہ داروں کی خدمت کی ہے جو ملک میں ایک کے بعد دوسرا کارخانہ لگاتے رہے لیکن عوام کی حالت کیا ہے؟ اسلام کی خدمت صرف اس صورت میں ہوگی کہ پاکستان کے مسلمان عوام کی خدمت کی جائے۔ یہی ہماری کوشش ہوگی۔

بھٹو نے کہا کہ "یہ بات انصاف کے منافی ہے کہ آپ جو دولت پیدا کریں اسے دوسرے لوگ غصب کر لیں۔ اس نظام میں تبدیلی کی ضرورت ہے ورنہ پاکستان کا وجود ایک خطرے میں پڑ جائے گا۔ اس میں تبدیلی کے بغیر آپ کبھی خوشحال نہیں ہو سکتے۔ اس نظام کو تبدیل کیے بغیر غربت اور بھوک کا قلع قمع ممکن نہیں۔ سرمایہ داروں کو اس حقیقت کا علم ہے کہ ہم نے ایک عوامی تحریک شروع کر دی ہے۔ ہم ان سے خائف نہیں ہیں۔ ہم عوام کے ساتھ ہیں اور انہیں وعدہ کے مطابق منزل مقصود تک پہنچائیں گے۔ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ عوام کی خواہش کے عین مطابق ہے، اسی لیے وہ میری تقریروں سے خوفزدہ ہیں۔ اگر میں سانگھڑ میں تقریر کر لیتا تو آسمان نہ گر پڑتا لیکن انہوں نے سانگھڑ میں میری تقریر رکوانے کی کوشش کی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ میں حق بات کہتا ہوں اور عوام کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہوں۔"

ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ پیپلز پارٹی، عوام کی اپنی پارٹی ہے۔" کراچی سے خیبر تک لوگ اس پارٹی کے ساتھ ہیں کیونکہ ہم ان کے مسائل کی بات کرتے ہیں جس طرح ماضی میں ہم نے انہیں کبھی دھوکہ نہیں دیا اسی طرح آئندہ بھی دھوکہ نہیں دیں گے۔ ہم نے ان کی خدمت کی ہے اس لیے وہ ہمارے ساتھ ہیں۔ براہ کرم اس پارٹی کے ہاتھ مضبوط کریں کیونکہ یہ آپ کی پارٹی ہے۔ اگر اس پارٹی کو کوئی نقصان پہنچا تو آپ کے مفادات کو نقصان پہنچے گا۔ ہم چاہتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو اور جس حد تک ہمارے وسائل اجازت دیں آپ کے بچے مفت تعلیم حاصل کریں۔ اب ملک کی دولت اور وسائل 22 خاندانوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ جب تک یہ صورت حال تبدیل نہیں ہوگی آپ نہ تو ترقی کر سکیں گے اور نہ ہی آپ کی روزمرہ کی ضروریات پوری ہو سکیں گی ہم نجی املاک کے خلاف نہیں ہیں۔ جو لوگ یہ کہتے

ہیں کہ ہم ساری نجی جائیداد چھوٹے کارخانے اور اراضی کی چھوٹی ملکیتیں ختم کر دیں گے وہ بالکل جھوٹ کہتے ہیں۔ یہ بے بنیاد پراپیگنڈہ ہے۔

"ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ بڑے تاجروں اور بے شمار کارخانوں کے مالک سرمایہ داروں پر کچھ پابندیاں عائد کی جائیں اور نچلی سطح کے لوگ ترقی کریں یہی ہمارا مقصد ہے۔ ہم نے اپنا پروگرام ایک تحریری منشور میں پیش کیا ہے۔ کیونکہ ہم جھوٹے وعدے نہیں کرتے۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ ہم ساری جائیداد ضبط کر لیں گے لیکن یہ بات غلط ہے۔ یہ اسلام اور ملکی مفادات کے منافی ہے۔ ہم یہ ہرگز نہیں چاہتے۔ ہم صرف بڑی فیکٹریوں اور ملوں کو قومی ملکیت بنانا چاہتے ہیں۔ ان کی دولت سکول اور ہسپتال کھولنے کے لیے استعمال کی جائے گی جب تک یہ نہیں کیا جاتا اسلامی مساوات قائم نہیں ہو سکتی ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ مساوات اسلام کے خلاف نہیں ہے۔ جو لوگ ہم سے خائف ہیں وہ دراصل بیدار ہو جانے والے عوام سے خوفزدہ ہیں وہ حالات کو جوں کا توں رکھنا چاہتے ہیں اور ہمارے خلاف بے پناہ الزامات لگا رہے ہیں۔ یہی لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں کوئی مساوات نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام میں صرف انصاف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ انصاف کا تقاضا کیا ہے؟ انصاف مساوات کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ کوئی انصاف نہیں کہ ایک شخص کے پاس تو تیس کارخانے ہوں اور دوسرا فاقے کرے۔ دولت کی منصفانہ تقسیم انصاف کے اصولوں کے عین مطابق ہے۔ یہی واحد پروگرام اور مقصد ہمارے سامنے ہے اور آپ کے تعاون سے ہم اسے ضرور حاصل کریں گے۔"

24 اپریل --- صحافیوں کی ہڑتال ختم ہو گئی

15 اپریل کو شروع ہونے والی دس روزہ ہڑتال کامیابی کے ساتھ ختم ہو گئی۔ صحافیوں کی انجمن کے چار مطالبات کو کم و بیش تمام مالکان اخبارات نے منظور کر لیا۔ اس دوران ملک بھر کے 110 میں سے 108 اخبارات کی اشاعت معطل رہی۔

صحافیوں کی ہڑتال کو ناکام بنانے کے لیے روزنامہ مشرق' ندائے ملت اور پی پی آئی کے مالکان نے 14 اپریل کی شام صحافیوں کے مطالبات منظور کر لیے اور یوں ندائے ملت اور مشرق 15 اپریل کو شائع ہو سکے تاہم باقی تمام اخبارات مکمل طور پر بند رہے۔

25 اپریل --- اسلام کے بغیر پاکستان کا جواز نہیں رہے گا: دولتانہ

کونسل مسلم لیگ کے سربراہ میاں ممتاز محمد خان دولتانہ نے ایک اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ اگر ملک میں اسلام کے علاوہ کوئی اور نظریہ نافذ کیا گیا تو پاکستان کا جواز باقی نہیں رہے گا۔

26 اپریل --- آئین آخری منزل نہیں ہے: بھٹو

صوبہ سرحد کے دورے کے سلسلے میں کوہاٹ کے جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ "اقتصادی نظام میں بنیادی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ موجودہ اقتصادی نظام ظلم اور استحصال پر مبنی ہے۔ جہاں تک آئین کا تعلق ہے اس بارے میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہے۔ تمام پارٹیاں آئین چاہتی ہیں۔ جمہوریت کے مسئلہ پر بھی کوئی اختلاف رائے نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ بحالی جمہوریت کے بارے میں ہر کوئی متفق ہے۔ اپوزیشن پارٹیوں اور ہمارے درمیان اصل اختلاف اقتصادی مسئلہ پر پایا جاتا ہے۔ پاکستان میں ایک طرف وہ پارٹیاں اور رہنما ہیں جو سرمایہ دارانہ نظام کی حمایت کرنا چاہتے ہیں۔ اس نظام پر بائیس خاندان چھائے ہوئے ہیں اور ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دینی چاہیے۔ دوسری طرف ہم مساوات کے نظام کی حمایت کرتے ہیں۔ یہ نظام استحصال اور تشدد کو ختم کر دے گا۔ جو لوگ سرمایہ داروں کے حامی ہیں وہ آپ کے پاس پہنچ کر یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ استحصالی نظام کو جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ کسی عوامی نظام کا نام نہیں لیں گے۔ وہ اس نعرہ کے پیچھے پناہ لے رہے ہیں کہ اسلام خطرے میں ہے۔ یہ سفید جھوٹ ہے اسلام کو خطرہ کہا ہے؟ اگر واقعی کوئی خطرہ ہوتا تو آپ بھی اسے محسوس کرتے۔ سیلاب یا طوفان کی صورت میں آپ خطرے کو محسوس کرتے ہیں؟ وہ کون شخص ہے جس نے آپ کے پاس آ کر یہ کہا کہ اپنا مذہب ترک کر دیں۔ کیا کسی نے آپ کو نمازیں ادا کرنے سے روکا ہے؟ کیا پاکستان میں ایسی کوئی پارٹی ہے؟ پاکستان میں اسلام کو کوئی خطرہ نہیں کیونکہ یہ مسلم اکثریت کا ملک ہے۔ پاکستان اسلام اور مسلمانوں کی خاطر معرض وجود میں آیا تھا۔ جب ہندو کانگرس اور انگریز کے خلاف پاکستان کی جنگ جاری تھی تو ہمارے مخالفین کیا کر رہے تھے؟ میرا یہ ایمان ہے کہ اسلام کو کوئی خطرہ پیش نہیں آ سکتا کیونکہ یہ ایک غیر فانی مذہب ہے۔ اسلام ایک مکمل مذہب ہے' یہ کبھی خطرے میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آخری نبی تھے۔ وہ آخری نبی کیوں تھے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دین مکمل ہو گیا۔ چنانچہ اسلام کو خطرہ لاحق ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا تصور اسلام کے لیے کسی خطرے کا امکان ختم کر دیتا ہے۔"

بھٹو نے مزید کہا کہ موجودہ بحث و نزاع کا تعلق جمہوریت یا آئین کے مسئلہ سے نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ 1956ء کے آئین کی کوئی ضرورت نہیں۔ ضرورت غریبوں پر ظلم اور استحصال کے خاتمے کی ہے۔ عوام 23 برسوں سے آزاد ہیں لیکن ہندو سرمایہ داروں کی جگہ مسلمان

سرمایہ دار نے لے لی ہے۔ حقیقی آزادی اس وقت آئے گی جب عام لوگ پھلیں پھولیں گے۔

یحییٰ خان کے لیگل فریم ورک آرڈر کے اعلان کا ذکر کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ "ہم اس حکم کی روشنی میں اپنی پوزیشن پر غور کریں گے۔ اس کی بعض دفعات انتہائی محتاط غور و خوض کا تقاضا کرتی ہیں۔ ہمیں انتخابات لڑنے کے لیے اپنے فیصلے پر پھر غور کرنا ہوگا۔ ہم اس لیے انتخابات لڑنا چاہتے تھے کہ مکمل خودمختار اسمبلی قائم ہوسکے لیکن اس حکم کے تحت اسمبلی کی خودمختارانہ حیثیت محدود کر دی گئی ہے۔ ہمیں اب یہ غور کرنا ہوگا کہ ہمیں ایسی اسمبلی میں شریک ہونا چاہیے یا نہیں۔ پاکستان کو تبدیلی کی ضرورت ہے۔ اسے بنیادی تبدیلی درکار ہے۔ جب تک بنیادی تبدیلی نہیں آئے گی ہم عوام یا پاکستان کی کوئی خدمت نہیں کر سکیں گے۔ میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ ہماری پارٹی کو مضبوط بنائیں کیونکہ صرف یہی وہ پارٹی ہے جو عوام کے ساتھ ہے۔"

26 اپریل --- سردار شوکت حیات کا انتخاب

سردار شوکت حیات خان کو اتفاق رائے سے کونسل مسلم لیگ پنجاب زون کا صدر منتخب کر لیا گیا۔

26 اپریل --- اصل اختلاف اقتصادی نظام پر ہے: بھٹو

ذوالفقار علی بھٹو نے بنوں کے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں سیاسی جماعتوں نے رائے عامہ کا اندازہ لگانے کی کوشش کبھی نہیں کی۔ "کئی آئین اس لیے ناکام ہوگئے کہ انہیں عوام کی حمایت حاصل نہیں تھی۔ 1956ء کا آئین عوام کی خواہشات کے مطابق نہیں بنایا گیا تھا۔ پہلی دستور ساز اسمبلی کو منتخب کیا تھا لیکن اسے گورنر جنرل غلام محمد نے غیرجمہوری طور پر توڑ دیا تھا۔ پھر نئی دستور ساز اسمبلی صرف ایک فرد نے بنائی۔ اس اسمبلی کے ارکان آپ کے نمائندے نہیں تھے۔ آپ نے اس کا براہ راست انتخاب نہیں کیا تھا۔ انہوں نے اپنی پسند کا ایک آئین بنایا۔ یہ آئین اس لیے چل نہ سکا کیونکہ اسے بنانے میں آپ کا ہاتھ نہیں تھا۔

"یہ آئین ناکام ہوگیا۔ بعد میں 1962ء کا آئین ایک اور فرد نے نافذ کیا۔ یہ آئین محض ایک شخص کا تیار کردہ تھا۔ یہ آئین ان الفاظ سے شروع ہوتا تھا "میں فیلڈ مارشل محمد ایوب خان یہ آئین دیتا ہوں" یہ آئین بھی ناکام ہوگیا۔ ہماری سیاست بھی انہی خطوط پر چلی۔ یہ بھی اس لیے ناکام ہوگئی کہ وہ عوام کی سیاست نہیں تھی۔ جب پاکستان پیپلز پارٹی قائم ہوئی تو ہم نے یہ وعدہ کیا تھا کہ یہ پارٹی ہمیشہ عوام کے ساتھ رہے گی۔ یہ آپ کے نظریات معلوم کرے گی اور آپ کے مشورہ پر کام کرے گی۔ یہ آپ کی خواہشات کی نمائندگی کرے گی۔ ایوب خاں کے خلاف مہم کے دوران ہم آپ کے ساتھ رہے۔ اگر آپ جیلوں میں گئے تو ہم بھی جیلوں میں گئے۔ اگر آپ نے گولیاں کھائیں تو ہم نے بھی گولیوں کا سامنا کیا۔ یہ ووٹوں کا معاملہ نہیں تھا۔ اب جن انتخابات کا وعدہ کیا گیا ہے وہ نئے نہیں۔ اس سے پہلے بھی انتخابات ہو چکے ہیں لیکن انتخابات ہمارے مسائل حل نہیں کر سکتے۔ ہم نے ماضی میں آئین بھی آزمائے۔ اب ایک نیا آئین مرتب کیا جائے گا۔ ہماری یہ انتہائی کوشش ہوگی کہ آئین تیار ہو جائے اور یہ عوامی آئین ہو لیکن یاد رکھیں' میں آپ کو متنبہ کر رہا ہوں کہ آپ کو میرے یہ الفاظ بھولنے نہیں چاہئیں کہ صرف آئین آپ کے مسائل کو حل نہیں کر سکے گا۔

بھٹو نے مزید کہا کہ "اصل اختلاف اقتصادی نظام پر ہے۔"

ایک طرف وہ لوگ ہیں جو بائیس خاندانوں کا سرمایہ داری نظام برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ اسلامی نظام نہیں ہے۔ اس نے عوام کو ایک دلدل میں دھکیل دیا ہے۔ اس نے ان کا استحصال کیا ہے۔ ہم ایک عوامی نظام اور ایک عوامی آئین چاہتے ہیں۔ ہم سیاست میں ایک عوامی حکومت اور اقتصادی شعبہ میں ایک عوامی معیشت چاہتے ہیں۔

اگر وہ یہ اعتراف کرتے ہیں کہ آئین عوامی ہوسکتا ہے تو عوامی معیشت کیوں نہیں ہوسکتی؟ بائیس خاندانوں کی حکومت آخر کیوں قائم رہے؟ انہیں خطرہ یہ ہے کہ ملک کا اقتصادی نظام مرتب کرنے میں عوام کے عمل دخل سے دولت تمام لوگوں میں تقسیم کرنا پڑے گی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو سرمایہ دارانہ نظام اور جور و ستم جاری رکھنا چاہتے ہیں اور جو آپ کا خون چوسنا چاہتے ہیں وہ گزشتہ 23 برسوں سے یہ نظام چلا رہے ہیں۔ انہیں سامراجیوں کی پشت پناہی حاصل ہے۔ آپ کے پاس سرمایہ ہے اور کارخانے بھی ہیں۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ بینک' انشورنس کمپنیاں' کپڑے کی ملیں' سیمنٹ کے کارخانے اور شوگر ملیں غرض کہ تمام وسائل ان کے ہاتھوں میں ہیں۔ یہ کارخانے آپ کے سرمایہ سے چل رہے ہیں اور آپ کا استحصال کرنے والے یہ روپیہ استعمال کر رہے ہیں۔ یہ بات حیران کن ہے کہ جب ہم اس نظام کی مخالفت کریں تو ہمیں اسلام کا مخالف کہا جائے۔"

صحافیوں کی جدوجہد اور اخبارات کے کردار کا ذکر کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ جب اخبارات نے ہڑتال کی اور کارکن صحافی بہتر تنخواہوں کے لیے جدوجہد کر رہے تھے تو ہم نے ان کی حمایت کی تھی' چنانچہ وہ کامیاب ہوئے۔ سرمایہ داروں کے بعض اخبارات نے تعاون نہ کیا۔ انہوں نے ہڑتال کی اجازت نہ دی اور غلط پراپیگنڈے کی مہم جاری کی۔ انہوں نے جھوٹی باتیں شائع کیں' جس سے مجھے بڑی حیرت ہوئی میں نے اپنا دورہ اس مہینے 18 تاریخ کو شروع کیا اور ان اخبارات نے میری

عزیزوں کا مکمل بلیک آؤٹ کرکے یہ تاثر دیا کہ ہمارے ملک میں ہمارا کوئی وجود ہی نہیں۔ انہوں نے میانوالی میں میری تقریر کو مسخ کرنے اور اپنا مطلب نکالنے کے لیے اسے توڑنے مروڑنے کی کوشش کی۔ میں نے میانوالی میں یہ کہا تھا اور میں اسے پھر دہراتا ہوں کہ اگر اسلام میں سوشلزم کی کوئی گنجائش نہیں تو پارلیمانی نظام کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ لیکن میری بات کو غلط معنی پہنائے گئے۔

بھٹو نے کہا کہ اگر عوام متحد رہے تو انہیں کوئی بھی شکست نہیں دے سکے گا۔

27 اپریل --- آئین جادو کی چھڑی نہیں ہوگا: بھٹو

بھٹو نے پشاور کے پبلک جلسے میں اپنے اس موقف کو ایک بار پھر دہرایا کہ آئین ضرور بنے گا لیکن وہ جادو کی چھڑی نہیں ہوگا۔ محض آئین کے نفاذ سے نہ تو فارغ البالی آئے گی اور نہ ہی عوام کی مشکلات ختم ہو سکیں گی۔ ایک بھوک سے مرتے ہوئے بچے کے لیے آئین خوراک نہیں بن سکتا۔

ذرائع ابلاغ کے کردار کا ذکر کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ "اخبارات کی ہڑتال کے بعد سے ریڈیو ہماری سرگرمیوں کو نشر نہیں کر رہا اور یہ تاثر دے رہا ہے جیسے ہمارا کوئی وجود ہی نہ ہو۔ میں اس علاقے کا دورہ کر رہا ہوں۔ یہاں تاریخی جلسے ہوئے اور جلوس نکالے گئے لیکن ریڈیو سے اس بارے میں کچھ نہیں سنایا گیا۔ یہ کوئی انصاف نہیں۔ ہماری حکومت غیر جانبداری کا دعویٰ کرتی ہے کیا یہی غیر جانبداری ہے؟"

حکومت کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے سانگھڑ میں بھٹو پر ہونے والے قاتلانہ حملے کو بھی نظر انداز کرنے کی کوشش کی۔

اس لیے میں کہتا ہوں کہ اگر یہ حکومت غیر جانبداری کا دعویٰ کرتی ہے تو اسے غیر جانبدار ہی رہنا چاہیے۔ ان کے اقدامات ان کے وعدوں کے مطابق ہونے چاہیں ساری حکومت کو غیر جانبدار ہونا چاہیے۔ اگر اس کے وزراء جانبداری سے کام لینا چاہتے ہیں تو انہیں یہ بات کھل کر کہنی چاہیے میں حال ہی میں صدر سے دو بار ملا ہوں اور میں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ان کے وزراء کو غیر جانبدار رہنا چاہیے اگر وہ یہ تسلیم بھی کریں کہ وہ غیر جانبدار نہیں جب بھی ہم اپنی مہم جاری رکھیں گے۔ میں نے صدر سے لیگل فریم ورک آرڈر پر بھی گفتگو کی اور انہیں بتایا کہ اس حکم کی وجہ سے ہمیں کئی پابندیوں اور رکاوٹوں کا سامنا ہے۔

اخبارات کی حالیہ ہڑتال میں پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ پی۔ ایف۔ یو۔ جے 1954ء میں قائم ہوئی اس کے بعد صحافیوں کو متعدد مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ غیر ذمہ دار نہیں اس لیے وہ ہڑتالیں کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ جب محنت کش ہڑتال کرتے ہیں تو انہیں غیر ذمہ دار کہہ دیا جاتا ہے لیکن یہ بات صحافیوں کے متعلق نہیں کہی جا سکتی۔ یہ ان کی پہلی ہڑتال تھی اور اس کے ٹھوس وجوہ تھے۔ اس سے ہم کیا نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں؟

بھٹو نے صحافیوں کی جائز جدوجہد' بڑھتی ہوئی مہنگائی اور معاہدہ تاشقند کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ ایوب خاں نے ساری قوم کو گیڈروں کی قوم میں تبدیل کر دینا چاہا تھا۔ تقریر ختم کرتے ہوئے بھٹو نے پھر کہا کہ ان کی پارٹی سماجی انصاف اور مساوات کا نظام قائم کرنے کی حامی ہے لیکن انصاف کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چند لوگوں کو تمام سہولتیں اور تعیش کے سامان حاصل ہوں لیکن غریب بھوکوں مریں۔ بھٹو نے کہا کہ اب کوئی طاقت انقلاب کو نہیں روک سکتی۔

27 اپریل --- سندھ یونیورسٹی میں وسیع برطرفیاں

صدر یحییٰ خان نے سندھ یونیورسٹی کی اعلیٰ انتظامیہ کے متعدد اہل کاروں کو برطرف کر دیا۔ برطرف شدگان میں یونیورسٹی رجسٹرار محمد حسین بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ صدر نے مزید 54 افسروں کو بھی برطرف کر دیا۔ برطرف ہونے والوں میں یزدانی ملک اور ایس کے رحیم شامل ہیں۔

27 اپریل --- حکومت مغربی پاکستان کا انکار

مغربی پاکستان کی حکومت نے بہاولپور فائرنگ کیس کی تحقیقات ہائی کورٹ کے جج سے کروانے سے انکار کر دیا۔

28 اپریل --- سڑک کے افتتاح کے موقع پر صدر کا خطاب

دس کروڑ روپے کی لاگت سے مکمل کی جانے والی حیدر آباد ہائی وے کا افتتاح کرتے ہوئے صدر یحییٰ نے کہا کہ غیر ملکی امداد پر انحصار کم کرنے کے لیے عوام کو زیادہ محنت کرنا ہوگی۔

29 اپریل --- چارسدہ میں بھٹو کا جلسہ عام سے خطاب

چارسدہ میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ وہ 18 اپریل سے صوبہ سرحد کا دورہ کر رہے ہیں اور ہر جگہ ان کا جس گرمجوشی سے استقبال کیا گیا ہے وہ اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ ایوب آمریت کا عوام نے جس طرح مقابلہ کیا اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ اس علاقے میں بڑی سیاسی بیداری پائی جاتی ہے۔ انہوں نے ایک بار زور دے کر کہا کہ پاکستان میں اسلام کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو عوام بھی اس خطرے کو محسوس کر لیتے بھٹو

نے کہا کہ اصل میں سرمایہ دارانہ نظام خطرے میں ہے۔ یہ نظام ہمیں ان انگریزوں سے ورثہ میں ملا تھا جنہوں نے ہمارا استحصال کیا۔ اب ہمارے اپنے لوگ ہمارا استحصال کر رہے ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام صرف چند لوگوں کا نظام ہے۔ برطانیہ نے اپنے ملک سے باہر سامراجی قائم نظام قائم کیا اور ہم داخلی سامراج تلے کراہ رہے ہیں۔ چند سرمایہ داروں نے ملک کی ساری دولت اپنے ہاتھوں میں سنبھال رکھی ہے۔ ان کے پاس بینک' انشورنس کمپنیاں' کپڑے کے کارخانے' چینی کے کارخانے' کاغذ کے کارخانے' سیمنٹ کے کارخانے' غرضیکہ سب کچھ ہے۔ یہی وہ نظام ہے جس کی ہمارے مخالفین حمایت کرتے ہیں وہ اس نظام کے پٹھو ہیں۔ وہ آپ کے پاس آکر یہ نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے آپ کا خون چوسا اور آپ پر مظالم کیے۔ اس کی بجائے وہ آپ کے پاس آکر صرف یہ کہتے ہیں کہ اسلام خطرے میں ہے۔

بھٹو نے کہا کہ انہیں قتل کرنے کی کئی کوششیں ہو چکی ہیں لیکن وہ سیاست کا میدان نہیں چھوڑیں گے۔ وہ گول میز کانفرنسوں میں یقین نہیں رکھتے۔ پاکستان شروع سے ہی گول میز کانفرنسوں میں پھنسا رہا ہے۔ غلام محمد سے ایوب خان تک سب نے گول میز کانفرنسیں کیں۔ "وہ عوام کے پاس کیوں نہیں جاتے؟ انہیں عوام کو فیصلے کرنے کی اجازت دینی چاہیے۔ یہی جمہوری طریقہ ہے۔ جب تک عوام فیصلہ نہیں کریں گے کوئی آئین کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ عوام کی حمایت کے بغیر کوئی سیاسی نظام چل نہیں سکے گا۔ عوام کی حمایت کے بغیر کوئی اقتصادی نظام بھی کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ آپ کو ماضی میں دو آئین ملے لیکن دونوں اس لیے ناکام ہو گئے کہ یہ عوام کی خواہشات کے عین مطابق نہیں تھے۔ اگر عوام کی خواہش پر عمل نہ کیا گیا تو تیسرا آئین بھی کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ ہمیں ماضی سے یہ سبق حاصل کرنا چاہیے۔ سب سے اہم سبق یہ ہے کہ اگر آپ کسی فیصلہ کو قطعی بنانا چاہتے ہیں تو آپ عوام سے مشورہ کریں۔ عوام سے دور نہ بھاگیں۔ وہ عوام سے اس لیے خائف ہیں کہ انہوں نے عوام کا 23 برس تک استحصال کیا اور ان پر ظلم روا رکھا۔ آپ کے پاس صرف ووٹ لینے کے لیے آتے ہیں۔ انتخابات ختم ہو جانے پر وہ اپنے آپ کو اپنے گھروں کی چار دیواری میں بند کر لیں گے۔ ہم دن رات عوام کے ساتھ رہیں گے اور عوام سے مسلسل رابطہ رکھیں گے۔

"جنرل یحییٰ نے 28 نومبر کو ایک اہم اعلان کیا ہے۔ اس نے ون یونٹ کے بارے میں فیصلہ کر لیا ہے اور یہ اعلان کیا ہے کہ تیسرا آئین تیار کیا جائے گا لیکن یہ آئین بھی عوام کی رائے کو پیش نظر رکھے بغیر کامیاب نہیں ہوگا۔ آخری فیصلہ عوام ہی کو کرنا ہوگا۔ پاکستان پیپلز پارٹی عوام کی جماعت ہے۔ اسے عوام نے بنایا ہے۔ ہمارا واحد مطالبہ یہ ہے کہ آئین عوامی ہونا چاہیے اور ایک عوام حکومت کا قیام عمل میں آنا چاہیے جو عوام کی خواہشات کو عملی جامہ پہنائے' جو عوام کو فارغ البال بنائے' جو ملک کا دفاع کرے' جو کم تنخواہیں پانے والے سرکاری ملازمین کی تنخواہیں بڑھائے اور لیبر لیڈروں اور طالب علموں کو جیلوں میں نہ ڈالے۔ ہم آپ کے ساتھ تعاون کریں گے اور آپ کے مفاد کی خاطر جدوجہد کریں گے۔ یہ ہمارا حتمی فیصلہ ہے۔"

30 اپریل --- مسئلہ کشمیر کے حل کے بغیر پاک بھارت تعلقات بہتر نہیں ہو سکتے: یحییٰ

صدر جنرل یحییٰ خان نے ایک بیان میں کہا کہ فرخا بند اور کشمیر کے تصفیہ کے بغیر بھارت اور پاکستان کے تعلقات میں بہتری نہیں آ سکتی۔

30 اپریل --- قبائلی بنیاد پر ووٹ ڈالنے کا خاتمہ ہونا چاہیے: بھٹو

ہاتھیاں ضلع مردان میں ایک جلسہ عام پر خطاب کرتے ہوئے ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ بنیادی جمہوریتوں کا نظام ایک بہت بڑا فراڈ تھا۔ یہ نہ تو بنیادی تھا' نہ جمہوری تھا۔ یہ محض ایوب آمریت کے لئے ستون کا کام دیتا تھا۔ تاہم اپنے خلاف چلنے والی عوامی تحریک نے اسے کچھ تبدیلیاں لانے پر مجبور کر دیا۔ بھٹو نے کہا کہ:

"پاکستان میں تشدد اور مصائب کا دور دورہ ہے۔ لیکن عام لوگوں کی حالت کیا ہے؟ آپ دن رات اپنے کھیتوں اور کارخانوں میں کام کرتے ہیں۔ ان دنوں آپ کھیتوں میں فصلوں کی کٹائی کر رہے ہیں۔ ہماری بہنیں بھی کھیتوں میں کام کر رہی ہیں۔ اسی طرح چھوٹے چھوٹے بچے بھی کھیتوں میں کام کرتے نظر آتے ہیں۔ جو پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ہیں اور ان کے پاس پہننے کے لیے جوتے بھی نہیں۔ پاکستان میں یہ حالات پائے جاتے ہیں مگر دوسرے ملکوں میں اس عمر کے بچوں کو مفت تعلیم دی جاتی ہے۔ یہاں رشوت بڑھنے کی شکایت عام ہے۔ اصل سوال یہ ہے کہ ہم اس رشوت ستانی کو ختم کس طرح کر سکتے ہیں؟ نچلے درجہ کے سرکاری ملازم کی تنخواہ کیا ہے؟ ایک کانسٹیبل کو نوے روپے ماہوار ادا کیے جاتے ہیں۔ اس رقم میں وہ اپنا گزارہ کس طرح کر سکتا ہے؟ نرخ بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ آپ انہیں مناسب تنخواہیں دینے اور ان کے بچوں کو مفت تعلیم مہیا کرنے' انہیں مکانات دینے اور ان کی پنشن بڑھانے کی صورت میں ہی یہ مطالبہ کر سکتے ہیں کہ وہ رشوت نہ لیں۔ موجودہ حالات میں رشوت بڑھ رہی ہے۔ مصیبتوں' بھوک اور غربت میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ سیاستدان کس منہ سے ان کے ووٹ مانگتے ہیں؟"

بھٹو نے ایک بار پھر بنیادی اقتصادی تبدیلیوں پر زور دیتے ہوئے

اسلامی مساوات کی بات کی اور کہا کہ "ہم ایک نئی طرز کی سیاست لائے ہیں۔ یہ انقلابی نظام آپ کا تحفظ کرے گا اور ملک کو ترقی اور خوشحالی سے ہمکنار کرے گا۔ ہم ایک ایسے پاکستان کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں جو ساری دنیا کے لیے ایک نمونہ ہے۔ بھٹو نے قبائلی بنیاد پر ووٹ ڈالنے کے طریقہ کار کے خاتمے پر بھی زور دیا۔

مئی 1970ء

یکم مئی --- یوم مئی کے جلسے اور جلوس

پاکستان بھر میں محنت کش عوام نے بڑے جوش و خروش سے یوم مئی منایا' لاہور کی' مال روڈ پر ایک بہت بڑا جلوس نکالا گیا۔ مختلف صنعتوں اور پیشوں سے وابستہ محنت کش اپنے مطالبات بینروں پر لکھ لائے تھے اور ہر گروہ اپنے مطالبات کی حمایت میں اس درجہ پرجوش تھا گویا وہ آج انہیں منوا کر دم لے گا ______ مطالبات کے بینروں کی زمین سرخ تھی اور حروف سفید ______ شہیدوں کے خون کی یاد میں سرخ سیل موجزن ہو گیا تھا۔ ٹریڈ یونینوں کے علم سرخ تھے اور بھٹو صاحب کے ٹرک کا پھریرا بھی سرخ تھا ______ اس جلوس و مظاہرے میں جن سیاسی جماعتوں نے شرکت کی ان سب کے پرچموں میں بھی سرخ رنگ موجود تھا ان میں پیپلز پارٹی' نیشنل عوامی پارٹی (دونوں گروپ) اور اسلام لیگ کے پرچموں کی سرخیاں شامل تھیں جلوس کے راستہ میں دو رویہ سرخ جھنڈیاں لہرا رہی تھیں۔ ریگل چوک میں آمنے سامنے کے دو درختوں پر قائداعظم محمد علی جناح اور شاعر مشرق علامہ اقبال کی تصاویر چوکھٹوں میں آراستہ کر کے لگائی گئی تھیں۔ پیپلز پارٹی حلقہ ہیڈن روڈ کے چیئرمین اور کارکنوں نے ریگل چوک کو خوب سجا رکھا تھا جب جلوس اس چوک میں پہنچا تو پارٹی کے کارکنوں نے کبوتر چھوڑ کر چیئرمین بھٹو کا استقبال کیا۔

شرکائے جلوس میں ہر طبقے کے لوگ موجود تھے۔ تاہم ان میں نوجوان سب سے نمایاں تھے۔ ______ وہ نہایت پرجوش انداز اور والہانہ طور پر نعرے لگا رہے تھے ______ انقلاب' نقلاب ______ مزدوروں کا نعرہ ہے' پاکستان ہمارا ہے ______ نوابزادے' امیر زادے' خان زادے ہائے ہائے ______ اور چھین لو جاگیریں چھین لو ______ اور اس قسم کے دوسرے بے شمار نعرے ______ جن کی گونج اونچے ایوانوں کو ہلا رہی تھی' پیپلز پارٹی اور ذوالفقار علی بھٹو زندہ باد" کے نعروں کا جواب بھٹو صاحب ہاتھ ہلا ہلا کر دے رہے تھے۔ جوش و والہانہ پن کے بے ساختہ مظاہروں پر وہ بسا اوقات نہایت گرمجوشی سے تالی بجاتے اور پھر ہزاروں ہاتھ ان کی تقلید میں اٹھ جاتے ______

ٹرک میں محمد حنیف رامے' بھٹو صاحب کے دائیں بازو اور ڈاکٹر مبشر حسن بائیں بازو پر کھڑے تھے۔

پرجوش نعروں اور تالیوں کی گونج میں ذوالفقار علی بھٹو نے ایوان اسمبلی کے عین سامنے اعلان کیا کہ ہمارا منتہائے مقصود عوامی آئین' عوامی جمہوریت اور عوامی حکومت ہے۔ اس لیے ہماری جدوجہد جاری ہے۔ بھٹو صاحب نے عوام کے پرزور نعروں کے درمیان زور دے کر کہا کہ عوامی آئین کی تشکیل کے لیے دستور ساز اسمبلی کا مکمل طور پر آزاد و خودمختار ہونا ضروری ہے۔ بلاشبہ ہم انتخاب کے حامی ہیں اور ملک میں جمہوریت لانے کے خواہاں ہیں لیکن اگر انسان بھوکا ہو تو اپنی بھوک مٹانے کے لیے وہ جمہوریت کھا نہیں سکتا۔ اور اگر اسے نوکری کی ضرورت ہو تو دستور اس کے لیے پروانہ ملازمت نہیں بن سکتا۔ اس لئے عوام کے اس نوع کے مسائل (روٹی' روزگار' رہائش) حل کرنے کے لیے ہم عوامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ صرف اسی ذریعہ سے عوام کے مسائل حل کیے جا سکتے ہیں۔

اپنی تقریر کے دوران ایک مرحلے پر پیپلز پارٹی کے چیئرمین نے اپنے ہم وطنوں کی حالت زار بیان کرتے ہوئے گلوگیر آواز میں کہا۔ "میں سرحد کا دورہ کر کے آیا ہوں۔ کھیتوں میں گندم کی کٹائی ہو چکی ہے اور پھر بھی بھوک افلاس کا یہ عالم ہے کہ ننھے بچے چیتھڑوں سے بدن ڈھانپے مارے مارے پھرتے ہیں۔ حالانکہ انہیں اس وقت حصول تعلیم کے لیے کسی سکول میں ہونا چاہیے۔

بھٹو صاحب کے ان مشاہدات کے اظہار سے عوام میں غم و غصہ کے جذبات کی تیز لہر دوڑ گئی اور "سوشلزم زندہ باد" کے نعروں کی گونج میں بھٹو صاحب نے اعلان کیا" ہم اس غربت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم سرمایہ داری کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ انشاء اللہ جیت ہماری ہوگی۔" تقریر کے دوران بھٹو صاحب نے یہ بھی واضح کر دیا کہ پاکستان میں اسلام کو قطعاً" کوئی خطرہ نہیں اسلام یہاں رہے گا۔ اور قیامت تک رہے گا۔ خطرہ اگر ہے تو سرمایہ داروں اور ان کے دلالوں کو ہے۔ ان کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں اور آج کے اس عظیم مظاہرے کے بعد تو انہیں اور زیادہ مقدار میں خواب آور گولیاں کھانا ہوں گی۔ مگر پھر بھی نیند نہ آئے گی۔"

پیپلز پارٹی کے چیئرمین نے اپنی تقریر دو مرحلوں میں مکمل کی اس کی وجہ بعض دوسرے رہنماؤں کی آمد تھی۔ جنہیں عوام کے اس عظیم اجتماع سے خطاب کرنے کا موقع دینے کے لیے بھٹو صاحب نے نہایت فراخدلی سے اپنی تقریر روک کر مائیک ان کے ہاتھ میں دے دیا اور ان سے خطاب کے بعد اپنی تقریر مکمل کی۔ ان رہنماؤں میں نیشنل عوامی پارٹی (ولی خان گروپ) کے میاں محمود علی قصوری اور اسی پارٹی کے

بھاشانی گروپ کے مسٹر سی آر اسلم اور عارف افتخار شامل تھے۔

یکم مئی — مشرقی پاکستان میں یوم مئی

یوم مئی کی پہلی تقریب عوامی لیگ کے زیر اثر مزدوروں کی تنظیم نیشنل لیبر لیگ (جاتیو شرمیک لیگ) کے زیر اہتمام ہوئی جس میں تقریباً 50 ہزار افراد جمع ہوئے۔ عوامی لیگ کی مزدور تنظیم چند سال قبل قائم ہوئی ہے لیکن اس نے اس مختصر سے عرصہ میں مزدوروں میں اپنا کافی اثر و رسوخ پیدا کرلیا ہے جس کا مظاہرہ یوم مئی کے دن ہوا۔ اس موقع پر مزدور لیڈروں نے جو تقریریں کیں وہ ٹریڈ یونین ازم سے زیادہ سیاسی تقریریں تھیں اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے شرمیک لیگ کے نام سے عوامی لیگ کا جلسہ ہو رہا ہو۔ چنانچہ اس جلسے میں ملک کی کلیدی صنعتوں کو، بینکوں اور بیمہ کمپنیوں کو قومی ملکیت قرار دینے اور تمام صنعتوں میں مزدوروں کو 50 فیصد مالکانہ حقوق دینے کا مظاہرہ کرنے کے ساتھ ہی عوامی لیگ کے چھ نکاتی اور طلبہ کے گیارہ نکاتی پروگرام پر عمل درامد کرنے کا بھی مطالبہ کیا گیا اس جلسہ میں صدر یحیٰی کے آئینی ڈھانچہ کی دفعہ 15 اور 27 میں ترمیم کرنے کا بھی مطالبہ کیا گیا۔ اس جلسہ میں اعلان کیا گیا کہ اگر 7 جون تک مزدوروں کے مطالبات پورے نہیں کیے گئے اور مزدوروں کو 50 فیصد مالکانہ حقوق نہ دیئے گئے تو 7 جون کو مزدور کارخانوں پر قبضہ کرلیں گے۔

مولانا بھاشانی نیپ کے زیر اثر ایسٹ پاکستان مزدور فیڈریشن اور محمد طہٰ کے زیر اثر "پور بو پاکستان شرمیک فیڈریشن" کی جانب سے یوم مئی کے موقع پر یکم، 2 اور 3 مئی کو نرائن گنج، پلٹن اور مختلف صنعتی علاقوں میں جلسے ہوئے۔ آدم جی کالونی میں بھاشانی اور مجیب الرحمٰن کی ٹریڈ یونین تنظیموں کے جلسہ میں تصادم بھی ہوگیا جس میں چند لوگ مجروح ہوئے۔

یکم مئی — پنجاب اسمبلی میں خواتین نشستوں کے حلقے مقرر

الیکشن کمیشن پاکستان نے آئندہ انتخابات کے لیے پنجاب اسمبلی میں خواتین کی چھ نشستوں کے لیے انتخابی حلقے تجویز کیے۔ اس کے ساتھ ساتھ صوبائی اسمبلیوں کے مجوزہ انتخابی حلقوں کی فہرست بھی شائع کردی گئی۔

یکم مئی — مجلس احرار کے سابق صدر کا انتقال

سابق صدر مجلس احرار ماسٹر تاج الدین انصاری 80 سال کی عمر میں انتقال کرگئے۔ انہوں نے صحافی کی حیثیت سے بھی کام کیا۔

2 مئی — قدرت اللہ شہاب کا استعفیٰ منظور

حکومت پاکستان نے مرکزی سیکرٹری تعلیم اور ممتاز ادیب جناب قدرت اللہ شہاب کا استعفیٰ قبول کرلیا۔

2 مئی — اردو زبان رائج کرنے کے حق میں جلوس

مغربی پاکستان کی ادبی انجمنوں، مصنفوں، شاعروں، ادیبوں، طالب علموں، اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والوں کی کثیر تعداد نے اردو زبان کو ہر شعبے میں فی الفور نافذ کرنے کے حق میں جلوس نکالا۔ حفیظ جالندھری نے اس پرامن جلوس کی قیادت کی۔

3 مئی — انتخابی رائے پر اتفاق رائے

کونسل مسلم لیگ اور مرکزی جمعیت اسلام کے درمیان آئندہ انتخابات میں باہم اتحاد پر اتفاق رائے ہوگیا۔

3 مئی — قائداعظم کے چوری شدہ زیورات کی برآمدگی

پولیس نے قائداعظم کے چوری کئے جانے والے نوادرات فلیگ سٹاف ہاؤس سے برآمد کرلیے۔

4 مئی — سرحد مسلم لیگ کے صدر کا انتخاب

مسٹر محمد یوسف خٹک کو سرحد مسلم لیگ کا صدر چن لیا گیا۔

6 مئی — نیشنل عوامی پارٹی کے جلوس پر فائرنگ

سوات میں منگورہ کے مقام پر نیشنل عوامی پارٹی نے اپنا جلسہ کیا اور جلسے کے اختتام پر پارٹی کے سربراہ خان عبدالولی خان کی قیادت میں جلوس نکالا گیا۔ اس جلوس نے جونہی سوات کی سرحد کو عبور کیا پہاڑیوں کی اوٹ میں سے اس پر پتھراؤ شروع ہوگیا۔ ساتھ ہی گولیاں برسنے لگیں جلوس میں شامل دو افراد موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے گولیاں لگنے سے کئی دوسرے افراد زخمی ہوگئے۔

7 مئی — صحافیوں کو برطرفی کے نوٹس

پی پی ایل کی انتظامیہ نے اپنے بارہ ممتاز صحافیوں اور پریس کارکنوں کو برطرفی کے نوٹس جاری کر دیئے گئے۔ ان میں اے ٹی چودھری، عباس اطہر، عبداللہ ملک، حمید اختر، آئی اے رحمٰن، منہاج برنا، محمود بٹ اور دوسرے شامل تھے۔

9 مئی — صحافی لیبر کورٹ میں

پی پی ایل کے بارہ صحافیوں اور پریس کارکنوں نے لیبر کورٹ میں درخواست دی کہ انہیں ٹریڈ یونین سرگرمیوں کی سزا دی جا رہی ہے۔ لیبر کورٹ نے ان کی درخواستوں کو سماعت کے لیے منظور کرتے ہوئے

11 مئی کو مینجنگ ڈائریکٹر ایم اسلم کو عدالت میں طلب کر لیا' عدالت نے پی پی ایل ورکرز یونین کی درخواست بھی سماعت کے لیے منظور کر لی۔ جس میں انتظامیہ اور یونین کے درمیان ثالثی کی استدعا کی گئی تھی دریں اثناء بارہ کارکنوں کو ان کی ملازمتوں سے برطرف کر دیا گیا۔

9 مئی --- تحریک استقلال کے منشور کا اعلان

تحریک استقلال کے سربراہ ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان نے تحریک استقلال کے اغراض و مقاصد کا اعلان کیا۔

9 مئی --- کراچی کے صحافیوں کی برطرفی

کراچی میں مشرق' جنگ' اور ہفت روزہ اخبار جہاں سے 25 کارکنوں کو برطرف کر دیا گیا۔ مشرق نے گیارہ کارکنوں کو دس دن کی دانستہ غیر حاضری کی بناء پر کارروائی کا نوٹس دیا اور جواب موصول ہوتے ہی ان کی ملازمتیں ختم کر دی گئیں۔ ان میں پیکر نقوی' نعیم آروی' ولی رضوی' اشرف شاد' شریف کمال عثمانی' شمیم رضوی' فدا حسن' شہریار جبیں' اور رحمانی شامل تھے۔ جنگ اور اخبار جہاں کے کارکنوں میں ملک کے مایہ ناز کالم نویس اور ادیب ابراہیم جلیس کا نام نامی بھی شامل تھا ان کے علاوہ اخبار جہاں کے ایڈیٹر محمود شام' مشہور وقائع نگار وجاہت اور جنگ کے سینئر صحافی ظفر رضوی جن کی وابستگی اس ادارہ سے کم و بیش آٹھ نو سال پرانی تھی' ملازموں سے محروم کر دیئے گئے۔ خوش نویس صاحبان کی تعداد ان کے علاوہ ہے۔

10 مئی --- نیشنل عوامی پارٹی کے رہنما کو سزا

یحییٰ خان کی قائم کردہ فوجی عدالت نے مارشل لاء کے تحت قائم مقدمات کا فیصلہ سناتے ہوئے نیشنل عوامی پارٹی (بھاشانی گروپ) کے رہنما مسیح الرحمٰن کو سات سال قید سخت کی سزا سنائی۔

11 مئی --- انتظامی کونسل کے قیام کا اعلان

مغربی پاکستان کے گورنر لیفٹیننٹ جنرل عتیق الرحمٰن نے ایک بیان میں صوبائی انتظامی کونسل کے قیام کا اعلان کیا۔

12 مئی --- نیوز ایجنسی کو کام کی اجازت

حکومت پاکستان نے مسلم نیوز ایجنسی نامی خبر رساں ایجنسی کو پاکستان میں کام کرنے کی اجازت دے دی۔

13 مئی --- سابق رکن اسمبلی کو سزا

مارشل لاء کی قائم کردہ فوجی عدالت نے سابق رکن اسمبلی بابو رفیق کو تین لاکھ روپے جرمانہ کی سزا سنائی۔

16 مئی --- بھٹو کا انکشاف

پیپلز پارٹی کے چیئرمین مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے ایک بیان میں انکشاف کیا کہ لیاقت علی خان پاکستان میں سوشلزم نافذ کرنا چاہتے تھے اس لیے انہیں شہید کر دیا گیا۔

16 مئی --- ہتک عزت کا دعویٰ

چودھری ظہور الٰہی نے غلام رسول تارڑ کے خلاف عدالت میں ہتک عزت کا دعویٰ دائر کر دیا۔

17 مئی --- کونسل مسلم لیگ کے صدر کا انتخاب

کونسل مسلم لیگ کی ایگزیکٹو کمیٹی نے میاں ممتاز محمد خان دولتانہ کو مزید تین سال کے لیے کونسل مسلم لیگ کا صدر چن لیا۔ کمیٹی نے ابوالقاسم کو جنرل سیکرٹری مقرر کیا۔

16 مئی --- منشور کی اشاعت

مرکزی جمعیت العلماء اسلام کا منشور شائع ہو گیا۔

18 مئی --- بھٹو کا خیرپور جلسہ سے خطاب

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے خیرپور میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پیپلز پارٹی برطانیہ میں مسلمانوں کے قتل عام اور ہندوستان میں مسلمانوں کی نسل کشی کا انتقام لے گی۔

20 مئی --- لاہور میں بم دھماکہ

لاہور چھاؤنی کے نواح میں ہولناک بم دھماکے سے 14 افراد جاں بحق اور زخمی ہو گئے۔

21 مئی --- ہاری رہنما کا انتقال

ممتاز ہاری رہنما حیدر بخش جتوئی انتقال کر گئے حیدر بخش جتوئی ممتاز ادیب اور شاعر تھے۔

22 مئی --- شام پور میں مزدوروں پر بہیمانہ فائرنگ

ڈھاکہ سے چند میل دور شام پور (پوستہ گوئیلا) کے صنعتی علاقے میں پولیس فائرنگ سے پچیس تیس افراد ہلاک اور تین سو زخمی ہو گئے۔ واقعات کے مطابق 22 مئی بروز جمعہ دوپہر بارہ بجے سے ایک بجے کے درمیان شام پور کے بکرم پور جہاں گیر ٹیکسٹائل ورکس کے صدر دروازے کے سامنے چند مزدور بیٹھے ہوئے تھے۔ مذکورہ کارخانہ زائد اجرت طلب کرنے کے جرم میں گزشتہ تین ماہ سے بند کر دیا گیا تھا اور مزدوروں او

صنعت کاروں کا تازعہ صنعتی عدالت میں زیر سماعت تھا اس کارخانے میں کام کرنے والے مزدوروں کی کل تعداد ساٹھ یا ستر تھی۔ اور وہ گزشتہ تین ماہ سے فاقہ کشی پر تھے۔ کیونکہ انہیں اس اثناء میں کوئی تنخواہ نہیں ملی تھی۔ اس وقت بیس یا پچیس مزدور صدر دروازے پر بیٹھے اپنے تاریک اور غیر یقینی مستقبل کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ اچانک تین ٹرک صدر دروازے کے سامنے آکر رکے۔ ہر ٹرک میں دس مزدور سوار تھے۔ مزدوروں سے کہا گیا کہ وہ دروازے سے ہٹ جائیں یہ ٹرک اندر جائیں گے۔ چنانچہ ان میں سے ایک ٹرک کو کارخانے کے اندر جانے دیا گیا۔

مزدوروں نے دیکھا کہ کارخانے کے مالک کے کارندے کارخانے کے سازو سامان اور آلات نکال کر ٹرک پر لاد رہے ہیں۔ ان سے جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو انہیں بتایا گیا کہ مالک نے میٹل ورکس تحلیل کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس لیے کارخانے کا سازو سامان دوسری جگہ منتقل کیا جا رہا ہے۔ اس سنسنی خیز انکشاف نے ہڑتالی مزدوروں میں تہلکہ مچا دیا اور ان کے سامنے مستقبل تاریک اور خوفناک نظر آنے لگا۔ کیونکہ ان کے سامنے سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ اگر کارخانہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا تو ان کا کیا ہوگا۔ انہیں کہاں ملازمت ملے گی۔ اور ان کے بال بچوں کا کیا بنے گا۔ وہ کیا کھائیں گے۔ انہیں نہ جانے کتنے دنوں تک مزید بے روزگار اور فاقہ زدہ رہنا ہوگا۔ انہوں نے اجرت میں اضافے کا مطالبہ ضرور کیا تھا لیکن انہوں نے کارخانے کو ہمیشہ کے لیے بند کر دینے کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ کارخانے کے دم سے ان کا روزگار قائم ہے اور ان کا روزگار ہے تو ان کا وجود ہے کارخانہ اُن کا وجود لازم و ملزوم ہیں۔ کارخانہ ان کی زندگی ہے اور واحد ذریعہ معاش ہے جس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس لیے انہوں نے صنعت کار کے اس فیصلے کے خلاف احتجاج کیا اور کارخانے کے سازو سامان ہٹانے کی کوشش میں مزاحمت کی۔ صنعت کار نے فوراً پولیس کی امداد طلب کی اور تیج گاؤں تھانے سے ایک او - سی تین چار کانسٹیبلوں کے ساتھ جائے وقوع پر پہنچا۔ اس وقت تک کارخانے کے سامنے ہڑتالی مزدوروں کی کافی تعداد جمع ہو چکی تھی۔ یہ کارخانہ شام پور کے صنعتی علاقے کے قلب میں واقع تھا۔ اور اس کے گرد و پیش دوسرے بہت سے چھوٹے بڑے کارخانے تھے۔ اس کارخانے کے بالکل قریب "ڈھاکہ میچ فیکٹری" اور چاند ٹیکسٹائل ملز واقع تھا۔ عین اسی وقت ان دونوں کارخانوں میں دوپہر کے کھانے کی چھٹی ہوگئی اور دونوں کارخانوں کے مزدور بھی بکرم پور جہاں گیر میٹل ورکس کے صدر دروازے کے سامنے جمع ہوگئے۔ پولیس کے پہنچنے سے قبل ہڑتالی مزدوروں کی جانب سے صنعت کار کے سامنے ایک مصالحتی تجویز پیش کی گئی۔ جس میں کہا گیا کہ وہ اپنے مطالبات میں نرمی کرتے ہوئے ہڑتال واپس لینے پر تیار ہیں۔ بشرطیکہ مالک کارخانے کو تحلیل کرنے کا ارادہ ترک کر دے اور مزدوروں کی اجرت میں قدرے اضافہ کرے۔ لیکن کارخانے کے مالک عبدالقادر میاں مزدوروں سے مصالحت کرنے پر رضامند نہیں ہوئے اور کارخانہ بند کر دینے کے فیصلے پر قائم رہے جس کی وجہ سے مزدوروں میں زبردست اشتعال اور غم و غصہ پیدا ہو گیا۔

پولیس جب جائے وقوع پر پہنچی تو مزدوروں نے اسے کارخانے کے اندر جانے سے روک دیا۔ او - سی سے کہا گیا کہ یہ مزدور اور کارخانہ دار کا نجی معاملہ ہے۔ اس لیے پولیس کو اس میں غیر جانبدار رہنا چاہیے۔ لیکن پولیس پارٹی اس پر رضامند نہیں ہوئی اور بار بار کارخانے کے اندر جانے کے لیے اصرار کرتی رہی۔ جس پر مزدوروں اور پولیس کے سپاہیوں کے درمیان تو تو میں میں شروع ہو گئی۔ اور انہوں نے پولیس پارٹی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ او - سی نے کسی طرح کنٹرول روم میں جا کر مزید پولیس فورس طلب کر لی۔ اور ایوب خان کے آخری دور میں منظم کی جانے والی "رائٹ پولیس" لاٹھیوں اور بندوقوں سے مسلح ہو کر جائے وقوع پر پہنچ گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہاں سات ہزار سے لے کر دس ہزار تک مزدور جمع ہوگئے اور انہوں نے "رائٹ پولیس" کو بھی چاروں جانب سے گھیرے میں لے کر آگے جانے سے روک دیا۔ مزدوروں کو اس بات پر حیرت تھی کہ مزدوروں کے ایک جائز مطالبہ کو تسلیم کرنے اور غیر جانبدار رہنے کی بجائے پولیس کیوں صنعت کار کی طرف داری کر رہی ہے؟ چنانچہ مزدوروں کی جانب سے پولیس پر خشت باری شروع کر دی گئی۔ جس سے پولیس کے کئی سپاہی مجروح ہوگئے۔ پولیس نے فوراً لاٹھی چارج کیا۔ اشک آور آنسو گیس پھینک کر مجمع کو منتشر کرنے کی کوشش کی اور جب مجمع منتشر نہ ہوا۔ تو پولیس نے چاروں طرف سے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ جس میں جائے وقوع پر 25 سے لے کر 30 افراد ہلاک ہوگئے۔ اور تقریباً تین سو افراد مجروح ہوئے۔ یہ سب کچھ نصف گھنٹہ کے اندر اندر ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے کئی سو افراد مرغ بسمل کی طرح سڑکوں پر تڑپنے لگے عینی شاہدین کے بیان کے مطابق عین اس جائے وقوع پر کئی ٹرک پہنچ گئے اور جن میں ہلاک شدگان اور خطرناک طور پر مجروح ہونے والے مزدوروں کو اٹھا اٹھا کر پھینکا گیا اور آن کی آن میں یہ ٹرک غائب ہوگیا۔ عینی شاہدین کا خیال ہے کہ مرنے والوں کی تعداد کم از کم ایک سو اور مجروحین کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہے۔ لیکن حکام بالا نے اس تعداد کو چند مصلحتوں کے تحت بے حد کم کرکے پیش کیا۔ تاکہ عوام میں اس دردناک سانحہ سے اشتعال نہ پیدا ہو لیکن پریس نوٹ میں مجروحین اور ہلاک شدگان کی جو تعداد پیش کی گئی ہے وہ بھی کم اشتعال انگیز نہیں تھی۔

اس اندوہناک حادثے کی خبر آن کی آن میں شہر ڈھاکہ اور قرب و جوار کے دیہاتوں میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ طلباء ڈھاکہ یونیورسٹی اور مختلف کالجوں کے ہوسٹلوں سے' مزدور کارخانوں سے' کلرک دفتروں سے' اخبار نویس ادیب اور دانشور ہوٹلوں اور گھروں سے نکل آئے اور سب سے بڑی بات یہ کہ ڈھاکہ شہر کے قرب و جوار کے دیہاتوں سے کسان ہزاروں کی تعداد میں لاٹھیوں' نیزوں' راڈوں اور آہنی سلاخوں سے مسلح ہو کر شام پور کی جانب دوڑے۔ صورت حال کی نزاکت اور سنگینی کے مدنظر ای۔ پی - آر اور "رائٹ پولیس" گولیاں برسانے کے بعد محفوظ مقامات پر واپس چلی گئی۔ اس کے فوراً بعد ڈھاکہ کے سٹی ایس - پی فضل الرحمٰن ایک جیپ پر اپنے ڈرائیور اور ایس - ڈی - او (ساؤتھ) جناب نور الزماں کے ساتھ جائے وقوع پر پہنچے۔ اس وقت تک پولیس واپس جا چکی تھی۔ اس لیے مشتعل ہجوم نے ایک بار پھر انہیں گھیر لیا۔ اور ایس پی فضل الرحمٰن کو جیپ سے اتار کر بری طرح زد و کوب کرنا شروع کر دیا۔ ان کے ڈرائیور اور ایس - ڈی - او نور الزماں کو بھی بری طرح پیٹا گیا۔ لیکن ان دونوں نے کسی طرح بھاگ کر اپنی جان بچائی۔ لیکن ایس - پی فضل الرحمٰن کا کئی گھنٹوں تک کوئی سراغ نہیں ملا اور کئی گھنٹوں کے بعد ان کی لاش ایک کھڈے سے بر آمد کی گئی۔

اس واقعہ نے شہر ڈھاکہ کے شہریوں میں زبردست غیظ و غضب پیدا کر دیا اور دوپہر دو ڈھائی بجے سے طلباء مزدوروں اور دیگر محنت کشوں کے چھوٹے چھوٹے گروہ مختلف سڑکوں پر جلوس کی شکل میں نعرے لگاتے رہے اور دوسرے دن پلٹن میدان میں ڈھاکہ یونیورسٹی سنٹرل اسٹوڈنٹس یونین (ڈکسو) ایسٹ پاکستان اسٹوڈنٹس لیگ' ایسٹ پاکستان اسٹوڈنٹس یونین (مطیع گروپ) اور دیگر گروپ اور مزدوروں کی مختلف تنظیموں کی جانب سے زبردست احتجاجی جلسہ ہوا۔ جس میں بدھ کے روز سارے شہر میں مکمل ہڑتال کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ بعد میں مختلف سیاسی جماعتوں اور تنظیموں مثلاً پاکستان عوامی لیگ نیشنل عوامی پارٹی (بھاشانی اور مظفر احمد گروپ) نیشنل پروگریسو لیگ پوربو بانگلا چھاترو یونین (مینن گروپ) پوربو بانگلا بیلوبی چھاترا یونین وغیرہ نے اس کی تائید کی۔ اس حادثے کے فوراً بعد شیخ مجیب الرحمٰن اور عوامی لیگ کے جنرل سیکرٹری تاج الدین احمد پوربو پاکستان شرمیک فیڈریشن کے صدر محمد طہٰ اور دوسرے سیاسی اور مزدور لیڈر جائے وقوع پر پہنچے اور انہوں نے مزدوروں اور ہسپتالوں میں مجروحین سے ملاقات کی۔

سنیچر کو سارے ڈھاکہ میں دس گھنٹے کی سو فیصدی کامیاب ہڑتال ہوئی۔ شام کو پلٹن میدان میں طلباء اور مزدوروں کی مختلف تنظیموں کی جانب سے زبردست احتجاجی جلسہ ہوا۔ جس میں ایک لاکھ سے زیادہ افراد جمع ہوئے۔ اس جلسے میں سارے صوبے میں تین دنوں تک سوگ منانے' تین دنوں تک سیاہ بلہ لگانے اور سیاہ پرچم لہرانے' 25 مئی سوموار کو تمام سکولوں' کالجوں' یونیورسٹیوں اور صنعتی اداروں اور 26 مئی کو سارے مشرقی پاکستان میں ہڑتال کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ طلباء مزدوروں کا یہ انقلابی فیصلہ اتنا سنسنی خیز تھا کہ بعض "انتخاب پسند" حلقے اس قدر گھبرائے کہ اپنے اخباروں کے ذریعے سیاسی لیڈروں طلباء اور مزدوروں کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتے رہے کہ شام پور کا سانحہ اگرچہ افسوسناک ہے اور اس سے عوام میں زبردست غیظ و غضب پیدا ہو گیا ہے جو فطری اور لازمی ہے لیکن اس واقعہ کو مرکز بنا کر سارے صوبے میں ہڑتالیں کرنا' جلوس نکالنا اور احتجاجی جلسے کرنا غلط ہے۔ کیونکہ اس سے انتخاب کے مخالف عناصر کو موقع ملے گا۔ اور عوام کے اندر پائی جانے والی بے چینی اور اشتعال سے فائدہ اٹھا کر عوامی غیظ و غضب کو انتخاب کے خلاف استعمال کریں گے۔

22 مئی کے سانحہ کی تحقیقات کرنے کے لیے فوجی انتظامیہ نے محکمہ جاتی تحقیقات کا حکم جاری کر دیا۔

22 مئی --- مارشل لاء کے تحت سزا

کسان کمیٹی ٹوبہ ٹیک سنگھ کے سیکرٹری نشر و اشاعت غیاث الدین جانباز کو سرسری سماعت کی فوجی عدالت نے مارشل لاء کے ضابطہ 60 کے تحت ایک سال قید بامشقت کا حکم سنایا۔

22 مئی --- معطل افسران کے خلاف کارروائی

حکومت نے معطل شدہ 303 افسروں میں سے مزید 41 افسروں کے خلاف اپنی کارروائی مکمل کر لی۔ ان افسروں میں 22 کو برطرف' چودہ افسروں کو ریٹائر اور پانچ افسروں کو ملازمت پر بحال کر دیا۔

23 مئی --- جماعت اسلامی میں شمولیت

ریٹائرڈ میجر جنرل امراؤ خان نے جماعت اسلامی پاکستان میں شامل ہونے کا اعلان کیا۔

23 مئی --- ڈھاکہ میں ہڑتال

ڈھاکہ شہر میں گزشتہ فائرنگ سے مرنے والوں کی تعداد 12 ہو گئی۔ شہر میں مکمل ہڑتال رہی۔

24 مئی --- سردار شوکت حیات کا بیان

کونسل مسلم لیگ پنجاب کے صدر سردار شوکت حیات خان نے ایک اخباری بیان میں کہا کہ پاکستان میں اسلام کے خلاف ایک لفظ بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

24 مئی --- پیپلز پارٹی کے رہنما کی گرفتاری

پاکستان پیپلز پارٹی بدین کے رہنما مسٹر نبی بخش کو ایک پریس کانفرنس میں قابل اعتراض باتیں کہنے پر گرفتار کر لیا گیا۔

24 مئی --- کراچی میں پیپلز پارٹی کے دو کارکنوں کی گرفتاری

پولیس نے پیپلز پارٹی کراچی کے دو کارکنوں حنیف غزنوی اور قیصر عباس کو مارشل لاء کے تحت گرفتار کر لیا۔

25 مئی --- بھٹو کا ٹیکسلا کے جلسہ عام سے خطاب

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ ٹیکسلا ایک مشہور اور تاریخی قصبہ ہے۔ اس کا عجائب گھر ساری دنیا میں مشہور ہے۔ اس عجائب گھر میں ماضی کی کئی یادگاریں موجود ہیں۔ انہیں کسی وقت بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن ہمارے ملک کی سیاسی یادگاریں ہر چار یا پانچ سال کے بعد اپنے عجائب گھروں سے باہر نمودار ہوتی ہیں۔ وہ صرف انتخابات کے وقت آپ کے پاس آتی ہیں۔ ہم ان سے مختلف ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب انتخابات کا کوئی بھی سوال نہیں تھا تو ہم اس وقت بھی آپ کے پاس آئے تھے۔ ہم نے ایوب کی آمریت کے خلاف جدوجہد اس وقت شروع کی تھی جب ووٹوں کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوا تھا۔ ہم اس وقت بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ہم ایوب خان کے خلاف جدوجہد میں آپ کے ساتھ رہے۔ اس نے دھمکی دی تھی کہ وہ اس پارٹی کے قیام کی اجازت نہیں دے گا۔ لیکن یہ پارٹی قائم ہو کر رہی۔ وہ اقتدار کے نشے میں اس پارٹی کے قیام کے خلاف تلا بیٹھا تھا۔ یہی وہ ناسازگار حالات تھے جن میں اس پارٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہ کوئی معمولی کامیابی نہیں تھی۔ ایوب خان نے ہماری کوششوں کو ناکام بنانے کی پوری کوشش کی۔ جب ہم نے لاہور میں اجلاس بلایا تو اس مکان کو آگ لگا دی گئی۔ جہاں ہمارا اجلاس منعقد ہوا تھا۔ ہمیں دوسرے مقامات پر بھی جلسے کرنے کی اجازت نہ دی گئی۔ ہمارے مشرقی پاکستان کے مندوبین کو طیاروں میں آنے کے لیے ٹکٹ نہ دیئے گئے لیکن ان مشکلات کے باوجود یہ پارٹی قائم ہوئی۔

"پارٹی کے قیام کے بعد بھی اس کی سرگرمیوں میں رکاوٹیں ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ دفعہ 144 کا نفاذ آئے دن کا معمول بن گیا۔ جب ہم نے ملتان کے قاسم باغ میں جلسہ منعقد کیا تو اس جلسہ کو توڑنے کے لیے پستولوں اور تلواروں سے مسلح غنڈے بھیجے گئے۔ جب ہم قادر پور گئے تو غنڈوں نے ہمارا راستہ روکنے کی کوشش کی۔ انہوں نے ہمیں آگے بڑھنے سے روکنے کی سعی کی۔ ہماری موٹر کار پر پتھراؤ کیا گیا۔ ان ساری مشکلات کے باوجود ہم نے اپنے آپ کو مکانوں میں بند نہیں کیا۔ ہم نے اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر عوامی مہم شروع کی۔ اس وقت انتخابات کہیں بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔"

بھٹو نے کہا کہ انتخابات قریب آ رہے ہیں تو مختلف قسم کے لیڈر بھی منظر عام پر آ گئے ہیں اور لمبے چوڑے وعدے کر رہے ہیں۔ بھٹو نے کہا کہ:

"جب ہم یہ کہتے ہیں کہ پاکستان میں استحصال ختم ہونا چاہیے اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام ختم ہونا چاہیے کیونکہ یہ عوام دشمن نظام ہے اور اس کے تحت عوام کو لوٹا گیا ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ ہم نظریہ پاکستان کے خلاف ہیں۔ ہماری یہ دلی خواہش ہے کہ اسلام پر عمل کیا جائے لیکن اسلام پر عمل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ اگر مسلمان بھوکوں مر رہے ہوں' وہ تمام بنیادی ضروریات زندگی سے محروم ہوں تو اس صورت حال سے اسلام کی عظمت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اگر غریب عوام کی حالت دن بدن ابتر ہوتی چلی جائے تو اس سے اسلام کی کوئی خدمت نہیں ہو سکتی۔ اسلام کی خدمت اس طرح ہو سکتی ہے کہ پاکستان کے عوام کو خوشحال بنایا جائے۔"

اسلامی مساوات اور قائداعظم کے اسلام سوشلزم کے نعرے کا ذکر کرتے ہوئے' بھٹو نے خارجہ پالیسی اور ہندوستان کے ساتھ تعلقات کا بھی تفصیلی ذکر کیا۔ بھٹو نے کہا کہ کشمیر میں پھر بحران پایا جاتا ہے۔ کشمیری پھر ہندوستانی حکومت سے لڑ رہے ہیں وہ اس وقت تک لڑتے رہیں گے کہ جب تک وہ حق خودارادیت حاصل نہیں کر لیتے۔ میرے دل میں شیخ عبداللہ کے لیے بڑا احترام ہے لیکن حالات بدل چکے ہیں۔ یہ 1930ء یا 1940ء نہیں بلکہ 1970ء ہے آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ویت نام میں کیا ہو رہا ہے۔ میں شیخ عبداللہ کو یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ جس طرح ہم نے ایوب خاں کی آمریت کے خلاف جنگ لڑی اس طرح وہ ہندوستانی حکومت کے خلاف بھی جدوجہد کریں۔ انہیں باہر نکلنا چاہیے اور اپنی کشتیاں جلا ڈالنی چاہیں کیونکہ محض تقریروں سے انہیں کوئی مدد نہیں ملے گی۔ تقریروں کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے مگر اب انہیں قربانی کی ضرورت ہے۔ اب ایسی قیادت کی ضرورت ہے جو کشمیریوں کو ہندوستان سے آزاد کرا سکے۔ شیخ عبداللہ کو بھی اسی طرح لڑنا ہوگا جس طرح ہم ایوب خاں کے خلاف لڑتے تھے۔"

25 مئی --- پیپلز پارٹی کے ایک اور رہنما کی گرفتاری

پاکستان پیپلز پارٹی سانگھڑ کے چیئرمین مسٹر عبدالوحید بروہی کو مارشل لاء ضابطہ 60 کے تحت گرفتار کر لیا۔

26 مئی --- انتخابات کی تیاریاں مکمل

چیف الیکشن کمشنر پاکستان نے کہا کہ ملک میں آئندہ انتخابات کے لیے ساری تیاریاں مکمل کرلی گئی ہیں۔

26 مئی — خان قیوم کا بیان

خان قیوم خان نے ایک اخباری بیان میں کہا کہ پاکستانی بھارت سے تیسری جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔

27 مئی — ٹرانسپورٹ یونین کے صدر کو سزا

حیدر آباد میں گورنمنٹ ٹرانسپورٹ یونین کے صدر قوس گل خٹک کو فوجی عدالت سے چھ ماہ قید بامشقت کی سزا سنائی گئی۔

28 مئی — معطل افسروں کے خلاف کارروائی

مارشل لاء عدالت نے معطل شدہ افسروں میں سے مزید 15 برطرف کر دیئے، گیارہ افسران کو ریٹائر اور دو کو ملازمت پر بحال کر دیا گیا۔

29 مئی — راولپنڈی میں پیپلز پارٹی کے کارکن کی گرفتاری

پاکستان پیپلز پارٹی راولپنڈی کے ایک کارکن محمد سعید کو گرفتار کرکے ان کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا۔

29 مئی — صحافیوں کی کانفرنس کے انتظامات مکمل

لاہور میں صحافیوں کی پہلی قومی کانفرنس کے انتظامات مکمل کر لیے گئے۔

31 مئی — یوم شوکت اسلام

ملک میں "یوم شوکت اسلام" منایا گیا۔ جس میں جماعت اسلام سمیت دائیں بازو کی تمام سیاسی جماعتوں نے شرکت کی۔

جون 1970ء

یکم جون — ڈھاکہ میں مزدوروں کے مظاہرے

مشرقی پاکستان کے دارالحکومت ڈھاکہ میں مزدوروں کے زبردست مظاہرے شروع ہوگئے۔ مظاہرین نے بجلی گھر کا گھیراؤ کر لیا۔ صوبائی دارالحکومت اور نارائن گنج تاریکی میں ڈوب گئے۔

یکم جون — عوامی نیشنل پارٹی کے سربراہ کا بیان

عوامی نیشنل پارٹی کے رہنما خان عبدالولی خان نے سیاسی رہنماؤں سے اپیل کی کہ وہ ایک دوسرے پر کیچڑ نہ اچھالیں۔

یکم جون — ایڈیٹر مستعفی

روزنامہ امروز کے ایڈیٹر مسٹر ظہیر بابر نے استعفی دے دیا۔

یکم جون — پیپلز پارٹی کے رہنما کے خلاف مقدمہ

پیپلز پارٹی کراچی کے مقامی رہنما امیر احمد شاہ کے خلاف مارشل لاء ریگولیشن ضابطہ 60 کے تحت مقدمہ قائم کیا گیا۔

یکم جون — کھلنا میں ہڑتال

یکم جون کو کھلنا شہر میں ہڑتال ہوگئی۔ مزدوروں نے الزام لگایا کہ پولیس نے فائرنگ کی لیکن ڈپٹی کمشنر کھلنا کا کہنا ہے کہ ڈھاکہ کے نمائندے نے اپنے اخبار کو خبر دی کہ زخمی ہونے والے اور مرنے والوں میں کسی کو بھی گولی کے زخم نہیں لگے۔ ڈھاکہ میں طلبہ کے ایک گروپ نے اسی اخبار کو نذر آتش بھی کیا تھا۔

یکم جون — گرفتاری

نیشنل عوامی پارٹی (ولی گروپ) ضلع دیناج پور کے جنرل سکریٹری تیجن ناگ کو گرفتار کر لیا گیا۔

2 جون — مسلم لیگ میں شمولیت

سجادہ نشین شاہ چن چراغ نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی۔

2 جون — معاشی اصلاحات کا خاکہ

ملک بھر کے 118 علماء کرام نے حکومت کو اسلامی معاشی اصلاحات کا خاکہ پیش کیا۔

3 جون — جماعت اسلامی میں شمولیت

واہ آرڈیننس فیکٹری کے سابق چیئرمین میجر جنرل محمد امراؤ خان نے جماعت اسلامی میں شمولیت اختیار کر لی۔ اس شمولیت پر جماعت اسلامی کی طرف سے دلچسپ تبصرہ سننے میں آیا کہ گولہ بارود تو جماعت اسلامی کے ہاتھ آگیا۔ اب مخالف جماعتیں پھلجڑیاں چھوڑ کر اپنا جی بہلائیں۔

3 جون — ون یونٹ آخری سانسوں پر

حکومت نے ون یونٹ توڑنے کے منصوبے کو آخری شکل دے دی۔

3 جون — ٹیکس کمیشن کا قیام

حکومت نے ٹیکسوں کے معاملات کا جائزہ لینے کے لیے ایک ٹیکس

کمیشن قائم کر دیا۔

3 جون --- لاہور میں نیوز ویک کے خلاف مظاہرہ

لاہور میں طلباء نے امریکی ہفت روزہ نیوز ویک کے خلاف زبردست مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے نیوز کی کاپیاں بھی نذر آتش کیں۔ مظاہرین نیوز ویک میں اہانت رسالتؐ پر مبنی مواد کی اشاعت پر مظاہرہ کر رہے تھے۔

3 جون --- مہم چلانے کا اعلان

عوامی نیشنل پارٹی کے سربراہ مولانا بھاشانی نے سماجی برائیوں کے خلاف مہم چلانے کا اعلان کیا۔

4 جون --- ممتاز دولتانہ کا مطالبہ

مسلم لیگی رہنما ممتاز محمد خاں دولتانہ نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ بیرونی امداد حاصل کرنے والی سیاسی جماعتوں پر پابندی عائد کرے۔

4 جون --- احتجاج

ایجوکیشنل یوتھ فورس نے امریکی جریدے نیوز ویک میں آنحضرتؐ کے خلاف توہین آمیز مواد کی اشاعت پر شدید احتجاج کیا۔

4 جون --- فوجی عدالت سے سزا

لائل پور میں فوجی عدالت نے پنجاب اور بہاولپور کسان کمیٹی ٹوبہ ٹیک سنگھ کے جنرل سیکرٹری چودھری محمد فتح کو مارشل لاء کے تحت قید بامشقت کی سزا سنائی۔

5 جون --- نبی بخش زہری کا بیان

مسلم لیگ (قیوم گروپ) کے نائب صدر میر نبی بخش زہری نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ برسراقتدار آنے پر پاکستان مسلم لیگ ناجائز دولت جمع کرنے والوں کے خلاف تحقیقات کرائے گی۔

5 جون --- سردار شوکت حیات کی وضاحت

پنجاب زونل کونسل مسلم لیگ کے صدر سردار شوکت حیات خان نے کہا کہ ہماری پارٹی نے جماعت اسلامی کے نام نہاد "شوکت اسلام ڈے" سے اس بناء پر خود کو علیحدہ کر لیا تھا کہ ہماری رائے میں سب سے پاکیزہ دن عید میلاد النبیؐ ہے۔ انہوں نے کہا کہ کسی بھی سیاسی جماعت کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے اسلام کے نام کا استحصال کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ کیونکہ یہ بات اسلام پر جارحانہ حملے کے مترادف ہے۔

5 جون --- صدر کا انتخاب

شیخ مجیب الرحمٰن کو مزید دو سال کے لیے عوامی لیگ کا نمائندہ صدر منتخب کر لیا گیا۔

5 جون --- جارحیت کی مذمت

لاہور میں اسرائیلی جارحیت کی مذمت کے لیے ایک بڑا جلوس نکالا گیا۔

6 جون --- اسلامی پیپلز پارٹی کا قیام

راولپنڈی میں حکیم فضل الرحمٰن چشتی نے اسلامی پیپلز پارٹی کے نام سے ایک نئی سیاسی جماعت کے قیام کا اعلان کیا۔

6 جون --- مسلم لیگ میں شمولیت

گجرات کے مشہور سیاسی رہنما اور اخبار نویس چودھری اصغر علی گھرال نے مسلم لیگ میں شامل ہونے کا اعلان کیا۔ اس سے پہلے موصوف پیپلز پارٹی کے رکن تھے۔

6 جون --- حمایتی جلسہ

کڑک ہال میں افریشیائی عوامی استحکام کراچی کمیٹی کے زیر اہتمام سامراج دشمن تحریکوں کی حمایت میں ایک جلسہ ہوا۔ جلسے کی صدارت مسٹر فتح یاب علی نے کی۔ جلسے کا آغاز میں بھٹو، شام کے سفیر مسٹر فوزی صفوت اور شمالی کوریا کے سفیر کے پیغامات پڑھ کر سنائے گئے۔

7 جون --- کورنگی میں بھٹو کا خطاب

کورنگی میں بھٹو نے کہا کہ عوام کو متاثر کرنے والی اصل جدوجہد کا تعلق اقتصادی شعبہ سے ہے۔ یہ جدوجہد سرمایہ داری اور سوشلزم کے درمیان ہے۔ اپنے طویل خطاب میں بھٹو نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمیں اسلام پر فخر ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی سوشلزم کی بات کرنے والے وہ پہلے شخص نہیں، قائداعظم نے بھی اس کا وعدہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ صرف انتخابات سے ہی دلچسپی نہیں، ہم عوام کی ترقی بھی چاہتے ہیں۔ ہم آئین، جمہوریت اور پارلیمانی نظام سب کچھ چاہتے ہیں لیکن جب تک بنیادی اقتصادی تبدیلیاں نہیں لائی جائیں گی، کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکے گا۔

7 جون --- مودودی کا دعویٰ

جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی نے کہا کہ نظریہ پاکستان اور اسلام کے منافی نظام لانے والوں کی کوششوں کو ناکام بنا دیا جائے گا۔

8 جون --- شیخ عبداللہ کا بیان

شیخ عبداللہ نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ پاکستان کے ساتھ کشمیر سمیت تمام تنازعات کا تصفیہ ہی بھارت کو تباہی سے بچا سکتا ہے۔

8 جون --- سہولتوں کی فراہمی

ایوب خان کو سرکاری طور پر فیلڈ مارشل کے عہدے کی تمام سہولتیں فراہم کر دی گئیں۔

9 جون --- شوکت حیات کا بیان

کونسل مسلم لیگ کے سردار شوکت حیات نے کہا کہ "شوکت اسلام کا یوم" رجعت پسندی کا مظاہرہ تھا۔

9 جون --- وحید الزمان کا الزام

مسلم لیگ (قیوم گروپ) کے نائب صدر وحید الزماں نے کہا کہ اگر تلہ سازش کیس میں ایوب خان اور شیخ مجیب الرحمٰن دونوں ملوث ہیں۔

10 جون --- فنڈ کے استعمال پر پابندی

حکومت نے مارشل لاء کے تحت کونشن مسلم لیگ پر پابندی عائد کر دی کہ وہ فنڈ استعمال نہیں کر سکتی۔

10 جون --- مہاجر محاذ کے قیام کا اعلان

کراچی میں مہاجر نمائندوں نے پاکستان مہاجر محاذ قائم کرنے کا اعلان کر دیا۔

10 جون --- اصغر خان کا بیان

تحریک استقلال کے رہنما ایئر مارشل اصغر خان نے کہا کہ سابق صدر ایوب خان فیلڈ مارشل کے عہدے کی مراعات کے مستحق نہیں۔

11 جون --- سیاسی جماعتوں کے بارے میں حکومتی اقدام

حکومت نے تمام سیاسی پارٹیوں کے وسائل آمدنی اور اخراجات کا اعلیٰ سطح پر جائزہ شروع کر دیا اور بیرونی امداد کی حامل جماعتوں کو خلاف قانون قرار دینے کا اعلان کر دیا گیا۔

11 جون --- بھاشانی کی ہدایت

عوامی نیشنل پارٹی کے سربراہ مولانا عبد الحمید بھاشانی نے ہر گھر پر سرخ پرچم لہرانے کی ہدایت جاری کر دی۔

12 جون --- دفتر کا افتتاح

ذوالفقار علی بھٹو نے کوئٹہ میں پارٹی دفتر کا افتتاح کیا۔

12 جون --- بھٹو کا انکشاف

پیپلز پارٹی کے سربراہ ذوالفقار علی بھٹو نے انکشاف کیا کہ ایوب خاں سیٹو سے الگ ہونے پر رضامند ہو گئے تھے۔

12 جون --- کوئٹہ میں پیپلز پارٹی کے دفتر کا افتتاح

پارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو نے کوئٹہ میں پیپلز پارٹی کے دفتر کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ وہ بلوچستان کے عوام کے پاس اس لئے آتے ہیں کیونکہ پیپلز پارٹی عوام کی جماعت ہے۔ بھٹو نے کہا کہ آپ کے تعاون کے بغیر یہ پارٹی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ آپ نے آج کے جلوس کو کامیاب بنایا۔ آپ اس جلوس میں شامل ہونے کے لیے خود پہنچے۔ آپ اس لیے آئے کہ آپ آنا چاہتے تھے۔ یہ بات بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ یہ ہمارا اپنا جلوس تھا۔ اور کسی سرمایہ دار نے اس کے لیے روپیہ خرچ نہیں کیا تھا۔ میں بہت خوش ہوں کہ یہ جلوس بڑا کامیاب رہا۔ میں آج اس دفتر کا افتتاح کر رہا ہوں اور آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ یہ آپ کا اپنا دفتر ہے۔ ہمارے لیے ہر کہیں دفاتر کھولنا ممکن نہیں۔ دفتر اس لیے کھولنے چاہیں کہ وہاں کام بھی ہو۔ آپ کو اس دفتر میں پہنچ کر پاکستان پیپلز پارٹی کا پروگرام معلوم کرنا چاہیے یہ پیپلز پارٹی ہی کا دفتر نہیں ہے۔ آپ خواہ ہماری پارٹی کے رکن ہیں یا نہیں یہ آپ کا دفتر ہے۔ آپ ہمارے بھائی ہیں اور اس دفتر کے دروازے آپ پر کھلے رہیں گے۔"

13 جون --- مودودی کا انتباہ

جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی نے کہا کہ انتخابات میں اسلام پسند کامیاب نہ ہوئے تو پاکستانیوں کا حشر بھارتی مسلمانوں سے بھی بدتر ہوگا۔

13 جون --- اصغر خان کا بیان

تحریک استقلال کے رہنما ایئر مارشل اصغر خان نے کہا کہ صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خودمختاری دینے کے لیے مرکز کے پاس دفاع، خزانہ، امور خارجہ اور بیرونی تجارت کے محکمے رہنے چاہیں۔

13 جون --- کوئٹہ میں استقبالیہ سے بھٹو کا خطاب

کوئٹہ میں ایک استقبالیہ میں بھٹو نے کہا کہ کہا گیا ہے کہ یہاں پیپلز پارٹی کا وجود نہیں ہے۔ کل آپ دیکھ لیں گے کہ اس کا وجود ہے۔ 14 جون کو ایک جلسہ عام میں پیپلز پارٹی کے رہنما نے کہا کہ آمر کو بالعموم فوج الگ کیا کرتی ہے لیکن پاکستان میں آمر کو عوامی تحریک نے نکال باہر

کیا ہے۔ انہوں نے آئین' انتخابات' اسلامی مساوات' ہندوستان سے تعلقات' آزاد خارجہ پالیسی اپنے اوپر قاتلانہ حملے' بلوچستان میں طلباء کی گرفتاریوں اور اقلیتوں کے حقوق کو اپنے طویل خطاب کا موضوع بنایا۔

14 جون --- سوشلزم کو خلاف قانون قرار دیا جائے: سنی کانفرنس

کل پاکستان سنی کانفرنس میں مطالبہ کیا گیا کہ سوشلزم اور کیمونزم کو خلاف قانون قرار دیا جائے۔

14 جون --- کوئٹہ میں بھٹو کا جلسہ عام سے خطاب

ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے پیپلز پارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ "ہم نے پاکستان کے ہٹلر کو جس طرح شکست دی ہے۔ تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آمر کو بالعموم فوج الگ کیا کرتی ہے لیکن پاکستان میں آمر کو عوامی تحریک نے نکال باہر کیا۔"
بھٹو نے پھر دہرایا کہ:

"ہم آئین اور انتخابات پر یقین رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہم یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ محض انتخابات آپ کے مسائل حل نہیں کر سکتے۔ بنیادی مسائل غربت اور بھوک ہیں۔ انتخابات ماضی میں بھی ہوتے رہے لیکن یہ مسائل حل نہیں ہوئے۔ انتخابات آپ کو اسمبلی کے لیے اپنے نمائندے منتخب کرنے میں مدد دیں گے تاکہ یہ نمائندے آئین تیار کر سکیں۔ انتخابات سے آپ کے مسائل حل نہیں ہوں گے کیونکہ آپ اگر بھوکے ہوں تو یہ آپ کا پیٹ نہیں بھر سکتے اور اگر آپ بے روزگار ہوں تو یہ آپ کو روزگار مہیا نہیں کر سکتے۔
ہندوستان کا ذکر کرتے ہوئے بھٹو نے انکشاف کیا کہ "ہندوستان کی وزیراعظم نے کہا ہے' وہ نہیں چاہتیں کہ بھٹو' پاکستان میں برسراقتدار آئے۔

وہ آخر یہ کیوں نہیں چاہتیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتی ہیں کہ میں نے پاکستان کی خدمت کی ہے اور میں ہندوستان کا تسلط کبھی قبول نہیں کروں گا۔ انہیں علم ہے کہ میں آپ کے موقف کی خدمت کروں گا اور پاکستان کو شاہراہ ترقی پر گامزن کروں گا۔ میں پاکستان کے بہادر عوام سے یہ پختہ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر پاکستان پیپلز پارٹی برسراقتدار آ گئی تو ہم ہندوستان میں مسلمانوں کے قتل عام کی اجازت کبھی نہیں دیں گے۔ ہندوستانی جانتے ہیں کہ پاکستان کمزور ہے اس لیے وہ اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"
بھٹو نے بلوچستان میں گرفتار کئے جانے والے طلباء کی رہائی کا مطالبہ کیا انہوں نے کہا کہ دوسرے صوبوں میں بھی جہاں جہاں وہ گرفتار ہیں' انہیں رہا کیا جائے۔" اگر طالب علم جیلوں میں ہوں تو ہمارے لئے انتخابات بے معنی ہیں۔ بھٹو نے مزدور اور کسان لیڈروں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ اقلیتوں کو یقین دلاتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ "ہمارے مذہب کا یہ اصول ہے کہ ہمیں ہر کسی کی حفاظت کرنی چاہیے۔"

15 جون --- جمہوری پارٹی کا نعرہ

اخبارات میں پاکستان جمہوری پارٹی کی طرف سے نعرہ نما بیان شائع ہوا کہ "پاکستان میں اسلامی سوشلزم کا نعرہ بلند کرنے والے نبوت کے منکر ہیں۔ مسلمان آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کے بدلے کونین کی دولت ٹھکرا سکتا ہے۔

15 جون --- معاہدے پر دستخط

پاکستان اور روس کے درمیان سائنسی اور ثقافتی معاہدے پر اسلام آباد میں دستخط ہوئے۔

15 جون --- ہڑتال

لیاقت میڈیکل کالج حیدر آباد کے جونیئر ڈاکٹروں نے اپنے مطالبات کے حق میں ہڑتال کر دی۔

15 جون --- مولانا مودودی کی تردید

جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی نے اپنے ایک بیان میں اس امر کی تردید کی کہ کوئی سرمایہ دار یا بڑا جاگیردار جماعت کی پشت پناہی کر رہا ہے۔

16 جون --- جمعیت العلماء اسلام کے علماء کے فتوے

مشائخ اور علماء کا خصوصی اجلاس ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ مرکزی مجلس عمل جمعیت العلماء اسلام آئندہ انتخابات میں حصہ لے گی۔ اس موقع پر متعدد علماء نے فتوے صادر کیے کہ جمعیت کے نامزد امیدواروں کے سوا کسی دوسرے کو ووٹ دینا حرام ہے۔ انہوں نے سرمایہ داروں کو تنبیہہ کی کہ انہیں الیکشن لڑنے کے لیے پندرہ لاکھ روپیہ درکار ہے۔

16 جون --- پیر صاحب دیول شریف کا بیان

پیر صاحب نے کہا کہ علماء اور مشائخ اور عوام کے اتحاد سے باطل کے ایوانوں میں زلزلہ آگیا ہے اور سوشلزم کے پرچار کرنے والوں پر فی الفور پابندی لگائی جائے انہوں نے کہا کہ ہم بھوکوں مرجائیں گے لیکن ملک میں سوشلزم کو نہیں آنے دیں گے۔

16 جون --- نئے ججوں کی تقرری

حکومت نے مسٹر جسٹس انوار الحق کو پنجاب مسٹر جسٹس بشیر الدین کو سرحد اور جسٹس قدیر الدین کو سندھ بلوچستان کے ہائی کورٹس میں چیف جسٹس نامزد کیا۔

17 جون --- الیکشن کمشنر کا اعلان

چیف الیکشن کمشنر نے اعلان کیا کہ صوبائی اسمبلی کی نشستوں کی تعداد نہیں بڑھائی جائے گی۔

17 جون --- مسلم لیگ میں شمولیت

پیر صاحب مکھڈ شریف پیر صفی الدین اپنے مریدوں سمیت کونسل مسلم لیگ میں شامل ہوگئے۔

18 جون --- تقرری

حکومت نے مغربی پاکستان کے لیے صوبائی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیئے۔

19 جون --- اعلان

تحریک استقلال کے کنوینر ایئر مارشل ریٹائرڈ اصغر خان نے آئندہ انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کر دیا۔

20 جون --- کمیشن برخاست

گورنر مغربی پاکستان نے لینڈ کمیشن کو توڑ دیا۔

10 جون --- کنونشن

لاہور میں جسٹس پارٹی کا دو روزہ کنونشن شروع ہوگیا۔

22 جون --- ہاری کانفرنس

سکرنڈ ضلع نواب شاہ میں ایک عظیم الشان ہاری کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت شیخ عبدالمجید سندھی نے کی۔ انہوں نے کہا کہ غلام محمد نے پستول سے ون یونٹ بنایا تھا جو دفن ہو گیا۔ ہماری جدوجہد صرف یونٹ کے خلاف نہیں بلکہ ہاریوں کے حقوق کے لیے وڈیروں کے خلاف بھی ہے۔ اگر وڈیروں نے خوشی سے ہاریوں کا حق نہ دیا تو اسے ناخوشی سے حاصل کیا جائے گا۔

دیگر مقررین میں سید رشید احمد' غوث بخش بزنجو' غلام محمد لغاری' عبدالحق ربانی' رئیس بروہی' ممود الحق عثمانی' بیگم نسیم شمیم ملک' لال بخش رند' جام ساقی' امیر حیدر کاظمی' نواز بٹ اور بہت سے دوسرے بھی تھے۔ کانفرنس نے بیس مختلف قراردادیں منظور کیں۔

24' 25 اور 26 جون --- اتحاد

دائیں بازو کی پانچ سیاسی جماعتوں' پاکستان جمہوری پارٹی' جمعیت علماء پاکستان' جمعیت علماء اسلام اور پاکستان اور اہل حدیث نے اسلامی متحدہ محاذ قائم کر لیا۔

24' 25 اور 26 جون --- ون یونٹ سے متعلق صدارتی حکم

ون یونٹ توڑنے کے متعلق صدارتی حکم کو چیلنج نہیں جا سکتا۔

24' 25 اور 26 جون --- دولتانہ کا بیان

مسلم لیگ کے ممتاز دولتانہ نے کہا کہ اسلام کے سوا کوئی دوسرا نظام نافذ ہوا تو پاکستان کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔

24' 25 اور 26 جون --- نور خان سیاست میں حصہ لیں گے

سابق صوبائی گورنر ایئر مارشل نور خان نے سیاسی زندگی میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا۔

27' 28 جون --- آرڈی نینس

نجی کالجوں کے اساتذہ کی شرائط ملازمت بہتر بنانے کا آرڈی نینس جاری کر دیا گیا۔

27' 28 جون --- ملتان ریڈیو

ملتان میں ریڈیو سٹیشن کی تنصیبات کا کام مکمل ہوگیا۔ ملتان ریڈیو یکم جولائی 1970ء سے کام شروع کر دے گا۔

29 جون --- خسارہ پورا کرنے کے لیے نئے ٹیکس

نئے مرکزی بجٹ کا خسارہ پورا کرنے کے لیے چالیس کروڑ تین لاکھ روپے کے نئے ٹیکس لگا دیئے گئے۔

29 جون --- آرڈی نینس

صدر نے مالیاتی تجاویز پر عمل در آمد کرنے کے لیے آرڈی نینس جاری کر دیا۔

30 جون --- ون یونٹ

پندرہ سال بعد ون یونٹ توڑ دیا گیا۔ سندھ' پنجاب' سرحد اور بلوچستان کے صوبے بحال کر دیئے گئے۔

30 جون --- بجٹ کا اعلان

گورنر مغربی پاکستان لیفٹیننٹ جنرل عتیق الرحمٰن نے نئے صوبوں کے بجٹ کا اعلان کیا۔

30 جون --- اسلام آباد اور کرنسی

کرنسی کی قیمت میں کمی نہیں کی جائے گی۔ اسلام آباد مرکز کے تحت رہے گا۔

جولائی 1970ء

یکم جولائی --- گورنروں کی تقرری

لیفٹیننٹ جنرل رحمٰن گل نے گورنر سندھ' لیفٹیننٹ جنرل ریاض حسین نے بلوچستان کے گورنر' لیفٹیننٹ عتیق الرحمٰن نے پنجاب اور لیفٹیننٹ جنرل کے ایم اظہر نے صوبہ سرحد کے گورنر کی حیثیت سے اپنے اپنے عہدوں کا حلف اٹھایا۔

یکم جولائی --- چوتھا پنجسالہ منصوبہ

چوتھے پنجسالہ منصوبے پر عمل درآمد شروع ہوگیا۔ یہ منصوبہ 75 ارب روپے کی لاگت سے مکمل ہوگا۔ اور اس کی تکمیل پر پاکستانی عوام کو مزید بنیادی سہولتیں فراہم ہوگیں۔

یکم جولائی --- نئے صوبے

ون یونٹ ختم کر دیا گیا اور نئے صوبے پنجاب' سرحد' سندھ اور بلوچستان بحال ہوگئے۔

2 جولائی --- پیپلزپارٹی کی دو روزہ کانفرنس

2 جولائی کو حیدر آباد سے 25 میل دور ہالہ میں پاکستان پیپلزپارٹی کی دو روزہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں مغربی و مشرقی پاکستان کے تقریباً 750 مندوبین نے شرکت کی۔ ان میں پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کے علاوہ میزبان جناب مخدوم طالب المولیٰ' سیکرٹری جنرل مسٹر جے اے رحیم' سابق میجر جنرل اکبر خاں' ڈاکٹر مبشر حسن' جناب میر علی احمد خان تالپور سندھ زون کے چیئرمین میر رسول بخش خاں تالپور' صوبہ سرحد سے جناب شیرپاؤ جناب نصراللہ خاں خٹک' سردار حق نواز' پنجاب سے جناب احمد رضا خاں اور جناب خورشید حسن میر بھی شامل تھے۔ بلوچستان سے میر یوسف علی خاں مگسی اور ان کے رفقاء' کراچی سے خاتون رہنما ڈاکٹر شمیم زین الدین خاں لودھی' مسٹر معراج محمد خاں' مسٹر طارق عزیز' مسٹر ستار گبول اور مشرقی پاکستان سے مسٹر ولی الحق اور دیگر دس مندوبین نے شرکت کی۔

دو روزہ کانفرنس میں ملک کی سیاسی صورتحال کا جائزہ لیا گیا' پاکستان کی اندرونی اور خارجہ پالیسی پر غور و خوض کیا گیا پارٹی کی وسیع تر اور ہمہ گیر تنظیم کے لیے فوری اور موثر اقدامات کرنے کے لیے لائحہ عمل مرتب کیا گیا۔ اور صوبائی خودمختاری کی تحریک چلانے اور آئندہ عام انتخابات میں حصہ لینے کے بارے میں تاریخی فیصلے کئے گئے۔

مندوبین میں سے صرف تین اصحاب نے الیکشن میں حصہ لینے کی مخالفت کی' ایک پنجاب سے تھے' دوسرے بلوچستان سے اور تیسرے جناب میر علی احمد خان تالپور تھے۔ جنہوں نے کہا کہ الیکشن ہمارا مقصد نہیں بلکہ ذریعہ ہے۔ عام انتخابات سے ملک کے حالات نہ بہتر ہوں گے اور نہ ہی عوام کے معاشی مسائل حل ہو سکیں گے لہٰذا ہمیں مشروط طور پر الیکشن میں حصہ لینا چاہیے۔

یکم جولائی کے اجلاس میں افتتاحی تقریر کرتے ہوئے پیپلزپارٹی کے چیئرمین مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے ایوان اور عوام کو ون یونٹ کے خاتمہ پر مبارکباد دی۔ سیاسی صورت حال کا اجمالی جائزہ پیش کیا۔ پاکستان کی اندرونی اور خارجہ خامیوں کی نشاندہی کی۔

مسٹر بھٹو نے کہا کہ ملک اور عوام کے مسائل انتخابات سے حل نہیں ہوں گے۔ لیکن ہم عوام کی مرضی کے مطابق انتخابات کا بائیکاٹ کرنا نہیں چاہتے۔ انہوں نے اپنے اس موقف پر زور دیا کہ 120 دنوں میں آئین نہیں بنایا جا سکتا۔ مسٹر بھٹو نے مطالبہ کیا کہ:

1- انتخابات سے دو ماہ قبل مرکزی کابینہ توڑ دی جائے۔

2- منتخب دستور ساز اسمبلی کو آزادی سے کام کرنے کی ضمانت دی جائے۔

3- انتخابات میں بدعنوانیوں اور بے قاعدگیوں کی روک تھام کے لیے مارشل لاء کے ضابطے نافذ کئے جائیں۔

4- قانونی ڈھانچہ کی خامیوں کو دور کیا جائے۔

5- تمام سیاسی کارکنوں' طلباء اور مزدوروں کو غیر مشروط طور پر رہا کیا جائے۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو کے بعد میزبان جناب مخدوم طالب المولیٰ نے استقبالیہ تقریر کرتے ہوئے کہا کہ نام نہاد اسلام پسند جماعتوں نے اسلام کا ٹھیکہ دار بن کر پیپلزپارٹی کے اقتصادی نظام کے خلاف خانہ ساز فتویٰ صادر کیا ہے۔ پیپلزپارٹی کے منشور میں درج کوئی بات قرآن و سنت کے خلاف نہیں ہے۔ دراصل خطرہ جاگیرداروں' بلیک مارکیٹ کرنے والوں' ذخیرہ اندوزوں' نفع خوروں' وطن دشمنوں اور پاکستان کے ازلی مخالفوں کو ہے' مخدوم صاحب نے اپنے تاریخی شہر ہالہ میں زحمت کرکے آنے والے مندوبین اور مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

مسٹر بھٹو کی زیر صدارت دوسرا اجلاس شروع ہوا۔

کراچی کی خاتون رہنما ڈاکٹر زین الدین خان لودھی نے تقریر کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ یہ ملک ہاریوں' مزدوروں اور محنت کش عوام کا ہے جو ملک کے 75 فیصد سے زائد ہیں۔ لیکن پھر بھی ہر قسم کے حقوق و نمائندگی سے محروم ہیں۔ ڈاکٹر صاحبہ نے کہا کہ ملک میں سرمایہ داری' جاگیرداری اور وڈیرہ شاہی' کے خاتمہ کے بغیر حقیقی جمہوریت قائم نہیں ہو سکتی۔ پاکستان کے سیاسی و اقتصادی نظام میں بنیادی تبدیلی کے بغیر عوامی جمہوریت کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ نیز جب تک اسمبلیوں میں محنت کش عوام کے لیے نشستیں مخصوص نہ ہوں گی انتخابات کا کوئی دور رس نتیجہ نہیں نکلے گا۔

پنجاب کے رہنما ڈاکٹر مبشر حسن نے کہا کہ پاکستان میں غربت انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ چوتھے پنجسالہ منصوبے کی رپورٹ میں حکومت کو مشورہ دیا گیا ہے کہ بنکوں کو سوشلسٹ بنیادوں پر قومی ملکیت میں لے لیا جائے۔ ڈاکٹر مبشر نے کہا کہ اسلامی سوشلزم کی اصطلاح قائداعظم اور مادر ملت نے بھی استعمال کی تھی۔ اسے اب قبول عام حاصل ہو رہا ہے۔ اس اجلاس میں کچھ دوسرے رہنماؤں نے بھی تقریریں کیں۔

رئیس عبدالمجید جتوئی نے موجودہ بدحالی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مسائل کی ذمہ داری کارخانہ داروں پر ہے انہوں نے کہا کہ ایک خاتون نے زمینداروں کو ظالم اور لٹیرا قرار دیا ہے لیکن سندھ کے وڈیرے ہاریوں کے ہمدرد ہیں وہ ایسے ڈاکٹروں کی طرح نہیں جو ایک "سوئی" لگا کر غریب مریض سے پانچ روپے اینٹھ لیں۔ سرمایہ دار نفع خوری اور ٹیکس چرانے کے علاوہ مزدوروں کو اجرت بھی پوری نہیں دیتے لیکن وڈیرے ہاریوں کو نصف فصل دینے کے بعد خود ہی لگان اور آبیانہ ادا کرتے ہیں اور دیگر زراعتی اخراجات برداشت کرتے ہیں اور میں مساوات کے اصول کے تحت پیپلزپارٹی میں شامل ہوا ہوں۔

عبدالحمید جتوئی دادو ضلع کے بہت بڑے زمیندار ہیں۔

تیسری نشست میں راولپنڈی کے پارٹی چیئرمین مسٹر خورشید حسن میر' صوبہ سندھ کے سیکرٹری مسٹر عبدالوحید کٹپر' مشرقی پاکستان کے مندوب جناب ولی اسحاق اور لاہور' بہاول نگر اور لائل پور کے مندوبین نے تقریریں کرتے ہوئے الیکشن میں حصہ لینے کی حمایت کی۔ جناب میر علی احمد خان تالپور نے کہا کہ انتخاب ملک کے سیاسی اور عوام کے معاشی مسائل کا حل نہیں ہیں۔ پھر بھی ہمیں عوام میں شعور پیدا کرنے کے لیے مشروط طور پر انتخابات میں حصہ لینا چاہیے کیونکہ ہماری منزل حقیقی جمہوریت ہے۔

کانفرنس کے پہلے روز کے اجلاس میں ایک ایسا وقت بھی آیا جب مسٹر طارق عزیز کی تقریر کے ایک جملہ پر امروز کے نامہ نگار کے سوا تمام اخباری نمائندے واک آوٹ کر گئے مگر افہام و تفہیم کے بعد دوبارہ شریک ہوگئے۔ بات یہ ہوئی کہ جناب طارق نے صحافیوں پر کئے جانے والے مظالم کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ "یہ کیسا پریس ہے کہ آج ہم جنگ میں ابراہیم جلیس کو نہیں دیکھتے' اخبار جہاں میں محمود شام کو نہیں پاتے' امروز میں حمید اختر اور ظہیر بابر سے محروم ہیں۔"

"امروز کے نمائندہ مسٹر بدر جالنوی نے کہا کہ طارق عزیز صاحب نے صحافیوں کے کاز کی بات کہ لہٰذا میں کیوں واک آوٹ کرتا۔"

پاکستان میں پیپلزپارٹی کی دو روزہ ہالہ کانفرنس کے دوسرے دن پرائیویٹ اجلاس بھی ہوا جس میں انتخابات میں حصہ لینے کے بارے میں مباحثہ کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ پیپلزپارٹی بیشتر نشستوں پر اور مشرقی پاکستان کی چند نشستوں پر اپنے امیدوار کھڑے کرے گی۔ فی الحال صوبہ سندھ اور صوبہ بلوچستان کے لیے پارلیمانی بورڈوں کا قیام عمل میں آیا ہے۔

2 جولائی --- فخر ماتری روڈ

کراچی کی مشہور سڑک نیو نہام روڈ کا نام بدل کر حریت کے ایڈیٹر جناب فخر ماتری کے نام پر فخر ماتری روڈ رکھ دیا گیا۔

3 جولائی --- قرضہ

عالمی بنک نے 2 کروڑ ڈالر قرضے کی منظوری دے دی یہ رقم ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل کے لیے خرچ ہوگی۔

3 جولائی --- فضائی فوجی طیارہ لاپتہ

پاکستان کا فضائی فوجی طیارہ کہیں لاپتہ ہوگیا۔

7 جولائی --- پیپلزپارٹی اورنگی آفس کا افتتاح

پیپلز پارٹی اورنگی آفس کا افتتاح کرتے ہوئے پارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ جب ہم اپنے بچوں کے لیے سکولوں کا مطالبہ کرتے ہیں' جب ہم محنت کشوں کے حقوق کی بحالی اور ایسے اقتصادی نظام کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جس کے تحت یہ ملک ترقی کر سکے تو ہم پر مذہب کو کمزور بنانے کا الزام لگایا جاتا ہے۔

بھٹو نے پارٹی کی تنظیمی جڑیں مضبوط کرنے پر زور دیتے ہوئے جلسے کے شرکاء سے کہا کہ:

"آپ کو دفاتر قائم کرنے ہیں۔ آپ کو تنظیمی معاملات کی طرف توجہ دینی ہے۔ کیونکہ کوئی پارٹی تنظیم کے بغیر کبھی چل نہیں سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ پارٹی کو منظم کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ آپ پارٹی کے اصولوں سے آگاہی حاصل کریں اور ان پر غور کریں۔ یہ خیال ہرگز نہ کریں کہ آپ کو اپنے حقوق آسانی سے مل جائیں گے۔ آپ کو ان

حقوق کی خاطر لڑنا ہوگا۔ عوام کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ انہیں گھر بیٹھے اپنے حقوق مل جائیں گے۔ آپ کو ایک طویل جدوجہد کرنی ہے۔ یہ سب کچھ آپ صرف ایک ٹھوکر سے حاصل نہیں کر سکیں گے۔ آپ کو کام کے لیے تیار ہونا چاہیے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں اگر آپ چوکنے رہے تو کوئی عوام دشمن سازش کبھی کامیاب نہیں ہو سکے گی۔"

7 جولائی --- کونسل مسلم لیگ میں شمولیت

ریٹائرڈ ایئر مارشل نور خان کونسل مسلم لیگ میں شامل ہوگئے۔

8 جولائی --- ہڑتالی ملازمین برطرف

مشرقی پاکستان کے سولہ ہزار ہڑتالی ملازمین کو ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔

8 جولائی --- برسی

مادر ملت کی تیسری برسی نہایت عقیدت و احترام سے منائی گئی۔

9 جولائی --- الیکشن میں حصہ لینے کا اعلان اور انتخابی اتحاد

کونشن مسلم لیگ نے آئندہ عام انتخابات میں بھرپور طریقے سے حصہ لینے کا اعلان کیا اور ساتھ ہی کونشن مسلم لیگ نے کونسل مسلم لیگ کے ساتھ انتخابی اتحاد بھی کر لیا۔

10 جولائی --- اساتذہ مستعفی

سندھ یونیورسٹی انجینئرنگ کالج کے تمام اساتذہ مستعفی ہوگئے۔

10 جولائی --- جمعیت العلماء اسلام میں شمولیت

مولانا اسماعیل ذبیح نے جمعیت العلمائے اسلام میں شمولیت اختیار کرلی۔

11 جولائی --- الیکشن کمشنر کا اعلان

چیف الیکشن کمشنر پاکستان جسٹس عبدالستار نے کہا کہ آئندہ عام انتخابات سول انتظامیہ کی زیر نگرانی منعقد ہوں گے۔

11 جولائی --- خان عبدالقیوم کا بیان

مسلم لیگ کے سربراہ خان عبدالقیوم خان نے اپنے ایک اخباری بیان میں کہا کہ دولتانہ' ولی خان' شیخ مجیب' جی ایم سید اور اچکزئی پاکستان کو بھارت کے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔

12 جولائی --- انتخابی ضابطوں کا اعلان

الیکشن کمیشن پاکستان نے انتخابی ضابطوں کا اعلان کیا۔ اعلان میں قومی اسمبلی کے لیے اخراجات کی حد 25 ہزار روپے اور صوبائی اسمبلی کے لیے 15 ہزار روپے مقرر کی۔ عوام کی سہولت کے لیے ڈاک کے ذریعے ووٹ ڈالنے کی سہولت کا بھی اعلان کیا گیا اور انتخابات پر اثر انداز ہونے والے افسروں کو دو سال تک قید کی سزا دینے کا بھی اعلان کیا گیا۔

13 جولائی --- سیاسی رہنما کی رہائی

نیشنل عوامی پارٹی کے رہنما مسیح الرحمٰن کو رہا کر دیا گیا۔ نیز مارشل لاء کے ضابطہ نمبر 66 کا اجراء کیا گیا۔

14 جولائی --- ایوب کھوڑو کا بیان

ممتاز سندھی راہنما ایوب کھوڑو نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ آئندہ عام انتخابات میں اسلام پسند عناصر کو کامرانی ہوگی اور لاڑکانہ سوشلزم کا قبرستان بن جائے گا۔

15 جولائی --- خان قیوم کی اپیل

مسلم لیگ کے سربراہ خان عبدالقیوم خان نے عوام سے اپیل کی کہ وہ انتخابی مہم کے لیے انہیں دل کھول کر چندہ دیں۔

16 جولائی --- نوابزادہ نصراللہ کا انتباہ

نواب زادہ نصراللہ خان نے ایک اخباری بیان دیتے ہوئے کہا کہ اگر عوامی لیگ کے چھ نکات پر عمل کیا گیا تو ملک چھ حصوں میں بٹ جائے گا۔ "

16 جولائی --- دولتانہ کا خان قیوم کو نوٹس

میاں ممتاز محمد خان دولتانہ نے مسلم لیگ کے لیڈر خان قیوم خان کو سات دن کے اندر اندر معافی مانگنے کا نوٹس دیا۔ معذرت نہ کرنے کی صورت میں ان پر مقدمہ چلانے کی دھمکی دی۔

17 جولائی --- مشرقی پاکستان میں اسلام پسند جماعتوں میں سمجھوتہ

مشرقی پاکستان میں جمعیت العلماء اسلام' کونسل مسلم لیگ' پی ڈی پی' اور دوسری اسلام پسند جماعتوں کے درمیان سمجھوتہ ہوگیا۔

17 جولائی --- نظم و نسق کی سپردگی

حکومت نے سرحد کے گورنر کو قبائلی علاقوں کا نظم و نسق سونپ دیا۔

18 جولائی --- جمعیت العلما پاکستان میں شمولیت

سجادہ نشین شرقپور شریف صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نے جمعیت العلما پاکستان میں شمولیت کا اعلان کیا۔

19 جولائی --- اصغر خان کا بیان

ایئر مارشل ریٹائرڈ اصغر خان نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ اگر سیاسی جماعتیں آئین مرتب کرنے میں ناکام رہیں تو ملک کی سالمیت خطرے میں پڑ جائے گی۔

19 جولائی --- کنونشن لیگ کے صدر اور سیکرٹری کا تقرر

کنونشن مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے فضل القادر چودھری کو صدر اور ملک قاسم کو سیکرٹری جنرل مقرر کیا۔

20 جولائی --- الیکشن کمیشن کا اعلان

چیف الیکشن کمیشن نے اعلان کیا کہ انتخابات کے لیے پولنگ کے پروگرام کا اعلان آئندہ ہفتے کر دیا جائے گا۔

21 جولائی --- نئی سیاسی جماعت کے قیام کا اعلان

بلوچستان کے ممتاز سیاسی رہنما خان عبدالصمد اچکزئی نے پختون عوامی نیشنل پارٹی کے نام سے ایک نئی سیاسی جماعت کے قیام کا باقاعدہ اعلان کیا۔

22 جولائی --- پیپلز پارٹی میں شمولیت

ممتاز کرکٹر عبدالحفیظ کاردار پاکستان پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔

24 جولائی --- پیپلز پارٹی کا اعلان

پاکستان پیپلز پارٹی نے لاڑکانہ سے اعلان کیا کہ ذوالفقار علی بھٹو چھ نشستوں (لاڑکانہ' ٹھٹھہ' بدین' لاہور' ملتان اور ڈیرہ اسماعیل خان) سے قومی اسمبلی کا الیکشن لڑیں گے۔

27 جولائی --- مشرقی پاکستان میں سیلاب

مشرقی پاکستان میں شدید سیلاب کی وجہ سے ایک ہزار مربع میل علاقہ زیر آب آ گیا۔ متعدد دیہات کا نام و نشان مٹ گیا۔ ہزاروں افراد بے گھر ہو گئے۔ حکومت نے بے گھر لوگوں کی بحالی کے لیے امداد دینے کا اعلان کیا۔

28 جولائی --- اپنے عقیدے کے بارے میں بھٹو کا عزم

اپنے ایک بیان میں ذوالفقار علی بھٹو نے کہا "میں عقیدے کے اعتبار سے سوشلسٹ ہوں اور بندوق کی نالی کے ذریعے کوئی بھی میرے اس عقیدے کو نہیں بدل سکتا اور میرا پختہ یقین ہے کہ پاکستان کے اقتصادی اور زرعی مسائل حل کرنے کے لیے یہاں سوشلسٹ نظام لانا اور آزاد پالیسی اختیار کرنا ازبس ضروری ہے۔"

28 جولائی --- پی ڈی پی کے رہنما کو سزا

بہاولپور میں فوجی عدالت نے پاکستان ڈیمو کریٹک کے نائب صدر شہزاد مامون رشید کو مارشل لاء ضابطہ نمبر 6-12 اور 14 کے تحت دس سال قید اور ایک لاکھ روپے جرمانہ کی سزائی سنا دی ان پر پولیس پر پتھراؤ کرنے اور پولیس چوکی (فرید گیٹ بہاولپور) کو نقصان پہنچانے کا الزام تھا۔

29 جولائی --- صدر کی یقین دہانی

صدر پاکستان جنرل ایم اے یحیٰی خان نے اپنی نشری تقریر میں یقین دہانی کرائی کہ عام انتخابات پروگرام کے مطابق کرائے جائیں گے۔ بشرطیکہ کوئی سانحہ پیش نہ آئے جس سے انتخابات کچھ عرصے کے لیے ملتوی کرنے پڑیں۔

29 جولائی --- پیپلز پارٹی میں شمولیت

میاں محمود علی قصوری نے نیپ سے استعفیٰ دے دیا اور پاکستان پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔

29 جولائی --- مظفر گڑھ میں بھٹو کا خطاب

پیپلز پارٹی ملک میں خلفائے راشدین کا نظام قائم کرنا چاہتی ہے۔ اس لیے لوگ اگر اسلامی سوشلزم کا لفظ پسند نہیں کرتے تو اسے "اسلامی مساوات" کا نام دے سکتے ہیں۔ اگر انتخابات کے بعد مقررہ وقت کے اندر آئین سازی میں ناکامی ہوئی تو ہم آئندہ کسی انتخاب میں حصہ نہیں لیں گے۔ (مظفر گڑھ میں جلسہ عام سے خطاب)

30 جولائی --- عوامی مسائل کے بارے میں بھٹو کا دعویٰ

اگر میری جماعت برسر اقتدار آ گئی تو عوام سے کئے گئے تمام وعدے پورے کرے گی ' اور میرے وزراء نے اگر عوامی مسائل حل کرنے میں غفلت سے کام لیا تو میں ان کی داڑھی مونچھیں منڈوا دوں گا اور انہیں کبھی نہیں بخشوں گا۔ (کوٹ ادو میں جلسہ عام سے خطاب)

30 جولائی --- ایکسائز ڈیوٹی کی بجائے سیلز ٹیکس

مرکزی وزیر خزانہ مسٹر مظفر قزلباش نے سونے اور چاندی کے زیورات پر 25% ایکسائز ڈیوٹی کی بجائے 10 فیصد سیلز ٹیکس وصول کرنے کا اعلان کیا۔

31 جولائی --- سمجھوتہ ناکام

کونشن مسلم لیگ اور کونسل مسلم لیگ کے درمیان طے پانے والا انتخابی سمجھوتہ ناکام ہو گیا۔

31 جولائی --- لیہ میں بھٹو کا خطاب

ہم بھارت کے متعلق ایسی پالیسی اختیار کریں گے کہ اندرا گاندھی کی نیند حرام ہو جائے گی اور جب ہم برسر اقتدار آ گئے تو ہم دہلی میں نہایت دھوم دھام سے شوکت اسلام منائیں گے۔ پیپلز پارٹی برسر اقتدار آ گئی تو ہر کاشت کار کو سولہ ایکڑ اراضی دے گی اور مالیہ معاف کر دے گی اور اگر میں یہ وعدہ پورا کرنے میں ناکام رہا تو ہمیشہ کے لئے سیاست سے الگ ہو جاؤں گا۔ (لیہ میں جلسہ عام سے خطاب)

اگست 1970ء

یکم اگست --- ملتان میں بھٹو کا خطاب

دو ماہ کے عرصہ میں پیپلز پارٹی ایک طوفان کی شکل اختیار کر لے گی اور عوامی سیلاب باقی تمام پارٹیوں کو بہا کر میدان صاف کر دے گا اور انتخابات میں مغربی پاکستان پر ہماری مکمل گرفت ہوگی۔ (ملتان میں جلسہ عام سے خطاب)

یکم اگست --- تحقیقاتی کمیٹی کا قیام

کونشن مسلم لیگ کے فنڈ کی تحقیقات کرنے کے لیے کمیٹی قائم کر دی گئی۔

2 اگست --- پیپلز پارٹی میں شمولیت

ملتان قریشی گروپ کے سربراہ جناب صادق حسین قریشی نے پاکستان پیپلز پارٹی میں اپنی شمولیت کا اعلان کر دیا۔

3 اگست --- پریس کانفرنس سے بھٹو کا خطاب

پاکستان میں سوشلزم' اور جمہوریت کو ایک ساتھ رائج کیا جائے گا۔ ہم نے پہلے "اسلام سوشلزم" کا لفظ استعمال کیا مگر اب دیہی عوام کو سمجھانے کے لیے "اسلامی مساوات" کا لفظ استعمال کر رہے ہیں۔ تاکہ ہمارے دیہاتی عوام ہمارے پروگرام کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ (ملتان پریس کانفرنس)

3 اگست --- بھاشانی کا اعلان

مولانا بھاشانی نے تمام حکومتی پابندیاں توڑ کر جلوس نکالنے کا اعلان کر دیا۔

3 اگست --- نیپ کے سیکرٹری کا تقرر

مسٹر مسیح الرحمٰن نیپ کے سیکرٹری منتخب ہو گئے۔

3' 4' 5 اگست --- اوکاڑہ' اور ساہیوال میں بھٹو کے خطابات

ذوالفقار علی بھٹو نے ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ گزشتہ دنوں مسز اندرا گاندھی نے پاکستان کے خلاف زہر اگلا تھا۔ اگر وہ حکومت میں ہوتے تو مسز اندرا گاندھی کو ایسا کہنے کی جرات نہ ہوتی۔
اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے بھٹو نے اس بات کا انکشاف کیا کہ وہ ان سرمایہ داروں اور زمینداروں کو بھی پارٹی میں شامل کریں گے جو پارٹی کے منشور کو تسلیم کرتے ہیں لیکن سامراجی ایجنٹوں کو پارٹی میں ہرگز شامل نہیں کیا جائے گا۔ مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی شاندار کامیابی حاصل کرے گی۔

اوکاڑہ میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ انتخابات میں اگر سرمایہ دار لوگ پھر برسر اقتدار آ گئے تو وہ غریب اور متوسط طبقے کے عوام کے مفادات کا ہرگز تحفظ نہ کر سکیں گے۔ گزشتہ تیس برس میں جتنی بھی حکومتیں آئی ہیں۔ ان سب نے غریبوں کا اس قدر استحصال کیا ہے کہ آج غریب عوام کی حالت دیکھ کر رونا آتا ہے۔

3'4'5 اگست --- صدر کی ڈھاکہ روانگی

صدر پاکستان جنرل ایم اے یحییٰ خان نے ڈھاکہ کے سیلاب زدہ علاقوں کا دورہ کیا۔

3' 4' 5 اگست --- ملیر کراچی کے جلسہ گاہ سے بھٹو کا خطاب

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ وہ کوئی متوازن پالیسی اختیار نہیں کریں گے۔ ان کی پالیسی انقلابی ہوگی۔ آپ ایک ایسے ملک میں متوازن پالیسیاں نہیں پھیلا سکتے جہاں ہر قسم کی برائیاں اپنی بدترین شکل میں پھیلی ہوں۔

انتخابات میں حصہ لینے یا نہ لینے کے سوال پر بحث کرتے ہوئے بھٹو نے انکشاف کیا کہ:

"ہالہ کانفرنس میں انتخابات میں حصہ لینے کے مسئلہ پر دو رائیں پائی جاتی تھیں۔ ایک رائے یہ تھی کہ ہمیں انتخابات میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔ کیونکہ انتخابات میں حصہ لینا عوام سے غداری کے مترادف ہوگا۔ اس سلسلہ میں دلیل یہ دی گئی کہ عوام سمجھتے ہیں کہ انتخابات سے

ان کے مسائل حل نہ ہوئے تو انہیں یہ احساس ہو گا کہ ان سے فریب کیا گیا ہے۔

"دوسرا نقطہ نظر یہ تھا کہ عوام انتخابات کا انعقاد چاہتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں شروع سے ہی یہ واضح کر دینا چاہیے کہ محض انتخابات سے عوام کے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ تاہم ہمیں اپنے مخالفین کو شکست دینے کے لیے انتخابات میں حصہ لینا چاہیے۔ یہ دلیل بھی دی گئی کہ اسمبلی ہمیں ایک نیا پلیٹ فارم مہیا کرے گی۔ لہٰذا آپ کی اس رائے کے پیش نظر ہم نے انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔

"مجھے پورا بھروسہ ہے کہ ہم دستور ساز اسمبلی میں پہنچ جائیں گے اور خدا کے فضل سے ہمیں اکثریت حاصل ہوگی۔ کوئی بھی ہمارا راستہ روک نہیں سکتا۔ ہمارے دشمن' سامراجی ایجنٹ اور سرمایہ دار یہ کہتے ہیں کہ ہماری پارٹی کوئی پارٹی نہیں ہے اور یہ محض ایک فرد کی پارٹی ہے یہ پراپیگنڈہ جھوٹا ہے وہ جو کچھ کر سکتے تھے انہوں نے ہمارے خلاف کیا لیکن عوام ہمارے ساتھ ہیں۔ یہ پراپیگنڈہ کیا گیا کہ لوگ بھٹو کو صرف دیکھنے آتے ہیں وہ اس کے جلسے میں شریک ہونے کے لیے نہیں آتے میں کوئی فلمی اداکار نہیں کہ لوگ مجھے دیکھنے آئیں - وہ میری باتیں سننے آتے ہیں۔ وہ اس لیے نہیں آتے ہیں کہ میں ان کے مسائل کی وضاحت کرتا ہوں۔ ان کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہوں اور ان کے مسائل کا حل پیش کرتا ہوں۔ اسی لیے انہیں ہماری پارٹی پر یقین ہے۔ وہ وقت آ رہا ہے جب آپ خود دیکھ لیں گے کہ ہمیں کتنی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔"

انتخابات سے قبل اور انتخابات کے دوران حکومت کی جانبداری پر تنقید کرتے ہوئے بھٹو نے تفصیل سے واضح کیا کہ:

"ہم نے یحییٰ خان کو بتایا تھا کہ ان کے وزراء انتخابی مہم میں غیر جانبدار نہیں رہیں گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ خود غیر جانبدار رہیں گے۔ ہم جانتے ہیں کہ ان کے وزراء غیر جانبدار نہیں ہیں لیکن انہیں جانبداری سے روکنے کے لیے یحییٰ خان نے اب تک کیا کیا ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ سیاست میں دخل دیتے رہے ہیں۔ ان میں سے ایک وزیر تو سرمایہ داروں کو ایک خاص پارٹی کی امداد کا مشورہ دیتا رہا ہے۔ ان وزراء نے عوام دشمن بجٹ تیار کیا۔ ایک طرف چھ نکات کو پاکستان دشمن نکات بتایا گیا۔ ہم بھی یہی بات کہتے ہیں کیونکہ ان نکات سے پاکستان کی سالمیت خطرہ میں پڑتی ہے۔ لیکن دوسری طرف کراچی کے ایک وزیر سے تعلق رکھنے والا اخبار ان چھ نکات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا رہا۔" بھٹو نے فوجی حکومت کے بجٹ پر بھی تنقید کی اور کہا: "اب بجٹ کے متعلق بھی کچھ سن لیں۔ ہم نے اتنا بے کار اور بے معنی بجٹ گزشتہ 23 برسوں میں نہیں دیکھا۔ اس نے عوام پر بہت بھاری بوجھ ڈال دیا ہے۔ تقریباً ہر چیز کے نرخوں میں 25 فیصد تک اضافہ ہو گیا ہے۔ اس بجٹ نے عوام کو کچل کر رکھ دیا ہے۔ جو لوگ ہر ماہ مقررہ تنخواہیں پاتے ہیں ان پر پہلے ہی بڑا بوجھ تھا۔ اب وہ مزید ٹیکس کس طرح ادا کریں گے؟ مہاجر ٹیکس کے تحت لاکھوں روپے وصول کیے گئے تھے۔ یہ ساری رقم کہاں گئی ہے؟ کہیں کبھی ملیر میں ایک کوارٹر کی قیمت سات سو روپے ہوا کرتی تھی۔ اب اس کی قیمت چودہ سو روپے ہو گئی ہے اس رقم پر سود بھی وصول کیا جاتا ہے۔ پھر ٹرانسپورٹ کا بھی مسئلہ ہے۔ بچے سکولوں میں کیسے جائیں گے؟ یہ سارے مسائل ملک میں اقتصادی تبدیلیاں لانے کے بعد ہی حل ہو سکتے ہیں۔ ہم میٹرک تک تعلیم مفت کرنا چاہتے ہیں۔"

بھٹو نے کہا کہ:

"مزدوروں کے مسائل اور مشکلات میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ مختلف کارخانوں کے مزدوروں سے کتنی سختی کی جاتی ہے۔ کارخانوں کو تالے لگا کر مزدوروں کو نکال باہر کیا گیا' انہیں اذیت پہنچائی گئی اور جیلوں میں ڈالا گیا۔ غریب لوگ آخر کیا کریں؟ نرخوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ کارخانے بند کیے جا رہے ہیں۔ ان حالات میں لوگ آخر کس طرح زندہ رہ سکتے ہیں؟ ایسی زندگی سے تو موت بہتر معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ہم اسلامی مساوات لائیں گے جو تشدد اور استحصال کو ختم کر دے گی اور ایک عوامی حکومت قائم کرے گی۔ ہمارے مطالبات عوام کے مطالبات ہیں۔ اقتصادی نظام میں انقلابی تبدیلیوں کے بغیر غربت اور مصیبت ختم ہی نہیں ہو سکتی۔ بڑے صنعتی یونٹوں کو قومی ملکیت بنا کر ہی غربت' مصیبت اور ناخواندگی کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اسلامی سوشلزم کے نفاذ کے بعد ہی پاکستان خوشحال ہو سکے گا۔ پاکستان کے بانی قائداعظم اسلامی سوشلزم کے حامی تھے۔ لیاقت علی خاں اور حسین شہید سہروردی ان دونوں رہنماؤں نے بھی اسلامی سوشلزم کی حمایت کی تھی۔ ہم اسلامی سوشلزم کی حمایت کرنے والے کوئی پہلے شخص نہیں ہیں- جو صورت حال پیدا ہو رہی ہے اس پر قابو پانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ معاشرتی ڈھانچہ میں انقلابی تبدیلی لائی جائے۔ جب تک ہم آپ نہیں کریں گے اور دولت اور آمدنی کی زیادہ منصفانہ تقسیم کا اہتمام نہیں کریں گے اس وقت تک مشرقی پاکستان میں چھ نکات کی باتیں اور مغربی پاکستان میں کنفیڈریشن کے لیے آوازیں بلند ہوتی رہیں گی۔"

بھٹو نے مسئلہ کشمیر اور بھارتی مسلمانوں کی صورت حال پر تشویش کا اظہار کیا اور کہا کہ:

"کیا یہ ستم ظریفی نہیں ہے کہ ہم تو انتخابات کی باتیں کر رہے ہیں مگر بمبئی' احمد آباد اور کشمیر میں مسلمانوں کو بڑی بے رحمی سے قتل کیا جا

رہا ہے۔ میں ان نوجوان کشمیری مسلمانوں کو سلام پیش کرتا ہوں۔ جنہوں نے ہندوستان کی بندوقوں اور سنگینوں کی پروا نہ کی۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم ان سے محض زبانی ہمدردی پر اکتفا کرتے رہے۔ یہ معاملہ سلامتی کونسل میں اٹھانا چاہیے۔

"ہم کشمیر کے مسئلہ پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرسکتے۔ ہم سوچتے ہیں کہ اس مسئلہ پر سمجھوتہ پاکستان کے وجود کی نفی کر دے گا۔ ایوب خان نے 1965ء کی جنگ کے بعد اس مسئلہ کو پس منظر میں ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اب حالات سنگین ہوگئے ہیں۔ اگر حکومت کچھ اور نہیں کر سکتی تو اسے کم از کم یہ مسئلہ فوری طور پر سلامتی کونسل میں ضرور لے جانا چاہیے۔"

7 اگست --- ولی خان نیپ میں شمولیت

خان جنڈول نے ولی خان نیپ میں شمولیت اختیار کرلی۔

7 اگست --- لاہور میں بھٹو کا خطاب

لاہور میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ عوام ہماری انقلابی پارٹی کے ساتھ ہیں جو غریبوں' مزدوروں اور کسانوں کی جماعت ہے۔ جو رجعت پسندوں' سامراجیوں اور ان کے پٹھوؤں کے خلاف بھرپور جدوجہد کر رہی ہے آج کے جلسہ کے بے پناہ ہجوم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہم فتح یاب ہو چکے ہیں اور لوگ عوام دشمنی اور رجعت پسند جماعتوں سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ یہ رجعت پسند جماعتیں برسوں سے اس ملک کے عوام کو دھوکہ دے رہی ہیں' یہی وجہ ہے کہ عوام کو ایک جدید جماعت کی ضرورت محسوس ہوئی۔

8 اگست --- کمیٹی کا قیام

صدر یحییٰ خان نے مشرقی پاکستان میں ہونے والے امدادی کاموں کی نگرانی کے لیئے ایک کمیٹی مقرر کی۔ قصور میں ایک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے مسئلہ کشمیر کے حل پر زور دیا۔

8 اگست --- قصور میں بھٹو کا خطاب

قصور میں بھٹو صاحب نے اپنے خطاب کے دوران کہا کہ اگر پاکستان پیپلزپارٹی برسر اقتدار آگئی تو سب سے پہلے مسئلہ کشمیر کو حل کیا جائے گا۔ پیپلزپارٹی انتخابات کے موقع پر کسی دوسری سیاسی جماعت کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کرے گی۔ جن حلقوں میں پارٹی کو موزوں امیدوار مل گئے انہیں انتخابات میں حصہ لینے کے لیے ٹکٹ دیئے جائیں گے۔ عوام کا فرض ہے کہ پاکستان پیپلزپارٹی کے امیدوار کو عوامی نمائندہ سمجھ کر کامیاب بنائیں۔ انتخابات کے موقع پر سیاسی پارٹیاں اپنے اپنے منشور لے کر آئی ہیں لیکن ہم نے اپنا منشور اس وقت دیا جبکہ انتخابات کا مسئلہ بھی زیر غور نہ تھا۔ ہم ہر وقت انتخابات کے لئے تیار ہیں۔ عام سیاسی جماعتوں کو پہلے سے معلوم تھا کہ ستمبر' اکتوبر میں مشرقی پاکستان میں بارشیں ہوتی ہیں' سیلاب آتے ہیں۔ اب سیاسی لیڈروں نے پاکستان پیپلزپارٹی کی مقبولیت سے ڈر کر یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ انتخابات ملتوی کر دیئے جائیں۔

10'9 اگست --- انتخابی شیڈول تبدیل کرنے کا اعلان

چیف الیکشن کمشنر نے مشرقی پاکستان میں سیلاب کے پیش نظر انتخابی پروگرام ملتوی کرنے کا اعلان کر دیا۔

12 اگست --- نیشنل عوامی پارٹی میں شمولیت

سابق مرکزی وزیر تجارت مسٹر غلام فاروق نیشنل عوامی پارٹی میں شامل ہوگئے۔

13 اگست --- پیپلزپارٹی میں شمولیت

ملک کے مشہور کھلاڑی اولمپین نصیر بندہ نے پاکستان پیپلزپارٹی میں شمولیت کا اعلان کیا۔

14 اگست --- یوم آزادی کے موقع پر ہنگامہ

ڈھاکہ میں یوم آزادی کے موقع پر زبردست ہنگامہ۔ پولیس اور مظاہرین کے درمیان شدید تصادم' 7 افراد ہلاک اور لاتعداد زخمی ہوگئے۔

15 اگست --- صدر کا اعلان

صدر جنرل محمد یحییٰ خان نے اعلان کیا کہ قومی اسمبلی کے انتخابات مشرقی پاکستان میں سیلاب کے باعث 7 دسمبر کو ہوں گے۔

16 اگست --- صدر یحییٰ کا بیان

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد یحییٰ خان نے ایک بیان میں کہا کہ انتخابات سے قبل کابینہ نہیں توڑی جائے گی۔

17 اگست --- مارشل لاء کے ضابطے میں ترمیم

صدر یحییٰ خان نے مارشل لاء کے ضابطہ نمبر 60 میں ایک نئے ضابطہ نمبر 67 کے ذریعے ترمیم کر دی جس کے تحت ایسے افراد جنہیں کسی بھی جرم میں کسی بھی مدت کے لیے سزا دی گئی ہو یا جو دو سال سے یا اس سے زیادہ عرصہ کے لیے جیل میں رہے ہوں' نہ کسی سیاسی پارٹی کے رکن بن سکیں گے اور نہ ہی کوئی جلسہ کر سکیں گے۔

20 اگست — منشور کا اعلان

پاکستان مسلم لیگ (قیوم گروپ) نے اپنے منشور کا اعلان کیا۔

22 اگست — مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر کا اعلان

زون سی کے مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر جنرل ٹکا خان نے کہا کہ امن و امان کو ہر قیمت پر بحال رکھا جائے گا۔ تاکہ انتخابات منصفانہ اور آزادانہ ماحول میں ہو سکیں۔

23 اگست — تحریک استقلال کے رہنما کا بیان

تحریک استقلال کے رہنما ابوالقاسم نے ایک اخباری بیان میں کہا کہ میں ذاتی طور پر چھ نکات کا حامی نہیں ہوں لیکن مشرقی پاکستان کے لیے شیخ مجیب سے تعاون کرنے کو تیار ہوں۔

26 اگست — پاک پتن میں بھٹو کا خطاب

پیپلز پارٹی کے چیئرمین نے پاکپتن میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ الیکشن خواہ دو سال بعد ہوں۔ ہماری پارٹی یقینی کامیابی حاصل کرے گی ہم دہلی اور سری نگر میں جا کر شوکت اسلام منائیں گے۔ 113 علماء کا فتویٰ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

28 اگست — فیصل آباد میں بھٹو کا جلسہ

پیپلز پارٹی کے چیئرمین نے فیصل آباد میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کا جھنڈا بارہ کروڑ عوام کی نمائندگی کا مظہر ہے۔ دراصل یہی عوام پاکستان کے ستون ہیں۔ ہماری جماعت برسر اقتدار آنے کے بعد ہر خاندان کو رہنے کے لیے مکان مہیا کرے گی اور اس آبادی کے عوام کو یہاں پر پکے مکانوں کی تعمیر کی اجازت دے دی جائے گی۔ (لائل پور فیکٹری ایریا میں خطاب)

30 اگست — راولپنڈی میں بھٹو کا بیان

ذوالفقار علی بھٹو نے راولپنڈی میں ایک اخبار کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ "انتخابات روس اور امریکہ کے ایماء پر ملتوی ہوئے ہیں۔ دونوں طاقتیں اکتوبر میں پاکستان اور ہندوستان کے سربراہوں میں ملاقات کرانا چاہتی ہیں۔ لیکن شکست پیپلز پارٹی کے مخالفوں کا مقدر بن چکی ہے۔ اور ہم مقابلے کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔

ستمبر 1970ء

یکم ستمبر — چیئرمین کا تقرر

حکومت نے قومی اسمبلی کے سابق رکن مسٹر اے کے سومار کو مسٹر جسٹس ایس اے رحمٰن کی جگہ نیشنل پریس ٹرسٹ کا چیئرمین مقرر کیا۔

2 ستمبر — ہنگاموں کے بعد فوج طلب

ملتان میں مشتعل ہجوم پر پولیس کی دوبارہ فائرنگ سے دو افراد ہلاک اور سات شدید زخمی ہو گئے۔ حالات کی سنگینی کے پیش نظر فوج طلب کر لی گئی۔ حکومت نے سانحہ ملتان کی تحقیقات کے لیے لاہور ہائی کورٹ کے جج کو مقرر کیا۔ تحقیقات کا کام جسٹس عبدالحمید کے سپرد کیا گیا۔

5 ستمبر — فوجی عدالت سے سزا

ممتاز شاعر مسٹر یوسف کامران کو مارشل لاء عدالت نے ایک سال قید سخت کی سزا سنائی۔

8 ستمبر — مالاکنڈ میں بھٹو کا خطاب

مالاکنڈ میں ایک بڑے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے پیپلز پارٹی کے چیئرمین مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ پیپلز پارٹی عوامی راج قائم کرنے کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرے گی اور اگر یہ مقصد آئندہ انتخابات کے ذریعے حاصل نہ ہو سکا تو پھر پیپلز پارٹی بھرپور جدوجہد کرے گی۔

ایوب خان کے خلاف عوام کی کامیابی عوامی مقصد حاصل کرنے کی طرف پہلا قدم ہے۔

9 ستمبر — نور خان کا بیان

ایئر مارشل نور خان نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ میں نے عوام کے لیے اپنی نوکری چھوڑ دی ہے۔

9 ستمبر — منگورہ میں بھٹو کا خطاب

منگورہ میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ اگر سابق صدر ایوب خان 1965ء میں جنگ بندی قبول کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیتے تو کشمیر ستمبر 1965ء کی جنگ میں ہی بھارت کے تسلط سے آزاد ہو چکا ہوتا۔

14 ستمبر — سابق صدر پر فائرنگ کے ملزم کی سزا میں کمی

سابق صدر ایوب خان پر فائرنگ کے ملزم کی سزا سات سال سے کم کرکے تین سال کر دی گئی' ملزم محمد ہاشم نے 10 نومبر 1968ء کو صدر ایوب پر جناح پارک پشاور کے جلسہ عام میں قاتلانہ حملہ کیا تھا۔

15 ستمبر — الیکشن شیڈول کا اعلان

چیف الیکشن کمشنر پاکستان نے قومی اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات کے لیے پروگرام کا اعلان کر دیا۔ قومی اسمبلی کے کاغذات نامزدگی جمع کرانے کی آخری تاریخ 15 اکتوبر اور صوبائی اسمبلی کے لئے 19 اکتوبر مقرر کی گئی۔

15 ستمبر۔۔۔ انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان

مرکزی جمعیت العلماء اسلام کے قاری عبید اللہ نے قومی اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کیا۔

10 ستمبر۔۔۔ استعفیٰ

پاکستان مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری عبدالصبور خان نے پارٹی سے استعفیٰ دے دیا۔

17 ستمبر۔۔۔ بھٹو کا بیان

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ سرمایہ داری کا خاتمہ کیے بغیر عوام خوش حال ہونے کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے۔

18 ستمبر۔۔۔ خواتین سے مودودی کی اپیل

جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی نے خواتین سے اپیل کرتے ہوئے کہا کہ وہ اسلام پسند جماعتوں کو ووٹ دیں۔

19 ستمبر۔۔۔ استعفیٰ منظور

مسلم لیگ کے صدر میاں ممتاز دولتانہ کا استعفیٰ قبول کر لیا گیا۔

20 ستمبر۔۔۔ بھٹو کا اعلان

پیپلز پارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو نے اعلان کرتے ہوئے کہا کہ سیاسی اسیروں کو رہائی دلانے کے لیے ملک گیر مہم چلائی جائے گی۔ پیپلز پارٹی نے ملک میں عوامی خدمت کا تہیہ کر لیا ہے۔

21 ستمبر۔۔۔ بنگلہ ڈیرہ میں جلسہ عام سے بھٹو کا خطاب

ایک انتخابی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے واضح کیا کہ پیپلز پارٹی ایک سیاسی جماعت نہیں بلکہ ایک عوامی تحریک ہے۔ اس تحریک کا مقصد ایک ایسی حکومت کا قیام ہے جس میں عوام کی بالادستی قائم ہو اور جہاں کسی شخص کو دوسرے کے استحصال کی اجازت نہ ہو۔ میں تشدد کا قائل نہیں، میں تو قوم اور ملک کی عظمت کی خاطر قربانی دینا چاہتا ہوں۔ پاکستان پیپلز پارٹی پاکستان کی تاریخ میں ایک منفرد مقام حاصل کر چکی ہے۔ اور ہماری پارٹی آئندہ انتخابات میں مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں میں اکثریت سے کامیاب ہوگی۔ عوام کی فتح اب مقدر بن چکی ہے اور کسی بھی قسم کا پراپیگنڈہ تاریخ کا دھارا موڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

21 ستمبر۔۔۔ آزاد کشمیر میں صدارتی الیکشن

آزاد کشمیر میں صدارتی انتخابات کے لیے سردار عبدالقیوم خان، سردار ابراہیم اور مسٹر شریف طارق نے اپنے کاغذات نامزدگی داخل کرا دیئے۔

21 ستمبر۔۔۔ جماعت اسلامی میں شمولیت

ڈھاکہ ہائی کورٹ کے سابق جسٹس اے کے ایم باقر نے جماعت اسلامی میں شمولیت اختیار کر لی۔

22 ستمبر۔۔۔ قیوم خان کا الزام

مسلم لیگ کے سربراہ خان عبدالقیوم خان نے الزام لگایا کہ چین اور بھارت کی سرحدی جھڑپوں کے موقع پر ذوالفقار علی بھٹو نے برصغیر کے مشترکہ دفاع کی تجویز پیش کی تھی۔

23 ستمبر۔۔۔ پارٹی سے نکال دیا گیا

ملتان پیپلز پارٹی کے کنوینر بابو فیروز الدین کو پارٹی سے نکال دیا گیا۔

23 ستمبر۔۔۔ ظہور الٰہی کا بیان

چودھری ظہور الٰہی نے کہا کہ مسٹر بھٹو اپنے دعووں میں مخلص نہیں ہیں۔

27 ستمبر۔۔۔ استعفیٰ مسترد

میاں ممتاز دولتانہ مسلم لیگ کے صدر رہیں گے مرکزی کونسل نے اتفاق رائے سے استعفیٰ مسترد کر دیا۔

30 ستمبر۔۔۔ بھٹو کا حکومت کے خلاف ردعمل

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے لیاقت پارک راولپنڈی میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مولانا کوثر نیازی اور امیر علی احمد تالپور گرفتار کر لیے گئے ہیں۔ افسوس ہے کہ حکومت کو اپنی غیر جانبداری کا عہد یاد نہیں رہا۔ میری پارٹی کے لوگ جو کچھ کہیں یا لکھیں اس کا نوٹس تو لیا جاتا ہے لیکن ہمارے مخالفین جو کچھ کہتے ہیں اس کی طرف سے آنکھیں بند کر لی جاتی ہیں۔

اکتوبر 1970ء

4 اکتوبر ۔۔۔ بھٹو کا گول باغ لاہور کے جلسہ عام سے

خطاب

پیپلز پارٹی کے سربراہ ذوالفقار علی بھٹو نے گول باغ لاہور کے جلسہ عام میں موجود لوگوں سے کہا کہ تین سال پہلے بھی انہوں نے اسی گول باغ میں تقریر کی تھی۔ اس وقت رات تھی اور اب دوپہر ہو چکی ہے۔ اس وقت ایوب خان کی حکومت تھی' اب یحییٰ خان برسر اقتدار ہیں۔ اس وقت کی طرح اب بھی برا وقت ہے۔ اس وقت بھی لوگ ان کے ساتھ تھے اور اب بھی لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ اس وقت بھی انہیں عوام کا تعاون اور اعتماد حاصل تھا جو اب بھی حاصل ہے۔ ایوب خان نے انہیں پریشان کرنے اور ان کی جمعیت توڑنے کی کوئی کوشش اٹھا نہ رکھی۔ اسی گول باغ میں پانی چھوڑ دیا گیا اور گیلی زمین پر بجلی کے تار ڈال دیئے گئے تاکہ سامعین کو بجلی کے جھٹکے لگ سکیں ان کے جلسہ کو اکھاڑنے کی کوششیں کی گئیں۔ لیکن اس کا مقصد کیا تھا؟ اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ انہیں پبلک جلسے کرنے' تقریریں کرنے اور پاکستانی عوام کے سامنے سچی بات کہنے سے روکا جا سکے۔ حکومت کی خواہش یہ تھی کہ لوگ صرف وہ باتیں سنیں جو حکومت کے لیے مفید ہوں۔ وہ انہیں ملک کی داخلی و خارجی سلامتی کے متعلق حق گوئی سے باز رکھنا چاہتے تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ بعض سیاستدان یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ صرف بھٹو کا راستہ روکنے کے لیے آئے ہیں۔ ایوب خاں کا مقصد بھی یہی تھا وہ بھی بھٹو اور پیپلزپارٹی کا راستہ روکنا چاہتا تھا۔ یہ کوششیں اب بھی جاری ہیں۔ ایوب خاں کے زمانے میں تمام سیاستدان پیپلزپارٹی کے مخالف تھے۔ اب بھی یہ سارے لوگ پیپلزپارٹی کے خلاف ہیں۔ جس طرح آج پیپلزپارٹی کے لیڈروں اور کارکنوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے اسی طرح اس وقت بھی انہیں گرفتار کیا جا رہا تھا۔ اس سے کیا نتیجہ نکالا جا سکتا ہے؟ کیا اس وقت اور موجودہ حالات میں واقعی کوئی فرق ہے؟

بھٹو نے عوام سے کئے گئے اپنے وعدوں اور ان کی تکمیل کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یحییٰ خان نے بھی عوام سے تین وعدے کر رکھے ہیں: صدر یحییٰ نے کہا کہ فوجی حکومت عارضی ہے اور اس کا واحد مقصد فوج کی بجائے سول حکومت کو اقتدار منتقل کرنا ہے۔ حکومت کا دوسرا وعدہ یہ تھا کہ وہ داخلی سیاسیات میں غیر جانبدار رہے گی۔ وہ کسی سیاسی جماعت کا ساتھ نہیں دے گی اور بالغ رائے دہی کی بنیاد پر آزاد انتخاب کرائے گی۔ اس نے انتخابات میں دخل نہ دینے کا وعدہ کیا۔ اسی طرح اس نے عملاً تین بنیادی وعدے کیے اور یہ وعدے خود یحییٰ خاں--- جنرل آغا محمد یحییٰ خاں نے کیے جو اپنے آپ کو اس ملک کا صدر' کمانڈر انچیف اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کہتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس نے چار ٹوپیاں پہن رکھی ہیں اور یہ صدر' کمانڈر انچیف' چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور غیر جانبداری کی ٹوپیاں ہیں۔ یہ پاکستان کے عوام سے اس ملک کی عبوری حکومت کے صدر کا وعدہ تھا اور پاکستان پیپلزپارٹی نے اس وعدے کا خیر مقدم کیا۔

بھٹو نے کہا کہ مسئلہ صرف سیاست اور جمہوریت ہی کا نہیں تھا' یہ معیشت کا بھی مسئلہ تھا اور بیشتر پارٹیاں جو انتخابات اور ریفرنڈم کی مخالفت کر رہی تھیں' وہ دراصل اقتصادی اصلاحات کی مخالف تھیں۔ بھٹو نے بتایا کہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو طرح طرح سے پریشان کیا گیا اور ابھی تک کیا جا رہا ہے۔

"میں یحییٰ خاں سے پوچھتا ہوں کہ تمہاری حکومت 28 نومبر کو کہاں تھی جب مجھے صادق آباد میں ہلاک کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ ہماری موٹر کاروں پر پتھراؤ کیا گیا اور میرا ایک دوست زخمی ہوگیا۔ اب وہ جیل میں ہے اس وقت تیس افراد گرفتار کیے گئے جن میں سے 25 ضمانت پر رہا کر دیئے گئے۔ یہ کارروائی مارشل لاء کے ضابطوں کے تحت ہوئی تھی جب میں نے خبر پڑھی تو میں اس پر یقین نہ کر سکا۔ میں نے ٹیلیفون کرکے جنرل عثمان مٹھا سے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ جو شرپسند دن کی روشنی میں مجھے مارنے آئے تھے انہیں صرف دو دو ماہ قید کی سزا سنائی گئی۔

اور 31 مارچ کو ہم نے کس جرم کا ارتکاب کیا تھا؟ اس روز ہم سندھ کے سیاسی دورے پر گئے تھے۔ یہ ایک بڑا کامیاب دورہ تھا۔ ہم سانگھڑ جا رہے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ لوگ گھروں میں آرام کر رہے تھے لیکن رائفلوں اور مشین گنوں سے مسلح ہمارے مخالفین گھات لگا کر ہم پر حملے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ پانچ ہزار مسلح افراد نے اپنی پوزیشنیں سنبھال رکھی تھیں اور انتظامیہ کو کچھ علم نہیں تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس وقت ڈپٹی کمشنر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس نے مجھ سے سرکٹ ہاؤس میں چلے آنے کے لیے کہا۔ اگر ہم اس وقت سرکٹ ہاؤس چلے جاتے تو ہمیں ہلاک کر دیا جاتا۔ کیونکہ مسلح حروں نے سرکٹ ہاؤس کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ یہ حر سرکٹ ہاؤس کے باورچی خانے میں بھی چھپے ہوئے تھے اور ہمیں وہاں جانے کے لیے کہا جا رہا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں بچا لیا۔ میں اپنی کار سے باہر نکل آیا اور میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ وہ ہمیں کیوں مارنا چاہتے ہیں؟ اب تقریباً بیس گولیاں چلائی گئیں۔ لیکن لوگوں نے مجھے اپنی حفاظت میں لے لیا۔ اس طرح میری جان بچ گئی۔ پولیس کے دو افسروں نے یہ شہادت دی کہ مجھ پر حملہ کیا گیا اور گولیاں چلائی گئیں' لیکن یہ خبر نشر نہ کی گی۔ مگر ریڈیو نے صبور خاں کے حوالے سے یہ اطلاع ضرور نشر کی کہ مشرقی پاکستان میں مچھر بڑھ گئے ہیں۔ غیر ملکی ریڈیو سٹیشنوں نے حملے کی خبر کو ضرور اہمیت دی۔ انہوں نے پہلی خبر یہی سنائی لیکن جب اسے کراچی میں نشر کیا گیا تو خبر کی اہمیت کے اعتبار سے یہ خبروں کے بلیٹن میں چھٹی خبر تھی۔"

بھٹو نے بتایا کہ جب انہوں نے کراچی میں پریس کانفرنس بلائی تو حکومت نے ٹیلی ویژن والوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ پریس کانفرنس کی کارروائی نشر نہ کریں۔ ان کے ساتھیوں کو جگہ جگہ گرفتار کیا جا رہا ہے کیا یہی غیر جانبداری ہے؟ بھٹو نے اس الزام کی سختی سے تردید کی کہ وہ انتخابات نہیں چاہتے:

ہم انتخابات کی مخالفت کیوں کریں؟ عوام ہمارے ساتھ ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ ہیں۔ غریب مزدور اور کسان ہمارے ملک میں ہمارے حامی ہیں۔ ہمیں خوفزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ خوفزدہ صرف ان لوگوں کو ہونا چاہیے جنہیں عوام کی حمایت حاصل نہیں۔ ہم نے انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ حالیہ ہی میں کر لیا تھا۔ 15 اکتوبر میں صرف 10 دن باقی رہ گئے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ ہم کتنے امیدوار میدان میں لاتے ہیں۔ جب عوام ہمارے ساتھ ہوں تو اس امر کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ہمارا کوئی امیدوار نہ ہو۔ 15 اکتوبر کاغذات نامزدگی داخل کرنے کا دن ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ ہم اس روز کیا کرتے ہیں' ہم انتخابات کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔ ہم انتخابات چاہتے ہیں۔ ہم غیر فوجی حکومت چاہتے ہیں۔ خدا کی قسم ہم انتخابات چاہتے ہیں لیکن اگر ہمارے کارکن' ساتھی اور دوست ہر روز گرفتار کیے جاتے رہے تو ہم انتخابات کس طرح لڑ سکیں گے؟ پنجاب' سندھ اور سرحد سے لیڈر بدستور گرفتار کیے جاتے رہے ہیں۔ کوئی فوج جرنیلوں کے بغیر نہیں لڑ سکتی۔ اگر کمانڈر کے جرنیل جیل میں ہوں تو اس کے لیے لڑنا مشکل ہوتا ہے۔ اب آپ کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آپ انتخابات چاہتے ہیں یا نہیں۔ حکومت کی خواہش یہ ہوگی کہ صرف وہ طاقتیں انتخابات جیتیں جو اقتصادی نظام میں کسی تبدیلی کی خواہاں نہیں۔ حکومت کا خیال ہے کہ ذات برادری کی بنیاد پر ووٹ مانگنے والی مسلم لیگ جیسی پرانی جماعتیں' پی ڈی پی' جماعت اسلامی اور تینوں مسلم لیگی برسر اقتدار آنی چاہیں۔ لیکن ایسی جماعتوں کی کامیابی کا کوئی امکان نہیں۔ اب عوامی انقلاب آ رہا ہے۔ انہیں اندازہ ہے کہ مزدوروں اور کسانوں کی انقلابی پارٹی اسمبلیوں میں پہنچ جائے گی اور اس رہائی کے اقتدار میں آنے کے بعد تمام انشورنس کمپنیاں اور بڑی بڑی صنعتیں قومی ملکیت بنا دی جائیں گی۔ ان صنعتوں کے مالکان کو خطرہ ہے کہ ہم سارے نظام کو بدل ڈالیں گے اور اس کا تختہ ہی الٹ دیں گے۔ ہاں ہم یقیناً تختہ الٹیں گے۔ ہم عوام کی خدمت کریں گے۔"

بھٹو نے ایک تاریخی صداقت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ "گزشتہ پانچ ہزار برسوں میں اس ملک نے ہندوؤں' عیسائیوں' سکھوں' افغانوں' راجپوتوں' انگریزوں اور جرنیلوں کے دور حکومت دیکھے ہیں۔ مگر عوام نے کوئی مقبول عوامی حکومت کبھی نہیں دیکھی۔ ہم ایسی ہی حکومت بنائیں گے۔ اسی لیے ہماری مخالفت کی جا رہی ہے۔"

بھٹو نے یوم شوکت اسلام کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا کہ ان کے مخالفین اب اسلام کو "پسند" کرنے لگے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے پاکستان کے بنیادی نظریے کی مخالفت کی تھی۔ پیپلز پارٹی کے رہنما نے بھاشانی اور ایوب خفیہ ملاقات کا بھی انکشاف کیا اور بتایا کہ بھاشانی راولپنڈی آئے اور انہوں نے یحییٰ خان سے تین گھنٹے تک بات چیت کی۔ اب وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایوب خان سے کوئی خفیہ سمجھوتہ نہیں کیا تھا حالانکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ یہ سمجھوتہ کس طرح اور کن حالات میں طے پایا۔

بھٹو نے مزید انکشاف کیا کہ:

مسیح الرحمٰن ان کے پاس بھاشانی صاحب کا ایک خط لائے تھے۔ اس خط پر بھاشانی کے دستخط تھے۔ انہوں نے یہ خط سابقہ صدر ایوب خاں کے حوالے کر دیا تھا۔ بھاشانی نے پھر یہ کہا تھا کہ انہیں یہ خط واپس کر دیا جائے لیکن سابق صدر نے یہ خط اپنی جیب میں ڈال لیا۔ اس کے بعد ایک اور ملاقات ہوئی۔

"بھاشانی کو ڈھاکہ کی ملاقات یاد کرنی چاہیے۔ مارچ 1966ء میں بیرسٹر شوکت کے مکان پر ایک اور ملاقات ہوئی تھی۔ ہم نے کھانا اکٹھے کھایا تھا۔ مسیح الرحمٰن نے مجھے جو خط لکھے وہ سب ابھی تک میرے پاس ہیں۔ بھاشانی کو اس بڑھاپے میں اپنی تذلیل نہیں کرنی چاہیے۔ میں تین سال تک خاموش رہا اور اب وہ یحییٰ خاں کو آ کر یہ بتاتے ہیں کہ خارجہ پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ میں یہ سب چیزیں اسی طرح جانتا ہوں جیسے میں بھی ان کے ساتھ مذاکرات میں موجود تھا۔"

بھٹو نے کہا انہوں نے مولانا کی ذات پر کبھی حملہ نہیں کیا لیکن مولانا نے ان پر حملے شروع کر دیئے ہیں۔ مولانا نے 1968ء میں یہ کہا تھا کہ بھٹو کی کوئی حیثیت نہیں لیکن جب وہ لاہور پہنچے تو عوام نے "بھٹو بھاشانی بھائی بھائی" کے نعرے بلند کیے۔ اس پر مولانا نے کہا کہ وہ بھٹو کے بھائی نہیں ہیں۔ بھٹو نے افسوس ظاہر کیا کہ ان پر ہر طرف سے حملے کئے جا رہے ہیں' لیکن وہ ان حملوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتے کیونکہ مزدور' کسان اور طالب علم ان کے ساتھ ہیں۔

2 اکتوبر --- گورنر ہاؤس کا گھیراؤ

مشرقی پاکستان میں ڈھاکہ گورنر ہاؤس کو ہزاروں کسانوں اور مزدوروں نے گھیر لیا۔

2 اکتوبر --- بھٹو کی پشاور میں پریس کانفرنس

پشاور میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے اعلان کیا کہ پاکستان پیپلز پارٹی پورے خلوص کے ساتھ انتخابات میں حصہ لینا چاہتی ہے اور انتخابات میں حصہ لینے کے لیے پوری طرح تیار ہے۔

لیکن ہماری پارٹی کے رہنماؤں کی وسیع پیمانے پر گرفتاریوں سے ایسے حالات پیدا کئے جا رہے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ ان کی وجہ سے پارٹی انتخابات میں حصہ نہ لے سکے۔ اگر حالات مزید خراب ہوگئے اور مزید گرفتاریاں عمل میں لائی گئیں یہاں تک کہ لوگوں نے محسوس کیا کہ حکومت غیر جانبدار نہیں تو میری پارٹی کو انتخابات کا بائیکاٹ کرنا پڑے گا اور عوام پیپلزپارٹی کی شرکت کے بغیر آئین قبول نہیں کریں گے۔

5 اکتوبر--- قیوم خان اور دولتانہ کے بھٹو کے بارے میں بیانات

مسلم لیگ کے سربراہ خان قیوم خان نے کہا کہ مسٹر بھٹو ملک میں خونی انقلاب لانا چاہتے ہیں۔ مسلم لیگ کے ایک اور سربراہ میاں ممتاز دولتانہ نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ معرکہ ستمبر میں بھٹو کی حماقت سے پاکستان اپنی آزادی سے محروم ہو سکتا تھا۔

5 اکتوبر--- پارلیمانی بورڈ کی تشکیل

مشرقی پاکستان میں نیشنل عوامی پارٹی نے پارلیمانی بورڈ قائم کر دیا۔

6 اکتوبر--- نور خان کے الزامات

کونسل مسلم لیگ کے سربراہ ایئر مارشل نور خان نے راولپنڈی میں ایک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مسٹر بھٹو بیورو کریسی کی سازش میں شریک ہیں اور وہ چور دروازے سے اقتدار تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ مسٹر بھٹو فوج کے ساتھ مل کر اقتدار پر قبضہ کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔

6 اکتوبر--- قیوم لیگ میں شمولیت

پیرزادہ عبدالستار نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی۔

6 اکتوبر--- تنظیمی کمیٹی کا قیام

ایئر مارشل نور خان کی سربراہی میں کونسل لیگ کی تنظیم کا قیام عمل میں لایا گیا۔

7 اکتوبر--- احتشام الحق تھانوی کا بیان

مرکزی جمعیت العلمائے اسلام کے قائد مولانا احتشام الحق تھانوی نے کہا کہ اسلام پسند جماعتیں سوشلزم اور دوسرے لادینی نظاموں کے مقابلہ میں فکری اعتبار سے جنگ جیت چکی ہیں۔

7 اکتوبر--- شیخ مجیب کا جلسہ عام سے خطاب

مشرقی پاکستان ناصر نگر میں عوامی لیگ کے جلسہ عام میں شیخ مجیب نے کہا کہ مغربی پاکستان کے بائیس خاندان مشرقی پاکستان کے حقوق کو پامال کر رہے ہیں۔ اور ان کی پارٹی کا منشور یہ ہے کہ وہ برسر اقتدار آتے ہی مشرقی پاکستان کے حقوق کا تحفظ کریں گے اور عوام کو چاہیے کہ وہ چھ نکات کی حمایت کریں کیونکہ یہ نکات ہی اصل خودمختاری کے ضامن ہیں۔

9 اکتوبر--- شیخ مجیب کا مختلف جلسوں سے خطاب

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن نے مختلف مقامات پر جلسوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مشرقی پاکستان کے لوگوں کے معاشی اور سیاسی مسائل کو حل کرنے کا بہترین موقع آئندہ الیکشن ہیں۔ اس طرح ہم آنے والی نسلوں کو استحصال اور ناانصافی سے بچا سکتے ہیں۔

10 اکتوبر--- امیدواروں کا اعلان

جماعت اسلامی، کونسل لیگ، پی ڈی پی اور نظام اسلام پارٹی نے مشرقی پاکستان سے 95 مشترکہ امیدواروں کا اعلان کر دیا۔

10 اکتوبر--- شیخ مجیب کا اعلان

عوامی لیگ کے رہنما شیخ مجیب نے دھرم پاشا میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ اگر بنگالیوں کے حقوق کو تسلیم نہ کیا گیا تو کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جائے گا۔ انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ چھ نکات پر ہر صورت عمل کریں گے انہوں نے غلام محمد، نورالامین، اسکندر مرزا اور آخر میں ایوب خان کی حکومتوں کو بھی ہدف تنقید بنایا اور زبان کے مسئلہ پر نورالامین کے زمانے میں طلبہ کے اقدام قتل کی مذمت کی۔

11 اکتوبر--- بھٹو کا بیان

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے ایک اخبار کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ سامراجی ایجنٹ اور جماعتیں پیپلزپارٹی کی دشمن بن گئی ہیں۔

11 اکتوبر--- امیدواروں کا اعلان

مسلم لیگ قیوم گروپ نے بلوچستان اسمبلی کے لیے اپنے امیدواروں کا اعلان کر دیا۔

12 اکتوبر--- گورنر سندھ کا اعلان

گورنر سندھ لیفٹیننٹ جنرل رحمٰن گل نے کہا کہ پولنگ کے دوران مسلح افواج اپنی چھاؤنیوں میں مقیم ہوں گی۔

13 اکتوبر--- مصطفیٰ زیدی کی پراسرار موت

ممتاز شاعر اور اعلیٰ افسر مصطفیٰ زیدی اپنے فلیٹ میں مردہ پائے گئے' دوسرے کمرے میں ایک خاتون شہناز بیگم بے ہوش پڑی ملیں' مرحوم حکومت مغربی پاکستان کے سیکرٹری بنیادی جمہوریت تھے۔

15 اکتوبر --- امیدوار

قومی اسمبلی کے الیکشن کے لیے دو ہزار امیدوار میدان میں نکل آئے۔

15 اکتوبر --- کاغذات کی جانچ پڑتال

الیکشن کمیشن نے قومی اسمبلی کے امیدواروں کے کاغذات نامزدگی کی جانچ پڑتال مکمل کر لی۔ پورے ملک میں صرف سترہ امیدواروں کے کاغذات فنی غلطیوں کی وجہ سے مسترد کیے گئے۔

15 اکتوبر --- شیخ مجیب کا جلسہ عام سے خطاب

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن نے دولائی کل میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ وہ بنگال کے حقوق کے تحفظ کے لیے آخری دم تک کوششیں کرتے رہیں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ وہ حکومت میں آتے ہی بینکوں اور انشورنس کمپنیوں کو قومی تحویل میں لے لیں گے کیونکہ بنگال کی صنعت اور چھوٹے تاجروں کو نقصان پہنچا ہے۔

18 اکتوبر --- مودودی کی اپیل

جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی نے وکلاء سے اپیل کی کہ وہ اسلامی قوانین کی تدوین کریں۔

19 اکتوبر --- کاغذات نامزدگی

ملک کی کل چھ سو صوبائی نشستوں کے لیے ساڑھے پانچ ہزار امیدواروں نے اپنے کاغذات نامزدگی داخل کرائے۔

19 اکتوبر --- یحییٰ خان کا بیان

صدر یحییٰ خان نے ایک بیان میں کہا کہ انتخابات سے سارے معاملے حل ہو جائیں گے۔

20 اکتوبر --- بھاشانی کا بیان

پاکستان نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ مولانا عبدالحمید بھاشانی نے خبردار کیا کہ اگر غریبوں کا استحصال ختم نہ ہوا تو ملک میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔

20 اکتوبر --- شیخ مجیب کا بیان

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب نے کہا کہ بنگالی کبھی بھی غلام بننے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ اور پاکستان کے شہری ہوتے ہوئے انہیں بھی مساویانہ حقوق حاصل ہیں۔ مزید انہوں نے کہا کہ میں نے اپنی جوانی کے بہترین دس سال بنگالیوں کے حقوق کے لیے جیل میں گزار دیئے۔

20 اکتوبر --- جانچ پڑتال

ملک میں صوبائی اسمبلیوں کے کاغذات نامزدگی کی جانچ پڑتال مکمل ہو گئی۔

22 اکتوبر --- دستبرداری

قومی اسمبلی کی نشست کے لیے پیر مشوری کھوڑو کے حق میں دستبردار ہو گئے۔

23 اکتوبر --- طوفان

مشرقی پاکستان میں شدید طوفان میں کئی افراد لاپتہ ہو گئے۔

24 اکتوبر --- امیدوار دستبردار

مغربی پاکستان میں قومی اسمبلی کے 265 امیدوار مقابلہ سے دست بردار ہو گئے۔

24 اکتوبر --- نیپ میں شمولیت

پیر صاحب مانکی شریف صاحبزادہ روح الامین نے نیشنل عوامی پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی۔

25 اکتوبر --- امیدوار کا قتل

پنجاب اسمبلی کے امیدوار میاں محمد اکبر کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ مرحوم گجرات پنجاب بس کے مالک تھے۔ اور گجرات میں بے حد مقبول تھے۔

25 اکتوبر --- شیخ مجیب کا بیان

عوامی لیگ کے رہنما شیخ مجیب الرحمٰن نے لیگل فریم ورک آرڈر کی سختی سے مذمت کی اور کہا کہ الیکشن چھ نکاتی فارمولے کی بنیاد پر ریفرنڈم کی صورت میں ہونے چاہیں۔

27 اکتوبر --- یحییٰ کا اعلان

صدر یحییٰ خان نے اعلان کیا کہ آئین سازی کے لئے 120 دن کی مدت میں توسیع نہیں کی جائے گی۔

27 اکتوبر --- شیخ مجیب کی اپیل

شیخ مجیب نے عوام سے اپیل کی کہ وہ چھ نکاتی فارمولے کی حمایت کریں یہی بنگال کی معاشی اور سیاسی صورتحال کا حل ہے۔ انہوں نے چھ نکاتی فارمولے کی وضاحت کی اور کہا کہ انہیں سابق صدر ایوب خان کی طرف سے دھمکی ملی تھی کہ وہ ہتھیاروں کی زبان سے بھی بات کر سکتے ہیں اور بعد میں مجھے جیل میں پھینک دیا گیا۔ لیکن میں بنگالیوں کے حقوق کے لیے کوشش کرتا رہوں گا۔

28 اکتوبر--- شیخ مجیب کی نشری تقریر

عوامی لیگ کے رہنما شیخ مجیب الرحمٰن نے ریڈیو اور ٹی وی پر اپنی نشری تقریر میں کہا کہ بحالی جمہوریت کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والوں کا ہر ممکن مقابلہ کیا جائے گا۔ پاکستان کی انتخابی تاریخ میں یہ پہلی تقریر تھی جسے دو نشریاتی اداروں نے نشر کیا۔

28 اکتوبر--- دستبرداری

صوبائی اسمبلیوں کے تیس فی صد امیدوار دستبردار ہو گئے۔

29 اکتوبر--- مفتی محمود کی تقریر

مفتی محمود نے اپنی انتخابی تقریر میں کہا کہ خوشحال پاکستان کے لئے نئی نسل کو بے یقینی اور بے دینی کے خطرات سے بچانا ہوگا۔ عہد حاضر کے تمام مسائل کا حل اسلام میں موجود ہے۔

29 اکتوبر--- صدارتی انتخابات

آزاد کشمیر میں صدارتی انتخابات کا انعقاد ہوا۔

نومبر 1970ء

یکم نومبر--- پولینڈ کے نائب وزیر خارجہ کا قتل

کراچی کے ہوائی اڈے پر المناک حادثہ پی آئی اے کی وین صدر پولینڈ کا استقبال کرنے والی قطار پر چڑھ دوڑی۔ پولینڈ کے نائب وزیر خارجہ اور تین دوسرے افراد ہلاک ہو گئے۔ صدر پولینڈ اور صوبائی گورنر بال بال بچ گئے۔ صدر پاکستان نے تحقیقات کا حکم دے دیا۔ ڈرائیور کو جب گرفتار کیا گیا تو یہ کہہ رہا تھا کہ میری زندگی کا مشن پورا ہو گیا۔ اسلام زندہ باد اور سوشلزم کے نعرے لگا رہا تھا۔ فیروز ڈرائیور جماعت اسلامی کی ذیلی تنظیم "پیاسی" کا رکن ہے۔

یکم نومبر--- مجیب کا جلسہ

عوامی لیگ کے سربراہ مجیب الرحمٰن نے جودیو پور میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بنگالی اپنے وسائل کے مالک خود ہوں گے اور انہوں نے یہ دھمکی بھی دی کہ اگر عوام کے مطالبات کو اسمبلیوں کے ذریعے حل نہ کیا گیا تو وہ ملک گیر تحریک چلائیں گے۔

2 نومبر--- لاہور کے جلسہ عوام سے بھٹو کا خطاب

انتخابی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے حاضرین سے کہا کہ انہیں خود فیصلہ کرنا ہے کہ وہ کس پارٹی کی حمایت کریں گے۔ بھٹو نے ان سے اپیل کی کہ وہ اپنا ووٹ اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق استعمال کریں۔ بھٹو نے کہا کہ پاکستان کے تمام سرمایہ دار اور جاگیر دار پیپلز پارٹی کے خلاف متحد ہو گئے ہیں۔ بھٹو کے دشمن' پاکستان کے ساتھ ساتھ اس پارٹی کے بھی مخالف ہو گئے ہیں۔ بھٹو نے کہا:

اس علاقہ سے آپ کے اس عاجز خادم کے علاوہ تین اور امیدوار بھی ہیں۔ مولانا مودودی خود تو امیدوار نہیں ہیں لیکن وہ میرے دو مخالفوں سے اپیلیں کر رہے ہیں کہ ان میں سے ایک مقابلہ سے دستبردار ہو جائے۔ ان کی خواہش یہ ہے کہ ہمارے مخالفین متحد ہو کر بھٹو کا مقابلہ کریں۔ مولانا صاحب بھٹو کو شکست دینے کے لیے بے تاب نہیں ہیں' وہ پاکستان کے عوام کو شکست دینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں یقین دلا سکتا ہوں کہ اگر وہ میرے خلاف متحدہ محاذ بھی بنا لیں تو لاہور کے بہادر عوام انہیں شکست فاش دیں گے اور ان کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ جنرل سرفراز میرا مقابلہ کر رہے ہیں۔ یہ وہی جرنیل ہیں جو 1965ء کی جنگ میں لاہور کے محاذ سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ اب وہ سیاسی محاذ سے کیوں بھاگ رہے ہیں؟ انہیں کم از کم اس محاذ پر ہی میرا مقابلہ کرنا چاہیے۔ ہر شخص یہ دیکھ سکتا ہے کہ عوام میں بیداری کا سیلاب بڑھتا جا رہا ہے۔ ہمارے مخالفین کے لیے اس لہر کے مقابلے میں کھڑے رہنا بڑا مشکل ہے۔ وہ اتنی پستی پر اتر آئے ہیں کہ "اسلام پسند" ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود وہ اس قسم کے نعرے بلند کر رہے ہیں کہ ایک سندھی کو پنجاب سے انتخاب لڑنے کا کیا حق حاصل ہے؟ ان نام نہاد "اسلام پسندوں" کو اسلام کے کم از کم بنیادی اصولوں پر ہی اعتماد کرنا چاہیے۔ اسلام نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ان کے درمیان مکمل اتحاد ہونا چاہیے۔ اگر ہم ترکوں' عربوں اور افغانوں کو اپنے بھائی خیال کرتے ہیں تو ایک ایسے شخص کے خلاف امتیاز روا کیوں رکھا جائے جس نے پاکستان کی خدمت کی اور جو سندھ کا نہیں پاکستان کا وزیر خارجہ تھا۔ اگر ایسا شخص پنجاب سے الیکشن لڑے تو اس سے انہیں خوشی ہونی چاہیے۔ وہ ایک طرف یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ علاقائی تعصبات کے خلاف ہیں اور دوسری طرف وہ میرے خلاف انہیں تعصبات کو استعمال کرتے ہیں۔ اگر وہ سندھ سے الیکشن لڑیں تو میں اس کا خیر مقدم کروں گا۔"

بھٹو نے کہا کہ وہ پنجاب' سندھ اور سرحد سے انتخابات لڑ کر پاکستان کی سالمیت کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے والے پاکستان کے دشمنوں کو مسکت جواب دینا چاہتے ہیں۔ اگر وہ ان تینوں صوبوں میں کامیاب ہو گئے تو یہ کامیابی پاکستانی عوام کے اتحاد کا مظہر ہوگی۔

2 نومبر--- تحقیقاتی کمیشن کے سربراہ کا تقرر

حکومت نے مسٹر یعقوب علی خان کو پولینڈ کے وزیر خارجہ کی موت کے اسباب دریافت کرنے کے لیے تحقیقاتی کمیشن کا سربراہ مقرر کیا۔

2 نومبر--- لاہور سے بھٹو کی کامیابی یقینی

لاہور سے آئندہ انتخابات میں پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کی کامیابی یقینی ہو گئی۔ بھٹو کو دیکھنے کے لیے ہزاروں افراد سڑکوں پر امڈ آئے۔ لاہور میں پیپلز پارٹی کے سربراہ کی مقبولیت کا عظیم الشان مظاہرہ تین گھنٹوں میں بھٹو کا تیرہ مختلف مقامات پر بڑے جلسوں سے خطاب۔ بھٹو نے الزام لگایا کہ اسلام کے نام پر جذبات بھڑکانے والے سانحہ کراچی کے ذمہ دار ہیں۔

3 نومبر--- مودودی کا بیان

جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی نے کہا کہ جماعت اسلامی جاگیرداری کو ختم کرکے زمین کاشت کاروں میں تقسیم کر دے گی۔

3 نومبر--- اسمبلی میں اکثریت

آزاد کشمیر کے نو منتخب صدر سردار قیوم کی پارٹی نے اسمبلی میں اکثریت حاصل کرلی۔

3 نومبر--- لاہور میں بھٹو کی انتخابی مہم

پیپلز پارٹی کے سربراہ نے لاہور میں انتہائی مصروف دن گزارا اور متعدد جلسوں سے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ سرمایہ دار عوام کو کبھی شکست نہیں دے سکتے۔ ایک اور جلسے سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے اس یقین کا اظہار کیا کہ 7 دسمبر کے انتخابات میں پیپلز پارٹی کو ضرور کامیاب کیا جائے گا۔ بھٹو نے ایک تیسرے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا "حال ہی میں کراچی کے فضائی اڈے پر پولینڈ کا نائب وزیر خارجہ ہلاک کر دیا گیا۔ اگر پاکستان میں عوامی دور حکومت آیا تو ایسے واقعات کا کبھی اعادہ نہیں ہوگا۔ میں نے ابھی تک اس واقعہ پر تبصرہ اس لیے نہیں کیا تھا کہ اس معاملے کی تفتیش ہو رہی تھی۔ لیکن میں اپنے ان شکوک کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ واقعہ پاکستان کے دشمنوں کی سازش کا نتیجہ ہے۔ یہ بڑا ہی افسوسناک واقعہ ہے اور کسی بین الاقوامی سازش کے بغیر یہ کبھی پیش نہیں آ سکتا تھا۔ یہ واقعہ اس امر کی کوشش معلوم ہوتا ہے کہ روس اور مشرقی یورپ کے ملکوں سے ہمارے اچھے تعلقات خطرے میں پڑ جائیں۔ اس سے پاکستان کے لیے اسلحہ کی سپلائی بند ہو سکتی ہے۔ یہ پاکستانی سالمیت کے خلاف بہت بڑی سازش ہے اور ہمیں ایسی سازشوں کا سامنا کرنا ہوگا آپ کی امداد اور حمایت ہی سے ایسا ممکن ہوگا۔ عوام کی جانب سے انتہائی پیچیدہ مسائل بھی حل ہو سکتے ہیں۔ آپ غیر ملکی قرضوں کی مثال لیں۔ ہم نے اتنا قرضہ لیا ہے کہ اسے واپس کرنا ناممکن ہوگا۔ اگر ملک میں عوامی حکومت قائم ہو اور ہمیں عوام کی حمایت حاصل ہو تو ہم دوسرے ملکوں سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم غریب ہیں اور طے شدہ طریقہ کے مطابق ادائیگی کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ ہم اس سلسلہ میں از سر نو گفت و شنید کر سکیں گے۔ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہوگا کہ سیاسی معاملات سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت رکھنے والے لوگ برسراقتدار آئیں۔ اگر آپ ایسے لوگوں کی حمایت کریں تو ان تمام مسائل کا حل معلوم ہو سکے گا۔"

ایک اور جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ چونکہ پیپلز پارٹی غربت اور بھوک کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ چونکہ وہ سرمایہ داری کا قلع قمع کرکے اسلامی مساوات پر مبنی نظام قائم کرنا چاہتی ہے اس لئے عوام دشمن قوتیں اسے شکست دینے کے لیے متحد ہو رہی ہیں۔ بھٹو نے اس یقین کا اظہار کیا کہ عوام ان کے عزائم کو ناکام بنا دیں گے اور پیپلز پارٹی کی حمایت کریں گے۔

3 نومبر--- اقبال جرم

جماعت اسلامی کی ذیلی تنظیم پیاسی کے کارکن ڈرائیور فیروز نے پولینڈ کے نائب وزیر خارجہ کے قتل کے منصوبے کا اعتراف کر لیا۔

3 نومبر--- متحدہ محاذ کی علیحدگی

جماعت اسلامی نے آٹھ جماعتوں کے متحدہ محاذ سے علیحدہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ محاذ کے اجلاس میں شرکت کرنے سے انکار۔ جماعت کے ترجمان کے مطابق متحدہ اسلامی محاذ اپنی اہمیت کھو چکا تھا۔

3 نومبر--- بھٹو کا الزام اور اعلان

پشاور میں پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے حکومت پر الزام لگاتے ہوئے کہا کہ حکومت تینوں مسلم لیگیوں کے ادغام کی کوششیں اس لیے کر رہی ہے تاکہ عوامی جدوجہد کو ناکام بنایا جائے۔ ہم انتخابات کا بائیکاٹ نہیں کریں گے۔

5 نومبر--- بھاشانی کی ٹی وی پر تقریر

نیشنل عوامی پارٹی کے رہنما مولانا عبدالحمید بھاشانی نے ٹی وی پر اپنی نشری تقریر کے دوران کہا کہ جاگیردارانہ نظام ختم ہوئے بغیر محنت کشوں کے مسائل حل نہیں ہوسکتے۔

5 نومبر --- بھٹو کی تنبیہہ

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ حکومت نے مداخلت کی تو انتخابات کبھی نہیں ہو سکیں گے۔ آزادی کے بعد عوام پہلی بار صحیح معنوں میں حق رائے دہی استعمال کریں گے۔ خان عبدالقیوم خان جھوٹا پروپیگنڈہ کرکے حکومت کو بدنام کر رہے ہیں۔ بھٹو پشاور میں ایک جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے۔

6 نومبر --- مشرقی پاکستان میں فساد

مشرقی پاکستان میں کھلنا کے مقام پر عوامی لیگ کے جلوس کے موقع پر فساد پھوٹ پڑا۔ جس سے تین افراد ہلاک اور کئی دوسرے زخمی ہوگئے۔

6 نومبر --- ولی خان کا ٹی وی پر خطاب

نیشنل عوامی پارٹی کے رہنما خان عبدالولی خان نے ٹی وی پر اپنی نشری تقریر میں کہا کہ نیشنل عوامی پارٹی عوام کی تائید سے ملک میں عام اجارہ داریاں ختم کردے گی۔

6 نومبر --- بھٹو کا خطاب

گوجرہ میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ ان کے الیکشن لڑنے کا مقصد سرمایہ داروں کے منصوبے خاک میں ملانا ہے۔ پیپلز پارٹی نے سرمایہ داری اور جاگیرداری کے خاتمہ کا نعرہ انتخابی مہم کی کامیابی کے لیے نہیں بلند کیا۔ ہمارا ایک بہت اہم مقصد ہے اور ہم یہ وعدہ یقیناً پورا کریں گے۔

8 نومبر --- یحییٰ کا ڈھاکہ میں خطاب

صدر یحییٰ خان نے ڈھاکہ میں اپنے خطاب میں کہا کہ عام انتخابات اپنے معمول کے مطابق ہوں گے لیکن انہوں نے سیاسی پارٹیوں کے رویے اور فسادات پر تنقید کی۔

8 نومبر --- بھٹو کا خطاب

ملتان چھاؤنی میں ایک انتخابی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ اگر ان کی پارٹی برسراقتدار آگئی تو وہ پاکستان کو امداد دینے والے کنسورشیم (امدادی مجلس) کو ختم کردے گی جو ان کے نزدیک ایک ایسا ذریعہ ہے جس کے ذریعے دباؤ ڈال کر پاکستان کی اقتصادی خودمختاری کو مجروح کیا جاتا ہے۔ "ہم کنسورشیم کے ممالک کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے کہ ہمارے خلاف ایکا کرکے ہم پر اپنے فیصلے ٹھوس سکیں۔"

8 نومبر --- عوامی لیگ کے جلوس پر حملہ

ڈھاکہ میں عوامی لیگ کے جلوس پر جماعت اسلامی کے حامیوں کا دستی بموں، خنجروں اور پتھروں سے حملہ، حملہ آور غنڈوں نے بازار پر حملہ کرکے دکانیں لوٹ لیں۔ متعدد افراد زخمی، دس لاپتہ افراد کے قتل کا خدشہ۔

9 نومبر --- شیخ مجیب کا خطاب

مولی بازار ڈھاکہ میں عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن نے ایک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کوئی بھی طاقت بنگالیوں کو اپنے حقوق حاصل کرنے سے نہیں روک سکتی۔

10 نومبر --- بھٹو کا خطاب

خانپور ریلوے سٹیشن پر عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہم برسراقتدار آگئے تو طلبہ، مزدوروں، کسانوں اور کارکنوں کے مسائل حل کریں گے۔ پیپلز پارٹی ایک انقلابی پارٹی ہے جو عام آدمی کے حقوق کے لیے جدوجہد کر رہی ہے۔

11 نومبر --- فضل القادر کی ٹی وی پر تقریر

کونشن مسلم لیگ کے صدر مسٹر فضل القادر چودھری نے ٹی وی تقریر میں کہا صحیح معنوں میں جمہوری نظام نافذ کرنے کے لیے آئین کی بنیاد اسلامی نظریہ پر رکھنی چاہیے۔

12 نومبر --- کوثر نیازی کو سزا

فوجی عدالت نے مولانا کوثر نیازی کو 5 سال قید بامشقت کی سزا سنا دی۔

12 نومبر --- دولتانہ کا بیان

کونسل مسلم لیگ کے صدر میاں ممتاز دولتانہ نے کہا کہ اسلام، جمہوریت اور معاشی انصاف کا نفاذ کونسل مسلم لیگ کا نصب العین ہے۔

13 نومبر --- مشرقی پاکستان میں طوفان

مشرقی پاکستان کے سمندری طوفان میں سینکڑوں افراد ہلاک، ہزاروں لاپتہ ہوگئے۔

13 نومبر--- قیوم خان کا بیان

مسلم لیگ کے سربراہ خان قیوم خان نے کہا مسلم لیگ اجارہ داریاں ختم کرکے دولت کی مساوی تقسیم کا انتظام کرے گی تاکہ عام لوگوں کو بھی معاشی انصاف مل سکے۔

14 نومبر--- مشرقی پاکستان میں قیامت خیز طوفان

مشرقی پاکستان میں قیامت صغرا گزر گئی۔ طوفان سے ایک لاکھ سے زائد افراد ہلاک اور لاپتہ ہوگئے۔ ہاتیہ' بھولا' ڈیلا کے علاوہ کئی ساحلی جزائر اور چٹاگانگ' کھلنا' باریسال اور نواکھلی کے علاقوں میں زبردست تباہی' صدر نے اپنی تمام مصروفیات منسوخ کر دیں۔

15 نومبر--- ہلاک شدگان

مشرقی پاکستان میں طوفان سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد 4 لاکھ سے تجاوز کر گئی۔

16 نومبر--- مسٹر کھوڑو کا بیان

کونسل مسلم لیگ کے سربراہ اور قومی اسمبلی کے رکن مسٹر ایوب کھوڑو نے کہا ہے کہ ایوب خان اور بھٹو خود ساختہ فیلڈ مارشل اور قائد ہیں۔

16 نومبر--- شیخ مجیب کا بیان

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن نے کہا کہ میرا ذاتی طور پر صدر ایوب سے کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن اس نے مجھے 22 ماہ تک جیل میں رکھا صرف اس لیے کہ میں بنگالیوں کے حقوق کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

18 نومبر--- ریڈیو اور ٹی وی پر قوم سے بھٹو کا خطاب

پیپلز پارٹی کے رہنما نے اس عزم کا اظہار کیا کہ "قیام پاکستان کا مقصد مجھے ہی پورا کرنا ہے اور عوام کا معیار زندگی میری کامیابی یا ناکامی کا معیار ہوگا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کا ایمان ہے کہ معاشرتی زندگی کے متعلق اسلام کے اعلیٰ مقاصد کو صرف سوشلسٹ نظام کے ذریعے ہی حل کیا جا سکتا ہے جس میں انسان کے ہاتھوں انسان کا استحصال ختم کر دیا جائے گا۔ اگر پاکستان کے شہریوں کو ملازمتیں دی جائیں' خوراک اور رہائش کی سہولتیں دی جائیں' تعلیم اور طبی سہولتیں مہیا کی جائیں تو یہ قرآن اور سنت کے عین مطابق ہوگا۔"

18 نومبر--- خان قیوم کا بیان

مسلم لیگ کے سربراہ خان قیوم نے کہا کہ عوامی لیگ کے چھ نکات سے ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

19 نومبر--- کراچی میں بھٹو کا شاندار جلوس

کراچی میں ذوالفقار علی بھٹو نے ایک شاندار جلوس کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "کسانوں' مزدوروں' اور غریبوں کا راج قائم کرنے کے لیے آخری دم تک جدوجہد کی جائے گی۔

20 نومبر--- الیکشن کمیشن کا اعلان

الیکشن کمیشن پاکستان نے اعلان کیا کہ ملک بھر میں قومی اسمبلی کے انتخابات 7 دسمبر کو ہوں گے۔ مشرقی پاکستان میں ووٹوں کی گنتی پولنگ کے روز ہی مکمل کر لی جائے گی۔

21 نومبر--- احتشام الحق تھانوی کا بیان

مرکزی جمعیت العلمائے اسلام کے قائد مولانا احتشام الحق تھانوی نے کہا کہ غریبوں نے پاکستان بنایا وہی اسے ہر قیمت پر بچائیں گے۔

22 نومبر--- بھاشانی کا مطالبہ

نیشنل عوامی پارٹی کے مولانا عبدالحمید بھاشانی نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ پورے مشرقی پاکستان کو آفت زدہ علاقہ قرار دیا جائے۔ اس کے علاوہ انہوں نے صدارتی کابینہ سے بھی مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا۔

24 نومبر--- نورالامین کا بیان

مسٹر نور الامین نے کہا کہ طوفان کے پیش نظر انتخابات ملتوی کر دیے جانے چاہیں۔

24 نومبر--- بدین میں بھٹو کا جلسہ عام سے خطاب

بھٹو نے کہا کہ "پاکستان کے دشمن یہ افواہیں اڑا رہے ہیں کہ مشرقی اور مغربی پاکستان علیحدہ ہو جائیں گے اور مغربی پاکستان کا صوبہ آزاد ریاست بن جائے گا لیکن ہم دشمنوں کے یہ عزائم خاک میں ملا دیں گے۔ پیپلز پارٹی ملک کے دونوں حصوں کو متحد رکھنے اور مغربی پاکستان کے صوبوں میں محبت اور اخوت کو فروغ دینے کی ہر ممکن جدوجہد کرے گی۔ میں پنجاب اور سندھ سے بیک وقت انتخاب اس لیے لڑ رہا ہوں۔ تاکہ دونوں صوبوں کے لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لاؤں اور منافرت اور صوبائی تعصب کے احساسات ختم کر دوں۔"

26 نومبر--- شیخ مجیب کا بیان

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب نے کہا کہ انتخابات کو ملتوی کیا گیا تو مشرقی پاکستان کے عوام دس لاکھ جانیں اور بھی قربان کر دیں گے مگر انتخابات کو ملتوی نہیں ہونے دیا جائے گا۔

26 نومبر--- صدر کا انکار

صدر یحییٰ خان نے مجیب الرحمٰن اور بھاشانی کی سخت نکتہ چینی کا جواب دینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ عمل کا وقت ہے بیان بازی سے متاثرہ لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

26 نومبر--- مودودی کا بیان

جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی نے کہا کہ انتخابات کا فیصلہ حکومت خود کرے گی۔ شیخ مجیب انتخابات جیتنے کے لیے دس لاکھ جانوں کی قربانی دے سکتے ہیں۔

26 نومبر--- اصغر خان کا بیان

تحریک استقلال کے کنوینر اصغر خان نے کہا کہ آفت زدہ علاقوں کے سوا سارے ملک میں انتخابات کروائے جائیں۔

27 نومبر--- یحییٰ کی پریس کانفرنس

صدر جنرل یحییٰ خان نے ڈھاکہ میں اپنی پریس کانفرنس میں کہا کہ انتخابات شیڈول کے مطابق ہوں گے۔ اور آفت زدہ علاقوں میں انتخابات کے متعلق فیصلہ الیکشن کمیشن کرے گا۔

28 نومبر--- انتخابی شیڈول

الیکشن کمیشن نے اپنے ایک اعلان میں کہا کہ مشرقی پاکستان میں قومی اسمبلی کے 9 اور صوبائی اسمبلی کے 18 حلقوں کے سوا سارے ملک میں الیکشن اپنے مقررہ وقت پر ہوں گے۔ متاثرہ علاقوں میں انتخابات کی نئی تاریخوں کا اعلان 7 دسمبر کے بعد ہو گا۔

28 نومبر--- یحییٰ خان کا اعلان

یحییٰ خان نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ مشرقی پاکستان کو زیادہ سے زیادہ خودمختاری ملے گی لیکن میں پانچ پاکستان نہیں بننے دوں گا۔

28 نومبر--- مفتی محمود کا اعلان

لاہور میں جماعت اسلامی کے بعد جمعیت العلمائے اسلام کے رہنما مولانا مفتی محمود نے بھی ڈاکٹر جاوید اقبال کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ میرا حلقہ بھی سوشلسٹوں کا قبرستان بنے گا۔

29 نومبر--- افواج کو تیار رہنے کا حکم

حکومت نے مسلح افواج کو انتخابات کے دوران امن برقرار رکھنے کے لیے تیار رہنے کا حکم دے دیا۔

29 نومبر--- بھٹو کا اعلان

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے اعلان کیا کہ عوام کے حقوق کے لیے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا انہوں نے مزید کہا کہ انتخابات میں قوم کی قسمت کا فیصلہ ہو گا۔ بھٹو نے قاتلانہ حملے کے بعد ایک بار پھر سانگھڑ کا دورہ کیا اور کہا کہ مجھے کوئی طاقت عوام سے دور نہیں رکھ سکتی۔

29 نومبر--- انتخابات کے بارے میں مطالبات

مشرقی پاکستان قیوم لیگ نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ طوفان سے ہونے والی تباہی کے پیش نظر انتخابات ملتوی کر دیئے جائیں۔ کونشن مسلم لیگ نے بھی حکومت سے مطالبہ کیا کہ انتخابات کے فیصلے پر نظر ثانی کی جائے۔

29 نومبر--- گڑھی یسین میں بھٹو کا خطاب

بھٹو نے کہا انتخابات میں ملک کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا ہے اور اگر عوام یہ چاہتے ہیں کہ ان کے تمام مسائل حل ہوں تو انہیں صحیح نمائندوں کو ووٹ دینا چاہیے۔ پیپلز پارٹی کسی سطح پر بھی عوامی حقوق کا سودا نہیں کرے گی اور عوامی بہبود کے لیے ہر قسم کی قربانیاں دے گی۔ اگر پیپلز پارٹی برسراقتدار آگئی تو حج سے تمام پابندیاں ختم کر دے گی۔ اور ہر شخص کو یہ فریضہ ادا کرنے کی اجازت دے دی جائے گی۔ مصر اور الجزائر کی طرح تمام بینکوں' انشورنس کمپنیوں اور بڑی صنعتوں کو قومی تحویل میں لے لیا جائے گا۔

دسمبر 1970ء

یکم دسمبر--- عید کے موقع پر ہنگامے

کراچی سے پشاور تک عید خون کے چھینٹے اڑاتی گزر گئی کراچی میں ہنگاموں میں ایک آدمی ہلاک' چھ زخمی اور چار گرفتار ہوئے۔ گوجرانوالہ میں متعدد سیاسی کارکن زخمی ہوئے 8 کو گرفتار کر لیا گیا۔ پشاور میں نیشنل عوامی پارٹی کے جلسے میں فائرنگ ایک آدمی کو گولی مار دی گئی۔ پورے مغربی پاکستان میں اسلام پسندوں کی اشتعال انگیزی۔

یکم دسمبر--- بھٹو کا بیان

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ مقررہ مدت میں آئین تیار نہ ہونے کی صورت میں ملک انتہائی سنگین بحران کا شکار ہو جائے گا۔ پیپلز پارٹی مغربی پاکستان بیشتر نشستوں پر قبضہ کرلے گی۔

2 دسمبر--- تصادم

گوجرانوالہ میں کونسل لیگ اور پیپلز پارٹی کے حامیوں میں شدید تصادم ہوا۔ تصادم میں دو کاریں بھی نذر آتش کردی گئیں۔

3 دسمبر--- بھٹو کا لاڑکانہ میں خطاب

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے لاڑکانہ میں بہت بڑے جلسہ عام سے خطاب کیا۔ بھٹو نے کہا کہ ہم تخت گرانے اور تاج اچھالنے کے لیے میدان میں آئے ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت عوامی سیلاب کا راستہ نہیں روک سکتی۔

3 دسمبر--- تصادم

مشرقی پاکستان کے دارالحکومت ڈھاکہ کے نواب پور روڈ پر عوامی لیگ کے رہنما شیخ مجیب کے جلوس سے پہلے سیاسی کارکنوں کے درمیان تصادم ہوا۔ دونوں گروپ ایک دوسرے پر ایک گھنٹہ تک پتھر برساتے رہے۔ تین دکانیں تباہ ہو گئیں۔

4 دسمبر--- الیکشن کمیشن کا اعلان

الیکشن کمیشن پاکستان نے اعلان کیا کہ انتخابی قواعد کے تحت عام جلسے اور جلسوں پر 48 گھنٹے کی پابندی ہوگی۔ 7 دسمبر اور 17 دسمبر کو عام تعطیل قرار دے دی گئی۔

4 دسمبر--- ملتان میں بھٹو کا خطاب

اپنے آخری انتخابی خطاب میں بھٹو نے اعلان کیا کہ اس وقت تک سیاسی حقوق کی اہمیت نہیں جب تک کہ عوام کی اکثریت کو بھوک، احتیاج اور بیماری سے نجات نہیں دلائی جاتی۔ اب عوام بیدار ہو چکے ہیں اور انہوں نے سرمایہ داری اور جاگیرداری کو ختم کرنے کا تہیہ کرلیا ہے۔ اب غریب عوام کا دور آ رہا ہے اور وہ دن دور نہیں جب عوام اپنے مقدر کے خود مالک بن جائیں گے۔ پاکستان کے پچانوے فیصد لوگ بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم ہیں اور پیپلز پارٹی اس صورت حال کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ تاکہ ایک نیا معاشرتی نظام قائم کیا جائے جو استحصال سے پاک ہو۔

5 دسمبر--- الیکشن کمشنر کا اعلان

چیف الیکشن کمشنر پاکستان نے اعلان کیا کہ انتخابات میں ہر قیمت پر امن برقرار رکھا جائے گا۔ طویل سیاسی جمود اور گھٹن کے بعد موجودہ جوش و خروش ایک قدرتی امر ہے۔

5 دسمبر--- ولی خان کا بیان

نیشنل عوامی پارٹی کے رہنما خان عبدالولی خان نے کہا کہ انتخابات میں صحیح نمائندے منتخب نہ ہوئے تو آئندہ نسلیں معاف نہیں کریں گی۔ حق رائے دہی کے لیے عوام نے بڑی قربانیاں دی ہیں۔

5 دسمبر--- شیخ مجیب کی اپیل

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن نے عوام سے اپیل کی کہ وہ بنگلہ دیش کی خودمختاری کے حق میں ووٹ دیں۔ آئینی ذرائع سے ناکامی کی صورت میں ہم زبردست تحریک شروع کریں گے۔

5 دسمبر--- بھٹو کا بیان

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ لاڑکانہ میں عوام کے سیلاب نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ عوام ہمارے ساتھ ہیں۔ ایوب کھوڑو باقی عمر یاد الٰہی میں بسر کریں۔ بھٹو نے لاڑکانہ میں تشدد آمیز واقعات کی بھی مذمت کی۔

6 دسمبر--- بھارتی مداخلت

بھارتی فوجیوں نے 6 دسمبر کو باتری گاچ کے محصور پاکستانی علاقے میں گھس کر نہایت بے رحمانہ طریقہ پر تین سو پاکستانی باشندوں کو ہلاک کر دیا۔ باتری گاچ ضلع رنگ پور کا علاقہ ہے اور بھارت میں گھرا ہوا ہے۔

6 دسمبر--- مودودی کا بیان

جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو جماعت اسلامی کے نمائندے بڑی تعداد میں کامیاب ہوں گے۔

6 دسمبر--- شیخ مجیب کا بیان

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن نے کہا کہ عوامی لیگ قومی اسمبلی میں اکثریت حاصل کرے گی۔

7 دسمبر--- انتخابات

ملک بھر میں پہلی بار ایک آدمی ایک ووٹ کی بنیاد پر انتخابات ہوئے۔ پیپلز پارٹی نے مغربی پاکستان اور عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں انتخابی معرکے جیت لیے۔ پیپلز پارٹی کے قومی اسمبلی کے انتخابات میں مغربی پاکستان میں 81 اور عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں 151 نشستوں پر

کامیابی حاصل کی۔ سرحد میں ولی خاں نیپ نے کامیابی حاصل کی۔ پیپلز پارٹی نے پنجاب اور سندھ میں کامیابی حاصل کی۔ فضل القادر، وحید الزماں، پروفیسر غلام اعظم، کھوڑو، جی ایم سید، فضل اللہ، کرنل عابد حسین، اصغر خاں، پیرزادہ عبدالستار، اور بروہی نے بری طرح شکست کھائی۔ لاہور میں جاوید اقبال، صلاح الدین، محمد حسین، ذکاء اور میاں طفیل کو پیپلز پارٹی کے امیدواروں سے عبرت ناک شکست کا سامنا۔

8 دسمبر --- نتائج

قومی اسمبلی کے انتخابات کے بعد مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی اور مغربی پاکستان میں عوامی لیگ واضح کامیابی کے بعد حکومت بنانے کے قابل ہو گئیں۔

8 دسمبر --- انتخابات پر تنقید

جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی نے انتخابات پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ انتخابات میں سنگین دھاندلیاں ہوئی ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے جے اے رحیم نے کہا کہ انتخابات منصفانہ ہوتے تو پیپلز پارٹی مزید نشستیں حاصل کر لیتی۔ تحریک استقلال کے کنوینر اصغر خان نے کہا کہ تیسری دنیا کے معیار کے مطابق انتخابات آزادانہ اور منصفانہ تھے۔

8 دسمبر --- انتقال پر ملال

پاکستان کے سابق وزیراعظم ملک فیروز خان نون طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے ان کی عمر 77 برس تھی۔

8 دسمبر --- شیخ مجیب کا بیان

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن نے کہا کہ ملک میں استحصال سے پاک اقتصادی نظام قائم کیا جائے گا۔

8 دسمبر --- بھٹو کا بیان

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ پیپلز پارٹی کو مشرقی پاکستان میں بھی منظم کیا جائے گا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ عوام کا فیصلہ ان طاقتوں کے منہ پر طمانچہ ہے جو عوام کو بے شعور سمجھتے ہیں۔ ہم ناانصافیوں کو ختم کرنے والا آئین بنانے میں تعاون کریں گے۔

8 دسمبر --- علیحدگی

مولانا عبدالحمید بھاشانی نے نیشنل عوامی پارٹی سے اپنا تعلق ختم کر لیا۔

9 دسمبر --- برطانوی اخبارات کا پروپیگنڈہ

لندن: پاکستان کے دونوں بازوؤں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لیے برطانوی اخبارات کا پروپیگنڈہ زور شور سے جاری ہے۔ برطانوی اخبارات نے اپنے قیاس کی بنیاد پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مشرقی اور مغربی پاکستان باہم متحد نہیں رہ سکیں گے۔

9 دسمبر --- شیخ مجیب کا عزم

ڈھاکہ: عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن نے کہا کہ ہماری جدوجہد چھ نکاتی پروگرام کی بنیاد پر آئین کی تدوین اور اس پر عمل در آمد تک جاری رہے گی۔ جس میں بنگلہ دیش کو مکمل علاقائی خودمختاری حاصل ہو جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ بنگلہ دیش کے عوام نے پرامن اور منظم طریقہ سے پولنگ میں حصہ لے کر عام انتخابات میں اپنا واضح فیصلہ دے دیا۔ یہ انتخابات حقیقت میں 6 نکات کی بنیاد پر علاقائی خودمختاری کے لیے ریفرنڈم تھا۔

10 دسمبر --- مبارکباد

صدر یحییٰ خان نے پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو اور عوامی لیگ کے صدر شیخ مجیب الرحمٰن کو انتخابات میں شاندار کامیابی حاصل کرنے پر مبارکباد دی۔

10 دسمبر --- عوامی لیگ کے نائب صدر کی پریس کانفرنس

لاہور میں آل پاکستان عوامی لیگ کے نائب صدر مسٹر برکت علی سلیمی نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عوامی لیگ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔

انہوں نے مزید کہا کہ عوامی لیگ کو بلاشرکت غیرے حکومت بنانے کا حق ہے۔ مشرقی پاکستان کے عوام نے عوامی لیگ پر اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ عوامی لیگ بھی مشرقی پاکستان کے عوام کے حقوق کے لیے جدوجہد کرے گی۔

10 دسمبر --- بھٹو کا بیان

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ ہم کسی مرحلہ پر بھی عوام کو مایوس نہیں کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ صوبائی الیکشن میں بھی پیپلز پارٹی شاندار نتائج حاصل کرے گی۔

11 دسمبر --- صدر کی مبارکباد

صدر یحییٰ خان نے تمام امیدواروں کو ان کی کامیابی پر مبارکباد دی اور کہا کہ منتخب نمائندے خود کو قوم کے اعتماد کا اہل ثابت کریں۔

11 دسمبر --- بھٹو کا بیان

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ پیپلز پارٹی ملک اور قوم کا نقشہ بدلنے کا عزم کیے ہوئے ہے۔

12 دسمبر— مجیب کا دعویٰ

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن نے کہا کہ آئین ہم بنائیں گے۔ میں دیکھوں گا کہ کیسے بنگالیوں کے مطالبات پورے نہیں ہوتے۔ ملکی آئین چھ نکات کی بنیاد پر تیار کیا جائے گا۔

12 دسمبر— بھٹو کا بیان

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات قومی اسمبلی کے انتخابات سے زیادہ اہم ہیں۔ بھٹو نے کہا کہ وہ عوام کی حمایت کو کبھی فراموش نہیں کریں گے۔

12 دسمبر— بھٹو کی جانب سے ووٹروں کا شکریہ

پنجاب اسمبلی کے باہر عوام کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے پیپلز پارٹی کی کامیابی پر عوام کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس کے لیے انہیں مناسب الفاظ نہیں مل رہے ہیں۔ 1965ء کی جنگ کے بعد سے بھٹو نے عوام کی مسلسل حمایت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ عوام نے ہر نازک مرحلے پر ان کی اور ان کی پارٹی کی مدد اور حمایت کی، بھٹو نے کہا:

"انتخابات سے پہلے ہمارے مخالفین نے ووٹروں کی بڑی فراخدلی سے خاطر تواضع کی۔ میں خوش ہوں کہ آپ نے ان کا کھانا کھایا، ان کے ٹرکوں میں سفر کیا اور آپ ان کے کیمپوں میں بیٹھے لیکن ووٹ ہمارے حق میں ڈالے۔ انہوں نے یہ دعوے کیے کہ لوگ میرے جلسوں میں اس لیے بھاری تعداد میں آتے ہیں کہ میری اداکاری اور رقص دیکھ سکیں۔ حالانکہ لوگ اس لیے ہمارے جلسوں میں آتے تھے کہ ہم ان کے اور ان کے مسائل کے متعلق گفتگو کرتے تھے۔ لوگ اب بیدار ہوگئے ہیں۔ یہ درست ہے کہ وہ سب تعلیم یافتہ نہیں لیکن وہ تعلیم یافتہ کیوں نہیں ہیں؟ اس کا سبب وہ نظام ہے جو بنیادی اقتصادی مسائل کا کوئی حل پیش نہیں کرتا۔ جب تک موجودہ نظام نہیں بدلے گا آپ کے مصائب میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ روٹی کپڑا اور مہنگا ہوگیا ہے اور ان حالات میں ایک غریب شخص زندہ کس طرح رہ سکتا ہے؟ موجودہ نظام ملک اور عوام کو مکمل تباہی سے ہمکنار کر دے گا۔ جب تک سرمایہ دارانہ نظام موجود ہے، نرخ اسی طرح بڑھتے رہیں گے اور اس کے ساتھ آپ کی مشکلات میں بھی اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ آپ نے دیکھا کہ گزشتہ 23 برسوں میں نرخ مسلسل بڑھے ہیں۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ عوام کس طرح زندہ رہ سکتے ہیں؟ میں جانتا ہوں کہ اس نظام کو کس طرح چلانا چاہیے۔ جب تک بنیادی تبدیلیاں نہیں لائی جائیں گی، ملک کی حالت بہتر نہیں ہو سکے گی۔ ہم ملک اور اس کے عوام کے مفاد کے پیش نظر یہ بات کہتے ہیں۔ ہم پہلے ہی حکومت پر زور دے چکے ہیں کہ انتخابات کے بعد ہوش ربا گرانی کا فوری حل معلوم کیا جائے۔ سرمایہ دارانہ قوانین میں اس کا کوئی حل موجود نہیں۔ اسلامی سوشلزم کے اصولوں کو مناسب طریقہ سے عملی جامہ پہنا کر ہی اس مسئلہ کو حل کیا جا سکتا ہے۔ اب جبکہ آپ کو فتح ہوئی ہے اور آپ نے پنجاب اور سندھ میں اکثریت حاصل کر لی ہے اور ایک آئین بھی بنایا جاتا ہے تو میں آپ کو یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی ایک عوامی آئین تیار کرانے کی ہر ممکن کوشش کرے گی۔ جب تک نیا آئین نہیں بنایا جاتا اور نئی حکومت برسر اقتدار نہیں آتی نرخ بڑھتے ہی رہیں گے۔ لیکن ابھی یہ دیکھنا ہوگا کہ آئین کس قسم کا بنایا جاتا ہے اور ملک میں کس کی حکومت قائم ہوتی ہے۔ یہ انقلاب کا وقت ہے۔ ملک کو ایک اقتصادی بحران کا سامنا ہے۔ غریب عوام کی خاطر کوئی حل معلوم کرنا ہی ہوگا۔ میں جانتا ہوں کہ پیپلز پارٹی کو ووٹ دینے والے کون ہیں۔ یہ لوگ چیتھڑوں میں ملبوس نظر آتے ہیں۔ ان کے پاس پہننے کے لیے جوتا نہیں اور وہ یقین سے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ انہیں اگلے وقت کا کھانا ملے گا بھی یا نہیں۔ ان کے پاس کوئی پیسہ نہیں۔ لیکن میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس صورت حال کے جاری رہنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ نیا دور آ کر رہے گا اور کوئی طاقت اس کے راستے میں حائل نہیں ہو سکتی۔ میں شیخ مجیب الرحمان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ہم اکثریت کا احترام کرتے ہیں۔ اب مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان مساوی نمائندگی ختم ہو چکی ہے۔ ہر مسلمہ جمہوری روایات کے تحت اکثریت کا اصول تسلیم کرتے ہیں لیکن ہمیں کئی دوسرے عوامل کو بھی پیش نظر رکھنا ہوگا۔ پنجاب اور سندھ دونوں اقتدار کے مراکز ہیں۔ ہم مرکز میں حکومت بنائیں یا نہ بنائیں۔ مگر پنجاب اسمبلی کے ایوان کی چابیاں میری جیب میں ہیں۔ میری ایک جیب میں پنجاب اسمبلی اور دوسری جیب میں سندھ اسمبلی کی چابیاں ہیں۔ کوئی مرکزی حکومت ہمارے تعاون کے بغیر چل ہی نہیں سکتی۔ ہر آئین میں صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خودمختاری دینا ہوگی۔ ون یونٹ ختم ہو چکا ہے۔ تمام صوبے خودمختاری حاصل کریں گے۔ پیپلز پارٹی کی حمایت کے بغیر نہ کوئی حکومت بن سکے گی اور نہ کوئی آئین بن سکے گا۔ مرکز کو ہمارے تعاون کی ضرورت ہے۔ ہم عوام کو انتظار میں نہیں رکھ سکتے۔ پیپلز پارٹی اپنا فرض ادا کرے گی۔ بھٹو کی پارٹی ایک کے بعد دوسرا قدم اٹھائے گی۔ ہمیں ملک کی تعمیر نو کرنی ہے۔ ہمیں اسے مضبوط بنانا ہے۔ ہمارے شاندار عوام پہاڑیوں کو بھی ہلا سکتے ہیں۔ کوئی شخص ہمارا راستہ روکنے کی

کوشش ہرگز نہ کرے۔ ہم انشاء اللہ اس ملک کی تعمیر کریں گے۔ بعض لوگوں نے کہا تھا کہ انتخابات میں پیپلزپارٹی صرف پندرہ نشستیں حاصل کر سکے گی۔ آپ نے دیکھ لیا کہ پارٹی عملاً ایک انقلاب لے آئی ہے۔ ہمیں عوام کا اعتماد حاصل ہو گیا ہے۔ ہمارے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے کی کوئی کوشش کی گئی تو اس کے خطرناک نتائج برآمد ہوں گے۔"

بھٹو نے کہا کہ وہ پارٹی کے منشور پر ضرور عمل کریں گے اور تمام انشورنس کمپنیوں اور بنیادی صنعتوں کو قومی ملکیت میں لے لیں گے۔

"بعض لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ نیشنلائزیشن کا مطلب عوام کو ان کی دولت سے محروم کرنا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ آپ کا روپیہ آپ کے پاس ہی رہے گا لیکن حکومت زیادہ مالی تنظیمیں چلائے گی۔ درحقیقت آپ خود ان تنظیموں کو چلائیں گے۔ لہٰذا آپ کو خوفزدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"یہ صنعت کار اپنے کارخانوں پر تالے لگا کر مزدوروں سے یہ کہتے ہیں کہ وہ بھٹو کے پاس جائیں۔ اگر آئندہ کسی نے ایسی کوئی بات کہی تو مزدوروں کو اس کا نام، پتہ اور وقت نوٹ کر کے مجھے اس کی اطلاع دینی چاہیے۔ پھر میں ایسا اقدام رکوانے کے لیے مناسب اقدامات کروں گا۔ آپ نے بہت مصیبتیں اٹھائی ہیں۔ تھوڑا سا اور صبر کر لیں پھر آپ دیکھیں گے کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

زرعی اصلاحات کے عزم کا اظہار کرتے ہوئے بھٹو نے کہا:

"کراچی کا ایک مولانا کہتا ہے کہ سب سے پہلے میں اپنی زمین سے دستبردار کیوں نہیں ہوتا؟ میں اسے بتانا چاہتا ہوں کہ اراضی سے صرف ایک فرد کی دستبرداری سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ میں اپنا سب کچھ دینے کو تیار ہوں لیکن اس سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہوگا۔ ہم اراضی کی حد ملکیت مقرر کرنے کے بعد زمینداروں کی زمینیں حاصل کریں گے۔ یہ صرف بھٹو کی اراضی ہی نہیں ہوگی۔ ہر بڑے زمیندار کو اپنی فاضل اراضی چھوڑنی پڑے گی۔"

13 دسمبر — بھٹو کا مطالبہ

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے مطالبہ کیا کہ پریس ٹرسٹ کو توڑ دیا جائے اور برطرف شدہ صحافیوں کو بحال کیا جائے۔

13 دسمبر — فضل القادر کا استعفیٰ

کونشن مسلم لیگ کے صدر فضل القادر چودھری نے انتخابی نتائج کے پیش نظر کونشن لیگ کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ انہوں نے کہا کہ انتخابی نتائج عوام کے منفی رجحانات کے غماز ہیں۔ 7 دسمبر کے انتخابات منصفانہ نہیں صرف آزادانہ تھے۔

13 دسمبر — اسلام پسندوں کا طرز عمل

انتخابات میں شکست کے بعد اسلام پسند مرنے مارنے پر تل گئے۔ پنجاب کے ایک دیہات میں زمینداروں نے اعلان کر دیا کہ اگر پیپلز پارٹی کو ووٹ دیا تو خون کی ندیاں بہا دی جائیں گی۔

13 دسمبر — دستبرداری

جماعت اسلامی نے عبرتناک شکست کے بعد صوبائی اسمبلی کے بہت سے حلقوں سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔

14 دسمبر — شیخ مجیب کی یقین دہانی

ڈھاکہ: عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمان نے آج صدر یحییٰ خان کو یقین دلایا کہ چھ نکاتی فارمولے کی بنیاد پر تیار کیے جانے والے آئین میں تمام طبقوں کے لیے انصاف کی ضمانت ہوگی۔ یہ بات شیخ مجیب الرحمان نے صدر یحییٰ خان کے ارسال کردہ مبارکباد کے تار کے جواب میں کہی---

14 دسمبر — کمیشن کا تقرر

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے آئین کی تدوین کے لیے کمیشن مقرر کر دیا۔

14 دسمبر — استعفیٰ

پاکستان کے وزیر اطلاعات نوابزادہ شیر علی مستعفی ہو گئے۔

14 دسمبر — قیوم خان کا بیان

مسلم لیگ کے سربراہ خاں عبدالقیوم خاں نے کہا کہ مسٹر بھٹو کے وعدے صرف ووٹ حاصل کرنے کے لیے تھے۔

15 دسمبر — احتشام الحق تھانوی کا بیان

مرکزی جمعیت العلمائے اسلام کے رہنما مولانا احتشام الحق تھانوی نے ایک بیان میں کہا کہ بھٹو نے خوف زدہ سرمایہ داروں کو مطمئن کرنے کی مہم شروع کر رکھی ہے۔

15 دسمبر — قصوری کی وضاحت

پیپلز پارٹی کے رہنما محمود علی قصوری نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے اراضی کی حد ملکیت 50 فی ایکڑ نہیں بلکہ 150 ایکڑ رکھی ہے۔

16 دسمبر — مختار رانا کا بیان

قومی اسمبلی کے نو منتخب رکن اور لائل پور پیپلز پارٹی کے صدر

مختار رانا نے کہا کہ مزدوروں پر مظالم کا بدلہ لینے کے لیے سہگلوں کو کوڑے لگوائے جائیں گے۔ جب تک فارلینڈ موجود ہے' خطرہ قائم ہے' قائد ملت کا قتل دولتانہ' گورمانی اور نجف خان کی سازش کا نتیجہ تھا۔ کاغذی شیروں کے دن ختم ہوگئے۔ عوامی حکومت آ رہی ہے۔

17 دسمبر--- صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات

مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی بھاری اکثریت سے جیت گئی۔ عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں عدیم المثال کامیابی حاصل کرلی۔ پنجاب کی 108 نشستوں پر پیپلز پارٹی کی کامیابی' سرحد میں حیات شیرپاؤ نے قیوم خان کو شکست دے دی۔ سرحد اور بلوچستان میں نیپ نے برتری حاصل کرلی۔

17 دسمبر--- صدارتی حکم

صدر یحییٰ نے اپنے ایک حکم میں تمام سیاسی قیدیوں کی رہائی کا حکم دے دیا۔

18 دسمبر--- پیپلز پارٹی کے صوبوں میں پوزیشن

صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں پیپلز پارٹی نے پنجاب اور سندھ میں قطعی اکثریت حاصل کرلی۔ پنجاب 180 میں سے 115 سندھ 60 میں سے 40 نشستیں پارٹی کے امیدواروں نے جیت لیں۔

18 دسمبر--- عوامی لیگ کی مشرقی پاکستان میں پوزیشن

عوامی لیگ نے قومی اسمبلی میں کلی اکثریت کے بعد صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں بھی 266 نشستیں حاصل کرلیں جمہوری پارٹی صرف 2 نشستیں حاصل کر سکی۔ دو سابق صوبائی وزیر بھی بری طرح ناکام ہوئے۔

18 دسمبر--- الیکشن کمیشن کا بیان

چیف الیکشن کمشنر پاکستان نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ پاکستان دنیا کی تیسری بڑی جمہوریت بن چکا ہے۔ عوام اقتصادی ڈھانچے میں زبردست تبدیلی کے خواہاں ہیں۔

19 دسمبر--- مہنگائی پر شیخ مجیب کی تشویش

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمان نے اپنے ایک تحریری بیان میں کہا ہے کہ چاول' خوردنی تیل اور اسی طرح کی دوسری اشیاء کی قیمتوں میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ اضافہ مفاد پرست عناصر کی طرف سے کیا جا رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مفاد پرست عناصر ملک میں اقتصادی بحران پیدا کرکے اقتدار کی پرامن منتقلی کی راہ روکنے کی آخری کوشش کر رہے ہیں۔

19 دسمبر--- مولانا بھاشانی کا انتباہ

نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ عبدالحمید خاں بھاشانی نے یہاں شہید پارک میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے حکومت کو خبردار کیا ہے کہ ان کی پارٹی 9 جنوری 1971ء سے مغربی پاکستان کے مال کا بائیکاٹ کرے گی اور یہ بائیکاٹ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک مغربی پاکستان کے عوام غلامی کی زنجیریں نہیں توڑ دیتے۔

19 دسمبر--- مہنگائی میں اضافہ

حیدر آباد شہر میں گذشتہ دو روز سے مٹی کا تیل اور پٹرول کی قیمتوں میں زبردست اضافہ کر دیا گیا۔ بازار سے خوردنی تیل اور بناسپتی گھی بھی اچانک غائب کر دیا گیا۔

19 دسمبر--- انتخابات پر بھارتی اخبار کا تبصرہ

پاکستان کے حالیہ انتخابات پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک بھارتی اخبار اسٹیٹسمین نے لکھا ہے کہ پاکستان میں دو جماعتی نظام قائم ہونے کی توقع ہے۔ مشرقی پاکستان میں پیپلز پارٹی اور مغربی پاکستان میں عوامی لیگ کوئی اثر نہیں رکھتی۔ اس سے حوصلہ افزا توقعات بھی وابستہ کی جا سکتی ہیں اور خطرناک رجحانات کی بھی نشان دہی ہوتی ہے۔

20 دسمبر--- کامیابی کا تناسب

انتخابات میں پیپلز پارٹی کی کامیابی کا تناسب 70 فیصد اور عوامی لیگ کی کامیابی کا تناسب 99 فیصد ہے۔

20 دسمبر--- بھٹو کا بیان

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین بھٹو نے کہا کہ پیپلز پارٹی کی شرکت کے بغیر مرکزی حکومت کام نہیں کر سکتی۔ انتخابات میں مفاد پرستوں کی شکست کے بعد عام اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہوگیا۔ حکومت اس مسئلہ کا حل ضرور نکالے گی۔ پنجاب اور سندھ اسمبلی کی چابیاں میری جیب میں ہیں۔

21 دسمبر--- بھٹو کا بیان

چیئرمین بھٹو نے کہا کہ ہم پورا نظام بدل دیں گے۔ غریب کے گھر میں دیئے جلیں گے۔ مائیں اپنے بھوکے بچوں کے لیے پریشان نہ ہوں گی۔ بڑھتی ہوئی مہنگائی تباہ کن ہو سکتی ہے۔ میں وہاڑی نہ جا سکا ورنہ دولتانہ بھی لیٹ جاتا۔

21 دسمبر--- جمعیت کی شرائط

ہزاروی جمیعت نے صوبہ سرحد میں مخلوط حکومت بنانے کے لیے اپنی شرائط پیش کر دیں۔

21 دسمبر--- عوامی لیگ کے سیکرٹری جنرل کا بیان

عوامی لیگ کے سیکرٹری جنرل مسٹر تاج الدین نے کہا کہ طاقت کا سرچشمہ پنجاب اور سندھ نہیں بلکہ عوام ہیں۔

21 دسمبر--- میرے پاس صرف ایک نکتہ ہے: بھٹو

پیپلز پارٹی کے چیئرمین مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ اگر صدر یحیٰی، شیخ مجیب الرحمان اور میرے درمیان قومی سالمیت کی حدود میں رہتے ہوئے، صوبائی خودمختاری کے تعین پر جو آئین کا بنیادی مسئلہ ہے۔ اتفاق رائے ہو جائے تو آئین بننے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس دو یا پانچ نکات نہیں صرف ایک نکتہ ہے اور وہ غربت، استحصال کا خاتمہ اور ملکی سالمیت کا برقرار رکھنا ہے۔

21 دسمبر--- آئین بھٹو کے بغیر بھی بن سکتا ہے : تاج الدین احمد

ڈھاکہ: مشرقی پاکستان عوامی لیگ کے جنرل سیکرٹری مسٹر تاج الدین احمد نے آج اپنے ایک بیان میں پیپلز پارٹی کے چیئرمین مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے اس دعویٰ کو مسترد کر دیا کہ پیپلز پارٹی کی حمایت کے بغیر نہ آئین بن سکتا ہے اور نہ کوئی مرکزی حکومت کام کر سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ عوامی لیگ کو قومی اسمبلی میں قطعی اکثریت حاصل ہے۔ اس لئے وہ آئین بنانے کے قابل ہے اور کسی دوسری پارٹی کے بغیر بھی مرکزی حکومت قائم کر سکتی ہے۔

22 دسمبر--- بھٹو کا اعلان

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے اعلان کیا کہ ظالموں کے کارخانے اور زمینیں چھین لی جائیں گی۔ اقتصادی بحران پر قابو نہ پایا گیا تو ملک تباہ ہو جائے گا۔ رجعت پسندوں کو تاریخ کا فیصلہ قبول کر لینا چاہیے۔ مسٹر بھٹو نے کہا کہ ہم مشرقی پاکستان کی غلامی قبول نہیں کریں گے۔ پیپلز پارٹی کو مرکزی حکومت میں شامل کرنا پڑے گا۔ صوبائی خودمختاری پر ملکی سالمیت کو قربان نہیں کیا جا سکتا۔

22 دسمبر--- عوامی لیگ کے ترجمان اخبار کی بھٹو پر تنقید

ڈھاکہ: عوامی لیگ کے حامی اخبار "دی پیپلز" نے اپنے اداریہ میں پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کے اس بیان پر سخت اعتراض کیا ہے کہ مرکز میں کوئی حکومت پیپلز پارٹی کی حمایت کے بغیر کام نہیں کر سکتی۔ اداریہ میں جس کا عنوان "بھٹو کی گرج" ہے، لکھا ہے کہ پارلیمانی روایات کے مطابق مسٹر بھٹو کے تازہ ترین گرجدار، اعلانات بہتر نہیں ہیں۔ ان کا مقصد دھمکی دینا ہے اور وہ اس پارٹی کو دبانا چاہتے ہیں۔ جس کی پارلیمنٹ میں اکثریت ہے۔ اگر وہ ایسا کرنا چاہتے ہیں تو بڑی بدقسمتی ہے۔ بنگالی عوام، عوامی لیگ کے پرچم تلے ایک شخص کی طرح متحد ہیں۔

21 دسمبر--- دفاع، کرنسی، خارجہ امور اور اندرونی تجارت مرکز کا حق ہے: مفتی محمود

پشاور: جمیعت العلمائے اسلام (ہزاروی گروپ) کے جنرل سیکرٹری مولانا مفتی محمود نے ایک انٹرویو میں سختی سے کہا ہے کہ دفاع، کرنسی، امور خارجہ، اور داخلی تجارت کے محکمے مرکز کے پاس ہونے چاہیں۔ تاکہ ملکی سالمیت کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکے۔ انہوں نے توقع ظاہر کی کہ شیخ مجیب الرحمان اپنے بعض نکات میں ترمیم قبول کریں گے۔ جن سے براہ راست ملک کے استحکام کو ضرب پڑتی ہے۔

23 دسمبر--- بلامقابلہ منتخب

عوامی لیگ کے ڈاکٹر کمال حسین بلامقابلہ منتخب ہو گئے۔

23 دسمبر--- عوامی لیگ کے رہنما کا قتل

پنبہ میں عوامی لیگ کے رہنما اور نومنتخب رکن اسمبلی رفیق احمد کو قتل کر دیا گیا۔

23 دسمبر--- استعفیٰ

نیپ کے سیکرٹری جنرل محمود الحق عثمانی نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔

23 دسمبر--- وطن پارٹی کا قیام

پاکستان وطن پارٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ محمد علیم اللہ خواجہ اس کے کنوینر مقرر ہوئے۔

23 دسمبر--- بھٹو کا اعلان

پیپلز پارٹی کے چیئرمین بھٹو نے اعلان کیا کہ ہمارے ممبروں کو پارٹی بدلنے کی جرات نہیں ہوگی۔ ہم شیخ مجیب سے تعاون کے لیے تیار ہیں۔

23 دسمبر--- عوامی لیگ کے رہنما کا بیان

عوامی لیگ کے سینئر نائب صدر قاضی فیض نے بھٹو پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ ہم پیپلز پارٹی کے بغیر بھی آئین بنا لیں گے۔

26 دسمبر--- افتتاح

صدر یحییٰ خان نے کراچی میں اسلامی ممالک کے وزراء خارجہ کی دوسری کانفرنس کا افتتاح کیا۔

27 دسمبر--- بھٹو کا اعلان

چیئرمین بھٹو نے اعلان کرتے ہوئے کہا کہ وہ آئندہ ماہ مشرقی پاکستان جا کر عوامی لیگ کے صدر شیخ مجیب الرحمان سے آئین کے مسئلے پر گفتگو کریں گے۔ اکثریتی پارٹی نے آئین ٹھونسنا چاہا تو میں الگ ہو جاؤں گا۔

27 دسمبر--- اصغر خان کا بیان

تحریک استقلال کے کنوینر اصغر خان نے کہا کہ ملک کا نیا آئین تمام صوبوں کے سیاسی رہنماؤں اور عوام کی مرضی سے بنایا جائے۔

28 دسمبر--- اسلامی کانفرنس ختم

کراچی میں اسلامی ممالک کے وزراء خارجہ کی دوسری کانفرنس ختم ہوگئی۔ مسئلہ کشمیر نظر انداز کر دیا گیا۔ کشمیری مسلمان دیکھتے ہی رہ گئے۔

28 دسمبر--- صلح

دولتانہ اور قیوم خان کے مابین صلح ہوگئی۔ دونوں جماعتیں مل کر سرحد کے ضمنی انتخابات لڑیں گی۔

28 دسمبر--- بلوچستان

جمعیت العلمائے اسلام بلوچستان میں مخلوط حکومت بنائے گی اس سلسلے میں آزاد ممبروں اور قیوم لیگ سے بات چیت ہو رہی ہے--- پریس نوٹ۔

28 دسمبر--- بات چیت

آئین کے مسئلے پر بھٹو اور یحییٰ میں اہم بات چیت۔ ملک کے دونوں بازوؤں اور صوبوں کے تعاون کے بغیر مسئلے حل نہیں ہو سکتے۔ صدر سے میری بات چیت تعمیری اور مفید رہی' بھٹو کا بیان۔

29 دسمبر--- حکومت سے مطالبہ

پیپلز پارٹی نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اراضی منتقل کرنے پر پابندی عائد کرے۔ جاگیرداروں نے اراضی منتقل کرنا شروع کر دی۔ پیپلز پارٹی تمام سودے کالعدم کر دے گی۔

29 دسمبر--- پٹنہ میں فسادات جاری

مشرقی پاکستان کے مقام پٹنہ میں فسادات جاری رہے۔ دو افراد کو چھرا گھونپ کر ہلاک کر دیا گیا۔ اسمبلیوں کے ارکان کی رہائش گاہوں پر حفاظتی دستے تعینات کر دیئے گئے۔ مزید پولیس بھی طلب کر لی گئی۔

31 دسمبر--- ہنگامے

مشرقی پاکستان ہنگاموں کی لپیٹ میں آ گیا۔ پٹنہ' راجشاہی' چاٹگام اور ڈھاکہ میں چھرا گھونپنے کی متعدد وارداتیں---

31 دسمبر--- عوامی لیگ کے نائب صدر کا بیان

عوامی لیگ کے نائب صدر خان گل نے اپنے بیان میں کہا کہ شیخ مجیب پیپلز پارٹی کو نظر انداز کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ عوامی لیگ کے سربراہ بھٹو سے چھ نکات پر بات چیت کریں گے۔

31 دسمبر--- بھوک ہڑتال کا اعلان

پی پی ایل ورکرز یونین کے صدر صفدر میر اور دوسرے دو کارکنوں نے بھوک ہڑتال کا اعلان کر دیا۔

31 دسمبر--- کاغذات نامزدگی

لاہور' ملتان' حیدر آباد اور ٹھٹھہ میں 4 نشستوں پر ضمنی انتخابات کے لیے 27 امیدواروں نے کاغذات نامزدگی داخل کرا دیئے۔

31 دسمبر--- بھٹو کا دورہ ڈھاکہ ملتوی

کراچی: پیپلز پارٹی کے سربراہ ذوالفقار علی بھٹو نے اپنا ڈھاکہ کا دورہ ملتوی کر دیا۔ وہ 2 جنوری کو عوامی لیگ کے رہنما شیخ مجیب الرحمان سے ملاقات کے لئے ڈھاکہ روانہ ہونے والے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ پروگرام میں تبدیلی ضمنی انتخابات کے پیش نظر کی گئی ہے مسٹر بھٹو نے کہا کہ وہ فون پر شیخ مجیب الرحمان سے رابطہ قائم کرنے والے تھے۔ مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ مسٹر بھٹو نے کہا کہ مسٹر کھر' جتنی جلد ہو سکے گا' شیخ مجیب الرحمان اور ان کی جماعت کی شاندار کامیابی پر مبارکباد دینے کے لیے ڈھاکہ روانہ ہو جائیں گے۔

جنوری 1971ء

یکم جنوری--- مسئلہ کشمیر پر شیخ مجیب کی یقین دہانی

ڈھاکہ: عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمان نے آج کشمیر مسلم کانفرنس کی ہائی کمان کے پانچ ممبروں کو یقین دلایا کہ وہ تنازعہ کشمیر کے بامقصد حل کے لیے ان کے ساتھ بھرپور تعاون کریں گے۔ وفد کے لیڈر

خواجہ ثناء اللہ شمیم نے وفد کے گرمجوش استقبال کئے جانے پر شیخ مجیب الرحمان کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ مغربی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمان کے بارے میں جو غلط فہمی پیدا کی جا رہی ہے وہ بالکل بے بنیاد ہے۔

یکم جنوری --- عوامی لیگ سے رابطے

ڈھاکہ : عوامی لیگ کے قریبی ذرائع نے بتایا ہے کہ آزاد امیدواروں کے علاوہ سندھ اور پنجاب سے پیپلز پارٹی کے کچھ ارکان نے بھی عوامی لیگ سے رابطہ قائم کر رکھا ہے' ان سے شاید کچھ پارٹی میں شمولیت بھی اختیار کر لیں اور دیگر ارکان شیخ مجیب الرحمان سے تعاون کریں گے۔ انہی ذرائع نے بتایا ہے کہ چونکہ ماضی میں صوبہ سندھ کو ترقیاتی سرگرمیوں اور دیگر انتظامی معاملات میں نظرانداز کیا جا رہا ہے اس لئے صوبے کے کئی ارکان چھ نکات کے مطابق مکمل صوبائی خودمختاری کے لیے عوامی لیگ میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ پنجاب کے ہم خیال ارکان بھی اقتصادی میدان میں اپنے صوبے کی خودمختاری کے تحفظ کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

یکم جنوری --- عوامی لیگ کے لیڈر کا بیان

عوامی لیگ کے نائب صدر خان گل نے ڈھاکہ سے واپسی پر کہا کہ شیخ مجیب الرحمان پیپلز پارٹی کو نظرانداز نہیں کر سکتے۔ عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب ذوالفقار علی بھٹو سے چھ نکات پر بات چیت کریں گے۔

یکم جنوری --- مشرقی پاکستان میں ہنگامے

. مشرقی پاکستان میں دوبارہ ہنگامے شروع ہوگئے۔ پبنہ' راجشاہی' چاٹگام اور ڈھاکہ میں ہنگاموں کے دوران چھرا گھونپنے کی وارداتیں' ان وارداتوں میں نقاب پوش سرگرم رہے۔ 30 افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔

یکم جنوری --- کاغذات نامزدگی

ضمنی انتخابات کے لیے لاہور' حیدرآباد' ملتان اور ٹھٹھہ کی 4 نشستوں سے 27 امیدواروں نے اپنے کاغذات نامزدگی داخل کروا دیئے۔

یکم جنوری --- ادغام

ریاست چترال' دیر اور سوات کو صوبہ سرحد میں مدغم کر دیا گیا۔

2 جنوری --- دورہ ملتوی

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے اپنا مشرقی پاکستان کا دورہ جنوری کے آخری ہفتے تک ملتوی کر دیا۔ ضمنی انتخابات کی وجہ سے پروگرام میں تبدیلی کا اعلان کیا گیا۔

2 جنوری --- تقرر

حکومت نے جسٹس یعقوب علی خان کو سپریم کورٹ پاکستان کا چیف جسٹس مقرر کیا۔ وہ چار جنوری سے اپنا عہدہ سنبھال لیں گے۔

2 جنوری --- ہنگامہ

لاہور جیل میں قیدیوں نے ہنگامہ کر دیا۔ ہنگامے میں پانچ قیدی زخمی ہوگئے۔

2 جنوری --- بھٹو کا بیان

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے ایک بیان میں کہا کہ اگر ملک کو درپیش خوفناک اقتصادی بحران کو نہ روکا گیا تو آئین بنانے کا مسئلہ کھٹائی میں پڑ جائے گا۔ بڑھتی ہوئی مہنگائی سے عوام بے حد پریشان ہیں۔ مزدوروں کو ملازمتوں سے الگ کیا جا رہا ہے اور زمیندار اپنی اراضی سے کاشتکاروں کو برابر بے دخل کر رہے ہیں۔ میں سرمایہ داروں' صنعت کاروں اور زمینداروں سے کہتا ہوں کہ انتخابات میں شکست کو وقار کے ساتھ تسلیم کریں اور ملک میں تعمیری تبدیلیوں کے لیے تعاون کریں' اگر انہوں نے اپنا رویہ تبدیل نہ کیا تو میں عوامی سیلاب کا بند کھول دوں گا۔

2 جنوری --- کھر کی مشرقی پاکستان سے واپسی

بھٹو کے ایلچی غلام مصطفیٰ کھر ڈھاکہ میں عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن سے ملاقات کے بعد کراچی پہنچ گئے ان کے مطابق شیخ مجیب نے ہر طرح کے تعاون کا یقین دلایا ہے۔

3 جنوری --- شیخ مجیب کا خطاب

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمان نے ڈھاکہ ریس کورس گراؤنڈ میں ایک عظیم الشان جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آئین چھ نکات کی بنیاد پر بنے گا اور کوئی بھی اس میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔ عوامی لیگ پاکستانی عوام کے منتخب نمائندوں کی زبردست اور فیصلہ کن اکثریت کے بل بوتے پر اتنی قوت اور اختیار کی مالک ہے کہ تنہا دستور سازی کر سکتی ہے۔ کسی کو اس سلسلے میں مداخلت کی اجازت نہیں دی جا سکتی اگر ایسا ہوا تو نتائج تباہ کن نکلیں گے۔

3 جنوری --- ڈھاکہ کی دیواروں پر نعرے

ڈھاکہ : آج یہاں دیواروں پر بے شمار پوسٹر چسپاں کیے گئے اور لوگوں میں پمفلٹ تقسیم کیے گئے جن میں یہ نعرے درج تھے۔ "اب

اسلام آباد دوسرا دارالحکومت ہوگا۔" تمام اجلاس ڈھاکہ میں منعقد ہوں گے۔ آئین ڈھاکہ میں بنایا جائے گا۔ ہمارا مطالبہ چھ نکات اور گیارہ نکات --- پاکستان کا دارالحکومت ڈھاکہ۔" خودمختار بنگلہ دیش۔

4 جنوری --- شیخ مجیب کا اعلان

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمان نے ایک جلسہ میں اعلان کیا کہ صرف چھ کروڑ بنگالی ہی چھ نکاتی پروگرام میں تبدیلی کا حق رکھتے ہیں۔

4 جنوری --- بھٹو کا بیان

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ سرمایہ داروں کے خلاف عوامی طاقت استعمال ہوگی میں ہر صورت میں اپنی ذمہ داریاں پوری کروں گا۔

4 جنوری --- ہنگامے

کیمپ جیل لاہور میں ہنگامے شروع ہوگئے۔ لاٹھی چارج آنسو گیس اور فائرنگ سے بہت سے قیدی زخمی ہوگئے--- ہنگامے پر قابو پانے کے لیے سارے شہر کی پولیس طلب کر لی گئی۔

4 جنوری --- عوامی لیگ کے نائب صدر کا بیان

عوامی لیگ کے نائب صدر ماسٹر خان گل نے ایک بیان میں کہا کہ نصر اللہ خاں' دولتانہ اور خان قیوم پیپلز پارٹی اور عوامی لیگ کو لڑانے کی سازش کر رہے ہیں۔ پاکستانی عوام ان کے ناپاک عزائم پورے نہیں ہونے دیں گے۔

5 جنوری --- شیخ مجیب کا اعلان

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمان نے پلٹن میدان میں ایک بہت بڑے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا کوئی طاقت ہمیں حکومت اور آئین بنانے سے نہیں روک سکتی۔ سرمایہ داروں کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ ملک میں سوشلسٹ اقتصادی نظام قائم کیا جائے گا۔ مداخلت کی صورت میں خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔

5 جنوری --- نیپ سیاسی جماعتوں سے تعاون کرے گی

کوئٹہ : پاکستان نیشنل عوامی پارٹی (ولی گروپ) کے رہنما اور بلوچستان سے قومی اسمبلی کے ممبر میر غوث بخش بزنجو نے کہا کہ ان کی پارٹی ان سیاسی جماعتوں سے تعاون کریں گی' جو آئین میں صوبوں کو زیادہ خودمختاری دینے کی حامی ہے۔

6 جنوری --- گرفتاری

ممتاز صحافی اور دانشور صفدر میر کو بھوک ہڑتال کرنے کی پاداش میں گرفتار کر لیا گیا۔ جیل میں بھی بھوک ہڑتال جاری رہے گی۔ اب ہماری تمہاری کھلی جنگ ہے۔ حکومت کو گرفتار شدگان کی دھمکی۔

6 جنوری --- برٹش کونسل نذر آتش

لاہور : برطانوی مصنف ڈاکٹر پناس بن فاہم کی کتاب "ٹرکش آرٹ آف لو ان پکچرز" کے خلاف پورے پاکستان میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی ہے۔ پاکستان کے کئی شہروں میں مظاہرے ہوئے۔ مظاہرین نے برٹش کونسل کے دفتر کی لائبریری اور ڈپٹی کمشنر کی کار سمیت تین کاروں اور ایک اسکوٹر کو آگ لگا دی۔ تقریباً ایک درجن مقامات پر مظاہرین پر لاٹھی چارج کیا گیا اور آنسو گیس کا استعمال کیا گیا۔ کئی جگہوں پر مظاہرین اور پولیس میں تصادم ہوا۔ جس میں لاتعداد افراد زخمی ہوگئے۔ مظاہرین نے شراب کی دکانوں پر بھی ہلہ بول دیا اور بے شمار دکانیں نذر آتش کر دیں۔ حکومت نے مذکورہ کتاب کو ضبط کرنے کا حکم جاری کر دیا۔

6 جنوری --- صدر یحییٰ کا اعلان

صدر یحییٰ خان نے اعلان کیا کہ "میں بہت جلد شیخ مجیب الرحمان سے ملنے والا ہوں۔" اس سے قبل یحییٰ خان نے بھٹو سے بھی طویل ملاقات کی تھی۔

7 جنوری --- ہڑتال

ملک میں پٹرول کی قیمت میں اضافے کے خلاف رکشاؤں اور ٹیکسیوں کی ہڑتال ہوئی۔ نئے ٹیکسوں کے خلاف زبردست عوامی ردعمل کا مظاہرہ دیکھنے میں آیا' ملتان' ڈیرہ غازی خان' لائل پور اور جھنگ میں آمد و رفت کا نظام بالکل معطل ہو کر رہ گیا۔

7 جنوری --- اردو کی حمایت میں ہنگامے

حیدر آباد : آج اردو محاذ اور طلباء اردو تحریک کی اپیل پر حیدر آباد میں مکمل ہڑتال رہی۔ حیدر آباد اور لطیف آباد میں کاروبار بالکل بند رہا۔ یہ ہڑتال ان دو تنظیموں نے سندھ یونیورسٹی اور حیدر آباد ثانوی تعلیمی بورڈ کی ایک قرارداد کے خلاف کی تھی۔ آج صبح تمام کالجوں اور اسکولوں کے طلباء نے کلاسوں کا بائیکاٹ کیا اور جلوس کی شکل میں ثانوی تعلیمی بورڈ کے دفتر گئے۔ اردو محاذ کے کنوینر نواب مظفر حسین خان نے کہا کہ اردو کے دشمن ملک کے اصول و قانون کی دھجیاں اڑا رہے ہیں۔

8 جنوری --- مجیب کے قتل کی کوشش ناکام

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمان کو قتل کرنے کی نیت سے ان کی رہائش گاہ میں داخل ہونے والے نوجوان مصطفیٰ کو گرفتار کر لیا گیا۔ نوجوان سے خنجر برآمد کر لیا گیا۔ ملزم نے ایک بیان میں کہا کہ مجھے ایک منظم گروہ نے شیخ مجیب کو قتل کرنے کے لیے بھیجا ہے۔

8 جنوری --- تصادم

پشاور میں قیوم گروپ اور پیپلز پارٹی کے حامیوں کے درمیان زبردست تصادم ہوا۔ اس خوفناک تصادم میں متعدد افراد زخمی ہوگئے۔ کراچی میں بھی مظاہرین نے کئی شراب خانے اور نائٹ کلب نذر آتش کر دیئے۔

9 جنوری --- شیخ مجیب کا خطاب

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب نے باقر گنج میں ایک بہت بڑے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے عوام کو خبردار کیا کہ عوام کے فیصلے کو ناکام بنانے کی غرض سے سازشیں کی جا رہی ہیں۔ چھ نکات میں ترمیم کرنا ایسے ہی ہے جیسے عوام سے شدید غداری کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ عوام کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے میری ذمہ داری ہے کہ میں مغربی پاکستان کا نقطہ نظر بھی مد نظر رکھوں لیکن یہ غریب عوام کی طرف سے پیش کیا جانا چاہیے نہ کہ 22 گھرانوں کی طرف سے۔

9 جنوری --- تقرر

صدر یحییٰ خان نے متعدد افسران کو سیکرٹری اور سیشن جج کے عہدوں پر تعینات کیا۔

10 جنوری --- بھٹو کا بیان

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ میری پارٹی دستور بنانے میں زیادہ سے زیادہ تعاون کرے گی۔

10 جنوری --- مجھے قتل کرنے کے لیے کہا گیا تھا: مجیب

ماتھا باڑیا: عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمان نے کہا کہ ڈھاکہ میں ان پر جو قاتلانہ حملہ کیا گیا تو وہ انہیں قتل کرنے کی سازش کا نتیجہ تھا۔

10 جنوری --- گرفتاری

مولانا سید محمود احمد رضوی اور جمیل احمد شرقپوری کو گرفتار کر لیا گیا۔

10 جنوری --- حمایت کا اعلان

پیپلز پارٹی کے چیئرمین بھٹو نے پی پی ایل کے کارکنوں کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ ہم مزدوروں کے ساتھ ہیں اور ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔ پشاور میں اعلان۔

11 جنوری --- یحییٰ کا اعلان

صدر محمد یحییٰ خان نے ڈھاکہ پہنچنے پر اعلان کیا کہ آئین مکمل ہوتے ہی اقتدار منتخب نمائندوں کے سپرد کر دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا' قانونی ڈھانچہ درحقیقت آئین بننے کے بعد عوامی حکومت کو اقتدار کی منتقلی کی ضمانت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرے' شیخ مجیب الرحمان اور مسٹر بھٹو کے درمیان سہ فریقی مذکرات کا کوئی امکان نہیں ہے۔

11 جنوری --- لاہور فوج کے حوالے

پی پی ایل کے بھوک ہڑتالیوں اور پولیس کے درمیان تصادم کے بعد لاہور میں فوج طلب کر لی گئی۔ بھوک ہڑتالیوں پر آنسو گیس اور لاٹھیوں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ قائدین کو حراست میں لے کر نامعلوم مقام کی طرف لے جایا گیا۔ فوج نے رات دس بجے کے بعد پورے شہر میں گشت شروع کر دیا۔ بہت سی گرفتاریاں بھی عمل میں لائی گئیں۔

11 جنوری --- پی آئی اے میں ہڑتال

کراچی: پی آئی اے میں ہڑتال ہوگئی۔ پیاسی نے آج سے نئی تحریک کا آغاز کیا ہے۔ آج دن بھر ایئرپورٹ پر کشیدگی رہی۔ صبح ایئرپورٹ پر پی آئی اے کے مینجنگ ڈائریکٹر کے دفتر پر مظاہرہ کیا گیا۔

12 جنوری --- ملاقات

عوامی لیگ کے رہنما شیخ مجیب الرحمان اور صدر محمد یحییٰ خان کے درمیان ملاقات دو گھنٹے تک جاری رہی۔ بات چیت کے نتیجے میں قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ باخبر ذرائع کا کہنا ہے کہ صدر یحییٰ اور شیخ مجیب نے مختلف آئینی مسائل خصوصی طور پر چھ نکات اور قانونی ڈھانچہ کے پانچ اصولوں پر ابتدائی بات چیت کی۔

13 جنوری --- احتجاجی مظاہرہ

پی پی ایل کے حامیوں نے ناصر باغ کے سامنے زبردست مظاہرہ کیا مظاہرے کے دوران پولیس کے ساتھ بھی تصادم ہوا۔ پولیس نے خواتین سے بینر چھین لیے۔

13 جنوری --- بھٹو کا بیان

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ پی پی ایل عوام

کی ملکیت بن کر رہے گا۔ ہم وہی کریں گے جو عوام چاہتے ہیں۔

13 جنوری --- یحییٰ --- مجیب ملاقات

ڈھاکہ: عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمان نے کہا کہ میرے اور صدر یحییٰ کے درمیان ملک کے اقتصادی حالات اور دوسرے اہم قومی معاملات پر بات چیت ہوئی۔ صدر نے قومی اسمبلی کا پہلا اجلاس ڈھاکہ میں بلانا منظور کر لیا ہے۔ اس کے علاوہ صدر نے جلد سے جلد اجلاس بلانے پر اتفاق کر لیا ہے۔

13 جنوری --- ڈھاکہ میں فیصلہ

شیخ مجیب اور یحییٰ خان کی ملاقات کے دوران یہ فیصلہ کیا گیا کہ آئین کی تیاری کے بعد دوسرے مسائل پر توجہ دی جائے گی۔ قومی اسمبلی کا پہلا اجلاس بہت جلد ڈھاکہ میں ہوگا۔ یہ بات چیت تین گھنٹے تک جاری رہی۔

14 جنوری --- یحییٰ خان کا اعلان

صدر محمد یحییٰ خان نے ڈھاکہ ایئرپورٹ پر صحافیوں کے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے اعلان کیا کہ عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمان ملک کے مستقبل کے وزیراعظم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں ان کی بڑی قدر کرتا ہوں اور ان کی عزت و وقار کے اظہار کے طور پر ہی میں خود ڈھاکہ چل کر ان سے ملاقات کی غرض سے آیا ہوں۔ صدر یحییٰ نے یہ بھی کہا "میں نے اس سلسلے میں ضروری ہدایات جاری کر دی ہیں کہ شیخ مجیب الرحمان کو وہ تمام مراعات دی جانی چاہیں جو کہ ایک وزیراعظم کے شایان شان ہیں"۔

14 جنوری --- رہائی

حکومت نے پی پی ایل کے کارکنوں کو رہا کر دیا۔ برطرف کیے جانے والے کارکنوں کو بحال کر دیا گیا۔

14 جنوری --- شمولیت

میاں عارف افتخار نے پیپلز پارٹی میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔

17 جنوری --- ضمنی انتخابات کے نتائج

قومی اسمبلی کے ضمنی انتخابات کے نتائج کا اعلان کر دیا گیا۔ 4 نشستوں پر پیپلز پارٹی کے امیدوار بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے لاہور سے میاں محمود علی قصوری' ملتان سے صاحبزادہ فاروق علی خان' بدین سے میر علی احمد تالپور اور ٹھٹھہ سے مخدوم محمد امین نے یہ نشستیں جیتیں۔

17 جنوری --- حیدر آباد میں فوج طلب

حیدر آباد میں لسانی مساوات کے بعد فوج طلب کر لی گی۔

17 جنوری --- کھر کی مشرقی پاکستان روانگی

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے مسٹر غلام مصطفیٰ کھر کو موجودہ آئینی بحران حل کرنے کے لیے شیخ مجیب سے بات چیت کرنے ڈھاکہ بھیجا۔

18 جنوری --- صدر یحییٰ کا بیان

صدر محمد یحییٰ خان نے بتایا کہ عنقریب ملک میں عوامی حکومت قائم ہو جائے گی اور موجودہ غیر یقینی کی کیفیت ختم ہو جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ مسٹر بھٹو سے سیاسی مسائل کے علاوہ اقتصادی مسائل پر بھی بات چیت ہوئی۔ ملک میں عوامی حکومت نہ ہونے سے کاروباری حلقوں میں شکوک و شبہات پیدا ہوگئے ہیں جس کے نتیجے میں گرانی بڑھ گئی اور دیگر مسائل پیدا ہوگئے۔ انہوں نے کہا کہ خدا کرے ملک میں عوامی حکومت بن جائے اور وہ عوامی مسائل حل کرے۔ انہوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ بھٹو اور مجیب مل بیٹھ کر مسائل حل کریں گے۔ میں محض رابطے کا کام کر رہا ہوں۔

19 جنوری --- بھٹو کا اعلان

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ وہ مجیب سے ملاقات کے لیے 27 جنوری کو ڈھاکہ جائیں گے۔ پیپلز پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا اجلاس 23 جنوری کو ہوگا۔

20 جنوری --- ادغام

راولپنڈی میں مسلم لیگ کے تینوں دھڑے مدغم ہوگے۔

20 جنوری --- طیارے کا اغوا

بھارت کا ایک طیارہ "گنگا" مسافروں سمیت اغوا کرکے لاہور ایئرپورٹ پر اتار لیا گیا۔ اغوا کنندگان کا تعلق کشمیری حریت پسندوں سے تھا۔ طیارے میں 26 مسافروں سمیت عملے کے 4 افراد بھی سوار تھے۔

21 جنوری --- اغوا کنندگان سے ملاقات

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے لاہور ایئرپورٹ پر بھارتی طیارے کے اغوا کنندگان سے ملاقات کی۔ مسٹر بھٹو سے اپنے مطالبات پیش کرتے ہوئے اغوا کنندگان نے کہا کہ اگر مقبوضہ کشمیر میں نظربند کشمیری رہنماؤں کو رہا نہ کیا گیا تو کل طیارہ بم سے اڑا دیا جائے

گا۔

22 جنوری --- حیدر آباد میں فوج طلب

حیدر آباد میں اردو کے حامیوں اور پولیس کے مابین تصادم میں کئی افراد زخمی ہوگئے۔ ڈپٹی کمشنر نے فوج کو طلب کر لیا۔

فوج نے متاثرہ علاقوں میں گشت شروع کر دیا۔ گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی ایک بس کو نذر آتش کر دیا گیا۔ پولیس نے دس افراد کو گرفتار کر لیا۔

22 جنوری --- خوندکر مشتاق کا بیان

ڈھاکہ : مشرقی پاکستان عوامی لیگ کے نائب صدر خوندکر مشتاق احمد نے کہا اب وقت آگیا ہے کہ مغربی پاکستان کے رہنما یہ ثابت کریں کہ وہ ایک پاکستان اور جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ماضی میں مغربی پاکستان کے رہنما عوامی لیگ پر علیحدگی پسندی کا الزام لگاتے رہے ہیں لیکن اب انہیں یہ ثابت کرنا ہوگا کہ وہ خود علیحدگی پسند نہیں ہیں۔

24 جنوری --- بھٹو کا بیان

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے بتایا کہ عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمان سے مکمل مذاکرات کے لیے وہ ڈھاکہ جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ مفاہمت کے مشن پر اور صحیح صورتحال کا جائزہ لینے جا رہے ہیں۔

24 جنوری --- ملک چھوڑنے کا حکم

بھارت میں پاکستان ہائی کمیشن کے فرسٹ سیکرٹری کو ملک چھوڑنے کا حکم دے دیا گیا۔ ان پر الزام لگایا گیا کہ انہوں نے مقبوضہ کشمیر میں "الفتح" کو منظم کیا ہے۔

25 جنوری --- بھارت فرسٹ سیکرٹری کو بھی ملک چھوڑنے کا حکم

حکومت نے بھارتی ہائی کمیشن کے فرسٹ سیکرٹری مسٹر بی ایل جوشی کو پاکستان سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ ان پر الزام لگایا گیا کہ وہ پاکستان میں جاسوسی اور تخریبی سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔

26 جنوری --- ڈھاکہ آمد

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو اپنی پارٹی کے دیگر رہنماؤں کے ساتھ عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمان سے آئینی مسائل پر بات چیت کے لیے ڈھاکہ پہنچے۔

26 جنوری --- پاکستان ہاکی فیڈریشن

پشاور : پاکستان ہاکی فیڈریشن نے انٹرنیشنل ہاکی فیڈریشن سے عالمی کپ ہاکی ٹورنامنٹ کو ملتوی کرنے کی درخواست کی ہے۔ یہ سفارش ناسازگار حالات اور اس حقیقت کے پیش نظر کی جا رہی ہے کہ پاکستان اپنی تاریخ کے ایک اہم مرحلہ میں داخل ہو رہا ہے۔ اور موجودہ حکومت آئین سازی اور اقتدار عوام کے صحیح نمائندوں کے حوالے کرنے میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں چاہتی۔ پاکستان پیپلز پارٹی عالمی ہاکی ٹورنامنٹ میں بھارتی ہاکی ٹیم کی شرکت کی سخت مخالفت کر رہی تھی اور اس نے اسے لاہور کی سرزمین پر اترنے کی اجازت نہ دینے کی دھمکی بھی دی تھی۔

27 جنوری --- سندھ میں لسانی ہنگامے

کراچی : آج کراچی میں لسانی ہنگامے سنگین صورت اختیار کر گئے۔ مختلف علاقوں میں چار اومنی بسیں جلا دی گئیں۔ چار لاکھ روپے سے زائد مالیت کا ٹیلیفون کیبل نذر آتش کر دیا گیا۔ شہر میں لوٹ مار کی کئی وارداتیں ہوئیں اور متعدد دکانیں لوٹ لی گئیں۔ پولیس پر زبردست پتھراؤ کیا گیا۔ جگہ جگہ رکاوٹیں کھڑی کر دی گئیں۔ سائن بورڈ اتار کر آگ لگا دی گئی۔ جھگڑوں میں بے شمار افراد زخمی ہوگئے۔

27 جنوری --- مذاکرات کا پہلا دور

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمان اور پیپلز پارٹی کے چیئرمین مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے ڈھاکہ میں اپنے مذاکرات کا پہلا دور مکمل کر لیا دونوں رہنماؤں میں 75 منٹ تک علیحدگی میں مذاکرات ہوئے۔ عوامی لیگی رہنماؤں کی طرف سے دوستی اور تعاون کا اظہار۔ تاہم اخبار نویسوں کو کچھ بتانے سے احتراز برتا گیا۔

27 جنوری --- بھارت کی رضامندی

فرخابند کے سلسلے میں بھارت وزارتی سطح پر مذاکرات کے لیے تیار ہوگیا۔ اجلاس بھارت میں عام انتخابات کے بعد بلایا جائے۔ بھارت کی درخواست۔

27 جنوری --- بھٹو کا بیان

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے ڈھاکہ میں یہ بیان جاری کیا کہ آئین اتفاق رائے سے بننا چاہیے۔ انہوں نے مزید کہا کہ مذاکرات میں بنیادی مسائل کا حل تلاش کیا جائے گا۔

28 جنوری --- ڈھاکہ مذاکرات

عوامی لیگ کے سربراہ مجیب الرحمان اور پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے درمیان طویل مذاکرات کے دوسرے مرحلے کی تکمیل کے بعد یہ باور کیا جاتا تھا کہ ان میں آئینی مسائل پر عمومی اتفاق رائے ہوگیا ہے دونوں لیڈروں نے بھی مذاکرات کے بعد یہی تاثر دیا۔ یہاں کے سیاسی حلقوں کا خیال ہے کہ پیپلز پارٹی کے ممبر بعض ترمیمات اور تشریحات کے بعد چھ نکات تسلیم کرنے پر رضامند ہو جائیں گے۔

29 جنوری --- مجیب سے ترک اور ایرانی رہنماؤں کی ملاقاتیں

ڈھاکہ: آج صبح ترک وزیر خارجہ احسان صابری نے عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن سے ملاقات کی اور کچھ دیر ان کے ساتھ رہے آج شام ایران کے وزیر خارجہ اردشیر زاہدی نے بھی شیخ مجیب الرحمان سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی۔

29 جنوری --- بھٹو کی ملاقات

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے وزارت خارجہ کے سیکرٹری سلطان محمد خان سے ملاقات کی اور ان سے نئے آئینی ڈھانچے کے تحت بیرونی تجارت سے متعلق مسائل پر تبادلہ خیال کیا۔ باور کیا جاتا ہے کہ یہ بات چیت عوامی لیگ کے اس نقطہ نظر کی روشنی میں ہوئی کہ وفاقی صوبوں اور خصوصی طور پر مشرقی پاکستان کو غیر ملکی تجارت کی آزادی ہونی چاہیے۔

29 جنوری --- بھٹو --- مجیب مذاکرات

ڈھاکہ: عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمان اور پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے درمیان تاریخی مذاکرات ختم ہو گئے۔ قومی اسمبلی کے اجلاس کی تاریخ کے مسئلہ پر دونوں لیڈروں میں اتفاق رائے نہیں ہوسکا۔ شیخ مجیب الرحمان کی تجویز تھی کہ قومی اسمبلی کا اجلاس 15 فروری کو طلب کیا جائے۔ تاکہ جلد از جلد آئین بن سکے۔ مسٹر بھٹو نے کہا تھا کہ وہ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ قومی اسمبلی کا اجلاس جلد از جلد بلایا جائے لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ اجلاس 15 فروری کو ہی بلایا جائے۔

30 جنوری --- بھارتی طیارے کا اغوا

دو کشمیری حریت پسندوں نے بھارتی طیارہ اغوا کر کے لاہور کے ہوائی اڈے پر اتار لیا۔ طیارے کے مسافروں کو حکومت پاکستان نے بحفاظت واپس بھارت پہنچا دیا۔

30 جنوری --- بھٹو کا اعلان

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے اعلان کیا کہ وہ طلباء کے گیارہ نکات میں سے دس اور عوامی لیگ کے چھ نکات میں سے دو کو قبول کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ باقی چار نکات پر وہ اپنی پارٹی اور مغربی پاکستان کے دوسرے لیڈروں سے مشورہ کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ شیخ مجیب سے ان کے مذاکرات ناکام نہیں ہوئے اور نہ ہی ان میں تعطل ہوا ہے۔ بلکہ ہم کئی سیاسی اور قومی امور پر متفق ہوگئے ہیں۔ 23 سال کے مسائل تین دن میں حل نہیں ہوسکتے۔

30 جنوری --- سندھ کے لسانی فسادات

سکھر: اردو سندھی زبان کے جھگڑے میں آج یہاں تیسرے دن بھی ہنگامے جاری رہے۔ شہر میں فوج طلب کر لی گئی۔ تصادم کے نتیجے میں ایک شخص ہلاک اور کئی زخمی ہوگئے۔ شرپسندوں کے ایک گروہ نے کئی تانگوں کو آگ لگا دی۔ دو گروہوں کے درمیان لاٹھیوں اور چاقوؤں کے آزادانہ استعمال میں ایک طالب علم چاقو لگنے سے ہلاک ہوگیا۔

علاوہ ازیں یونیورسٹی کالج اور اسکول جنہیں پچھلے ہنگاموں کے دوران میں 31 جنوری تک بند کر دیا گیا تھا' اب 10 فروری کو کھولے جائیں گے۔

31 جنوری --- بھٹو کی اغوا کنندگان سے ملاقات

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے لاہور ایئرپورٹ پر بھارتی طیارہ اغوا کرنے والے کشمیری حریت پسندوں سے ملاقات کی اور انہیں ہر ممکن امداد کا یقین دلایا۔ حکومت نے بھی دونوں کشمیری حریت پسندوں کو سیاسی پناہ دینے کا اعلان کر دیا۔

31 جنوری --- سندھی لائبریری نذر آتش

حیدر آباد: سندھ یونیورسٹی کے شعبہ سندھولوجی میں اچانک آگ لگنے سے سندھی زبان کی نادر کتابوں اور مسودات کا ذخیرہ تباہ ہوگیا۔ پولیس کا کہنا ہے کہ یہ آگ جان بوجھ کر لگائی گئی ہے اور اس میں شرپسندوں کا ہاتھ ہے۔

نواب شاہ طلباء کے دو گروہوں کے تصادم میں دو طلباء شدید زخمی ہوگئے۔ رات گئے ایک پٹرول پمپ کو تباہ کر دیا گیا۔

سکھر میں تیسرے دن بھی بازار بند رہے۔ شہر میں فوج اور پولیس گشت کر رہی ہے۔ چوبیس افراد گرفتار۔

فروری 1971ء

یکم فروری --- بھٹو کی دولتانہ کو یقین دہانی

کراچی : پیپلز پارٹی کراچی کے چیئرمین عبدالحفیظ پیرزادہ نے آج یہاں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جناب بھٹو نے آج ممتاز دولتانہ سے لاہور میں طویل ملاقات کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمان کے مطالبے پر قومی اسمبلی کا اجلاس 15 فروری کو بلایا گیا تو پیپلزپارٹی خیر مقدم کرے گی لیکن اگر اس مہینے کے آخر یا اگلے ماہ (مارچ) کے شروع میں اجلاس بلایا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ تاکہ پیپلزپارٹی دوسرے سیاسی رہنماؤں سے دستور کے مسئلہ پر مذاکرات کے لیے کچھ وقت مل سکے۔

کراچی : اسٹیٹ بنک نے بینکوں کے قرضوں پر مزید پابندیاں لگا دی ہیں بعض صورتوں میں قرضوں پر سود کی شرح بنک کی شرح سے دو فیصد اور بعض صورتوں میں تین فیصد بڑھا دی گئی ہے۔

یکم فروری --- طیارے کو بم سے اڑانے کی دھمکی

لاہور : ہندوستانی طیارے کے تمام مسافر اور عملے کے ارکان ہندوستان واپس چلے گئے۔ کشمیری مجاہدین نے طیارہ خالی کرنے سے انکار کر دیا۔ ہندوستان کو دو دن کے اندر مطالبات تسلیم کرنے کا الٹی میٹم۔ حریت پسندوں سے ہتھیار چھینے گئے تو طیارہ بم سے اڑا دیا جائے گا۔ مقبول بٹ کا اعلان۔

یکم فروری --- اردو کتابیں بھی نذر آتش

حیدر آباد : سندھ یونیورسٹی کیمپس میں طلباء نے شعبہ اردو کی کتابوں کو آگ لگا دی۔

یکم فروری --- بھٹو کا بیان

پاکستان پیپلزپارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ وہ ملک کے آئینی' سیاسی اور اقتصادی مسائل کو کسی قسم کی سودے بازی یا مفاد پرستی کی بجائے عوامی مفادات کے مطابق حل کرنے کے آرزو مند ہیں انہوں نے مزید کہا کہ آئین ایک صوبے کی پسند یا ناپسند کا مسئلہ نہیں۔

یکم فروری --- مطالبات مسترد

بھارتی حکومت نے طیارہ اغوا کرنے والوں کے مطالبات مسترد کر دیئے سورن سنگھ نے پاکستانی حکومت کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ تاخیر کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے۔

2 فروری --- طیارہ تباہ

کشمیری حریت پسندوں نے اغوا شدہ طیارے کو مطالبات نامنظور ہونے کے بعد لاہور ایئرپورٹ پر تباہ کر دیا۔ پاکستان نے حریت پسندوں کو بھارت کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ طیارے کو نذر آتش کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا--- حریت پسند۔

2 فروری --- طیارہ تباہ کرنے پر مجیب کی مذمت

ڈھاکہ : عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب نے ہندوستانی طیارہ تباہ کئے جانے کی مذمت کرتے ہوئے حکومت سے اس معاملے کی تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قومی زندگی کے اس اہم ترین مرحلے میں غیر معمولی حالات پیدا کرنے سے صرف عوام کے خلاف سازشیں کرنے والوں کو ہی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ جو اقتدار کی منتقلی کے کام میں رکاوٹیں ڈالنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

2 فروری --- جنگ کی دھمکی

طیارہ تباہ ہونے کے بعد حکومت ہندوستان نے پاکستان کو جنگ کی دھمکی دے دی۔ بھارتی حکومت نے مزید کہا کہ نتائج سنگین ہوں گے۔ طیارے کی تباہی کا ہرجانہ ادا کیا جائے۔

2 فروری --- مسٹر بھٹو کا بیان

پاکستان پیپلزپارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ طیارے کی تباہی کی ذمہ داری حکومت پاکستان پر عائد نہیں ہوتی انہوں نے حریت پسندوں کے اقدام کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ یہ بہادرانہ کارنامہ حق خود اختیاری کے لیے کشمیریوں کی جدوجہد کا حصہ ہے۔

4 فروری --- پاکستانی ہائی کمیشن نذر آتش

بھارت میں پاکستانی ہائی کمیشن کی عمارت کو آگ لگا دی گئی۔ بھارت نے مشرقی اور مغربی پاکستان کا فضائی رابطہ ختم کر دیا۔ ہندوستان نے بھی مشرقی پاکستان پر سے پروازیں بند کر دیں۔ پی آئی اے طیارے اب کولمبو کے راستے پرواز کریں گے۔

4 فروری --- اراکین اسمبلی کا خفیہ اجلاس

اراکین اسمبلی کے خفیہ اجلاس میں پیپلزپارٹی کے ارکان نے طے کیا کہ غیر ملکی تجارت اور ٹیکس لگانے کا اختیار مرکز کو دیا جائے اور اس معاملے پر کوئی مفاہمت نہ کی جائے۔

5 فروری --- ہائی کمیشن پر پھر حملہ

دہلی میں پاکستانی ہائی کمیشن پر مظاہرین نے پھر حملہ کر دیا۔ بمبئی میں مزدوروں نے پاکستانی جہازوں کا بائیکاٹ کر دیا۔

6 فروری --- صدر کا بیان

صدر محمد یحییٰ خان نے کہا کہ آئین بنانے کے لیے بے لوثی اور قربانی کے جذبہ سے کام لینا ہوگا۔

8 فروری --- عوامی لیگ کا اعلان

قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے کے لیے عوامی لیگ راست اقدام کرے گی۔ 15 فروری تک اعلان نہ ہونے کی صورت میں مجیب الرحمان دستور کے ارکان کا اجلاس بلائیں گے۔ عوامی لیگ کو نیپ، جمعیت اور مسلم لیگ کی حمایت حاصل ہوگی۔

8 فروری --- نیشنل عوامی پارٹی کا موقف

ڈھاکہ: نیپ ولی گروپ کے صوبائی صدر پروفیسر مظفر احمد اور جنرل سیکرٹری سید الطاف حسین نے صدر یحییٰ پر زور دیا ہے کہ قومی اسمبلی کا اجلاس جلد بلائیں تاکہ عوام کے نمائندوں کو اقتدار کی منتقلی کا مرحلہ طے پا جائے۔ انہوں نے عوام سے بھی کہا ہے کہ ملک میں جمہوریت کے خلاف سازشوں سے ہوشیار رہیں۔ فرقہ پرست اور رجعت پرست عناصر طیارے کے اغوا کے مسئلہ پر کشیدگی پیدا کر رہے ہیں۔

9 فروری --- شیخ مجیب کا بیان

عوامی لیگ کے رہنما شیخ مجیب نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ آئین چھ نکات کی بنیاد پر ہی بنے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ بنگالی خون بہانا اور سازشوں سے نبٹنا جانتے ہیں۔ چھ نکات مانو ورنہ جو دل میں آئے کرلو۔ دستور سازی اور عوامی حکومت کے قیام میں تاخیر برداشت نہیں کی جائے گی۔

9 فروری --- مغربی پاکستان کے لیڈروں کی مجیب کو یقین دہانی

مغربی پاکستان کے کئی لیڈروں نے شیخ مجیب کو اپنی حمایت کا یقین دلایا۔ انہوں نے کہا کہ بھٹو کے نقطہ نظر کی پرواہ نہیں کی جائے گی۔ عوامی لیگ نے مسودہ آئین مکمل کرنے کے لیے مرکزی کمیٹی کا اجلاس طلب کر لیا۔

10 فروری --- ولی خان ڈھاکہ جائیں گے

نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ خان عبدالولی خان نے کہا کہ وہ عنقریب شیخ مجیب سے مذاکرات کے لیے ڈھاکہ جائیں گے۔ روانگی سے قبل مسٹر بھٹو سے بھی بات چیت کریں گے۔

10 فروری --- پیپلزپارٹی کے ترجمان کا اعلان

پیپلزپارٹی کے ترجمان عبدالحفیظ پیرزادہ نے کہا کہ اگر شیخ مجیب کی طرف سے قومی اسمبلی کا اجلاس 15 فروری کو بلایا گیا تو پیپلزپارٹی اجلاس میں شرکت نہیں کرے گی۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ آئین محض آئین نہیں بلکہ قابل عمل اور پانچوں صوبوں کے لیے قابل قبول ہونا چاہیے۔

11 فروری --- بھارتی ہائی کمیشن پر مشتعل طلباء کا حملہ

اسلام آباد: ہندوستانی ہائی کمیشن پر مشتعل طلباء کا مظاہرہ، بے قابو ہجوم کو منتشر کرنے کے لیے آنسو گیس کا استعمال اور ہوائی فائرنگ، کاروں پر طلباء کا پتھراؤ، لاٹھی چارج سے 70 افراد زخمی۔

11 فروری --- بھٹو کی طرف سے مذمت

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے پی پی آئی کی اس خبر کی سخت مذمت کی جس میں ان کے حوالے سے کہا گیا تھا کہ اگر عوامی لیگ نے چھ نکات پر مبنی آئین بنایا تو پیپلز پارٹی اس کے خلاف عوامی تحریک چلائے گی۔ انہوں نے کہا کہ بعض غیر ملکی طاقتیں اور مفاد پرست، دونوں اکثریتی پارٹیوں اور ان کے لیڈروں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ہم قابل عمل آئینی فارمولا تلاش کر رہے ہیں۔

12 فروری --- یوم احتجاج

نئی دہلی میں پاکستان ہائی کمیشن پر حملوں کے خلاف کراچی میں یوم احتجاج منایا گیا۔ انڈیا ہاؤس پر مظاہرہ اور بھوک ہڑتال، طلباء نے جلوس نکالا۔ لاہور میں عوامی لیگ کے دفتر پر مظاہرین نے حملہ کیا۔ سائن بورڈ اور پرچم جلا دیا۔ پنجاب عوامی لیگ کے جنرل سیکرٹری ملک جاوید سرفراز نے الزام لگایا کہ یہ حملہ پیپلزپارٹی کے کارکنوں نے کیا ہے۔

12 فروری --- بھٹو کا بیان

پیپلزپارٹی کے سربراہ ذوالفقار علی بھٹو نے بتایا کہ ان کی پارٹی کی مجلس عامہ کا اجلاس 21 اور 22 فروری کو ہوگا اس لیے قومی اسمبلی کا اجلاس 22 فروری کو بلانے پر انہیں اعتراض نہیں ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ وہ قومی اسمبلی کا اجلاس جلد سے جلد بلانے کے لیے نہ صرف حق میں ہیں بلکہ اس کا مطالبہ بھی کرتے ہیں۔

13 فروری --- اسمبلی کا اجلاس طلب کر لیا گیا

صدر یحییٰ نے 3 مارچ کو قومی اسمبلی کا اجلاس ڈھاکہ میں طلب کر لیا۔ 2 مارچ کو قومی اسمبلی کی خاتون اراکین کا انتخاب ہوگا۔ ڈھاکہ میں سیاسی حلقوں نے صدر کے اعلان کا خیرمقدم کیا۔

13 فروری --- بھٹو کا ردعمل

پشاور: 3 مارچ کو قومی اسمبلی کا اجلاس بلائے جانے کی خبر پر تبصرہ

کرتے ہوئے مسٹر بھٹو نے کہا کہ ان کی پارٹی کو کوئی اعتراض نہیں۔

13 فروری --- کشمیر کے بغیر تحریک پاکستان نامکمل ہے۔

لاہور: کشمیر کے بغیر تحریک پاکستان مکمل نہیں ہو سکتی۔ کشمیری مجاہدین کا خطاب، لاہور میں شاندار جلوس، عوامی لیگ کے دفتر پر پھر پتھراؤ۔

13 فروری --- بھارتی فوج کی نقل و حرکت

کراچی: سرحد پار سے آمدہ اطلاعات کے مطابق مغربی پاکستان کی سرحدوں کے قریب ہندوستانی فوجوں کی نقل و حرکت دیکھی گئی ہے، جو مقبوضہ کشمیر میں محاذ رائے شماری پر پابندی اور شیخ عبداللہ اور دوسرے کشمیری لیڈروں کی ریاست بدری کے فوراً بعد شروع ہو گئی تھی۔

14 فروری --- عوامی لیگ کی مجلس عاملہ کا عہد

ڈھاکہ میں عوامی لیگ کی مجلس عاملہ نے اس عہد کا اعادہ کیا کہ آئین عوامی لیگ کے چھ نکات اور طلبہ کے گیارہ نکاتی پروگرام کی بنیاد پر تیار کیا جائے گا۔

14 فروری --- بھٹو --- ولی مذاکرات

مسٹر بھٹو اور ولی خان کے درمیان آئینی امور پر طویل مذاکرات ہوئے، بات چیت تسلی بخش رہی۔ ولی خان نے بیان میں کہا کہ آئین ایک یا دو افراد کا مسلط کردہ نہیں ہونا چاہیے۔ بھٹو کا چار سدہ اور اتمان زئی کے جلوسوں سے خطاب۔

15 فروری --- بھٹو کا بیان

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ عوامی لیگ کے چھ نکات میں رد و بدل اور مفاہمت کے بغیر ان کی پارٹی قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت نہیں کرے گی۔ ہم ڈھاکہ اس لیے نہیں جانا چاہتے کہ عوامی لیگ کے پہلے سے تیار شدہ آئین کی توثیق کر کے واپس چلے آئیں۔ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان کشیدگی نے ان دنوں جو صورتحال اختیار کی ہے، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ میں اپنے عوام کو چھوڑ کر قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لیے نہ جاؤں۔ دنیا جانتی ہے کہ ہندوستان کے بارے میں پیپلز پارٹی کی کیا رائے ہے۔ میں کسی بھی حالت میں اپنے ساتھیوں کو دوہرے خطرات میں نہیں ڈالنا چاہتا۔

15 فروری --- بھٹو کی پریس کانفرنس

مسٹر بھٹو نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مغربی پاکستان کے دوسرے لیڈر اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لیے جانا چاہتے ہیں تو وہ اپنی ذمہ داری پر جائیں۔ لیکن انہیں یہ جان لینا چاہیے کہ ایک دن انہیں واپس بھی آنا ہے۔

15 فروری --- شیخ مجیب کا اعلان

ڈھاکہ: قومی اسمبلی کے نو منتخب ارکان کے مشترکہ اجلاس میں افتتاحی تقریر کرتے ہوئے شیخ مجیب الرحمان نے کہا ہے کہ ہمیں چھ نکات سے ہٹ کر کوئی آئین، سنگینوں کے ذریعے بھی تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے صدر یحییٰ خاں سے درخواست کی کہ سازشی عناصر کی باتوں میں نہ آئیں۔ شہیدوں کی قسم آئین چھ نکات پر ہی بنے گا۔ وہ لوگ آئیں یا نہ آئیں، اسمبلی کا اجلاس ہوگا، جس میں دستور بنایا جائے گا۔ دستور سازی میں حصہ لینا ان کی مرضی پر منحصر ہے، چھ نکات میں تبدیلی یا کوئی مفاہمت ممکن نہیں۔

16 فروری --- بھٹو کا بیان

پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنما مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت نہ کرنے کے بارے میں ان کی پارٹی کا فیصلہ غیر متزلزل اور ناقابل تنسیخ ہے۔

16 فروری --- عوامی لیگ کی نامزدگی

مشرقی پاکستان عوامی لیگ نے شیخ مجیب الرحمان کو پاکستان کا وزیراعظم نامزد کر دیا۔ پارلیمانی پارٹی نے اپنے طویل اجلاس میں یہ فیصلہ کیا کہ اکثریتی پارٹی کی حیثیت سے شیخ مجیب الرحمان کو حکومت بنانے کی دعوت دینی چاہیے۔

16 فروری --- مجیب کی ہدایت

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمان نے اپنی پارٹی کو عوامی تحریک کے لیے تیار رہنے کی ہدایت کر دی۔ منتخب ارکان کو اپنے اپنے حلقوں میں واپس چلے جانے کا حکم، انہوں نے مزید کہا کہ ہم نے اپنا کام کر لیا ہے، بھٹو کو اپنا کام کرنے دو۔

16 فروری --- مودودی کا بیان

جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی نے ایک بیان میں کہا کہ کوئی غلط اقدام کیا گیا تو ملک خطرے میں پڑ جائے گا۔ بھٹو کا اجلاس میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ غلط اور نامناسب ہے۔

16 فروری --- جلوس پر تشدد

کراچی میں پیپلز پارٹی کے پرامن جلوس پر پولیس نے اچانک لاٹھی

چارج کر دیا اور آنسو گیس کے شیل پھینکے۔ پیپلز پارٹی کے متعدد رہنما اور اسمبلیوں کے ارکان زخمی ہوگئے۔ پولیس نے صحافیوں پر بھی اندھا دھند ڈنڈے برسائے۔

16 فروری --- بھارتی ہائی کمیشن کی طلبی

اسلام آباد: ہندوستان نے اپنے ہائی کمیشن کو ضروری صلاح و مشورے کے لیے اسلام آباد سے نئی دہلی طلب کر لیا۔ آل انڈیا ریڈیو نے اس کے ساتھ ہی کہا ہے کہ پاکستانی ہائی کمشنر بھی اسلام آباد واپس جا رہے ہیں۔

17 فروری --- بھٹو کی پریس کانفرنس

پیپلز پارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو نے ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ وزیراعظم اندرا گاندھی کی دھمکیوں کے پیش نظر پاک بھارت جنگ کے امکانات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہندوستان نے اپنی فوجیں پاکستان کی سرحد پر پہنچا دی ہیں۔ برصغیر کے علاوہ جنوب مشرقی ایشیاء اور لاؤس میں بھی صورت حال بے حد سنگین ہے۔ ایسے میں پارٹی کے اراکین جن کی تعداد 85 ہے کو مشرقی پاکستان لے جانا آسان کام نہیں۔ موجودہ حالات میں پارٹی کے ارکان کا اولین فرض ہے کہ وہ اپنے عوام کے ساتھ رہیں۔

17 فروری --- ولی خان کا بیان

نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ ولی خان نے کہا کہ تمام دستوری مسائل کے تصفیئے کے لیے دستور ساز اسمبلی ہی مناسب جگہ ہے۔ انہوں نے مسٹر بھٹو کی دستور ساز اسمبلی کے بائیکاٹ کی دھمکی سے اختلاف کیا۔

17 فروری --- نیپ اور جمعیت کا اعلان

نیشنل عوامی پارٹی (ولی گروپ) اور جمعیت العلمائے اسلام نے قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کرنے کا اعلان کر دیا۔

17 فروری --- بھارتی افواج کی نقل و حمل

بھارتی مسلح افواج نے پاکستانی سرحد پر اپنی نقل و حرکت تیز کر دی۔

18 فروری --- بھٹو کا پارٹی کارکنوں سے خطاب

پیپلز پارٹی کے مرکزی سیکرٹریٹ میں پارٹی کے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر بھٹو نے کہا کہ پاکستان کی بڑی طاقتیں صرف تین ہیں عوامی لیگ، پیپلز پارٹی اور فوج۔ ان کے سوا نہ وہ کسی طاقت کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ پسند کرتے ہیں کوئی چوتھی طاقت بن کر ہم میں مصالحت کرائے۔

18 فروری --- بھٹو کی راولپنڈی روانگی

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو صدر یحییٰ خان سے ملاقات کے لیے اچانک راولپنڈی روانہ ہوگئے۔

18 فروری --- اجلاس میں شرکت کا اعلان

قیوم مسلم لیگ، کونسل مسلم لیگ اور جماعت اسلامی نے قومی اسمبلی کے مجوزہ اجلاس میں شرکت کرنے کا اعلان کر دیا۔

18 فروری --- ڈھاکہ سیکرٹریٹ میں دھماکہ

ڈھاکہ: صوبائی سیکرٹریٹ کی عمارت کے قریب قومی تعمیر نو کے دفتر میں چار بم پھٹنے کی وجہ سے دفتر کی عمارت کو بھاری نقصان پہنچا۔

19 فروری --- مسٹر بھٹو کا بیان

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے صدر محمد یحییٰ خان سے پانچ گھنٹے کی طویل ملاقات کے بعد اخباری نمائندوں سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ میری پارٹی چھ نکات کی بنیاد پر دستور سازی میں عوامی لیگ سے تعاون پر آمادہ ہے۔ بشرطیکہ 'کرنسی' غیر ملکی تجارت اور ٹیکس کے معاملات میں خاطر خواہ رد و بدل کی گنجائش رکھی جائے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری شرکت کے بغیر آئین سازی کی کوشش بے نتیجہ اور فضول ہوگی۔ انہوں نے ایک اور بیان میں کہا کہ ہندوستان اور پاکستان کی فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہیں۔ ہندوستان ایک بار پھر جارحیت کا ارتکاب کر سکتا ہے۔

19 فروری --- پاکستانی سرحدوں پر بھارتی فوج کا اجتماع

راولپنڈی: مغربی پاکستان کی سرحدوں پر ہندوستانی فوج کے زبردست اجتماع نے سنگین صورت حال پیدا کر دی ہے۔ ہندوستان نے لاہور اور سیالکوٹ کی سرحدوں پر اپنے بکتر بند دستے پہنچا دیئے ہیں۔

19 فروری --- جمعیت العلماء کے رہنما کی صدر سے ملاقات

ملتان: صدر یحییٰ نے جمعیت العلماء (ہزاروی گروپ) کے جنرل سیکرٹری کو قومی مسائل پر صلاح مشورے کے لیے راولپنڈی طلب کر لیا ہے۔

20 فروری --- مجیب اپنے رویے میں لچک پیدا کریں:

مفتی محمود

راولپنڈی: موجودہ بحران کا واحد حل یہ ہے کہ مجیب اپنے رویے میں لچک پیدا کریں۔ مفتی محمود کا بیان جمعیت کے رہنماؤں کی صدر یحییٰ سے ملاقات۔

20 فروری--- بھٹو کی پیش کش

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے پیش کش کی کہ ہم استعفیٰ دینے کے لیے تیار ہیں۔ پیپلز پارٹی کی پارلیمانی کانفرنس میں چھ نکات بھارتی افواج کے اجتماع اور اسمبلی میں عدم شرکت کے معاملات پر غور کیا گیا۔ پارلیمانی کمیٹی نے چیئرمین کو اسمبلی کی رکنیت سے استعفوں کے سلسلے میں مکمل اختیار دے دیا۔

20 فروری--- صدارتی حکم

صدر یحییٰ خان نے حکم جاری کیا کہ قومی اور صوبائی اسمبلی کے اراکین مستعفی ہو سکتے ہیں۔ قانونی ڈھانچے کے حکم میں ترمیم کر دی گئی۔

20 فروری--- استعفے بھٹو کے حوالے

قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں پیپلز پارٹی کے تمام منتخب ارکان نے اجتماعی طور پر مستعفی ہو جانے کے لیے اپنے استعفے پارٹی کے چیئرمین کے حوالے کر دیئے۔

21 فروری--- کابینہ توڑ دی گئی

صدر محمد یحییٰ خان نے رات گئے وزارتی کونسل توڑ دی۔ وزارتی کونسل توڑنے کی وجہ بتاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ اقدام ملکی سیاسی صورتحال کو دیکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔

21 فروری--- حلف نامہ

پیپلز پارٹی نے اپنے دو روزہ کنونشن میں آئینی مسائل حل کرنے کے لیے تمام اختیارات بھٹو کو سونپ دیئے۔ مولانا کوثر نیازی نے قرآن اٹھایا اور ارکان نے اردو میں حلف نامہ دہرایا۔

21 فروری--- شیخ مجیب کا بیان

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ ہمارا موقف بالکل واضح ہے، یعنی آئین چھ نکات کی بنیاد پر ہی مرتب کیا جائے گا۔

21 فروری--- آئین چھ نکات کی بنیاد پر ہی بنے گا: طفیل احمد

ڈھاکہ میں آئین سازی کے سوال پر، مغربی پاکستان کے لیڈروں سے بات چیت کو تیار ہوں۔ آئین بہرحال اسی پروگرام کی بنیاد پر بنے گا۔ ہم چھ نکات کے ذریعے پاکستان کو آخری بار متحد رکھنا چاہتے ہیں۔ پلٹن میدان میں یوم شہداء کے پرشکوہ اجتماع میں میاں طفیل احمد کا خطاب۔

21 فروری--- چیچہ وطنی میں ہنگامے

چیچہ وطنی میں ایک مظاہرے کے دوران پولیس نے مظاہرین کو منتشر کرنے کے لیے گولی چلا دی۔ پولیس فائرنگ کے نتیجے میں تین افراد ہلاک اور بہت سارے زخمی ہوگئے۔ ڈپٹی کمشنر نے حالات کی نزاکت کے پیش نظر فوج کو طلب کر لی۔

21 فروری--- بھارتی حملے کا خطرہ

راولپنڈی: ہندوستان کسی بھی وقت حملہ کر سکتا ہے۔ پاکستان نے اعلان تاشقند کی خلاف ورزی کے سلسلے میں روس کی حکومت کو باخبر کر دیا۔

22 فروری--- پیپلز پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا فیصلہ

پیپلز پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے اپنے اجلاس میں فیصلہ کیا کہ پارٹی کا کوئی رکن بھی اپنی رکنیت سے مستعفی نہیں ہوگا۔ غیر حاضری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اگر ہمیں نکالنے کی کوشش کی گئی تو ساری ذمہ داری اس کے مرتکب لوگوں پر عائد ہوگی۔ عوام کو پارٹی کے فیصلے سے آگاہ کیا جائے گا۔ مغربی پاکستان کے لیڈر ہم ہیں، بات ہم سے کرنی ہوگی۔

22 فروری--- خان قیوم کا بھی بائیکاٹ

مسلم لیگ کے سربراہ خان قیوم نے بھی مجوزہ اجلاس کا بائیکاٹ کر دیا۔

22 فروری--- ڈھاکہ میں ہنگامے

ڈھاکہ کے صنعتی علاقے میں دو فیکٹریوں میں مزدوروں کے مخالف گروپوں کے درمیان تصادم ہوگیا۔ امن و امان بحال کرنے کے لیے ایسٹ پاکستان رائفلز کے دستے طلب کر لیے گئے۔

22 فروری--- ساہیوال میں بھی فوج طلب

طلبہ کے احتجاجی جلوس پر ساہیوال میں پولیس فائرنگ کے بعد فوج کو طلب کر لیا گیا۔ دو مکان نذر آتش متعدد املاک کو شدید نقصان پہنچا۔

یہ مظاہرے کل چیچہ وطنی میں ہجوم پر پولیس فائرنگ کے خلاف ہوئے جس میں تین افراد ہلاک اور بہت سے زخمی ہوگئے تھے۔ مظاہرین نے مرزائیت مردہ باد اور پولیس مردہ باد کے نعرے لگائے اور چیچہ وطنی کے ہلاک شدگان کا خون بہا طلب کیا۔

23 فروری --- آئینی بحران پر بھٹو کا طلباء سے خطاب

پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس لاہور میں طلباء سے خطاب کرتے ہوئے پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ چھ نکات مشرقی پاکستان کے عوام کے استحصال کا نتیجہ ہیں۔ انہوں نے کہا، جب وہ ڈھاکہ گئے تو انہوں نے شیخ مجیب سے کہا کہ چھ نکات پر پیپلز پارٹی کا نہیں عوامی لیگ کا انتخاب ہوا ہے جبکہ پیپلز پارٹی اقتصادی نظام میں انقلابی تبدیلیوں اور ایک آزاد خارجہ پالیسی تیار کرنے کے بارے میں اپنے موقف کی بنیاد پر منتخب ہوئی ہے۔ لہٰذا وہ عوامی لیگ سے قریب تر آنے کی کوشش کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ وہ شیخ مجیب سے مزید بات چیت کے لیے بار بار ڈھاکہ جانے کے لیے تیار ہیں۔ اب بھی سمجھوتے کے لیے وقت ہے۔ بھٹو نے کہا:

"ریکارڈ گواہ ہے کہ پیپلز پارٹی نے اس حقیقت کو تسلیم کیا تھا کہ مشرقی پاکستان کے عوام کا استحصال ہوا ہے یہ بات ہمارے منشور میں موجود ہے۔ غریب آدمی دوسروں کا استحصال کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ مشرقی اور مغربی پاکستان دونوں ہی استحصال کا شکار ہوئے ہیں۔ اگر ہمارا مقدر ایک سا ہے تو ہمارے موقف میں تختی کیوں ہو؟ مشرقی پاکستان کے مفادات ہمارے مفادات ہیں کیونکہ مشرقی پاکستان ہمارے ملک کا اکثریتی صوبہ ہے۔ وہاں پاکستانیوں کی بھاری اکثریت رہتی ہے۔ اگر وہ "جئے بنگلہ" کہتے ہیں تو ہم بھی "جئے بنگلہ" کہتے ہیں کیونکہ وہ پاکستان کا حصہ ہے۔ ہمارے دلوں میں جس طرح پنجاب، سندھ، بلوچستان اور سرحد کے عوام کے لیے احترام ہے اسی طرح مشرقی پاکستان کے عوام کا بھی ہم بہت احترام کرتے ہیں۔ ان کے مفادات ہمارے مفادات ہیں۔ لیکن یہ بات بڑی تکلیف دہ ہے کہ صوبائی عصبیت کی بنیاد پر نعرے بلند کیے جاتے ہیں۔ وہ سارے پاکستان کی خاطر نعرے کیوں نہیں لگاتے؟

"ہم آئین چاہتے ہیں، تعطل نہیں چاہتے۔ اگر آئین چھ نکات کی بنیاد پر پہلے ہی تحریر نہ کر لیا جاتا اور ایک سو بیس روز کی معیاد مقرر نہ کر دی جاتی تو ہم آئین بنانے میں ضرور حصہ لیتے۔ یہ الگ بات تھی کہ یہ پہلی دستور ساز اسمبلی ہوتی۔ لیکن گزشتہ 23 برسوں کے باہمی عدم اعتماد اور ایک سال کی انتخابی مہم سے پیدا ہونے والے ماحول نے انتہا پسندی پیدا کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چھ نکات کو بہت اچھالا گیا۔ ہم نے ایک نئے اقتصادی نظام اور ایک آزاد خارجہ پالیسی کی بنیاد پر انتخابات جیتے۔ انہوں نے چھ نکات کو سب سے بڑے مسئلہ کی حیثیت سے پیش کیا اور ہم نے اقتصادی ابتری اور آزاد خارجہ پالیسی کے مسائل اٹھائے۔ اگر ہمیں اپنے ملک، اپنی قوم اور اپنے مذہب کی خدمت کرنی ہے تو ہمیں استحصال کی زنجیروں کو توڑنا ہوگا۔ یہاں پیپلز پارٹی اور وہاں عوامی لیگ کی کامیابی عوام کی حمایت کی وجہ سے ممکن ہوئی ہے، اگر ہم اس وقت چھ نکات کی مخالفت کرتے تو محاذ آرائی کی کیفیت پیدا ہو جانے سے ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

انہوں نے لاہور، ملتان اور کراچی میں اپنے رفقاء سے ملاقاتیں کیں۔ وہ اس حد تک پیچھے ہٹے کہ لوگوں نے یہ پوچھنا شروع کر دیا کہ بھٹو کو کیا ہوگیا ہے لیکن افسوس ہے کہ شیخ مجیب نے سخت اور جامد رویہ اختیار کیے رکھا۔ انتخابات میں جن سیاستدانوں کی ضمانتیں بھی ضبط ہوگئیں انہوں نے سیدھے ڈھاکہ کا رخ کیا۔ اس پر شیخ مجیب نے خیال کیا کہ وہ اپنے مشن میں کامیاب ہوگئے ہیں صدر پاکستان نے ڈھاکہ پہنچ کر یہ اعلان کیا کہ مجیب الرحمٰن ملک کے وزیراعظم ہوں گے۔ مجیب اور صدر پاکستان دونوں نے یہ کہا کہ انہوں نے اطمینان بخش گفتگو کی ہے، چنانچہ یہ سمجھ لیا گیا کہ آئین عملاً تیار ہو گیا ہے۔ لیکن جن لاکھوں عوام نے پیپلز پارٹی کو منتخب کیا ہے ان کی طرف سے پیپلز پارٹی پر بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ آئین کو آخری شکل دینے سے پہلے آئین کے بارے میں ان عوام کی رائے سننا اور اسے پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

23 فروری --- کونسل لیگ نے بھی بائیکاٹ کر دیا

قیوم لیگ کے بعد کونسل مسلم لیگ کی مرکزی پارلیمانی کمیٹی نے بھی اپنے اہم اجلاس میں فیصلہ کیا کہ قومی اسمبلی کے مجوزہ اجلاس کا بائیکاٹ کیا جائے۔ کمیٹی نے مطالبہ کیا کہ دستور سازی سے پہلے سازگار فضا پیدا ہونی چاہیے۔ نور خان نے اس فیصلے سے اتفاق نہیں کیا۔

23 فروری --- ایوان صدر کے اہم عہدیداروں کی روانگی

ایوان صدر سے اہم افسران بھٹو اور مجیب سے ملاقات کرنے کے لیے روانہ ہوگئے۔

23 فروری --- مودودی کا بیان

جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی نے کہا کہ چھ نکات غلط ہیں مگر اس کا فیصلہ اسمبلی کے اندر ہونا چاہیے۔

24 فروری --- شیخ مجیب کا مصالحتی فارمولا

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن نے چھ نکاتی پروگرام کے سلسلے میں اپنا مفاہمتی فارمولا پیش کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ چھ نکات میں

کسی قسم کے رد و بدل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جان قربان کر دیں گے مگر نو آبادی نہیں بنیں گے سازشی بارہ کروڑ عوام کی تقدیر کے فیصلے کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم عوام کے سوا کسی طاقت کو نہیں مانتے۔ مغربی صوبے کوئی دوسرا فارمولا طے کر لیں "ہم مفاہمت میں مدد دیں گے۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ مغربی پاکستان کے ارکان اسمبلی اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کے لیے اجلاس میں آئیں گے۔ شیخ مجیب نے مزید کہا کہ دوسرے یرغمال اور مقتل کی بات کرکے بھٹو نے سات کروڑ بنگالیوں کی توہین کی ہے۔ ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔ انہوں نے کہا کہ بھٹو نے اپنا موقف تبدیل کر لیا ہے۔

24 فروری --- بھٹو کا بیان

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ بھٹو حکومت کے قیام کے خلاف ہر سازش ناکام بنا دی جائے گی۔ ہم آئین سازی کے بعد عوامی مسائل حل کریں گے۔ سندھ کی زبان سندھی اور پنجاب کی زبان پنجابی ہوگی۔

24 فروری --- گورنر مشرقی پاکستان کی راولپنڈی آمد

راولپنڈی: مشرقی پاکستان کے گورنر ایس ایم احسن آج شام اچانک کراچی کی فلائٹ سے واپس راولپنڈی پہنچ گئے وہ صدر یحییٰ کی طلب کردہ خصوصی کانفرنس میں شرکت کے بعد ڈھاکہ جانے کے لیے کراچی پہنچے تھے۔

24 فروری --- مفتی محمود کا مطالبہ

جمعیت العلمائے اسلام کے سیکرٹری جنرل مولانا مفتی محمود نے صدر سے مطالبہ کیا کہ صدر آئینی بحران کے حل کے لیے سیاسی و آئینی ماہرین کا اجلاس طلب کریں۔ ملک کو سیاسی بحران سے نکالنے کی ذمہ داری صدر پر عائد ہوتی ہے۔

25 فروری --- صدر کی کراچی روانگی

کراچی: صدر یحییٰ آج کراچی پہنچ گئے۔ گورنر احسن ڈھاکہ روانہ ہوگئے۔ صدر کے پرنسپل اسٹاف آفیسر جنرل پیرزادہ صدر کے ایلچی کی حیثیت سے ڈھاکہ جا رہے ہیں وہ شیخ مجیب سے تبادلہ خیال کریں گے۔

25 فروری --- عوامی لیگ کے سیکرٹری کا بیان

عوامی لیگ کے تنظیمی سیکرٹری خلیل ترمذی نے کہا کہ شیخ مجیب الرحمٰن مغربی پاکستان نہیں آئیں گے۔ قومی اسمبلی کے اجلاس کے پیش نظر کراچی آنا مشکل ہے۔

25 فروری --- مفتی محمود کا اعلان

جمعیت العلمائے اسلام کے سیکرٹری جنرل مولانا مفتی محمود نے کہا کہ جمعیت قومی اسمبلی کے مجوزہ اجلاس میں شرکت کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ آئینی فارمولے پر مفاہمت کے بغیر اجلاس کے نتائج خطرناک ہوں گے۔ اکثریتی پارٹی نے خود کو مسلط کیا تو ہم بائیکاٹ کر دیں گے۔

25 فروری --- پاک --- امریکی تعلقات

واشنگٹن: روس یا چین کو پاکستان میں امریکہ سے زیادہ اثر و نفوذ کا حق نہیں۔ امریکی کانگریس کے نام صدر نکسن کا پیغام۔ پاکستان امریکہ سے دور ہوگیا۔

25 فروری --- بھٹو کا اعلان

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ پیپلز پارٹی قومی اسمبلی کا بائیکاٹ نہیں کرے گی بشرطیکہ اسے یقین دلایا جائے کہ اسمبلی میں پیپلز پارٹی کا نقطہ نظر سنا جائے گا اور اگر وہ معقول پایا گیا تو اس کو آئین میں شامل کیا جائے گا۔

25 فروری --- ملاقات

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے ایوان صدر میں ڈھائی گھنٹے تک صدر یحییٰ سے ملاقات کی۔

25 فروری --- ولی خان اجلاس میں شریک نہیں ہوں گے

عوامی نیشنل پارٹی کے سربراہ خان عبدالولی خان نے چیف الیکشن کمشنر کو مطلع کیا ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کے علاج کے سلسلے میں بیرون ملک جا رہے ہیں اس لیے اسمبلی کے افتتاحی اجلاس میں شرکت نہیں کریں گے۔

25 فروری --- مجیب --- احسن مذاکرات

ڈھاکہ: گورنر احسن نے آج شام عوامی لیگ کے صدر شیخ مجیب الرحمٰن سے ملاقات کی۔ انہوں نے اخبار نویسوں کو بتایا ہے کہ مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں کہ اسمبلی کے اجلاس کے التواء کا امکان ہے۔

27 فروری --- بھٹو کا اعلان

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ ملک کے موجودہ آئینی بحران کا حل تلاش کرنے کے لیے میں ہر وقت عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن سے ملاقات کرنے پر تیار ہوں۔ آئینی بحران فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہوگیا ہے۔

27 فروری--- شیخ مجیب کا بیان

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن نے کہا کہ پاکستان کے وجود کے لیے جو کچھ بھی ضروری ہوا کر گزروں گا۔

27 فروری--- امریکی سفیر فارلینڈ کی سرگرمیاں

راولپنڈی: راولپنڈی اور اسلام آباد کے سیاسی اور عوامی حلقے پاکستان میں امریکی سفیر جوزف فارلینڈ کے اسلام آباد سے اچانک ڈھاکہ پہنچنے کو ملک کے موجودہ سنگین دستوری بحران کے پس منظر میں بڑی اہمیت دے رہے ہیں۔ امریکی سفیر اور سفارت خانے کے متعدد اعلیٰ سفارتی افسروں کا اسلام آباد' لاہور اور کراچی سے اچانک ڈھاکہ جانا' اپنے اندر بڑی پراسراریت رکھتا ہے۔

27 فروری--- بائیکاٹ نہ کرنے کا فیصلہ

کنونشن لیگ' کونسل لیگ اور جمعیت العلمائے پاکستان نے ایک مشترکہ اعلان میں کہا ہے کہ وہ قومی اسمبلی کے مجوزہ اجلاس میں شرکت کریں گے۔ ہمارے موقف کی پذیرائی نہ ہوئی تو مستعفی ہو جائیں گے۔

28 فروری--- آئین چھ نکات پر مبنی ہو گا: مجیب

ڈھاکہ کے ایوان صنعت و تجارت کے اراکین سے خطاب کرتے ہوئے شیخ مجیب نے کہا کہ اگر بھٹو نے اسمبلی کے اجلاس میں ڈھاکہ آنے سے انکار کر دیا تو میں بھی اسلام آباد جانے سے انکار کر سکتا ہوں۔ عوامی لیگ اپنے چھ نکات پر کوئی مفاہمت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اب وہ سات کروڑ عوام کی ملکیت بن چکے ہیں۔ اب یہ نکات صرف بنگالیوں کے لیے پیش نہیں کیے گئے ہیں' بلکہ ان جیسے نکات سندھیوں' بلوچیوں' پنجابیوں اور پٹھانوں کے لیے بھی مرتب ہو سکتے ہیں۔ میں ان لوگوں کی تردید کرتا ہوں جو "پاکستان خطرے میں ہے" کا نعرہ لگا رہے ہیں میں یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان برقرار رہے گا اور بنگلہ دیش بھی۔ وہ لوگ ہمیں علیحدگی پسند کہتے ہیں لیکن ہم اکثریت میں ہیں۔ علیحدگی پسند نہیں کہا جا سکتا جو اقلیت میں ہیں اور ہم پر الزام لگا کر ہمارا استحصال کرتے ہیں' انہوں نے اپنے اس عزم مصمم کی پرزور الفاظ میں توثیق کی کہ نیا آئین لازمی طور پر چھ نکات کی بنیاد پر تیار ہو گا۔ کوئی ہماری راہ میں آکر ہمیں روک نہیں سکتا۔ اگر کسی نے انتقال اقتدار کے منصوبے میں روڑا اٹکایا تو نتائج کا خود ہی ذمہ دار ہو گا۔ ہم مرجائیں گے لیکن سر تسلیم خم نہیں کریں گے۔

28 فروری --- آئینی بحران دور کرنے کے لیے بھٹو کی تجویز

ذوالفقار علی بھٹو نے لاہور کے ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ بحران پر قابو پانے کے لیے وہ دو طریق کار تجویز کرتے ہیں کہ یا تو قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دیا جائے یا آئین بنانے کے لیے ایک سو بیس روز کی مقرر کردہ معیار ختم کر دی جائے۔ اگر ان میں سے ایک طریق کار قبول کر لیا جائے تو وہ کل ہی ڈھاکہ چلے جائیں گے' تاکہ شیخ مجیب الرحمٰن سے مل کر' اجلاس سے پہلے تعطل ختم کیا جا سکے۔

اگر اسمبلی کا اجلاس 3 مارچ کی مقررہ تاریخ کو پیپلز پارٹی کی شرکت کے بغیر منعقد کیا گیا تو وہ مغربی پاکستان کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک عوامی ایجی ٹیشن شروع کر دیں گے۔ اگر 2 مارچ کو عورتوں کی نشستوں کے لیے انتخابات ہوئے تو پشاور سے کراچی تک عام ہڑتال کی جائے گی۔ گو چھ نکاتی پروگرام ان کے لیے ذاتی طور پر قابل قبول نہیں تھا لیکن انہوں نے چھ نکات کی مخالفت کبھی نہیں کی۔ تاہم بیرونی تجارت اور بیرونی امداد کے بارے میں انہوں نے اختلاف کے دائرہ کو محدود کر دیا۔ انہیں صوبائی حکومتوں کے سپرد نہیں کیا جا سکتا۔

یہ دونوں شعبے امور خارجہ ہی سے متعلق ہیں اور اگر مرکز کو موثر بنانا مقصود ہے تو یہ شعبے وفاقی حکومت کی نگرانی میں ہونے چاہیں۔ دونوں حصوں کے درمیان کرنسی اور ٹیکس لگانے کے بارے میں سمجھوتہ ہو سکتا ہے۔ لیکن پیپلز پارٹی بیرونی تجارت اور امداد کے متعلق اپنے موقف سے دستبردار نہیں ہو سکتی۔

بھٹو نے شیخ مجیب کے اس الزام کی سختی سے تردید کی کہ وہ انتقال اقتدار میں رکاوٹیں ڈالنے کی سازشیں کرتے رہے ہیں۔ بھٹو نے کہا کہ وہ نوکر شاہی' سرمایہ داروں' حکومت یا کسی بیرونی طاقت سے ساز باز کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ بھٹو نے انکشاف کیا کہ جب 1966ء میں چھ نکات سامنے آئے تو انہوں نے وزیر خارجہ کی حیثیت سے ایوب خان کو مشورہ دیا تھا کہ وہ چھ نکات سے سیاسی سطح پر عہدہ برا ہونے کی کوشش کرے' وہ کوئی ایسا حل معلوم کرے جو مشرقی پاکستان کو قبول ہو۔ لیکن ایوب خان نے ان کے مشورے کو نظر انداز کر دیا اور سیاسی زبان استعمال کرنے کی بجائے "ہتھیاروں کی زبان" استعمال کرنے کی دھمکی دی۔

بھٹو نے کہا:

"میں نے مشرقی پاکستان کا دورہ کیا ہے۔ میں نے چٹاگانگ' کھلنا اور نواکھلی میں اسی طرح کی شدید غربت دیکھی جو مجھے ڈیرہ غازی خان اور لاہور میں نظر آئی۔ یہ کہنا انصاف کے منافی ہے کہ مشرقی پاکستان کے عوام کا استحصال مغربی پاکستان کے عوام نے کیا۔ یہ استحصال سرمایہ دارانہ نظام کا نتیجہ ہے اور جب تک اس نظام کو ختم نہیں کیا جاتا ملک

کے دونوں حصوں میں عوام کا استحصال بدستور جاری رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے ملک کے اقتصادی نظام کو تبدیل کرکے اس کی جگہ اسلامی سوشلزم لانے کی جدوجہد کی ہے۔ محض کوئی آئین استحصال کو ختم نہیں کر سکتا۔"

بھٹو نے مزید کہا کہ مشرقی پاکستان کے رہنما ملک کے لیے ایک وفاقی آئین چاہتے ہیں اور پاکستان پیپلز پارٹی کو اس سے اتفاق ہے لیکن اس صورت میں وفاق میں شامل ہر یونٹ کو وفاقی آئین کی توثیق کرنا ہوگی۔ بھٹو نے کہا کہ:

"وہ ایسا وفاق قبول کرنے کو تیار ہیں جہاں تمام وفاقی یونٹوں کو مساوی خودمختاری حاصل ہو۔ انہیں جو چیز قبول نہیں وہ یہ ہے کہ کسی ایک صوبے کو دوسرے صوبوں سے زیادہ خودمختاری دے دی جائے۔ اگر مشرقی پاکستان کو خودمختاری دینا مقصود ہے تو پنجاب' سندھ' سرحد اور بلوچستان کو بھی اتنی ہی خودمختاری ضرور ملنی چاہیے۔

نئے صوبوں کی تشکیل کے مطالبات کا ذکر کرتے ہوئے بھٹو نے انکشاف کیا کہ ڈھاکہ میں بہاولپور سے تعلق رکھنے والے ارکان اسمبلی کو یہ یقین دلایا گیا کہ ان کا الگ صوبہ ہوگا۔ بہاولپور صوبہ پنجاب کے جزوے لاینفک ہے اور اسی طرح رہے گا۔

یہ دعویٰ بھی کیا گیا ہے کہ دونوں ملکوں کی سیاست بھی ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اگر پاکستان ایک ملک ہے تو اس کا ایک ہی سالم آئین بھی ہونا چاہیے۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کے لیے دو مختلف آئینوں پر مشتمل ایک دستاویز محض بوالعجبی ہوگی جو عوام کے لیے قابل قبول ہوگی۔

"اسی طرح میں نے سنا ہے کہ قبائلی علاقوں کے ارکان الگ قبائلی صوبہ بنانے کی تجویز سے بہلائے جا رہے ہیں۔ اس طرح تو سندھ کے آبادکار بھی نواب شاہ میں ایک مہاجر صوبے کا مطالبہ کر سکیں گے۔ اگر مقصد یہی ہے کہ پاکستان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے تو ایسی تجاویز کی بے شک حوصلہ افزائی کی جائے لیکن میں ملک کو توڑنے کی تمام کوششوں کی مخالفت کروں گا۔"

بھٹو نے آخر میں فیصلہ کن انداز میں اس بات کو دہرایا۔

"بنیادی آئینی مسائل پر بڑی پارٹیوں کے درمیان مفاہمت پر میرا اصرار پہلے کی طرح اب بھی نیک نیتی پر مبنی ہے۔ میں نے گفت و شنید کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ اور میں اب بھی ڈھاکہ جانے کو تیار ہوں' بشرطیکہ مجھے یہ ضروری یقین دہانی کرا دی جائے کہ میرے نقطہ نظر اور معقول تجاویز پر دیانتداری سے غور کیا جائے گا۔ اگر عوامی لیگ یہ یقین دلا دے تو میری پارٹی کی مرکزی کمیٹی اس پر غور کرے گی اور اگر اس نے اتفاق کیا تو ہم قومی اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہو سکتے ہیں؟ اگر وہاں جائیں اور اسمبلی کی کارروائی میں حصہ نہ لیں اور رائے شماری میں ووٹ نہ دیں تو اس سے کیا فائدہ حاصل ہوگا؟ اگر وہ عوامی لیگ کے مسودہ آئین پر انگوٹھے لگا دیں تو وہ واپس آکر اپنے اپنے حلقوں میں کسی کو کس طرح منہ دکھا سکیں گے۔ عوامی لیگ کے مسودہ آئین کے حق میں ووٹ دینے کا مطلب اپنی قومی سالمیت کی کمر توڑنے کے مترادف ہوگا۔ اگر 3 مارچ کو قومی اسمبلی کا اجلاس ہوا تو میری پارٹی احتجاجی مہم کا آغاز کر دے گی۔

"اولاً صدر' قومی اسمبلی کو توڑ سکتے ہیں۔ لیکن یہ کارروائی مجھے کسی بھی قیمت پر قبول نہیں ہوگی کیونکہ اس کا مطلب مارشل لاء کو غیر معین عرصہ تک جاری رکھنا ہوگا جو ہرگز پسندیدہ نہیں۔ یہ صورت حال قوم کے لیے خطرناک بحران پیدا کر دے گی۔ دوسرا طریق کار یہ ہے کہ 3 مارچ کو ہونے والا قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دیا جائے۔ اگر اسے منظور کر لیا جائے تو مجھے عوامی لیگ کے ساتھ آئینی مسائل پر تبادلہ خیال کا وقت مل جائے گا۔ میں اس صورت میں ایک منٹ کی تاخیر کے بغیر مشرقی پاکستان پہنچ کر اپنے بڑے بھائی سے گفتگو کروں گا۔ ایک اور راستہ بھی ہے کہ قومی اسمبلی پر ایک سو بیس روز میں آئین تیار کرنے کی جو پابندی لگائی گئی ہے اسے ختم کر دیا جائے۔ اس صورت میں میری پارٹی کو ان آئینی مسائل پر مکمل بحث کا موقع مل جائے گا جن کی وجہ سے موجودہ تعطل پیدا ہوا ہے۔ اگر وقت کی پابندی ہٹا دی جائے تو میں کل ہی ڈھاکہ روانہ ہو جاؤں گا۔"

بھٹو نے کہا کہ اگر یہ دونوں طریق ہائے کار --- اجلاس اسمبلی کا التوا اور آئین سازی کے لیے معیاد کا خاتمہ --- قبول نہیں کیے جاتے تو موجودہ تعطل جاری رہے گا۔ اس طرح پاکستان میں جمہوریت ختم ہو جائے گی۔

28 فروری --- انتخابات ملتوی

حکومت نے خواتین کی مخصوص نشستوں پر انتخابات ملتوی کر دیئے' اعلان کیا گیا کہ آئین سازی کے لیے 120 دن کی شرط بھی ختم کر دی جائے گی۔

28 فروری --- پارلیمانی پارٹی کا اجلاس

عوامی لیگ کے چھ نکاتی پروگرام کے سلسلے میں پارلیمانی پارٹی کا اجلاس ڈھاکہ میں ہوا جس میں شیخ مجیب نے بھی شرکت کی۔ اجلاس میں چھ نکاتی پروگرام کا ڈھانچہ منظوری کے لیے پیش کیا گیا جسے قومی اسمبلی کے اجلاس میں پیش کیا جائے گا۔

28 فروری --- مجیب کی اپیل

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب نے مغربی پاکستان کے منتخب اراکین

سے اپیل کی کہ وہ مشرقی پاکستان آئین کی اچھی تجاویز کو مان لیں۔

مارچ 1971ء

یکم مارچ --- اجلاس ملتوی

صدر جنرل محمد یحییٰ خان نے قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دیا۔ انہوں نے اپنی ایک نشری تقریر میں کہا کہ پاکستان کو انتہائی سنگین سیاسی بحران کا سامنا ہے۔ پیپلز پارٹی اور بعض دوسری پارٹیوں نے اعلان کیا ہے کہ وہ قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت نہیں کریں گی۔ اس کے علاوہ بھارت کی پیدا کردہ کشیدگی کی وجہ سے صورتحال اور بھی پیچیدہ ہوگئی ہے۔ حالات سازگار ہوتے ہی اجلاس دوبارہ طلب کر لیا جائے گا۔

یکم مارچ --- تقرر

حکومت نے گورنروں کی جگہ صوبوں میں مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیئے--- لیفٹیننٹ جنرل صاحبزادہ یعقوب علی خان مشرقی پاکستان کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور سول انتظامیہ کے سربراہ ہوں گے۔

یکم مارچ --- احتجاجی مظاہرے

حکومت کی طرف سے قومی اسمبلی کے مجوزہ اجلاس کے ملتوی کیے جانے کے بعد ڈھاکہ میں احتجاجی مظاہرے شروع ہوگئے۔ مجیب نے اس فیصلے پر افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ وہ اسے چیلنج کریں گے۔

یکم مارچ --- اجلاس ملتوی ہونے پر ملا جلا رد عمل

صدر یحییٰ خان کی طرف سے 3 مارچ کو ہونے والے قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس کے ملتوی کیے جانے پر مختلف سیاسی جماعتوں کے لیڈروں نے اپنے ملے جلے رد عمل کا اظہار کیا۔ مسلم لیگ قیوم گروپ کے سربراہ خان عبدالقیوم خان نے صدر یحییٰ کے اس اعلان کا خیر مقدم کیا۔ انہوں نے کہا کہ ملکی موجودہ صورتحال کے پیش نظر اجلاس ملتوی کرنے کا فیصلہ انتہائی دانشمندانہ ہے۔ جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی نے صدر کے اس فیصلے کو نامناسب قرار دیا۔ ممتاز دولتانہ نے اس فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ سیاستدانوں کے لیے بہترین موقع ہے کہ وہ مل بیٹھ کر معاملات کو سلجھائیں۔

2 مارچ --- ڈھاکہ میں ہنگامے اور کرفیو

صدر یحییٰ کی طرف سے اجلاس ملتوی کرنے کے اعلان کے بعد مشرقی پاکستان میں ہنگامے شروع ہوگئے۔ ڈھاکہ میں پاکستانی پرچم جلا دیا گیا۔ اس واقعہ پر شیخ مجیب کی توجہ دلائی گئی تو انہوں نے کہا کہ میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گا' ڈھاکہ میں مکمل ہڑتال ہوئی' لوٹ مار اور آتشزدگی کی وارداتیں شروع ہوگئیں۔ پی۔ آئی۔ اے کی پروازیں اور ٹرینیں بند ہوگئیں۔ اس کے ساتھ ہی کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ شیخ مجیب نے عوام پر زور دیا کہ وہ پرامن اور منظم طریقے سے ہڑتال کریں۔ یہ ہڑتال 6 مارچ تک پورے صوبے میں کی جائے گی۔

2 مارچ --- عوام پرامن رہیں: مجیب

ڈھاکہ کے گھوڑ دوڑ والے میدان میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے شیخ مجیب نے عوام سے اپیل کی کہ وہ پرامن طور پر اور نظم و ضبط کے ساتھ چار روزہ مکمل ہڑتال کریں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ لوٹ مار اور آتش زنی جیسے ناخوشگوار واقعات پیش نہ آئیں اور آپ اشتعال دلانے والے ایجنٹوں سے بھی خبردار رہیں۔ انہوں نے اس عزم کی تجدید کی کہ ہماری تحریک اس وقت تک جاری رہے گی جب تک بنگلہ دیش کے عوام اپنی نجات حاصل نہیں کر لیتے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ مارشل لاء فوراً ختم کر دیا جائے۔ اسے مزید ایک دن بھی جاری رکھنے کا جواز نہیں ہے۔ پوری دنیا پر واضح ہو جانا چاہیے کہ بنگالیوں کو اب زیادہ عرصے دبایا نہیں جا سکتا' بنگلہ دیش نو آبادی یا منڈی نہیں بن سکتا۔ انہوں نے اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ قومی اسمبلی کا اجلاس اچانک اور غیر متوقع طور پر ملتوی کر دیا گیا ہے۔ یہ رکاوٹ ہٹ دھرم' اقلیتی گروہ کی پیدا کردہ ہے۔ حالانکہ ہمارے نمائندے چاہتے تھے کہ اجلاس میں بیٹھ کر آئین تیار کریں۔

2 مارچ --- بھٹو کی گفت و شنید کے لیے آمادگی

کراچی میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے آئینی بحران حل کرنے کے لیے گفت و شنید پر ایک بار پھر آمادگی ظاہر کی۔ بھٹو نے کہا کہ "ہم نے مشرقی پاکستان جانے میں پہل کی تاکہ ایک قابل عمل آئین تیار کرنے کے لیے عوامی لیگ سے مفاہمت ہو سکے۔ ہم نے چھ نکات کو مسترد کرنے کا رویہ اختیار نہیں کیا تھا۔ اس کے برعکس ہم نے منطقی اور معقول حد تک چھ نکات سے قریب آنے کی مسلسل کوشش کی۔ اس سلسلہ میں ہمارے سامنے یہی تصور تھا کہ پاکستان پھر بھی ایک قوم ہی رہے گا۔ ہم نے مشرقی پاکستان پہنچ کر مضبوط مرکز کا مطالبہ نہیں کیا۔ ہماری خواہش صرف ایسے وفاقی مرکز تک محدود تھی جو ملک کو ایک متحد وفاقی مملکت کی حیثیت سے برقرار رکھ سکے۔ ہم نے اپنے خلوص نیت کا ثبوت دیتے ہوئے مغربی پاکستان میں چھ نکاتی پروگرام سے امکانی حد تک قریب تر آئین کے حق میں رائے عامہ بھی تیار کی۔"

بھٹو نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ قومی اسمبلی کے اجلاس کا جو التوا ضروری تھا اس پر مشرقی پاکستان عوامی لیگ نے غیر مناسب

ردعمل کا اظہار کیا ہے۔ پاکستان کو متحد رکھنے کے لیے چند دن کی تاخیر سے کوئی فرق نہیں پڑ سکتا اس تاخیر کی صورت میں سارے پاکستان کی بڑی بڑی پارٹیاں کسی ایسے آئین کے بارے میں متفق ہو سکیں گی جو سالہا سال تک قابل عمل رہ سکے۔ آئین کو پاکستان توڑنے کا بہانہ نہیں بنانا چاہیے۔ آئین کا تصور اور مقصد یہی ہونا چاہیے کہ پاکستان کی مملکت اور اسمبلی کی شکل میں اس کی مشینری برقرار رہے۔ اس اسمبلی ہی کو آئین سازی کا اہم کام پایہ تکمیل تک پہنچانا ہے۔ ہم نے قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کرنے کا مطالبہ محض اس لیے کیا تھا کہ دونوں بڑی پارٹیوں کو نئے سلسلہ مذاکرات کا موقع مل سکے۔ عوامی لیگ جہاں پسند کرے ہم اس سے مذاکرات کر سکتے ہیں۔ اگر عوامی لیگ نے جواباً خیر سگالی اور تعاون کا مظاہرہ نہ کیا تو نتائج کی ذمہ داری ہم پر نہیں ہوگی۔"

3 مارچ --- اجلاس طلب

صدر محمد یحییٰ خان نے آئینی مسائل پر سیاسی لیڈروں میں مفاہمت پیدا کرنے کے لیے 10 مارچ کو ڈھاکہ میں پارٹی لیڈروں کی کانفرنس طلب کر لی۔ اس سلسلے میں دعوت نامے جاری کر دیئے گئے۔

3 مارچ --- عدم تعاون کی تحریک

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن نے صدر کی طرف سے بلائی جانے والی کانفرنس میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ جب گولیوں کی آواز ہمارے کانوں میں گونج رہی ہے' ہم یہ دعوت قبول نہیں کریں گے۔ شیخ مجیب کے حکم پر مشرقی پاکستان میں مکمل ہڑتال کی گئی۔ ہم عدم تعاون کی تحریک چلا رہے ہیں۔ ایسی تحریک کے ذریعے اپنے مقاصد حل کریں گے۔ بہتر ہوگا کہ اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کے سپرد کر دیا جائے۔

3 مارچ --- ہڑتال

مغربی پاکستان میں شیخ مجیب کے کہنے پر مکمل ہڑتال ہوئی' رنگپور' کھلنا اور سلہٹ میں کرفیو نافذ کر دیا گیا۔

4 مارچ --- بھٹو کی پریس کانفرنس

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کراچی میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ صورتحال کے ہم ذمہ دار نہیں' مجھے مشرقی پاکستان کی صورتحال پر گہری تشویش ہے۔ میں اب بھی شیخ مجیب الرحمٰن سے ہر وقت اور ہر جگہ ملنے کے لیے تیار ہوں۔ چیئرمین مسٹر بھٹو نے مزید کہا کہ پیپلز پارٹی کو عوامی لیگ کے ساتھ آئینی مفاہمت کے لیے صدر کی ثالثی قبول ہے۔

4 مارچ --- انکار

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن نے کہا کہ نہتے شہریوں نے اپنے حقوق کے لیے برستی گولیوں میں مظاہرہ کر کے اپنی جرات مندی ثابت کر دی ہے۔

4 مارچ --- کرفیو ختم

ڈھاکہ میں کرفیو ختم کر دیا گیا تاہم شہر میں مکمل ہڑتال رہی سرکاری عدالتیں اور دفاتر بند رہے۔

5 مارچ --- شیخ مجیب کا بیان

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن نے کہا کہ میں ذوالفقار علی بھٹو کو اقتدار میں شریک کرنے کے لیے تیار نہیں۔

5 مارچ --- عوامی لیگ جنرل سیکرٹری کا بیان

عوامی لیگ مشرقی پاکستان جنرل سیکرٹری مسٹر تاج الدین احمد نے ایک بیان میں کہا کہ ہم نجات حاصل کیے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

5 مارچ --- عوامی لیگ کی ہدایت

عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان کے تمام بنکوں کو ہدایت کی کہ وہ تنخواہوں کی ادائیگی کے سلسلے میں ڈیڑھ ہزار روپے سے زیادہ چیک قبول نہ کریں۔

5 مارچ --- ملاقات

صدر جنرل محمد یحییٰ خان نے پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو سے ایوان صدر میں چھ گھنٹے تک ملاقات کی۔ ملاقات کے بعد عبدالحفیظ پیرزادہ نے کہا کہ خدا گواہ ہے کہ ہم اس بحران کے ذمہ دار نہیں۔ اب عوامی لیگ فیصلہ کرے۔ پاکستان ایک رہے گا یا دو ٹکڑے ہو جائے گا۔

6 مارچ --- اجلاس طلب

صدر جنرل محمد یحییٰ خان نے 25 مارچ کو قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کر لیا۔ انہوں نے کہا کہ جب تک میں ہوں سالمیت برقرار رہے گی۔ مستحکم آئین کی قانونی ڈھانچے سے بہتر کوئی یقین دہانی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ مٹھی بھر افراد کو کروڑوں پاکستانیوں کا وطن برباد کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

6 مارچ --- بھٹو کا اعلان

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے اعلان کیا کہ پیپلز پارٹی 25 مارچ کے اجلاس میں شرکت کرے گی۔ ہم اپنا فرض ادا کر چکے ہیں۔ اب بھی وقت ہے کہ بات چیت کی جائے۔

6 مارچ --- تقرر

حکومت کی طرف سے لیفٹیننٹ جنرل ٹکا خان کو مشرقی پاکستان کا گورنر مقرر کر دیا گیا۔ پانچوں صوبوں میں بھی مارشل لاء کے ڈپٹی ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیئے گئے۔

6 مارچ --- ڈھاکہ جیل میں ہنگامہ

ڈھاکہ جیل توڑ کر قیدی مظاہرین سے جا ملے۔ قیدیوں پر فائرنگ کے نتیجے میں 7 قیدی ہلاک ہوگئے۔ پانچویں روز بھی پورے مشرقی پاکستان میں مکمل ہڑتال رہی اور مظاہرے ہوتے رہے۔

6 مارچ --- مفتی محمود کا بیان

جمعیت العلمائے اسلام کے جنرل سیکرٹری مولانا مفتی محمود نے اس خبر کی تردید کی کہ انہوں نے مسٹر بھٹو کو موجودہ بحران کے سلسلے میں مورد الزام ٹھہرایا ہے۔

7 مارچ --- شیخ مجیب کا اعلان

عوامی لیگ کے صدر شیخ مجیب الرحمٰن نے ڈھاکہ میں ایک جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے دس لاکھ سے زائد انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے ہجوم میں یہ اعلان کیا کہ جب تک عوامی لیگ کا چار نکاتی فارمولہ تسلیم نہ کر لیا جائے' اس وقت تک اسمبلی کے اجلاس میں شرکت پر غور بھی نہیں کیا جا سکتا--- ہاں البتہ یہ مطالبات مان لیے گئے تو پھر عوامی لیگ 25 مارچ کو اسمبلی میں جانے کے لیے غور کرے گی۔ عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب نے جو چار نکاتی فارمولہ پیش کیا' وہ درج ذیل ہے:

1 مارشل لاء اٹھا لیا جائے۔
2 فوجوں کو واپس بیرکوں میں بھیج دیا جائے۔
3 قتل عام کی تحقیقات کرائی جائیں۔
4 عوام کے منتخب نمائندوں کو اقتدار سونپ دیا جائے۔

جب تک یہ چاروں نکات منظور نہیں ہوتے' میں مشرقی پاکستان کے لوگوں سے کہتا ہوں کہ وہ ٹیکس دینا بند کر دیں' سرکاری دفاتر میں کام کرنا بند کر دیا جائے۔ تمام تعلیمی ادارے بند کر دیے جائیں' ہر جگہ حکومت سے عدم تعاون کی تحریک جاری رکھی جائے۔

8 مارچ --- سرکاری اعلان

حکومت کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ مشرقی پاکستان کے حالیہ فسادات میں کل 172 افراد ہلاک اور 385 زخمی ہوئے۔

8 مارچ --- حمایت کا اعلان

نیشنل عوامی پارٹی (بھاشانی گروپ) کے مولانا بھاشانی نے شیخ مجیب الرحمٰن کی حمایت کا اعلان کر دیا۔

8 مارچ --- تقرر

حکومت نے گورنر لیفٹیننٹ جنرل ٹکا خان کو مشرقی پاکستان میں مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیا۔

9 مارچ --- بھٹو کا تار

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے شیخ مجیب الرحمٰن کو ایک تار لکھا جس میں انہوں نے کہا کہ ملک کو تباہی سے بچانے کے لیے ہمیں اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔

10 مارچ --- عوامی لیگ کا اعلان

عوامی لیگ مشرقی پاکستان نے اعلان کیا کہ بینک لاکروں سے کوئی چیز نہ نکالی جائے اور بندرگاہ کے حکام کسی قسم کا تعاون نہیں کریں گے۔ مشرقی پاکستان پر عملاً مجیب الرحمٰن کی حکومت قائم ہوگئی۔ عدالتوں' بنکوں اور سرکاری دفاتر نے مجیب الرحمٰن کی ہدایات پر کام شروع کر دیا۔

10 مارچ --- فسادات

کومیلا سے آنے والی اطلاعات سے پتا چلا ہے کہ چائے کے باغات میں فسادات رونما ہوئے ہیں۔

11 مارچ --- مارشل لاء حکام کا انتباہ

مشرقی پاکستان کے مارشل لاء حکام نے انتباہ کیا کہ فوج کی نقل و حمل میں رکاوٹ ڈالنے کو جارحانہ کارروائی خیال کیا جائے گا اور سرکاری املاک کو نقصان پہنچانے والوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔ مارشل لاء حکام نے یہ بھی وضاحت کی کہ آئندہ کسی کو نہیں بخشا جائے گا۔

11 مارچ --- تاج الدین احمد کا بیان

عوامی لیگ کے سیکرٹری جنرل تاج الدین نے کہا کہ جس کے مقصد کے لیے یہ تحریک چلائی گئی تھی وہ پورا ہو گیا ہے۔ یہ ملک جس کا نام مجیب الرحمٰن نے بنگلہ دیش رکھا ہے اس میں رہنے والوں کا یہ فرض ہے

کہ وہ احساس ذمہ داری سے کام لیتے ہوئے اس کی معیشت کو تباہ ہونے سے بچائیں۔

11 مارچ --- شیخ مجیب کا بیان

عوامی لیگ کے صدر شیخ مجیب الرحمٰن نے کہا کہ وہ بنگلہ دیش کے لیے آخری دم تک لڑیں گے۔ انہوں نے کہا کہ اب عوام کی مرضی چلے گی۔

11 مارچ --- قیدی فرار

نرائن گنج جیل سے چالیس قیدی فرار ہوگئے اس دوران پولیس سے تصادم سے ایک ہلاک اور 28 زخمی ہوئے۔ قیدیوں نے پولیس پر فائرنگ کی تھی' سب ڈویژنل افسر کا بیان۔

11 مارچ --- حکومت کا اعلان

حکومت پاکستان نے بھارتی طیارے کے اغوا کی تحقیقات کرنے کا اعلان کیا۔

11 مارچ --- کوثر نیازی کا بیان

پیپلزپارٹی کے رہنما مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ پیپلزپارٹی فوجوں کی واپسی اور فائرنگ کی تحقیقات کی حامی ہے۔ بھٹو 14 مارچ کو پارٹی موقف کی وضاحت کریں گے۔

12 مارچ --- بھٹو کا خطاب

پاکستان پیپلزپارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کراچی میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مارشل لاء ہٹاؤ اور اقتدار نمائندوں کے سپرد کرو۔ ہم مشرقی پاکستان کے عوام کی امنگوں کا احترام کرتے ہیں۔ پیپلزپارٹی بحران ختم کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرے گی۔

12 مارچ --- جیلوں میں ہنگامے

مشرقی پاکستان میں جیلوں میں ہنگاموں کے دوران بوگرہ' کومیلا اور باریسال کی جیلیں توڑ دی گئیں۔ پولیس فائرنگ سے 6 قیدی ہلاک ہو گئے۔ 49 قیدی فرار' 55 زخمی' 21 قیدیوں اور محافظوں کی حالت نازک بتائی گئی بوگرہ میں دفعہ 144 نافذ کر دی گئی۔

12 مارچ --- بھٹو کا اعلان

پیپلز پارٹی چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے اعلان کیا کہ پیپلز پارٹی عوامی حکومت کے قیام کے لیے ہر شخص سے تعاون کرنے کو تیار ہے۔

12 مارچ --- اصغر خان کا بیان

ایئر مارشل ریٹائرڈ اصغر خان نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ شیخ مجیب نے بڑے نازک مرحلے پر ملک کی سالمیت کو سہارا دیا ہے۔

12 مارچ --- عوامی لیگ کا نیا آرڈیننس

عوامی لیگ مشرقی پاکستان جنرل سیکرٹری مسٹر تاج الدین احمد نے کہا کہ فوج کی نقل و حمل میں تعاون نہ کیا جائے اور مشرقی پاکستان کی معیشت کو تباہ کرنے کی کوششیں ناکام بنا دی جائیں۔

12 مارچ --- قیدی فرار

مشرقی پاکستان کی پانچ جیلوں سے 430 قیدی بھاگ گئے۔

12 مارچ --- تقرر

میاں طفیل محمد کو جماعت اسلامی کا قائم مقام امیر بنا دیا گیا۔

14 مارچ --- بھٹو کا کراچی میں خطاب

پاکستان پیپلزپارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کراچی میں ایک بڑے جلسے سے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا اگر کسی آئینی تصفیے سے قبل عوام کے نمائندوں کو اقتدار منتقل کرنا ہے۔ جیسا کہ شیخ مجیب الرحمٰن مطالبہ کر رہے ہیں تو پھر اقتدار مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کی اکثریتی پارٹیوں کو سونپ دیا جائے اس ملک کے دو بازو ہیں۔ اس بازو میں پیپلز پارٹی اور اس بازو میں عوامی لیگ کو اکثریت حاصل ہے۔ میری پارٹی کی خواہش یہ ہے کہ ملک کے دونوں بازوؤں کے عوام ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لیے شانہ بشانہ کام کریں۔ میری پارٹی مغربی پاکستان میں اکثریتی پارٹی کی حیثیت سے ابھری ہے اور یہی عوام کے مفاد کا صحیح تحفظ کر سکتی ہے۔ ہم ایک متحدہ پاکستان میں یقین رکھتے ہیں اور مشرقی و مغربی پاکستان کے مشترکہ مفاد کی خاطر ملک کو سوشلسٹ جمہوریہ بنانا چاہتے ہیں۔

14 مارچ --- شیخ مجیب کا اعلان

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن نے اعلان کیا کہ مشرقی پاکستان میں فوجی دفاتر کے سویلین ملازمین کام پر واپس نہیں آئیں گے۔

14 مارچ --- انتقال

پیپلز پارٹی کے رہنما اور صوبائی اسمبلی کے رکن سید امیر حسین انتقال کر گئے وہ تحریک پاکستان کے سرگرم رکن تھے۔ 1951ء میں آزاد پارٹی کے ٹکٹ پر وہ پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ کچھ عرصہ قبل وہ پاکستان پیپلزپارٹی میں شامل ہو گئے تھے اور وہ گجرات سے بیگم میاں

محمد اکبر کو شکست دے کر منتخب ہوئے تھے۔

14 مارچ --- صدر کو مشرقی پاکستان میں کسی ضمانت کی ضرورت نہیں: مجیب

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن نے کہا ہے کہ وہ صدر یحییٰ سے ملاقات کے لیے تیار ہیں۔ خان عبدالولی خان سے ڈیڑھ گھنٹہ ملاقات کے بعد اخباری نمائندوں سے باتیں کرتے ہوئے شیخ مجیب نے ان افواہوں کی تردید کی کہ صدر اس امر کی ضمانت مانگ رہے ہیں کہ مشرقی پاکستان میں ان کے خلاف کوئی مظاہرہ نہیں ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ صدر کو کسی ضمانت کی ضرورت نہیں۔ مشرقی پاکستان میں ان کے خلاف کوئی مظاہرہ نہیں ہوگا۔ وہ ہمارے مہمان ہوں گے۔ شیخ مجیب نے مزید کہا کہ عوام اب متحد ہو چکے ہیں اور وہ دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری تحریک مطالبات پورے ہونے تک جاری رہے گی۔

15 مارچ --- امین جیوٹ ملز کے ڈائریکٹر کا اغوا

ضلع بی بی راحت میں واقع امین جیوٹ ملز کے ڈائریکٹر اور دوسرے شیئر ہولڈرز کو اغوا کرکے، بعد ازاں قتل کر دیا گیا۔ کچھ ملازمین بھی لاپتہ ہوگئے۔ اس اغوا اور قتل میں مبینہ طور پر بنگلہ دیش کی جنگ آزادی کے مجاہدین ملوث تھے۔ پنڈ دادن خان، ضلع جہلم سے تعلق رکھنے والا یہ خاندان، جس کا تعلق خواجہ روڈ ذات سے ہے۔ الفتح رپورٹ کے مطابق مشرقی پاکستان میں معاشی لوٹ مار کے علمبرداروں میں شامل رہا۔

1971ء میں پاکستان کی کاروباری دنیا میں امین گروپ ساتویں نمبر پر تھا آزادی سے پہلے یہ خاندان چمڑے اور کھالوں کا معمولی تاجر تھا۔ دراصل مسلمانوں کے لیے یہ کاروبار بہت ہی منافع بخش تھا۔ کیونکہ ہندو اور سکھ مذہبی روایات کی وجہ سے اس کاروبار کے پاس بھی نہیں بھٹکتے تھے۔

امین جس نے اس کاروبار کی بنیاد رکھی تھی لاولد مر گیا اور بعد ازاں اس کی جگہ اس کے بھتیجے عبدالجلیل اس عظیم صنعتی سلطنت کے فرمانروا بنے۔

1947ء میں آزادی کے فوراً بعد یہ گروپ مشرقی پاکستان پر حملہ آور ہوا۔ ہندوؤں کے چلے جانے کی وجہ سے جیوٹ کی مارکیٹ خالی پڑی تھی۔ امین تو اجارہ داری کے عادی تھے ہی، فوراً جیوٹ مارکیٹ پر چھا گئے اور دو عدد کمپنیوں کی بنیاد رکھ دی۔ پاک جیوٹ بیلرز محض آٹھ لاکھ روپے سے شروع کی گئی اور امین جیوٹ ملز کی سیکنڈ ہینڈ مشینری کو ٹھیک ٹھاک کرکے ایک کروڑ 25 لاکھ کے سرمائے سے قائم کی گئی۔ اس طرح 1955ء تک امین کا مجموعی ادا شدہ سرمایہ صرف 173 لاکھ تھا اور 14 سال تک یہ رقم 855 تک پہنچ گئی۔

امین گروپ کی سات کمپنیاں جو کراچی سٹاک ایکسچینج کی فہرست پر آ چکی تھیں وہ یہ تھیں:

1- پاک جیوٹ بیلرز
2- امین جیوٹ ملز
3- امین ٹیکسٹائلز
4- پاکستان نیشنل آئلز
5- E-B-C-O کے کولڈ سٹوریج
6- نیشنل ریفائنری
7- امین فیبریکس

1966ء میں ان سات کمپنیوں کا مجموعی ادا شدہ سرمایہ کوئی 651 لاکھ ہو چکا تھا۔ لیکن اثاثہ جات 3715 لاکھ سے کسی صورت بھی کم نہ تھے۔ اس گروپ کے کاروباری انداز کریسنٹ اور ولیکا سے ملتے جلتے تھے۔ انہوں نے تین مینجنگ ایجنسیز بنا رکھی تھیں جو سات رجسٹرڈ شدہ کمپنیوں کا کاروبار چلاتی تھیں ان مینجنگ ایجنسیز کے نام یہ ہیں۔

1- امین ایجنسیز لمیٹڈ
یہ ایجنسی امین جیوٹ ملز، امین ٹیکسٹائلز اور EBCO کولڈ سٹوریج کو کنٹرول کرتی ہے۔

2- امین برادرز لمیٹڈ
نیشنل ریفائنری اور امین فیبریکس اس ایجنسی کے دائرہ کار میں آتے ہیں۔

3- حسن برادرز
پاک جیوٹ بیلرز کے کاروبار کی ذمہ دار تھی۔

مندرجہ ذیل گوشوارے سے امین گروپ کی پانچ سالہ ترقی کی رفتار کا جائزہ لیجیے۔

سال	امین کا مجموعی ادا شدہ سرمایہ کروڑوں میں
1955ء	1
1960ء	1
1965ء	6
1969ء	9

1960ء اور 1965ء کے دوران امین گروپ کی ترقی کی رفتار حیرت انگیز حد تک تیز رہی۔ اس پانچ سالہ منصوبے کے دوران امین ٹیکسٹائلز، پاک نیشنل آئلز، EBCO کولڈ سٹوریج، نیشنل ریفائنری اور امین فیبریکس جیسے منافع بخش ادارے معرض وجود میں آئے اور دیکھتے ہی دیکھتے امین چمڑے اور کھالوں کے معمولی تاجر کی بجائے پاکستان کے صف اول کے سرمایہ داروں کی صف میں آ گئے۔

1954ء سے 1969ء تک سال بہ سال امین گروپ کی ترقی کی رفتار یہ رہی۔

گوشوارہ صفحہ نمبر 44

1971ء میں پنجاب کے سرمایہ داروں میں امین تیسرے نمبر پر آتا تھا۔ صرف سہگل اور کریسنٹ اس سے آگے تھے۔ مندرجہ ذیل تین خصوصیات کی وجہ سے امین گروپ کو دوسرے سرمایہ داروں پر فوقیت حاصل تھی۔

1- مینوفیکچرنگ کے ساتھ ساتھ تجارتی کاروبار
2- نوکر شاہی سے خصوصی تعلقات
3- غیر ملکی سرمایہ داروں سے رابطہ

اس خاندان کے اکثر افراد نے محض تجارتی فوائد کے لیے غیر ملکی تعلیم بھی حاصل کی ہے۔ شروع شروع میں اس خاندان نے جیوٹ کی تجارت اور بیلنگ سے دولت جمع کی اور پھر ناجائز تجارتی ہتھکنڈوں کی بدولت یہ دولت انہیں صف اول کے سرمایہ داروں میں لے آئی پھر زیادہ منافع بخش کاروبار کی تلاش شروع ہوئی اور اس طرح امین گروپ نے پٹرولیم کی تجارت کی طرف رجوع کیا اس خاندان کی اہم ترین شخصیت اے جلیل اپنا بیشتر وقت بیرونی ملکوں میں گزارتے اور وہاں پیٹرولیم کے سودے کرکے فارن کرنسی میں دولت کماتے پھرتے اور یہ دولت پاکستان کے کام آنے کے بجائے غیر بنکوں میں چلی جاتی تھی۔

پاک بیلوز لمیٹڈ

اس کمپنی نے 1951ء میں مشرقی پاکستان میں کام شروع کیا۔ اس کا مقصد کچی جیوٹ کی تجارت اور پیکنگ اور بیلنگ تھا۔ نارائن گنج اور دولت پور میں مشینیں لگائی گئیں۔ دولت پور والے پلانٹ کی توسیع کے لئے 1964ء میں Picic سے 6 لاکھ روپے کا غیر ملکی قرضہ حاصل کیا گیا اور اس طرح اس نئی مل نے 1966ء میں کام کرنا شروع کر دیا۔ اس مل کو سیکشن 10 BB کے تحت ٹیکس کی مکمل چھوٹ دی گئی۔

امین جیوٹ ملز

یہ مل 1953ء میں قائم ہوئی 1955ء میں پلانٹ اور مشینری نصب ہو چکے تھے پھر بھی کمپنی نے صرف پانچ کھڈیوں سے کام شروع کیا 1970ء میں جیوٹ سے نئی نئی مصنوعات بنائی جا رہی تھیں اور زیادہ تر یہ ایکسپورٹ پر دی جاتی تھی۔ اس مل کی کچھ ذیلی کمپنیاں بھی ہیں۔ مثلاً کارپٹس اور الائیڈ پروڈکس اور امین آئل فیلڈز لمیٹڈ' کارپٹس اور الائیڈ پروڈکس قالین پیش کے قالین جانماز ادنی قالین وغیرہ تیار کرتی ہے۔ یہ کمپنی بھی حسب معمول ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دی گئی ہر سال خاصہ منافع کماتی رہی لیکن کئی سال تک بیچارے شیئر ہولڈروں کو ایک پائی تک نہ دی گئی۔ امین آئل فیلڈ لیمٹڈ ایک غیر ملکی کمپنی کے اشتراک سے قائم کی گئی یہ کمپنی بھی اس وقت تک پروڈکشن شروع نہیں کر پائی تھی۔

پاکستان نیشنل آئلز لمیٹڈ

یہ کمپنی 1964ء میں قائم ہوئی اس کا مقصد پاکستان کے دونوں حصوں کے لیے پٹرولیم ایکسپورٹ کرنا اور پھر اسے تقسیم کرنا قرار پایا۔ 1965ء اور 1966ء میں کمپنی کو پٹرولیم پراڈکس ایکسپورٹ کرنے کے لیے مکمل اجارہ داری حاصل ہوگئی۔ پی این او نے ہی تربیلا ڈیم کے لئے سارے پٹرولیم پراڈکس سپلائی کئے۔ ملک بھر میں اس کے سروس اسٹیشن اور پٹرول پمپوں کی تعداد روز بروز بڑھتی گئی پی این او کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں دوسرے سرمایہ دار گروپوں داؤد کریسنٹ' حبیب بھوانی اور کالونی' کو بھی نمائندگی دی گئی۔ مسٹر عبدالقادر (پاکستان گورنمنٹ کے سابقہ منسٹر) کو اس کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔ تاکہ وہ اپنے سابقہ اثر و رسوخ اور جان پہچان سے امین گروپ کی دولت اور اثر و رسوخ میں مزید اضافہ کر سکیں۔

امین ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

یہ کمپنی امین جیوٹ ملز کے احاطے میں ہی واقع ہے اور اس میں 12400 سپنڈل ہیں۔

کولڈ سٹوریج اینڈ انڈسٹریز

یہ کمپنی 1959ء میں پرائیویٹ لیمٹڈ کمپنی کی حیثیت سے رجسٹر کرائی گئی۔ بعد ازاں اسے پبلک کمپنی میں تبدیل کر دیا گیا اور اس کا اثاثہ بڑھ کر ایک کروڑ ہوگیا۔ یہ کمپنی بھی ٹیکس سے مستثنیٰ قرار پائی۔

نیشنل ریفائنری لمیٹڈ

یہ نیشنل ریفائنری کا افتتاح 27 اگست 1966ء کو صدر پاکستان کے

ہاتھوں ہوا۔ 1971ء میں یہ ریفائنری اسفالٹ اور انڈسٹریل ڈیزل تیار کر رہی تھی۔ اس کے پراڈکٹس پاکستانی نیشنل آئلز لیمٹڈ کی وساطت سے مارکیٹ تک پہنچ رہے تھے۔ ایک کروڑ ڈالر کا قرضہ بینک آف امریکہ سے حاصل کیا گیا۔ PICIC نے بھی ایک اور قرضہ منظور کر لیا۔ ان قرضوں کی واپسی معہ سود کے امریکن ڈالر میں کی جانی قرار پائی۔

امین فیبوکس

1963ء میں قائم ہوئی گورنمنٹ آف پاکستان کی اجازت سے 23 لاکھ روپے کے شیئرز فن کو لیمٹڈ کو بیچے گئے تاکہ مختلف انواع کی مشینری وغیرہ درآمد کی جا سکے۔ اپنی پیداوار بیرون ملک ایکسپورٹ کرنے لگی۔ اس کمپنی نے بھی 26 لاکھ روپے کا غیر ملکی قرضہ PICIC کے ذریعے حاصل کیا۔

بھوانی اور کالونی گروپ کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں امین گروپ کے نمائندے شامل تھے۔ اگرچہ امین گروپ نے تیل پٹرولیم کے کاروبار میں بے پناہ منافع کمایا لیکن اس گروپ نے شیئر ہولڈرز کو کبھی منافع تقسیم نہیں کیا۔

(حوالہ: الفتح 7 - 14 اکتوبر 71)

15 مارچ --- بھٹو کی وضاحت

انتقال اقتدار کے سلسلے میں اپنی گزشتہ روز کی تقریر کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ان کا موقف یہ ہے کہ مرکز میں دونوں بازوؤں کی دو اکثریتی پارٹیوں یعنی عوامی لیگ اور پیپلز پارٹی کو اقتدار منتقل کیا جائے اور صوبوں میں اکثریتی پارٹیوں کو اقتدار سونپ دیا جائے۔ مسٹر بھٹو نے کہا کہ صرف اسی قسم کے اقدام سے پاکستان کی سالمیت کا تحفظ کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم متحدہ پاکستان کے حامی ہیں۔ اس لئے ہم مرکز میں دونوں اکثریتی پارٹیوں کے اقتدار میں شرکت کرنا چاہتے ہیں اور جو لوگ انتقال اقتدار کی اس صورت کے خلاف ہیں وہ پاکستان کے اتحاد کے دشمن ہیں۔

15 مارچ --- نیپ قومیتوں کے حقوق کے تحفظ پر یقین رکھتی ہے: ولی خان

نیشنل عوامی پارٹی کے صدر خان عبدالولی خان نے اپنی جماعت کے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایک ترقی پسند جماعت کی حیثیت سے نیپ عوام کی خواہشات کے مطابق ملک میں جمہوریت کے قیام اور مختلف قومیتوں کے حقوق کے تحفظ پر یقین رکھتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مغربی پاکستان کی جمہوری قوتیں مشرقی پاکستان کے عوام کے جائز مطالبات کے حامی ہیں۔

15 مارچ --- ملک کے مستقبل کا انحصار یحییٰ، مجیب بات چیت پر ہے: دولتانہ

کونسل مسلم لیگ کے سربراہ میاں ممتاز محمد خان دولتانہ نے کہا کہ ملک کے مستقبل کا انحصار یحییٰ، مجیب مذاکرات پر ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب سب سے بڑا مسئلہ ملک کے دونوں حصوں کے درمیان اتحاد برقرار رکھنا ہے تاکہ ملک قائم رہے۔

15 مارچ --- ڈھاکہ آمد

صدر جنرل یحییٰ خان شیخ مجیب الرحمٰن سے ملاقات کے لیے ڈھاکہ پہنچ گئے۔ ہوائی اڈے پر مشرقی پاکستان کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر لیفٹیننٹ جنرل ٹکا خان نے ان کا استقبال کیا۔

15 مارچ --- بنگلہ دیش کے امور

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن نے بنگلہ دیش کے انتظامی امور اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ انہوں نے تاکید کی کہ ٹیکس حکومت بنگلہ دیش کے حساب میں جمع کرائے جائیں۔ عوامی لیگ کے سربراہ نے 35 نئے نکات پیش کر دیئے۔

15 مارچ --- مفتی محمود کا بیان

جمعیت العلمائے اسلام کے جنرل سیکرٹری مولانا مفتی محمود نے کہا کہ شیخ مجیب الرحمٰن عبوری حکومت بنائیں اور پانچوں صوبوں کے نمائندے لیں۔ مرکزی اقتدار میں شرکت بھٹو کا حق ہے۔ لیکن دو مرکزوں کا وجود ناقابل فہم ہے۔

15 مارچ --- بھارت کی پابندی

بھارت نے مغربی اور مشرقی پاکستان کے درمیان غیر ملکی طیاروں کی براہ راست پرواز پر پابندی لگا دی۔

16 مارچ --- یحییٰ --- مجیب مذاکرات

صدر جنرل محمد یحییٰ خان اور عوامی لیگ کے صدر مجیب الرحمٰن کے درمیان ڈھاکہ میں اڑھائی گھنٹے تک بات چیت ہوئی۔ شیخ مجیب نے اپنا چار نکاتی فارمولا پیش کیا۔ بات چیت کا پہلا دور ختم ہوگیا۔ دوسرا دور 17 مارچ کو ہوگا۔

16 مارچ --- شیخ مجیب کا اعلان

عوامی لیگ کے صدر شیخ مجیب الرحمٰن نے کہا کہ عدم تعاون کی تحریک اس وقت تک جاری رکھی جائے جب تک کامیابی حاصل نہیں

ہوتی۔ انہوں نے کہا کہ مشرقی پاکستان کا ہر گھر قلعہ بنا دو' فتح ہماری ہوگی۔ ظلم نہیں کریں گے' لیکن جواب ضرور دیں گے۔ انہوں نے عوامی لیگ کی ہائی کمان کا اجلاس بھی طلب کر لیا۔

16 مارچ --- ہنگامے

چٹاگانگ میں مشرقی پاکستان رائفلز اور عوامی لیگ کے رضاکار شدید لوٹ مار کرتے رہے انتہائی بے دردی سے انسانوں کو قتل کر دیا گیا۔ مرنے والوں کی تعداد کا غیر سرکاری اندازہ دس بارہ ہزار کے قریب تھا۔

16 مارچ --- بھاشانی کا اعلان

نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ مولانا عبدالحمید بھاشانی نے کہا کہ جدوجہد کو کامیاب بنانے کے لیے اپنا سب کچھ مجیب کو دے دو۔ بنگلہ دیش کی نجات کے لیے مجیب کی ہدایات ماننا عوام کا فرض ہے۔ اور اب مجیب ہی ان کا نجات دہندہ ہے۔

17 مارچ --- مذاکرات کا دوسرا راونڈ

صدر یحییٰ اور شیخ مجیب کے مذاکرات کے دوسرے راوئنڈ کے خاتمے پر شیخ مجیب نے کہا کہ نہ سود مند رہا اور نہ بے سود۔ انہوں نے کہا کہ دوسرا راوئنڈ بھی برابر رہا ہے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ حکومت بنے گی اور بھٹو کے سوا سب ہوں گے۔ پانچوں صوبوں کے گورنر عوامی لیگ کی مرضی کے مقرر ہوں گے اور تیرہ میں سے چھ وزیر مغربی پاکستان میں سے لیے جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ سودا بازی نہیں کریں گے اور خون کے آخری قطرے تک لڑیں گے۔ انہوں نے کہا کہ بات چیت بھی جاری رہے گی اور تحریک بھی۔

17 مارچ --- مارشل لاء کا فیصلہ

حکومت نے مارشل لاء کے ایک ضابطے کے تحت وزارتی کونسل کی تشکیل کے قیام کا فیصلہ کیا۔

17 مارچ --- کمیشن کا قیام

گورنر مشرقی پاکستان جنرل ٹکا خان نے فوج کی فائرنگ کی تحقیقات کے لیے کمیشن قائم کر دیا۔

18 مارچ --- بھٹو کا اعلان

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ ہمارے بغیر حکومت بنانا عوام سے غداری ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے مشرقی پاکستان کے عوام کی طاقت دیکھ لی ہے۔ اگر ضرورت پڑی تو مغربی پاکستان کے عوام کی طاقت بھی دکھاؤں گا۔ صدر کی دعوت پر فوری طور پر ڈھاکہ جانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ پیپلز پارٹی ایک سوشلسٹ پارٹی ہے۔ ہم عوامی مسائل حل کریں گے۔

18 مارچ --- مجیب کا انکار

عوامی لیگ کے صدر شیخ مجیب الرحمن نے گورنر کا مقرر کردہ تحقیقاتی کمیشن تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور فائرنگ کی تحقیقات کے لیے اپنا وفد چٹاگانگ بھیج دیا۔

18 مارچ --- بھاشانی کا بیان

نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ مولانا بھاشانی نے کہا کہ مشرقی پاکستان میں غیر بنگالیوں کا قتل کوئی بہادری نہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ شیخ مجیب خود متاثرہ علاقوں کا دورہ کریں اور امن بحال رکھا جائے۔

18 مارچ --- ہنگامے اور قتل

کومیلا ضلع کے قصبے برہمن باریا میں مردوں اور عورتوں کو گھروں سے نکال کر ایک بڑے ہال میں بند کر کے مشرقی بنگال رجمنٹ کمانڈر نے آگ لگا دی۔ مرنے والوں کی تعداد پانچ سو کے قریب بتائی جاتی ہے۔

19 مارچ --- مذاکرات

صدر یحییٰ اور شیخ مجیب نے بات چیت کی۔ شیخ مجیب نے اس دوران مطالبہ کیا کہ عبوری حکومت میں جب تک مارشل لاء کا ضابطہ نافذ ہے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کو قانون سازی کے اختیارات دیئے جائیں اور مرکز اور صوبوں میں مکمل نمائندہ حکومتیں قائم کی جائیں۔ انہوں نے مارشل لاء کے خاتمے کا مطالبہ بھی کیا۔

19 مارچ --- سمجھوتہ

انتقال اقتدار پر صدر اور مجیب کے درمیان سمجھوتہ ہوگیا۔ 23 مارچ کو صدر اپنے فیصلے کا اعلان کریں گے۔ بی بی سی ریڈیو نے بتایا کہ مذاکرات کے فوراً بعد جب شیخ مجیب الرحمن باہر نکلے تو انہوں نے مذاکرات کے بارے میں کوئی بات نہیں کی لیکن وہ ہشاش بشاش لگ رہے تھے۔

19 مارچ --- ہنگامے

پنبہ شہر میں عوامی لیگ کے اقتدار کا خوف دو ہفتے تک غیر بنگالی عوام پر طاری رہا۔ حتیٰ کہ پاکستانی فوج کے جوانوں نے شرپسندوں پر قابو پا لیا اس سے قبل دو سو افراد جان بحق ہو چکے تھے۔ اسی روز ستم ڈھانے والوں نے ساڑھے تین سو مردوں' عورتوں اور بچوں کو سراج گنج کی عمارت میں بند کیا اور تیل چھڑکنے کے بعد ان سب کو جلا کر بھسم کر

دیا گیا۔

20 مارچ --- پوری آبادی کا قتل

جھم جھم پور بستی میں مشرقی پاکستان رائفلز کے باغی عملے نے بہاریوں کی پوری آبادی کو تہ تیغ کر دیا۔ عورتوں اور بچوں کو گھسیٹ کر قتل گاہ تک لایا گیا اور تقریباً چار پانچ سو نوجوان لڑکیوں کو اغوا کرکے دریا کے راستے بھارت لیجایا گیا۔ انسانی کھوپڑیوں اور دوسرے اعضاء اس تمام علاقے میں اس طرح پھیلے نظر آتے تھے جیسے ان کی بارش آسمان سے ہوئی ہو۔ تقریباً تین ہزار افراد جاں بحق ہوئے۔

20 مارچ --- قیوم خان کا بیان

پاکستان مسلم لیگ کے صدر خان قیوم خان نے کہا کہ دونوں اکثریتی پارٹیوں میں سمجھوتہ ہو جائے گا۔ صدر نے دعوت دی تو میں بھی ڈھاکہ جاؤں گا۔

20 مارچ --- بھاشانی کی پیش گوئی

عوامی نیشنل پارٹی کے سربراہ مولانا عبدالحمید بھاشانی نے کہا کہ یحیٰی مجیب مذاکرات بے سود ثابت ہوں گے۔ عوام آگے نکل گئے ہیں اور سیاسی پارٹیاں پیچھے رہ گئی ہیں۔

20 مارچ --- یحیٰی مجیب ملاقات

صدر یحیٰی خان اور شیخ مجیب الرحمٰن کے مابین ڈھاکہ میں مذاکرات جاری رہے حالانکہ عوامی لیگ نے چٹاگام میں پاکستان کے جہاز ایم وی سوات کے ذریعے لائی جانے والی فوجی رسد میں رکاوٹ ڈال کر حد سے زیادہ اشتعال انگیزی کی۔ اس کے باوجود صدر نے سیاسی بات چیت جاری رکھی۔ دس بجے دن صدر اور اس کے مشیروں اور شیخ مجیب اور اس کے مشیروں کی ایک اور ملاقات ہوئی۔ سید نذر اسلام' خوندکر مشتاق احمد' کیپٹن منصور علی' تاج الدین احمد' مسٹر قمرالزماں اور ڈاکٹر کمال حسین مجیب کے ہمراہ تھے۔ صدر یحیٰی نے شیخ مجیب کو صاف صاف کہہ دیا کہ جب تک تمام سیاسی رہنما اقتدار کی منتقلی کے منصوبے پر واضح طور پر متفق نہ ہو جائیں اس وقت تک وہ اقتدار منتقل نہیں کریں گے۔

21 مارچ --- مظاہرے

ڈھاکہ میں بھٹو کی حمایت اور مخالفت میں مظاہرے' بھٹو کی آمد پر ہوائی اڈے پر خصوصی حفاظتی اقدامات کئے گئے تھے۔ اخباری نمائندوں کو بھٹو سے ملنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

21 مارچ --- بھٹو کا بیان

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے صدر یحیٰی سے دو گھنٹے کی ملاقات کے بعد کہا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

21 مارچ --- شیخ مجیب کا خطاب

عوامی لیگ کے صدر شیخ مجیب الرحمٰن نے ایک رہائش گاہ کے سامنے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ زمین اور کارخانوں پر تین دن کے بعد قبضہ کیا جائے گا۔ بنگلہ دیش کو نو آبادی یا منڈی نہیں بننے دیا جائے گا۔ بنگلہ عوام بیدار ہو چکے ہیں۔ اب انہیں محکوم نہیں رکھا جا سکتا اور یہ جدوجہد پرامن خطوط پر ہونی چاہیے۔

19 مارچ --- عوامی لیگ کے دہشت گرد کیمپ

عوامی لیگ نے کھلنا اور چاندی محل کی جیوٹ ملوں میں نیم فوجی تربیتی کیمپ مقرر کیے اور ان میں داخل ہونے والوں کو مغربی پاکستان کے "مبینہ دلالوں" کے خلاف قتل و غارت اور ظلم و ستم روا رکھنے کی بے لگام تربیت دی جاتی رہی۔

22 مارچ --- اجلاس ملتوی

صدر یحیٰی خان نے 25 مارچ کو ہونے والا قومی اسمبلی کا مشترکہ اجلاس ملتوی کر دیا۔ صورت حال کی وضاحت کے لیے میری نشری تقریر کا انتظار فرمائیے۔ (یحیٰی خان)

22 مارچ --- یحیٰی کا بیان

صدر یحیٰی خان نے کہا کہ ابھی کچھ نہیں بگڑا ہم بحران دور کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

22 مارچ --- ادغام

پاکستان لیبر پارٹی پیپلز پارٹی میں مدغم ہو گی۔

22 مارچ --- بھٹو کا بیان

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ ہماری اور شیخ مجیب کی مفاہمت ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ میری پارٹی مجیب کے ساتھ سمجھوتے کا تفصیلی جائزہ لے رہی ہے۔

22 مارچ --- طلبہ کی مرکزی مجلس کا اعلان

بنگلہ دیش طلبہ کی مرکزی مجلس عمل نے اعلان کیا ہے کہ مشرقی پاکستان میں 23 مارچ کو یوم پاکستان کی بجائے یوم مزاحمت منایا جائے گا۔

22 مارچ --- ہنگامے

مشرقی پاکستان کالی گنج کے متعدد علاقوں میں پٹھان لقمہ اجل بن گئے، وہ مسلمان بھائیوں کی حمایت میں مشرقی پاکستان پہنچے تھے لیکن دھر لئے گئے۔ عوامی لیگ کے رضاکاروں نے انہیں خون میں ڈبو دیا جو اس بات پر بھی ناراض تھے۔ شیخ مجیب نے غفار خان اور ولی خان سے کیوں ساز باز کر رکھی ہے۔

23 مارچ --- مذاکرات

مختلف سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں نے آئینی مسائل پر شیخ مجیب سے بات چیت کی مگر شیخ مجیب اپنے منصوبے میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ دریں اثناء شیخ مجیب نے ہتھیار بند دستوں کی سلامی لی اور اپنی رہائش گاہ اور اہم عمارتوں پر بنگلہ دیش کا پرچم لہرایا۔

23 مارچ --- یوم پاکستان

مشرقی پاکستان میں یوم پاکستان کا نام بدل کر یوم مزاحمت رکھا گیا۔ طالب علموں کے گروہ نے مغربی پاکستان کے تاجروں کو اغوا کیا اور لوٹا۔

24 مارچ --- ملاقات

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے صدر جنرل یحییٰ خان سے ڈھاکہ میں ملاقات کی اس ملاقات کا مقصد صدارتی اعلان کی قانونی حیثیت کے بارے میں گفت و شنید سے تھا۔ اسی روز شیخ مجیب الرحمٰن کے مشیروں نے بھی صدر سے ملاقات کی اور انہوں نے ملاقات کے بعد اخبار نویسوں کو بتایا کہ مزید تبادلہ خیال کی گنجائش نہیں رہی۔

24 مارچ --- مجیب کا اعلان

عوامی لیگ کے صدر شیخ مجیب الرحمٰن نے ڈھاکہ میں اعلان کیا کہ ہم بنگلہ دیش کے عوام کو آزاد کرا کے دم لیں گے اور یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔

24 مارچ --- ہنگامے

لائل پور میں خون ریز ہنگامے شروع ہوگئے، ہنگاموں کے بعد شہر کو فوج کے حوالے کر دیا گیا۔ 10 افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ مختار رانا اور حلیم رضا کے خلاف مقدمات کا اندراج۔ 25 کو پورے شہر میں مکمل ہڑتال کا اعلان کیا گیا۔

24 مارچ --- چین کا انتباہ

یوم پاکستان پر صدر یحییٰ کے نام چینی وزیراعظم مسٹر چو این لائی نے اپنے پیغام میں کہا کہ پاکستان کے معاملات میں بیرونی مداخلت برداشت نہیں کی جائے گی۔

26 مارچ --- مجیب کا بیان

عوامی لیگ کے صدر مجیب الرحمٰن نے کہا کہ صدر کی ڈھاکہ آمد اور مذاکرات کے بعد عوام کا خیال تھا کہ اب یہ محسوس کر لیا گیا ہے کہ ملک کو درپیش بحران صرف سیاسی طور پر حل کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے میں نے صدر سے ملاقات کی تھی بعد میں میرے ساتھی تفصیلات طے کرنے کے لیے مشیروں سے بات چیت کرتے رہے ہم نے تصفیہ کی بھرپور کوشش کی اب یہ صدر اور ان کے مشیروں کا کام ہے کہ وہ معاملات کا تصفیہ کرائیں اگر ایسا نہ ہوا تو ملک سنگین حالات سے دوچار ہو جائے گا۔

25 مارچ --- صدر کی واپسی

صدر جنرل یحییٰ خان اچانک واپس مغربی پاکستان پہنچ گئے صدر نے ڈھاکہ میں گیارہ روز قیام کیا۔

25 مارچ --- لائل پور میں کرفیو

کل کے ہنگاموں کے بعد لائل پور میں کرفیو نافذ کر دیا گیا تھا۔ کرفیو کی خلاف ورزی کرنے والوں کو گولی مار دینے کا حکم دے دیا گیا۔ مختار رانا زبردست مقابلے کے بعد گرفتار۔ گلی گلی جلوس، جگہ جگہ لاٹھی چارج اور آنسو گیس کا استعمال حالات کو قابو میں رکھنے کے لیے مزید فوج طلب کر لی گئی۔

26 مارچ --- عوامی لیگ پر پابندی

صدر یحییٰ نے عوامی لیگ اور ملک میں سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی۔ مسلح افواج کو اپنا فرض ادا کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ شیخ مجیب الرحمٰن کو غدار قرار دے دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی تمام اخبارات پر سنسر شپ عائد کر دی گئی۔ عوامی لیگ پر سیاسی پارٹی کی حیثیت سے کام کرنے پر پابندی لگا دی گئی۔ صدر نے مزید کہا کہ مشرقی پاکستان میں قومی پرچم، بابائے قوم اور مسلح افواج کی توہین کی گئی۔ حالات بہتر ہونے پر اقتدار عوام کے نمائندوں کو منتقل کر دیا جائے گا۔

26 مارچ --- کرفیو

صدر نے مشرقی پاکستان میں کرفیو کا نفاذ کر دیا اور مارشل لاء کے تحت نئے احکامات جاری ہوگئے۔ تعلیمی ادارے بند کر دیئے گئے۔ ڈیوٹی پر نہ آنے والے ملازم برطرف کر دیئے جائیں گے۔ عام ہتھیار تھانوں

میں جمع کرانے کی ہدایت، بنک بھی بند کر دیئے گئے۔

26 مارچ --- خدا نے پاکستان کو بچالیا

مشرقی پاکستان سے واپسی پر کراچی کے ہوائی اڈے پر، پیپلز پارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو نے تالیاں بجاتے ہوئے ایک ہجوم سے خطاب کے دوران کہا کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے آخرکار پاکستان کو بچا لیا گیا۔

26 مارچ --- دولتانہ کا ردعمل

کونسل مسلم لیگ کے صدر میاں ممتاز خان دولتانہ نے یحییٰ خان کے اقدام پر ردعمل ظاہر کرنے سے اجتناب کیا کہ جب سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگ چکی ہے تو ردعمل ظاہر کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کل صبح اخبار پڑھ کر ردعمل ظاہر کریں گے۔

26 مارچ --- اخبار پڑھ کر ردعمل ظاہر کروں گا: نوابزادہ نصراللہ

یحییٰ کے اقدام پر جب نوابزادہ نصراللہ سے تبصرہ کرنے کو کہا گیا تو وہ بولے کہ کل صبح اخبار پڑھ کر ردعمل ظاہر کروں گا۔

26 مارچ --- بیان تیار ہوگیا تو بھیج دیں گے: جماعت اسلامی

صدر کی تقریر پر ردعمل معلوم کرنے کے لیے جب جماعت اسلامی کے دفتر سے رابطہ کیا گیا تو جواب ملا کہ جماعت ابھی غور کر رہی ہے جب بیان تیار ہوگیا، اخبارات کو بھیج دیا جائے گا۔

26 مارچ --- لائلپور میں کرفیو

لائلپور میں کرفیو لگا دیا گیا اور مظاہرہ کرنے پر پچاس افراد گرفتار کر لیے گئے۔

26 مارچ --- گرفتاری

عوامی لیگ کے صدر شیخ مجیب الرحمٰن کو دھان منڈی والی رہائش گاہ سے گرفتار کر لیا گیا ان پر الزام تھا کہ انہوں نے بنگلہ دیش کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے بھارت کے حکمرانوں سے سیاسی اور مالی امداد لی اور پھر اپنے کارکنوں کے ذریعے کثیر رقمیں تقسیم کرا کے عوام کو علیحدگی پسندی پر اکسایا جنہوں نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر ہنگامہ آرائی شروع کی۔

27 مارچ --- بھٹو کا بیان

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ 23 مارچ کو بابائے قوم کی تصویر پاؤں تلے روندی گئی۔ مجیب الرحمٰن مشرقی پاکستان میں فسطائی اور نسل پرست حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔ پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اقوام متحدہ کو ہمارے داخلی معاملات میں مداخلت کا کوئی حق نہیں۔

27 مارچ --- احتجاج

حکومت پاکستان کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کرنے پر بھارت سے شدید احتجاج کیا گیا۔ آل انڈیا ریڈیو اور اخبارات بے بنیاد خبریں چھاپ رہے ہیں۔ بھارتی ہائی کمشنر کی دفتر خارجہ طلبی اور گمراہ کن پروپیگنڈہ بند کرنے کا مطالبہ۔

27 مارچ --- فارلینڈ اور پیکارڈ کی دفتر خارجہ میں طلبی

پاکستان میں امریکی سفیر جوزف فارلینڈ اور برطانوی ہائی کمشنر سائرل پیکارڈ کو دفتر خارجہ طلب کر کے ان کی توجہ وائس آف امریکہ اور بی بی سی کی نشر کردہ ان خبروں کی طرف دلائی گئی جن میں کہا گیا تھا کہ ڈھاکہ میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے۔

27 مارچ --- لاہور اور کراچی میں عوامی لیگ کے دفتر سر بمہر

لاہور اور کراچی میں عوامی لیگ کے دفاتر سربمہر کر دیئے گئے تاہم وہاں سے عوامی لیگ کے کسی کارکن یا رہنما کو گرفتار نہیں کیا گیا۔

28 مارچ --- فنڈز منجمد

مارشل لاء حکم نمبر18 کا اجراء کر دیا گیا۔ جس میں عوامی لیگ کے فنڈز منجمد کر دیئے گئے۔ فنڈ کی تفصیلات تیس دن کے اندر پیش کرنے کا حکم۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ حکم بھی جاری کیا گیا کہ کوئی بھی شخص اپنے آپ کو عوامی لیگی نہیں کہلوا سکتا۔

28 مارچ --- پابندیاں نرم

حکومت نے ڈھاکہ میں کرفیو کی پابندیوں میں نرمی کر دی۔ کھلنا میں شرپسندوں کو منتشر کر دیا گیا۔ بنک کل سے کھل جائیں گے۔

28 مارچ --- قیوم خان کا بیان

مسلم لیگ کے سربراہ خان قیوم خان نے کہا کہ 6 نکات کھلی غداری کے مترادف ہیں۔ اب تعمیر نو کا وقت آیا ہے تو جداگانہ انتخابات کا نظام رائج کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کا موجودہ اقدام بروقت اور

درست ہے۔

29 مارچ --- ڈھاکہ پرسکون

ڈھاکہ میں زندگی پھر لوٹ آئی' بینک کھل گئے اور دوسرے کاروبار بھی شروع ہوگئے۔ بینکوں کو حسابات کے گوشوارے تیار کرنے کا حکم دے دیا گیا۔

30 مارچ --- مودودی کا بیان

جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی نے کہا کہ پاکستان کے خلاف گہری ہندو صیہونی سازش کام کر رہی تھی۔

30 مارچ --- احتجاج

پاکستان نے بھارت سے اس کے اندرونی معاملات میں بے جا مداخلت پر شدید احتجاج کیا۔

30 مارچ --- منصوبہ

بھارت نے بنگلہ دیش کی عبوری حکومت قائم کرنے کے منصوبے کی کھلم کھلا نشاندہی کر دی کہ ہندوستان کی سرزمین میں بنگلہ دیش کی عبوری حکومت قائم کی جائے گی۔ اسمبلیوں میں متفقہ طور پر قراردادیں پیش کی گئیں کہ ہندوستان بنگلہ دیش کی عبوری حکومت کو تسلیم کرے۔

30 مارچ --- کارروائی مکمل

چٹاگانگ میں مسلح شرپسندوں کے خلاف کارروائی مکمل ہوگئی۔ مشرقی پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں صورتحال پرامن رہی۔ پی آئی اے نے صوبے میں پروازیں شروع کر دیں۔

31 مارچ --- قرارداد کی منظوری

بھارتی لوک سبھا میں مسز اندرا گاندھی کی موجودگی میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں کہا گیا تھا کہ مشرقی پاکستان میں امن و امان کی صورتحال جوں کی توں ہے اس لیے دنیا بھر کی حکومتوں کو چاہیے کہ پاکستان کے معاملات میں مداخلت کریں اور ضروری اور تعمیری قدم اٹھائیں۔ پاکستان نے بھارت کی بے جا مداخلت کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ بھارتی پارلیمنٹ میں مشرقی پاکستان میں شرپسند عناصر کی حوصلہ افزائی اور انہیں ہر ممکن امداد کا یقین دلایا گیا۔

اپریل 1971ء

یکم اپریل --- مشرقی پاکستان میں بھارتی حملہ آور داخل

مشرقی پاکستان کی حدود میں بھارتی حملہ آور داخل ہوگئے پاکستان کی مسلح افواج نے صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لیے کارروائی شروع کر دی۔

یکم اپریل --- بھٹو کا بیان

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ میرے لیے یہ طرز عمل نیا نہیں' خوب اچھی طرح واقف ہوں۔ راولپنڈی کے ہوائی اڈے پر "پاکستان ایک ہے" کے نعروں میں بھٹو کا خوب استقبال' انہوں نے کہا کہ بھارت کی مسلح مداخلت کوئی حیرت انگریز بات نہیں۔

2 اپریل --- مشرقی پاکستان کی صورتحال نازک

بھارت کی مسلح مداخلت کے بعد علیحدگی پسندوں کو اسلحہ ملنے لگا۔ بھارت نے پاکستان کی بحری ناکہ بندی شروع کر دی اور جنگی جہازوں نے پاکستانی جہازوں کا پیچھا کیا۔ پاکستان نے ضروری اقدامات کا فیصلہ کر لیا۔

2 اپریل --- بھٹو کا بیان

چیئرمین بھٹو نے کہا کہ تاریخ آگے بڑھتی ہے خدا تمام اعمال کا گواہ ہے' ہمیں جمہوریت کی طرف واپس لوٹنا ہوگا۔ فوجی حل قطعی نہیں ہو سکتا۔ 6 نکاتی پروگرام کا مقصد ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا تھا۔ قسمت نے بھی پھر ملکی سالمیت کے تحفظ کا فرض سونپا ہے۔ مجیب نے مجھے کہا تھا کہ میرے بعد تمہیں بھی کچل دیا جائے گا میں نے کہا کہ مر جاؤں گا لیکن ملک کے ٹکڑے کرنے کی سازش میں شریک نہیں ہوں گا۔ مجیب نے مجھے چھ نکاتی آئینی فارمولے کے عوض وزارت عظمیٰ کی پیش کش کی تھی۔ بھٹو نے کہا کہ ہم جواب دینا جانتے ہیں' جواب دیں گے۔ پاکستان کو تباہ کرنے کی کوششیں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔

2 اپریل --- بھارت کا مطالبہ

بھارت نے اقوام متحدہ سے مداخلت کا مطالبہ کر دیا۔ ہم خاموش نہیں رہ سکتے۔ سیکرٹری جنرل کے نام بھارتی حکومت کا مراسلہ۔

3 اپریل --- بھارت کا ردعمل

دیناج پور کے علاقے ٹھاکر گاؤں میں بھارت کی مسلح افواج بڑی تعداد میں جمع ہونا شروع ہوگئیں۔ شیخ مجیب کی گرفتاری کے بعد بھارتی ردعمل۔

3 اپریل --- روسی صدر کا پیغام

صدر یحییٰ کے نام روسی صدر نے ایک پیغام میں کہا کہ پاکستان کے

حالیہ واقعات پر روس کو تشویش ہے۔ روسی صدر نے اپیل کی کہ مشرقی پاکستان کے عوام کے خلاف ظلم و ستم اور خون ریزی بند کرنے کے لیے فوری اقدامات کریں۔ جواب میں صدر یحییٰ نے کہا کہ ہم اپنے معاملات میں کسی ملک کو مداخلت کی اجازت نہیں دیں گے، روس اپنا اثر و رسوخ استعمال کرکے بھارت کو مداخلت سے باز رکھے۔

3 اپریل --- ملک چھوڑنے کا حکم

بھارتی حکام نے وہاں مقیم پاکستانیوں کو 48 گھنٹوں میں ملک چھوڑنے کا حکم دے دیا۔

4 اپریل --- مزید فوج

بھارت نے مشرقی پاکستان کی سرحدوں پر مزید فوج اتار دی۔ جبکہ پانچ ڈویژن فوج پہلے ہی متعین تھی۔ بحریہ کو بھی تیار رہنے کا حکم دے دیا گیا۔

4 اپریل --- تعاون کی یقین دہانی

مشرقی پاکستان کے بارہ ممتاز رہنماؤں نے نور الامین کی قیادت میں گورنر اور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے ملاقات کی اور انہیں تعاون کا مکمل یقین دلایا۔

5 اپریل --- یحییٰ کا بیان

صدر جنرل یحییٰ خان نے کہا کہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں کسی ملک کی مداخلت برداشت نہیں کی جا سکتی۔ مشرقی پاکستان کے معقولیت پسند افراد کے ساتھ مذاکرات چاہتا ہوں۔

5 اپریل --- نور الامین کی نشری تقریر

پاکستان جمہوری پارٹی کے سربراہ نور الامین نے ریڈیو پر اپنی نشری تقریر میں کہا کہ عوامی لیگ کے رہنما بھارت کے اشارے پر ناچتے رہے اور سرمایہ اور اسلحہ لیتے رہے۔ اس کے علاوہ دیگر مشرقی پاکستان کے لیڈروں نے بھی بھارت کی مذمت کی۔

5 اپریل --- بھٹو کا بیان

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ میں نے ہمیشہ مظلوم عوام کے لیے جنگ لڑی ہے اور ہمیشہ اپنے وعدے پورے کرتا رہا ہوں۔ ہمیں مجیب کی نیت پر شبہ تھا۔ اس لیے اقتدار میں شمولیت پر اصرار کرتے رہے۔ چھ نکات نہیں سوشلزم مسائل کا حل ہے۔ بھٹو نے کہا کہ یحییٰ کی جگہ مودودی کی حکومت بھی ہوتی تو ہم ملکی سالمیت کے لیے اس سے بھرپور تعاون کرتے۔ مشرقی پاکستان کے عوام حکومت بنائیں۔ وزیراعظم کا عہدہ سنبھالیں، بھرپور تعاون کریں گے۔

6، 7، 8، 9 اپریل --- بھارتی فوج ہلاک

جیسور میں بڑی تعداد میں بھارتی فوجی ہلاک کر دیئے گئے۔ اندرا گاندھی نے کہا کہ "مشرقی پاکستان کی سرحد پر بھارت کے لڑاکا طیارے کارروائی کے لیے تیار کھڑے ہیں۔"

7 اپریل کو پاکستان فضائیہ کی مدد سے سلہٹ، رنگپور اور راجشاہی میں بھارتی تخریب کاروں کو تباہ کر دیا گیا۔ اسی روز چین نے کہا کہ بھارت پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت سے باز آ جائے۔

ٹکا خان کو مشرقی پاکستان کا گورنر مقرر کیا گیا اور مارشل لاء کا ضابطہ نمبر 77 جاری کر دیا گیا۔

9 اپریل --- حلف برداری

جنرل ٹکا خان نے گورنر مشرقی پاکستان کے عہدے کا حلف اٹھا لیا۔

9 اپریل --- مارشل لاء ضابطہ

صدر نے مارشل لاء ضابطہ نمبر 78 جاری کر دیا۔ ملک دشمن عناصر کو پابند اور ملک بدر کیا جا سکے گا۔

9 اپریل --- خاتمہ

چٹاگانگ میں ملک دشمن عناصر کا خاتمہ کر دیا گیا۔ زیادہ تر لوگوں نے ایکشن کے وقت خود کو فوج کے حوالے کر دیا۔

10 اپریل --- وزارتی کونسل

باخبر ذرائع نے اس امکان کو رد کر دیا کہ مستقبل قریب میں کوئی مشاورتی یا وزارتی کونسل بنے گی۔ کم از کم چھ ماہ لگ جائیں گے۔

10 اپریل --- فضل الحق کے بیٹے کا اعلان

شیر بنگال فضل الحق مرحوم کے صاحبزادے مسٹر فیض الحق جو کہ عوامی لیگ کے ٹکٹ پر منتخب ہوئے تھے نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ہم اپنے پیارے ملک کو ٹکڑے کرنے کی سازش میں شریک نہیں ہوسکتے۔ انہوں نے بھارت کی مداخلت پر شدید احتجاج کیا۔

11 اپریل --- صفایا

جیسور کے مقام پر بھارتی فوج کی دو کمپنیوں کا صفایا کر دیا گیا۔

11 اپریل --- چین کا الزام

چین نے الزام لگایا کہ مشرقی پاکستان میں مداخلت کے لیے بھارت،

امریکہ اور روس نے سازش کی ہے۔ چین نے پاکستان کو بھرپور امداد دینے کا اعلان کر دیا۔

12'13 اپریل --- پروازیں شروع

پی آئی اے نے مشرقی پاکستان کے لیے معمول کی پروازیں شروع کر دیں۔

12'13 اپریل --- بھارتی واویلا

بھارتی حکومت نے واویلا مچایا کہ چین نے بھارتی سرحد پر زبردست فوج جمع کر دی ہے۔ وزیراعظم چو این لائی کی طرف سے پاکستان کی بھرپور حمایت پر نئی دہلی میں کھلبلی مچ گئی۔

12'13 اپریل --- احتجاجی جلوس

مشرقی پاکستان میں بھارتی جارحیت کے خلاف ڈھاکہ میں زبردست احتجاجی جلوس نکالا گیا۔

14 اپریل --- بھٹو کا احتجاج

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے مشرقی پاکستان کے بارے میں روس کے موقف کی بھرپور مذمت کی اور روسی مداخلت کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ ہمیں دوسروں کے مشورے کی ضرورت نہیں۔ پاکستانی عوام چین کے شکرگزار ہیں۔ بھٹو نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ قیام پاکستان کی مخالف پارٹیوں پر پابندی لگائی جائے۔ مجیب کی حمایت کرنے والے لیڈر قوم کے سامنے حساب پیش کریں۔

14 اپریل --- چو این لائی پاکستان کا دورہ کریں گے

دارالحکومت کے باخبر سفارتی حلقوں کے مطابق چین کے وزیراعظم چو این لائی نے دورہ پاکستان کی زبردست خواہش کا اظہار کیا۔ بتایا گیا کہ ان کے دورے کی تاریخ کا اعلان کسی بھی وقت کر دیا جائے گا۔

14 اپریل --- سوویت رویے کے خلاف بھٹو کا احتجاج

پاکستان کے آئینی بحران پر سوویت صدر نے صدر پاکستان کو خط لکھا۔ اسے پاکستان کے اندرونی معاملات میں ایک لغو مداخلت قرار دیتے ہوئے کہا کہ سیاسی مصالحت کے طریق کار کا تعلق صرف پاکستان کے عوام سے ہے۔ پاکستان کو دوسرے ملکوں سے یہ مشورہ لینے کی ضرورت نہیں کہ وہ اپنے اندرونی مسائل کس طرح حل کرے۔ بھٹو نے کہا یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ سوویت یونین نے لینن اور اپنے سوشلسٹ اصول بھلا دیئے ہیں۔ اور اسے اقوام متحدہ کے چارٹر اور بندونگ کے اصولوں کی بجائے غیر ملکی مداخلت کے مسئلہ پر مارکسزم اور لینن ازم کی تعلیمات کو یاد دلانے کی ضرورت ہے۔ بھٹو نے چین کے صحیح اور منصفانہ موقف کی تعریف کی۔

بھٹو نے کہا کہ موجودہ بحران ماضی کی حماقتوں کا نتیجہ ہے۔ اگر 1950ء کے بعد آئینی اور سیاسی انصاف کا کوئی راستہ معلوم کر لیا جاتا تو یہ بحران پیدا نہ ہوتا۔ انہوں نے عوام کے استحصال کا ذکر کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ مشرقی پاکستان کا استحصال مقابلتاً" زیادہ ہوا اور اس کے ساتھ ایک نو آبادی کا سا سلوک کیا گیا۔ بھٹو نے ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھنے کی اپیل کی۔

14 اپریل --- پاکستان کا دورہ

حکومت چین کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ وزیراعظم چو این لائی پاکستان کا دورہ کریں گے۔ کسی بھی وقت دورے کی تاریخ کا اعلان کر دیا جائے گا۔

14 اپریل --- شرپسندوں کا صفایا

ڈھاکہ اور پبنہ کے درمیان تمام علاقوں میں شرپسندوں کا صفایا کر دیا گیا۔ فوج کا دستہ کارروائی کے بعد راجشاہی میں فوج کے گریزن کے ساتھ مل گیا۔ کشتیوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔

14 اپریل --- اخباری رپورٹ

ایک اخباری رپورٹ میں کہا گیا کہ پاکستان میں گڑ بڑ پھیلانے کے لیے مغربی بنگال (انڈیا) میں فوجی بھرتی شروع کر دی گئی۔ سیاہ آزادی اور سیاہ ٹیگور کے نام سے فوجی تنظیموں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اندرا گاندھی کی اپیل پر چندہ جمع کیا جا رہا ہے۔ بھارت کی صوبائی حکومتوں نے پاکستان کو تباہی سے دوچار کرنے کے پروگرام میں 451/2 لاکھ روپے دیئے۔

15 اپریل --- ہنگامے

مشرقی پاکستان میں جیسور کے قصبہ حمید پور کی بیشتر آبادی کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ مغربی پاکستان سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے مکانوں کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ جس کسی نے بھی مزاحمت کی اس کے ٹکڑے کر دیئے گئے۔

16 اپریل --- کشتیاں غرق

دریائے میگھنا میں بھارتی ایجنٹوں کی تین کشتیاں غرق کر دی گئیں۔

16 اپریل --- عملی سیاست سے علیحدگی

عوامی نیشنل پارٹی کے رہنما مولانا محمد اسماعیل زبح نے عملی سیاست سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔

17 اپریل --- اعلان

آل انڈیا ریڈیو کے مطابق مشرقی پاکستان کی "آزاد حکومت" کا اعلان کر دیا گیا۔

17 اپریل --- استعفے

جمعیت العلمائے اسلام کے ناظم اعلیٰ سید محمود احمد رضوی اور مرکزی مجلس عامہ کے دو ارکان مولانا فیض القادری اور مولانا اکرم حسین مجددی اپنے عہدوں سے مستعفی ہوگئے۔

18 اپریل --- ٹکا خان کا اعلان

مشرقی پاکستان کے گورنر اور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ٹکا خان نے کہا کہ حملہ آوروں اور شرپسندوں کو تباہ کر دیا جائے گا۔ فوج، رائفلز اور پولیس کے بھگوڑے واپس آ جائیں ورنہ انہیں نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ مسلح افواج ملک کو تباہی اور بھارتی تسلط سے بچانے کا فرض ادا کریں گے۔

19 اپریل --- حملہ

مشرقی پاکستان کی سرحدی چوکی پر بھارتی حملہ۔ کومیلا اور برہمن باڑیہ کے درمیان پاکستان کی سرحدی چوکی پر حملے میں بھارتی توپ خانے نے بھی حصہ لیا۔ پاکستانی افواج جوابی کارروائی کے لیے حرکت میں آگئیں۔

19 اپریل --- ہنگامے

اصفہانی جیوٹ مل اور قریب کے علاقوں میں رہنے والی عورتیں اور بچے بے دردی سے قتل کر دیئے گئے۔ کارخانے کے بیشتر افسران اور کاریگر مغربی پاکستان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں سے بعض کو اغوا کر لیا گیا۔ جو بچ کر نکل گئے ان کا سراغ نہ مل سکا۔ مرنے والوں کی تعداد ایک ہزار بتائی جاتی ہے۔ جوان لڑکیوں کو بنگالی شرپسندوں نے اپنے گھروں میں ڈال لیا۔ اس ساری کارروائی میں شیخ مجیب کا اشارہ شامل تھا۔

20 اپریل --- تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ

جسٹس نورالعارفین کی سربراہی میں بھارتی طیارے کے اغوا کے تحقیقاتی کمیشن نے اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ رپورٹ کے مطابق طیارے کی تباہی کا مقصد مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان رابطہ ختم کرانا اور پاکستان کو مالی نقصان پہنچانا تھا۔

22 اپریل --- حملہ

کلکتہ میں پاکستانی ڈپٹی ہائی کمشنر مسٹر مہدی مسعود پر متعدد غنڈوں نے حملہ کر دیا۔ پولیس کی حفاظت میں مہدی مسعود کو ہوٹل سے ہوائی اڈے تک پہنچایا گیا۔

23 اپریل --- جیل پر یلغار

ضلع بوگرہ کے جیل خانوں میں بہت سے مغربی پاکستانی اور کچھ بہاری مبینہ جرائم کی پاداش میں نظر بند تھے۔ عوامی لیگ کے رضاکاروں نے جیل کے دروازے توڑ کر تقریباً سات ہزار مردوں اور عورتوں کو ان کے بچوں سمیت زبردستی باہر نکال لیا۔ ان پر تشدد کرنے کے ساتھ ساتھ خوشی کے نعرے لگائے گئے۔ بچوں کو ماؤں کے سامنے ذبح کر دیا گیا۔ عوامی لیگ کے رضاکاروں نے مقتول بچوں کی ماؤں کو مجبور کیا کہ ان کا لہو پئیں، انکار پر عورتوں پر مزید ظلم و ستم ڈھائے گئے۔ تختہ مشق ستم بننے والوں کی تعداد پندرہ ہزار کے قریب تھی۔

23 اپریل --- حکومت پاکستان کا حکم

حکومت نے ڈھاکہ میں بھارتی ہائی کمیشن بند کرنے کا حکم دے دیا۔ کلکتہ میں بھی پاکستانی کمیشن بند کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

24 اپریل --- فیصلہ

کالعدم عوامی لیگ کے ارکان نے آزاد گروپ بنانے کا فیصلہ کیا " آئندہ ماہ کنونشن منعقد کرکے لائحہ عمل مرتب کیا جائے گا۔ ارکان کی طرف سے ایک مشترکہ بیان میں کہا گیا کہ "شیخ مجیب الرحمٰن نے ملکی سالمیت خطرے میں ڈال دی تھی۔"

24 اپریل --- قصوری کا بیان

پیپلزپارٹی کے وائس چیئرمین اور قومی اسمبلی کے منتخب رکن میاں محمود علی قصوریؒ نے ایک بیان میں کہا کہ "پارٹی کا اعتماد حاصل کیے بغیر کوئی بھی شخص وزیراعلیٰ نہیں بنے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ عوامی نمائندوں کو اقتدار کی منتقلی کے بغیر مسائل حل نہیں ہوسکتے۔ انتخاب ہارنے والے پارٹی میں پھوٹ کی بات کر رہے ہیں"۔

24 اپریل --- کلکتہ آمد

برطانوی اخبار "گارڈین" نے انکشاف کیا ہے کہ نام نہاد بنگلہ دیش کے تمام لیڈر کلکتہ پہنچ گئے ہیں۔ بھگوڑے فوجیوں کے لیے بھی بھارت

نے فوجی کیمپ قائم کر دیئے ہیں۔

25 اپریل --- بھٹو کا بیان

پاکستان پیپلزپارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے لاہور ایئرپورٹ پر اخباری نمائندوں سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ انتقال اقتدار پر اس وقت تک کچھ نہیں کہا جا سکتا جب تک وہ راولپنڈی سے واپس نہ آ جائیں۔ انہوں نے کہا کہ پیپلزپارٹی میں اس وقت تک انتشار پیدا نہیں ہو سکتا جب تک عوام اس کے ساتھ ہیں۔

25 اپریل --- روس کی پیش کش

صدر روس مسٹر پڈگورنی کے خط کی وضاحت کے لیے صدر یحیٰی خان کے نام وزیراعظم کوسیگن کے پیغام میں روس نے پاک بھارت کشیدگی دور کرنے کے لیے اپنی خدمات پیش کیں۔

25 اپریل --- سرکاری زبان

اردو کو آزاد کشمیر اسمبلی کی سرکاری زبان قرار دے دیا گیا۔

25 اپریل --- میاں طفیل محمد کا مطالبہ

جماعت اسلامی کے قائم مقام امیر میاں طفیل محمد نے مطالبہ کیا کہ آئینی ڈھانچے کی روشنی میں ایک عبوری آئین نافذ کر کے مرکز میں عبوری حکومت قائم کی جائے۔ انتخابات کالعدم قرار دے دیئے جائیں اور پیپلزپارٹی کو بھی غیر قانونی قرار دیا جائے۔

26 اپریل --- ہائی کمیشن بند

کلکتہ میں پاکستانی کمیشن اور ڈھاکہ میں بھارتی کمیشن بند کر دیئے گئے۔ بھارتی حکومت نے پاکستانی عملے کے ملک سے باہر جانے پر پابندی لگا دی۔

26 اپریل --- ثبوت

کالعدم عوامی لیگ کو بھارتی اسلحہ کی فراہمی کا ثبوت مل گیا۔ راجشاہی میں بھارتی اسلحہ و بارود کے ذخیروں کو قبضے میں لے لیا گیا۔ بھارتی ایجنٹوں اور کالعدم فوجی لیگ کے درمیان اسلحہ کے بارے میں خط و کتابت ہوئی تھی۔

26 اپریل --- روس روانگی

سابق وزیر خارجہ میاں ارشد حسین اہم مشن پر ماسکو پہنچ گئے۔ انہوں نے روسی وزیراعظم سے طویل ملاقات کی۔

26 اپریل --- امریکی اعلان

امریکہ نے بھارت کو 86 لاکھ ڈالر کی امداد دینے کا اعلان کر دیا اقتصادی ترقیاتی فنڈ کے لیے منظور ہونے والی امداد وزارت دفاع کو ملے گی۔

26 اپریل --- غلام غوث ہزاروی کا بیان

جمعیت العلمائے اسلام مغربی پاکستان کے جنرل سیکرٹری غلام غوث ہزاروی نے کہا کہ اسمبلی کو کالعدم دیئے بغیر انتخابات کرانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سیاسی مخالفین پر الزام تراشی کا موقع نہیں' بعض سیاستدانوں کی طرف سے دوبارہ انتخابات کرانے پر حیرت کا اظہار۔

27 اپریل --- بات چیت

صدر جنرل محمد یحیٰی خان نے پیپلزپارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو سے انتقال اقتدار کے سلسلے پر بات چیت کی۔ آئندہ ماہ بحالی جمہوریت کے لیے اہم اقدامات کیے جائیں گے۔

27 اپریل --- نظربندی

پاکستان کے ڈپٹی ہائی کمشنر مہدی مسعود کو بھارتی حکومت نے کلکتہ میں نظر بند کر دیا۔ پاکستان نے اپنے ڈپٹی ہائی کمشنر کے بارے میں گہری تشویش کا اظہار کیا۔

27 اپریل --- بھارتی ٹرین

بھارتی اسلحہ سے بھری ہوئی ٹرین مشرقی پاکستان پہنچ گئی۔ مغربی بنگال میں ایک ہزار رضاکاروں کی تربیت' 10 ہزار سابق فوجیوں کو بھی طلب کر لیا گیا۔

27 اپریل --- بھارتی فوجیوں کا صفایا

پاکستانی فوج نے سلہٹ کے قریب تین سو بھارتی فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ مشرقی پاکستان کی ساحلی پٹی پر فوج کا مکمل کنٹرول۔

28 اپریل --- بھٹو کی خاموشی

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے صدر سے کی گئی ملاقات کی کوئی تفصیل نہیں بتائی اور نہ ہی دوبارہ ملاقات کا امکان ظاہر کیا ہے۔ بھٹو مزید ایک دن راولپنڈی میں قیام کریں گے۔

28 اپریل --- کاردار کا بیان

پاکستان پیپلزپارٹی کے ممتاز رہنما اور قومی اسمبلی کے منتخب رکن مسٹر حفیظ کاردار نے کہا ہے کہ کالعدم عوامی لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہونے والوں کو استحکام پاکستان کے لیے کام کرنے کی اجازت ہونی

چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ اب تک کالعدم عوامی لیگ کے کئی کارکن پاکستان کے استحکام کے لیے کام کرنے کے عزم کا اظہار کر چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دوبارہ انتخابات بہت بڑی سیاسی غلطی ہوگی۔ صدر یحییٰ نے غداری ثابت ہونے پر مجیب اور ان کی پارٹی کے خلاف اقدامات کیے۔

29 اپریل --- بھٹو کا بیان

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا ہے کہ جہاں تک عوامی نمائندوں کو اقتدار کی منتقلی کا تعلق ہے میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ عوامی نمائندوں کو جلد ہی اقتدار ملے گا۔

29 اپریل --- حکومت پاکستان کا مطالبہ

حکومت پاکستان نے بھارت سے مطالبہ کیا کہ پاکستان کے ڈپٹی ہائی کمشنر کو ہراساں کرنے کا سلسلہ بند کیا جائے۔

30 اپریل --- بھٹو کا اعلان

پیپلز پارٹی کے چیئرمین مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے اعلان کیا کہ مجھے گولی مارے بغیر عوام سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ میں سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو نوٹس دیتا ہوں کہ عوام کے خلاف سازشیں بند کر دیں ملک کے اندر اور باہر ہمارے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں۔ مجیب کے بعد بھٹو کو ختم کرنے کے مشورے دینے والو' مجیب اور بھٹو میں بڑا فرق ہے۔ سیاست چھوڑ دیں گے لیکن قوم کو دھوکہ نہیں دیں گے' عوامی حقوق کے لیے جان پر بھی کھیل جائیں گے۔

30 اپریل --- ڈھاکہ میں بھارتی ہائی کمیشن کی مراعات ختم کر دی جائیں گی

حکومت پاکستان نے کہا ہے کہ بھارت مسلمہ بین الاقوامی سفارتی آداب کی مسلسل خلاف ورزی کر رہا ہے۔ اس لیے حکومت ڈھاکہ میں بھارتی ہائی کمشنر کو دی جانے والی مراعات ختم کر دے گی۔

30 اپریل --- مجھے گولی مارے بغیر عوام سے جدا نہیں کیا جا سکتا: بھٹو

پیپلز پارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو نے کہا ہے کہ انہیں گولی مارے بغیر عوام سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو تنبیہہ کی کہ وہ عوام کے خلاف سازشیں بند کر دیں۔ انہوں نے الزام لگایا کہ ملک کے اندر اور باہر پیپلز پارٹی کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں۔ فیصل آباد میں مزدوروں' کسانوں اور پارٹی کے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ وہ پاکستان کی سلامتی اور بقا اور مزدوروں اور محنت کشوں کے تحفظ کے لیے اپنی جان پر کھیل جانے کے لیے تیار ہوں۔ اس سے قبل شیخوپورہ میں خطاب کرتے ہوئے انہوں نے الزام لگایا کہ پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا بین الاقوامی منصوبہ بنایا گیا تھا اور شیخ مجیب نے اس منصوبے کو کامیاب بنانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

مئی 1971ء

یکم مئی --- پاکستان نے قرضوں کی ادائیگی کے لیے مہلت طلب کر لی

حکومت پاکستان نے عالمی بنک سے مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان کو امداد دینے والے کنسورشیم کا اجلاس فوراً طلب کر لیا جائے تاکہ اس میں پاکستان کے ذمہ واجب الادا قرضوں کی شرح ادائیگی اور پاکستان کے توازن ادائیگی پر دباؤ کے مسئلے پر غور کیا جا سکے۔ جون میں کنسورشیم کے اجلاس میں پاکستان کی اس درخواست پر غور کیا جائے گا۔ قرضوں کی ادائیگی میں چھ ماہ کا اضافہ کیا جائے۔

یکم مئی --- حکومت پٹرول کے نرخوں کا جائزہ لے رہی ہے

حکومت پاکستان اس بات کا جائزہ لے رہی ہے کہ پٹرول کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا جائے۔

یکم مئی --- پاکستانی افواج نے مکتی باہنی کی کمر توڑ دی

ایسوسی ایٹڈ پریس کے خصوصی نامہ نگار کے مطابق پاکستانی افواج نے نام نہاد مکتی فوج اور بھارتی مداخلت کاروں کی کمر توڑ دی ہے۔

یکم مئی --- عبوری دستور عنقریب نافذ کر دیا جائے گا

عوامی لیگ پر پابندی سے پیدا ہونے والی سیاسی صورت حال سے نمٹنے اور قومی سطح پر عوامی نمائندوں کو اقتدار منتقل کرنے کے لیے ایک عبوری دستور کی تشکیل و تدوین کا کام شروع ہوگیا ہے خبر کے مطابق بیشتر شرپسندوں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے اور اب صدر کی سرکردگی میں دونوں بازوؤں کی نمائندہ حکومت قائم کر دی جائے گی۔

یکم مئی --- مورخ صدر یحییٰ اور ٹکا خان کا نام سنہری حروف سے لکھیں گے

کالعدم عوامی لیگ کے رہنما اور میمن سنگھ سے صوبائی اسمبلی کے منتخب رکن ایس بی زمان نے ایک بیان میں کہا کہ بیشتر منتخب ممبر کالعدم

عوامی لیگ سے لاتعلقی کا اعلان کر دیں گے انہوں نے کہا کہ ہم میں سے اکثر محب وطن ہیں اور مورخ صدر یحییٰ اور ٹکا خان کا نام سنہری حروف سے لکھیں گے۔

2 مئی --- قوم بیوقوف ہے: میاں طفیل

جماعت اسلامی کے رہنما میاں طفیل نے ایک بیان میں قوم کو بیوقوف قرار دیا کیونکہ اس نے روٹی اور کیلوں کے لیے ووٹ دیئے۔ انہوں نے کہا کہ بھٹو کو اقتدار دینا' پاکستان کو اندرا گاندھی کے حوالے کرنا ہے۔

2 مئی --- بھارتی طیاروں کی مشرقی پاکستان پر پروازیں

مشرقی پاکستان پر بھارتی طیاروں کی پروازوں کے خلاف پاکستان نے شدید احتجاج کیا ہے۔

2 مئی --- احمد رضا قصوری معطل

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے قصور پیپلز پارٹی کے سابق چیئرمین اور قومی اسمبلی کے منتخب رکن احمد رضا خان قصوری کی پارٹی رکنیت معطل کر دی۔ احمد رضا قصوری پر ایک الزام یہ تھا کہ انہوں نے مجیب کو ہیرو اور بھٹو کو غدار قرار دیا ہے۔ اس فیصلے پر ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے مسٹر قصوری نے اعلان کیا کہ انہوں نے پیپلز پارٹی کو اپنا خون دیا ہے۔ اس لیے انہیں پارٹی سے کوئی علیحدہ نہیں کر سکتا۔

3 مئی --- پاکستانی علاقے پر بھارت کی گولہ باری

پاک بھارت سرحدوں پر جنگ کی صورت حال پیدا ہو گئی۔ حکومت پاکستان نے بھارتی حکومت کو متنبہ کیا کہ اس نے متواتر کئی ہفتوں سے مختلف بھارتی رہنماؤں کے بیانات پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں میں قراردادیں منظور کرکے اور ذرائع ابلاغ سے پاکستان کی فضائی حدود کی سنگین خلاف ورزی کرکے اور مشرقی پاکستان میں مسلح مداخلت کاروں کو بھیج کر پاکستان سے تصادم کی صورت حال پیدا کر دی ہے۔ پاکستان نے مطالبہ کیا کہ اشتعال انگیز کارروائیاں فوراً بند کی جائیں۔

3 مئی --- طبیعت صاف کر دوں گا: احمد رضا قصوری

رکن قومی اسمبلی احمد رضا قصوری نے ذوالفقار علی بھٹو کو پارٹی کی چیئرمین شپ سے برطرف کرتے ہوئے نئے عہدیدار منتخب کرنے کا اعلان کیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ گھر کے بھیدی ہیں اس لیے طبیعت صاف کر دیں گے۔

3 مئی --- واشنگٹن جنگی کیمپ کا نقشہ پیش کر رہا ہے

جنگ ویت نام کے خلاف احتجاجی مظاہروں نے واشنگٹن میں شدت اختیار کر لی۔ شہر میں مظاہرین اور پولیس کے درمیان گوریلا جنگ کی کیفیت بن گئی اور واشنگٹن جنگی کیمپ کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔

3 مئی --- راجرز مشن

امریکی وزیر خارجہ ولیم راجرز شاہ حسین اور شاہ فیصل سے گفتگو کے بعد بیروت پہنچ گئے۔ بیروت کے ہوائی اڈے پر حریت پسندوں نے "راجرز واپس جاؤ" کے نعرے لگائے۔ خبر کے مطابق اگر راجرز مشن ناکام رہا تو مشرق وسطیٰ میں پھر جنگ بھڑک اٹھے گی۔

3 مئی --- ڈھاکہ میں سکول کھل رہے ہیں

ڈھاکہ اور نارائن گنج میں 8 مئی سے اسکولوں کے دوبارہ کھلنے کا اعلان کر دیا گیا۔

3 مئی --- ٹکا خان کا دورہ

مشرقی پاکستان کے گورنر لیفٹیننٹ جنرل ٹکا خان نے باریسال اور فرید پور کا دورہ کیا۔

3 مئی --- ملک بار بار انتخابات کا متحمل نہیں ہو سکتا: ہزاروی

مغربی پاکستان جمعیت العلمائے اسلام کے جنرل سیکرٹری اور قومی اسمبلی کے منتخب رکن مولانا غلام غوث ہزاروی نے کہا کہ کالعدم عوامی لیگ کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے آئینی بحران پیدا ہوا اور وہی مشرقی پاکستان کی اس صورت حال کی ذمہ دار ہے۔ انہوں نے کہا کہ ڈھاکہ میں مذاکرات کے دوران عوامی لیگی قیادت کے موقف کو قومی سالمیت و یکجہتی کے مطابق لانے کی بہت کوشش کی گئی لیکن ان کی ہٹ دھرمی ان کوششوں کی کامیابی کی راہ میں رکاوٹ بن گئی۔

4 مئی --- انتقال اقتدار میں غیر ضروری تاخیر نقصان دہ ثابت ہوگی: بھٹو

پیپلز پارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو نے مطالبہ کیا کہ 26 مارچ کو سیاسی سرگرمیوں اور خبریں چھاپنے پر جو پابندیں لگائی گئی تھیں۔ انہیں فی الفور ختم کیا جائے اور 26 مارچ سے پہلے کی صورت بحال کر دی جائے۔ انتقال اقتدار کے سلسلے میں انہوں نے کہا کہ یحییٰ خان کو چاہیے کہ وہ مستقبل قریب میں قوم سے خطاب کریں اور اس سلسلہ میں حکومت کا موقف واضح کریں انہوں نے کہا کہ اگر عوامی نمائندوں کو اقتدار منتقل کرنے میں غیر ضروری تاخیر سے کام لیا گیا تو اس سے ملک کو ناقابل

تلافی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اور پھر صورت حال کسی طرح قابو میں نہیں رہے گی۔ بھٹو نے اس خبر کی تردید کی کہ اگر پیپلز پارٹی کو جلد اقتدار منتقل نہ کیا گیا تو وہ عوامی تحریک چلائے گی۔

بھٹو صاحب نے مزید فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ ملک سیاسی بحران کے ساتھ ایک نہایت سنگین اقتصادی بحران سے دوچار ہے ایک ایسا بحران' جس کی مثال گزشتہ 22 سال میں نہیں ملتی اس لیے عوام میں اور بالخصوص مزدوروں اور کسانوں میں بے چینی بڑھ رہی ہے۔ اگر حالات کے نتیجے میں کوئی گڑبڑ ہوتی ہے تو پیپلز پارٹی اس کی ذمہ دار نہیں ہوگی۔

4 مئی --- میاں سہیل افتخار مردہ پائے گئے

میاں افتخار الدین کے صاحبزادے اور میاں عارف افتخار کے چھوٹے بھائی میاں سہیل افتخار اپنے کمرے میں مردہ پائے گئے۔ ان کی عمر اکتیس سال تھی اور وہ "نگارشات" کے نام سے ترقی پسند کتابوں کا ایک اشاعتی ادارہ چلا رہے تھے۔

4 مئی --- احمد رضا قصوری کا دماغی معائنہ ضروری ہے: بھٹو

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے ایک بیان میں کہا کہ وہ رکن قومی اسمبلی احمد رضا خان قصوری کے خلاف اس وقت تک کوئی کارروائی نہیں کریں گے جب تک ایک میڈیکل بورڈ ان کا دماغی معائنہ نہیں کر لیتا۔

4 مئی --- بھٹو کو بھی ڈاکٹروں کے بورڈ کے سامنے پیش کیا جائے: قصوری

احمد رضا نے ایک پریس کانفرنس میں مطالبہ کیا ہے کہ ان کے ساتھ ساتھ بھٹو کو بھی طبی بورڈ کے سامنے دماغی معائنہ کے لیے پیش کیا جائے۔

4 مئی --- پٹرول اور تیل کی قیمتوں میں اضافہ

وزارت صنعت وقدرتی وسائل نے ایک پریس نوٹ میں اعلان کیا کہ پٹرول کی قیمت فی گیلن 5 روپے 25 پیسے اور مٹی کے تیل کی قیمت 2 روپے فی لیٹر گیلن ہوگی۔

4 مئی --- دریائے سندھ کے پانی کی تقسیم کا مسئلہ

ذوالفقار علی بھٹو نے ایک بیان میں کہا کہ دریائے سندھ کے پانی کا مسئلہ تاریخی اعتبار سے پنجاب اور سندھ کا مسئلہ ہے اور اسے عوامی نمائندے ہی حل کر سکتے ہیں۔

9 مئی --- کالعدم عوامی لیگ کے 72 ارکان کی علیحدگی کی تحریک سے لاتعلقی

کالعدم عوامی لیگ کے 72 ارکان نے علیحدگی کی تحریک سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا۔ ان ارکان نے کہا کہ وہ نہ پی پی پی اور نہ پی ڈی پی میں شریک ہوں گے بلکہ اپنا ایک آزاد گروپ بنائیں گے۔

9 مئی --- حکومت تمام صوبوں میں انتقال اقتدار پر رضا مند ہے

چیئرمین پیپلز پارٹی ذوالفقار علی بھٹو نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انکشاف کیا کہ صدر سے ان کی بات چیت مایوس کن نہیں تھی اور حکومت تمام صوبوں میں انتقال اقتدار پر رضامند ہے انہوں نے کہا کہ مستقل دستور صرف عوام ہی بنا سکتے ہیں اور سیاسی مسائل کو صرف سیاسی طریقے سے ہی طے کیا جا سکتا ہے۔

9 مئی --- بھٹو۔ ولی ملاقات

مسٹر بھٹو نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ ملک کے موجودہ حالات اور مستقبل کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہوں نے ولی خان سے گفت و شنید کی ہے۔

9 مئی --- کالعدم عوامی لیگ کے رہنما حکام کے سامنے پیش ہوئے

عوامی لیگ کے رہنما اور صوبائی اسمبلی کے رکن صاحبزادہ محمد سعید نے حکام کے سامنے پیش ہو کر اپنے تعاون کا یقین دلایا اور کہا کہ وہ اپنی جماعت کے وطن دشمن کردار سے بے خبر تھے۔ انہوں نے بھارتی حکومت کو خبردار کیا کہ وہ پاکستان کے داخلی معاملات میں مداخلت سے گریز کرے۔

14 مئی --- صدر مشرقی پاکستان کا دورہ کریں گے

جمہوری پارٹی کے سربراہ نور الامین نے صدر یحییٰ سے ملاقات کے بعد انکشاف کیا کہ صدر جلد ہی انتقال اقتدار کے امکانات کا جائزہ لیں گے اور اس سلسلے میں جون کے اوائل میں مشرقی پاکستان کا دورہ کریں گے۔

14 مئی --- کارخانوں میں دوسری شفٹ شروع کی جائے: ٹکا خان

گورنر مشرقی پاکستان اور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر لیفٹیننٹ جنرل ٹکا خان نے مزدور لیڈروں سے ملاقات کے دوران انہیں بتایا کہ صوبے میں

خام مال کی فراہمی اور ذرائع مواصلات کی صورت حال بہتر ہونے کے ساتھ ملوں اور کارخانوں میں دوسری شفٹ جلد شروع کر دی جائے۔ گورنر نے یقین دلایا کہ مزدوروں کو خوف و اندیشہ کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔

14 مئی --- بھٹو نے مرکزی کمیٹی کا اجلاس طلب کرلیا

ملک کی سیاسی صورتحال اور بڑھتے ہوئے آئینی بحران پر غور کرنے کے لیے پیپلزپارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے اپنی پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا اجلاس طلب کر لیا۔

14 مئی --- فوج سے تعاون کریں: مفتی محمود

جمعیت العلمائے اسلام کے سربراہ مولانا مفتی محمود نے کہا ہے کہ حالات کو معمول پر لانے کے لیے فوج سے تعاون کیا جائے۔

14 مئی --- صدر سے قیوم خان کی ملاقات

پاکستان مسلم لیگ کے صدر خان قیوم نے صدر یحیٰی سے ملاقات کی۔

14 مئی --- اخبارات کے خلاف مقدمہ

مارشل لاء کے ضابطہ نمبر 77 کی خلاف ورزی کے الزام میں نوائے وقت، کوہستان، مساوات اور جاوداں کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا۔

15 مئی --- کسی کو بھوکا نہیں مرنے دیا جائے گا: ٹکا خان

گورنر مشرقی پاکستان لیفٹیننٹ جنرل یحیٰی خان نے طوفان سے متاثرہ علاقوں کا دورہ کرنے کے بعد دعویٰ کیا کہ حکومت کے پاس اشیائے خوردنی کا کافی ذخیرہ موجود ہے اور کسی کو بھوکا نہیں مرنے دیا جائے گا۔

15 مئی --- دستور صدر یحیٰی بنائیں: خان قیوم

مسلم لیگ کے صدر خان عبدالقیوم خان نے کہا کہ ملک کو دستور مہیا کرنا صدر یحیٰی کا فرض ہے اور وہ چونکہ ایک بااختیار مسلمہ صدر ہیں اور کسی خاص مکتب فکر سے بھی تعلق نہیں رکھتے اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ ایسا دستور تیار کریں جو مضبوط مرکز کا ضامن ہو اور اسی دستور کے تحت نئے انتخابات کروائے جائیں۔

15 مئی --- فرخا بیراج کی تعمیر مکمل

بھارت نے اپنے ہمسایہ ملک پاکستان کے مفادات کا خیال نہ رکھتے ہوئے اور مشرقی پاکستان کے عوام کو معاشی طور پر مفلوج کرنے کے لیے مغربی بنگال میں فرخا بیراج کی تعمیر کا کام مکمل کر لیا۔

15 مئی --- انتقال اقتدار ابھی ممکن نہیں : احمد رضا قصوری

قومی اسمبلی کے منتخب رکن اور پاکستان پیپلزپارٹی میں خود اپنے گروپ کے چیئرمین احمد رضا قصوری نے کہا کہ اس وقت ملک نازک دور سے گزر رہا ہے اس لیے وہ انتقال اقتدار کی فضول خرچیوں کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

15 مئی --- دریائے سندھ کے پانی کا تنازعہ

مولانا مفتی محمود نے اپنے بیان میں کہا کہ دریائے سندھ کے پانی کا مسئلہ صرف سندھ اور پنجاب کا نہیں بلکہ اس کا تعلق صوبہ سرحد اور بلوچستان سے بھی ہے۔

17 مئی --- ہم مشکلات پر قابو پا چکے ہیں: یحیٰی خان

صدر یحیٰی خان نے شاہ حسین کے نام ایک پیغام میں کہا کہ پاکستان نے اپنی مشکلات پر قابو پا لیا ہے اور اب وہ اقتصادی ترقی اور سیاسی زندگی دوبارہ شروع کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔

17 مئی --- رئیسانی گرفتار

کالعدم عوامی لیگ بلوچستان کے صدر میر محمد خان رئیسانی کو مارشل لاء کے ضابطہ 16-الف کے تحت گرفتار کر لیا گیا۔

17 مئی --- کان میں دھماکہ

کوئٹہ کے قریب کوئلے کی ایک کان میں زبردست دھماکہ سے 32 افراد ہلاک ہوگئے۔

19 مئی --- اندرا گاندھی کا اعلان

وزیراعظم ہند اندرا گاندھی نے ایک بیان میں کہا کہ مشرقی پاکستان سے پچیس لاکھ افراد کو مغربی بنگال میں دھکیل دیا گیا ہے اور اگر انہیں واپس نہ لیا گیا تو ہم ان پناہ گزینوں کا بوجھ برداشت نہیں کر سکیں گے اور ہمیں مجبوراً پاکستان پر حملہ کرنا پڑے گا۔

19 مئی --- ڈھاکہ میں سیاسی سرگرمیوں کا آغاز

مشرقی پاکستان میں حالات معمول پر آنے کے بعد، مشرقی پاکستان کے دارالحکومت ڈھاکہ میں سیاسی سرگرمیاں شروع ہو گئیں جہاں عبدالحفیظ کار دار اور شیخ رفیق احمد نے بعد پارٹی کے وائس چیئرمین میاں محمود علی قصوری بھی پہنچ گئے اور انہوں نے عوامی لیگ کے رہنما ظہیرالدین سے ملاقات کی۔

19 مئی --- اچکزئی کی یحییٰ سے ملاقات

پختون خوا نیپ کے سربراہ عبدالصمد اچکزئی نے صدر یحییٰ سے ملاقات کی۔

19 مئی --- ریلوے کارکنوں کو برطرفی کے نوٹس

پاکستان ویسٹرن ریلوے نے بجٹ میں کمی کے باعث اپنے ساڑھے تین سو کارکنوں کو برطرفی کے نوٹس جاری کر دیئے۔

19 مئی --- ٹریڈ یونین ایکٹ کے نفاذ کا امکان

مرکزی حکومت نے صوبائی حکومتوں سے صنعتی تعلقات کے آرڈی نینس مجریہ 1969ء کے متعلق تجاویز طلب کر لیں۔ ان سے یہ بھی پوچھ لیا گیا کہ اگر موجودہ آرڈی نینس کی جگہ ٹریڈ یونین ایکٹ 1959ء نافذ کیا جائے تو اس میں کن ترامیم کی ضرورت ہوگی۔

21 مئی --- مشرقی پاکستان واپس آ جائیں: یحییٰ خان

صدر پاکستان جنرل یحییٰ خان نے اعلان کیا کہ مشرقی پاکستان سے بھارت کی سرحد میں داخل ہونے والے اصلی باشندے واپس آ جائیں۔ قانون پسند شہریوں پر وطن کے دروازے بند کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ بھارت ہے جس نے مشرقی پاکستان کی معیشت کو تباہ کرنے کے لیے عوام کو ملک چھوڑنے کی ترغیب دی ہے۔

22 مئی --- مشرقی پاکستان کا ہر شخص حالات معمول پر لانے کا خواہش مند ہے: قصوری

پیپلز پارٹی کے وائس چیئرمین محمود علی قصوری نے کہا ہے کہ مشرقی پاکستان میں سیاسی، نجی اور سرکاری محکمہ کا ہر شخص حالات معمول پر لانے کا خواہاں ہے۔ انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی پر مغربی اور مشرقی پاکستان کے عوام کی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

22 مئی --- دونوں صوبوں میں مردم شماری

کمشنر رائے شماری مسٹر عبداللطیف نے ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ ملک بھر میں مردم شماری کا کام 15 دسمبر تک مکمل کر لیا جائے گا۔

22 مئی --- مختار رانا رہا

قومی اسمبلی کے رکن اور پیپلز پارٹی لائلپور کے چیئرمین مختار رانا کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔

22 مئی --- نیا بجٹ

صنعت و تجارت کے نمائندوں اور اعلیٰ سرکاری حکام کے دو روزہ اجلاس میں سفارشات کو قطعی شکل دے دی گئی۔ سرکاری ذرائع کے مطابق ان سفارشات کو آئندہ بجٹ میں شامل کیا جائے گا۔ انہی ذرائع کے مطابق پیداوار میں اضافہ اور مشرقی پاکستان میں صنعتی سرگرمیاں فوراً شروع کی جائیں گی۔ اقتصادی صورت حال کے بارے میں اعلیٰ سطح کے اس اجلاس میں اخراجات کم کرنے اور آمدنی بڑھانے پر بھی غور کیا گیا۔

23 مئی --- ولی خان مستعفی

خان عبدالولی خان نیشنل عوامی پارٹی کی صدارت سے مستعفی ہوگئے۔ ایک اخباری بیان میں انہوں نے کہا کہ پارٹی کے آئین کے مطابق انہیں جون 1968ء میں دو سال کے لیے منتخب کیا گیا تھا لیکن ملکی انتخابات میں التوا کے سبب پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے انہیں اپنا عہدہ برقرار رکھنے کی درخواست کی تھی لیکن اب وہ محسوس کرتے ہیں کہ اب ان کا بدستور صدر رہنا آئین کے منافی ہوگا۔

23 مئی --- اب دو طاقتیں ہیں --- فوج اور پیپلز پارٹی: بھٹو

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ اس وقت پاکستان میں دو طاقتیں ہیں، ایک پیپلز پارٹی اور دوسری مسلح افواج، اور ان دونوں طاقتوں کو ایسا سمجھوتہ کرنا چاہیے جو پاکستان کے مفاد میں ہو۔ بھٹو نے کہا کہ ان کی جماعت ملک میں بنیادی تبدیلیاں کرے گی کیونکہ یہ تبدیلیاں نہ کی گئیں تو ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ بھٹو نے کہا کہ ملک کو اس وقت انتہائی سنگین مسائل کا سامنا ہے ان پر اسی وقت قابو پایا جا سکتا ہے جب عوام قربانیاں دیں اور اپنے مشرقی پاکستانی بھائیوں میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنے میں معاون ثابت ہوں۔

23 مئی --- اشیائے خوردنی کی قیمتوں میں اضافہ

اشیائے خوردنی کی قیمتوں میں پندرہ سے بیس فیصد اضافہ ہوگیا۔ تاجروں کے لیے منافع کی حد مقرر کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

23 مئی --- نذیر چوہدری انتقال کر گئے

معروف ترقی پسند پبلشر نذیر احمد چوہدری حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئے۔ وہ مکتبہ نیا ادارہ اور "سویرا" کے مالک تھے۔

23 مئی --- ٹکا خان کا دورہ

گورنر مشرقی پاکستان ٹکا خان نے جیسور اور کھلنا کا دورہ کیا جہاں انہوں نے مقامی سول اور فوجی حکام سے انتظامی امور پر تبادلہ خیال کیا۔

24 مئی --- انتقال اقتدار کا حامی ہوں: یحییٰ

صدر یحییٰ نے ایک بیان میں کہا کہ وہ دو تین ہفتوں کے اندر، اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کو منتقل کرنے کے منصوبے کا اعلان کر دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ وہ انتقال اقتدار کا مقصد ضرور پورا کریں گے۔ صدر نے کہا کہ مشرقی پاکستان میں علیحدگی کی موجودہ تحریک سے انتقال اقتدار کی سکیم کو دھچکا پہنچا ہے تاہم یہ دھچکا عارضی تھا۔

24 مئی --- عوامی لیگ کے تمام ارکان کی رکنیت ختم نہیں کی جا سکتی

صدر یحییٰ نے کہا کہ کالعدم عوامی لیگ کے صرف ان منتخب اراکین کی رکنیت ختم کی جائے گی جنہوں نے عوام سے غداری کی ہے۔ ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے یحییٰ نے کہا کہ انتخابات انفرادی بنیادوں پر ہوئے تھے۔ اس لیے کسی کو محض اس لیے نشست سے محروم نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ایسی پارٹی کی وساطت سے منتخب ہوا ہے جسے اب کالعدم قرار دیا جا چکا ہے یحییٰ نے بتایا کہ لاقانونیت کے دوران خزانے اور بنکوں سے ساٹھ کروڑ روپیہ لوٹا گیا اس لیے مجرموں کو قرار واقعی سزا دی جائے گی لیکن گمراہ ہونے والوں کو عام معافی دے دی جائے گی۔

24 مئی --- مشرقی پاکستان میں عوام اور فوج کے درمیان رابطے پر زور

پاکستان پیپلز پارٹی کے وائس چیئرمین میاں محمود علی قصوری نے تجویز پیش کی کہ مشرقی پاکستان کی ممتاز شخصیتوں پر مشتمل ایک ایسی موثر ایجنسی قائم کی جائے جو مشرقی پاکستان میں عوام اور فوج کے درمیان رابطے کا کام کرے تاکہ ملک کی سالمیت اور اتحاد برقرار رکھنے کے لیے حقیقی معنوں میں مخلص اور محب وطن لوگ سامنے آ سکیں۔

24 مئی --- عبداللہ ملک کو سزا

سرسری فوجی عدالت نمبر ایک نے روزنامہ "آزاد" کی مجلس ادارت کے رکن اور ممتاز ادیب اور دانشور عبداللہ ملک کو مارشل لاء کے ضابطہ نمبر 6 اور 17 کی خلاف ورزی کے الزام میں پچاس ہزار روپے جرمانہ اور ایک سال قید بامشقت کی سزا سنا دی۔ عدالت نے اپنے فیصلے میں کہا کہ ان کی عمر کے پیش نظر کوڑوں کی سزا نہیں دی گئی۔

25 مئی --- بھارت کو پاکستان کی وارننگ

پاکستان نے بھارتی وزیراعظم کی جنگ کی دھمکی کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ پاکستان نے بھارت کو بتا دیا کہ وہ جنگ کے خطرناک راستے پر چلنے سے باز آ جائے۔

25 مئی --- عوامی لیگ کے ارکان اسمبلی پیپلز پارٹی میں شامل ہو جائیں گے؟

صدر یحییٰ کے اعلان کے بعد کہ آئندہ دو یا تین ہفتوں تک عوامی نمائندوں کو اقتدار کی منتقلی کے منصوبے کا اعلان کر دیا جائے گا، مشرقی پاکستان میں یہ توقع ظاہر کی گئی کہ کالعدم عوامی لیگ کے متعدد "محب وطن" ارکان اسمبلی اپنی پارٹی سے لاتعلقی کا اظہار کر کے پیپلز پارٹی میں شامل ہو جائیں گے۔

25 مئی --- سولہ تخریب کار گرفتار

پاکستانی بحریہ نے بھارت سے آنے والے سولہ تخریب کار گرفتار کر لیے۔

25 مئی --- عبداللہ ملک کو سزا دینے پر تنقید

پیپلز پارٹی کے رہنماؤں میاں محمود علی قصوری، مولانا کوثر نیازی اور مختار رانا نے فوجی عدالت سے عبداللہ ملک کو دی جانے والی سزا پر تنقید کی۔

25 مئی --- بجٹ میں خسارہ

حکومت کے قریبی ذرائع کے مطابق 72-1971ء کے بجٹ میں 150 کروڑ روپے کا خسارہ ہوگا۔ خسارے کی وجہ مشرقی پاکستان میں ہونے والے ہنگامے بتائے گئے۔

26 مئی --- بھارتی وزیراعظم کی دھمکی

اندرا گاندھی نے ایک بیان میں کہا کہ ہم مشرقی پاکستان کی صورت حال برداشت نہیں کر سکتے۔ پناہ گزینوں کے مسئلے سے برصغیر کا امن خطرے میں پڑ گیا ہے۔ ہم بڑی طاقتوں کی پروا کیے بغیر پاکستان کے خلاف فوجی کارروائی کریں گے۔

26 مئی --- مزدوروں، کسانوں کا مخالف میرا مخالف ہے: بھٹو

ذوالفقار علی بھٹو نے اعلان کیا کہ جو کوئی مزدوروں، کسانوں کی مخالفت کرتا ہے، وہ بھٹو کا مخالف ہے۔

26 مئی --- حمید شیخ کا انتقال

ملک کے کہنہ مشق صحافی اور ریڈیو ٹیلیویژن کے تبصرہ نگار حمید شیخ دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔

26 مئی --- نیپ ولی گروپ کا ہنگامی اجلاس

نیپ ولی گروپ کے صوبائی عہدیداروں کا دو روزہ ہنگامی اجلاس پارٹی کے جنرل سیکرٹری محمود الحق عثمانی کی رہائش گاہ پر طلب کر لیا گیا۔

31 مئی --- مشرقی پاکستان کے واقعات میں بھارت کا ہاتھ ہے: شیخ عبداللہ

ممتاز کشمیری رہنما شیخ محمد عبداللہ نے کہا کہ بھارت نے نام نہاد بنگلہ دیش کی زبانی حمایت کرتے وقت اپنے اس کردار کو فراموش کر دیا جو وہ گزشتہ 23 سال سے کشمیر میں ادا کر رہا تھا۔ کشمیری رہنما نے ایک اخباری انٹرویو میں کہا کہ ہمدردی سے قبل بھارت کو یہ سوچنا چاہیے تھا کہ خود اس نے کشمیریوں کو حق خود ارادیت سے محروم کر رکھا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس بات پر دنیا بھر کے عوام متفق ہیں کہ مشرقی پاکستان کے حالیہ واقعات میں بھارت کا ہاتھ ہے اور ملکی تحفظ کے لیے صدر یحییٰ کے حالیہ اقدام کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

31 مئی --- جمعیت مشرقی پاکستان کے ضمنی انتخابات میں حصہ لے گی

جمعیت العلمائے اسلام نے مشرقی پاکستان کے ضمنی انتخابات میں بھرپور حصہ لینے کا اعلان کر دیا۔ پارٹی کے رہنما مولانا غلام غوث ہزاروی نے کہا کہ صدر یحییٰ منتخب عوامی نمائندوں کو اقتدار منتقل کرنے کے لیے پر خلوص جدوجہد کر رہے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ موجودہ انتخابات کو منسوخ کر کے نئے انتخابات کرانے سے کروڑوں روپے کا ضیاع ہو گا۔

31 مئی --- باہر بھیجی جانے والی خبروں پر سنسر ختم

حکومت نے ملک سے باہر بھیجی جانے والی خبروں پر سنسر ختم کر دیا۔

31 مئی --- مشرقی پاکستان میں پانچ ارب روپے سے زائد نقصان

علیحدگی پسندوں اور بھارت کی مشترکہ سازش سے مشرقی پاکستان میں پانچ ارب روپے سے زائد نقصان ہوا۔

جون 1971ء

2 جون --- مغربی پاکستان پر حملہ کرنے کا مطالبہ

بھارتی پارلیمنٹ کے ایک رکن بابو راؤ پٹیل نے مسز اندرا گاندھی پر زور دیا کہ مغربی پاکستان پر حملہ کر دیا جائے کیونکہ پاکستان فوجی لحاظ سے کمزور ہو چکا ہے اور اندرا گاندھی کے لیے یہ سنہری موقع ہے کہ وہ مغربی پاکستان پر اچانک حملہ کر کے بھارت کی تقسیم سے قبل کی علاقائی سالمیت کو بحال کر لے۔

2 جون --- مشرقی پاکستان کے خلاف بھارت میں تربیتی کیمپ

بھارت نے مشرقی پاکستان پر حملے کے لیے 30 ہزار ملک دشمن عناصر کو تربیت دینی شروع کر دی۔ اس سلسلے میں سرحدوں کے ساتھ بارہ تربیتی کیمپ قائم کر دیئے گئے۔

2 جون --- اقتدار منتقل ہو گا: ہزاروی

جمعیت العلمائے اسلام کے رہنما مولانا غوث ہزاروی نے کہا کہ پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی ناکام کوشش کے بعد بھارت کی پاکستان کو دھمکیاں ایک مجرمانہ حرکت ہے۔ انہوں نے کہا کہ صدر کے تاریخی اعلان سے تمام شکوک و شبہات دور ہو گئے اور اب جلد ہی اقتدار عوام کے نمائندوں کو منتقل ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ صوبہ سرحد میں نیپ، جمعیت اور پیپلز پارٹی کی مخلوط حکومت بنے گی۔

2 جون --- پاکستان سٹیل مل اور روس کے درمیان معاہدہ

پاکستان سٹیل مل کارپوریشن اور سوویت یونین کے مابین کراچی سٹیل مل میں ایک اعلیٰ روسی ماہر کی خدمات کے لیے ایک معاہدے پر دستخط ہو گئے۔

11 جون --- فیروز عبداللہ کو پھانسی کی سزا

پولینڈ کے نائب وزیر خارجہ اور دوسرے افراد کو ہلاک کرنے کے جرم میں ملزم فیروز عبداللہ کو پھانسی کی سزا سنا دی گئی۔ ملزم نے پولینڈ کے صدر کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔ صدر یحییٰ نے خصوصی فوجی عدالت کے فیصلے کی توثیق کر دی۔

11 جون --- مشرقی پاکستان میں عام معافی کا اعلان

گورنر مشرقی پاکستان لیفٹیننٹ جنرل ٹکا خان نے صوبے میں عام معافی کا اعلان کر دیا۔ انہوں نے اپیل کی کہ جھوٹ پراپیگنڈے کے تحت وطن چھوڑ کر جانے والے واپس آ جائیں۔

11 جون --- ڈھاکہ میں کرفیو ختم

مارشل لاء حکام کے مطابق ڈھاکہ میں حالات معمول پر آنے کے باعث کرفیو ختم کر دیا گیا۔

19 جون --- مشرقی پاکستان پر حملے کا خطرہ: آغا ہلالی

آغا ہلالی نے کہا کہ مشرقی پاکستان میں بھارتی حملے کا خطرہ ہے اور بھارتی فوج نے سرحدوں پر مورچہ بندی کر لی ہے۔

28 جون --- دستور ساز اسمبلی ختم، آئین سازی کے لیے کمیٹی کا قیام

صدر یحییٰ نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ انہوں نے ایک آئینی کمیٹی قائم کر دی ہے جو آئین کا مسودہ تیار کر رہی ہے۔ مسودہ تیار ہو جانے پر اس کی دفعات کے بارے میں مختلف لیڈروں سے صلاح مشورہ کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ مختلف ماہرین اور رہنماؤں کے ساتھ بات چیت اور مشورہ کی روشنی میں آئین کو آخری شکل دی جائے گی۔ صدر نے کہا وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اسمبلی کے ذریعے آئین بنانا ممکن نہیں۔ موجودہ حالات میں وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ماہرین کی ایک جماعت سے آئین بنوائیں۔ انہوں نے کہا کہ قومی اسمبلی اس آئین میں ترمیم کر سکے گی۔ یہ آئین معاشرے کے مختلف طبقوں کے لیے مکمل معاشرتی اور اقتصادی انصاف کی ضمانت دے گا۔ یہ آئین وفاقی طرز کا ہوگا۔ صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خودمختاری ملے گی۔ لیکن وفاقی حکومت کو اتنے اختیارات حاصل ہوں گے کہ وہ خارجی اور اندرونی معاملات میں اپنی ذمہ داریاں پوری کر سکے۔ صدر نے کہا کہ انہوں نے آئینی کمیٹی سے یہ بھی کہا ہے کہ ایسی جماعت پر، جو ایک خاصے علاقے تک محدود ہو اور قومی نہ ہو، پابندی لگانا ملکی سالمیت کے لیے بہتر ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی جماعت کے اندر دو تین یا چار چھوٹی جماعتیں بن چکی ہیں تو وہ بھی ختم ہو جانی چاہییں۔ صدر نے کہا کہ ضمنی انتخابات لیگل فریم ورک آرڈر کے تحت ہوں گے اور کالعدم عوامی لیگ کے ممبر انفرادی حیثیت میں اسمبلی کے رکن رہ سکیں گے۔

اپنے اکیاون منٹ کے خطاب میں انہوں نے اعلان کیا کہ پاکستان علاقائی خودمختاری اور سالمیت کی حفاظت کے لیے پوری طرح تیار ہے۔ انہوں نے پاکستان کے معاملات میں بھارتی مداخلت پر تنقید کی اور کہا کہ قومی خودمختاری کے منافی کوئی امداد قبول نہیں کی جائے گی۔

صدر نے یہ اعلان بھی کیا کہ ضمنی انتخابات کے بعد قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے اجلاس باقاعدہ طور پر بلائے جائیں گے اور قومی اور صوبائی حکومتیں مارشل لاء کے تحت کام کریں گی۔ انہوں نے اس رائے سے اختلاف کیا کہ منتخب عوامی نمائندوں کو اس وقت تک اقتدار منتقل نہیں کیا جائے گا جب تک حالات پوری طرح معمول پر نہیں آ جاتے۔ انہوں نے اس رائے کو انتہائی غیر پسندانہ اور ناقابل عمل قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ اس رائے میں قومی زندگی کے ایک انتہائی اہم پہلو کو بھی نظر انداز کر دیا گیا کہ حالات مکمل طور پر اس وقت تک معمول پر نہیں آ سکتے جب تک عوام کو انتظامیہ میں شریک نہیں کر لیا جاتا۔

28 جون --- یحییٰ کے اعلان کا خیر مقدم

ارباب سکندر، قیوم خان، دولتانہ، مفتی محمود، مولانا مودودی، نوابزادہ نصر اللہ اور کئی دیگر رہنماؤں نے صدر کی تقریر کا خیر مقدم کیا۔ پیپلز پارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ وہ پارٹی سے مشورہ کیے بغیر صدر کی تقریر پر کوئی تبصرہ نہیں کریں گے۔ انہوں نے اخبارات اور سیاسی سرگرمیوں پر سے پابندیاں اٹھانے کا مطالبہ کیا۔

28 جون --- یحییٰ کی آوز بھرا گئی

اخباری اطلاعات کے مطابق اپنی تقریر کے دوران صدر یحییٰ جب عوام سے اتحاد کی جذبات انگیز اپیل کر رہے تھے تو ان کی آواز بھرا گئی اور آنکھیں پرنم ہو گئیں۔

جولائی 1971ء

3 جولائی --- مشرقی پاکستان پر بھارت کا حملہ

حکومت پاکستان کے ایک احتجاجی مراسلے میں کہا گیا کہ بھارت نے مشرقی پاکستان پر فضائی حملہ کر دیا ہے۔ پانچ طیاروں نے دیناج پور کے علاقے میں مشین گنوں سے گولیاں برسائیں۔ ہوائی حملہ کے بعد امرکھانہ پر مارٹر توپوں سے زبردست گولہ باری کی گئی۔ پانچ سو بھارتی فوجیوں نے پاکستانی سرحد کے اندر راجسپور کی چوکی پر حملہ کر دیا۔

5 جولائی --- اقتدار منتقل کیا جائے: بھٹو

ذوالفقار علی بھٹو نے اس مطالبہ کا اعادہ کیا کہ ملک کو درپیش موجودہ بحران پر قابو پانے کے لیے اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کو منتقل کر دیا جائے۔ ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ پاکستان کو اپنی تاریخ کے بدترین بحران کا سامنا ہے۔ انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ ان کی جماعت عوام کی مدد سے موجودہ مسائل پر قابو پا لے گی۔ بھٹو نے کہا کہ اس وقت انہیں تاشقند جیسی مشکل کا سامنا ہے۔

5 جولائی --- ٹیکسوں کی رعایتیں واپس لینے کی سفارش

ٹیکسیشن کمیشن نے زرعی نجی مرکزی ایکسائز اور مقامی ٹیکسوں کی رعائتیں واپس لینے کی سفارش کر دی۔

5 جولائی --- عوامی لیگ سے علیحدگی کا اعلان

نواکھلی سے عوامی لیگ کے منتخب رکن مجیب الرحمٰن تعلقدار نے پارٹی سے علیحدگی کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ انہیں اپنی پارٹی کے اور شیخ مجیب کی علیحدگی کے عزائم کا علم نہیں تھا۔ انہوں نے صدر یحیٰی کی طرف سے کئے گئے اقدامات کی تعریف کی اور فوج کے کردار کو سراہا۔

6 جولائی --- تاج الدین بیروت میں

مشرقی پاکستان کے رہنماؤں مولوی فرید احمد نے انکشاف کیا کہ نام نہاد بنگلہ دیش کے وزیراعظم تاج الدین احمد بھارت کے مشن پر بیروت میں ہیں اور عوامی لیگ کے اقتصادی ماہر رحمان سبحان اور لندن میں مقیم پاکستانی طالب علموں کے رہنما طارق علی بھی ان کے ساتھ ہیں۔

6 جولائی --- بھٹو کی تہران روانگی

پیپلز پارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو، شہنشاہ ایران کی دعوت پر تہران روانہ ہوگئے۔

6 جولائی --- پاکستان دولت مشترکہ سے نکل جائے : ہزاروی

جمعیت العلمائے اسلام کے جنرل سیکرٹری مولانا غلام غوث ہزاروی نے حکومت پاکستان پر زور دیا کہ برطانیہ کے موجودہ پاکستان دشمن رویے کے باعث دولت مشترکہ سے علیحدگی اختیار کرلی جائے۔

11 جولائی --- بھٹو پر نکتہ چینی

قیوم خان نے ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ سیاسی جماعتوں کو ملک میں غیر فوجی حکومت کے قیام پر زور نہیں دینا چاہیے۔ قیوم خان کا اشارہ بھٹو کے اس سلسلے کے مطالبے کی طرف تھا کہ ملک میں غیر فوجی حکومت قائم کی جائے۔ نوابزادہ نصراللہ نے بھٹو کی اس تجویز پر نکتہ چینی کی جس میں بھٹو نے کہا تھا کہ حکومت کو عوامی لیگ اور اس کے رہنما شیخ مجیب الرحمٰن کے ساتھ مصالحتی فارمولا طے کرلینا چاہیے۔ جماعت اسلامی نے بھٹو کے خلاف کاروائی کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ حکومت پیپلز پارٹی کی بیرون ملک خفیہ سرگرمیوں کی تحقیقات کرے۔

11 جولائی --- بھٹو کی تردید

بھٹو نے قیاس آرائیوں کی تردید کر دی کہ وہ بھارت اور پاکستان کے درمیان ثالثی کے بارے میں شہنشاہ ایران سے بات چیت کرنے کے لیے ایران گئے تھے۔

11 جولائی --- پاکستان کو اسلحہ کی فراہمی بند

حکومت فرانس نے پاکستان کو اسلحہ کی فراہمی بند کر دی۔

11 جولائی --- کسنگو، کمال حسین ملاقات کی تردید

پاکستان کے ایک سرکاری ترجمان نے اس امر کی تردید کی ہے کہ امریکی صدر نکسن کے سیاسی مشیر ڈاکٹر کسنگر نے نتھیاگلی میں قیام کے دوران عوامی لیگ کے رہنما ڈاکٹر کمال حسین سے ملاقات کی ہے۔ یاد رہے کہ ڈاکٹر کمال حسین اس وقت میانوالی جیل میں بند تھے۔

12 جولائی --- بھٹو، یحیٰی سے ملیں گے

پیپلز پارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ وہ 14 جولائی کو راولپنڈی جا رہے ہیں جہاں پارٹی کی مرکزی کمیٹی کی میٹنگ کے بعد، وہ جس قدر جلد ممکن ہوا، صدر یحیٰی سے ملاقات کریں گے۔ بھٹو نے حکومت سے پریس پر سے سنسرشپ ہٹانے اور سیاسی سرگرمیوں پر سے پابندی ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔
بھٹو نے اپنے بیان میں بی بی سی کی اس رپورٹ کو بالکل بے بنیاد قرار دیا کہ انہوں نے ایران میں یہ کہا تھا کہ حکومت کو کالعدم عوامی لیگ کے لیڈروں سے بات چیت کرنی چاہیے۔
انہوں نے کہا کہ علیحدگی پسند عناصر کے ساتھ مذاکرات کرنے کا سوال نہ تو پہلے پیدا ہوا ہے اور نہ آئندہ ہو سکتا ہے۔ بھٹو نے کہا کہ بی بی سی نے ان کے انٹرویو کا کچھ سے کچھ بنا دیا۔

12 جولائی --- تینوں لیگوں میں انضمام ہو جائے گا: خٹک

پاکستان مسلم لیگ قیوم گروپ کے چیف آرگنائزر اور قومی اسمبلی کے رکن یوسف خٹک نے امید ظاہر کی کہ مشرقی پاکستان میں ضمنی انتخابات سے پہلے پہلے مسلم لیگ کے تینوں دھڑوں میں انضمام ہو جائے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ متحدہ مسلم لیگ کی قیادت کے لیے خان قیوم خان موزوں شخص ہیں۔

12 جولائی --- کسنگو کے متعلق افواہیں تشویشناک ہیں: بھٹو

ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ ہنری کسنگر کے متعلق جس قدر افواہیں ان تک پہنچی ہیں وہ اگر درست ہیں تو بڑی تشویش کی بات ہے۔

12 جولائی --- سردار صادق کا انتقال

ممتاز سیاسی و سماجی کارکن سردار صادق بیالیس سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

12 جولائی --- خرم مراد لندن پہنچ گئے

جماعت اسلامی کے رکن خرم مراد لندن پہنچ گئے۔ وہ مشرق...

کے اصل حقائق سے دنیا کو باخبر کرنے کے لیے مختلف ملکوں کے دورے پر تھے۔

14 جولائی --- دولتانہ اور فضل القادر کا اتحاد

پاکستان مسلم لیگ اور پاکستان کونشن لیگ میں ادغام کا سمجھوتہ ہوگیا۔ یہ سمجھوتہ ممتاز دولتانہ اور فضل القادر چوہدری کے درمیان سات گھنٹے کے مذاکرات کے بعد طے ہوا۔ اس معاہدے کے بعد مسلم لیگ قیوم گروپ اکیلا رہ گیا۔ قیوم خان نے ایک بیان میں امید ظاہر کی کہ تینوں دھڑوں کا انضمام ہو جائے گا۔

14 جولائی --- امریکی امداد بند

امریکہ نے پاکستان کو دی جانے والی اقتصادی اور فنی امداد عارضی طور پر بند کر دی۔ یہ امداد اس وقت تک رکی رہے گی جب تک امریکہ کو مشرقی پاکستان کے ترقیاتی منصوبوں کی فہرست موصول نہیں ہو جاتی۔

15 جولائی --- دوبارہ انتخابات کرائے جائیں: فضل القادر

پاکستان مسلم لیگ (کنونشن) کے صدر فضل القادر چوہدری نے تجویز پیش کی کہ صدر یحیٰی ملک کو درپیش سنگین مسائل کے پیش نظر اپنی صدارت میں ملک کی تمام سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کی ایک مشترکہ کانفرنس طلب کریں کیونکہ اس طریقہ سے مشرقی پاکستان کی سنگین صورت حال کو معمول پر لایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہاں کی صورت حال کو بہتر بنانے کا ایک ہی طریقہ باقی رہ گیا ہے کہ ضمنی انتخابات کی بجائے سارے صوبے میں انتخابات نئے سرے سے کرائے جائیں۔

12 جولائی --- جلد از جلد سول حکومت قائم کی جائے: اصغر خان

تحریک استقلال کے رہنما ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان نے کہا کہ مشرقی پاکستان کا مسئلہ سیاسی نوعیت کا ہے اور اسے خوش اسلوبی سے حل کرنے اور حالات کو معمول پر لانے کے لیے سیاسی حل تلاش کرنا ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ جلد از جلد سول حکومت بحال کر کے فوج کو صرف اس کی امداد کا کام سونپا جائے۔ ورنہ حالات مزید پیچیدہ ہو جائیں گے۔ ایئر مارشل نے کہا کہ حکومت اگر اس مسئلے کو موثر طور پر حل کرنا چاہتی ہے تو اسے اپنی موجودہ پالیسی تبدیل کرنا ہوگی۔

12 جولائی --- صدر کی تقریر پر غور

پیپلز پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے اجلاس میں صدر کی تقریر پر غور کیا گیا۔ بھٹو' صدر سے ملاقات کے بعد اپنے فیصلے کا اعلان کریں گے۔

12 جولائی --- کشیدگی دور نہ ہوئی تو حالات بے قابو ہو جائیں گے

پاکستان کا دورہ کرنے والے آسٹریلیا کے پارلیمانی رکن مسٹر لیونارڈ سٹینلے ریڈ نے کہا کہ پاک' بھارت سرحدوں پر کشیدگی اور بے گھر افراد کی واپسی میں رکاوٹ کی ذمہ داری بھارت پر عائد ہوتی ہے انہوں نے کہا کہ پاک' بھارت کشیدگی دور نہ ہوئی تو حالات قابو سے باہر ہو جائیں گے۔

16 جولائی --- نکسن چین کا دورہ کریں گے

امریکی صدر نکسن نے اعلان کیا کہ وہ مئی 72ء سے پہلے چین کا دورہ کریں گے۔ چینی وزیراعظم چو این لائی کی دعوت کو منظور کرتے ہوئے نکسن نے کہا کہ دنیا میں مستقل اور دیرپا امن کے لیے ضروری ہے کہ پچھتر کروڑ چینی بھی ان کوششوں میں شریک ہوں' اس سے قبل 9 سے 11 جولائی تک صدر نکسن کے قومی سلامتی کے مشیر ڈاکٹر کسنگر اور وزیراعظم چو این لائی کے درمیان پیکنگ میں مذاکرات ہوئے۔ کسنگر جو اس سے قبل نتھیا گلی میں مقیم تھے' بالآخر پاکستان کی کوششوں سے پیکنگ پہنچ گئے اور اس کے ساتھ ہی ان کی پاکستان میں موجودگی کے حوالے سے تمام قیاس آرائیوں کا خاتمہ ہو گیا۔

16 جولائی --- بھٹو --- یحیٰی ملاقات

ذوالفقار علی بھٹو نے یحیٰی خان سے اپنی ملاقات پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ صدر سے ایک بار پھر ملیں گے اور اگر مذاکرات انہی خطوط پر جاری رہے تو بحران پر قابو پا لیا جائے گا۔

16 جولائی --- بھارتی طیاروں کی پرواز

بھارتی طیاروں نے مغربی پاکستان کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کی۔

17 جولائی --- میں مغربی پاکستان کی آواز ہوں: بھٹو

بھٹو نے ایک بیان میں کہا کہ ان کی جماعت موجودہ حقائق' عوامی خواہشات اور امنگوں کے دائرہ کار میں رہ کر مفاہمت کی ہر ممکن کوشش کرے گی۔ بھٹو نے کہا کہ آئندہ تین چار ماہ اہم اور نازک ہوں گے۔ اگر ہم کامیاب نہ ہوئے تو یہ ملک کے لیے المناک ہوگا۔ بھٹو نے کہا کہ صدر سے وقتاً" فوقتاً" ملاقات ہوتی رہے گی۔

17 جولائی --- کسنگر کے دورہ چین پر پاکستان کی تعریف

امریکہ کے صدر نکسن کے دورہ چین کے فیصلے کے بعد پاکستان کے لیے مغربی ممالک کی اضافی امداد کے امکانات روشن ہوگئے۔ علاوہ ازیں بین الاقوامی طور پر پاکستان کا وقار بھی بلند ہوا۔ مبصرین کے مطابق پاکستان نے جس خوبی اور کامیابی سے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا' اس سے پاکستان کی اعلیٰ سفارتی اقدار کا پتہ چلتا ہے۔ پاکستان نے دنیا کی دو بڑی طاقتوں کو قریب لانے کی جدوجہد کر کے بین الاقوامی امن کے قیام میں قابل ذکر کردار ادا کیا۔

17 جولائی --- ہم اپنے بھائیوں کی امداد جاری رکھیں گے: یحییٰ

صدر یحییٰ خان نے جموں و کشمیر کے عوام کو یقین دلایا کہ پاکستان بیرونی غلبے کے خلاف ان کی جدوجہد کی مسلسل حمایت کرتا رہے گا۔

19 جولائی --- مجیب کے خلاف مقدمہ

صدر یحییٰ نے فنانشل ٹائمز کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ وہ ملک میں کٹھ پتلی حکومت بنانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے صدر نے انکشاف کیا کہ شیخ مجیب الرحمٰن کے خلاف بہت جلد خفیہ فوجی عدالت میں مقدمہ شروع کر دیا جائے گا۔ مجیب کو اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے وکیل کرنے کا اختیار ہوگا لیکن وکیل کوئی پاکستانی ہونا چاہیے۔ سزا فوجی عدالت دے گی۔ لیکن صدر کو اس کی توثیق کا اختیار ہوگا۔ فنانشل ٹائمز نے خیال ظاہر کیا کہ سزا میں تخفیف کی گنجائش ہوگی۔

19 جولائی --- عوام کے خلاف حکومت سے تعاون نہیں ہوگا: بھٹو

ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ انہوں نے اقتدار کے حصول کے لیے کوئی باقاعدہ مطالبہ نہیں کیا البتہ یہ ضرور کہا ہے کہ اس سلسلے میں بات چیت کی جائے۔ بھٹو نے کہا کہ اگر انہیں اقتدار کی ہوس ہوتی تو وہ اسے بہت پہلے حاصل کر لیتے۔

19 جولائی --- دسمبر میں قومی حکومت قائم ہو جائے گی

دارالحکومت کے باخبر سیاسی ذرائع کے مطابق 19 دسمبر تک حکومت کے قیام کا امکان تھا۔ ذرائع کے مطابق ملک کے ایک حصے سے صدر اور دوسرے حصے سے وزیراعظم لیا جائے گا۔ یہ بھی پتہ چلا کہ اس سلسلے میں نومبر میں قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کیا جائے گا۔

20 جولائی --- فوج مسائل حل نہیں کر سکتی: بھٹو

ایک استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ انتقال اقتدار کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں اور یہ فوج ملکی مسائل کو حل نہیں کر سکتی۔ بھٹو نے کہا کہ وہ انتقال اقتدار کے لیے چار ماہ انتظار کرنے کے لیے تیار ہیں بشرطیکہ اس میں مزید تاخیر نہ کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ اب تین ماہ باقی رہ گئے ہیں۔ بھٹو نے اعلان کیا کہ وہ موت سے نہیں ڈرتے اور آخری دم تک جدوجہد کریں گے۔ انہوں نے مشرقی پاکستان کے اصل نمائندوں کو اقتدار منتقل کرنے کی حمایت کی اور کہا کہ اگر کٹھ پتلی افراد اور نام نہاد پارٹیوں کو مشرقی پاکستان کے نام پر مسلط کرنے کی کوشش کی گئی تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ کوئی پسند کرے یا نہ کرے' وہ عوام کی آواز ہیں۔ انہوں نے اس بات کی بھی تردید کی کہ انہوں نے صدر یحییٰ کا انتقال اقتدار کا منصوبہ غیر مشروط طور پر تسلیم کر لیا ہے۔

20 جولائی --- انتقال اقتدار نہیں: قیوم خان

مسلم لیگ قیوم گروپ کے سربراہ قیوم خان نے اعلان کیا کہ انتقال اقتدار کی ہر کوشش ناکام بنا دی جائے گی۔

21 جولائی --- پیپلز پارٹی کا وفد مشرقی پاکستان جائے گا

ایک انٹرویو میں ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ ان کی پارٹی کا ایک وفد عنقریب مشرقی پاکستان جائے گا انہوں نے کہا کہ آئین کے مسئلے پر وہ صدر یحییٰ سے مزید ملاقات کریں گے۔

21 جولائی --- صدر یحییٰ سے اصغر خان کی ملاقات

تحریک استقلال کے رہنما ایئر مارشل اصغر خان نے ایبٹ آباد میں صدر یحییٰ سے ملاقات کی۔

21 جولائی --- مغربی پریس کا رویہ

برطانوی مورخ پروفیسر رش بروک ولیمز نے کہا کہ مغربی ممالک پاکستان کے واقعات کو غلط رنگ میں پیش کرنے پر نادم ہیں۔ مشرقی پاکستان کے چار روزہ دورے کے لیے روانگی سے قبل کراچی کے ہوائی اڈے پر انہوں نے کہا کہ پاکستان کے متعلق مغربی ممالک کا پراپیگنڈہ بالکل جانبدارانہ ہے۔

21 جولائی --- جمہوریت کی ضرورت نہیں: دولتانہ

کونسل مسلم لیگ کے صدر میاں ممتاز دولتانہ نے کہا کہ جمہوریت ملک کو چلانے کے لیے بہترین طرز حکومت ہے لیکن اگر جمہوریت پاکستان کے لیے خطرہ ہو تو ہمیں اس کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں انہوں نے مزید کہا کہ موجودہ حکومت پاکستان کی نمائندہ حکومت ہے اور وہ

انتقال اقتدار کی کوششیں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

25 جولائی --- بھٹو نے پارٹی کے رہنماؤں کا اجلاس طلب کر لیا

پاکستان پیپلزپارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے شیخ محمد رشید اور دوسرے رہنماؤں کو کراچی طلب کر لیا۔ شیخ رشید نے کراچی روانگی سے قبل لاہور ریلوے سٹیشن پر بتایا کہ پارٹی کا یہ اجلاس سیاسی صورت حال کے لیے ایک اہم موڑ ثابت ہوگا۔ انہوں نے خیال ظاہر کیا کہ بہتر وقت قریب آ رہا ہے اور اس امر کے امکانات ہیں کہ اس اجلاس میں مشرقی پاکستان کے ضمنی انتخابات کے متعلق اہم فیصلے کیے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ پارٹی ضمنی انتخابات میں حصہ لے گی۔

25 جولائی --- انتقال اقتدار کے مخالف غدار ہیں: قصوری

پیپلزپارٹی کے وائس چیئرمین محمود علی قصوری نے ایک بیان میں کہا کہ عوامی نمائندوں کو انتقال اقتدار کی مخالفت کرنے والے دراصل غدار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان عناصر کا سیاسی جنازہ اٹھ چکا ہے۔

25 جولائی --- عوامی لیگی رکن اسمبلی کی سیاسی سرگرمیاں

عوامی لیگ کے صوبائی رکن اسمبلی ایس بی زمان نے بھٹو سے مشرقی پاکستان کا جلد دورہ کرنے کی اپیل کی اور کہا کہ وہ کراچی میں صدر یحییٰ سے بھی ملاقات کریں گے۔ ایک بیان میں انہوں نے کہا کہ مشرقی پاکستان میں صورت حال کو زیادہ تیزی سے معمول پر لانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اقتدار جلد از جلد عوامی نمائندوں کو منتقل کر دیا جائے۔

28 جولائی --- سلامتی کونسل کا اجلاس بلانے کی تجویز مسترد

سلامتی کونسل نے سیکرٹری جنرل اوتھاں کی اس تجویز کو مسترد کر دیا کہ پاکستان اور بھارت کی سرحدوں پر پائی جانے والی کشیدگی' چونکہ امن عالم کے لیے خطرہ ہے لہٰذا اس پر غور کرنے کے لیے سلامتی کونسل کا اجلاس بلایا جائے۔ بھارت نے بھی سلامتی کونسل کا اجلاس بلانے کی تجویز مسترد کر دی۔

28 جولائی --- عوامی لیگ کے غدار اراکین کی فہرست

مشرقی پاکستان میں بغاوت کے سلسلے میں مرکزی حکومت کی اعلیٰ سطحی تحقیقات حکومت کے سامنے پیش کر دی گئیں۔ باخبر حلقوں کے مطابق مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی تحریک میں کئی سرکاری ملازمین بھی ملوث پائے گئے۔ بتایا گیا کہ "شیخ مجیب سمیت اسمبلی کے غدار اراکین اور ان افسروں کے خلاف مقدمے چلانے کی ابتدائی تیاریاں مکمل کر لی گئیں۔ اگست کے پہلے ہفتے میں ان کی فہرست شائع کر دی جائے گی۔

28 جولائی --- نور خان کونسل لیگ کے تمام عہدوں سے مستعفی

ایئر مارشل نور خان نے کونسل مسلم لیگ کے تمام عہدوں سے استعفیٰ دے دیا۔

29 جولائی --- بھارتی وزیر خارجہ کی دھمکی

بھارتی وزیر داخلہ نے پارلیمنٹ میں ایک بیان میں کہا کہ بھارت پاکستان سے نپٹنے کے لیے بالکل تیار ہے اور فوجوں کو جنگ کے لیے تیار رہنے کا حکم دے دیا گیا ہے۔

29 جولائی --- یحییٰ' بھٹو ملاقات

ذوالفقار علی بھٹو نے ایک بیان میں کہا کہ انہوں نے اور ان کی پارٹی کے دیگر ارکان نے یحییٰ خان سے مفید اور بار آور بات چیت کی ہے۔ بھٹو نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ یحییٰ خان سے ان کے مذاکرات جاری رہنے کا امکان ہے۔

29 جولائی --- امریکی اسلحے کے جہاز پاکستان روانہ

اخباری رپورٹوں کے مطابق' چین میں کسنگر کے دورے کو ممکن بنانے کے عوض پاکستان کو امریکی اسلحے کی ترسیل جاری ہے اور امریکی اسلحے کے کئی جہاز پاکستان روانہ ہوگئے۔

29 جولائی --- ایک لاکھ سے زائد افراد کی وطن واپسی

سرحد پار بھارت سے مشرقی پاکستان واپس آنے والے افراد کی تعداد ایک لاکھ سے تجاوز کر گئی۔

30 جولائی --- بحران بیرونی طاقتوں کا پیدا کردہ ہے: دولتانہ

کونسل مسلم لیگ کے رہنما میاں ممتاز دولتانہ نے کہا کہ مشرقی پاکستان کے حالیہ بحران کی ذمہ داری وہاں کے عوام پر نہیں ڈالی جا سکتی۔ یہ بحران بعض بیرونی طاقتوں نے پیدا کیا ہے تاکہ پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جا سکیں۔

30 جولائی --- یونیورسٹی آرڈی نینس میں ترمیم

پنجاب یونیورسٹی آرڈی نینس میں ترمیم کے باعث متعدد ترقی پسند رہنما یونیورسٹی یونین کے انتخابات میں حصہ نہیں لے سکیں گے۔

30 جولائی --- پیپلزپارٹی کی جانب سے آئین کا مسودہ تیار

پیپلز پارٹی کی دستور کمیٹی نے وفاقی آئین کا مسودہ تیار کر لیا ہے۔ آئینی تجاویز کے مطابق ملک میں وفاقی طرز حکومت رائج کرنے کی سفارش کی گئی۔

اگست 1971ء

2 اگست --- صدر یحییٰ کا بیان

صدر یحییٰ نے ایک انٹرویو میں کہا کہ اگر پورے ملک کی قومی اسمبلی نے ان سے درخواست کی تو وہ صدر برقرار رہیں گے۔ پیپلز پارٹی کے انتقال اقتدار کے مطالبے کا جواب دیتے ہوئے صدر یحییٰ نے کہا کہ بھٹو کی صرف ایک حصے میں اکثریت ہے جبکہ غیر فوجی حکومت دونوں بازوؤں کا نمائندہ ہونی چاہیے۔ اس لئے پیپلز پارٹی کو حکومت نہیں مل سکتی۔ صدر نے کہا کہ اکتوبر میں یا سال کے آخر تک اقتدار منتقل کر دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ پہلے قومی اسمبلی مکمل ہوگی۔ پھر وہ غیر فوجی حکومت قائم کرے گی۔ کسی فرد یا پارٹی کو اقتدار نہیں ملے گا۔

عوامی لیگ کے بارے میں جنرل یحییٰ نے کہا کہ عوامی لیگ کی فتح دہشت گردی اور دھاندلی کا نتیجہ تھی لیکن اس وقت انہیں اس کی صحیح اطلاع نہیں ملی۔ صدر نے کہا کہ وہ بھارتی لیڈروں سے بات چیت کے لیے تیار ہیں لیکن بے گھر افراد کا معاملہ ایک انسانی مسئلے کے طور پر زیر غور آنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ وہ مشروط غیر ملکی امداد منہ پر دے ماریں گے اور وہ کسی دباؤ میں نہیں آئیں گے۔

2 اگست --- پاکستان کو خطرات کا سامنا ہے

پاکستانی مسلح افواج کے چیف آف سٹاف جنرل عبدالحمید خان نے کہا کہ پاکستان کو خطرات درپیش ہیں۔

4 اگست --- بھارت کو منہ توڑ جواب دیا جائے گا: یحییٰ

جنرل یحییٰ نے دنیا بھر کے ملکوں کو متنبہ کیا کہ اگر بھارت نے مشرقی پاکستان پر حملہ کیا تو مغربی پاکستان سے جوابی کاروائی کی جائے گی۔ صدر نے کہا کہ وہ جنگ سے نفرت کرتے ہیں لیکن ملکی دفاع کے لیے بھرپور جنگ لڑیں گے۔

صدر نے اس عزم کا بھی اظہار کیا کہ آئندہ تین چار ماہ کی مدت تک اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کو منتقل کر دیا جائے گا۔ پی ٹی وی کو انٹرویو دیتے ہوئے ہوئے یحییٰ نے کہا کہ مجیب نے پاکستان کی مخالفت کی ہے اس لئے ملکی قوانین کے مطابق اس پر مقدمہ چلایا جائے گا۔

5 اگست --- مشرقی پاکستان پر وائٹ پیپر جاری کر دیا گیا

حکومت نے مشرقی پاکستان کے واقعات کے بارے میں وائٹ پیپر جاری کر دیا۔ اس میں الزام لگایا گیا کہ دہشت گردوں نے ایک لاکھ انسان کو تہ تیغ کر دیا اور عوامی لیگ فیڈریشن کی بجائے کنفیڈریشن بنانا چاہتی تھی۔ وائٹ پیپر کے مطابق ایسٹ پاک رجمنٹ اور ایسٹ پاکستان رائفلز نے بعض علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ سارا اسلحہ ڈھاکہ یونیورسٹی میں تھا جہاں نشانہ بازی کی مشق ہوتی تھی۔ سڑکوں اور گلی کوچوں میں مسلح ہجوم گشت کر رہے تھے۔ ڈھاکہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن بنگلہ دیش کا ترانہ بجا رہا تھا۔ بڑے شہروں میں ہتھیاروں کے انبار لگے تھے اور ایسٹ پاکستان رائفلز اور ایسٹ پاکستان رجمنٹ باغیوں سے مل چکی تھیں۔ ایسٹ پاکستان رائفلز میں غیر بنگالیوں کا صفایا کر کے لاشوں سے بھری ٹرین بھارت میں بھیج دی گئی۔

وائٹ پیپر میں دعویٰ کیا گیا کہ 24 مارچ کو باغیوں نے آزاد مشرقی بنگال کے حصول کے لیے اعلان جنگ کر دیا مجیب نے فوج کے سابق کرنل عثمانی کو کمانڈر مقرر کر دیا اور پاک افواج کو چیلنج کیا کہ عوام میرے ساتھ ہیں، تم جو چاہو کر لو۔ مجیب کی مکتی فوج کا پہلا نشانہ چاٹگام تھا۔ دوسرے مرحلے میں ڈھاکہ پر قبضہ کیا جانا تھا اور آخری مرحلے میں پاک فوج کا صفایا۔

وائٹ پیپر میں مزید کہا گیا کہ کلیدی مراکز پر باغیوں کے قبضے کی صورت میں بھارتی فوج مشرقی پاکستان میں داخل ہونے کے لیے تیار کھڑی تھی۔ بھارتی فضائیہ اور بحریہ بھی حرکت میں آ چکی تھی۔ وائٹ پیپر نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ پیپلز پارٹی اور عوامی لیگ دونوں علاقائی جماعتیں تھیں۔

9 اگست --- روس اور بھارت میں دفاعی معاہدہ

بھارت اور روس کے درمیان دوستی اور باہمی تعاون کے ایک معاہدے پر نئی دہلی میں دستخط ہو گئے جس میں مشترکہ دفاع کو سرفہرست رکھا گیا۔ معاہدے کے تحت دونوں ملک ایک دوسرے پر کسی بیرونی حملے کو اپنے ملک پر حملہ تصور کریں گے۔ معاہدے پر دونوں ملکوں کے وزرائے خارجہ گرومیکو اور سورن سنگھ نے دستخط کیے۔

9 اگست --- مجیب کے خلاف مقدمے کی سماعت جلد شروع ہوگی

عوامی لیگ کے صدر شیخ مجیب الرحمٰن کے خلاف پاکستان سے جنگ لڑنے اور دوسرے الزامات کی سماعت خاص فوجی عدالت میں 10 اگست سے شروع ہو جائے گی۔ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے ہیڈ کوارٹرز سے جاری ہونے والے ایک پریس نوٹ میں اعلان کیا گیا کہ سماعت بند کمرے میں ہوگی اور شیخ مجیب کو اپنی صفائی پیش کرنے کی تمام سہولتیں

مہیا کی جائیں گی۔ جن میں اپنی مرضی کا وکیل مقرر کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔

9 اگست --- شیخ مجیب زندہ ہیں: یحییٰ

صدر یحییٰ نے سنڈے ٹائمز کو ایک انٹرویو میں بتایا کہ شیخ مجیب الرحمٰن زندہ ہیں اور مغربی پاکستان کی کسی جیل میں انہیں اعلیٰ درجے کی کلاس میں رکھا گیا ہے صدر نے کہا کہ وہ زیادہ سے زیادہ اس وقت شیخ مجیب کی زندگی کی ضمانت دے سکتے ہیں لیکن ہمیشہ کے لیے نہیں۔ صدر نے مزید کہا کہ شیخ مجیب پر ملکی قانون کے تحت مقدمہ چلایا جائے گا۔ تاہم اس بات کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ وہ کل ہی انہیں گولی مارنے کا حکم دینے والے ہیں۔ صدر نے کہا شیخ مجیب قدرتی موت بھی مر سکتے ہیں۔ یحییٰ نے بتایا کہ شیخ مجیب بہت بولتے ہیں اور بنگالی کھانا کھاتے ہیں۔

9 اگست --- مشرقی پاکستان پر بھارتی گولہ باری

مشرقی پاکستان کے سرحدی علاقے میں بھارت کی مسلسل گولہ باری سے بیس پاکستانی ہلاک اور متعدد زخمی ہوگئے۔

9 اگست --- عوامی لیگ کے اہل ارکان کو پیپلزپارٹی میں شمولیت کی دعوت

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے اعلان کیا کہ وہ آئندہ چند ہفتوں میں مشرقی پاکستان کا دورہ کریں گے تاکہ قومی اسمبلی کے ان ارکان سے رابطہ کر سکیں جن کی رکنیت بحال کر دی گئی ہے۔

وائٹ پیپر میں پیپلز پارٹی کو علاقائی جماعت قرار دینے پر پارٹی کے چیئرمین نے برہمی کا اظہار کیا۔

10 اگست --- مشرقی پاکستان پر بھارتی حملے

بھارت کی باقاعدہ فوج نے مشرقی پاکستان پر حملے شروع کر دیئے۔

10 اگست --- بھارت۔ روس معاہدے پر ردعمل

گزشتہ روز روس، بھارت دفاعی معاہدے پر پاکستان کے سرکاری حلقوں نے زبردست حیرت کا اظہار کیا اور کہا کہ بھارت کی غیر جانبدارانہ پالیسی بے نقاب ہوگئی۔ بھٹو نے اس معاہدے کو پاکستان کے خلاف جارحیت قرار دیا اور کہا کہ ہم مرعوب نہیں ہوں گے۔ دولتانہ نے کہا کہ یہ معاہدہ پاکستان کے خلاف سازش ہے۔ صدر یحییٰ نے کہا کہ بھارت کی طرف سے حملہ یقینی ہے۔

نیویارک ٹائمز نے اپنے اداریے میں روس، بھارت دفاعی معاہدے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ اس سے پاک و ہند میں سنگین صورت حال پیدا ہوگئی ہے اور اس سے بڑی طاقتوں کے ملوث ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

10 اگست --- مجیب کے خلاف مقدمے پر امریکی تشویش

امریکی وزارت خارجہ نے حکومت پاکستان کے مجیب پر مقدمہ چلانے کے فیصلے پر سخت تشویش ظاہر کی۔

10 اگست --- سورن سنگھ کی دھمکی

بھارتی وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ نے پاکستان کو خبردار کیا کہ اگر شیخ مجیب پر مقدمہ چلایا تو اس کے سنگین نتائج برآمد ہوں گے۔

23 اگست --- مشرقی پاکستان میں ڈاک و تار کا نظام بحال

ایک سرکاری اعلان کے مطابق مشرقی پاکستان میں ڈاک و تار کا نظام پوری طرح بحال ہوگیا۔

23 اگست --- یحییٰ، بھٹو ملاقات

ذوالفقار علی بھٹو نے اعلان کیا کہ وہ 25 اگست کو صدر یحییٰ سے کراچی میں ملاقات کر رہے ہیں۔ وہ صدر سے روس بھارت معاہدہ، معاشی مسائل اور انتقال اقتدار کے موضوع پر بات چیت کریں گے۔ بھٹو نے کہا کہ صرف عوامی نمائندے ہی بحران ختم کر سکتے ہیں۔

23 اگست --- پگانوالہ اور اس کے ساتھیوں کو سزائے موت

فوجی عدالت نے میاں محمد اکبر کے مقدمہ قتل کا فیصلہ سناتے ہوئے مدثر پگانوالہ اور اس کے دو ساتھیوں کو سزائے موت دے دی۔

29 اگست --- ہم پاکستان کو تباہ کر دیں گے: جگ جیون رام

بھارتی وزیر جنگ جگ جیون رام نے پاکستان کو تباہ کرنے کی دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ ہم نے روس کے ساتھ معاہدہ کرکے اپنی طاقت میں اضافہ کر لیا ہے اور بھارت کی مسلح افواج جنگ کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔

29 اگست --- بھارت، روس دفاعی معاہدہ جنگی اہمیت کا حامل ہے: اندرا گاندھی

ہندوستان کی وزیراعظم اندرا گاندھی نے ایک بیان میں اعلان کیا کہ بھارت اور روس کے درمیان ہونے والا دفاعی معاہدہ جنگی اہمیت کا حامل ہے اور اگر برصغیر میں جنگ چھڑی تو بھارت پہل کرے گا۔ کیونکہ

پاکستان اب بھی حملہ نہیں کر سکتا۔ پاکستان کو اب ہم نے بے بس کر دیا ہے اور اگر مشرقی پاکستان کے بحران کو ہماری مرضی کے مطابق حل نہ کیا گیا تو بھارت طاقت کا استعمال کرے گا۔

ستمبر1971ء

2 ستمبر۔۔۔ ٹکا خان کی جگہ ڈاکٹر مالک

مشرقی پاکستان میں لیفٹیننٹ ٹکا خان کی جگہ ڈاکٹر اے ایم مالک کو مشرقی پاکستان کا گورنر مقرر کر دیا گیا۔

2 ستمبر۔۔۔ مشرقی پاکستان میں جماعت اسلامی کے مظالم

پیپلز پارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو نے ایک پریس کانفرنس میں اعلان کیا کہ غیر نمائندہ افراد کو مسلط کرنے کی کوشش برداشت نہیں کی جائے گی۔ انہوں نے بتایا کہ مسلم لیگی مشرقی پاکستان میں تمام خالی دکانوں پر قبضے کر رہے ہیں جبکہ جماعت اسلامی کے مسلح رضاکار بائیں بازو کے محب وطن افراد کو قتل کر رہے ہیں۔ بھٹو نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا کہ نئے گورنر ڈاکٹر مالک نے اگر انہی لوگوں کو اپنی کابینہ میں لیا تو یہ اپنے سیاسی مخالفوں کو قتل کریں گے' ناانصافیاں کریں گے اور اس سے بحران اور شدید ہو جائے گا۔

2 ستمبر۔۔۔ مشرقی پاکستان میں خون بہانا بند کرو: بھٹو

ذوالفقار علی بھٹو نے خدا کے نام پر اپیل کی کہ مشرقی پاکستان میں خون بہانا بند ہونا چاہیے۔ بھٹو نے کہا کہ صدر کے گرد جمع عناصر گڑ بڑ کر رہے ہیں اس لئے اب صدر سے فیصلہ کن ملاقات ہوگی اور یہ آخری ملاقات ہوگی۔ بھٹو نے کہا کہ پیپلز پارٹی اب بھی بحران پر قابو پا سکتی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ مشرقی پاکستان کے منتخب نمائندوں پر اعتماد کیا جانا چاہیے۔ بھٹو نے کہا کہ دستور کے متعلق اعلان اسی ماہ ہو گا۔

2 ستمبر۔۔۔ یہ تحریک چلانے کا موقع نہیں: مفتی محمود

جمعیت العلمائے اسلام کے سیکرٹری جنرل اور قومی اسمبلی کے منتخب رکن مولانا مفتی محمود نے کہا کہ جماعت اسلامی مشرقی پاکستان میں بھارتی انتقام لینے کے لیے مخالف جماعتوں کے کارکنوں کو قتل کرکے ذلیل حرکت کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ تحریک چلانے کا ابھی موقع نہیں ہے۔

2 ستمبر۔۔۔ اسلام آباد یونیورسٹی کا افتتاح

صدر یحییٰ 7 ستمبر کو اسلام آباد یونیورسٹی کے نیو کیمپس کا افتتاح کریں گے۔

2 ستمبر۔۔۔ صوبائی اسمبلی کے اڑتالیس ارکان کو حاضر ہونے کا حکم

بغاوت' قتل و غارت' لوٹ مار اور آتشزنی کے سنگین اقدامات کے تحت مشرقی پاکستان اسمبلی کے اڑتالیس ارکان کو مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے دفتر میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا۔

3 ستمبر۔۔۔ مزید ارکان اسمبلی کو حاضر ہونے کا حکم

مشرقی پاکستان کے مزید 144 ارکان اسمبلی کو مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا گیا۔ ان کے خلاف لوٹ مار' قتل و غارت' تخریب کاروں کو اسلحہ تقسیم کرنے اور بھارت سے اسلحہ سمگل کرکے ملک دشمن عناصر کو تربیت دینے کے الزامات ہیں۔ چوالیس سول حکام کو بھی حاضر ہوکر اپنے خلاف الزامات کا جواب دینے کا حکم دیا گیا۔ حاضر نہ ہونے کی صورت میں ان کی غیر حاضری میں مقدمے چلانے کا اعلان کیا گیا۔

3 ستمبر۔۔۔ اے ایم مالک نے حلف اٹھالیا

صدر کے سابق مشیر ڈاکٹر اے ایم مالک نے مشرقی پاکستان کے گورنر کے عہدے کا حلف اٹھا لیا۔ ڈھاکہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس بی اے صدیقی نے حلف لیا۔

3 ستمبر۔۔۔ آئندہ جنگ' تاشقند یا جنگ بندی پر ختم نہیں ہوگی: شیخ رشید

پاکستان پیپلز پارٹی پنجاب کے صدر شیخ محمد رشید نے کہا کہ بھارت نے اب اگر جنگ پاکستان پر مسلط کی تو یہ جنگ بندی تاشقند پر ختم نہیں ہو گی بلکہ مکمل فتح تک جاری رہے گی۔

3 ستمبر۔۔۔ ملک میں آمریت کی گنجائش نہیں رہی: ہزاروی

مغربی پاکستان جمعیت العلمائے پاکستان کے جنرل سیکرٹری مولانا غلام غوث ہزاروی نے مشرقی پاکستان میں غیر فوجی گورنر کے تقرر کا خیر مقدم کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ مغربی پاکستان کے صوبوں میں بھی غیر فوجی' غیر جانبدار اور کسی پارٹی سے تعلق نہ رکھنے والے گورنر مقرر کئے جائیں۔ انہوں نے اس امر پر اطمینان کا اظہار کیا کہ آئین تیار ہونے کے بعد قومی اسمبلی کے منتخب نمائندوں کے سامنے نظر ثانی کے لیے پیش کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ان کی پارٹی کسی غیر اسلامی آئین کے نفاذ کی مخالفت کرے گی۔ غلام غوث ہزاروی نے مزید کہا کہ یہاں کسی قسم کی

آمریت کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ انہوں نے مسلح افواج کو ملک کے استحکام اور سلامتی کے لیے قابل فخر کردار ادا کرنے پر خراج تحسین پیش کیا اور صدر یحییٰ کی خدمات کو سراہا۔

4 ستمبر--- مشرقی پاکستان کے لیے عام معافی کا اعلان

صدر یحییٰ نے مغربی پاکستان کے ہنگاموں کے دوران جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کو عام معافی دینے کا اعلان کیا۔ عام معافی کا اطلاق' فوجیوں' رضاکاروں اور مجرموں پر بھی ہوگا۔

4 ستمبر--- ٹکا خان کور کمانڈر مقرر کر دیئے گئے

مشرقی پاکستان کے سابق گورنر اور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر لیفٹیننٹ جنرل ٹکا خان کو مغربی پاکستان کا کور کمانڈر مقرر کر دیا گیا۔

4 ستمبر--- عطاالرحمٰن رہا

پاکستان نیشنل لیگ کے صدر اور مشرقی پاکستان کے سابق وزیراعلیٰ عطاالرحمٰن رہا کر دیئے گئے۔

8 ستمبر--- اقتدار منتقل کیا جائے: بھٹو

بھٹو نے مطالبہ کیا کہ اقتدار پیپلز پارٹی کو منتقل کر دیا جائے کیونکہ پیپلز پارٹی پر طالب علموں' کسانوں اور محنت کشوں کی طرف سے وعدے پورے کرنے کا دباؤ ہے۔ بھٹو نے کہا کہ وہ اقتدار کے لیے بے قرار نہیں ہیں کیونکہ حکمرانوں نے ملک کو ایسی منزل پر پہنچا دیا ہے کہ خزانہ خالی ہو چکا ہے۔ اس حالت میں اقتدار کون چاہے گا لیکن رائے دہندگان کی طرف سے پیپلز پارٹی پر ایک فرض عائد ہوتا ہے اس لیے صدر کو چاہیے کہ وہ فوراً فیصلہ کریں۔ عوام کو نظرانداز کر کے نہ کوئی مسئلہ حل ہو سکتا ہے اور نہ ہی موجودہ بحران ختم ہو سکتا ہے۔

بھٹو نے کہا کہ نئے انتخابات کا مطالبہ سیاستدانوں کی گھناؤنی سازش ہے۔ انہوں نے کہا کہ "لیگل فریم ورک آرڈر ہم نے تیار نہیں کیا تھا۔ انتخابات ہم نے نہیں کرائے تھے۔ یہ اعلان ہم نے بار بار نہیں کیا کہ اقتدار نمائندہ حکومت کو منتقل کر دیا جائے گا۔ پاکستان میں کوئی سول حکومت کیوں موجود نہیں؟ دوسری جنگ عظیم کے دوران برطانیہ میں ایک سول حکومت' ایک نمائندہ حکومت قائم تھی۔ وہاں اخبارات اور عدالتیں آزاد تھیں۔ پاکستان میں آج کیا ہو رہا ہے؟ ایک طرف تو ایک کمیٹی دولت مشترکہ سے پاکستان کی علیحدگی کے سوال پر غور کر رہی ہے اور دوسری طرف ایک اقتصادی وفد برطانیہ جانے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ ہندوستان اور روس کے معاہدہ پر تنقید تو کی جاتی ہے لیکن سیکرٹری امور خارجہ کو ماسکو بھی بھیجا جاتا ہے۔ یہ سراسر پراگندہ خیالی کی کیفیت ہے"۔

9 ستمبر--- جمعیت' پیپلز پارٹی اور نیپ کے درمیان بات چیت

پاکستان پیپلز پارٹی' جمعیت العلمائے اسلام اور نیشنل عوامی پارٹی کے درمیان سرحد اسمبلی کے لیے متحدہ محاذ بنانے کے سوال پر تینوں پارٹیوں کے رہنماؤں کے درمیان بات چیت شروع ہو گئی۔

9 ستمبر--- سیاسی سرگرمیاں بحال کر دی جائیں : مولانا ہزاروی

مولانا غلام غوث ہزاروی نے مطالبہ کیا کہ ملک میں سیاسی سرگرمیوں پر سے پابندیاں اٹھا لی جائیں تاکہ عوام پر ملکی صورت حال واضح ہو سکے۔

11 ستمبر--- مزار قائد پر بھٹو کا خطاب

بھٹو نے کہا کہ ظلم' گولیوں اور طاقت کے مظاہرہ سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ بھٹو نے کہا کہ مشرقی پاکستان بھی مغربی پاکستان کی طرح' پاکستان کا ہی ایک حصہ ہے اور اکثریتی صوبہ ہے۔ لیکن یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس اسلامی ملک میں مسلمان' اپنے مسلمان بھائی کو ہی قتل کر رہا ہے۔ انہوں نے خبردار کیا کہ یہ صورت مغربی پاکستان میں بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ لیکن ہم ایک اور جلیانوالہ باغ نہیں بننے دیں گے۔ بھٹو نے قائداعظم کو مخاطب کر کے سوال کیا کہ کیا آپ کے پیش نظر یہی پاکستان تھا؟

بھٹو نے کہا کہ بحران سنگین تر ہو رہا ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ بلی اور چوہے کا کھیل ختم کر کے جمہوریت بحال کی جائے۔

11 ستمبر--- خروشیف کا انتقال

سوویت یونین کے سابق وزیراعظم اور پرامن بقائے باہمی کی پالیسی کے محرک نکیتا خروشیف انتقال کر گئے۔

12 ستمبر--- تنخواہ کمیشن کی سفارشات زیر غور

گورنر سندھ لیفٹیننٹ جنرل رحمٰن گل نے بتایا کہ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے ملازمین کی تنخواہوں پر غور کیا جا رہا ہے۔

12 ستمبر--- جمہوریت ہر قیمت پر بحال ہوگی: مالک

مشرقی پاکستان کے گورنر ڈاکٹر مالک نے اعلان کیا کہ حکومت نے عوام میں پائے جانے والے شکوک و شبہات اور تلخیوں کو دور کرنے کا تہیہ کر لیا ہے اور جمہوریت ہر قیمت پر بحال کی جائے گی۔

15 ستمبر--- صدر کے اقتصادی مشیر پر قاتلانہ حملہ

صدر کے اقتصادی مشیر مسٹر ایم ایم احمد پر آج صبح ایک شخص نے قاتلانہ حملہ کیا جس سے وہ زخمی ہوگئے۔ انہیں کمبائنڈ ملٹری ہسپتال میں داخل کر دیا گیا جہاں ان کی حالت اطمینان بخش بتائی جاتی ہے۔

16 ستمبر--- پاکستانی روپے کا تعلق ڈالر سے کر دیا گیا

پاکستان کی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ کل سے پاکستانی روپے کا پونڈ اسٹرلنگ سے تعلق ختم کر دیا جائے گا اور کل ہی سے پاکستانی روپے کا تعلق ڈالر سے قائم کیا جائے گا۔

یہ قدم موجودہ بین الاقوامی کرنسی کی صورت حال کے پیش نظر اٹھایا گیا ہے تاکہ بین الاقوامی منڈیوں میں پاکستانی برآمدات کی سابقہ پوزیشن برقرار رکھی جا سکے۔

17 ستمبر--- مشرقی پاکستان کی نئی صوبائی کابینہ

مشرقی پاکستان کی وزارتی کونسل کے دس میں سے نو ارکان نے آج یہاں حلف اٹھا لیا۔ صوبائی کابینہ میں کونسل مسلم لیگ، کونشن مسلم لیگ، جماعت اسلامی اور کالعدم عوامی لیگ کے دو اراکین شامل کیے گئے ہیں۔

18 ستمبر--- آئین اسمبلی منظور کرے گی: یحییٰ

صدر یحییٰ نے اعلان کیا کہ سرکاری حکام کے تیار کردہ آئین کا مسودہ قومی اسمبلی کے مکمل ایوان کے سامنے بحث کے لیے پیش کیا جائے گا اور اسمبلی کے ارکان کو موقع دیا جائے گا کہ وہ نوے دن کے اندر مناسب اور تعمیری ترامیم پیش کریں جس کے بعد آئین کو مستقل حیثیت دے دی جائے گی۔

صدر کے اعلان سے یہ توقع پیدا ہوگئی کہ اب مغربی پاکستان کے صوبوں میں بھی سول حکومتیں قائم ہو جائیں گے اور پیپلز پارٹی ان حکومتوں کے قیام میں تعاون کرے گی۔

18 ستمبر--- دونوں حصوں میں اقتصادی عدم تعاون ختم کرنے کی یقین دہانی

بھٹو، نورالامین، نوابزادہ نصر اللہ اور محمود علی نے صدر یحییٰ سے ملاقات کی۔ صدر یحییٰ نے یقین دلایا کہ آئندہ دستور میں مشرقی پاکستان کو زیادہ سے زیادہ خودمختاری دی جائے گی اور مقررہ مدت کے اندر ملک کے دونوں حصوں کے درمیان اقتصادی عدم تعاون ختم کر دیا جائے گا۔

نور الامین نے صدر کے اعلان کو جمہوریت کی جانب مثبت قدم قرار دیا جب کہ مولانا مودودی نے بھی صدر کے اعلان کی تائید کی۔ ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ وہ پارٹی کی مرکزی کمیٹی سے مشورہ کے بعد کوئی تبصرہ کریں گے۔

18 ستمبر--- مجیب کا فیصلہ اگلے ہفتے سنایا جائے گا

باخبر ذرائع کے مطابق عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب کے خلاف خفیہ فوجی عدالت میں مقدمہ کی کاروائی مکمل ہوگئی۔ فیصلہ اگلے ہفتے سنایا جائے گا۔

19 ستمبر--- مشرقی پاکستان میں ضمنی انتخابات کے پروگرام کا اعلان کر دیا گیا

اسلام آباد: الیکشن کمیشن نے آج مشرقی پاکستان میں قومی اسمبلی کی 78 نشستوں اور صوبائی اسمبلی کی 105 خالی نشستوں پر ضمنی انتخابات کے لیے پروگرام کا اعلان کر دیا۔ کاغذات نامزدگی داخل کرنے کی آخری تاریخ 30 دسمبر 1971ء رکھی گئی۔ مشرقی پاکستان کے مختلف حلقوں میں پولنگ 25 نومبر سے 11 دسمبر تک ہوگی۔

19 ستمبر--- اسٹیٹ بنک کے سونے اور زرمبادلہ کے ذخائر میں کمی

پشاور: اسٹیٹ بنک کی سالانہ رپورٹ میں بتایا گیا کہ گزشتہ سال کے دوران زرعی پیداوار میں 3.2 فیصد کمی ہوگئی جبکہ صنعتی پیداوار میں صرف 3.4 فیصد کا اضافہ ہوا۔ 71-1970ء کے دوران مہنگائی بدستور رہی اور سال کے بیشتر حصوں میں گندم اور چاول کی قیمتیں گراں رہیں، زیر نظر سال کے دوران پاکستان کے توازن ادائیگی میں مجموعی طور پر 43 کروڑ 52 لاکھ روپے کا خسارہ ہوا۔ جبکہ اس سے پہلے سال میں یہ خسارہ صرف 3 کروڑ 32 لاکھ روپے تھا۔ زیر نظر سال کے دوران اسٹیٹ بنک کے پاس سونے اور زرمبادلہ کے ذخائر میں 52 کروڑ 89 لاکھ روپے کی کمی ہوئی۔ گزشتہ سال کے مقابلے میں درآمدات میں 51 کروڑ 78 لاکھ روپے کا اضافہ ہوا جب کہ برآمدات میں 2 ء 3 فیصد اضافہ ہوا زیر نظر سال کے دوران پاکستان کو کنسورشیم اور دوسرے ملکوں نے مجموعی طور پر 53 کروڑ 90 لاکھ ڈالر کی امداد دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن مارچ 1971ء تک پاکستان کو صرف 29 کروڑ 48 لاکھ ڈالر کی رقم ملی۔

24 ستمبر--- اخبارات کے نام بھٹو کا طویل بیان

اپنے ایک طویل اخباری بیان میں بھٹو نے گزشتہ دس ماہ کے حالات و واقعات کا تجزیہ کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ظلم کی یہ طویل رات فوراً ختم کی جائے۔ بھٹو نے یاد دلایا کہ تقریباً دس ماہ قبل

پاکستان میں پہلی بار عام انتخابات ہوئے تھے۔ مغربی حصہ میں عوام نے پاکستان پیپلز پارٹی کے حق میں اپنا زبردست فیصلہ دیا۔ انتخابات میں اس فتح سے ایوب خان کی آمریت کے خلاف میری پارٹی کی جدوجہد اپنے معراج تک پہنچ گئی۔ عوام نے ہمارے حق میں فیصلہ اس لیے دیا کیونکہ ایوب خان کا تختہ الٹ کر ہم نے عوام کے حقوق' عوام کی حاکیت کی بحالی اور نئے نظام کے لیے جنگ لڑی تھی۔ پیپلز پارٹی نے دو سال سے کم عرصہ میں مایوس عوام میں اعتماد کی لہر دوڑا دی چنانچہ انہوں نے گلی کوچوں اور انتخابات میں تمام رجعت پسند طاقتوں کی متحدہ کوششوں کو ناکام بنا کر رکھ دیا۔ پیپلز پارٹی نے اس طرح انقلابی اور جمہوری' دونوں طریقوں سے اپنی قوت کا بھرپور مظاہرہ کیا اور اس کامیابی کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی۔

عام انتخابات کے بعد فروری اور مارچ کے مہینوں میں پاکستان کو ایک اذیت ناک تجربے کا سامنا کرنا پڑا۔ اس سانحہ کی المناکی ابھی ختم نہیں ہوئی۔"

بھٹو نے کہا کہ ماضی کی اجتماعی غلطیوں اور ایک ظالمانہ اقتصادی نظام نے ملک کے دونوں حصوں کی مختلف اور متصادم ضروریات کو وسعت دی تھی۔ چنانچہ دو ماہ کے مختصر سے عرصہ میں عوامی لیگ کے ساتھ آئینی سمجھوتہ عملاً ناممکن ہو گیا تھا میں نے قومی مفاد کے پیش نظر 11 فروری کو راولپنڈی میں صدر یحیٰی خان پر زور دیا کہ وہ ہمیں چھ ہفتوں کی مہلت دیں تاکہ سمجھوتہ کی مخلصانہ کوشش کی جا سکے۔ لیکن اس کی بجائے اسمبلی کا اجلاس 3 مارچ کو بلا لیا گیا۔ لیکن بعد میں صدر یحیٰی خان نے جون 1971ء کو اپنے نشری خطاب میں اس انکشاف سے ہماری پوزیشن کے جواز کی تصدیق کر دی کہ شیخ مجیب الرحمٰن نے انہیں "واضح طور پر" بتایا تھا کہ "سیاسی جماعت اسمبلی سے باہر باہم گفتگو کرکے آئین کی بڑی بڑی دفعات کے متعلق کوئی نہ کوئی سمجھوتہ کر لیں گی۔"

بھٹو نے 28 جون 71ء کے صدر کے منصوبے کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ منصوبہ عوام کی توقعات کے منافی اور صورت حال کے تقاضوں کے مطابق نہیں تھا۔ بھٹو نے کہا کہ جب میں نے 16 اور 17 جولائی کو راولپنڈی میں صدر سے ملاقات کی تو میں نے انہیں مطلع کیا کہ ملک کے مسائل بنیادی طور پر عوام کے حقوق کا احترام کرکے ہی حل کیے جا سکتے ہیں اور قوم جو بحران دیکھ رہی ہے عوام کی شرکت اور تعاون کے بغیر اس پر قابو نہیں پایا جا سکتا' چنانچہ یہ ضروری ہے کہ عوام کا اپنے قومی مقدر پر پورا قابو ہو اور ملک میں عوامی حکومت قائم کی جائے۔ میں نے صدر کو ان کی یقین دہانیاں یاد دلائیں کہ وہ مٹھی بھر شرپسندوں کو ملک تباہ کرنے کی اجازت نہیں دیں گے اور چند لوگوں کی بداعمالیاں انتخابات کے نتائج کو کالعدم نہیں کر سکیں گی۔ میں نے صدر کو بتایا کہ منتخب نمائندوں کو ایک متحدہ پاکستان کی حدود میں رہتے ہوئے آئین کی تیاری کا فرض ادا کرنا ہے۔ پاکستان کی تاریخ یہی بتاتی ہے کہ عوام کی اجازت اور توثیق کے بغیر کوئی آئین پائیدار نہیں ہو سکتا۔ صرف عوام کی خواہش اور عزم ہی کسی آئین کو دوام بخش سکتا ہے۔ میں نے صدر یحیٰی خان کو بتایا کہ میں نے شیخ مجیب الرحمٰن کی مرضی کے آئین پر اسمبلی میں انگوٹھا لگانے سے انکار کر دیا تھا اور اب میں اسمبلی سے باہر صدر کی مرضی کے آئین پر بھی انگوٹھا لگا کر عوام سے غداری نہیں کر سکتا۔ مجھے صدر یحیٰی خان کی تعریف کرنا پڑتی ہے کہ انہوں نے اس پوزیشن کی قدر کی اور جولائی کے آخر تک کراچی میں میری بات چیت جاری رکھنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔

صدر یحیٰی خان اور ان کے معاونوں نے 29 جولائی کو کراچی میں میرے مشیروں اور میرے ساتھ ملاقات کی اور ہم نے تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ پر غور کیا کہ اسمبلی کی ہیئت کیا ہونی چاہیے۔ میں نے واضح کیا کہ پیپلز پارٹی حکومت سے محاذ آرائی نہیں چاہتی کیونکہ اس طرح ملک تباہ ہو جائے گا اور اگر مغربی پاکستان میں بھی گڑبڑ شروع ہو گئی تو دنیا یہ خیال کرے گی کہ پاکستان میں کوئی بنیادی خرابی ضرور پائی جاتی ہے اور یہ تاثر نہ صرف غیر منصفانہ ہو گا بلکہ اس سے ہمارے عوام کو نقصان بھی پہنچے گا۔ تاہم میں نے یہ بھی واضح کر دیا کہ اگر کسی جوڑ توڑ کے ذریعہ ہمارے مخالفین کو اقتدار پر فائز کرکے عوام کو دھوکہ دیا گیا تو ہمارا یہ فرض ہو گا کہ حیلہ جوئی سے کام لے کر قائم کی جانے والی ایسی حکومت کو ہم ناکام بنا کر ختم کر دیں۔ ہم عوام کے ساتھ ایسا فراڈ برداشت نہیں کریں گے۔ میں نے بتایا کہ یہ پراپیگنڈہ سراسر بہتان ہے کہ پیپلز پارٹی اقتدار کی بھوکی ہے۔ انتقال اقتدار کے لیے پیپلز پارٹی کا مطالبہ پاکستان کے ان عوام کی خواہشات اور امنگوں کا مظہر ہے جنہوں نے پارٹی کو ووٹ دیے تھے اور ہمارا یہ غیر متزلزل عقیدہ ہے کہ صرف اسی طرح پاکستان کو بچایا جا سکتا ہے۔ اب خزانہ خالی ہو چکا ہے' معیشت افراتفری کی حالت میں ہے' خارجہ پالیسی کسی صحیح رہنمائی کے بغیر چلائی جا رہی ہے اور ہماری آبادی مایوس اور ناراض ہے۔ ان حالات میں انتقال اقتدار ایک مشکل ذمہ داری کو منتقل کرنے کی ہی حیثیت رکھتا ہے۔ ہمیں علم تھا کہ ہمارے سامنے کوئی پھولوں کی سیج نہیں ہے لیکن ہم نے پاکستان کے عوام سے یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم سوشلزم اور جمہوریت کے ذریعہ ایک شاندار مفاہمت کو ممکن بنا دیں گے اور ہم اس ذمہ داری سے پہلوتہی نہیں کر سکتے۔

"جولائی کے آخر میں جو اجلاس کراچی میں ہوا اس میں ہم نے ایک فارمولا پیش کیا۔ ہمیں یقین تھا کہ یہ فارمولا 28 جولائی کے صدارتی اعلان اور عوام سے ہمارے وعدہ کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے میں

مدد دے گا۔ صدر نے ہمیں یقین دلایا کہ وہ آئین ٹھونسنے کی کوئی خواہش نہیں رکھتے۔ چنانچہ انہوں نے ہمارے فارمولے کو اصولی طور پر تسلیم کر لیا۔ اور یہ طے پایا کہ ہمارے مشیر تفصیلات طے کریں گے۔ ملاقاتوں کا اگلا سلسلہ راولپنڈی میں شروع ہوا۔ میں نے 25 اگست کو صدر سے ملاقات کی اور ہم دونوں کے مشیر 25' 26' اور 27 اگست کو الگ ملے۔ ہمارے مشیروں کے درمیان جو ملاقات ہوئی۔ اس میں صدر کے قانونی مشیر مسٹر کارنیلیس نے ناقابل فہم رویہ اختیار کیا۔ لیکن ہمارے مشیروں نے میری ہدایات پر یہ زور دیا کہ ایک دستور ساز ادارہ کے طور پر قومی اسمبلی کی حیثیت کو تسلیم کیا جائے ہم نے ان ملاقاتوں میں وفاقی ڈھانچہ کے لیے دو ایوانی مقننہ کی ضرورت' مملکت کی پالیسی کے رہنما اصولوں' رائے دہندگی کے اصول' آئین میں ترمیم کے مستقل طریق کار اور سب سے زیادہ اہمیت رکھنے والے بنیادی حقوق کے بارے میں اپنے نظریات بیان کیے۔ ہم نے پیپلز پارٹی کے اس موقف کا اعادہ کیا کہ اس نے عوام کی حاکمیت کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھنے کا عہد کر رکھا ہے تاکہ غربت' ناخواندگی اور ایک فرد کی طرف سے دوسرے فرد' اسی طرح ایک علاقہ کی طرف سے دوسرے علاقے کا استحصال ختم ہو جائے۔ ہر شخص کے روزگار' مزدوری اور کام کی منصفانہ ادائیگی' تعلیم' بڑھاپے' بیماری اور معذوری کی صورت میں کفالت کا حق نہ صرف تسلیم کیا جائے بلکہ ایک آئینی ذمہ داری کے طور پر ہمارے ملک میں ان حقوق کی قطعی ضمانت بھی دی جائے۔

"ہم نے جولائی کے شروع میں جو بنیادی سوال اٹھایا اس سے حکومت نے اصولی طور پر اتفاق کر لیا تھا۔ اس کے بعد ہم یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ حکومت بات چیت کو طول کیوں دے رہی ہے۔ مسئلہ کی اہمیت یہ تقاضا کرتی تھی کہ اگر فیصلہ فوراً نہیں ہو سکتا تو کم از کم جلد ضرور ہونا چاہیے۔ ہمیں یوں معلوم ہوا کہ انتقال اقتدار کے مخالف رجعت پسند عناصر کو مطمئن کرنے کی غرض سے بات چیت میں طوالت اور تاخیر روا رکھی جا رہی ہے۔ اس صورت میں انتہائی قیمتی وقت ضائع کر کے ملک کے لیے خطرہ پیدا کیا جا رہا تھا۔ ان حالات میں مجھے عوام کی امنگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے 7 ستمبر کو حیدر آباد میں اور قائداعظم کی برسی مناتے ہوئے 11 ستمبر کو قائد کے مزار پر تقریریں کرنا پڑیں۔ اس کشیدگی کے سایہ میں میں نے 13 ستمبر کو تہران روانہ ہونے سے پہلے کراچی میں صدر یحییٰ خان سے ملاقات کی۔ ہم نے ملک کو درپیش نازک صورت حال پر تبادلہ خیال کیا۔ اس سلسلہ میں صدر یحییٰ خان سے میری آخری ملاقات اٹھارہ ستمبر کو کراچی میں ہوئی۔ ان دونوں ملاقاتوں میں صدر نے بتایا کہ انہوں نے 28 جون کو اپنے جس منصوبے کا اعلان کیا اس سے دوسری تمام سیاسی جماعتیں اور لیڈر متفق ہیں مگر چونکہ میری پارٹی اس وقت عوام کی اکثریت کی خواہشات کی ترجمانی کرتی ہے اس لیے انہوں نے ایک اور طریقہ سوچا ہے جس کی مدد سے بحران کی ضرورتیں اور تقاضے پورے ہو سکیں گے اور عوام کی خواہش بھی پوری ہو جائے گی۔ صدر نے مجھے بتایا کہ ہمارا ملک عملاً بھارت سے جنگ کی حالت میں ہے اور وہ اس مطالبہ کو پورا کرنے کے لیے مزید کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے۔ 18 ستمبر کی رات کو اس سلسلہ میں قوم کے نام صدر کا پیغام نشر کر دیا گیا۔

"اگر ہر چیز کو پیش نظر رکھا جائے تو 18 ستمبر کا اعلان صحیح سمت میں پیش قدمی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جہاں 28 جون کے سابقہ اعلان کی رو سے قومی اسمبلی کو صرف ایک قانون ساز ادارہ کی حیثیت سے کام کرنا تھا اور آئین صدر نے پیش کرنا تھا وہاں 18 ستمبر کو اعلان کردہ نئے منصوبہ میں دستور سازی کے لیے اسمبلی کا اختیار واضح طور پر تسلیم کر لیا گیا اب صدر کے افسروں کی کمیٹی محض عبوری آئین کا مسودہ تیار کر رہی ہے۔ جسے قومی اسمبلی مکمل غور و خوض کے بعد آخری شکل دے گی۔ اس کے علاوہ عبوری آئین میں سادہ اکثریت کے ساتھ ترامیم منظور ہو سکیں گی۔ اس طرح ایک دستور ساز ادارہ کے طور پر اسمبلی کی حاکمیت مان لی گئی ہے۔ اس کے علاوہ لیگل فریم ورک آرڈر کے تحت صدر کوئی وجہ بتائے بغیر اسمبلی کا منظور کردہ سارا آئین مسترد کر سکتا تھا' لیکن 18 ستمبر کو جس منصوبہ کا اعلان کیا گیا ہے اس میں صدر نے یقین دلایا ہے کہ وہ ہر ترمیم کو قبول کر لیں گے بشرطیکہ اس سے ہماری قوم کے استحکام اور علاقائی سالمیت پر کوئی ناموافق اثر نہ پڑتا ہو اور یہ نظریہ' پاکستان کے منافی نہ ہو۔ اس لحاظ سے نیا منصوبہ آگے کی جانب ایک قدم ہے۔ صدر کے اس بیان کے بعد چیف الیکشن کمشنر نے 19 ستمبر کو مشرقی پاکستان میں ضمنی انتخابات کے پروگرام کا اعلان کر دیا۔ یہ ضمنی انتخابات 9 دسمبر تک مکمل ہو جائیں گے۔ چند دن بعد چیف الیکشن کمشنر نے انتخابی پروگرام پر نظر ثانی کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ ضمنی انتخابات 23 دسمبر تک مکمل ہوں گے۔"

بھٹو نے مطالبہ کیا کہ ترمیم شدہ لیگل فریم ورک آرڈر میں 18 ستمبر کا اعلان شامل کر کے اسے شائع کیا جائے' دوسرے یہ کہ مسودہ آئین کی دفعات اصلاحات کے پروگرام میں رکاوٹ نہیں بنی چاہیں' تیسرے آئین پر غور کے لیے قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہونے کے فوراً بعد مرکز اور صوبوں میں آئینی حکومتیں قائم کر دینی چاہیں۔

بھٹو نے خبردار کیا کہ اگر سال ختم ہونے سے پہلے جمہوریت بحال نہ کی گئی تو پاکستان کو بچانے کا وقت ہاتھ سے نکل جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہر گزرتے دن کے ساتھ ان کا یہ یقین پختہ ہوتا جا رہا ہے کہ پاکستان کو خوفناک سیاسی اور اقتصادی بحران سے نکالنے کا ایک ہی راستہ

ہے کہ اقتدار عوام کو منتقل کر دیا جائے۔ صدر نے اس کا بار بار وعدہ بھی کیا ہے۔ لیکن مخصوص مفادات اور نوکر شاہی بحالی جمہوریت کے سلسلے میں صدر کی خواہش کو پورا نہیں ہونے دے رہی۔ وہ صدر کو بھارت سے جنگ کا مشورہ دے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس نازک مرحلے پر جرنیلوں کی حکومت سے متصادم ہونا پسند نہیں کریں گے۔ لیکن حکومت کے ارادوں کو کب تک آزمایا جا سکتا ہے؟ بھٹو نے کہا:

کہ مشرقی پاکستان شعلوں کی لپیٹ میں ہے۔ سارا ملک ہی تباہی کے قریب پہنچ چکا ہے۔ اگر ملک کے دوسرے حصوں میں نئے شعلے بھڑک اٹھے تو پاکستان کو کس طرح بچایا جا سکے گا اگر عوام کے حقوق تسلیم نہیں کیے جائیں گے تو نئے شعلے ضرور بھڑکیں گے۔ عوام کو ان حقوق سے طاقت کے بل پر محروم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حقوق جائز اور لازمی ہیں۔ انہیں ختم کیا ہی نہیں جا سکتا۔ ایسی بات کو نوٹ کرنا ضروری ہے کہ عوام کی طرف سے ہمارے مطالبات ملک کے استحکام اور عوام کی اجتماعی فلاح و بہبود کے لیے ہیں۔ یہ عوامی لیگ کے مطالبات سے مختلف ہیں۔ عوامی لیگ کی قیادت نے ملک کو توڑنے کی کوشش کی ہے۔ ہم دونوں کو ایک ہی صف میں نہیں رکھا جا سکتا۔ دونوں کو ایک ہی سطح پر رکھنا پاکستان کے عوام سے بدترین قسم کی ناانصافی ہوگی۔ محبان وطن اور غداروں کو ایک ہی سطح پر نہیں رکھا جا سکتا۔"

حکومت کی جانب سے مشرقی پاکستان میں عام معافی کا ذکر کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ اگر مشرقی پاکستان میں غنڈوں' آگ لگانے والوں اور عورتوں کی عصمتیں لوٹنے والوں کو بھی سیاسی مخالفوں کے ساتھ اچانک رہا کرنا مقصود ہے تو مشرقی پاکستان میں صرف ترقی پسند طاقتوں کو انتقامی کاروائی کا نشانہ آخر کیوں بنایا جا رہا ہے؟ اگر فسطائی ذہن رکھنے والوں' علیحدگی پسندوں اور (خود صدر یحییٰ خاں کے الفاظ میں) پاکستان کے دشمنوں کو بھی معاف کیا جا رہا ہے تو کسانوں اور محنت کشوں کو اپنے حقوق طلب کرنے پر کیوں نظر بند رکھا جا رہا ہے؟ اسی طرح طالب علموں' شاعروں اور پروفیسروں کو من مانے طریقہ سے گرفتار کر کے کوڑے کیوں مارے جا رہے ہیں؟ اس کے علاوہ یہ بتانا بھی بڑا ضروری ہے کہ عام معافی ہمیشہ خانہ جنگی ختم ہونے پر دی جایا کرتی ہے لیکن صرف اس ایک اقدام کے ذریعہ حکومت نے اعتراف کر لیا ہے کہ بحران ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جمہوری طاقتوں کو بلا تاخیر حرکت میں لانے کے راستہ میں کوئی چیز حائل نہیں رہی۔"

بھٹو نے کہا کہ اب تبدیلی کا وقت آن پہنچا ہے اور موجودہ حکومت بھی اس حقیقت کی تردید نہیں کر سکتی۔ یہ تبدیلی تینوں مسلم لیگوں اور دوسری جاں بلب پارٹیوں کا فضول محاذ بنانے کے سلسلہ میں حکومت کی نوکر شاہی کی دیوانہ وار کوششوں سے نہیں آ سکتی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تبدیلی کی ہوا چلے' تازہ ہوا میں سانس لینا ممکن ہو جائے اور یہ تبدیلی نئی قسم کی ہو جس میں تقویت بخش اقدامات اور روح پرور قیادت جلوہ گر ہو سکے۔ یہ تبدیلی نو منتخب طاقتوں کے ذریعہ اور اسلامی سوشلزم اور جمہوریت کے نفاذ سے عمل میں آنی چاہیے۔ بانی پاکستان نے اسلامی سوشلزم اور جمہوریت کے ملاپ کا یقین دلایا تھا اور پاکستان پیپلز پارٹی نے اپنے سیاسی عقیدہ کی حیثیت سے اس کی تجدید کی تھی۔ اب سیاسی جماعتوں پر پابندیاں رکھنے کا کوئی جواز نہیں رہا۔ عوام اور ان کے لیڈروں کے درمیان رابطہ بلا تاخیر بحال ہونا چاہیے۔ اس کے بغیر صحیح سمت میں ملک کی رہنمائی ممکن ہی نہیں۔ چیف الیکشن کمشنر نے 21 ستمبر کو جس نئے انتخابی پروگرام کا اعلان کیا ہے اس تاریخ تک ضمنی انتخابات ہو جانے چاہیں تاکہ قومی اسمبلی کا اجلاس کسی تاخیر کے بغیر بلایا جا سکے۔ اس کے فوراً بعد قومی اسمبلی اپنے اجلاس میں آئین کے متعلق فیصلہ کر سکے گی۔ اس کے ساتھ ہی مرکز اور صوبوں میں عوامی حکومتیں بھی قائم کر دینی چاہیں تاکہ وہ پاکستان کو تباہی سے بچانے کی اجتماعی کوششیں کر سکیں۔

بھٹو نے کہا کہ وہ کوئی الٹی میٹم یا دھمکی نہیں دے رہے۔ وہ صرف حقیقت اور سیاست کا نغمہ شیریں پیش کر رہے ہیں۔ بھٹو نے اپنا بیان لینن کے ان لفظوں پر ختم کیا:

"زندگی انسان کی سب سے قیمتی متاع ہوتی ہے اور چونکہ انسان کو صرف ایک بار زندہ رہنے کا موقع ملتا ہے' اس لیے اسے زندگی اس ڈھب سے گزارنی چاہیے کہ یہ بزدل اور بے لطف ماضی کی ندامت سے داغ دار نہ ہو۔ اس لیے زندگی اس طرح بسر کرو کہ برسوں تک آپ کو یہ کوفت اٹھانی نہ پڑے کہ تمہاری زندگی بلامقصد بسر ہوگئی۔ اس طرح زندہ رہو کہ موت آنے پر یہ کہہ سکو کہ میری ساری زندگی اور توانائی سب سے بڑے مقصد' انسانیت کو آزاد کرانے کے لیے وقف رہی۔"

24 ستمبر — یحییٰ کا اعلان صحیح سمت میں ایک قدم ہے: بھٹو

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے صدر کے 18 ستمبر کے اعلان کو صحیح سمت میں ایک قدم قرار دیا۔ تاہم انہوں نے مطالبہ کیا کہ عبوری حکومت مستقل فیصلے نہ کرے کیونکہ صرف ذمہ دار حکومت ہی عوام کی ترجمانی کر سکتی ہے۔ بھٹو نے کہا کہ صدر یحییٰ آئین مسلط کرنا نہیں چاہتے۔

24 ستمبر — 2620 افراد نے خود کو حکام کے حوالے کر دیا

صدر یحییٰ کے عام معافی کے اعلان کے بعد 2620 افراد نے خود کو حکام کے حوالے کر دیا۔ واپس آنے والے افراد میں ایسٹ پاکستان کے

رائفلز کے جوان بھی شامل تھے۔

24 ستمبر — شیخ مجیب کے والد کی بیٹے سے ملاقات کے لیے درخواست

شیخ مجیب الرحمٰن کے والد شیخ لطیف الرحمٰن نے اپنے بیٹے سے ملاقات کے لیے درخواست دی۔ اس کا انکشاف ریٹائرڈ ایئرمارشل اصغر خان نے کیا۔

24 ستمبر — مداخلت جاری رہے گی: سورن سنگھ

بھارتی وزیر خارجہ سورن سنگھ نے مطالبہ کیا کہ مشرقی پاکستان کے مسئلے کا حل بھارت کی مرضی کے مطابق نکالا جائے جس کے لیے صدر یحیٰی، شیخ مجیب سے براہ راست بات چیت کریں ورنہ بھارت کی مداخلت جاری رہے گی۔

24 ستمبر — روس کشیدگی کم کرنے کی کوششیں جاری رکھے گا: کوسیگن

سوویت وزیراعظم نے اعلان کیا کہ ان کا ملک برصغیر میں امن کی بحالی کے لیے ہر ممکن کوشش کرے گا۔

اکتوبر 1971ء

8 اکتوبر — بھٹو کا ملتان کے جلسہ عام سے خطاب

ذوالفقار علی بھٹو نے اقتدار عوام کے نمائندوں کو منتقل کرنے میں تاخیری حربوں اور سازشوں کا ذکر کرتے ہوئے، عوام کی خاطر آخری وقت تک لڑنے کا عزم ظاہر کیا۔ انہوں نے اس بات کو دہرایا کہ وہ اس ملک میں جرنیلوں کی حکومت نہیں چاہتے۔ بھٹو نے کہا کہ ہمارا صدر ایک جنرل ہے۔ ہمارا وزیر اطلاعات جنرل ہے۔ سندھ، پنجاب، سرحد اور بلوچستان کے گورنر سب جنرل ہیں۔ اس لیے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب میں نے یہ کہا کہ یہ جنرل کی حکومت ہے تو میں نے کیا جرم کیا تھا؟ میں فوج کے خلاف نہیں ہوں لیکن کیا کوئی عام فوجی جوان حکومت کر رہا ہے؟ میں صرف یہ کہتا ہوں کہ جنرل کی حکومت رخصت ہو جانی چاہیے۔ میں فوج کا احترام کرتا ہوں اور ان کی پیشہ ورانہ خدمات پر ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ بطور وزیر میں نے اپنی فوجوں کو مضبوط بنانے کے لیے کام کیا تھا۔ لیکن ہم اس نظام کو بدلنا چاہتے ہیں۔"

مارچ سے ستمبر تک کے واقعات کے اعادہ کرتے اور حکومتی وعدہ خلافیوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ اب روپیہ تقسیم کیا جا رہا ہے تاکہ پیپلزپارٹی کی صفوں میں اختلافات پیدا کیے جا سکیں۔ بھٹو نے کہا جب انہوں نے صدر کو روپے کی تقسیم کے ثبوت پیش کیے اور شکایت کی کہ خفیہ ایجنسیاں اس کام میں ملوث ہیں تو صدر کا جواب تھا: "وہ خفیہ فنڈ خرچ کر رہے ہیں۔ میں ان سے کس طرح یہ پوچھ سکتا ہوں کہ وہ اس فنڈ کو کہاں خرچ کر رہے ہیں۔" بھٹو نے کہا کہ یہ ایک عجیب جواب تھا۔ اگر وہ لوگ کل یہی فنڈ یحیٰی کے خلاف خرچ کرنا شروع کر دیں تو پھر وہ کیا کرے گا۔ یہ فنڈز حکومت کی ملکیت ہیں۔ ان کے ناجائز استعمال کی صورت میں ان کے خلاف تحقیقات ہو سکتی ہیں۔ وہ ارکان اسمبلی کو خریدنے کی بیشک کوشش کریں لیکن عوام ہمارے ساتھ ہیں۔

12 اکتوبر — انتقال اقتدار کے فارمولے کا اعلان

صدر یحیٰی نے اپنی نشری تقریر میں اعلان کیا کہ 20 دسمبر تک ملک کے نئے آئین کا اعلان کر دیا جائے گا۔ جبکہ 23 دسمبر کو قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کیا جائے گا اور اس کے ساتھ ہی مرکز میں حکومت بن جائے گی۔ صدر نے بتایا کہ حکومت کی تشکیل کے بعد اسمبلی آئین میں ترمیم کا کام شروع کر دے گی جو نوے دن کے اندر مکمل ہو جائے گا۔ صدر نے بتایا کہ آئین میں ترمیم کے لیے ہر صوبے سے پچیس فی صد ارکان کی حمایت لازمی ہوگی۔

12 اکتوبر — مشرقی پاکستان کے متعدد رہنما پیپلزپارٹی میں شامل ہونا چاہتے ہیں

مشرقی پاکستان کے متعدد رہنماؤں نے پیپلز پارٹی کے وفد سے ملاقات کرکے پارٹی میں شامل ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ ان میں مسیح الرحمٰن، پیر محسن الدین، قاضی قادر، سردار محمد ہاشم الدین، احمد الکبیر اور میاں محمد منصور شامل تھے۔ پیپلزپارٹی کے سیکرٹری اطلاعات مولانا کوثر نیازی نے بتایا کہ ضمنی انتخابات کے ٹکٹ کے لیے 52 درخواستیں موصول ہو چکی ہیں۔

12 اکتوبر — ایرانی شہنشاہیت کا جشن شروع

ایک سو ایک توپوں کی گھن گرج میں ایرانی شہنشاہیت کے پچیس سویں جشن کا آغاز ہوگیا۔ جشن میں صدر یحیٰی اور بھارتی صدر وی وی گری نے بھی شرکت کی۔

12 اکتوبر — پیر زکوڑی پیپلزپارٹی میں

پیر عبدالطیف آف زکوڑی پیپلزپارٹی میں شامل ہوگئے۔

13 اکتوبر — کارنیلئیس مستعفی

صدر یحیٰی کے قانون کے مشیر جسٹس کارنیلئیس نے اپنے عہدے

سے استعفیٰ دے دیا۔ یہ استعفیٰ ذوالفقار علی بھٹو کی جانب سے کی جانے والی نکتہ چینی کے باعث دیا گیا کارنیلیس نے کہا کہ اگر وہ اپنے عہدے پر برقرار رہے تو صدر کے لیے پریشانیاں پیدا ہوں گی۔

13 اکتوبر --- منعم خان کو گولی مار دی گئی

مشرقی پاکستان کے سابق گورنر منعم خان کو ان کی رہائش گاہ پر گولی مار دی گئی۔ انہیں نازک حالت میں ڈھاکہ میڈیکل کالج ہسپتال پہنچا دیا گیا۔

13 اکتوبر --- عوامی لیگ کے اہل ارکان پیپلز پارٹی میں شامل ہو جائیں گے

مشرقی پاکستان کا دورہ کرنے والے پیپلز پارٹی کے وفد نے ڈھاکہ میں عوامی لیگ کے متعدد اہل ارکان اسمبلی سے ملاقات کی۔ چین میں ممتاز عوامی لیگی ظہیر الدین بھی شامل تھے۔ وفد نے بتایا کہ یہ ارکان پیپلز پارٹی میں شمولیت کے متعلق فیصلے کا جلد اعلان کر دیں گے۔

13 اکتوبر --- مہاجرین کی مشروط واپسی پاکستان کے معاملات میں مداخلت ہے

اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب آغا شاہی نے بھارت کی جانب سے پاکستان کے داخلی امور میں مداخلت کی شکایت کی۔ پاکستانی نمائندے نے کہا کہ مہاجرین کی واپسی کے لیے سیاسی شرائط پاکستان کے معاملات میں کھلی مداخلت ہے۔

14 اکتوبر --- منعم خان دم توڑ گئے

مشرقی پاکستان کے سابق گورنر منعم خان ڈھاکہ میڈیکل کالج میں دم توڑ گئے۔ انہیں گھر کے صحن میں دفن کر دیا گیا۔ سابق صدر ایوب خان نے اپنے سابق گورنر کی موت پر کہا کہ وہ ان کے لیے صرف دعا ہی کر سکتے ہیں' یاد رہے کہ ایوب خان کے مغربی پاکستان کے سابق گورنر امیر محمد خان آف کالا باغ کا بھی یہی حشر ہوا تھا اور وہ اپنے گھر میں اپنے ہی بیٹے کی گولیوں کا نشانہ بن گئے تھے۔

14 اکتوبر --- مجیب کے لیے سزائے موت؟

اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب آغا شاہی نے نیویارک ٹائمز کی اطلاع سے لاعلمی ظاہر کی کہ شیخ مجیب کو موت کی سزا سنا دی گئی

14 اکتوبر --- چشمہ بیراج کے پانی کی تقسیم کا فیصلہ

صدر یحییٰ نے چشمہ بیراج کے پانی کی پنجاب اور سندھ میں تقسیم کا فیصلہ کر لیا۔

16 اکتوبر --- پاکستانی اور بھارتی صدور سے روسی صدر کی بات چیت

روس کے صدر نکولائی پڈگورنی نے ایران کے قدیم شہر تخت جمشید میں پاکستانی صدر یحییٰ خان اور بھارتی صدر وی وی گری سے الگ الگ ملاقات کی اور علاقائی صورتحال پر تبادلہ خیال کیا۔ صدر یحییٰ نے ایران' ترکی' یوگوسلاویہ اور رومانیہ کے سربراہوں سے بھی ملاقات کی۔

16 اکتوبر --- جنرل نیازی نے دفاعی انتظامات کا جائزہ لیا

مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر لیفٹیننٹ جنرل نیازی نے شمالی محاذ پر دفاعی انتظامات کا جائزہ لیا۔

16 اکتوبر --- نہری پانی کی تقسیم کے فیصلے پر مبشر کی تنقید

چشمہ بیراج سے سندھ' پنجاب اور سرحد کے درمیان نہری تقسیم کے واپڈا کے فیصلے پر تنقید کرتے ہوئے ڈاکٹر مبشر حسن نے کہا کہ نوکر شاہی جیت گئی اور عوام ایک بار پھر ہار گئے۔

17 اکتوبر --- یحییٰ خان کی تقریر کا خیر مقدم

پیپلز پارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو نے صدر یحییٰ کی 2 اکتوبر کی تقریر کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ صدر نے ان کی تجاویز کو پیش نظر رکھا ہے۔ البتہ بعض باتیں وضاحت طلب ہیں۔ بھٹو نے خیال ظاہر کیا کہ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان جنگ یقینی نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو صدر یحییٰ اور اندرا گاندھی ملک سے باہر نہ جاتے۔

17 اکتوبر --- بھاشانی نیپ ضمنی انتخابات میں حصہ نہیں لے گی

نیشنل عوامی پارٹی بھاشانی گروپ نے ضمنی انتخابات میں حصہ نہ لینے کے فیصلے کا اعلان کیا۔ البتہ کہا کہ کارکن انفرادی سطح پر انتخاب لڑ سکیں گے۔

19 اکتوبر --- باغی سے مصالحت نہیں ہو سکتی: یحییٰ

صدر یحییٰ نے ایک انٹرویو میں کہا کہ شیخ مجیب نے بغاوت کی ہے اس لیے ان سے بات چیت یا مصالحت نہیں ہو سکتی۔ یحییٰ نے کہا کہ ممکن ہوا تو مقدمے کی تفصیلات شائع کر دی جائیں گی۔

19 اکتوبر --- فضائی حدود کی خلاف ورزی برداشت نہیں کریں گے

ایئر مارشل رحیم نے بھارتی فضایہ کے کمانڈر انچیف کو ایک تار میں متنبہ کیا کہ پاکستان فضائی حدود کی خلاف ورزی برداشت نہیں کرے گا۔

19 اکتوبر۔۔۔ ڈھاکہ میں بم کے دھماکے سے پانچ ہلاک

ڈھاکہ کے تجارتی مرکز موتی جھیل میں بم پھٹنے سے پانچ افراد ہلاک اور بارہ زخمی ہوگئے۔

19 اکتوبر۔۔۔ انتخابی سمجھوتہ

دائیں بازو کی جماعتوں نے مشرقی پاکستان کے ضمنی انتخابات میں اپنا اپنا کوٹہ طے کر لیا۔ اس سلسلے میں پی ڈی پی' جماعت اسلامی' تینوں لیگوں اور نظام اسلام پارٹیوں کے درمیان ایک سمجھوتہ ہوگیا۔ ترجمان کے مطابق دو پرانی جماعتیں پاکستان جمہوری پارٹی اور جماعت اسلامی قومی اسمبلی کی بالترتیب تینتیس اور انیس اور صوبائی اسمبلی کی بالترتیب پچاس اور پینتالیس نشستوں کے لیے اپنے امیدوار نامزد کریں گی۔ مسلم لیگ کے تینوں گروپ مجموعی طور پر قومی اسمبلی کی نو نشستوں کے لیے اپنے امیدوار نامزد کریں گے۔ کونسل مسلم لیگ صوبائی اسمبلی کی پچیس نشستوں کے لیے اور قیوم لیگ اور کنونشن لیگ تئیس تئیس امیدوار نامزد کریں گی۔ نظام اسلام پارٹی قومی اسمبلی کے چھ اور صوبائی اسمبلی کی اکیس نشستوں کے لیے اپنے امیدوار نامزد کرے گی۔ ترجمان کے مطابق تمام امیدواروں کا اعلان نور الامین کریں گے۔

20 اکتوبر۔۔۔ 11 امیدوار بلامقابلہ منتخب

مشرقی پاکستان میں قومی اسمبلی کی اٹھہتر نشستوں پر ضمنی انتخابات کے لیے امیدواروں نے کاغذات نامزدگی داخل کر دیئے۔ نامکمل اعداد و شمار کے مطابق سینتالیس نشستوں کے لیے 115 امیدواروں نے کاغذات نامزدگی داخل کرائے جبکہ گیارہ نشستوں پر صرف ایک ایک امیدوار نے اپنے کاغذات داخل کرائے۔ بلامقابلہ منتخب ہونے والوں میں سے دسمبر 70 کے انتخابات میں سات امیدواروں کی ضمانت ضبط ہوگئی تھی۔ ان میں جماعت اسلامی کے تین' پی ڈی پی کے تین' کنونشن لیگ کے دو' قیوم لیگ کا ایک' نظام اسلام پارٹی کا ایک اور ایک آزاد امیدوار شامل ہیں۔

20 اکتوبر۔۔۔ سٹیٹ بنک ڈھاکہ میں بم دھماکہ

سٹیٹ بنک کی چوتھی منزل پر بم دھماکہ ہوا جس سے فرنیچر تباہ ہوگیا۔

20 اکتوبر۔۔۔ پیپلزپارٹی کے امیدوار

پیپلزپارٹی کے سیکرٹری اطلاعات مولانا کوثر نیازی نے اعلان کیا کہ مشرقی پاکستان کے ضمنی انتخابات میں پیپلزپارٹی پچیس سے تیس نشستوں پر انتخابات لڑے گی۔ انہوں نے کہا کہ مزید درخواستوں پر غور ہو رہا ہے اس لیے اس تعداد میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔

21 اکتوبر۔۔۔ جنگ کے لیے تیار ہیں: جگ جیون

بھارت کے وزیر جنگ' جگ جیون رام نے اعلان کیا کہ ان کے ملک نے جنگ کے انتظامات مکمل کر لیے ہیں۔

21 اکتوبر۔۔۔ مزید بلامقابلہ منتخب

مشرقی پاکستان کے ضمنی انتخابات میں بلامقابلہ منتخب ہونے والے قومی اسمبلی کے ارکان کی تعداد چودہ تک بڑھ گئی جبکہ مشرقی پاکستان اسمبلی کے سات ارکان بھی بلامقابلہ منتخب ہوگئے اطلاعات کے مطابق بلامقابلہ منتخب ہونے والوں میں جماعت اسلامی کے امیدوار سب سے آگے تھے۔

23 اکتوبر۔۔۔ بھٹو قاہرہ پہنچ گئے

پیپلزپارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو بیرون ملک دورے پر قاہرہ پہنچ گئے۔ روانگی سے قبل انہوں نے ایک بیان میں کہا کہ وہ عوام کی خاطر بیرون ملک جا رہے ہیں۔

23 اکتوبر۔۔۔ مخلوط انتخابات کے حامی ہیں: بھٹو

ذوالفقار علی بھٹو نے ایک بیان میں کہا کہ ان کی جماعت طرز انتخاب کے مسئلے پر مشرقی پاکستان کے عوام کے ساتھ ہے اور مخلوط طریق انتخاب کی حامی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس مسئلے پر اسمبلی میں مشرقی پاکستان کے نمائندوں کا ساتھ دیا جائے گا۔ بھٹو نے کہا کہ جنگ میں بھارت کو عبرتناک شکست ہوگی اور برصغیر کے دریا خون سے سرخ ہو جائیں گے۔

بھٹو نے مزید کہا کہ صوبائی خودمختاری اور سوشلزم کی حامی، جماعتوں سے اتحاد کیا جائے گا۔

23 اکتوبر۔۔۔ بھارت میں چھ لاکھ ریزرو فوجیوں کی طلبی

پاک' بھارت سرحدوں پر کشیدگی کے پیش نظر بھارت نے چھ لاکھ ریزرو فوجیوں کو طلب کر لیا۔

26 اکتوبر۔۔۔ چین اقوام متحدہ کا رکن بن گیا

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے عوامی جمہوریہ چین کو اقوام متحدہ

اور سلامتی کونسل کا مستقل رکن بنانے اور تائیوان کو اقوام متحدہ سے خارج کرنے کا تاریخی فیصلہ کر لیا۔ صدر نے چین کو مبارک باد کا تار بھیجا۔ چینی سفیر نے اسلام آباد میں کہا کہ ان کا ملک تعاون کے لیے پاکستان کا شکرگزار ہے۔

31 اکتوبر— اندرا گاندھی کو بھٹو کا مشورہ

ذوالفقار علی بھٹو نے ایک بیان میں کہا کہ برصغیر کے مسائل بروسلز، لندن یا واشنگٹن میں نہیں بلکہ اسلام آباد اور دہلی میں طے ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بھارت کو دوسرے ملکوں کے داخلی معاملات میں مداخلت کرنے سے باز آ جانا چاہیے۔

31 اکتوبر— مزید گیارہ امیدوار بلامقابلہ منتخب

الیکشن کمیشن ڈھاکہ کی اطلاع کے مطابق صوبائی اسمبلی کے مزید گیارہ امیدوار بلامقابلہ منتخب ہوگئے اس طرح بلامقابلہ منتخب ہونے والوں کی تعداد چھیالیس تک پہنچ گئی۔

31 اکتوبر— بھٹو اسی ماہ مشرقی پاکستان جائیں گے

جام صادق علی سمیت پیپلز پارٹی کا ایک چار رکنی وفد ڈھاکہ روانہ ہوگیا۔ تاکہ صوبائی اسمبلی کے ضمنی انتخابات میں شرکت کے سلسلے میں ضروری انتظامات کو آخری شکل دی جا سکے۔ انہوں نے بتایا کہ پارٹی کے چیئرمین ایک اور وفد کے ساتھ اسی مہینے مشرقی پاکستان کا دورہ کریں گے۔

نومبر 1971ء

یکم نومبر— قوم کہے تو مجیب کی رہائی پر غور کروں گا: یحییٰ

امریکی جریدے نیوز ویک کو انٹرویو دیتے ہوئے صدر یحییٰ نے کہا کہ اگر قوم مطالبہ کرے تو وہ شیخ مجیب کو غداری کے مقدمہ سے بری کرنے پر غور کریں گے۔ لیکن جہاں تک مجیب کے مستقبل کا سوال ہے اگر انہیں رہا کر کے مشرقی پاکستان بھیجا گیا تو وہاں کے عوام اسے قتل کر دیں گے کیونکہ وہ اسے اپنی تمام مصیبتوں کا ذمہ دار سمجھتے ہیں۔

یکم نومبر— آتش فشاں پر بیٹھی ہوں: اندرا

بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی نے دعویٰ کیا کہ بھارت جنگ کے خلاف ہے اور پاکستان کو تباہ نہیں کرنا چاہتا لیکن اپنے قومی مفادات کو نقصان بھی نہیں پہنچنے دے گا۔

یکم نومبر— بھارت بھی تباہ ہوگا: یحییٰ

صدر یحییٰ نے کہا کہ اگر آزاد بنگلہ دیش قائم کیا گیا تو اس سے نہ صرف پاکستان تباہ ہوگا بلکہ بھارت کے اپنے ٹکڑے ہونے شروع ہو جائیں گے۔

یکم نومبر— ڈھاکہ میں الیکشن کمیشن کے دفتر میں بم کا دھماکہ

صوبائی الیکشن کمیشن ڈھاکہ کے دفتر میں بم کے دھماکے سے ایک چوکیدار جاں بحق اور ایک زخمی ہوگیا۔ دھماکے سے دفتر کی عمارت میں آگ لگ گئی جس سے دو کمروں میں موجود اہم ریکارڈ جل گیا۔

2 نومبر— جنگ روکنے کے لیے سلامتی کونسل کا اجلاس بلایا جائے گا

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پاکستانی وفد کے قائد محمود علی نے بتایا کہ پاکستان اور بھارت کی سرحدوں پر بگڑتی ہوئی صورت حال پر غور کرنے کے لیے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا اجلاس متوقع ہے۔

2 نومبر— بھارت نے ناکہ بندی کر دی

بھارت نے سرحدی علاقوں کی ناکہ بندی کر دی۔

2 نومبر— جنگ نہ کی تو عوام ہمیں معاف نہیں کریں گے: اندرا

بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی نے لندن میں غیر منقسم ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے بھارت اور پاکستان کے درمیان موجودہ کشیدگی پر بات چیت کی اور ایک بیان میں کہا کہ اگر انہوں نے جنگ نہ کی تو ہندوستان کے عوام انہیں معاف نہیں کریں گے۔

3 نومبر— بھارتی فوج نے پوزیشن سنبھال لی

بھارت نے پاکستان پر حملے کی غرض سے اپنی پانچ لاکھ سے زائد فوج مشرقی اور مغربی پاکستان کی سرحدوں پر جمع کر دی اور اپنی بحریہ اور فضائیہ کو جنگ کے لیے تیار رہنے کا حکم دے دیا۔

3 نومبر— بیرون ملک سے بھٹو کی واپسی

غیر ممالک کے دس روزہ دورے سے واپسی کے بعد ذوالفقار علی بھٹو نے صدر یحییٰ سے ملاقات کی۔ انہوں نے بعد میں اخبار نویسوں کو بتایا کہ انہوں نے ملک کی عام صورت حال اور مشرقی پاکستان کے ضمنی انتخابات کے حوالے سے، صدر سے مذاکرات کئے۔

3 نومبر—مرکزی حکومت پیپلز پارٹی بنائے گی: نیازی

پیپلز پارٹی کے سیکرٹری اطلاعات اور رکن قومی اسمبلی مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ ضمنی انتخابات کے بعد پیپلز پارٹی مشرقی پاکستان کے نسبتاً ترقی پسند ارکان کی حمایت سے مرکزی حکومت بنانے میں کامیاب ہو جائے گی۔

3 نومبر—کرنافلی پیپر ملز بند

چٹاگانگ کے پہاڑی علاقے میں واقع کرنافلی پیپر ملز کو اس کی انتظامیہ نے عارضی طور پر بند کر دیا۔

3 نومبر—دو بنک لوٹ لیے گئے

ڈھاکہ میں دو بنک لوٹ لیے گئے۔

3 نومبر—سیاسی حل تلاش کریں

فرانس کے وزیر خارجہ موسیو مارس شومان نے صدر یحییٰ سے اپیل کی کہ وہ مشرقی پاکستان کے بحران کا سیاسی اور آئینی حل تلاش کریں۔

3 نومبر—اندرا صدر نکسن سے ملیں گی

بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی امریکہ کے سرکاری دورے پر واشنگٹن پہنچ گئیں۔ وہ مشرقی پاکستان کے مسئلے کا حل تلاش کرنے میں امریکی حکومت کی امداد حاصل کرنے کی کوشش کریں گی۔ اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری اوتھاں کی بیماری کے سبب' وہ ان سے ملاقات نہیں کر سکیں گی۔

4 نومبر—چو این' بھٹو بات چیت شروع

بھٹو کی قیادت میں ایک اعلیٰ سطحی سیاسی اور فوجی وفد نے پیکنگ میں وزیراعظم چو این لائی سے ملاقات کی۔ ایئر مارشل رحیم' جنرل گل حسن' ریئر ایڈمرل رشید اور سلطان محمد' بھٹو کے ساتھ پیکنگ پہنچے۔ پیکنگ کے ہوائی اڈے پر جلی حروف میں لکھا تھا کہ بھارتی حملے کی صورت میں چین' پاکستان کی بھرپور مدد کرے گا۔

6 نومبر—طوفان سے تباہی

کاکسس بازار اور چاٹگام کے ساحلی جزیروں میں طوفان سے زبردست تباہی ہوئی۔

6 نومبر—فائرنگ اور دھماکے

ڈھاکہ اور نارائن گنج میں فائرنگ اور بموں کے دھماکوں سے پانچ افراد ہلاک اور چالیس زخمی ہو گئے دھماکے سے پل کو نقصان پہنچا۔

7 نومبر—چین پاکستان کا ساتھ دے گا: بھٹو

چین نے پاکستان کو یقین دلایا کہ بھارتی حملے کی صورت میں' چین پاکستان کا بھرپور ساتھ دے گا۔

7 نومبر—بلامقابلہ رکن ہلاک

ڈھاکہ میں بلامقابلہ منتخب ہونے والے رکن جماعت اسلامی کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔

8 نومبر—مجیب کے مقدمے کا فیصلہ عدالت کرے گی: یحییٰ

صدر یحییٰ نے ایک بیان میں کہا کہ مجیب کے مقدمے کا فیصلہ عدالت کرے گی۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا تو چین یقیناً مداخلت کرے گا۔

8 نومبر—فوجی سامان کے لائسنس منسوخ

امریکہ نے پاکستان کو فوجی سامان برآمد کرنے کے لائسنس منسوخ کر دیئے۔

8 نومبر—پاکستان کی بھرپور مدد کریں گے: چو این لائی

وزیراعظم چو این لائی نے یقین دلایا کہ جارحیت کے خلاف پاکستان کی بھرپور مدد کی جائے گی۔

8 نومبر—بارہ افراد کو گولی مار دی گئی

ڈھاکہ اور نرائن گنج میں بارہ افراد کو گولی مار دی گئی۔ بم پھٹنے اور چھرا گھونپنے کے متعدد واقعات میں تینتیس افراد زخمی ہوگئے۔ ڈھاکہ یونیورسٹی میں ایک ہفتے کے دوران بم کا تیسرا دھماکہ ہوا۔

10 نومبر—بھٹو کا دو سو میل لمبا جلوس

راولپنڈی سے لاہور تک بھٹو نے متعدد مقامات پر پرہجوم جلوس سے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ بھارتی حملے کی صورت میں شہر شہر' گاؤں گاؤں' گلی گلی اور گھر گھر جنگ ہو گی۔ بھٹو نے کہا کہ ان کی پارٹی شکست خوردہ جماعتوں سے اتحاد نہیں کرے گی اور غیر نمائندہ حکومت کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔

11 نومبر—بھٹو پر قاتلانہ حملہ

جماعت اسلامی کے پستولوں سے مسلح پچاس ساٹھ رضاکاروں نے

گلبرگ لاہور میں، بھٹو کی گاڑی روک کر اشتعال انگیز نعرے لگائے اور پیپلز پارٹی کے کارکنوں سے ایک تصادم میں ہوائی فائر بھی کیے۔ ناکام ہونے کے بعد وہ گولیاں چلاتے ہوئے فرار ہوگئے۔ بھٹو نے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ان پر نہیں بلکہ عوام کی امنگوں پر گولی چلائی گئی ہے۔

11 نومبر--- لال قلعے پر پہنچ کر دم لیں گے: بھٹو

پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ اگر بھارت نے حملہ کیا تو ہم لال قلعے پر پہنچ کر دم لیں گے۔

11 نومبر--- گھر گھر خندقیں کھودنے کا حکم

ڈھاکہ کے ضلعی حکام نے لوگوں کو گھر گھر خندقیں کھودنے کا حکم جاری کر دیا۔ سڑکوں کے کنارے اور سرکاری عمارتوں میں بھی خندقیں کھودی جائیں گی۔

12 نومبر--- حکومت بنانا اور چلانا ہماری ذمہ داری ہے: بھٹو

کراچی، حیدر آباد اور دوسرے مقامات پر عوام سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے کہا کہ وہ شکست خوردہ جماعتوں کے ساتھ حکومت میں شریک نہیں ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ عوامی حکومت کو روکنے کی سازشیں شروع کر دی گئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جنگ میں بھارت کو شکست ہوگی۔

12 نومبر--- ضمنی انتخابات--- آرڈی نینس جاری

صدر یحییٰ نے ایک آرڈی نینس کے ذریعے صوبائی اور قومی اسمبلی کے متعلقہ حلقوں کے ضمنی انتخابات میں حصہ لینے والے امیدواروں کو پولنگ سے چار روز قبل ریٹائرڈ ہونے کی اجازت دے دی۔

12 نومبر--- بیت المکرم میں دھماکہ

ڈھاکہ کے فیشن ایبل اور معروف کاروباری مرکز بیت المکرم میں گزشتہ روز بم کے دھماکے سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد چھ تک پہنچ گئی ہے۔

14 نومبر--- دولتانہ مستعفی

کونسل مسلم لیگ کے صدر میاں ممتاز دولتانہ نے اپنی پارٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔

14 نومبر--- مشرقی پاکستان میں تخریبی سرگرمیاں تیز

گزشتہ اڑتالیس گھنٹوں کے دوران مشرقی پاکستان کے مختلف علاقوں میں تخریبی سرگرمیاں تیز ہوگئیں۔ متعدد افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔ جبکہ دس لاکھ روپے کی پٹ سن بھی نذر آتش کر دی گئی۔

15 نومبر--- یحییٰ خان کے دعوے

ٹیکسلا میں چین کی فنی اور مالی امداد سے قائم ہونے والے بھاری مشینوں کے کارخانے کا افتتاح کرتے ہوئے صدر یحییٰ خان نے دعویٰ کیا کہ بھارت پاکستان کو کوئی زک نہیں پہنچا سکتا۔ ہماری فوج اپنے وطن کا دفاع کرنا جانتی ہے اور ہمیں افریشیائی اور مغربی ملکوں کی اعانت پر بھروسہ ہے۔ ہمارے پاس سامان حرب کی کمی نہیں ہے، بھارتی فوجوں کی اطلاعات کی بنیاد پر دہلی میں یہ خبر گرم تھی کہ بھارت بہت جلد پاکستان کے دونوں بازوؤں پر بھرپور حملہ کرے گا اور کامیاب رہے گا۔ یحییٰ نے کہا کہ یہ بیان صرف باشندگان ملک کو خوش کرنے، مغالطے میں ڈالنے اور اطمینان دلانے کے لیے کیا جا رہا ہے کیونکہ ان پر مایوسی کے ساتھ ساتھ بے یقینی کی کیفیت بھی طاری ہے۔

16 نومبر--- نور الامین کے خدشات

مشرقی پاکستان کے بزرگ سیاستدان نور الامین نے لاہور میں اسلامی جمعیت طلباء کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سرحد پار رہنے والے بھارتی عناصر ہم پاکستانیوں کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے لیے زمین ہموار کر رہے ہیں جو "شیخ مجیب زندہ باد" کے نعرے لگاتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ ایسے نعروں کا مطلب پاکستان کی سالمیت کو تباہ کرنا ہے۔ اگر مشرقی پاکستان الگ ہوگیا تو مغربی پاکستان بھی متحد نہیں رہ سکتا۔ بہت جلد اس کے بھی ٹکڑے ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ اندرا گاندھی کے اشارے پر جو کھیل مشرقی پاکستان میں کھیلا جا رہا ہے، وہ بڑھ کر مغربی بازو میں بھی اپنا رنگ جما لے گا اور اس طرح ہر صوبے میں عوام مجیب کی راہ اختیار کر کے علیحدگی کے سروں پر گیت گائیں گے۔

18 نومبر--- ہم بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیں گے: وی وی گری

بھارت کے صدر وی وی گری نے مغربی بنگال کے ایک مہاجر کیمپ کا دورہ کرتے ہوئے خیال ظاہر کیا کہ ہماری حکومت کسی مناسب وقت پر لیکن بہت جلد بنگلہ دیش کو تسلیم کر لے گی کیونکہ وہ شیخ مجیب کی فرمائش پر عمل پیرا ہوگی جس پر ذاتی مفادات کے پیش نظر اچھی طرح غور کیا جا چکا ہے۔ غور طلب پہلو صرف یہ رہ گیا ہے کہ مغربی پاکستان کے ارباب اقتدار ناراض نہ ہوں۔ ہمارے لیے اس کا دوسرا سرا بھی ہلانا ضروری ہے۔

19 نومبر--- دفاع کریں گے: یحییٰ

صدر یحییٰ نے اپنے عید کے پیغام میں کہا کہ پاکستان تاریخ کے دوراہے پر کھڑا ہے اور ہر قیمت پر ملک کا دفاع کیا جائے گا۔ انہوں نے بھارت کی طرف ایک مرتبہ پھر دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا کہ دونوں ملک ایک دوسرے کے خلاف مسلح ہونے کے لیے اپنے اپنے وسائل برباد کر رہے ہیں۔

19 نومبر--- حبیب جالب گرفتار

معروف شاعر حبیب جالب کو اعلیٰ حکام کی ہدایت پر گرفتار کر لیا گیا۔

19 نومبر--- ڈھاکہ میں دھماکہ

ڈھاکہ میں فلمز اینڈ پبلیکیشنز کے دفتر میں بم پھٹنے سے 13 افراد زخمی ہوگئے۔

19 نومبر--- پیپلز پارٹی کو مزید نشستیں ملنے کی توقع

پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنما خورشید حسن میر نے ڈھاکہ سے واپسی پر اس امکان کا اظہار کیا کہ عوامی لیگ کے اہل ارکان دائیں بازو کی جماعتوں کے مخلوط اتحاد کا ساتھ نہیں دیں گے۔ انہیں توقع ہے کہ پیپلز پارٹی مشرقی پاکستان کے ضمنی انتخابات میں مزید سیٹیں حاصل کر لے گی۔

22 نومبر--- بھارت کا مشرقی پاکستان پر بھرپور حملہ

بھارت نے جنگ کا باضابطہ اعلان کیے بغیر مشرقی پاکستان پر بھرپور حملہ کر دیا۔ دو ڈویژن فوج کے حملے سے تین محاذوں پر گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی۔

22 نومبر--- حملہ آور کو کچل دیں گے: یحییٰ

صدر یحییٰ نے سیالکوٹ میں اگلے مورچوں کا معائنہ کیا اور کہا کہ حملہ آور کو کچل دیا جائے گا۔

22 نومبر--- بھارت نے یحییٰ کی پیشکش مسترد کر دی

بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی نے پاکستانی صدر کی دوستی کی پیشکش کو مسترد کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ چین یقیناً پاکستان کو امداد دے گا لیکن بھارت اس سے مرعوب نہیں ہوگا۔

22 نومبر--- پروازیں منسوخ

ڈھاکہ سے چٹاگانگ، جیسور اور سلہٹ تک پی آئی اے کی تمام پروازیں منسوخ کر دی گئیں۔ ڈھاکہ، چمن سنگھ، اور جمال پور کے درمیان بس سروس بھی بند کر دی گئی۔

23 نومبر--- پاکستان میں ہنگامی حالات کا اعلان

صدر یحییٰ نے ملک بھر میں ہنگامی حالت نافذ کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔ تاہم انتقال اقتدار کے پروگرام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

23 نومبر--- پاکستانی فوج کا جوابی حملہ

پاکستانی ذرائع ابلاغ کے مطابق پاک فوج نے جوابی حملہ کر کے کومیلا سیکٹر میں بھارتی فوج کی پوری بٹالین کا صفایا کر دیا۔ پاکستانی فوج نے جیسور اور سلہٹ میں کئی مورچوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔

23 نومبر--- اقوام متحدہ کو بھارتی حملہ کی خبر دے دی گئی

حکومت پاکستان نے اقوام متحدہ کو بھارتی حملے سے آگاہ کر دیا۔ صدر یحییٰ نے دنیا بھر کے سربراہوں کو بھی بھارتی حملے کی خبر دے دی۔

23 نومبر--- برصغیر بھارتیوں کا قبرستان بنے گا: بھٹو

ذوالفقار علی بھٹو نے اعلان کیا کہ سرزمین وطن کے لیے بچہ بچہ کٹ مرے گا اور برصغیر کو بھارتیوں کا قبرستان بنا دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ وقت آیا تو سلامتی کونسل میں پاکستان کی نمائندگی کا فرض وہ خود ادا کریں گے۔

24 نومبر--- پروفیسر غلام اعظم کی نکتہ چینی

جماعت اسلامی کے رہنما پروفیسر غلام اعظم نے ایک استقبالیہ میں حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر سربراہ مملکت بھی مشرقی پاکستان کو اس ملک کا ایک بازو سمجھتے ہیں تو اس کی حفاظت کے لیے بھارت کے خلاف جنگ کا اعلان کیوں نہیں کرتے۔ نام نہاد بنگلہ دیش پر فوجی یلغار کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان پر حملہ کیا گیا ہے اور پھر مغربی پاکستان کا کون سا حصہ محفوظ کہا جا سکتا ہے بہت سے شہروں اور ان کے مضافات میں بے قصور عوام کے لیے عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا ہے اگر بفرض محال مشرقی پاکستان کے عوام سے ہمارے حکام کو کوئی محبت نہیں ہے تو کم از کم ان ہزاروں جوانوں کی خاطر جو دفاع کے لیے وہاں بھیجے گئے تھے اور وہاں گھر گئے ہیں، باقاعدہ جنگ شروع کر دیں تاکہ ان کو واپس لایا جائے۔ شروع میں ہمارا پلہ بھاری تھا جو اب دب کر رہ گیا ہے کیا ہم اپنے قائدین کو اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتے۔ کیا جنرل یحییٰ اپنے منصب کو برقرار رکھنا کافی سمجھتے ہیں۔ خواہ ساری قوم کٹ کٹ کر ختم ہو جائے۔ وہ بھارتی جارحیت کے مسئلے کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے

سامنے کیوں پیش نہیں کرتے۔ جس کا مبینہ مقصد قیام امن و عافیت ہے؟ ایک ضیافت کے موقع پر صدر یحییٰ نے دعویٰ کیا کہ بھارت کبھی بھی پاکستان پر غالب نہیں آ سکتا کیونکہ ہمیں سعودی عرب، یمن، ترکی، اردن، اور الجزائر سے ہر قسم کی امداد حاصل ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ بھارت کو روس سے کہیں زیادہ امداد مل رہی ہے جس کے اشارے پر شیخ مجیب کو بنگلہ دیش کے قیام پر اکسایا گیا ہے۔ اس دوران بھارت نے سندھ پر بھرپور حملے کے لیے سندھ کے سرحدی علاقوں پر چار ڈویژن فوج بکتر بند متعین کر دی۔ بھارتی توپوں کے رخ ادھر موڑ دیئے۔ اس نے اپنے علاقوں میں بلیک آؤٹ مشق بھی شروع کر دیا تاکہ عوام پاکستان کے متوقع اچانک حملے سے سراسیمہ نہ ہوں۔ یورپ کے کئی ملکوں نے جن میں بلجیم شامل تھا، برصغیر کے حالات کے پیش نظر سلامتی کونسل کا اجلاس بلانے کی درخواست کی لیکن روس نے ویٹو کی دھمکی دے کر تجویز کو عمل میں نہ آنے دیا۔

26 نومبر--- نیشنل عوامی پارٹی پر پابندی

حکومت نے نیشنل عوامی پارٹی کے تمام گروپوں پر پابندی عائد کر دی۔ صدر نے بعض لیڈروں کی گرفتاری کا حکم دیتے ہوئے کہا کہ مغربی پاکستان میں بغاوت کرانے کی سازش کی جا رہی ہے، انہوں نے پروفیسر مظفر، بھاشانی، غفار خان اور بعض دیگر رہنماؤں کو غدار قرار دیا۔

26 نومبر--- یحییٰ - بھٹو مذاکرات

آئینی امور پر صدر یحییٰ اور بھٹو کے درمیان طویل ترین مذاکرات ہوئے۔ پیپلز پارٹی کے ذرائع نے بتایا کہ بھٹو، یحییٰ خان سے ایک اور ملاقات کریں گے۔

26 نومبر--- پاک - بھارت کشیدگی اور امریکہ

برصغیر کے بحران پر صدر نکسن اور وزیراعظم ہیتھ کے درمیان بات چیت ہوئی، خیال ہے کہ امریکہ پاک - بھارت کشیدگی کا مسئلہ سلامتی کونسل میں پیش کرے گا۔

26 نومبر--- ماسٹر خان گل گرفتار

عوامی لیگ کے سابق نائب صدر ماسٹر خان گل کو مارشل لاء کے ضابطہ 78 کے تحت گرفتار کر لیا گیا۔

26 نومبر--- مجیب کی رہائی کے لیے سفارش

روس نے امریکہ سے سفارش کی کہ مشرقی پاکستان کے بحران کے خاتمے کے لیے سب سے پہلے شیخ مجیب کو رہا کیا جائے۔

29 نومبر--- جنگ تیز

پاکستانی ذرائع ابلاغ کے مطابق پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ میں شدت آ گئی۔ جیسور کے قریب خونریز جنگ کے بعد میدان دشمن کی لاشوں سے اٹ گیا۔ بھارتی فوج نے تین علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ پاک فوج دفاعی حکمت عملی کے تحت دشمن کو اپنے علاقے میں لا کر تباہ کر رہی ہے۔

29 نومبر--- چینی فوج بھارتی سرحد پر

چین نے پاک - بھارت تنازعہ میں پاکستان کے موقف کی بھرپور حمایت کرتے ہوئے اپنی فوج بھارتی سرحد پر پہنچا دی۔

29 نومبر--- بھٹو کی راولپنڈی طلبی

بھٹو کو صدر یحییٰ نے فوری طور پر راولپنڈی طلب کیا۔

دسمبر 1971ء

یکم دسمبر--- بھارتی فوج مغربی سرحد پر بھی

چودہ ڈویژن بھارتی فوج نے مغربی پاکستان کی سرحد پر مورچے سنبھال لیے۔ بڑی جنگ کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ سرکاری ترجمان کے مطابق جب تک ممکن ہوا جنگ کو ٹالنے کی کوشش کی جائے گی۔

یکم دسمبر--- پاک فوج کا جوابی حملہ

پاکستانی ذرائع ابلاغ کے مطابق پاک فوج نے جوابی حملہ کر کے دشمن کو سرحد پار دھکیل دیا۔ کمال پور کی لڑائی میں ایک ہزار بھارتی فوجی ہلاک اور زخمی ہو گئے۔

یکم دسمبر--- بھارت کی فوجی امداد بند

امریکہ نے پاکستان پر بھارت کے جارحانہ حملے کے باعث بھارت کی فوجی امداد بند کر دی۔

2 دسمبر--- کھلی جنگ شروع

بھارتی فوج کو اگرتلا سے سرحد عبور کر کے حملہ کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ بھارتی فضائیہ نے بھی مشرقی پاکستان پر یلغار کر دی۔

2 دسمبر--- اقتدار سونپ دو

پاکستان پیپلز پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے ایک قرار داد میں کہا کہ انتقال اقتدار میں تاخیر نے ملک کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا۔ بھٹو نے کہا

کہ وہ جوائنٹ سٹاک کمپنی میں شریک نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے حقیقی نمائندوں کو اقتدار سونپنے کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ دھتکاری ہوئی قیادت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

2 دسمبر--- پیپلز پارٹی اور جمعیت العلماء میں تعاون

جمعیت العلمائے اسلام اور پاکستان پیپلز پارٹی نے قومی سطح پر ایک دوسرے کے ساتھ مکمل تعاون کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مفتی محمود نے بتایا کہ بات چیت جاری رہے گی۔

2 دسمبر--- صدر 18 دسمبر کو خطاب کریں گے

جمعیت العلمائے اسلام کے جنرل سیکرٹری مفتی محمود نے انکشاف کیا کہ صدر یحییٰ 18 دسمبر کو قوم سے خطاب کریں گے اور اپنی تقریر میں مسودہ آئین کے اہم نکات کا اعلان کریں گے۔

2 دسمبر--- یحییٰ کا روسی رہنماؤں سے رابطہ

صدر یحییٰ خان نے روس کے رہنماؤں سے رابطہ قائم کرکے انہیں باخبر کر دیا کہ بھارت نے 22 نومبر سے پاکستان کے خلاف جنگ شروع کر رکھی ہے۔

3 دسمبر--- باقاعدہ جنگ شروع ہوگئی

پاکستان اور بھارت کے درمیان باقاعدہ اور اعلان شدہ جنگ شروع ہوگئی۔ بھارتی فوج نے لاہور' سیالکوٹ' جسٹر' رحیم یار خان' پونچھ اور اوڑی پر حملہ کر دیا۔ پاک فضائیہ نے جوابی حملے میں پٹھانکوٹ' امرتسر' اونتی پور' سری نگر اور چار دوسرے ہوائی اڈوں پر بمباری کی۔ پاکستانی اخباری اطلاعات کے مطابق مشرقی پاکستان پر تازہ حملہ ناکام ہوگیا۔

3 دسمبر--- نورالامین وزیراعظم' بھٹو نائب وزیراعظم

لیاقت باغ میں ایک بڑے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو نے اعلان کیا کہ ملک کو سنگین بحران سے بچانے اور مشرقی پاکستانی بھائیوں کی خاطر انہوں نے نورالامین کے وزیراعظم بننے کو قبول کر لیا ہے۔ اور خود نائب وزیراعظم بننے کے لیے تیار ہیں۔ بھٹو' وزیر خارجہ بھی ہوں گے۔

3 دسمبر--- دشمن کو بھرپور سبق دو: ایئرمارشل رحیم

فضائیہ کے کمانڈر انچیف ایئرمارشل رحیم نے اپنے فرمان امروز میں کہا کہ دشمن کو ایسا سبق دیا جائے کہ وہ سو سال تک یاد رکھے۔

3 دسمبر--- یحییٰ - فارلینڈ ملاقات

امریکی سفیر جوزف فارلینڈ نے راولپنڈی میں صدر یحییٰ سے ملاقات کی۔

4 دسمبر--- دشمن پر ٹوٹ پڑو: یحییٰ

صدر یحییٰ نے ریڈیو پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے اس یقین کا اعادہ کیا کہ پاکستان کی مسلح افواج دشمن کو مار بھگائیں گی۔

4 دسمبر--- بھارت کی تینوں مسلح افواج کا حملہ

بھارت کی تینوں مسلح افواج نے مشرقی پاکستان پر بھرپور حملہ کر دیا۔ ادھر مغربی پاکستان میں بھارتی جنگی جہاز کراچی بندرگاہ کے قریب پہنچ گئے۔ مغربی پاکستان میں شہریوں پر بھارتی طیاروں کی وحشیانہ بمباری سے چونسٹھ افراد جاں بحق اور پانچ سو زخمی ہوگئے۔ جواب میں پاکستان فوج کئی مقامات سے مقبوضہ کشمیر میں داخل ہوگئی۔ لاہور اور سیالکوٹ کے محاذوں پر پاک فوج نے کامیاب پیش قدمی کی۔ انچاس بھارتی طیارے گرا دیے گئے۔

5 دسمبر--- پاک فوج کی کامیابیاں

پاکستانی ذرائع ابلاغ کے مطابق اٹھتر بھارتی طیارے اور گیارہ ٹینک تباہ کر دیے گئے۔ پاک فوج امرتسر اور اکھنور کی شہ رگ پر پہنچ گئی اور اس نے قصور سے کھیم کرن اور حسینی والا سیکٹر میں آٹھ اور لاہور سیکٹر میں بیس چوکیوں پر قبضہ کر لیا۔

5 دسمبر--- روس کی دھمکی

روس نے پاکستان کو قصوروار گردانتے ہوئے مداخلت کی دھمکی دے دی۔

5 دسمبر--- جنگ کا ذمہ دار بھارت ہے: امریکہ

امریکی دفتر خارجہ کے ایک اعلیٰ افسر نے بھارت کو جنگ کا ذمہ دار گردانتے ہوئے بتایا کہ امریکہ بھارت کی اقتصادی مدد بند کرنے پر غور کر رہا ہے۔

5 دسمبر--- سلامتی کونسل کی قرارداد

سلامتی کونسل کے دس میں سے نو غیر مستقل ارکان نے ایک قرارداد میں پاکستان اور بھارت سے جنگ بند کرنے اور اپنی فوجیں سرحدوں کے پیچھے لے جانے کا مطالبہ کیا۔

5 دسمبر--- قرارداد ویٹو

روس نے جنگ بندی کی قرارداد کو ویٹو کر دیا۔

5 دسمبر--- یحییٰ سے بھٹو اور نورالامین کی ملاقات

متحدہ مخلوط پارٹی کے سربراہ نورالامین اور پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے صدر یحییٰ سے مشترکہ ملاقات کی۔

6 دسمبر — پاک - بھارت سفارتی تعلقات ختم

بھارت کی طرف سے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے جواب میں پاکستان نے بھارت سے اپنے سفارتی تعلقات منقطع کر لیے۔

6 دسمبر — پاک فوج کی پیشقدمی

پاکستانی ذرائع ابلاغ کے مطابق فوج نے دریائے توی عبور کر لیا۔ کشمیر میں مزید چوکیوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ راجستھان میں بھارت آگے بڑھ آیا۔ بھارتی اڈوں پر ایک سو ساٹھ طیارے تباہ کر دیئے گئے۔

6 دسمبر — بھارت کی اقتصادی امداد بند

امریکہ نے بھارت کی آٹھ کروڑ ستر لاکھ ساٹھ ہزار ڈالر کی اقتصادی امداد معطل کر دی۔

6 دسمبر — ضمنی انتخابات ملتوی

الیکشن کمیشن نے جنگ کے باعث مشرقی پاکستان میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ضمنی انتخابات ملتوی کر دیئے۔ یہ انتخابات 7 سے 20 دسمبر تک ہونے تھے۔

7 دسمبر — نورالامین / بھٹو مخلوط حکومت

صدر یحییٰ کے فیصلے کے مطابق نورالامین کو وزیراعظم اور بھٹو کو نائب وزیراعظم اور وزیر خارجہ بنا دیا گیا۔

7 دسمبر — پاک فوج، مزید کامیابیاں

پاکستانی ذرائع ابلاغ کے مطابق پاکستانی فوج نے چھمب آزاد کرا لیا اور جموں کے اہم علاقے میں داخل ہو گئی۔ بھارتی بمباری کے جواب میں پاک فضائیہ جوابی کارروائی کا الٹی میٹم دے دیا۔ تباہ شدہ بھارتی طیاروں کی تعداد 104 ہو گئی۔ بھارتی بمباری سے کراچی اور دوسرے شہروں میں سینکڑوں شہری شہید اور زخمی ہو گئے۔ سیالکوٹ سیکٹر میں ٹینکوں کی خوفناک لڑائی کے بعد سولہ بھارتی ٹینک تباہ کر دیئے گئے۔ فاضلکا سیکٹر میں مزید تین دیہات پر قبضہ۔

7 دسمبر — جنرل اسمبلی کا اجلاس شروع

پاک بھارت جنگ کے سلسلے میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا اجلاس شروع ہو گیا۔

7 دسمبر — ہلال جرات

صدر یحییٰ خان نے لیفٹیننٹ جنرل ٹکا خان، لیفٹیننٹ عبداللہ خان نیازی، میجر جنرل ابوبکر عثمان مٹھا، میجر جنرل محمد رحیم خان، میجر جنرل محمد حسین انصاری اور بریگیڈیئر جہانزیب ارباب کو ہلال جرات عطا کیا۔

8 دسمبر — جنگ کی صورت حال

پاکستانی ذرائع ابلاغ نے پاک فوج کی پیشقدمی اور مزید فتوحات کی خبریں شائع کیں۔ ان خبروں کے مطابق پاک فوج چوکیاں فتح کرتی ہوئی امرتسر اور اکھنور تک پہنچ گئی۔ ایک اور محاذ پر وہ فیروز پور سے تین میل کے فاصلے پر پہنچ گئی۔ حسینی والا میں جلال آباد پر غلبہ حاصل کر لیا گیا۔ پاک فوج کے ہاتھوں شمشیر نگر کا مضبوط مورچہ فنا۔ لاہور کے محاذ پر بھارتی فوج کے تمام حملے ناکام بنا دیئے گئے۔ پاک فضائیہ نے دشمن کے چالیس ٹینک اڑا دیئے۔ دشمن کے چھ مزید طیارے گرا دیئے گئے۔ سلہٹ، جیسور اور کومیلا پر پاکستانی کنٹرول کا دعویٰ۔ کراچی کے قریب بھارتی آبدوز تباہ۔

8 دسمبر — جیسور پر بھارتی کنٹرول

غیر پاکستانی ذرائع ابلاغ کے مطابق 6 دسمبر کو بھارت نے جیسور پر قبضہ کر لیا۔

8 دسمبر — ہم ہزار سال تک لڑیں گے: بھٹو

آٹھ رکنی وفد کے ساتھ نیویارک روانگی سے قبل نائب وزیراعظم اور وزیر خارجہ بھٹو نے اعلان کیا کہ وہ ایک ہزار سال تک جنگ جاری رکھیں گے۔

8 دسمبر — ہماری افواج ڈٹ کر مقابلہ کر رہی ہیں: یحییٰ

صدر یحییٰ نے مسلح افواج کی امداد کے لیے دفاعی فنڈ قائم کر دیا۔ انہوں نے قوم سے اپیل کی کہ ملک کو ایک سفاک دشمن کا سامنا ہے، ہماری بہادر افواج ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ لہٰذا ہمیں ہر قسم کے ذرائع بروئے کار لاتے ہوئے اپنے جیالے اور بہادر فوجیوں کی مدد کرنی چاہیے۔

8 دسمبر — بھارت کو عبرتناک شکست ہو گی: نورالامین

نامزد وزیراعظم نورالامین نے ایک بیان میں بھارت کی عبرتناک شکست کی پیش گوئی کی۔

9 دسمبر — پاک فوج کی فتوحات

پاکستانی ذرائع ابلاغ کی مزید اطلاعات کے مطابق پٹھان کوٹ کا

ہوائی اڈا' برباد کر دیا گیا۔ اب تک بھارت کے 114 طیارے تباہ کر دیئے گئے۔ فضائیہ نے مزید سات ٹینک اڑا دیئے۔ لاہور کے محاذوں پر چار مزید دیہات فتح کر لیے گئے۔ دشمن کے 68 ٹینک تباہ' سولہ پر قبضہ کر لیا گیا۔

9 دسمبر--- جیسور پر پاک افواج کا مکمل کنٹرول ہے

بی بی سی کے مطابق' بھارتی طیاروں نے آج جیسور پر بمباری کی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ جیسور پر بھارت کا قبضہ نہیں ہے۔

9 دسمبر--- سورن سنگھ واپس

حکومت نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پاکستان کے خلاف بھارت کی جارحیت پر ہونے والے مباحثے میں بھارت کی نمائندگی کے لیے سورن سنگھ کی جگہ ٹی این کول کو مقرر کر دیا۔

9 دسمبر--- عالمی جنگ کا خطرہ: بھٹو

ذوالفقار علی بھٹو نے متنبہ کیا کہ پاک - بھارت جنگ کو روکنے کے لیے ضروری اقدامات نہ کیے گئے تو عالمی جنگ چھڑ جائے گی تاہم پاکستانی رہنما نے آخری دم تک لڑنے کے عزم کا اظہار کیا۔

9 دسمبر--- فتح پاکستان کی ہوگی: چو این لائی

چین کے وزیر اعظم چو این لائی نے اعلان کیا کہ حملہ آور کی شکست قریب ہے اور فتح پاکستان کی ہوگی۔

10 دسمبر--- جنگ کی صورت حال

پاکستانی ذرائع ابلاغ کے مطابق جیسور پر بھارتی حملہ پسپا کر دیا گیا۔ مشرقی محاذ پر دو بٹالین بھارتی فوج کا صفایا' چودہ ٹینک تباہ اور سات پر قبضہ کر لیا گیا۔ مغربی محاذوں پر پاک فوج کا بھرپور حملہ۔ جوڑیاں اور اکھنور میں بھگدڑ مچ گئی۔ 129 بھارتی طیارے اور 93 ٹینک اڑا دیئے گئے۔ امرتسر کے تین محاذ دیہات پر قبضہ۔ شکر گڑھ میں گھمسان کی لڑائی کے بعد بھارتی فوج پسپا ہوگئی۔

10 دسمبر--- میں اپنے جوانوں کو چھوڑ کر کبھی نہیں جاتا: نیازی

مشرقی کمان کے کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل اے اے کے نیازی نے ہوٹل انٹرکانٹی ننٹل ڈھاکہ میں اعلان کیا کہ وہ اپنی فوج کی کمان کر رہے ہیں۔ بی بی سی نے آل انڈیا ریڈیو کے حوالے سے یہ خبر دی تھی کہ نیازی مشرقی پاکستان چلے گئے ہیں۔ جنرل نیازی نے کہا کہ وہ اپنے جوانوں کو چھوڑ کر کبھی نہیں جاتے۔

10 دسمبر--- فضائیہ کے اعلیٰ افسروں کے لیے اعزازات

صدر یحییٰ خان نے پاک فضائیہ کے گیارہ افسروں کو جرات کے بے مثال مظاہرے پر اعزازات دینے کا اعلان کیا۔ ان میں فضائیہ کے کمانڈر انچیف ایئر مارشل اے رحیم خان' ایئر کموڈور انعام ایچ خان' ونگ کمانڈر حلیم اللہ' سکواڈرن لیڈر اے باسط اور دوسرے افسر شامل ہیں۔

10 دسمبر--- بھٹو بڑی طاقتوں سے بھی جنگ لڑیں گے

فرینکفرٹ میں ذوالفقار علی بھٹو نے اعلان کیا کہ پاکستان بات چیت کے لیے تیار ہے۔ لیکن امن کی بھیک نہیں مانگی جا سکتی۔ بھٹو نے کہا کہ اگر ضرورت پڑی تو پاکستان' بڑی طاقتوں سے بھی جنگ لڑے گا۔

10 دسمبر--- جنگ بندی منظور کر لو: بھارت کو امریکی مشورہ

امریکہ نے پاکستان کی رضامندی حاصل کرنے کے بعد بھارت پر زور دیا کہ وہ جنرل اسمبلی کی قرار داد منظور کر لے۔

11 دسمبر--- جنگ کی صورت حال

پاکستانی ذرائع ابلاغ کی نئی اطلاعات کے مطابق بھارت کے دو جنگی جہاز تارپیڈو کر دیئے گئے۔ چھمب سیکٹر میں پاک فوج نے دشمن کی صفوں میں تباہی مچا دی۔ مشرقی پاکستان میں بھارتی چھاتہ فوج کا صفایا' سات ٹینک اور تین طیارے تباہ' بھارت کے مزید سات طیارے گرا لیے گئے۔

11 دسمبر--- سفارتی محاذ

ذوالفقار علی بھٹو نے اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری اوتھاں اور امریکی وفد کے سربراہ سے ملاقات کی۔ پاکستان کے سرکاری ترجمان نے اعلان کیا کہ تنازعہ طے کرنے کے لیے سفارتی سطح پر کوششیں کی جا رہی ہیں اور پاکستان تنہا نہیں ہے۔

11 دسمبر--- گورنر مشرقی پاکستان کے سٹاف افسر کا تار واپس

ایک سرکاری ترجمان کے مطابق گورنر مشرقی پاکستان کے ایک سٹاف آفیسر (راؤ فرمان علی) نے اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری اوتھاں کو ایک تار بھیجا تھا جسے حکومت نے واپس لے لیا۔ ترجمان سے جب پیغام کی مندرجات بتانے کی درخواست کی گئی تو اس نے کہا کہ تفصیلات کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ پیغام غیر قانونی تھا۔

12 دسمبر--- جنگ کی صورت حال

مغربی ذرائع ابلاغ نے اطلاع دی کہ کھلنا کی بندرگاہ میں ایک بھارتی گن بوٹ غرق اور دوسری پر قبضہ کر لیا گیا۔ تین بھارتی طیارے اور تین ٹینک تباہ کر دیئے گئے۔ مغربی محاذوں پر دو پل' بیس ٹینک اور پانچ طیارے تباہ کر دیئے گئے۔ چھمب اور شکرگڑھ سیکٹر میں خونریز لڑائی۔

12 دسمبر --- سفارتی اور اقوام متحدہ کا محاذ

امریکی صدر نکسن نے سلامتی کونسل کا اجلاس طلب کر لیا۔ نکسن نے دونوں ملکوں سے فوری جنگ بند کرنے کو بھی کہا۔ دوسری طرف روسی وفد دہلی پہنچ گیا جس کے مقصد کا اعلان نہیں کیا گیا۔ راولپنڈی میں چینی سفیر سے نامزد وزیراعظم نور الامین کی ملاقات میں جنگ سے پیدا شدہ صورت حال پر غور کیا گیا۔ نیویارک میں ذوالفقار علی بھٹو نے چینی مندوب سے صلاح مشورہ کیا۔

13 دسمبر --- جنگ کی صورت حال

پاکستان کے ذرائع ابلاغ کے مطابق پونچھ سیکٹر میں بھارتی فوج کی سپلائی لائن کاٹ دی گئی۔ دو بھارتی چوکیوں پر قبضہ اور پندرہ ٹینک تباہ کر دیئے گئے۔ برکی سیکٹر میں بھارتی فوج 150 لاشیں اور بھاری مقدار میں اسلحہ چھوڑ کر بھاگ گئی۔ بنگالی کمانڈر نے کہا کہ "ہم وطن کے چپے چپے کا دفاع کریں گے۔" ایک اور اطلاع کے مطابق بھارتی طیاروں نے لاہور پر گولیوں اور راکٹوں کی بوچھاڑ کر دی۔

13 دسمبر --- ہتھیار ڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا: نیازی

مشرقی کمان کے کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل اے اے کے نیازی نے اعلان کیا کہ مسلح افواج دشمن کو اپنی مقدس سرزمین سے نکال باہر کرنے تک لڑتی رہیں گی۔ غیر ملکی اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے نیازی نے کہا کہ ہماری فوج یا تو باعزت طور پر زندہ رہے گی یا اپنے مقصد کے لیے قربان ہو جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ ہتھیار ڈالنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

13 دسمبر --- آخری دم تک لڑیں گے: بھٹو

سلامتی کونسل کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ذوالفقار علی بھٹو نے اپیل کی کہ پاکستان کی علاقائی سالمیت اور قومی اتحاد کو برقرار رکھنے کے لیے سلامتی کونسل اس رائے عامہ کو تسلیم کرے جس کا اظہار جنرل اسمبلی میں 7 دسمبر کو منظور کی جانے والی قرار داد میں کیا گیا ہے۔ بھٹو نے کہا کہ سلامتی کونسل کے ارکان کو اتحاد برائے امن کی اہمیت کا احساس کرنا چاہیے اور جنرل اسمبلی میں ایک سو چار ملکوں کی قرار داد پر عمل کرنا چاہیے۔ بھٹو نے کہا کہ وہ سلامتی کونسل سے امن کی بھیک مانگنے نہیں آئے بلکہ انصاف چاہتے ہیں۔ بھٹو نے کہا کہ اگر کچھ نہ کیا گیا تو پاکستان کا ایک ایک آدمی کٹ مرے گا۔ انہوں نے کہا' ہمیں بھارت سے نصف اسلحہ بھی ملا ہوتا تو آج ہم دہلی میں بیٹھے ہوتے۔ بھٹو نے کہا کہ پاکستان کا صرف بھارت سے نہیں' روس سے بھی مقابلہ ہے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ پاکستان ٹکڑے ہوا تو بھارت کے دوسرے ہمسائے بھی نہیں بچ سکیں گے۔ بھٹو نے اس عزم کا اظہار کیا کہ پاکستان آخری دم تک لڑے گا۔

13 دسمبر --- سلامتی کونسل جنگ بند کرائے

صدر نکسن اور صدر پامپیدو نے سلامتی کونسل سے پاک - بھارت جنگ بند کروانے کی کاروئی کرنے کا مطالبہ کیا۔ دونوں رہنما اپنی بات چیت میں سلامتی کونسل کے فوری کارروائی کرنے پر متفق تھے۔ فرانسیسی وزیر خارجہ موسیو شومان نے کہا کہ سلامتی کونسل اس سلسلے میں موثر ثابت ہو سکتی ہے تاہم یہ بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی کہ سلامتی کونسل واقعی ایسا کرے گی۔

13 دسمبر --- امریکی بحری بیڑہ خلیج بنگال کی طرف

ویت نام کے سمندر میں موجود امریکہ کا ساتواں بحری بیڑہ خلیج بنگال کی جانب روانہ ہو گیا۔ یہ بیڑہ ایٹمی طاقت سے چلنے والے طیارہ بردار جہازوں پر مشتمل ہے جس میں لڑاکا بمبار طیارے' لڑاکا طیارے اور ایٹم بم موجود ہیں۔

13 دسمبر --- چینی فوج آ گئی

پاکستانی اخبارات نے بھارت کی مشرقی اور مغربی سرحد پر چینی فوج کی آمد کی خبریں بھی نمایاں طور پر شائع کیں۔

14 دسمبر --- جنگ کی صورت حال

پاکستانی اخبارات میں چھپنے والی اطلاعات کے مطابق کھلنا میں گھر گھر جنگ شروع ہو گئی۔ دشمن کے چھاتہ بردار بریگیڈ سے خونریز لڑائی' دشمن کے پندرہ مزید طیارے تباہ' فوجی ٹرین اڑا دی گئی' سرینگر' امرتسر اور پٹھان کوٹ کے ہوائی اڈوں اور توپخانوں پر پاک فوج کی بمباری' واہگہ' اٹاری سیکٹر میں دشمن کا حملہ ناکام بنا دیا گیا۔

14 دسمبر --- بھٹو کا سلامتی کونسل کو نوٹس

ذوالفقار علی بھٹو نے سلامتی کونسل کو متنبہ کیا کہ جنگ کے شعلوں

کی لپیٹ میں آئے ہوئے برصغیر میں قیام امن کے لیے کی جانے والی ہر کوشش میں فوری جنگ بندی پاکستانی اور بھارتی فوج کی متعلقہ علاقوں میں واپسی لازمی شرائط ہونی چاہیں۔ انہوں نے کہا کہ فوجوں کی واپسی کے بغیر جنگ بندی قبول نہیں کی جائے گی۔

14 دسمبر--- امریکی بیڑہ احکامات کا منتظر

امریکی جنگی بیڑہ علاقے میں اپنی حکومت کے احکامات کا منتظر ہے۔

14 دسمبر--- چینی فوج حرکت میں آگئی

بھارتی سرحدوں پر چینی فوج حرکت میں آگئی۔ پیکنگ ریڈیو نے اعلان کیا کہ حملہ آور شکست سے نہیں بچ سکیں گے۔ اقوام متحدہ میں چینی مندوب نے کہا کہ بھارتی جارحیت کو پسپا کرنا لازمی ہے۔

15 دسمبر--- شیر دل افواج ڈٹ کر مقابلہ کر رہی ہیں

پاکستانی اخبارات نے آج بھی پاکستانی مسلح افواج کی کامیابیوں کی خبریں شائع کیں۔ مشرقی محاذ کے بارے میں بتایا گیا کہ ہماری شیر دل فوجیں ڈٹ کر مقابلہ کر رہی ہیں۔ مشرقی پاکستان میں تین بھارتی طیارے تباہ کر دیئے گئے۔ روزنامہ مساوات کے مطابق ڈھاکہ ٹیلی فون ایکسچینج سے بتایا گیا کہ ڈھاکہ میں سب کام معمول کے مطابق ہو رہے ہیں اور کسی قسم کی پریشانی کی کوئی بات نہیں۔

مغربی محاذ پر تین بھارتی چوکیاں فتح کرنے کی خبر دی گئی۔ پاک فضائیہ نے پٹرول اور گولہ بارود سے بھری چار بھارتی ٹرینیں اڑا دیں۔ اس تمام عرصے میں بھارتی فضائیہ کو پاکستان کے اڈوں پر حملہ کرنے کی جرات نہ ہو سکی۔ اسی اخبار نے لاہور' سیالکوٹ اور دوسرے شہروں میں بھارت کی وحشیانہ بمباری کی خبر بھی شائع کی جس میں چھیاسی مرد' عورتیں اور بچے شہید ہوگئے۔

15 دسمبر--- ہتھیار نہیں ڈالیں گے: نیازی

لیفٹیننٹ جنرل نیازی نے اپنے اس عزم کا اعادہ کیا کہ کٹ جائیں گے لیکن ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔ انہوں نے کہا کہ پاک فوج کے جیالے سپاہی جرات و پامردی سے سنگین ترین حالات کے مقابلے میں سینہ سپر ہیں۔

15 دسمبر--- بھٹو نے قرارداد پھاڑ کر پھینک دی

پاکستان کے نائب وزیراعظم اور وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو نے سلامتی کونسل کی دستاویزات کو تار تار کر دیا اور اجلاس سے واک آؤٹ کر گئے۔ اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹر کے دروازے پر وہ کچھ دیر کے لیے رکے اور اخبار نویسوں سے کہا کہ اگر ضرورت ہو تو آغا شاہی پاکستان کی نمائندگی کر سکتے ہیں۔ سلامتی کونسل کے اجلاس میں بھٹو نے کہا کہ وہ یہاں وقت کیوں ضائع کریں وہ اپنے وطن جائیں گے اور جنگ لڑیں گے۔ بھٹو نے کہا کہ اقوام متحدہ فراڈ ہے اور اسے سیکرٹری جنرل کی نہیں جلاد اعظم کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ پاکستان سے ہتھیار ڈلوانے کی کسی کارروائی میں شریک نہیں ہو سکتے اور ان کی حکومت کونسل کے کسی فیصلے کی پابند نہیں ہوگی۔

15 دسمبر--- امریکی بیڑہ چاٹگام کی طرف

صدر مارکوس کے مطابق بحرالکاہل میں تعینات امریکی فوج کا سکیٹر پاک و ہند تک بڑھا دیا گیا۔ دریں اثناء سنگاپور سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق امریکہ کا ایٹمی طیارہ بردار جہاز انٹرپرائز اور سات دوسرے امریکی جہاز خلیج بنگال میں داخل ہوگئے۔

16 دسمبر--- بھارتی فوج ڈھاکہ میں

بھارتی فوج آج سہ پہر مشرقی پاکستان کے دارالحکومت ڈھاکہ میں داخل ہوگی۔ پاکستان نے ہتھیار ڈال دیئے۔ صدر یحییٰ نے قوم سے خطاب میں کہا کہ کسی ایک محاذ پر وقتی پسپائی سے جنگ ختم نہیں ہوئی' جنگ جاری رہے گی اور گھر گھر لڑی جائے گی۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ پاکستان تنہا نہیں ہے۔

16 دسمبر--- مغربی محاذ پر بھی جنگ بند

سلامتی کونسل میں سردار سورن سنگھ نے اعلان کیا کہ وزیراعظم اندرا گاندھی نے مغربی محاذ پر بھی جنگ بند کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔

16 دسمبر--- امریکی بیڑہ آرہا ہے

باخبر ذرائع کے مطابق امریکی بحری بیڑے کا طیارہ بردار جہاز انٹرپرائز مشرقی پاکستان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اطلاعات میں بتایا گیا کہ یہ بیڑہ مشرقی پاکستان سے غیر ملکی باشندوں کو نکالے گا۔

16 دسمبر--- دو دل اک دوجے کولوں دور ہوگئے

پاکستانی فوجوں کے ہتھیار ڈالنے کے بعد ڈھاکہ ریڈیو نے اردو میں اعلان کیا کہ "یہ ریڈیو بنگلہ دیش ہے۔" راؤ فرمان علی کے مطابق اس کے بعد وہاں سے پنجابی گانا "دو دل اک دوجے کولوں دور ہوگئے" نشر کیا گیا۔

16 دسمبر--- آئین کا اعلان معمول کے مطابق ہوگا: یحییٰ

صدر یحییٰ نے کہا کہ آئین کا اعلان پروگرام کے مطابق کیا جائے گا

جس میں مشرقی پاکستان کے لیے زیادہ سے زیادہ خودمختاری کی ضمانت دی گئی ہے۔

17 دسمبر۔۔۔ یحیٰی نے جنگ بند کردی

صدر یحیٰی نے حکم دیا کہ مغربی محاذ پر آج شام ساڑھے سات بجے فائر بندی کردی جائے۔

17 دسمبر۔۔۔ مشرقی پاکستان واپس لے کر رہیں گے: بھٹو

نائب وزیراعظم اور وزیرخارجہ ذوالفقار علی بھٹو نے نیویارک ٹائمز کو انٹرویو میں کہا کہ ہم مشرقی پاکستان واپس لے کر رہیں گے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ سول حکومت جلد قائم ہونی چاہیے۔ بھٹو نے انقلابی اصلاحات کے نفاذ کا وعدہ کیا۔

17 دسمبر۔۔۔ اب بھارت نہیں بچ سکتا: چو این لائی

چینی وزیراعظم چو این لائی نے کہا کہ مشرقی پاکستان کی صورت حال بھارتی جارحیت کی شکست کا نقطہ آغاز ہے اور اب بھارت نہیں بچ سکتا۔

17 دسمبر۔۔۔ ہمارا مقصد پورا ہوگیا: امریکہ

صدر نکسن کے ایک ترجمان نے اس سوال پر تبصرہ کرنے سے انکار کر دیا کہ بھارت، مشرقی پاکستان سے فوجیں واپس بلا لے گا؟ انہوں نے کہا کہ جنگ بندی سے ہمارا مقصد پورا ہوگیا ہے لیکن پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

17 دسمبر۔۔۔ نقصان کا بھارتی دعویٰ

ایک بھارتی اعلان کے مطابق دو ہفتوں کی جنگ کے دوران اس کے 2307 فوجی ہلاک، 6163 زخمی اور 2163 لاپتہ ہوگئے۔ اسی اطلاع کے مطابق اس کے 73 ٹینک اور 45 جہاز تباہ ہوئے۔

18 دسمبر۔۔۔ بھارتی دانشوروں کا اجتماعی قتل

ڈھاکہ سے چند کلومیٹر دور ایک سو پچیس بنگالی دانشوروں کی لاشیں ایک خندق میں پائی گئی۔ جنہیں پاکستانی فوج کے ہتھیار ڈالنے سے چند گھنٹے قبل جماعت اسلامی کی دہشت گرد تنظیم کے رضاکاروں نے قتل کر دیا تھا۔ تفصیلات کے مطابق یہ دانشور ان تین سو افراد میں سے تھے جنہیں گزشتہ روز فوج اور رضاکاروں نے یرغمال بنا لیا تھا۔ ان کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے تھے اور انہیں گلا گھونٹ کر یا گولی مار کر ہلاک کیا گیا تھا۔ ان دانشوروں میں کئی ممتاز ڈاکٹر، پروفیسر، شاعر، ادیب اور اساتذہ شامل تھے۔

24 دسمبر۔۔۔ حمود الرحمٰن کمیشن کا قیام

صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ذوالفقار علی بھٹو نے مشرقی پاکستان میں فوج کی ناکامی اور مغربی پاکستان اور کشمیر میں جنگ بند کرانے کے اسباب کی تحقیقات کے لیے ایک کمیشن مقرر کر دیا۔ جسٹس حمود الرحمٰن کو کمیشن کا سربراہ مقرر کیا گیا۔

27 دسمبر۔۔۔ شیخ مجیب زیر حراست نہیں رہے: بھٹو

ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ شیخ مجیب الرحمٰن زیر حراست نہیں رہے۔ وہ جہاں چاہیں آ جا سکتے ہیں تاہم ابھی کچھ معاملات طے ہونا باقی ہیں۔

جنوری 1972ء

3 جنوری۔۔۔ عوام سے مجیب کی رہائی کی اجازت

نشتر پارک کراچی کے جلسہ عام میں، صدر ذوالفقار علی بھٹو نے عوام سے بنگلہ دیشی رہنما مجیب الرحمٰن کی رہائی کی اجازت حاصل کرلی۔

6 جنوری۔۔۔ جنگی قیدیوں کا مسئلہ حل کیا جائے

صدر ذوالفقار علی بھٹو نے بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی سے مطالبہ کیا کہ پاکستانی جنگی قیدیوں کا مسئلہ فوراً حل کیا جائے۔

7 جنوری۔۔۔ حمود الرحمٰن کمیشن کا جواز

صدر بھٹو نے حمود الرحمٰن کمیشن کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا:

"پاکستان کے ساتھ سخت دھوکا کیا گیا ہے۔ پاکستان کے عوام کی توہین کی گئی ہے..... آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ ہم نے اعلیٰ اختیارات کا ایک کمیشن قائم کر دیا ہے۔ چیف جسٹس آف پاکستان اس کے سربراہ ہیں۔ یہ کمیشن مشرقی پاکستان میں فوجی شکست اور اپنے ملک کی سرحدوں پر فائر بندی کی تحقیقات کرے گا۔ اس مسئلے کے کئی پراسرار پہلو ہیں۔ اسی لیے میں نے ایک آزادانہ عدالتی تحقیقات کرانے کا فیصلہ کیا..... تاکہ ہم ان پراسرار واقعات کا ایک بامقصد جواب حاصل کر سکیں۔ میرے لیے یہ واقعات واقعی پراسرار ہیں۔ ان میں کچھ ایسی باتیں ہیں، جنہیں میں باہم نہیں ملا سکتا"۔

8 جنوری۔۔۔ یحیٰی اور حمید گرفتار

سابق صدر جنرل اے۔ ایم۔ یحیٰی خان اور جنرل عبدالحمید گرفتار کر

لیے گئے۔

10 جنوری --- شیخ مجیب ڈھاکہ پہنچ گئے

پاکستان سے رہائی کے بعد شیخ مجیب الرحمٰن ڈھاکہ پہنچ گئے۔ ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے اعلان کیا کہ بنگلہ دیش مغربی پاکستان سے کوئی تعلق نہیں رکھے گا۔

12 جنوری --- بلغاریہ سے تعلقات منقطع

پاکستان نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے پر بلغاریہ سے اپنے سفارتی تعلقات منقطع کر لیے۔

13 جنوری --- برما نے بھی بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا

بھارت کے بعد جن چھ ملکوں نے بنگلہ دیش کو تسلیم کیا' ان میں برما بھی شامل ہوگیا۔

13 جنوری --- غیر مشروط غذائی امداد کی پیشکش

صدر بھٹو نے بنگلہ دیش کے لیے غیر مشروط غذائی امداد کی پیشکش کا اعلان کیا۔

15 جنوری --- جنگی قیدیوں کے بدلے بیٹے کو یرغمال بنا دوں گا: بھٹو

صدر ذوالفقار علی بھٹو نے بھارت سے کہا کہ اگر وہ پاکستانی جنگی قیدیوں کی رہائی منظور کر لے تو وہ بدلے میں اپنے بیٹے کو یرغمال کے طور پر بھارتی حکام کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہیں۔

17 جنوری --- اقتدار مجیب کے حوالے کرنے کی پیشکش

بھٹو نے بنگلہ دیش کے سربراہ شیخ مجیب کو پیشکش کی کہ اگر وہ متفق ہوں تو اقتدار ان کے حوالے کیا جا سکتا ہے۔

21 جنوری --- جسٹس حمود الرحمٰن کی اپیل

تحقیقاتی کمیشن کے سربراہ جسٹس حمود الرحمٰن نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ جو بھی شخص سرکاری راز یا خفیہ ریکارڈ فراہم کرے گا' اسے مکمل تحفظ دیا جائے گا۔

انہوں نے فرمایا کہ لیفٹیننٹ جنرل امیر عبداللہ خان نیازی اور میجر جنرل راؤ فرمان علی کی شہادتیں اگر مل جائیں تو بہت مفید ثابت ہوں گی۔ انہوں نے بتایا کہ جن لوگوں کے خلاف تحقیقات کے دوران الزام عائد کیے جائیں گے' کمیشن کے سامنے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع دیا جائے گا۔ کوئی بھی شخص جو تحقیقات کے سلسلہ میں کوئی اطلاع فراہم کرنا یا شہادت دینا چاہے تو وہ بلا خوف و خطر ایسا کر سکتا ہے۔ کمیشن شکست کے نہ صرف فوجی اسباب بلکہ معاشی اور سیاسی پہلوؤں کی بھی تحقیقات کرے گا۔ انہوں نے کہا کہ کمیشن کی کارروائی کھلے بندوں نہیں بلکہ بعض وجوہات کے پیش نظر خفیہ ہوگی۔ ایک تو یہ کہ تمام اطلاعات انتہائی نازک نوعیت کی ہوں گی اور ان کی تشہیر نہیں کی جا سکے گی۔ دوسرے یہ کہ ابھی مغربی پاکستان کی سرحدوں پر ہمارا دشمن موجود ہے۔ دفاعی معاملات اور دفاعی حکمت عملیوں کو عام لوگوں کے لیے موضوع بحث بنانے سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ کمیشن کو وسیع اختیارات حاصل ہیں اور وہ فوجی شکست کے اسباب کی ہر ممکن تحقیقات کرے گا۔

چیف جسٹس نے کہا کہ آرمی کے سابق جرنیلوں کو اب کسی قسم کا استحقاق حاصل نہیں۔ لہٰذا تحقیقاتی کمیشن کسی بھی اطلاع کی فراہمی پر انہیں کسی بھی وقت طلب کر سکتا ہے۔ ان جرنیلوں میں سابق صدر اور پاکستان آرمی کے سابق کمانڈر انچیف شامل ہیں اور جو کوئی بھی شخص کمیشن کے سامنے آنے سے گریز کرے گا' کمیشن اس کے خلاف وارنٹ جاری کر سکتا ہے۔ تاہم کمیشن کسی شخص کو ملزم بنا کر مقدمہ نہیں چلائے گا۔

چیف جسٹس نے کہا کہ کمیشن اپنی رپورٹ نوے دن کے اندر صدر کو پیش کرے گا۔ اس کی تاریخ 17 جنوری سے شروع ہو چکی ہے۔ پہلے ہفتے کے دوران کوئی شہادت قلمبند نہیں کی جائے گی۔ بلکہ ضروری مواد' حوالے اور ریکارڈ اکٹھے کیے جائیں گے۔ شہادتیں لینے کا سلسلہ ماہ فروری کے آخر سے شروع ہوگا۔

21 جنوری --- بھٹو کا برطانیہ کو انتباہ

ذوالفقار علی بھٹو نے برطانیہ کو متنبہ کیا کہ اگر اس نے بنگلہ دیش کو تسلیم کیا تو پاکستان دولت مشترکہ سے نکل جائے گا۔

23 جنوری --- پاکستان کے تمام معاہدے منسوخ

بنگلہ دیش کی حکومت نے پاکستان کے تمام سابقہ معاہدے منسوخ کر دیئے۔

24 جنوری --- مشرقی پاکستان کا قبضہ ختم کیا جائے: ترکی

انقرہ میں صدر بھٹو سے مذاکرات کے بعد ترکی کی حکومت نے بھارت کو متنبہ کیا کہ مشرقی پاکستان کا غیر قانونی قبضہ ختم کیا جائے۔

24 جنوری --- یوگوسلاویہ سے بھی تعلقات منقطع

بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے پر پاکستان نے یوگوسلاویہ سے بھی تعلقات منقطع کر دیئے۔

24 جنوری --- روس نے بھی بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا

سوویت یونین نے بھی بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔

25 جنوری --- ماسکو سے سفیر کی طلبی

صدر بھٹو نے کہا کہ پاکستان روس سے اپنے سفارتی تعلقات منقطع نہیں کرے گا' تاہم صلاح مشورے کے لیے ماسکو سے پاکستانی سفیر کو راولپنڈی طلب کر لیا گیا۔

25 جنوری --- مذاکرات کی حمایت

مشرقی پاکستان کے مسئلے پر ترکی نے صدر بھٹو اور مجیب کے درمیان مذاکرات کی حمایت کر دی۔

26 جنوری --- منگولیا اور پولینڈ سے بھی تعلقات منقطع

پاکستان نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے پر منگولیا اور پولینڈ سے بھی سفارتی تعلقات توڑ لیے۔

28 جنوری --- ہنگری سے بھی تعلقات منقطع

پاکستان نے ہنگری سے بھی اپنے سفارتی تعلقات توڑ لیے کیونکہ اس نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا تھا۔

28 --- قبرص نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا

قبرص کی حکومت نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔

30 جنوری --- پاکستان دولت مشترکہ سے نکل گیا

برطانیہ' آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔ پاکستان دولت مشترکہ سے نکل گیا۔

فروری 1972ء

2 فروری --- سینیگال نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا

سینیگال نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔

5 فروری --- مجیب سے بات چیت کی تجویز

صدر ذوالفقار علی بھٹو نے بہاریوں کے قتل عام کو روکنے کے لیے بنگلہ دیشی رہنما شیخ مجیب سے مذاکرات کی تجویز پیش کی۔

7 فروری --- اقوام متحدہ سے مداخلت کا مطالبہ

پاکستان نے بنگلہ دیش میں بہاریوں کے قتل کو روکنے کے لیے اقوام متحدہ سے مداخلت کا مطالبہ کر دیا۔

9 فروری --- مجیب کے خلاف مقدمے کی کارروائی کالعدم

صدر بھٹو نے شیخ مجیب الرحمٰن کے خلاف خفیہ فوجی عدالت میں مقدمے کی کارروائی کو کالعدم قرار دینے کا فیصلہ کر لیا۔

10 فروری --- مذاکرات کے لیے بنگلہ دیش تسلیم کرنے کی شرط

شیخ مجیب الرحمٰن نے صدر بھٹو سے مذاکرات کے لیے پہلے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی شرط عائد کر دی۔

12 فروری --- بہاریوں کے تبادلے کی تجویز

شیخ مجیب الرحمٰن نے بنگالیوں کے بدلے بہاریوں کو مغربی پاکستان بھیجنے کی تجویز پیش کر دی۔

13 فروری --- بھارت کا جنگی قیدی واپس کرنے سے انکار

بھارت نے سرحدوں سے فوجیں ہٹانے اور بنگلہ دیش سے کوئی سمجھوتہ کیے بغیر پاکستانی جنگی قیدیوں کی واپسی سے انکار کر دیا۔

16 فروری --- چاول' بنگلہ دیش بھیجنے کا حکم

صدر پاکستان نے اٹھائیس ہزار ٹن چاول کی امداد بنگلہ دیش بھیجنے کا حکم دے دیا۔

21 فروری --- ماریشس بھی

ماریشس نے بھی بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔

21 فروری --- یحییٰ' نیازی اور دوسروں پر مقدمے چلانے کا اعلان

حکومت بنگلہ دیش نے سابق صدر یحییٰ خان' مشرقی پاکستان کے کمانڈر جنرل نیازی اور 99 دیگر اعلیٰ فوجی اور سول افسروں کے خلاف مقدمے چلانے کا اعلان کر دیا۔

23 فروری --- ڈاکٹر مالک اور دوسروں پر مقدمہ چلانے کا اعلان

بنگلہ دیش کی حکومت نے مشرقی پاکستان کے سابق گورنر ڈاکٹر مالک اور ان کے وزیروں کے خلاف مقدمہ چلانے کا اعلان کر دیا۔

25 فروری --- انڈونیشیا اور ملائیشیا بھی

انڈونیشیا اور ملائیشیا نے بھی بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔

مارچ 1972ء

4 مارچ --- مشرقی اور مغربی پاکستان میں مصالحت

چھ اسلامی ممالک نے مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان مصالحت کرانے کی پیشکش کر دی۔

4 مارچ --- جنرل ٹکا خان کا بیان

مشرقی پاکستان کے سابق گورنر جنرل ٹکا خان نے حمود الرحمٰن کمیشن کے روبرو اپنا بیان قلمبند کروایا۔

7 مارچ --- املاک ضبط

حکومت بنگلہ دیش نے نورالامین، محمود علی اور 68 دوسرے رہنماؤں کی بنگلہ دیش میں املاک کو ضبط کر لیا۔

8 مارچ --- جنگی قیدیوں پر فائرنگ

جنگی قیدیوں کے کیمپ میں بھارتی فوج کی فائرنگ سے بہت سے قیدی ہلاک ہوگئے۔ اگلے روز بھارت نے بارہ قیدیوں کی موت کی تصدیق کی۔ بھارت شدید زخمی قیدیوں کے تبادلے سے بھی منحرف ہوگیا اور اس نے مزید زخمی قیدیوں کا تبادلہ روک دیا۔

13 مارچ --- فائرنگ کے خلاف جلوس

بھارتی کیمپ میں پاکستانی جنگی قیدیوں پر فائرنگ کے خلاف ان کی بیگمات نے احتجاجی جلوس نکالا۔

17-16 مارچ --- بھٹو کی روسی رہنماؤں سے بات چیت

صدر بھٹو نے ماسکو میں روسی وزیراعظم کوسیگن اور دیگر سوویت رہنماؤں سے علاقے کی صورت حال کے بارے میں بات چیت کی۔ اگلے روز صدر بھٹو نے جنوبی ایشیاء میں پائیدار امن کے لیے روسی تعاون کی توقع ظاہر کی۔

19 مارچ --- ذلت کی بنیاد پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوگا: بھٹو

صدر ذوالفقار علی بھٹو نے اعلان کیا کہ بھارت سے ذلت اور شکست کی بنیاد پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوگا۔

26-25 مارچ --- جنگی قیدی

صدر بھٹو نے خبردار کیا کہ اگر بھارت نے جنگی قیدیوں کو بنگلہ دیش کے حوالے کیا تو اس کے خطرناک نتائج نکلیں گے۔ انہوں نے اگلے روز اس عزم کا اعادہ کیا کہ جنگی قیدیوں پر بنگلہ دیش میں مقدمہ چلانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

27 مارچ --- بنگلہ دیش تسلیم کرنے کی شرط

صدر ذوالفقار علی بھٹو نے اعلان کیا کہ جنگی قیدیوں کی رہائی کے بغیر بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

اپریل 1972ء

یکم اپریل --- 199 بیانات قلمبند

حمود الرحمٰن کمیشن نے 199 بیانات قلمبند کر لیے۔

6 اپریل --- پاک بھارت سربراہ کانفرنس

بھارت کی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے پاک بھارت سربراہ کانفرنس کے لیے صدر بھٹو کو باقاعدہ تجویز پیش کر دی۔

7 اپریل --- یحییٰ خان کا بیان قلمبند

سابق صدر جنرل یحییٰ خان نے حمود الرحمٰن کمیشن کے روبرو اپنا بیان قلمبند کروایا۔

جنگی قیدیوں پر تشدد

پاکستان نے اقوام متحدہ سے احتجاج کیا کہ بھارت میں پاکستانی جنگی قیدیوں پر تشدد کیا جا رہا ہے۔

10 اپریل --- شدید زخمی جنگی قیدی وطن واپس

بھارت سے شدید زخمی اور بیمار پینتیس جنگی قیدی وطن واپس پہنچ گئے۔

12 اپریل --- ایوب خان کا بیان قلمبند

حمود الرحمٰن کمیشن نے سابق صدر ایوب خان کا بیان قلمبند کیا۔

17 اپریل --- علیحدگی کے ذمہ دار یحییٰ ہیں: ولی

نیشنل عوامی پارٹی کے رہنما خان عبدالولی خان نے ایک بیان میں کہا کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے ذمہ دار یحییٰ خان ہیں۔

20 اپریل --- بھٹو کا بیان قلمبند

حمود الرحمٰن کمیشن کے روبرو صدر بھٹو کا بیان قلمبند کر لیا گیا۔

21 اپریل --- جنگی قیدیوں کی رہائی کی پیشکش

صدر بھٹو نے بھارتی جنگی قیدیوں کو غیر مشروط طور پر رہا کرنے کی پیشکش کر دی۔

23 اپریل --- سفارتی تعلقات کی بحالی کے لیے تیار ہیں: بھٹو

صدر بھٹو نے اعلان کیا کہ ان کا ملک' بھارت کے ساتھ مذاکرات سے پہلے سفارتی تعلقات کی بحالی کے لیے تیار ہے۔

25-26 اپریل --- بھارتی وفد اسلام آباد میں

پاک بھارت بات چیت میں شرکت کے لیے 17 رکنی بھارتی وفد اسلام آباد پہنچ گیا۔ بات چیت کا پہلا دور مکمل۔

28 اپریل --- سربراہ کانفرنس کی تیاریاں

پاک بھارت سربراہ کانفرنس کے ایجنڈے کی تیاری کا آدھا کام مکمل ہوگیا۔

مئی 1972ء

8 مئی --- گنگا کیس

لاہور میں بھارتی طیارے گنگا کے اغوا کے مقدمہ کی سماعت شروع ہو گئی۔

12 مئی --- اندرا گاندھی کا مکتوب

بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی نے صدر ذوالفقار علی بھٹو کے نام ایک خط ارسال کیا۔

18 مئی --- جنوبی کوریا نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا

جنوبی کوریا کی حکومت نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔

وعدہ معاف گواہ منحرف

بھارتی طیارے گنگا کے اغواء کے مقدمے میں وعدہ معاف گواہ اپنے بیان سے منحرف ہوگیا۔

جون 1972ء

یکم جون --- بنگلہ دیش تسلیم کرنے کا کوئی جواز نہیں: ایوب

سابق صدر جنرل ایوب خان نے ایک بیان میں کہا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

3 جون --- سمجھوتے سے قبل ریفرنڈم

صدر بھٹو نے اعلان کیا کہ بھارت سے سمجھوتہ کرنے سے قبل ملک میں ریفرنڈم کرایا جائے گا۔

4 جون --- بنگلہ دیش کا پرچم

تحریک استقلال کے ایک رہنما ملک غلام جیلانی نے بتایا کہ بنگلہ دیش کا پرچم کراچی میں تیار کر کے جنرل یحیٰی کے بھائی کے زیر نگرانی ڈھاکہ روانہ کیا گیا تھا۔

4 جون --- جنگی قیدی

بھٹو۔ فیصل مذاکرات کے مشترکہ اعلان میں کہا گیا کہ پاکستان اور بھارت سرحدوں سے اپنی فوجیں واپس بلا لیں اور جنگی قیدی رہا کر دیں۔

8 جون --- کرنسی نوٹ منتقل کرنے کی کوشش ناکام

بنگلہ دیش سے ڈیڑھ کروڑ روپے کے کرنسی نوٹ پاکستان منتقل کرنے کی کوشش ناکام بنا دی گئی۔

23 جون --- بیرونی دباؤ قبول نہیں کریں گے

صدر بھٹو نے اعلان کیا کہ وہ بنگلہ دیش کے مسئلہ پر بیرونی دباؤ کو قبول نہیں کریں گے۔

27 جون --- 2 جولائی 1972ء

27 جون --- 2 جولائی --- شملہ معاہدہ

صدر ذوالفقار علی بھٹو نے شملہ روانگی سے قبل ریڈیو پر قوم سے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ پائیدار امن کے لیے جنگی قیدیوں کی رہائی اور فوجوں کی واپسی بنیادی شرط ہے۔ شملہ میں اندرا گاندھی اور بھٹو کے درمیان مذاکرات شروع ہوگئے۔ دونوں رہنماؤں کے درمیان کئی امور پر اتفاق رائے۔ جنگی قیدیوں کا مسئلہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے تک موخر۔ سمجھوتے کے تحت دونوں ملک ایک دوسرے کا علاقہ خالی کر دیں گے۔

شملہ معاہدہ کی توثیق کے لیے اسمبلی کا اجلاس

صدر بھٹو نے شملہ معاہدہ کی توثیق کے لیے 10 جولائی کو قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کر لیا۔ انہوں نے کہا کہ اسمبلی کی توثیق کے بعد ہی معاہدے پر عمل کیا جائے گا۔

4 جولائی --- بھارت۔ ڈھاکہ سے بات چیت

صدر بھٹو نے کہا کہ جنگی قیدیوں کی واپسی کے لیے بھارت اور ڈھاکہ سے مذاکرات کیے جائیں گے۔

5 جولائی --- مقدمے ضرور چلاؤں گا: مجیب

شیخ مجیب نے اعلان کیا کہ اگر وہ زندہ رہے تو جنگی قیدیوں پر مقدمے ضرور چلائیں گے۔

14 جولائی --- شملہ معاہدے کی توثیق

قومی اسمبلی نے شملہ معاہدے کی توثیق کر دی۔

30 جولائی --- فوجوں کی واپسی کا شیڈول

پاکستان اور بھارت کی فوجوں کی واپسی 9 اگست کو ہوگی۔

اگست 1972ء

10 اگست --- بنگلہ دیش کے خلاف چینی ویٹو

صدر بھٹو نے ایک اعلان میں کہا کہ بنگلہ دیش کی اقوام متحدہ میں شمولیت کے خلاف چین ویٹو استعمال کرے گا۔

21 اگست --- بنگلہ دیش کو رکن نہ بنایا جائے: پاکستان

پاکستان نے مطالبہ کیا کہ جنگی قیدیوں کی واپسی کے بغیر بنگلہ دیش کو اقوام متحدہ کا رکن نہ بنایا جائے۔

25 اگست --- چین نے ویٹو استعمال کر دیا

سلامتی کونسل میں بنگلہ دیش کو اقوام متحدہ کا رکن بنانے کے مسئلے پر چین نے روسی قرارداد کو ویٹو کر دیا۔

26 اگست --- فون پر بھٹو۔ مجیب بات چیت

صدر بھٹو نے ٹیلیفون پر شیخ مجیب سے بات چیت کی۔ مجیب نے بھٹو سے اصرار کیا کہ وہ بنگلہ دیس کو تسلیم کر لیں۔

27 اگست --- بھارتی دھمکی

بھارت نے دھمکی دی کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کیے بغیر وہ جنگی قیدیوں کے مسئلے پر بات چیت نہیں کر سکتا۔

30 اگست --- پاک بھارت کشمکش

بھارتی وزیر خارجہ نے بنگلہ دیش کی منظوری کے بغیر جنگی قیدیوں کی واپسی سے انکار کر دیا۔ دوسری جانب حکومت پاکستان نے اصرار کیا کہ جنگی قیدیوں کی واپسی کے بغیر بنگلہ دیش کو تقسیم نہیں کیا جائے گا۔

31 اگست --- مجیب سے مشروط ملاقات منظور نہیں: بھٹو

صدر بھٹو نے ایک اعلان میں کہا کہ شیخ مجیب سے ملاقات کے لیے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی شرط منظور نہیں کی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ اگر مجیب چھ نکات میں ترمیم قبول کر لیں تو وہ آج بھی قومی اسمبلی میں اپوزیشن میں بیٹھنے کے لیے تیار ہیں۔

ستمبر 1972ء

یکم ستمبر --- بھارتی شہریوں کی واپسی کا اعلان

پاکستان سے بھارتی شہریوں کی واپسی کے انتظامات کا اعلان کر دیا گیا۔

6 ستمبر --- مجھے رہا کیا جائے: یحییٰ خان

سابق صدر جنرل یحییٰ خان نے حکومت سے اپیل کی کہ چونکہ عوام کے جذبات اب ٹھنڈے پڑ چکے ہیں، اس لیے انہیں رہا کر دیا جائے۔

8 ستمبر --- بنگلہ دیش میں جنگی قیدیوں پر مقدمہ نہیں چلنے دیں گے: پاکستان

حکومت پاکستان کے ایک سرکاری ترجمان نے اعلان کیا کہ پاکستان کے 195 جنگی قیدیوں پر بنگلہ دیش میں مقدمہ نہیں چلنے دیا جائے گا۔

9 ستمبر --- تجارت شروع

بنگلہ دیش اور پاکستان کے درمیان تجارت شروع ہوگئی۔

12 ستمبر --- مستعفی ہونے کی دھمکی

رکن قومی اسمبلی مولانا ظفر احمد انصاری نے دھمکی دی کہ اگر حکومت نے بنگلہ دیش کو تسلیم کیا تو وہ اسمبلی سے مستعفی ہو جائیں گے۔

14 ستمبر --- بنگلہ دیش کو تسلیم کرنا ہوگا: بھٹو

صدر بھٹو نے ایک اعلان میں کہا کہ اگر بنگلہ دیش سے تعلق رکھنا ہے تو اسے تسلیم کرنا ہوگا۔

20 ستمبر --- بھارتی فوجوں کی واپسی کی شرط

بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے کہا کہ کنٹرول لائن کے تصفیہ کے بعد ہی بھارتی فوجیں واپس بلائی جائیں گی۔

21 ستمبر--- میں چھ نکات کا مصنف نہیں ہوں: الطاف گوہر

مسٹر الطاف گوہر نے اس الزام کی تردید کی کہ وہ چھ نکات کے مصنف ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر تلا سازش مقدمے میں مجیب کی رہائی سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

27 ستمبر--- خفیہ معاہدہ نہیں کیا

ایک سرکاری اعلان میں کہا گیا کہ حکومت نے لیپا کی چوکیاں بھارت کو دینے اور بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا کوئی خفیہ معاہدہ نہیں کیا۔

اکتوبر1972ء

3 اکتوبر--- جنگی قیدیوں پر بھارتی فوج کی فائرنگ

جنگی قیدیوں پر بھارتی فوج کی فائرنگ سے آٹھ جنگی قیدی ہلاک اور بیس زخمی ہوگئے۔

10 اکتوبر--- دباؤ پر بنگلہ دیش تسلیم نہیں کریں گے

پاکستان نے اپنے اس موقف کو دہرایا کہ وہ کسی دباؤ کے تحت بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کرے گا۔

21 اکتوبر--- فوجوں کی واپسی 24 اکتوبر سے

ایک سرکاری اعلان میں کہا گیا کہ فوجوں کی واپسی 24 اکتوبر سے شروع ہو جائے گی۔

26 اکتوبر--- بنگلہ دیش تسلیم کرنے کی شرط

پاکستانی رہنما ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ عوام کی منظوری کے بغیر بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

27 اکتوبر--- پاک۔ بنگلہ دیش نمائندوں کا رابطہ

اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹرز میں پاکستان اور بنگلہ دیش کے نمائندوں کے درمیان انفرادی سطح پر رابطہ ہوگیا۔

28 اکتوبر--- بنگلہ دیش کی حقیقت کو تسلیم کرنا ہوگا

صدر بھٹو نے اعلان کیا کہ پاکستان کے عوام کو جلد یا بدیر مشرقی پاکستان کی حقیقت کو تسلیم کرنا ہوگا۔ بھٹو نے کہا کہ چونکہ مشرقی پاکستان کے عوام علیحدگی کے خواہاں تھے' اس لیے انہوں نے مسلح جدوجہد کی۔

29 اکتوبر--- بنگلہ دیش اور مودودی

مولانا مودودی نے ایک بیان میں کہا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے سے بھارت آزادی کا علمبردار اور پاکستان جارح قرار دیا جائے گا۔

30 اکتوبر--- جنگی قیدیوں پر پھر فائرنگ

بھارتی فوج نے پاکستانی جنگی قیدیوں پر پھر فائرنگ کر دی۔ جس سے چار جنگی قیدی ہلاک ہوگئے۔

31 اکتوبر--- بنگلہ دیش پر بھٹو کے بیان پر ردعمل

بنگلہ دیش کے بارے میں بھٹو کے اس بیان پر کہ جلد یا بدیر اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہوگا' سیاسی رہنماؤں اور دانشوروں نے شدید ردعمل ظاہر کیا۔

نومبر1972ء

6 نومبر--- پاک' بنگلہ دیش رابطہ کے لیے کوششیں

پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان رابطے کے لیے مسلم ملکوں نے کوششیں شروع کر دیں۔

7 نومبر--- بنگلہ دیش کولمبو پلان کا رکن

بنگلہ دیش کو کولمبو پلان کا رکن بنا لیا گیا۔

10 نومبر--- تسلیم نہیں کریں گے: قیوم

مسلم لیگی رہنما قیوم خان نے ایک بیان میں کہا کہ وہ کسی بھی صورت میں بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کریں گے۔

نورالامین پی ڈی پی سے مستعفی

نائب صدر پاکستان نورالامین نے پی ڈی پی سے استعفیٰ دے دیا۔

15 نومبر--- فیصلہ عوام کی مرضی کے خلاف نہیں ہوگا: بھٹو

صدر بھٹو نے سفیروں کی کانفرنس کے اختتامی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مسلم بنگال کے متعلق کوئی بھی فیصلہ عوام کی مرضی کے خلاف نہیں کیا جائے گا۔

19 نومبر--- پاکستان غلطیاں مان لے تو معاف کر دیں گے: مجیب

بنگلہ دیشی رہنما شیخ مجیب الرحمٰن نے ایک بیان میں کہا کہ پاکستان اگر اپنی غلطیاں مان لیں تو اسے معاف کر دیں گے۔

20 نومبر--- ڈاکٹر مالک ملک بدر

مشرقی پاکستان کے آخری گورنر ڈاکٹر اے ایم مالک کو ملک سے نکال دیا گیا۔ حکومت پاکستان نے اس کارروائی کو انتہائی افسوس ناک اور وحشیانہ قرار دیا۔

22 نومبر--- بنگالیوں کو دوسروں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا: بھٹو

صدر بھٹو نے کہا کہ بنگالی ہمارے بھائی ہیں۔ انہیں غیروں کے رحم و کرم پر چھوڑا نہیں جا سکتا۔ بھٹو نے کہا کہ پاکستان، بنگلہ دیش کو منظور کر کے جنوب مشرقی ایشیاء کا ایک طاقتور ملک بن جائے گا۔

23 نومبر--- حمود الرحمٰن کمیشن نے یحییٰ کو مجرم قرار دے دیا

صدر بھٹو نے انکشاف کیا کہ حمود الرحمٰن کمیشن نے سقوط مشرقی پاکستان کے سلسلہ میں جنرل یحییٰ خان کو مجرم قرار دے دیا۔ بھٹو نے مزید کہا کہ شرائط پوری کیے بغیر بنگلہ دیش اقوام متحدہ کا رکن نہیں بن سکتا۔

24 نومبر--- پاکستان کا یوگوسلاویہ سے احتجاج

صدر بھٹو نے، بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے سے متعلق اقوام متحدہ میں قرارداد پیش کرنے پر یوگوسلاویہ سے شدید احتجاج کیا۔

26 نومبر--- بھٹو کا انتباہ

صدر بھٹو نے متنبہ کیا کہ اگر بنگلہ دیش کی اقوام متحدہ میں شمولیت کے ساتھ جنگی قیدی واپس نہ ہوئے تو برصغیر کا امن تباہ ہو جائے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ بنگلہ دیش اب دنیا کے نقشے سے نہیں مٹ سکتا۔ اب اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہی ہو گا۔

27 نومبر--- بھارتی قیدی غیر مشروط رہا

بھارت کے تمام جنگی قیدیوں کو غیر مشروط طور پر رہا کر دیا گیا۔ بھارتی جنگی قیدیوں نے صدر بھٹو کا شکریہ ادا کیا۔

28 نومبر--- جنگی قیدیوں کی رہائی کی شرط منظور

یوگوسلاویہ اور ارجنٹائن کی قراردادوں سے متعلق مصالحتی فارمولا کو تسلیم کرتے ہوئے بنگلہ دیش نے جنگی قیدیوں کی رہائی کی شرط منظور کر لی اور جنرل اسمبلی کے صدر کو اس فیصلے سے آگاہ کر دیا۔

دسمبر 1972ء

یکم دسمبر--- فیصلہ عوام کے مفاد میں ہو گا: بھٹو

صدر بھٹو نے کہا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے سلسلے میں جو بھی فیصلہ ہو گا، عوام کے وسیع تر مفاد میں ہو گا اور قوم کے وقار پر کوئی آنچ نہیں آنے دی جائے گی۔

2 دسمبر--- بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے پابند نہیں ہیں: بھٹو

صدر بھٹو نے ایک بیان میں کہا کہ پاکستان، بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا پابند نہیں ہے۔

11 دسمبر--- پہلے بیرونی قرضوں اور اثاثوں کا مسئلہ طے کرنا ہو گا: بھٹو

صدر ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے سے پہلے، بیرونی قرضوں، اثاثہ جات اور واجبات کے مسئلے کو طے کرنا ہو گا۔

12 دسمبر--- قیدی رہا نہ کیے تو شملہ معاہدہ اہمیت کھو دے گا: پاکستان

اطلاعات و نشریات کے مرکزی سیکرٹری نسیم احمد نے کہا کہ اگر جنگی قیدی رہا نہ کیے گئے تو شملہ معاہدہ اپنی اہمیت کھو دے گا۔

14 دسمبر--- کراچی میں مظاہرے

بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے خلاف کراچی میں مظاہرے کیے گئے۔

16 دسمبر--- مقدمہ ضرور چلے گا: مجیب

بنگلہ دیش کے قیام کی پہلی سالگرہ کے موقع پر شیخ مجیب نے اعلان کیا کہ جنگی قیدیوں پر مقدمہ ضرور چلے گا۔ بنگالی رہنما نے مزید کہا کہ وہ سندھ، بلوچستان، سرحد اور پنجاب کو آزاد مملکتیں تسلیم کرنے پر غور کریں گے۔

23 دسمبر--- جنگی متاثرین کو ہلاک کرنے کی کوشش ناکام

ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان کے جنگی متاثرین کو بارودی سرنگوں کے ذریعے ہلاک کرنے کی بھارتی کوشش ناکام بنا دی گئی۔

جنگی قیدیوں کو اذیت دی جا رہی ہے

ایک اطلاع میں بتایا گیا کہ دہلی کے لال قلعہ میں پاکستانی فوج کے افسروں کی برین واشنگ کے لیے انہیں اذیت دی جا رہی ہے۔

27 دسمبر--- سمجھوتے کے بغیر بنگلہ دیش منظور نہیں کریں

گے: بھٹو

صدر بھٹو نے کہا کہ مشرقی پاکستان کے قرضوں اور اثاثہ جات پر سمجھوتے کے بغیر بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

جنوری 1973ء

6 جنوری --- جنگی قیدیوں کا مسئلہ حل کیا جائے

وزیراعظم مسز اندرا گاندھی کے نام اپنے خط میں صدر بھٹو نے مطالبہ کیا کہ جنگی قیدیوں کا مسئلہ فوراً حل کیا جائے۔

9 جنوری --- ایک اور پاکستانی جنگی قیدی ہلاک

بھارت میں جنگی قیدیوں کے کیمپ میں بھارتی فائرنگ سے ایک اور جنگی قیدی ہلاک ہو گیا۔

11 جنوری --- افغانستان نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرلیا

افغانستان نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا۔

12 جنوری --- چار مزید جنگی قیدی ہلاک

بھارتی فائرنگ سے چار مزید پاکستانی جنگی قیدی ہلاک ہو گئے۔

19 جنوری --- جنگی قیدیوں کے رشتہ داروں کی بھوک ہڑتال

جنگی قیدیوں کے ایک سو رشتہ داروں نے قومی اسمبلی کے سامنے بھوک ہڑتال کرنے کا فیصلہ کیا۔

21 جنوری --- قیدیوں کی رہائی کے بغیر اندرا کو پاکستان نہیں آنے دیا جائے

تحریک استقلال کے سربراہ ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان نے اعلان کیا کہ جنگی قیدیوں کی رہائی کے بغیر مسز اندرا گاندھی کو پاکستان نہیں آنے دیا جائے گا۔

26 جنوری --- اسمبلی کی بجائے عوام کو ترجیح دی جائے گی: بھٹو

صدر ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے سلسلے میں قومی اسمبلی پر عوام کو ترجیح دی جائے گی۔

فروری 1973ء

7 فروری --- جنگی قیدیوں کی رہائی کے لیے یادداشت

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر والڈ ہائم کی اسلام آباد آمد پر انہیں جنگی قیدیوں کی رہائی کے سلسلے میں ایک یادداشت پیش کی گئی۔

18 فروری --- واشنگٹن میں جنگی قیدیوں کے لیے مظاہرے

پاکستانیوں نے واشنگٹن میں جنگی قیدیوں کی رہائی کے لیے بھارتی سفارت خانے کے سامنے مظاہرہ کیا۔

19 فروری --- بیمار جنگی قیدی وطن واپس پہنچے

119 زخمی اور بیمار جنگی قیدی وطن پہنچ گئے۔ واہگہ کی سرحد پر ان کا زبردست استقبال کیا گیا۔

26 فروری --- جنگی قیدیوں کی رہائی کے بغیر بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کریں گے: بھٹو

صدر بھٹو نے ایک بار پھر اپنا یہ موقف دہرایا کہ پاکستانی جنگی قیدیوں کی رہائی کا مسئلہ طے کیے بغیر بنگلہ دیش تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

مارچ 1973ء

4 مارچ --- مسلم بنگال اور پاکستان کے تعلقات ختم نہیں ہو سکتے: بھٹو

صدر ذوالفقار علی بھٹو نے راولپنڈی میں کہا کہ مسلم بنگال اور پاکستانی عوام کے تعلقات ختم نہیں ہو سکتے۔

5 مارچ --- جنگی جرائم کا ٹربیونل قائم کرنے کے لیے تیار ہوں: بھٹو

صدر بھٹو نے اعلان کیا کہ وہ جنگی جرائم کے خلاف تحقیقات کے لیے ایک غیر جانبدار ٹربیونل قائم کرنے کے لیے تیار ہیں۔

8 مارچ --- مقدمے ضرور چلیں گے: مجیب

بنگلہ دیشی وزیراعظم شیخ مجیب الرحمٰن نے اعلان کیا کہ جنگی قیدیوں کے خلاف مقدمے ہر قیمت پر چلائے جائیں گے۔

17 مارچ --- جنگی قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ

مصر نے پاکستانی جنگی قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔

18 مارچ --- بہاریوں کو واپس نہ لے کر پاکستان نئی مشکلات مول لے گا: مجیب

بنگلہ دیش کے وزیراعظم شیخ مجیب الرحمٰن نے ایک بیان میں کہا کہ

پاکستان، بہاریوں کو واپس نہ لے کر اپنے لیے نئی مشکلات مول لے گا۔

19 مارچ --- امریکہ پاکستان کو اسلحہ نہ دے: عوامی لیگ

بنگلہ دیش کی سرکاری جماعت عوامی لیگ نے امریکہ سے مطالبہ کیا کہ وہ پاکستان کو اسلحہ نہ دے۔

21 مارچ --- پاکستان کا بنگلہ دیشی ٹربیونل کو ماننے سے انکار

حکومت پاکستان نے جنگی قیدیوں پر مقدمے چلانے کے لیے بنگلہ دیشی ٹربیونل کو ماننے سے انکار کر دیا۔

27 - 26 مارچ --- اسلامی ملکوں کی کانفرنس میں جنگی قیدیوں کے مسئلے پر غور

اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس میں پاکستان کے جنگی قیدیوں کے مسئلے پر غور کیا گیا۔ کانفرنس نے اگلے روز بھارت سے جنگی قیدیوں کی واپسی کا مطالبہ کر دیا۔

28 مارچ --- لبنان نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا

لبنان کی حکومت نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا۔

30 مارچ --- متنازعہ امور پر تصفیہ کے بعد جنگی قیدی رہا ہوں گے

بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے اعلان کیا کہ پاکستان کے ساتھ متنازعہ امور پر تصفیہ کے بعد ہی جنگی قیدیوں کو رہا کیا جائے گا۔

اپریل 1973ء

یکم اپریل --- ایک اور جنگی قیدی ہلاک

ایک بھارتی کیمپ میں ایک اور پاکستانی جنگی قیدی کو ہلاک کر دیا گیا۔ حکومت پاکستان نے واقعہ کی عدالتی تحقیقات کرانے کا مطالبہ کیا۔

3 اپریل --- پاکستان بنگلہ دیش کو تسلیم کر لے: انڈونیشیا

وزیر خارجہ انڈونیشیا ڈاکٹر آدم ملک نے پاکستان سے کہا کہ وہ بنگلہ دیش کو ایک حقیقت سمجھ کر تسلیم کر لے۔ انہوں نے بھارت کی جانب سے جنیوا کنونشن کی کھلی خلاف ورزی پر بھی تنقید کی۔

5 اپریل --- جنیوا کنونشن کے رکن ملک جنگی قیدیوں کی رہائی کے لیے کوشش کریں

پاکستانی حکومت نے جنیوا کنونشن کے رکن ملکوں سے اپیل کی کہ وہ جنگی قیدیوں کی رہائی کے لیے کوششیں کریں۔

6 اپریل --- جنگی قیدیوں کی رہائی کے لیے برطانوی نمائندگان کی قرارداد

برطانوی ایوان زیریں کے ساٹھ ارکان نے پاکستانی جنگی قیدیوں کی رہائی کے بارے میں ایک قرارداد پیش کی۔

8 اپریل --- بھارت قیدیوں کی رہائی کا اعلان کرے، ہم بنگلہ دیش منظور کر لیں گے

صدر بھٹو نے کہا کہ اگر بھارت ہمارے جنگی قیدیوں کو رہا کرنے کا اعلان کر دے تو ہم بھی بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیں گے۔

9 اپریل --- شیخ مجیب غیر مشروط ملاقات پر آمادہ

شیخ مجیب الرحمٰن نے ملاقات کے لیے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی شرط ختم کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔

10 اپریل --- نئے آئین میں بنگلہ دیش پاکستان کا حصہ ہے

قومی اسمبلی میں منظور ہونے والے پاکستان کے نئے آئین میں بنگلہ دیش کو پاکستان کا حصہ قرار دیا گیا۔

11 اپریل --- بنگلہ دیش قیدی رہا کرنے پر آمادہ

بنگلہ دیش کی حکومت نے جنگی قیدیوں کو رہا کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔

17 اپریل --- بنگالیوں کی اپنے وطن واپسی کے اجازت ناموں کا اجراء

حکومت پاکستان نے گیارہ ہزار بنگالیوں کو وطن واپس جانے کے لیے اجازت نامے جاری کر دیئے۔

19 اپریل --- جنگی قیدیوں کی رہائی کے لیے صلاح مشورے

جنگی قیدیوں کی رہائی کے سلسلے میں بھارتی تجویز پر صدر بھٹو نے اعلیٰ فوجی افسروں سے صلاح مشورہ کیا۔ ایک اطلاع کے مطابق علاج معالجے کی مناسب سہولتیں نہ ہونے کے باعث سنتالیس جنگی قیدی جاں بحق ہو گئے۔

22 اپریل --- شہریت منسوخ

بنگلہ دیش کی حکومت نے پاکستان کے نائب صدر نورالامین راجہ

تری دیو رائے اور محمود علی کی شہریت منسوخ کر دی۔

24 اپریل --- مقدمے چلانے کے سلسلے میں بھارت کا اپنا موقف تبدیل کرنے سے انکار

بھارت نے پاکستانی جنگی قیدیوں پر مقدمے چلانے کے سلسلے میں اپنا موقف تبدیل کرنے سے انکار کر دیا۔

25 اپریل --- مذاکرات کی تجویز مسترد

بھارت نے جنگی قیدیوں کی رہائی کے سوال پر پاکستان سے مذاکرات کی تجویز کو رد کر دیا۔

مئی 1973ء

3 مئی --- بنگلہ دیش سے فرار ہونے والے پاکستانی وطن پہنچ گئے

122 پاکستانی بنگلہ دیش سے فرار ہو کر نیپال کے راستے پاکستان پہنچ گئے۔ اس سے قبل بھی سینکڑوں پاکستانی بنگلہ دیش سے بھاگ کر پاکستان پہنچ چکے ہیں۔

4 مئی --- غیر بنگالی واپس بلانے ہوں گے: مجیب

بنگلہ دیشی رہنما شیخ مجیب الرحمٰن نے ایک بیان میں کہا کہ پاکستانیوں کو آخر کار غیر بنگالی باشندے پاکستان واپس بلانا ہوں گے۔

11 مئی --- بین الاقوامی عدالت انصاف میں جنگی قیدیوں کی رہائی کی درخواست

حکومت پاکستان نے بین الاقوامی عدالت انصاف میں جنگی قیدیوں کی رہائی کی درخواست پیش کی۔

16 مئی --- پاکستان سے ساز باز کرنے والوں کو مشروط معافی

حکومت بنگلہ دیش نے پاکستان سے ساز باز کرنے والے عناصر کو مشروط طور پر عام معافی دینے کا اعلان کیا۔

17 مئی --- "گنگا" کے اغواء کنندگان کو سزا

لاہور ہائی کورٹ نے بھارتی طیارہ گنگا اغواء کرنے والے کشمیریوں کو 19 سال قید بامشقت کی سزا سنائی۔

21 مئی --- ریڈیو بنگلہ دیش سے پاکستانی گیت

بنگلہ دیش ریڈیو سے پاکستان سے متعلق گیت نشر کیے گئے۔

28 مئی --- درخواست ملتوی

عالمی عدالت نے جنگی قیدیوں کی منتقلی سے متعلق پاکستانی درخواست ملتوی کر دی۔

29 مئی --- یحییٰ پر مقدمہ چلانے کا مطالبہ مسترد

قومی اسمبلی میں یحییٰ پر مقدمہ چلانے کا مطالبہ مسترد کر دیا گیا۔

جون 1973ء

یکم جون --- زبردستی نکالے جانے والے بہاریوں کو قبول نہیں کیا جا سکتا: پیرزادہ

وفاقی وزیر عبدالحفیظ پیرزادہ نے ایک بیان میں کہا کہ پاکستان، بنگلہ دیش سے زبردستی نکالے جانے والے بہاریوں کو قبول نہیں کر سکتا۔

2 جون --- بہاریوں کا اصل وطن پاکستان نہیں، بھارت ہے

بھارتی اخباروں نے پاکستان کے اس موقف کی تائید کی کہ بہاریوں کا اصل وطن پاکستان نہیں بلکہ بھارت ہے۔

4 جون --- بھارت کی عالمی عدالت کا بائیکاٹ کرنے کی دھمکی

بھارت نے پاکستانی جنگی قیدیوں کے سلسلے میں عالمی عدالت انصاف کو چیلنج کرتے ہوئے اعلان کیا کہ وہ اس کا بائیکاٹ کرے گا۔

5 جون --- 195 جنگی ملزموں کے نام ظاہر کیے جائیں

پاکستان نے عالمی عدالت انصاف سے درخواست کی کہ وہ بھارت سے جنگی جرائم کے 195 ملزموں کے نام ظاہر کرنے کو کہے۔

9 جون --- قرضوں کی ادائیگی بند

پاکستان کی حکومت نے بنگلہ دیش میں استعمال کیے گئے غیر ملکی قرضوں کی ادائیگی بند کر دی۔ صدر بھٹو نے اس امر کی تردید کی کہ پاکستان بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے پر غور کر رہا ہے۔

11 جون --- بھاشانی نے دعوت مسترد کر دی

بنگالی رہنما مولانا عبدالحمید بھاشانی نے پاکستان کا دورہ کرنے کی دعوت مسترد کر دی۔

13 جون --- حزب اختلاف جنگی قیدیوں کی رہائی میں

رکاوٹ ڈال رہی ہے

صدر ذوالفقار علی بھٹو نے حزب اختلاف پر الزام لگایا کہ وہ جنگی قیدیوں کی رہائی میں رکاوٹ ڈال رہی ہے۔

18 جون --- مجیب مقدمات چلانے میں حق بجانب ہیں: اندرا گاندھی

بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے کہا کہ جنگی قیدیوں کا مسئلہ حل کیے بغیر برصغیر میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے 195 جنگی قیدیوں پر مقدمے چلانے میں شیخ مجیب حق بجانب ہیں۔

بنگلہ دیش کو تسلیم نہ کیا جائے: اصغر خان

تحریک استقلال کے رہنما ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان نے ایک پریس کانفرنس میں ان عناصر کی حوصلہ افزائی کرنے پر زور دیا جو بنگلہ دیش میں پاکستان کے وقار کے لیے کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کو بنگلہ دیش تسلیم نہیں کرنا چاہیے۔

26 جون --- بھارت، بنگلہ دیش کی رضامندی کے بغیر قیدی رہا نہیں کرے گا

بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی نے اعلان کیا کہ بھارت بنگلہ دیش کی رضامندی کے بغیر پاکستانی جنگی قیدیوں کو رہا نہیں کرے گا۔

28 جون --- مزید بنگالیوں کو واپس جانے کی اجازت

پاکستان نے مزید ساڑھے چار سو بنگالیوں کو پاکستان سے وطن واپس جانے کی اجازت دے دی۔

29 جون --- مندوبین میں جھڑپ

عالمی ادارۂ محنت کی کانفرنس میں پاکستان اور بنگلہ دیش کے مندوبین میں جھڑپ ہوگئی۔ کانفرنس کے چیئرمین نے بنگلہ دیشی مندوب کو تقریر کرنے سے روک دیا۔

جولائی 1973ء

یکم جولائی --- بنگلہ دیش تسلیم کرنے کی مزاحمت کی جائے گی

اسلامی جمعیت طلبا اور خاکسار تحریک نے حکومت کو دھمکی دی کہ اگر اس نے بنگلہ دیش کو تسلیم کیا تو اس کی مزاحمت کی جائے گی۔

4 جولائی --- جنگی قیدی --- مزید مذاکرات نئی دہلی میں ہوں گے

بھارتی حکومت نے تجویز پیش کی کہ جنگی قیدیوں کی رہائی کے سلسلے میں مزید مذاکرات 16 جولائی کو نئی دہلی میں ہوں گے۔

صدر کا سپریم کورٹ سے صلاح مشورہ

صدر بھٹو نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے قانونی پہلوؤں کے بارے میں سپریم کورٹ سے مشورہ طلب کر لیا۔

7 جولائی --- مقدمہ ضرور چلے گا

بنگلہ دیش کے وزیر خارجہ ڈاکٹر کمال حسین نے اعلان کیا کہ ان کی حکومت 195 جنگی قیدیوں پر مقدمے ضرور چلائے گی۔

قومی اسمبلی بنگلہ دیش کی قرارداد منظور کر سکتی ہے

صدر بھٹو کے ریفرنس پر سپریم کورٹ نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ قومی اسمبلی، بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی قرارداد منظور کر سکتی ہے۔

8 جولائی --- بھٹو بنگلہ دیش کو خود تسلیم کر سکتے ہیں: مولانا طفیل

امیر جماعت اسلامی مولانا طفیل محمد نے کہا کہ صدر بھٹو اگر چاہیں تو بنگلہ دیش کو خود تسلیم کر سکتے ہیں۔ انہیں قومی اسمبلی سے قرارداد منظور کرانے کی کیا ضرورت ہے۔

9 جولائی --- تنازعات کے تصفیہ کے بغیر بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا

صدر بھٹو نے اعلان کیا کہ تنازعات کو باعزت طور پر حل کیے بغیر بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

10 جولائی --- بھٹو کے لیے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا اختیار

قومی اسمبلی نے صدر بھٹو کو اختیار دے دیا کہ وہ جب چاہیں بنگلہ دیش کو تسلیم کر سکتے ہیں۔

مزید جنگی قیدی ہلاک

بھارت میں مزید تین جنگی قیدیوں کو ہلاک کر دیا گیا۔

11 جولائی --- بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی ہر مخالف تحریک کچل دی جائے گی: قیوم خان

وفاقی وزیر داخلہ خان قیوم خان نے ایک بیان میں کہا کہ بنگلہ دیش

کو تسلیم کرنے کی قرارداد کے خلاف ہر تحریک کچل دی جائے گی۔

وطن کی عزت کا سودا نہ کیا جائے: جنگی قیدی

بھارت میں محبوس جنگی قیدیوں نے حکومت پاکستان سے کہا کہ ان کی رہائی کے لیے وطن کی عزت کا سودا نہ کیا جائے۔

بیمار جنگی قیدی وطن پہنچ گئے

534 بیمار جنگی قیدیوں کا ایک اور قافلہ وطن واپس پہنچ گیا۔ ان کا زبردست استقبال کیا گیا۔

14 جولائی --- مقدمے چلانے کی منظوری

بنگلہ دیش کی پارلیمنٹ نے 195 پاکستانی جنگی قیدیوں کے خلاف مقدمے چلانے کی منظوری دے دی۔

پاکستان کی عالمی عدالت سے درخواست

پاکستان نے عالمی عدالت انصاف سے جنگی قیدیوں کی واپسی کے مسئلے پر غور ملتوی کرنے کی درخواست کر دی۔

بنگلہ دیش کو تسلیم کرنا پاکستان کے مفاد میں ہے

سردار شوکت حیات خان نے ایک بیان میں کہا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنا پاکستان کے مفاد میں ہے۔

16 جولائی --- عالمی عدالت نے پاکستان کی درخواست منظور کرلی

پاکستانی جنگی قیدیوں کے معاملے پر عالمی عدالت انصاف نے پاکستان کی درخواست منظور کرلی۔

19 جولائی --- فضل القادر چودھری کا انتقال

قومی اسمبلی کے سابق سپیکر اور کونشن لیگ کے ایک سابق رہنما فضل القادر چودھری ڈھاکہ میں انتقال کر گئے۔

23-24 جولائی --- پاک بھارت مذاکرات

پاک بھارت نمائندوں کے درمیان ہونے والے مذاکرات میں پی این ہسکر کی قیادت میں ایک 24 رکنی بھارتی وفد اسلام آباد پہنچ گیا۔ وفد کے سربراہ نے کہا کہ وہ (بھارت اور بنگلہ دیش کے درمیان طے پانے والے) اعلان دہلی کی وضاحت کرنے آئے ہیں۔ دونوں ملکوں کے نمائندوں کے درمیان مذاکرات میں بھارت اور بنگلہ دیش کے مشترکہ اعلامیہ پر غور ہوا۔

25 جولائی --- بھٹو- مجیب ملاقات تک مقدمے نہ چلائے جائیں: شاہ ایران

لندن میں صدر بھٹو اور شاہ ایران کے درمیان پاک بھارت مصالحتی فارمولے پر گفت و شنید کے نتیجے میں کہا گیا کہ صدر بھٹو اور شیخ مجیب کی ملاقات پر پاکستانی جنگی قیدیوں پر مقدمے نہ چلائے جائیں۔

27 جولائی --- حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ شائع کی جائے: مفتی محمود

جمعیت العلمائے اسلام کے رہنما مولانا مفتی محمود نے مطالبہ کیا کہ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ شائع کی جائے۔

31 جولائی --- پاک بھارت مذاکرات ختم ہوگئے

انسانی مسائل کے حوالے سے پاکستان اور بھارت کے نمائندوں کے درمیان اسلام آباد میں ہونے والے مذاکرات ختم ہوگئے۔ بھارتی وفد کے قائد پی این ہسکر نے خیال ظاہر کیا کہ بنیادی مسائل کو طے کیے بغیر وزیراعظم اندرا گاندھی کا دورۂ پاکستان لاحاصل رہے گا۔

اگست 1973ء

2 اگست --- صدر بھٹو کی دھمکی

صدر ذوالفقار علی بھٹو نے امریکی جریدے کرسچین مانیٹر کو انٹرویو دیتے ہوئے خبردار کیا کہ اگر پاکستانی جنگی قیدیوں پر مقدمے چلائے گئے تو پاکستان بھی بنگالیوں پر مقدمے چلائے گا۔

نور الامین نے حلف اٹھالیا

پاکستان کے نائب صدر نورالامین نے مستقل آئین کے تحت قومی اسمبلی کے رکن کا حلف اٹھا لیا۔

4 اگست --- بنگلہ دیش کے مسئلہ پر چین کا ویٹو

اقوام متحدہ میں بنگلہ دیش کی رکنیت کے مسئلے پر چین کو ویٹو استعمال نہ کرنے سے نہ روکا جا سکا۔ چین نے یہ موقف اختیار کیا کہ جب تک پاکستانی جنگی قیدی رہا نہیں ہو جاتے' اس وقت تک بنگلہ دیش اقوام متحدہ کا رکن نہیں بن سکتا۔

5 اگست --- 203 بنگالی افسروں پر مقدمات کی تیاری

حکومت پاکستان نے 203 بنگالی افسروں پر مقدمے چلانے کے سلسلے میں بین الاقوامی ٹریبونل قائم کرنے کا اعلان کیا۔

6 اگست --- دو مزید جنگی قیدی ہلاک

الہ آباد کیمپ میں دو مزید پاکستانی جنگی قیدی گولی مار کر ہلاک کر دیئے گئے۔

10 اگست --- بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا وعدہ نہیں کیا

صدر بھٹو نے اعلان کیا کہ انہوں نے بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی سے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔

13 اگست --- جوش کی بجائے ہوش سے کام لیا جائے

نو منتخب وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ بنگلہ دیش کے معاملے میں جوش کی بجائے ہوش سے کام لیا جائے۔

18 اگست --- عزیز احمد --- ہسکو مذاکرات

دہلی میں مسٹر عزیز احمد اور مسٹر پی این ہسکر کے درمیان برصغیر میں انسانی مسائل کے حوالے سے مذاکرات شروع ہوگئے۔

21 اگست --- بھٹو بنام اندرا

امور خارجہ کے وزیر مملکت عزیز احمد نے نئی دہلی میں وزیراعظم اندرا گاندھی کو وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کا خصوصی پیغام پہنچا دیا۔

22 اگست --- پاک بھارت مذاکرات میں تعطل

مسٹر عزیز احمد اور مسٹر ہسکر کے درمیان مذاکرات میں تعطل پیدا ہوگیا۔

27 اگست --- پاکستان پچھتر ہزار بہاریوں کی آبادکاریوں پر رضامند ہوگیا

بی بی سی کے ایک نشریے کے مطابق پاکستان پچھتر ہزار بہاریوں کو پاکستان میں بسانے پر رضامند ہوگیا۔

28 اگست --- نوے ہزار قیدیوں کی واپسی کا معاہدہ

پاکستان اور بھارت کے درمیان نئی دہلی میں جنگی قیدیوں کی پاکستان واپسی کے بارے میں ایک معاہدے پر دستخط ہوگئے۔ اس معاہدے کی رو سے نوے ہزار سے زائد جنگی قیدی اور نظربند شہری وطن واپس آ جائیں گے۔ ان کے ساتھ پاکستان میں مقیم بنگالی بنگلہ دیش چلے جائیں گے اور بنگلہ دیش میں مقیم وہ غیر بنگالی' جو پاکستان آنے کی خواہش کریں گے' انہیں پاکستان بھیج دیا جائے گا۔

معاہدے پر پاکستان کی طرف سے دفاع اور امور خارجہ کے وزیر مملکت عزیز احمد اور بھارت اور بنگلہ دیش کی طرف سے مسٹر پی این ہسکر نے دستخط کیے۔ معاہدے کے مطابق بنگلہ دیش اس بات پر رضامند ہوگیا کہ ایک سو پچانوے جنگی قیدیوں پر مقدمہ نہیں چلایا جائے گا۔ پاکستان' بھارت اور بنگلہ دیش کے درمیان اس مسئلہ پر کوئی تصفیہ ہونے تک یہ قیدی بھارت میں ہی رہیں گے اور انہیں بنگلہ دیش کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔

ستمبر 1973ء

8 ستمبر --- مقدمے نہیں چلانے دیں گے

ایک سرکاری ترجمان کے مطابق پاکستان نے اس عزم کا اعادہ کیا کہ وہ بنگلہ دیش کو اپنے 195 جنگی قیدیوں پر مقدمے نہیں چلانے دے گا۔

19 ستمبر --- بنگلہ دیش سے پاکستانیوں کی واپسی

بنگلہ دیش سے 300 کے قریب پاکستانی شہری وطن واپس پہنچ گئے۔

21 ستمبر --- مزید پاکستانیوں کی وطن واپسی

بنگلہ دیش سے مزید 131 پاکستانیوں کی وطن واپسی۔

22 ستمبر --- مقدمہ چلانے کا کوئی حق نہیں: بھٹو

وزیراعظم بھٹو نے پاکستان کے اس موقف کو دہرایا کہ بنگلہ دیش کو 195 جنگی قیدیوں پر مقدمے چلانے کا کوئی حق نہیں۔

27 ستمبر --- بنگلہ دیش میں لاپتہ اور قید پاکستانی

جنگی قیدیوں کی بہبود کمیٹی کے چیئرمین کے مطابق چھ ہزار پاکستانی فوجی لاپتہ اور پچھتر ڈھاکہ سنٹرل جیل میں مقید ہیں۔

28 ستمبر --- پاکستانی جنگی قیدیوں کی باقاعدہ واپسی شروع

معاہدۂ دہلی کے تحت پاکستانی جنگی قیدیوں کی باقاعدہ وطن واپسی شروع ہوگئی۔ پہلی جماعت 842 قیدیوں پر مشتمل تھی۔

اکتوبر 1973ء

2 اکتوبر --- کسی دباؤ سے بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کریں گے

وزیراعظم بھٹو نے اعلان کیا کہ پاکستان کسی دباؤ کے تحت بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کرے گا۔

6 اکتوبر--- تمام قیدیوں کی رہائی کے بغیر بنگلہ دیش اقوام متحدہ کا رکن نہیں بن سکتا

حکومت پاکستان نے انکشاف کیا کہ بھارتی حکومت نے ابھی تک 195 قیدیوں کی فہرست فراہم نہیں کی۔ جب تک تمام جنگی قیدی رہا نہیں ہو جاتے' بنگلہ دیش کو اقوام متحدہ کا رکن بننے نہیں دیا جائے گا۔

23 اکتوبر--- مجیب بھٹو سے ملاقات کریں گے

بنگلہ دیشی وزیراعظم شیخ مجیب الرحمٰن نے بتایا کہ وہ پاکستانی وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو سے ملاقات کریں گے۔

نومبر 1973ء

3 نومبر--- بھارتی جنگی کیمپ میں فائرنگ

بھارتی جنگی کیمپ میں فائرنگ سے ایک پاکستانی جنگی قیدی جاں بحق ہوگیا۔

16 نومبر--- وزیراعظم بھٹو کا انتباہ

وزیراعظم بھٹو نے ایک بار پھر متنبہ کیا کہ جب تک تمام جنگی قیدی واپس نہیں آ جاتے' بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

دسمبر 1973ء

یکم دسمبر--- صبور اور مالک کی رہائی

سابق وفاقی وزیر عبدالصبور خان اور ڈاکٹر مالک رہا کر دیئے گئے۔ سابق مشرقی پاکستانی کابینہ کے علاوہ مرکزی حکومت اور پاک فوج سے تعاون کرنے والے دیگر چالیس ہزار افراد کو بھی رہا کر دیا گیا۔

13 دسمبر--- غیر ملکی دباؤ میں بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کریں گے

وزیراعظم بھٹو نے اعلان کیا کہ پاکستان کسی غیر ملکی دباؤ میں آ کر بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کرے گا۔

فروری 1974ء

16 فروری--- قیدیوں کی رہائی کی ضمانت پر بنگلہ دیش کو تسلیم کرلیں گے

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ اگر بنگلہ دیش 195 جنگی قیدیوں کو رہا کرنے کی ضمانت دے تو بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا جائے گا۔

22 فروری--- بنگلہ دیش منظور

اسلامی سربراہی کانفرنس کے موقع پر وزیراعظم بھٹو نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔ ایران اور ترکی نے بھی بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا۔ بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے وزیراعظم بھٹو کے اعلان پر اطمینان کا اظہار کیا۔

23 فروری--- مجیب لاہور پہنچ گئے

اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کے لیے بنگلہ دیش کے وزیراعظم شیخ مجیب الرحمٰن' بارہ رکنی وفد کے ساتھ لاہور پہنچ گئے۔

26 فروری--- آئین میں ترمیم کے لیے قومی اسمبلی اور سینٹ کا اجلاس طلب کرلیا گیا

صدر فضل الٰہی چودھری نے بنگلہ دیش سے سفارتی تعلقات کے لیے آئین میں ترمیم کی غرض سے قومی اسمبلی اور سینٹ کا اجلاس طلب کر لیا۔

مارچ 1974ء

5 مارچ--- سندھ اسمبلی کی قرارداد

سندھ اسمبلی نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی قرارداد منظور کر لی۔

6 مارچ--- پاکستان کی کوشش ہوگی کہ قیدیوں پر مقدمے نہ چلیں

بنگلہ دیش کے وزیراعظم شیخ مجیب الرحمٰن نے کہا کہ بہت جلد پاکستان سے سفارتی تعلقات قائم ہو جائیں گے۔

اپریل 1974ء

9 اپریل--- معاہدہ نئی دہلی

نئی دہلی میں پاکستان' بھارت اور بنگلہ دیش کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس میں ایک سمجھوتے پر دستخط ہوگئے جس کے مطابق بنگلہ دیش نے رحم کے جذبے کے تحت فیصلہ کیا ہے کہ ایک سو پچانوے جنگی قیدیوں پر مقدمے نہیں چلائے جائیں گے۔ جنہیں اب تک بھارت میں روکے رکھا گیا تھا' اب انہیں غیر مشروط طور پر رہائی مل جائے گی۔

13 اپریل--- بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی آئینی ترمیم

وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے ایک بیان میں کہا کہ بنگلہ دیش کو

تسلیم کرنے کے فیصلے کو قانونی شکل دینے کے لیے آئین میں ترمیم کی جائے گی۔

19 اپریل --- حمود الرحمٰن رپورٹ شائع کردی جائے گی

وزیراعظم بھٹو نے اعلان کیا کہ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ مکمل ہونے پر شائع کردی جائے گی۔

21 اپریل --- اعلیٰ فوجی افسروں کی وطن واپسی

میجر جنرل راؤ فرمان علی' میجر جنرل قاضی مجید' ایئر ایڈمرل شریف اور سینتیس دیگر اعلیٰ فوجی افسران وطن واپس پہنچ گئے۔

23 اپریل --- آئین سے مشرقی پاکستان کی دفعہ خارج

قومی اسمبلی نے 1973ء کے متفقہ آئین میں مشرقی پاکستان کے بارے میں درج دفعہ کو خارج کرنے کا ترمیمی بل منظور کرلیا۔

27 اپریل --- جنگی قیدیوں کی واپسی پر یوم تشکر

حکومت پاکستان نے جنگی قیدیوں کی واپسی کی خوشی میں 3 مئی (جمعہ) کو ملک بھر میں یوم تشکر منانے اور عام تعطیل کرنے کا اعلان کیا۔

30 اپریل --- جنگی قیدیوں کی واپسی مکمل

پاکستان کے تمام جنگی قیدی وطن واپس پہنچ گئے۔ ان میں وہ 195 قیدی بھی تھے' جن کے خلاف بنگلہ دیش کی حکومت مقدمے چلانا چاہتی تھی۔ آخری قیدی جنرل نیازی تھے۔

جون 1974ء

10 جون --- بنگلہ دیش اقوام متحدہ میں شامل ہوگیا

بنگلہ دیش کو اقوام متحدہ میں شامل کرلیا گیا۔

25 جون --- پاکستان کے خلاف پراپیگنڈے

ریڈیو بنگلہ دیش سے پاک دشمن پراپیگنڈے کے باعث وزیراعظم پاکستان کا دورۂ بنگلہ دیش غیر یقینی ہوگیا۔

26 جون --- پراپیگنڈہ بند

بنگلہ دیش ریڈیو نے پاکستان کے خلاف پراپیگنڈہ بند کردیا۔

27-29 جون --- بھٹو ڈھاکہ پہنچ گئے

وزیراعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو تین [illegible] پہنچ

گئے۔ دونوں وزرائے اعظم نے دو گھنٹے تک بات چیت کی۔ پاکستان نے دو طرفہ بنیاد پر بنگلہ دیش کے ساتھ ہر شعبے میں تعاون پر رضامندی کا اظہار کیا۔

جولائی 1974ء

17 جولائی --- حمود الرحمٰن کمیشن کا کام پھر شروع ہوگیا

تمام جنگی قیدیوں خصوصاً مشرقی کمان کے کمانڈر جنرل نیازی سمیت بیشتر اعلیٰ فوجی افسروں کی واپسی مکمل ہونے پر حمود الرحمٰن کمیشن نے دوبارہ کام شروع کردیا۔

18 جولائی --- باقر صدیق کا بیان قلمبند

حمود الرحمٰن کمیشن نے مشرقی کمان کے سابق چیف آف سٹاف بریگیڈیئر جی ایم باقر صدیق کا بیان قلمبند کیا۔

اگست 1974ء

18 اگست --- جنگی تحقیقاتی کمیشن نے بیانات قلمبند کیے

جنگی تحقیقاتی کمیشن نے آٹھ اعلی فوجی افسروں کے بیانات قلم بند کیے۔ اس سے قبل بھی کمیشن اہم بیانات ریکارڈ کرچکا ہے۔

21 اگست --- مشرقی پاکستان کی جلاوطن حکومت

لندن میں مشرقی پاکستان کی جلاوطن حکومت محمد علی عباس کی سربراہی میں قائم ہوگئی۔ سربراہ سمیت پانچ وزراء نے حلف اٹھایا۔

اکتوبر 1974ء

2 نومبر --- نور الامین انتقال کر گئے

مشرقی پاکستان کے رہنما اور پاکستان کے نائب صدر نورالامین کا انتقال ہوگیا۔

12 اکتوبر --- بہاریوں کو پاکستان جانا ہوگا

بنگلہ دیش کے وزیراعظم شیخ مجیب نے اعلان کیا کہ تین لاکھ بہاریوں کو پاکستان جانا ہوگا۔

25 نومبر --- نیازی سمیت 73 فوجی افسروں کے بیانات ریکارڈ کیے گئے

سقوط ڈھاکہ سے متعلق جنگی کمیشن کی تحقیقات کے دوسرے مرحلے

میں لیفٹیننٹ جنرل نیازی سمیت 73 فوجی افسروں کے بیانات ریکارڈ کیے گئے۔ رپورٹ وزیراعظم کو پیش کر دی گئی۔

دسمبر1974ء

8دسمبر--- ڈاکٹر کمال حسین کا بیان

بنگلہ دیش کے وزیر خارجہ ڈاکٹر کمال حسین نے ایک بیان میں کہا کہ بنگلہ دیش پاکستان کے ساتھ اچھے تعلقات کا خواہاں ہے۔

23دسمبر--- حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کے جائزے کے لیے دو سب کمیٹیوں کا قیام

وزیراعظم بھٹو نے حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کا جائزہ لینے کے لیے دو سب کمیٹیاں قائم کر دیں۔ جو کمیشن کی رپورٹ میں قومی سلامتی، دفاع اور امور خارجہ سے متعلق حصوں کا جائزہ لیں گی۔

مقالات

یحییٰ خان اور اس کا مارشل لاء

27 اکتوبر 1958ء کی صبح ریاست بنام ڈوسو مقدمے میں اپنے حق میں فیصلہ کروانے اور اسی رات "انقلاب" کے بانی اور اپنے بیس سالہ پرانے رفیق میجر جنرل اسکندر مرزا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گلو خلاصی حاصل کرنے کے بعد ایوب خان اقتدار اور اختیارات کا بلاشرکت غیرے مالک بن گیا۔ آمر مطلق کے طور پر اس نے دس سال سے زیادہ عرصہ تک اپنے شخصی اقتدار کو قائم رکھا۔

ابتدائی برسوں میں اصلاحات کا دور دورہ، کمشنوں کا اجراء، سیاسی اور جمہوری عمل کا مکمل خاتمہ، سیاسی جماعتوں پر پابندی اور اسی طرح کے حالات کا غلبہ رہا۔ 1962ء میں فرد واحد کا بنایا ہوا شخصی آئین مسلط کیا گیا۔ یہ ایک دلچسپ اور قدرے مضحکہ خیز دستاویز تھی۔ جس کی بنیاد بالغ حق رائے دہی سے انکار پر رکھی گئی تھی --- ایوب خان کی بنیادی جمہوریت! 1962ء میں یہ آئین نافذ ہو گیا۔ نئی "قومی اسمبلی" کا پہلا اجلاس 8 جون 1962ء کو منعقد ہوا۔ ایوب خان نے حلف اٹھایا۔ مارشل لاء اٹھا لیا گیا اور "جمہوریت" بحال ہو گئی۔

1965ء میں دو اہم واقعات ہوئے۔ جنوری 1965ء میں صدارتی انتخابات ہوئے جن میں ایوب خان، محترمہ فاطمہ جناح سے "جیت" گئے۔ ڈھاکہ اور کراچی نے واضح طور پر ایوب خان کو مسترد کر دیا۔ ایوب نے کراچی کے عوام سے اس کا بدلہ یوں لیا کہ اس شہر میں پٹھان، مہاجر تضادات اور تلخیاں آج تک قائم ہیں۔

اسی سال پاک۔ بھارت جنگ ہوئی جو پاکستان کی ناقص منصوبہ بندی کے باعث عملی طور پر ملک کے خلاف گئی۔ جنگ کے بعد بھٹو نے تاشقند اسکینڈل کے ذریعے ایوب خان کے اقتدار کی جڑیں ہلا دیں۔ اس کے بعد اگر تلہ سازش کا شور اٹھا۔ 1928ء میں ایوب خان شدید بیمار ہوئے لیکن آمر نے قائم مقام صدر کے لیے قومی اسمبلی کے اسپیکر عبدالجبار کو سرے سے نظر انداز کر دیا۔ اس بیماری کا بھی زبردست اسکینڈل بنا اور یہ افواہیں پھیلنے لگیں کہ ایوب خان انتقال کر گئے ہیں یا انہیں ہلاک کر دیا گیا ہے اسی سال صدر ایوب نے امریکہ کو پشاور میں اپنا بڈبیر کا جاسوسی اڈہ، جہاں سے 1960ء میں امریکی جاسوسی طیارے یو-2 نے روسی علاقے میں پرواز کی تھی اور مار گرایا گیا تھا، بند کرنے کا نوٹس دیا۔ بوڑھا آمر اب امریکی مفادات کے تحفظ کے قابل نہ رہا تھا۔ چنانچہ واشنگٹن میں اس کی رخصتی کا فیصلہ کر لیا گیا۔

ادھر پاکستان میں عوام کو دس سالہ ترقی کے جشن نے بھڑکا دیا۔ یحییٰ خان کو اپنا راستہ بنانے کا موقع مل گیا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارہ کے مصداق ایوب خان نے سیاستدانوں کی گول میز کانفرنس بلائی۔ بھاشانی اور بھٹو اس کانفرنس سے باہر رہے۔ کانفرنس میں ایوب خان نے بالغ رائے دہی اور پارلیمانی جمہوریت کے اپوزیشن کے مطالبے کو تسلیم کر لیا۔ اس سے قبل وہ صدارتی انتخابات نہ لڑنے کا اعلان بھی کر چکا تھا، لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔ گول میز کانفرنس ناکام رہی۔

اقتدار کے لیے یحییٰ کی سازشیں

ادھر سیاستدان کسی نتیجے پر پہنچنے کے لیے ایوب خان کے ساتھ مذاکرات میں مصروف تھے، دوسری طرف یحییٰ خان نے اقتدار کے اپنے دیرینہ خواب کے لیے اپنی سازشیں تیز کر دیں۔ یحییٰ خان (پیدائش 4 فروری 1917ء) کا نسب قزلباشوں کے ایک خاندان سے ملتا ہے، جو ایران سے آ کر پشاور میں بس گیا تھا۔ اس کا سلسلہ نادر شاہ افشار کے ان لٹیروں سے چلتا ہے۔ جنہوں نے 1739ء میں برصغیر پر حملہ کر کے دہلی میں عوام کے خون سے ہولی کھیلی تھی۔

ریٹائرڈ کرنل غفار مہدی نے اپنی طویل یادداشتوں میں یحییٰ خان کا جو خاکہ کھینچا ہے اس کے بعض حصے یہاں دہرانے کو جی چاہتا ہے۔ کرنل مہدی کے مطابق یحییٰ خان نے 1938ء میں فوجی کمیشن حاصل کیا۔ انہیں دور سٹر رجمنٹ کی دوسری بٹالین کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا۔ سال بھر بعد ان کی درخواست پر انہیں بلوچ رجمنٹ کی تیسری بٹالین میں شامل کر لیا گیا۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران انہوں نے آٹھویں فوج کی رجمنٹ کے ساتھ مصر، سوڈان، عراق، لیبیا، قبرص اور اٹلی میں فوجی خدمات انجام دیں۔ جب وہ اٹلی میں تھے، تو جرمن فوجوں کے ہاتھوں گرفتار

ہوئے، مگر وہاں سے فرانس فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

جنگ میں انہوں نے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ وہ کیپٹن کے عہدے سے آگے ترقی نہ کر سکے۔ وہ شروع ہی سے شراب کے رسیا تھے۔ عورت ان کی کمزوری تھی اور جنگ کو رومن جرنیلوں کی طرح اپنا پسندیدہ کھیل قرار دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ برطانوی فوج کے نوجوان افسروں میں "کیپٹن تھری ڈبلیو" (وائن، وومن، اینڈ وار) کے نام سے مشہور تھے۔ بعد میں یہی کیپٹن ترقی پا کر جنرل تھری ڈبلیو بن گیا۔

1948ء میں جب مسئلہ کشمیر پر پاکستان اور بھارت کے درمیان پہلا مسلح تصادم ہوا، تو یحییٰ خاں کو بھی کشمیر کے محاذ پر تعینات کیا گیا۔ وہ اس وقت تک ترقی کر کے پاکستانی فوج میں میجر بن چکے تھے، مگر شراب اور عورت بدستور ان کی کمزوری تھی۔ اکتوبر 1948ء کا ذکر ہے کشمیر کے تمام محاذوں پر گھمسان کی جنگ جاری تھی۔ بھارت کی فوجی پوزیشن بہت کمزور تھی۔ پاکستانی فوج ہر محاذ پر دباؤ ڈال رہی تھی اور برابر پیش قدمی کر رہی تھی۔ قدرت اللہ شہاب ان دنوں حکومت آزاد کشمیر کے سیکرٹری جنرل تھے۔ اچانک ایک روز انہیں میجر جنرل شیر خان کا پیغام ملا کہ دو پاکستانی فوجی افسر کئی روز سے لاپتہ ہیں۔ شہاب سے کہا گیا کہ وہ سراغ لگائیں کہ یہ دونوں افسر زندہ ہیں یا جنگ میں ہلاک ہو گئے ہیں۔ اگر زندہ ہیں تو کہاں ہیں؟ دشمن کی قید میں تو نہیں ہیں؟ یہ دونوں فوجی افسر میجر یحییٰ خان اور لیفٹیننٹ کرنل اعظم خاں تھے۔ دونوں بعد میں پاکستان کی اہم سیاسی شخصیتیں بن کر ابھرے۔ یحییٰ خان پاکستان کے صدر مملکت اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنے اور اعظم خاں، ایوب خاں کی حکومت میں مرکزی وزیر اور پھر مشرقی پاکستان کے گورنر مقرر ہوئے، البتہ میجر جنرل شیر خاں کی زندگی نے وفا نہ کی اور کچھ ہی مدت بعد جھمپیر کے فضائی حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔

قدرت اللہ شہاب نے میجر جنرل شیر خاں کی ہدایت پر تحقیقات کی، تو یہ عقدہ کھلا کہ دونوں فوجی اچانک اپنے مورچے چھوڑ کر محاذ سے بھاگ گئے اور اس طرح بھاگے کہ اپنی رجمنٹوں کے جوانوں کو بھی اعتماد میں نہ لیا۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ دشمن نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھایا۔ تمام مورچوں پر بغیر کسی دشواری کے قبضہ کر لیا۔ تمام اسلحہ اور رسد کو مال غنیمت سمجھا اور سپاہیوں کو قیدی بنا لیا۔ لیکن تمام چھان بین اور دوڑ دھوپ کے باوجود نہ یحییٰ خان کا سراغ ملا اور نہ اعظم خان کا۔ اس وقت حکومت آزاد کشمیر کے صدر سردار محمد ابراہیم تھے۔ شہاب نے ان سے بھی اپنی پریشانی کا ذکر کیا۔ انہوں نے پہلے تو لاعلمی کا اظہار کیا، پھر سوچ کر بتایا کہ ایک علاقے سے یہ اطلاع ملی ہے کہ ایک مکان میں ایک فوجی افسر موجود ہے اور لوگوں نے اس کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ صورت حال خاصی تشویشناک ہے۔ لوگ اس افسر سے کسی بات پر سخت ناراض معلوم ہوتے ہیں۔ قدرت اللہ شہاب فوراً اس مقام پر پہنچے۔ دیکھا واقعی ایک مکان کے گرد لوگوں کا ہجوم ہے۔ وہ در و دیوار پر پتھراؤ کرتے ہیں اور چیخ چیخ کر کسی کو باہر بلاتے ہیں۔ وہ سخت غیظ و غضب کے عالم میں نظر آتے تھے۔ شہاب کسی نہ کسی طرح مکان کے اندر پہنچے، دیکھا ایک کمرے میں یحییٰ خاں بیٹھے ہیں۔ میز پر وہسکی کی بوتلیں اور گلاس دھرے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ کئی روز سے مکان کے اندر محصور ہیں۔ محاذ سے فرار ہونے کے بعد وہ یہیں روپوش ہو گئے تھے۔ لوگوں کی ناراضگی کا سبب یہ تھا کہ شب قدر کو یحییٰ خاں نے نہ صرف یہ کہ شراب سے شوق فرمایا، بلکہ کسی کشمیری کو بلا کر عورت لانے کی بھی فرمائش کی۔ علاقے کے لوگ کٹر مذہبی تھے۔ یحییٰ خاں کی اس حرکت پر بھڑ گئے۔ وہ انہیں سزا دینا چاہتے تھے۔ منہ کالا کر کے ان کا جلوس نکالنا چاہتے تھے تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو۔

قدرت اللہ شہاب نے بھرے ہوئے ہجوم کو سمجھانے کی لاکھ کوشش کی، مگر لوگ اپنی ضد پر اڑے رہے۔ ادھر یحییٰ خاں کی حالت خراب تھی۔ مسلسل شراب نوشی اور شب بیداری سے ان کے حواس درست نہ تھے۔ کہتے کچھ تھے، زبان سے نکلتا کچھ تھا۔ غرضیکہ قدرت اللہ شہاب نے رات کی تاریکی میں کسی نہ کسی طرح یحییٰ خان کو لوگوں کے محاصرے سے باہر نکالا۔ آزاد کشمیر میں یحییٰ خان کا ٹھہرنا سخت خطرناک تھا لہٰذا راتوں رات انہیں راولپنڈی پہنچا دیا گیا۔

اس غیر ذمہ داری اور ناشائستہ حرکت پر یحییٰ خاں کا کورٹ مارشل ہوا یا نہیں، کچھ پتہ نہیں، البتہ آئندہ سال انہیں لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے پر ترقی دے دی گئی۔ اس وقت ان کی عمر صرف تیس سال تھی۔ 1950ء میں انہیں ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز میں جنرل اسٹاف افسر مقرر کر دیا گیا۔ سال ہی بھر بعد یحییٰ خان کو ترقی دے کر بریگیڈیئر بنا دیا گیا اور ایک انفنٹری بریگیڈ کی کمان سپرد کر دی گئی۔ انہوں نے جس قدر تیزی سے ترقی کی، یہ خود اپنی جگہ ایک سربستہ راز ہے۔ لطف یہ ہے کہ وہ اس تمام عرصے میں دل کھول کر بادہ نوشی بھی کرتے رہے اور طرح طرح کی عورتوں سے دل بھی بہلاتے رہے۔

1958ء میں ایوب خاں مارشل لاء لگا کر برسر اقتدار آئے تو یحییٰ خان کو پھر ترقی ملی۔ وہ میجر جنرل بنا دیئے گئے۔ انہیں اسلام آباد کی تعمیر کے لیے کیپٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی (سی ڈی اے) کا چیئرمین مقرر کر دیا گیا۔ قدرت اللہ شہاب صدر ایوب کے ابتدائی دور حکومت میں ان کے پرسنل سیکرٹری تھے۔ ایک روز انہوں نے شہاب کو بلایا اور ان سے کہا کہ یحییٰ خاں کے بارے میں مسلسل شکایتیں مل رہی ہیں۔ وہ سی ڈی اے میں رہ کر رشوت کھا رہے ہیں۔ کھلم کھلا خرد برد کر رہے ہیں۔ ان کو میرا یہ پیغام دو کہ "اب بہت کھا چکے، جی او سی (جنرل آفیسر

کمانڈنگ) بن کر مشرقی پاکستان چلے جاؤ۔ اسی بہانے ترقی بھی مل جائے گی۔" مگر جب شہاب نے یحییٰ کو ایوب کا پیغام دیا تو وہ ناراض ہو کر بولے: "اس سے (ایوب خاں سے) یہ تو پوچھو خود کتنا کھا رہا ہے؟"

قدرت اللہ شہاب نے انجان بن کر کہا: "مجھے نہیں معلوم کہ اس کھانے پینے سے ان کا کیا مقصد ہے، مجھے تو جو پیغام دیا گیا وہ میں نے پہنچا دیا۔"

یحییٰ خان نے ہنس کر پوچھا: "بڑھا کیا چاہتا ہے؟" قدرت اللہ شہاب نے نہایت معصومیت سے جواب دیا: "وہ چاہتے ہیں کہ آپ مشرقی پاکستان کے جی او سی بن کر ڈھاکہ چلے جائیں۔"

یحییٰ خان نے کہا: "اچھا۔ اس سے کہہ دینا ایسا ہی ہوگا میں مشرقی پاکستان جانے کو تیار ہوں۔"

دراصل ایوب خان، یحییٰ خاں کو نہ صرف ناپسند کرتے تھے، بلکہ ان سے ڈرتے بھی تھے۔ وہ انہیں فوج سے علیحدہ کرنا چاہتے تھے، مگر یحییٰ خاں اس کے لیے آمادہ نہ تھے، لہٰذا انہوں نے طے کیا کہ کم از کم یحییٰ خان کو جنرل ہیڈ کوارٹرز سے دور رکھا جائے، مگر جنرل موسیٰ کے سبکدوش ہونے کے بعد جنرل یحییٰ خاں کو فوج کا کمانڈر انچیف مقرر کیا گیا، تو لوگوں کو سخت حیرت ہوئی، کیونکہ 1965ء کی جنگ میں یحییٰ خاں بحیثیت جنرل بالکل ناکام ثابت ہوئے تھے۔ طرح طرح کی باتیں سننے میں آئیں۔ ان میں بیرونی دباؤ اور غیر ملکی اثر و رسوخ کا ذکر بھی سننے میں آیا۔

کرنل مہدی 1965ء کی جنگ میں جنرل یحییٰ کے کارناموں کی تفصیل بیان کرنے کے بعد مزید لکھتے ہیں کہ:

30 جنوری 1968ء کا ذکر ہے۔ ایوب خاں پر دل کا دورہ پڑا۔ ان کی حالت اتنی نازک ہوگئی کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ انہیں آکسیجن ٹینٹ میں رکھا گیا۔ یحییٰ خاں ایک عرصے سے کسی ایسے موقع کی تلاش میں تھے۔ انہوں نے فوراً ایوان صدر کے محافظوں کو ہدایات جاری کیں کہ کسی کو ایوب خاں سے نہ ملنے دیا جائے۔ اس سازش میں یحییٰ خاں کے ساتھ مرکزی وزیر دفاع ایڈمرل اے۔ آر خاں بھی شامل تھے۔ لہٰذا صدر کے ذاتی معالج کے علاوہ ان سے صرف یحییٰ خاں اور اے۔ آر خاں کو ملنے کی اجازت تھی۔ سنا ہے صدر ایوب کی تشویشناک علالت کی خبر سن کر مرکزی کابینہ کے سب سے سینئر وزیر خواجہ شہاب الدین جب بیمار صدر کی عیادت کو گئے، تو انہیں بھی ملنے کی اجازت نہ دی گئی۔ ان کی کار ایوان صدر کے بیرونی پھاٹک سے واپس کر دی گئی۔

جس روز یحییٰ خاں نے ایوب خاں پر پہرہ بٹھایا اور ان سے ملنے جلنے پر کڑی پابندی عائد کی، اسی روز وہ صدر کے دفتر پہنچے، ان کی کرسی پر بیٹھے اور صدر کے مشیر اعلیٰ فدا حسن کو طلب کیا۔ انہیں ہدایات دیں کہ آئندہ تمام کاغذات اور سرکاری فائلیں براہ راست ان کو پیش کی جائیں، چنانچہ فدا حسن ایک تابعدار افسر کی طرح اپنے کمرے میں گئے، سر پر جناح کیپ پہنی، ٹائی کی گرہ درست کی، بغل میں فائلیں دبائیں اور یحییٰ خاں کے روبرو حاضر ہو کر نہایت ادب کے ساتھ فائلیں ان کے سامنے میز پر رکھ دیں۔ یحییٰ خاں نے ان فائلوں کے اوراق الٹ پلٹ کر ان پر سرسری نظر ڈالی، مگر کسی فائل پر کوئی حکم یا ہدایت جاری نہیں کی۔ اس کے بعد فدا حسن کا یہ دستور ہوگیا کہ وہ روزانہ ضروری فائلیں لے کر یحییٰ خاں کے پاس جاتے اور پوری مستعدی کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دیتے۔

چند روز بعد ایوب خاں کی حالت سنبھلی۔ وہ کچھ سوچنے اور سمجھنے کے قابل ہوئے۔ یحییٰ خاں کے بدلتے ہوئے تیور دیکھے تو انہیں صورت حال کی نزاکت کا اندازہ ہوگیا۔ انہوں نے خود کو نہایت بے بسی کے عالم میں پایا۔ وہ پوری طرح نظربندی کی حالت میں تھے۔ ڈاکٹر اور نرسیں ضرورت سے زیادہ محتاط نظر آتے تھے۔ یحییٰ خاں اور اے۔ آر خاں ان کے پاس آتے، چند رسمی جملے کہتے اور خاموشی سے واپس چلے جاتے۔ ان کے علاوہ کسی کو کمرے میں داخل ہونے کی مطلق اجازت نہ تھی۔ ایوب خاں کسی نہ کسی طرح الطاف گوہر سے رابطہ کرنا چاہتے تھے۔ بڑی مشکل سے انہوں نے ایک نرس کو اعتماد میں لیا اور گوہر کو یہ پیغام پہنچوایا کہ وہ فوراً ان سے ملیں، لیکن الطاف گوہر جب ایوب خاں کے پاس پہنچے، تو بات کرنے کی گنجائش نہ تھی۔ کڑی نگرانی کی جا رہی تھی۔ آخر جب وہ عیادت کرکے جانے لگے، تو ایوب خاں نے سب کی نظریں بچا کر ہوشیاری سے آنکھ کا اشارہ کیا کہ صرف الطاف گوہر ہی نے دیکھا۔ اس اشارے کا مطلب وہ فوراً سمجھ گئے۔ ایوب خاں کی قریبی رفاقت نے انہیں مزاج شناس بنا دیا تھا۔ اسی روز بیگم ایوب خاں کے ذریعے الطاف گوہر کو ایوب خاں کی یہ ہدایت ملی کہ وہ وفادار سیکرٹریوں کو اعتماد میں لے کر ان سے کہیں کہ وہ ہرگز کوئی فائل یحییٰ خاں کے پاس نہ بھیجیں، اپنے طور پر فیصلے کریں یا انہیں التوا میں ڈال دیں، چنانچہ الطاف گوہر ان سیکرٹریوں کے پاس جاتے جن کے بارے میں انہیں یقین تھا کہ وہ ایوب خاں کے وفادار ہیں۔ وہ کمرہ بند کرکے ایک ایک سیکرٹری کو ایوب خاں کا پیغام پہنچاتے۔

ادھر ایوب خاں خود کو یحییٰ خاں کی گرفت سے آزاد کرانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے، ادھر یحییٰ خاں اقتدار پر قبضہ کرنے کے لیے کوشاں تھے۔ ان کی خفیہ سرگرمیاں جاری تھیں۔ اپنے اعتماد کے فوجی جرنیل اے۔ آر خاں اور فدا حسن کے ساتھ وہ روزانہ میٹنگ کرتے، لیکن یحییٰ خان اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہوسکے۔ ان کی سازش ناکام ہوگئی، مگر مارچ 1969ء میں جب عوامی جدوجہد فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہوئی اور ایوب خاں کا زوال نوشتہ دیوار بن گیا تو یحییٰ خاں نے

ایک بار پھر حصول اقتدار کے لیے سازش کا جال پھیلایا۔

"جنرل یحیٰی خاں نے صدر ایوب سے اشاروں اشاروں میں کہہ دیا تھا کہ ہم زیادہ عرصے تک حالات کو خراب ہونے کی اجازت نہ دیں گے۔ آپ 25 مارچ تک جو کچھ کرنا چاہتے ہیں کر لیجئے۔

ایوب خاں نے صورت حال کو سدھارنے کے لیے بعض اقدامات کیے .... 23 مارچ کو نئے گورنر نورالھدی نے وفاداری کا حلف اٹھایا۔ میں جنرل مظفر الدین کے برابر کھڑا تھا' پوچھا: "سر! یہ کیا ہو رہا ہے' ایک دو روز بعد تو ساری بساط ہی پلٹ دی جائے گی۔" جنرل بولے: "دیکھتے جاؤ اور خاموش رہو' رکھ رکھاؤ کے یہی تقاضے ہیں۔"

"24 مارچ کو جنرل مظفر الدین کے ساتھ میں بھی راولپنڈی گیا۔ جنرل یحیٰی خاں سے ملاقات ہوئی۔ مارشل لاء کے انتظامات زیر بحث آئے اور پھر ہم سب پریذیڈنٹ ہاؤس چلے گئے۔ وہاں صدر ایوب' الطاف گوہر اور فدا حسن ہمارے منتظر تھے۔ ابتدائی گفتگو کے بعد فیلڈ مارشل نے کہا:

"اب مارشل لاء کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"

یحیٰی خاں نے جواب دیا:

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

اس لمحے تک صدر ایوب یہی سمجھے بیٹھے تھے کہ مارشل لاء ان کی حمایت میں لگے گا۔ انہوں نے کہا: "ہمیں تفاصیل طے کر لینی چاہئیں۔"

یحیٰی خاں بولے:

"مگر یہ مارشل لاء فوج لگائے گی۔"

صدر ایوب نے ذرا توقف کیا اور پھر مضبوط لہجے میں کہا:

"آپ کی بات سمجھ گیا' مستعفی ہونے کے لیے تیار ہوں۔"

"اب سوال یہ تھا کہ پہلے کس کی تقریر ریکارڈ کی جائے۔ جنرل یحیٰی خاں نے اصرار کیا کہ پہلے فیلڈ مارشل کی تقریر کا ریکارڈ تیار کیا جائے۔

"مجھے یاد پڑتا ہے کہ فیلڈ مارشل ایوب خاں کی تقریر اسی روز ریکارڈ کر لی گئی۔ الطاف گوہر کی خواہش تھی کہ ریڈیو کنٹرول ان کے ہاتھ میں رہے' مگر جنرل عمر نے اپنا انتظام پہلے سے کر رکھا تھا' چنانچہ ایوب خاں کی تقریر کا ریکارڈ بڑی احتیاط سے جنرل شوکت رضا کراچی لے گئے اور جنرل ریاض کی تحویل میں دے دیا۔ جنہوں نے اپنی موجودگی میں وہ تقریر نشر کرائی اور اس تقریر کے ایک روز بعد جنرل یحیٰی کی آواز ریڈیو پاکستان پر بلند ہوئی۔

پیلو مودی نے اپنی کتاب "زلفی مائی فرینڈ" میں بھٹو یحیٰی ملاقات کا ذکر کیا ہے جو 24 مارچ کو راولپنڈی میں ہوئی۔ وہ لکھتا ہے:

"24 مارچ کو بھٹو اپنی آنٹی کے جنازے میں شریک ہونے کے لیے کراچی سے لاڑکانہ بذریعہ طیارہ روانہ ہوئے' مگر فوکر کا رخ پراسرار طور پر پنڈی کی طرف موڑ دیا گیا اور موسم اور طیارے میں خرابی کا بہانہ بنایا گیا۔ بھٹو جونہی پنڈی پہنچے' انہیں جنرل یحیٰی کا پیغام ملا۔ وہ یحیٰی خاں کو اچھی طرح جانتے تھے' اس لیے ملنے چلے گئے۔ یحیٰی خان سخت پریشان اور بگڑی ہوئی صورت حال سے بے چین تھے۔ انہوں نے کہا کہ ایوب خاں ناکام ہو چکا ہے اور میں اقتدار سنبھالنے والا ہوں' تمہاری کیا رائے ہے؟ بھٹو تین شرائط پر رضامند ہو گئے اور یحیٰی خاں نے اطمینان کا سانس لیا۔"

25 مارچ 1969ء کو کمانڈر انچیف یحیٰی خان اپنے دو جرنیلوں کے ساتھ داخل ہوتے ہیں۔ ایوب خان اپنے دفتر میں موجود ہیں اور یحیٰی کے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ اقتدار سے جانے کی آخری گھڑی آ گئی۔ ایوب خان پوچھتے ہیں:

"یحیٰی کیا چاہتے ہو؟"

یحیٰی خاں کھڑے کھڑے اپنی بھاری آواز میں کہتا ہے: "مارشل لاء لگانے کا وقت آ گیا ہے اور مارشل لاء چند علاقوں میں نہیں پورے ملک میں لگے گا۔"

ایوب خان نے گفتگو کا سہارا لینے کی کوشش کی:

"کھڑے کیوں ہو؟ بیٹھ جاؤ۔ اپنے ساتھیوں سے کہو' بیٹھ جائیں۔"

لیکن یحیٰی جیسے ان کی بات نہیں سنتا وہ پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھتا ہے اور آگے بڑھ کر اسے بند کر دیتا ہے۔ دروازہ بند کر کے وہ ایوب خاں کی طرف پلٹتا ہے تو وہ نہایت افسردہ مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہیں:

"دروازے بند کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم جو چاہتے ہو' وہی ہو گا۔ مجھے تمہاری تجویز منظور ہے۔"

ایک اور روایت!۔ حالات ایوب خان کے قابو سے باہر جا رہے ہیں۔ وہ اپنے مشیروں کو پنجاب کے بعض علاقوں اور پورے مشرقی پاکستان میں مارشل لاء نافذ کرنے کی ہدایت جاری کرتے ہیں۔ یہ ایوب کابینہ کا آخری اجلاس ہے۔ ایوب خان کے منہ سے مارشل لاء کی بات سن کر سب کی نگاہیں یحیٰی خان کی طرف اٹھ جاتی ہیں۔ یحیٰی کہتا ہے کہ وہ صدر ایوب سے الگ بات کرے گا۔ کابینہ کا آخری اجلاس ہمیشہ کے لیے برخاست ہو جاتا ہے۔ بعد میں یحیٰی مبینہ طور پر' ایوب خان سے کہتا ہے کہ وہ اس شرط پر مارشل لاء لاگو کرے گا کہ مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کو توڑ دیا جائے۔ صوبائی گورنروں کو ان کی کابینہ سمیت برطرف کر دیا جائے اور 1962ء کا آئین منسوخ کر دیا جائے۔ اس کا سادہ زبان میں مطلب یہ تھا کہ ایوب خان یحیٰی کے لیے گدی خالی کر دیں۔ ایوان صدر کے بند کمرے میں ایوب خان اپنے پروردہ جنرل یحیٰی خان کی شرائط منظور کر لیتے ہیں۔

20 مارچ 1969ء (الطاف گوہر کی ڈائری سے ایک ورق)...

ایوب خان نے کہا: "ہمیں مارشل لاء نافذ کر دینا چاہیے۔ اب یہ ماہرین پر موقوف ہے کہ ایسا کب اور کیسے کیا جائے۔ وقت رورح رواں ہے۔ عوام کو واپس ہوش میں لانے کی ضرورت ہے۔ میں اپنی بہترین کوشش کر چکا ہوں کہ مارشل لاء (1958ء) کے نفاذ کے بعد ملک نے زبردست پیش رفت کی ہے۔ اخبارات سے معلوم ہوا کہ احتجاجی تحریک مدھم پڑ رہی ہے۔ "ایوب خان انتہائی مایوسی کے عالم میں اپنے سیاسی حل کی طرف پلٹا اس نے اپنے بعض رفقاء سے کہا کہ وہ یحییٰ خان کے پاس جائیں اور اسے کہیں کہ مارشل لاء کے نفاذ کو فی الحال ملتوی کر دیا جائے۔

ایوب خان کی کابینہ کے دو وزراء ایڈمرل اے آر خان، مسٹر ایس ایم ظفر، ڈیفنس سیکرٹری غیاث الدین احمد اور ان سطور کا راقم (الطاف گوہر) یحییٰ خان سے اس کے دفتر میں ملے۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے پوچھا: "کیا یہ غیر فوجی انقلاب ہے؟"

اسے فوجی مداخلت کے قانونی اور آئینی مضمرات، ایسے وقت میں جب کہ سول حکومت کا حالات پر قابو تھا، سمجھائے گئے۔ اس نے تجویز کو مسترد کر دیا اور کہا کہ ایک سول حکومت کی جگہ لینا اس کے فرائض میں شامل نہیں۔ "مجھے قانونی موشگافیوں کی پرواہ نہیں۔ ملک جل رہا ہے۔" اس نے کہا کہ اگر مارشل لاء فوری طور پر نافذ نہ کیا گیا تو مسلح افواج کی دیانت کو سخت دھچکہ لگے گا۔ صدر کو الگ ہو جانا چاہیے تاکہ مارشل لاء کے وقت اور مرحلہ بندی کا تعین کیا جا سکے۔ اس نے انتباہ کیا کہ اگر تاخیر کی گئی تو ممکن ہے "فوج کا کوئی دیوانہ" صورت حال کا استحصال کر لے۔"

پھر 25 مارچ 1969ء، یہ ایوب خان کے اقتدار کا آخری دن تھا۔ انہوں نے قوم کے نام اپنے آخری خطاب اور کمانڈر انچیف یحییٰ خان کے نام اپنے خط پر دوبارہ نظر ڈالی۔ انہوں نے کہا: "میری زبان میں کوئی ہلکا پن نہیں ہونا چاہیے۔ اسے محکم و مضبوط ہونا چاہیے۔" انہوں نے تبدیلی اور اضافے کے بعد دو مسودے منظور کیے۔ کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور جیبوں میں ہاتھ ڈال کر سبزہ زار میں ادھر ادھر ٹہلنے لگے اس روز صبح دس بجے ایوان صدر میں ایوب نے اپنا آخری پیغام ریڈیو اور ٹیلیویژن کے لیے ریکارڈ کروایا۔

ریکارڈنگ کے دوران جنرل یحییٰ غمگین صورت بنائے ٹسوے بہانے کے انداز میں سر جھکائے بیٹھا رہا لیکن جونہی ریکارڈنگ کے ٹیپ ان کے قبضہ میں آگئے، ان کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ وہ ہشاش بشاش، جھومتے جھامتے کمانڈر انچیف ہاؤس واپس آئے۔ اپنے چند لنگوٹیے دوستوں اور منظور نظر خواتین کو طلب کیا۔ شراب و ناب کا دور چلا اور دیر تک سب نے "ہے جمالو" کی تان پر آپس میں مل جل کر دیر تک بھنگڑا ڈالا۔

بیچارہ ایوب خان ایک المناک تنہائی کا آسیر ہو کر رہ گیا۔ جاہ و جلال کا دلدادہ مصاحبوں کی حمد و ثناء کا عادی، فیلڈ مارشل ایوب خان، جسے رات دن بتایا جاتا تھا کہ وہ دس کروڑ پاکستانیوں کے دل کی دھڑکن ہے، ان کے دکھوں کے لیے مسیحا ہے، جب گرا تو پھر اٹھ نہ سکا، 24 مارچ 1969ء کو اس نے اپنے عہدے اور سیاست سے ریٹائر ہونے کا اعلان کر دیا لیکن پرامن طریقے سے اقتدار عوام کے نمائندوں کو سونپنے کی بجائے یحییٰ خان کے حوالے کیا۔ بریگیڈیئر اے آر صدیقی نے اپریل 85ء کے ڈیفنس جرنل میں لکھا: "ایک سپاہی ہونے کے باوصف ایوب خان سیاست کے شعور سے عاری تھا لیکن تھا متکبر، اس نے عوامی جمہوریت کی جگہ ملک میں ایک تجارتی اور نیم صنعتی نظام قائم کرنے کی کوشش کی اور اس میں ناکام ہوا۔ سیاست سے مبرا ایک خالص معاشیاتی نظام بربریت پیدا کرتا ہے جس میں غریب عوام کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس جمہوریت پر مبنی سیاسی نظام عوام کو ملک کے انتظام میں شمولیت کی دعوت دیتا ہے۔ ایسے سیاسی نظام کی معاشیات اطمینان بخش ہوتی ہے، جہاں نمائندہ حکومت اور عوام کی شمولیت نہیں وہاں ہر چیز اپنی افادیت کھو دیتی ہے۔"

25 مارچ 1969ء کی کہانیاں، جب ایک بار پھر اسمبلیاں ٹوٹیں، کافی پرانی ہو چکی ہے لیکن 7 اکتوبر 1958ء سے زیادہ پرانی نہیں..... اور 27 اکتوبر 1958ء سے بھی نہیں جب ایوب خان کے جرنیلوں نے اسکندر مرزا کو اقتدار سے بے دخل کر دیا تھا۔ آج یحییٰ خان اور اس کے جرنیل، اسی طرح، ایوب خان کو اقتدار سے بے دخل کر رہے تھے۔

اختتام

یحییٰ خان کا مارشل لاء تین سال سے بھی کم چلا اگرچہ وہ بیس سال کا پروگرام لے کر آیا تھا۔ جرنیلوں کے جس گروپ (کابینہ) کو یحییٰ خان نے ایوب خان کے دور میں ہی اپنے گرد جمع کر لیا گیا تھا، 25 مارچ 1969 کے بعد وہ کھل کر سامنے آ گئے تھے۔ ہربرٹ فیلڈ مین اپنی کتاب The End & Beginning of Pakistan 1969-71 میں اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ 27 مارچ 1971ء کے بعد یحییٰ خان کے گرد جرنیلوں کے گروپ کی نوعیت کچھ یوں تھی۔

(الف) جنرل عبدالحمید خان اور میجر گل حسن، فوج کے امور کے نگراں تھے۔

(ب) لیفٹیننٹ جنرل ایس، جی، ایم، پیرزادہ کی سیاسی ذمہ داریاں خصوصاً پیپلز پارٹی اور نیشنل عوامی پارٹی کے دونوں گروپوں کے حوالے سے نمایاں تھیں۔

(ج) میجر جنرل غلام عمر کی سیاسی ذمہ داریاں' خصوصاً جماعت اسلامی اور تینوں لیگوں جن کو متحد کرنے میں انہوں نے خاصی محنت بھی کی تھی' کے حوالے سے نمایاں تھیں۔

(د) لیفٹیننٹ جنرل اے' او' مٹھا ایک پرانے ریجمینٹل کامریڈ' نوکر شاہی کے امور سے متعلق تھے۔

(ح) میجر جنرل ایم اکبر' ڈائریکٹر آف ملٹری انٹیلی جنس جو بظاہر انٹیلی جنس امور کے نگراں تھے۔

(خ) بریگیڈیئر کریم ایک مشرقی پاکستانی تھے اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے اسٹاف میں مشرقی پاکستان کے امور کے نگراں اور مشیر تھے۔

(ف) بریگیڈیئر عبدالکریم چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے اسٹاف کے شہری امور کے نگراں تھے' انہیں بعد میں جناب بھٹو کی انتظامیہ میں چیف آف جنرل اسٹاف بنایا گیا تھا۔

(ن) لیفٹیننٹ کرنل ایم اے حسن قانونی اور آئینی مشیر تھے' وہ اگرتلہ مقدمہ میں استغاثہ کے ایک خصوصی رکن بھی تھے۔

ان کے علاوہ فضائیہ کے کمانڈر انچیف ایئر مارشل رحیم خان البتہ سپاہی نہیں تھے۔ لیکن رتبہ کے اعتبار سے یحیٰی خان کے مساوی تھے اور عام فوجی امور سے متعلق معاملات پر ان سے قریبی رابطہ رکھتے تھے۔ جب کہ ان کے مقابلے میں نیوی کے کمانڈر انچیف کو بالکل ہی نظرانداز کر دیا گیا تھا۔

28 جون 1969ء کو یحیٰی خان نے اپنی پالیسیوں کا اعلان کیا۔ ون یونٹ ٹوٹ گیا۔ لیگل فریم آرڈر کا اعلان ہوا۔ 1960 میں انتخابات ہوئے۔ انتخابات کے نتائج یحیٰی خان کی امنگوں اور آرزوؤں کے بالکل برعکس تھے۔ یحیٰی خان کو خفیہ ایجنسیوں نے یقین دلا رکھا تھا کہ انتخابات میں کوئی سیاسی جماعت بھی واضح اکثریت حاصل نہیں کر سکے گی۔ اور ہر صورت میں یحیٰی خان کو صدر قبول کرکے اقتدار میں شراکت کی خواہش مند ہوگی۔ اُس کے لیے یحیٰی نے اپنے کئی جرنیل ساتھیوں کو مختلف پارٹیوں میں "کام" کرنے کے لیے لگا رکھا تھا۔ اس کے بعد ایک طویل اور اندوہناک صورت حال ہے جو ملک کے دولخت ہو جانے کی کہانی سناتی ہے۔ اس موضوع پر اب تک لاکھوں صفحات کالے کیے جا چکے ہیں لیکن اس قومی المیے کا سیدھا سادھا اور دو ٹوک جواب کوئی بھی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں کہ مشرقی پاکستان کے عوام کی پہلے روز سے شکایت میں روز افزوں اضافے اور ان کی رائے کو بندوق کے زور پر کچلنے کے عمل نے وطن کے دو ٹکڑے کر دیئے۔

تین سو دو

یحیٰی خان نے ایوب خان کو اقتدار سے بے دخل کرنے کے بعد ملک کی سیاسی اور انتظامی اصلاح کا ڈھونگ رچایا۔ یہ بات اب پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ یحیٰی خان نے جو "آزادانہ اور منصفانہ" انتخابات کروائے' ان کے پیچھے اس کے کیا اندازے تھے۔ اقتدار سنبھالنے کے بعد اس نے یہ تاثر دیا تھا کہ وہ سیدھا سادا فوجی آدمی ہے اور اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کو سونپ کر واپس چلا جائے گا۔ جب یحیٰی نے اقتدار پر قبضہ کیا تو اکنامسٹ کے ایک مضمون کی سرخی تھی۔ ایسا ڈکٹیٹر' جو اپنی خوشی سے ڈکٹیٹر نہیں بنا' پھر اس نے کچھ سیاسی اور انتظامی اعلانات کیے۔ اس نے تین سو تین سرکاری افسروں کو نوکری سے نکال دیا۔ لیکن اس نے ایوب خان' اس کے خاندان اور اس کے قریبی ساتھیوں کے خلاف کسی قسم کے احتساب کی کوشش نہ کی۔ جہاں تک انتخابات کے آزادانہ اور منصفانہ انعقاد کا تعلق ہے۔ اس نے انتخابات کے نتائج کو اپنی مرضی کے مطابق رکھنے کے سلسلے میں کافی کوششیں کیں۔ راؤ رشید کے دعوے کے مطابق جب یحیٰی خان نے یہ اندازہ لگایا کہ مغربی پاکستان میں بھٹو شاید دوسروں سے زیادہ سیٹیں لے جائے تو انہوں نے کوشش کی کہ مجیب' جو اس کے پہلے انداز کے مطابق اتنا کمزور نہیں رہا تھا' کو اور کمزور کیا جائے اور بھٹو صاحب کی سیٹیں اور کم کر دی جائیں۔ مغربی پاکستان میں اس نے جنرل عمر اور مشرقی پاکستان میں این اے رضوی کو استعمال کیا۔ رضوی صاحب مولانا بھاشانی پر اثر انداز ہوا اور مغربی پاکستان میں دائیں بازو کی جماعتوں کے لیے جنرل عمر کو استعمال کیا گیا جنرل عمر نے یحیٰی خان کے ایماء پر بڑے بڑے صنعت کاروں سے پیسے تو بہت اکٹھے کیے لیکن انتخابات پر بہت کم خرچ کیے اور لاکھوں روپے خود کھا گئے۔ راؤ رشید کی اطلاع کے مطابق این اے رضوی نے شاید تین لاکھ روپے واپس کیے تھے۔ جنرل عمر نے تقریباً 18 لاکھ روپے جمع کیے تھے جو سارے خرچ نہیں کیے تھے۔ اس سلسلے میں بھٹو دور میں جو انکوائریاں ہوئیں۔ ان کے نتیجے میں این اے رضوی نے اعتراف کر لیا کہ انہوں نے اتنے پیسے کھائے ہیں اور وہ پیسے انہیں واپس بھی کرنا پڑے۔ تاہم ان کے خلاف مقدمہ نہ چلایا گیا اور شہنشاہ ایران کی سفارش پر چھوڑ دیا گیا۔ این اے رضوی چونکہ شیعہ تھے اور اس وقت ایران کی انٹیلی جنس ..... ساوک کے جنرل نصیری ..... سے ان کے قریبی تعلقات تھے اس لیے شاہ ایران نے جنرل نصیری کی معرفت بھٹو صاحب تک سفارش پہنچائی بلکہ انہیں یہاں تک کہا گیا کہ این اے رضوی کو سفیر بنا کر ایران بھیج دیں۔ بھٹو نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

مغربی پاکستان میں جنرل عمر کے ذریعے خان قیوم خان کو پیسے دیئے گئے فوجی حکومت چاہتی تھی کہ قیوم خان ایک لیڈر کی حیثیت سے ابھریں۔ حکومت ان کی بھرپور مالی مدد کر رہی تھی۔ بہرحال نتائج یحیٰی

خالق کی توقعات کے برعکس نکلے تھے۔ یحییٰ خان نے اپنے اور اپنے حرم کے لیے ملکی وسائل کی جس طرح لوٹ کھسوٹ کی وہ رنگین اور سنگین کہانیوں کی صورت میں عوام کے ذہنوں میں محفوظ ہو چکی ہیں۔ اس لیے تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں البتہ اس کے آخری دنوں کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ جب مشرقی پاکستان میں حالات قابو سے باہر ہوگئے۔ فوج اور مکتی باہنی کے درمیان جنگ اپنے منطقی انجام تک پہنچنے لگی ان دنوں پشاور میں یحییٰ خان کا نیا بنگلہ تیار ہوگیا۔ جس پر تمام اخراجات سٹینڈرڈ بنک کی پشاور برانچ نے کئے تھے۔ پروگرام یہ تھا کہ بنگلہ تیار ہونے پر سٹینڈرڈ بنک اسے کرائے پر لے لے گا۔ اس طرح سے جنرل صاحب کی نہ ہینگ لگی نہ پھٹکری۔ مکان تیار تھا۔ فرنیچر' ایئرکنڈیشنڈ فننگز سب کچھ ہوگیا' پھر پروگرام بنا کر افتتاح کیا جائے۔ یہاں پارٹی ہو۔ جب اس فنکشن کی تیاریاں شروع ہوئیں تو بقول راؤ رشید "ایسے محسوس ہوا کہ پاکستان کے جتنے کنجر اور دلے ہیں وہ مع اپنے اہل و عیال کے وہاں پہنچ گئے ہیں...... اس کے بعد جنرل یحییٰ خان آئے۔ جنرل حمید بھی ان کے ساتھ آئے اور جو بھی ان کا مخصوص ٹولہ تھا۔ سوئمنگ پول کے سامنے رات کے دو تین بجے تک شراب وغیرہ چلتی رہی۔ بڑا ہاؤ ہو ہوتا رہا۔ سرچ لائٹیں لگی ہوئی تھیں۔ وہاں پشاور کا ایک جرمن جوڑا تھا۔ وہ آدمی لکڑی کی صنعت کاری کا ایکسپرٹ تھا۔ اس کی بیوی بڑی خوبصورت تھی۔ مشہور تھا کہ سی آئی اے کی جاسوس ہے۔ اس کا یہی کام ہوتا تھا کہ ہر اس محفل میں خاص طور پر فوجیوں کی پارٹی میں وہ کسی نہ کسی طرح ضرور پہنچ جاتی تھی چونکہ عورت خوبصورت تھی اس لیے ہر جگہ ویلکم ہوتی تھی۔ وہ ایک طرح کا پاسپورٹ تھا..... چنانچہ وہ محترمہ بھی جنرل یحییٰ خان صاحب کی پارٹی میں نہ صرف موجود تھی۔ بلکہ یحییٰ خان کی باقی دوست احباب جو تھیں' ان میں سب سے زیادہ خوبصورت بھی تھی..... بکنی پہن کے ان کے ساتھ نہا دہا رہی تھی..... کھیل یہ تھا کہ اس محترمہ کو جرنیل اٹھا اٹھا کر سوئمنگ پول میں پھینکتے تھے۔ وہ پھر باہر نکلتی تھی۔ قہقہے لگتے تھے۔ یہ اس وقت کا حال ہے جب مشرقی پاکستان کے آخری دن تھے..... پھر ہوا یوں کہ یحییٰ خان صاحب پتہ نہیں رات سوئے یا نہیں لیکن چار بجے صرف انڈرویئر میں باہر نکل آئے۔ نشے میں بالکل دھت تھے۔ حکم دیا کہ گاڑی تیار کی جائے وہ اسی وقت راولپنڈی جائیں گے..... یحییٰ خان کے کمرے میں ایک محترمہ تھیں۔ انہوں نے تھوڑا سا دروازہ کھول کر انہیں واپس بلانے کی کوشش کی لیکن وہ بپھرے ہوئے شیر کی طرح تھے۔ پتہ نہیں وہ اس محترمہ سے کس طرح ناراض ہوگئے تھے..... پھر یحییٰ خان کی ایک اور منظور نظر کو فون کیا گیا۔ وہ آئیں اور بڑی منت سماجت کر کے ان کو اندر لے گئیں۔ اور بقول راؤ رشید اس طرح سے بحران ختم ہوا اور چند روز بعد لوگوں کا ہجوم اس مکان کی طرف چل پڑا۔

یہ اس یحییٰ خان کا انجام تھا جس نے اقتدار سنبھالتے ہوئے 303 "بدعنوان افسروں" کو نوکری سے نکال دیا تھا۔

ان افسروں کے خلاف اٹھائے جانے والے اقدامات مارشل لاء ریگولیشن نمبر58 کے تحت کئے گئے جس کا نفاذ دسمبر1969ء میں ملازمت سے سبکدوشی (خصوصی انتظامات) ریگولیشن کے عنوان کے تحت کیا گیا تھا۔ اس ریگولیشن کے تحت متعلقہ افسروں کو نوٹس بھیجے گئے تاکہ وہ اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کی وضاحت کریں اور ایک متعین شدہ عرصہ میں یہ وضاحتیں درج کروائیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان پر لگائے گئے الزامات مخصوص معاملات میں متعلق تھے ان وضاحتوں کے اندراج کے بعد انہیں مارشل لاء انتظامیہ کے بنائے گئے ٹریبونلوں کے سامنے ظاہر ہونے کی دعوت دی گئی تاکہ وہ ایسی باتوں کا جواب دے سکیں جو کہ تحریری وضاحتوں میں بھرپور طریقے سے واضح نہیں ہوسکے تھے' یا پھر اس لیے بھی کہ وہ پوچھے جانے والے سوالات کا جواب دے سکیں۔

جہاں تک معلوم پڑتا ہے ان تمام افسروں نے اپنی تحریری وضاحتیں پیش کیں لیکن بعض نامعلوم وجوہات کی بنا پر کچھ افسروں نے ٹریبونل کے سامنے پیش ہونے سے انکار کیا یہ تمام کارروائی اس لیے تسلی بخش تھی کیونکہ سب خفیہ طریقے سے کیا گیا اور بند کمرے میں کارروائی ہوئی۔ ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ افسروں کی تیار کی گئی پہلی فہرست کو انتظامی ایکشن کے زیادہ فائق سمجھا گیا پھر یہ کہ بہرطور انکوائری شائع ہونے والی کارروائی اور ایکشن کے مقابلے میں درحقیقت بہت زیادہ طویل تھی۔ اس سے فوری طور پر سوال اٹھتا ہے کہ فہرست کی چھانٹی' کیسے اور کن چیزوں کو ذہن میں رکھ کر کی گئی؟ اس معاملے میں عدالتی کردار کا شامل ہونا شک و شبہ کی بہت زیادہ زد میں ہے اور اس وجہ سے کارروائیوں کے آخر تک رائے بہت زیادہ اہم رہی ہے۔ پھر بھی میرا خیال نہیں کہ انصاف کی بہت بھاری پیمانے پر عہد شکنی کی گئی اور میں سمجھتا ہوں کہ ان 303 افسروں کے ضمن میں اختیار کیا جانے والا طریقہ کار ایوب خان کی سکریننگ کمیٹیوں کے طریقہ کار کی نسبت بہت زیادہ تسلی بخش تھا کچھ افسران کے متعلق کیے گئے فیصلوں نے ان سے ان کے کیریئر اور شہرتوں سے واقف لوگوں کو چونکا دیا لیکن ایسا بے جا نرمی کی وجہ سے ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کی دوبارہ تعیناتی میں کم از کم ایک مثال بہت زیادہ مشکوک تھی اگرچہ زیادہ کیس سزا کے بہت مستحق تھے لیکن یہ کہنا مشکوک ہے کہ آیا اس قسم کی سبکدوشی سے طویل المدت میں اپنے متعلقہ برائی کا علاج ہو سکتا ہے یا نہیں؟

بہت عرصے تک ان کارروائیوں کے نتائج کی مکمل دستاویز کو عوام

عمے سامنے نہ لایا گیا متعلقہ افسران میں سے 181 کو ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا' 28 کو زبردستی ریٹائر کر دیا گیا اور 29 کی دوبارہ تعیناتی کی گئی' بقیہ چوبیس کی تقدیر کا بہت عرصہ تک پتہ نہ چل سکا۔ (چوبیس کا عددی ہندسہ درست ہے کیونکہ 303 معطلیوں کے اصلی ٹوٹل میں ایک غلطی موجود تھی ایک آدمی کا نام دو بار فہرست میں درج ہوگیا تھا اس لیے اصل ٹوٹل 302 ہے' 303 نہیں پھر بھی 303 کا تاثر ہی عام ہوا)۔

مارشل لاء انتظامیہ کی مخالفت کی نذر ہونے والے ایک افسر قدرت اللہ شہاب نے اس موقع پر غیر معمولی حالات میں سول سروس آف پاکستان چھوڑ دی۔ ان کو حکومت پاکستان کی وزارت تعلیم کی سیکرٹری شپ سے تبادلہ کرکے ممبر سنٹرل بورڈ آف ریونیو لگا دیا گیا۔ اس لمحے مسٹر شہاب نے حکومت پاکستان کی طرف سے جنیوا میں ایک یونیسکو کے ایگزیکٹو بورڈ میں اپنا انتخاب کروا لیا۔ اس طرح اپنے افسران سے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے انہوں نے اپنا استعفیٰ بھیج دیا اور برطانیہ میں رہائش پذیر ہوگئے جہاں ان کی بیوی ڈاکٹری کی پریکٹس کر رہی تھیں بعد میں حکومت پاکستان نے ان کی ملازمت کے حساب سے پنشن کی سہولت دیتے ہوئے ان کا استعفیٰ منظور کر لیا۔

صحافیوں کی تاریخی جدوجہد

پہلے ویج بورڈ کی مدت دسمبر 65ء میں ختم ہوتے ہی پی ایف یو جے نے اسی زمانے میں حکومت سے اس بات کا مطالبہ شروع کیا کہ وہ صحافیوں کے لیے دوسرا ویج بورڈ قائم کرے لیکن مالکان اخبارات کی انجمن اے پی این ایس نے ایوب حکومت کی بیوروکریسی سے سازباز کرکے 69ء تک اس کے قیام کو ملتوی کرائے رکھا۔ یہاں تک کہ مارچ 69ء میں پی ایف یو جے کو عبوری امداد اور دوسرے ویج بورڈ کے مسئلے پر ہڑتال کا نوٹس دینا پڑا۔ اسی دوران ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا اور پھر مارشل لاء حکام نے سپریم کورٹ کے جج جسٹس سجاد احمد جان کی صدارت میں دوسرا ویج بورڈ قائم کیا لیکن مالکان اخبارات نے بورڈ کی کارروائی میں اتنی رخنہ اندازی کی کہ جسٹس سجاد احمد جان نے بورڈ کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا اور ان کی جگہ جسٹس عبدالسلام فاروقی دوسرے اجرت بورڈ کے چیئرمین مقرر کیے گئے۔ جنہوں نے ایوارڈ کے اعلان سے قبل پی ایف یو جے اور اے پی این ایس کے نمائندوں کے دلائل سنے پھر مالکان کے مہیا کردہ آمدنی و خرچ کے گوشواروں کی بنیاد پر ماہرین کے ساتھ ضروری صلاح و مشورے کیے جس سے یہ ثابت ہوا کہ عامل صحافیوں کی موجودہ تنخواہیں بہت کم اور نئے سکیل متعین کرنے میں وقت درکار ہے اس لیے ضروری ہے کہ صحافیوں کو عبوری امداد دی جائے بورڈ کے ماہرین نے مالکان کے فراہم کردہ گوشواروں سے یہ بات ثابت کی کہ مالکان عبوری امداد دینے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ چنانچہ یہ فیصلہ دیا گیا کہ دوسرے اجرت بورڈ کی رپورٹ مرتب ہونے تک مالکان اخبارات ایک خاص شرح سے عبوری امداد دیں گے۔ اجرت بورڈ کے سامنے مالکان نے یہ وعدہ کیا کہ صحافیوں کے ساتھ غیر صحافی عملے کو بھی عبوری امداد دی جائے گی۔ اے پی این ایس کے نمائندے اس فیصلے کو قبول کرنے کے قانونی طور پر پابند تھے لیکن مالکان اخبارات نے ان فیصلے کو پہلے انڈسٹریل کورٹ اور پھر ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا لیکن ہر جگہ ان کی درخواستیں مسترد ہوگئیں چنانچہ اے پی این ایس نے ہڑتال کے آغاز سے صرف ایک روز قبل یہ اعلان کیا کہ اے پی این ایس مالکان کی نمائندہ جماعت نہیں ہے اس لیے ہر اخبار کا مالک عبوری امداد کے مسئلے پر اپنے اخبار کے مالک سے الگ الگ بات چیت کرے گا۔

نومبر 1969ء اور جنوری 1970ء میں یونین نے چار مطالبات وضع کیے' وہ یہ تھے۔

1- حکومت کے مقرر کردہ ویج بورڈ کی طرف سے تجویز کردہ شرح کے مطابق صحافیوں کو عبوری امداد دی جائے (واضح رہے کہ تمام صنعتوں میں مارشل لاء کے نفاذ کے بعد عبوری امداد دی گئی تھی۔ اسی طرح سرکاری ملازمین کو بھی امداد مل چکی تھی) اس بورڈ میں اخباروں کے مالکوں کی نمائندگی اے پی این ایس نے کی اور صحافیوں کی نمائندگی پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس نے کی۔

2- اے پی پی میں جسے بورڈ نے "اے" کی بجائے "بی" کیٹیگری میں دے دیا تھا "اے" کیٹیگری قرار دیا جائے اور اسی حساب سے عبوری امداد دی جائے۔

3- پی پی آئی کو "بی" کیٹیگری قرار دیا جائے اور اسی اعتبار سے عبوری امداد دی جائے۔

4- میٹروپولیٹن اخبارات اور دونوں خبر رساں ایجنسیوں کے غیر صحافی کارکنوں (کلرک' چپڑاسی' ہاکر' پریس ورکر) کو بھی ویج بورڈ کی شرح کے مطابق عبوری امداد دی جائے۔

ان مطالبات کے سلسلے میں ہڑتال کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس نے فروری میں ریفرنڈم کرایا جس میں نوے فیصد ارکان نے یہ رائے دی کہ ہڑتال کی جائے اور اس وقت تک ہڑتال جاری رکھی جائے جب تک پی ایف یو جے کے ارکان کے تمام یونٹوں میں مطالبات منظور نہیں ہو جاتے۔

27 جنوری 1970ء کو انجمن مالکان جرائد (APNS) نے باقاعدہ اراکین کو حکم دیا کہ ان میں سے کوئی بھی عبوری امداد ادا نہیں کرے گا۔ چنانچہ پی ایف یو جے نے ہڑتال کا نوٹس دیتے ہوئے یہ مطالبہ کیا کہ اے پی این ایس اپنے اراکین کو ہدایت کرے کہ وہ تمام اخبارات جن پر اجرت بورڈ کے عبوری امداد کے فیصلے کا اطلاق ہوتا تھا بورڈ کی مقرر

کردہ شرح کے مطابق صحافیوں اور غیر صحافیوں کو عبوری امداد ادا کریں۔ دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ اے پی پی اور پی پی آئی کے تمام صحافی اور غیر صحافی ملازمین کو اسی کینیگری کے مطابق عبوری امداد دی جائے جس کینیگری میں یہ ایجنسیاں 1961ء کے ایوارڈ سے اب تک چلی آ رہی ہیں۔

ہڑتال کا نوٹس اس وقت دیا گیا جب پی ایف یو جے کے اراکین نے ایک عام رائے شماری کے ذریعے ہڑتال پر جانے کا مطالبہ کیا۔ ہڑتال کا نوٹس 14 اپریل کو ختم ہونا تھا اس روز شام کو صورت حال یہ تھی کہ کسی اخبار نے عبوری امداد ادا نہیں کی تھی' اے پی این ایس نے مفاہمت کی راہیں بند کر دی تھیں ان حالات میں یونین کے لیے ہڑتال شروع کرنا لازمی تھا۔ اس لیے کہ کوئی یونین محض ہڑتال کے نوٹس کو ہڑتال کا بدل نہیں سمجھ سکتی اور یونین کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے ممبران کے مطالبے کو اپنے آخری حربے کے ذریعے منوانے کی کوشش کرے۔

انجمن صحافیان نے مالکان کے تین فریق بنائے تھے اے پی این ایس' اے پی پی اور پی پی آئی۔ اے پی این ایس نے مطالبات تسلیم کرنے سے معذوری ظاہر کی لیکن 14 اپریل کو لاہور کے ایک اخبار نے ہڑتال توڑنے کی غرض سے اپنے کارکنان کا مطالبہ تسلیم کر لیا' اور کراچی کے ایک اخبار نے یونین سے بات چیت کرنے کی پیش کش کی۔ 15 تاریخ کے اخبارات میں تین مالکان کی طرف سے مطالبات کی جزوی منظوری کا اعلان چھاپا گیا۔ یونین نے ان اعلانات کو ناکافی سمجھا کیونکہ ان اعلانات میں اخبارات متعلقہ کے تمام صحافیوں کو عبوری امداد دینے کا وعدہ نہیں کیا گیا تھا اور غیر صحافیوں کے بارے میں خاموشی تھی۔

دوسرے دن اے پی پی کی انتظامیہ نے بات چیت شروع کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ مجلس عمل نے راولپنڈی میں بات چیت کے لیے ایک خاص کمیٹی قائم کر دی۔ اس کے بعد ڈان کی انتظامیہ نے غیر صحافی کارکنان کو عبوری امداد دینے کا وعدہ کیا اور اس کے بعد جنگ نے ایک خط کے ذریعے عبوری امداد کے مطالبے کو جزوی طور پر تسلیم کیا۔ لیکن یہ وعدے ہڑتال مکمل یا جزوی ختم کرنے کے لیے ناکافی تھے۔

15 اپریل کی شام ساڑھے پانچ بجے کے قریب لاہور کے سینکڑوں صحافی مشرق کے دفتر سے ایک جلوس کی صورت میں نکلے جن کی قیادت مسٹر حسین نقی اور مسٹر حمید اختر کر رہے تھے۔ مختلف صحافیوں نے اپنے ہاتھوں میں کتبے اٹھا رکھے تھے جن پر یہ لکھا ہوا تھا "وفاقی انجمن صحافیاں کا چار نکاتی مطالبہ منظور کرو' حکومت مداخلت کیوں نہیں کرتی' انتظامیہ گھٹنے ٹیک رہی ہے' جب صحافیوں کا یہ ہجوم چوک نسبت روڈ پہنچا تو پنجاب یونین آف جرنلسٹس کے جنرل سیکرٹری مسٹر نقی نے یہ نعرے لگائے "مشرق کا بائیکاٹ' مشرق کو بند کرو' صحافیوں کا دشمن کون؟ مشرق" صحافی چوک نسبت روڈ کے بعد "پاکستان ٹائمز" اور "امروز" کے دفتر سے ہوتے ہوئے پی۔پی۔ آئی کے دفتر پہنچے بعد ازاں صحافیوں کا ہجوم "ندائے ملت" کے دفتر سے ہوتا ہوا "نوائے وقت" کے دفتر کے سامنے منتشر ہوگیا۔ ہڑتال کو تقریباً ایک ہفتہ گزر چکا تھا مشرقی پاکستان کے مالکان جرائد کو تشویش ہوئی کہ اے پی این ایس کا باقاعدہ اجلاس کیے بغیر کراچی کے چند مالکان جرائد پی پی آئی کے دفتر میں طرح طرح کے فیصلے کر رہے تھے اور معاملات خراب ہو رہے تھے۔ چنانچہ ڈھاکہ کے اے پی این ایس کے اراکین نے مشترکہ طور پر اے پی این ایس کے صدر سے درخواست کی کہ وہ پی ایف یو جے سے بات چیت کریں۔ یہ درخواست لے کر ڈھاکہ کے دو مالکان جرائد کراچی آئے لیکن کراچی کے مالکان کے گروہ نے ان کو ذلیل کر کے واپس کر دیا۔

21 اور 22 اپریل کو ہڑتال کی صورت حال یہ تھی کہ متعلقہ اخبارات اور ایجنسیوں کے 95 فیصد کارکن صحافی جو 15 اپریل کی صبح ہڑتال پر گئے تھے۔ بدستور ہڑتال پر تھے۔ لیکن سوائے چند اخبارات کے کسی نے مطالبات مکمل طور پر تسلیم نہیں کیے تھے۔ پھر ایک ایک کر کے مالکان اخبارات نے صحافیوں اور غیر صحافیوں کے لیے عبوری امداد کی ادائیگی کا وعدہ کرنا شروع کر دیا۔ اے پی پی سے مذاکرات جاری تھے۔

23 تاریخ کو ہڑتال کی صورت میں واضح تبدیلی آئی اول تو یہ کہ ڈھاکہ کے بیشتر مالکان جرائد نے مطالبات تسلیم کر لیے اور دوسرے یہ کہ وہاں اے پی این ایس کے آٹھ اراکین نے باقاعدہ اجلاس کر کے پی ایف یو جے سے درخواست کی کہ وہ اپنی ملحقہ یونین کو مالکان سے بات چیت کرنے کا اختیار دے دے۔ 24 تاریخ کو حکومت نے اے پی پی کے ملازمین کے بارے میں مطالبات تسلیم کر لیے۔ چنانچہ جب 24 تاریخ کو مجلس عمل کا اجلاس ہوا تو اس وقت یہ صورتحال تھی:

1- اے پی این ایس کے مشرقی پاکستان کے اراکین نے اجتماعی طور پر پی ایف یو جے کا موقف صحیح تسلیم کر لیا تھا اور وہاں کے بیشتر اخبارات مطالبات تسلیم کر چکے تھے۔

2- مغربی پاکستان میں بڑے اخبارات نے مطالبات تسلیم کر لیے تھے اور اس طرح وہ اے پی این ایس کے 25 جنوری کے حکم سے انحراف کر چکے تھے اور عملاً مغربی پاکستان میں اے پی این ایس معاہدہ کرنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

3- اے پی پی کی انتظامیہ نے مطالبات تسلیم کر لیے تھے۔ یہ صورت حال اس سے پہلے کسی روز نہ تھی مجلس عمل نے کافی غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ 90 فیصد کامیابی حاصل ہو چکی تھی' ملک گیر ہڑتال ضروری نہیں رہی تھی اس لیے 24 اپریل کی شام سے

قبل ہڑتال ختم کرنا درست نہ تھا اور اس شام کے بعد ہر ادارے میں ہڑتال ضروری نہ تھی۔

ہفت روزہ لیل و نہار کے تجزیے کے مطابق اس ہڑتال سے صحافیوں کو مندرجہ ذیل کامیابیاں حاصل ہوئیں۔

1- پندرہ دن پہلے تک مالکان اخبارات صحافیوں کو یہ عبوری امداد دینے سے انکار کر رہے تھے جو ویج بورڈ نے مقرر کی تھی اب کوئی اخبار اسے ادا کرنے سے انکار نہیں کر سکتا۔ صرف یہی نہیں بلکہ مالکان اخبارات عبوری امداد کے طور پر اس سے زیادہ رقم خرچ کریں گے جو ویج بورڈ کے فیصلے پر عمل درآمد کر کے خرچ کرتے۔ یعنی پی ایف یو جے نے صرف اپنا مطالبہ منوا لیا بلکہ یہ ثابت کر دیا کہ مالکان اخبارات اپنے کارکنان کو مناسب معاوضہ ادا کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور ان کا یہ عذر کہ وہ بوجھ برداشت نہیں کر سکیں گے صرف ایک بہانہ تھا۔

2- پی ایف یو جے نے غیر صحافیوں کے لیے عبوری امداد کا مطالبہ ہی نہیں کیا' بطور یونین کے اس نے اپنی بقا اور اپنی شہرت داؤ پر لگا دی۔ اگر غیر صحافی کارکنان کا مطالبہ مطالبات میں شامل نہ ہوتا تو ممکن ہے ہڑتال اتنی لمبی نہ ہوتی لیکن پی ایف یو جے فخر سے کہہ سکتی ہے کہ اس کے باوجود کہ بہت سی جگہ غیر صحافی حضرات ہڑتال میں شامل نہیں ہوئے اس نے اپنے کم تنخواہ دار ساتھیوں کو ان کا حق دلوا دیا ہے آئندہ چل کر عوام کو احساس ہوگا کہ یہ جیت پی ایف یو جے کی ہی نہیں' اخباری صنعت میں تمام کارکنان کے اتحاد کی فتح ہے۔ یہ اتفاق نہیں تھا کہ اے پی پی کے غیر صحافی کارکنان کی انجمن اور پی پی ایل ورکرز یونین نے اس ہڑتال کو کامیاب بنانے میں گراں قدر کارنامہ انجام دیا۔ کل تک اخباری صنعت کے غیر صحافی کارکنان غیر منظم تھے اب جدوجہد کی بھٹی میں وہ کندن ہو کر نکلے ہیں۔

3- یہ ہڑتال پی ایف یو جے کی تاریخ میں پہلی مرتبہ غیر معینہ مدت کے لیے ہڑتال تھی۔ شاید ہی کوئی دوسری ٹریڈ یونین اپنی پہلی اجتماعی جدوجہد میں اتنی کامیاب رہی ہو۔ بعض مالکان اخبارات کی بوکھلاہٹ کی وجہ یہی ہے کہ صحافیوں کی انجمن اب کمزور دل فنکاروں کی Association نہیں ایک افعال ٹریڈ یونین بن گئی ہے۔

4- اس ہڑتال میں خوشنویس اور پروف ریڈر پی ایف یو جے کے ارکان کے سات شانہ بشانہ لڑے اور ان کے نمائندوں نے اپنی نوکری خطرے میں ڈال کر بار بار اعلان کیا کہ پی ایف یو جے ان کی نمائندگی کرنے کی مجاز ہے۔ یہ اعتماد ایک دن میں حاصل نہیں ہوتا اور یقین ہے کہ اس جدوجہد کے نتائج میں ایک یہ بھی ہوگا کہ صحافیوں کے درمیان ہر قسم کی تفریق ختم ہو جائے گی۔

5- یہ بھی سوچا گیا کہ ہڑتال کی کامیابی سے بعض مالکان اخبارات یقیناً کچھ صحافیوں کو تنگ کریں گے ممکن ہے کہ زیادہ سرگرم کارکنوں کو اپنی ملازمت سے محروم ہونا پڑے' ہو سکتا ہے کہ کہیں کوئی صحافی اپنے اصول سے منحرف ہو جائے لیکن ایسے بھی ہوں گے جو ٹریڈ یونین سرگرمی کی بناء پر ملنے والی ہر سزا کو انعام سمجھ کر قبول کریں گے اور یہ مالکان اخبارات کا صحافیوں کی ٹریڈ یونین پر بڑا احسان ہوگا۔ ایک احسان تو انہوں نے عبوری امداد روک کر کیا کہ اس طرح صحافیوں کو اپنی اجتماعی طاقت کا احساس ہوا اور جدوجہد کے طریقے سے آگہی ہوئی۔ مالکان اخبارات کا چڑچڑا پن اور کچھ صحافیوں کو تنگ کرنے کا پروگرام بعض صحافیوں کے عزم و استقلال کو پائیداری بخشے گا۔

خیال تھا کہ صحافیوں اور غیر صحافی اخباری کارکنوں کی اس کامیابی کو اخبارات کے مالکان کھلے دل سے تسلیم کر لیں گے لیکن یہ خوش فہمی جلد ہی دور ہو گئی جب بعض اخبارات نے فعال کارکنوں کو انتقام کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پورے ملک میں ایسے صحافیوں کا معاشی قتل عام شروع کر دیا گیا۔

سب سے بڑا حملہ پروگریسو پیپرز لمیٹڈ (امروز اور پاکستان ٹائمز) پر ہوا' جہاں ایک ہی وار میں وفاقی انجمن صحافیاں پاکستان کے سینئر نائب صدر مسٹر عبداللہ ملک' سیکرٹری جنرل مسٹر منہاج برنا' رکن مجلس عاملہ مسٹر آئی اے رحمٰن' پی یو جے کے صدر مسٹر حمید اختر' پی پی ایل ورکرز یونین کے صدر مسٹر اے ٹی چوہدری اور جنرل سیکرٹری مسٹر عباس اطہر اور اس یونین کے دوسرے پانچ سرگرم ارکان مسٹر محمود بٹ' مسٹر عبدالغنی چوہدری' مسٹر محمد سعید' مسٹر شبیر حسین' مسٹر عبدالقادر' اور مسٹر اے اے گل کے سر قلم کیے جانے کی تیاریاں کی جانے لگیں اور جلد ہی مسٹر حمید اختر' مسٹر محمود بٹ' مسٹر محمد سعید اور مسٹر عبدالغنی کو برطرفی کے احکام جاری کر دیئے گئے۔ اس کے ساتھ ہی باقی آٹھ افراد کی برطرفی کے حکم نامے بھی تیار کر لیے گئے۔

یہ سلسلہ یہیں نہیں رکا بلکہ ہڑتال کے فوراً بعد "ندائے ملت" کے پانچ صحافی سلطان عارف' ظہیر جاوید' مسعود سلمان' توصیف احمد' اعجاز رضوی اور گیارہ خوش نویسوں کو ہڑتال میں حصہ لینے کی پاداش میں ملازمتوں سے برطرف کر دیا گیا۔ اسی طرح "نوائے وقت" کے چیف نیوز ایڈیٹر اور سینئر صحافی ظہور عالم شہید کو اس بنا پر ملازمت سے برطرف کر دیا گیا کہ انہوں نے عدالت کی ہدایت کے مطابق چیف رپورٹر یحییٰ جاوید کی خبر کے ساتھ ان کا عہدہ بھی لکھ دیا تھا' جو صحافت کی روایت کے عین مطابق تھا۔ دو نوجوان اخبار نویسوں میاں فاروق اختر اور لطیف ارشد کو بھی ملازمت سے ہاتھ دھونے پڑے اور یحییٰ جاوید کو ان کے عہدے سے معزول کر کے انہیں سب ایڈیٹر کی حیثیت میں راولپنڈی تبدیل کر دیا گیا۔ "روزنامہ مشرق" سے یونٹ سیکرٹری الطاف

قریشی سمیت بارہ صحافیوں کو ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔ پی پی آئی سے مسعود اللہ خان' میر محمد رفیق' شیخ مصباح الحق' پرویز رحیم اور دو نوجوان صحافیوں کو انتقامی کارروائی کا نشانہ بننا پڑا۔ ان واقعات نے صحافیوں کی ایک اور تاریخی جدوجہد کے لیے راستہ صاف کیا' نیشنل پریس ٹرسٹ کی عوام دشمن اور صحافت دشمن سرگرمیوں کے باعث اسے توڑنے اور پی پی ایل کے بارہ صحافیوں سمیت' دوسرے اخبارات سے متعدد برطرفیوں کی بنیاد پر اور طویل عدالتی جدوجہد میں ناکامی پر یونین نے بھوک ہڑتال کا فیصلہ کیا۔ بھوک ہڑتال' جو 6 جنوری 1971ء سے شروع ہوئی' کی فوری وجہ پی پی ایل کے تمام شعبوں ____ پریس ورکروں' کلرکوں' چپڑاسیوں' چوکیداروں' اور صحافیوں ____ میں چھانٹی تھی۔ اب تک اکتالیس افراد کو برطرف کیا جا چکا تھا اور یونین ان کی فوری بحالی کا مطالبہ کر رہی تھی۔ بھوک ہڑتال کی دیگر وجوہات میں انتظامیہ کی جانب سے یونین کے کارکنوں کو مسلسل ہراساں کرنے اور نیشنل پریس ٹرسٹ کے جاری رہنے کے خلاف مقدمہ کرنا بھی شامل تھا۔

6 جنوری شام چار بجے پی پی ایل کے تین کارکنوں محمد صفدر میر (اسسٹنٹ ایڈیٹر پاکستان ٹائمز) عبدالرشید (چوکیدار) اور محمد خان (چپڑاسی) اور ان کے ساتھ حامد جیلانی (طالب علم) انوار الحق غازی (طالب علم) اور مشتاق ناگی (سیکرٹری پاکستان ورکرز یونین) نے بھوک ہڑتال شروع کر دی۔ بھوک ہڑتالیوں کو ہڑتال ختم نہ کرنے کے نتیجے میں مارشل لاء کے ضابطہ نمبر16- اے کے تحت گرفتار کرنے کی دھمکی دی گئی۔ انہیں گرفتار کر لیا گیا اور ان کا کیمپ اٹھا دیا گیا۔ 7 جنوری سے عبدالحفیظ کاردار (نیشنل سٹوڈنٹس فیڈریشن کا ایک نمائندہ) پاکستان ٹائمز کے ایک سینئر سب ایڈیٹر اور پیپلز پارٹی کی مقامی شاخوں کے تین چیئرمین بھی بھوک ہڑتال میں شریک ہوگئے۔ اگلے چار روز میں بھوک ہڑتالیوں کے اور بھی بہت سے گروہ' جن میں شیخوپورہ سے قومی اسمبلی کے منتخب رکن حامد یاسین' قصور سے قومی اسمبلی کے منتخب رکن احمد رضا قصوری اور لائل پور (اب فیصل آباد) سے قومی اسمبلی کے منتخب رکن مختار رانا بھی شامل تھے۔ اس کے ساتھ ہی عوام کی بڑی تعد د بھوک ہڑتالیوں کے کیمپ میں شریک ہوتی گئی۔ جو پی پی ایل کے دفتر پر قبضہ کر لینے کا مطالبہ کر رہی تھی۔

اسی اثناء میں حکومت اور پیپلز پارٹی کے بعض سینئر ارکان کے درمیان مذاکرات جاری تھے۔ گیارہویں روز حکومت نے بعض مطالبات تسلیم کرنے کی خبر دی جن میں صفدر میر اور ان کے ساتھیوں کی رہائی' پی پی ایل کے امور کی تفتیش کے لیے ایڈمنسٹریٹر کے تقرر' اٹھارہ برطرف شدہ ملازمین کی بحالی اور آئندہ چھانٹی نہ کرنے کی ضمانت شامل تھی۔ لیکن شام تک حکومت ایڈمنسٹریٹر مقرر کرنے اور بعض دیگر وعدوں سے مکر گئی اور مذاکرات ناکام ہوگئے۔

11 جنوری 1970ء کو مختار رانا نے پی پی ایل پر قبضے کا اعلان کر دیا تھا۔ تاہم قبضے کی کارروائی کو بارہ جنوری تک موخر کر دیا گیا تاکہ انتظامیہ کو مصالحت کا موقع دیا جا سکے۔ 11 جنوری کو شام مختار رانا نے اپنی تقریر کے دوران بے قابو ہجوم پر کنٹرول رکھا تاہم انتظامیہ کی جانب سے جواب کے انتظار میں ہجوم نے پی پی ایل کے دفتر کا گھیراؤ کر لیا تاکہ پاکستان ٹائمز اور امروز کی اشاعت روک دی جائے۔ رات آٹھ بجے پولیس نے بغیر کسی نوٹس کے اچانک لاٹھی چارج شروع کر دیا جس سے کئی لوگ زخمی ہوئے اور ہجوم اور زیادہ مشتعل ہوگیا۔ جب عبدالحفیظ کاردار نے ایس ایس پی سردار عبدالوکیل سے بلا کسی اشتعال کے لاٹھی چارج پر احتجاج کیا تو پولیس افسر نے کہا کہ لاٹھی چارج کا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا۔ جب زخمی لوگوں نے ان کی بات کو چیلنج کیا تو ڈی سی لاہور مسعود مفتی نے' جو پی پی ایل کی بلڈنگ کے اندر موجود تھے' نے باہر آکر بتایا کہ لاٹھی چارج کا حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ ہجوم نے پولیس کو مشتعل کر دیا تھا۔ جب عبدالحفیظ کاردار نے دو بڑے افسروں کی تضاد بیانی کا ذکر کیا تو دونوں نے ہجوم کے پرامن رہنے کی صورت میں طاقت استعمال نہ کرنے کی یقین دہانی کرائی۔ لیکن اسی مرحلے پر مسلح فوج کا ایک دستہ ٹرکوں پر مشین گنیں نصب کیے وہاں آن پہنچا۔ عوام نے فوج کا پرجوش خیرمقدم کیا اور انہیں جا کر کشمیر آزاد کرانے اور ہندوستانی مسلمانوں کو بچانے کی تلقین کی۔

اسی اثناء میں ڈپٹی کمشنر اور ایس ایس پی کے حکم سے آنسو گیس کے گولے گرنے لگے جس سے پی پی ایل کی عمارت کے قریب واقع میو ہسپتال کے مریضوں کا دم گھٹنے لگا۔ آنسو گیس کے گولوں سے کئی دکانوں کی کھڑکیاں بھی ٹوٹ گئیں۔ لیکن سرکاری پریس نوٹ میں الزام لگایا گیا کہ کھڑکیاں ہجوم کی سنگ باری سے ٹوٹیں۔ آنسو گیس کے کئی گولے بھوک ہڑتالیوں کے کیمپ کی جانب بھی پھینکے گئے۔ بھوک ہڑتالی' جن میں چار خواتین بھی شامل تھیں' پہلے ہی تقریباً نیم جان تھے کیمپ میں گیس بری طرح بھر گئی اور ہڑتالیوں پر اس کا مضر اثر ہوا۔ ابھی آنسو گیس کے اثرات پوری طرح ختم بھی نہیں ہوئے تھے کہ ایک بریگیڈیئر ملٹری پولیس کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ اس وقت تک لاہور شہر کو فوج کے حوالے کیا جا چکا تھا۔ بھوک ہڑتالیوں کو فوری طور پر کیمپ اٹھانے کا حکم دیا گیا۔ انہیں مارشل لاء آرڈرز کے تحت رات ڈھائی بجے ناصر باغ منتقل کر دیا گیا۔ جہاں وہ کھلے آسمان تلے سردی سے ٹھٹھرتے رہے۔

اگلے روز تک فوج اور پولیس نے ناصر باغ میں بھوک ہڑتالیوں کا گھیراؤ کر رکھا تھا۔ وہ پریس کانفرنس کرنا چاہتے تھے لیکن حکام نے اس کی بھی اجازت نہ دی۔ پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کے حکم

پر بھوک ہڑتال ختم کر دی گئی۔ طبی معائنے کے لیے انہیں میو ہسپتال لے جایا گیا۔ پیپلز پارٹی کے جن چار رہنماؤں (حفیظ کاردار' میاں حامد یاسین' احمد رضا قصوری' اور مختار رانا) نے بھوک ہڑتال ختم کر دی تھی انہوں نے پریس کانفرنس کے ذریعے پی پی ایل ورکرز اور اخباری صنعت کے دوسرے کارکنوں کے مطالبات کی ایک بار پھر حمایت کی۔ انہوں نے کہا کہ پی پی ایل کی انتظامیہ کے خلاف بھوک ہڑتال سے' نیشنل پریس ٹرسٹ کو توڑنے اور اخبارات کو کارکنوں کی امداد باہمی کی تنظیموں کے حوالے کرنے کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔

انہوں نے پریس ٹرسٹ توڑنے کو اپنا نصب العین قرار دیا البتہ دائیں بازو کے اخبارات کے اس الزام کی تردید کی گئی کہ اس ہڑتال کا مقصد پی پی ایل کو بعض افراد کے قبضے میں دینا تھا۔

18 مارچ 1971ء کو پارٹی کے چیئرمین جناب ذوالفقار علی بھٹو نے کراچی میں اعلان کیا کہ وہ جس وقت بھی چاہیں' پی پی ایل پر قبضہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ اسی روز وہ یحییٰ خان اور مجیب سے آئینی مذاکرات کے لیے ڈھاکہ روانہ ہونے والے تھے۔

(حوالہ: ہفت روزہ "نصرت"' 3' 10' 24' مئی اور 7 جون 1970ء' ہفت روزہ "لیل و نہار" 3 مئی 1970)

یحییٰ خان اور مشرقی پاکستان کا سانحہ

اسمبلی اور ملک دونوں ٹوٹ گئے

یحییٰ خان نے اقتدار پر قبضہ کیا تو وہ خود نہیں جانتا تھا کہ اس پر ایک فرد' ایک ووٹ کی بنیاد پر آزادانہ اور منصفانہ انتخابات منعقد کرانے کا الزام عائد کیا جائے گا۔ 1962ء کے آئین کو مرتب کرنے کے بعد وہ ایک نیا آئین مرتب کرنا چاہتا تھا۔ جس میں اس کی مدت صدارت پندرہ سال رکھی جا رہی تھی۔ صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے ایوب خان کے آخری ایام میں اپنا ایک گروپ بنا لیا تھا۔ جس پر وہ انحصار کر سکتا تھا۔ اپنے اقتدار کے چند ماہ کے اندر اندر اس نے ایک لیگل فریم ورک آرڈر جاری کیا جس کے تحت ون یونٹ توڑ کر پرانے صوبے..... سندھ' پنجاب' سرحد' اور بلوچستان بحال کر دیئے گئے۔ بنیادی جمہوریتوں کے نظام کو ختم کر دیا گیا اور بالغ رائے دہی کی بنیاد پر براہ راست انتخابات کرانے کا اعلان کیا گیا۔ مشرقی پاکستان' پنجاب' سندھ' بلوچستان اور سرحد میں آبادی کی بنیاد پر اراکین اسمبلی کی تعداد مقرر کی گئی۔ اس آرڈر کے تحت قومی اسمبلی کو قانون سازی کے ساتھ ساتھ آئین ساز اسمبلی کا کردار بھی ادا کرنا تھا اور اس پر لازم تھا کہ اپنے انعقاد سے 120 دن کے اندر اندر آئین تیار کرے ورنہ صدر خود آئین بنا کر نافذ کرنے میں آزاد ہوگا۔ بعض دیگر آئینی آرڈرز کے ذریعے عدالتوں کے اختیارات اس حد تک کم کر دیئے گئے کہ اب اعلیٰ عدالتیں' فوجی عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیلیں نہیں سن سکتی تھیں۔

آئین اور آئین ساز اداروں کے لیے یحییٰ خان نے جو ڈھانچہ مقرر کیا تھا اس پر قومی رہنماؤں نے کئی اعتراضات کئے۔ لیگل فریم ورک آرڈر کی دفعات 25 اور 27 کے خلاف کئی مقتدر رہنماؤں اور سیاسی جماعتوں نے احتجاج کیا۔ پہلی دفعہ کے تحت اگر صدر پاکستان نے کسی وجہ سے آئین کی توثیق نہ کی تو اسمبلی برخاست کر دی جائے گی۔ دوسری دفعہ کی رو سے قانونی ڈھانچے میں ترمیم و تبدیلی اور اس کی تشریح اور تفسیر کا حق صرف صدر کو حاصل تھا۔ آئین ساز اسمبلی کا اس بارے میں کوئی اختیار نہ تھا۔ بقول فیض "گویا قانونی صورت یہ تھی کہ آئین ساز اسمبلی بہت سے معاملات میں صدر صاحب کے احکام کی پابند ہوگی۔ لیکن صدر صاحب پر اسمبلی کے فیصلوں کی پابندی عائد نہیں تھی۔ چنانچہ نیپ کے دونوں گروہ' عوامی لیگ' پیپلز پارٹی' نیشنل پروگریسو پارٹی' سندھ متحدہ محاذ مسلم لیگ کا ایک آدھ گروہ اور بعض دوسری جماعتیں متفق تھیں کہ ان دفعات کو یا تو کلی طور پر منسوخ کر دینا چاہیے یا ان میں مناسب ترامیم ہونی چاہیے۔ ان کی موجودگی میں آئین ساز اسمبلی کی حیثیت سے ایک خودمختار (Sovereign) ادارے کی بجائے ایک مشاورتی کونسل کی سی ہوگی جس کی بات مانی گئی تو سبحان اللہ' نہ مانی گئی تو قیل و قال کی گنجائش نہیں۔"

بہرحال اسی لیگل فریم ورک آرڈر کے تحت پہلے عام انتخابات منعقد ہوئے مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی' نیپ اور جمعیت العلمائے اسلام اور مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ نے واضح برتری حاصل کی اور عوامی لیگ ملک کی سب سے بڑی پارٹی بن کر ابھری۔ یحییٰ خان کے لیے انتخابی نتائج اس قدر مایوس کن تھے کہ تین دن تک اس کی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ جسٹس کارنیلیس سے جو اسلامی آئین تیار کروایا گیا تھا اور جسے چھپوا بھی لیا گیا تھا اس میں یحییٰ خان کو بغیر کسی انتخابات کے' پندرہ سال کے لیے ملک کا صدر مقرر کیا گیا تھا۔ جب الیکشن کے نتائج سامنے آئے تو اس مدت کو گھٹا کر پانچ سال کر دیا گیا۔ یحییٰ خان کو ان نتائج کی ہرگز امید نہیں تھی۔ "اس نے تو نہایت مختلف منصوبہ بنا رکھا تھا جو ان نتائج کی وجہ سے مکمل طور پر شکست و ریخت ہو کر رہ گیا۔ ڈائریکٹر انٹیلی جنس ایس این رضوی اور نیشنل سکیورٹی سیل کے سربراہ نے یحییٰ خان کو یقین دلایا تھا کہ الیکشن کے نتیجے میں بیشتر منتخب ہونے والے ارکان اس کے پیروکار ہوں گے۔ خود رضوی نے ایک پاکستانی سفیر سے جو کسی غیر ملک میں تعینات تھا بڑے دعوے سے کہا کہ:

وہ ملک میں ایک ایسی حکومت کو تشکیل دینے میں منہمک ہے جو عرصہ دراز تک قائم رہے گی۔ یہ اشارہ جنرل یحییٰ کی حکومت کی طرف تھا جو ان حضرات کی وساطت سے پندرہ سال تک قائم رہنی تھی۔ الیکشن کے نتائج کو اپنے منصوبے کے مطابق ڈھالنے کے لیے یحییٰ خان نے ان حضرات یعنی رضوی اور ساتھیوں کو روپیہ اکٹھا کرنے کی اجازت دی ہوئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے تین کروڑ روپیہ جمع کیا۔ جو مختلف بنکوں کے خفیہ کھاتوں میں رکھا۔ بیشتر رقم صنعتکاروں اور تاجر برادری سے لی گئی۔ اس رقم سے یحییٰ خان کے وفادار امیدواروں کی انتخابی مہم چلانا مقصود تھا۔ راؤ رشید نے لکھا ہے کہ جب یحییٰ کی حکومت توڑ دی گئی رضوی وغیرہ حراست میں لے لیے گئے اور ان کی تلاشیاں لی گئیں تو اس رقم کا کچھ حصہ رضوی کے ہاں سے برآمد ہوا۔ یحییٰ کے وفادار امیدواروں میں ایک بھی کامیاب نہ ہوا اور وہ تمام رقوم جو ان کی انتخابی مہم کے لیے دی گئی تھیں، ضائع ہو گئیں..... اس کا سارا ریت کا گھر دندہ گر کر خاک میں مل چکا تھا۔

اپنے وفادار امیدواروں کی کامیابی اور مختلف پارٹیوں کی تھوڑی تھوڑی انتخابی کامیابی سے یحییٰ خان اپنا مقصد حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا چونکہ اسے یقین دلایا گیا تھا کہ کوئی پارٹی بھی واضح اکثریت سے کامیاب نہیں ہو سکے گی، وہ ان کے باہمی اختلافات، اقتدار کے لیے رسہ کشی اور چپقلش سے کم از کم پندرہ سال تک برسراقتدار رہنے کا خواب دیکھ رہا تھا۔ یحییٰ خان کے دور میں پہلے عام انتخابات کے آزادانہ اور منصفانہ ہونے کا اکثر ذکر کیا جاتا ہے اور اس سلسلے میں یحییٰ خان کی تعریف بھی کی جاتی ہے۔ یہ انتخابات یقیناً آزاد اور منصفانہ تھے لیکن اگر عوامی لیگ اور پیپلز پارٹی کی اتنی واضح اکثریت کا یحییٰ خان کو شائبہ تک ہوتا تو وہ انتخابات کے نتائج پر اثر انداز ہونے کی یقیناً کوشش کرتا۔ ہماری اس بات کی تائید ہنری کسنجر کے ایک بیان سے بھی ہوتی ہے۔ اپنی کتاب (My White House Years) میں اس نے لکھا ہے:

"مجھے یحییٰ سے یہ پوچھنے کا موقع ملا کہ الیکشن کے بعد صدر کے اختیارات کیا ہوں گے۔ یحییٰ نہایت مطمئن اور پراعتماد تھا۔ اسے امید واثق تھی کہ ملک کے دونوں حصوں میں بہت سی پارٹیوں کے منتخب نمائندے اسمبلی میں آئیں گے اور آپس میں لڑتے جھگڑتے رہیں گے۔ اس صورت حال میں ظاہر ہے کہ صدر ہی ان کے درمیان ثالث ہوگا۔ لہٰذا پاکستان کی سیاست میں حرف آخر صدر ہی کا ہوگا۔

انتخابی نتائج کے بعد اصولاً اسمبلی کا اجلاس بلانا چاہیے تھا جو آئین سازی کرتی، اکثریتی پارٹی حکومت بناتی اور صوبائی حکومت اور اسمبلیاں اپنے کام کا آغاز کرتیں۔ پنجاب اور سندھ میں پیپلز پارٹی کی کامیابی، خود اس کے لیے غیر متوقع تھی۔ 30، 35 سیٹوں کی امید کرنے والی جماعت کو 81 سیٹیں مل گئی تھیں۔ چنانچہ پیپلز پارٹی نے مرکزی حکومت میں عوامی لیگ کے ساتھ اقتدار میں شرکت کرنے کا سوال اٹھا دیا۔ بھٹو نے فوج کو تیسری پارٹی قرار دیتے ہوئے کہا "اگر صدر مملکت، عوامی لیگ اور پیپلز پارٹی کسی نتیجے پر پہنچ جائیں تو آئین مقررہ مدت سے پہلے تیار ہو سکتا ہے" انہوں نے دونوں پارٹیوں کے آپس میں افہام و تفہیم سے کام لینے پر زور دیا اور کہا کہ "پیپلز پارٹی کو نظر انداز کر کے آئین بنانے کی کوششیں تباہ کن ہوں گی۔ مختصراً یہ کہ بھٹو صاحب، مرکز میں اقتدار میں اپنا حصہ چاہتے تھے۔ یحییٰ خان نے اس مطالبے کی تائید کی اور جنوری 1971ء میں مجیب الرحمٰن پر بھٹو کے ساتھ کسی سمجھوتے پر پہنچنے کے لیے زور دیا۔ یہ مشرقی پاکستان میں انتخابات کے نتائج کو پس پشت ڈالنے اور ملک کے دونوں حصوں کے درمیان آویزش کا بیج بونے کے مترادف تھا۔

اس کے نتیجے میں عوامی لیگ کی قیادت کا لب و لہجہ سخت ہونے لگا۔ 12 جنوری 1971ء کو یحییٰ، مجیب ملاقات تلخی پر ختم ہوئی۔ یحییٰ نے اس ملاقات کے بعد اگرچہ مجیب کو مستقبل کے پاکستان کا وزیراعظم قرار دیا تھا لیکن ڈھاکہ ایئرپورٹ پر آ مرنے کہا کہ "جب مجیب الرحمٰن اقتدار سنبھالیں گے اس وقت میں نہ ہوں گا۔" اس ملاقات میں مجیب نے یحییٰ خان کو صاف صاف بتا دیا تھا کہ اسے تو علامتی صدر کے طور پر قبول کیا جا سکتا ہے مگر اس کے فوجی ساتھیوں کو نہیں۔ یحییٰ خان اور فوج نے جب دیکھا کہ مجیب انہیں اپنے اقتدار میں "حصہ" دینے کے لیے تیار نہیں ہے تو انہوں نے بھٹو کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا۔ "اس امر کے کافی شواہد موجود ہیں کہ یحییٰ خان، ذوالفقار علی بھٹو اور فوجی جرنیلوں نے لاڑکانہ میں ہونے والی ایک میٹنگ میں فیصلہ کیا تھا کہ اگر مجیب الرحمٰن کا رویہ تبدیل نہ ہوا تو قومی اسمبلی کا اجلاس طلب نہیں کیا جائے گا۔

27 جنوری کو بھٹو ایک آئینی فارمولے کے ساتھ ڈھاکہ پہنچے جس کے مطابق کرنسی، بیرونی تجارت، دفاع اور خارجہ امور مرکز کو دینے اور آئین کے تحت صدر یحییٰ کو منتخب سربراہ کے طور پر کام کرنے پر زور دیا گیا تھا۔۔۔ بھٹو، مجیب مذاکرات کا کوئی نتیجہ نہ نکل سکا۔ ایک اور روایت کے مطابق بھٹو نے مجیب سے اپنے صدر بنائے جانے کا مطالبہ کیا تھا۔ 13 فروری کو یحییٰ خان نے اعلان کیا کہ قومی اسمبلی کا اجلاس 3 مارچ کو ڈھاکہ میں ہوگا۔ پیپلز پارٹی نے اس اجلاس میں شریک ہونے سے انکار کر دیا۔ 22 فروری کو یحییٰ خان نے مشرقی پاکستان کے گورنر اور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کا اجلاس طلب کر لیا جس میں یہ بدلا ہوا موقف اختیار کیا گیا کہ اگر مجیب نے اپنے چھ نکات میں تبدیلی سے انکار کیا تو مشرقی پاکستان کے خلاف فوجی کارروائی کی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی

مزید فوجی دستے مشرقی پاکستان بھیج دیئے گئے۔

27 فروری کو عوامی لیگ نے ایک مسودہ آئین منظور کر لیا۔ جس میں "وفاقی جمہوریہ پاکستان کے دو دارالحکومت قرار دیئے گئے۔ ڈھاکہ اور اسلام آباد۔ امور خارجہ دفاع اور کرنسی کے شعبے مرکز کے پاس رکھے گئے۔ آرمی یا پھر بحریہ اور فضائیہ کے دفاتر بنگلہ دیش میں رکھنے کے لیے کہا گیا۔ 28 فروری کو بھٹو نے قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کرنے کا مطالبہ کیا۔ قومی اسمبلی کے اجلاس کی نئی تاریخ کا اعلان کرنے کی صورت میں مجیب اس التواء کو ماننے کے لیے تیار تھا۔ یکم مارچ کو اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی کر دیا گیا۔ جی ڈبلیو چودھری کا کہنا ہے کہ "التواء کے اعلان کا مسودہ بھٹو اور جنرل پیرزادہ نے تیار کیا تھا اور اس سلسلے میں یحییٰ خان کی حیثیت ایک بے بس دستخط کنندہ کے سوا اور کچھ نہیں تھی" اس میں کوئی شک نہیں کہ جنوری 1971ء میں ہونے والی مجیب' یحییٰ ملاقات کے بعد سیاسی امور میں بعض فوجی جرنیلوں کا عمل دخل بہت بڑھ گیا تھا۔ تاہم اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ یحییٰ خان مکمل طور پر بے اختیار بنا دیئے گئے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے قومی اسمبلی کے اجلاس کے التوا سمیت اپنے ساتھیوں کے بعض فیصلوں کو پسند نہ کیا ہو تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک وہ عہدہ صدارت سے چمٹے رہے' کوئی کام ان کی منظوری کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا۔

یکم مارچ کے بعد مشرقی پاکستان میں حالات بالکل بگڑ گئے۔ ایڈمرل احسن' جو مجیب اور بنگالیوں کے لیے نرم گوشہ رکھتے تھے' واپس بلا لیے گئے۔ جنرل یعقوب نئے گورنر بنے اور فوراً ہی انہیں اندازہ ہو گیا کہ مسائل کا حل صرف سیاسی بنیادوں پر ممکن ہے انہوں نے صدر کو ڈھاکہ آکر مجیب سے مذاکرات کرنے پر زور دیا جسے یحییٰ خان نے رد کر دیا۔ جنرل یعقوب نے گورنری کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ نئے گورنر ٹکا خان تھے جن سے حلف لینے کے لیے مشرقی پاکستان کا کوئی جج دستیاب نہ تھا۔ یہ خدمت مغربی پاکستان کے ایک جج نے سرانجام دی۔ 4 مارچ کو مجیب نے سول نافرمانی کا اعلان کر دیا۔ عوامی لیگ کے انتہا پسند گروپ نے 5 مارچ کو ایک جلسے کا اعلان کر دیا جس میں مجیب کو بھی تقریر کرنا پڑی۔ اس نے آزاد بنگلہ دیش کا جھنڈا لہرانے سے انکار کر دیا اور تقریر کے آخر میں "پاکستان زندہ باد" کا نعرہ بھی لگایا بعد میں اس نے فرانسیسی اخبار "لی مون" کے نمائندہ کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا: "کیا مغربی پاکستان والے اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتے کہ اس خطے میں میں ہی ایک واحد شخص ہوں جو اشتراکیت کو روک سکتا ہے۔ اگر وہ زور آزمائی پر تلے ہوئے ہیں تو میں اقتدار سے الگ کر دیا جاؤں گا اور نکسل باڑی میرے نام پر سیاست میں کود پڑیں گے۔ (اور تباہی مچائیں گے) اگر میں اپنے موقف سے ہٹتا ہوں تو میری ساکھ نہیں رہتی۔ میں کافی مشکل میں گرفتار ہوں۔"

10 مارچ کو یحییٰ خان نے سیاسی رہنماؤں کی گول میز کانفرنس بلانے کا اعلان کیا جسے مجیب نے ایک "ظالمانہ مذاق" قرار دیتے ہوئے اسے گن پوائنٹ پر دیا ہوا دعوت نامہ کہا۔ 10 مارچ ہی کو بھٹو نے بھی مجیب کے نام ایک تار میں کہا کہ پاکستان کو ہر قیمت پر بچایا جانا چاہیے اور اس کے لیے وہ ڈھاکہ آنے کے لیے تیار ہیں لیکن عوامی لیگ کے نقطہ نظر سے اب کافی تاخیر ہو چکی تھی۔ مجیب سے مذاکرات کے لیے یحییٰ خان 15 مارچ کو ڈھاکہ پہنچا۔ یحییٰ' مجیب' بھٹو ملاقات ناکام رہی اور معاملہ فوجی ایکشن تک پہنچ گیا..... "دسمبر 1970ء سے مارچ 1971ء کے واقعات خصوصاً قومی اسمبلی کے اجلاس کے التواء کا انداز اس امر کے غماز تھے کہ فوج سیاسی قوت سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔"

26 مارچ کو یحییٰ خان نے ڈھاکہ سے واپس آکر قوم سے خطاب کرتے ہوئے عوامی لیگ کو خلاف قانون قرار دے دیا۔ پاکستان بھر میں تمام سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی اور اخبارات پر مکمل سنسر شپ نافذ کر دیا۔ مجیب الرحمٰن کے عدم تعاون کی تحریک کی مذمت کرتے ہوئے یحییٰ خان نے اسے "بغاوت کا اقدام" قرار دیا اور کہا کہ مجیب الرحمٰن اور ان کی جماعت پاکستان کی دشمن ہیں اور ملک سے مکمل طور پر علیحدگی کے خواہاں ہیں" انہوں نے کہا کہ "مجیب الرحمٰن کا یہ جرم معاف نہیں کیا جائے گا۔"

اب فوج عوام پر ٹوٹ پڑی۔ "بغاوت کچلنے" کے نام پر بستیوں کی بستیاں جلا کر راکھ کر دی گئیں۔ بلا جواز فوجی اقدام نے کروڑوں کی آبادی کو خون میں نہلا دیا۔ یہ ایک فوج کا' خود اپنے ہی ملک پر حملہ تھا۔ اپنی ہی آبادی کو "فتح کرنے" کا ایک مجرمانہ اقدام تھا اور "مجیب کی علیحدگی پسندی کے جرم" کے باوجود لاکھوں بے گناہ شہریوں کو قتل کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ فوجی آمر سچ مچ دیوانہ ہو گیا تھا۔ نیویارک ٹائمز کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے اس نے انتہائی سنگدلی سے کہا تھا: "ڈھاکہ میں جو کچھ ہوا' وہ فٹ بال کا کوئی میچ نہیں تھا۔ لڑنے والے ایک دوسرے پر پھول نچھاور نہیں کرتے۔" اس سے قبل 28 جون کو وہ اعلان کر چکا تھا کہ "ماہرین کی ایک جماعت آئین تیار کرے گی' قومی اسمبلی کو جس میں ترمیم کرنے کا حق ہو گا۔ "یحییٰ خان نے یہ بھی اعلان کیا کہ مشرقی پاکستان سے اسمبلی کی خالی نشستوں پر ضمنی انتخابات کرائے جائیں گے۔

جلد ہی انتخابات کا ڈرامہ رچایا گیا اور ان تمام سیاسی جماعتوں کو "بلامقابلہ" سیٹیں بانٹی گئیں جنہیں چند ماہ پہلے عوام بری طرح مسترد کر چکے تھے۔ یہ کوئی راز کی بات نہیں تھی کہ یہ سیٹیں فوجی انتظامیہ نے اسلام آباد کی منظوری سے خود تقسیم کی تھیں۔ یہ ضمنی انتخابات' بنگالی عوام کے ساتھ کیا جانے والا ایک اور سنگدلانہ مذاق تھا۔ اس سارے

عرصے میں عوام پر کیا گزری۔ اس کے بارے میں ہزاروں صفحات لکھے جا چکے ہیں۔ صرف ایک واقعہ سے اس کی سنگینی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ایم اے کے چودھری وسط مئی 1971ء میں مشرقی پاکستان کے آئی جی پولیس بنا کر بھیجے گئے تھے۔ ڈھاکہ جانے سے پہلے وہ انٹیلیجنس بیورو کے ڈائریکٹر سید نذیر احمد رضوی سے ملے تاکہ مشرقی پاکستان کے متعلق کوئی خاص ہدایت ہو تو لے لی جائے۔ مشرقی پاکستان کے ہنگاموں میں ان کا داماد قتل ہو گیا تھا۔ انہیں جو ہدایت رضوی صاحب نے دی' بہت مختصر اور عجیب تھی رضوی نے چودھری صاحب سے کہا تھا: اپنے ساتھ بہت سے نوجوان پٹھان سپاہی لے جاؤ اور وہاں ان کو کھلا چھوڑ دو تاکہ آئندہ بنگالی نسل نیلی آنکھوں والی پیدا ہو "ایم اے کے چودھری لکھتے ہیں: " رضوی چونکہ اپنے داماد کی موت پر سوگوار تھے' میں نے ان کی بات کو صدمے کا نتیجہ سمجھ کر سنی ان سنی کر دیا۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ وہ دل سے کہہ رہے تھے۔"

جب بین الاقوامی سطح پر اس بحران کو ٹالنے کی کوششیں ہو رہی تھیں تو ایرانی شہنشاہ نے روسی صدر پڈگورنی اور یحییٰ خان کی ملاقات کا اہتمام کیا۔ ملاقات کے وقت یحییٰ خان بری طرح دھت تھے اور انہیں سہارا دے کر پڈگورنی تک پہنچایا گیا۔ روسی صدر نے یحییٰ کا استقبال " مسٹر پریذیڈنٹ" کہہ کر کیا' یحییٰ خان کہنے لگا "ایکسی لینسی! آپ تو مجھے ہمیشہ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کہہ کر بلاتے ہیں۔ اس بار مسٹر پریذیڈنٹ کیسے کہہ دیا؟ پڈگورنی نے خوش دلی سے جواب دیا " آپ پریذیڈنٹ ہیں اس لیے آپ کو پریذیڈنٹ ہی کہنا چاہیے" اس پر یحییٰ خان نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پڈگورنی سے کہا "یہاں (دل) سے کہو" پھر ہاتھ گردن پر لے جا کر بولا یہاں (حلق) سے نہیں" پڈگورنی اس توہین پر خیمے سے باہر چلا گیا..... اسی شام یحییٰ خان نے یوگوسلاویہ کے مارشل ٹیٹو سے ملاقات کی۔ اس ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے ٹیٹو نے ایک اخباری نمائندے سے کہا کہ "یحییٰ خان' مشرقی پاکستان کو بچانے کے سلسلے میں سنجیدہ نہیں ہے" ایم اے کے چودھری کے بقول "یہ بات میرے ذاتی علم میں ہے کہ 14 دسمبر 1971ء کی صبح کو ہتھیار ڈال دینے کی ہدایت کے بعد جب گورنر مشرقی پاکستان نے صدر پاکستان کو ٹیلیفون کیا تو بات نہ ہو سکی۔ سٹاف افسروں نے کہا کہ صدر بہت مصروف ہے گورنر کے اصرار پر انہوں نے پوچھا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ گورنر نے کہا کہ آدھا ملک جا رہا ہے۔ کیا میں بطور نمائندہ صدر اور گورنر سے بات بھی نہیں کر سکتا؟ سٹاف افسر نے جواب میں ٹیلیفون بند کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ یحییٰ شراب کے نشے میں چور تھا اور بات کرنے کے قابل نہیں تھا۔

مشرقی پاکستان میں' پاکستانی فوج نے' ہندوستانی کمانڈر کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس دن پاکستان ٹیلی ویژن سے بتایا جا رہا تھا کہ حالات مکمل طور پر قابو میں ہیں۔ یحییٰ خان' جی ایچ کیو میں فوجی افسروں سے مخاطب تھا۔ صدر شکست کی وجوہات پر روشنی ڈال رہا تھا اور افسروں کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں مگر یحییٰ خان کچھ بھی دیکھنے کے قابل نہ رہا تھا۔ وہ ایک خودساختہ آئین کے تحت' اپنی صدارت میں' ایک سیاسی حکومت قائم کرنے کا خواب دیکھ رہا تھا۔ یحییٰ خان نے پھر قوم سے ایک ظالمانہ مذاق کیا۔ 17 دسمبر کو اس نے اپنا وہ آئین جاری کر دیا جس میں پارلیمانی طرز کی حکومت کے ساتھ افواج پاکستان کو خصوصی تحفظات فراہم کیے گئے تھے۔ 18 دسمبر کو نور الامین نے صدر سے ملاقات کے بعد بتایا کہ یحییٰ پرسکون تھا اور نئے آئین کے تحت نئی حکومت تشکیل دینے کی تیاریاں کر رہا تھا وہ بس بھٹو صاحب کا منتظر تھا.....

یحییٰ خان نے جس اسمبلی کو' اس کا اجلاس منعقد ہونے سے پہلے ہی توڑ دیا تھا۔ اس کے ساتھ ملک بھی ٹوٹ گیا......

یحییٰ' مجیب' بھٹو مذاکرات کی کہانی

نواز شریف کی وزارت عظمٰی کے دور میں پاکستان کی پارلیمانی تاریخ کے عظیم مجاہد مولوی تمیز الدین خان کی بیٹی نے کراچی کی ایک تقریب میں جب وزیراعظم سے سوال کیا کہ "مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کیسے بنا؟ تو جناب نواز شریف کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ ہم میں سے کسی کے پاس بھی اس سوال کا جواب نہیں ہے کیونکہ' ہمیں اس جواب کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس سوال کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ کیا ہم تاریخ سے سیکھنا چاہتے ہیں؟ اس کا دو ٹوک جواب نفی میں ہی دیا جا سکتا ہے اور جب ہم تاریخ سے نہیں سیکھتے تو دراصل تاریخ کو دہراتے ہیں۔

بنگلہ دیش کا قیام نو ماہ (مارچ- دسمبر 1971ء) کی مسلح جدوجہد کا نتیجہ ہے جس میں بھارت کی مداخلت کو اپنی بربادی کا جواز بنا کر ہم تمام ذمہ داریوں سے مبرا ہو جاتے ہیں۔ ہم کافی عرصہ سے اس بحث میں بھی الجھے ہوئے ہیں کہ یحییٰ مجیب اور بھٹو میں سے کون پاکستان کو دولخت کرنے کا ذمہ دار ہے اور کیسے؟ کبھی کبھی ہم یحییٰ' بھٹو کو اجتماعی طور پر بھی واقعات کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ ہماری مباحث میں یہ پہلو بھی کافی نمایاں رہا ہے کہ اگر یحییٰ' مجیب' بھٹو مذاکرات کامیاب ہو جاتے تو پاکستان نہ ٹوٹتا۔ یہ سارے عوامل اپنی جگہ انفرادی یا اجتماعی طور پر درست قرار دیئے جا سکتے ہیں ہم نے اس پہلو پر کبھی غور نہیں کیا کہ 1970ء کے پہلے عام انتخابات میں شیخ مجیب کی زبردست فتح کی کیا وجوہات تھیں؟ اگر عوامی لیگ غدار تھی تو کیا اسے ووٹ دینے والے کروڑوں

مشرقی پاکستان بھی غدار تھے؟

ہم نے آج تک اس سوال کا سامنا کرنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ قیام پاکستان کے فوراً بعد سے ہی، پاکستان کی چھپن فیصدی کے ساتھ، مغربی حصے کی اقلیتی آبادی کا کیا رویہ تھا؟ سیاسی، ثقافتی اور معاشی میدانوں میں کیا ہم نے مشرقی پاکستان کے عوام کا بیدریغ استحصال شروع نہیں کر دیا تھا؟ کیا ہم نے اپنے ہی ملک کے ایک صوبے کو، ایک محکوم نو آبادی نہیں بنا دیا تھا؟

سب سے پہلے ہم نے مشرقی پاکستانی عوام کے ثقافتی اور قومی تشخص سے انکار کیا۔ جب انہوں نے یہ اکثریت ہونے کی بنیاد پر اپنی زبان کے حق میں آواز اٹھائی تو ہم نے اس کا جواب گولیوں سے دیا۔ پہلے 1948ء میں اور پھر 1952ء۔ اگر 1956ء کی بجائے 1948ء یا پھر زیادہ سے زیادہ 1952ء میں ہی بنگالی کو بھی پاکستان کی ایک قومی زبان تسلیم کر لیا جاتا تو حالات اس قدر نہ بگڑتے۔

سیاسی میدان میں، چھپن فیصد آبادی کو ہم نے ہر بار حکمرانی کے جمہوری حق سے محروم کیا۔ 1954ء میں جب جگتو فرنٹ (متحدہ محاذ) نے مشرقی پاکستان میں فقید المثال کامیابی حاصل کی حتیٰ کہ صوبے کے وزیراعلیٰ کو ایک نوجوان طالب علم کے ہاتھوں شکست کا منہ دیکھنا پڑا تو چند ہفتوں کے اندر اندر غداری اور وطن دشمنی کے الزام میں جگتو فرنٹ کی حکومت کو چلتا کر دیا گیا۔ اس سے قبل انتخابات میں اس لیے بار بار تاخیر کی جا رہی تھی کہ مسلم لیگ کو شکست ہو جائے گی۔ 1958ء میں اس خوف سے پورے ملک پر مارشل لاء لگا دیا گیا کہ اکثریتی اپوزیشن لیڈر سہروردی برسر اقتدار آ جائیں گے اور 1971ء میں اس لیے شیخ مجیب کو اقتدار میں آنے سے روک کر بنگلہ دیش بنوا دیا گیا کہ شیخ مجیب اور ان کی حکمران پارٹی مغربی پاکستان سے بھی جاگیرداریوں کا خاتمہ کر دے گی۔

معاشی طور پر ملک کے مشرقی حصے کا بدترین استحصال کیا گیا۔ مشرقی پاکستان کے عوام کو اس منفی احساس میں مبتلا کر دیا گیا کہ وہ مغربی پاکستان کی ایک کالونی میں دفاعی طور پر یہ سوچنے پر مجبور کئے گئے کہ ہندوستان سے حملے کی صورت میں پاکستان ان کے دفاع کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

ان سارے عوامل کی تفصیل میں جائیں تو اندازہ ہوگا کہ مارچ 1971ء میں مشرقی پاکستان کے عوام اچانک ہی میدان میں نہیں نکل آئے تھے بلکہ 1947ء سے انہیں سیاسی، ثقافتی، معاشی اور دفاعی طور پر ظلم و زیادتی اور محرومی کے جس شدید احساس میں مبتلا کیا جا رہا تھا اس کا منطقی نتیجہ یہی ہو سکتا تھا۔ 1971ء میں بھی بس نہ کی گئی۔ مشرقی پاکستان کے عوام کو تاریخ کے بدترین طوفان میں خود کو بے یارومددگار ہونے کا شدید احساس ہوا جب فروری کے اواخر میں یحییٰ خان نے پاکستان کی قومی اسمبلی کے 3 مارچ کو منعقد ہونے والے اجلاس کو ملتوی کیا تو وہ یہ سوچے سمجھے بغیر نہ رہ سکے کہ حکمرانی کے جائز اور جمہوری حق کو ماضی کی طرح ایک بار پھر پامال کیا جا رہا ہے۔ پھر جب 15 مارچ کو یحییٰ خان ڈھاکہ پہنچا اور شیخ مجیب اور ان کی ٹیم سے "مذاکرات" کا آغاز کیا اور ایک ہفتے بعد، مغربی پاکستان سے بھٹو بھی وہاں پہنچ کر مذاکرات میں شریک ہوگئے تو بنگالی عوام آسانی سے دیکھ سکتے اور محسوس کر سکتے تھے کہ ان کا قتل عام کرنے کے لیے مذاکرات کی آڑ میں فوجیں اور اسلحہ مشرقی پاکستان پہنچایا جا رہا ہے۔ تاہم یہ کہے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ اگر ان مذاکرات کے دوران ہی تدبیر اور سیاسی سوجھ بوجھ کا ثبوت دیا جاتا اور اس مرحلے پر بھی عوام کی حاکمیت کے اصول کو تسلیم کر لیا جاتا تو شاید پاکستان دولخت نہ ہوتا۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ اگر پاکستان کی سیاسی تاریخ کی نازک ترین صورت حال کا تعین کیا جائے تو قرہ فال ان دس دنوں کے نام نکلے گا جن میں عوامی لیگ کے شیخ مجیب الرحمٰن اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور صدر پاکستان جنرل یحییٰ خان کے درمیان گفت و شنید کے مختلف ادوار ہوئے۔ یہ مذاکرات 16 مارچ تا 25 مارچ 1971ء کو ڈھاکہ میں ہوئے۔ جن کا مقصد فوج سے عوامی نمائندگان کو اختیارات کی منتقلی کے بارے میں لائحہ عمل کی تیاری تھی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہمارے ملک کے سیاستدان اور فوجی جرنیل اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے کسی حد تک بالغ نظری کا ثبوت دیتے تو وہ سانحہ جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان علیحدہ ہوا، ٹالا جا سکتا تھا۔

اس بدترین سانحہ کی ذمہ داری کسی ایک فرد پر ڈالنا خاصا مشکل کام ہے کیونکہ مختلف اطراف اور ان کے لیڈر ان نازک اور فیصلہ کن دس روزہ مذاکرات کی ناکامی کے لیے ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہراتے رہے ہیں مثال کے طور پر جے یو آئی کے مفتی محمود مرحوم ان مذاکرات کی ناکامی کا سبب جنرل یحییٰ خان کو گردانتے تھے۔ جبکہ مغربی پاکستان کے حامی عناصر نے اور یحییٰ خان کے دور میں شائع ہونے والے قرطاس ابیض میں "بحران مشرقی پاکستان" میں ان مذاکرات کی ناکامی کا موجب عوامی لیگ اور شیخ مجیب الرحمٰن کو قرار دیا ہے۔ اس طرح آج بھی کئی لوگ ذوالفقار علی بھٹو پر ان مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کا الزام لگاتے نہیں تھکتے۔ تاہم ان مذاکرات میں اہم رول ادا کرنے والے سیاستدانوں کے بیانات کا اگر عمیق مطالعہ کیا جائے تو کوئی شخص بھی واضح طور پر اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ فوجی قیادت عمومی طور سے اور جنرل ایس، جی پیرزادہ خصوصی طور سے اس سانحہ کا زیادہ ذمہ دار ہے کہ جس نے ان مذاکرات کے بارے میں پیپلز پارٹی اور عوامی لیگ کی قیادت کو گمراہ کن اور غلط سلط معلومات فراہم کیں۔ اور یہ بات مجیب

کی ٹیم کے ایک رکن رحمٰن سبحان کے اس بیان سے واضح ہو جاتی ہے جو اس نے ممتاز صحافی مظہر علی خان مرحوم کے ساتھ ذوالفقار علی بھٹو کے معاون اعلیٰ مسٹر محمود علی قصوری سے ملاقات کے دوران کہی۔ یہ ملاقات ڈھاکہ کے ہوٹل انٹرکانٹیننٹل میں 25 مارچ کی منحوس رات کو ہوئی جس میں مسٹر قصوری نے عوامی لیگ کو مورد الزام ٹھہراتے ہوئے کہا "یوں لگتا ہے کہ عوامی لیگ کسی تصفیہ پر پہنچنا ہی نہیں چاہتی۔" رحمٰن سبحان کے بیان کے مطابق مذاکرات کے نتیجے کے طور پر باقاعدہ معاہدے کا ایک متن بھی تیار کر لیا گیا تھا اور اسے اشاعت کے لیے کسی بھی وقت پریس کے حوالے کیا جانا تھا۔ لہٰذا اس نے محمود علی قصوری سے استفسار کیا کہ یہ بات اس سے کس نے کی ہے کہ عوامی لیگ کسی تصفیے پر پہنچنا نہیں چاہتی۔ قصوری نے رحمٰن سبحان کو بتایا کہ یہ سب کچھ اسے جنرل پیرزادہ نے بتایا ہے۔ جنرل پیرزادہ ان مذاکرات میں مرکزی کردار کا حامل تھا۔ وہ رحمٰن سبحان کو مورد الزام ٹھہراتا تھا۔ ظاہر ہے کہ فوجی قیادت میں ڈھاکہ میں موجود مغربی پاکستان کے سیاسی لیڈروں خصوصاً پی پی پی کی قیادت کو جو وہاں حکومت اور عوامی لیگ کے درمیان ہونے والے تعطل کو ختم کرنے کے لیے موجود تھی۔ یحییٰ مجیب مذاکرات کے بارے میں مختلف من گھڑت کہانیاں سناتی رہی اور درحقیقت ایک ایکشن کے لیے ماحول سازگار بناتی رہی۔

دائیں بازو کے بعض دانشور اور سیاسی جماعتیں بڑی شد و مد سے آج بھی ذوالفقار علی بھٹو کو پاکستان کو دولخت کرنے کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ یہ بھٹو ہی تھا جس نے مجیب کو کہا تھا "ادھر تم ادھر ہم۔" لیکن تاریخی اعتبار سے اس میں ذرہ برابر بھی حقیقت نہیں دراصل یہ شوشہ اس وقت کے مغربی پاکستان کے دائیں بازو کے حامی پریس کی جانب سے ذوالفقار علی بھٹو کی شخصیت کو داغدار کرنے اور اسے بدنام کرنے کے لیے باقاعدہ چلائی گئی (گمراہ کن) مہم کا حصہ تھا۔ تاریخی سچائی یہ ہے کہ بھٹو نہیں بلکہ یہ بات عوامی لیگ کے شیخ مجیب نے یحییٰ خان سے فیصلہ کن مذاکرات کے دوران 22 مارچ 1971ء کی ایک میٹنگ کے بعد خود ذوالفقار علی بھٹو سے کہی تھی۔ اس اہم بات کا انکشاف خود ڈاکٹر کمال حسین نے کیا ہے۔ ڈاکٹر کمال حسین، شیخ مجیب الرحمٰن کا قریب ترین اور بااعتماد ساتھی تھا۔ اور یحییٰ خان سے مذاکرات کرنے والی مجیب الرحمٰن کی ٹیم میں بطور ماہر دستور شامل تھا۔ ڈاکٹر کمال حسین کے بیان کے مطابق 22 مارچ 1971ء کو گورنر ہاؤس ڈھاکہ میں یحییٰ خان کی ٹیم سے اپنے مذاکرات کے بعد شیخ مجیب، بھٹو کو بازو سے پکڑ کر اپنے کمرے سے باہر لے گیا تاکہ وہاں موجود کوئی دوسرا شخص ان کی بات چیت نہ سن سکے۔ مجیب نے بھٹو سے کہا کہ وہ محسوس کرتا ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی مغربی پاکستان کی واحد سیاسی طاقت ہے اور ڈھاکہ میں موجود مغربی پاکستان کے دیگر سیاستدان اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اس نے بھٹو کو اعتماد میں لے کر بتایا کہ وہ سوائے ولی خان کے جس کی پارٹی کو کم از کم ایک صوبے میں تو نمائندگی حاصل ہے۔ سب سے نالاں ہے۔ اس نے زیڈ اے بھٹو کو بتایا کہ ان دنوں (بھٹو، مجیب) کے لیے متفق الرائے ہونا ضروری ہے۔ اس نے بھٹو کو یقین دلایا کہ وہ مغربی پاکستان میں جو کچھ کرنا چاہتا ہے' کرے۔ وہ اس کی بھرپور حمایت کرے گا۔ جواباً بھٹو کو مشرقی پاکستان کا خیال چھوڑنا ہوگا۔ اور یہاں عوامی لیگ کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں شیخ مجیب الرحمٰن کی مدد کرنا ہوگی۔ مجیب الرحمٰن نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا کہ مذاکرات کے تعطل کا واحد حل یہ ہے کہ بھٹو مغربی پاکستان کا وزیراعظم بن جائے جب کہ اس کو مشرقی پاکستان کے وزیراعظم کے طور پر قبول کر لیا جائے۔ مجیب نے فوج کے بارے میں بھٹو کو ہوشیار کرتے ہوئے کہا کہ فوجیوں پر کبھی اعتبار نہ کرنا اس نے بھٹو سے کہا کہ اگر فوج نے پہلے اسے (مجیب) ختم کر دیا تو بعد میں بھٹو کو بھی نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ اس کے جواب میں بھٹو نے کہا وہ تاریخ کے ہاتھوں ہلاک ہونے سے بہتر سمجھتا ہے کہ جرنیلوں کے ہاتھوں ختم ہو جائے مجیب نے بھٹو پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا کہ وہ اس کی تجویز کو قبول کر لے کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے لیے الگ الگ دستور مرتب کرنے کے لیے دو الگ الگ دستوری کمیٹیاں ترتیب دی جائیں۔ اس کے جواب میں زیڈ اے بھٹو نے کہا کہ وہ اس بارے میں اچھی طرح سوچ بچار کرے گا۔ اس نے مزید کہا کہ اس تجویز کی جو بھی بعد میں صورت سامنے آئے گی اسے قومی اسمبلی سے پاس کروایا جائے گا۔ اور اگر ضروری ہوا تو صدارتی فرمان کے ساتھ ریزولوشن کی صورت میں جاری کر دیا جائے گا۔ بہرحال مجیب الرحمٰن نے اسمبلی کے اجلاس کا خیال یکسر رد کر دیا۔

ڈاکٹر کمال حسین نے مزید انکشاف کیا کہ جب مجیب عوامی لیگ کی ٹیم کو اپنی بھٹو سے اس ملاقات کے بارے میں بتا رہا تھا اس نے پرزور طریقے سے کہا کہ وہ محسوس کرتا ہے کہ بالآخر یحییٰ اور بھٹو خود ہی محسوس کریں گے کہ بھٹو کو میرے تجویز کردہ حل ہی میں ان کا مفاد مضمر ہے۔ اس نے پورے وثوق سے کہا کہ اس طرح مغربی حصے میں ان کی پوزیشن مستحکم ہو جائے گی۔ یحییٰ بدستور صدر رہے گا۔ بھٹو صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ میں حکومت بنا لے گا۔ اور چونکہ مغربی حصے کے لیے آئین مرتب کرنے والی کمیٹی کے ممبران کا تعلق ہی مغربی پاکستان سے ہوگا۔ لہٰذا بھٹو کی پارٹی لامحالہ طور پر اس کمیٹی پر ہر طرح سے حاوی رہے گی۔

مذاکرات کے آغاز میں ہی شیخ مجیب الرحمٰن نے یحییٰ خان پر واضح کر دیا کہ اس وقت مشرقی پاکستان کے عوام کے موڈ اور جو واقعات ہوئے

ان کے پیش نظر اسے سات مارچ کی تاریخی تقریر میں پیش کیے جانے والے مطالبات خصوصاً مارشل لاء کا فوری خاتمہ اور عوامی نمائندوں کو فی الفور اختیارات کی منتقلی، فوراً تسلیم کرنے ہوں گے۔ اس کے جواب میں یحییٰ خان نے کہا کہ وہ ایک صاف اور ایماندار شخص ہے اور اگرچہ وہ اصولی طور پر مجیب کے ان مطالبات کو ماننے کے لیے تیار ہے لیکن اس کے ماہرین نے اسے بتایا ہے کہ آئین کے نفاذ سے قبل مارشل لاء کا خاتمہ ایک قانونی خلا پیدا کر دے گا اس مرحلے پر بہتر ہو گا کہ فریقین کی مذاکراتی ٹیموں کے بارے میں بتا دیا جائے۔ یحییٰ کی ٹیم لیفٹیننٹ جنرل ایس۔ جی پیرزادہ، جسٹس اے۔ آر۔ کارنیلیس، کرنل حسن (جج ایڈووکیٹ جنرل) اور ماہر اقتصادیات ایم۔ ایم احمد پر مشتمل تھی۔ جبکہ دوسری جانب شیخ مجیب الرحمٰن کو سید نور الاسلام، تاج الدین احمد اور ڈاکٹر کمال حسین کی مدد حاصل تھی۔

عوامی لیگ کے آئینی ماہرین کے خیال میں مارشل لاء کے خاتمے کی صورت میں ملک میں پیدا ہونے والے آئینی خلاء کو صدر مملکت کے ایک ایسے صدارتی اعلان سے پر کیا جا سکتا تھا۔ جو آئین کی تشکیل تک ملک میں عبوری نظم و نسق کے طور پر نافذ العمل رہتا۔ اور مجوزہ صدارتی اعلان میں جن نکات کی شمولیت پر زور دیا گیا وہ یہ تھے۔

1- مارشل لاء کا فوری خاتمہ۔

2- منتخب نمائندگان کو اختیارات کی منتقلی۔

3- شیخ مجیب الرحمٰن کے مجوزہ چھ نکات کی بنیاد پر مشرقی پاکستان کو زیادہ سے زیادہ صوبائی خودمختاری کا حق دینا۔

اس پر یحییٰ خان نے کہا کہ اس سلسلے میں مغربی پاکستان کے مقتدر سیاستدانوں کی آرا لینا ضروری ہے بصورت دیگر اتنی بڑی ذمہ داری اٹھانا اس کے لیے مشکل ہو گی۔

21 مارچ 1971ء کو کرنل حسن کا تیار کردہ صدارتی اعلان کا مسودہ جانچ پڑتال کے لیے عوامی لیگ کے حوالے کر دیا گیا۔ 22 مارچ کو عوامی لیگ نے اس مسودے کے مختلف پہلوؤں پر غور و خوض کرنے کے بعد 23 مارچ کو یحییٰ خان کی مذاکراتی ٹیم سے ملاقات کی۔ عوامی لیگ کی ٹیم جب ملاقات کے لیے پہنچی تو انہیں ایم۔ ایم احمد نے بتایا کہ چھ نکاتی منصوبے کی وجہ سے مسودے میں کچھ مفید تبدیلیاں ناگزیر ہیں۔ اس پر جنرل پیرزادہ نے تجویز پیش کی کہ اس مسودے میں اقتصادی اور مالیاتی گنجائشوں کے پیش نظر درپیش پیچیدگیوں کا جائزہ لینے کے لیے ایم۔ ایم احمد اور عوامی لیگ کے ماہر مالیات نور الاسلام علیحدہ سے ایک میٹنگ کریں۔ عوامی لیگ کی ٹیم بہرحال اس تجویز کے حق میں نہیں تھی کہ دونوں ٹیموں کے ماہرین مالیات کی کوئی علیحدہ میٹنگ ہو۔ کیونکہ ان کے خیال میں یحییٰ کے مشیر مسودے کی ایک ایک شق پر طویل بحث و تمحیص کر کے فوجی ایکشن کے لیے وقت گزارنا چاہتے تھے۔ اسی طرح 23 مارچ کا دن بھی اسی مباحثے کی نذر ہو گیا۔ 24 مارچ کو شام تک عوامی لیگ نے صدارتی اعلان پر نتیجہ خیز مذاکرات کر لیے اور اس صدارتی اعلان کے مسودے کا تمام پہلوؤں سے شق وار جائزہ لیا۔ اور اب آخری اعلان باقی رہ گیا تھا۔

عوامی لیگ نے تجویز کیا کہ کمال حسین اور جسٹس اے۔ آر۔ کارنیلیس 24 مارچ کی رات مذاکرات کر کے مسودے کو حتمی شکل دے دیں، تاکہ دوسری صبح اسے شیخ مجیب اور یحییٰ خان کے سامنے پیش کیا جا سکے۔

یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ جسٹس کارنیلیس نے اس کام کی حامی بھر لی۔ جبکہ جنرل پیرزادہ نے اسے یہ کہہ کر روک دیا کہ "نہیں آج رات ہم نے آپس میں کچھ اہم مذاکرات کرنے ہیں۔ آپ دونوں یہ میٹنگ کل صبح کر لیں" اور جب دوسرے روز کے لیے بنگالی ٹیم نے وقت مقرر کرنے کو کہا تو جنرل پیرزادہ نے ایک بار پھر دخل در معقولات کرتے ہوئے کہا۔ اس سلسلے میں آپ کو فون پر اطلاع کر دی جائے گی۔

نتیجتاً عوامی لیگ 25 مارچ 1971ء کے فیصلہ کن دن کو صبح سے شام تک یحییٰ اور اس کی ٹیم کی طرف سے ٹیلی فون کال کی منتظر رہی۔ لیکن یہ فون کال نہ آئی۔ آخر کیوں-----؟

غالباً بنگالی لیڈروں کا یہ خدشہ صحیح تھا کہ یحییٰ اور اس کے رفقائے کار ملٹری آپریشن جسے "سرچ لائیٹ" کا خفیہ کوڈ دیا گیا تھا کے لیے مذاکرات کو طول دے کر وقت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ اسی رات فوجی جرنیلوں نے اپنے ہی صوبے کے عوام پر فوج کشی کر دی اور پہلے اڑتالیس گھنٹوں میں کم از کم سات ہزار لوگ مار دیئے گئے۔

25 اور 26 مارچ کی درمیانی شب، متحدہ پاکستان کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی اور اس رات قائداعظم کا پہلا پاکستان عملاً ختم ہو گیا اور اپنے پیچھے خود اپنے ہی عوام کے خلاف قتل و غارتگری کی شرمناک تاریخ چھوڑ گیا۔

تیسرا حصہ
سیاسی جماعتیں

مسلم لیگ (کونسل)---- (71-1969ء)

1962ء میں جب سیاسی جماعتوں کی بحالی کے اعلانات کیے گئے اور ایوب خان کی ہدایت پر مسلم لیگ کراچی کا کنونشن طلب کیا گیا جس کی

صدارت چودھری خلیق الزماں نے کی تو مسلم لیگ کے ایک دھڑے نے اس کنونشن کے انعقاد کی آئینی اور قانونی حیثیت کو چیلنج کیا اور یہ جواز پیش کیا کہ مسلم لیگ کی بحالی کا اعلان صرف مسلم لیگ کی وہ کونسل کرنے کی مجاز ہے جو 1958ء تک لیگ کا سب سے زیادہ بااختیار ادارہ تھی۔ چنانچہ جو لوگ اس کنونشن میں شریک نہیں ہوئے تھے انہوں نے ڈھاکہ میں کونسل کا اجلاس طلب کرکے جماعت کی بحالی کا اعلان کیا اور کونسل کی مناسبت سے بعد میں کونسل مسلم لیگ کے نام سے منسوب ہوئی۔ مسلم لیگ (کونسل) 1962ء میں سیاسی جماعتیں بحال ہونے کے بعد ملک میں حزب اختلاف کا کردار ادا کرتی رہی۔ قائداعظم کی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت اور ہمدردیاں بھی کیونکہ اسی جماعت کو حاصل تھیں اس لیے عوام کی ایک کثیر تعداد بھی اس جماعت سے ہمدردی رکھتی تھی۔ تاہم عوام کی حمایت صرف مغربی پاکستان تک محدود تھی۔ مشرقی پاکستان میں مسلم لیگ عملی طور پر 1954ء کے انتخابات میں ختم ہوگئی تھی۔ 1964ء کے صدارتی انتخابات میں جو "بنیادی جمہوریت" کے تحت بالواسطہ طریقہ انتخابات کے تحت ہوئے تھے، کونسل مسلم لیگ نے محترمہ فاطمہ جناح کو اپنا صدارتی امیدوار نامزد کیا تھا۔ بالواسطہ انتخابات کے علاوہ 1964ء کے صدارتی انتخاب میں سول سروسز نے بھرپور مداخلت کی جس کے نتیجے میں فاطمہ جناح چند ہزار ووٹوں سے انتخاب ہار گئیں۔ اس شکست سے کونسل مسلم لیگ ایک بار پھر بے عملی کا شکار ہوگئی۔

کونسل مسلم لیگ نے ڈھاکہ کے اجلاس میں خواجہ ناظم الدین کو اپنا صدر چنا تھا اور 1964ء میں وفات تک وہ اس عہدے پر فائز رہے۔ خواجہ ناظم الدین کے انتقال کے بعد مشرقی پاکستان کے محمد افضل اس کے قائد رہے اور 1967ء میں میاں ممتاز دولتانہ صدر منتخب ہوئے۔

اس کا معاشی پروگرام 29 ستمبر 1968ء کو مرکزی کونسل کے اجلاس منعقدہ لاہور میں ایک قرار داد کی صورت میں منظور کیا گیا جو سردار شوکت حیات نے پیش کی تھی۔ اس کی رو سے قرار پایا گیا تھا کہ " چونکہ " یہ لازمی ہے کہ ایک ایسے اسلامی معاشرے کا قیام عمل میں لایا جائے جو اسلام کے اخوت و مساوات اور عدل و انصاف پر مبنی مسلم معاشرتی اور اقتصادی اصولوں کی بنیاد پر استوار ہو اور ضروری ہے کہ ہم بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے موجودہ اقتصادی و معاشرتی مقاصد کے حصول کی جانب گامزن ہوں اور پاکستان کے عوام الناس کی ان معاشی و معاشرتی مشکلات کے حقیقی حل کی خاطر، جو انہیں ضروریات زندگی کے آبرومندانہ حصول کی راہ میں درپیش ہیں، کوشاں ہوں۔

1970ء کے انتخابات کے لیے جو پروگرام پیش کیا گیا تھا اس میں پارٹی نے 1956ء کے آئین کی حمایت کا اعلان کیا تھا۔ مسلم لیگ نے مرکز میں دو ایوانوں پر مشتمل پارلیمنٹ تجویز کی۔ اس جماعت نے زیادہ سے زیادہ صوبائی خودمختاری اور بین الصوبائی مساوات کی پرزور حمایت کی اور دفاعی معاہدوں سیٹو اور سنٹو کی مخالفت کی۔ ملک کے لیے آزاد خارجہ پالیسی، اسلامی معاشرتی انصاف اور منصفانہ اقتصادی نظام کی حمایت کی۔ اس نے بنکوں، انشورنس کمپنیوں، فولاد، مشین ٹول، کیمیادی کھاد کی صنعتوں کو قومیانے کے ارادے کا اظہار کیا۔ زمین کی حد بارانی علاقوں میں زیادہ سے زیادہ 500 ایکڑ اور نہری علاقوں میں 250 ایکڑ مقرر کرنے کے ارادے کا اظہار بھی کیا اور اقتدار میں آنے کے بعد قرآنی قوانین کے نفاذ کا وعدہ کیا۔

1970ء کی انتخابی مہم کے دوران اس نے پیپلزپارٹی بالخصوص اس کے سربراہ کو خصوصی طور پر ہدف تنقید بنایا اور مسلم لیگ (کونسل) کی مرکزی تنظیمی کمیٹی کی جانب سے جو انتخابی پمفلٹ شائع کیے گئے اس میں ذوالفقار علی بھٹو کی سابقہ سیاسی روش پر کڑی نکتہ چینی کی گئی۔

1970ء کے انتخابات میں مسلم لیگ (کونسل) نے مشرقی اور مغربی پاکستان سے بالترتیب 50 اور 69 امیدوار کھڑے کیے لیکن یہ صرف 9 نشستوں پر کامیاب ہو سکی جن میں سے سات نشستیں اس نے پنجاب سے حاصل کی ہیں ان میں ایک کامیاب امیدوار ممتاز دولتانہ بھی تھے جنہوں نے انتہائی کم تعداد سے پیپلزپارٹی کے امیدوار کو شکست دی۔

کونسل مسلم لیگ نے اگرچہ رکن سازی اور جماعت کو منظم کرنے پر کوئی توجہ نہیں دی۔ تاہم 1970ء میں یہ دعویٰ ضرور کیا تھا کہ اس کے ارکان کی تعداد 25 لاکھ ہے۔ اس دعوے کے غلط ہونے کا ثبوت عام انتخابات میں اس وقت مل گیا جب نتائج نے یہ بتایا کہ کونسل مسلم لیگ کل پانچ لاکھ ووٹ بھی حاصل نہیں کر سکی۔

1970ء کے انتخابات میں کونسل مسلم لیگ کی شکست کے بعد اس کے صدر ممتاز دولتانہ عملی طور پر سیاست سے کنارہ کش ہوگئے ان کے اس عمل سے لیگ میں مزید بددلی پھیلی اور کونسل مسلم لیگ مزید دو دھڑوں میں تقسیم ہوگئی۔ فیض آباد کے زاہد سرفراز نے اپنا الگ دھڑا بنا لیا اور سیالکوٹ سے خواجہ صفدر نے الگ دھڑا بنا لیا۔ اس دھڑے میں سردار شوکت حیات بھی شامل تھے۔

مسلم لیگ (کنونشن)

یہ جماعت سابق مرحوم صدر ایوب کی ذہنی اختراع تھی۔ صدر ایوب کو جب ایک سیاسی جماعت کی ضرورت ہوئی تو انہوں نے مسلم لیگ پر قبضہ کرنا چاہا مگر مسلم لیگی لیڈروں نے ایسا نہیں کرنے دیا تو جنرل ایوب خان نے اپنے مطلب کے لیے چند لوگوں کا کنونشن بلایا اور الگ مسلم لیگ بنالی۔

اپنے اس نام کی مناسبت سے اسے کونشن مسلم لیگ کا نام دیا گیا اس کے قیام کا پس منظر یہ تھا کہ 1962ء میں سیاسی جماعتوں کی بحالی کے بعد صدر ایوب کو اپنی حکومت اور اقتدار کو سیاسی رنگ دینے کے لیے ایک عدد سیاسی جماعت کی ضرورت تھی۔ اس مقصد کے لیے مسلم لیگ کو منتخب کیا اور کراچی میں مسلم لیگ کا کونشن طلب کیا تاکہ پارٹی کی بحالی کا اعلان کیا جائے اس کونشن میں اس وقت کے وزیروں اور صدر ایوب کے حامی سیاست دانوں کے علاوہ بیشتر پرانے مسلم لیگی شریک نہیں ہوئے البتہ مسلم لیگ کے پرانے ارکان میں سے کچھ ارکان نے صدر ایوب اور کونشن مسلم لیگ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا جن میں چوہدری خلیق الزماں بھی شامل تھے۔ صدر ایوب مسلم لیگ (کونشن) کے صدر چنے گئے۔

درحقیقت کونشن مسلم لیگ ایوب خان کی صدارت کا دوسرا نام تھا۔ ایوب خان کے زمانے میں کیونکہ صنعت کاروں کو ہر قسم کی سہولتیں اور سرکاری سرپرستی حاصل تھی اس لیے انہوں نے اس جماعت کو دل کھول کر عطیات دیئے۔ چنانچہ ملک کے بڑے بڑے صنعت کاروں' بنکاروں اور سرمایہ داروں نے کونشن مسلم لیگ کو کروڑوں روپے بطور عطیہ دیئے کونشن مسلم لیگ کا یہ فنڈ یحییٰ حکومت نے منجمد کر دیا تھا۔

صدر ایوب کے اقتدار کے خاتمے کے ساتھ ہی کونشن مسلم لیگ کا شیرازہ بھی منتشر ہوگیا اور یہ جماعت چند روز میں گوشہ گمنامی میں چلی گئی۔ صدر ایوب نے 21 فروری 1969ء کو یہ اعلان کیا کہ وہ آئندہ انتخابات میں حصہ نہیں لیں گے۔ اس کے بعد انہوں نے 2 مارچ 1969ء کو کونشن لیگ کے کارکنوں کے اجلاس میں مسلم لیگ کی قیادت نبھائے رکھنے سے معذوری کا اظہار کر دیا اور کہا کہ "میں سیاسی آدمی نہیں ہوں اور سیاست میرا مزاج نہیں بن سکتا۔ یوں ایوب خان کے اقتدار اور سیاست سے علیحدہ ہوتے ہی جماعت کا شیرازہ منتشر ہوگیا۔ اور جماعت کے اہم رکن چوہدری خلیق الزماں نے تو یہاں تک اعلان کر دیا تھا کہ "چونکہ" ایوب خان اور ان کے ساتھیوں نے بنیادی جمہوریت کی بجائے براہ راست انتخابات منظور کر لیے ہیں اس لیے یہ جماعت ختم ہو چکی ہے۔

ایوب خان کے صدارت کے عہدے سے علیحدگی کے بعد کونشن مسلم لیگ روبہ تیزی سے انحطاط ہو گئی اس کے کئی نمایاں عہدے دار جماعت سے علیحدہ ہوگئے اور باقی آپس میں گتھم گتھا ہوگئے۔ اس پارٹی کی جڑیں عوام میں نہیں تھیں نہ ہی اس کے پاس کرشماتی قیادت تھی اور نہ ہی اس کے پاس کوئی لائحہ عمل تھا۔ اس جماعت کی شناخت ایوب خان تھے اس وجہ سے یہ لوگوں کو اپنی طرف نہ کھینچ سکی اور ایوب خان کے ساتھ ہی یہ جماعت بھی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

ایوب خان کی صدارت سے علیحدگی کے بعد کونشن مسلم لیگ ختم تو نہ ہوئی لیکن اس پر کسمپرسی کا عالم ضرور طاری ہوگیا اور بہت زیادہ تلاش کے بعد صدارت کا عہدہ مشرقی پاکستان کے فضل القادر چودھری کو سونپ دیا گیا۔ (فضل القادر چودھری بنگال کے سربر آوردہ رہنما تھے وہ وفاقی وزیر اور اسپیکر بھی رہ چکے تھے) ان کی قیادت میں کونشن مسلم لیگ نے 1970ء کے انتخابات میں سرگرمی سے حصہ لیا۔

اس کے منشور کے نمایاں خطوط یہ تھے۔

1- کونشن لیگ وفاقی نظام حکومت کی حامی تھی جس میں دفاع' کرنسی' امور خارجہ' بین الاقوامی تجارت' اور بین الصوبائی مواصلات مرکزی موضوعات ہیں۔

2- یہ اقتصادی ڈھانچے کی غیر مرکزیت اور صوبائی خودمختاری کی حامی تھی۔

3- بنیادی صنعتیں بنک اور انشورنس کے قومیائے جانے کی حمایت کرنا۔

زمین کی حد ملکیت 250 ایکڑ مقرر کرنا۔

مسلم لیگ کنونشن نے 1970 کے انتخابات میں مغربی پاکستان سے 31 اور مشرقی پاکستان سے 93 امیدوار کھڑے کیے لیکن یہ جماعت صرف پنجاب میں دو نشستیں حاصل کر سکی۔ اس کے قائد فضل الحق چوھدری کو بھی شکست کا سامنا کرنا پڑا اس طرح کنونشن مسلم لیگ پاکستان کی تاریخ کا حصہ بن گئی اور یہ سبق چھوڑ گئی کہ صرف وہ پارٹیاں زندہ رہتی ہیں جن کی جڑیں حکومت کی بجائے عوام میں ہوں۔

مسلم لیگ (قیوم گروپ) ---- (71-1969ء)

جس وقت 1958ء میں ملک میں مارشل لاء نافذ کیا گیا اس وقت خان عبدالقیوم خان مسلم لیگ کے صدر تھے مارشل لاء کے دوران انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ جیل سے رہائی کے لیے خان قیوم خان نے ایوب خان سے معافی نامہ تحریر کرکے دیا تھا اور رہائی کے بعد سیاست سے کنارہ کش ہوگئے تھے۔ تاہم جب 1968ء کے اواخر میں ایوب خان کے خلاف عوامی تحریک شروع ہوئی اور ایوب خان سیاست اور مسلم لیگ دونوں سے ریٹائر ہوگئے تو کونشن مسلم لیگ کو لیڈر کی تلاش ہوئی اس موقع پر کونشن مسلم لیگ کے بعض اہم ارکان کی طرف سے یہ تجویز پیش کی گئی کہ خان عبدالقیوم خان کو جماعت کی قیادت سونپ دی جائے خود ایوب خان کے دور صدارت میں بعض ارکان نے یہ تجویز بھی پیش کی تھی کہ ایوب خان آئینی طور پر خان عبدالقیوم خان کو لیگ کا نائب صدر بنا کر جماعتی صدر کے اختیارات انہیں سونپ دیں تو جماعت ختم

ہونے سے بچ جائے گی۔ تاہم یہ مسئلہ اس لیے حل نہ ہوسکا کیونکہ خان عبدالقیوم کی شخصیت صوبہ سرحد کے سیاست دانوں میں متنازعہ تھی اور خان حبیب اللہ خان' فدا محمد خان اور مسلم لیگ کے بعض اہم ارکان ان کی قیادت کے خلاف تھے۔ تاہم ایوب خان انہیں اپنی مسلم لیگ کا نائب صدر بنانے پر رضامند ہو گئے لیکن خان قیوم خان نے نمبر2 ہونے سے انکار کر دیا اور اپنی علیحدہ جماعت قائداعظم مسلم لیگ کے نام سے قائم کر دی جس کے منتظم اعلیٰ صاحبزادہ حسن محمود مقرر ہوئے۔

مارچ 1969ء میں مارشل لاء نافذ ہونے کے بعد جب سیاسی سرگرمیوں کی اجازت دی گئی تو حسن محمود' خان قیوم خان اور چودھری وحید الزماں نے تینوں مسلم لیگوں کو مدغم کر کے ایک جماعت بنانے کی کوششیں شروع کیں۔ بعض اخبارات میں ان کوششوں کی غیر معمولی تشہیر بھی کی گئی اور سندھ' سرحد اور پنجاب کے بعض علاقوں کے کونشن اور کونسل مسلم لیگ سے متعلق کچھ افراد نے خان قیوم خان اور حسن محمود سے اشتراک و تعاون بھی کیا تاہم تینوں لیگوں کے ادغام کا عملی مظاہرہ غالباً اس لیے نہیں ہوسکا کہ ہر لیگ قیادت اپنے پاس رکھ کر اپنا وجود برقرار رکھنا چاہتی تھی اور دوسروں سے یہ امید رکھتی تھی کہ وہ اپنا وجود ختم کر کے خود اس میں مدغم ہو جائیں گی بہرحال اسی مہم کے بعد خان عبدالقیوم خان نے اپنی جماعت کا نام قائداعظم مسلم لیگ سے پاکستان مسلم لیگ کر دیا اور اسی کو "اصلی" مسلم لیگ قرار دیا۔

قیوم لیگ خان عبدالقیوم کی شخصیت کے اردگرد گھومتی تھی۔ سرحد کے صوبے میں اس کی بنیاد بہت مضبوط تھی اسی وجہ سے صوبہ سرحد میں قیوم لیگ بہت مقبول تھی۔ 1970ء کے انتخابات کے موقع پر مسلم لیگ (قیوم) کی مجلس عاملہ نے اپنے ایبٹ آباد کے اجلاس منعقدہ 17' 18 اگست 1970ء کو جو منشور منظور کیا وہ ان نمایاں خطوط پر مشتمل تھا۔

1- بھاری صنعتوں کو قومیانا۔

2- ایک جمہوری آئین جس میں اس کی خلاف ورزی کے خلاف تحفظات ہوں اور جمہوری نظام کی ترویج اس کا استمرار ہوں۔

3- اس امر کی یقین دہانی کہ تمام پاکستانیوں کی بنیادی ضروریات پوری ہوں یعنی روٹی' کپڑا اور مکان' طبی سہولتیں اور تعلیم۔

4- پبلک سیکٹر میں تمام صنعتی اداروں کے ساختیاتی اور انتظامی امور کا سدھار۔

د- صنعتی شعبے میں ملکیت کو محدود کرنا۔

6- زمین کی حد ملکیت پر نظر ثانی کرنا' تعلیم کو لازمی قرار دینا' مسلمانوں کے لیے شراب نوشی کی ممانعت کرنا اور اقلیتوں کو ان کے حقوق دینا۔

مسلم لیگ کے بقایا دو دھڑوں کی طرح اس مسلم لیگ نے بھی تنظیمی امور پر کوئی توجہ نہیں دی بلکہ صوبہ سرحد اور سندھ کی چند سرکردہ شخصیتوں کے اثر و رسوخ کے سہارے انتخابات میں حصہ لیا اور قومی اسمبلی اور صوبہ سرحد کی صوبائی اسمبلی میں دوسری جماعتوں کے مقابلے میں کامیابی حاصل کر لی۔

قیوم لیگ نے ملک بھر میں 1970ء کے انتخابات میں 132 نشستوں کے لیے اپنے امیدوار کھڑے کیے جن میں سے صرف 9 کامیاب ہوئے۔ ان میں خان عبدالقیوم خان اور یوسف خٹک کے علاوہ باقی سات اراکین بھی صوبہ سرحد سے ہی تھے۔

پاکستان پیپلزپارٹی---(71-1969ء)

1965ء میں پاکستان اور بھارت جنگ کے بعد جب تاشقند کے مقام پر معاہدہ امن پر دستخط ہوئے تو اس کے بعد پاکستان کے وزیر خارجہ مسٹر بھٹو اور صدر ایوب خان کے اختلافات کی ابتداء ہوئی اس وقت یہ کہا گیا تھا کہ مسٹر بھٹو بھارت کے ساتھ معاہدہ امن کے حق میں نہیں تھے اور بھارت فیصلہ کن جنگ چاہتے تھے۔ جنوری 1966ء میں ملک میں معاہدہ تاشقند کے خلاف علماء نے احتجاج کا سلسلہ شروع کیا جس میں حزب مخالف کی بہت سی جماعتیں ان کی حمایت کر رہی تھیں جن میں کونسل مسلم لیگ پیش پیش تھی۔

اسی اثناء میں مسٹر بھٹو نے وزارت سے استعفیٰ دے دیا۔ واپس آئے تو لاہور کے ریلوے اسٹیشن پر ان کا بہت گرم جوش استقبال کیا گیا اور یوں ان کا عوام سے پہلا رابطہ ہوا۔ مسٹر بھٹو کچھ عرصے کے لیے ملک سے باہر چلے گئے۔

دریں اثناء لاہور میں کچھ دانشور جن میں اخبار نویس' اساتذہ' وکلاء اور سرکاری ملازم بھی شامل تھے' ایک ہفتہ وار ادبی اجلاس میں ملک کے مسائل پر بحث کر کے ان مسائل کے ممکنہ حل کے بارے میں گفتگو کیا کرتے تھے یہ اجلاس ڈاکٹر مبشر حسن کی رہائش گاہ پر منعقد ہونے لگے۔ ان افراد نے مسٹر بھٹو سے رابطہ کیا اور مسٹر بھٹو اور مسٹر جے اے رحیم سے مل کر ایک نئی سیاسی جماعت قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

پارٹی کا تاسیسی اجلاس 30 نومبر اور یکم دسمبر 1967ء کو لاہور میں ڈاکٹر مبشر حسن کی رہائش گاہ میں منعقد ہوا جس میں پارٹی کا نام پاکستان پیپلزپارٹی تجویز کیا گیا اور پارٹی کے رہنما اصول منظور کیے گئے۔

(الف) اسلام ہمارا دین ہے۔

(ب) جمہوریت سیاست ہے۔

(ج) سوشلزم ہماری معیشت ہے۔

(د) طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔

اس اعلان کے بعد یکم دسمبر 1967ء کو پاکستان پیپلز پارٹی کے قیام کا اعلان کر دیا گیا جس کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو اور جنرل سیکرٹری جے اے رحیم مقرر ہوئے ایک سہ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں محمد حنیف رامے، ڈاکٹر مبشر حسن اور جے اے رحیم شامل تھے۔ جو پارٹی کے بانی رکن کہلائے۔

بھٹو صاحب کی کرشماتی، سیاسی شخصیت کے باوجود بھی پیپلز پارٹی مشہور اور روایتی انداز کے ممتاز سیاست دانوں کو اپنی طرف نہ کھینچ سکی۔ البتہ بھٹو کے نوجوان ولولہ انگیز امیج کے سبب اس پارٹی میں شروع ہی سے نوجوانوں کے لیے خاصی کشش موجود تھی۔ نوجوان کارکنوں کی مدد سے اس کے دفاتر شہروں اور قصبوں میں کھولے گئے اور پارٹی کے پروگراموں کی عوام میں خوب تشہیر کی گئی۔ روٹی، کپڑا اور مکان کے نعروں نے اسلامی مساوات اور تمام صنعتوں اور زمینوں کو قومیانے کے انقلابی ارادوں نے پارٹی کو عوام میں بہت مقبول بنا دیا۔ جدید انداز کے موثر پراپیگنڈہ کی مدد سے سیاسی مہم کا بہت اچھا آغاز کیا گیا اور نسبتاً بہت تھوڑے ہی عرصے میں پیپلز پارٹی باقی پارٹیوں کو پیچھے چھوڑ گئی۔

اس پارٹی کی قوت کا سرچشمہ طالب علم، مزدور، کسان اور محروم لوگ تھے۔ پیپلز پارٹی کی مقبولیت کا راز اس کے انقلابی انداز اور اس کے اقتصادی پروگرام میں مضمر تھا۔

پاکستان پیپلز پارٹی کو بہت جلد ملک کے غریب طبقے کی حمایت حاصل ہونا شروع ہوئی۔ پارٹی کی اصل قوت مغربی پاکستان کا نوجوان طبقہ تھا۔ جو ملک میں سوشلزم اور مساوات پر مبنی معاشرے کے قیام کا خواہش مند تھا۔ پارٹی کے قیام کے قریباً ایک سال بعد اکتوبر، نومبر 1968ء میں ایوب خان حکومت کے خلاف عام بے چینی نے عوامی تحریک کی صورت اختیار کر لی اس تحریک کے دوران اس کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے مغربی پاکستان کے عوام میں وہ جگہ بنائی جو پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ قائداعظم کی قیادت میں مسلم لیگ کو 1940ء سے 1947ء تک اور 1969-70 میں مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ اور شیخ مجیب الرحمٰن کو حاصل تھی۔

1968-69ء میں پارٹی نے نیشنل عوامی پارٹی (بھاشانی گروپ) کے ساتھ مل کر صدر ایوب کے مذاکرات کے لیے گول میز کانفرنس کا بائیکاٹ کیا اور ملک میں دوبارہ مارشل لاء نافذ ہونے پر دائیں بازو کی تمام قدامت پسند جماعتوں کی مشترکہ نکتہ چینی اور مخالفت کا سامنا کیا۔

ابتدائی طور پر آبادی کا بہت چھوٹا حصہ جو طلباء نوجوان، فوجی افراد، دانشوروں کی معمولی سے کھیپ اور نیم متوسط طبقہ پر مشتمل تھا پارٹی کی اساس بنا۔ تاہم اس وقت ملک میں حکومت کے خلاف پھیلی ہوئی وسیع بے اطمینانی، جمہوری تحریک کے ابھار اور پیپلز پارٹی کے پیش کردہ مطالبات کی ترقی پسندانہ نوعیت نے پی پی پی کی توسیع کے امکانات روشن کر دیئے۔ جس سے وہ پاکستان کے مغربی حصے میں سب سے موثر سیاسی تنظیم بننے میں کامیاب ہوئی اور اس قابل ہوئی کہ تنہا منزل مقصود کی طرف گامزن ہو سکے۔

بنکوں، بیمہ کمپنیوں، بڑی صنعتوں جن میں توانائی پیدا کرنے والی صنعتیں شامل ہیں اور ذرائع نقل و حمل کو قومی ملکیت میں لینا اس پارٹی کے پروگرام کا حصہ تھا زرعی اصلاحات نافذ کرنے کسانوں کا استحصال روکنا اور ٹریڈ یونینوں کو مضبوط کرنا بھی اس پارٹی کے پروگرام میں شامل تھا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے 1970ء کے عام انتخابات سے قبل ٹیلی ویژن پر اپنی نشری تقریر میں غربت کے استحصال اور بے روزگاری کو مٹانے کا اور قوم کو جو علاقائی تعصبات کی بناء پر تقسیم ہو چکی تھی متحد کر کے ایک مضبوط قوم بنانے کا وعدہ کیا تھا۔

1970ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی قومی اسمبلی کی مغربی پاکستان سے 82 نشستیں حاصل کر کے اس حصے کی سب سے بڑی پارٹی کے طور پر ابھری۔ صوبائی اسمبلیوں میں سندھ اور پنجاب میں اس نے واضح اکثریت حاصل کر لی۔ پیپلز پارٹی کو سب سے زیادہ حمایت پنجاب میں حاصل ہوئی اس کی وجہ سوشلزم کے نعرے کے علاوہ یہ بھی تھی کہ پنجاب متعدد بار بھارتی جارحیت کے نتائج بھگت چکا تھا اور پیپلز پارٹی اور مسٹر بھٹو کا نظریہ بھارت سے مقابلہ کرنے اور عدم مفاہمت کا تھا۔ ان کی اسی پالیسی کی وجہ سے پنجاب میں مسٹر بھٹو کو 1965ء کی جنگ کا ہیرو سمجھا جاتا تھا۔ ان کے متعلق اس تاثر کو اس وجہ سے بھی تقویت حاصل ہوئی کہ انہوں نے معاہدہ تاشقند سے اختلاف کرتے ہوئے وزارت چھوڑ دی اور اس کے بعد کنونشن لیگ سے مستعفی ہو گئے۔ سقوط مشرقی پاکستان اور انتخابات کے درمیانی عرصے میں ملک کی سیاست میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں مغربی پاکستان کی ان چھوٹی چھوٹی سیاسی پارٹیوں، جنہوں نے انتخابات میں چند نشستیں حاصل کی تھیں عوامی لیگ سے مفاہمت حاصل کرنی چاہیے تھی۔ تاہم شیخ مجیب الرحمٰن نے اپنی واضح اکثریت کی وجہ سے مغربی پاکستان کی کسی جماعت کو اہمیت نہیں دی اور اقتدار کی منتقلی کا مطالبہ کیا اس وقت پیپلز پارٹی نے یہ موقف اپنایا کہ چونکہ مشرقی اور مغربی پاکستان دو بہت واضح حصوں کی صورت میں ظاہر ہوئے ہیں اور انتخابات کے نتائج نے ثابت کر دیا تھا کہ عوامی لیگ، مغربی پاکستان میں اور مغربی پاکستان کی کوئی جماعت مشرقی پاکستان میں خاطر خواہ اثر نہیں رکھتی اس لیے اسمبلی کا اجلاس شروع ہونے سے قبل دونوں حصوں کی بڑی جماعتوں یعنی عوامی لیگ اور پیپلز پارٹی میں مجوزہ آئین کے بنیادی

نکات پر مفاہمت ضروری ہے تاکہ آئین بنانے کی 120 دن کی جو مدت مقرر ہے وہ غیر ضروری بحث و مباحثہ میں ضائع نہ ہو جائے۔ مسٹر بھٹو نے تین شرائط پیش کی تھیں۔

(1) آئین بنانے کے لیے ایک سو بیس دن کی مدت کی پابندی ختم کی جائے۔ یا

(ب) عوامی لیگ پیپلز پارٹی سے اسمبلی سے باہر گفت و شنید کرے۔ یا

(ج) عوامی لیگ اپنے نکات میں تبدیلی کی حامی بھرے۔

شیخ مجیب نے ان شرائط میں سے کسی ایک کو بھی تسلیم نہیں کیا۔

مسٹر بھٹو نے یہ کہہ کر اسمبلی کے اجلاس کا بائیکاٹ کر دیا کہ اگر وہ چھ نکات کی بنیاد پر بننے والے آئین میں حصہ دار نہیں بنیں گے تو مغربی پاکستان کے عوام سے غداری کے مرتکب ہوں گے۔ عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں 7 مارچ سے سول نافرمانی کی تحریک شروع کی اور یحییٰ خان نے فوجی کارروائی کی ابتدا کی۔

16 دسمبر 1971ء کو پاکستانی فوجوں نے مشرقی پاکستان میں بھارتی فوجیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور اس طرح مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا۔ 20 دسمبر 1971ء کو آغا محمد یحییٰ خاں کے مستعفی ہونے پر مسٹر بھٹو نے باقی ماندہ پاکستان کے صدر کی حیثیت سے عہدہ سنبھالا۔

عوامی لیگ ---- (71-1969ء)

مارشل لاء کے خاتمے اور 1962ء کے آئین کے نفاذ کے بعد باقی پارٹیوں کے ساتھ عوامی لیگ بھی بحال ہو گئی۔ بحالی کے وقت عوامی لیگ کے سربراہ حسین شہید سہروردی ملک سے باہر تھے۔ سہروردی کے انتقال کے بعد 1964ء میں عوامی لیگ کی مجلس عاملہ نے لاہور میں چھ نکاتی پروگرام مرتب کیا تو عوامی لیگ کے مغربی پاکستانی عناصر نوابزادہ نصر اللہ خان کی قیادت میں شیخ مجیب الرحمٰن سے الگ ہو گئے۔ اس طرح عوامی لیگ (چھ نکاتی) اور عوامی لیگ (نوابزادہ گروپ) دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئی۔ مشرقی پاکستان میں نوابزادہ نصر اللہ خان کے ساتھ صرف چند شخصیتیں رہ گئیں اور مشرقی پاکستان کے تمام عوامی لیگی شیخ مجیب کے ساتھ ہو گئے۔

عوامی لیگ کے چھ نکات کے مطابق صوبوں کو مکمل خودمختاری حاصل ہوتی اور مرکز کے پاس صرف دفاع اور امور خارجہ کے محکمے رہ جاتے ان میں بھی مشرقی پاکستان کو اپنی علیحدہ ملیشیا بنانے اور بیرونی ملکوں سے اپنے طور پر تجارتی تعلقات قائم کرنے کا اختیار حاصل ہوتا اس کے علاوہ ملک کے دونوں حصوں کی علیحدہ کرنسی، بیرونی تجارت میں خودمختاری، ٹیکس وصول کرنے کی خودمختاری، سٹیٹ بنک کو دو حصوں میں تقسیم کرنا شامل تھا۔ اس طرح مشرقی پاکستان کا تعلق مرکز سے صرف برائے نام رکھنا مقصود تھا۔

شیخ مجیب نے عوامی لیگ کے پروگرام اور حمایت کی بنیاد، مغربی پاکستان کو مطعون کرنے اور مشرقی پاکستان کے تمام مصائب کا ذمہ دار مغربی پاکستان، خاص طور پر پنجاب کو ٹھہرانے پر رکھی تھی لہٰذا ان کے پروگرام میں سوائے صوبائی خودمختاری کے اور کوئی بات نظر نہیں آتی تھی ان کے اس پروگرام کو مشرقی پاکستان میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی اس لیے کہ ایوب حکومت کے دور میں مضبوط مرکز کی آڑ میں آمریت پروان چڑھ رہی تھی۔ جس کی وجہ سے مشرقی پاکستان کے عوام کی تکالیف میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ایوب خان نے مشرقی پاکستان میں بھی اپنے حامیوں اور خوشامدیوں کا ایک چھوٹا سا گروہ اکٹھا کر لیا تھا جو مشرقی پاکستان کی نمائندگی کا دعوے دار تھا، تمام ذرائع ابلاغ پر حکومت کا مکمل کنٹرول تھا۔ اس لیے عوام کی شکایات اور بے چینی منظر عام پر نہ آئیں۔ دسمبر 1967ء میں حکومت نے کچھ افراد کو حکومت اور ملک کے خلاف سازش کے الزام میں گرفتار کر لیا ان کی گرفتاریوں کا اعلان یکم جنوری 1968ء کو ایک سرکاری پریس نوٹ میں کیا گیا۔ 6 جنوری کو 28 افراد کی گرفتار کا اعلان کیا گیا جن میں تین ڈی ایس پی افسران اور بحریہ، فضائیہ اور بری افواج کے افسر اور جوان شامل تھے۔ ان افراد پر بھارت سے ساز باز کر کے مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا منصوبہ بنانے کا الزام تھا۔ اس سلسلے میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ ان "سازشوں" میں سے کچھ افراد نے بھارت سے اگرتلہ نامی جگہ پر سازش تیار کی تھی اس لیے اس مقدمے کو "اگرتلہ سازش کیس" کا نام دیا گیا۔ 18 جنوری کو اس سازش کا سرغنہ شیخ مجیب الرحمٰن کو قرار دیا گیا اور انہیں سازش کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔

گرفتاری کے وقت شیخ مجیب الرحمٰن پہلے ہی ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت گرفتار تھے۔ مئی 1968ء تک سازش کے الزام میں 1046 افراد کو گرفتار کیا گیا تھا اور انہیں فوج کے حوالے کر دیا گیا تھا اپریل 1968ء میں صدر ایوب نے ایک آرڈی ننس کے ذریعے خصوصی تین رکنی ٹریبونل قائم کیا تاکہ مقدمے کی سماعت کر سکے اس ٹریبونل کے سربراہ پاکستان کے سابق چیف جسٹس ایس اے رحمٰن تھے۔ ٹریبونل نے جون میں مقدمے کی سماعت شروع کی اور 27 جنوری 1969ء تک مقدمے کی سماعت کی اور 251 گواہوں کے بیانات قلم بند کیے جن میں ملزموں میں سے گیارہ وعدہ معاف گواہ بھی شامل تھے۔ بعد میں یہ مقدمہ صدر ایوب نے عوامی تحریک کے دوران واپس لے لیا۔ مقدمے کی واپسی کے لیے جمہوری مجلس عمل کے علاوہ ان سیاسی جماعتوں اور لیڈروں نے بھی مطالبہ کیا تھا جو جمہوری مجلس عمل میں شامل نہیں

تھیں۔ مقدمے کی واپسی سے قبل عوامی تحریک کے دوران مشرقی پاکستان کے ایک مجمع نے ٹریبونل کے چیئرمین ایس اے رحمٰن کی رہائش گاہ پر ہلہ بول دیا تھا جہاں ٹریبونل کے سربراہ بمشکل بچ کر نکل سکے تھے۔ اگرتلہ سازش کیس کی واپسی اور شیخ مجیب الرحمٰن کی 33 ماہ کی نظربندی کے بعد رہائی سے ملکی سیاست نے نیا رخ اختیار کیا اور جمہوری مجلس عمل کی صدر ایوب سے بات چیت ناکام ہوگئی اور ملک میں دوبارہ مارشل لاء نافذ کر دیا گیا صدر ایوب نے اختیارات اور صدارت جنرل یحیٰی خان کو سونپ دی۔ عوامی لیگ نے 1970ء کے انتخابات بھی چھ نکات کی بنیاد پر لڑے جن میں مشرقی پاکستان کے تمام طلباء (سوائے اسلامی جمعیت طلباء کی چھوٹی سی اقلیت کے) کی جماعت سٹوڈنٹس آل پارٹیز کمیٹی طفیل احمد کی قیادت میں عوامی لیگ کی بھرپور مدد کر رہی تھی۔ 1970ء کے انتخابات میں عوامی لیگ نے فقید المثال کامیابی حاصل کی اور قومی اسمبلی کی 171 نشستوں میں سے 169 حاصل کیں ایک نشست پر عوامی لیگ کے راجہ تری دیو رائے کا مقابلہ نہیں کیا گیا تھا۔ انتخابات کے ان نتائج نے شیخ مجیب کو مشرقی پاکستان کا مسلمہ قائد ثابت کر دیا اور 169 نشستیں حاصل کرکے انہوں نے نیشنل اسمبلی میں واضح اکثریت بھی حاصل کرلی۔ عام انتخابات کے ان نتائج نے مشرقی اور مغربی پاکستان کو دو علیحدہ یونٹوں میں تقسیم کر دیا کیونکہ عوامی لیگ مغربی پاکستان میں اپنا وجود ثابت کرنے میں ناکام رہی تھی اور مغربی پاکستان کی سب سے بڑی جماعت پیپلز پارٹی (64 نشستیں) مشرقی پاکستان میں موجود نہیں تھی چنانچہ مسٹر زیڈ اے بھٹو اور شیخ مجیب الرحمٰن آئین سازی کے سلسلے میں کسی سمجھوتے پر متفق نہ ہوسکے اور ان دونوں کے توطل نے اسمبلی کے اجلاس کو متعدد بار ملتوی کرایا۔ 28 فروری 1971ء کو پیپلز پارٹی کے چیئرمین نے اسمبلی کا بائیکاٹ کرنے کا اعلان کیا اور 8 مارچ 1971ء کو عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں سول نافرمانی کی تحریک کا آغاز کیا جس نے بہت جلد تشدد اور "بغاوت" کا رنگ اختیار کر لیا۔ یحیٰی حکومت نے شیخ مجیب کو گرفتار کرکے عوامی لیگ کو خلاف قانون قرار دے دیا اور جماعت اسلامی کے تعاون سے مشرقی پاکستان میں ایک سول حکومت مقرر کی جس کے گورنر ڈاکٹر مالک تھے ملک کے وزیراعظم نور الامین اور نائب وزیراعظم مسٹر بھٹو نامزد ہوئے۔ مشرقی پاکستان میں سابق عوامی لیگی ارکان اسمبلی کی سکریننگ کے بعد خالی نشستوں کو پر کرنے کے لیے بلامقابلہ ضمنی "انتخابات" کیے گئے جس میں ملک کی قریباً تمام جماعتوں نے اپنے اپنے حصے کی نشستیں حاصل کیں تاہم مشرقی پاکستان پر بھارتی حملے نے یہ صورت حال زیادہ دیر قائم نہیں رہنے دی اور ملک کے اس حصے کا رابطہ مغربی حصے سے ختم ہوگیا اور وہ تمام لوگ جو فوج، پولیس اور سول کے دیگر محکموں کی کارکردگی بحال کرنے مشرقی پاکستان گئے تھے کسمپرسی کے عالم میں ایک اجنبی سرزمین پر دشمنوں میں گھر گئے۔ شیخ مجیب کی صوبائی خودمختاری کی تحریک بالاخر بھارت اور مشرقی پاکستان کے بھارت نواز انتہا پرست عناصر کی مدد سے علیحدگی پر ختم ہوئی اور اس طرح عوامی لیگ نے 24 سال بعد پاکستان کے ایک بڑے حصے کو بنگلہ دیش کے نام سے پاکستان سے الگ کر دیا۔ اسی اثناء میں یحیٰی حکومت نے شیخ مجیب کو غداری کے الزام میں سزائے موت سنا دی تھی لیکن مشرقی پاکستان میں شکست کے بعد یحیٰی خان نے جب اقتدار مسٹر بھٹو کو سونپا تو انہوں نے شیخ مجیب کو غیر مشروط طور پر رہا کر دیا۔

عوامی لیگ (نوابزادہ نصراللہ گروپ) --- (71-1969ء)

عوامی لیگ کے وہ ارکان جنہیں چھ نکات سے اتفاق نہیں تھا نوابزادہ نصراللہ خان کی قیادت میں علیحدہ ہوگئے تھے۔ عملی طور پر یہ گروپ صرف مغربی پاکستان میں تھا اور یہاں بھی اس میں صرف چند شخصیتیں تھیں۔ عوام کو اس گروپ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور نہ ہی اس کی کوئی باقاعدہ تنظیم تھی بعد ازاں یہ گروپ پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی میں ضم ہوگیا۔

جمعیت علمائے اسلام --- (71 - 1969)

1962ء میں سیاسی جماعتوں کی بحالی کے اعلان کے ساتھ ہی ہزاروی گروپ نے بحالی کا اعلان کر دیا جبکہ عثمانی گروپ نے اپنی تنظیم بحال کرنے کا اعلان نہیں کیا اس کی وجہ یہ بتائی کہ وہ علماء کی صفوں میں مزید نفاق پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ تاہم جب جمعیت علمائے اسلام نے بائیں بازو کی جماعتوں کی حمایت شروع کی تو جمعیت کے سابق صدر مفتی محمد شفیع نے خط و کتابت کے ذریعے مولانا غلام غوث ہزاروی اور مفتی محمود کو اس کی حمایت سے باز رکھنے کی کوشش کی اور انتخابی مہم کے دوران دائیں بازو کی جماعتوں کی حمایت کی۔

مارشل لاء کے بعد بھی 1962ء میں مارشل لاء ختم ہونے پر جمعیت کے قائم مقام امیر کی حیثیت سے جمعیت کی بحالی کا اعلان کیا اور نئے انتخابات میں مولانا درخواستی امیر اور غلام غوث ہزاروی سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے۔ اسی سال مشرقی پاکستان میں صوبائی شاخ قائم کی گئی۔ مئی 1968ء میں دونوں صوبوں کے نمائندوں کا کل پاکستان اجلاس لاہور میں منعقد ہوا اور مرکزی تنظیم کا انتخاب کیا گیا جس میں پانچ عہدے دار مغربی پاکستان سے اور چار مشرقی پاکستان سے منتخب ہوئے اور مفتی محمود کو مرکزی تنظیم کا سیکرٹری جنرل منتخب کیا گیا۔ دوبارہ مارشل لاء نافذ ہونے کے بعد جمعیت علمائے اسلام نے انتخابی مہم کے دوران جاگیرداری اور سرمایہ داری کے خلاف بائیں بازو کی جماعتوں کی بھرپور حمایت کی۔

جمعیت نے 1970ء کے انتخابات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا چنانچہ جمعیت علمائے اسلام نے بلوچستان اور سرحد کے کچھ علاقوں میں خاص طور پر بنوں' کوہاٹ اور ڈیرہ اسماعیل خان سے وفاقی اسمبلی میں سات نشستیں حاصل کیں۔ مفتی محمود نے ڈیرہ اسماعیل خان سے بھٹو کو 1970ء میں شکست دے کر ملکی سیاست کے میدان میں شہرت حاصل کی۔ جمعیت علمائے اسلام نے 1970ء کے انتخابات میں صوبائی اسمبلیوں کے لیے چار اور بلوچستان میں دو نشستیں حاصل کیں۔ اس طرح نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت علمائے اسلام ان صوبوں میں بڑی جماعتوں کی حیثیت سے ابھریں۔

نیشنل عوامی پارٹی --- (71 - 1969)

سیاسی جماعتوں کی بحالی کے ساتھ ہی نیشنل عوامی پارٹی کی بحالی کا اعلان کر دیا گیا اور اس جماعت نے اپنے صدر مولانا عبدالحمید خان بھاشانی کی قیادت میں دوبارہ مزدوروں اور کسانوں کو منظم کرنا شروع کر دیا۔ 1964ء کے صدارتی انتخاب میں نیشنل عوامی پارٹی نے متحدہ حزب اختلاف میں شامل ہو کر ایوب خاں کے خلاف محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت کی اسی انتخاب کے بعد یہ جماعت بھی دو گروہوں میں تقسیم ہو گئی۔

نیشنل عوامی پارٹی کے کچھ ارکان اور لیڈروں نے صدارتی انتخاب کے بعد مولانا بھاشانی پر یہ الزام عائد کیا کہ انہوں نے انتخابات کے دوران بالواسطہ طور پر ایوب خان کی حمایت کی ہے کیونکہ انہوں نے فاطمہ جناح کی انتخابی مہم میں سرگرم حصہ نہیں لیا۔ اس الزام کا جواز تلاش کرتے ہوئے مولانا بھاشانی کے مخالفین نے یہ دلیل دی کہ مولانا کو صدر ایوب کی خارجہ پالیسی خصوصاً چین سے بڑھتے ہوئے دوستانہ تعلقات پسند تھے اور وہ اس پالیسی کو پاکستان کے ترقی پسند افراد کے لیے سود مند سمجھتے تھے اس لیے ان کے مقابلے میں فاطمہ جناح کو جو بنیادی طور پر مسلم لیگ کے ذہن کی مالک تھیں صدر بنانا نہیں چاہتے تھے۔ اس الزام کے علاوہ ایک اور اہم وجہ بھی اس جماعت کی تقسیم کی ذمہ دار تھی اور وہ تھی بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک میں چین اور روس کے نظریاتی اختلافات---- چین اور روس کے نظریاتی اختلافات کی ابتداء 1958ء میں پیدا ہو چکی تھی تاہم 1962ء میں بھارت اور چین کی سنجیدہ سرحدی جھڑپ کے دوران روس کی بھارت نوازی نے روس اور امریکہ کو ایک ہی صف میں چین کے خلاف لا کھڑا کیا اس کے بعد چین اور روس کے نظریاتی اختلافات میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا گیا جس کا اثر تمام دنیا میں کمیونسٹوں' ان کے ہمسفروں یا ہمدردوں پر بھی پڑا اور ساری دنیا میں کمیونسٹ اور ترقی پسند افراد دو گروہوں میں بٹ گئے ایک روس کے حامی کہلاتے تھے اور دوسرے چین کے۔ مولانا بھاشانی کی پالیسی بہت واضح طور پر چین کی حمایت میں تھی۔ اس لیے نیشنل عوامی پارٹی کا ایک حصہ جو روس کی حمایت کرتا تھا صوبہ سرحد کے ولی خان اور مشرقی پاکستان کے پروفیسر مظفر احمد کی سرکردگی میں بھاشانی گروپ سے علیحدہ ہو گیا۔

نیشنل عوامی پارٹی کے دو حصوں میں تقسیم ہو جانے سے اس جماعت کی کارکردگی اور عوام میں اس کا اثر و رسوخ بھی متاثر ہوا ورنہ مارشل لاء کے بعد وجود میں آنے والی سیاسی جماعتوں میں یہ واحد جماعت تھی جس کے پاس مخلص اور بے لوث کارکنوں کی کثیر تعداد موجود تھی۔ جو مزدوروں اور کسانوں میں کافی اثر رکھتے تھے' جماعت تقسیم ہو جانے سے مغربی پاکستان میں مولانا بھاشانی کا اثر و رسوخ بہت محدود ہو گیا اور ملک کے اس حصے میں جو نیشنل عوامی پارٹی نظر آتی تھی وہ ولی خان گروپ کے نام سے پہچانی جاتی تھی۔

نیشنل عوامی پارٹی کے دونوں گروپوں کی پالیسی بظاہر یکساں نظر آتی تھی۔ دونوں گروپ سوشلزم کے حق میں اور مغرب نواز پالیسی کے خلاف تھے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پالیسیوں میں بھی واضح فرق نمایاں ہو گیا۔

1968-69ء کی تحریک جمہوریت کے دوران ولی گروپ نے پی ڈی ایم (پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ) میں شامل ہو کر صدر ایوب سے مذاکرات میں حصہ لیا جب کہ مولانا بھاشانی نے مذاکرات کے بائیکاٹ اور انتخابات کے بائیکاٹ کا نعرہ لگایا اور صدر ایوب کے ساتھ گول میز کانفرنس میں شرکت سے انکار کر دیا اور بعد ازاں ولی گروپ نے سوشلزم کا نعرہ چھوڑ کر جمہوریت اور آزاد خارجہ پالیسی کا نعرہ اپنا لیا۔

نیشنل عوامی پارٹی کو سرحد اور بلوچستان کے کچھ حصوں میں سیاسی حمایت حاصل تھی دوسرے حصوں میں نہ اس کی سیاسی بنیاد تھی اور نہ ہی یہ وہاں منظم تھی۔ اس کے 1970ء کے منشور کے نمایاں نکات یہ تھے کہ نیپ پاکستان میں سوشلزم نافذ کرنا چاہتی تھی معاشرتی انصاف' جمہوریت' آزادانہ خارجہ پالیسی جس میں ہندوستان کے ساتھ دوستانہ مراسم شامل ہیں' اس کے پروگرام کا حصہ تھے صنعتوں کو قومیانے اور ایک فلاحی معاشرے کے قیام کی حمایت اس پارٹی کے منشور کی خصوصیات تھیں۔

انتخابات 1970ء کے بعد یہ پارٹی صف اول کی مخالف پارٹی کے طور پر ابھری۔ ملک کے دونوں حصوں میں اس نے قومی اسمبلی کی نشستوں کے لیے 64 امیدوار کھڑے کیے اور ولی خان کو شامل کر کے اس کے چھ امیدوار کامیاب ہوئے۔ صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات میں نیشنل عوامی پارٹی نے سرحد میں 13 اور بلوچستان میں 8 نشستیں حاصل کیں۔ ڈاکٹر صفدر محمد کے خیال کے مطابق اس پارٹی کی کامیابی کی وجہ

اس کا منشور اور مقاصد نہیں بلکہ اس کے رہنماؤں کی علاقائی سیاست تھی۔ خان عبدالولی خان کو ان کے مقامی ہونے' ان کی خاندانی سیرت اور سیاسی حیثیت کی وجہ سے صوبہ سرحد کی سیاست میں ہمیشہ سیاسی حمایت حاصل رہی ہے۔

غفار خان کی سیاسی جدوجہد کا مرکزی خیال سرحد کی پسماندگی تھا ایک مصنف کے بقول "ولی خان بحیثیت صدر نیشنل عوامی پارٹی نے 1970ء کے انتخابات کے دوران زمینداروں اور متوسط طبقے کی خصوصاً پشاور اور مردان کے ڈویژنوں میں حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی اور اس مقصد کے پیش نظر ان علاقوں کی پسماندگی کے لیے پنجاب کو ذمہ دار ٹھہرا کر لوگوں کے جذبات کو بھڑکانے کی کوشش کی۔ اس طرح ان ڈویژنوں میں نیشنل عوامی پارٹی کافی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی اس نے اپنے حلقہ انتخاب میں خالص پختون کلچر اور خان عبدالقیوم خان سے جو غیر پختون اور ان کے خیال میں مرکز کے ایجنٹ تھے' انتقام لینے کی خواہش کی بنا پر ووٹ حاصل کرنے کی کوشش کی۔

اس کی علاقائیت اور نسل کی بناء پر اپیل کے باوجود نیشنل عوامی پارٹی صوبے کی سطح پر سرحد یا بلوچستان میں اکثریت حاصل نہ کر سکی۔ قومی اسمبلی کے انتخابات میں سب سے زیادہ ووٹ جمعیت علمائے اسلام نے حاصل کیے۔ 1970ء کے انتخابات کے تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے پشاور اور مردان ڈویژنوں کے نیشنل عوامی پارٹی ایک واضح اکثریت والی پارٹی کے طور پر اپنے آپ کو ثابت نہیں کر سکی۔

1970ء کے انتخابات میں نیشنل عوامی پارٹی کا ولی گروپ مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی کے بعد سب سے بڑی حمایت کے طور پر ابھرا۔ بھاشانی گروپ نے انتخابات میں حصہ نہیں لیا اس کے کارکنوں نے انتخابی مہم کے دوران پیپلز پارٹی کی حمایت کی۔

انتخابات کے بعد پیدا ہونے والے بحران میں نیشنل عوامی پارٹی ولی گروپ نے سیاسی بحران کو حل کرنے کے لیے شیخ مجیب الرحمٰن اور یحییٰ خان سے کئی ملاقاتیں کیں اور دونوں لیڈروں کو آگاہ کیا کہ اس طرز عمل سے پاکستان بالاخر ٹوٹ جائے گا۔ یحییٰ خان نے ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی کر دیا اور عوامی لیگ کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا اور ساتھ ہی نیشنل عوامی پارٹی کو بھی خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔ 1971ء کے نازک ترین دور میں نیشنل عوامی پارٹی کے لیڈر اور ورکر اس کوشش میں مصروف رہے اور حکومت پر زور دیتے رہے کہ عوامی لیگ کے ساتھ سیاسی سمجھوتہ کرے۔ ایسی صورت میں ہی ملک بچ سکتا ہے۔ یحییٰ خان حکومت نے سیاسی سمجھوتے کی کوئی بات نہ مانی اور 1977ء کے آخر میں پاک بھارت جنگ ہوئی اور بنگلہ دیش بن گیا۔

جماعت اسلامی --- (1969-71)

1968ء کے ابتداء میں جب ایوب حکومت کے خلاف لوگوں میں عام بے چینی پیدا ہوگئی' حزب اختلاف کی جماعتوں نے ایوب حکومت کے خلاف تحریک چلانے کے لیے اتحاد کر لیا۔ 1969ء کی عوامی تحریک کے دوران جماعت اسلامی ان جماعتوں کے ساتھ تھی' جو صدر ایوب سے مذاکرات کی حامی تھیں اور ایوب خان سے گفت و شنید کے ذریعے مسئلہ حل کرنا چاہتی تھیں۔ 25 مارچ 1968ء کی شام کو صدر ایوب کے مستعفی ہونے کے بعد جب یحییٰ خان کرسی صدارت پر متمکن ہوئے تو انہوں نے اپنے پہلے خطاب کے دوران مغربی پاکستان میں ون یونٹ توڑ دینے کا اعلان کیا اور ساتھ ہی مشرقی پاکستان کے ساتھ مساوی نمائندگی کا اصول ختم کر دیا۔ ایک آدمی ایک ووٹ کے تناسب سے نئے انتخابات کرانے کا قوم سے وعدہ کیا اور ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ سیاسی پارٹیوں نے نئے انتخابات کی تیاریاں شروع کر دیں۔

جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی نے یحییٰ خاں سے ملاقات کر کے انہیں ون یونٹ توڑنے کے مضمرات بتائے اور 1956ء کے آئین کی بحالی کا مطالبہ کیا مگر یحییٰ خان نے ان مشوروں پر کان نہیں دھرا۔

1970ء کے انتخابات میں جماعت نے جو منشور شائع کیا' وہ جماعت کے نقطہ نظر سے پاکستان کے اقتصادی اور سیاسی مسائل کا حل پیش کرتا تھا۔ اس میں جماعت اسلامی نے صوبائی خودمختاری کی حمایت کی اور قرآن و سنت کو قوانین کا سرچشمہ قرار دیا۔ اس منشور میں اس نے عدلیہ اور انتظامیہ کی علیحدگی کی حمایت اور اقلیتوں کے مذہبی حقوق کی بھی حمایت کی اور اسلامی دنیا سے بہترین تعلقات پر زور دیا۔

جماعت اسلامی زمین کے حق ملکیت پر مستقل طور پر پابندی لگانے کے خلاف تھی۔ تاہم سماجی انصاف کے حصول کے لیے زرعی زمین کی ملکیت کو 100 اور 200 ایکڑ تک عارضی طور پر محدود کرنے کے حق میں تھی۔ یہ قومیانے (نیشنلائزیشن) کی حکمت عملی کے بھی خلاف تھی اور نہ ہی نجی ملکیت یا جائیداد پر کسی پابندی یا حد مقرر کرنے کی قائل تھی یہ مزدوروں کی ہڑتال کا حق دینے کی حامی تھی اور پاکستان کے لیے متناسب نمائندگی کا پرزور مطالبہ کرتی تھی۔

یحییٰ خان کے مارشل لاء کے دوران انتخابی مہم میں جماعت اسلامی نے بہت کامیابی سے یہ تاثر دیا تھا کہ وہ ملک کی بہت مقبول جماعت ہے۔ تاہم اس تاثر میں جماعت اسلامی کے اپنے پارٹی پریس اور دیگر ذرائع ابلاغ میں جماعت کے حامی ارکان کے پراپیگنڈے کو دخل تھا۔ کیونکہ 1970ء کے انتخابات کے نتائج جماعت کے دعووں کے بالکل برعکس نکلے۔ قومی اسمبلی کے عام انتخابات جو 1970ء میں ہوئے ان کے لیے جماعت نے ملک کے دونوں بازوؤں میں 148 امیدوار کھڑے کیے

لیکن وہ صرف چار نشستیں حاصل کر سکی۔ وہ بھی صرف مغربی پاکستان میں' مشرقی پاکستان میں جماعت اسلامی کوئی نشست حاصل نہ کر سکی۔
مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی شروع ہونے اور عوامی لیگ پر پابندی عائد ہونے پر جماعت نے یحییٰ کی مکمل حمایت کی اور مشرقی پاکستان کے نام نہاد ضمنی انتخابات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بہت سی نشستیں حاصل کیں۔ یحییٰ خان نے جماعت اسلامی کے دو وزیر بھی مشرقی پاکستان میں نامزد کیے۔ فوجی کارروائی کے دوران جماعت اسلامی کے مسلح رضاکاروں کی کئی تنظیموں "البدر" اور "الشمس" نے پاکستان میں فوج کا ساتھ دیا۔

1971ء تک (مشرقی پاکستان کی علیحدگی سے قبل) جماعت اسلامی کے ارکان کی کل تعداد سات ہزار پر مشتمل تھی۔

نیشنل عوامی پارٹی (منشور گروپ)--- (1969-71)

نیشنل عوامی پارٹی (ولی گروپ) میں سے بھی کچھ افراد خان عبدالولی خان اور ان کے ساتھیوں کی پالیسی سے اختلاف کرتے ہوئے علیحدہ ہوئے۔ ان کارکنوں میں کراچی کے طفیل عباس اور میجر اسحٰق قابل ذکر تھے۔ پارٹی کے اس گروپ کو نیشنل عوامی پارٹی افغانستان نوازی اور جئے سندھ تحریک کی حمایت اور مشرقی پاکستان کی عوامی لیگ کی خودمختاری کی تحریک کی حمایت سے اختلاف تھا۔ منشور گروپ نیشنل عوامی پارٹی (ولی گروپ) کو جاگیرداری اور سرمایہ داری کی حفاظت کے لیے یکجا ہونے والے افراد کا گروہ گردانتا تھا۔

جمعیت علمائے پاکستان--- (1969-71)

پاکستان میں مذہب کی بنیاد پر علماء کی جو تنظیمیں وجود میں آئیں ان میں سے ایک اہم نام "جمعیت علمائے پاکستان" کا ہے۔

جمعیت علمائے پاکستان نے 1970ء کے انتخابات میں حصہ لیا۔
1970ء کے انتخابات میں سندھ اور پنجاب کے چند اضلاع میں اسے اثر و رسوخ حاصل تھا۔ انتخابات میں سوشلزم کے خلاف ہونے کی وجہ سے ملک کے بعض بڑے بڑے سرمایہ داروں کی حمایت بھی اسے حاصل تھی۔ اگرچہ اس جماعت نے انتخابات کے دوران مشرقی اور مغربی پاکستان' دونوں حصوں میں ضلعی سطح تک علماء کو پارٹی کا کنوینر مقرر کیا تاہم مشرقی پاکستان میں دیگر جماعتوں کی طرح اسے بھی عوام میں خاطر خواہ اثر و رسوخ حاصل نہیں ہو سکا۔ البتہ مغربی پاکستان خاص طور پر سندھ اور پنجاب کے بعض علاقوں میں اسے خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔ 1970ء کے انتخابات میں اس نے مغربی پاکستان سے قومی اسمبلی کی 8 نشستیں حاصل کیں جن میں سے 4 نشستیں صوبہ پنجاب سے اور تین سندھ کے شہری علاقوں سے تھیں۔ درحقیقت جمعیت علمائے پاکستان نے سیاسی پارٹی کے طور پر اپنے آپ کو 1970ء میں باقاعدہ طور پر منظم کیا۔

اس وقت اس کی سیاست کا محور سوشلسٹ پراپیگنڈے کا توڑ کرنا تھا۔ 1970ء میں دارالسلام (ٹوبہ ٹیک سنگھ) میں ایک آل پاکستان سنی کانفرنس منعقد کی۔ اس سال جمعیت کو وسیع پیمانے پر منظم کیا گیا۔

خواجہ محمد قمرالدین سیالوی اس کے صدر اور علامہ شاہ احمد نوری صدیقی نائب صدر منتخب ہوئے اور مولانا سید محمود احمد رضوی کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔

تحریک استقلال--- (1969-71)

ایوب خان دور حکومت کے آخری دنوں میں جب عوامی تحریک اپنے عروج پر تھی اور حکومت نے مسٹر بھٹو اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا تو اس وقت ریٹائرڈ ایئرمارشل اصغر خان نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز ایک آزاد سیاست دان کے طور پر کیا تھا مسٹر بھٹو کی گرفتاری کے دوران پیپلز پارٹی کے کارکنوں اور حامیوں نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا تھا اور عام خیال یہی تھا کہ وہ پیپلز پارٹی میں شامل ہو جائیں گے لیکن انہوں نے پہلے سے موجودہ پارٹی میں شامل ہونے کی بجائے جسٹس پارٹی کے نام سے ایک نئی جماعت بنائی' اس کے بعد اصغر خان نے ملک میں موجود سیاسی جماعتوں کی زیادہ تعداد کے خلاف مہم شروع کی اور مختلف ہم خیال سیاسی جماعتوں کے ادغام کے لیے سرگرمی سے کام کیا۔ اس مہم میں نوابزادہ نصراللہ خان نے ان کے ساتھ بھرپور تعاون کیا اور اس کے نتیجے میں چار جماعتوں عوامی لیگ (نصراللہ گروپ)' نظام اسلام پارٹی' قومی جمہوری محاذ اور جسٹس پارٹی کے ادغام سے پاکستان جمہوری پارٹی وجود میں آئی تاہم خود اصغر خان اس ادغام کے بعد اس پارٹی میں شریک نہیں ہوئے بلکہ اپنی ایک نئی تنظیم "تحریک استقلال" کے نام سے شروع کر دی۔ جس کا پہلا کنونشن 1970ء میں راولپنڈی کے "فلیش مین" ہوٹل میں منعقد ہوا۔ تحریک استقلال قائم کرتے ہوئے انہوں نے یہ اعلان کیا کہ ان کی نئی قائم کردہ تنظیم سیاسی جماعت نہیں ہے بلکہ ایک ایسی تحریک ہے جس کا مقصد ملک میں قومی یک جہتی پیدا کرنا اور عوام کی سیاسی تربیت کرنا ہے۔ انہوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ تحریک استقلال انتخابات میں حصہ نہیں لے گی۔ لیکن پارٹی قائم کرنے کے بعد نچلی سطح تک پارٹی تنظیمیں قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے تو 1970ء کے انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کر دیا۔

وہ راولپنڈی شہر کی نشست سے الیکشن لڑنے کھڑے ہوگئے لیکن پیپلز پارٹی کے امیدوار خورشید حسن میر کے مقابلے میں وہ ناکام ہوگئے اس کے منشور میں غیر طبقاتی معاہدہ قائم کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا تھا' عدل و انصاف قائم کرنے کا عہد کیا گیا تھا۔

1970ء کے انتخابات میں تحریک استقلال بالکل نوزائیدہ جماعت تھی اس لیے اسے الیکشن میں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی مگر سیاست کے ایئرمارشل صاحب نے حقیقت پسندانہ رول ادا کیا' جب یحییٰ خان حکومت نے عوامی لیگ کو اقتدار منتقل نہیں کیا تو اس وقت تحریک استقلال نے یحییٰ حکومت پر زور دیا کہ وہ عوامی لیگ کو اقتدار منتقل کرے ورنہ پاکستان ٹوٹ جائے گا۔

1970ء کے قومی اسمبلی کے انتخابات اور ان کے نتائج سے بھی یہ بات واضح ہوئی کہ پیپلز پارٹی کا اثر و رسوخ پاکستان کے مغربی حصے کے صرف دو صوبوں پنجاب اور سندھ تک محدود ہے' عوامی لیگ کا دائرہ اثر صرف مشرقی پاکستان تک پھیلا ہوا ہے اور نیپ اور جمعیت علماء اسلام صرف سرحد اور بلوچستان تک محدود ہیں۔ کامیاب سیاسی جماعتوں میں کوئی بھی "کل قومی سطح" کی حامل نہیں ہے اور قوم کو ایک ملک گیر قومی سطح کی سیاسی جماعت اور سیاسی قیادت کی اشد ضرورت ہے چنانچہ تحریک استقلال کے سربراہ اصغر خان نے ان ہنگامہ خیز دنوں میں جب مشرقی پاکستان ایک سیاسی طوفان کی لپیٹ میں تھا تو مغربی پاکستان کے وہ واحد قومی رہنما تھے جنھوں نے مشرقی پاکستان کے کئی دورے کیے اور مشرقی پاکستان کے متعدد بڑے اور چھوٹے شہروں میں عوام کے عظیم اجتماعات سے خطاب کیا اور مشرقی پاکستان کے عوام نے انہیں پوری توجہ اور اطمینان کے ساتھ سنا۔

یہ اس بات کی واضح علامت تھی کہ تحریک استقلال نے قومی اتحاد اور یک جہتی کی جو مہم شروع کی وہ مشرقی پاکستان میں بھی زبردست مقبولیت حاصل کر رہی تھی لیکن یحییٰ خان نے جلد ہی وہاں فوجی کارروائی شروع کی اور تحریک استقلال کی قومی یک جہتی کی مہم کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ تحریک استقلال نے یحییٰ خان کی فوجی کارروائی کی شدید مذمت کی اور سخت مخالفت کی اور بار بار متنبہ کیا کہ ملک کو (1971ء میں) جس بحران کا سامنا ہے اسے فوجی طاقت سے حل کرنے کی ہرگز کوشش نہ کی جائے۔ تحریک کے سربراہ اصغر خان نے قوم کو اس سے آگاہ کرنے کے لیے (کہ مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی کا نتیجہ ملک کی شکست و ریخت ہوگا) مغربی پاکستان کے وسیع دورے کیے اور رائے عامہ کے ذریعہ حکومت کو خبردار کیا کہ وہ بنگالیوں پر تشدد بند کرائے اور اقتدار منتخب نمائندوں کے حوالے کردے ورنہ ملک ٹوٹ جائے گا۔ اصغر خان نے یہ دورے اور رائے عامہ سے یہ رابطے ایسے حالات میں کیے جب مغربی پاکستان میں یحییٰ خان حکومت کے اس ظالمانہ اور ناعاقبت اندیشانہ ملک شکن اقدام کے خلاف بہت ہی کم زبانیں کھل رہی تھیں۔ آخرکار فوجی کارروائیوں کا وہی انجام نکلا جس کا تحریک استقلال کو خدشہ تھا اور مشرقی پاکستان علیحدہ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا اس وقت بھی تحریک استقلال کے سربراہ اصغر خان نے جرات کے ساتھ یہ مطالبہ کیا کہ نئے ملک بنگلہ دیش کو فوراً تسلیم کرکے پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان پھر سے برادرانہ رشتے استوار کیے جائیں اور کسی تیسری طاقت کو یہ موقع نہ دیا جائے کہ ہمارے برادرانہ رشتوں میں حائل ہو جائے۔

پاکستان جمہوری پارٹی (پی ڈی پی) --- (71-1969)

پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی کی بنیاد اس نظریے پر رکھی گئی تھی کہ ملک میں قومی سطح کی عوام میں کوئی مقبول منظم جماعت موجود نہیں ہے بلکہ علاقائی اثر و رسوخ رکھنے والوں اور چھوٹی چھوٹی بے شمار پارٹیاں موجود ہیں۔ للذا ایسی جماعتیں جن کا پروگرام ایک جیسا ہو اور جو ایک ہی نصب العین یعنی پاکستان کی سالمیت اور نظریہ پاکستان کی حفاظت اور اسلامی نظام حکومت کے نفاذ کے حامی ہوں انہیں اپنا علیحدہ وجود ختم کرکے ایک جماعت کی شکل اختیار کرلینی چاہیے۔ پی ڈی پی جس دور میں معرض وجود میں آئی وہ ایوب خان کا آخری زمانہ تھا۔ ملک کی بہت سی سیاسی جماعتوں میں یہ منشور بیدار ہوا کہ "ہم خیال اور ہم مقصد سیاسی پارٹیوں کو الگ الگ رہنے کی بجائے ایک بڑی پارٹی میں مدغم ہو کر کام کرنا چاہیے اس سے سیاسی جماعتوں کی تعداد کم ہوئی اور چھوٹی چھوٹی علاقائی جماعتوں کی جگہ چند سیاسی جماعتیں کل پاکستان سطح پر وجود میں آکر ملک کو زیادہ موثر طریقے پر چلا سکیں گی۔" اس غرض سے مئی 1969ء میں چودھری محمد علی مرحوم کی نظام اسلام پارٹی اور عوامی لیگ (نصراللہ گروپ) میں سمجھوتہ ہوگیا اور ان دو پارٹیوں کا ادغام عمل میں آیا بعد میں جسٹس پارٹی اور قومی جمہوری محاذ بھی اس ادغام میں شامل ہوئیں اور اسی طرح چار سیاسی پارٹیوں کے باہمی ملاپ سے پاکستان جمہوری پارٹی (پی ڈی پی) وجود میں آئی۔

ان جماعتوں کے سربراہ چوہدری محمد علی مرحوم نوابزادہ نصراللہ خان' نورالامین مرحوم' ایئرمارشل اصغر خان تھے۔

اس پارٹی کا پہلا کونشن گلبرگ لاہور میں ہوا۔ اس پارٹی کا مقصد ایسا معاشرتی نظام قائم کرنا تھا جو قرآن و سنت کی روشنی میں اسلامی اقدار' مساوات' عالمگیر اخوت اور اسلامی وقار کے اصولوں پر مبنی ہو۔

پاکستان جمہوری پارٹی کا آغاز بہت اچھا تھا کیونکہ نمایاں اور ممتاز سیاسی جماعتوں اور ان کے رہنماؤں کے اتحاد کے نتیجے میں معرض وجود میں آئی تھی لیکن جلد ہی اس کے رہنماؤں میں پھوٹ پڑ گئی جس سے اس کی جماعت کی بنیادیں متزلزل ہوئیں۔ چوہدری محمد علی نے نومبر 1969ء میں خرابی صحت کی بناء پر سیاست سے علیحدگی اختیار کرلی۔

دسمبر 1969ء میں ایئرمارشل اصغر خان بھی اس سے علیحدہ ہوگئے' ان رہنماؤں کی پارٹی سے علیحدگی کی وجہ سے پارٹی کی شہرت کو شدید نقصان پہنچا اور عوام سیاسی پارٹیوں کے اتحاد سے قریباً ناامید ہوگئے۔

پاکستان جمہوری پارٹی وسیع بنیادوں پر قائم ہوئی اور آغاز میں اس کو پڑھے لکھے حلقے اور سیاسی کارکنوں کی تائید حاصل تھی۔ قومی مسائل کے بارے میں اکثر سیاسی جماعتوں کے رویے اور سوچ پر علاقائیت کی گہری چھاپ تھی لیکن ان کے برعکس پاکستان جمہوری پارٹی ان محدود چند سیاسی جماعتوں میں سے تھی جو مسائل کے بارے میں قومی سطح پر سوچتی تھیں۔ اس کے اراکین میں وکلاء سیاسی کارکن اور ریٹائرڈ فوجی شامل تھے۔

پی ڈی پی کے 1970ء کے منشور میں اسلامی عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کرنا اور مضبوط مرکز کے ساتھ وفاقی پارلیمانی نظام حکومت قائم کرنا شامل تھے۔

اس کے چیدہ چیدہ نکات یہ تھے۔

1- بنیادی حقوق کا حصول جو عدالت کے ذریعے قابل وصول ہوں۔
2- آئین 1956ء کا چند ترمیمات کے بعد نفاذ۔
3- آزاد خارجہ حکمت عملی۔
4- عدلیہ اور انتظامیہ کی علیحدگی۔
5- سیٹو اور سنٹو معاہدوں سے علیحدگی۔
6- بچوں کے لیے قرآن اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دیں۔
7- معاشرتی طبقات میں تعاون قائم کرنا اور اقتصادی عدم مساوات کو ختم کرنا۔
8- بڑی صنعتوں کو قومیانا۔
9- جاگیردارانہ نظام کو ختم کرنا اور حد ملکیت 160 ایکڑ مقرر کرنا۔

پی ڈی پی 1970ء کے انتخابات میں صرف ایک نشست حاصل کر سکی کیونکہ پی ڈی پی نہ ہی عوامی سطح پر منظم تھی اور نہ ہی اسے کوئی عوامی مقبولیت حاصل ہو سکی۔ پارٹی نے مشرقی پاکستان سے 81 اور مغربی پاکستان سے 29 امیدوار کھڑے کئے۔ ان میں سے مشرقی پاکستان سے صرف نور الامین کامیاب ہو سکے وہ بھی اپنی ساکھ پر کامیاب ہوئے۔ اس میں پارٹی کا تصور نہیں تھا۔ مغربی پاکستان سے نوابزادہ نصر اللہ بھی کامیاب نہ ہو سکے اس طرح پارٹی پر پارلیمنٹ کے دروازے بند ہو گئے۔

مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی کے آخری ایام میں یحییٰ خان نے پی ڈی پی کے نورالامین کو پاکستان کا وزیر اعظم مقرر کیا۔

جسٹس پارٹی

پاکستان پیپلزپارٹی کے چیئرمین مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی نومبر 1968ء میں گرفتاری کے بعد ریٹائرڈ ایئرمارشل اصغر خان نے اپنی سیاسی زندگی کی ابتدا کی اور اپنی اس نئی زندگی میں داخلے کا اعلان ایک پریس کانفرنس کرکے کیا۔ اگرچہ اصغر خان کی یہ پریس کانفرنس نیشنل پریس ٹرسٹ کے کسی اخبار میں شائع نہ ہونے دی گئی تاہم لاہور کے ایک اخبار نوائے وقت اور ڈھاکہ سے شائع ہونے والے پاکستان آبزرور میں یہ پریس کانفرنس معمولی کوریج حاصل کر سکی۔ ذوالفقار علی بھٹو کی گرفتاری کے بعد اصغر خان نے ملک کا دورہ شروع کیا اور پیپلزپارٹی کے کارکنوں اور حامیوں نے انہیں بہت پذیرائی بخشی اور اصغر خان بہت جلد ایک مقبول سیاسی شخصیت کے طور پر ابھرے۔ اس موقع پر سیاسی مبصرین کا خیال تھا کہ ایئرمارشل اصغر خان پاکستان پیپلزپارٹی میں شامل ہو جائیں گے لیکن اصغر خان نے کسی پارٹی میں شامل ہونے کی بجائے نجی حیثیت سے ملک بھر کا دورہ جاری رکھا۔ اپنی اس مہم کے دوران ہی اصغر خان نے اپنی ایک الگ سیاسی جماعت بنانے کا اعلان کر دیا۔ 23 مارچ 1969ء کو اصغر خان نے "جسٹس پارٹی" کے نام سے سیاسی جماعت کا باقاعدہ اعلان کیا۔ انہوں نے اپنی جماعت کے پروگرام کا بھی اعلان کیا۔ ا خان نے پارٹی کو دائیں یا بائیں بازو کی جماعت کہنے سے انکار کیا اور کہا کہ اس پارٹی کا مقصد اسلامی اقدار کے حصول کے لیے لوگوں کو متحد کرنا ہے اور ایسا معاشرہ قائم کرنا ہے جس میں غریب عوام کی بنیادی ضروریات زندگی پوری ہوں اور وہ باعزت طریقے سے زندگی گزار سکیں۔ ایک نئی پارٹی کے قیام کی ضرورت کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا "پہلے سے موجود پارٹی کے ساتھ رہنے میں مشکلات درپیش ہوتی ہیں آپ کو اس کے ماضی کا دفاع کرنا پڑتا ہے جو کہ پاکستان میں خاصا مشکل ہے۔ ابھی پارٹی کے قیام کے اعلان کو 2 دن ہوئے تھے کہ 25 مارچ کو ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ ایئرمارشل اصغر خان نے اپنی پارٹی کو منظم کرنے کی بہت کوشش کی۔ چار سیاسی جماعتوں نے ڈھاکہ میں 1969ء میں ایک ملاقات میں ان جماعتوں کو پاکستان جمہوری پارٹی میں مدغم کرنے کا فیصلہ کیا۔ جسٹس پارٹی کے سربراہ ایئرمارشل اصغر خان بھی ان میں شامل تھے۔ ایئرمارشل اصغر خان کی خواہش تھی کہ انہیں پاکستان جمہوری پارٹی میں کوئی بڑا عہدہ دیا جائے لیکن اس جماعت کے اندرونی انتخابات نے اصغر خان کی توقعات کو ختم کر دیا۔ نئے اتحاد میں بھی اصغر خان کو نظرانداز کر دیا گیا۔ جس سے وہ خاصے پریشان ہوئے۔ چنانچہ 2 دسمبر 1969ء کو اصغر خان نے یہ کہتے ہوئے سیاست سے کنارہ کشی کر لی کہ یحییٰ خان کے عام انتخابات کے اعلان سے انہیں اپنا مقصد حاصل ہوگیا ہے۔ جسٹس پارٹی وجود میں آنے کے چند ماہ بعد ہی ختم ہوگئی تھی اصغر خان نے بھی پارٹی کو ختم کرنے کا حتمی فیصلہ کر لیا۔ اسی دوران جسٹس پارٹی کے ایک دوسرے لیڈر منظر بشیر نے اس فیصلے پر اعتراض کیا اور کہا کہ اصغر خان کو اس نوعیت کا فیصلہ کرنے کا تنہا حق حاصل نہیں اور انہوں نے جسٹس پارٹی کا وجود برقرار رکھنے کا اعلان کیا اور خود اس

کے سربراہ بن گئے۔ اصغر خان نے بھی جسٹس پارٹی ختم کر دینے کے بعد پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی میں شمولیت اختیار نہ کی اور کچھ عرصہ بعد ایک اور سیاسی جماعت "تحریک استقلال" بنا لی اور سیاسی میدان میں سرگرم عمل ہو گئے۔

نظام اسلام پارٹی --- (71 - 1969)

1958ء کے مارشل لاء نے جس آئین کو منسوخ کیا تھا وہ چودھری محمد علی کی کوششوں سے 1956ء میں معرض وجود میں آیا تھا اس طرح چودھری محمد علی پاکستان کے پہلے آئین کے خالق شمار ہوتے ہیں مارشل لاء ختم ہونے کے بعد نیشنل عوامی پارٹی اور پیپلز پارٹی کے علاوہ دیگر جماعتیں 1956ء کے آئین کی کسی نہ کسی صورت میں بحالی کی تگ و دو کرتی رہیں۔ ملک میں جمہوریت کی بحالی اور 1956ء تک آئین کی بحالی کو لازم و ملزوم گردانا جاتا تھا۔ 1956ء کے کالعدم آئین کے اس نعرے نے چودھری محمد علی کو خاصی اہم شخصیت بنا دیا تھا تاہم ان کی مقبولیت صرف چند سیاسی کارکنوں اور مختلف سیاسی جماعتوں کے لیڈروں تک ہی محدود تھی۔ 1956ء کا آئین کیونکہ عوام کی غربت و افلاس کے مسائل کا کوئی حل پیش نہیں کرتا تھا۔ دوسرے اس میں صوبائی خودمختاری کا مسئلہ مغربی پاکستان کے ون یونٹ کے ذریعے مصنوعی طور پر حل کیا گیا تھا اس لیے صوبائی خودمختاری میں یقین رکھنے والے سیاسی کارکنوں کے لیے یہ آئین قابل قبول نہیں تھا۔ ان وجوہات کی بنا پر چودھری محمد علی کی بنائی ہوئی نظام اسلام پارٹی عوام میں اپنی جگہ بنانے میں ناکام رہی۔ اس جماعت کے سربراہ چودھری محمد علی خود تھے مشرقی پاکستان کی شخصیتوں میں سے مولوی فرید احمد اس میں شامل تھے۔

پارٹی کا سب سے بااختیار ادارہ ملی کونسل کہلاتا تھا۔ پارٹی کا پروگرام یہ تھا۔

(الف) حکم اللہ کا۔
(ب) حکومت عوام کی۔
(ج) زمین کاشتکار کی۔
(د) کارخانہ کاریگر کا۔

پارٹی مسائل کے حل کے لیے اسلامی جمہوری ادغام قائم کرنے کی حامی تھی اور اقتصادی مسائل کے لیے بھی جمہوریت کی بحالی پر زور دیتی تھی۔ اس پارٹی نے اپنے قیام کے چار سال کے عرصے میں عوام میں اپنی جگہ نہیں بنائی بلکہ اس کا وجود محض اخبارات کی چند خبروں تک محدود تھا چنانچہ جب 1968ء میں سیاسی جماعتوں کے ادغام کی تحریک چلی تو نظام اسلام پارٹی تین اور جماعتوں کے ساتھ پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی میں مدغم ہو گئی۔

قومی جمہوری محاذ --- (71 - 1969)

1962ء میں صدر ایوب کا آئین نافذ ہونے کے بعد جب جون کے مہینے میں سیاسی جماعتوں کی بحالی کی اجازت ہوئی تو مشرقی پاکستان کے نو لیڈروں نے ایک مشترکہ بیان جاری کیا جس میں تمام سیاسی رہنماؤں سے اپیل کی گئی کہ جب تک جمہوریت بحال نہ ہو جائے اس وقت تک سیاسی جماعتوں کو بھی بحال نہ کیا جائے تاکہ تمام سیاسی لیڈر اور کارکن بجائے علیحدہ علیحدہ کام کرنے کے باہم اشتراک و تعاون سے کام کریں اور اپنی تمام تر مساعی صرف جمہوریت کی بحالی پر مرتکز کر دیں۔ اس پروگرام پر عمل کرنے سے ایک مضبوط، منظم اور متبادل قیادت سے لیس سیاسی جماعت بھی معرض وجود میں آسکتی تھی اس بیان کے بعد جب حسین شہید سہروردی جیل سے رہا ہوئے تو انہوں نے اس پروگرام کو عملی شکل دی اور قومی جمہوری محاذ کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جس کا پروگرام صرف ایک نکتہ یعنی جمہوریت کی بحالی پر موقوف تھا تاہم ملک کے دیگر سیاسی راہنما اور جماعتیں اپنا وجود ختم کرنے کے لیے تیار نہیں تھیں۔ سہروردی باقی راہنماؤں سے اشتراک و تعاون کی کوششوں کے دوران ہی 5 دسمبر 1963ء کو انتقال کر گئے اور اس طرح قومی جمہوری محاذ وہ مقصد پورا نہ کر سکا جس کے تحت اسے منظم کیا گیا تھا اور نہ ہی اسے عوام میں وہ مقبولیت حاصل ہو سکی جو کسی عوامی جماعت کی کامیابی کی دلیل سمجھی جاتی ہے چنانچہ 1969ء میں اسے جسٹس پارٹی، عوامی لیگ (نصر اللہ گروپ) اور نظام اسلام پارٹی کے ساتھ مدغم کر کے پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی بنا دی گئی۔

جمعیت اہل حدیث --- (71 - 1969)

جمعیت اہل حدیث بھی عقیدیت کی بنیاد پر بنائی گئی سیاسی جماعت تھی۔ اس کی حمایت بھی صرف چند ایسے افراد تک محدود تھی جو تمام زندگی کو ایک عقیدے کی روشنی میں دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ یہ جماعت 1955ء میں قائم کی گئی تھی اور اس کے پہلے صدر مولانا داؤد غزنوی بنائے گئے تھے۔

مولانا داؤد غزنوی کے انتقال کے بعد مولانا محمد اسماعیل جمعیت اہل حدیث کے صدر بنے۔ 1968ء میں جب محمد اسماعیل فوت ہوئے تو جمعیت اہل حدیث کے صدر حافظ محمد گوندلوی بنائے گئے۔ جمعیت اہل حدیث 1970ء تک صرف مذہبی جماعت تھی سیاست کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ پہلی بار جمعیت اہل حدیث نے بطور سیاسی جماعت سیاست میں حصہ لیا۔ اور 1970ء کے انتخابات میں اپنے امیدوار کھڑے کیے مگر صرف اسے قصور سے قومی اسمبلی کی ایک سیٹ مل سکی وہاں سے ملک محمد علی قصوری پاکستان پارلیمنٹ کے ممبر بن گئے۔

پاکستان شیعہ پولیٹیکل پارٹی --- (71 - 1969)

انتخابات کے ہنگاموں اور سیاسی سرگرمیوں کے عروج پر پہنچنے پر ملک میں بے شمار چھوٹے چھوٹے گروہوں نے سیاسی جماعتیں بنانے کا اعلان کر دیا تھا اس میں شیعہ پولیٹیکل پارٹی بھی شامل تھی جو اگست 1970ء میں بنائی گئی تھی اس کے مقاصد میں ملت جعفریہ "شیعہ" کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا اور پاکستان میں ان کے مفادات کی نگہداشت کرنا شامل تھا۔ انتخابات نے اس جماعت میں پیپلز پارٹی کی حمایت کی۔ عوام میں اس کی کوئی تنظیم یا جماعت موجود نہیں تھی۔ شیعہ آبادی نے بھی اس جماعت کو سنجیدگی سے نہیں لیا۔

سندھ متحدہ محاذ---(71-1969)

یہ اگرچہ عقیدے کی بنیاد پر منظم جماعت نہیں تھی تاہم اس کا نظریہ بھی عقیدے ہی کی طرح صرف "سندھی نیشنل ازم" تک محدود تھا اور حلقہ اثر سندھ کے چند شہروں کے متوسط طبقے میں تھا جو سندھ کو شیخ مجیب الرحمٰن کے چھ نکات کی بنیاد پر زیادہ سے زیادہ خودمختاری دینے کے حامی تھے اس کے صدر جی ایم سید "سندھی قومیت" کے زبردست حامی تھے اور سندھی یا علاقائی قومیت کو پاکستانی قومیت پر ترجیح دیتے تھے۔ دیگر محدود علاقائی یا علاقائی عقیدے کے لحاظ سے منظم ہونے والی جماعتوں کی طرح یہ بھی انتخابات میں کوئی مقام حاصل کرنے میں ناکام رہی۔

نیشنل پروگریسو لیگ---(71-1969)

اس جماعت کا قیام 20 جولائی 1969ء کو ڈھاکہ میں عمل میں آیا اور یکم اگست 1970ء کو کل پاکستان کنونشن میں اسے نیشنل لیگ کا نام دیا گیا۔ مشرقی پاکستان کے سابق وزیراعلیٰ عطاالرحمٰن خان اس کے صدر منتخب ہوئے۔ دسمبر 1970ء کے انتخابات میں اس پارٹی کو کوئی کامیابی نصیب نہ ہو سکی۔

جماعت نے اپنے قیام کے موقع پر مندرجہ ذیل اغراض و مقاصد کا اعلان کیا:

1- مضبوط بنیادوں پر سوشلسٹ اقتصادی نظام کا قیام۔

2- پنجابی' بنگالی' سندھی' بلوچی اور پشتون حقیقت پر مبنی پانچ منفرد علاقائی' لسانی' ثقافتی اور نسلی اکائیوں کو تسلیم کرتے ہوئے پاکستان کی ملی تعمیر نو کا کام اس طرح سرانجام دینا کہ جلد سے جلد قوم کو درپیش مسائل سلجھائے جا سکیں اور آگے چل کر اپنے قومی اور سیاسی وجود کو ثابت کر سکیں۔

چوتھا حصہ

دستاویزات

دستاویز 1--- جنرل اے ایم یحییٰ خان اور ان کی کابینہ

انتظامی کونسل

صدر

جنرل آغا محمد یحییٰ خان' 26 مارچ 1969ء تا 3 اگست 1969ء

1- وائس ایڈمرل اے آر خان' 26 مارچ 1969ء تا 5 اپریل 1969ء' دفاع

2- میاں ارشد حسین' 26 مارچ 1969ء تا 4 مارچ 1969ء' امور خارجہ

3- ایس فدا حسن' 26 مارچ 1969ء تا 31 مارچ 1969ء' عمومی انتظام و رابطہ

صدر و چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر

جنرل آغا محمد یحییٰ خان' 5 اپریل 1969ء تا 3 اگست 1969ء' کیبنٹ ڈویژن' اسٹیبلشمنٹ ڈویژن' قانون و پارلیمانی امور۔ دفاع' امور خارجہ۔

ڈپٹی چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور مشیران

(دوسرا مارشل لاء)

1- لیفٹیننٹ جنرل عبدالحمید خان' 5 پریل 196 ء تا 3 اگست 1969ء' داخلہ' امور کشمیر' ریاستیں و سرحدی علاقے' منصوبہ بندی کمیشن و بشمول منصوبہ بندی و اقتصادی [illegible] انہ' تجارت' صنعت' قدرتی وسائل' خوراک' و زراعت۔

2- ایئر مارشل نور خان' 5 اپریل 1969ء تا 3 ستمبر 1969ء' مواصلات' صحت' محنت' سماجی بہبود' تعلیم' بحالیات' تعمیرات' خاندانی منصوبہ بندی' سائنسی و تکنیکی تحقیق ڈویژن۔

صدارتی کابینہ

صدر

جنرل آغا محمد یحییٰ خان 4 اگست 1969ء تا 20 دسمبر 1971ء' زراعت و تعمیرات' مواصلات (4 اگست 1969ء تا 14 اگست 1969ء) کیبنٹ ڈویژن (4 اگست 1969ء تا 20 دسمبر 1971ء)

دفاع (4 اگست 1969ء تا 20 دسمبر 1971ء) اقتصادی امور

(4 اگست 1969ء تا 20 دسمبر 1971ء) اسٹیبلشمنٹ ڈویژن

(4 اگست 1969ء تا 20 دسمبر 1971ء) قانون
(4 اگست 1969ء تا 16 دسمبر 1969ء) امور خارجہ
(4 اگست 1969ء تا 20 دسمبر 1971ء) منصوبہ بندی ڈویژن
(4 اگست 1969ء تا 20 دسمبر 1971ء) وزارت اطلاعات و قومی امور
(15 دسمبر 1970ء تا 20 دسمبر 1971ء)

وزارتی کونسل

1- ڈاکٹر اے ایم مالک (مشرقی پاکستان)، 4 اگست 1969ء تا 22 فروری 1971ء، صحت، محنت، خاندانی منصوبہ بندی، مواصلات (15 اگست 1969 تا 7 اکتوبر 1969ء)

2- سردار عبدالرشید، 4 اگست 1969ء تا 22 فروری 1971ء، داخلہ، امور کشمیر، ریاستیں و سرحدی علاقے۔

3- مسٹر ابوالخیر محمد حفیظ الدین (مشرقی پاکستان)، 4 اگست 1969ء تا 22 فروری 1971ء، صنعت و قدرتی وسائل۔

4- نواب مظفر علی قزلباش، 4 اگست 1969ء تا 22 فروری 1971ء، خزانہ

5- مسٹر محمد شمس الحق (مشرقی پاکستان)، 4 اگست 1969ء تا 22 فروری 1971ء، تعلیم و سائنسی تحقیق

6- نواب زادہ شیر علی خان، 4 اگست 1969ء تا 15 دسمبر 1970ء، اطلاعات و قومی امور

7- مسٹر احسان الحق (مشرقی پاکستان)، 4 اگست 1969ء تا 22 فروری 1971ء، تجارت

8- مسٹر محمود اے ہارون، 15 اگست 1969ء تا 22 فروری 1971ء، زراعت

9- مسٹر اے آر کارنیلیس، 17 ستمبر 1969ء تا 22 فروری 1971ء، قانون

10- ڈاکٹر غلام وحید چوہدری (مشرقی پاکستان)، 8 اگست 1969ء تا 22 فروری 1971ء، مواصلات۔

صدارتی مشیر

1- مسٹر ایم ایم احمد، 8 ستمبر 1970ء تا 20 ستمبر 1971ء، اقتصادی رابطہ اور بیرونی امداد ڈویژن و مالیات ڈویژن

2- مسٹر اے آر کارنیلیس، 22 فروری 1971ء تا 20 دسمبر 1971ء، قانونی و پارلیمانی امور

3- مسٹر ایم ایچ صوفی، 13 مارچ 1971ء تا 29 دسمبر 1971ء، زراعت، تعمیرات، امور کشمیر ڈویژن

4- مسٹر ایس غیاث الدین احمد، 2 ستمبر 1971ء تا 28 دسمبر 1971ء، دفاع

دستاویز 2

جنرل یحییٰ خان کا اعلان مارشل لاء

(1962ء کے آئین کے تحت قائم ایوب خان کی اسمبلی)

1- آپ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی کل کی نشری تقریر سن چکے ہیں اور آپ نے ان کا وہ مکتوب بھی پڑھ لیا ہوگا جو انہوں نے 24 مارچ کو مجھے بھیجا اور جو اخبارات میں شائع ہو چکا ہے جیسا کہ ان کے مکتوب میں واضح ہے۔ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے پچھلے ہفتوں میں ایسی صورت حال پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جس کے ذریعے اختیارات کی منتقلی پرامن اور آئینی طریقوں سے عمل میں لائی جا سکے، لیکن جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں، ان کی یہ کوششیں کامیاب نہ ہو سکیں۔ لہٰذا انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں وطن عزیز کو مکمل تباہی سے بچانے کے لیے اپنا فریضہ ادا کروں۔

2- جیسا کہ پہلے اعلان کیا جا چکا ہے، میں نے سارے پاکستان میں مارشل لاء نافذ کر دیا ہے۔

3- ہمیں، جو پاکستان کی مسلح افواج میں، بڑی امید تھی کہ ملک میں ہوش مندی سے کام لیا جائے گا اور موجودہ انتہائی اقدام نہیں کرنا پڑے گا لیکن صورتحال اس حد تک خراب ہوگئی ہے کہ قانون برقرار رکھنے کے تمام عام طریقے، کاملاً" غیر موثر ہو کر معطل ہو گئے ہیں۔ جان و مال کو شدید نقصان پہنچ چکا ہے اور خوف و ہراس نے قومی زندگی کو معطل کرکے رکھ دیا ہے۔ پیدوار خطرناک حد تک گر چکی ہے اور ملکی اقتصادیات کو وہ نقصان پہنچ چکا ہے جو پہلے کبھی نہیں پہنچا تھا۔ ہڑتالیں اور تشدد کی وارداتیں روزمرہ کا معمول بن گئی ہیں اور ملک کو تباہی کے غار کے کنارے کھڑا کر دیا گیا ہے یہ تو ازبس ضروری ہوگیا ہے کہ قوم کی سلامتی اور تحفظ کا بندوبست کیا جائے اور جلد سے جلد حالات کو معمول پر لایا جائے۔ ملک میں جو انارکی کی صورت حال پیدا ہو چکی ہے اس کی موجودگی میں پاکستان کی مسلح افواج محض تماشائیوں کی طرح بے نیاز نہیں رہ سکتیں۔ ان کے لیے اپنا فرض منصبی ادا کرنا اور ملک کو تباہی سے بچانا ازبس ضروری ہوگیا ہے اور میں نے تازہ قدم اسی مقصد کے لیے اٹھایا ہے۔

4- مارشل لاء نافذ کرنے سے میرا مقصد وحید محض عوام کے جان و مال اور آزادی کا تحفظ اور انتظامیہ کو پھر سے راستے پر ڈالنا ہے۔ اس لیے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے میرا اولین فرض یہ

ہے کہ ملک میں ہوش مندانہ فضا پیدا کی جائے اور اس امر کا اطمینان کیا جائے کہ انتظامیہ عوام کی تشفی کے مطابق اپنے فرائض انجام دے سکے۔ ہم انتظامیہ کی نااہلی اور بدنظمی کا خمیازہ بھگت چکے ہیں اور اب مجھے اس امر کا پورا پورا انتظام کرنا ہو گا کہ اس طرح کی صورت حال کا اعادہ نہ ہو۔ لہٰذا انتظامیہ کے ہر رکن کو میرا یہ انتباہ اچھی طرح گوش گزار کر لینا چاہیے۔

5- ہم وطنو! میں آپ پر حقیقت پھر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس کے سوا میری اور کوئی خواہش نہیں ہے کہ ایسے حالات پیدا کیے جا سکیں جن کے تحت ملک میں آئینی حکومت قائم کی جا سکے اور میرا راسخ عقیدہ بھی یہی ہے کہ ایک ہوش مندانہ اور تعمیری سیاسی زندگی کے احیاء اور ایسے عوامی نمائندوں کو اختیارات حکومت کی پرامن منتقلی کے لیے جو آزاد اور غیر جانبدارانہ انتخابات سے رائے دہی بالغاں کے اصولوں پر منتخب کیے گئے ہوں' ایک نہایت صاف ستھری اور دیانت دار انتظامیہ کا وجود اولین شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔ اب یہ ذمہ داری انہی منتخب عوامی نمائندوں کی ہو گی کہ وہ ملک کو ایک قابل عمل آئین دینے کے علاوہ ان تمام دیگر سیاسی' اقتصادی اور معاشرتی مسائل کا حل تلاش کریں جنہوں نے عوام کو بے اطمینانی سے دوچار کر رکھا ہے۔ مجھے ان تمام جائز مشکلات اور ضروریات کا پورا احساس ہے جن کا تعلق ہمارے معاشرے سے ہے جس میں طلبہ کا طبقہ' مزدور اور کسان بھی شامل ہیں۔ میں آپ کو اس امر کا یقین دلاتا ہوں کہ ان سب مشکلات کو حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

6- اب میں چند الفاظ آپ کے فوجی بھائیوں کے بارے میں بھی کہنا چاہتا ہوں۔ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ انہوں نے ہر گھڑی اور ہر آن انتہائی ایثار۔ خلوص اور بہادری سے قوم کا ساتھ دیا ہے اور انہیں جب بھی آواز دی گئی انہوں نے پوری استعداد اور وفاداری سے اس پر لبیک کہا۔ انہوں نے پاکستان کی حفاظت اور اس کی عظمت کے لیے کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ پاکستان کی مسلح افواج عوام کی ہی امانت ہیں۔ ان کے کوئی سیاسی عزائم نہیں ہیں اور وہ کسی شخصیت یا پارٹی کی حمایت نہیں کریں گی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ میں یہ امر بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم پر جو فرض عائد کر دیا گیا ہے اس کی تکمیل میں ہم کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہیں کریں گے اور ہم اسے قوم کی تسلی کے مطابق انجام دینے کا تہیہ کر چکے ہیں۔

7- ہم تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہے ہیں۔ حالیہ واقعات سے ہمارے قومی وقار کو سخت دھچکا لگا ہے۔ مارشل لاء انتظامیہ کسی طرح کا ایجی ٹیشن اور تخریبی کارروائیاں برداشت نہیں کرے گی۔ لہٰذا میں ہر اس فرد بشر کو' خواہ اس کا مسلک کچھ ہی کیوں نہ ہو' یہ مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہو جائے اور اب تک ملک کی اقتصادیات کو جو نقصان پہنچا ہے اس کے ازالہ اور پاکستان کی فلاح و بہبود کے لیے اپنا اپنا فرض منصبی ادا کرنا شروع کر دے۔ پاکستان پائندہ باد۔

دستاویز 3

1962ء کے آئین کی بحالی

صدر یحییٰ خان نے 4 اپریل 1969ء کو آئین 1962ء میں بنیادی حقوق کی تنسیخ کے ساتھ اسے عارضی طور پر بحال کر دیا۔ اس بارے میں جو حکم جاری کیا اس کا متن حسب ذیل ہے۔

I 1- یہ حکم عارضی آئین کا حکم کہلائے گا۔

2- یہ حکم فوری طور پر نافذ العمل ہو گا اور اسے 25 مارچ 1969ء کو مارشل لاء کے نفاذ کے اعلان کے وقت سے نافذ سمجھا جائے گا۔

3- اس کا اطلاق پورے پاکستان پر ہو گا۔

II 1- اس حکم میں بیان کردہ مستثنیات کے سوا یہ حکم 25 مارچ 1969ء کے اعلان میں اضافہ ہو گا۔ کوئی اس کی تنقیص نہیں کرے گا۔ اس حکم کو اس اعلان کے ساتھ اور اس کی روشنی میں ہی پڑھا جائے گا۔

III 1- 8 جون کو نافذ ہونے والا اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین مارشل لاء کے اعلان کے ذریعہ کالعدم قرار دیئے جانے کے باوجود مملکت پاکستان کا انتظام حتی الوسع اس آئین کے مطابق البتہ ناظم اعلیٰ مارشل لاء کے وقتاً" فوقتاً" جاری کردہ ضوابط و احکام کی پابندی کے ساتھ چلایا جائے گا۔ سوائے اس صورت کے جس کا ذکر اس حکم میں کیا گیا ہے۔

2- ناظم اعلیٰ مارشل لاء پاکستان کے صدر ہوں گے انہیں آئندہ صدر کہا جائے گا وہ اس آئین یا کسی دوسرے قانون کے تحت صدر کو حاصل ہونے والے اختیارات استعمال کریں گے۔

3- آئین کے حصہ دوم باب اول میں بنیادی حقوق کے پیراگراف نمبر 2' 4' 5' 7' 8' 9' 13' 14' 15 اور 17 کالعدم رہیں گے۔ اور ان حقوق کے نفاذ سے متعلق عام زیر سماعت مقدمات ختم سمجھے جائیں گے۔

4- مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ' نائب ناظم اعلیٰ یا ان میں سے کسی کے تفویض کردہ اختیارات کی حامل بھی مارشل لاء اتھارٹی کے خلاف کوئی فیصلہ' ڈگری رٹ یا حکم کسی بھی عدالت یا ٹریبونل سے جاری نہیں ہو سکے گا۔

IV 1- صدر یا کسی صوبائی گورنر کی طرف سے جاری ہونے والے آرڈی ننس پر آئین میں درج شدہ معیاد کی تاریخ عائد نہیں ہو گی۔

2- شق نمبر 1 کا اطلاق اس آرڈیننس پر بھی ہو گا جو مارشل لاء کے

اعلان سے فوراً قبل نافذ ہو۔

V کوئی بھی عدالت ٹریبونل یا اتھارٹی مندرجہ ذیل پر نہ اعتراض کر سکتی ہے اور نہ ہی اعتراض کرنے کی اجازت دے سکتی ہے۔

(الف) مارشل لاء کے نفاذ کا اعلان۔

(ب) مارشل لاء کے کسی ضابطے یا مارشل لاء کے کسی آرڈر کے مطابق جاری ہونے والا کوئی حکم۔

(ج) کسی خصوصی فوجی عدالت یا سرسری سماعت کی فوجی عدالت کا فیصلہ سزا یا حکم۔

VI 1- فوجداری مقدمات کے سلسلہ میں کسی ہائی کورٹ کے فیصلہ حکم یا سزا کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل نہیں کی جا سکے گی۔ سوائے مندرجہ ذیل صورتوں کے۔

(الف) ہائیکورٹ بربنائے اپیل ملزم کے بری ہونے کے حکم کو الٹ کر اسے سزائے موت یا عمر قید کی سزا سنائی ہو۔

(ب) کسی ماتحت عدالت سے مقدمہ واپس لے کر اپنی عدالت میں سماعت کے لیے طلب کر لیا ہو اور ایسے مقدمہ میں ملزم کو مندرجہ بالا سزا دی ہو۔

(ج) ہائیکورٹ اس بات کی تصدیق کرے کہ اس مقدمہ میں قانونی نکات کا تصفیہ درپیش ہے۔ جس میں آئین کی وضاحت ضروری ہے۔

(د) یا ہائیکورٹ کی توہین عدالت پر کسی شخص کو کوئی سزا دی ہو۔

2- شق نمبر1 میں بیان کی ہوئی صورتوں کے علاوہ سپریم کورٹ دوسری تمام عدالتیں اور ٹریبونل انہی اختیارات اور دائرہ اختیارات کے حامل ہوں گے جو انہیں مارشل لاء کے اعلان سے قبل حاصل تھے۔

VII 1- اس حکم یا کسی قانون کی کوئی بات ناظم مارشل لاء یا ان سے حاصل شدہ اختیارات کی بنیاد پر کسی شخص کے بنائے ہوئے ضابطے پر عمل درآمد میں حائل نہیں ہو گی اور جہاں دفعہ 4 کے تحت مرتب کردہ آرڈی ننس یا کوئی اور قانون ایسے ضابطے سے متصادم ہو گا تو فوقیت مارشل لاء کے ضابطے ہی کو حاصل ہو گی۔

2- کسی بھی قانون کی کسی بھی دفعہ کے تحت کسی نظربند کو مشاورتی بورڈ کے سامنے پیش کرنے کی پابندی غیر موثر ہو گی۔

VIII 1- صدر ملکی معاملات چلانے کے لیے ضروری سمجھیں گے تو حکم کے ذریعے دفعات نافذ کر سکیں گے جن میں آئینی دفعات بھی شامل ہیں۔

عارضی آئین کا جو حکم صدر یحیٰی نے جاری کیا اس میں کہا گیا تھا کہ آئندہ ملک کا نظم و نسق جہاں تک ممکن ہو گا' 1962ء کے دستور کے تحت چلایا جائے گا۔ جسے 25 مارچ کو منسوخ کر دیا گیا تھا۔ حکم میں واضح کہا گیا کہ سابقہ آئین کے بنیادی حقوق سے متعلق بعض دفعات پر عمل نہیں ہو گا۔ حکم میں یہ بھی کہا گیا کہ کسی مارشل لاء ضابطہ یا حکم کو عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔ نیز اس امر کی وضاحت بھی کی گئی کہ سپریم کورٹ فوجداری مقدمات کے سلسلے میں عدالت عالیہ کے کسی قسم کے فیصلوں کے خلاف اپیل سن سکے گی اور آئندہ کسی شخص کی نظربندی کا معاملہ مشاورتی بورڈ میں پیش نہیں کیا جائے گا۔

صدر یحیٰی خان نے 1962ء کے آئین میں مندرجہ ذیل بنیادی حقوق کی 10 دفعات حذف کرنے کا اعلان کیا۔

دفعہ نمبر2:- نظربندی اور گرفتاری سے تحفظ۔

دفعہ نمبر4:- کسی ایسے جرم یا فعل کے لیے موثر بہ ماضی کی سزا سے تحفظ ہو اس وقت کسی شخص سے سرزد ہوا ہو بلکہ وہ فعل جو جرم قرار نہیں دیا گیا تھا۔

دفعہ نمبر5:- نقل و حرکت اور ملک کے کسی حصہ میں آمد و رفت اور رہائش اختیار کرنے کی آزادی۔

دفعہ نمبر7:- انجمن ایسوسی ایشن اور یونین بنانے کی آزادی۔

دفعہ نمبر9:- تحریر و تقریر کی آزادی۔

دفعہ نمبر13:- قانونی حدود کے اندر املاک حاصل کرنے یا منتقل کرنے کی آزادی۔

دفعہ نمبر14:- معاوضہ کی ادائیگی کے بعد کسی شخص کو املاک سے محروم کرنے سے تحفظ۔

دفعہ نمبر15:- قانون کی نظر میں تمام شہریوں کے لیے مساوی سلوک اور تحفظ کا حق۔

دفعہ نمبر17:- ملازمتوں میں امتیازی سلوک سے تحفظ۔

بنیادی حقوق کے اس باب میں جو دس دفعات نافذ عمل رہ گئیں' وہ درج ذیل ہیں:

دفعہ نمبر1:- کسی شخص کو اس کی جان اور آزادی سے قانونی طریقہ کے سوا کسی طریقہ سے محروم نہیں کیا جا سکے گا۔

دفعہ نمبر2:- کسی شخص کو غلام نہیں بنایا جائے گا۔ نہ غلامی کا طریقہ رائج کیا جائے گا اور کسی سے جبری مشقت نہیں لی جائے گی۔

دفعہ نمبر6:- ہر شخص کو پرامن طور پر اور قانونی حدود کے اندر اجتماع کی آزادی ہو گی۔

دفعہ نمبر10:- ہر شخص کو مذہبی عقیدہ اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنے کی آزادی ہو گی۔

دفعہ نمبر11:- کسی شخص سے ایسا ٹیکس وصول نہیں کیا جائے گا جس کی رقم اس کے سوا / سب کے سوا کسی دوسرے مذہب کی تبلیغ یا اس سے

متعلق مذہبی اداروں کے اخراجات پر خرچ ہو۔
دفعہ نمبر 12:- کسی شخص کو اس کے مذہب کے علاوہ کسی دوسرے مذہب سے متعلق علم حاصل کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکے گا اور کسی کو اپنے مذہب کی تعلیم حاصل کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ نمبر 12:- کسی شخص کو مذہبی عقیدے کی بناء پر کسی پبلک مقام' تفریحی مقام یا کسی اور جگہ پر جانے سے نہیں روکا جائے گا۔
دفعہ نمبر 18:- شہریوں کے ہر گروہ کو اپنے مخصوص کلچر' رسم الخط اور زبان کے تحفظ کا حق ہو گا۔
دفعہ نمبر 19:- چھوت چھات' قانونی طور پر ممنوع ہو گی اور چھوت چھات پر عمل کرنا جرم ہو گا۔

دستاویز---4

مارشل لاء کے ضابطے اور احکام

وضاحت

مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ کے ہیڈ کوارٹر سے جاری کئے ہوئے ضابطوں' اعلانوں اور احکام کا ترجمہ عوام کی آگاہی کے لیے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس ترجمے کو قانونی دستاویز تصور نہ کیا جائے۔

یہ ضابطے' اعلان اور احکام سرکاری گزٹ اور ملک کے تمام اخباروں میں شائع ہو چکے ہیں ان میں جو ترمیمات کی گئی ہیں وہ بھی اخباروں میں شائع ہو چکی ہیں اور آئندہ بھی سرکاری گزٹ میں شائع ہوتی رہیں گی۔ قانونی حیثیت صرف سرکاری گزٹ کو حاصل ہو گی۔

پاکستان میں مارشل لاء کا نفاذ

پاکستان کی بری افواج کے کمانڈر انچیف جنرل آغا محمد یحییٰ خان نے 25 مارچ 1969ء کو ملک میں مارشل لاء کے نفاذ کے موقع پر راولپنڈی سے جو اعلان جاری کیا اس کا مکمل متن مندرج ذیل ہے:-

"اب جب کہ ملک میں ایسی صورت حال پیدا ہو گئی ہے کہ سول انتظامیہ موثر طور پر اپنے فرائض انجام نہیں دے سکتی اور قومی تحفظ کے لیے ملک میں مارشل لاء کا نفاذ ضروری ہو گیا ہے اس لیے میں جنرل آغا محمد یحییٰ خان ہلال پاکستان' ہلال جرات یہ اعلان کرتا ہوں کہ پورے ملک میں فوری طور پر مارشل لاء نافذ کر دیا گیا ہے اور میں مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ کے اختیارات اور تمام مسلح افواج کی کمان سنبھالتا ہوں۔

1- مارشل لاء کے ضابطے اور احکام مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ یا ان کا مقرر کردہ کوئی افسر یا حاکم جسے وہ اختیار دیں گے' جاری کریں گے اور ان کی اشاعت کے لیے جو صورت وہ مناسب سمجھیں گے اسے اختیار کریں گے۔

2- جو شخص مارشل لاء کے ضابطوں یا احکام کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو گا اسے مارشل لاء کے ضابطوں کے تحت مقرر کی ہوئی سزا دی جائے گی۔

3- مارشل لاء کے ضابطوں کے تحت:

(الف) ایسی فوجی عدالتیں قائم کی جائیں گی جو مارشل لاء کے ضابطوں یا احکام اور عام قانون کے تحت' جرائم کے مقدمات کی سماعت کریں گی اور سزا دیں گی۔

(ب) عام قانون کے تحت ارتکاب کئے ہوئے جرائم کے سلسلہ میں فوجی عدالتیں خاص سزاؤں کا تعین کریں گی۔

(ج) عام عدالتوں کو مارشل لاء کے کسی ضابطہ یا حکم کی خلاف ورزی کے مقدمات کی سماعت اور سزائیں دینے کا اختیار دیا جائے گا۔

(د) وضاحت کیے ہوئے کسی جرم کے مقدمات کی سماعت کے سلسلہ میں عام عدالتوں کے اختیارات پر پابندی بھی لگائی جا سکے گی۔

4- (الف) اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین جسے اب صرف آئین کہا جائے گا' منسوخ کیا جاتا ہے۔

(ب) صدر اور صدارتی کونسل کے ممبروں' صوبوں کے گورنروں اور ان کی کونسلوں کے ممبروں کے عہدے فوری طور پر ختم کر دیئے گئے ہیں۔

(ج) قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیاں توڑ دی گئی ہیں۔

5- آئین کی تنسیخ سے قطع نظر مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ کے جاری کردہ ضابطوں اور احکام کے تحت:

(الف) وہ تمام قوانین بشمول آرڈی نینس' مارشل لاء کے ضابطے' احکام' قواعد' بائی لاز' ضابطے' اعلان' اور دیگر دستاویزات جو آئین کی تنسیخ سے بالکل قبل نافذ تھیں' بدستور نافذ العمل رہیں گی۔

(ب) وہ تمام عدالتیں اور ٹریبونل جو آئین کی منسوخی سے پہلے موجود تھے' بدستور قائم رہیں گے اور انہیں وہی تمام اختیارات حاصل رہیں گے جو آئین کی منسوخی سے پہلے انہیں حاصل تھے۔

(1) کوئی عدالت مارشل لاء کے کسی ضابطے یا حکم یا فیصلے یا فوجی عدالت کے فیصلے یا حکم پر حرف گیری کی مجاز نہیں ہو گی۔

(2) مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ یا ان کی طرف سے اختیارات استعمال کرنے والے کسی شخص کے خلاف نہ رٹ دائر کی جا سکتی ہے اور نہ کوئی حکم جاری کیا جا سکتا ہے۔

(ج) وہ تمام افراد جو آئین کی تنسیخ سے قبل' آئین کی توضیع کے مطابق چیف جسٹس یا سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے جج یا کمپنٹرولر یا آڈیٹر جنرل یا اٹارنی جنرل یا ایڈوکیٹ جنرل کی حیثیت سے پاکستان کی

ملازمت میں تھے اپنے اپنے عہدوں یا فرائض یا آئین کی تنسیخ سے قبل کی شرائط کے تحت' اس وقت تک بدستور کام کریں گے۔ اپنے اختیارات استعمال کریں گے اور فرائض سرانجام دیں گے جب تک مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ اس کے برخلاف کوئی حکم جاری نہ کریں۔

(د) تاوقتیکہ مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ کوئی برخلاف حکم جاری نہ کریں' اس وقت تک وہ تمام افسر اور اتھارٹیز جو آئین کے تحت مقرر کی گئی ہیں' بدستور اپنے منصبوں پر فائز رہیں گے اور انہیں وہ تمام اختیارات حاصل ہوں گے جو آئین منسوخ نہ ہونے کی صورت میں انہیں حاصل ہوتے۔

راولپنڈی:- 25 مارچ 1969ء

اے۔ ایم یحییٰ خان جنرل
کمانڈر انچیف پاکستان آرمی
اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر

مارشل لاء کے ضابطے

ضابطہ نمبر1
مارشل لاء کا نفاذ پورے ملک پر ہو گا

الف۔ مندرجہ ذیل افراد کو مارشل لاء کا نائب ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا ہے:

(1) لفٹیننٹ جنرل عبدالحمید خان' ہلال قائداعظم' ستارہ پاکستان۔

(2) وائس ایڈمرل ایس۔ ایم۔ احسن ہلال قائداعظم' ستارہ پاکستان۔ ڈی ایس سی۔

(3) ایئرمارشل ایم نور خان' ہلال جرات' ہلال قائداعظم

ب۔ ملک کو مارشل لاء کے تحت مندرجہ ذیل حلقوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(1) زون "اے"	پورا مغربی پاکستان
(2) زون "بی"	پورا مشرقی پاکستان

ج۔ پاکستان کی مسلح افواج کے مندرجہ ذیل کمانڈروں کو اپنے اپنے حلقوں میں ناظم مارشل لاء مقرر کیا گیا ہے۔

(1) زون "اے" لیفٹیننٹ جنرل محمد عتیق الرحمان۔ ستارہ پاکستان۔ ایم سی

(2) زون "بی" میجر جنرل مظفر الدین۔ ستارہ پاکستان۔

د۔ آئندہ سے میں یا کوئی ناظم مارشل لاء یا میری طرف سے مجاز کیا ہوا کوئی افسر جو ضابطے اور اضافی ضابطے جاری کرے گا انہیں مارشل لاء کے احکام یا مارشل لاء کے ضابطے کہا جائے گا۔

ضابطہ نمبر2

(الف) خاص عدالتیں

فوجداری کے مقدمات کی سماعت کا اختیار رکھنے والی خاص عدالتیں مندرجہ ذیل ہوں گی۔

(1) خاص فوجی عدالتیں۔

(2) سرسری سماعت کرنے والی عدالتیں۔

خاص فوجی عدالتوں اور مقدمات کی سرسری سماعت کرنے والی فوجی عدالتوں کو مارشل لاء کے ضابطوں یا احکام یا عام قانون کی خلاف ورزی کرنے والے کسی شخص کے خلاف مقدمہ کی سماعت کرنے اور اسے سزا دینے کا اختیار ہو گا۔

(ب) خاص فوجی عدالتیں

ناظم مارشل لاء اپنے زیرانتظام علاقے میں جہاں ان ضابطوں کا اطلاق ہوتا ہو' کیے گئے کسی جرم کے مقدمے کی سماعت کے لیے خاص فوجی عدالت قائم کر سکتا ہے اس سلسلہ میں متذکرہ بالا قانون میں وہ خاص قانون بھی شامل ہو گا جو اس وقت علاقے میں نافذ العمل ہو گا۔

ان ضابطوں کی دفعات کی تابع ایک خاص فوجی عدالت کی تشکیل و ترتیب اختیارات اور طریقہ کار وہی ہو گا جو پاکستان آرمی ایکٹ مجریہ 1952ء کے تحت قائم ہونے والی فیلڈ جنرل کورٹ مارشل کے لیے مقرر ہے۔ اس ایکٹ (قانون) کی دفعات اور ان کے تحت مرتب کئے ہوئے قواعد خاص فوجی عدالت کے طریقہ کار پر بھی حاوی ہوں گے اور ان ہی کے تحت اسے کام کرنا ہو گا۔ قانون کے تحت:

(1) کسی ایسے شخص کو جسے درجہ اول کے اختیارات حاصل ہوں یا وہ سیشن جج ہو۔ اس عدالت کا رکن مقرر کیا جا سکتا ہے۔

(2) عدالت قانون یا ان ضابطوں کے تحت مقررہ سزا دینے کی مجاز ہو گی۔

(3) سزائے موت کے تمام احکام کے لیے مارشل لاء ناظم اعلیٰ کی منظوری لازمی ہو گی۔

(4) گواہوں کے بیانات کا باقاعدہ خلاصہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہو گی اور بیانات کا لب لباب درج کرنا ہی کافی ہو گا۔

(5) یہ ضروری نہیں کہ استغاثہ کا پیروکار صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جس پر پاکستان آرمی ایکٹ مجریہ 1952ء کا اطلاق ہوتا ہو۔ استغاثہ کی طرف سے پیروی کے لیے بری' بحری یا فضائی فوج کا کوئی افسر' ایک وکیل سرکار (پبلک پراسیکیوٹر) ایک پولیس پراسیکیوٹر۔ پولیس کا کوئی

ملازم یا سول کا کوئی وکیل بھی مقرر کیا جا سکتا ہے۔

(ج) سرسری فوجی عدالتیں

ناظم مارشل لاء کسی عام یا خاص حکم کے ذریعے کسی مجسٹریٹ درجہ اول یا بری' بحری اور فضائی فوج کے کسی افسر کو بشرطیکہ اس کا انتخاب خاص طور پر اسی کام کے لیے کیا گیا ہو اپنے زیر اختیار علاقہ میں ان جرائم کے مقدمات کی سماعت کے لیے سرسری عدالت قائم کرنے کا اختیار دے سکتا ہے جن کا اس علاقہ میں ارتکاب کیا گیا ہو۔

(1) کسی دوسرے افسر کو اس کارروائی میں شریک ہونے کی ضرورت نہ ہوگی۔

(2) عدالت کو شہادتوں کی ایک یادداشت سے زیادہ ریکارڈ کرنے یا فرد جرم لگانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

(3) عدالت اپنے سے زیادہ اعلیٰ اختیارات کی حامل اتھارٹی سے اجازت لیے بغیر کسی مقدمہ کی سماعت کر سکتی ہے۔

(4) یہ عدالت سزائے موت' عمر قید' ایک سال سے زیادہ سزائے قید یا پندرہ کوڑوں سے زیادہ کی سزا کے سوا ہر وہ سزا دے سکتی ہے جس کا قانون یا ان ضابطوں کے تحت اسے اختیار دیا گیا ہے۔

(5) سرسری عدالت کی کارروائی نظر ثانی کے لیے اس علاقے کے ناظم مارشل لاء کو کسی تاخیر کے بغیر بھیجی جائے جس کی حدود میں مقدمہ کی سماعت ہوئی ہو۔

ناظم مارشل لاء خاص یا عام حکم کے ذریعہ سرسری فوجی عدالتوں میں سماعت کے لیے مقدمات کی تقسیم کے بارے میں ضروری احکام صادر کرنے کا مجاز ہوگا۔

ضابطہ نمبر3

ان ضابطوں کی دفعات سے قطع نظر قانون کے تحت باقاعدہ قائم شدہ فوجداری عدالتوں کو ایسے اشخاص پر بدستور اختیار حاصل رہے گا جو:

(الف) ایسے جرائم کا ارتکاب کریں جن کا ان ضوابط میں ذکر نہیں۔

(ب) ایسے جرائم جن کا موجودہ ہنگاموں سے تعلق نہیں۔

(ج) ایسے جرائم جن کا موجودہ ہنگاموں سے تو تعلق ہو لیکن انہیں ان ضابطوں کے تحت ان عدالتوں میں سماعت کے لیے منتقل کر دیا جائے۔

ضابطہ نمبر4

سزائیں

(الف) سزاؤں کے طریقے مندرجہ ذیل ہوں گے:

(1) موت

(2) قید بامشقت جو چودہ سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔

(3) تیس (30) سے زیادہ کوڑوں کی سزا نہیں دی جائے گی لیکن عورتوں اور ان مردوں کو جن کی عمریں 45 سال سے زیادہ اور اٹھارہ سال سے کم ہوں کوڑے لگانے کی سزا نہیں دی جائے گی۔

(4) جرمانہ: سوائے ایسی صورت کے جہاں جرمانہ کی زیادہ سے زیادہ رقم کا تعین کر دیا گیا ہو۔ رقم کا تعین عدالت کی مرضی پر ہوگا۔

(5) جائیداد کی ضبطی' جائیداد پوری کی پوری یا اس کا کچھ حصہ ضبط یا تباہ کیا جا سکتا ہے جب کسی شخص کی جائیداد ضبط کرنے یا اسے تباہ کرنے کی سزا دی جائے گی تو اس حکم کا اطلاق اس تمام جائیداد پر ہوگا جس کا سزا یافتہ شخص سے کسی قسم کا کوئی بھی تعلق ہوگا۔

موت کی سزا پھانسی کے ذریعے دی جائے گی۔

(ب) مذکورہ بالا سزائیں اس طریقہ پر ملا کر بھی دی جا سکتی ہیں۔

سزا جو (1) میں بیان کی گئی نمبر(4) اور یا (5) کے ساتھ ملا کر دی جا سکتی ہے۔ سزا جو (2) میں بتائی گئی ہے (3)- (4) اور (5) میں سے کسی ایک یا ایک سے زیادہ کے ساتھ ملا کر دی جا سکتی ہے۔

سزا جو (3) میں بتائی گئی ہے (4) یا (5) کے ساتھ ملا کر دی جا سکتی ہے۔

سزا جو (4) میں بتائی گئی ہے (5) کے ساتھ ملا کر دی جا سکتی ہے۔

وضاحت:۔ عدالت اگر 4 کے تحت سزا دے گی یا نمبر1 یا نمبر2 یا نمبر3 کے ساتھ نمبر4 کو بھی شامل کر کے سزا دے گی تو عدم ادائیگی جرمانہ کی صورت میں وہ (عدالت) مجرم کو قید یا مزید قید کی' جیسی بھی صورت ہو سزا دے سکتی ہے۔ اس سزا یا مزید سزا کو پورا کرنے کے بعد کسی دوسرے قانون سے قطع نظر یہ سزا جرمانے سے سبکدوش کر دے گی۔

(ج) ہر ضابطہ کے آخر میں اس کی خلاف ورزی کی سزا بھی درج ہے۔ یہ سزا حد کے اعتبار سے زیادہ ہوتی ہے اور سوائے اس کے کہ کسی اور جگہ اس کا ذکر کر دیا گیا ہو' سزا یا ملا کر دی جانے والی سزائیں جن کی اجازت دی گئی ہے اور جن کا کوئی حصہ اس جرم کی مقررہ سزا کی حد سے تجاوز نہ کرتا ہو' دی جا سکتی ہے۔

ضابطہ نمبر5

اگر کوئی شخص ان ضابطوں میں سے کسی کی خلاف ورزی کرے گا یا خلاف ورزی کرنے والے کی اعانت کرے گا تو وہ اسی سزا کا مستوجب ہوگا جو ضابطہ کی خلاف ورزی کے لیے رکھی گئی ہے۔

ضابطہ نمبر6

کوئی شخص زبانی یا تحریری' الفاظ یا اشارہ اور علامات یا دکھائی دینے

والے کسی بھی ذریعہ یا کسی اور طریقہ سے مارشل لاء کے نفاذ یا اس کی کارکردگی پر نکتہ چینی یا اعتراض یا مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ یا مارشل لاء کے کسی اتھارٹی کی ہتک' اس کے خلاف نفرت پھیلانے کی کوشش نہیں کرے گا اور اس میں معاون نہ ہوگا۔ خلاف ورزی کی سزا زیادہ سے زیادہ دس سال قید بامشقت۔

ضابطہ نمبر7

اگر کوئی شخص سرتابی اور سرکشی کو ابھارنے کی حیثیت سے کوئی ایسا کام کرتا ہے جس سے سرکش اور منحرف قوتوں کو نپٹنے کا موقع ملتا ہے یا اس سے افواج پاکستان کی کسی کارروائی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے یا زندگی کو خطرہ لاحق ہوتا ہے تو اس کو موت یا اس سے کم کی کوئی اور سزا دی جا سکتی ہے جو ضابطہ نمبر4 میں درج کی گئی ہے۔

اس ضابطہ میں:

(الف) "منحرف اور سرکش" سے مراد پاکستان کا کوئی بھی بیرونی دشمن۔ باغی یا نافرمان یا فسادی اور دشمن کا ایجنٹ ہے اور

(ب) "افواج پاکستان" سے مراد بری' بحری اور فضائی' پولیس فورس اور سول آرمڈ فورسز ہیں۔

ضابطہ نمبر8

کوئی شخص عمداً کسی شخص کی جائیداد یا ایسی جائیداد اور املاک کو جو مفاد عامہ کے استعمال میں آ رہی ہوں پاکستان فورسز یا شہری آبادی کو سپلائی میں ممد معاون ہو' نقصان نہیں پہنچائے گا' خلاف ورزی کی زیادہ سے زیادہ سزا موت۔

ضابطہ نمبر9

کوئی شخص لوٹ مار' آتش زنی یا ڈکیتی کا مرتکب نہیں ہوگا خلاف ورزی کی زیادہ سے زیادہ سزا موت ہے۔

وضاحت: لوٹ سے مراد ایسی حالت میں چوری کرنا ہے جب کہ:

(الف) کوئی شورش بپا ہو یا شورش کا خطرہ لاحق ہو یا اس کی وجہ سے خوف اور دہشت پھیلی ہو۔

(ب) بلیک آؤٹ (Black Out) کے دوران یا ایسے وقت جب کہ روشنی کم ہو یا کم کر دی گئی ہو۔

(ج) کسی ایسی چیز کی چوری کرنا جو حالت جنگ کی وجہ سے بلاحفاظت' چھوڑ دی گئی ہو یا

(د) کسی ایسی جگہ چوری کرنے جسے جنگ کی وجہ سے نقصان پہنچا ہو یا تباہ ہو گئی ہو یا جو فوجی وجوہ کی بنا پر خالی کر دی گئی ہو۔

ضابطہ نمبر10

کوئی شخص کسی سرکش اور منحرف کو نہ تو اپنے ہاں پناہ دے گا اور نہ اطلاعات یا معلومات یا خوراک' روپیہ' پیسہ' ہتھیار' گولہ بارود' سازو سامان یا آمدورفت کی شکل میں اسے کوئی امداد دے گا۔ جس سے کہ وہ گرفت میں آنے سے بچ سکے۔ خلاف ورزی کی زیادہ سے زیادہ سزا موت۔

ضابطہ نمبر11

کوئی شخص باقاعدہ طور پر دیئے ہوئے لائسنس کے بغیر اسلحہ' گولہ بارود یا تلوار اپنے پاس نہیں رکھے گا۔ ایڈمنسٹریٹر کوئی ہتھیار لے کر چلنے یا اپنے قبضہ میں رکھنے سے (خواہ اس کا لائسنس ہی کیوں نہ ہو) منع کر سکتا ہے۔ سوائے ایسی صورت میں کہ اس نے کسی کو اس کا خاص پرمٹ دیا ہو۔ وہ تمام ہتھیار جن کے لیے کوئی پرمٹ (اجازت نامہ) نہیں دیا گیا ہے۔ ایڈمنسٹریٹر کی ہدایت کے مطابق جمع کر دیئے جائیں گے۔ خلاف ورزی کی زیادہ سے زیادہ 14 سال قید بامشقت۔ ترمیم کے لیے دیکھئے ضابطہ نمبر26-

ضابطہ نمبر12

اگر کوئی شخص میرے زیر کمان کسی فوجی یا سول ملازم پر حملہ کرے گا' مزاحمت کرے گا' یا انہیں زخمی کرے گا یا حملہ مزاحمت یا زخمی کرنے کا موجب بنے گا یا اس کی صورت پیدا کرے گا تو وہ سزا کا مستوجب ہوگا۔ اس کے خلاف زیادہ سے زیادہ سزا موت ہے۔

ضابطہ نمبر13

جو شخص کسی سرکش یا منحرف کو دیکھے یا اس سے اس کا واسطہ پڑے یا اس کی نقل و حرکت اور جائے قیام کا پتہ چلے تو اسے چاہیے کہ وہ فوراً اس کی مکمل اطلاع نزدیک ترین فوجی یا سول حکام کو دے۔ اگر کوئی شخص عمداً ایسا نہیں کرتا تو وہ سزا کا مستوجب ہوگا۔ خلاف ورزی کی سزا زیادہ سے زیادہ چودہ سال قید بامشقت ہے۔

ضابطہ نمبر14

کوئی شخص سڑکوں' ریلوں' نہروں' ہوائی اڈوں' تار' ٹیلی فون اور وائرلیس کے ٹھکانوں یا کسی بھی سرکاری املاک کو نقصان نہیں پہنچائے گا اور نہ ان کے فرائض منصبی کی انجام دہی میں خلل ڈالے گا۔ خلاف ورزی کی زیادہ سے زیادہ سزا موت ہے۔

ضابطہ نمبر15

ان ضابطوں کے تحت قائم کئے جانے والے کسی مقدمہ یا کی جانے

والی تفتیش کے سلسلہ میں کوئی شخص عمداً غلط بیان نہیں دے گا اور نہ بیان دینے سے انکار کرے گا۔ خلاف ورزی کی زیادہ سے زیادہ سزا چودہ سال قید بامشقت ہے۔

ضابطہ نمبر16

کوئی شخص نہ تو کوئی ایسا کام کرے گا یا نہ ایسی غلطی کا مرتکب ہو گا یا نہ ایسی تقریر کرے گا:

(الف) جو مفاد عامہ یا نظم و ضبط کے خلاف ہو یا

(ب) جس کا مقصد میری زیر کمان فورسز کو غلط راستہ پر ڈالنا یا ان کی کامیابی کی راہ میں مشکلات پیدا کرنا یا ان کی وفاداری کو مشکوک کرنا ہو۔

خلاف ورزی کی زیادہ سے زیادہ سزا 14 سال قید بامشقت ہے۔

ضابطہ نمبر17

کوئی شخص زبان یا تحریر یا اشارے یا کسی اور طریقہ سے ایسی خبریں مشتہر نہیں کرے گا جن کا مقصد عوام میں خوف یا مایوسی پھیلانا ہو جو مسلح افواج، پولیس یا ان کے کسی رکن کے خلاف بے اطمینانی پھیلانے کا باعث ہو۔ خلاف ورزی کی زیادہ سے زیادہ سزا چودہ سال قید بامشقت ہے۔

ضابطہ نمبر18

تعلیمی اور مفاد عامہ کے اداروں اور سروسوں اور صنعتی اداروں میں ہڑتال، تالہ بندی اور مظاہروں کی بالکل ممانعت ہے، جو شخص ہڑتال کرتا ہے یا ہڑتال کرانے میں دوسروں کی مدد کرتا ہے یا ہڑتال کا پروپیگنڈہ کرتا ہے وہ سزا کا مستوجب ہو گا۔ خلاف ورزی کی زیادہ سے زیادہ سزا چودہ سال قید بامشقت ہے۔

ضابطہ نمبر19

جو شخص بھی زبان یا تحریر کے ذریعے یا کسی اور طرح سے افواہیں یا صوبائی، فرقہ وارانہ یا لسانی بنیاد پر ایسی خبروں اور افواہوں کو ہوا دے گا جن کا مقصد پاکستان کی علاقائی سالمیت کو نقصان پہنچانا ہو گا تو وہ قید بامشقت کا مستوجب ہو گا جو زیادہ سے زیادہ چودہ سال تک ہو سکتی ہے۔

ضابطہ نمبر20

جو شخص کسی ایسے فرد کو جو پاکستان آرمی ایکٹ، پاکستان ایئر فورس ایکٹ یا پاکستان نیوی آرڈی نینس کے تحت آتا ہے اس کی حکومت سے وفاداری یا اس کے فرائض سے ورغلاتا ہے وہ سزا کا مستوجب ہو گا جو زیادہ سے زیادہ موت ہے۔

ضابطہ نمبر21

کوئی شخص مارشل لاء کے مقامی ناظم کی پیشگی اجازت کے بغیر نہ کوئی جلسہ طلب کرے گا نہ کوئی جلوس نکالے گا اور نہ جلسہ کرے گا اس بارے میں تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔

کوئی شخص کسی ایسے جلسہ یا جلوس میں شرکت نہیں کرے گا جس کی اجازت متعلقہ مارشل لاء اتھارٹی سے نہ لی گئی ہو۔ خلاف ورزی کی زیادہ سے زیادہ سزا سترہ سال قید بامشقت ہے۔

ضابطہ نمبر22

کوئی ایسا شخص جو تعزیرات پاکستان کی دفعہ 21 کے تحت سرکاری ملازم کے زمرے میں آتا ہے کسی ناجائز ذریعہ سے یا سرکاری ملازم کی حیثیت سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے یا کسی دوسرے کے لیے قیمتی چیز یا فائدہ حاصل کرتا ہے یا فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، وہ قید بامشقت کا مستوجب ہو گا جو زیادہ سے زیادہ چودہ سال قید بامشقت تک ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کی پوری جائیداد یا اس کا کچھ حصہ ضبط بھی کیا جا سکتا ہے۔

ضابطہ نمبر23

ہر طرح کی اسمگلنگ ممنوع ہے جو شخص اسمگلنگ کرتے ہوئے یا کسی سمگلر کی روپیہ پیسے، کھانے پینے، سامان، پناہ، آمد و رفت کی سہولت یا کسی طرح مدد کرتے ہوئے پایا جائے گا یا اسمگلروں کے متعلق کسی طرح کی اطلاعات تاخیر کے بغیر فوجی یا سول حکام تک پہنچانے سے گریز کرے گا وہ سزا کا مستوجب ہو گا جو زیادہ سے زیادہ موت کی سزا ہے۔

ضابطہ نمبر24

کوئی شخص پاکستان کی کرنسی بلااجازت پاکستان سے باہر نہیں لے جائے گا اور نہ اس کی کوشش کرے گا اور نہ اسٹیٹ بینک کی عام اجازت کے بغیر پاکستان کی کرنسی غیر ملکی کرنسی سے تبدیل کرنے کا کسی کے ساتھ کوئی سمجھوتہ کرے گا بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر پاکستان کی کرنسی یا تمسکات (سیکیورٹیز) کو منتقل کرنے میں کسی کو مدد ہی دے گا۔ خلاف ورزی کی زیادہ سے زیادہ سزا دس سال قید بامشقت ہو گی۔

ضابطہ نمبر25

مارشل لاء کے حکام کی نافرمانی قابل تعزیر ہے جس کی زیادہ سے زیادہ سزا دس سال قید بامشقت ہو گی۔

ضابطہ نمبر26

مارشل لاء کے ضابطہ نمبر 11 مجریہ 25 مارچ 1965ء میں "با قاعدہ لائسنس کے بغیر" کے الفاظ کے بعد یہ عبارت شامل کی جائے' "تاوقتیکہ اسے ملازمت کے کسی قاعدے یا ہدایت کے تحت استثناء حاصل نہ ہو۔"

ضابطہ نمبر27

(1) کوئی شخص کسی سرکاری ملازم کو تحریری یا زبانی ایسی اطلاع' بیان یا محضر نہیں دے گا جس کے متعلق اسے پتہ اور یقین ہو کہ وہ غلط ہے اور جس سے اس کی نیت یہ ہو کہ اس اطلاع کے نتیجہ میں سرکاری ملازم اپنے جائز اختیارات کے تحت جو کارروائی کرے گا اس سے کسی شخص کو نقصان پہنچے گا یا وہ پریشان ہو گا۔

(2) کوئی شخص عمداً ایسا غلط بیان یا محضر نہیں دے گا جس سے اس کا مقصد اپنے لیے کوئی فائدہ حاصل کرنا یا حقائق پر پردہ ڈالنا ہو گا۔ خلاف ورزی کی زیادہ سے زیادہ سزا پانچ سال قید بامشقت مقرر کی جاتی ہے۔

ضابطہ نمبر28

جو شخص ایک نقلی افسر' جونیئر کمشنڈ افسر' وارنٹ افسر' پٹی افسر یا چیف پٹی افسر' نان کمیشنڈ افسر یا مسلح افواج کا کوئی اور ممبر یا پولیس یا کوئی دوسرا سرکاری عہدیدار بنے گا یا بننے کی کوشش کرے گا وہ سزا کا مستوجب ہو گا۔ زیادہ سے زیادہ سزا دس سال قید بامشقت۔

ضابطہ نمبر29

جو شخص کسی دوسرے شخص یا اشخاص' رشتہ داروں یا دوستوں' تجارتی فرموں یا اداروں یا دوسری ایجنسیوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے اپنی سرکاری حیثیت کو استعمال کرنے کی کوشش کرے گا اور اس کے اس اقدام سے ملک کو نقصان یا کسی شخص یا اشخاص کا جائزہ حق پامال ہو رہا ہو گا تو ایسا شخص مستوجب سزا ہے جو پندرہ برس قید بامشقت ہو سکتی ہے۔

ضابطہ نمبر30

(1) اگر کسی شخص کو رشوت' اسمگلنگ یا ذخیرہ اندوزی کا علم ہو یا یہ معلوم ہو کہ کسی نے ناجائز طریقہ سے کوئی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد حاصل کی ہو یا اس نے کسی دوسرے ملک میں ناجائز طریقہ سے غیر ملکی زرمبادلہ حاصل کیا ہو یا ان امور کے سلسلہ میں کسی جرم کا ارتکاب کیا ہو یا اس میں حصہ لیا ہو تو وہ اس کی اطلاع فوراً اپنے نزدیکی تھانے کے افسر انچارج کو دے۔

(2) اگر افسر مذکورہ اس اطلاع کو اپنے روزنامچے میں درج نہیں کرتا تو اطلاع دینے والے کو چاہیے کہ وہ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو اس کی تحریری اطلاع دے اور اس کی ایک نقل انسپکٹر جنرل پولیس اور ایک نقل اپنے سیکٹر یا زون کے مارشل لاء ہیڈ کوارٹر میں بھیجے۔ ایسے افسر انچارج کو سزا دی جائے گی۔

(3) اس ضابطہ کے پیراگراف نمبر 2 کے تحت اگر کسی شخص کو مجرم پایا گیا تو اسے پانچ ہزار روپے تک کے جرمانہ کی سزا دی جا سکتی ہے اس کے علاوہ وہ قید بامشقت کی سزا کا بھی مستوجب ہو گا جو ایک سال تک ہو سکتی ہے۔

(4) اوپر کے پیراگراف نمبر 1 میں جن جرائم کا ذکر کیا گیا ہے ان کا ارتکاب کرنے والے افراد کو سزا دیتے وقت عدالت یہ حکم دے سکتی ہے کہ جرمانہ کی رقم میں سے کچھ رقم مخبر کو انعام میں دی جائے۔ یہ انعام جرمانہ کی رقم کے زیادہ سے زیادہ نصف تک ہو سکتا ہے۔☆

* ترمیم کے لیے مارشل لاء کا ضابطہ نمبر 31 دیکھئے۔

ضابطہ نمبر31

یکم اپریل 1969ء کو گزٹ آف پاکستان کی خصوصی اشاعت میں مارشل لاء کا ضابطہ نمبر 30 شائع کیا گیا۔ بعد کو اس ضابطہ کو از سر نو تشکیل دے کر ضابطہ نمبر 31 جاری کیا گیا جو مندرجہ ذیل ہے:

1- اگر کسی شخص کو رشوت' اسمگلنگ' چور بازاری' ذخیرہ اندوزی یا اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ کسی شخص نے ناجائز طریقہ سے غیر ملکی زرمبادلہ حاصل کیا ہے یا اس کے قبضہ میں ملک کے اندر یا ملک کے باہر ناجائز غیر ملکی زرمبادلہ ہے یا کسی نے غیر قانونی ذرائع سے کوئی منقولہ یا غیر منقولہ املاک حاصل کی ہے خواہ وہ اپنے نام سے ہو یا کسی دوسرے کے نام سے ہو اور خواہ وہ پاکستان سے باہر یا کوئی اور ایسی اطلاع ہے جن کا ان جرائم سے تعلق ہو تو اسے چاہیے کہ وہ فی الفور اس کی اطلاع اپنے نزدیکی تھانہ کے افسر انچارج کو دے۔

2- جو شخص مذکورہ جرائم میں سے کسی جرم کا مرتکب پایا جائے اس کو سزا دیتے ہوئے عدالت دوسری سزا کے علاوہ جرمانہ بھی کر سکتی ہے اور یہ حکم دے سکتی ہے کہ جرمانہ وصول ہونے پر اس رقم میں سے مخبر کو انعام دیا جائے۔ انعام کی رقم جرمانہ کی رقم میں سے نصف تک ہو سکتی ہے جو وصول ہو۔

3- پیراگراف نمبر 1 کے تحت فراہم کی جانے والی اطلاعات اگر غلط نکلیں یا ان کے پیچھے بدنیتی کارفرما ہوئی تو اطلاع دینے والا مارشل لاء

کے ضابطہ نمبر27 کے تحت مستوجب سزا ہو گا۔

4- تھانہ کا افسر انچارج جس کا حوالہ پیراگراف نمبر1 میں دیا گیا ہے اگر اطلاع کو اپنے سرکاری روزنامچہ میں درج نہیں کرتا تو اطلاع دینے والے کو چاہیے کہ وہ اپنے ضلع کے سپرنٹنڈنٹ پولیس کو اس کی تحریری رپورٹ کرے اور اس کی نقلیں انسپکٹر جنرل پولیس اور اپنے زون کے مارشل لاء ہیڈ کوارٹر کو بھی بھیجے۔ تھانے کے اس افسر انچارج کے خلاف کارروائی کرکے اسے سزا دی جائے گی۔ یہ سزا ایک سال قید بامشقت اور پانچ ہزار روپے جرمانہ تک ہو سکتی ہے۔

ضابطہ نمبر32

1- یہ ضابطہ فوری طور پر نافذ العمل ہو گا اور کسی دوسرے قانون میں اس کے خلاف کوئی دفعہ ہے تو وہ اس کے نفاذ میں رخنہ انداز نہیں ہو گی۔

2- (الف) اگر کسی شخص نے انکم ٹیکس کے قانون مجریہ 1922ء کے تحت 1960-61ء کے سال یا اس کے بعد بشمول 1968-69ء تک کسی بھی سال کی تشخیص کے لیے اپنی آمدنی کا گوشوارہ داخل کیا ہے اور یہ باور کرنے کے اس کے پاس اسباب موجود ہیں کہ اس کا داخل کیا ہوا گوشوارہ درست نہیں تو اسے چاہیے کہ صحیح صحیح آمدنی درج کرکے نیا گوشوارہ داخل کر دے۔ اس کی آخری تاریخ 16 جون 1969ء ہے۔ ایسا کرنے والوں کے خلاف پہلے غلط گوشوارہ داخل کرنے کی پاداش میں نہ کوئی کارروائی کی جائے گی اور نہ اس کاروبار کی نوعیت پر کوئی گرفت ہو گی جس کے ذریعہ وہ "زائد آمدنی" حاصل کی گئی ہو گی جس کا نئے اور پرانے گوشواروں میں فرق نکلے گا اور نہ نئے گوشوارہ کو ازسرنو تشخیص کی بنیاد قرار دیا جائے گا جو مذکورہ انکم ٹیکس ایکٹ کی دفعہ 34 کی ذیلی دفعہ (2) کے تحت لازم آتا ہے۔

(ب) اگر کسی شخص کے لیے اس مدت کا الگ الگ گوشوارہ داخل کرنا ممکن نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ ان سب برسوں کا ایک اکٹھا گوشوارہ داخل کر دے جس میں--- 1961ء -1960ء کے سال سے لے کر 1969ء - 1968ء تک کی پوری مدت کی صحیح صحیح آمدنی درج کر دی جائے۔ یہ گوشوارہ 16 جون 1969ء تک داخل ہو جانا چاہیے۔

(ج) اگر کسی شخص نے اپنی آمدنی کا اب تک کوئی گوشوارہ ہی داخل نہیں کیا یا اس پر اب ٹیکس کی تشخیص نہیں ہوئی اسے بھی چاہیے کہ وہ مذکورہ بالا پوری مدت یا اس کے دوران کسی سال کا جیسی بھی صورت ہو' اپنی صحیح آمدنی کا گوشوارہ 120 جون 69ء تک داخل کردے اس کے خلاف گوشوارہ داخل نہ کرنے کی بناء پر کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔

3- زائد آمدنی پر ٹیکس لگانے کا طریقہ یہ ہو گا

(1) اگر آمدنی کے گوشوارے یا نظر ثانی شدہ گوشوارے ہر سال کے لیے الگ الگ داخل کئے جائیں گے تو ان گوشواروں کی بنیاد پر متعلقہ سالوں کے لیے الگ الگ تشخیص کی جائے گی۔

(2) اگر پوری مدت کے لیے یکجا طور پر تیار کیے ہوئے گوشوارے داخل کیے جائیں گے تو مجموعی آمدنی کو ان تمام برسوں بشرطیکہ ان کی مدت نو سال سے زیادہ نہ ہو' پر تقسیم کرکے ٹیکس کی رقم کا تعین کیا جائے گا اور اس طرح آمدنی کا جو اوسط نکلے گا اس پر مندرجہ بالا ذیلی پیراگراف نمبر1 کے مطابق جیسی بھی صورت ہو گی ٹیکس کی تشخیص یا ازسرنو تشخیص کی جائے گی۔ البتہ ایسی آمدنی میں سے اس آمدنی پر جو قابل ٹیکس قرار دی جائے گی کسی قسم کی چھوٹ یا رعایت نہیں ملے گی جس کا ذکر انکم ٹیکس ایکٹ مجریہ 1922ء میں کیا گیا ہے۔

(4) زائد آمدنی پر جو ٹیکس لگے گا وہ اس تاریخ تک بہرحال ادا کرنا پڑے گا جس کا تعین مرکزی ریونیو بورڈ کرے گا۔ خلاف ورزی کی صورت میں آٹھ فی صد سالانہ کے حساب سے زائد ٹیکس دینا ہو گا۔

(5) جو شخص اس ضابطہ کے تحت' یکجا طور پر مرتب کیا ہوا گوشوارہ یا نظر ثانی کیا ہوا گوشوارہ داخل کرے گا اس پر بھی واجب ہو گا کہ وہ بورڈ کی ہدایت کے مطابق جسے اس ضابطہ کے پیراگراف نمبر2 کے تحت اختیار دیا گیا ہے۔ اپنے تمام اثاثے اور واجبات کا گوشوارہ بھی پیش کرے۔ ایسے شخص کے خلاف اس سے پہلے کسی موقع پر داخل کیے ہوئے کسی غلط یا نادرست گوشوارے کی بنا پر جو انکم ٹیکس ایکٹ مجریہ 1922ء کی دفعہ 23 (اے-4) کے تحت نوٹس پر داخل کیا گیا ہو گا کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔

6- (1) مرکزی بورڈ آف ریونیو مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ یا ان کی طرف سے اس غرض سے کسی اختیار یافتہ شخص کی پیشگی منظوری سے ایسے قواعد بنا سکتا ہے یا احکام اور ہدایات جاری کر سکتا ہے جو اس ضابطہ کے ہم آہنگ ہوں اور جن کا مقصد اس ضابطہ کی دفعات کو موثر بنانا ہو یا جن کا تعلق اس سے متعلقہ امور سے ہو وہ ایسے امور ہوں جن کے لیے اس ضابطہ میں کوئی موثر دفعہ موجود نہ ہو' ایسے تمام قواعد و ضوابط' احکام و ہدایات اسی ضابطہ کا حصہ تصور کی جائیں گی اور اسی طرح نافذ العمل ہوں گی۔

(2) اس ضابطہ کے ذیلی پیراگراف نمبر(1) میں جو عمومیت پائی جاتی ہے اس کے میلان کو برقرار رکھتے ہوئے ایسے قواعد' احکام اس ضابطہ کے تحت "زائد آمدنی" کا تعین کرنے یا اس کے تحت ادا کیے جانے والے ٹیکس کا حساب لگانے کے بارے میں ہو سکتے ہیں۔

(الف) جس شخص پر انکم ٹیکس ایکٹ مجریہ 1922ء کے تحت ٹیکس عائد ہوتا ہے۔ اس کے متعلق اس ایکٹ کی رو سے داخل کیے

جانے والے تحریر گوشوارہ یا بیان میں کوئی غلط بیانی کرتا ہے تو ایسا شخص قید بامشقت کا مستوجب ہوگا جو کہ زیادہ سے زیادہ چودہ سال تک ہو سکتی ہے۔ جرمانہ اس کے علاوہ ہوگا۔ سوائے ایسی صورت میں کہ وہ یہ ثابت کردے کہ گوشوارہ کی تیاری کے وقت اسے اس بات کا یقین نہ تھا جو کچھ اس نے لکھا ہے وہ درست ہے۔

(ب) جسے قانونی طور پر کسی حاکم کی طرف سے انکم ٹیکس ایکٹ مجریہ 1922ء کے تحت مقررہ مدت کے اندر کوئی اطلاع' یا کتابیں یا بینک کی کتابیں' حساب کی کتابیں یا کوئی اور دستاویز پیش کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے اور وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ قید بامشقت کی سزا کا مستوجب سمجھا جائے گا جو زیادہ سے زیادہ چودہ سال تک ہو سکتی ہے۔ جرمانہ اس کے ماسوا ہوگا۔ سوائے اس صورت میں کہ کوئی یہ ثابت کردے کہ ایسے اسباب کی بناء پر جو اس کے قابو سے باہر تھے' وہ احکام پر عمل کرنے سے قاصر رہا۔

(ج) جسے قانونی طور پر کسی بااختیار حاکم کی طرف سے انکم ٹیکس ایکٹ مجریہ 1922ء کے تحت ایک مقررہ مدت کے اندر ٹیکس جمع کرنے کا حکم دیا گیا ہو اور وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ قید بامشقت کی سزا کا مستوجب ہوگا جو زیادہ سے زیادہ چودہ سال تک ہو سکتی ہے۔ جرمانہ اس کے علاوہ ہوگا سوائے اس صورت میں کہ وہ یہ ثابت کر دے کہ ایسے اسباب کی بناء پر جو اس کے قابو سے باہر تھے وہ احکام کی تعمیل کرنے سے قاصر رہا اور۔

(د) جو انکم ٹیکس ایکٹ مجریہ 1922ء کے تحت ٹیکس ادا نہ کر سکا ہوگا لیکن اگر وہ ایسے حالات میں اپنے کسی اثاثہ سے دستبردار ہوتے ہوئے پایا گیا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ اس نے یہ کارروائی ٹیکس سے بچنے کے لیے کی ہے تو وہ قید بامشقت کا مستوجب سمجھا جائے گا جو زیادہ سے زیادہ چودہ سال تک ہو سکتی ہے اور جرمانہ اس کے علاوہ ہوگا سوائے اس کے کہ وہ یہ ثابت کر دے کہ اس نے اپنا اثاثہ ٹیکس سے بچنے کی خاطر نہیں چھوڑا ہے۔

(8) کوئی عدالت اس وقت تک اس ضابطہ کی خلاف ورزی کے مقدمہ کی سماعت نہیں کرے گی جب تک مرکزی بورڈ آف ریونیو یا مرکزی بورڈ آف ریونیو کی طرف سے اختیار یافتہ کوئی اور اتھارٹی باقاعدہ تحریری طور پر اس کی شکایت نہیں کرتی۔

(9) مارشل لاء کے کسی حاکم نے اگر کوئی ایسی ہدایت' احکام اور ضابطے جاری کیے ہوں جو اس ضابطے کی دفعات سے متصادم ہوتے ہوں تو ان دفعات پر وہ اثر انداز نہیں ہو سکیں گے۔

ضابطہ نمبر33

ٹیکسوں کے (غلط گوشواروں) کے متعلق ضابطہ

(1) یہ ضابطہ فی الفور نافذ ہوگا اور یہ ان تمام قوانین کے علاوہ ہے جو پہلے سے موجود ہیں نہ کہ ان کی تنقیص میں ہے جو پہلے سے موجود ہیں۔ سوائے اس کے جو مندرجہ ذیل پیراگراف نمبر7 میں وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔

(2) کوئی شخص جس پر اسٹیٹ ڈیوٹی ایکٹ مجریہ 1950ء' بکری ٹیکس ایکٹ مجریہ 1951ء' دولت ٹیکس ایکٹ مجریہ 1963ء یا تحفہ ٹیکس ایکٹ مجریہ 1963ء (جنہیں آگے چل کر مذکورہ ایکٹس کہا جائے گا) کے تحت کوئی ٹیکس واجب ہوتا ہے اور مذکورہ ایکٹس کی دفعات کے تحت داخل کیے جانے والے گوشوارہ یا تحریری بیان میں کوئی غلط بیانی کرتا ہے تو وہ قید بامشقت کی سزا کا مستوجب سمجھا جائے گا جو زیادہ سے زیادہ چودہ سال تک ہو سکتی ہے۔ جرمانہ اس کے علاوہ ہوگا۔ سوائے اس کے کہ وہ یہ ثابت کردے کہ گوشوارے یا تحریری بیان کی تیاری کے وقت اسے اس کے درست ہونے کا یقین تھا۔

(3) جس شخص کو مذکورہ ایکٹس میں سے کسی کے تحت بااختیار حاکم کی طرف سے مقررہ مدت کے اندر اندر کوئی تحریر اطلاع بہم پہنچانے یا کوئی کتابیں۔ بینک کی کتابیں' حساب کی کتابیں' یا کوئی اور دستاویز حاضر کرنے کا حکم دیا جاتا ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ قید بامشقت کی سزا کا مستوجب ہوگا جو زیادہ سے زیادہ چودہ سال تک ہو سکتی ہے۔ جرمانہ اس کے علاوہ ہوگا۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ یہ ثابت کر دے کہ عدم ادائیگی کے اسباب اس کے قابو سے باہر تھے۔

(4) جس شخص کو قانونی طور پر کسی مجاز حاکم کی طرف سے مذکورہ ایکٹس میں سے کسی کے تحت ٹیکس ادا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اور وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ قید بامشقت کا موجب ہوگا جو زیادہ سے زیادہ چودہ سال تک ہو سکتی ہے۔ جرمانہ اس کے علاوہ ہوگا۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ یہ ثابت کر دے کہ عدم ادائیگی کے اسباب اس کے قابو سے باہر تھے۔

(5) اگر کوئی شخص جس کو مذکورہ ایکٹس کے تحت کوئی ٹیکس ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہو لیکن اس نے ایسا نہ کیا ہو اور وہ اس نیت سے اپنے کسی اثاثہ سے دستبردار ہوتے ہوئے پایا گیا کہ وہ اس طرح ٹیکس سے بچ جائے گا تو وہ قید بامشقت کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ جو زیادہ سے زیادہ چودہ سال تک ہو سکتی ہے۔ جرمانہ اس کے علاوہ ہوگا۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ یہ ثابت کر دے کہ اس نے اپنا اثاثہ ٹیکس سے بچنے کے لیے نہیں چھوڑا۔

(6) کوئی عدالت اس وقت تک اس ضابطہ کی خلاف ورزی کے مقدمہ کی سماعت نہیں کرے گی جب تک مرکزی بورڈ آف ریونیو یا مرکزی بورڈ آف ریونیو کی طرف سے اختیار یافتہ کوئی اور اتھارٹی باقاعدہ

تحریری طور پر اس کی شکایت نہیں کرتی۔

(7) مارشل لاء کے حکام کے جاری کئے ہوئے وہ تمام احکام یا ضابطے جو اس ضابطہ سے ٹکراتے ہوں' اس کے مقابلے میں کالعدم ہو جائیں گے۔

ضابطہ نمبر34

غیر ملکی زرمبادلہ (ظاہر کرنے اور جمع کرانے) کے متعلق ضابطہ

1- یہ ضابطہ فی الفور نافذ العمل ہو گا اور اس کا اطلاق پاکستان کے تمام شہریوں پر ہو گا خواہ وہ کہیں بھی ہوں اور رائج الوقت قانون سے کسی قسم کی عدم مطابقت رکھنے کی صورت میں بھی اس ضابطہ کا اطلاق ہو گا۔

اس ضابطہ میں "فرد" سے مراد کوئی فرد واحد' فرم' افراد کی تنظیم' افراد کی جمعیت خواہ وہ انکارپوریٹڈ ہو یا نہ ہو' کمپنی اور وہ تمام افراد ہیں جن پر پاکستان کے قانون کا اطلاق ہوتا ہے۔

(2) باقاعدہ اور تسلیم شدہ طالب علم کے سوا جو کسی دوسرے ملک میں ٹریننگ یا تعلیم کی غرض سے گیا ہوا ہے' اگر کسی شخص کے پاس غیر ملکی زرمبادلہ ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ غیر ملکی زرمبادلہ قانونی نہیں اور غیر قانونی ذرائع سے حاصل کیا گیا ہے تو اس کو چاہیے کہ اس کی اطلاع اسٹیٹ بینک آف پاکستان کو دے یا پاکستان میں زرمبادلہ کے کسی اور بااختیار ایجنٹ کے پاس جمع کرا دے۔ اس کی آخری تاریخ 15 مئی 1969ء ہے۔ ایسے شخص کے خلاف جو اپنے زرمبادلہ کی اطلاع دے گا یا اسے جمع کرا دے گا' کسی قسم کی کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی اور نہ اس رقم پر کوئی ٹیکس ہی عائد کیا جائے گا۔

(3) جو شخص پیراگراف نمبر2 کے تحت اپنا زرمبادلہ جمع کرا دے گا وہ اس بااختیار ایجنٹ سے جس کو زرمبادلہ دیا گیا ہو اس امر کا سرٹیفکیٹ لے سکتا ہے کہ اس ضابطہ کے تحت اس کے پاس اتنا زرمبادلہ جمع کرایا گیا ہے۔ زرمبادلہ داخل کرنے والے کے مطالبہ پر منظور شدہ ایجنٹ کو مطلوبہ تحریر دینا ہو گی۔

(4) جو شخص پیراگراف نمبر2 کے تحت اپنا زرمبادلہ کی اطلاع دے گا اسے چاہیے کہ دستخط شدہ تحریری اعلان میں وہ زرمبادلہ کی تفصیلات بھی درج کرے۔ یہ تحریری اطلاع اسٹیٹ بینک کے افسروں میں سے کسی کو بھی بھیجی جا سکتی ہے۔

(الف) ڈپٹی کنٹرولر ایکسچینج کنٹرول ڈیپارٹمنٹ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کراچی۔

(ب) ڈپٹی کنٹرولر ایکسچینج کنٹرول ڈیپارٹمنٹ اسٹیٹ بینک آف پاکستان ڈھاکہ۔

(ج) منیجر اسٹیٹ بینک آف پاکستان۔ کوئٹہ۔

(د) منیجر اسٹیٹ بینک آف پاکستان۔ لاہور۔

(ہ) منیجر اسٹیٹ بینک آف پاکستان راولپنڈی۔

(و) منیجر اسٹیٹ بینک آف پاکستان لائل پور

(ز) منیجر اسٹیٹ بینک آف پاکستان پشاور

(ح) منیجر اسٹیٹ بینک آف پاکستان چاٹگام

(ط) منیجر اسٹیٹ بینک آف پاکستان کھلنا

مذکورہ بالا افسروں کو اس قسم کی اطلاع بذریعہ ڈاک بھیجی جا سکتی ہے۔ لیکن یہ اطلاع رسید طلب رجسٹری کے ذریعے ہوائی ڈاک سے روانہ کرنی چاہیے۔ ڈاک سے بھیجی جانے والی اطلاع اس تاریخ سے شمار کی جائے گی جس تاریخ کو وہ محکمہ ڈاک کے حوالے کی جائے گی۔

(5) اگر کسی شخص کے متعلق یہ پتہ چلا کہ اس کے پاس ناجائز زرمبادلہ موجود ہے اور اس نے اس رقم کو مندرجہ بالا پیراگراف نمبر2 کے تحت ظاہر نہیں کیا تو وہ قید بامشقت کی سزا کا مستوجب ہو گا جو زیادہ سے زیادہ چودہ سال تک ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان میں اس کی پوری جائیداد یا اس کا کچھ حصہ ضبط بھی کیا جا سکتا ہے۔

(6) اس ضابطہ کے پیراگراف نمبر2 کے تحت اسٹیٹ بینک آف پاکستان ظاہر کیے ہوئے زرمبادلہ کو جمع کرانے کی ہدایت کر سکتا ہے اور اگر کوئی اسٹیٹ بینک کی ہدایت پر اس کے خلاف کرتا ہے تو وہ قید بامشقت کی سزا کا مستوجب تصور کیا جائے گا جو زیادہ سے زیادہ چودہ سال تک ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان میں اس کی پوری جائیداد یا جائیداد کا کچھ حصہ ضبط بھی کیا جا سکتا ہے۔

(8) مرکزی حکومت اس ضابطہ کی دفعات کے نفاذ یا اس سے متعلق امور یا ایسے امور کے بارے میں جن کے متعلق اس ضابطہ میں کوئی موثر دفعہ موجود نہیں ضروری قواعد و ضوابط بنانے اور ہدایات جاری کرنے کی مجاز ہو گی۔ ایسے قواعد و ضوابط اور ہدایات اس ضابطہ کا حصہ تصور کیے جائیں گے اور ان کا نفاذ بھی اسی نہج سے ہو گا۔

البتہ ایسے قواعد و ضوابط یا ہدایات اور احکام مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ یا اس غرض سے ان کی طرف سے اختیار یافتہ کسی شخص کی منظوری کے بغیر جاری نہیں کیے جائیں گے۔

ضابطہ نمبر35

غیر ملکی اثاثہ (ظاہر کرنے) کے متعلق ضابطہ

(1) یہ ضابطہ فی الفور نافذ العمل ہو گا اور کوئی قانون اس کے نفاذ

میں حائل نہیں ہو سکے گا۔ اس کا اطلاق باقاعدہ تسلیم شدہ طالب علموں کے سوا جو کسی دوسرے ملک میں تعلیم یا ٹریننگ حاصل کر رہے ہیں اور جو لوگ باقاعدہ روزی کما رہے ہیں۔ پاکستان کے تمام شہریوں پر ہو گا خواہ وہ کسی جگہ کیوں نہ ہوں۔

(2) اس ضابطہ میں "فرد" سے مراد کوئی فرد واحد' فرم' افراد کی تنظیم' افراد کی جمعیت' خواہ وہ انکارپوریٹڈ ہو یا نہ ہو' کمپنی اور وہ تمام افراد ہو سکتے ہیں جن پر پاکستان کے قانون کا اطلاق ہوتا ہے۔

(3) اگر کسی شخص کے پاس غیر ملکی زرمبادلہ کے سوا کسی غیر ملک میں کوئی منقولہ یا غیر منقولہ اثاثہ یا املاک ہے تو اسے چاہیے کہ وہ مندرجہ ذیل پیراگراف نمبر4 میں بنائے ہوئے طریقہ کار کے مطابق 16 جون 1969ء تک اس کی اطلاع اسٹیٹ بینک آف پاکستان کو دے دے۔ اطلاع میں املاک کی تفصیل' قیمت اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کی تفصیل بھی درج کی جائے۔

اس ضابطہ کے تحت "منقولہ املاک" کے زمرے میں مندرجہ ذیل چیزیں آتی ہیں۔

(الف) اسٹاک اور حصص یا مالی نوعیت کی دوسری دستاویزات

(ب) زیورات اور جواہرات۔

(ج) خانہ داری یا ذاتی استعمال کی کوئی اور چیز جس کی قیمت پانچ ہزار روپے سے زیادہ ہو۔

(4) پیراگراف نمبر3 کے تحت اس قسم کی تحریری اطلاع جس پر دستخط ہونا ضروری ہے۔ املاک کی پوری تفصیل' قیمت اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کی تفصیل کے ساتھ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے مندرجہ ذیل افسروں میں سے کسی کو بھیجی جا سکتی ہے۔

(الف) ڈپٹی کنٹرولر ایکسچینج کنٹرول ڈیپارٹمنٹ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کراچی۔

(ب) ڈپٹی کنٹرولر ایکسچینج کنٹرول ڈیپارٹمنٹ اسٹیٹ بینک آف پاکستان ڈھاکہ۔

(ج) منیجر اسٹیٹ بینک آف پاکستان۔ کوئٹہ۔

(د) منیجر اسٹیٹ بینک آف پاکستان۔ لاہور۔

(ہ) منیجر اسٹیٹ بینک آف پاکستان راولپنڈی۔

(و) منیجر اسٹیٹ بینک آف پاکستان لائل پور

(ز) منیجر اسٹیٹ بینک آف پاکستان پشاور

(ح) منیجر اسٹیٹ بینک آف پاکستان چاٹگام

(ط) منیجر اسٹیٹ بینک آف پاکستان کھلنا

یہ اطلاع بذریعہ ڈاک بھی بھیجی جا سکتی ہے لیکن یہ اطلاع رسید طلب رجسٹری کے ذریعہ ہوائی ڈاک سے روانہ کرنی چاہیے۔ ڈاک سے بھیجی ہوئی اطلاع اس تاریخ سے شمار کی جائے گی جس تاریخ کو وہ محکمہ ڈاک کے حوالے کی جائے گی۔

(5) 16 جون 1969ء کے بعد اگر کسی شخص کے متعلق یہ پتہ چلا کہ اس کے پاس کسی غیر ملک میں کوئی منقولہ یا غیر منقولہ املاک ہے اور اس نے اس ضابطہ کے تحت اس کی اطلاع نہیں دی یا پیراگراف نمبر3 کے تحت طلب کی جانے والی اطلاع کے بارے میں غلط بیانی سے کام لیا ہے تو وہ قید بامشقت کا موجب ہو گا جو زیادہ سے زیادہ چودہ سال تک ہو سکتی ہے اس کے علاوہ پاکستان میں اس ساری جائیداد یا اس کا کچھ حصہ بھی ضبط کیا جا سکتا ہے۔

(6) جو شخص اس ضابطہ کے نفاذ کے بعد پاکستان کے کسی قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پاکستان سے باہر کسی غیر ملک میں کوئی منقولہ یا غیر منقولہ املاک حاصل کرے گا یا حاصل کرنے کی کوشش کرے گا وہ قید بامشقت کی سزا کا مستوجب ہو گا جو زیادہ سے زیادہ چودہ سال تک ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان میں اس کی پوری جائیداد یا اس کا کوئی حصہ بھی ضبط کیا جا سکتا ہے۔

(7) مرکزی حکومت اس ضابطہ کے نفاذ یا اس سے متعلق امور یا ایسے امور کے بارے میں جن کے بارے میں اس ضابطہ میں کوئی موثر دفعہ موجود نہیں۔ ضروری قواعد و ضوابط بنا سکتی ہے اور ضروری ہدایات جاری کر سکتی ہے۔ ایسے قواعد و ضوابط اور ہدایات اس ضابطہ کا حصہ سمجھے جائیں گے اور ان کا نفاذ بھی اسی طرح ہو گا۔

البتہ ایسے قواعد و ضوابط یا ہدایات و احکام مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ یا اس غرض سے ان کی طرف اختیار یافتہ شخص کی منظوری کے بغیر جاری نہیں کیے جائیں گے۔

ضابطہ نمبر36

کھانے پینے کی اشیاء اور دواؤں میں ملاوٹ

(الف) کوئی شخص کھانے پینے کی چیز میں ملاوٹ کرے گا اور اس کو کھانے یا پینے کی چیز بنا کر فروخت کرے گا یا اس کو علم ہو گا کہ یہ چیز کھانے یا پینے کی چیز کے طور پر فروخت کی جائے گی یا

(ب) کوئی ایسی چیز فروخت کرے گا یا اسے فروخت کے لیے رکھے گا جو خراب ہو کر مضر ہو گئی ہو یا اس کی حالت ایسی ہے کہ وہ کھانے یا پینے کے لائق نہیں رہی۔ یا اس کے متعلق یہ یقین ہو کہ وہ کھانے یا پینے کی چیز کی حیثیت سے مضر ہے یا

(ج) کسی دوا کے طور پر استعمال کی جانے والی کسی چیز میں اس طور سے کوئی ایسی چیز ملاتا ہے جو اس کی تاثیر کم کر دیتی ہے یا دوا یا دوا کے طور پر استعمال کی جانے والی چیز کے اثر کو بدل دیتی ہے یا اسے مضر

بنا دیتی ہے اور اس کی نیت ہے کہ وہ اس کو اس طرح فروخت کرے گویا وہ بالکل خالص ہے گویا اس میں کوئی آمیزش نہیں کی گئی یا

(د) یہ جانتے ہوئے کہ کسی دوا یا دوا کے طور پر استعمال کی جانے والی کسی چیز میں اس طرح ملاوٹ کی گئی ہے کہ اس سے اس کی تاثیر کم ہو گئی ہے' یا وہ مضر ہو گئی ہے' ایسی دوا یا دوا کے طور پر استعمال کی جانے والی چیز کو فروخت کرے گا یا فروخت کے لیے رکھے گا یا طبی استعمال کے لیے خالص ظاہر کر کے کسی ڈسپنسری سے دے گا یا ایسے شخص کے ذریعہ جسے آمیزش کا علم نہ ہو ملاوٹ کی ہوئی دوا کو دوسروں کے استعمال میں لائے گا یا

(ہ) دیدہ و دانستہ طور پر اصل دوا کی بجائے کوئی مختلف دوا فروخت کرے گا یا فروخت کرنے کے لیے رکھے گا یا ڈسپنسری سے کسی کو دے گا۔

اس کو جرمانہ یا قید بامشقت کی سزا دی جائے جو زیادہ سے زیادہ چودہ سال تک ہو سکتی ہے۔ جرمانہ اور قید دونوں کی سزا ایک ساتھ بھی دی جا سکتی ہے۔

ضابطہ نمبر37

(املاک کا ناجائز طریقہ پر حصول)

(1) یہ ضابطہ فی الفور نافذ العمل ہوگا اور اس کے نفاذ میں کوئی موجودہ قانون یا اس کی کوئی دفعہ رکاوٹ نہیں بنے گی۔

(2) کوئی شخص جس پر ناجائز طور پر حاصل کی ہوئی جائیداد (خاص کمیٹی) کے آرڈیننس مجریہ 1969ء کے تحت جسے آگے چل کر اس ضابطہ میں آرڈیننس کہا جائے گا۔ یہ لازم آتا ہے کہ وہ اپنے اثاثہ اور جائیداد کا گوشوارہ خاص کمیٹی کے سامنے پیش کرے اور وہ کسی وجہ سے ایسا نہیں کرتا یا عمداً غلط اور جھوٹا گوشوارہ داخل کرتا ہے وہ قید بامشقت کا موجب ہوگا جو زیادہ سے زیادہ سات سال تک ہو سکتی ہے۔

(3) (الف) سوائے اس صورت کے جس کا اس ضابطہ کے پیراگرف نمبر4 میں ذکر کیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسی جائیداد یا اثاثہ کو جس کا اسے آرڈیننس کے تحت گوشوارہ پیش کرنا ہے فروخت کرتا ہے' کسی دوسرے کے نام منتقل کرتا ہے یا کسی اور طریقہ سے اس سے دستبردار ہوتا ہے تو وہ قید بامشقت کا مستوجب ہوگا جو زیادہ سے زیادہ سات سال تک ہو سکتی ہے اس کے علاوہ اس کی پوری جائیداد یا اس کا کچھ حصہ بھی ضبط کیا جا سکتا ہے۔

(ب) اس پیراگراف کا بینک کے کسی ایسے حساب پر اطلاق نہیں ہوگا جسے کوئی شخص اپنی جائز ضروریات کے لیے استعمال میں لائے گا اور نہ اس کا اطلاق کسی ایسی املاک اور اثاثہ پر ہوگا جو اسے کسی قانون کے تحت فروخت کرنی' منتقل کرنی یا اسے ٹھکانے لگانا ہے یا کسی قانونی ذمہ داری کو پورا کرنا یا جس کو وہ کسی عدالت یا کسی اور حکم کے تحت ایسا کرنے پر مجبور ہے۔

4- (الف) کسی شخص کے بالواسطہ یا بلاواسطہ' قبضہ' کنٹرول یا ملکیت میں اپنے یا کسی اور شخص کے نام کوئی ایسی جائیداد یا اثاثہ ہے جس کے متعلق اسے یقین ہے کہ وہ غیر قانونی یا رشوت' بدعنوانی' اقرباپروری' دوست نوازی' عمداً بدانتظامی کا مرتکب ہو کر یا سرکاری رقم کے غلط استعمال یا عہدہ یا اختیارات کے غلط استعمال جیسے کسی ناجائز ذریعہ سے حاصل کی گئی ہے اسے چاہیے کہ وہ ایسی جائیداد یا املاک سے مرکزی حکومت کے حق میں دستبردار ہو کر مقررہ معیاد کے اندر اندر یہ جائیداد ایسے شخص کے حوالے کر دے جس کا تقرر یا تعین مارشل لاء ناظم اعلیٰ یا علاقہ کے ناظم مارشل لاء کی طرف سے حکماً" کیا جائے۔

(ب) جو شخص پیراگراف "الف" کے تحت اپنی جائیداد اور اثاثہ حکومت کے حوالہ کر دیتا ہے' اس کے خلاف سوائے اس کے کہ جائیداد ضبط کر لی جائے اور کوئی قانونی کارروائی نہیں کی جائے گی۔

(5) جو شخص بالوسطہ یا بلاواسطہ اپنے قبضہ' اپنے کنٹرول یا ملکیت میں ایسی جائیداد رکھے گا جو اسے پیراگراف نمبر4 کی رو سے حکومت کے حوالے کر دینی چاہیے اور اس سے دستبردار نہیں ہوگا وہ قید بامشقت کا مستوجب ہوگا جو زیادہ سے زیادہ چودہ سال تک ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کی پوری جائیداد اور اثاثہ یا اس کا کوئی حصہ ضبط بھی کیا جا سکتا ہے۔

(6) کوئی عدالت یا ٹریبونل بشمول فوجی عدالت اس وقت تک کسی ایسے جرم کے مقدمہ کی سماعت نہیں کرے گی جب تک اس ضابطہ کے پیراگراف نمبر5 کے تحت خاص کمیٹی متذکرہ بالا آرڈیننس کی رو سے کسی مجرم کے خلاف تعزیری کارروائی کی سفارش نہیں کرتی۔

ضابطہ نمبر38

جو شخص کسی ایسی دستاویز کو جسے اسے قانوناً کسی فوجی عدالت' یا ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ جائیداد (اسپیشل کمیٹی) کے آرڈیننس مجریہ 1969ء کے تحت قائم کی ہوئی خاص کمیٹی یا خاص ٹریبونل جس کا آرڈیننس میں ذکر ہے' کے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا گیا ہو' چھپاتا یا ضائع کرتا یا اس کو جزوی یا کلی طور پر اس طرح مٹاتا یا مسخ کرتا ہے کہ پڑھی نہ جا سکے اور یہ سب اس نیت سے کیا جاتا ہے کہ وہ عدالت یا خاص ٹریبونل کے سامنے بطور شہادت پیش نہ کی جا سکے تو وہ جرمانہ یا قید بامشقت کا مستوجب ہوگا جو زیادہ سے زیادہ سات سال تک ہو سکتی ہے۔ جرمانہ دونوں سزائیں ایک ساتھ بھی دی جا سکتی ہیں۔

ضابطہ نمبر39

جو شخص چودہ سال سے کم عمر نابالغ لڑکے اور سولہ سال سے کم عمر نابالغ لڑکی کو اس کے قانونی سرپرست کے قبضے سے اغوا کرے گا وہ سزا کا مستوجب ہوگا۔ یہ سزا زیادہ سے زیادہ سزائے موت ہو سکتی ہے۔

وضاحت : "اغوا" اور "قانونی سرپرست" کا مطلب یہاں وہی ہے جو تعزیرات پاکستان میں بیان کیا گیا ہے۔

ضابطہ نمبر40

1- (الف) مارشل لاء کا کوئی حاکم سرکاری گزٹ میں اعلان یا کسی ایسے ذریعہ سے جو اطلاع عامہ کے لیے موزوں تصور کیا جائے۔

(1) ایسے شخص کو جسے اس حاکم نے کسی تفتیش، تحقیقات یا ایسی کارروائی کے لیے جس کا تعلق مارشل لاء کے ضابطوں کی خلاف ورزی کے کسی جرم سے ہو، کسی مقررہ وقت اور جگہ پر طلب کیا ہو مگر وہ نہ آئے یا اس حاضری سے بچنے کے لیے عمداً ملک سے باہر چلا جائے اور وہاں قیام پذیر ہو تو ایسے شخص کو مفرور قرار دے سکتا ہے۔

(2) ایسے شخص کو اتنی مدت کے اندر اندر جس کا اعلان میں تعین کر دیا جائے گا یا اگر کوئی شخص ملک سے باہر چلا گیا ہے اور وہاں قیام پذیر ہے تو اس اعلان کی تاریخ سے لے کر ایک معقول مدت کے اندر حاکم مجاز کے سامنے پیش ہونے کی ہدایت کر سکتا ہے۔

(ب) جو شخص ضمنی پیراگرف (1) کے تحت اعلان کے باوجود مارشل لاء کے حاکم مجاز بغیر کوئی ایسی معقول وجہ بتائے جس سے وہ حاکم مطمئن ہو جائے حاضر نہیں ہوتا تو وہ سزا کا مستوجب ہوگا جو زیادہ سے زیادہ چودہ سال بامشقت ہو سکتی ہے۔

(ج) اس ضابطہ کے تحت کسی شخص پر اس کی عدم موجودگی میں بھی مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔

2- دوسرے تمام رائج الوقت قوانین سے قطع نظر اگر کسی شخص کو پیراگراف نمبر ایک کے تحت مفرور قرار دے دیا جائے گا تو اس اعلان کی اشاعت پر یا اس کے بعد اس کی املاک کی کسی دوسرے کے نام منتقلی خواہ وہ کسی شکل میں بھی ہو یا جائیداد میں کسی دوسرے شخص کے حق کا تعین سوائے اس کے کہ مارشل لاء کے حاکم مجاز کی اجازت یا اس کی طرف سے بتائے ہوئے طریقہ کار کے مطابق کیا گیا ہو۔ کالعدم سمجھا جائے گا۔

ضابطہ نمبر41

جو شخص موٹر گیسولین، ہائی اسپیڈ ڈیزل آئل یا فرنس آئل میں مٹی کا تیل یا پانی یا کوئی اور ناجائز عنصر ملا کر فروخت کرے گا یا فروخت کرنے کے لیے رکھے گا وہ جرمانہ یا قید بامشقت کا مستوجب ہوگا۔ جو زیادہ سے زیادہ سات سال قید تک ہو سکتی ہے۔ جرمانہ اور قید دونوں سزائیں ملا کر بھی دی جا سکتی ہیں۔

ضابطہ نمبر42

1- زون کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹروں کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ کسی مقدمہ یا کئی مقدمات (Class of Cases) کو جو عام قانون کے تحت فوجداری عدالتوں میں زیر سماعت ہوں اور اس امر کا لحاظ کیے بغیر کہ وہ مارشل لاء کے نفاذ سے پہلے کے ہیں یا بعد کے نیز یہ کہ ان کی سماعت شروع ہو چکی ہے یا ابھی شروع ہونا باقی ہے۔ ایسے مقدمات کو کسی فوجی عدالت کے سپرد کرنے کا حکم دے سکتے ہیں۔ مقدمہ کسی فوجی عدالت میں منتقل کیا جائے اس کا فیصلہ بھی زونل مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ہی کریں گے۔ فوجی عدالتیں ان مقدمات کی سماعت اپنے طریقہ کار کے مطابق کریں گی۔ اگر کوئی ایسا مقدمہ منتقل کیا جائے گا جس کی سماعت پہلے سے شروع ہو چکی ہے تو ایسی صورت میں فوجی عدالت جس کے سپرد یہ مقدمہ کیا جائے گا۔ محض انتقال مقدمہ کی بناء پر اس بات کی پابند نہیں ہوگی کہ وہ کسی ایسے گواہ کو دوبارہ طلب کرکے اس کی شہادت قلمبند کرے جو انتقال مقدمہ سے قبل پچھلی عدالت میں شہادت دے چکا ہے۔ فوجی عدالت سابقہ شہادتوں کی بناء پر جو انتقال مقدمہ کے وقت تک فوجداری عدالت میں دی جا چکی ہوگی اپنی کارروائی آگے بڑھا سکتی ہے۔

2- اگر کسی ایسے مقدمہ کے بارے میں جو اس ضابطہ کے تحت فوجی عدلت کے سپرد کیا جائے گا۔ کوئی درخواست خواہ وہ کسی نوعیت کی ہو کسی عدالت یا ہائی کورٹ کو دی گئی ہوگی تو درخواست پر کی جانے والی تمام کارروائی کالعدم ہو جائے گی۔

ضابطہ نمبر43

1- (الف) مارشل لاء کے ضابطہ نمبر37 کی دفعات سے قطع نظر جس شخص کے پاس ایسی جائیدادیں ہوں انہیں وہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر یا ان کی طرف سے مقرر کئے ہوئے کسی اور بااختیار افسر کی باقاعدہ اجازت اور ان کی مقرر کی ہوئی شرائط کے مطابق جو اس کے لیے رکھی جائیں فروخت یا منتقل کر سکتا ہے یا کسی دوسرے ذریعہ سے جس کا ذکر مذکورہ ضابطہ کے پیرا نمبر3 کے ذیلی پیراگراف "الف" میں کیا گیا ہے انہیں ٹھکانے لگا سکتا ہے۔

(ب) اس اجازت کے لیے جس کا ذکر مندرجہ ذیل پیراگراف "الف" میں آیا ہے۔ درخواست اس محکمہ کے سربراہ کی وساطت سے دی جائے جس میں درخواست دہندہ ملازم ہے۔

2- جس شخص کو آرڈیننس ix مجریہ 1969ء کے تحت خاص کمیٹی کے سامنے اپنی جائیداد اور املاک کا گوشوارہ پیش کرنا ہو اسے یہ بھی چاہیے کہ وہ اس گوشوارہ میں ایسی جائیداد اور املاک کی قیمت، مکمل

تفصیل اور دوسرے کوائف درج کرے۔

(الف) جو اس نے 7 اکتوبر 1958ء سے لے 22 اپریل 1969ء کی درمیانی مدت میں فروخت، تحفہ یا کسی اور طریقہ سے منتقل کی ہے۔ جس شخص کو یہ املاک منتقل کی گئی ہے اس کے بارے میں بھی کوائف اور معلومات فراہم کی جائیں۔

(ب) جو اس نے کسی شخص سے تحفہ کے طور پر یا کسی اور ذریعہ سے حاصل کی ہیں۔ ایسے شخص کے بارے میں کوائف اور معلومات بھی فراہم کی جائیں نیز یہ بھی بتایا جائے کہ آیا اس کے لیے کوئی رقم دی گئی ہے اور یہ رقم کس ذریعہ سے حاصل کی گئی تھی۔

3- اگر اس طرح کی املاک جو اوپر کے پیراگراف نمبر 2 (الف) میں درج کی ہوئی مدت کے دوران منتقل کی گئی ہیں، ناجائز ذرائع سے یا رشوت، بدعنوانی، اقرباپروری، دوست نوازی عمداً بدنظمی کا ارتکاب کرکے یا سرکاری رقم کا غلط استعمال یا سرکاری حیثیت یا اختیارات کے غلط استعمال کرکے حاصل کی گئی ہو تو جس شخص نے یہ جائیداد منتقل کی ہوگی قید بامشقت کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ مارشل لاء آرڈر نمبر 10 میں بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق یکم ستمبر 1929ء تک اس املاک اور جائیداد کی قیمت کے مساوی رقم مرکزی حکومت کے حوالے کر دے۔ خلاف ورزی کی سزا سات سال قید بامشقت تک ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کی پوری املاک یا اس کا کچھ حصہ ضبط بھی کیا جا سکتا ہے۔

4- اگر کسی شخص کے پاس ایسی املاک اور جائیداد ہے یا اس پر اس کا کنٹرول ہے جو اس کی آمدنی کے معلوم ذرائع کے مقابلے میں زیادہ معلوم ہوتی ہے اور جس کا وہ کوئی تسلی بخش جواز پیش نہیں کر سکتا اور جس کے بارے میں وہ تسلی بخش وضاحت نہیں کر سکتا کہ اس نے یہ املاک اور جائیداد کس آمدنی سے بنائی ہے تو مارشل لاء کے ضابطہ نمبر 37 اور آرڈیننس IX مجریہ 1969ء کی رو سے ایسی املاک یا جائیداد کے بارے میں یہ سمجھا جائے گا سوائے اس صورت کے کہ اس کے برعکس ثابت کر دیا جائے کہ یہ املاک ناجائز ذرائع یا رشوت، بدعنوانی، بددیانتی، اقرباپروری، دوست نوازی، عمداً بدنظمی کا ارتکاب کرکے یا سرکاری رقم کے غلط استعمال یا سرکاری اختیار یا حیثیت سے غلط فائدہ اٹھا کر بنائی یا حاصل کی گئی ہے۔

ضابطہ نمبر 44

غیر ملکی زرمبادلہ (ظاہر کرنے یا حوالے کرنے) کے ضابطہ میں ترمیم

مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ کے جاری کئے ہوئے مارشل لاء کے ضابطہ نمبر 34 کے پیراگراف نمبر 2 میں ان الفاظ کہ "15 مئی 1969ء تک" کی بجائے "16 جون 1969ء" کے الفاظ درج کیے جائیں۔

ضابطہ نمبر 45

مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ کے جاری کئے ہوئے ضابطہ نمبر 3 کی از سر نو تشکیل کی جاتی ہے اور یہ تصور کرنا چاہیے اور وہ مندرجہ ذیل صورت میں نافذ کیا گیا ہے:

نمبر 3

ان ضابطوں کی دفعات سے قطع نظر معمولی عدالتیں بشمول ہائی کورٹ کو ان جرائم کے متعلق بدستور اختیار حاصل رہے گا جن کا

(الف) ارتکاب ان ضابطوں کے تحت نہیں کیا گیا۔

(ب) ان ضابطوں کے تحت ارتکاب کئے جانے والے جرائم کے وہ مقدمات جو سماعت کی غرض سے ان عدالتوں کے سپرد کئے جائیں۔"

ضابطہ نمبر 46

ٹیکس اور غیر ملکی گوشواروں اور متعلقہ امور (تحقیقاتی کمیٹی) کے بارے میں ضابطہ

1- یہ ضابطہ فی الفور نافذ العمل ہوگا اور اس کے نفاذ میں کسی اور ضابطہ کی کوئی اور دفعہ رکاوٹ نہیں بنے گی۔

2- (1) اس ضابطہ کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے مرکزی حکومت سرکاری گزٹ میں اعلان کے ذریعے ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کرے گی جس کو آگے چل کر اس ضابطہ میں صرف کمیٹی کہا جائے گا۔ یہ کمیٹی مندرجہ ذیل ممبروں پر مشتمل ہوگی جن کا تقرر مرکزی حکومت کرے گی۔

(الف) دفاعی افواج میں کوئی رکن جس کا رینک بریگیڈیئر یا اس کے برابر کے رینک سے کم نہ ہوگا۔ اس کمیٹی کا چیئرمین ہوگا۔

(ب) ایک شخص جو وزارت خزانہ کی نمائندگی کرے گا۔

(ج) ایک شخص جو وزارت تجارت کی نمائندگی کرے گا۔

(د) ایک شخص جو اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی نمائندگی کرے گا۔

(ہ) ایک شخص جو محکمہ انکم ٹیکس کی نمائندگی کرے گا۔

2- کمیٹی کے فرائض مندرجہ ذیل ہوں گے:

(الف) ان گوشواروں کی جانچ پڑتال جو مارشل لاء کے ضابطوں نمبر 32، نمبر 33، نمبر 34، اور نمبر 35 کے تحت داخل کئے جائیں۔ (ان

ضابطوں کو آگے چل کر ضابطے کہا جائے گا)

(ب) اس امر کی تفتیش کرنا کہ آیا کسی شخص نے دیدہ و دانستہ طور پر مذکورہ ضابطوں کے تحت گوشوارہ داخل نہیں کیا ہے یا اس نے دیدہ دانستہ طور پر غلط گوشوارہ داخل کیا ہے۔

(ج) مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ یا ان کی طرف سے مقرر کیے ہوئے شخص کے سامنے اپنی سفارشات کے ساتھ اپنی تفتیش اور تحقیقات کی رپورٹ پیش کرنا۔

3- (الف) کمیٹی کو حسب ذیل معاملات میں دیوانی عدالت کے وہی اختیارات حاصل ہوں گے جو 1908ء کے دیوانی کے قانون (1908ء کا ایکٹ نمبر v) کے تحت' دیوانی عدالت کو حاصل ہوتے ہیں یعنی یہ کہ:

1- کسی شخص کو طلب کرنا' اسے حاضری کا پابند کرنا اور حلف دیکر اس کا بیان لینا۔

2- کسی دستاویز کی برآمدگی اور پیش کرانا۔

3- حلف پر شہادت لینا۔

4- گواہوں کے بیانات لینے یا دستاویزات کے معائنے کے لیے کمیشن مقرر کرنا۔

(ب) کمیٹی کسی بھی شخص کو بشرطیکہ وہ کسی مروجہ قانون کے تحت مراعات کا طالب ہو ایسی اطلاع فراہم کرنے کی ہدایت کر سکتی ہے۔ جس کے بارے میں کمیٹی یہ سمجھتی ہو کہ اس ضابطہ کے تحت فرائض کی انجام دہی میں اسے مدد ملے گی۔ البتہ کسی بینک کو یہ حق نہیں پہنچے گا کہ وہ کسی اطلاع کو مخفی رکھنے کا حق طلب کرے جو کمیٹی کو درکار ہو۔

(3) کمیٹی تحریری حکم کے ذریعہ کسی پولیس افسر کو کسی ایسی عمارت یا کسی ایسی جگہ جہاں اس کے یقین کے مطابق اس کے سامنے کسی زیر سماعت سے تعلق رکھنے والی حساب کی کتابیں یا دوسری دستاویزیں موجود ہوں' داخل ہونے نیز پولیس افسر کو ایسی کتابیں یا دستاویزوں کو قبضہ میں لینے یا ان کی یا ان کے کسی حصہ کی نقلیں لینے کی اجازت دے سکتی ہے۔ ایسے افسر کی کارروائی پر جہاں تک ممکن ہو سکے گا ضابطہ فوجداری مجریہ 1898ء ایکٹ (ایکٹ V 1898ء) کی دفعات نمبر 102 اور نمبر103 کا اطلاق ہوگا۔

(4) کمیٹی کو دیوانی کی عدالت کی حیثیت حاصل ہوگی۔ اور اگر کوئی ایسا جرم جس کی وضاحت تعزیرات پاکستان (ایکٹ x LV مجریہ 1960ء) کی دفعات نمبر175 نمبر178 نمبر 179 نمبر180 یا نمبر228 میں کی گئی ہے' کمیٹی کی رائے میں یا اس کی موجودگی میں سرزد ہوتا ہے تو وہ اس جرم کے حقائق کو تحریر میں لانے اور ضابطہ فوجداری مجریہ 1898ء (1898ء کا ایکٹ نمبر V) کے تحت ملزم کا بیان قلم بند کرنے کے بعد مقدمہ کسی ایسے مجسٹریٹ کے سپرد کر سکتی ہے جو اس کی سماعت کا مجاز ہو۔ جس مجسٹریٹ کے پاس اس قسم کا کوئی مقدمہ جائے گا وہ ملزم کے خلاف شکایت کی تفتیش اسی طرح کرے گا جیسے کہ یہ مقدمہ اس کے پاس ضابطہ فوجداری مجریہ 1898ء (1898ء کے ایکٹ نمبر V) کے تحت بھیجا گیا ہو۔

(6) کمیٹی کے سامنے ہر کارروائی تعزیرات پاکستان (1860ء کے ایکٹ نمبر XIV) کی دفعات نمبر193ء اور 228 ایکٹ نمبر V کے تحت دیئے گئے ہیں۔

(7) کمیٹی کو انکم ٹیکس افسر کے وہ اختیارات بھی حاصل ہوں گے جو انکم ٹیکس ایکٹ مجریہ 1922ء (1922ء کا XI) کی دفعات نمبر38 اے اور نمبر39 کے تحت انکم ٹیکس افسر کو حاصل ہوتے ہیں۔

(8) کمیٹی کو اپنے سامنے پیش شدہ کسی مقدمہ سے تعلق رکھنے والے کسی معاملہ کی پولیس کے ذریعہ تفتیش کرانے کا بھی اختیار ہوگا۔

(9) کمیٹی اپنے طور پر بھی تفتیش کر سکتی ہے یا مذکورہ ضابطوں کی خلاف ورزی یا ان پر عمل در آمد نہ کرنے کے بارے میں کسی شکایت کا اندراج بھی کر سکتی ہے اور مخبر یا شکایت کنندہ۔ اگر کوئی ہو تو درست اطلاع فراہم کرنے پر اسے انعام دینے کی بھی سفارش کر سکتی ہے۔

4- کمیٹی کے سامنے دی جانے والی شہادت کی بنیاد پر کسی شخص کے خلاف نہ تو کوئی کارروائی کی جائے گی' اور نہ اس کو کسی دیوانی یا فوجداری کے مقدمہ میں اس کے خلاف استعمال کیا جائے گا سوائے اس صورت کے کہ اس کا بیان غلط ہو۔

بشرطیکہ اس نے بیان:

(الف) کسی ایسے سوال کے جواب میں دیا ہو جو کمیٹی نے اس سے دریافت کیا ہو یا

(ب) وہ تحقیقات کے اصل موضوع سے تعلق رکھتا ہو۔

5- کمیٹی کو اختیار ہوگا کہ وہ ان فرائض کو انجام دینے کے لیے جو اس ضابطہ کے تحت اس پر عائد ہوتے ہیں کسی مستند اکاؤنٹنٹ یا کسی اور ماہر یا کسی اور شخص کی خدمات حاصل کرے۔

6- (1) کمیٹی ان ہدایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو ذیلی پیراگراف نمبر2 کے تحت اسے دی جائیں۔ اپنے طریقہ کار بشمول سماعت کے لیے جگہ اور وقت کا تعین خود کرے گی اور سماعت کے سلسلہ میں اس بات کا کوئی خیال نہیں کرے گی کہ اس کا کوئی ممبر عارضی طور پر غیر حاضر ہے یا کوئی اسامی خالی ہے۔

(2) مرکزی حکومت مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ یا ان کی طرف سے مجاز کیے ہوئے کسی اور شخص کی منظوری حاصل کرنے کے بعد کمیٹی کو اس کی پالیسی یا طریق کار یا فرائض کی انجام دہی کے بارے میں ضروری ہدایات دے سکتی ہے اور یہ ہدایات فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں

کمیٹی کی رہنمائی کریں گی۔

(7) کسی مقدمہ کی سماعت اور تفتیش مکمل ہونے کے بعد کمیٹی اس شخص کو جس کا اس مقدمہ سے تعلق ہوگا اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دے گی اور پھر اپنی رائے اور اس کے ساتھ یہ رائے قائم کرنے کے اسباب قلمبند کرکے معہ اپنی سفارشات کے اپنی رپورٹ مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ یا ان کی طرف سے مقرر کیے ہوئے کسی اور شخص کے سامنے پیش کرے گی۔ اس رپورٹ کے ساتھ شہادتوں کا لب لباب بھی شامل کیا جائے۔ مزید برآں رپورٹ میں کسی دوسری بے قاعدگی کا بھی ذکر کیا جا سکتا ہے جو کمیٹی کو تحقیق و تفتیش کے دوران نظر آتی ہو۔ اس بے قاعدگی کے بارے میں کمیٹی سفارشات کرنے کی بھی مجاز ہوگی۔

(8) کمیٹی کے کسی حکم۔ کارروائی یا فیصلہ کو کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔

ضابطہ نمبر47

انکم ٹیکس (گوشواروں اور غلط گوشواروں) کے متعلق ضابطہ میں ترمیم

مارشل لاء کے ضابطہ نمبر32 "انکم ٹیکس (گوشواروں کی اصلاح اور غلط گوشوارے)" میں مندرجہ ذیل ترمیم کی جاتی ہے۔ مندرجہ بالا ضابطہ کے پیراگراف نمبر2 میں "16 جون 1969ء" کے الفاظ جہاں کہیں بھی ہوں ان کے بجائے "15 جولائی 1969ء" کے الفاظ درج کیے جائیں۔

ضابطہ نمبر48

انکم ٹیکس (گوشواروں کی اصلاح اور غلط گوشواروں) کے متعلق (ترمیم شدہ) ضابطہ

مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ کے جاری کردہ مارشل لاء کے ضابطہ نمبر 32 انکم ٹیکس (گوشواروں کی اصلاح اور غلط گوشوارے) کے متعلق ضابطہ میں مندرجہ ذیل اضافہ کیا گیا ہے اور یہ تصور کرنا چاہیے کہ یہ ضابطہ شروع ہی سے یوں نافذ کیا گیا تھا:

"جو ٹیکس "زائد آمدنی" پر واجب الادا ہو' وہ بورڈ آف ریونیو کی مقرر کی ہوئی تاریخ تک ادا کر دینا چاہیے۔ مقرر کی ہوئی تاریخ کو یا اس سے پہلے ٹیکس ادا کرنے کی صورت میں بورڈ آف ریونیو مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ کی منظوری سے مقرر کی ہوئی شرح پر چھوٹ دے سکتا ہے۔ اگر ٹیکس مقررہ تاریخ پر ادا نہیں کیا جاتا تو اس صورت میں ٹیکس کی اس تمام رقم پر جو واجب الادا ہوگی' آٹھ فیصد سالانہ کے حساب سے مزید ٹیکس ادا کرنا ہوگا"۔

ضابطہ نمبر49

مارشل لاء کے ضابطہ نمبر1 میں مندرجہ ذیل ترمیم کی گئی ہے۔

مندرجہ بالا ضابطہ میں ذیلی پیراگراف (د) کے بعد مندرجہ ذیل نیا ذیلی پیراگراف (ہ) شامل کیا جائے یعنی:

(ہ) اگر کسی وقت کسی زون کا ناظم مارشل لاء پاکستان سے باہر گیا ہو یا وہ عدالت یا کسی دوسری وجہ کی بناء پر اپنے عہدہ کی ذمہ داریاں انجام دینے سے قاصر ہو تو مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ کسی دوسرے افسر کو متعلقہ زون کا ناظم مارشل لاء مقرر کر سکتے ہیں جو اس زون کے ناظم مارشل لاء کے تمام اختیارات اور تمام فرائض انجام دے گا۔"

ضابطہ نمبر50

عام جلسوں اور جلوسوں پر پابندی

مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ کے جاری کئے ہوئے ضابطہ نمبر21 کو فوری طور پر دوبارہ ترتیب دیا گیا ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

1- کوئی شخص مارشل لاء کے مقامی حکام سے پہلے سے تحریری اجازت لیے بغیر کھلے عام مقام پر نہ کوئی ایسا جلسہ طلب کرے گا اور نہ اس کا اہتمام کرے گا جو مذہبی نوعیت کا نہ ہو یا نہ جنازے یا شادی بیاہ کے جلوس کے سوائے کوئی جلوس نکالے گا۔

2- کوئی شخص کسی ایسے جلسہ یا جلوس میں نہ شرکت کرے گا اور نہ اس کا اہتمام کرے گا جو اس ضابطہ کے پیراگراف نمبر ایک کی خلاف ورزی میں نکالا گیا ہو۔

وضاحت: اس ضابطہ میں "کھلی عام" جگہ سے مراد کوئی خیمہ' احاطہ یا کوئی دوسرا عارضی ڈھانچہ ہے جو جلسہ کرنے کی غرض سے کھڑا یا تعمیر کیا گیا ہو۔

خلاف ورزی کی زیادہ سے زیادہ سزا سات سال قید بامشقت۔

ضابطہ نمبر51

قابل اعتراض تحریریں اور تقریریں

کوئی شخص کوئی ایسی کتاب' پمفلٹ' پوسٹر' اشتہار یا کوئی ایسی چیز شائع نہ کرے گا' نہ طبع کرے گا' نہ تقسیم کرے گا اور نہ اس کو اپنے پاس رکھے گا جس سے دونوں صوبوں کی آبادی کے درمیان یا کسی علاقہ' یا پاکستان کے کسی حصہ کے رہنے والوں' یا پاکستانی شہریوں کے فرقوں'

مختلف مذہبی عقائد کے ماننے والے لوگوں' طبقوں یا گروہوں کے درمیان دشمنی' بد خواہی یا نفرت کے جذبات بھڑک اٹھیں اور نہ کوئی شخص زبان سے کوئی ایسی بات کہے گا۔ نہ پڑھے جانے کے لیے کوئی ایسا مقالہ تحریر کرے گا اور نہ ایسا بیان شائع کرے گا جو مذہب اسلام کے خلاف ہو یا جس میں قائداعظم کی شان میں گستاخی کی گئی ہو یا جس سے پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

خلاف ورزی کی زیادہ سے زیادہ سزا سات سال قید بامشقت۔

مارشل لاء کے احکام

صدر مملکت کے عہدہ کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے متعلق اعلان

"ہرگاہ کہ 25 مارچ 1969ء کو شام سوا سات بجے فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نشان پاکستان' ہلال جرات نے صدر مملکت کے عہدہ سے اپنے سبکدوش ہونے کا اعلان کیا ہے اور مجھے جنرل آغا محمد یحییٰ خان' ہلال پاکستان' ہلال جرات کو مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ اور پاکستان کی مسلح افواج کے سپریم کمانڈر کی حیثیت سے تمام اختیارات سونپ دیئے ہیں۔ چنانچہ اب میں نے 25 مارچ 1969ء کی اسی شب سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر کا عہدہ سنبھال لیا ہے اور میں نے اس عہدے کے اختیارات اور اس سلسلہ میں صدر کی حیثیت سے تمام دوسرے فرائض انجام دینے کی ذمہ داری سنبھال لی ہے۔"

اے۔ ایم۔ یحییٰ خان

جنرل

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر

راولپنڈی 31 مارچ 1969ء

جمہوری آئین کے متعلق آرڈر

25 مارچ کے اعلان اور اس کے تحت حاصل ہونے والے اختیارات کے بموجب مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ نے حسب ذیل حکم جاری کیا ہے:

1- (الف) یہ حکم عبوری آئین کا حکم کہلائے گا۔

(ب) یہ فوری طور پر نافذ العمل ہو گا اور 25 مارچ 1969ء کے اعلان کے' جسے آگے چل کر صرف اعلان کہا جائے گا۔ فوراً بعد سے نافذ العمل ہو گا۔

(ج) اس کا اطلاق پورے پاکستان پر ہو گا۔

2- سوائے اس کے کہ اس حکم میں کوئی چیز اس کے برعکس بیان کی گئی ہو۔ اس حکم کی دفعات اعلان کے علاوہ ہیں اور اس کو کالعدم کرنے والی نہیں اس لیے اس کو اس کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہیے۔

3- (الف) قطع نظر اس سے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین جو 8 جون 1962ء کو نافذ کیا گیا تھا اور جسے اس کے بعد اب آئین کہا جائے گا' اعلان Proclamation کے ذریعے ختم کر دیا گیا ہے۔ نیز ضابطوں یا احکام کا لحاظ رکھتے ہوئے جو مارشل کے ناظم اعلیٰ وقتاً" فوقتاً" جاری کرتے رہیں گے۔ مملکت پاکستان کا نظم و نسق سوائے ایسی صورت کے جس کا اس حکم میں خاص طور سے ذکر کیا گیا ہے تقریباً مذکورہ آئین کے تحت چلایا جائے گا۔

2- مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ پاکستان کے صدر ہوں گے اور انہیں آگے چل کر پریذیڈنٹ کہا جائے گا اور وہ تمام فرائض انجام دیں گے جو مذکورہ آئین یا کسی اور قانون کے تحت پاکستان کے صدر کو حاصل تھے۔

3- مذکورہ آئین کے حصہ دوم کے باب اول میں بنیادی حقوق کے ضمن میں درج شدہ پیراگراف 3' 4' 5' 6' 7' 8' 9' 13' 14' 15' اور 17 کالعدم کئے جاتے ہیں اور وہ تمام قانونی کارروائیاں جو ان حقوق کے حصول کے لیے کسی بھی عدالت میں زیر سماعت ہیں وہ فوراً روک دی جائیں۔

4- چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر یا کسی ڈپٹی چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر یا مارشل لاء کے کسی حکم کے اختیارات یا اس کے دائرہ اختیار کے خلاف کوئی عدالت یا ٹریبونل کوئی فیصلہ' ڈگری' رٹ اور حکم جاری کرنے یا کسی قسم کی کارروائی کرنے کی مجاز نہیں ہوگی۔

4- (الف) صدر یا کسی صوبے کے گورنر کے جاری کردہ آرڈیننس اب کسی معیاد کے پابند نہیں ہوں گے جیسا کہ مذکورہ آئین میں درج ہے۔

(2) دفعہ (1) کا اطلاق ان آرڈیننسوں پر بھی ہو گا جو اعلان سے قبل نافذ العمل تھے۔

5- کوئی عدالت' ٹریبونل یا کوئی اتھارٹی اس کی مجاز نہیں ہوگی کہ وہ مندرجہ ذیل امور کے متعلق جواب طلبی کرے یا ان کو زیر بحث لائے۔

(الف) اعلان

(ب) اعلان کے تحت جاری کئے جانے والے کسی حکم یا مارشل لاء کے کسی ضابطہ یا مارشل لاء کے کسی حکم یا

(ج) خاص فوجی یا سرسری فوجی عدالت کے فیصلہ' سزا یا حکم کو زیر بحث لائے۔

6- (الف) فوجداری کے کسی مقدمہ میں ہائی کورٹ کے کسی فیصلہ'

قطعی حکم یا سزا کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر نہیں کی جا سکے گی۔ سوائے اس صورت کے کہ ہائی کورٹ نے:

(الف) کسی اپیل پر مجرم کے بری کئے جانے کے حکم کو تبدیل کر کے اس کو موت کی سزا یا عمر قید کی سزا دی ہو یا

(ب) کسی ماتحت عدالت کے مقدمہ کو ہٹا کر اس کی خود سماعت کی ہو اور ملزم کو مندرجہ بالا سزاؤں میں سے کوئی سزا دی ہو۔ یا

(ج) اس امر کی تصدیق کر دے کہ اس مقدمہ میں مذکورہ آئین کی تاویل اور قانونی نکات کی وضاحت کی معقول گنجائش موجود ہے۔

(د) ہائی کورٹ کی توہین پر کسی شخص کو کوئی سزا دی ہو۔

2- ان امور کو چھوڑ کر جن کا دفعہ (1) میں ذکر آیا ہے سپریم کورٹ' ہائی کورٹ' تمام دوسری عدالتیں اور ٹریبونل اپنے تمام تر اختیارات کے ساتھ جو انہیں اعلان کے اجرا سے قبل حاصل تھے' بدستور کام کرتی رہیں گی۔

7- (1) یہ حکم یا کوئی دوسرا قانون چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر یا ان کی طرف سے اختیار یافتہ' کسی ایسے شخص' جسے مارشل لاء کے ضابطے جاری کرنے کا مجاز کیا گیا ہو' کے جاری کردہ ضابطوں پر عمل درآمد کی راہ میں حائل نہیں ہو گا اور جہاں دفعہ 4 کے تحت بنایا ہوا کوئی آرڈیننس یا کوئی اور قانون کسی ضابطہ سے متصادم ہو گا تو ایسی صورت میں ضابطہ کو فوقیت حاصل رہے گی۔

(2) کسی قانون میں اگر نظر بندی کے کسی حکم کو مشاورتی بورڈ کے سامنے پیش کرنے کا حکم ہے تو اسے کالعدم تصور کیا جائے گا۔

8- صدر حکم کے ذریعہ بشمول آئینی احکام ایسے ضروری احکام اور قوانین' جن کو مملکت کا نظم و نسق چلانے کے لیے ضرورت ہو گی بنا سکیں گے۔

آرڈر نمبر1

مسلح افواج' سول آرمڈ فورسز اور پولیس کے افراد کو چھوڑ کر جس شخص کے پاس کسی بھی قسم کا آتشیں اسلحہ' گولی بارود موجود ہو اسے چاہیے کہ ان چیزوں کو وہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر قریب ترین تھانے میں جمع کرا کے باقاعدہ رسید حاصل کرے اس حکم سے حسب ذیل افراد مستثنیٰ ہوں گے:۔

(1) اسلحہ گولی بارود اور آتشیں اسلحہ کے سرکاری طور پر منظور شدہ تاجر۔

(2) تجارتی بینکوں اور صنعتی اداروں کے وہ مسلح محافظ جو مارشل لاء کے نفاذ سے قبل ہی سے ان فرائض کو جائز طور پر انجام دے رہے ہیں۔ تاہم ان کے اسلحہ اور گولا بارود کی تفصیلات چوبیس گھنٹے کے اندر اندر قریب ترین تھانہ کو فراہم کر دی جائیں۔

آرڈر نمبر2

فوجی عدالتوں کی تمام کارروائیاں ایڈمنسٹریٹر کی توثیق کے بعد جنرل ہیڈ کوارٹرز میں جج ایڈووکیٹ جنرل کو آخری نظر ثانی کے لیے بھیجی جائیں گی۔

آرڈر نمبر3

سات سال قید بامشقت سے کم مدت کی سزاؤں کے متعلق عرضداشتوں کا تصفیہ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کریں گے اور سات سال قید سخت سے زیادہ مدت کی سزاؤں کے متعلق عرضداشتوں کا فیصلہ مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ کریں گے۔

آرڈر نمبر4

زون "اے" اور زون "بی" کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹروں کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں مارشل لاء کے سب ایڈمنسٹریٹروں کو اپنی طرف سے یہ اختیار تفویض کریں کہ وہ کسی مجسٹریٹ درجہ اول یا آرمی یا نیوی یا ایئرفورس کے کسی افسر کو بشرطیکہ وہ اس کام کے لیے خاص طور پر منتخب کیا گیا ہو۔ اپنے زیر انتظام علاقے میں ایسے مقدمات کی سماعت کے لیے' جو اس علاقے سے تعلق رکھتے ہوں' سرسری فوجی عدالت منعقد کر سکیں۔

آرڈر نمبر5

مارشل لاء ایڈمنسٹریٹروں اور سب ایڈمنسٹریٹروں کو اپنے اپنے سیکٹروں یا زون کے حالات یا وہاں ہونے والے جرائم کو مدنظر رکھتے ہوئے حسب ضرورت مارشل لاء آرڈر بنانے کا اختیار ہو گا۔ اگر مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ کے جاری کئے ہوئے ضابطوں اور احکام اور ایڈمنسٹریٹروں یا سب ایڈمنسٹریٹروں کے درمیان کوئی ٹکراؤ پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ کے جاری کئے ہوئے ضابطے اور احکام نافذ العمل ہوں گے۔

آرڈر نمبر6

اگر کسی کو مسلح افواج' پولیس یا سول انتظامیہ کے کسی رکن کے غیر قانونی یا غلط اقدام کے خلاف کوئی شکایت ہو تو اسے چاہیے کہ اس کی تحریری رپورٹ اپنے سیکٹر یا زون کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر یا سب مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کو کرے اور اگر مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کو اس امر کا اطمینان ہو جائے کہ شکایت درست ہے تو وہ اس کی تحقیقات کرا کے مسائل کی شکایت کے ازالہ کے لئے ضروری کارروائی کرے گا اور مجرم کو واقعی

سزا دے گا۔

آرڈر نمبر7

مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر یا ان کی طرف سے مجاز کئے ہوئے کسی فرد کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ لائسنس والے ایسے اسلحہ اور گولی بارود جو کہ مارشل لاء آرڈر نمبر1 کے تحت جمع کرایا گیا ہو' واپس نکلوانے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ البتہ انہیں یہ بھی اختیار ہوگا کہ اگر وہ ضروری سمجھیں تو اس اجازت نامے کو کسی وقت منسوخ کر دیں یا کسی لائسنس کو منسوخ کرکے اس کا اسلحہ اور گولا بارود ضبط کر لیں۔

آرڈر نمبر8

ضمانت منظور کرنے کا طریقہ کار

مارشل لاء کے ضابطوں یا احکام کی خلاف ورزی کے مقدمات کی سماعت تک چونکہ ضمانت پر ملزم کی رہائی کا معاملہ بھی آتا ہے اس لیے ضمانت کے واسطے حسب ذیل طریق کار مقرر کیا جاتا ہے۔

1- ملزم کی طرف سے سادہ کاغذ پر ضمانت کی درخواست اس فوجی عدالت میں دی جائے جس میں ملزم کے خلاف مقدمہ کی سماعت ہونے والی ہے۔

2- ضمانت منظور کرنے کا اختیار عدالت کے صدر یا سرسری فوجی عدالت کو ہوگا جو مقدمہ کا مطالعہ اور اس امر کا جائزہ لینے کے بعد کہ ملزم نے جس جرم کا ارتکاب کیا ہے وہ کتنا سنگین ہے' ملزم کو مناسب نقد یا محض ضمانت پر رہا کرنے کا حکم دے سکتے ہیں۔ ضمانت صرف اسی صورت میں منظور کی جائے گی جب کہ اس قسم کا کوئی خدشہ نہ ہو کہ ملزم استغاثہ کی شہادتوں پر اثر انداز ہونے یا فرار ہونے کی کوشش کرے گا اور یہ کہ اس کے خلاف مقدمہ کوئی سنگین نوعیت کا نہ ہو۔

3- ضمانت پر رہا کرنے کے متعلق عدالت کے صدر یا سرسری فوجی عدالت کا حکم اس پولیس افسر کے نام ہوگا جس کی تحویل میں اس وقت ملزم ہوگا۔

4- حکم کے موصول ہونے پر متعلقہ پولیس افسر عدالت کے صدر یا سرسری فوجی عدالت کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ملزم کو اس وقت تک کے لیے رہا کر دے گا جب تک اسے تفتیش یا مقدمہ کی سماعت کے لیے دوبارہ طلب نہیں کیا جاتا۔ پولیس افسر ملزم سے ذاتی مچلکہ یا ضمانت حاصل کرنے کا بھی ذمہ دار ہوگا۔

آرڈر نمبر9

جیل میں مجرم کو کلاس دینے کا طریقہ

1- مارشل لاء کے ضابطوں کے تحت سزا یاب ہونے والے کو جیل میں کس کلاس میں رکھا جائے۔ اس کا فیصلہ وہی عدالت کرے گی جس نے سزا دی ہوگی یا مقدمہ کی کارروائی کی تصدیق پر اس پر توثیقی دستخط ثبت کرنے والا حاکم مجاز کرے گا۔ اس کے علاوہ اور کوئی شخص اس کا مجاز نہ ہوگا۔

2- جس شخص کو مارشل لاء کے ضابطوں کی خلاف ورزی کے الزام میں پہلے ہی سزا مل چکی ہے اور اس کو "سی" کلاس کے سوا کسی دوسری کلاس میں رکھنے کا فیصلہ مقدمہ کی تصدیق یا اس پر تصدیقی دستخط کرنے والا حاکم مجاز ہی کر سکتا ہے۔

آرڈر نمبر10

مارشل لاء کے ضابطہ نمبر37 کے تحت جائیداد حوالے کرنے کا طریق کار

مارشل لاء کے ضابطہ نمبر37 کے پیراگراف نمبر4 کے ذیلی پیراگرف (الف) کے تحت اگر کسی شخص کو اپنی املاک اور اثاثہ مرکزی حکومت کے حوالے کرنا ہو تو یہ املاک یکم ستمبر 1969ء کو یا اس سے پہلے ضرور حوالے کر دی جائے جس کا طریقہ کار یہ ہوگا۔

الف نقد رقم کا جمع کرانا

حوالے کی جانے والی املاک اگر نقد رقم کی شکل میں ہو تو وہ سرکاری خزانہ میں اور اس مد میں جمع کرائی جائے۔

(LI-Extraordinary Receipts Under Martial Law Regulation No. 37)

رقم داخل خزانہ کرنے کے بعد اس کا چالان اس گوشوارے کے ساتھ شامل کیا جائے جو املاک کے ناجائز حصول (خاص کمیٹی) آرڈیننس مجریہ 1969ء (1969ء کا IX) کی دفعہ 5 کے تحت خاص کمیٹی کے سامنے پیش کیا جانے والا ہے۔

حوالے کی جانے والی املاک اگر بینک میں جمع شدہ روپیہ کی صورت میں ہے تو بینک کو ہدایت کی جائے کہ وہ یہ رقم مذکورہ مد میں سرکاری خزانہ میں منتقل کر دے ایسا کرنے کے بعد بینک سے یہ تحریر حاصل کی جائے کہ اس نے اتنی رقم خزانہ میں جمع کرا دی ہے۔ یہ تحریر بھی گوشوارہ کے ساتھ کمیٹی کو پیش کی جائے۔

(ب) حصص کی واپسی

حوالے کی جانے والی املاک اور اثاثہ اگر سٹاک' حصص اور دوسری دستاویزات کی شکل میں ہے تو ایسی املاک انوسٹمنٹ کارپوریشن آف پاکستان کے مینجنگ ڈائریکٹر کے حوالے کی جائے گی جو اسے فروخت کر دیں گے اور جو قیمت وصول ہوگی اس کو مذکورہ مد میں سرکاری خزانہ میں جمع کرا دیں گے۔ مینجنگ ڈائریکٹر اسٹاک' حصص اور دوسری دستاویزات وصول کرنے کے بعد باقاعدہ تحریر رسیدیں دیں گے۔ یہ رسید املاک کے گوشوارہ کے ساتھ کمیٹی کے سامنے پیش کی جائے۔

(ج) دیگر منقولہ املاک کی واپسی

حوالے کی جانے والی املاک یا اثاثہ ایسی منقولہ املاک کی شکل میں ہے جس کا اوپر ذکر نہیں آیا ہے تو وہ متعلقہ ضلع کے ڈپٹی کمشنر کے حوالے کی جائے۔ ڈپٹی کمشنر اس املاک کو بذریعہ نیلام یا فروخت کرنے کا بندوبست کریں گے اور اس سے جو رقم وصول ہوگی اور وہ اوپر کے ذیلی پیراگراف (الف) میں بتائی ہوئی مد میں مالک کے نام سرکاری خزانہ میں جمع کرا دی جائے گی۔ ڈپٹی کمشنر اس جائیداد اور املاک کی جو ان کے سپرد کی جائے گی اس کے مالک کو رسید دیں گے اور اس جائیداد یا املاک کی فروخت کے بعد اس چالان کی ایک نقل بھی مالک کو دیں گے جس کے تحت رقم سرکاری خزانے میں جمع کرا لی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی مالک کو یہ تفصیل بھی فراہم کی جائے گی کہ املاک کس کس قیمت پر فروخت ہوئی۔ مالک یہ رسید اس گوشوارے کے ساتھ لگائے گا جس کا ذکر پیراگراف (الف) میں آیا ہے جونہی یہ رسید وصول ہو' اسے کمیٹی کو بھیج دیا جائے۔ ڈپٹی کمشنر ایسی املاک کے نیلام کا انتظام اپنے ضلع کے مارشل لاء حکام کے مشورہ سے کریں گے۔

غیر منقولہ املاک کی واپسی

حکومت کے حوالے کی جانے والی تمام غیر منقولہ املاک متعلقہ صوبہ کے سیکرٹری بورڈ آف ریونیو کے سپرد کر دی جائے۔ سیکرٹری اس کی باقاعدہ تحریری رسید دیں گے اور یہ رسید جائیداد اور املاک کے گوشوارہ کے ساتھ لگائی جائے۔

آرڈر نمبر 11

کوئی شخص جائز لائسنس کے بغیر اسلحہ اور بارود اپنے پاس نہیں رکھے گا۔ ایڈمنسٹریٹر کسی قسم کا اسلحہ لے کر چلنے یا اپنے پاس رکھنے (جن میں لائسنس یافتہ اسلحہ بھی شامل ہیں) کی ممانعت کر سکتا ہے۔ سوائے ایسی صورت میں کہ کسی کو اس کا خاص اجازت نامہ دیا گیا ہو۔ عام وہ ہتھیار جن کے لیے کوئی اجازت نامہ نہ دیا گیا ہو' ایڈمنسٹریٹر کے حکم پر جمع کرا دیئے جائیں گے۔ خلاف ورزی کی زیادہ سے زیادہ سزا چودہ سال قید بامشقت۔

آرڈر نمبر 12

مارشل لاء کے تحت جرائم کے مقدمات کی سماعت

1- زونل مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر یا ان کی طرف سے اختیار یافتہ کوئی اور شخص یہ ہدایت دے سکتا ہے کہ مارشل لاء کے کسی ضابطہ یا ضابطوں کی خلاف ورزی کا کوئی خاص مقدمہ یا کسی زمرے کے مقدمات سماعت کے لیے فوجداری کی عام عدالتوں میں منتقل کر دیئے جائیں۔ ایسی عدالتیں مارشل لاء کے ضابطوں یا احکام کی خلاف ورزی کے مقدمات کی جب سماعت کریں گی تو ان کا طریقہ کار وہی ہوگا جو ضابطہ فوجداری میں (1898ء کا پانچواں) جسے اس کے بعد صرف ضابطہ (Code) کہا جائے گا۔

سمن کیسوں (Summons Cases) کی سماعت کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ ان عدالتوں کو قطع نظر اس کے کہ اس ضابطہ فوجداری کے تحت انہیں کتنی سزا دینے کا اختیار دیا گیا ہے۔ وہ مارشل لاء کے ضابطوں کے تحت مقرر کی ہوئی پوری پوری سزا دینے کی مجاز ہوں گی۔

2- ایسے مقدمات کی سماعت جن میں مارشل لاء کے ضابطوں کے تحت جرم کی سزا موت رکھی گئی ہے۔ درجہ اول کے صرف وہ مجسٹریٹ کریں گے جنہیں ضابطہ کے تحت دفعہ نمبر 30 کے اختیارات حاصل ہیں۔ فوجداری کی عدالتیں موت کی جو بھی سزا دیں گی۔ اس کی توثیق مارشل لاء کے ناظم اعلیٰ سے کرانا ضروری ہوگا۔

3- مارشل لاء کے ضابطہ نمبر3 اور اس آرڈر کے تحت فوجداری عدالتیں جن مقدمات کی سماعت کریں گی۔ ان کی کارروائی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر یا ان کے مقرر کیے ہوئے کسی بااختیار شخص کو بغرض توثیق بھیجی جائے گی اور اس کے بعد آخری جائزہ کے لیے جی۔ ایچ۔ کیو راولپنڈی میں جج ایڈووکیٹ جنرل کے پاس بھیجی جائے گی۔

دستاویز نمبر5

عالمی کسان کمیشن میں شیخ محمد رشید کی تقریر

1969ء کے آخر میں مشہور کسان رہنما شیخ محمد رشید' چیئرمین پنجاب و بہاول پور پیپلز پارٹی عوامی جمہوریہ بلغاریہ کے عالمی کسان کمیشن کی دعوت پر بلغاریہ تشریف لے گئے۔ وہ پاکستان سے واحد کسان نمائندہ

تھے جنھوں نے عالمی کسان کمیشن کے اس اہم اجلاس میں شرکت کی۔ پاکستان کے علاوہ اس اجلاس میں بلغاریہ' پولینڈ' چلی' بھارت' سپین' روس' ایکوڈور' فن لینڈ' برازیل' جاپان اور میکسیکو کے نمائندوں نے شرکت کی۔ شیخ محمد رشید کی تحریک پر کمیشن نے دنیا بھر کے خصوصاً ایشیا' افریقہ اور لاطینی امریکہ کے کسانوں کی حمایت کا اعلان کیا جو جاگیرداری نظام کو ختم کرنے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ شیخ صاحب نے کمیشن میں عوامی جمہوریہ چین کی شرکت کے لیے بھی آواز اٹھائی۔ ذیل میں وہ تقریر درج کی جا رہی ہے جو شیخ صاحب نے اجلاس میں کی۔ شیخ صاحب کی تقریر کو اجلاس کی بہترین تقریروں میں شمار کیا گیا اور صدر بلغاریہ نے خاص طور پر شیخ صاحب کو دعوت دی کہ وہ بلغاریہ کے زرعی نظام کا مطالعہ کرکے خامیوں کی نشاندہی کریں۔ بلغاریہ کے علاوہ شیخ صاحب نے چند روز روس کوآپریٹو فارموں کا بھی دورہ کیا۔

میں اس موقع پر پاکستان کسان کمیٹی کی جانب سے مسٹر جی انڈریو پریذیڈنٹ کسان کمیشن عالمی کونسل برائے امن اور بلگیرین اگریرین پارٹی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے کسانوں کے اہم مسائل کو بین الاقوامی سطح پر حل کرنے کی ضرورت کو محسوس کیا۔ کیونکہ ایشیا' افریقہ اور دیگر براعظموں کے محنت کشوں کی بڑی تعداد کسانوں پر مشتمل ہے۔ نیز میں ممنون ہوں کہ مجھے موجودہ کسان کمیشن جیسے اہم فورم میں شرکت اور اظہار خیال کا موقع دیا گیا۔

اس اجلاس میں نظریاتی مؤقف لائحہ عمل اور طریق کار جیسے اہم مسائل زیر بحث آئیں گے۔ امن عالم کا قیام اور دنیا بھر کے عوام کے لیے بہتر معیار زندگی کا سوال نظریاتی اور بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ عالمی امن اور محنت کشوں کے لیے بہترین معیار زندگی کا قیام ہی ممکن ہے۔ جب جارحیت اور لوٹ کھسوٹ کا قلع قمع کیا جائے۔ جب تک جارحیت اور استحصال جاری رہے گا اس کے خلاف دفاعی جنگیں اور طبقاتی تصادم لازماً برقرار رہے گا۔ چنانچہ ان حالات میں نہ تو امن قائم ہوگا اور نہ ہی محنت کش عوام کا معیار زندگی بہتر ہوگا۔

ویت نام کے لوگوں نے فرانسیسی استعماریت پسندوں کو اور بعد میں امریکی سامراجیوں کو اپنے مادر وطن پر حملہ کرنے کی دعوت تو نہ دی تھی اور نہ ہی کسی اور استعمار زدہ قوم نے ایسا کیا ہے۔ بلکہ استعماری قوتوں نے اپنے طبقاتی مفادات اور لوٹ کی ہوس کے پیش نظر ان پر جنگ کو مسلط کیا اور انہیں مجبور کر دیا کہ وہ مسلح ہو کر اپنا دفاع کریں۔

ایشیا میں جہاں کہیں بھی پرانے استعمارات پسندوں نے اپنی "رعایا" کو "آزادی دینے" کا فیصلہ کیا وہاں اپنے پیچھے ایسی کارگر مشینری چھوڑ گئے جس نے ان کی عدم موجودگی میں بھی لوٹ کھسوٹ جاری رکھی۔ اس کے بعد امریکی سامراج نے ان آبادیات میں قدم جمانے کی کوشش کی جو پرانے استعماریوں نے خالی کی تھیں یا پھر نو آبادیوں میں ایسے ایجنٹ پیدا کیے جو محنت کش عوام کا خون چوستے رہیں۔

استعماریت اور جدید نو آبادیاتی نظام کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ جاگیردار اور اجارہ دار' سرمایہ دار طبقہ پیدا کیا جائے جو اس کے ایجنٹ کے طور پر کام کرے۔ یہ لوٹ کھسوٹ ابھی تک مختلف شکلوں میں قائم ہے جاگیردار اور سرمایہ دار طبقے نے ایک دوسرے سے شیر و شکر ہو کر سامراجی آقاؤں کے زیر سایہ نو آبادیات اور نیم نو آبادیات میں محنت کش مزدوروں' کسانوں' دانشوروں اور دیگر عوام کو بے دردی سے دبایا اور لوٹا۔ چنانچہ اس بیرونی اور اندرونی دوہرے استبداد کی وجہ سے ایشیا' افریقہ اور لاطینی امریکہ میں آزادی کی جنگیں اور ظلم کے پنجہ سے رہائی کی کوشش ناگزیر ہوگئی گزشتہ کئی برسوں میں جب ایک طرف تو مضبوط سوشلسٹ بلاک معرض وجود میں آیا اور دوسری طرف امریکی سامراج کا جنگجوانہ کردار شدت اختیار کر گیا تو یہ آزادی کی جنگیں اور بھی زور پکڑ گئیں اور ہونا بھی یہی چاہیے۔ کیونکہ انتہائے ظلم ہی بغاوت کو جنم دیتا ہے۔

موجود دنیا میں تاحال امن کا کوئی حتمی تصور موجود نہیں ہے' سامراجی جاگیردار اور سرمایہ دار طبقے میں امن کا راگ الاپتے ہیں۔ لیکن ان کی ڈکشنری میں امن کا مطلب یہ ہے کہ ایشیا' افریقہ اور لاطینی امریکہ کے مفلوک الحال لوگ اپنے حقوق سے دستبردار ہو جائیں۔ ایسے امن کے حصول کے لیے جدوجہد ہمارا مقصد نہیں۔ ہمارے نزدیک امن سے مراد ایک ایسے ہم آہنگ عالمگیر معاشرے کا قیام ہے جہاں ایک انسان دوسرے انسان کا استحصال نہ کرکے اور جہاں ذرائع پیداوار سے محنت کش عوام برابر کا مفاد اٹھا سکیں۔ ایسے امن کا قیام تب ہی ممکن ہے۔ جب سامراجیت' جاگیرداری' اور سرمایہ داری کے خلاف اس وقت تک جہاد کرنے کا عزم کیا جائے جب تک یہ لعنتیں صفحہ ہستی سے بالکل نیست و نابود نہ ہو جائیں۔ جب تک یہ امن دشمن عناصر محنت کشوں کو کچلتے رہیں گے حقیقی امن اور محنت کش عوام کی خوشحالی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ مرتا ہوا سامراج اپنی استحصالی زندگی کو سہارا دینے کی ناکام کوشش میں انقلابی تحریکوں کو دبانے کے لیے آخری ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ چنانچہ انقلاب آفریں قوتوں کو کچلنے کے لیے رجعت پسند طبقہ اور ظالمانہ عناصر کی پشت پناہی سے ان پر سفاکانہ تشدد اور قتل و غارت پر اتر آتا ہے۔ سامراج کا سب سے معتمد ساتھی جاگیردارانہ نظام ہے جو اسے معاشرتی بنیادوں پر پاؤں پھیلانے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ جاگیرداری نظام مساوی قوتوں کے لیے زنجیر پا بن کر ان کی نشوونما میں رکاوٹ بنتا ہے۔ چنانچہ سامراج سے نجات حاصل کرنے کے لیے جاگیردارانہ نظام کا خاتمہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ ایسا کیے بغیر

یہ صفحہ اصل کتاب میں خالی ہے

نام نہاد زرعی اصلاحات کے نفاذ کے باوجود گزشتہ بائیس سالوں میں چھ ہزار بڑے زمینداروں کا ملکیتی کل رقبہ کا 11.5 فیصد ہے۔

غریب زمیندار

یہ پانچ ایکڑ سے کم زمین کے مالک ہیں۔ ان کی تعداد مغربی پاکستان میں 3266137 ہے۔ یعنی کل مالکان زمین کا 64.44 فیصد اور ان کی مجموعی زمین کل ملکیتی رقبہ کا 15.25 فیصد ہے۔ ان میں وہ 742216 کسان بھی شامل ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کے پاس ایک ایکڑ سے بھی کم زمین ہے۔ اسی طرح مشرقی پاکستان میں 4784900 غریب زمیندار پانچ ایکڑ سے کم کے مالک ہیں۔ ان میں 1492470 کسان ایسے بھی شامل ہیں جن کے پاس ایک ایکڑ سے بھی کم زمین ہے۔ یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مغربی پاکستان کی حکومت نے چند علاقوں میں 101 ایکڑ اور بعض میں 21/2 کو گزارہ یونٹ قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ غریب کسانوں کے ان اسی لاکھ خاندانوں کا گزارہ اتنی تھوڑی سی اراضی پر نہیں ہو سکتا اور انہیں اپنے وجود کو زندہ رکھنے کے لیے کوئی اور بھی محنت ضروری کرنا پڑتی ہے۔ چنانچہ مشرقی پاکستان میں پچیس لاکھ کسانوں کو اور مغربی پاکستان میں دس لاکھ کسانوں کو اپنی تھوڑی بہت زمین کے علاوہ دوسروں کی زمین پر بحیثیت مزارع کام کرنا پڑتا ہے یا پھر فارغ وقت میں کہیں مزدوری کرنی پڑتی ہے۔

مزارعین

مغربی پاکستان میں زرعی اعداد و شمار کے مطابق کوئی بیس لاکھ (2027990) بلا زمین مزارعین ہیں جو صوبے کی نصف قابل کاشت زمین کو کاشت کرتے ہیں۔ مشرقی پاکستان میں بھی ایسے ایک لاکھ بلا زمین مزارعین ہیں۔ مادر گیتی کے یہ بدقسمت کسان دن رات محنت کرنے کے باوجود بھوک اور افلاس کی تسکین نہیں کرپاتے۔ کیونکہ انہیں اپنی محنت کا آدھا ثمر تو زمیندار کے حوالے کرنا ہوتا ہے۔ علاوہ بریں ان کی بے دخلی کے وقت مزارع کو چونکہ کوئی متبادل ذریعہ روزگار نہیں آتا اس لیے زمیندار جو سودے بازی اس سے کرنا چاہے وہ اسے قبول کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ 1952ء میں صرف ایک صوبے میں دو لاکھ مزارعین کو بے دخل کیا گیا جن میں سے بیشتر کو ابھی تک نہ آباد کیا گیا ہے اور نہ ہی ان کے گزر و اوقات کا کوئی بندوبست کیا گیا ہے۔

کھیت مزدور

موجودہ زرعی نظام میں یہ طبقہ سب سے زیادہ مفلوک الحال ہے۔ ان میں سے ایک سو بارہ گھنٹے فی ہفتہ نہایت کم اجرت پر کام لیا جاتا ہے۔ جس سے ان کی بنیادی ضروریات زندگی بھی پوری نہیں ہوتیں۔ ان کی حالت بالکل غلاموں کی سی ہے۔ ان کی زندگی جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ مشرقی پاکستان میں تقریباً بارہ لاکھ ایسے کل وقتی زرعی مزدور ہیں۔ جب کہ بتیس لاکھ افراد ان کے علاوہ ہیں جو زرعی فارموں پر جزو وقتی مزدوری کرتے ہیں۔

کاریگر اور معاشرتی مزدور

اس طبقے کی خوش حالی کا انحصار بھی کسانوں کی خوشحالی پر ہے۔ ان کا معیار زندگی اس وقت تک بلند نہیں ہو سکتا۔ جب تک کسانوں کی حالت بہتر نہیں بنائی جاتی۔ انہیں صرف ان کی غربت کے سبب معاشرہ میں ذلیل تر مقام دیا جاتا ہے۔ یہ ہے وہ افسوسناک صورت حال جس سے پاکستان اس وقت دوچار ہے۔ یہاں یہ کہنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ پاکستان کے کل مالکان زمین کے پچانوے فیصد طبقہ کے پاس حکومت کی کم از کم مقررہ مقدار گزارہ یونٹ سے بھی کم زمین ہے۔ نیز بائیس لاکھ بے زمین کاشت کار خاندان اور اکاون لاکھ زرعی مزدور ان کے علاوہ ہیں۔

جیسا کہ اس سے پیشتر کہا گیا ہے کہ ایشیا کے زیادہ تر ممالک کم و بیش اسی قسم کی صورتحال سے دوچار ہیں اور ایک بنیادی انقلاب کی ضرورت ایک عرصے سے محسوس کی جا رہی ہے۔ جب تک یہ کروڑوں محنت کش انسان اپنی محنت کے پھل سے محروم رہیں گے' امن اور خوشحالی کی بات کرنا منافقت ہے' ڈھونگ ہے! چنانچہ محنت کشوں کی سرکردگی میں مختلف کسان تنظیموں کی جانب سے نہایت باعزم بغاوت کا طوفان اٹھنا ایک لازمی اور یقینی امر ہے جو امن کے بدترین دشمن سامراج کی پشت پناہی سے قائم شدہ جاگیرداری کے ظالمانہ نظام کی مکمل تباہی پر منتج ہوگا۔ اس طرح پیداواری قوتیں آزاد ہو کر اپنے جوش عمل سے کام کریں گی اور خوشحالی کا دور دورہ لائیں گی۔ میرے خیال کے مطابق کسان تنظیموں کے پاس یہی ایک لائحہ عمل ہے جس کے ذریعے وہ حقیقی امن اور خوشحالی کے قیام کے لیے نمایاں کردار ادا کر سکتی ہیں۔

عوام کے سب سے بڑے دشمن یعنی سامراج' جاگیرداری اور نوکر شاہی' سرمایہ داری اس وقت تک متحد ہو کر لوٹ مار کرکے عالمی امن کو پاش پاش کرنے کے لیے مصروف عمل ہیں۔ چنانچہ ان طاقتوں کے مکارانہ عزائم کو ناکام بنانے اور دائمی امن و خوشحالی قائم کرنے کے لیے تمام دنیا کے محنت کشوں اور کسانوں کی انقلابی جماعتوں کا عظیم اتحاد ہونا اب ناگزیر ہوگیا ہے۔

ایشیا اور دوسرے ممالک کی کسان جماعتوں کے مابین تعاون کے سلسلے میں مندرجہ ذیل تجاویز پیش کرتا ہوں۔

ایشیائی و دیگر ممالک کی کسان تنظیموں کا باہمی تعاون

1- دنیا کی تمام انقلابی کسان تنظیموں کے باہمی تعاون کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے بلکہ یہ کہنا ضروری ہے کہ ایشیا کے کسانوں کی تنظیموں کا باہمی تعاون اولین حیثیت رکھتا ہے کیوں کہ اس کی مدد سے ہی دوسرے ممالک کی کسان تنظیموں کے مابین تعاون بڑھ سکتا ہے۔

2- مختلف ممالک کے کسانوں کی جماعتوں کے مابین اعداد و شمار کے رسل و رسائل کے مناسب انتظامات ہونے چاہیں تاکہ وہ مختلف ممالک کے زرعی اعداد و شمار اور مختلف کامیاب کسان تحریکوں سے حاصل شدہ تجربات سے ایک دوسرے کو کماحقہ آگاہ کر سکیں۔ اس طرح دوسروں کو مزید کسان تحریکیں منظم کرنے کی رہنمائی ملے گی۔ نیز اس سلسلے میں ان کی معلومات میں بھی اضافہ ہوگا۔ ہر براعظم میں وہاں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مشاہداتی جماعت قائم ہونی چاہیے۔

(ب) چین' شمالی کوریا' ویت نام اور کیوبا میں وقوع پذیر ہونے والے کامیاب انقلابوں میں جو نمایاں کردار انسانوں نے انجام دیا ہے۔ اس سے متعلق معلومات جمع کر کے ان کی اشاعت کی جائے! نیز عارضی طور پر جو انہیں پسپائی کسی وقت ہوئی۔ ان کی وجوہات کی بھی نشاندہی کی جائے۔

3- ایشیا میں اس تعاون کو معنی خیز بنانے کے لیے چین کا تعاون انتہائی ضروری ہے کیونکہ اس کی آبادی جس کا بیشتر حصہ کسانوں پر مشتمل ہے۔ ایشیا کی کل آبادی کا ایک تہائی ہے۔ نیز اس کا رقبہ بھی تمام ایشیائی ممالک کا ایک تہائی ہے۔ علاوہ ازیں اس کی یہ وجہ بھی ہے کہ چین کے کسان سینکڑوں سال کی جدوجہد کے بعد اپنے ملک میں معاشی انقلاب لانے میں فتحیاب ہوئے ہیں۔ لہٰذا اس سلسلے میں ان کا تجربہ بہت زیادہ ہے۔

4- مختلف ممبر جماعتوں کو اخلاقی اور سیاسی امداد دینے کے لیے کمیشن کے اجلاس ان مختلف ممالک میں ہونے چاہیں جہاں جاگیرداری نظام ابھی تک مضبوطی سے قائم ہے۔

5- کسان کمیشن کے مرکزی سیکرٹریٹ کا قیام ہونا چاہیے تاکہ کمیشن کے مختلف شعبے یکجا ہو کر آسانی سے کام کر سکیں۔ براعظموں کی بنیاد پر سب کمیشن قائم ہونے چاہیں۔

زرعی پیداوار میں اضافہ (مجوزہ پروگرام کے نکات "ب" "ج" اور "د")

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ افریقہ اور ایشیا کے بیشتر ممالک کی وسیع و عریض زمین قدرتاً زرخیز ہونے کے باوجود بنجر پڑی ہوئی ہے۔ صرف مغربی پاکستان میں کل سروے شدہ (رپورٹ شدہ) رقبہ کا ساٹھ فیصد 60% جو تین کروڑ ایکڑ قابل کاشت اراضی پر مشتمل ہے' اس وقت بنجر و بے کار پڑا ہے۔ ان دونوں براعظموں میں مصر' چین اور جاپان کو چھوڑ کر باقی تمام علاقے کی فی ایکڑ پیداوار بھی نہایت قلیل ہے۔ پاکستان میں گندم کی اوسط فی ایکڑ پیداوار آٹھ سو پچاس پونڈ ہے۔ جب کہ چین' آسٹریلیا' اٹلی' جاپان' فرانس' چیکوسلواکیہ اور انگلینڈ میں فی ایکڑ گندم کی پیداوار بتدریج 1000' 1132' 1508' 1590' 1650 اور 2442 پونڈ ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ جن ممالک کی فی ایکڑ پیداوار کم ہے کسی صورت میں بھی ان کی زمین کم زرخیز نہیں ہے اور اس سے کہیں زیادہ پیداوار دے سکتی ہے۔ مثال کے طور پر پاکستان میں چند تجرباتی زمینوں اور پرائیویٹ فارموں کی فی ایکڑ پیداوار چار ہزار پونڈ سے چھ ہزار پونڈ تک ہے۔

زرعی پیداوار میں اضافہ کے لیے اس امر پر بھرپور کوشش ہونی چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ علاقہ زیر کاشت لایا جائے۔ نیز پہلے سے زیر کاشت رقبہ کو بہتر طور پر کاشت کیا جائے۔ اس مقصد کا حصول نظام آبپاشی کو بہتر بنانے' جدید زراعت کے طریقوں کو اپنانے' اچھی اور زیادہ کھاد کے استعمال' بنجر زمین کو قابل کاشت بنانے اور پودوں کو بیماریوں سے بچانے سے ہی ہو سکتا ہے۔ ان پہلوؤں کا مختصر ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

(الف) نظام آبپاشی

زراعت کی ترقی میں آب پاشی کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ لیکن پانی نہ ملنے کے سبب زرخیز خاصیتیں رکھنے والی زمینیں بھی بنجر و بے کار پڑی ہیں۔ صرف مغربی پاکستان ہی میں' وسیع نظام آب پاشی ہونے کے باوجود 32% زیر کاشت رقبہ اور مشرقی پاکستان میں 75% رقبہ بغیر آب پاشی کے ہے جس کا صرف بارش پر انحصار ہے۔ اس کے علاوہ قابل کاشت بنجر زمین کے زیر کاشت نہ ہونے کا بڑا سبب پانی کی بہم رسانی کی قلت ہے۔

(ب) بیمار زمین کو قابل کاشت بنانا

بیمار زمینوں کو دوبارہ قابل کاشت بنانا بھی اتنا ہی اہم ہے۔ مغربی پاکستان میں تقریباً ستر لاکھ ایکڑ زمین سیم اور تھور کی وجہ سے ناقابل کاشت پڑی ہے۔ اس میں ہر سال 60 ہزار ایکڑ کا مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

(ج) زراعت کے جدید طریقے

اس میں زرعی زمینوں کا استعمال' اچھے بیجوں کا استعمال' اچھی اور زیادہ کھاد کا استعمال' پودوں کو بیماریوں سے بچانے کے لیے حفاظتی تدابیر' زرعی پیداوار کے لیے مناسب منڈیوں اور گوداموں کا بندوبست نیز

اجناس کو لانے' لے جانے کے لیے مناسب ذرائع آمد و رفت کا انتظام شامل ہے۔ اس سلسلے میں زرعی مشینوں کا استعمال موجودہ وقت کا تقاضا ہے۔ اس سے کاشتکاری کے اخراجات میں کمی اور فی ایکڑ پیداوار میں زیادتی وقوع پذیر ہوتی ہے۔ نیز زراعت میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اندازاً 25% رقبہ جو کھیتوں میں کام کرنے والے مویشیوں کے چارہ اگانے کے لیے درکار ہوتا ہے۔ وہاں کوئی اور کار آمد فصل بوئی جا سکتی ہے۔ کیمیاوی کھاد کے استعمال کی اہمیت کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن افریشیائی ممالک میں اس کی قلت بہت زیادہ ہے۔ صرف مصر اور جاپان میں یہ خاص مقصد میں تیار اور استعمال کی جاتی ہے۔ پاکستان نے اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے اور چند فیکٹریاں قائم کی ہیں جو دو لاکھ ٹن کھاد تیار کرتی تھیں۔ لیکن یہ بمشکل پچیس فیصد زیر کاشت رقبہ کے لیے کافی ہوتی ہیں۔

(د) سیلاب کی آفت

سیلابوں کی آفت سے بچنے کے لیے بھی مؤثر اقدام ہونے چاہئیں کیونکہ چند ممالک میں یہ مستقل طور پر مصیبت بنے ہوئے ہیں۔ مشرقی پاکستان میں ہر سال خوفناک سیلابوں سے فصلوں کو زبردست نقصان پہنچتا ہے۔

(ح) باہمی تعاون سے کاشتکاری

یعنی مشترکہ کاشتکاری کی اہمیت بھی کچھ کم نہیں! باہمی تعاون سے کاشتکاری زراعت کا ایک نہایت اہم پہلو خصوصاً پاکستان اور ہندوستان میں اس کی اہمیت یوں بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہاں لوگوں کے پاس چھوٹے چھوٹے قطعات اراضی ہیں۔ تقریباً 7198832 مالکان زمین ایسے ہیں جن کے پاس پانچ ایکڑ سے بھی کم اراضی ہے۔ اس شمار میں مشرقی پاکستان کے 1492470 اور مغربی پاکستان کے 742216 وہ کسان بھی شامل ہیں۔ جن کے پاس ایک ایکڑ سے بھی کم زمین ہے اس کے علاوہ مشرقی پاکستان میں 21.4 لاکھ کسانوں کے پاس کھیت میں کام کرنے والے مویشی بھی نہیں ہیں۔ جبکہ اس صوبے کے کل مویشیوں کی تعداد اتنی ہے کہ وہ پورے صوبے کی زمین کی کاشت میں باآسانی کام دے سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں چھوٹے چھوٹے قطعات اراضی کے مالکوں کے لیے زرعی مشینوں کا استعمال بھی بہت مشکل ہے۔ باہمی تعاون سے کاشتکاری کا ایک اور صحت مند پہلو یہ بھی ہے کہ چھوٹے کسان اپنی ذاتی ملکیت برقرار رکھتے ہوئے اپنے آپ کو معاشی بحران سے بچا سکتے ہیں۔ چنانچہ یہ بات اب واضح ہوگئی ہے کہ باہمی تعاون سے کاشتکاری پر عمل در آمد اب کتنا فوری اور اہم ہے!

(الف)۔ زرعی صنعت

زرعی مشینری مثلاً ٹیوب ویل' ٹریکٹر و دیگر زرعی آلات اور کھاد وغیرہ تیار کرنے کے لیے مناسب صنعت کا قیام موجودہ وقت کی اولین ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ ایسی صنعت کا قیام بھی ضروری ہے جو زرعی خام مال سے مصنوعات تیار کرے۔

مشترکہ تعاون

مندرجہ بالا حقائق اس نقطہ نگاہ سے بیان کیے گئے ہیں کہ بیشتر ممالک کے مابین مشترکہ تعاون کی اہمیت واضح ہو سکے۔ چنانچہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اگر مندرجہ بالا پروگرام پر عمل کیا جائے تو اس سے نہ صرف کروڑوں عوام کا معیار زندگی بلند ہوگا بلکہ یہ ممالک خوراک اور خام مال میں بھی خودکفیل ہو جائیں گے۔ نتیجتاً" استعماریت پسندوں کے جدید نو آبادیاتی عزائم کو زبردست شکست کھانی پڑے گی لیکن اس کے پروگرام کو حقیقت کا جامہ پہنانا صرف ایک ملک کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے۔ جب تمام ممالک اور ان کے عوام باہمی اشتراک عمل کے اصول پر کاربند ہوں۔ اشتراک عمل کے دیگر طریقوں کے علاوہ اس ضمن میں مندرجہ ذیل اقدامات فوری طور پر کرنے چاہئیں۔

(الف) ایک سب کمیٹی تشکیل ہونی چاہیے جو زیادہ سے زیادہ زرعی خام مالک کو زیر استعمال لانے اور مصنوعات تیار کرنے کے لیے اشتراک عمل کی رفتار تیز کرنے کے وسائل پر غور و فکر کرے اور مؤثر تدابیر اختیار کرنے کی تجاویز پیش کرے۔

(ب) ماہرین پر مشتمل ایک اسی طرح کی کمیٹی تشکیل کی جائے جو زرعی ترقی کے مختلف پہلوؤں پر غور کرکے مناسب تدابیر اختیار کرے۔

دستاویز---- 6

تیس خانوادے

جو ہر سال پاکستان کی بیس ارب روپے کی قومی دولت سمیٹ لیتے ہیں

30 خانوادے جن پر سیم و زر کی بارش ہوتی ہے

(1) احمد داؤد (2) آدم جی (3) سہگل (4) باوانی (5) ولیکا (6) امیر علی فینسی (7) رنگون والا (8) اصفہانی (9) نصیر اے شیخ (10) قاسم دادا (11) جنرل حبیب اللہ (12) حاجی حبیب (13) حبیب رحمت اللہ (14) میاں محمد امین محمد بشیر (15) واجد علی شاہ (16) رستم کاؤس (17) محمود هارون (18) سی ایم لطیف

(19) رانا خداداد (20) نوابزادہ عبدالغفور آف ہوتی (21) جی اے کریم (22) نون فیملی (23) دولتانہ فیملی (24) فیروز سنز (25) عباس خلیل (26) حاجی دوسہ (27) فقیر فیملی (28) سلطان فیملی (29) حاجی دوست محمد (30) منو فیملی

مارشل لا کی موجودہ حکومت نے برسراقتدار آتے ہی پہلے تو طلبہ کے مسائل حل کئے۔ پھر ایک "مزدور پالیسی" وضع کی۔ اس کے بعد مرکزی میزانیہ کی پریس کانفرنس کے موقع پر "اجارہ داریوں کے خاتمے" اور "کاروباری بددیانتی کی روک تھام" کے لئے ایک آرڈی ننس کا مسودہ پیش کیا جس پر عوام کو اظہار رائے کی دعوت دی گئی اور یقین دلایا گیا کہ تمام تجاویز کی چھان بین کر کے دسمبر 1969ء تک قانون کے سانچے میں ڈھال دیا جائے گا۔

ظاہر ہے مجوزہ قانون اسی صورت میں نتیجہ خیز ہو سکتا ہے کہ پہلے معلوم کرلیا جائے کہ پاکستان کی مجموعی سالانہ قومی پیداوار کتنی ہے اور اس کی تقسیم میں کیا خرابی ہے؟ عام طور پر مشہور ہے کہ پاکستان کی قومی دولت پر صرف 22 خاندانوں کا قبضہ ہے۔ لیکن یہ بات کب اور کہاں سے چلی ہے اور اب کس حد تک صحیح ہے؟ اس پر احتجاج کرنے والوں نے تو کجا شاید ماہرین نے بھی تاحال غور نہیں کیا۔ ورنہ وزارت مالیات کو ایک استفسار کے جواب میں یہ کہنے کی ضرورت پیش نہ آئی کہ اسے ابھی تک مجوزہ قانون کے ردعمل کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی۔

بیس یا بائیس

بائیس خاندانوں کی بات کب اور کہاں سے چلی؟ دراصل آج سے دس برس قبل وزارت مالیات کے ایک اعلیٰ افسر مسٹر ظہیرالدین نے کریڈٹ کمیٹی کی رپورٹ میں یہ انکشاف کیا کہ جدولی اور تجارتی بنکوں نے عوام کی امانتوں میں سے جو روپیہ کاروباری طبقے کو ادھار دینے کے لیے مخصوص کررکھا ہے۔ اس میں سے بڑی بڑی رقوم (پچاس لاکھ روپیہ یا زائد) معدودے چند خاندانوں نکلوا کر لے جاتے ہیں اور نام بدل بدل کر اس سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ کمیٹی نے مثال کے طور پر بتایا کہ 22 دسمبر 1957ء کو صرف 23 نفوس ایسے تھے جن کو 33 کروڑ 83 لاکھ روپیہ بطور قرض دیا گیا۔ اسی طرح 31 مارچ 1959ء تک 41 کروڑ 79 لاکھ روپیہ 31 افراد میں تقسیم ہوا۔ 31 دسمبر 1961 تک قرض لینے والوں کی تعداد 41 ہوگئی۔ لیکن مجموعی طور پر ان کو 61 کروڑ 92 لاکھ روپیہ ملا۔ اس سے چند ماہ بعد (31 مارچ 1962) کو قرض لینے والوں کی تعداد میں صرف 1 کا اضافہ ہوا لیکن 42 افراد کا حصہ رسدی 79 کروڑ 53 لاکھ روپیہ بنا۔ اس کے مقابلے میں جن کھاتہ داروں کو پچاس لاکھ روپیہ سے کم ادھار ملا ان کی تعداد 209 تھی۔ بایں ہمہ وہ 40 کروڑ روپیہ سے زیادہ کے مستحق نہ سمجھے گئے۔ سب سے زیادہ بے انصافی نچلے طبقے سے ہوئی جس کی تعداد تو لاکھوں تک پہنچتی ہے لیکن اسے 53 ہزار روپیہ سے زیادہ قرض نہیں ملتا۔ چنانچہ کریڈٹ کمپنی کی رپورٹ کے مطابق اسے مجموعی طور پر 20 کروڑ 41 لاکھ روپیہ قرض دیا گیا۔ اسی تحقیق کی بنا پر کریڈٹ انکوائری کمیشن نے لکھا کہ بنکوں نے اپنا 62.70 فیصد سرمایہ صرف 222 حساب داروں کے کھاتہ میں پھنسا رکھا ہے اور چھوٹے قرض خواہوں کا حصہ 5.6 فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔

مایا کو مایا ملے

منصوبہ بندی کمیشن کے شعبہ تحقیق کے سربراہ مسٹر آر۔ایچ کھنڈیکر نے 1961ء کے ایک سیمینار میں "ارتکاز دولت" پر جو مقالہ پڑھا اس میں کہا تھا کہ جن ممالک میں تاجروں کی کثرت ہے ان میں صرف 10 فیصد سرمایہ دار ہوتے ہیں جو اپنا روپیہ بچا کر سرمایہ اکٹھا کرتے ہیں اور قومی دولت کے چالیس فیصد پر قابض ہوجاتے ہیں۔ یہ مشاہدہ کم سے کم پاکستان کے معاملے میں صحیح ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ تجارتی بنکوں کے گوشواروں کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے پاس پارسال (1968ء) تک 92 ارب 25 کروڑ روپیہ امانتوں کے حساب میں جمع تھا جس کا نوے فیصد انہوں نے قرض کے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔ اس میں سے ساٹھ فیصد روپیہ اس طبقے نے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر امانت کے طور پر رکھوایا تھا۔ جس کو اصطلاح میں "قلیل آمد" کہا جاتا ہے لیکن ادھار میں اس کے حصے 20 فیصد سے زیادہ نہ آیا۔ اس کے برعکس بڑے کھاتہ داروں کی تعداد 21 فیصد ہے لیکن وہ عوام کی پونجی سے 80 فیصد بطور قرض اٹھا کر لے جاتے ہیں۔

انہی حقائق کی بنا پر 64-1963ء کے مرکزی میزانیہ کے موقع پر اس زمانہ کے وزیرخزانہ مسٹر محمد شعیب نے یہ انکشاف کیا کہ بنکوں نے جو رقم ادھار کے لئے علیحدہ کر رکھی ہے اس سے صرف 20 خاندان مستفیض ہورہے ہیں اسی دور میں یہ بھی بتایا گیا کہ بازار حصص کے ذریعے اربوں روپے کا جو سرمایہ جمع ہوکر صنعت و تجارت کے میدانوں کو سیراب کرتا ہے اس کے منبع پر بھی معدودے چند افراد قابض ہیں کیونکہ انہوں نے جو شراکتی ادارے اور لیمٹڈ کمپنیاں بنا رکھی ہیں ان کے بیشتر حصص پر ان کاایان کے عزیز رشتہ داروں کی اجارہ داری قائم ہے۔

اس کے بعد مشرقی پاکستان کے ماہر مالیات ڈاکٹر ایم۔این ہدی نے بات آگے بڑھائی اور کہا کہ پاکستان کی قومی دولت کے 60 سے 80 فیصد حصے پر صرف بائیس خانوادے قابض ہیں۔ پچھلے سال منصوبہ بندی کمیشن کے چیف اکانومسٹ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا کہ ان 22 خاندانوں نے صنعتی اداروں کے 66 فیصد' بیمہ کمپنیوں کے 79 فیصد' بنکوں کے 80 فیصد سرمایہ پر تصرف کر رکھا ہے۔ لندن کے "اکانومسٹ"

نے اپنے ملک اور امریکہ کے معیار کے مطابق قدرے کسر نفسی سے کام لیا اور لکھا کہ پاکستان میں پانچ بڑے ادارے اپنی اجارہ داری قائم کرچکے ہیں اور چھٹا ابھر رہا ہے۔

شعیب سٹڈی گروپ

قومی اخبارات اس صورت حال سے بے خبر نہیں تھے۔ انہوں نے کریڈٹ انکوائری کمیشن کی رپورٹ کے منظرعام پر آتے ہی 1960ء کے بعد یہ زور دینا شروع کردیا تھا کہ اجارہ داری کے اس رجحان کو روکا جائے اور ایک ایسا نظام قائم کیا جائے جو "منصفانہ تقسیم دولت" کے نظریہ پر مبنی ہو۔

چنانچہ سابق صدر محمد ایوب خان نے اپنے "منشور" اور پنجسالہ منصوبے کے دیباچہ میں واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ جس نظام کا خاکہ ان کے ذہن میں ہے اس میں اجارہ داری کی کوئی گنجائش نہیں اور چاہتے ہیں کہ ہر شخص کو ترقی کے یکساں مواقع فراہم کئے جائیں تاکہ معاشرتی انصاف کا تقاضہ پورا ہو سکے۔ اس "منشور" کے مطابق سابق وزیر خزانہ مسٹر محمد شعیب نے 64-1963ء میں "سٹڈی گروپ" قائم کیا جس کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ ملک میں اجارہ داری کے جو رجحانات پیدا ہورہے ہیں ان کا مطالعہ کرکے بتائیے کہ ان کو ختم کس طرح کیا جائے؟ خیال تھا کہ یہ گروپ ایک سال کے اندر اندر اپنی رپورٹ پیش کردے گا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جس طبقے پر اثر پڑنے والا تھا اس نے سفارشات کا پہلے ہی اندازہ لگا لیا تھا۔ چنانچہ یہ رپورٹ آج تک شائع نہیں ہو سکی۔

بایں ہمہ اس دوران میں عوام کے آنسو پونچھنے کے لئے ایک دو بنکوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ چھوٹے حساب داروں کا خاص طور پر خیال رکھیں اس غرض کے لئے تین بڑے بنکوں نے "عوامی قرض" کے نام سے علیحدہ شعبے بھی قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن "ضمانت" کی سدراہ نے مسئلہ کو پھر تصفیہ کے مرحلے پر نہ آنے دیا اور چھوٹے قرض خواہ اس دریا سے فیض یاب نہ ہوسکے، ادھر بازار حصص میں کچھ اصطلاحات نافذ کیں گئیں اور "دولت ٹیکس، عطیہ ٹیکس اور اضافی سرمایہ ٹیکس" لگانے کے علاوہ انکم ٹیکس ایکٹ کی دفعہ 33 الف میں ترمیم کردی گئی جس کا مقصد یہ تھا کہ پرائیویٹ لیمٹڈ کمپنیاں اپنی شراکت داری کے دائرے کو وسیع کریں اور 1970ء تک اپنے آپ کو پبلک لیمٹڈ کمپنیوں کی صورت میں دے دیں۔ لیکن اجارہ داروں نے اس کی پرزور مخالفت کی اور "قانون کمیشن" کی سفارش کے باوجود "منیجنگ ایجنسیاں" توڑنے پر اب تک رضا مند نہیں ہوئے۔ حکومت نے تھوڑی پونجی والے عوام کو تجارت و صنعت میں برابر شریک بنانے کے لئے نیشنل انوسٹ منٹ ٹرسٹ (این آئی ٹی) اور انوسٹ منٹ کارپوریشن آف پاکستان میوچل فنڈ (آئی سی پی) کے نام سے دو ادارے بھی قائم کئے لیکن بدقسمتی سے ان اداروں پر بھی وہی صنعت کار تاجر حاوی ہیں جن پر "صنعتی اتحاد" اور صنعتی اجارہ داری قائم کرنے کا الزام ہے اس لئے جتنا سرمایہ بھی جمع ہوتا ہے وہ ہر پھر کر انہی کے اداروں میں چلا جاتا ہے۔ خیال تھا کہ سرمایہ کاری کے ان اداروں سے عوام کے لئے "زائد آمدنی" کی کوئی صورت بن سکے گی۔ لیکن نیشنل انوسٹ منٹ ٹرسٹ کی کارگزاری کا اندازہ اس حقیقت سے ہوسکتا ہے کہ اب تک اس کے حصے کی مالیت میں اڑھائی روپے سے زائد اضافہ نہ ہوسکا۔ (حالانکہ عام صنعتی حصص کی مالیت کئی گنا بڑھ چکی ہے) اور پارسال کی طرح اس سال بھی اس نے ایک روپیہ پانچ پیسہ فی حصہ سے زائد منافع تقسیم نہیں کیا۔ غرضا" تقسیم دولت کے بارے میں "سٹڈی گروپ" کی رپورٹ نہ شائع کرنے کے باوجود حکومت نے گزشتہ پانچ برس میں سرمایہ کاری کا دامن وسیع کرنے کے لیے بعض اقدامات کئے ہیں۔ لیکن بحیثیت مجموعی چونکہ نہ عوام کی حالت سدھری ہے اور نہ اجارہ داریوں کا خاتمہ ہوا ہے اس لیے مارشل لاء کے نفاذ سے پہلے اگر ایک طرف مزدوروں اور ملازمت پیشہ لوگوں نے اپنے معاوضے میں اضافے کا مطالبہ کیا اور دوسری طرف اجارہ داری کی لعنت کے خلاف نعرے لگائے تو اس پر تعجب نہیں کرنا چاہیے۔

موجودہ حکومت نے عوامی احتجاج سے مجبور ہوکر وعدہ کیا تھا کہ "شعیب سٹڈی گروپ" کی رپورٹ بہت جلد شائع کر دی جائے گی۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ جو اعداد و شمار آج سے 8-7 برس قبل جمع کئے گئے تھے وہ فرسودہ ہوچکے ہیں۔ ادھر چونکہ آرڈی نینس کا مسودہ منظرعام پر آچکا ہے اس لئے دیکھنا یہ چاہیے کہ پاکستان میں ارتکازدولت کی انتہا کیا ہے اور اس پر قابو پانے کا کیا طریقہ ہے؟ مجوزہ قانون میں اجارہ داری کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ :-

(الف) وہ کاروباری ادارہ جو کسی نوعیت کے مال کی مجموعی مقدار کی ایک تہائی تیار کرکے فروخت یا مہیا کرے یا اس کی پیداکاری اور تقسیم پر مکمل اختیار رکھے۔

(ب) پاکستان میں کسی نوعیت کی تجارتی یا صنعتی خدمت (مثلاً بنک، بیمہ وغیرہ) کی ایک تہائی انجام دے یا اس پر اختیار رکھے۔

اس کی تعریف کی روشنی میں دیکھنا یہ ہے کہ پاکستان کی مجموعی پیداوار کتنی ہے اور اس کے کتنے حصے پر کتنے خانوادے قبضہ و قدرت رکھتے ہیں؟

پاکستان کے معاشی جائزہ 69-1968ء (مطبوعہ وزارت خزانہ) کے مطابق پاکستان کی مجموعی پیداوار 48 ارب 86 کروڑ 70 لاکھ روپے سالانہ ہے جس میں تقریباً 45.5 فیصد زرعی پیداوار شامل ہے اس لئے ظاہر ہے

کہ صنعت و حرفت اور خدمات کی پیداواری مالیت 25 ارب روپے سے کسی صورت کم نہیں ہے۔ یہ پیداوار ان ہزاروں صنعتی کارخانوں کی مرہون منت ہے جو ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مثلاً بیمہ' بنک' سوتی اور ریشمی پارچات' پٹ سن' ادویہ سازی' چینی' کاغذ' گتہ' بناسپتی' گھی' سیمنٹ' تمباکو' گیس اور بجلی' انجینئرنگ تعمیرات' ہوائی اور سمندری جہاز' متفرق۔

ان اداروں کی ہیئت ترکیبی پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ صنعت و تجارت پر فی الواقع صرف چند "نفوس قدسی" کا قبضہ ہے اور وہی پاکستان کی اربوں روپے کی قومی دولت میں کھیل رہے ہیں۔

سوتی کپڑے کے کارخانے

اس وقت پاکستان کی سب سے بڑی صنعت پارچہ بافی ہے 1949ء میں بازار حصص کی فہرست پر سوتی کپڑے کے صرف دو کارخانوں کا نام تھا جن پر 64 لاکھ روپیہ سرمایہ لگا ہوا تھا۔ اس وقت ان کی تعداد 46 ہے اور ادا شدہ سرمایہ 3 ارب 92 کروڑ روپیہ ہے۔ پوری فہرست درج ذیل ہے۔

(1) افسر (2) احمد بھوانی (3) علی اصغر (4) الائیڈ (5) اللہ وسایا (6) امین (7) عائشہ (8) بہاول پور (9) بھوانی (10) بورے والا (11) چشتی (12) کالونی (13) کالونی سرحد (14) کالونی تھل (15) کریسنٹ (16) چودھری (17) داؤد (18) دوست محمد (19) ڈی ایم (20) فقیر (21) فتح (22) فیروزسلطان (23) ایف پی (24) گلبرگ (25) گلستان (26) حافظ (27) حسین (28) انڈس (29) جنانہ ڈی ملوچو (30) خیرپور (31) خیبر (32) ایم۔ایف۔وائی (33) میر (34) محمد فاروق (35) نشاط انڈسٹریز (36) نشاط ملز (37) اولمپیا (38) آر۔آر (39) صادق آباد (40) ست رنگ (41) شفیق (42) سن شائن (43) ننگیل (44) ولیکا (45) ولیکا (46) یوسف

سوتی پارچہ بافی کی ان کمپنیوں کی نظامت (ڈائریکٹوریٹ) کا مطالعہ کیا جائے تو ذیل کے نام امتیازی نظر آئیں گے۔

آدم جی' سہگل' حبیب' اصفہانی' شیخ اے نصیر' امیرعلی فینسی' داؤد' ولی بھائی' دادا' رنگون والا' مظفرعلی قزلباش' عباس خلیلی' بھوانی' قاسم دادا' میاں محمد بشیر محمد امین' حاجی دوست محمد' فقیر سنز' سلطان احمد جاپان والا' خٹک فیملی' (یوسف خان جنرل حبیب اللہ وغیرہ) روشن علی بھیم جی' دولتانہ فیملی' منوخاندان' ولیکاولی بھائی' محمد حنیف بھائی اس کے علاوہ بعض سابق سرکاری بھی ان میں شامل ہیں۔

ان میں سے جن دس کمپنیوں کا منافع (ٹیکس ادا کرنے سے پہلے) سب سے زیادہ ہے ان کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ منافع پر اتنے بڑے تناسب کے باوجود ان 46 کارخانوں میں 27 کو ابھی تک ٹیکس سے چھٹی ہے۔ پھر ان میں سے اکثر کے حصص کی قیمت دوچند ہوگئی ہے۔ مثلاً حسین انڈسٹریز کے دس روپے کا حصہ 22 روپے 37 پیسے میں فروخت ہورہا ہے۔ اسی طرح حافظ' ولیکا' ننگیل اور داؤد کے حصص کی قیمت علی الترتیب 19.30ء' 23.30' 12.5 اور 35 ہے۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ

نام	اداشدہ سرمایہ سے منافع کا تناسب
1- حسین انڈسٹریز	55.32 فیصد
2- امین ٹیکسٹائلز	48.60 فیصد
3- شفیق	47.48 فیصد
4- ولیکا	44.21 فیصد
5- آر' آر ٹیکسٹائلز	42.42 فیصد
6- داؤد	41.42 فیصد
7- ننگیل	37.13 فیصد
8- انڈس	37.07 فیصد
9- کریسنٹ	26.17 فیصد
10- کالونی	26.15 فیصد

پارچہ بافی کے سرمایہ حصص کی قیمت کس طرح بڑھ چکی ہے اور جن لوگوں نے حکومت اور بنکوں سے قرض لے کر کاروبار شروع کیا تھا وہ کس طرح کروڑوں روپے کے مالک بن چکے ہیں۔

ریشمی پارچات کے کارخانے

اب آیئے ریشمی پارچات کے کارخانوں کی طرف' پاکستان میں ریشمی پارچات تیار کرنے والے کارخانے تیرہ کمپنیاں چلا رہی ہیں۔ جن کا ادا شدہ سرمایہ 15 کروڑ 64 لاکھ روپے ہے۔ ان کے بڑے بڑے ڈائریکٹر یہ ہیں۔ ولی بھائی' داؤد' حاجی حبیب' ایچ اے کریم' سہگل' احمد داؤد' پیر محفوظ اور شیخ محبوب الہٰی۔

ان میں پانچ کارخانے خاص طور پر اہم ہیں ٹیکس ادا کرنے سے پہلے ادا شدہ سرمایہ سے ان کے منافع کا تناسب ذیل ہے۔

نام	اداشدہ سرمایہ سے منافع کا تناسب
1- کریم سلک	40.55 فیصد
2- ولیکا آرٹ	33.72 فیصد
3- کیرلمین	33.50 فیصد
4- نیشنل سلک	33.17 فیصد
5- فل برائٹ	16.77 فیصد

اونی پارچہ بافی کے کارخانے

اونی پارچہ بافی کے کارخانے صرف تین ہیں۔ ہرنائی وولن' لارنس پور وولن اینڈ ٹیکسٹائلز ملز اور ولیکا وولن ملز۔ ان پر مجموعی طور پر 2 کروڑ 2 لاکھ کا سرمایہ لگا ہوا ہے ان کے ڈائرکٹروں میں اے ایم مزاری' احمد داؤد اور سردار محمد لغاری یا ان کے عزیزواقارب شامل ہیں۔ ان کمپنیوں میں سے اداشدہ سرمایہ سے ولیکا وولن ملز اور ہرنائی کے منافع کا تناسب علی الترتیب 49.76 اور 15.77 ہے۔ ان کے دس دس روپے کا حصہ 21.50 روپے اور 15.00 روپے میں فروخت ہو رہا ہے۔ لارنس پور وولن ملز کے ایک سو روپے کے حصے کی قیمت اس وقت 232 روپے ہے۔ حکومت نے چونکہ درآمدی پالیسی کے تحت باہر سے اونی کپڑے کی درآمد پر پابندی لگا رکھی ہے اس لیے تینوں ملیں (بونس واؤچر پر مشینری' پرزے اور خام مال منگوانے کے باوجود) خوب نفع کما رہی ہیں۔

پٹرولیم کے کارخانے

سوتی ریشمی اور اونی پارچہ بافی کے بعد پاکستان نے جن صنعتوں پر سب سے زیادہ سرمایہ لگا رکھا ہے۔ وہ تیل' گیس' بجلی' انجیرنگ اور تعمیرات کے کارخانے ہیں۔ تیل (یعنی پٹرول) صاف کرنے اور اس کی مصنوعات تیار کرنے کے چار کارخانے کراچی سٹاک ایکسچینج کی فہرست میں شامل ہیں۔

1- برہما ایسٹرن 2- پاکستان لبری کنٹ بلنڈرز چاٹگانگ 3- ہارون آئلز اور پاکستان نیشنل آئلز ان میں مجموعی طور پر پچاس کروڑ روپیہ سرمایہ لگایا ہوا ہے۔

برہماایسٹرن کی نظامت میں عباس خلیلی' رستم کاؤس جی'حاجی حبیب' گل محمد آدم جی شامل ہیں۔ ہارون آئلز کے مالک بھی سعید اے ہارون' عباس خلیلی' رستم کاؤس جی' ہیں۔ ایسٹ پاکستان لبری کنٹ ابراہیم رحمتہ اللہ بیگم رحمتہ اللہ اور ایف ایچ رحمت اللہ چلا رہے ہیں۔ پاکستان نیشنل آئلز پر رنگون والا بھاوانی' میاں نصیر اے شیخ' احمد داؤد اور محمد بشیر کا قبضہ ہے۔ ان میں سب سے زیادہ سرمایہ (ڈھائی کروڑ روپیہ) برہما ایسٹرن میں لگا ہوا ہے۔ ٹیکس ادا کرنے سے پہلے ادا شدہ سرمائے سے ان اداروں کے منافع کا تناسب ملاحظہ ہو۔

پاکستان نیشنل آئلز	58.27 فیصد
ایسٹ پاکستان لبری کنٹ	40.28 فیصد
برہما ایسٹرن	16.06 فیصد
ہارون آئلز	08.16 فیصد

گویا سب سے زیادہ نفع پاکستان نیشنل آئلز کما رہی ہے۔ لیکن مقسوم منافع (ڈیوی ڈنڈ) کے لحاظ سے ایسٹ پاکستان لبری کنٹ سرفہرست ہے جس نے چار سال میں ساڑھے سترہ فیصد منافع تقسیم کیا۔

گیس فراہم کرنے کے ادارے

گیس کمپنیوں پر مجموعی سرمایہ 17 کروڑ 83 لاکھ روپیہ لگا ہوا ہے۔ جس میں صرف سوئی ناردرن کمپنی کا سرمایہ دس کروڑ روپیہ ہے۔ کراچی گیس کا سرمایہ دو کروڑ 25 لاکھ اور سوئی گیس کا سرمایہ 3 کروڑ 78 لاکھ روپیہ ہے۔ ان میں کراچی گیس کی نظامت میں اے ایم کے مزاری' امیر علی فینسی' زکریا آدم جی اور آئی حبیب اللہ حاوی ہیں۔ سوئی ناردرن گیس پائپ لائن اے ایم کے مزاری' حامد داؤد' حبیب احمد داؤد اور رفیق سہگل کے قبضے میں ہے۔ ان کمپنیوں کے منافع کا تناسب یہ ہے۔

کراچی گیس	86.02 فیصد
سوئی ناردرن	27.86 فیصد
سوئی گیس	25.12 فیصد

بجلی تقسیم کرنے کے کارخانے

بجلی تقسیم کرنے والی کمپنیوں کی تعداد چار ہے۔ 1 کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن 2 ملتان الیکٹرک سپلائی کمپنی 3 کوئٹہ الیکٹرک سپلائی کمپنی اور 4 راولپنڈی الیکٹرک کمپنی۔ ان کا مجموعی اداشدہ سرمایہ 5 کروڑ 80 لاکھ روپیہ ہے۔ کراچی الیکٹرک کمپنی کی نظامت امیر علی فینسی۔ احمد داؤد' اے بی گزور' فخرالدین ولی بھائی۔ محمود ہارون۔ یوسف چنوئی۔ احمد جعفر اور حاتم علوی پر مشتمل ہے۔ ملتان الیکٹرک سپلائی کمپنی نصیر اے شیخ' فاروق احمد شیخ' ہمایوں شیخ ریاض دولتانہ اور مغیث اے شیخ کے پاس ہے۔ کوئٹہ الیکٹرک کمپنی ایف بی پٹیل' مسز پٹیل' مارکر سوزا اور ملک اللہ بخش کی تحویل میں ہے۔ راولپنڈی الیکٹرک پاور کمپنی کے ڈائرکٹروں میں سردار برکت حیات' خواجہ بشیر بخش اور محمد علی نون شامل ہیں ان کے منافع کا تناسب حسب ذیل ہے۔

ملتان الیکٹرک	62.28 فیصد
کراچی الیکٹرک	42.35 فیصد
راولپنڈی الیکٹرک	24.14 فیصد

کوئٹہ الیکٹرک کمپنی کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب سے واپڈا نے شیخ منڈا میں اپنا تھرمل سٹیشن قائم کیا ہے اسے خسارہ ہو رہا ہے۔ بہرحال منافع کے لحاظ سے ملتان اور کراچی الیکٹرک صف اول میں ہیں۔

تعمیرات کے ادارے

تعمیرات کے لیے تین کمپنیاں ممتاز ہیں۔ گیمن ایسٹ پاکستان' حیدری کنسٹرکشن اور گیمن پاکستان۔ ان کا مجموعی سرمایہ ڈیڑھ کروڑ روپیہ

ہے اور ان کے دس روپے کی اوسط قیمت حسب ذیل ہے۔

گیمن ایسٹ پاکستان	13.82
حیدری	11.10
گیمن پاکستان	10.68

ان کمپنیوں کو مجموعی طور پر 16 کروڑ 31 لاکھ کی سالانہ آمدن ہوتی ہے۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ ادا شدہ سرمایہ پر ان کے منافع کا تناسب 4.96 فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔ ان میں سے گیمن ایسٹ پاکستان جنرل حبیب اللہ' حنیف آدم جی' یحییٰ بھوانی کی ہے اور گیمن پاکستان جنرل حبیب اللہ' عبدالواحد چوھدری' غلام فاروق اور جے سی گیمن چلا رہے ہیں۔ حیدری کنسٹرکشن کی نظامت میں اسماعیل حبیب' حبیب آئی حاجی' حبیب اللہ اور حبیب ممتاز ہیں۔

موٹروں اور ٹرکوں کے کارخانے

انجینئرنگ کے ادارے تین حصوں پر تقسیم ہیں 1 آٹو موبائیل 2 الیکٹریکل 3 مکینیکل آٹو موبائیل یعنی موٹر' ٹرک' کاریں' بسیں' موٹرسائیکل' ٹرائی سائیکل اور ٹریکٹر بنانے والی کمپنیوں کی تعداد پانچ ہے۔ 1 گندھارا 2 اٹلس آٹو 3 راناٹریکٹر 4 اٹلس ایسٹ پاکستان 5 میک ٹرک ان میں سے گندھارا جنرل حبیب اللہ' یوسف شیرازی اور گوہر ایوب کی ہے۔ (کیپٹن گوہر ایوب نے حال ہی میں اعلان کیا ہے کہ انہوں نے اپنے حصص فروخت کردیے ہیں۔ لیکن کس کے ہاتھ؟ خٹک فیملی کے پاس یا باہر؟ یہ ابھی تک معلوم نہیں ہوسکا۔) اٹلس آٹو پر جنرل حبیب اللہ' ذاکر شیرازی اور یوسف شیرازی قابض ہیں۔ رانا ٹریکٹر پر رانا خاندان حاوی ہے۔ یعنی رانا خداداد اور رانا اللہ داد اور نعیم رانا۔ میک ٹرک کی نظامت کے ایم منیر ذکریا' آدم جی' سلیمان محمد علی حبیب وغیرہ کررہے ہیں۔ ان میں حصص کے لحاظ سے گندھارا کی قیمت سب سے زیادہ ہے یعنی دس روپے کا حصہ اس وقت 24 روپے 35 پیسے میں فروخت ہورہا ہے۔ اس کے بعد اٹلس اور رانا کا نمبر آتا ہے۔ ادا شدہ سرمائے سے منافع کا تناسب ملاحظہ ہو۔

راناٹریکٹر	73.95 فیصد
گندھارا	54.95 فیصد
اٹلس آٹو	46.16 فیصد
اٹلس ایسٹ پاکستان	22.77 فیصد

جب سے امریکہ کی کمپنی میک ٹرکس نے قطع تعلق کیا ہے۔ پاکستان کے میک ٹرک کو خسارے کا سامنا ہے اور اس کا کارخانہ عرصے تک بند پڑا رہا۔ اس نے جاپان کی ایک فرم سے مل کر چھوٹی کاریں تیار کرنے کا منصوبہ بنایا تھا لیکن اجازت نہ مل سکی۔ اب خیال ہے کہ وہ بہت جلد کاروبار شروع کردے گا۔

بجلی کے سامان ساز

الیکٹریکل انجینئرنگ کی پانچ کمپنیاں ہیں۔ (1) اٹلس بیٹری (2) الیمیک (3) جانسن اینڈ فلپس (4) پاکستان کیبلز (5) سائیگان الیکٹرک۔ ان میں سے پہلی کا اتحاد جاپان کی ایک کمپنی سے ہے۔ دوسری کا ہالینڈ کی ایک کمپنی سے۔ تیسری کا برطانیہ کی ایک کمپنی سے۔ چوتھی کا ایک برطانوی کمپنی سے اور پانچویں کا ایک جاپانی کمپنی سے ہے۔ بایں ہمہ ان کی نظامت میں بعض پاکستانی بھی ہیں۔ مثلاً یوسف چنائے۔ میجر جنرل شاہد حمید' خسرو' طاہرہ حمید' حسن حمید' میراحمد' یار خان بلوچ' ملک گل شیرخان نون---

مکینیکل انجینئرنگ

مکینیکل انجینئرنگ کمپنیوں میں بٹالہ' بنگال سٹیل ورکس' گلفراحبیب' سٹیل کارپوریشن اور ٹیکس وڈ امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ بٹالہ انجینئرنگ کے مالک مختار سی ایم لطیف وائس ایڈمرل چوہدری اور عارف لطیف ہیں۔ سٹیل کارپوریشن پر امیر علی فینسی' جی فینسی' نور علی فینسی' بہادر علی فینسی اور اے کے سومار قابض ہیں۔ ٹیکس وڈ کی نظامت میں افضل خان۔ کوچین والا' محمد اسلام خاں اور ظہیرالدین وغیرہ کے نام نظر آتے ہیں۔ گلفرا حبیب ظاہر ہے کہ حبیب فیملی کی ہے۔ یہ کمپنیاں مشین ٹولز۔ الیکٹرک موٹرز۔ فولادی ڈھانچے۔ سینٹری فیوگل پمپ اور بائیسکل وغیرہ تیار کرتی ہیں۔

الیکٹریکل اور مکینیکل کمپنیوں کا مجموعی ادا شدہ سرمایہ 8 کروڑ 94 لاکھ روپیہ ہے۔ بٹالہ اور بنگال سٹیل ورکس نے حال ہی میں اپنا سرمایہ بڑھانے کے لئے استحقاقی اور بونس حصص کا اعلان کیا ہے۔ ان میں بٹالہ انجینئرنگ کے حصہ کی قیمت سب سے زیادہ ہے یعنی پچاس روپے کا حصہ ایک سو پچاس روپیہ میں فروخت ہورہا ہے مجموعی فروخت سے منافع کا تناسب بھی بٹالہ کا سب سے زیادہ یعنی (22.16) فیصد ہے۔ اس کے بعد بنگال سٹیل کا نمبر آتا ہے۔ جس کے منافع کا تناسب 19.08 فیصد ہے اور ادا شدہ سرمایہ سے منافع کے تناسب کے لحاظ سے بھی بٹالہ کو فوقیت حاصل ہے کیونکہ ٹیکس ادا کرنے سے پہلے یہ کمپنی 63.36 فیصد کما رہی ہے۔ اس لحاظ سے بنگال سٹیل دوسرے نمبر پر ہے۔

سمندری اور ہوائی جہاز

حمل و نقل اور رسل و رسائل کی کمپنیوں میں چٹاگانگ سٹیم شپ' محمدی سٹیم' نیشنل شپنگ کارپوریشن' پاک بے کمپنی' پان اسلامک سٹیم شپ' پاکستان انٹرنیشنل ایرلائنز' کراچی روڈ ٹرانسپورٹ' پاکستان ریور سٹیمرز ممتاز ہیں۔ ان پر مجموعی طور 23 کروڑ روپیہ سرمایہ لگا ہے۔ ان میں

سے چٹاگانگ سٹیم شپ کمپنی محمد حنیف آدم' جی اے احد' ڈنشا' آفتاب علی اور کنڈاوالا کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ محمدی سٹیم شپ ثمردین' ولی بھائی' عبدالرحمن' حاجی حبیب احمد' حاجی حبیب نور دین۔ ولی بھائی کی ہے۔ پان اسلامک سٹیم شپ کمپنی کی نظامت میں فخرالدین تلی والا جعفر حاجی باقر' عبداللطیف' آل محمد موسیٰ' صاحبزادہ مرزا ناصر احمد۔ اے ڈی احمد' عزیز احمد عرب اور ظفر حمید اسماعیل شریک ہیں۔ جہاں تک اداشدہ سرمائے کا تعلق ہے پی آئی اے سب سے بڑی کمپنی ہے لیکن ہر کمپنی کا حصہ دس فیصد روپے خیال کیا جائے تو اس کی "حاصل قیمت" حسب ذیل ہے۔

محمدی	20.21 فیصد
پاک بے	19.69 فیصد
پان اسلامک	16.06 فیصد
نیشنل شپنگ	15.49 فیصد
پی آئی اے	14.39 فیصد

ان کمپنیوں کا تناسب منافع حسب ذیل ہے

نیشنل شپنگ	70.31 فیصد
پان اسلامک	49.75 فیصد
پی آئی اے	46.17 فیصد
پاک بے	35.20 فیصد
محمدی	21.18 فیصد

ظاہر ہے کہ منافع کے لحاظ سے نیشنل شپنگ سرفہرست ہے لیکن بونس کی شرح سب سے زیادہ محمدی کی ہے۔ (20 فیصد)

تیل صاف کرنے کے کارخانے

پاکستان میں تیل صاف کرنے والی کمپنیاں چار ہیں۔ اٹک آئل کمپنی۔ ایسٹرن ریفائنری--- نیشنل ریفائنری اور پاکستان ریفائنری' ان کا مجموعی ادا شدہ سرمایہ 16 کروڑ 31 لاکھ روپیہ ہے۔ اٹک آئل کمپنی پر تو اب بھی انگریز (سرآرتھرجان ڈرگ وغیرہ) قابض ہیں۔ ایسٹرن ریفائنری کو عباس خلیل۔ عزیزالحسن احمد۔ رستم کاؤس جی اور کے ایم منیر چلا رہے ہیں۔ نیشنل ریفائنری کی نظامت میں عبدالقادر۔ میاں محمد بشیر--- حسین حبیب شامل ہیں۔ پاکستان ریفائنری امیر علی فینسی۔ رستم کاؤس جی۔ واحد آدم جی اور انور فینسی کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ ان میں سے نیشنل ریفائنری اور ایسٹرن ریفائنری تو ابھی تک خسارہ دکھا رہی ہیں۔ لیکن اٹک آئل کمپنی اور پاکستان ریفائنری کے منافع کا تناسب علی الترتیب 31.48 اور 28.92 فیصد ہے۔

پٹ سن کے کارخانے

پٹ سن کے کارخانے چلانے والی کمپنیوں کی تعداد 18 ہے۔ آدم جی' امین باوا' کارپٹنگ' چاندپور' چٹاگانگ' کریسنٹ' گل احمد' حافظ' کریم' لطیف' میگھنا' پاک جے بی' پاک جوٹ' پلیٹینم' تھل' یونائیٹڈ اور وکٹری۔ ان پر مجموعی طور پر انیس کروڑ ساٹھ لاکھ روپیہ لگا ہوا ہے۔ آدم جی جوٹ ملز کی ڈائرکٹوریٹ میں عبدالواحد آدم جی' زکریا آدم جی' حبیب رحمت اللہ' عبدالقاسم خاں' گل محمد آدم جی اور سید واجد علی شاہ شامل ہیں۔ امین جوٹ میں عبدالقادر' نصیر اے شیخ' سلطان ماؤ' جی اے ستار ہیں۔ باواجوٹ ملز اشرف باوا' کریم کراوڈیا' اسماعیل وادیا اور احمدباوا کی ہے۔ کاربوریٹ جوٹ ملز میں ملانی اے۔ آر چوہدری' عبدالحمید حسن' امین محمد مولانی شامل ہیں۔ چٹاگانگ جوٹ ملز کی نظامت میں مرزامہدی' اصفہانی اور مرزا محمد علی اصفہانی امتیازی درجہ رکھتے ہیں کریسنٹ جوٹ ملز میں اے ایم کے مزاری' رنگون والا اور میاں بشیر محمد ہیں۔ کریم جوٹ ملز عبدالغنی احمد' عبدالعزیز' عبدالستار' اے ایس حفیظ رضائی کریم' عزیزالحق اور یوسف سلیمان چلا رہے ہیں۔ لطیف بھوانی جوٹ ملز پر عبدالمجید احمد بھوانی اور اے زیڈاحمد رضائی کریم کا قبضہ ہے۔ پاک جوٹ بیلرز عبدالرزاق' عبدالخالق اور عبدالجلیل کی ہے۔ پاک جوٹ ملز کے ڈائرکٹرایچ ایم حسن' محمد انورالحسن اور نورالحسن ہیں۔ پلیٹینم جوبلی جوٹ ملز شفیع الاعظم محفوظ الحسین اور ٹی مہدی کنٹرول کرتے ہیں۔ تھل جوٹ ملز کو محمد فاروق' مہدی اصفہانی' حنیف آدم جی' زاہد فاروق' حسین حبیب اور بشیرالحبیب وغیرہ چلا رہے ہیں۔ وکٹری جوٹ ملز میں مہدی اصفہانی اور محمد علی کا نام دکھائی دیتا ہے۔ یونائیٹڈ جوٹ ملز میں مولابخش وغیرہ ہیں۔

ان ملوں میں سے بعض کی شرح منافع ملاحظہ ہو۔

پاک جوٹ ملز	29.08 فیصد
امین جوٹ ملز	27.80 فیصد
یونائیٹڈ جوٹ ملز	24.77 فیصد
پلیٹینم	23.40 فیصد
باواجوٹ	16.43 فیصد

ادویہ سازی کا کاروبار

ادویہ سازی کا کاروبار زیادہ تر چار بڑی کمپنیوں کے ہاتھ میں ہے۔ کیمفر' فیروزسنز لیبارٹری' گلیکسو' سنڈوز۔ ان کا مجموعی ادا شدہ سرمایہ 5 کروڑ روپے کے قریب ہے۔ کیمفر اور سنڈوز تو کاروبار کے ابتدائی زینے پر ہیں۔ گلیکسو ایک انگریزی فرم ہے لیکن اس کی نظامت میں مرزا رضا اور یوسف چنائی بھی شامل ہیں۔ فیروزسنز کی ڈائرکٹریٹ سردار عبدالرشید' عبدالحمید خاں' محمد آمین' عزیز احمد' داؤد'

کرنل آفریدی اور میاں گل صابر پر مشتمل ہے۔ ان میں سے فیروز سنزلیبارٹریز اور گلیکسو نے جتنا روپیہ کمایا اس کی شرح تناسب علی الترتیب 10.70 اور 18.05 ہے ادا شدہ سرمایہ سے ان کے منافع کا تناسب سب سے زیادہ ہے یعنی علی الترتیب 55.41 اور 26.61 فیصد ہے۔

کیمیاوی کھاد تیار کرنے والے

کیمیاوی سامان تیار کرنے والی کمپنیوں کے نام یہ ہیں: آروکے کیمیکلزانڈسٹریز' ایسٹرن کیمیکلز' ایسوپاک فرٹنیلائزر پاکستان' آئی سی آئی پاکستان' انڈس کیمیکل پاکستان انڈسٹریل گیسز' پاکستان آکسیجن اور ولیکا کیمیکلز۔ ان نو کمپنیوں کا مجموعی ادا شدہ سرمایہ دس کروڑ 27 لاکھ روپیہ ہے۔ لیکن ان میں سے چار کمپنیوں کا کام تسلی بخش خیال کیا جاتا ہے' باقی خسارے میں جارہی ہیں۔ سب سے زیادہ نفع پاکستان انڈسٹریل گیسز کماتی ہے جس کا فروخت سے تناسب 22.36 فیصد ہے۔ دوسرے نمبر پر آئی سی آئی پاکستان ہے۔ سرمایہ سے منافع کے تناسب کے لحاظ سے پاکستان آکسیجن لمیٹڈ صف اول میں ہے (21.73 فیصد) اس کی نظامت حبیب رحمت اللہ اور مرزا رضا کے ہاتھ میں ہے۔ اروکے پر ریاض شفیع' میاں محمد بشیر عبدالجلیل مسزاحمد--- خالد شفیع--- احمد سعید اور رنگوں والا حاوی ہیں کیمیکل انڈسٹریز کی نظامت میں میاں محمد یحییٰ' میاں عبدالعزیز' میاں محمد حنیف' میاں محمدایوب' میاں آفتاب اقبال شامل ہیں۔ سنڈوز میں نواب مظفرعلی قزلباش اور خان میرافضل ممتاز ہیں۔ ولیکا کیمیکلز حبیب ابراہیم رحمت اللہ۔ رنگون والا۔ عبدالغنی' حاجی حبیب ولی بھائی اور نواب زادہ عبدالغفور خاں آف ہوتی چلا رہے ہیں۔ انڈس کیمیکلز کے ڈائرکٹر سردار بہادر خان ظفراللہ حسن محمد نعیم اور تاج محمد خاں وغیرہ ہیں۔ آئی سی آئی پاکستان میں وائی ایم خاں۔ وائی این چنوئی ہیں۔

قند اور چینی کے کارخانے

چینی اور ملحقہ صنعتوں کی مالک 16 فرمیں ہیں۔ جن کا مجموعی ادا شدہ سرمایہ 25 کروڑ 23 لاکھ روپیہ ہے۔ ان میں بعض کی نظامت ملاحظہ فرمائیے:

آدم جی شوگرملز' ذکریا آدم جی' عبدالحمید آدم جی' حبیب رحمت اللہ' حسین ابراہیم' عبدالواحد آدم جی' دادا بھائی

بھوانی شوگرملز' اے ایم کے مزاری' رنگون والا' قاسم دادا' عبدالواحد بھوانی۔

چارسد شوگرملز' اے ایم کے مزاری' نواب زادہ محمد خالد خاں' نواب زادہ عبدالغفور آف ہوتی' محمد امیر خاں۔

کریسنٹ شوگرملز' میاں محمد بشیر' میاں محمد امین' میاں بخش الٰہی۔

فرنٹیئر شوگرملز' تاج محمد خاں زادہ' فدا محمد' میراکبر خاں' اسد خاں

حبیب شوگر ملز' عبدالحمید آدم جی' اسماعیل احمد' حاجی حسین' حاجی داؤد' حبیب حاجی

حبشی سنزشوگرملز' کے ایم بشیر' سلیمان محمد علی حبیب' کے ایم رفیع' ذکریا آدم جی۔

میرپورخاص شوگرملز' محمدفاروق' میاں محمد بشیر' میرمحفوظ احمدداؤد' امیرعلی فینسی' ذکریا آدم جی' حسین حبیب۔

مری بریوری' بھنڈارہ' جاڑیوالہ

نون شوگرملز' ملک فیروزخاں نون' ملک نورحیات خاں نون

پریمیئرشوگرملز' میاں گل جہاں زیب' میرافضل' محمد یوسف خٹک' کرنل شریف۔

تھل انڈسٹریز' ملک عبداللطیف' سردارغلام فرید خاں' محمد یوسف

ان میں سے صرف پانچ کمپنیوں کی شرح منافع (سرمایہ کے تناسب سے) یہ ہے۔ حبشی سنز44.28 فیصد۔ تھل 36.10 فیصد۔ بھوانی 27.45 فیصد۔ مری بریوری 19 فیصد۔ کریسنٹ 17.20 فیصد۔ آمدنی کے لحاظ سے بعض کمپنیوں کے دس دس روپے کے حصص کی قیمت ملاحظہ فرمائیے:-

پریمیئر	18.98
حبشی سنز	18.74
مری	17.76
تھل	13.47
بھوانی	13.14

بایں ہمہ سب سے زیادہ مقسوم منافع (ڈیونڈنڈ) تھل انڈسٹریز کا ہے۔ (یعنی 25 فیصد) اس کے مقابلے میں کریسنٹ نے 15 فیصد۔ بھوانی اور نون نے 12 فیصد منافع تقسیم کیا۔

کاغذ اور گتہ سازی

پاکستان میں کاغذ اور گتہ سازی کے کارخانے چلانے کے لیے سات کمپنیوں کے نام بازار حصص کی فہرست میں درج ہیں۔ الائیڈ۔ چٹاگانگ۔ کرنافلی اورینٹ سٹرابورڈ۔ پیکجز۔ پاکستان پیپر اور سیکورٹی پیپر۔ ان کا مجموعی ادا شدہ سرمایہ دس کروڑ 27 لاکھ روپیہ ہے۔ بعض کمپنیوں کے ڈائرکٹروں کے نام درج ذیل ہیں:-

چٹاگانگ بورڈ' لطیف فینسی' قیوم غنی' ایم آر صدیقی' ایم آر چودھری وغیرہ

کرنافلی پیپرزملز' احمد داؤد' صدیق داؤد' فاروق داؤد سلیمان داؤد' آدم جی

اورینٹ سٹرابورڈ' محمد عبداللہ' اسماعیل عبداللہ' عبدالمجید عبداللہ' یوسف عبداللہ' عبدالغفار عبداللہ۔

پیکجز' سیدواجد علی شاہ' سید بابر علی' سیداسدعلی' خان میرافضل

خاں

پاکستان پیپرپروڈکس، ایم رنگون والا، داؤد فینسی، رنگون والا، واجد علی شاہ، آدم جی

کاغذ سازی پر سب سے زیادہ سرمایہ کرنا فلی پیپرملز کا ہے یعنی چارکروڑساٹھ لاکھ روپیہ۔ فروخت پر سب سے زیادہ منافع پیکجز کو ہورہا ہے۔ تناسب (13.39فیصد) پاکستان پیپرپراڈکٹس کی شرح منافع سرمایہ کے لحاظ سے 27.50 فیصد ہے۔ اس کے دس روپے کی مالیت 14 روپے دس پیسے ہوگئی اور اس نے 8.51 فیصد منافع تقسیم کیا۔

بناسپتی گھی کے کارخانے

بناسپتی گھی اور متعلقہ مصنوعات کے لیے چھ فرمیں ہیں۔ ایسوسی ایٹڈانڈسٹریز، برما آئل ملز، مقبول کمپنی، مرافکو، سرگودھا آئل انڈسٹریز اور وزیر علی انڈسٹریز۔ ان میں سے ایسوسی ایٹڈ پر رنگون والا، صدیق داؤد، میاں محمد بشیر، سلطان ماؤجی، گل محمد، محمد حنیف اور لطیف ابراہیم جمال کا قبضہ ہے۔ برما آئل ملز میں رنگون والا، مسزبانو رنگون والا، گل محمد، داؤدجی، دادا بھائی، سلطان ماؤ جی، حاجی حبیب، حاجی محمد، میاں محمد بشیر، محمد صدیق داؤد اور محمد صدیق حاجی ابا ڈائیرکٹرہیں۔ مرافکو انڈسٹریز، میاں محمد رفیق سہگل، میاں قیصر احمد منو، میاں رفیع منو اور میاں محمد حنیف منو، میاں صادق منو اور خالد سہگل کی ہے۔ مقبول کمپنی کے ڈائرکٹر صرف شیخ مقصود اور انیس ہاشمی ہیں۔ وزیرعلی انڈسٹریز پر سید واجد علی شاہ، سید بابرعلی، سید امتیاز مہدی اور سید اختراحسن وغیرہ کا قبضہ ہے۔ ان کمپنیوں کا مجموعی ادا شدہ سرمایہ تین کروڑ ساٹھ لاکھ روپیہ ہے۔ سرمائے کے تناسب سے بعض کمپنیوں کی شرح منافع ملاحظہ ہو۔

ایسوسی ایٹڈ 24.08 فیصد

وزیرعلی	1.61 فیصد
مرافکو	1.20 فیصد

سیمنٹ کے کارخانے

ملک میں سیمنٹ کے کارخانے چلانے والی پانچ بڑی کمپنیاں ہیں۔ ایس بسناس، اسماعیل سیمنٹ انڈسٹریز، پاکستان سیمنٹ انڈسٹریز، ولیکاسیمنٹ، زیل پاک سیمنٹ فیکٹری۔ ان کا مجموعی ادا شدہ سرمایہ 13 کروڑ 45 لاکھ روپیہ ہے۔ سرمایے کے تناسب سے منافع کی شرح یہ ہے

:

ولیکا	35.55 فیصد
زیل پاک	23.61 فیصد
اسماعیل	22.00 فیصد
پاکستان	18.79 فیصد

حصص میں سب سے زیادہ قیمت ولیکا کی (17.78 روپے) اور اس کے بعد اسماعیل کی (14.57 روپے) ہے۔ اب نظامت ملاحظہ فرمایئے:

ایس بسناس، قاسم دادا، علی محمد دادا، عبدالطالب دادا، عبدالرزاق دادا، محمد رفیق سہگل، داؤد جی، دادا بھائی، یوسف دادا، ابو طالب دادا اسماعیل، نصیراے شیخ، مغیث اے شیخ، ریاض دولتانہ، بشیراحمد ہمایوں شیخ، فاروق احمد شیخ، اقبال احمد شیخ

پاکستان، اسلم عزیز شیخ، خواجہ ودود، مسزثریا فاروق

ولیکا، فخرالدین ولی بھائی۔ عبدالغنی حاجی حبیب، حبیب ابراہیم، رحمت اللہ، سیف الدین ولی بھائی، قمرالدین، فخرالدین، علی محمد دادا، نورالدین ولی بھائی، ولی بھائی نجم الدین۔

زیل پاک، اے ایم کے مزاری، ایس ایم نسیم، فخرالدین ولی بھائی، سیدواجدعلی شاہ، امیرعلی فینسی

تمباکو کے کارخانے

تمباکو تیار کرنے والی کمپنیاں پانچ ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں: خیبرتمباکو کمپنی، پاکستان تمباکو کمپنی، پیپلز تمباکو کمپنی، پریمیئر تمباکو کمپنی، مودی نز تمباکو کمپنی ان کا مجموعی ادا شدہ سرمایہ 11 کروڑ 16 لاکھ روپیہ ہے۔ ڈائرکٹر ملاحظہ کیجئے۔

پاکستان، اشاعت حبیب اللہ، خواجہ ظفررشیدداؤد حبیب۔

پیپلز، محمد نعمان، یحیٰی احمد بھوانی، ایس اے صمد، منوچہرڈنشا، حاجی محمد فتح

مودی نز، حسین بھائی، کڑابھائی، بدرالدین، حسن بھائی، صدردین لکھانی

ٹیکس ادا کرنے سے پہلے بعض کمپنیوں کے اداشدہ سرمائے سے منافع کا تناسب یہ ہے:

خیبر	127.15
پاکستان تمباکو	4.46
پریمیر	28.55
مودی نز	17.62

اوسطاً اندازہ ہے کہ ٹیکس ادا کرنے سے پہلے ان کمپنیوں کے منافع کا تناسب 45 فیصد اور ٹیکس ادا کرنے کے بعد 33 فیصد رہ جاتا ہے۔

متفرق مصنوعات

بازار حصص کی فہرست میں جو فرمیں "متفرق" کے تحت درج ہیں وہ دراصل مختلف کاروبار کر رہی ہیں۔ مثلاً کولڈسٹوریج، ہوٹل، چائے، ظروف سازی، تجارت، پیچیدہ نوعیت کی مصنوعات۔ ان کی تعداد 23 ہے۔ بحیثیت مجموعی ان کے ادا شدہ سرمایے کا اندازہ 25 کروڑ روپیہ

ہے۔ ان میں سے بعض کے ڈائرکٹروں کی فہرست درج ذیل ہے:

آدم جی انڈسٹریز' زکریا آدم جی' عبدالکریم کراوادیا' عبدالغنی حاجی حبیب قاسم داد

بروک بانڈ' حبیب رحمتہ اللہ' ایم ظفر قاسم داد۔

کولڈ سٹوریج (ایپکو) عبدالجلیل' شیر احمد' عبداللطیف' عبدالخالق' عبدالقادر' مجید بھوانی' روح الامین احمد

کولڈ سٹوریج مشرقی پاکستان' بدرالاسلام' سید ہاشم رضا' یوسف چنائی

گلانڈرز آربھت ناٹ' جی معین الدین' نصیر علی کھوسلہ' میاں ریاض دولتانہ' میاں انور علی۔

ہاشمی کین' کیپٹن گوہر ایوب' مسز زیب گوہر ایوب' حبیب رحمتہ اللہ۔

حاجی دوسہ' ایچ اے دوسہ' حاجی ای دوسہ' محمد عزیز دوسہ' قاسم دادا

کراچی کین' محمد علی الہ دین' صدر دین الہ دین

کوہ نور انڈسٹریز' رفیق سہگل' میاں عبدالصمد' فاروق سہگل' اقبال سہگل' علی محمد داد' عثمان سہگل' خالد سہگل' جاوید سہگل

لپٹن' ایم اے رشید' گاوٹ مہتہ' امیر الیس چنائی' آئی یو خان

نیشنل سرامک' محمد حفیظ الرحمان' محمد بھائی' رمضان علی ہرجی

پاکستان ہاؤس انٹرنیشنل' رنگون والا' ممتاز حسن' گل محمد' محمد حنیف' سید واجد علی شاہ' لطیف جمال' حاجی حبیب' میاں محمد بشیر

پاکستان روپ ورکس' اے ایچ احسن' کلثوم حسن' ایم اے امین' ایم اے میگانی۔

پاکستان سروسز' ایئر مارشل اصغر خاں' احمد داؤد' اودیز کواس جی' حیدر محمد علی حبیب' سید واجد علی شاہ' میاں محمد بشیر سہگل' محمد ہارون رنگون والا

سیکورٹی سیف ڈیپازٹ' رفیق سہگل' عبدالصمد' عبدالرزاق

سپنسرز کمپنی' ڈنشا' چنائی' ہاشم رضا

عثمانیہ گلاس' شیخ فضل الٰہی پراچہ' نثار احمد' محمد سلیم' محمد سلیمان' محمد عمر' عبدالرزاق' محمد بشیر' عزیز اللہ حسن وغیرہ

ان کمپنیوں میں سے منافع کے لحاظ سے لپٹن' بروک بانڈ' آدم جی' پاک روپ ورکس اور حاجی جی ای دوسہ کا درجہ سب سے بلند ہے جن کا تناسب علی الترتیب یہ ہے۔ 75.69 - 71.48 - 52.77 - 43.66 - 38.77

آمدنی کے لحاظ سے دس روپے کے حصہ کی قیمت یہ ہے:

لپٹن 18.90' آدم جی انڈسٹریز 18.15' عثمانیہ گلاس 17.60' پاکستان روپ 16.08 بروک بانڈ 15.93

بیمہ کمپنیاں

بیمہ کمپنیوں کی تعداد 19 تک پہنچ چکی ہے اور ان کا منظور شدہ سرمایہ 15 کروڑ اور ادا شدہ سرمایہ چار کروڑ چار لاکھ روپیہ ہے۔ مشہور کمپنیوں کے نام یہ ہیں۔ آدم جی انشورنس' سنٹرل انشورنس' کریسنٹ انشورنس' ایسٹرن انشورنس' ایسٹرن فیڈرل یونین' حبیب انشورنس' خیبر انشورنس' مسلم انشورنس' نیشنل سیکورٹی' نیوجوبلی' پاکستان گارنٹی' پاک انشورنس' پاک انشورنس کارپوریشن' پریمیئر انشورنس' یونین انشورنس اور یونائیڈ انشورنس ان کمپنیوں کے بعض ڈائرکٹروں کے نام ملاحظہ فرمائیے۔

آدم جی انشورنس' زکریا آدم جی' گل محمد آدم جی' محمد حنیف آدم جی' یحییٰ احمد بھوانی

سنٹرل انشورنس' احمد داؤد' عبدالحمید احمد بھوانی' ایم اے رنگون والا' صدیق' حاجی حبیب صدیق داؤد

کریسنٹ' ایف ایم مل والا' آئی ایم مل والا' ایچ ایم مل والا

ایسٹرن انشورنس' سلطان ماؤ جی' نار محمد حاجی' ماجد ظہیر الدین خاں

ایسٹرن فیڈرل' عبدالغنی' حاجی حبیب' ابراہیم رحمتہ اللہ' ایم ایم علی اصفہانی' روشن علی بھیم جی' حاجی عبدالستار احمد' حاجی حبیب

حبیب انشورنس' حامد حسین' قاسم دادا' حاجی رحمتہ اللہ' حاجی داؤد' اسماعیل حبیب' سلیمان حبیب

خیبر انشورنس' سردار بہادر خاں' ظفر الحسن' میر خلیل الرحمان

نیشنل سیکیورٹی' نصیر اے شیخ' مغیث اے شیخ' عزیز شیخ' ریاض دولتانہ

نیوجوبلی' امیر علی فینسی' جی ایچ فینسی

پاک انشورنس' خواجہ بشیر بخش اور دوسرے تاجر

پاک انشورنس کارپوریشن' اس میں 51 فیصد مرکزی حکومت کے 49 فیصد بیمہ کمپنیوں کے نمائندے اور دوسرے افراد ہیں۔ مثلاً احمد داؤد' فخرالدین' ولی بھائی' میاں محمد بشیر' امیر علی فینسی

پریمیئر انشورنس' رنگون والا' میاں محمد بشیر محمد امین

یونین انشورنس' رزاق دادا' میاں محمد حنیف

یونائیڈ انشورنس' فخرالدین ولی بھائی' علی محمد دادا' خواجہ بشیر بخش' نجم الدین ولی بھائی' سیف الدین ولی بھائی

ادا شدہ سرمایہ کا تناسب یہ ہے۔

حبیب انشورنس	226.20 فیصد
آدم جی انشورنس	59.40 فیصد
پاکستان انشورنس کارپوریشن	
نیوجوبلی	41.64 فیصد
یونائیٹڈ	33.90 فیصد

یہ صفحہ اصل کتاب میں خالی ہے

مختلف نوعیت کے جاری کر رکھے ہیں۔ مثلاً احمد داؤد پہلے کی طرح صرف پارچہ بانی کے ایک کارخانے کے مالک نہیں رہے بلکہ ان کے کم و بیش 14 ادارے ہیں۔ مثلاً داؤد کارپوریشن' داؤد کاٹن ملز' بورے والہ' لارنس پور وولن' کرنا فلی پیپر' کرنا فلی ریان اینڈ کیمیکلز' داؤد ہرکولیز کیمیکلز' داؤد پٹرولیم' داؤد مائنز' داؤد انڈسٹریز' سنٹرل انشورنس کمپنی' سنٹرل لائف انشورنس کمپنی' میمن کواپریٹو بنک' داؤد فاؤنڈیشن--- اسی طرح بھوانی گروپ میں بھی بھوانی وائل ٹیکسٹائل ملز اور ایسٹرن ٹیوبس شامل ہے یہی حال کوہ نور اور ولیکا کا ہے۔ ان خاندانوں نے اپنی ابتدا پارچہ بانی سے کی تھی تو اب پٹ سن ریشم دواسازی کے علاوہ بیمہ اور بنک کے ادارے بھی چلا رہے ہیں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ان بڑے بڑے اداروں میں بھی نظر آتے ہیں جہاں بیٹھ کر وہ سرمایے کی فراہمی اور صنعت و تجارت کے سلسلے میں سرکاری فیصلوں پر اثرانداز ہوسکتے ہیں۔ مثلاً این آئی ٹی' آئی سی پی' آئی ڈی بی' پکک اور پک میں ان کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ اس لئے اگر بیرونی اور اندرونی سرمائے کا بیشتر حصہ انہی کی صنعتوں میں منتقل ہوجائے تو اس پر تعجب نہیں کرنا چاہیے۔ پھر یہ فیصلہ کرنا بھی کہ کون سی صنعت کہاں قائم کی جائے انہی لوگوں کے ہاتھ میں ہے کیونکہ سرمایہ کاری کی جدول تیار کرتے وقت ان کا مشورہ شامل رہتا ہے۔

فراہمی پر قبضہ

صنعتی و تجارتی اداروں کی ہیئت ترکیبی کا تجزیہ کرنے سے یہ بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ یہ خانوادے نہ صرف قومی دولت کی پیداکاری پر قابض ہیں بلکہ تقسیم و فراخت کا اہتمام بھی انہی کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ یہ رجحان سب سے زیادہ چائے کی صنعت میں نظر آتا ہے۔ پاکستان میں چائے کی چار بڑی کمپنیاں ہیں لپٹن بروک بانڈ آدم جی اصفہانی۔ چائے کی تحقیقاتی کمیٹی نے بتایا تھا کہ ان کمپنیوں کے نہ صرف اپنے باغات ہیں بلکہ جب ملکی یا غیر ملکی چائے چاٹگام میں نیلام ہوتی ہے تو اس کا 68 فیصد یہی کمپنیاں خرید لیتی ہیں اس کے علاوہ آمیزش کے لئے اعلیٰ چائے چین اور سیلون سے (بونس ووچر یا نقد لائسنس کے ذریعے) درآمد کرتی ہیں اور بازار میں فروخت بھی خود ہی کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس سال باوجود یہ کہ نیلام میں چائے کی قیمت گر کر ڈھائی روپے فی پونڈ ہوگئی تھی اس کا اثر بازار میں دکھائی نہیں دیا اور گھٹیا چائے بھی بدستور ساڑھے چار روپے فی پونڈ کے حساب سے فروخت ہوتی رہی۔ یہی حال چینی سیمنٹ اور دوسری بہت سی تجارتوں اور صنعتوں کا ہے۔

مجوزہ قانون میں "اجارہ داری" کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ فراہمی یا پیداوار کی ایک تہائی پر قبضہ ہو۔ پاکستان میں صنعت و تجارت کے بعض شعبوں پر 80 - 90 بلکہ 100 فیصد تک ہی خانوادے قابض ہیں اور لطف یہ ہے کہ انھوں نے انجمنوں اور ایسوسی ایشنوں کے ذریعے سے "صنعتی اتحاد" اور صنعتی سلسلے بھی قائم کر رکھے ہیں جن کے ذریعے وہ بہم رسانی اور قیمتوں پر بہ آسانی اثر انداز ہوسکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس بے پناہ "ارتکاز دولت" کا سبب کیا ہے۔

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

صنعت کاروں کا دعویٰ ہے کہ ان کی کامیابی کا راز اہلیت و قابلیت ہے حالانکہ اس معیار پر صرف تیس خانوادے نہیں اترتے بلکہ ساڑھے بارہ کروڑ آبادی میں ایسے افراد کی کمی نہیں جن کو وہی سہولتیں فراہم کردی جائیں جو ان معدودے چند صنعت کاروں اور تاجروں کو حاصل ہیں تو عجب نہیں کہ وہ بھی اپنے جوہر دکھا سکیں جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو براعظم کے 14,569 کارخانوں میں سے صرف 1407 پاکستان کے حصے میں آئے (گویا دس فیصد) اور وہ بھی معمولی طرز کے مثلاً آٹا پیسنے کی چکیاں' روئی اوٹنے کے کارخانے اور چاول کی چھٹائی کی فیکٹریاں۔ اس پر مزید یہ کہ پاکستان کے پاس نہ روپیہ تھا اور نہ تکنیکی ادارے اور نہ تخلیقی معمل۔ اس کے باوجود عوام جو اس ملک کے حقیقی خالق تھے' اپنی مملکت کو مضبوط تر بنیادوں پر استوار کرنے کا تہیہ کئے بیٹھے تھے۔ خدا خدا کر کے حکومت نے 1949ء میں اپنی پہلی صنعتی حکمت عملی کا اعلان کیا جس کے مطابق اسلحہ' برقی قوت اور ریلوے' ٹیلی فون اور تار کے مواصلاتی نظام کو چھوڑ کر صنعت و تجارت کے تمام دروازے نجی مہم کاری کے لیے کھلے چھوڑ دیے گئے اور اس کے ساتھ ہی یہ اعلان کیا گیا کہ درآمدی تجارت کے لیے لائسنس اور کارخانے قائم کرنے کی اجازت انہی لوگوں کو دی جائے گی جن کے پاس روپیہ اور تجربہ دونوں ہوں۔ اس وقت چونکہ مہاجرت اور نقل نکانی کا سلسلہ ابھی جاری تھا اس لیے وہی لوگ اس اعلان سے فائدہ اٹھا سکے جو دارالحکومت کراچی میں موجود اور حکومت کے قریب تھے۔ خان لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد سیاست کاری کا دور آیا۔ جس میں قابلیت اور اہلیت کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا' لائسنسوں اور پرمٹوں اور اجازت ناموں سے انہی لوگوں کو نوازا گیا جو ایک مخصوص ٹولے کو برسرِ اقتدار رکھنے میں مدد کرسکتے تھے۔ اگر "تجربہ" کو "رہنما اصول" بنایا جاتا تو آج بڑے بڑے کارخانوں پر وہ لوگ دکھائی نہ دیتے جو تقسیم برعظیم سے قبل یا تو روئی کے معمولی دلال تھے یا بمبئی کے چور بازار میں کوڑیاں بیچا کرتے تھے یا کلکتہ میں جوتوں کی دکانیں کرتے تھے یا ان کے گزر اوقات گجرات کاٹھیاوار میں مردہ جانوروں کی ہڈیوں اور چمڑے کے بیوپار پر ہوتی تھی۔ بلکہ ان کارخانوں کی بنیادیں اٹھانے والے وہ فن کار اور کاریگر ہوتے جنھوں نے دستی کرگھوں' پاپوش سازی کے کارخانوں اور مختلف صنعتی اداروں میں اپنی زندگی محض اس امید پر گزار دی کہ ان کا

اپنا وطن نقشہ پر ابھرے گا تو ان کو بھی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا موقع ملے گا۔ لیکن آج وہ سندھ، پنجاب اور مشرقی بنگال کے دور افتادہ علاقوں میں جوتیاں چٹخاتے پھر رہے ہیں اور ملک کے بڑے بڑے صنعتی اور تجارتی اداروں پر وہ لوگ قابض ہیں جنہیں انگریز کے زمانہ میں شاید منشی یا متصدی بھی کوئی نہ رکھتا پچھلے دنوں اسی قبیل کے ایک صنعتکار نے ایک روزنامے میں لکھا کہ ہمیں اجارہ داری کا طعنہ دیا جا رہا ہے حالانکہ ہم نے محض پاکستان کے فائدے کے لیے صنعت و تجارت کو فروغ دیا۔ اگر ہم ہندوستان میں رہتے تو آج ٹاٹا اور برلا کے ہم پایہ ہوتے۔ جی چاہتا تھا کہ ان صاحب کو لکھوں کہ آپ کو روک کس نے رکھا ہے؟ آپ بڑے شوق سے جاکر ٹاٹا اور برلا بن سکتے ہوں تو بن جایئے لیکن پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے جس میں سرمایہ کاری کی کوئی گنجائش نہیں اور حضور اکرمؐ نے فرمایا جو شخص دس ہزار درہم (آج کے اسی ہزار روپے) بھی چھوڑ کر مرگیا اسے عذاب دینے کے لئے یہی دھات پگھلا کر فرش بنا دیا جائے گا۔

بہرحال اگر ملک میں اجارہ داری کے رجحانات پیدا ہورہے ہیں تو اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ صنعت و تجارت کی سہولتیں حاصل کرنے کے لیے تجربہ اور سرمایہ کافی نہیں رہے۔ اس کے ساتھ سیاسی اثر و رسوخ بھی استعمال کرنا پڑتا ہے۔ پھر اقربا نوازی' خویش پروری کے جذبات بھی تقویت پکڑ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے جو شخص ایک دفعہ خزانے کی کنجی پکڑ کر بیٹھ گیا' وہ اس زعم میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ شاید اس کے بغیر اب کوئی بھی قفل نہ کھل سکے گا۔ چنانچہ بار بار کہا جارہا ہے کہ اگر صنعت و تجارت کی موجودہ ہیئت ترکیبی میں کوئی رد و بدل کیا گیا (اجارہ داریوں کا خاتمہ ہوا) تو افراتفری پھیل جائے گی اور اب تک ملک میں جتنی ترقی ہوئی ہے اس کا نام و نشان بھی نہیں رہے گا۔

امیر سے امیر تر بنانے کی پالیسی

اس ذہنیت کی ذمہ داری خود حکومت کی غلط بخشوں پر عائد ہوتی ہے جس نے ایسے قوانین اور قواعد و ضوابط وضع کئے کہ صنعتی و تجارتی اقتدار ایک مخصوص ٹولے کے ہاتھوں نے سمیٹ لیا اور اب وہ اس سے دست بردار ہونے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ چنانچہ جو حکمت عملی "امیر کو امیر تر" بنانے میں ممد ثابت ہو رہی ہے اس کے خدوخال مختصر الفاظ میں یہ ہیں:۔

1 شروع میں (1949ء کی حکمت عملی کے تحت) کہا گیا کہ پاکستان میں چونکہ صنعت کار اور تاجر پیشہ لوگ نہیں ہیں (حالانکہ صرف برسراقتدار کو ٹولے نظر نہ آئے) اس لیے ملکی ذرائع کی بنیاد پر روئی' پٹ سن' چمڑا' کھانڈ' سیمنٹ اور کاغذ کی صنعتوں کی جلد سے جلد ترقی دینے کے لیے مہم کاروں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں دی جائیں۔ چنانچہ حکومت نے اپنی مرضی کے چند لوگوں کو منتخب کیا اور ان کو نہ صرف کارخانے قائم کرنے کے لیے زمین دی بلکہ مشینری' پرزے اور خام مال منگوانے کے لیے لائسنس بھی دیے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنے مالی اداروں اور بنکوں کے ذریعے سے سرمایہ بھی دلا یا یہیں سی اجارہ داری کی ابتدا ہوئی۔ ان تمام مصنوعات کی چونکہ ملک میں قلت تھی اس لیے معدودے چند افراد نے من دام وصول کرکے خوب روپیہ کمایا۔

2 1950-51 میں کوریا کی جنگ ہوئی جس نے دنیا بھر میں "ریل پیل" پیدا کر دی۔ خام مال کے بھاؤ چونکہ چڑھ گئے اس لیے پاکستان کے صنعتکاروں نے بھی خوب مزے اڑائے اور ایک ہی سال کے اندر اندر برآمد سے آمدنی ایک ارب اکیس کروڑ سے بڑھ کر 2 ارب 55 کروڑ روپے ہوگئی۔

3 چاہیے تو یہ تھا کہ یہ فاضل آمدنی ملک کی معاشی نمو اور ترقی و بہبود کے لیے وقف کر دی جاتی اور ملک کو ہر جہت سے خودکفیل بنانے کے لیے بھاری صنعتیں قائم کی جاتیں۔ لیکن مفاد پرست طبقہ اس بحث میں مصروف رہا کہ فولاد کا کارخانہ اقتصادی لحاظ سے بار آور بھی ثابت ہوگا یا نہیں؟ اور اگر بار آور ثابت ہوگا تو کس ملک سے تکنیکی مشورہ کیا جائے؟ ادھر حکومت نے تمام روپیہ مال صرف اور سامان تعیش کی درآمد پر خرچ کر دیا۔ اس وقت وزارت تجارت کا قلم دان مسٹر فضل الرحمان کے پاس تھا۔ انہوں نے موٹروں اور گانے بجانے کے سامان کے علاوہ جاپان سے لاکھوں روپے کے کھلونے بھی درآمد کرنے کی اجازت دینے سے دریغ نہ کیا۔

4 ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ یہ درآمدی لائسنس بھی انہی صنعت کاروں کو دیے گئے جن کے ذمے ایک اہم قومی فریضہ لگایا گیا تھا جب انھوں نے دیکھا کہ تجارت میں صنعت سے کئی گنا منافع ہے تو انہوں نے اپنے تمام تر وسائل درآمدی کاروبار کے لیے وقف کر دیئے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ جونہی کوریا کی جنگ ختم ہوئی پاکستان کے پاس نہ تو خاجہ تبادلہ رہا نہ اس کی اپنی صنعت نے کوئی ترقی دکھائی چنانچہ ملک کب معاشی بدحالی کا سامنا ہوا۔ حکومت نے اس پر قابو پانے کے لیے تیز تر صنعتکاری کی حکمت عملی وضع کی۔ لیکن بنیادی خاکے میں چونکہ کوئی تبدیلی نہ کی گئی اس لیے اگر بعض شعبوں میں تیز ترقی ہوئی بھی تو اس کا عام ملک کی معیشت پر کوئی اثر نہ پڑا۔ بلکہ ایک طرف قیمتوں میں اضافہ ہوا تو دوسری طرف برآمد کا تناسب 1948-49ء کے 95 فیصد سے گر کر 1957-58 میں 84 فیصد تک پہنچ گیا۔

حکومت ایک طرف تو اس بات پر زور دیتی ہے کہ پیداوار اور برآمد دونوں میں اضافہ کیا جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی طرح طرح کی پابندیاں عائد کر رکھی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف ایک مخصوص گروہ اس دریا سے فیض یاب ہو رہا ہے اور عام لوگ ملک کی ترقی میں کوئی حصہ نہیں لے سکتے۔ مثال کے طور پر شروع میں درآمدی لائسنس زیادہ تر کراچی کے معدودے چند تاجروں اور صنعت کاروں میں بانٹ دیئے گئے اور نوواردوں کے لیے اس میں کوئی گنجائش نہ رکھی گئی۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ صنعت و تجارت میں نیا خون داخل نہ ہو سکا اور ہلکی خوش حالی کا گراف اسی نقطے پر لڑکھڑاتا رہا۔ ایوب حکومت کے دور میں یہ پابندی کسی حد تک نرم کی گئی لیکن اس کا مقصد بھی اپنے "حلقہ یاراں" کو نوازنا تھا۔ دوسرے اس وقت تک ملک میں دولت کے اتنے جزیرے بن چکے تھے کہ کوئی نیا جزیرہ آباد کرنا ممکن ہی نہ رہا۔ البتہ وہی لوگ جو پہلے سے کسی جزیرے پر قابض ہو چکے تھے اس قابل ہو گئے کہ ایک دوسرے کے جزیرے خرید سکیں۔ چنانچہ ابھی پچھلے ایک کروڑ پتی خانوادے نے پارچہ بانی کی تین ملیں (متروکہ) کئی کروڑ روپے کی سب سے اونچی بولی دے کر خریدیں تھیں (ظاہر ہے کہ عوام میں سے کسی کو اتنا حوصلہ نہ ہوتا) اسی طرح نئے بنک کھولنے پر پابندی عائد کی گئی تو ایک صنعت کار نے کسی دوسرے کا پورا بنک خرید لیا۔ اس کو اصطلاح میں "انضمام" کہتے ہیں اور یہ بھی اجارہ داری کی ایک شکل ہے جس کا رجحان اب ترقی پکڑ رہا ہے۔

6- صدر ایوب کی حکومت نے (اپنے زعم میں) "صنعت و تجارت کا رخ متعین کرنے" کے لیے جو اقدامات کئے اس سے اجارہ داری کی اور بھی حوصلہ افزائی ہوئی۔ مثال کے طور پر کہا گیا کہ اب زراعت اور زراعت سے متعلقہ صنعتوں کو فروغ دیا جائے گا۔ زرعی اصطلاحات کے بعد چونکہ بڑے زمینداروں کو کوئی فرق نہیں پڑا۔ البتہ مالیہ' لگان' آبیانہ' ٹریکٹروں کے کرائے اور کھاد کی قیمتوں میں اضافے کے باعث اوسط درجے کے زمیندار اس قابل بھی نہیں رہے کہ حکومت کی مقررہ قیمت پر اناج فروخت کر کے اپنا پیٹ پال سکیں۔ اس لیے اس پالیسی کا فائدہ بھی زیادہ تر متمول طبقے کو پہنچا۔ اسی طرح یہ بھی طے ہوا ہے کہ اب بھاری صنعتوں کے قیام پر زور دیا جائے اور معمولی اور سادہ صنعتیں چھوٹے مہم کاروں کے لیے چھوڑ دی جائیں۔ اگر اس حکمت عملی کا مقصد "امیر کو امیر تر" بنانا نہیں تو کیا ہے؟

7- "امیر کو امیر تر" بنانے کی ذمہ دار وہ تجارتی پالیسیاں بھی ہیں جو درآمد برآمد کے لیے وضع کی جاتی ہیں۔ چنانچہ ہر سال اعلان کیا جاتا ہے کہ اس مرتبہ درآمدی پالیسی کو نہ صرف "صنعتی رنگ" دیا گیا ہے بلکہ "فیاضانہ" بنا دیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ بڑے صنعت کاروں کو اور زیادہ فائدہ پہنچے گا اور "مستعملین" یا عوام مارے جائیں گے۔ کیونکہ جن صنعت کاروں کو "بونس واؤچر" یا "بونس اور نقد" کی سکیموں کے تحت خام مال "مشینری یا پرزے" درآمد کرنے کی اجازت دی جاتی ہے ان کی تعداد ہر سال بڑھا دی جاتی ہے۔ "بونس واؤچر" سے چونکہ مال کی قیمتوں میں دوگنا یا تگنا اضافہ ہو جاتا ہے اس لیے عام بھاؤ بھی نیچے آنے کا نام نہیں لیتے اور خمیازہ عوام کو بھگتنا پڑتا ہے۔

8- سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بیرونی ممالک سے اب تک جتنی اقتصادی امداد میسر آئی ہے اس کا بیشتر حصہ انہی خانوادوں کی تجوریوں میں ڈالا گیا ہے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق (معاشی جائزہ 69-1968ء) پاکستان کو چار سال تک مختلف ممالک اور مالیاتی اداروں (مثلاً عالمی بنک آئی ڈی اے آئی ایف سی) یو این کے خصوصی گماشتوں کی جانب سے 4909.396 ملین ڈالر یا تقریباً 25 ارب روپیہ بطور قرض یا عطیہ ملا تھا۔ یہ روپیہ کہاں گیا؟ انڈسٹریل بنک۔ پاکستان انڈسٹریل اینڈ کریڈٹ کارپوریشن۔ ایگریکلچرل ڈویلپمنٹ بنک اور دوسرے سرکاری و نیم سرکاری بنکوں کی رپورٹوں سے معلوم ہوگا کہ یہ رقوم پنجسالہ منصوبوں کے تحت انہی ملوں اور کارخانوں کے حصے آئیں جن پر 30 خانوادوں کا قبضہ ہے۔ چنانچہ پکک کی تازہ ترین رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اب تک اس ادارے نے دو ارب روپیہ پاکستان کی ترقی پر لگایا ہے جس میں سے صرف تیسرے منصوبے کے پہلے اڑھائی سال کی سرمایہ کاری 97 کروڑ روپیہ تک پہنچ گئی ہے۔ لیکن یہ مقامی اور غیر مقامی زر رائج کس کو ملا؟ سالانہ رپورٹ کے مطابق سب سے زیادہ (19 کروڑ 30 لاکھ روپیہ) صرف سوتی پاچہ بانی کے حصہ آیا۔ اس صنعت پر جو لوگ قابض ہیں ان کی فہرست اوپر دے دی گئی ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کروڑوں روپے کی غیر ملکی امداد کس کی جیبوں میں جارہی ہے یہی حال دوسرے بنکوں اور مالی اداروں کا ہے۔ ان کی سالانہ کارگزاریوں پر ایک نگاہ ڈالنے سے انسان ایک ہی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ " اندھا بانٹے ریوڑیاں مڑ مڑ اپنوں کو دے" اعتراض اس پر نہیں کہ سرمایہ کاری کا دامن بڑا تنگ ہے اور اس میں بمشکل انہی لوگوں کے لیے گنجائش ڈھونڈی جارہی ہے جو پارچہ بانی' سیمنٹ' تمباکو' قند اور کاغذ سازی کے منافع بخش کاروبار پر حاوی ہیں۔ اس کے مقابلے میں دست کاریوں اور تھوڑے سرمائے کی صنعتوں کے لیے **بمشکل** 72.17 کروڑ روپیہ وقف کیا گیا ہے (اس میں سے بھی 46.81 کروڑ مشرقی پاکستان اور صرف 25.36 کروڑ روپیہ مغربی پاکستان کے لیے) جو اونٹ کے منہ میں زیرے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں بڑی صنعتیں دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہیں وہاں چھوٹی صنعتوں کی رفتار ترقی 2.6 فیصد سالانہ سے آگے نہیں بڑھ سکی۔

قومی ملکیت کا تصور

ان تمام کوائف کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر اجارہ داری اور ارتکاز زر کے رجحانات کو روکنا مقصود ہے تو ظاہر ہے کہ پہلے تو بنیادی پالیسی کو تبدیل کرنا ہوگا۔ اب تک جو تجارتی و صنعتی حکمت عملی نافذ کی گئی ہے اس کا مقصد شعوری یا غیر شعوری طور پر ایک خاص طبقے کو تقویت پہنچانے کے سوا کچھ نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ (بڑے صنعتکاروں کو نظر انداز کرتے ہوئے) ماہرین اور حکومت کے نمائندے سر جوڑ کر بیٹھیں اور کوئی ایسی پالیسی وضع کریں جس سے تمام طبقوں کو یکساں فائدہ پہنچے اور امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر بنانے کی سازش ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے۔ اس کے لیے بعض حلقوں نے بڑی صنعتوں کو قومی ملکیت میں لینے کی تجویز پیش کی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ نجی سرمایہ داری اور دولت و ثروت کے ارتکاز کو روکنے کے لیے "قومی ملکیت" سے بہتر کوئی حربہ نہیں۔ لیکن یہ علاج تجویز کرنے سے پہلے "قومی ملکیت" کے معنی و مفہوم کا تعین کر لینا ضروری ہے۔ اگر قومی ملکیت کے یہ معنی ہیں کہ واپڈا' پی آئی ڈی سی' آئی ڈی بی اور اے ڈی بی کی طرح بڑی بڑی کارپوریشنیں اور مضاربتیں بنا کر کسی سی ایس پی یا ریٹائرڈ افسر کو پانچ ہزار روپے ماہانہ مشاہرہ پر چیئرمین بنا دیا جائے اور وہ اپنے دوست احباب ڈائرکٹوریٹ میں شامل کر لے تو ظاہر ہے اس سے مسئلہ حل نہیں ہوگا بلکہ اور بھی پیچیدہ ہوجائے گا۔ اس وقت جو صنعتیں پبلک سیکٹر (سرکاری شعبہ) میں شامل ہیں' ان کی نااہلی اور نالائقی ضرب المثل بن چکی ہے اور ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جس کو نمونے کے طور پر پیش کیا جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ایوب حکومت نے پی آئی ڈی سی کے تمام کارخانوں کو فروخت کر دینے کا فیصلہ کیا تھا اور واپڈا ایسے اداروں کے بارے میں بھی خیال تھا کہ ان کو چھوٹی چھوٹی سرکٹوں اور مضاربتوں میں تقسیم کر دیا جائے لیکن یہ فیصلہ بھی بددیانتی پر مبنی ثابت ہوا۔ کیونکہ جونہی پی آئی ڈی سی کے بعض کارخانے اونے پونے نرخ پر نیلام ہوئے اسے کسی نہ کسی کروڑ پتی خانوادے نے خرید لیا۔ لہٰذا بڑے بڑے تجارتی و صنعتی اداروں کو "قومی ملکیت" میں لینے سے قبل یہ دیکھ لینا چاہیے کہ مشرقی یورپ' روس' چین اور دوسرے ترقی یافتہ ممالک میں اس اصطلاح کا کیا مفہوم لیا گیا ہے اور وہ کس حد تک کامیاب ہے۔ اشتراکی ممالک میں کارخانے سرکاری افسروں کی تحویل میں دینے کی بجائے ایک آزاد اور خود مختار سروس کے سپرد کئے جاتے ہیں جو ہر کارخانے میں ملازموں اور انتظامیہ کی مشترک کمیٹیاں قائم کرتی ہے اور تمام کاروبار انہی کے مشورہ و رائے سے چلایا جاتا ہے۔ اشتراکی ممالک میں یہ تجربہ کامیاب رہا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ پاکستان میں بھی نتیجہ خیز ثابت نہ ہو۔ قومی ملکیت کا یہ تصور اسلامی تعلیمات کے بھی عین مطابق ہے۔ جتنا زور "مالک و مزدور" اور "آجر و مستاجر" کے اتحاد و تعاون پر اسلام نے دیا ہے اتنا کسی "ازم" میں دکھائی نہیں دیتا۔

باقی رہا یہ سوال کہ جن صنعتوں یا تجارتوں کو قومی ملکیت میں لیا جائے گا آیا ان کے بانی مبانی مالکوں کو معاوضہ دینا چاہیے یا نہیں؟ اسلام نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں ان کے لیے شدید عذاب مقدر ہے۔ حضورؐ نے تو اس وقت تک نماز بھی نہیں پڑھی جب تک وہ سونا غربا میں تقسیم نہ کر دیا جو کوئی شخص گھر میں دے گیا تھا۔ اس کے علاوہ خلفائے راشدین کا مسلک یہی رہا ہے کہ جاگیریں اور بڑی جائدادیں بیت المال کے حق میں ضبط کر لیں اور کوئی معاوضہ نہیں دیا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے مدینہ سے باہر ایک وسیع و عریض نجی قطعہ اراضی کو چراگاہ سے بدل دیا تھا اور اس کے مالک کو ایک حبہ بھی ادا نہیں کیا۔ اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جو جاگیریں ضبط کیں ان کا کوئی معاوضہ نہیں دیا۔ پاکستان میں اس اسوہ حسنہ کے صریح خلاف بڑے بڑے زمینداروں کو زرعی اصلاحات کے نام پر معقول معاوضے دیے گئے۔ اس کے علاوہ "غیر ممکن" اور "ناقابل کاشت" زمین تو سرکاری تحویل میں لے لی اور زرخیز زمین کے بارے میں اجازت دے دی کہ اگر وہ 36 ہزار پیداواری یونٹ سے کم ہو تو مزید زمین اپنے پاس رکھی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ 150 ایکڑ تک باغات میں تبدیل کئے جاسکتے ہیں۔ اسی پر نہیں بلکہ جاگیرداروں کو 18 ہزار پیداواری یونٹ اپنے کسی ایک یا سب وارثوں میں تقسیم کرنے اور چھ ہزار پیداواری یونٹ اپنے خاندان کی زیر کفالت خواتین کو عطیہ کے طور پر دینے کی اجازت دے دی گئی۔ اس کے ساتھ ان بڑے زمینداروں کے لیے ٹریکٹروں' کھادوں اور قرضوں کی سہولتوں کے تمام دروازے کھول دئے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جملہ اصلاحات کالعدم ہو کر رہ گئیں اور بڑے زمیندار پہلے سے بھی بڑے بن گئے۔ اگر یہی تجربہ صنعت و تجارت میں دہرایا گیا تو ظاہر ہے مقصد حل نہیں ہو سکے گا۔

احتکار شکن قوانین

جب سے "قومی ملکیت" کی آواز اٹھی ہے متاثرہ حلقے نے "جائز" اور "ناجائز" ذرائع کی بحث چھیڑ دی ہے۔ سرمایہ دار طبقے کا خیال ہے کہ اگر باقاعدہ اجازت لے کر اور لائسنسوں اور پرمٹوں کے ذریعہ سے کسی شخص نے دولت کمائی ہے تو اسے چھیننے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ حالانکہ اول تو جو اعمال و افعال اخلاقاً یا شرعاً جائز ہیں ان کی کوئی حکومت اجازت بھی دے دے تو اسے جائز تصور نہیں کیا جاسکتا جیسے (انگلستان' جرمنی اور اٹلی میں غیر فطری جنسی روابط کو قانوناً ناقابل

اعتراض قرار دے دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود کوئی ہوش مند اور بااخلاق مسلمان بلکہ محقق ماہر جنسیات اور سائنس دان بھی ان کو جائز کہنے کی جرات نہیں کرسکتا' اسی طرح جب فقہ اسلامیہ میں احتکار' اکتناز استنتاز اور انضمام سب کی ممانعت ہے تو لائسنسوں' پرمٹوں اور اجازت ناموں کے ذریعہ سے ان کا جواز کس طرح ڈھونڈا جاسکتا ہے؟ پھر کیا یہ حقیقت نہیں کہ معدودے چند افراد نے جو دولت جمع کی ہے وہ صرف جائز ذرائع کا نتیجہ نہیں بلکہ اس میں ناجائز ذرائع کا بھی دخل ہے؟ اسی طرح بعض حلقے یہ سوال اٹھا رہے ہیں کہ پاکستان میں اجارہ داری نے ابھی وہ صورت اختیار نہیں کی جو امریکہ جرمنی اور بعض دوسرے مغربی ممالک میں اسے حاصل ہے۔ لہٰذا ANTI - CARTEL LAWS و احتکار شکن قوانین کا نفاذ قبل از وقت ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو مجوزہ قانون کا مقصد اجارہ داری کے رجحان کو روکنا ہے اور یہ رجحان چونکہ پیدا ہوچکا ہے اس لیے قانون یقیناً نافذ ہونا چاہیے۔ دوسرے اگر حکومت باقاعدہ انکواری کمیشن مقرر کرے تو یہ خود بخود ثابت ہوجائے گا کہ پاکستان میں اجارہ داری کی وہ تمام صورتیں موجود ہیں جن کا قلع قمع کرنے کے لیے سرمایہ دار ممالک میں بھی موثر قوانین نافذ ہوچکے ہیں۔ مثال کے طور پر صنعتی و تجارتی اجارہ داری کی بدترین قسم وہ ہے جس کو OLIGOPOLY کہتے ہیں۔ اس کے تحت چند بڑی بڑی صنعتیں مل کر نہ صرف قیمتوں کا ایک ایسا معیار مقرر کرلیتی ہیں جو ان کے لیے زیادہ سے زیادہ منفعت بخش ثابت ہو۔ بلکہ وہ رسد پر قابو پا کر پورا عالمی بازار بھی آپس میں بانٹ لیتی ہیں۔ چنانچہ امریکہ میں صرف تین فرمیں ایلومینیم بناتی ہیں اور چار فرمیں 95 فیصد ٹین تیار کرتی ہیں۔ اسی طرح سگرٹوں' موٹروں' ربڑ اور شیشے کا 75 فیصد کاروبار صرف چار فرموں نے سنبھال رکھا ہے۔ ان تمام کمپنیوں نے آپس میں کچھ ایسا اتحاد کر رکھا ہے کہ دنیا کا بیشتر کاروبار وہی سمیٹ کر لے جاتی ہیں اور کسی نئی فرم کو میدان میں آنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اسی طرز کی ''آلی گوپالی'' یورپ میں بھی قائم ہے۔ ابھی چند روز ہوئے یورپی اقتصادی منڈی (ECM) کے یورپی کمیشن نے 16 کمپنیوں کو اس جرم کی پاداش میں دس دس لاکھ روپیہ جرمانہ کیا تھا کہ انہوں نے روم کے قوانین مسابقت کے صریح خلاف خفیہ CARTEL (احتکار) بنا رکھا تھا اور ان میں سے ادویہ سازی کی چھ فرموں نے دنیا بھر کی کونین کا معتدبہ حصہ خرید کر اپنے پاس رکھ لیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امریکہ میں اس کے نرخ پانسو گنا بڑھ گئے کیونکہ وہاں ویت نام کی جنگ کے باعث کونین کی زبردست مانگ ہے۔ پاکستان میں بھی پیداوار اور منڈیوں پر قبضہ کرنے کے لیے انہی کروڑ پتی خانوادوں نے شعوری یا غیر شعوری طور پر ایسوی ایشنوں اور انجمنوں کے ذریعہ ''اتحاد'' قائم کر رکھا ہے۔ چنانچہ

یہ اسی ملی بھگت کا نتیجہ ہے کہ پاکستان کے دونوں صوبوں کی نوے فیصد تجارت میمنوں' بوہروں اور خوجوں کے قبضے میں ہے اور انہی لوگوں نے کراچی اور چٹاگانگ کی ساٹھ فیصد درآمدی تجارت پر اجارہ داری قائم کر رکھی ہے۔ کراچی میں چوب' کاغذ اور ہارڈویئر کا کاروبار بوہروں کے ہاتھ میں ہے۔ اسماعیلی خوجے چمڑے' گرم مصالحہ' گھڑیوں اور غذائی اشیاء کی درآمد کرتے ہیں (آر - ایچ کھنڈیکر چیف آف اکنامک ریسرچ سیکشن پلاننگ کمیشن حکومت پاکستان) اسی طرح چائے' تیل' گھی' تمباکو' قند' روئی اور دوسری بے شمار روزمرہ کے استعمال کی اشیاء کی پیداوار' بہمرسانی اور تقسیم پر صرف چند افراد کا مکمل قبضہ ہے جو اپنی ایسوسی ایشنوں اور انجمنوں کے ذریعہ سے ان کی قیمتوں کا رخ اپنی مرضی کے مطابق موڑنے پر قادر ہیں۔ چنانچہ پچھلے کئی ہفتوں سے روئی کے بیشتر سٹاک پر صرف ایک پارٹی نے قبضہ کر رکھا ہے جس کے نتیجہ میں آئے دن BULLISH HELLAS کا اعلان ہوتا رہتا ہے (جب سٹہ بازی کے بازار میں نرخ ایک مقررہ حد سے بڑھ جائیں تو ''ہیلہ'' کا اعلان کر دیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اب ہوائی سودا بازی نہیں ہوگی بلکہ بیوپاری آپس میں حساب کتاب کرلیں۔ اس دوران میں کاروبار روک دیا جاتا ہے اگر نرخ بڑھ گئے تو BULLISH HELLA کا اعلان ہوتا ہے۔ اگر نرخ گر گئے ہوں تو BEARISH HELLA کیا جاتا ہے)۔ اسی طرح حال ہی میں بناسپتی گھی کے تاجروں نے مل کر اپنی پیداوار کے نرخ بڑھا دیے ہیں۔ یہی حال دوسری مصنوعات کا ہے۔ امریکہ اور یورپی ممالک کی طرح پاکستان میں بھی بازار کے لیڈر Leader موجود ہیں جو اپنی مرضی کے مطابق بھاؤ گھٹاتے بڑھاتے ہیں اور پورے کا پورا بازار ان کا تتبع کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے اگر حکومت سختی پر اتر آئے یا عوام احتجاج کریں (جیسے مارشل لاء کی حکومت سے پہلے ہوا) تو وہ پیداوار میں کمی کر دیتے ہیں۔ چنانچہ حکومت نے چینی' کپڑے' بناسپتی گھی وغیرہ کے کارخانوں پر پیداواری صلاحیت کے مطابق ٹیکس عائد کیا تو تمام صنعت کاروں نے مال تیار کرنا بند کردیا جس کا اثر اندرونی اور بیرونی دونوں تجارتوں پر پڑا (تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق مارشل لاء کی حکومت کے برسرِ اقتدار آنے سے پہلے اکثر کارخانوں نے اپنی پیداواری صلاحیت میں تیس سے ساٹھ فیصد تک کمی کردی) اگر یہ سب کچھ فقہ اسلامیہ کی اصطلاح میں اجارہ داری اور اس کی مختلف اقسام احتکار' ارکتناز' استنتاز' انضمام' ارتباط اور ادغام وغیرہ کا نتیجہ نہیں تو کیا ہے؟ انگریزی میں ان کو COMBINE, OLIGOPOLY MONOPOLY, MERGER, TRUST, CARTEL, کا نام دیا گیا ہے اور ان کا قلع قمع کرنے کے لیے سرمایہ دار ممالک بھی اب احتکار شکن قوانین نافذ کر رہے ہیں۔

دولت اور معاشی قوت کا ارتکاز چونکہ معاشری عدل و انصاف کے تقاضوں کے منافی ہونے کے علاوہ خود حکومت کے استحکام کے لیے باعث خطرہ ہے اس لیے ماہرین معاشیات نے 1929ء کی "زبردست کساد بازاری" GREAT DEPRESSION کے بعد خاص طور پر سوچنا شروع کردیا تھا کہ اس رجحان کی روک تھام کس طرح کی جائے؟ اس وقت تک خیال یہ تھا کہ بازار میں آزادانہ مقابلہ و مسابقہ کی جنگ جاری رہتی ہے اور طلب و رسد کے قوانین خودبخود اپنا توازن ڈھونڈ لیتے ہیں۔ لیکن 1926ء میں پیرو سرافا PIERO SARAFFA نامی ایک ماہر معاشیات نے اپنے مشہور مقالہ "مسابقت کے حالات میں حاصل آمدنی" کے ذریعہ سے اس طرف توجہ دلائی کہ مقابلہ آزادانہ نہیں ہوتا بلکہ بہت سے عوامل اس میں روڑا اٹکا دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر نوواردوں کے لیے صنعت کے میدان میں داخل ہونا مشکل ہوجاتا ہے۔ اسی طرح کاروبار بڑھانے کے لیے ہر شخص کو یکساں مواقع میسر نہیں آتے وغیرہ۔ یہ عوامل بعض اوقات یکجا ہوکر آپس میں متصادم ہوجاتے ہیں جس سے مقابلہ کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ان تمام عوامل کی تحقیق کی جائے جو آزادانہ مقابلہ کی راہ میں حائل ہیں۔ اس مقالہ نے ماہرین معاشیات کی آتش تحقیق کو تیز کردیا اور آخر مسٹر جون رابنسن اور پروفیسر چیمبرلین نے (خواہ مارشل کے پرانے ہتھیاروں سے کام لیتے ہوئے) یہ انکشاف کیا کہ جس بازار میں اجارہ دارانہ مقابلہ ہو رہا ہو اس میں توازن کی صورت اور ہوتی ہے۔

اس نظریاتی اساس پر امریکہ اور برطانیہ میں تفتیش و جستجو کی جو لہر چلی اس سے معلوم ہوا کہ اکثر ممالک میں پیداواری ذرائع پر ایک محدود طبقہ نے تسلط جما رکھا ہے۔ چنانچہ برل اور منیز نے بتایا کہ امریکہ میں تمام کمپنیوں کا نصف کے قریب اثاثہ صرف دو سو افراد کے تصرف میں ہے۔ یہی حال برطانیہ اور بعض دوسرے ممالک کا ہے۔ اسی انکشاف کی بناء پر امریکہ میں Anti - Truser جرمنی میں Anti - Cartels اور برطانیہ میں
Anti Monopolies And Restrictive Practices کمیشن بٹھائے گئے اور ان کی شفارشات کی بناء پر احتکار شکن قوانین نافذ ہوئے۔

پاکستان میں بھی ارکتناز و ارتکاز ایسے مرحلے پر پہنچ چکے ہیں جہاں نہ صرف 30 خانوادوں کی اجارہ داری کو یک قلم موقوف کردینا چاہیے بلکہ پیش بندی کے لیے ایسے قوانین بھی نافذ کرنے کی ضرورت ہے جن کی موجودگی میں پیداوار اور اس کی تقسیم پر اجارہ داری پیدا کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔ اب تک حکومت نے آمدنی اور منافع پر ٹیکس لگانے پر اکتفا کیا ہے۔ لیکن ٹیکس ہزار فیصد بھی لگا دیا جائے تو اس سے ارتکاز و ارکتناز کے رجحان پر اثر نہیں پڑ سکتا۔ اول تو تجارتی بدیانتی کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں (جیسا کہ موجودہ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد یہ انکشاف ہوا کہ بہت سے تاجروں نے ناجائز ذرائع سے کام لیا ہے جس کا خمیازہ ان کو لاکھوں روپے کے جرمانہ کی صورت میں بھگتنا پڑا) دوسرے ٹیکس کی شرح جتنی بڑھائی جائے اس کا اثر یا تو عوام پر پڑتا ہے یا پیداوار کم کر دی جاتی ہے۔ اس لیے اجارہ داری کے رجحان کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے ایک تو بڑی بڑی صنعتوں کو بلا معاوضہ قومی ملکیت میں لینے کی ضرورت ہے۔ دوسرے چھوٹی صنعتوں اور عام کاروبار پر (جو نجی دائرہ میں رہنے دیا جائے) یہ پابندی لگا دی جائے کہ کوئی شخص ایک سے زیادہ تجارت یا صنعت میں روپیہ نہیں لگا سکتا۔

اگر سرکاری اور نجی ملازموں پر یہ پابندی ہوتی ہے کہ وہ دوسرا کوئی کام نہیں کرسکتے تو کارخانہ داروں اور مالکان ادارہ کو یہ اجازت کیوں دی جائے کہ وہ ایک سے زیادہ ذرائع سے روپیہ کمائیں۔ سب سے زیادہ ضرورت معاشیات کے اس پرانے تصور کو بدلنے کی ہے کہ مہم کار چونکہ سرمایہ لگاتا ہے اور کاروبار کی نگرانی بھی کرتا ہے اس لیے وہ روایتی آلات پیداکاری (یعنی زمین، وسائل قدرت) مزدور اور سرمایہ کے مقابلہ میں زیادہ معاوضہ کا مستحق ہے اور اسے نہ صرف سرمائے کا سود بلکہ تنظیم کی اجرت بھی ادا کی جائے۔

موجودہ دور میں آلات پیدائش صرف دو ہیں۔ انسان اور وسائل۔ ان میں سے وسائل یا قدرت مہیا کرتی ہے یا بنکوں کے ذریعے فراہم ہوتے ہیں۔ (موخرالذکر بھی چھوٹے چھوٹے بچت کاروں کی محنت کا ثمر ہوتا ہے۔) جہاں تک نگرانی اور تنظیم کا تعلق ہے وہ اب "انتظامیہ" کو منتقل کر دی گئی ہے۔ لہٰذا "مہم کار" یا Entreprenuer کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ ادارے یا کارخانے چلانے کا کام مینجروں اور مزدوروں کے نمائندے بخوبی سنبھال سکتے ہیں اور تعاون کی یہی روح ہے جو ہر ترقی یافتہ سیاسی نظام خواہ وہ اسلامی تعلیمات پر مبنی ہو یا اشتراکیت اور سرمایہ داری کے تصور پر قبول کرتا ہے۔

چوتھا پنجسالہ منصوبہ

1975ء-1970ء

"... یہ وقت ہمارے آرام کا نہیں کام کا ہے۔ یہ پس و پیش یا ٹال مٹول کرنے کا وقت نہیں۔ ہمارے لیے نہ دم لینے کی مہلت ہے اور نہ بھٹکتے پھرنے کی گنجائش۔ آج ہم ایک فیصلہ کن جدوجہد کے لیے کمربستہ ہو چکے ہیں۔ یہ جدوجہد منظم اور سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہونی چاہیے کیونکہ اس پر ہمارے مستقبل کا دارومدار ہے۔ اس لیے آیئے جو منزل ہم اپنے لیے پسند کر چکے ہیں اس کی طرف گامزن رہیں اور تاریخ کا ساتھ دیں...."

صدر ایوب
14 اگست 1968ء

ہم اب چوتھے پنجسالہ منصوبے کی تشکیل کا کام شروع کر رہے ہیں۔ یہ ایک زبردست چیلنج ہے۔ ہمیں ایک ایسا منصوبہ تیار کرنا ہے جو معیشت کے تمام امکانی وسائل بروئے کار لائے۔ عوام کی ضروریات کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتا ہو اور قوم کے شایان شان بھی ہو۔ منصوبے کو اس بات کا بھی خیال رکھنا ہوگا کہ معاشی ترقی کی رفتار کو قائم رکھا جائے' معاشرتی انصاف میں اضافہ ہو اور ملک زیادہ سے زیادہ خودکفیل ہو جائے۔ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس میں کئی مشکل مسئلے درپیش ہوں گے اور ہمیں کئی اہم فیصلے کرنے ہوں گے۔ قوم کو ان مسائل پر صاف گوئی لیکن تعمیری جذبے سے بحث کرنی ہوگی تاکہ حقیقت پسندانہ اور متفقہ فیصلہ کیا جا سکے۔

کیم نومبر 1968ء

ایم۔ ایم احمد
ڈپٹی چیئرمین
پلاننگ کمیشن

فہرست

چوتھا پنجسالہ منصوبہ

1975ء-1970ء

سماجی اور اقتصادی مقاصد

ساڑھے بارہ کروڑ انسانوں کے لیے جن کی تعداد میں اگلے دس سال چار کروڑ کا مزید اضافہ ہو سکتا ہے معقول معیار زندگی بہم پہنچانا ایک زبردست چیلنج ہے۔ ہم نے ایک قوم کی حیثیت سے اس چیلنج کو قبول کر لیا ہے۔ اس کے لیے سماجی اور اقتصادی ترقی کو وسعت دینے کی اجتماعی جدوجہد ضروری ہے۔ ملک میں گزشتہ تین پنجسالہ منصوبوں کے ذریعے اس کے لیے کوششیں ہوتی رہی ہیں۔ اس میں ہمیں کافی حد تک کامیابی بھی ہوئی۔ لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ چوتھے پنج سالہ منصوبے کے آغاز سے پہلے ہمیں گہری نظر سے اپنی گزشتہ کارروائیوں کا جائزہ لینا چاہیے اور آئندہ کے لیے تیاریاں کرنی چاہیں یہ کام صرف منصوبہ بنانے والوں اور سرکاری افسروں ہی کا نہیں بلکہ پوری قوم کا کام ہے۔ اس غرض سے چوتھے پنج سالہ منصوبے کے سماجی اور اقتصادی

مقاصد کا یہ خاکہ تیار کر لیا گیا ہے تاکہ عام لوگوں کی رائے اور مشورے حاصل کیے جائیں کیونکہ ان تجاویز سے عوام ہی فائدہ اٹھائیں گے اور ان کی اکثریت اور تعاون ہی سے ہمارے پروگرام پایہ تکمیل کو پہنچ سکتے ہیں۔

2- ہمارے تمام ترقیاتی کاموں کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جا سکے جس میں کوئی شخص بھی بھوکا اور بے گھر نہ رہنے پائے۔ لیکن ایسے معاشرے کے لیے جس میں اب تک فی کس اوسط آمدنی تقریباً چالیس روپے ہو بلکہ بہت سوں کی اس سے بھی کم ہو' حکومت کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اقتصادی ذرائع کو ترقی دے کر عوام کے لیے ایک معقول معیار زندگی کے قیام کے لیے بنیادی ضروریات فراہم کرے۔

اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ ترقی کی رفتار تیز اور مسلسل رہے۔ یہ صرف ترقی کی خاطر ہی نہیں بلکہ اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ پاکستان کے گوشے گوشے سے غربت اور افلاس کی لعنت دور ہو سکے جو ہمارا سب سے بڑا مقصد ہے۔

کامیابیاں اور مسائل

3- اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہم گزشتہ دس سال میں کافی آگے بڑھ چکے ہیں۔ لیکن منزل تک پہنچنے کے لیے ابھی کافی مسافت طے کرنی ہے۔ اس سے کام کی اہمیت اور وسعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہم نے اپنی طرف سے اس جدوجہد میں کوئی کسر باقی نہیں رہنے دی۔ لیکن یہ کام ہی بہت بڑا اور کٹھن ہے۔ 1960ء-1959ء سے ہمارے دوسرے اور تیسرے پنج سالہ منصوبوں کا ملک کی اقتصادی حالت پر بہت گہرا اثر ہوا ہے۔ 1968ء - 1967ء تک کے آٹھ سال کے عرصے میں ہماری مجموعی قومی آمدنی میں 55 فیصد زرعی پیداوار میں 40 فیصد اور صنعتی پیداوار میں 160 فیصد کے اضافے ہوئے اور حالیہ قیمتوں کے مطابق فی کس آمدنی جو 60 - 1959ء میں 318 روپے تھی' 68 - 1967ء میں بڑھ کر 515 روپے ہو گئی۔ 1960ء سے 1970ء تک مجموعی قومی آمدنی میں مستقل قیمتوں کے مطابق 2400 کروڑ روپے کے کل اضافے کی توقع ہے جو اس سے پہلے دس سال کے مقابلے میں تقریباً ساڑھے تین گنا ہے۔

1960ء سے 1970ء کے عرصے میں غلے کی پیداوار 80 لاکھ ٹن تک یعنی 60 فیصد بڑھ جانے کی توقع ہے۔ اس طرح تیسرے پنج سالہ منصوبے کے دوران بڑے پیمانے پر غلہ برآمد کرنے کے امکانات بھی پیدا ہو جائیں گے۔

4- یہ سب کچھ ایسے دور میں حاصل کرنا آسان نہ تھا جب کہ 1965ء کے بعد سے ہمارے دفاعی اخراجات بڑھ چکے تھے اور بیرونی امداد کم ہو گئی تھی۔ ہمیں اپنے ترقیاتی کاموں کا بوجھ زیادہ تر اپنے ہی کاندھوں پر اٹھانا پڑا۔ لیکن ہم نے ہمت نہیں ہاری۔ اس دس سال کے آخر تک ترقیاتی کاموں کے اخراجات چوگنے ہو جائیں گے۔ یعنی 1970ء- 1960ء میں دو سو اسی کروڑ سے بڑھ کر 60 - 1959ء میں تقریباً گیارہ سو کروڑ روپے ہو جائیں گے۔ اس عرصے میں برآمدات دگنی سے زیادہ ہو جائیں گی۔ یعنی--- 1960ء - 1959ء میں تقریباً 216 کروڑ روپے سے 1970ء - 1969ء میں چار سو پچاس کروڑ روپے ہو جائیں گی۔ جدید معاشی اصول کے مطابق 1960ء سے 1970ء تک ترقیاتی کاموں سے پیدا ہونے والی اضافی رقم کا ساتواں حصہ بچا کر دوبارہ ترقیاتی کاموں میں لگایا جاتا رہا۔

5- ان تمام ہمت افزا کامیابیوں کے باوجود بہت سی کمزوریاں اب بھی باقی ہیں۔ ہماری فی کس اوسط آمدنی اب بھی دنیا کی کم ترین آمدنیوں میں شمار ہوتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ہمارے 75 فیصد کنبوں کی آمدنی 200 روپے ماہوار سے بھی کم ہے اور خوراک میں بھی ایک شخص دن بھر میں اوسطاً 2100 حرارے سے زیادہ حاصل نہیں کر سکتا۔ جب کہ بین الاقوامی معیار 2600 احرارے فی کس فی یوم ہے۔ ہمارے عام آدمیوں کی خوراک مقدار کے لحاظ سے بہت کم اور عمدگی کے معیار سے ناقص اور غیر متوازن ہے۔ ساڑھے بارہ کروڑ کی مجموعی آبادی میں مشکل سے دو کروڑ افراد ایسے ہیں جو لکھنا پڑھنا جانتے ہیں اور ہر 7000 آدمیوں کے لیے اب تک صرف ایک ڈاکٹر ہے۔ شہری آبادیوں میں ابھی تک بارہ لاکھ کنبے ایسے ہیں جنہیں سر چھپانے کی مناسب جگہ میسر نہیں ہے۔

یہ تمام مسائل نہایت اہم ہیں۔ مستقبل کے لیے تجویزوں اور منصوبوں کے مقاصد مرتب کرتے وقت ان مسائل کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

سماجی اور اقتصادی مقاصد

6- چوتھے پنجسالہ منصوبے کے تحت سماجی و اقتصادی مقاصد ہمیں اپنے گزشتہ تجربوں کی کامیابیوں اور ناکامیوں کے حقیقت پسندانہ جائزے اور عوام کی ضروریات اور امنگوں کے صحیح اندازے کے مطابق مرتب کرنے ہوں گے۔

افلاس کو دور کرنے کے لیے اپنی ترقی کی رفتار کو تیز کرنا ہوگا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنی اخلاقی اور روحانی قدروں کا تحفظ کرتے ہوئے ایک مستحکم اور منصفانہ معاشرے کے قیام کے لیے بھی کوشش کرنی ہوگی۔

معاشی ترقی ہمارے مادی وسائل میں اضافہ تو کر سکتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ اس سے ہمارے سکون اور خوشیوں میں بھی اضافہ ہو' سماجی تقاضوں اور اقتصادی ضروریات کے مابین معقول توازن قائم رکھنا ایک کٹھن کام ہے لیکن اس کی داغ بیل ڈالنی ضروری ہے جس کی بنیاد پر ارتقائی منازل طے کی جا سکیں۔

7- اس کے پیش نظر چوتھے پنجسالہ منصوبے کے مقاصد مندرجہ ذیل اصولوں کے مطابق مرتب کیے جائیں گے:

(الف) ملک میں ترقی کی موجودہ رفتار کو برقرار رکھا جائے اور اس کے لیے ملک کے مادی ذرائع اور افرادی قوت کو زیادہ سے زیادہ کام میں لانے کی بھرپور کوشش کی جائے۔

(ب) بین العلاقائی اور علاقوں کے اندر فی کس آمدنی میں عدم مساوات کو کم کیا جائے۔

(ج) چوتھے پنجسالہ منصوبے کے اختتام تک ملک کی معیشت کو بیشتر اہم شعبوں میں خود کفیل بنایا جائے۔

(د) عملی پالیسیوں پر کاربند ہو کر ایسے معاشی نظام کو فروغ دینے کی باقاعدہ ابتدا کی جائے جس میں اقتصادی ترقی اور سماجی مساوات میں توازن رکھنے کے تقاضے پورے ہو سکیں۔ اور

(ر) ایک مستحکم سماجی نظام میں اقتصادی قوتوں کو اس طرح بروئے کار لایا جائے کہ سوسائٹی انصاف کی بنیاد پر قائم ہو سکے۔

8- یہ اصول سوسائٹی کے مستقبل میں ابھرنے والے خطوط کی بھی نشاندہی کرتے ہیں۔ چوتھا پنج سالہ منصوبہ ہماری سماجی و اقتصادی اقتصادی جدوجہد کے طویل المعیاد نصب العین کی جانب ایک اور اہم قدم ثابت ہوگا۔

1965ء میں تیسرے منصوبے کی تیاری کے وقت بیس سالہ نظریاتی منصوبے (1965-85ء) کے ذریعہ ملک کو طویل المعیاد مقاصد کی توضیح کی گئی تھی۔ یہ مقاصد تھے:۔

قومی آمدنی میں چار گنا اضافہ۔ پوربو اور پچھمی پاکستان میں اقتصادی نابرابری کو دور کرنا۔ روزگار کی مکمل فراہمی۔ پرائمری تک تعلیم کو عام کرنا۔ اور بیرونی امداد پر ملک کے انحصار کو دور کرنا۔

ان مقاصد کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق مسلسل جانچ پڑتال ہوتی رہنی چاہیے۔

ملک کی اوسط سالانہ آمدنی کو بڑھانے میں خاصی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ پچھلے دس برسوں میں اسے 6 فیصد تک بڑھایا جا چکا ہے۔ اسی طرح بیرونی امداد کو بھی کافی حد تک گھٹایا جا چکا ہے۔ لیکن روزگار کی مکمل فراہمی' علاقائی نابرابری کو دور کرنے اور پرائمری تک تعلیم کو عام کرنے میں توقع سے زیادہ مشکلات حائل ہوئیں۔

9- اپنے محدود وسائل کی بنا پر ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ تمام مقاصد بیک وقت حاصل ہو سکیں۔ ایسے حالات بھی پیدا ہو سکتے ہیں جب قوم کو ان مقاصد میں سے صرف چند کا انتخاب کرنا پڑے۔ مثال کے طور پر یہ ممکن ہے کہ ملک کی سالانہ آمدنی کو موجودہ حاصل کردہ 6 فیصد سے کہیں زیادہ بڑھایا جا سکے۔ لیکن اگر ایک قلیل عرصے کے اندر اندر بیرونی آمدنی کا متبادل تلاش کرنا پڑ جائے۔ یا علاقائی نابرابری کو کم کرنا پڑے اور آمدنی کو مساوی حصوں میں تقسیم کرنا پڑے تو پھر شاید یہ کام مشکل ہو جائے۔ قوم کو چوتھے منصوبے میں شاید آمدنی کی کچھ کم شرح قبول کرنا پڑے تاکہ دوسرے سماجی و اقتصادی مقاصد بھی یکساں حاصل ہو سکیں جو روز افزوں اہمیت حاصل کرتے جا رہے ہیں اور اقتصادی ترقی کے پھیلاؤ کی وجہ سے سب کے سب بیک وقت حاصل نہیں ہو سکتے۔ ہمیں ان متبادل مقاصد کا انتخاب پوری بحث و تمحیص کے بعد کرنا چاہیے۔ یہ کہنا غیر حقیقی ہوگا کہ اقتصادی افزائش' اس کی مساوی تقسیم' خود کفالت اور علاقائی ترقی وغیرہ کے مقاصد میں باہم کوئی تصادم نہیں ہے۔ اقتصادی منصوبہ بندی کا کام اس باہمی ٹکراؤ کو کم کرنا ہے۔ لیکن منصوبہ بندی انہیں یکسر دور نہیں کر سکتی۔ آخر میں ان مقاصد میں انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے ملک کے لیے لازمی ہو جاتا ہے کہ یہ انتخاب خوب غور و غوض اور منصفانہ فیصلے سے کیا جائے۔

قومی بحث و تمحیص

10- یہ پہلا موقع ہے کہ منصوبے کے سماجی و اقتصادی مقاصد قوم کے سامنے بحث و تمحیص کے لیے پیش کیے جا رہے ہیں۔ بحث و تمحیص کے فائدے بھی ہیں اور نقصانات بھی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بحث تعمیری ہونے کے بجائے محض نکتہ چینی کا پہلو اختیار کر لے۔ اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے وہ مقصد بھی فوت ہو جائے گا جس کے لیے رائے اور مشورے طلب کیے جا رہے ہیں۔ بنیادی غرض یہ ہے کہ ان تجاویز کو عوام کی امیدوں اور امنگوں کے قریب تر لایا جائے۔ اور قومی سطح پر اتفاق رائے سے سماجی اور اقتصادی ترقی کے وہ مقاصد طے پا سکیں جن کے لیے ملک کو چوتھے منصوبے کے دوران اور اس کے بعد بھی اپنی جدوجہد جاری رکھنی ہے۔

اقتصادی نظام کا بنیادی ڈھانچہ

ترقی کی تدابیر

11- ہمارے پنجسالہ منصوبوں میں ترقی کی بنیادی تدبیریں یہ رہی ہیں کہ:

(1) پیداوار کی شرح کو زیادہ سے زیادہ بڑھایا جائے۔

(2) فاضل آمدنی کے معتدبہ حصے کو مستقبل کے کاموں میں لگایا جائے۔

(3) برآمد کے ذریعہ فاضل پیداوار کی زیادہ سے زیادہ مقدار کو غیر ملکی زرمبادلہ میں تبدیل کیا جائے۔

ان تدبیروں سے ہماری مجموعی قومی آمدنی میں پچھلے دس سالوں میں تقریباً 6 فیصد سالانہ کا اضافہ ہوا۔ برآمدات فی سال 8 فیصد کے حساب سے بڑھتی رہیں اور فاضل آمدنی سے تقریباً 15 فیصد کی بچت ہوئی۔ اس سے یہ بھی ہوا کہ آمدنی کے ہر فاضل روپیہ کا تقریباً 85 فیصد حصہ قوم کے مجموعی صرف میں جمع ہوتا رہا۔

12- زراعت اور صنعت کی پیداوار کی رفتار کو یکساں اور مسلسل رکھنے کے لیے ان میں توازن قائم رکھنا ضروری ہے۔ خاص طور پر ایسے معاشی نظام کے لیے جس میں صنعتوں کے لیے خام مال کی نمایاں طور پر کمی ہو۔ ہمارے ملک میں زراعتی پیداوار میں اضافے سے صنعتی ترقی کو خام مال کی فراہمی سے تقویت پہنچتی ہے۔ اس سے اندرونی منڈیوں کے کاروبار میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور ترقی کے لیے زرمبادلہ بھی کسی حد تک حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح صنعتی ترقی کے ذریعے خام مال کی مانگ پیدا ہوتی ہے' تیار سامان کی برآمد میں اضافہ ہوتا ہے۔ اندرونی مال کی کھپت سے درآمد میں کمی پیدا ہو جاتی ہے۔ بچائے ہوئے روپے کی کافی مقدار ترقی کے کاموں میں صرف کی جا سکتی ہے اور مزدوروں کی بڑھتی ہوئی آبادی کے ایک حصے کو روزگار بھی مہیا ہو جاتا ہے۔

13- 1950ء کے دس سالوں میں یعنی 1960ء تک ہماری زرعی پیداوار میں کل 3ء1 فی صد سالانہ کا اضافہ ہوا جب کہ بڑی صنعتوں کی پیداوار میں اضافہ 16 فیصد تھا۔ دوسرے پنج سالہ منصوبے کے دوران زرعی پیداوار کو 4ء3 فی صد سال تک تیزی سے بڑھا کر اور صنعتی پیداوار میں 13 فیصد کا اضافہ حاصل کرکے کافی حد تک توازن پیدا کیا گیا اور تیسرے پنج سالہ منصوبے کے ابتدائی چار سالوں میں زرعی پیداوار میں فی سال 3ء4 فی صد اضافے کی توقع ہے۔ بڑی صنعتوں کی پیداوار تاحال 10 فی صد بڑھائی جا چکی ہے جو ہمارے تیسرے منصوبے کی 13 فیصد متوقع حد سے ابھی تک کم ہے۔ اسے آگے بڑھانا ضروری ہے تاکہ زرعی اور صنعتی پیداوار میں آئندہ کے لیے بھی مناسب توازن برقرار رہے۔

زرعی تدابیر

14- زرعی شعبے میں ہمارا مقصد 1960ء کے دس سالوں میں پیداوار کو 1950ء کے دس سالوں کی شرح 1.3 فیصد کو تیسرے منصوبے کے آخر تک بڑھا کر 5 فیصد تک لے جانا تھا اور اس دوران باہر سے منگائے جانے والے غلے کی مقدار کو اندرونی پیداوار کے ذریعے کم کرنا اور صنعتوں میں کام آنے والی زرعی پیداوار کی برآمد کو زیادہ سے زیادہ بڑھا کر زرمبادلہ پیدا کرنا تھا۔ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے مختلف تدبیروں سے زراعت کو وسعت دی گئی۔ بڑے پیمانے پر کاشت کاری کرنے والوں کو معقول امداد بہم پہنچائی گئی۔ پیداوار کے لیے اچھی قیمتیں مقرر کرکے کسانوں کی حوصلہ افزائی کی گئی اور کاشت کاروں کو بہت سے اداروں سے انتظامی اور دیگر سہولتیں مہیا کی گئیں۔ ان تدبیروں سے زرعی شعبے میں معقول فائدے حاصل کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔

15- زرعی شعبے کے لیے آئندہ جو تدبیریں وضع کی جائیں ان میں ان باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(الف) چونکہ غلے کی درآمد کو دیگر متبادل ذرائع سے کام کرنے کا زمانہ قریب الختم ہے۔ آئندہ وسعت حاصل کرنے کا دارومدار بیشتر اپنی فاضل زرعی پیداوار کے لیے منڈیاں تلاش کرنے اور غذائی پیداوار کو ڈبوں میں سربند کرنے کی صنعتوں کو فروغ دینے پر رکھنا ہوگا۔

(ب) زرعی پیداوار میں مزید رد و بدل کرنا ضروری ہوگا۔ کھانے کے تیل' سبزیوں' مرغی' انڈا' گوشت' مچھلی' شکر' دودھ' مکھن کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کیا جا سکے اور ان کی شرح پیداوار بھی بڑھانی ہوگی۔

(ج) ابھی تک جدید زرعی طریقوں کا استعمال زیادہ تر درمیانے اور بڑے قطعوں تک ہی محدود رہا ہے۔ اب کاشت کے جدید طریقوں کو چھوٹے قطعوں میں بھی رائج کرنے کی کوشش کرنی ہوگی۔ خاص طور پر پورے پاکستان میں۔

(د) مشینی کاشت کو فروغ دینے کی ضرورت اور اس کی حدود کا تعین کرنا ضروری ہوگا' اس کے لیے زرعی پیداوار کو بڑھانے اور دیہاتوں کے مزدور طبقے میں بے روزگاری پیدا ہو جانے کے مسئلوں پر نظر رکھنی ہوگی۔

16- زرعی شعبہ کو براہ راست اور بالواسطہ خاصی بڑی مالی امداد دی جاتی رہی ہے۔ حکومت کی طرف سے کھاد فراہم کرنے کے لیے براہ راست مالی امداد' پودوں کی حفاظت اور دوسری زرعی امداد کی مجموعی مقدار 30 کروڑ روپے سے 40 کروڑ روپے سالانہ رہی ہے۔ علاوہ ازیں بالواسطہ امداد بھی دی جاتی رہی ہے۔ کیونکہ اندرونی طور پر غلے کی جو قیمت خرید امدادی طور پر مقرر کی گئی وہ بین الاقوامی قیمتوں کی سطح سے زیادہ رکھی گئی۔ اس طرح کسانوں کو پانی بھی امدادی قیمت پر مہیا کیا گیا۔ ان امدادی تدبیروں نے زراعت کو ایک نفع بخش کاروبار بنا دیا ہے۔ اور کسانوں کو زیادہ منافع حاصل کرنے کی تحریک ہوئی ہے۔

چوتھے منصوبے کے دوران قیمت خرید مقرر کرنے اور دیگر امداد فراہم کرنے کی پالیسی پر نظر ثانی کرنی ہوگی۔ ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہوگا کہ پیداوار میں اضافے کے لیے حوصلہ افزائی بھی ہوتی رہے' کیونکہ زرعی شعبہ سے ہماری ملکی آمدنی' اندرونی بچت اور قومی سرمایہ کاری میں متعدد اضافے ہوتے ہیں چوتھے منصوبے کے دوران جن دیگر مسائل پر اور زیادہ توجہ دی جائے گی ان میں فصلوں کے موجودہ نظام میں تبدیلی کی ضرورت' مشینی کاشت کو بڑھانے کی ضرورت اور حدود کا تعین اور دیہی قرضوں اور منڈیوں کی بڑھتی ہوئی ضروریات شامل ہیں۔

17- ضروری ہے کہ اداروں کے قیام سے ایسے انتظامات وضع کئے جائیں جن سے جدید زرعی طریقوں کو چھوٹے قطعات تک وسعت دی جا سکے جو ابھی تک بڑے پیمانے پر پیداوار کے فائدوں سے پوری طرح بہرہ مند نہیں ہو سکے ہیں۔

مغربی پاکستان کی ایک تہائی قابل زراعت املاک ابھی تک 1/2 12 ایکڑ سے بھی کم قیمت کے قطعوں پر منقسم ہے جب کہ پوربو پاکستان کی 43 فیصد زمینیں 15 ایکڑ فی قطعے سے بھی کم ہیں۔ ان چھوٹے قطعوں کو عام طور پر بہتر بیج اور کھاد خریدنے' کافی مقدار میں پانی حاصل کرنے اور جدید طریقوں کی دیگر ضروریات مہیا کرنے کے ذرائع حاصل نہیں ہیں۔ انہیں زیادہ عملی سہولتوں' آسانی سے دستیاب ہونے والے قرضوں' اور بہتر منڈیوں کی فراہمی کی ضرورت ہے۔ چوتھے منصوبے کے دوران ایسے پختہ اداروں کے انتظامات ضروری ہیں جن سے مختلف زرعی ضروریات مثلاً مشینیں' قرضے' منڈیاں اور دیگر سہولتیں چھوٹے کسانوں کو بھی حاصل ہو سکیں تاکہ وہ بھی غذائی پیداوار بڑھانے میں مناسب حصہ لے سکیں اور ملک کی عام زرعی خوشحالی سے نفع حاصل کر سکیں۔

صنعتی تدابیر

18 - 1950ء کے دس سالوں میں یعنی 1960ء تک صنعتی تدبیر یہ تھی کہ استعمال عام کی اشیاء کی درآمد کو جلد سے جلد کم کیا جائے۔ 1960ء کے دس سالوں میں کوشش کی گئی کہ چند بڑی بنیادی صنعتوں کو بھی فروغ دیا جائے اور تیار مال کی درآمدی منڈیوں میں شرکت کی جائے۔ 1965ء میں مالی دشواریوں کی وجہ سے اس بات پر زور دیا گیا کہ سابقہ صنعتی وسعت کو مستحکم کیا جائے۔ پیداوار کی موجودہ صلاحیت کو پوری حد تک استعمال کیا جائے اور ایسی نئی صنعتیں قائم کی جائیں جن میں زرعی خام مال استعمال ہوتا ہو اور برآمدات کو بڑھایا جائے۔ چوتھے منصوبے میں انہی تجربات سے فائدہ اٹھانے اور سابقہ نتائج کو مستحکم کرنے اور وسعت دینے کی ضرورت ہے۔

19- آئندہ صنعتی ترقی خاص طور پر ان اصولوں پر مبنی ہوگی:

(الف) آئندہ نئی صنعتیں قائم کرنے سے زیادہ ضروری ہوگا کہ جو صنعتیں قائم ہیں ان کی پوری صلاحیت کو استعمال کیا جائے اور موجودہ کارخانوں کو متوازن طور سے جدید طریقوں پر چلایا جائے۔

(ب) ملک میں تیار ہونے والے بنیادی اور درمیانے درجے کے سامان کی پیداوار کو بڑھانے پر زیادہ رقم صرف کرنی ہوگی تاکہ غیر ملکی سامان پر موجودہ انحصار کو حالیہ 75 فیصد سے گھٹا کر چوتھے منصوبے کے اختتام تک قریباً نصف کر دیا جائے۔

(ج) اپنے معدنی ذرائع اور قدرتی گیس سے فائدہ اٹھانے پر زیادہ توجہ دی جائے گی۔

(د) آئندہ صنعتوں کا نظام ملک کی برآمدات کی وسعت سے متعلق ہونا چاہیے اور ان کا انحصار بیشتر ملک کے زرعی خام مال کی پیداوار پر رکھا جائے۔

(ر) صنعتی شعبے کی پیداوار بڑھانے کی صلاحیت' معیار اور اس کی کارکردگی کو بہتر بنایا جائے۔ تاکہ معقول امداد کے بغیر یہ اندرونی طور پر تیار کردہ اور بیرونی مال کا آسانی سے مقابلہ کر سکے۔ ان اصولوں پر کاربند ہو کر توقع ہے کہ ہماری آئندہ صنعتی ترقی میں فولاد' مشینیں' ادویات' کھاد' قدرتی گیس' کان کنی' زرعی پیداوار کو ڈبوں میں سربند کرنے کی صنعت اور دیگر درآمدی مصنوعات نمایاں طور پر آگے بڑھ سکیں گی۔

20- ہمارے تیسرے منصوبے میں کہا گیا تھا کہ:

"محفوظ منڈیوں کے لیے پیداوار کی بڑھتی ہوئی شرح نے صنعتی شعبے کے بنیادی مسائل کو کافی حد تک پوشیدہ رکھا۔ دس سالہ صنعتی تجربے کے باوجود بہت سی مصنوعات کی قیمتیں کم نہ ہو سکیں اور ہماری متعدد صنعتیں خاص حوصلہ افزائی کے بغیر اب تک بیرونی منڈیوں سے مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہوئیں....."

بدقسمتی سے یہ تجزیہ آج ہمارے اور بھی حسب حال ہے کیونکہ پچھلے چند سالوں میں ہماری بہت سی اہم صنعتوں کی پیداوار یا کم ہوگئی ہے یا ترقی نہیں کر پائی۔ صنعتی پیداوار کی اس کمی کے اسباب کا جائزہ لینا نہایت ضروری ہے کسی حد تک اس کی وجہ غیر تربیت یافتہ مزدور پیشہ ور لوگ اور ان کی کم تنخواہیں ہیں۔ ایک ایسا مزدور جسے پیٹ بھر کر کھانا میسر نہ ہو۔ جو غیر صحت مند ماحول میں کام کرتا ہو اور جس کے پاس نہ تربیت ہو نہ ہنر۔ ایک ترقی یافتہ ملک کے مزدور کے مقابلے میں نہ تو استعداد رکھ سکتا ہے نہ سکت۔ کسی حد تک کم پیداوار کی وجہ یہ ہے کہ کھلی منڈی میں اس پیداوار کے مدمقابل کچھ بھی نہیں۔ ہمیں یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ صنعت کاری کی اس دوسری منزل میں اچھی اقتصادی کارکردگی اور تکنیکی تبدیلی اور جدید انتظام ہی ہمارے

صنعت کاروں کی صحیح رہنمائی کر سکتی ہے۔ ہمارے صنعت کاروں کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے کہ وہ مزدوروں کی بہبود اور تربیت میں پیسہ لگائیں اور انہیں معاشی ترقی کا جزو سمجھیں۔

21- صاف ظاہر ہے کہ ہماری صنعت بیرونی مقابلے سے بہت زیادہ محفوظ رکھی گئی ہے اور اسے بہت سی ایسی رعایتیں ملتی رہی ہیں جن کی موجودہ حالات میں کوئی خاص ضرورت نظر نہیں آتی۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ حکومت کی طرف سے صنعتی شعبے کو مختلف مالی مراعات کی صورت میں 50 کروڑ روپے سالانہ سے زیادہ کی براہ راست امداد دی جاتی ہے۔ مثلاً ایک عرصے کے لیے ٹیکس کی ادائیگی سے برآمدات مشینوں کی ٹوٹ پھوٹ اور خرابی پر چھوٹ اور برآمدات پر کٹوتی وغیرہ۔ علاوہ ازیں برآمدات پر بونس دینے کے اسکیم سے جو زیادہ تر سامان پر دیا جاتا ہے برآمدات کرنے والوں کی سالانہ آمدنی میں تقریباً 90 کروڑ روپے سالانہ کا اضافہ ہو رہا ہے۔

اب وقت آگیا ہے کہ صنعتی شعبے کو ملنے والی ان تمام مالی مراعات اور امداد آپ پر نظر ثانی کی جائے جو گھریلو اور بیرونی مال سے مقابلے کی حوصلہ افزائی کی غرض سے دی جاتی رہی ہے۔ اس کی بجائے صنعتی پیداوار کے معیار اور کارکردگی کو بہتر بنانے پر توجہ دی جائے۔ اس کی چوتھے منصوبے کے دوران اور بھی زیادہ ضرورت ہوگی۔ کیونکہ ممکن ہے کہ بیرونی امداد کی مقدار کے بارے میں غیر یقینی حالات جاری رہیں اور ملک کے متعدد مالی وسائل پر بار روز بروز بڑھتا ہی رہے۔

دیہی ترقی

22- ورکس پروگرام کے ذریعے دیہی ترقی کا تصور پہلی بار 1962ء میں رائج کیا گیا تھا' اس وقت سے اس پروگرام نے اپنے دائرہ عمل اور کارکردگی میں نمایاں ترقی کی ہے اور اس کے ذریعے مقامی سطح پر ترقی اور منصوبہ بندی کے کام کے لیے ایسے فعال مرکز پیدا ہوگئے ہیں جن سے دیہی آبادی کے معتدبہ حصے کو ترقی کی جدوجہد میں شرکت کا موقع ملتا ہے۔ 1962 عیسوی اور 1968 عیسوی کے درمیان دونوں صوبوں میں دیہی علاقوں میں ترقی کے لیے اہم بنیادی معاشی وسائل کی داغ بیل ڈالی گئی۔ پوربو پاکستان میں 1962ء اور 1967ء کے درمیان تقریباً ایک لاکھ دس ہزار میل لمبی کچی سڑکیں۔ 60000 چھوٹے پل اور زمین دوز نالیاں 9600 میل لمبے حفاظتی بند اور 6700 پنچائیتیں اور دوسری عمارات تعمیر ہوئیں۔ پچھمی پاکستان میں جہاں دیہی ترقیاتی کام کو ایک سال بعد شروع کیا گیا۔ 8200 میل لمبی کچی سڑکیں 450 میل لمبی پکی سڑکیں۔ 6000 پل اور زمین دوز نالیاں 15000 اسکول تعمیر ہوئے اور 1100 ٹیوب ویل اور آب پاشی کے کنوئیں کھودے گئے۔

23- دیہی ورکس پروگرام اب تجرباتی دور سے نکل کر ایک مستحکم ترقیاتی پروگرام کا درجہ حاصل کر چکا ہے۔ جو یقیناً ملک کی معاشی اور سماجی زندگی میں نمایاں کردار ادا کرے گا۔ تجویز ہے کہ اس پروگرام کو طویل المعیاد بنیادوں پر چلایا جائے اور ہر ضلع میں 1970ء سے 1975ء کی مدت کے لیے علیحدہ پنجسالہ منصوبہ بنایا جائے۔ اس منصوبے کے تحت ہر ضلع کو کچھ مالی امداد ضرور درکار ہوگی۔ لیکن جو ضلعے اپنے طور پر اس پروگرام کے لیے زیادہ سرمایہ اکٹھا کریں گے۔ حکومت کی طرف سے انہیں اتنی ہی زیادہ مالی امداد دی جائے گی۔ اس سلسلے میں ہر ضلع اور تھانہ یا تحصیل کونسل کو زیادہ سے زیادہ فنی اور انتظامی عملہ مہیا کرنے کے انتظامات بھی کئے جائیں گے۔ لیکن بنیادی جمہوریت کے ممبران اور افسران کو بھی ترقیاتی کاموں کے سلسلے میں زیادہ ذمہ داریاں سنبھالنی چاہیں۔ بنیادی معاشی وسائل کو ترقی دینے کے علاوہ یہ مناسب ہوگا کہ بنیادی جمہوریت کے اداروں کو اب زراعت' چھوٹی صنعتوں کے قیام' سماجی بہبود اور تعلیم کے شعبوں میں زیادہ کارکردگی کا موقع ملنا چاہیے۔

انسانی وسائل کی ترقی

24- چوتھے منصوبے میں انسانی وسائل کی ترقی کو بہت زیادہ اہمیت دی جائے گی۔ اس شعبے کو ابھی تک وہ توجہ نہیں دی گئی تھی جس کا یہ مستحق تھا۔ نتیجہ کے طور پر ہمارے طریقہ تعلیم اور ٹیکنیکل ٹریننگ میں بہت سی خامیاں اور نقائص رہ گئے۔ فی الحال ہماری بنیاد خاصی کمزور ہے۔ کیونکہ ہمارے یہاں کل آبادی' میں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد صرف 16 فیصد ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ پرائمری اسکولوں میں بچوں کی تعداد میں 59-1960ء کے مقابلے میں 30 لاکھ سے زیادہ کا اضافہ ہوا ہے۔ ملک میں چھ سے گیارہ سال کی عمر کے 50 فیصد بچے اب بھی ایسے ہیں جو پرائمری تعلیم بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ جو محدود رقم تعلیم اور تربیت میں صرف کی جا رہی ہے۔ اس کا بھی اچھا خاصا حصہ ضائع ہو رہا ہے۔ 1965ء کے ایک اندازے کے مطابق جو بچے پرائمری اسکول میں داخل ہوتے ہیں ان میں سے تقریباً 20 لاکھ ایسے ہوتے ہیں جو پانچویں درجے سے پہلے ہی تعلیم ختم کر دیتے ہیں۔ اعلیٰ درجوں میں ناکام ہونے والوں کی تعداد عموماً 50 فیصد یا اس سے بھی زیادہ ہے۔ ہمارا نظام تعلیم اس لحاظ سے بہت غیر متوازن ہے کہ طلباء کی اکثریت سائنسی تعلیم کے مقابلے میں عمرانی علوم اور آرٹس کے مضامین پڑھنے کو ترجیح دیتی ہے--- 1968ء کے ایک مطالعہ میں اندازہ لگایا گیا ہے کہ تعلیم کے دوسرے درجے میں طلباء کی تعداد میں سے پیشہ ورانہ اور فنی علوم پڑھنے والوں کا تناسب صرف 2.6 فیصد تھا۔ ڈگری حاصل کرنے والوں میں سے 51 فیصد آرٹس کے طالب علم تھے اور پوسٹ گریجویٹ تعلیم میں ان

مضامین میں فارغ التحصیل ہونے والوں کی شرح 28 فیصد تک پہنچ چکی تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ فنی علوم کے ماہرین کی ایک بڑی تعداد ملک سے باہر جا رہی ہے۔ یہ حقائق اگرچہ مختصر سی تحقیق کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔ مگر ان سے یہ بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قومی وسائل کا کتنا بڑا زیاں نظام تعلیم کے غیر متوازن اور بے مقصد ہونے کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

25- اس مسئلے میں اہم ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے تعلیمی نظام کو زیادہ بامقصد بنائیں اور اسے اپنی ضروریات سے زیادہ قریب لائیں تاکہ صحیح قسم کے ہنرمند صحیح مقامات پر اور صحیح کام کے لیے دستیاب ہوتے رہیں۔ تعلیم اور افرادی قوت کا جائزہ لینے کے لیے ایک اعلیٰ سطح کا کمیشن قائم کر دیا گیا ہے۔ جو اس میدان میں تحقیق کر رہا ہے۔ توقع ہے کہ یہ کمیشن آئندہ سال تک اپنی رپورٹ حکومت کو پیش کردے گا۔ یہ کمیشن، جس کی رپورٹ پر چوتھے منصوبے کے مرتب کرنے میں پوری طرح غور کیا جائے گا۔ مندرجہ ذیل اصولی مسائل پر خاص طور پر توجہ دے گا:

(الف) پرائمری تعلیم کو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے عام کرنے اور پڑھے لکھوں کی تعداد میں کم سے کم وقت میں اضافہ کے لیے نظام تعلیم کی بنیادوں کو کیونکر مضبوط بنایا جا سکتا ہے۔

(ب) مستقبل میں ترقی کے لیے کس قسم کے فنون کی ضرورت ہے اور موجودہ نظام تعلیم میں کس حد تک ترمیم کرنے سے یہ فنون کتنی جلدی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

(ج) کون سی عمر اور کس درجے میں طلباء کے طبعی رجحان اور ذہنی صلاحیت کو پرکھنا چاہیے۔ تاکہ اس کے مطابق انہیں پیشہ ورانہ فنی تعلیم میں مہارت حاصل کرنے کے لیے منتخب کیا جائے۔

(د) کیا اعلیٰ تعلیم کے اصول کو محدود کر دینا چاہیے۔ اگر ایسا کیا جائے تو اس کے لیے کیا طریق کار اختیار کیا جائے۔

کیا ٹیکنیکل تعلیم کے میدان میں کچھ مختصر کورس بھی رائج کرنا چاہیں تاکہ درمیانے درجے کے ماہر تیزی سے پیدا ہو سکیں۔

(س) موجودہ نظام تعلیم میں بڑی تعداد میں ناکام ہونے والوں اور تعلیم ادھوری چھوڑ جانے والوں اور تربیت یافتہ افراد کی بے روزگاری کی وجہ سے جو نقصان ہو رہا ہے اسے کس طرح روکا جائے۔

(ص) نظام تعلیم میں مختلف مواقع کو کس طرح مرتب کیا جائے کہ کس فن کے لیے صحیح مقام پر صحیح قسم کے لوگ دستیاب ہو سکیں گے۔

یہ مسائل بہت اہم اور دور رس نتائج کے حامل ہیں۔ جن پر قوم کو اچھی طرح غور اور بحث و تمحیص کرنا چاہیے۔ تاکہ چوتھے پنجسالہ منصوبے میں شامل کرنے کے لیے کوئی مناسب لائحہ عمل اختیار کیا جا سکے۔

آبادی کی افزائش اور خاندانی منصوبہ بندی

26- تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی سے ملک کی معاشی ترقی کو سخت خطرہ لاحق ہے۔ تیسرے پنجسالہ منصوبے میں یہ تخمینہ لگایا گیا تھا کہ ملک کی آبادی 2ء6 سالانہ کی شرح سے بڑھ رہی ہے۔ لیکن بعض حالیہ مطالعوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر خاندانی منصوبہ بندی کا پروگرام شرح پیدائش کو گھٹانے میں کامیاب نہ ہوتا تو چوتھے منصوبے کے دوران آبادی میں سالانہ اضافہ 3 فیصد تک پہنچ جاتا۔ آج کل چوتھے منصوبے کے لیے آبادی کے اضافے کا اندازہ لگایا جا رہا ہے۔ یہ تخمینہ شرح پیدائش اور اموات کے حالیہ رجحانات کے وسیع مطالعے کی بنیاد پر تیار کیا جا رہا ہے۔ لیکن یہ بھی ابھی سے عیاں ہے کہ ہمیں اس میدان میں پیہم اور مسلسل کوششیں جاری رکھنا ہوں گی اگر ہم مستقبل کی معاشی ترقی کو اضافہ آبادی کے دھماکے کی نظر ہونے سے بچانا چاہتے ہیں۔ اس وجہ سے چوتھے منصوبے میں خاندانی منصوبہ بندی کے پروگراموں کو خاص اہمیت دی جائے گی۔

27- خاندانی منصوبہ بندی کا موجودہ پروگرام 1965ء میں شروع کیا گیا تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ 1970ء تک قومی پیدائش کی شرح کو پچاس فی ہزار سے گھٹا کر چالیس فی ہزار تک لے آیا جائے۔ تیسرے منصوبے سے پہلے تین سالوں میں پروگرام کا دائرہ عمل 42 ضلعوں تک پھیل چکا تھا اور تقریباً بیس لاکھ شادی شدہ جوڑے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کر رہے تھے۔ چوتھے سال کے آخر تک مزید گیارہ اضلاع اس کے زیر عمل آ جائیں گے۔ اس پروگرام کے نتائج اگرچہ خاصے حوصلہ افزا رہے لیکن شرح اموات میں کمی شرح پیدائش کی کمی کے اثرات کو کسی حد تک زائل کر سکتی ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی کا پروگرام حقیقتاً ایک طویل مدت کا پروگرام ہے اور اس میں غفلت نہیں برتنی چاہیے۔ بلکہ پوری تندہی کے ساتھ اپنی کوششوں کو جاری رکھنا چاہیے۔

محنت کش اور روزگار

28- موجودہ اعداد و شمار اور معلومات ملک میں روزگار کی صورت حال کے خاطر خواہ جائزہ کے لیے ناکافی ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق 1960ء کے دس سالوں میں ملک کی محنت کش قوت میں 90 لاکھ افراد کا اضافہ ہو جائے گا۔ روزگار کے مواقع میں بھی تقریباً اسی تناسب سے اضافہ ہو جائے گا۔ ماضی کے مقابلے میں یہ ایک نمایاں کامیابی ہوگی۔ تاہم بے روزگاروں کی وہ تعداد جو پہلے سے چلی آ رہی ہے وہ اب بھی برقرار رہے گی۔ یعنی ابتدائی تخمینوں کے مطابق چوتھے منصوبے کے دوران محنت کش قوت میں تقریباً 70 لاکھ کا مزید اضافہ ہو جائے گا۔ جس

کے لیے تقریباً 15 لاکھ افراد کو ہر سال روزگار مہیا کرنا ضروری ہوگا۔ اگر بے روزگاری پر قابو پانا مقصود ہو۔

اس طرح چوتھے منصوبے میں روزگار کے معقول مواقع پیدا کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ محنت کش قوت میں بڑھتی ہوئی تعداد کو روزگار مہیا کیا جائے اور پہلے سے پھیلی ہوئی بے روزگاری میں تخفیف کی جائے۔ یہ دونوں باتیں ہمارے اقتصادیات کے لیے بہت بڑا چیلنج ہیں اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک عظیم ترقیاتی جدوجہد کی ضرورت ہے۔

دوسرے شعبوں کے پروگرام

29- مندرجہ بالا پروگرام کے علاوہ چوتھے پنج سالہ منصوبے میں پانی اور بجلی نقل و حمل کے وسائل لوگوں کے گرد و پیش کی تعمیرات اور سماجی بہبود کی ترقی کے لیے خاص رقوم صرف کرنا ہوں گی۔ بجلی کی آئندہ ضروریات کی پیداوار اور فراہمی میں توازن پانی کے وسائل کی ترقی میں اقتصادی اور تکنیکی حدود کا تحقیقی مطالعہ ہو رہا ہے۔ پوربو پاکستان کے لیے طغیانی سے بچاؤ کا ایک ہمہ گیر پروگرام تیار ہو رہا ہے۔ پچھمی پاکستان میں سیم اور تھور اور زمین بردی کی روک تھام کا کام تیز کر دیا جائے گا۔ 75-1970ء میں نقل و حمل کے وسائل کی پیدا ہونے والی مانگ اور نقل و حمل کے ذرائع کے ڈھنگ اور طریقوں میں امکانی تبدیلیوں کا بھی جائزہ لیا جا رہا ہے۔ چوتھے پنج سالہ منصوبے میں دونوں صوبوں کے درمیان سامان لے جانے زرد مال اور محنت کشوں کے آنے جانے کی طرف خاص طور پر توجہ دی جائے گی۔ چوتھے پنج سالہ منصوبے کا ایک اہم مقصد ایسا صحت مند ماحول پیدا کرنا ہوگا جس میں عوام کی بنیادی ضروریات پوری ہو سکیں۔ اس مقصد کے لیے تعمیرات کے پروگرام کو قومی' علاقائی اور مقامی اقتصادی پلانوں میں شامل کیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ آگے ذکر کیا گیا ہے۔ عوامی علاج معالجہ' سماجی تحفظ اور شہری تعمیرات و ترقی کے کاموں کی بھی چوتھے پنجسالہ منصوبے میں ابتداء ہوگی۔

30- مختصر یہ کہ چوتھے پنجسالہ منصوبے کا ترقیاتی فلسفہ یہ ہے کہ ملک کی مادی اور افرادی قوت کو زیادہ سے زیادہ بہتر طریقے سے استعمال کیا جائے۔ اس عمومی ڈھانچے میں سب سے زیادہ اہمیت زراعت' بنیادی صنعتوں کے قیام' افرادی قوت کی ترقی اور خاندانی منصوبہ بندی کو دی جائے۔ دوسرے شعبوں کو بھی اپنی اپنی جگہ اہمیت حاصل رہے گی۔ لیکن یہی چار شعبے چوتھے پنجسالہ منصوبے کی بنیاد قرار دیئے جائیں گے۔

علاقائی ترقی

31- بیس سالہ ترقیاتی منصوبے کا ایک بنیادی مقصد دونوں صوبوں کے درمیان فی کس آمدنی کے عدم توازن کو 1985ء تک ختم کر دینا تھا۔ اس مقصد کے تحت تیسرے پنج سالہ منصوبے میں موجودہ علاقائی آمدن کے عدم توازن کو تقریباً پانچویں حصے تک دور کر دینے کا کام شروع کیا گیا۔ لیکن عملی تجربہ کے بعد یہ بات ظاہر ہوئی کہ آمدن کا بین الصوبائی عدم توازن ایک نہایت پیچیدہ مسئلہ ہے۔ جس کا ابتداء میں صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

32- علاقائی ترقی کے عدم توازن کو بتدریج کم کرنے کے سلسلے میں ہماری تدبیریں تین مرکزی اصولوں کا احاطہ کرتی ہیں:

(الف) پوربو پاکستان میں پبلک شعبے کے تحت ترقیاتی کاموں کے اخراجات میں نمایاں توسیع اور اس کے لیے پبلک شعبے ہی سے مالی اور معاشی ذرائع کا فراہم کرنا۔

(ب) حکومت کی طرف سے بنیادی معاشی وسائل کی مناسب فراہمی جو نجی شعبے کو ترقیاتی کاموں میں حصہ لینے پر مائل کر سکے۔

(ج) مالی ترغیبات اور انتظامی اداروں کا قیام جن کے ذریعے پوربو پاکستان میں زراعت اور صنعت کے شعبوں میں نجی سرمایہ کاری کی ہمت افزائی ہو سکے۔

پوربو پاکستان میں ان اصولوں کے پہلے دو حصوں پر عمل در آمد کے سلسلے میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی لیکن جہاں تک پیداوار اور نجی سرمایہ کاری کو بڑھانے کا تعلق ہے خاصی ناکامی ہوئی ہے۔

33- پوربو پاکستان میں پبلک شعبے میں ترقیاتی کاموں پر 61-1960ء میں 69 کروڑ روپے خرچ کیے گئے تھے۔ 69-1968ء میں یہ رقم 305 کروڑ ہوگئی۔ اس کے ساتھ مرکزی حکومت نے پوربو پاکستان کی حکومت کے قرضہ جات کی رقم اس عرصہ میں 30 کروڑ روپے سے بڑھا کر 112 کروڑ روپے کر دی۔ پوربو پاکستان میں منصوبوں سے متعلق امدادی رقم کی مقدار بھی اس عرصے میں 3ء2 کروڑ ڈالر سے بڑھا کر 0ء10 کروڑ ڈالر ہوگئی۔ تیسرے پنجسالہ منصوبے کے پہلے چار برسوں میں مرکزی حکومت نے پوربو پاکستان کے لیے سرکاری شعبے کی کل ترقیاتی کاموں کی رقم کا 54 فیصد' کل ترقیاتی قرضوں کا 66 فیصد اور منصوبوں سے متعلق کل امداد کا 51 فیصد مختص کیا ہے۔ سرکاری شعبے کی طرف سے اس مجموعی جدوجہد کی بدولت پوربو پاکستان کے بنیادی معاشی وسائل میں شاندار ترقی ہوئی جو مثال کے طور پر بجلی کی پیداوار 60ء-1959ء میں 44.5 کے ڈبلو ایچ سے بڑھ کر 70-1969ء میں 170.0 کے ڈبلیو ایچ ہو جائے گی اور اس عرصے میں اعلیٰ قسم کی سڑکوں کی لمبائی 890 میل سے بڑھ کر 2500 ہو جائے گی۔

34- بنیادی معاشی وسائل کی ترقی کے سلسلے میں اور مالی ترغیبات کے تحت نجی سرمایہ کاری کو بڑھانے میں نجی شعبہ کا عمل اب تک خاصا حوصلہ شکن رہا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق پوربو پاکستان میں اس

وقت کل نجی سرمایہ کاری کا صرف 22 فیصد حصہ کاروبار میں لگایا جا رہا ہے۔ زراعت میں بھی جس کا پوربو پاکستان کی علاقائی آمدنی میں دو تہائی حصہ ہوتا ہے' پچھمی پاکستان کے مقابلے میں کافی پیچھے ہے۔ 1960ء کے دس سالوں میں زراعت کے شعبے میں پچھمی پاکستان میں سالانہ ترقی کی رفتار 5 فیصد سے زیادہ تھی۔ جبکہ پوربو پاکستان میں زرعی ترقی کی رفتار تقریباً 3 فیصد سالانہ رہی۔ بدقسمتی سے پوربو پاکستان کو سیلابوں اور طوفانوں کے باعث بھی شدید نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ جن کی وجہ سے اس علاقے کو اس صوبے میں کئے گئے تعمیری کاموں سے بھی پوری طرح فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں ملا۔ 1960ء اور 1968ء کے درمیان نچلی سطح کے لفٹ پمپوں کی تعداد تین ہزار سے چودہ ہزار ہو جائے گی۔ مصنوعی کھاد کی تقسیم چھ گنا زیادہ ہوگئی ہے اور کم از کم دس لاکھ ایکڑ زمین میں بہتر پیداوار والی "اری" چاول قسم کے دھان کے بیج کاشت کیے جا چکے ہیں۔ اس کے باوجود اس عرصہ میں زراعت میں ترقی کی رفتاری آبادی کی رفتار سے کچھ ہی زیادہ ہوسکی ہے۔ جس کی وجہ متواتر قدرتی آفات تھیں۔ مصنوعات کے شعبے میں جو نسبتاً انسانی انتظامی اختیار کے زیادہ تابع ہے' بنیادی صنعتوں کی ترقی کی رفتار 1960ء کے دس سالوں میں 12 فیصد سالانہ تک بڑھی ہے۔

35- ان ترقیات کے پیش نظر علاقائی عدم مساوات کو کم کرنے کے مسئلہ پر دوبارہ سوجھ بوجھ کے ساتھ اور غیر جذباتی انداز میں غور کی ضرورت ہے۔ ایک طرف پوربو پاکستان کی پیداوار بڑھانے کے لیے تیز رفتار ترقی کے شواہد موجود ہیں۔ اس صوبے نے 1960ء کے دس سالوں میں 5ء4 فیصد سالانہ کی رفتار سے ترقی کی۔ جبکہ 1950ء کے دس سالوں میں ترقی کی شرح صرف 9ء1 فیصد رہی تھی۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلسل کوششوں سے مثبت نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ دوسری طرف یہ بات بھی عیاں ہے کہ ترقی کی یہ شرح بھی عدم مساوات کو کم کرنے کے لیے ناکافی ہے کیونکہ پچھمی پاکستان کی پیداوار کی ترقی کی شرح 1960ء کے دس سال میں 6 فیصد سالانہ رہی ہے۔ بہرحال یہ بات قابل اطمینان ہے کہ پوربو پاکستان کی ترقی کی رفتار کی شرح 1960ء کے دس سال میں پچھمی پاکستان کی نسبتاً تیز رہی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں صوبوں کے درمیان عدم مساوات کو کم کرنے اور انہیں بالآخر ختم کر دینے کا کام عملی طور پر اختیار سے باہر نہیں ہے اور اب ہمیں صرف اس حصول کے طریقے اور مدت پر دوبارہ غور کرنا ہے۔

36- حالیہ تجربے سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی ہے کہ تنہا پبلک شعبے کی کوششیں کافی نہیں ہیں اور نہ ہی یہ کبھی کافی ہو سکتی ہیں۔ ہمیں اپنی کوششوں کو ایک جامع حکمت عملی کی طرف منتقل کرنا چاہیے۔ جس کے ذریعے پوربو پاکستان میں نجی سرمایہ کاری کو فروغ دیا جا سکے اور زراعت کا شعبہ جو سب سے اہم ہے اس میں پیداوار کی رفتار کو بڑھانا چاہیے۔ مثلاً 1970ء تک 42000 لولفٹ پمپ مہیا کرنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سیلاب کی روک تھام کے لیے ایک قابل عمل اور جامع منصوبہ تیار کیا جا رہا ہے تاکہ زراعت کی ترقی کی تمام صلاحیتیں بروئے کار آسکیں اور جانی اور مالی نقصان کی روک تھام ہوسکے۔

ترقی کے مختلف راستے اور حدود

37- پچھلے پیراگراف میں جس معاشی اور سماجی نصب العین کا خاکہ پیش کیا گیا ہے خوداعتمادی کی حدود میں رہ کر پورا نہیں کیا جا سکتا تاوقتیکہ قومی ذرائع کو اس کے لیے پوری طرح مجتمع نہ کیا جائے۔ جن جغرافیائی اور سیاسی حقائق میں ہم گھرے ہوئے ہیں۔ ان سے ہمارے لیے لازمی ہو جاتا ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اپنی اندرونی کوششوں پر بھروسہ کریں۔ ایک جارح پڑوسی کے خلاف جو ہم سے کئی گنا بڑا ہے ہمیں اپنی سلامتی کو برقرار رکھنا ہے۔ اس کی وجہ سے ہمارے محدود ذرائع کو دفاع کا ناقابل برداشت بوجھ بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ لیکن ایک باوقار قوم کی طرح ہمیں اپنی قومی بقا کو ہر قیمت پر محفوظ رکھنا ہے۔ دوسرا غیر موافق رجحان بیرونی امداد کی فضا میں بتدریج کمی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے یہ مشکلات ایک قوم کی حیثیت سے ہمارے سامنے مناسب راہوں کے انتخاب پر سخت پابندیاں عائد کر دیتی ہیں لیکن ہمیں اپنی جدوجہد کو جاری رکھنا ہے تاکہ ہم معاشی ترقی کے مقاصد کے حصول کی طرف بڑھتے رہیں اور ساتھ ساتھ اپنی بقا اور اہم سیاسی مفادات کو بھی نقصانات سے محفوظ رکھیں۔

38- بیرونی ذرائع میں کمی اور دفاعی اخراجات میں زیادتی کے علاوہ ہمیں پنجسالہ منصوبے کے دوران سماجی شعبہ اور علاقائی اور بین العلاقائی پسماندگی کی ترقی کی بھی بڑھتی ہوئی ضروریات کا سامنا کرنا ہے۔ اگر ہمیں اپنی ترقی کی رفتار کو برقرار رکھنا ہے تو ہمیں "اپنی مدد آپ" کے اصول پر کاربند ہونا ہوگا۔ اگر ہمیں ملک کے دفاع کو مضبوط بنانا ہے اور معاشی انصاف کو وسیع پیمانے پر حاصل کرنا ہے تو یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے ملکی وسائل کو بڑھانے کی انتھک کوشش کریں۔

39- بیرونی امداد نے 1960ء کے شروع کے سالوں میں ملک کی ترقی کی راہ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ 60-1959ء اور 68-1967ء کے درمیانی عرصہ میں ہمارے کل ترقیاتی مصارف کا 35 فیصد حصہ اور ہماری کل درآمدات کا 48 فیصد بیرونی قرضوں سے پورا ہوا ہے کل بیرونی قرضہ جو جون 1967ء تک ہمیں ملا اس کی مقدار تقریباً 7ء1713 کروڑ روپے تھی' ان قرضوں کی ادائیگی کا اوسط عرصہ 17 سال اور شرح سود کا اوسط 6ء5 فیصد ہے۔ ملک نے ان قرضوں کو اپنی پیداوار کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے کے لیے استعمال کیا ہے اوسطاً ہر سو ڈالر جو باہر سے حاصل کیا

گیا اس سے قومی آمدنی میں تقریباً 33 ڈالر کا اضافہ ہوا اور اس اضافے کے ایک بڑے حصے کو برآمدات کی طرف منتقل کیا گیا تاکہ وہ مزید بیرونی امداد کا بدل بن سکے۔ اس طرح ہماری معیشت کو جو رقم ہمیں ان قرضوں کے سود کی صورت میں ادا کرنی پڑی۔ اس سے کئی گنا زیادہ فائدہ حاصل ہوا۔ بدقسمتی سے 1965ء کے بعد سے بیرونی امداد کی بین الاقوامی فضا بگڑ گئی ہے۔ قرضوں کا حصول اب غیریقینی ہوگیا ہے اور قرضوں کے حصول کی شرائط بھی زیادہ سخت ہوگئی ہیں۔ بیشتر قرضے اب معاشی اور انسانی بنیادوں کی بجائے سیاسی مقاصد کی خاطر دیئے جاتے ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ بین الاقوامی فضا میں بہتری کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ لیکن اس پر ہم بھروسہ نہیں کر سکتے۔ حال ہی میں جو بھی تبدیلیاں ہوئی ہیں وہ اس بات کی متقاضی تھیں کہ ملک کے لیے بیرونی امداد پر انحصار جلد از جلد کم کر دینا ضروری ہے باوجود اس کے کہ ملک کی معیشت میں بیرونی ذرائع کو جذب کرنے کی صلاحیت روز بروز بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

40- قومی وسائل کو بروئے کار لانے کے سلسلے میں 1960ء کے دس سال میں ملک میں کافی کوششیں کی گئی ہیں' لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ مزید کوشش کے لیے اب گنجائش باقی نہیں رہی۔ یہ صحیح ہے کہ نئے ٹیکسوں کے ذریعے تیسرے پنجسالہ منصوبے کے دوران اب تک 700 کروڑ روپے کی رقم حاصل کی گئی۔ یہ رقم منصوبے کے اصل تخمینہ سے ڈھائی گنا زیادہ ہے لیکن ساتھ ساتھ ہماری معیشت نے بھی ترقی کی ہے' اور ٹیکسوں سے ہماری آمدن کا 15 سے 20 فیصد حصہ ہوتی ہے یہ بھی درست ہے کہ 1960ء کے دس سال میں ہر ایک سو روپے پر جو ترقیات کے ذریعے پیدا کیا گیا اس میں سے 85 روپے قومی مصارف کو مجموعی طور پر بڑھانے میں صرف ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ تیسرے منصوبے کے ابتدائی تین سالوں میں اضافی آمدنی کا صرف دس فیصد حصہ بچت میں شامل ہوا۔ جبکہ دوسرے منصوبے کے دوران یہ مقدار 22 فیصد تھی۔ اس رجحان کو بدلنا نہایت ضروری ہے۔ اگر ہمیں ترقی کی کوششوں کو برقرار رکھنا ہے تو پھر ہمیں قومی نظم اور کفایت شعاری کو اپنانا ہوگا۔ چوتھے پنجسالہ منصوبے کے دوران بچت کی کم از کم سطح ہر سو روپے کی زائد آمدن پر کم از کم 25 روپیہ تک رکھنا ہوگی۔ اس کے بعد بھی مصارف کو بڑھانے کی کافی گنجائش موجود ہوگی۔ جبکہ ہم اپنے دلی مقصد کے حصول کے قریب پہنچ سکیں گے اور وہ ہے قومی معیشت کو خوداعتمادی کا درجہ دینا۔

اپنے وسائل پر اعتماد

41- چوتھے منصوبے کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ اپنے وسائل پر اعتماد کیا جائے۔ اس خوداعتمادی کا مفہوم یہ ہوگا کہ چوتھے پنجسالہ ترقیاتی منصوبے کی تکمیل کے لیے بیشتر سرمایہ ملکی وسائل اور اپنی کوششوں سے حاصل کیا جائے۔ قومی بچت کو کام میں لائیں اور اپنی زرمبادلہ کی صورت حال کو برآمد میں اضافے اور درآمد میں کمی سے مستحکم بنالیں۔ اس طرح سے اس کا یہ بھی تقاضا ہوگا کہ ہم اپنے ترقیاتی کاموں کے لیے خود اپنے کاریگروں' اپنے ماہروں اور اپنے تحقیقاتی عملے ہی پر انحصار کریں۔ اس پالیسی کا تقاضا یہ ہوگا کہ ہم آئندہ ترقی کے لیے کافی حد تک جزرسی اور ذاتی کفایت شعاری سے کام لیں۔ اپنے وسائل پر انحصار کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ہر شعبے میں خودکفیل ہو جائیں گے یا غیر ملکی قرضوں یا تجارت سے بے نیاز ہو جائیں گے۔ اپنے وسائل پر انحصار کا اطلاق ان شعبوں پر ہونا چاہیے جو ہماری اقتصادی زندگی کے لیے اشد ضروری ہیں۔ جہاں ملک کو طویل عرصے کی برتری حاصل ہے' جہاں معیشت کو بین الاقوامی اقتصادی اتار چڑھاؤ یا دوسرے ملکوں کی کم میعاد کی پالیسی سے بچانا مقصود ہے۔ درحقیقت اپنے وسائل پر انحصار کی بات اقتصادی اصولوں سے کہیں وسیع ہے۔ یہ ایک طرز زندگی ہے جو ملک کے سماجی اور سیاسی فلسفے سے وابستہ ہے اور اس میں ظہور پذیر ہے۔

42- اس لیے چوتھے پنجسالہ منصوبے کے تمام اقتصادی اور سماجی مقاصد کو اپنے وسائل پر اعتماد کے اصول سے مربوط کر دینا ضروری ہے۔ اس کے خاص خاص پہلو یہ ہوں گے:

(الف) چوتھے منصوبے کے اختتام تک ترقیاتی کاموں میں تقریباً 80 فیصد کام ملک کو اپنے وسائل سے چلانے ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ گھریلو محاذ پر بچت کی زبردست مہم چلانی پڑے گی' اور برآمدات سے بھی روپیہ کے حصول کی رفتار کو تیز کرنا پڑے گا۔

(ب) بعض بنیادی شعبوں میں خودکفالتی حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہوگی تاکہ ترقیاتی کام پر بیرونی امداد کی غیریقینی صورت حال سے کم سے کم متاثر ہو۔ گزشتہ برس تک ہم اپنی غذا کی ضروریات کا دس فیصد حصہ باہر سے منگاتے رہے ہیں۔ اس طرح فولاد کی ضروریات کا 80 فیصد حصہ مصنوعی کھاد کی ضروریات کا 65 فیصد اور مشینری وغیرہ کا تقریباً 75 فیصد حصہ غیرممالک سے درآمد کرتے ہیں۔ جہاں تک غلے کا تعلق ہے ہمیں امید ہے تیسرے پنجسالہ منصوبے کے آخر تک ہم خودکفیل ہو چکے ہوں گے' اور چوتھے منصوبے کے دوران برآمدی منڈی میں بھی مؤثر طریقے پر داخل ہو جائیں گے۔

یہ تدبیر بھی کی جا رہی ہے کہ ملک بھر میں کھاد کی جتنی ضرورت ہے۔ اس کا بیشتر حصہ 1972ء تک ہم ملکی وسائل سے ہی پورا کرلیں۔ چوتھے پنجسالہ منصوبے کے دوران ہم فولاد کی بڑی مقدار تیار کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ جہاں تک مشینری وغیرہ کا تعلق ہے' ہمارے اقتصادی ڈھانچے کو جتنی مشینری کی ضرورت ہے' اس کی تقریباً نصف

مقدار 1975ء تک ملک ہی میں تیار ہونی شروع ہو جائے گی۔

(ج) چوتھے پنجسالہ منصوبے کی تیاری میں خاص خیال رکھا جائے گا کہ آئندہ ترقیاتی کوششوں اور دفاعی صنعتوں میں تعاون پیدا ہو سکے۔ بنیادی طور پر ملکی ترقی کی مؤثر کوششیں ملک کے دفاعی وسائل اور دفاعی صلاحیت دونوں کو خود بخود تقویت پہنچاتی رہتی ہیں لیکن ضروری ہے کہ دفاعی ضروریات کی علیحدہ نشان دہی بھی کر لی جائے اور انہیں ملک کی پیداواری صلاحیتوں کا ایک ضروری حصہ بھی شمار کیا جائے تاکہ ملکی ترقی اور دفاعی صلاحیت دونوں شعبوں میں خوداعتمادی کا درجہ حاصل کیا جا سکے۔

(د) جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، اولین اہمیت اس بات کو دی جائے گی کہ اپنے انسانی وسائل اور صلاحیتوں کو ترقی دی جائے اور سائنسی تحقیقات اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں اپنے ہی ماہرین سے کام لیا جائے۔ چنانچہ یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب تک کسی ملک کے پاس تربیت یافتہ اور ہنر مند کارکن موجود نہ ہوں جو ملک کے روز افزوں ترقیاتی کاموں کو سنبھال سکیں، خوداعتمادی پر بحث کرنا بے معنی رہے گا۔

معاشرتی انصاف

43- ہماری تمام اقتصادی جدوجہد کا مقصد یہی ہے کہ ایک ایسا معاشرہ پیدا کیا جائے جس میں ہر فرد کو یہ موقع حاصل ہو کہ وہ اپنے آپ کو علم سے آراستہ کر سکے۔ اپنی طبیعت اور تربیت کے مطابق کوئی روزگار حاصل کر سکے اور عام ملکی پیداوار میں شرکت کرکے مساوی طور پر بہرہ مند بھی ہو سکے۔ چنانچہ اقتصادی ترقی کے لیے یہ لازم ہے کہ اس سے معاشرتی انصاف وجود میں آئے لیکن ہماری ترقیاتی کوششیں جس مرحلے پر ہیں وہاں یہ تعلق پیدا کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ غربت تقسیم نہیں کی جا سکتی۔ کچھ حاصل کرنے کے لیے ترقی کرنا ضروری ہے۔ لیکن ترقی بذات خود کوئی منزل نہیں بلکہ منزل تک پہنچنے کا ایک راستہ ہے۔ چنانچہ ہمیں پوری تندہی اور تیزی سے ایک ایسا معاشرہ قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جس کی بنیاد انصاف پر قائم ہو اور جس میں ہر فرد کے معاشرتی اور اقتصادی حقوق کا پورا پورا تحفظ ہو سکے۔

44- چوتھے پنجسالہ منصوبے کے آغاز سے پہلے یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ اقتصادی ترقی اور معاشرتی انصاف کے درمیان شدید کشمکش ہے۔ بعض لوگوں کو یہ شکوہ ہو سکتا ہے کہ ہماری اقتصادی ترقی کے بہت ابتدائی مرحلوں ہی میں یہ کشمکش سامنے آ گئی ہے، اور بعض لوگوں کو شکایت بھی ہوگی کہ ابھی تک اس کشمکش کو دور کرنے کے لیے کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا گیا۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ یہ کشمکش موجود ہے اور ہمیں حقیقت پسندی سے اس کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ نکتہ چینوں کا خیال ہے کہ آج کل بے روزگاری کا مسئلہ بے حد پریشان کن بن چکا ہے۔ وہ اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں کہ گزشتہ دس برس سے صنعتی اجرتیں کم ہوتی جا رہی ہیں۔ کچھ نقاد یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ تعلیم، رہائشی مکانات اور معاشرتی بہبود جیسے اہم شعبوں کے لیے بہت کم رقم مخصوص کی گئی ہے۔ بعض نکتہ چیں یہ کہتے ہیں کہ صنعتوں کو بہت ہی بے جا فراخدلی سے ٹیکسوں کی چھوٹ دی گئی ہے اس لیے صنعتی دولت اور اقتصادی قوت نسبتاً چند ایک بڑے صنعتکاروں کے ہاتھ میں مرتکز ہو گئی ہے۔ ان اعتراضات کا بغور تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے۔ آخر کار ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ کس حد تک صنعتکاروں کی انفرادی کاوشوں اور اپنی کامیابی کا ثمرہ ملنا چاہیے اور کس حد تک اس کو عوام کی بڑھتی ہوئی امیدوں کے ساتھ متوازن کرنا چاہیے۔ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں ہر سطحی قسم کے حل سے دامن بچانا ہوگا۔ بدرجہ آخر ہمیں اقتصادی ترقی اور معاشرتی انصاف کے حصول کے لیے ساتھ ساتھ کوشش کرنا ہوگی۔

45- وسیع تر معاشرتی انصاف کے مقاصد مندرجہ ذیل اصولوں پر کاربند ہونے سے کافی حد تک حاصل کیے جا سکتے ہیں:-

(الف) ترقی کے مواقع میں زیادہ سے زیادہ مساوات پیدا کرنا۔

(ب) کسانوں اور صنعتی مزدوروں کو ان کی محنت کا معقول معاوضہ مہیا کرنا۔

(ج) سماجی تحفظ کو درجہ بدرجہ رائج کرنا اور زیادہ سے زیادہ آبادی کے لیے طبی سہولتیں مہیا کرنا۔

(د) مالی نظام سے اس طرح کام لینا کہ آمدنیوں اور دولت کی بہتر تقسیم ہو سکے۔

46- ان مقاصد کی ترویج کے لیے اس بات کی مؤثر کوشش کی جائے گی کہ ہر شخص کو پرائمری تعلیم مفت مل سکے اور طالب علموں کو ان کی قابلیت کے مطابق وظائف دینے کی وسیع اسکیمیں نافذ کی جائیں، اس کے ساتھ ساتھ جو نظام تعلیم رائج کیا جائے وہ عملی علوم کی تعلیم اور تربیت پر مبنی ہو۔ ملازمتوں میں داخلہ بھی مقابلے کے ذریعے ہو تاکہ معاشرے میں ہر فرد کو یکساں موقع حاصل ہو کہ وہ اپنے شعبے میں خود اپنی قابلیت اور ٹریننگ کے بل بوتے پر جتنی بھی ترقی کرنا چاہے حاصل کر سکے۔ اگر ہمارے وسائل فی الحال ہمیں اس بات کی اجازت نہ دیں کہ ہم اس مرحلے پر سماجی بہبود کی بڑی اسکیمیں نافذ کر سکیں تو ہمیں سماجی تحفظ اور طبی امدا کی اسکیمیں معاشرے کے ان طبقوں کے لیے ضرور نافذ کر دینی چاہیں جنہوں نے اقتصادی ترقی کے مختلف مرحلوں پر زیادہ مصیبتیں اٹھائی ہیں۔

سماجی مسائل

47 - چوتھے پنجسالہ منصوبے کا مقصد بالخصوص ان طبقوں کو فائدہ پہنچانا ہے جن کو اب تک کی اقتصادی ترقیات سے نسبتاً کم فائدہ پہنچا ہے۔ ان طبقوں میں صنعتی مزدور مقررہ آمدنی والے لوگ' درمیانہ طبقہ اور کم آمدنیوں کے افراد شامل ہیں۔ حال ہی میں جو تحقیقات کی گئی ہیں' ان سے پتہ چلتا ہے کہ بڑی بڑی صنعتوں میں کام کرنے والوں کی نقد تنخواہیں کافی بڑی ہیں۔ لیکن اس اضافے کا اثر اس لیے نمایاں نہیں ہوسکا کہ ساتھ ہی ساتھ اس مدت میں صنعتی مزدوروں کے رہنے سہنے کے اخراجات میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ اس صورت حال کے اثرات کا کچھ ازالہ اس طرح سے ہوگیا ہے کہ ان برسوں میں روزگار کے مواقع برابر بڑھتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ہر شخص کی اصل آمدنی میں اگر کمی بھی ہوئی تو بھی ہر خاندان کی مجموعی آمدنی بڑھتی ہے۔ اس کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ پر ہے کہ صنعتی پیداوار میں اضافے اور آمدنیوں میں اضافے سے صنعتی کارکنوں کو مناسب فائدہ نہیں پہنچا۔

48 - مقررہ آمدنیوں والے طبقے نے بھی بہت تکلیف اٹھائی ہے۔ اگرچہ دوسرے ترقی پذیر ملکوں کی نسبت ہمارے ہاں مستحکم قیمتیں نہیں رہی ہیں۔ پھر بھی گزشتہ دس برسوں میں قیمتوں میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہوا ہے جبکہ مقررہ آمدنی والوں کی اصل آمدنی اس کے ساتھ مناسبت نہیں رکھ سکی۔ درمیانی طبقے کو اقتصادی ترقیات سے جو فائدے پہنچے ہیں وہ بھی متوازن اور یکساں نہیں۔ بہت سی عوامی سہولتوں مثلاً ٹرانسپورٹ' صحت عامہ اور تعلیمی سہولتوں میں اتنا اضافہ نہیں ہو سکا جتنا بڑھتی ہوئی آبادی کی ضرورتوں کا تقاضا تھا۔ معاشرے کی صحت مندی اور استحکام کا یہ تقاضا ہے کہ اس کے متوسط طبقے کو بڑھایا جائے اور اسے زیادہ سے زیادہ سہولتیں دی جائیں تاکہ یہ طبقہ پورے معاشرے کی آئندہ ترقی میں بڑھ چڑھ کر مناسب حصہ لے سکے۔

49 - حکومت کو ان اقتصادی اور سماجی مسائل کا شدت سے احساس ہے۔ یہ مسائل خاص طور پر شہری آبادیوں کو درپیش ہیں کیونکہ شہری آبادیوں کو اقتصادی ترقی کی تیز رفتاری کے دوران زیادہ معاشرتی کشمکش اور ردوبدل سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ ان شہری آبادیوں پر بطور خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ان کے مخصوص مسائل کا اب تعین بھی کیا جا رہا ہے اور تفصیل سے ان کا تجزیہ بھی کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ یہ بھی ضروری ہوگیا ہے کہ شہری آبادیوں میں میونسپل کمیٹیاں شہری ورکس پروگرام بنا کر ان پر کام شروع کر دیں۔ اس کا مقصد یہ ہوگا کہ شہری آبادیوں میں بنیادی سہولتوں مثلاً سڑکوں اور بازاروں کی تعمیر' شفاخانوں' پارکوں اور تفریح گاہوں اور کم قیمت والے مکانوں وغیرہ کی سہولتوں کو بہتر سے بہتر بنایا جائے۔ چنانچہ چوتھے پنجسالہ منصوبے کی تجاویز میں یہ پروگرام ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے ذریعے عوام کی زندگی کو بہتر بنایا جا سکے۔

اصراف کی منصوبہ بندی:

50- معاشرتی انصاف رائج کرنے کے سلسلے میں ایک ضروری بات یہ بھی ہے کہ مال کی کھپت میں بھی منصوبہ بندی کی طرف زیادہ توجہ دی جائے۔ اب تک یہ ہوتا رہا ہے کہ صرف پیداوار کی مقدار بڑھانے کی حدود مقرر کی جاتی رہی ہیں۔ یہ امر اب ضروری بن گیا ہے کہ بعض ضروری شعبوں میں مال کی کھپت کی مقدار کا اندازہ کر لیا جائے۔ مثلاً اناج' کپڑا' مکانات اور بعض سماجی سہولتیں۔ ان منصوبوں سے ایک طرف تو اس بات کا تعین ہو سکے گا کہ آمدنی میں اضافہ قیمتوں کے اضافے کی نذر نہیں ہوگیا' اور دوسری طرف یہ کہ عوام کے معیار زندگی میں واقعی اضافہ ہوا ہے۔

صنعتوں کا اجتماع

51- حال ہی میں صنعتوں کے اجتماع پر لمبی چوڑی بحثیں ہوئی ہیں۔ صنعتی ترقی کے دوسرے مرحلے پر اس قسم کی بحث کا ہونا ناگزیر ہوتا ہے جبکہ صنعتکاروں کی پہلی کھیپ اپنے قدم جما چکی ہے۔ لوگ سرمایہ لگانے سے ہچکچانا چھوڑ دیتے ہیں اور صنعت کے میدان میں نووارد لوگ اور نئے علاقے بھی وہی سہولتیں طلب کرتے ہیں جو پہلوں کو مل چکی ہوتی ہیں اور کچھ لوگوں کے ہاتھ میں صنعتی قوت آ جانے کی وجہ سے نئے حریفوں اور نئے صنعتکاروں کو خطرہ محسوس ہونے لگتا ہے۔ جہاں تک ہمارے ملک کا تعلق ہے ہمارے ہاں صنعتی ترقی کا عمل ابھی نیا نیا اور بہت کم عمر ہے۔ اتنی کم مدت میں ہمارے صنعتکاروں نے قابل تعریف کام کیا ہے۔ گزشتہ بیس برس کے اندر بڑی صنعتوں کی پیداوار میں 14% سالانہ کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ مقدار ترقی پذیر ملکوں کے پیداواری اضافے میں ایک معیاری اضافہ مانا جاتا ہے کہ ان صنعت کاروں کا یہ کام بھی قابل تعریف ہے کہ انہوں نے ٹیکس ادا کرنے کے بعد اپنے منافع کا 75 فیصد حصہ مزید صنعتیں لگانے میں صرف کیا ہے اور سخت مقابلے کے باوجود صنعتی مال کی بین الاقوامی منڈی میں اپنی مصنوعات کے لیے مقام حاصل کر لیا ہے۔ پھر بھی مجموعی قومی آمدنی میں بڑی صنعتوں کا حصہ ابھی صرف دس فیصد ہے۔ اسی لیے صنعتوں کے اجتماع کا مسئلہ ہمارے اقتصادی ڈھانچے میں نسبتاً ایک بہت ہی مختصر شعبے تک محدود ہے۔

52- حکومت اس بات کا فیصلہ بھی کر چکی ہے کہ صنعتوں کی ملکیت کی زیادہ سے زیادہ توسیع کی جائے۔ چنانچہ صنعتوں کی ملکیت کو وسیع پیمانے پر پھیلانے اور ان کے حصوں کو پبلک کے سامنے بیچنے کے لیے گئی

اقدامات کیے جا چکے ہیں۔ لیکن بہرحال یہ ماننا پڑے گا کہ اس معاملے میں عجلت سے کام لینا مفید نہیں رہے گا۔ اس مسئلے کا تسلی بخش حل یہی ہو گا کہ اقتصادی ترقی کے ساتھ معاشرتی انصاف بھی پوری طرح ہم آہنگ کیا جائے اور جو لوگ صنعتیں قائم کرنے کے میدان میں پہلے پہل آئے تھے ان کے حقوق کا مناسب طور پر تحفظ کیا جا سکے۔ جب کہ نئے مقابلہ کرنے والوں کے لیے بھی دروازہ کھلا رکھا جائے۔ اس سلسلے میں ہر اصلاحی اقدام میں بنیادی بات یہ ملحوظ رکھیں کہ جو لوگ مسلمہ طور پر صنعتکار بن چکے ہیں وہ بھی نئی ترقی یافتہ صنعتوں کے انتظام میں حصہ لے سکیں۔ ٹیکنالوجی کے نئے طریقے اپنی صنعتوں میں رائج کر سکیں اور آزادانہ مقابلے کے جائز طریقوں سے منافع بھی کما سکیں۔ چنانچہ اب حقوق کی بناء پر منافع کمانے کی بجائے نئی تخلیقی صنعتکاری سے منافع حاصل کرنا چاہیے۔

53- حکومت جو اقدامات اب تک کر چکی ہے ان کے علاوہ بھی کئی ذرائع سے صنعتی ملکیت کو وسیع کرنے کے بارے میں تجاویز پیش ہوتی رہی ہیں۔ ان تجاویز میں قابل ذکر یہ ہیں۔ صنعتی تحفظ پر نظر ثانی' ٹیکسوں کی بہتر وصولی' بنکوں اور انشورنس کمپنیوں کے صنعتکاروں کی ملکیت پر پابندی' کسی ایک بنک کی طرف سے صنعتکاروں کے ایک ہی گروپ کو ایک خاص حد سے زیادہ قرضہ دینے پر پابندی' سادہ قسم کا اصرافی سامان بنانے کی صنعتوں کی نواردوں کے لیے تخصیص' پکک اور آئی ڈی۔ بی۔ پی کی جانب سے نئے صنعتکاروں کی حوصلہ افزائی' آئی سی پی اور این آئی ٹی کے لیے زیادہ کارکردگی کے مواقع' انتظامی ایجنسیوں کی اصلاح اور اجرتوں کے لیے مناسب پالیسی۔ یہ اور اس قسم کی اور تجاویز پر سنجیدگی سے بحث ہونی چاہیے تاکہ ان گنجلک مسائل کا کوئی حل نکل سکے۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اقتصادی ترقی اور سماجی انصاف حاصل کرنے کے لیے قومی اتفاق رائے کی بنیادوں پر قابل عمل تجویزیں مرتب کی جائیں۔

حقیقت پسندانہ منصوبہ بندی

54- صدر مملکت نے تیسرے پنج سالہ منصوبے کے ابتدائیہ میں فرمایا تھا:

"اقتصادی ترقی کی منصوبہ بندی کے بارے میں ہمارا زاویہ نگاہ ہمیشہ حقیقت پسندانہ رہا ہے۔ حکومت کی یہ انتھک کوشش رہی ہے کہ قوم کی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لایا جائے اور انفرادی کوششوں کی ہر ممکن طریقے سے حوصلہ افزائی کی جائے۔ حکومت نے صرف اتنا اہتمام اپنے ذمے میں رکھا ہے کہ نجی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کے لیے مناسب ڈھانچہ اور مواقع فراہم کیے جائیں۔ کیونکہ اس طرح سہولتیں فراہم کرنا نہ تو نجی شعبے کے بس میں ہے نہ وہ اس کام کے لیے تیار ہے۔ حکومت نے صنعت کو قومی ملکیت میں لینے کا کوئی شاندار تجربہ کرنے سے گریز کیا ہے۔ نہ سوشلزم کے سلسلے میں کوئی نعرہ بازی کی ہے اور نہ نجی شعبے کی کارکردگی میں کوئی بے جا مداخلت کی ہے۔ حقیقتاً حکومت نے رفتہ رفتہ وہ تمام انتظامی یا سرکاری پابندیاں بھی ہٹا دی ہیں جو نجی شعبے کی صنعتوں کی ترقی میں حائل ہوتی ہیں۔"

55- یہی حقیقت پسندانہ نقطہ نظر ہماری اقتصادی اور معاشرتی پالیسیوں کی بنیاد رہا ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے مختلف موقعوں پر متبادل تجربے بھی کیے ہیں تاکہ جو بھی تجربہ خاص صورت حال کے مطابق بہتر ثابت ہو' اسی سے کام لیا جائے۔ مثلاً جب نجی کارخانے داروں نے ایک مرحلے پر کھاد کے کارخانے لگانے میں دلچسپی کا اظہار کیا تو ہم نے تیسرے منصوبے میں کھاد کے کارخانوں کی مد کو پبلک شعبے کی بجائے نجی شعبے میں منتقل کر دیا۔ دوسری طرف جب قومی مفادات کا یہ تقاضا ابھرا کہ ہم فولاد سازی کی صنعت کو مفاد مملکت کے گوشوارے سے منتقل کرکے پبلک کی ملکیت قرار دیں تو مغربی پاکستان میں فولاد سازی کا کارخانہ لگانے کے لیے ایک پبلک کارپوریشن قائم کر دی گئی۔ آئندہ بھی ہم اسی حقیقت پسندی کے جذبے سے اپنے مسائل کا حل دریافت کرتے رہیں گے۔

56- اس مرحلے پر چوتھے منصوبے پر عمل درآمد کے سلسلے میں پبلک اور نجی شعبوں کے حصوں کا تعین کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس کا دارومدار اس بات پر ہو گا کہ علاقائی ترقی اور مختلف شعبوں کے لیے کیا لائحہ عمل مقرر کیا جاتا ہے اور چوتھے منصوبے کے دوران ہمیں کس قسم کے اقتصادی اور سماجی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ نجی شعبے کو پورے مواقع مہیا کیے جائیں گے لیکن یہ واضح ہو چکا ہے کہ ترقی کی آئندہ پالیسیوں میں نجی شعبے کی امداد کے لیے پبلک شعبے کو زیادہ حصہ لینا پڑے گا۔ خاص طور پر چھوٹے فارم کے ترقیاتی منصوبوں' مشین سازی کی صنعتوں اور انسانی وسائل کے منصوبوں میں پبلک سیکٹر کا حصہ اب کی نسبت بہت زیادہ ہو گا۔

57- اگر پبلک شعبے کو ملک کی آئندہ ترقی میں اپنا صحیح کردار ادا کرنا ہے۔ تو یہ ضروری ہے کہ پبلک شعبے کو اپنی صلاحیت کار میں اضافہ اور عوام کے سامنے جواب دہی کی روایت کو قائم کرنا ہو گا اس وقت صنعتوں میں جو سرمایہ لگا ہوا ہے۔ اس کا نصف سے زیادہ سرمایہ پبلک کارپوریشنوں کے ذریعے حاصل ہوا ہے۔ بدقسمتی سے ان پبلک کارپوریشنوں کا سرمائے پر منافع اب تک ناکافی رہا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ان کارپوریشنوں کی عملی صلاحیت کار میں اضافہ کیا جائے اور انہیں اپنی کارگزاریوں کے لیے عوام کے سامنے جواب دہ بنایا

جائے۔ ضرورت ہے کہ کارپوریشنوں اور دیگر پبلک اداروں کے کاروبار چلانے کے لیے تربیت یافتہ منیجروں کو دستیاب ہونا چاہیے۔ ان لوگوں کو دوسرے محکموں کی طرح مقابلے کے امتحانوں کے ذریعے بھرتی کیا جائے اور ان سے پبلک اداروں کو چلانے کے ہر شعبے میں ہر سطح پر مدد لی جائے۔

58- پہلی بار 69-1968ء کے لیے ایک سالانہ منصوبہ مرتب کیا گیا ہے۔ تاکہ پبلک اور نجی شعبوں کی ترقیاتی سرگرمیوں اور مختلف اقتصادی پالیسیوں کے مابین ربط اور تعلق پیدا کیا جائے۔ اس منصوبے میں کافی گنجائش اور لچک ہے اور اسے ایک مربوط اور منظم راستہ متعین کرنے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جس سے ترقیاتی منصوبوں پر عملدار آمد کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ اس سالانہ منصوبے کے خطوط پر نجی شعبے کے منصوبوں کا خاکہ تیار ہونا چاہیے اور اس کی ضرورت کو پبلک شعبے کی ضروریات کے ساتھ ہم آہنگ کرنا چاہیے۔ سالانہ منصوبے سے اقتصادی پالیسیوں میں بھی بروقت رد و بدل کرنے میں کام لیا جا سکتا ہے۔ تاکہ وہ بدلتے ہوئے وسائل اور ضروریات کے ساتھ ہم آہنگ ہو سکیں حقیقت یہ ہے کہ سالانہ منصوبے کا حصول ہماری حقیقت پسندانہ منصوبہ بندی کی تکمیل کی جانب ایک اور قدم ہے۔

منصفانہ معاشرے کی تشکیل

59- یہ ہمارے معاشرے کے اہم بنیادی فرائض میں شامل ہے کہ اس امر کا تعین کیا جائے کہ اقتصادی ترقی اور دولت کی فراہمی پر ہمارا اخلاقی اور روحانی اقدار قربان نہ کر دی جائیں۔ جیسا کہ صدر مملکت نے ارشاد فرمایا:

"ہمارا پہلا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنے نظریے پر مضبوطی سے قائم رہیں۔ یہ نظریہ اسلام کا نظریہ ہے۔ اس کے لیے ہم نے پاکستان کا مطالبہ کیا اور اسے حاصل کیا۔ یہی ہماری قوت اور یگانگت کا سرچشمہ ہے۔ اسے فروغ دینے کی ہمیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ تاکہ ہم اتحاد' مساوات' اخوت اور سماجی اور اقتصادی انصاف حاصل کر سکیں اس طرح ہم ایک اور فرض بھی ادا کر سکیں گے۔ یعنی آج کل کے زمانے میں جبکہ بے یقینی' گہرا تجسس اور شدید عقلیت پھیلتی جا رہی ہے ہم اس کا ثبوت فراہم کر دیں گے کہ اسلام وقت کی قید سے آزاد ہے اور ہر دور کے لیے ایک محرک قوت بن سکتا ہے۔"

60- اسلامی معاشرہ ایک ایسی انسانی برادری ہے' جس میں محدود افرادی مفادات کے مقابلے میں ملت کے وسیع اجتماعی مفادات کو بالاتر رکھا جاتا ہے۔ ایسی سوسائٹی میں عمل کی تحریک اس یقین سے حاصل ہوتی ہے کہ:

"تم میں سے وہ سب سے اچھا نہیں جو سب سے امیر ہو نہ وہ جو سب سے زیادہ طاقتور ہے بلکہ سب سے اچھا وہ ہے جو سب سے زیادہ نیک ہو۔"

جب تک اسلام کی یہ بنیادی تعلیم ہماری روزمرہ کی زندگی میں جاری و ساری نہیں ہوگی' ہماری مادی ترقی بھی اخلاقی اور روحانی اقدار کے انحطاط سے پیدا ہونے والے زیاں' نالائقی اور دوسری خرابیوں کی روک تھام کر سکتی ہیں۔

ہمیں اس کا تدارک کرنا ہوگا کہ کہیں تیز رفتار ترقی کے مواقع ہماری روحانی اقدار کو نظروں سے اوجھل کر کے ہماری بہترین معاشرتی روایات کو مٹا نہ ڈالیں۔

61- اقتصادی ترقی اور اخلاقی و روحانی اقدار کے مابین ہم آہنگی پیدا کرنے کے نصب العین کی جانب اقدام کیا جا سکتا ہے۔ اگر ہم چند باہم مربوط قسم کے مقاصد کے حصول کی پیروی کریں۔ ایک فلاحی مملکت کے قیام' سب کے لیے یکساں مواقع فراہم کرنے اور اپنی اخلاقی اور روحانی اقدار کی تجدید کی کوشش کریں۔

تعلیم اور صحت کی سہولتوں میں اضافے سے ہم فلاحی مملکت کے قیام کی جانب پیش قدمی کر سکتے ہیں لیکن اپنی اقتصادی ترقی کے موجودہ مقام پر جو رکاوٹیں درپیش ہیں' انہوں نے اس پیش قدمی کو محدود کر دیا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ جو حقیر معاوضہ موجودہ اقتصادی نظام سے ہمیں حاصل ہو سکتا ہے اس کو غیر مادی قلبی تسکین اور جذبے سے دوچند بنا لیں جو ایک ایسے نظام کی تشکیل سے حاصل ہو سکتا ہے جو سماجی انصاف کی بنیادوں پر قائم ہو۔ جس میں ایک انسان دوست انتظامیہ کارفرما ہو' جہاں انصاف کم قیمت پر اور جلد حاصل کیا جا سکے۔ ان مقاصد میں کامیابی جب ہی ممکن ہو سکتی ہے جب ہم اپنے موجودہ قانونی اور انتظامی دروبست اور اپنے سماجی نظام میں رد و بدل کریں۔

62- ہماری اخلاقی اور روحانی اقدار کے مسلسل انحطاط کا ایک افسوس ناک مظہر رشوت ستانی کی لعنت ہے۔ کوئی معاشرہ رشوت ستانی کے اسباب کی مکمل طور پر بیخ کنی کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہو سکا۔ لیکن اس قدر عام رشوت ستانی ہمارے معاشرے کے اقتصادی اور اخلاقی نظام کے لیے ایک مستقل خطرہ بنی ہوئی ہے۔ ہمیں موثر اقدامات کرنے ہوں گے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ غیر منصفانہ رجحانات کا سدباب کیا جائے اور اقتصادی ترقی کے منافع سے ہر شخص کو اس کی قابلیت اور محنت کا برابر حصہ ملتا رہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے بہت سی تجاویز حکومت کے زیر غور ہیں۔ جن میں موجودہ عدالتی اور انتظامی نظام اصلاحات بھی شامل ہیں۔ لیکن تنہا حکومت کے اقدامات سے رشوت ستانی ختم نہیں کی جا سکتی۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ قوم میں اس

برائی کے خلاف عام جذبہ پیدا ہو اور اگر کسی شخص پر رشوت یا دیگر ناجائز طریقوں سے دولت جمع کرنے کا شبہ ہو تو معاشرہ ایسے شخص کو برادری سے خارج کر دے اور اسے سوسائٹی میں کوئی باعزت مقام نہ دیا جائے۔

63- ہم جانتے ہیں کہ کوئی نظریاتی تحریک انصاف اور اخلاق کی فضا کے بغیر پروان نہیں چڑھ سکتی۔ لہٰذا ہماری تمام کوششوں کا بنیادی مقصد یہی ہوگا کہ ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کی جائے جو انصاف پر مبنی ہو۔ اگر افلاس کا مکمل انسداد آج ہمارے بس کی بات نہیں تو کم از کم یہ اختیار تو ہمیں ہے کہ غریبوں کی اہم معذوریوں کو کم کیا جائے۔ غریب سے غریب اور ادنیٰ سے ادنیٰ شخص کو یہ حق حاصل ہونا چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو مناسب تعلیم دلوا سکے' اپنی محنت کا صحیح پھل حاصل کر سکے اور اپنی استعداد اور قابلیت کے مطابق ترقی کر سکے۔ زندگی کے ہر شعبے میں سب کو یکساں مواقع حاصل ہونے چاہیں اور اس طرح سب کو یکساں اور ایک دوسرے کے برابر کوشش بھی کرنی چاہیے۔ معاشرے کو انصاف کی بنیاد پر استوار کرنے کے لیے یہ باتیں بنیادی اور ضروری ہیں۔

دستاویز 8

موجودہ تعلیم اور معاشی نظام کے خون آلود پنجے
خطبہ صدارت جو نیشنل سٹوڈنٹس فیڈریشن کے پہلے
سالانہ کنونشن (پنجاب) کے عام اجلاس میں پڑھا گیا

نیشنل سٹوڈنٹس فیڈریشن کے اس کنونشن کی صدارت کا اعزاز دے کر آپ حضرات نے مجھے شرمندہ بھی کیا ہے اور ممنون بھی۔ شرمندہ تو میں اس لیے ہوں کہ میں محض ایک اہل قلم ہوں۔ شعر کہتا ہوں اور کہانیاں اور اخباری کالم لکھتا ہوں۔ آپ لوگ سرگرمی جدوجہد اور جوش و خروش کے مظہر ہیں۔ میں صرف سوچ اور فکر کا نمائندہ ہوں۔ بس اتنا ہے کہ میں اس سوچ اور فکر کو مجہول اور لا دینی قرار دیتا ہوں۔ جس کا عمل اور عقل سے کوئی رشتہ نہ ہو۔ شاید فکر کے اسی پہلو کی رعایت سے آپ نے مجھے اتنا بڑا اعزاز بخشا ہے۔ میں آپ کا ممنون اس لیے ہوں کہ بحیثیت ایک فنکار جب بھی جیتی جاگتی زندگی سے میرا سابقہ پڑتا ہے۔ میرے اندر زندہ رہنے اور زندگی سے محبت کیے جانے کے جذبات جوانی کی سی شدت سے بھرتے ہیں اور یہ کہنے کی تو شاید ضرورت نہیں ہے کہ آپ نوجوان طلباء جیتی جاگتی زندگی کا بلیغ ترین نمونہ ہیں۔ یوں مجھے آپ کے درمیان کچھ وقت گزار کر زندگی کا نیا ولولہ ہاتھ آیا ہے۔

تعلیمی مسائل تو خیر ہمارے ملک کے اہم ترین اور بنیادی مسائل ہیں مگر میں ملک اور معاشرے کے کسی مسئلے کو مروجہ معاشی سماجی اور سیاسی نظام سے الگ کر کے نہیں دیکھ سکتا میں تو اس دور میں جاری ہونے والے کفر کے فتووں کو بھی ایک طبقے کا معاشی اور سیاسی مسئلہ سمجھتا ہوں۔ میری رائے میں تعلیمی مسائل اس وقت تک حل نہیں ہو سکتے جب تک مروجہ معاشی اور سیاسی ڈھانچے میں دور رس اور مثبت تبدیلی نہیں کی جاتی۔ اگر یہ نظام قائم رہتا ہے اور اس کی موجودگی میں تعلیمی مسائل کے حل ڈھونڈنے کے لیے کانفرنسیں بلائی جاتی ہیں اور اجتماع منعقد ہوتے ہیں تو یہ کوشش ایک سادہ لوح کی اس کوشش کے مترادف ہے جو سمندر کو پاٹنے کے لیے ساحل پر بیٹھا پانی میں کنکریاں پھینک رہا تھا۔

آزادی کے 23 برس بعد بھی یہ جو ہمارے نظام تعلیم پر نو آبادیاتی ذہنیت مسلط ہے اور ہم وہی اسباق رٹے جا رہے ہیں جو ہمیں برسوں پہلے برطانوی سامراج نے رٹائے تھے۔ تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ ہم معیشت اور معاشرت کے اسی نظام پر قناعت کیے بیٹھے ہیں جسے ہماری تخلیقی قوتوں کی نفی کرنے اور ہمارے درمیان سماجی امتیازات کا انتشار پیدا کرنے کے لیے اس غیر ملکی طاقت نے رائج کیا تھا جسے کرہ ارض پر جمہوریت کی استانی ہونے کا دعویٰ ہے اگر ہم اس نظام کو مساوات اور انصاف کے تقاضوں کے مطابق بدل ڈالیں اور اسے اپنے آزاد ملک کی قومی امنگوں کا' یہاں کی منفرد تہذیب کا' یہاں کی اکثریت کے کلچر کا آئینہ دار بنا دیں تو نہ صرف یہ کہ ہم اپنے تعلیمی مسائل حل کر لیں گے جو جائز حقوق حاصل کرنے کی جدوجہد کو انتشار اور بغاوت اور وطن دشمنی اور کفر تک کہنے سے گریز نہیں کرتی اور جس کے تقدس کے لبادے کے نیچے اس کے خون آلودہ استخوانی پنجے چھپے ہوئے ہیں۔

یہ اسی ناپاک ذہنیت کی کارفرمائی ہے کہ ایک چوتھائی صدی کی آزادی کی طویل مدت میں بھی ہمارے یہاں وہی نظام تعلیم رائج ہے جو میکالے نے اس ارادے سے نافذ کیا تھا کہ محکوم ملک کے باشندے کی سوچ کی صلاحیتیں اگر سلب نہ کی جا سکیں تو اسے بابو بنا دیا جائے اور وہ چھوٹا یا بڑا کلرک بننے سے زیادہ کوئی توقع ہی نہ کرے۔ کیا آج کی صورت حال ایک صدی پہلے کی صورت حال سے کچھ زیادہ مختلف ہے۔ آج بھی اگر ایک معمولی سی آسامی کے لیے فارغ التعلیم نوجوانوں کی ہزاروں درخواستیں جمع ہو جاتی ہیں تو کیا اس کے علاوہ بھی اس امر کا کوئی دوسرا ثبوت درکار ہے کہ ہماری درسگاہیں آج بھی کلرک ڈھال رہی ہیں۔ آزاد ملکوں میں تو تعلیم کا تنوع کارفرما ہوتا ہے۔ خاص طور

سے آزاد ممالک کو تو سائنس دانوں' انجینئروں' ٹیکنیشنوں' ڈاکٹروں اور دوسرے تربیت یافتہ ماہرین کی ضرورت ہوتی ہے۔ یوں جب نوجوان تعلیم مکمل کر لیتے ہیں تو وہ درخواستیں ایک غیر ملکی زبان میں ٹائپ کر کے دفتر دفتر دروازے کھٹکھٹاتے نہیں پھرتے بلکہ انہیں تعلیم کی تکمیل کے بعد روزگار کی ضمانت حاصل ہوتی ہے۔ مگر ہمارا عالم یہ ہے کہ ہم پچانوے فیصد کلرک پیدا کیے جا رہے ہیں۔ حالانکہ کلرکوں کی مانگ کل پانچ فیصد ہے۔

یہ معلوم کرنے کے لیے کہ مروجہ معاشی نظام ہماری تعلیمی امنگوں کو کس شدت سے جکڑے ہوئے ہے' بہت زیادہ تحقیق و تفتیش کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے سامنے ایک گاؤں کے پرائمری سکول اور ایک شہر کے پبلک سکول کا تصور لے آیئے اور پھر دیکھیے کہ تعلیم کے میدان میں بھی معاشی نظام کی پیدا کردہ طبقاتی تفریق کیا کیا گل کھلا رہی ہے۔ جو بچہ مٹی کے فرش پر ایک پھٹی پرانی چٹائی پر بیٹھا اپنے مستقبل کی تعمیر میں مصروف ہے اس بچے سے کسی صورت میں بھی کم تر اور گھٹیا نہیں ہے جو صاف ستھرے جدید لباس میں ملبوس کار میں بیٹھ کر سکول آتا ہے۔ شاہی محلوں کے سے آراستہ و پیراستہ کمروں میں اعلیٰ تربیت یافتہ اساتذہ اسے اس بچے سے بالکل مختلف تعلیم دیتے ہیں جو گاؤں کے ایک کسان کا بیٹا ہے۔ حکومت اس سکول پر سالانہ لاکھوں روپے صرف کرتی ہے۔ مگر گاؤں کے اس سکول کے لیے تختہ سیاہ کی فراہمی بھی مشکل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ فنڈز کی کمی ہے۔ یاد رکھئے کہ یہ دونوں بچے پاکستانی ہیں' دونوں مسلمان ہیں۔ دونوں کے والدین بالغ حق رائے دہی کے اصول کے تحت ایک ایک ووٹ دے سکتے ہیں۔ مردم شماری میں ایک کو دوسرے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ قانون کی نظر میں بھی دونوں برابر ہیں' مذہب کی رو سے بھی دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لیکن آخر دونوں کے ساتھ اس الگ الگ امتیازی سلوک کی وجہ کیا ہے۔ وجہ وہی مروجہ معاشی نظام ہے جس کے تحت ہم ایک امیر آدمی اور اس کی اولاد کو ہر قسم کی سہولت کا مستحق قرار دیتے ہیں۔ مگر ایک غریب آدمی اور اس کی اولاد کے ساتھ محض اسی وجہ سے بے توجہی برتتے ہیں کہ وہ غریب ہے۔ اگر غریبی اتنا بڑا جرم ہے تو سزا ان عناصر کو ملنی چاہیے جو لوگوں کو غریب رکھنے پر مصر ہیں۔ مگر یہی لوگ تو شاندار سلوک کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ جب تک یہ صورت حال نہ بدلے گی۔ ہم اپنی تقریروں اور بیانوں میں چاہے فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیں۔ ملک کی ترقی و ارتقاء کے معاملے میں ہم وہیں رہیں گے جہاں گزشتہ 23 برس سے کھڑے ہیں۔ یہ بڑی تلخ حقیقت ہے۔ مگر آخر حقیقت کیا ہے اور اگر اس کو بدلنا مقصود ہو تو اس کی تلخی گوارا کرنی ہوگی۔

یہ صرف میری یا آپ کی رائے نہیں ہے بلکہ ملک کے ہر ایک فرد کی رائے ہے چاہے وہ عوام میں شامل ہو یا رہنماؤں میں اور چاہے حکمرانوں میں کہ ہمارا ملک اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک ہم تعلیمی لحاظ سے جامد و بے حس رہتے ہیں۔ یہ طے ہے کہ ملک کا مستقبل وہی لوگ ہیں جنہیں آج ہم طالب علم کہتے ہیں۔ پھر اگر ہم تعلیم کی سہولتوں کو عام نہیں کرتے' تعلیمی معیاروں کو بدلتے نہیں ہیں۔ جب تک ہم اپنے کسان کو بھی تعلیم یافتہ نہیں بناتے' جب تک ہم میٹرک تک لازمی اور مفت تعلیم کو عملاً رائج نہیں کرتے۔ جب تک ہم اعلیٰ تعلیم کو ارزاں نہیں کرتے اور اس صورت حال کو ختم نہیں کرتے کہ سو میں سے صرف سات طلباء یونیورسٹیوں تک پہنچ پاتے ہیں۔ جب تک ہم مڈل یا میٹرک تک علاقائی زبانوں میں تعلیم دینے کا بندوبست نہیں کرتے۔ جب تک تعلیم کو کاروبار بنانے کے رجحان کا تدراک نہیں ہوتا اور ان تعلیم گاہوں اور تہذیبی اداروں کا بے خوفی کے ساتھ محاسبہ نہیں کیا جاتا جو ہمارے ملک کے اساسی نظریے اور ہماری آزادی اور خودمختاری کے دشمن ہیں اور بالواسطہ طریقوں سے ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت کرتے اور ہمارے پڑھے لکھے طبقے کے ایک بے یقین اور بے اعتماد حصے کو دولت کے ذریعے کرپٹ کرتے ہیں۔ اس وقت تک ہماری تعلیم کی مثال اس مسافر کی سی ہے جسے بہت دور جانا ہو' مگر جس کے قدموں میں بیڑیاں پڑی ہوئی ہوں' ہمارے تعلیمی نظام کے یہ سب نقائص جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے صرف ایک منصفانہ اور عادلانہ نظام معیشت کے نفاذ ہی سے دور ہو سکتے ہیں۔ یہ عادلانہ نظام اس نظریے کے عین مطابق ہے جو ہماری مملکت کی بنیاد ہے۔ جو اس نظام کے راستے میں طعن و دشنام کی فصلیں کھڑی کیے بیٹھے ہیں۔ وہ رجعت کے نمائندے ہیں اور محض ایک طبقے کے مفاد پر پوری قوم کا مفاد اور پورے ملک کا مستقبل قربان کرنے کو تیار ہیں۔ یہ انہی کی ذہنیت کا عکس ہے کہ ہمارے ملک کا ایک بااثر طبقہ تعلیمی اخراجات کو غیر منفعت بخش قرار دیتا ہے۔ یہ لوگ منفعت کا تصور روپے کی کھنک سے کرتے ہیں۔ ہمیں انہی بے حس پتھروں کو موم بنانا ہے اس کے بغیر ہمارے سارے پروگرام سب منصوبے تمام اسکیمیں محض دیوانے کا خواب ہیں۔

ہمارے طالب علم حساس اور باشعور ہیں۔ انہیں ان سب حقائق کا پوری طرح علم ہے۔ اور یقیناً ہمارے طلباء کو قومی اور بین الاقوامی مسائل کا اور ان کے صحیح سیاسی پس منظروں کا کما حقہ علم ہونا چاہیے اور یقیناً اس شعور کو عام کرنا چاہیے کہ ہمارے تمام مصائب' تمام محرومیاں' ہماری امنگوں کی تمام شکستیں مروجہ معاشی نظام اور اس نظام کے سرپرستوں کی وجہ سے ہیں۔ مگر انہیں اس امر کا بھی بالکل واضح احساس ہونا چاہیے کہ ان کی تعلیم ادھوری رہی تو ہمارا پورا مستقبل

ادھورا رہ جائے گا۔ خاص طور سے آج کے حالات میں طلباء کے جو فرائض ہیں ان سے وہ بخوبی آگاہ ہیں۔ یہ وہ وقت ہے جب ہماری آزادی اور عوامی خوشحالی کی قدروں کی بنیاد پڑنے والی ہے۔ چنانچہ اس وقت آج سب کو چوکنا رہنا چاہیے۔ میرے اور میرے جیسے دوسرے اہل قلم کے پاس سوائے ہمارے قلم کے اور کیا دھرا ہے۔ چنانچہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ کی سرگرمیاں حق و انصاف اور حسن و خیر کی جانب ہوئیں اور یقین ہے کہ اسی جانب ہوں گی تو ہمارے قلم کی نوک آپ کی حمایت کے فریضے سے کبھی نہیں مڑے گی۔ میں آپ کے لیے احساس ذمہ داری اور استقامت کی دعا کرتا ہوں۔

دستاویز 9

مرکزی بجٹ 71-1970ء

پاکستان کے مرکزی وزیر خزانہ نواب مظفر علی قزلباش نے 29 جون 1970ء کو اسلام آباد میں ایک پریس کانفرنس میں 71-1970ء کے لیے مرکز کا سالانہ بجٹ پیش کیا۔ اس بجٹ کے مطابق نئے مالی سال کے دوران ریونیو آمدنی 8 ارب 50 کروڑ 58 لاکھ روپے ہوگی اور سرمایہ آمدنی' 6 ارب 87 کروڑ 15 لاکھ روپے ہوگی۔ تمام اخراجات اور صوبوں کا حصہ نکال کر مجموعی طور سے بجٹ میں تقریباً 40 کروڑ کا خسارا دکھایا گیا ہے۔ جو نئے ٹیکس عائد کرکے پورا کیا جائے گا۔

پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں قومی بجٹ کا بنانا اور اس پر کامیابی کے ساتھ عمل پیرا ہونا آزمائش سے کم نہیں ہے۔ خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ ملک گوناگوں مسائل سے دوچار ہو۔ انتظامی اور مالی ڈھانچوں میں غیر معمولی تبدیلیاں لائی جا رہی ہوں۔ اسی سال اکتوبر میں ملک کے اندر بالغ رائے دہی کی بنیاد پر پہلی بار عام انتخابات ہونے والے ہوں اور سب سے اہم یہ کہ ملک اسی سال چوتھے پنجسالہ منصوبے کے پہلے سال میں قدم رکھ رہا ہو۔

جیسا کہ سب جانتے تھے اور وزیر خزانہ نے بھی اس کا اعلان کیا ہے کہ 71-1970ء کے بجٹ کو چوتھے پنجسالہ منصوبے کی حکمت عملی اس کی مقررہ حدود اور مرحلوں کو سامنے رکھ کر تیار کیا گیا ہے۔ انہیں وجوہ کی بناء پر عام خیال یہ تھا کہ اس مرتبہ عوام کے کاندھوں پر بالواسطہ اور بلاواسطہ ٹیکسوں کا بے پناہ بوجھ ڈال دیا جائے گا' لیکن بجٹ کا اعلان ہونے کے بعد یہ خیال غلط ثابت ہوا' البتہ ترقیاتی پروگرام کے لیے چالیس کروڑ روپے کا خسارہ پورا کرنے کے لیے نئے آدمی پر اس کا بوجھ نہیں پڑے گا۔ یا بہت ہی کم پڑے گا۔ چالیس کروڑ کے اس خسارے کو انکم ٹیکس میں پونے گیارہ کروڑ' دولت ٹیکس میں 2 کروڑ 3 لاکھ' کسٹم ڈیوٹی میں 5 کروڑ 20 لاکھ اور ایکسائز ڈیوٹی میں 21 کروڑ ستر لاکھ روپے کے مزید ٹیکس لگا کر پورا کیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ ان مدوں میں انہیں لوگوں پر ٹیکس کا بوجھ رکھا گیا ہے جو ٹیکس ادا کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ جن چیزوں پر نئے ٹیکس عائد کیے گئے ہیں ان میں سگریٹ' سونے اور چاندی کے زیورات' درآمد کی ہوئی مصنوعی کھاد اور کاغذ شامل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان ٹیکسوں کا بوجھ استطاعت رکھنے والوں کے ساتھ عوامی طبقوں پر بھی پڑ سکتا ہے' لیکن سنجیدہ عوامی طبقے اس بوجھ کو قومی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ معاشرے کی اصلاح کی جانب غیر شعوری اقدام سے تعبیر کرتے ہیں۔ صحت اور سماج کے لیے سگریٹ کے مضر اثرات کس سے پوشیدہ ہیں۔ پاکستان میں ہر سال تپدق اور سرطان کے مریضوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ سونے اور چاندی کے زیورات عورت کے حسن میں شاید چار چاند لگاتے ہوں' لیکن ملک کے اقتصادی میدان میں "چار چاندوں" کی ایک کرن بھی نہیں پہنچ پاتی۔ قومی تقاضوں سے بے خبر اور ملکی معیشت سے بے تعلق کروڑوں کی دولت گھر کی الماریوں اور بینک کے لاکروں میں بے کار پڑی رہتی ہے۔ شاید اب سونے چاندی کی قیمت میں اضافے کے بعد ملکی دولت کو اس طرح بے کار ڈالے رکھنے کی رسم ترک ہونے کی تھوڑی بہت گنجائش نکل آئے۔ جہاں تک درآمد شدہ مصنوعی کھاد پر ٹیکس کے بوجھ کا تعلق ہے' بہت سے لوگ خصوصاً ہمارے کسان بھائی اچھی طرح جانتے ہیں کہ چھوٹے کسان اپنی زمینوں کے لیے کھاد خود تیار کرتے ہیں یا پھر دیسی کھاد استعمال کرتے ہیں جس پر ڈیوٹی نسبتاً کم عائد کی گئی ہے۔ درآمد شدہ مصنوعی کھاد سے زیادہ تر وہ زمیندار فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جن کے پاس بڑی بڑی زمینیں ہیں' ٹیوب ویل ہیں اور ٹریکٹر ہیں' ظاہر ہے کہ ایسے لوگ درآمد شدہ کھاد پر ٹیکس ادا کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اب رہا سوال کاغذ پر ڈیوٹی عائد ہونے کا تو وزارت خزانہ کے سیکرٹری نے واضح کر دیا ہے کہ اس سے عام استعمال کی کتابوں اور کاپیوں کی قیمت میں اضافہ نہیں ہونے دیا جائے گا بلکہ یہ اضافی رقم تاجر حضرات کے منافع سے وصول کی جائے گی۔

71-1970ء کا سالانہ بجٹ اس اعتبار سے بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں مشرقی پاکستان کے ترقیاتی منصوبوں پر زیادہ توجہ دی گئی ہے اور مغربی پاکستان کے مقابلے میں بہت زیادہ رقم یعنی مجوزہ اضافی ڈیڑھ ارب روپوں کا نوے فیصد یعنی ایک ارب 37 کروڑ روپے مشرقی پاکستان کے لیے مختص کیے گئے ہیں۔ تاکہ دونوں بازوؤں کے درمیان اقتصادی عدم مساوات جو بدقسمتی سے اب تک چلی آ رہی ہے' ختم ہو جائے۔

مشرقی پاکستان میں سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کے لیے بھی کئی

اقدام کیے گئے ہیں۔ مثلاً مشرقی پاکستان کے لیے زیادہ لمبی مدت کے لیے ٹیکس میں چھوٹ دے دی گئی ہے۔ صنعتوں میں استعمال کی جانے والی اشیاء کی در آمد کے اخراجات کے لیے رعایتی شرح رکھی گئی ہے۔ ارزاں تر خام مال فراہم کرنے کا انتظام کیا گیا ہے اور کم شرح سود پر وسیع تر قرضوں کی فراہمی کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔

مغربی پاکستان میں زیادہ تر توجہ کم ترقی یافتہ اور پسماندہ علاقوں پر دی گئی ہے۔ مغربی پاکستان میں صوبوں کی بحالی کے نتیجے میں شمالی مغربی سرحد کے قریب واقع قبائلی علاقے ایک بار پھر مرکز کی ذمہ داری بن گئے ہیں۔ یہ ایسے علاقے ہیں جو اقتصادی اور فنی ترقی کے اعتبار سے بہت پیچھے ہیں۔ ان علاقوں کو ترقی دینے کی غرض سے ایک ترقیاتی کارپوریشن قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ جس کو ابتدا" دو کروڑ روپے کا سرمایہ فراہم کیا جائے گا۔ یہ ترقیاتی کارپوریشن مختلف شعبوں پر مشتمل ایک ایسی تنظیم ہوگی جو علاقے کی اقتصادی ترقی کے تمام پہلوؤں کی دیکھ بھال کرے گی اور مقامی لوگوں کی طرف سے آنے والے سرمائے کو ترقیاتی کاموں میں شریک کرے گی۔

پاکستان کے تجارتی اور صنعتی حلقوں اور سنجیدہ طبقوں نے جو ملکی اقتصادیات سے قریبی تعلق رکھنے کے ساتھ ساتھ ملک کے وسائل کو بھی بخوبی سمجھتے ہیں، مجموعی طور سے بجٹ کا خیر مقدم کیا ہے اور اسے خالص ترقیاتی بجٹ سے موسوم کیا ہے۔

(حوالہ: عظیمہ رضی الدین)

مرکزی بجٹ ایک نظر میں

ریونیو بجٹ

آمدنی

کسٹمز' ایک ارب 40 کروڑ روپے
سنٹرل ایکسائز ڈیوٹی' 2 ارب 63 کروڑ 44 لاکھ روپے
انکم ٹیکس اور کارپوریشن ٹیکس' ایک ارب 7 کروڑ 45 لاکھ روپے
بکری ٹیکس' 72 کروڑ 17 لاکھ روپے
سود کی وصولیاں' ایک ارب 32 کروڑ 2 لاکھ روپے
کرنسی اور ٹیکسال' 9 کروڑ 55 لاکھ روپے
ڈاکخانہ (اصل وصولیاں)' 64 لاکھ روپے
تار اور ٹیلیفون (اصل وصولیاں)' 18 کروڑ 5 لاکھ روپے
دفاعی سروسز' 14 کروڑ 18 لاکھ روپے
دیگر ریونیو' 53 کروڑ 8 لاکھ روپے
کل آمدنی' 8 ارب 50 کروڑ 58 لاکھ روپے

اخراجات

ریونیو جمع کروانے والے محکمہ جات' 7 کروڑ 81 لاکھ روپے
سول انتظامیہ' 72 کروڑ 34 لاکھ روپے
دفاعی سروسز' 3 ارب روپے
شہری تعمیرات و مرکزی روڈ فنڈ' 6 کروڑ 44 لاکھ روپے
سود کی ادائیگیاں' ایک ارب 13 کروڑ 2 لاکھ روپے
صوبائی حکومتوں کے لیے گرانٹ (غیر ترقیاتی)' 4 کروڑ روپے
دیگر غیر ترقیاتی اخراجات' 6 کروڑ 84 لاکھ روپے

ترقیاتی اخراجات

صوبائی حکومتوں کے لیے گرانٹ' 27 کروڑ 50 لاکھ روپے
دیگر ترقیاتی اخراجات' 13 کروڑ 86 لاکھ روپے
ترقیاتی اخراجات جو بیرونی امداد اور ریزرو فنڈ سے اکٹھے کیے گئے' 9 کروڑ 58 لاکھ روپے
کل اخراجات' 5 ارب 57 کروڑ 23 لاکھ روپے
ریونیو میں صوبوں کے حصے' ایک ارب 34 کروڑ 46 لاکھ روپے
فاضل ریونیو' ایک ارب 58 کروڑ 89 لاکھ روپے
میزان' 8 ارب 50 کروڑ 58 لاکھ روپے

بجٹ سرمایہ

ترقیاتی اخراجات
مرکزی حکومت کے براہ راست مصارف:
آبپاشی' ایک ارب روپے
ڈاکخانہ' ایک کروڑ 40 لاکھ روپے
تار اور ٹیلیفون' 20 کروڑ روپے
صنعتی ترقی' ایک کروڑ 26 لاکھ روپے
شہری ہوابازی' 6 کروڑ 70 لاکھ روپے
نشریات' 2 کروڑ 70 لاکھ روپے
بندرگاہیں' 3 کروڑ 53 لاکھ روپے
نئے وفاقی دارالحکومت' 7 کروڑ 30 لاکھ روپے
شہری تعمیرات' 3 کروڑ 53 لاکھ روپے
غلے کے گودام اور دیگر تعمیرات' 12 کروڑ 88 لاکھ روپے
متفرق سرمایہ کاریاں' 13 کروڑ 92 لاکھ روپے
دیگر اخراجات' 10 لاکھ روپے

میزان، ایک ارب 73 کروڑ 22 لاکھ روپے
نیم خودمختار اداروں وغیرہ کے لیے قرضے، ایک کروڑ 98 لاکھ روپے
صوبائی حکومتوں کے لیے قرضے اور گرانٹ، 4 ارب 24 کروڑ 94 لاکھ روپے
ممکنہ کمی، 8 کروڑ 5 لاکھ روپے
میزان ترقیاتی مصارف، 5 ارب 92 کروڑ 9 لاکھ روپے
نجی شعبہ کے لیے قرضے، 27 کروڑ 81 لاکھ روپے
غیر ترقیاتی اخراجات، 87 کروڑ 14 لاکھ روپے
اتفاقی مد، 20 کروڑ روپے
کل تقسیم، 7 ارب 27 کروڑ 4 لاکھ روپے

جہاں سے روپیہ حاصل ہوا

فاضل ریونیو، ایک ارب 58 کروڑ 89 لاکھ روپے
پاکستان میں حاصل کیا ہوا قرضہ (اصل)، 2 ارب 89 کروڑ 50 لاکھ روپے
غیر ملکی قرضے اور گرانٹ، 3 ارب 20 کروڑ 65 لاکھ روپے
معیادواری قرضہ (اصل)، 2 ارب 3 کروڑ 71 لاکھ روپے
قابل واپسی قرضہ (اصل)، 21 کروڑ 4 لاکھ روپے
قرضوں اور پیشگیوں کی وصولی، 49 کروڑ 17 لاکھ روپے
ریزرو فنڈ میں اضافے، 42 کروڑ 65 لاکھ روپے
دیگر ڈپازٹ اور ترسیلات زر (اصل)، 37 کروڑ 65 لاکھ روپے
سرمایہ کی دیگر وصولیاں، 12 کروڑ 61 لاکھ روپے
نقد بقایاجات کا استعمال، 39 کروڑ 89 لاکھ روپے
کل وسائل، 7 ارب 27 کروڑ 4 لاکھ روپے

بجٹ ترقیات کے آئینے میں

1969-70ء کا مالی سال ختم ہوگیا۔ عوام کے سامنے ملک کی جو اقتصادی صورت آ رہی ہے وہ ہر طرح قابل اطمینان اور حوصلہ افزا ہے۔ ملک نے مجموعی طور پر ترقی کی ہے اور فی کس آمدنی میں معقول اضافہ ہوا ہے۔ قومی آمدنی 1959-60ء کی لاگت کے حساب سے 54 ارب اٹھائیس کروڑ روپے بنتی ہے۔ جبکہ 1968-69ء کے دوران یہ رقم 51، ارب 29 کروڑ روپے تھی۔ گویا اس سال کے دوران 5.8 فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔

بڑی اہم بات یہ ہے کہ 1969-70ء کی مجموعی قومی آمدنی میں 5.8 فیصد کے اضافے میں زراعت کا حصہ 2.7 فیصد ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ زراعت پر حکومت نے جو سرمایہ کاری کی اس کو فروغ دینے کے لیے دن رات جو محنت کی وہ خدا کے کرم سے اب پھل لا رہی ہے۔ تیسرے پنجسالہ منصوبے کے دوران زراعت کے شعبے میں ترقی کی شرح 4.5 فیصد رہی۔ جبکہ مقررہ حد صرف 5 فیصد تھی۔

1969-70ء کے دوران مغربی پاکستان میں گندم کی پیداوار کا تخمینہ 70 لاکھ ٹن سے زیادہ کا ہے۔ اسی طرح مشرقی پاکستان میں چاول کی پیداوار کا تخمینہ 25ء 117 لاکھ ٹن ہے۔ کپاس کی پیدوار کا تخمینہ 30.28 لاکھ گانٹھوں کا ہے اور پٹ سن کا تخمینہ 70.28 لاکھ گانٹھوں کا ہے۔ جبکہ 1968-69ء کے دوران ان کی پیداوار بالترتیب 29.74 لاکھ اور 57.54 رہی۔

کیمیاوی کھاد کی کھپت 1969-70ء کے دوران بڑی تیز روی سے بڑھی ہے۔ 1968-69ء کے دوران کیمیاوی کھاد 3.35 لاکھ نیوٹریشن ٹن تھی۔ جون 1970ء تک اس کی مقدار 4.72 لاکھ نیوٹریشن ٹن تک پہنچ گئی ہے۔ اسی طرح بڑی فصلوں کے لیے عمدہ بیجوں کا استعمال بھی بڑھ رہا ہے اور تخمینہ جات یہ بتاتے ہیں کہ 1969-70ء کے دوران کی کھپت 21 ہزار ٹن تک پہنچ گئی ہے۔

صنعتی شعبے میں بھی ترقی کی رفتار بڑھانے کے لیے انتھک کوششیں کی گئیں۔ مارچ 1970ء تک صنعتی منصوبوں کے لیے ایک ارب 12 کروڑ 79 لاکھ ساٹھ ہزار ڈالر کے قرضوں کے وعدے حاصل کیے گئے اس میں سے ایک ارب 3 کروڑ ستاون لاکھ ڈالر کا حتمی وعدہ کر لیا گیا ہے اور 77 کروڑ 94 لاکھ 90 ہزار ڈالر خرچ کر دیئے گئے ہیں۔

تیسرے پنجسالہ منصوبے (جولائی 1965ء تا مارچ 1970ء) کے دوران 158.7 کروڑ روپے کی غیر ملکی نجی سرمایہ کاری کی گئی۔ تجارتی بینکوں اور خصوصی مالیاتی اداروں کی طرف سے بڑی فراخدلی کے ساتھ صنعتی قرضوں کی منظوری دی جاتی رہی۔ 1969ء کے دوران پاکستان کے صنعتی قرضوں و سرمایہ کاری کی کارپوریشنوں (پکک) نے 39.36 کروڑ روپے کے قرضوں کی منظوری دی اور یوں مارچ 1970ء تک 780 منصوبوں کے لیے پکک کے قرضوں کی کل رقم 211.7 کروڑ روپے ہوگئی۔ پاکستان کے صنعتی ترقیاتی بینک نے 1968-69ء کے دوران 17.4 کروڑ روپے (13.9 کروڑ روپے زرمبادلہ کی صورت میں) 307 درخواست کنندگان کو دیئے۔ اسی طرح تیسرے منصوبے کے دوران 1683 درخواست کنندگان کو 102.80 کروڑ روپے کے قرضے منظور کئے گئے۔

آمدنی کے مطابق ادائیگی کی اسکیم کے تحت حال ہی میں جن بہتر شرائط کا اعلان کیا گیا ہے ان کے نتیجے میں دیسی خام مال پر مبنی صنعتوں کے قیام کی رفتار اور بھی تیز ہو جانے کا امکان ہے۔

صنعتی ترقی کی حوصلہ افزائی کے لیے مارچ 1970ء کو ختم ہونے

والے سال کے دوران 14 صنعتوں کو تحفظ دیا۔ یہ تحفظ عموماً حفاظتی درآمدی ڈیوٹی لگا کر دیا جاتا ہے اور بعض اوقات صنعتوں کے تیار کردہ مال کے مقابلے میں درآمدی اشیاء پر جزوی یا مکمل ڈیوٹی لگا کر ان صنعتوں کو محفوظ کیا جاتا ہے۔

سرکاری شعبے میں مشرقی پاکستان کی صنعتی ترقیاتی کارپوریشن نے 70-1969ء کے دوران 8.28 کروڑ روپے کی لاگت سے پانچ منصوبے مکمل کئے۔ ان میں دو پٹ سن کے کارخانے دو کیمیاوی کارخانے اور ایک چینی کا کارخانہ تھا۔ تیسرے منصوبے کے دوران (جولائی 65 تا دسمبر 69) 89 کروڑ روپے کی لاگت سے کل 27 منصوبے مکمل کیے گئے جن کے نتیجے میں چینی کے کارخانے کیمیاوی کھاد پٹ سن کی اشیاء اور لوہے کے ڈبے وغیرہ کی پیداوار میں مزید اضافہ ہوا۔

مغربی پاکستان کی صنعتی ترقیاتی کارپوریشن نے 70-1969ء کے دوران کل 3.9 کروڑ روپے کی لاگت سے چار منصوبے مکمل کئے ان میں سے تین منصوبے یعنی ذیل پاک سیمنٹ فیکٹری' پاک امریکن فرٹیلائزر فیکٹری اور گیس کی تقسیم کی لائنوں کی توسیع اور کوہستان نمک کے کارخانوں کو جدید بنانے اور انہیں ترقی دینے سے متعلق منصوبے شامل تھے۔

مارچ 1970ء تک کارپوریشن نے 58 صنعتی اور کان کنی کے منصوبے مکمل کیے۔

چھوٹی صنعتوں کی کارپوریشن ملک کے دونوں صوبوں میں چھوٹی صنعتوں کو برابر امداد دے رہی ہے۔ مشرقی پاکستان میں چھوٹی صنعتوں کی کارپوریشن نے 858 یونٹوں کو 93.2 لاکھ روپے کے قرضے فراہم کئے۔ مغربی پاکستان کی چھوٹی صنعتوں کی کارپوریشن نے نو صنعتی اسٹیٹ قائم کرنے کا کام شروع کیا اور چھ کروڑ روپے کے تخمینہ شدہ لاگت سے 2276 مکمل طور پر تیار شدہ پلاٹ پیش کئے۔ گجرات اور سیالکوٹ کی اسٹیٹس مکمل ہوگئی ہیں اور بقیہ عمل درآمد کے مختلف مراحل میں ہیں۔

صنعتوں کو فنی اور دوسرے خصوصی ادارے بلاواسطہ اور بالواسطہ امداد فراہم کر رہے ہیں۔ ان اداروں میں پاکستان کا سرمایہ کاری کا مشاورتی مرکز' سویڈش پاکستان انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی پاکستان کا صنعتی و فنی امداد کا مرکز پاکستان کی صنعتی اور سائنسی تحقیقات کی کونسل' پاکستان اسٹینڈرڈ انسٹیٹیوشن اور مرکزی ٹیسٹنگ لیبارٹری شامل ہیں۔

70-1969ء کے پہلے تین مہینوں میں مالی توسیع کی شرح کم ہوگئی۔ 1969ء کے دوران مالی اثاثوں میں بقدر 175.31ء کروڑ روپے یا 9.4 فیصد اضافہ ہوا۔ ماہ جنوری تا مارچ 1970ء کے دوران کل مالی اثاثوں میں 13.17 کروڑ روپے کا اضافہ ہوا۔

پاکستان ٹریڈنگ کارپوریشن کے دائرہ کار کو وسیع کر دیا گیا ہے۔ صنعتی خام اشیاء کی برآمد اس کے خاص فرائض میں شامل رہی ہے۔ کارپوریشن نے 69-1968ء میں 15.71 کروڑ روپے کی مالیت کا سامان برآمد کیا۔ تخمینے کے مطابق 70-1969ء کے دوران عام برآمدات 326 کروڑ روپے کی لگ بھگ ہوں گی۔

70-1969ء کے دوران مشرقی و مغربی پاکستان کے درمیان تجارت میں بھی معقول اضافہ ہوا ہے۔

اقتصادی قوت کے ارتکاز کو روکنے اور بچت اور سرمایہ کاری کو فروغ دینے کے لیے متعدد اقدامات کیے گئے ہیں۔ ان میں اجارے داریوں اور تجارت میں ناجائز طریقوں کی روک تھام اور انسداد کا آرڈیننس خاص اہمیت رکھتا ہے۔

تیسرے پنجسالہ منصوبہ میں ترقیاتی اخراجات کے لیے 5200 کروڑ روپے رکھے گئے تھے جس کا مقصد یہ تھا کہ مجموعی قومی پیداوار میں 6.5 فیصد سالانہ شرح کے حساب سے 37 فیصد اضافہ کیا جائے۔ نیز زرعی ترقی کی رفتار 5 فیصد مجموعی صنعتی ترقی کی دس فیصد بڑھائی جائے۔ منصوبے کی مدت کے دوران زرعی شعبے میں سالانہ شرح ترقی کا تخمینہ 4.5 فیصد لگایا گیا ہے۔ جبکہ 5 فیصد کی حد مقرر کی گئی تھی۔ بڑے پیمانے کی مصنوعات کے شعبے میں ترقی کی شرح 9 فیصد حاصل ہو جانے کا یقین ہے۔ اسی طرح دوسرے تمام شعبوں میں معینہ حد کے لگ بھگ نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ اس بات سے اس امر میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ موجودہ حکومت نے تیسرے پنجسالہ منصوبے کو نہ صرف خوبی سے تکمیل پذیر کرنے کی سعی کی بلکہ کام کی رفتار کو تیز کر دیا۔

گزشتہ چند سالوں میں مختلف علاقوں میں اقتصادی ناہمواری نے خاصی بے اطمینانی کی صورت پیدا کر دی تھی اور ان کے نتیجے میں موجودہ حکومت برسر اقتدار آگئی۔ موجودہ حکومت نے سابقہ عدم مساوات کو خلوص دل سے دور کرنے کے لیے اول دن سے ہی کام شروع کر دیا۔ نئی تعلیمی پالیسی اور لیبر کے مسائل کے متعلق نئے زاویہ نظر نے بڑی دور رس اور بنیادی تبدیلیاں پیدا کر دی ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے شعبوں میں تنخواہوں میں جو اضافے کیے گئے ہیں وہ اس بات کا کھلا اور بین ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ موجودہ حکومت نے معاشرے کو متوازن سطح پر لانے کے لیے قومی سرمائے کو بھرپور انداز میں بروئے کار لانے میں کوئی کسرباقی نہیں رکھی ہے۔ عام انتخابات کے سلسلے میں جن عظیم مصارف سے حکومت کو دوچار ہونا پڑ رہا ہے وہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ ایک یونٹ کے خاتمے کے بعد جو چار صوبے وجود میں آئے ہیں ان کو بروئے کار لانے کے لیے ریکارڈ اور دفتری عملے کی منتقلی اور دوسرے اخراجات اس پر مستزاد ہیں۔ اتنے عہد آفریں کاموں سے بہ خلوص نیت عہدہ برآہ ہونے کے بعد اگر بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو سال

1970-71ء کا چالیس کروڑ روپے کا تخمینی خسارہ کوئی معنی نہیں رکھتا اور اسے کسی طرح بھی خسارہ نہیں کہا جا سکتا۔ وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں ان مسائل کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"مغربی پاکستان کے چار صوبوں میں تقسیم ہو جانے سے علاقائی ترقی کے مسائل نئی شکل اختیار کر گئے ہیں۔ آمدنی اور پیداوار کے موجودہ اعداد و شمار کے مطابق مغربی پاکستان میں دو ایسے صوبے وجود میں آئے ہیں جو اقتصادی لحاظ سے انتہائی پسماندہ ہیں۔ یہ صوبے ترقیاتی منصوبہ بندی کے سلسلے میں زیادہ ترجیح کے مستحق ہوں گے لیکن چونکہ ان کے ترقیاتی مسائل کو وہاں کی مطلوبہ ضروریات کی بنیاد پر سمجھنے اور ان کے حل کے سلسلے میں جامع طریقہ کار اختیار کرنے میں کچھ وقت درکار ہوگا لہٰذا ابتدائی اقدام کے طور پر ان کے لیے مقرر کردہ رقوم میں کچھ عبوری اضافہ کیا گیا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سرحد اور بلوچستان دونوں کی طرف سے نئے نئے مطالبات آئیں گے جن کی خاطر ہو سکتا ہے کہ مقرر کردہ مجموعی رقوم میں خاصی تبدیلیاں کرنے کی ضرورت پیش آئے۔"

ان حقائق کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو 1970-71ء کے بجٹ کو ایک حقیقت پسندانہ بجٹ کہا جا سکتا ہے۔ جسے ہندسوں کی شعبدہ گری نے نہیں اقتصادی ضروریات نے شکل پذیر کیا ہے۔ بنیادی اور اہم مدوں کے علاوہ چند مدیں حسب ذیل ہیں۔

* معدنی وسائل کی ترقی کے لیے 55 لاکھ روپے مختص
* جامعہ کراچی کا شہری علاقوں کی ترقی کے لیے ایک منصوبہ پندرہ لاکھ روپے۔
* تعلیمی ٹیلی ویژن۔ 5 لاکھ روپے مختص۔
* اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور فلم وغیرہ کے شعبوں میں ہونے والی ترقی کے مطالعے کے لیے پاکستان اکیڈمی کے نام سے ایک ادارے کا قیام 5 لاکھ روپے۔
* اقتصادی قوت کے ارتکاز کی روک تھام، اجارہ داریوں کے کنٹرول کے ادارہ کا قیام، اخراجات 15 لاکھ روپے مختص۔
* قبائلی علاقوں کی ترقی کے لیے ایک کارپوریشن کا قیام، کارپوریشن کے لیے سرمایہ 2 کروڑ روپے مختص۔

اتنی بھرپور کارکردگی اور بہبود عامہ کی پاسداری کسی اور میزانئے میں دیکھنے میں نہیں آئی۔ اس نوعیت سے یہ بجٹ نئے عوامی دور کا نقیب ہے۔ اس میں راست عمل کے ساتھ راست گفتاری سے کام لے کر حقائق کا آئینہ پیش کر دیا گیا ہے۔ اب ہر محب وطن شہری کا یہ فریضہ ہے کہ تخمینی خسارے کو جن ٹیکسوں سے پر کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں انہیں مسکراتے چہروں سے قبول کر لیں اور حکومت کی فلاحی مساعی کو بروئے کار لانے کا موجب ہوں۔

دستاویز 10

پاکستان کے علماء کرام کا متفقہ فتویٰ

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اس وقت سارا عالم اسلام عموماً اور پاکستان خصوصاً کافرانہ ازموں کے نرغے میں پھنسا ہوا ہے، وہ کسی باخبر انسان سے مخفی نہیں۔ پاکستان کی ملکی سیاست میں مشغول جماعتیں تجزیہ کرنے سے چار قسم کی معلوم ہوتی ہیں۔

1- چند جماعتیں پاکستان میں صحیح اسلام، اسلامی قانون رائج کرنے کی داعی ہیں۔ ان کے منشور میں بھی قرآن و سنت کے مطابق حکومت چلانے کی تصریح ہے اور سعی و عمل کا رخ بھی اسلامی اصول کے مطابق ہے۔

2- بعض پارٹیاں ایسی ہیں، جن کا عقیدہ انکار خدا، انکار رسالت و آخرت پر مبنی ہے۔ جیسے کیمونسٹ پارٹی، مگر جب سے حکومت نے کیمونسٹ تحریک کو پاکستان میں ممنوع قرار دیا تو اس کے افراد دوسرے ناموں سے کئی سوشلسٹ جماعتوں میں بٹ گئے ہیں، جو نہ نظریہ پاکستان یا اسلام اور قرآن و سنت کا اقرار کرتے ہیں نہ ان کے منشور میں اس کی تصریح ہے۔ عملی طور پر خود ساختہ ازم کے اعتبار سے ان کے ہاں سب کچھ مباح ہے۔

3- نظریہ پاکستان، اسلام اور قرآن و سنت سے واسطہ نہ رکھنے والی جماعتوں میں ایک نیشنل ازم علاقائی قومیت کا پرچار کرنے والوں کی ہے۔ وہ لسانی اعتبار سے ہندو ادب کے جذبات و تہذیب کو اسلامی ادب و تہذیب پر ترجیح دیتے ہیں۔ وطنی ہندوؤں کو غیر وطنی مسلمانوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ اسلامی دستور و قانون کے بجائے خود ساختہ سیکولرازم لادینی طریقہ رائج کرنا چاہتے ہیں۔

4- بعض جماعتیں جن میں کچھ علماء بھی ہیں، اپنے منشور میں قرآن و سنت کا اقرار کرتے ہوئے سوشلزم اور نیشنلزم کی داعی جماعتوں سے اشتراک عمل اور اتحاد کرتی ہیں۔ ان چاروں کے داعی مبلغ ____ اشتراک عمل ____ مالی امداد چندہ وغیرہ ووٹ دے کر تائید کا ازروئے شریعت کیا حکم ہے۔

بینوا توجروا ___ المستفتی

صلاح الدین دہلوی

الجواب

اس وقت اسلام اور پاکستان کے لیے سوشل ازم سے بڑا کوئی خطرہ اور فتنہ نہیں ہے۔ ان کے خلاف جہاد ہر مسلمان پر بقدر طاقت فرض ہے' مگر افسوس یہ ہے کہ سوشلسٹ عناصر نے باہمی اختلافات کے باوجود اپنی قوت کو متحد کر لیا ہے ____ اس کے بالمقابل اسلام کی داعی جماعتیں اپنے گروہی اختلافات کی بناء پر منتشر ہیں اور ان میں سے کوئی جماعت بھی تنہا اس مخالف جماعت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس لیے اس وقت پاکستان میں اسلام بلکہ خود پاکستان کی بقاء اس پر منحصر ہے کہ جتنے کلمہ گو مسلمان صحیح اسلامی نظام کے داعی ہیں وہ اس خاص مقصد کے لیے متحدہ محاذ بنا کر کام کریں۔ تاکہ اسلام پسند عناصر کے ووٹ تقسیم نہ ہوں۔ مسلک و مشرب کا اختلاف جو دینی بنیاد پر ہو وہ درس و فتوئی کے مخصوص حلقوں میں محفوظ رہنے کے ساتھ اس مشترک مقصد میں حائل نہ ہونا چاہیے۔ سب کو مل کر انتخاب میں صرف ایسے نمائندوں کو کامیاب کرنے کی جدوجہد کرنا چاہیے جو ملک میں صحیح اسلامی دستور و قانون اور پورا نظام اسلامی نافذ کرنے کی جدوجہد کریں تاکہ وہ ایک طرف سرمایہ دارانہ نظام کی خصوصیات سود' قمار' سٹہ' ناجائز ذخیرہ اندوزی' ناجائز استحصال' غریبوں پر ظلم' شراب' عریانی' بے حیائی وغیرہ کو پاکستان سے دور رکھنے اور ملک میں معاشی توازن درست کرنے میں اپنی پوری توانائی صرف کریں اور دوسری طرف جو لوگ سوشلزم کے بنیادی اصول' طبقاتی منافرت پھیلانے' لوٹ مار کی دعوت دینے اور انفردی ملکیت کی مخالفت کرنے اور زبردستی قومی ملکیت کا پرچار کرنے میں مشغول ہیں' ان کے اسلامی نعروں سے فریب نہ کھائیں اور ان سے ادنیٰ رواداری گوارا نہ کریں۔ کیونکہ یہ سب باتیں اسلام اور قرآن سے بغاوت ہیں۔ سوشلزم کے اصول کے مطابق انفرادی ملکیت نہ رہی تو آدھا قرآن بے کار ہو جائے گا۔ مطلقاً انفرادی ملکیت کا انکار درحقیقت قرآن کا انکار ہے' جو جماعتیں سرمایہ دارانہ نظام اور سوشل ازم دونوں کے خلاف جہاد کر کے خالص اسلامی نظام قائم کرنے پر متفق ہو کر کام کر رہی ہیں وہ بلاشبہ اسلام کے خلاف سب سے بڑے خطرہ کی مدافعت میں مصروف جہاد ہیں۔ ان کو چندہ دینا اور اس مقصد کے لیے ان کی امداد کرنا' ان کو ووٹ دینا سب جہاد شرعی کے حکم میں ہے۔ جس کے فضائل ہر مسلمان جانتا ہے۔ سوال میں ملکی سیاست کے لیے کام کرنے والی جن چار جماعتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے پہلی قسم ان جماعتوں میں بھی ہمارے نزدیک دو طرح کی جماعتیں ہیں۔ ایک وہ جس کی سرپرستی و قیادت ملک کے متدین علماء کے ہاتھ میں ہے دوسری وہ جس کی قیادت علماء کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ تعاون و امداد کے معاملہ میں فضیلت و ترجیح پہلی قسم کو حاصل ہوگی۔

تیسری قسم ان جماعتوں کی ہے جو یا تو کمیونزم اور سوشل ازم کو عقیدۃً" قبول کر کے صراحتہ" خدا کے وجود ہی کی منکر ہیں' یا قرآن کے تاقیامت واجب العمل قانون ہونے یا حدیث رسولؐ کے حجت ہونے کا انکار کرتی ہیں۔ یا انفرادی ملکیت کو مطلقاً ظلم قرار دیتی ہیں اور اس کے خلاف لوٹ مار کر کے دوسروں کے اموال و جائیدادوں پر قبضہ کر لینے کو جائز قرار دیتی ہیں وہ بلاشبہ قرآن و سنت اور اسلام سے باغی ہیں۔ وہ مسلمان ہرگز نہیں۔ اگرچہ کلمہ بھی پڑھیں نماز روزہ بھی ادا کریں۔ ایسے لوگوں سے کسی قسم کا اشتراک عمل ہدم اسلام کا مراداف ہے۔ ان کے ساتھ شریک ہونا یا ان کی کوئی کسی قسم کی امداد کرنا یا ان کو ووٹ دینا کفر کی امداد کرنا اور سخت حرام ہے۔

سوال میں تیسری قسم ان جماعتوں کی ہے جو اسلامی اصول کتاب وا سنت کا اقرار نہیں کرتیں۔ "گو صراحتہ" انکار بھی نہ کریں۔ یہ لوگ نیشلزم یا سیکولرزم کو پاکستان میں رائج کرنا چاہتے ہیں اور نظریہ پاکستان کے خلاف وطنی قومیت کی بنیاد پر وطنی ہندوؤں کو غیر وطنی مسلمانوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ ہندو ادیبوں' شاعروں کے گیت گاتے اور ہندو تہذیب کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں ان کے بھی گمراہ اور نظریہ پاکستان کے مخالف ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ان کے ساتھ اشتراک عمل یا چندہ اور ووٹ سے ان کی امداد پاکستان کی مرادف اور ناجائز و گناہ ہے۔

سوال میں چوتھی قسم ان لوگوں کی بیان کی گئی ہے جو اپنے منشور میں قرآن و سنت کو بنیاد قرار دیتے ہوئے اسلامی نظام ہی کو ملک میں رائج کرنے کے مدعی ہیں' مگر ساتھ ہی ایسے سوشلسٹ عناصر کے ساتھ اشتراک عمل کا معاہدہ بھی کئے ہوئے ہیں۔ جن کی خلاف اسلام سرگرمیاں اس سے پہلے عام مشاہدہ میں آ چکی ہیں اور ان کے منشور میں اب بھی بنیادی طور پر اسلام کے معاشی نظام کو غلط یا ناکافی قرار دے کر کم از کم معاشی مسائل کی حد تک سوشلزم کو اپنایا گیا ہے اور ملک میں ان کی منظم طاقت اسلام اور پاکستان کے لیے خطرہ بنی ہوئی ہے۔ ان حالات میں ظاہر ہے کہ ان کے ساتھ معاہدہ اشتراک عمل ان کے باطل نظریات کو قوت پہنچانے اور ملک پر سوشلزم کو مسلط کرنے کا سبب بنے گا۔ اہل علم دین کا ان کے ساتھ اختلاط مسلمانوں کے قلب سے اس کافرانہ نظام کی نفرت کم کرے گا اور ان کو مسلمانوں کی صفوف میں انتشار پھیلانے اور ناواقف مسلمانوں کو اپنے دام میں لانے کا ذریعہ بنے گا۔ ایسا کرنے والے حضرات کتنے ہی نیک اور نیک نیت ہوں' مگر کسی کی نیک نیتی سعی و عمل کے منطقی اور فطری نتائج کو بدل نہیں سکتی۔ اس لیے ان حضرات کی مدد و اعانت کا سارا فائدہ سوشلسٹ عناصر کو پہنچے

گا۔ ان کو چندہ یا ووٹ دینا ایسا ہی ہوگا جیسے براہ راست سوشلسٹ عناصر کو ووٹ دیا جائے۔ ____ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

1- حضرت مولانا ظفر عثمانی، امیر اعلیٰ کل پاکستان مرکزی جمعیت علمائے اسلام۔

2- مولانا مفتی محمد شفیع، صدر دارالعلوم کراچی۔

3- مولانا احتشام الحق تھانوی کراچی

4- سید محمد دہلوی، مجتہد شیعہ اثنا عشریہ کراچی۔

5- علامہ ابن حسن جارچوی، مجتہد شیعہ اثناء عشریہ و استاد کراچی یونیورسٹی کراچی۔

6- سید ابوالبرکات، شیخ الحدیث حزب الاحناف لاہور۔

7- شاہ احمد نورانی صدیقی، نائب صدر مرکزی جماعت اہل سنت کراچی۔

8- مولانا منتخب الحق، صدر کلیہ معارف اسلامیہ کراچی یونیورسٹی کراچی۔

9- مولانا سید محمود احمد رضوی، ناظم دارالعلوم حزب الاحناف لاہور۔

10- مولانا سید عبدالجبار، مفسر قرآن ریڈیو پاکستان کراچی۔

11- مولانا محمد یوسف کلکتوی، معتمد جمعیت اہل حدیث بحر العلوم کراچی۔

12- مولانا عبدالخالق رحمانی، مفتی جماعت اہل حدیث کراچی۔

13- مولانا محمد متین الخطیب، امیر کل پاکستان مرکزی جمعیت علماء اسلام۔

14- مولانا ابوالحسن قاسمی، مہتمم مدرسہ تعلیم الابرار عید گاہ ملتان۔

15- مولانا اسرائیل، مہتمم دارالعلوم رحمانیہ پشاور۔

16- مولانا فضل الٰہی، صدر مرکزی جمعیت علمائے اسلام پشاور۔

17- مولانا روح اللہ، دارالعلوم اتمان زئی پشاور۔

18- مولانا بادشاہ گل بخاری، جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک پشاور۔

19- مولانا سید محمد نذیر، ناظم مرکزی جمعیت علماء اسلام پشاور۔

20- مولانا نورالحق، دارالعلوم اشاعت التوحید والسنہ پشاور۔

21- مولانا محمد احمد تھانوی، مہتمم مدرسہ اشرفیہ سکھر۔

22- مولانا عبدالباری، نائب ناظم جمعیت العلمائے افغان چار سدہ پشاور۔

23- مولانا عبدالرشید ربانی، مدرسہ تعلیم الاسلام دینہ جہلم۔

24- مولانا حکیم غلام نبی، امیر مرکزی جمعیت علماء اسلام جہلم۔

25- مولانا عبدالغفور، خطیب مسلم مسجد لاہور۔

26- مولانا سید غیاث اللہ شاہ بخاری، صدر جمعیت اشاعت التوحید والسنہ گجرات۔

27- مولانا محمد بخش مسلم، خطیب مسلم مسجد لاہور۔

28- مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی، صدر مرکزی جمعیت علماء پاکستان وزیر آباد۔

29- مولانا جمیل احمد تھانوی، مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور۔

30- مولانا محمد جعفر حسین، گوجرانوالہ۔

31- مولانا محمد حسین نعیمی، ناظم و مفتی جامعہ نعیمیہ لاہور۔

32- مولانا عبدالرحمٰن جامعہ اشرفیہ لاہور۔

33- مولانا سید محمد گونڈلوی، گجرانوالہ۔

34- مولانا محمد ادریس، شیخ الحدیث و التفسیر جامعہ اشرفیہ لاہور۔

35- مولانا عبید اللہ، مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور۔

36- مولانا دین محمد، ناظم اعلیٰ جامعہ قرانیہ لال باغ ڈھاکہ۔

37- مولانا حافظ محمد اللہ (حافظ جی حضور)، خطیب لال باغ شاہی مسجد ڈھاکہ۔

38- مولانا عزیز الحق، محدث جامعہ قرانیہ لال باغ ڈھاکہ۔

39- مولانا عبدالمجید، جامعہ قرانیہ لال باغ ڈھاکہ۔

40- مولانا بذل الرحمٰن، مہتمم امداد العلوم فرید آباد۔

41- مولانا امین الاسلام، مہتمم مدرسہ اسلامیہ اسلام پور ڈھاکہ۔

42- مولانا سید محمد معصوم، صدر اسلامی شنگرام پریشد ڈھاکہ۔

43- مولانا عبدالعزیز، اشرف العلوم مدرسہ ڈھاکہ۔

44- مولانا نور الحق قاسمی، اسلام آبادی، خطیب مفورڈ ڈھاکہ۔

45- مولانا محمد منصور رحمانی، خطیب بنگسال جامع مسجد ڈھاکہ۔

46- مولانا مظاہر اسلام، ڈھاکہ۔

47- مولانا عزیز السلام، ڈھاکہ۔

48- مولانا عبدالرحمٰن فریدی، لال باغ ڈھاکہ۔

49- مولانا مفتی محی الدین، اشرف العلوم ڈھاکہ۔

50- مولانا محمد حاتم، مہتمم مدرسہ حسینیہ قاسم العلوم پر میشری ڈھاکہ۔

51- مولانا سید محمد مصطفیٰ المدنی، ڈھاکہ۔

52- مولانا پیرجی عبدالوہاب (پیرجی حضور) مہتمم مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ۔

53- مولانا عبدالباری، ڈھاکہ۔

54- مولانا محمد ہارون، چاٹگام۔

55- مولانا میر احمد، چاٹگام۔

56- مولانا عبدالوہاب، مہتمم معین الاسلام ہانھزاری چاٹگام۔

57- مولانا محمد یونس، مہتمم مدرسہ ضمیریہ پٹیہ چاٹگام۔
58- مولانا عبدالحق، مدرسہ اسلامیہ جیری چاٹگام۔
59- مولانا محمد یوسف، مدرسہ اسلامیہ جیزی چاٹگام۔
60- مولانا شوکت علی، بانس کھالی چاٹگام۔
61- مولانا مفتی عبدالرحمٰن، مدرسہ پٹیہ چاٹگام۔
62- مولانا صدیق احمد، شیخ الحدیث پٹیہ چاٹگام، ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت۔
63- مولانا مفتی محمد یوسف، شیخ الحدیث کٹی گرام چاٹگام۔
64- مولانا اکرام الحق، منڈیپ چاٹگام۔
65- مولانا حشمت اللہ، لکشام کومیلا۔
66- مولانا ولایت حسین، کومیلا۔
67- مولانا علی اشرف، کومیلا۔
68- مولانا مجیب الرحمٰن بروڑ کومیلا۔
69- مولانا ابو طاہر، سینئر مدرسہ اکھوڑہ کومیلا۔
70- مولانا عبدالسلام رکھی پوری کومیلا۔
71- مولانا احمد اللہ، چاند پور کومیلا۔
72- مولانا اشرف علی، کومیلا۔
73- مولانا عبدالکریم نوا کھالی۔
74- مولانا عبدالغنی، پرنسپل اسلامیہ عالیہ مدرسہ نوا کھالی۔
75- مولانا غیاث الدین، مہتمم نورتین پور نوا کھالی۔
76- مولانا صدیق اللہ کیلا کوپا نوا کھالی۔
77- مولانا حسین احمد، مہتمم سینئر مدرسہ نوا کھالی۔
78- مولانا حسین احمد، مہتمم سینئر مدرسہ نوا کھالی۔
79- مولانا عبدالرحمٰن، فاضل دیوبند پٹوا کھالی۔
80- مولانا عبدالواحد، سپرنٹنڈنٹ سینئر مدرسہ پٹوا کھالی۔
81- مولانا صلاح الدین، بھولا باریسال۔
82- مولانا عبدالحمید فروزی باریسال۔
83- مولانا محمد اسحاق پیر چر مونائی باریسال۔
84- مولانا محمد نور الحق، مدرسہ اشرفیہ غالواہ بازار باریسال۔
85- مولانا عبدالحق لال موہن، باریسال۔
86- مولانا ممتاز الکریم، محدث مدرسہ عالیہ چر مونائی باریسال۔
87- مولانا عبدالعزیزی بہاری، محدث چر مونائی باریسال۔
88- مولانا نورالہدیٰ، مہتمم مدرسہ حسین احمدیہ باریسال۔
89- مولانا عبدالمنان، شیخ الحدیث محمودیہ باریسال۔
90- مولانا عبداللہ، مدرسہ الہیہ سمولیہ ماگورہ جیسور۔
91- مولانا صادق علی، جیسور۔
92- مولانا پیر محمد سعید خانقاہ محمدیہ نوان پاڑہ جیسور۔
93- مولانا سعد اللہ، مہتمم مدرسہ اشرفیہ جیسور۔
94- مولانا عبدالحکیم، صدر مرکزی جمعیت علماء اسلام و نظام اسلام پارٹی تنگائیل۔
95- مولانا عبدالرحمٰن لاردگرام مدرسہ تنگائیل۔
96- مولانا مفتی سلیم الرحمٰن، شیخ الحدیث دارالعلوم عالیہ تنگائیل۔
97- مولانا عبدالقدوس، مہتمم مدرسہ دارالعلوم عالیہ تنگائیل۔
98- مولانا طیب علی، خطیب بیت المکرم رنگ پور۔
99- مولانا عبدالقدوس، مہتمم کاٹی پاڑہ دیناجپور۔
100- مولانا لال محمد، مدرسہ الحدیث دیناجپور۔
101- مولانا اکبر حسین قاسمی، مہتمم نور جہاں عالیہ مدرسہ دیناجپور۔
102- مولانا صالح احمد، مہتمم مدرسہ دار الہدایت پور شاہ راجشاہی۔
103- مولانا ارشاد اللہ، راجشاہی۔
104- مولانا عبدالباقی، مدرسہ جامع العلوم بھانگہ فرید پور۔
105- مولانا اشرف علی، مہتمم اسلامیہ مدرسہ بلھزیا فرید پور۔
106- مولانا عبدالواحد صدیقی جونپوری، چوموگوریا فرید پور۔
107- مولانا عبدالباری، کارن پور فرید پور۔
108- مولانا وحید الزماں، شیخ الحدیث اشرف العلوم میمن سنگھ۔
109- مولانا اظہر علی، کشور گنج میمن سنگھ۔
110- مولانا احمد حسن قاسمی، شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ پبنہ۔
111- مولانا مزمل الحق، ناظم گوشپ پاڑہ سینئر مدرسہ پبنہ۔
112- مولانا عبدالمنان، مدرسہ عالیہ سونا ٹونیہ کھلنا۔
113- مولانا نورالابصار، مدرسہ قاسم العلوم بوگرہ۔
114- مولانا فیض احمد، بوگرہ۔
115- مولانا محمد اسحاق، چھر قائی سلہٹ۔
116- مولانا مفتی رشید احمد، مدرسہ اشرف المدرس ناظم آباد کراچی۔
117- مولانا محمد مالک کاندھلوی، استاد الحدیث دارالعلوم ٹنڈواللہ یار۔
118- مولانا مفتی محمد وجیہہ، دارالعلوم ٹنڈواللہ یار۔
119- مولانا مشرف علی صاحب تھانوی، جامع اشرفیہ لاہور۔
120- مولانا وکیل احمد شیروانی، جامع اشرفیہ لاہور۔
121- مولانا مقبول الرحمٰن، مقدس مسجد لاہور۔
122- مولانا عبدالشکور ترمذی۔

123- مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب۔ مازارہ۔
124- مولانا حافظ عبدالمجید' خطیب مسجد گنج علی خاں پشاور۔
125- مولانا حضرت شاہ صاحب' کاکاخیل۔
126- مولانا شیر محمد صاحب' پشاور۔
127- مولانا سید میرعالم شاہ خطیب ضلع کوہاٹ۔
128- مولانا سید مبارک شاہ صاحب' خطیب درہ آدم خیل کوہاٹ۔
129- مولانا سید مبارک شاہ صاحب' خطیب ضلع پشاور۔
130- مولانا محمد غزن صاحب' مفتی جامعہ اشرفیہ پشاور۔
131- مولانا محمد حسن جان' مدینہ یونیورسٹی۔
132- مولانا رحمٰن الدین صاحب' پڑا رنگ چارسدہ۔
133- شیخ الحدیث مولانا محمد وسیم صاحب' بنوں۔
134- مولانا عبداللطیف' مہتمم مدرسہ نظام العلوم بنوں۔
135- مولانا عبدالحمید صاحب' بنوں۔
136- مولانا غلام نبی صاحب' درہ آدم خیل۔
137- مولانا قاضی حبیب الرحمٰن' گلبیلہ۔

ترمیم و اضافہ

حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابھی حال ہی میں ملک کے مقتدر اور ہر مکتب فکر کے ایک سو تیرہ علماء کے دستخط سے ایک فتویٰ اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ جس میں سوشلزم اور بعض دوسرے لا دینی نظریات کو کفر اور اس کی حمایت کو حرام قرار دیا گیا ہے اور ملک کی جو جماعتیں اور افراد جتنا جتنا اسلام سے دور اور لادینی ازموں سے قریب تھے اتنا ہی وہ فتوے کی زد سے متاثر و مجروح ہوئے ہیں اور اسلام کے نام سے تعمیر ہونے والے بعض لادینی قلعے بالکل ہی مسمار ہو گئے۔ رد عمل اور ری ایکشن کے عنوان سے فتوے کے خلاف جو شور و غوغا بپا ہے۔ وہ دراصل انہیں حلقوں کے واویلا ماتم کی آوزیں ہیں جو فتویٰ کی ضرب کاری سے نیم بسمل ہیں۔ کسی نے سراسیمگی میں فتوے کے خلاف قانونی چارہ جوئی کے لیے ریگولیشن نمبر 60 کی دھائی دی۔ کسی نے گھبرا کر ایوان صدر کو کھٹکھٹایا' کسی نے بدحواسی میں اسے عالم اسلام کے خلاف صیہونی سازش قرار دیا' کسی نے کھسیا کر امریکی سامراج اور سرمایہ داروں کی ایجنسی کی مخصوص اشتراکی گالی دی ____ بعضوں نے میرے اور دیگر علماء کے دستخط و ترمیم کے نہ شائع ہونے کا بہانہ لے کر فتوے کو مشکوک اور مشتبہ بنانے کا پروپیگنڈہ کیا اور سب سے زیادہ افسوسناک یہ کہ بعض اشتراکیت کے فریب خوردہ مولوی صاحبان نے فتویٰ دینے والے ان اکابر علماء کو نااہل و غیر مستند قرار دینے کی شرمناک کوشش کی۔ جو ان کی پیدائش سے بھی بہت پہلے سے افتاء کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ جن کے لاکھوں فتوؤں پر فقیہ سلام مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی' شیخ الہند مولانا حسین احمد صاحب مدنی' شیخ العرب و العجم' مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری' حکیم الامت مولانا اشرف تھانوی اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثانی جیسے آئمہ وقت اپنے اپنے دستخطوں سے توثیق و تصدیق کی مہریں ثبت کر چکے ہیں۔ جن کے فتاوے آج بھی ہندو پاک میں حنفی اور دیوبندی مسلک کا قیمتی سرمایہ متصور ہوتے ہیں اور جو ہر مکتب فکر کے اکتیس علماء کے اجتماع میں مرتب ہونے والے اسلامی دستور کے 22 نکات کے بانی بھی ہیں۔

فتوے کی چوٹ سے بلبلا اٹھنے والے ان حلقوں میں سے نہ کسی حلقے کی دھمکیوں کا ہم پر کوئی اثر ہے اور نہ ہم کسی حلقے کی یاوہ گوئی کا جواب دینا پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ جابر و قاہر مسلمان بادشاہوں کے عہد استبداد میں' فرنگیوں کے جابرانہ دور اقتدار میں اور سکندر و ایوب کی فوجی آمریت میں جو علماء آواز حق بلند کرنے سے کبھی نہیں جھجکے وہ چند غیر ملکی نظریات کا پرچار کرنے والے بے ضمیر افراد کی دھمکیوں سے کیسے مرعوب ہو سکتے ہیں۔ البتہ بعض ایسی غلط فہمیوں کا ازالہ ہمارے فرائض میں داخل ہے جو مختلف عنوان اور مختلف انداز سے فتوے کی افادیت کو ختم کرنے کے لیے سادہ لوح اور مخلص مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کی گئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ:

1- ملکی سیاسیات اور ملکی الیکشن میں فتوے بازی کی ضرورت نہیں ہے۔

2- فتوے کی رو سے سارا اسلام اور پاکستان کے مسلمانوں کی بھاری اکثریت خارج از اسلام اور کافر قرار پاتی ہے۔

3- تکفیر کے فتوے دینا مسلمانوں کو کافر بنانا ہمیشہ سے علماء کا شیوہ رہا ہے۔

4- کلمہ گو انسانوں کی یا قرآن و سنت اور اسلام کا اقرار کرنے والوں کی تکفیر کیسے کی جا سکتی ہے۔

5- بعض علماء کی ترمیم اور دستخط نہ چھاپنے سے علماء کے مابین اختلافات کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ بالا تمام غلط فہمیوں کی اصل بنا اس پر ہے۔ اس زمانے میں عام مسلمان بالعموم اور تعلیم یافتہ حضرات بالخصوص فتوے کے مفہوم اور

ہلں کی حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ فتویٰ کے لغوی معنی ہیں جواب ــــــ قانون شریعت کی اصطلاح میں فتویٰ ماہرین شریعت کے اس قول فیصل اور جواب کو کہتے ہیں جو حالات و واقعات کے بارے میں شرعی حکم دریافت کرنے پر قرآن و سنت کی روشنی میں دیا جاتا ہے خواہ وہ حالات شخصی اور نجی ہوں اور خواہ وہ ملکی و ملی ہوں۔ مسئلہ واضح اور صاف ہو تو ایک عالم کے دستخط سے اطمینان ہو جاتا ہے اور اگر نتائج کے اعتبار سے مسئلہ اہم اور عمومی ہو تو مختلف مکاتیب فکر کے متعدد علماء کی توثیق سے اس کو اجتماعی طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ ملت کا اجتماعی قدم اس فتوے کی روشنی میں بلا اختلاف اور بلا تردد اٹھایا جا سکے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کی چودہ سو سالہ زندگی کے ہر دور میں جب کبھی بھی ملک و ملت پر کٹھن وقت آیا یا کسی مسئلہ میں عام ذہنی انتشار پیدا ہو تو علماء نے اجتماعی فتوے کے ذریعے قرآن و سنت کی رائے پیش کر کے مسلمانوں کی بروقت رہنمائی کی اور بسا اوقات اس کی پاداش میں علماء کو قید بند اور دارو رسن کی سخت منزلوں سے بھی گزرنا پڑا۔ فرنگی اقتدار کے خلاف جنگ آزادی کے موقع پر 1857ء میں، ترک موالات کی تحریک کے متعلق 1920ء میں، تحریک پاکستان کی حمایت کے لیے مسلم لیگ میں شمولیت اور کانگریس کے ساتھ بائیکاٹ کے متعلق 1946ء میں نام نہاد ہندو مسلم اتحاد کے لیے گاؤکشی بند کرنے کی مخالفت میں، کشمیر میں پاک بھارت جنگ کو مقدس جہاد قرار دینے کے متعلق 1947ء میں اور پاک بھارت جنگ کو اسلامی جہاد قرار دینے کے متعلق 1965ء میں ہر مکتب فکر کے علماء نے اس اجتماعی شان سے قرآن و سنت کی روشنی میں شرعی فتاوے جاری کیے تاکہ مسلمان جانی و مالی نقصان کو نقصان نہ سمجھیں بلکہ شہادت و قربانی کے جذبے کے ساتھ جہاد میں بے دریغ حصہ لیں ــــــ پس فتویٰ دینا کھیل اور بازی نہیں ہے بلکہ علماء کی اہم ذمہ داری اور ملک و ملت کی بیش بہا خدمت ہے اور بعض سیاسی نابالغ لیڈروں کا یہ خیال بھی صحیح نہیں ہے کہ فتوے کا اثر افغانستان کے امان اللہ خان تک تھا، کیونکہ آج بھی فتوے کی تاثیر ہی کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن جس کو مذہب اسلام کی صورت مسخ کرنے کے سلسلے میں فوجی آمریت کی سرپرستی حاصل تھی۔ بالاخر اسے پاکستان چھوڑنا پڑا اور جنہوں نے سوشلزم یا اسلامی سوشلزم کا نعرہ لگایا تھا۔ وہ آج بھی فتوے کی بدولت عام مسلمانوں کی حمایت سے محروم ہو کر یوسف بے کارواں بن چکے ہیں۔

1- فتوے کی مذکورہ بالا شرعی حیثیت اور شاندار تاریخی پس منظر کی روشنی میں یہ اعتراض بھی انتہائی طفلانہ ہو کر رہ جاتا ہے کہ ملکی سیاسیات اور ملکی الیکشن میں فتوے بازی کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا 1857ء میں فرنگی اقتدار کے خلاف جہاد سے متعلق، 1920ء میں تحریک "ترک موالات" سے متعلق اور 1946ء میں تحریک پاکستان کی حمایت کے متعلق علماء کے اجتماعی فتاوے سیاسیات اور الیکشن کے لیے نہیں تھے؟ اور کیا 1965ء کی جنگ کے موقع پر اسلامی جہاد کا فتویٰ ملکی معاملات سے وابستہ نہیں تھا؟ اور کیا یہ فتاوے غیر ضروری اور بے وقت تھے؟ بلکہ فتویٰ کا اصل وقت ہی وہ ہوتا ہے جب ملکی و قومی حالات کے بارے میں عام مسلمان قرآن و سنت کی رائے اور منشاء الٰہی کے متلاشی ہوں اور عملی اقدام کرنا چاہیں۔ اگر 1857ء، 1920ء اور 1946ء میں علماء کا اجتماعی فتویٰ نہ ہوتا تو نہ فرنگیوں کے مقابلے میں مسلمان سر دھڑ کی بازی لگاتے اور نہ ہندو سے کشت و خون کر کے پاکستان بنا سکتے۔ پھر یہ بھی بہت بڑا مغالطہ ہے کہ پاکستان کے موجودہ حالات صرف سیاسی ہیں اور الیکشن محض الیکشن ہے۔ کیونکہ پاکستان جو اسلامی قومیت کی بنیاد پر صرف اقامت دین کی خاطر وجود میں آیا ہے۔ شریعت مطہرہ کی نظر میں خود بھی دارالسلام ہے اور عالم اسلام کی حفاظت کے لیے آہنی حصار بھی۔ یہ اور بات ہے کہ اس مقدس ملک پر قابض حکمرانوں اور اسلام دشمن سرکاری ملازموں نے اپنی سازشوں سے اب تک اسلامی نظام قائم نہیں ہونے دیا، مگر بے دین حکمرانوں کے وجود سے ملک کی اسلامی حیثیت بالکل اسی طرح متاثر نہیں ہوتی جس طرح فاسق و فاجر اور بے دین امام و موذن سے مسجد کی حیثیت و حرمت متاثر نہیں ہوتی"۔

فتوے کی زد سے مسلمانوں کی اکثریت متاثر ہونے کا مغالطہ بھی غیر واقعی اور بے اصل ہے، کیونکہ فتوے کی بنیاد اصول و احکام پر ہوتی ہے افراد و اشخاص پر نہیں ہوتی۔ البتہ تکفیر کے جو اسباب و وجوہ فتوے میں درج ہوتے ہیں وہ جن جن افراد میں پائے جاتے ہیں وہ فتوے کے مصداق قرار پاتے ہیں۔ عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو یا پاکستان کے مسلمانوں کی بھاری اکثریت کو محض فتوے کا مصداق ٹھہرانے کے لیے ان کے متعلق یہ خیال قائم کرنا کہ وہ قرآن و سنت کی ابدی حجیت کے منکر یا وجود باری اور آخرت کے منکر ہیں یا اسلام کے معاشی نظام کے بجائے سوشلزم کے لا دینی معاشی نظام کو برحق سمجھتے ہیں یا اسلام کو معاشی نظام سے خالی تصور کرتے ہیں، یا انفرادی ملکیت کے منکر ہیں حقیقت کے خلاف اور جھوٹا بہتان ہے۔ عالم اسلام تو بڑی چیز ہے، چین اور روس کے مسلمانوں میں بھی بڑی اکثریت اشتراکی ملکوں میں رہنے کے باوجود آج بھی وجود باری قرآن وحدت کی ابدی حجیت اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے اور سوشلزم کی حقانیت کا عقیدہ نہیں رکھتی۔ یہی حال عالم اسلام کے مسلمانوں کا ہے کہ وہ ضروریات دین پر ایمان رکھتے ہیں اور اسلام کے سوا کسی ازم پر عقیدہ نہیں رکھتے، مگر سوشلزم کے چنگیزی نظام کی یہ نرالی خصوصیت ہے کہ وہ معمولی اقلیت کی صورت میں بھی دھونس اور دھاندلی سے اس بھاری اکثریت کو مجبور کر کے رکھتی ہے جو

عقیدۃ" سوشلزم کے خلاف ہے۔ پاکستان میں بھی چند گنے چنے کمیونسٹ اور سوشلسٹ کے علاوہ بہت بھاری اکثریت ضروریات دین پر صحیح عقیدہ رکھتی ہے اور سوشلزم کے ایسے ہی خلاف ہے جس طرح کیپٹلزم اور دوسرے لادینی نظاموں کے خلاف ہے اور عقیدۃ" تمام لادینی ازموں کو کفر سمجھتی ہے۔ البتہ کچھ سادہ لوح مسلمان اب تک اس غلط فہمی میں ہیں کہ سوشلزم صرف ایک معاشی نظام ہے جو نہ اسلام کے خلاف اور نہ اسلام سے متصادم۔ سطور بالا سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ایسا سمجھنا بھی صریح گمراہی ہے جو کسی وقت بھی کفر کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ غرضیکہ کفر کے فتوے کی بنیاد قرآن و سنت کی ابدی حجیت سے انکار اور خدا و آخرت اور انفرادی ملکیت سے انکار جیسے مسلمہ اصولوں پر ہے جن سے صرف سوشلسٹ اور کیمونسٹ ہی متاثر ہوتے ہیں۔ نہ عالم اسلام متاثر ہوتا ہے اور نہ پاکستان کے مسلمانوں کی بھاری اکثریت متاثر ہوتی ہے۔

3- تکفیر کے فتوے سے متعلق علماء کرام اور مفتیان عظام پر یہ الزام بھی بے اصل ہے کہ ایک دوسرے کے خلاف تکفیر کے فتوے دینا اور مسلمانوں کو کافر بنانا ہمیشہ سے ان کا شیوہ رہا ہے کیونکہ تکفیر کے فتوے کا اصل مقصد اسلام اور کفر کی سرحدوں کی نشاندہی کرنا ہے تاکہ کافر و مومن کا اصولی امتیاز ظاہر ہو سکے اور اس کی روشنی میں کافر پر کفر کے احکام جاری کیے جا سکیں اور مومن پر اسلام کے' کفر و اسلام کا اختیار کرنا اور کافر و مومن کی حدود میں داخل ہونا عامتہ الناس کا اپنا عمل ہے اور فتوے کے ذریعے اس حقیقت کا اظہار و اعلان علماء کا کام ہے۔ علماء امت مومن کو کافر نہیں بناتے بلکہ کافر کو کافر بتاتے ہیں اور مومن کو مومن اور حدود کفر میں داخل ہونے والے مسلمان کے متعلق اسلام سے خارج ہونے کا اعلان بھی کسی شوق اور دلچسپی سے نہیں کیا جاتا' بلکہ جس قدر مجبوری کے ساتھ انسان اپنے جسم کے ناسور والے اعضاء کو سرجن کے ذریعے کٹوا دیتا ہے یا جس دلسوزی و رنج کے ساتھ ایک بھائی اپنے حقیقی بھائی کی میت کو دفن کر دیتا ہے اس سے بدرجہا زیادہ مجبوری اور دلسوزی کے ساتھ کفر اختیار کرنے والے کے بارے میں اسلام سے خارج ہونے کا اعلان کیا جاتا ہے اور اس ناخوشگوار فریضہ کے ادا کرنے میں اگر علماء کوتاہی کریں یا غفلت برتیں تو ملت و قوم کا پورا جسم ہی کفر کے نسور سے متاثر ہو سکتا ہے۔

4- علی ہذا یہ خیال بھی جہالت اور ناواقفیت پر مبنی ہے کہ ہر کلمہ گو انسان مسلمان ہے اور کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ کلمہ اسلام کے باوجود ختم نبوت کا قائل نہ ہونا یا کلمہ گوئی کے باوجود قرآن کریم کو رسول اللہ کی تصنیف سمجھنا یا کلمہ گوئی کے باوجود قرآن و حدیث کی ابدی حجیت اور وجود باری و یوم آخرت کا انکار کرنا یا کلمہ گوئی کے باوجود دین اسلام کو معاشی نظام سے خالی سمجھنا یا سوشلزم و کیپٹلزم جیسے لادینی نظاموں کو برحق سمجھنا یا ان نظاموں کو اسلام کے نظام سے بالاتر سمجھنا' تمام صورتیں قطعی طور پر صریح کفر میں داخل ہیں اور کلمہ گوئی کے باوجود ان تمام صورتوں میں تکفیر لازمی اور ضروری ہے اور شائع شدہ فتوے میں بھی تکفیر کی بنیاد ان ہی وجوہ اور صورتوں کو قرار دیا گیا ہے باقی رہی وہ جماعتیں اور افراد جو اپنی فریب خوردگی کی بناء پر یا بناء اخلاص مذکورہ بالا گروہوں اور افراد کی حمایت کر رہے ہیں' اگرچہ ان کی تکفیر نہ کی جا سکتی ہو' مگر ہلکی سے ہلکی اور محتاط سے محتاط تعبیر میں وہ "بھٹکے ہوئے راہی" یا "خشت حرم سے دیر کی تعمیر کرنے والے معمار" کہلانے کے مستحق ضرور ہیں۔

5- باقی رہی یہ بات کہ فتوے میں احقر کی ترمیم اور دستخط یا بعض دوسرے مشاہیر علماء کی تصدیق کے بغیر فتویٰ صادر کیا گیا سو اس میں نہ فتویٰ دینے والے علماء کا قصور ہے اور نہ فتویٰ کی حیثیت اس سے مجروح ہوتی ہے۔ بلکہ مستفتی اور فتویٰ چھاپنے والوں کی کوتاہی اور غلطی ہے کہ انہوں نے فتوے کی اشاعت میں میری ترمیم اور دستخط دونوں کو نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ اس ترمیم کا مقصد اصل فتوے سے اختلاف نہ تھا بلکہ فتوے میں خلاف اسلام کام کرنے والی جماعتوں کی پوری تفصیل اور تین نمبروں میں اس کی درجہ بندی کی گئی تھی' مگر اسلامی نصب العین والی جماعتوں کا ذکر مجمل طریقے سے صرف ایک نمبر میں کیا گیا تھا۔ میں نے نمبر ایک میں درج شدہ جماعتوں میں قدرے تفصیل اور درجہ بندی کا ذکر کرتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا تھا کہ ان میں بعض جماعتیں ایسی بھی ہیں جن کا نصب العین اور طریقہ کار بھی قرآن و سنت کے مطابق ہے اور اس کی قیادت و سرپرستی متدین اور سلفی علماء کے ہاتھ میں ہے اور حمایت و تعاون کے بارے میں ثواب کے اعتبار سے اس کو فضیلت اور برتری حاصل ہے۔ فتوے کی مستقل اشاعت میں اس ترمیم کے ساتھ میرے اور دوسرے علماء کے دستخطوں کو شائع کیا جا رہا ہے۔

پیدا شدہ غلط فہمیوں کے ازالہ کے بعد عام مسلمانوں پر واجب اور ضروری ہے کہ وہ اس اجتماعی فتوے کی روشنی میں تمام لادینی ازموں' ان کے گروہوں اور حامیوں سے کلی طور پر اجتناب کریں اور اسلام کی عزت و سربلندی کے لیے علماء اور ان کے فتوے کے ساتھ تعاون کریں۔

بر رسولاں باغ باشد و دبس

(مولانا احتشام الحق تھانوی)

خان عبدالولی خان

السلام علیکم!

اس ملک میں پہلی مرتبہ صحت مند روایات کے رواج کی کوششوں سے جمہوریت دوست عناصر کی حوصلہ افزائی ہو رہی ہے۔ جبکہ ریاست اور حکومت کے درمیان اعتماد کی شکل پیدا ہو رہی ہے۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ اس اقدام کا فیصلہ صدر یحییٰ کی سرکردگی میں مارشل لاء حکومت نے کیا جو مختلف جماعتوں کا ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے قوم کو خطاب کرنے کا موقع فراہم کرکے اس ملک میں صحت مند اور روشن خیال رائے عامہ پیدا کرنے کی خواہاں ہے۔ اس سے پہلے وہ مارشل لاء کا ضابطہ نمبر 60 نافذ کرکے ہم سیاست دانوں کو سیاسی اخلاق کا سبق دینے کی کوشش کر چکے ہیں۔ اس طرح انہوں نے ان سیاست دانوں کے منہ پر ایک طمانچہ مارا ہے جنہوں نے 23 سال تک اس ملک پر حکومت کی۔ اس سے قبل میں نیشنل عوامی پارٹی کے مقاصد کی تفصیل پیش کروں میں اس تنظیم کے قیام کے پس منظر اور تاریخ کے متعلق کچھ کہوں گا۔

1948ء میں جب ایک جماعت کی تشکیل کی ضرورت محسوس کی گئی تو کراچی میں جمہوری طاقتوں نے مل بیٹھ کر ابتدائی کارروائی کے بعد پیپلز پارٹی آف پاکستان کی داغ بیل ڈالی۔ اس کے معاً بعد صوبہ سرحد میں بڑے پیمانے پر گرفتاریاں کی گئیں۔ 56ء میں اس سلسلہ میں دوبارہ سلسلہ جنبانی شروع ہوا اور مغربی پاکستان کی متعدد سیاسی جماعتوں نے مل کر نیشنل پارٹی آف پاکستان بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس تنظیم میں شامل جماعتیں سرحد کے خاں عبدالغفار خان کی قیادت میں خدائی خدمت گاروں، بلوچستان سے عبدالصمد خان اچک زئی کی سرکردگی میں پختون اور شہزادہ عبدالکریم کی رہنمائی میں اسحاق گل سندھ نے مرحوم حیدر بخش جتوئی کی رہبری میں سندھ ہاری کمیٹی اور جی ایم سید شیخ عبدالمجید (سندھی) کی قیادت میں سندھ عوامی محاذ اور پنجاب سے مرحوم میاں افتخار الدین کی سرکردگی میں آزاد پاکستان پارٹی پر مشتمل تھیں ایک سال بعد 1957ء میں جب مشرقی پاکستان کے مولانا عبدالحمید خاں بھاشانی کی قیادت میں عوامی لیگ کے ایک گروپ اور ایک دوسری جماعت گناشتری دل نے اس میں شمولیت اختیار کی تو یہ جماعت پاکستان نیشنل عوامی پارٹی کے نام سے قومی حیثیت کی حامل ہوگئی اس کے پہلے صدر مولانا بھاشانی تھے اور اس کی چار نمایاں خصوصیات یہ تھیں:

(الف) اس کی رکنیت ذات، عقیدے یا علاقے یا مذہب کا لحاظ رکھے بغیر پاکستان کے تمام شہریوں کے لیے کھلی تھی۔

(ب) یہ جماعت آزاد اور غیر جانبدار خارجہ پالیسی کی علمبردار تھی اور اس نے سیٹو اور سینٹو کے فوجی معاہدوں سے فوری طور پر نکل جانے کا مطالبہ کیا۔

(ج) اس جماعت کو یقین تھا کہ مغربی پاکستان میں چھوٹے صوبوں کی مرضی معلوم کیے بغیر ان پر ون یونٹ ٹھونسا گیا ہے۔ اس لیے اس نے پرانے صوبوں کی بحالی کا مطالبہ کیا۔

اس جماعت نے محسوس کیا کہ حکومت کی اقتصادی پالیسی اجارہ داروں اور سرمایہ داروں کی حوصلہ افزائی کا باعث بن رہی ہے جس کے نتیجہ میں ملکی دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو کر رہ جائے گی اور اس سے مالدار مزید مالدار اور مفلس مزید مفلس ہوتے چلے جائیں گے۔ اس لیے اس نے مطالبہ کیا ہے کہ اس رجحان کو روکنے کے لیے فوری تدابیر اختیار کی جائیں اور قومی دولت کی منصفانہ تقسیم کا انتظام کیا جائے۔ نیشنل عوامی پارٹی نے زمین کی ملکیت کی انتہائی حد مقرر کرنے کا مطالبہ کیا اور انسان کے ہاتھوں انسان کے استحصال کے خلاف اپنے عزم کا اظہار کیا۔

چنانچہ اس طرح مسلم لیگ کے مقابلہ میں ایک حقیقی مخالف جماعت عالم وجود میں آئی جس کا نقطہ نظر قومی اور کردار عوامی تھا اور یہ ایک ایسی جماعت تھی جس نے عالمی طاقتوں کی مرضی پر چلنے کی بجائے پاکستان کے قومی مفادات کو پیش نظر رکھا۔

جغرافیائی حقیقتیں

اس ملک کی سیاسی تاریخ کا جائزہ لینے کے لیے بعض حقائق کو زیر غور لانا ضروری ہے۔ پہلی حقیقت اس ملک کی جغرافیائی پوزیشن ہے۔ برصغیر کی تصویر کچھ یوں بنتی ہے کہ پاکستان دو ٹکڑوں میں بٹا ہوا ہے اور ہندوستان کے ان دونوں پہلوؤں کو پاکستان نے گھیر رکھا ہے جن پر مشرق اور مغرب سے حملہ ہو سکتا ہے۔ پاکستان کا اپنا مشرقی بازو جنوب مشرقی ایشیا میں اور مغربی بازو مشرق وسطیٰ میں واقع ہے اور یہ ملک فوجی محل وقوع کے لحاظ سے دو عالمی طاقتوں روس اور چین کا پڑوسی ہے۔ برصغیر تقسیم کے اثرات سے ابھی پوری طرح سنبھلا بھی نہیں تھا کہ چین پر کمیونسٹ کا قبضہ ہوگیا۔ اس سے عالمی طاقتوں کی عالمی حکمت عملی میں تبدیلی کا آنا ناگزیر ہوگیا۔ پاکستان اپنی جغرافیائی اور فوجی اہمیت کے پیش نظر اچانک عالمی بساط شطرنج پر ابھر آیا تھا۔

حالانکہ بین الاقوامی سطح پر اس نوزائیدہ ملک نے تب تک اپنے عام تعلقات بھی استوار نہیں کیے تھے۔ اندرونی طور پر ملک کی ابتدا بالکل نقطہ آغاز سے ہوتی تھی۔ سرحد پار سے لاکھوں مہاجرین کی آمد نے اس ملک کو مفلوج کرکے رکھ دیا تھا اور اس کی معیشت کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔

اس ملک کی تقریباً پوری سیاسی قیادت سرحد پار سے آئی تھی اور

اس ملک میں' جسے انہوں نے اپنے لیے منتخب کیا تھا اس کی خبریں مفقود تھیں۔ چنانچہ سب سے پہلے انہیں اپنے آپ کو بحال کرنا تھا۔ اس طرح انتظامیہ صنعت اور تجارت کے منصوبوں کے سرکردہ حضرات کو بھی ایک نئے ملک میں آنا پڑ گیا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ ان میں جوش و خروش اور وطن دوستی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی لیکن انہیں بالکل نئے اور سماجی اور کلچرل ماحول میں کام کرنا پڑ گیا تھا اور وہ مختلف علاقائی' معاشرتی اور مختلف علاقوں کی لسانی اور کلچری وابستگیوں سے نابلد تھے اور ہمارے ملک کے سیاست دانوں نے اپنے آپ کو اس اعتماد کے قابل ثابت نہیں کیا جس کا اظہار عوام نے ان پر کیا تھا اور یہ اعتماد اس قسم کا تھا۔ ملک نے اپنے رہنماؤں کو ایک کورا چیک دے دیا تھا۔ انہوں نے اقتصادی مشکلات کا سامنا کیا۔ یہاں تک کہ اپنی شہری آزادیوں اور بنیادی حقوق کی قربانی بھی دی اور اپنے سیاسی' جمہوری اور آئینی حقوق پر حملے تک برداشت کیے اور اس کے باوجود بھی سیاستدانوں نے وہ رویہ اختیار کیا جسے ایک غیر ملکی مورخ کے "پولیٹیکل میوزیکل چیئرز" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ سازشوں کی ابتدا ہوئی اور اس سے نوکر شاہی کے سامنے نادیبی طور پر ہتھیار ڈالنے کا آغاز ہوا۔ یہ ملک جو اپنے آپ کو نظریاتی مملکت سمجھتا تھا 1958ء میں بھی اپنے آئین سے محروم تھا۔ اس سلسلے میں ہمیں اس دستور ساز اسمبلی کے ٹوٹ جانے کا حادثہ بھی دیکھنا پڑا جس کی صدارت بابائے قوم نے خود کی تھی۔

اس طرح سیاسی دباؤ میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ 1959ء کی ابتدا میں وعدہ کیا گیا کہ ملک میں دستور کے تحت انتخابات ہوں گے۔ آخر کار ملک کی سیاسی قیادت کو رائے عامہ کی کسوٹی پر پرکھنے سے متعلق امید کی ایک کرن تو پیدا ہو ہی گئی۔ لیکن اکتوبر 1958ء کا مارشل لاء اور جمہوریت کی نشوونما اور حاکمیت کو عوام کے حوالے کرنے کے راستے میں مزاحم ہو۔ اس مارشل لاء کا بھی اسی امید سے خیر مقدم کیا گیا کہ اس کے نتیجے میں انتخابات کا وعدہ پورا کیا جائے گا..... اور عوام کو ان بدعنوان اور خودغرض سیاست دانوں سے نجات مل جائے گی۔ جو اب تک حکومت کرتے چلے آ رہے تھے۔ لیکن مارشل لاء میں جس پہلے شخص کو گرفتار کیا گیا وہ خان عبدالغفار خان تھے۔ ان کے بعد عبدالصمد اچکزئی' شہزادہ کریم اور مولانا بھاشانی گرفتار کئے گئے۔ حالانکہ یہ لوگ کبھی حکومتوں سے متعلق نہیں رہے تھے بلکہ اس کے برعکس وہ ہمیشہ ان حکومتوں پر کڑی نکتہ چینی کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ مارشل لاء گزشتہ سیاسی ازم کا نہیں بلکہ اس کے مخالفین کا مخالف ثابت ہوا اور اس کی زد ان سیاسی رہنماؤں پر پڑی جو جمہوریت کی بحالی کے سلسلے میں موثر قوت بن سکتے تھے۔ سوشلسٹ کیمپ میں اختلاف کی وجہ سے بڑی طاقتوں کی عالمی حکمت عملی میں ایک اور بنیادی تبدیلی رونما ہوئی۔ چنانچہ یہ کوئی تعجب آمیز بات نہیں تھی جب فیلڈ مارشل ایوب خان کی موت نے ہندوستان کے ساتھ مشترکہ دفاع کی تجویز پیش کی جسے پنڈت نہرو نے اپنا مشہور فقرہ "مشترکہ دفاع مگر کس کے خلاف" کہہ کر مسترد کر دیا۔ پشاور کے قریب بڈھ بیر کا رسوائے زمانہ اڈا اس کی ایک نمایاں مثال ہے۔ جب کہ حکومت نے اپنی سرزمین کا ایک حصہ ایک غیر ملکی طاقت کے حوالے کیا جو پاکستان کی عدالتوں کے دائرہ اختیار سے باہر تھا جس میں پاکستان کی کرنسی نہیں چلتی تھی اور جہاں ایک مرتبہ ہمارے وزیر خارجہ کو بھی اجازت نہیں ملی تھی۔ ولیم پاورز کے یوٹو جاسوس طیارے کا ماجرا بھی ایک قسم کا ایک واقعہ ہے جس کے نتیجے میں ایک دوست ملک کو پشاور کے اردگرد سرخ دائرہ لگانے پر مجبور کر دیا گیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا ہے کہ حکومت کے غیظ و غضب کا نزلہ اس علاقے کے سیاسی عناصر پر اس لیے گرا کہ یہ بعض عالمی طاقتوں کی جنگی حکمت عملی کا نتیجہ تھا۔

سیاسی صورت حال

مشرقی پاکستان پیرٹی کے اصول کو تسلیم کرکے اپنی حاکیت کے ایک حصے سے دستبردار ہوا۔ اس طرح مغربی پاکستان میں بھی صوبائی مجالس قانون ساز اور حکومتوں کے خاتمے اور ون یونٹ کے قیام کے ساتھ حاکمیت کے ایک حصے سے دستبرداری اختیار کی تھی۔ مرکز کے حق میں اختیارات سے دستبرداری کے پندرہ سالہ تجربہ نے جاگیرداروں اور اجارہ داروں کے ایسے طبقے کو جنم دیا جن کا نہ صرف ملک کی ساری دولت پر قبضہ تھا بلکہ جنہوں نے انتخابات کا ایسا نظام رائج کیا جس کے نتیجے میں سیاسی قوت بھی سرمایہ دار طبقے کے ہاتھوں میں مرکوز ہو کر رہ گئی تھی۔ چنانچہ ایک ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ ہمارے مشرقی پاکستانی بھائیوں نے اکثریت میں ہوتے ہوئے اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے کام شروع کیا عجیب بات یہ تھی کہ اقلیت نہیں بلکہ اکثریت اپنے حقوق کا تقاضا کر رہی تھی۔ اس طرح مغربی پاکستان میں بھی اس پالیسی کی شدت محسوس کی جانے لگی اور یہاں کے باشندوں کے اقتصادی اور سیاسی حقوق بھی تلف کر لیے گئے اس سیاست نے ہماری یک جہتی کی جڑوں کو کاٹ ڈالا اور اس کے نتیجے میں مختلف علاقوں میں باہمی شکوک' بے اعتمادی بلکہ نفرت کی آگ بھڑک اٹھی اور ہم نے ایک قوم کی حیثیت سے سوچنا بھی چھوڑ دیا۔ نیشنل عوامی پارٹی کو احساس تھا کہ اس آمرانہ نظام سے نجات کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ رائے عامہ کو متحرک کرکے تمام سیاسی قوتوں کا ایک متحدہ محاذ بنایا جائے چنانچہ اس وجہ سے جمہوری مجلس عمل کی تشکیل اور گول میز کانفرنس کا انعقاد ممکن ہو سکا۔ یہ ہماری سیاسی زندگی کا ایک بے حد صحت مند پہلو تھا کہ مختلف سیاسی جماعتوں نے متحد ہو کر آمرانہ نظام کا تختہ الٹنے کے لیے جدوجہد کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اس فیصلے کا یہ

خوشگوار نتیجہ تھا کہ سابق صدر ایوب نے نہ صرف اقتدار سے الگ ہو جانے کا وعدہ کیا بلکہ وہ امر بنیادی جمہوریت کے نظام سے بھی دستبردر ہوگئے جس کے متعلق ان کے خوشامدی اور درباری کہا کرتے تھے کہ انگلستان بھی اس نظام کو اختیار کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے۔ لیکن میری رائے میں گول میز کانفرنس کے مذاکرات کا نمایاں ترین پہلو ہے کہ اس کے نتیجے میں گھیراؤ' جلاؤ اور نوجوانوں کو بلوؤں میں پتھراؤ' آتشزدگی کے لیے بھیجنے کی بجائے سیاسی سرگرمیوں کے لیے ایک تعمیری اور مثبت طریقے کا رواج بڑھ گیا۔ ایوب کی حکومت کے خلاف ملک گیر ایجی ٹیشن نے ایوب خان کی پالیسیوں کی ناکامی پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور انہیں حالات میں ملک کے تحفظ اور مقبولیت کی بحالی کے لیے فوج کو مداخلت کرنا پڑی۔ اب انتخابات سے پہلے ہمیں ذرا ٹھہر کر موجودہ سیاسی حالات کا جائزہ لینا چاہیے اور ہمیں ان حالات کو پرکھنا چاہیے جنہیں مسلم لیگ نے مارشل لاء کے لیے جگہ خالی کی ہے بین الاقوامی سطح پر یہ لوگ چلا چلا کر آزاد خارجہ پالیسی کے نعرے لگا رہے ہیں لیکن حالت یہ ہے کہ ہم اب بھی ایک نہیں بلکہ دو فوجی معاہدوں سیٹو اور سینٹو کے ممبر ہیں۔ ایک اور عجب سوال یہ ہے کہ ہم دوسرے مسلمان ممالک کے ساتھ برادرانہ تعلقات استوار کر چکے ہیں یا جیسا کہ ہمارا واحد مقصد ہے کہ ہم دوسرے مسلمان ممالک کو ایک دوسرے کے قریب لا سکتے ہیں۔

اقتصادی پہلو

ملک دو کھرب روپے کا مقروض ہے اور اس سے فائدہ قائم شدہ مفاد کے ایک ایسے خاص طبقے کو پہنچا ہے جس کا مقصد وحید دولت جمع کرنا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ملک کے دونوں حصوں اور مختلف علاقوں میں عدم مساوات کا دور دورہ ہے ان علاقوں میں شخصی آمدنی سرحد میں 300' بلوچستان میں 400' پنجاب میں 600 سے تجاوز اور کراچی و سندھ میں 800 روپے ہے۔

سیاسی پہلو

پچھلی حکومتوں کی پالیسی کے نتیجے میں یہاں جمہوریت قتل کی گئی اور بنیادی جمہوریتوں کے نظام کے ذریعے سیاست کو دیس نکالا مل گیا اور اجتماعی و قومی فکر کی جگہ ہمیں خاندانی اور قبائلی وفاداریوں کی طرف' پیچھے کی طرف دھکیل دیا گیا اس سے ہماری قومی یک جہتی کی جڑیں کٹ گئیں اور ووٹروں کی محدود تعداد کے نتیجے میں دولت نے سیاست اور سیاسی جماعتوں کے مقابلے میں زیادہ موثر کردار دکھانا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ آج اس ملک میں کوئی ایسی واحد جماعت نہیں جو قومی سطح پر عوام کے دکھ درد کا مداوا کر سکے لیکن اس صورت حال کا سب سے زیادہ خطرناک نتیجہ یہ نکلا کہ ملک میں ایک ایسی نوجوان اور ولولہ انگیز قیادت کو ابھرنے کا موقع نہیں دیا گیا جو دور اندیش اور بیدار مغزی کا ثبوت دے کر عوام میں اٹھے اور صوبائی تعصبات اور مفادات سے بالاتر رہ کر مقامی حدود کو پار کر کے قومی سطح پر کام کرے۔ اس سال یکم جنوری کو جب صدر یحییٰ خاں نے معمول کے مطابق سیاسی سرگرمیوں کی اجازت دے دی تو اس سے یہ حقیقت مزید روشن ہوگئی۔ یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ ہمارے ان پرانے بلکہ بوسیدہ سیاست دانوں نے میدان سیاست میں چھلانگ لگاتے ہوئے وہ جذباتی نعرے دوبارہ لگانے شروع کر دیئے جو 1946ء میں تو شاید کار آمد ثابت ہو سکتے۔ لیکن 1970ء میں جن کی بالکل ضرورت ہی نہیں۔ اس ملک میں گزشتہ 23 برسوں میں عظیم الشان تبدیلیاں رونما ہوئیں اور عوام نے اپنے تلخ تجربات سے بہت کچھ سیکھا لیکن جن لوگوں نے اس دوران نہ کچھ سیکھا' نہ سبق حاصل کیا اور نہ ہی اس لمبی مدت میں بچپن کی حدوں سے نکلے تو ہمارے یہ سیاست دان جن کی وجہ سے ملک کو قومی اور بین الاقوامی سطح پر کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ملک کے دونوں بازوؤں اور مختلف علاقوں کے درمیان تعصبات' شکوک اور نفرت میں ناقص اقتصادی منصوبہ بندی اور سیاسی سرگرمیوں کے فقدان کے نتیجے میں اضافہ کر رہا ہے اور ملک کے سامنے سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ ان مشکلات کا سامنا کیسے کیا جائے۔ جب 1957ء میں نیشنل عوامی پارٹی نے غیر جانبدار خارجہ پالیسی کا نعرہ لگایا تو اس پر یہ الزام لگایا کہ وہ ملک کو الگ تھلگ اور اسے چاندی کی طشتری میں رکھ کر ہندوستان کے سامنے پیش کرنا چاہتی ہے۔ لیکن جب ہندوستان کے ساتھ ہماری جنگ ہوئی تو سیٹو اور سینٹو کے فوجی معاہدے ہمارے کسی کام نہ آئے اور پھر صدر ایوب خان نے اپنی کتاب "جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی" لکھی جس میں خارجہ پالیسی پر نیشنل عوامی پارٹی کے موقف کی تائید کی اور پھر جب نیشنل عوامی پارٹی نے چھوٹے صوبوں کی بحالی کا مطالبہ کیا تو اس پر الزام عائد کیا گیا کہ وہ پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتی ہے لیکن 1969ء میں وہ تمام رہنما اور سیاسی جماعتیں جو ون یونٹ کو جزو ایمان سمجھتی تھیں' چھوٹے صوبوں کی بحالی پر متفق ہو گئیں اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ جب نیشنل عوامی پارٹی نے حکومت کی اقتصادی پالیسیوں پر احتجاج کرتے ہوئے ملکی دولت کی منصفانہ تقسیم کا مطالبہ کیا تو ہم پر یہ الزام لگایا گیا کہ ہم روس اور چین کے ایجنٹ ہیں جو اسلامی ریاست کی بنیادوں پر ضرب لگانا چاہتے ہیں لیکن آج اگر آپ ان سیاسی جماعتوں کے منشور اٹھا کر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ تمام جماعتیں عوام سے نیشنل عوامی پارٹی کی ان اصلاحی تجاویز سے بڑھ کی انقلاب اصلاحات کا وعدہ کر رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں مجھے فارسی کا ایک شعر یاد آرہا ہے۔

ہرچہ دانا کند کند ناداں
یک بعد از خرابی بسیار

بعض نادان وہی کچھ کرتا ہے جو دانا کرتا ہے لیکن بڑی خرابیوں اور مصیبتوں کے بعد اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم ملک کو پیش آمدہ سنگین مشکلات کا کیا حل پیش کرتے ہیں خاص طور پر ایسے حالات میں کہ ملک ابھی تک آئین سے محروم ہے۔ کیا ہم جلد بازی' جذباتی اپیلوں اور عوام کے جذبات سے کھیل کر کوئی حل پیش کر سکتے ہیں یا پھر کیا جس طرح ہمارے بعض سیاست دانوں کا محبوب مشغلہ ہے۔ ہم ایک دوسرے پر کیچڑ اچھال کر اور ایک دوسرے کو کسی نہ کسی ملک کا ایجنٹ اور فلاں دوست اور فلاں دشمن قرار دے کر اپنے مسائل حل کر سکتے ہیں یا پھر بعض اسلام دوست عناصر کی پیروی میں ایسے نئے نمونے وضع کرنے کی صورت میں جن سے تاثر ملے کہ ان جماعتوں سے باہر کے لوگ اسلام دشمن ہیں۔ ہمارے معاملات سدھر سکتے ہیں۔

نظریہ پاکستان کے خود ساختہ محافظ مضبوط مرکز کی بات درمیان میں لے آتے ہیں۔ حالانکہ مضبوط مرکز کی صحیح تعریف بھی نہیں کر سکتے اور دوران حالیہ انہیں یہ بھول جاتا ہے کہ ہماری خرابیوں کی اصل وجہ یہی ہے کہ تمام انتظامی اور سیاسی اختیارات ایک ہاتھ میں جمع کر دیئے گئے تھے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم مضبوط پاکستان کی بات کریں اور مضبوط پاکستان کا مطلب سابق صدر ایوب کا مضبوط مرکز کبھی نہیں۔ نیشنل عوامی پارٹی یہ سمجھتی ہے کہ ملک کی سالمیت کا قومی یک جہتی سے براہ راست تعلق ہے۔ یہ یک جہتی تب آ سکتی ہے جب ملک کے تمام باشندوں کو ریاست کی سیاسی اور اقتصادی پالیسیوں میں اشتراک کا شعوری اور موثر احساس ہو۔ ہماری رائے میں ملک کے تمام شہری ذات' عقیدے' علاقے' زبان کلچر اور مذہب کا لحاظ کیے بغیر مساوی حیثیت کے حقدار ہیں۔

ہم مقدمہ چلائے بغیر نظر بندی کے قطعی مخالف ہیں۔ اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب مجھے بغیر کسی مقدمے کے نظر بند کیا گیا اور میری طرح ہزاروں اور لوگ بھی تھے جن پر اگرچہ اختیارات میں تخریبی سرگرمیوں اور غیر ملک کے ایجنٹ ہونے کے علاوہ اور بھی کئی قسم کے الزامات لگائے گئے لیکن کسی پر بھی عدالت میں مقدمہ نہیں چلایا گیا۔ ان لوگوں میں ہمارے صوبے کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب بھی شامل تھے۔ جو 1148ء سے 1154ء تک اس سلوک کے روا دواں سمجھے گئے ان کے علاوہ ہمارے وزیر مالیات قاضی عطا اللہ خان (مرحوم) بھی انہیں لوگوں میں تھے جو نظر بندی کے دوران وفات پا گئے۔

علاوہ ازیں صوبائی اسمبلی کے ارکان بھی نظر بند کیے گئے تاکہ اسمبلی انتخابات کے بل پر صوبائی حکومت چلائی جا سکے۔ آیئے ہم اپنی سیاست پر سائنسی نقطہ نظر سے بحث کریں۔

مذہب اور سیاست کس حالت میں ہیں۔ بحث طلب امور نہیں ہیں اور آئندہ انتخابات میں تو یقینی طور پر یہ بحث طلب امور نہیں ہیں۔ دو بنیادی مسائل نظام حکومت اور ملک کے اقتصادی ڈھانچے کا تعین ہے۔ دنیا میں انڈونیشیا سے مراکش اور الجزائر تک بیسیوں مسلمان ممالک ہیں۔ ان سب کے نظام مختلف ہیں۔ ان میں سے کسی ملک کے نظام کو اسلامی کہہ کر باقی ملکوں کے نظام ہائے حکومت کو غیر اسلامی کہنا پڑے گا اور یہی بات ان اسلامی ممالک کے اقتصادی نظام کے متعلق کہی جا سکتی ہے۔

امور خارجہ

ہم تمام ممالک سے جن میں ہمارے پڑوسی ممالک بھی شامل ہیں' دوستانہ تعلقات کے خواہاں ہیں۔ ہم کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کی حمایت کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اگر ہم شیخ عبداللہ اور ان کی طرح دوسرے راہنماؤں کو ساتھ ملانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ پاکستان ایک، جمہوری مملکت ہو۔ کشمیر کے علاوہ بھی ہندوستان سے ہمارے کئی تنازعے ہیں ان میں سے ایک فرخابند کا مسئلہ ہے اور اس کے ساتھ ان تمام دریاؤں کے پانی کا مسئلہ ہے جو پاکستان میں بہتے ہیں لیکن جن کا منبع ہندوستان میں ہے۔ سب سے اہم مسئلہ ان ہندوستانی مسلمانوں کا مسئلہ ہے جنہوں نے ہمارے الگ وطن کے قیام کے لیے قربانیاں دی ہیں۔ ہم پر ان کی طرف سے بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے یہ ضروری ہے کہ ہم ہندوستان سے اپنے مسائل باہمی اطمینان کے مطابق حل کریں تاکہ ان مسلمانوں کو اپنے ملک میں امن و سلامتی کی زندگی نصیب ہو۔ گزشتہ 23 برسوں سے دونوں ممالک کو بڑا نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اور نقصان اٹھانے والے عوام ہیں جو مخلص ہیں' ہمیں یقین ہے کہ فریقین میں خیر سگالی اور عزم سے ہمارے تمام مسائل کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے راستے میں اسلام کبھی حائل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہم ایسے غیر مسلم ممالک سے بھی دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں جن کے نظریات ہمارے نظریات سے متصادم ہیں۔ اس سلسلہ میں امریکہ اور چین کی مثال کافی ہے اس کے مقابلہ میں افغانستان ہے جو ہمارے مسلمان ہمسایہ ہے جس سے ہمارے تعلقات کبھی بھی دوستانہ اور محبانہ نہیں رہے۔ قوم کو اس ملک کے لیے ایک جمہوری آئین تیار کرنے کی غرض سے ایک دستور ساز اسمبلی کا انتخاب کرنا ہے۔ اس ایوان کی خود مختارانہ حیثیت کے متعلق بعض شکوک پائے جاتے ہیں اس سلسلہ میں ہمارا موقف یہ ہے کہ بالغ رائے دہی کے اصول پر براہ راست منتخب شدہ اسمبلی اپنے حقوق اور حیثیت کے اعتبار سے خود مختار ہوتی ہے اور

اس کا فیصلہ قطعی اور حتمی ہے اور اس پر اس لحاظ سے اعتبار کرنا چاہیے کہ پاکستانی عوام اسے قابل اعتماد اور ایک امانت سمجھتے ہیں۔
(۔۔پاکستان پائندہ باد۔۔)

مسٹر نور الامین کی نشری تقریر

پاکستان جمہوری پارٹی کے متعلق سب سے پہلے جو بات کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ جماعت پاکستان میں ایک قومی بنیادی جمہوری سیاسی جماعت ہے۔ میں دوسری سیاسی جماعتوں کو ناقابل احترام یا عداوت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا تاہم میں نہایت خوشی اور محبت کے ساتھ یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ بہت تھوڑی مدت میں خیبر سے لے کر چٹاگانگ تک اس جماعت کے نام سے واقفیت کے ساتھ نہایت محبت اور ہر دلعزیزی اس جماعت کو حاصل ہو رہی ہے مشرقی اور مغربی پاکستان کے گوشہ گوشہ میں پاکستان جمہوری پارٹی کے لیڈران اور کارکنان پھیلے ہوئے ہیں۔ سیاست میں یہ لوگ سستے نعروں سے لوگوں کے دل لبھانے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس غریب ملک میں کافی پیسہ خرچ کرکے بڑے بڑے جلسہ جلوس کرنے کی کوشش بھی نہیں کیا کرتے۔ یہاں تک کہ اس پارٹی کے منشور میں آسانی سے لوگوں کے دلوں کو مسخر کرنے کے لیے کوئی غیر معمولی طریقہ کار درج نہیں کیا گیا۔ اس میں ایسی بات درج نہیں کہ خدا کی مرضی سے اگر ہماری پارٹی برسر اقتدار آئی تو اسے ہم پوری نہیں کر سکیں۔

ہمارے کارکن اور لیڈر آسان اور فطری طریقہ سے رابطہ عامہ قائم کرنے کے درپے ہیں۔ ہر روز ملک کے دونوں بازو کے چپہ چپہ میں جلسہ عام ہو رہے ہیں۔ ہمارے لیڈر اور کارکنان عوام کے آرام و تکلیف کے متعلق مزید معلومات حاصل کر رہے ہیں اور اپنے منشور کے اندر عوام کی امیدوں کو پورا کرنے کی کوشش کیے جا رہے ہیں میں ایک بات نہایت وضاحت سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان جمہوری پارٹی کے اصل مقصد تین ہیں۔ جمہوریت' قومی اتحاد اور عوامی مفاد۔ ملکی نظام اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے جو طریقہ کار اختیار کیا گیا وہ آئینی تعمیری تحریک پر ہے زبردستی یا تخریبی پر نہیں۔ ہم سیاست میں وقتی مفاد کو حاصل کرنے کے لیے صوبائی عصبیت کو ابھارنے کے مخالف ہیں مگر اس سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ صوبائی مفاد کو ہم نظر انداز کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ ہم صوبائی مسائل کے حل قومی طریقہ سے اپنانے پر اعتماد رکھتے ہیں۔ کیونکہ صوبائی مسائل کے صوبائی حل سے قومی اتحاد مخدوش ہو جاتا ہے۔ ملک کی سالمیت اور بقاء قومی اتحاد کی مضبوطی کے بغیر صرف صوبائی مسائل کے صوبائی حل نتیجہ خیز نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ نہایت مخدوش ہو جاتا ہے۔ لہٰذا قومی اور صوبائی مسائل کے ایسے حل کی تلاش کی ضرورت ہے جو دونوں بازو کے عوام کے لیے قابل قبول ہوں اور اسی طریقہ سے صوبائی عصبیت دور ہو کر ایک پرسکون حالت پیدا کر سکتی ہے۔ اس طریقہ سے ملکی سیاست میں مختلف مسائل کے حل کے لیے ہم صوبائی عصبیت کی جگہ قومی اپیل پیدا کر سکتے ہیں۔ ملک کی موجودہ حالت میں مجھے یہ عرض کرنے میں کوئی تشویش نہیں کہ گزشتہ 23 سال تک جو غلطی کی گئی اور مسائل کے جو پہاڑ کھڑے کیے گئے اس کے حل کے لیے غلطی کے انبار اور نااتفاقی کی مصیبت میں مزید اضافہ کیے جائیں۔ ملک کی ہر سیاسی جماعت پر واجب ہے کہ سیاست میں قومی اپیل پیدا کرنے کے درپے ہو اور اسلامی مساوات و عدل اور اخوت کے جو ہمہ گیر اصول پشاور کے دیہاتی غیر تعلیم یافتہ طبقے کو جکڑے ہوئے تھے اس رسی کو مضبوطی سے پکڑنا ہوگا۔ پاکستان کے دونوں بازو کے اتحاد ہی سے ہمارا ملک پاکستان سے ایک حصہ کا نقصان دوسرے حصہ پر ضرور اثر انداز ہوگا۔

اس حقیقت کو سامنے رکھ کر متحدہ قوت ساتھ لے کر جمہوری سیاسی بنیاد قائم کرنا ہر سیاسی جماعت کا مقصد ہونا ضروری ہے۔ میں بے باکی سے عرض کر سکتا ہوں کہ پاکستان جمہوری جماعت نہایت فخر کے ساتھ یہ دعویٰ کر سکتی ہے کہ سیاست میں اتحاد قائم کرنے میں قومی بنیاد پر ایک مستحکم جماعت یہی ہے جس جماعت کے منشور میں ملک کے دونوں بازو کے عوام کی امید و جاہ کو حقیقی صورت میں رونما کیا گیا۔

پاکستان جمہوری پارٹی کے مقصد کی مزید تشریح کرنے سے پہلے ایک اور بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پی۔ ڈی۔ پی کوئی شخص جماعت یا محدود مقصد کی سیاسی جماعت نہیں ہے بلکہ ایک باوقار تحریکی جماعت ہے۔ سیاسی جماعت دو طریقہ سے بنا کرتی ہے۔ شخصیت یا لیڈر کو مرکز بنا کر یا تحریک اور واقعات ماضیہ کو مرکز بنا کر۔ آزادی سے قبل کی سیاسی جماعتوں کو شخصیت یا لیڈر شعبہ کے ماتحت درج کیا جا سکتا ہے۔

یہ جماعتیں یا تو خاص شخصیت کے ماتحت خاص مقصد یا طریقہ کار کا مظہر تھا۔ رائے عامہ کو ہموار کر کے خاص قسم کے لوگوں کو برسر اقتدار لانا یا خاص پروگرام کو عملی صورت دینا ان کا مقصد ہوا کرتا تھا۔ اس قسم کی بات سے قومی مصیبت کے وقت قومی تنظیم کے مقصد کی توقع اعلیٰ کی توقع نہیں کی جاتی۔ حصول آزادی کے بعد پاکستان کی قومی سیاست میں ایک زبردست خلا محسوس کیا گیا اس خلا کی وجہ سے جمہوریت کے مخالف قائمی مفاد کے حاملین کو اپنے مقاصد کے حصول کا سنہری موقع ہاتھ آیا۔ شیر بنگال مرحوم اے۔کے فضل الحق مرحوم حسین شہید سہروردی مرحوم خواجہ ناظم الدین وغیرہم زعما نے اس خلا کو پورا کرنے کی کوشش کی۔ مگر حصول مقصد سے قبل ہی ان حضرات نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

ان واقعات کے سلسلہ وار بیان کر دینے سے پہلے 1926ء کے بنے

ہوئے این ڈی ایف کی بات سامنے آتی ہے۔ یہ فرنٹ ملک کے دونوں بازو میں کافی حد تک مقبول تھی۔ 1969ء میں قومی زندگی میں جمہوریت کو دوبارہ قائم کرنے کی زبردست تحریک نے سر اٹھایا تو اس کی بنیاد تھی۔ این۔ڈی۔ایف کے روشن ماضی کو بنیاد کرکے قائم ہوا۔ پی۔ڈی۔ایم اس تحریک ہی کی کامیاب اقدام ڈاک یا ڈیموکریٹک ایکشن کمیٹی کی صورت میں رونما ہوا۔ جس کی دعوت اور قیادت میں 1969ء میں ملک میں جمہوریت کی بحالی کے واسطے دونوں بازو کے عوام اکٹھے ہوئے تھے۔ ڈاک اب معدوم ہوگئی مگر ملک میں جمہوریت کی بحالی کی کامیاب امید ہم کر رہے ہیں۔

جمہوریت اور جمہوری اقتدار قائم کرنے کی متحدہ تحریک ہی کی پیداوار پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی ہے اس واسطے پی ڈی پی کوئی ایسی پارٹی نہیں جو دفعتاً" پیدا ہوتی ہو یا وقتی طور پر حصول اقتدار کے واسطے قائم ہوئی ہے۔ کسی شخص یا جماعت کو برسر اقتدار لانے کا محدود ارادہ لے کر یہ پارٹی نہیں بنی۔ بلکہ ملک میں جمہوریت کی بحالی' پارلیمینٹری اور فیڈریل قسم کی حکومت قائم کرنے اور قومی مفاد کے قدیمی وعدہ پر یہ جماعت مستعدی سے قائم ہے۔ قومی سیاست کے خلا کو پر کرنا اور صوبائی نااتفاقی اور عدم مساوات کو دور کرکے ایک خوشحال' باوقار اور قومی نظریہ پر پاکستان کو لے جانا اس پارٹی کا واحد ترین نظریہ ہے۔ ان وجوہات سے پی ڈی پی یقیناً ایک تاریخی' قومی تحریکی جماعت ہے۔ پاکستان جمہوری پارٹی کے لیڈران اور کارکنان جس مقصد کے لیے کام کرتے آئے۔ بحمداللہ اس میں کسی قدر کامیابی حاصل ہوئی۔ ملک میں حق رائے دہی بالغان کی بنیاد پر انتخاب ہونے چلا ہے۔ اس انتخاب کو ہی ایک ریفرنڈم تصور نہیں کرتا بلکہ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ متحدہ تحریک کے ذریعہ اس ملک کے باشندوں نے جس مقصد کو حاصل کرنا انتخاب کے ذریعہ قومی نمائندوں کی سرکار قائم کرکے حاصل شدہ قوت کو محفوظ کرنا ہی اس انتخاب کا اصل مقصد ہے۔

جو بھی جماعت انتخاب میں اکثریت حاصل کرکے اقتدار پر آئے اس کا اولین فریضہ یہی ہوگا کہ جماعتی پروگرام کو عملی صورت دینے سے پہلے وعدہ کردہ جمہوریت کے بقاء کی یقینی صورت اختیار کرنا۔

خدا کے فضل سے پاکستان جمہوری پارٹی کا انتخابات میں کامیاب ہونے کے بعد پہلا کام یہی ہوگا کہ ملک میں جمہوریت کی بنیاد کو ہر قسم کی دھمکی وغیرہ سے بالاتر کرکے عوام کے ہاتھ میں ان کی قسمت کے فیصلہ کرنے کے اختیار کو یقین کرنا۔ میں نے اس سے پہلے اپنی تقریروں اور بیان سے واضح کر دیا کہ جمہوریت کیسی خاص عقیدہ کے حل کرنے کا نام نہیں بلکہ مسائل حل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اگر ہم باہم آشتی سے اس طریقہ کو جاری رکھ سکیں تو یہی نظر آئید کو جمہوری طریقہ سے بڑے بڑے مسائل کے حل میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ خدا نہ کرے اگر ہم اس جمہوری طریقہ کو قائم رکھنے میں ناراض ہوں یا یہ طریقہ فیل ہو جائے تو فرض کرکے کسی ازم یا جنتر منتر سے کسی مسئلہ کا حل یقیناً نہیں کیا جا سکتا بلکہ ملک کو ایک خطرناک فتنہ کی طرف بڑھا دیا جائے گا بیسویں صدی کے نصف آخر میں جو لوگ عالمی مسائل کے تذکرہ کے موقع پا رہے ہیں۔ انہیں کے لیے پڑوس ایشیائی ممالک میں ہی نہیں بلکہ مغربی بنگال میں روزانہ کیا ہو رہا ہے اس سے غافل نہ رہنا چاہیے اس کے واسطے پاکستان جمہوری پارٹی کے منشور میں جماعت کے مقصد کو واضح کرتے ہوئے سب سے اول قرآن و سنت کے مطابق انصاف و مساوات حقوق عامہ آزادی عالمی اخوت انسانی اقدار کے تحفظ کے طریقہ پر ایک جمہوری مساوات کو قائم کرنا۔

اور جمہوری سماجی طریقہ ہی پاکستان میں فیڈرل پارلیمانی حکومت کی بنیاد ہوگی اس طریقہ میں ہوگی صوبائی خودمختاری اور مرکزی حکومت کے نزدیک صرف یہ چند چیزیں رہیں گی۔ دفاع' خارجی پالیسی' کارنسی فیڈرل مالیات' صوبہ جاتی اور بیرونی ممالک سے تجارت اور مواصلات' صوبائی خودمختاری کے متعلق پاکستان جمہوری جماعت کا نظریہ ظاہر ہے۔ علاقائی تفاوت کو دور رکھنے کا کامل ارادہ اس جماعت کا ہے ملک کے دونوں حصوں میں سیاسی و اقتصادی ناہمواری اور جغرافیائی بعد کی وجہ سے فیڈرل ملکی بنیاد میں دونوں حصہ کے لیے یکسانیت کے طریقہ پر پوری صوبائی خودمختاری کی ضرورت ہے کیونکہ پوری صوبائی خودمختاری کے اقرار سے دونوں حصوں کے عوام کے دل سے آپس کے شک و شبہ دور ہو کر ملک میں برابری کی حصہ داری کا احساس اور احساس ذمہ داری کو ابھار کر دونوں حصوں کے لوگوں کے دل سے باہمی شکوک دور ہو کر قومی اتحاد کو مضبوط کرے گی۔ اس واسطے ہم آئندہ مرکزی حکومت کے پاس صرف چند اہم چیزوں کو رکھ کر بقیہ امور دستور کے مطابق دونوں حصوں کی صوبائی حکومت کے ہاتھ میں رکھنے کے طرفدار ہیں۔ ہمارے منشور میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ قومی اسمبلی کے ممبروں کے مشرقی و مغربی پاکستان برابر رکن انتخاب کرکے ایک بورڈ بنایا جائے یہ بورڈ کرنسی غیر ملکی کرنسی مرکزی بینکنگ علاقائی تجارت اور علاقائی مواصلات و بیرونی تجارت کنٹرول کرے گی۔ اس سے لازماً ایک حصہ کے خلاف دوسرے حصہ کی شکایت کا موقع نہیں ہوتا اس کے علاوہ متوقع مرکزی حکومت کے لیے آئندہ دس سال کے اندر ملک کے دونوں حصوں کے درمیان اقتصادی تفاوت کو دور کرنا ایک دستوری ذمہ داری ہوگی۔ دونوں حصوں کا حاصل کردہ زرمبادلہ اپنے اپنے علاقائی سرکار کے ہاتھ میں ہوگا۔ مرکزی حکومت کی اقتصادی تفاوت دور نہ ہونے تک فورین ٹریڈ کے معاملہ میں مشرقی پاکستان کو اولیت ہوگی اور ایسی مالی کرنسی کا طریقہ اختیار

کرے گی جس سے مشرقی پاکستان سے باہر سرمایہ نہ جا سکے۔ اس واسطے ضرورت کے مطابق بینک اور انشورنس کے حصہ کے متعلق ضروری قوانین بنائے جائیں گے۔ صوبائی مختاری کی طرح دفاع اور علاقائی دفاع کے سوال بھی اب تک عوام کے دل میں بسے ہوئے ہیں۔ خاص کرکے 1965ء پاک ہند لڑائی کے بعد جغرافیائی بعد کے سوال پر صوبائی دفاع کے مسئلہ کو جدید طرز پر غور کرنے کی ضرورت پڑ گئی۔ پی ڈی پی نے بھی ملک کی زبردست اور ملی مفاد کی خاطر دفاع جیسے اہم مسئلہ پر اپنی رائے ظاہر کر دی۔ اس پارٹی کی رائے کے مطابق دفاع کی ہر سروس میں ملک کے بازو سے برابر افراد لینا متوقع مرکزی حکومت کی دستوری ذمہ داری ہی ہوگی۔

اس کے علاوہ بحری فوج کا صدر دفتر مشرقی پاکستان میں منتقل کیا جائے گا اور صوبہ میں ملٹری اکاڈمی' کارخانہ' ہتھیار سازی' کیڈٹ کالج اور اسکول قائم کیا جائے گا اور فوج کے تینوں شعبوں میں جلد از جلد مزید افسر شامل کیے جائیں گے۔

اس پروگرام کو عملی صورت دینے کے واسطے مشرقی مغربی پاکستان سے برابر افراد کو لے کر ایک دفاعی کونسل بنایا جائے گا۔ سب سے بڑی یہ بات ہے کہ ملک کے ہر حصہ کی حفاظت کی قوت میں اس طریقہ سے اضافہ کیا جائے گا کہ ملک کا ہر حصہ اپنے بچاؤ میں خودکفیل ہو جائے۔ جمہوری ملک میں انتظام کی بنیاد انتظامی معاملہ میں مکمل جمہوریتی اور غیر مرکزیت کے طریقہ پر ہے۔

پی ڈی پی اس تین طریقے سے حکمرانی کی طرف دار ہے۔ ہمارے منشور میں صاف کہہ دیا گیا کہ طرز حکمرانی کو اس طریقے سے غیر مرکزی کی جائے گی جس سے کم محنت سے روزمرہ کے مسائل حل کر سکے۔

مرکزی حکومت کے کام کو عملی صورت دینے کے لیے بااختیار افسر ڈھاکہ میں رہا کریں گے۔ مرکزی پبلک سروس کمیشن کا صدر دفتر مشرقی پاکستان میں ہوگا اور سپریم کورٹ کی ایک مستقل بینچ قائم کی جائے گی۔ چیف جسٹس کے علاوہ سپریم کورٹ مرکزی حکومت کے تحت خودمختار مرکزی حکومت کے ہر شعبے میں مساوات قائم ہو جائے' اس کا یقین دلانا ہوگا۔

موجودہ دنیا میں مالیاتی جمہوریت کے علاوہ سیاسی جمہوریت بے معنی ہے۔ مالیاتی جمہوریت کا بنیادی نصب العین قوم میں تفاوت حتی الامکان دور کرنا اور انسانی مساوات اور عدل و انصاف کی بنیاد پر ایک جمہوری قوم کی ساخت اور روشن ماضی اور جمہوریت کی سیاست پر ملک کو چلائے گی۔ ہماری جماعت کے منشور میں سب سے پہلے کہا گیا کہ پاکستان و اسلامی عدل و انصاف و مساوات و تحمل کی بنیاد پر ایک جمہوری حکومت کا ہماری پارٹی کا نصب العین ہے اور اس سماج کی بنیاد مالیاتی جمہوریت کی طرح قومی نہیں رہ سکتی اس واسطے اقتصادیات میں پی ڈی پی کی نگاہ بہت دور رس ہے اور وہ یہ ہے کہ جس قدر ممکن ہو سکے۔ اسمبلی ہمہ گیر اخوت کے طریقے اور عوام کی اقتصادی ضروریات کی حامل ایک سماج کی تعمیر کرے جو ہر شہری جس قابلیت کے مطابق کام کرے اس کے مطابق سب سے اعلیٰ مقام حاصل کرنے کی کوشش کر سکے۔

اس واسطے' سماجی عدل قائم کرنے کے واسطے سب سے کم آمدنی کو اس طرح بڑھایا جائے اور سب سے اونچی آمدنی کو اس طرح گھٹایا جائے کہ جس سے ہر طبقہ کے لوگوں کی آمدنی اوسطاً اعتدال پر آ جائے۔

کارٹل اور منوپلی تجارت کو بذریعہ قانون روکنا' آئین کے تحت وصول زکوۃ کا انتظام کرکے موجودہ ٹیکس کے قانون میں ترمیم کرنا اور جن کی اہمیت ایک لاکھ روپے سے زائد ہو ان سے فی صد نوے روپیہ ٹیکس وصول کرنا۔ ہر قسم کی عام صنعتوں کو جیسے لوہا' فولاد کے کارخانے یا بھاری انجینئرنگ کا کارخانہ' دفاع صنعت' جہاز تیاری کی صنعت' طیارہ سازی کے کارخانے' ریلوے' بجلی' گیس' تیل' ایٹمی قوت کے کارخانے سرکاری مالکانہ کی فہرست میں ہوں گے۔

موٹر' ٹرک' ٹریکٹر تیاری کے کارخانے یا کھاد اور بڑے بڑے کارخانوں کی صنعت اور بڑے بڑے چائے کے اسٹیٹ پاٹ اور روئی کی برآمد درآمد کے طریقے کی تجارت بڑے نیوز پرنٹ اور کاغذ کی صنعت وغیرہ کو بتدریج حکومت کے کنٹرول میں لایا جائے گا۔ سرکار ان سب کے اکثریت شیئر کے مالک ہوں گے جس سے حاصل شدہ رقم کی برابر تقسیم یقینی ہوگی۔ پٹ سن کے کاشتکاروں کی مناسب قیمت حاصل کرنے کے یقینی طور پر جوٹ خرید و فروخت کے انتظام کو سرکاری کنٹرول میں لانا ہوگا۔ بینک اور بیمہ کمپنی میں سرکاری حصہ زیادہ سے زیادہ ہوگا۔ سرکاری کنٹرول کے ساتھ ان کی تجارتی آزادی بحال رہے گی اور ان کے لیے خودمختاری بحال رہے گی۔ مزدور کے خلاف ہر قانون کو اٹھا دینے کے واسطے پی۔ڈی۔پی وعدہ کیے ہوئے ہے۔ ملک کے مزدوری قوانین کو اس طرح ترمیم کرنا ہوگا جس سے بین الاقوامی مزدور کنونشن کے ساتھ باہمی میل ہو سکے۔ اجرت میں اضافہ کے واسطے اسٹرائک کا پورا اختیار ہوگا۔ مزدور تحریک کو سراہا جائے گا اور باہمی گفت و شنید سے جلد از جلد ان کو رفع کرنے کا انتظام کیا جائے گا۔ موجودہ دنیا میں مزدور اور مالک کے نسبت میں ایک زبردست تبدیلی پیدا ہوئی۔ مزدور اور مالک کے درمیان منافع کے نظریہ سے انصاف نہیں کیا جا رہا۔ بلکہ محنت اور پونجی برادری کا نظریہ دیکھا جا رہا ہے۔ اس مساوی حصہ داری کی احساس آج پاکستان کے مالک و مزدوری کی درمیان صورت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ آج کل کی مزدور تحریک اور مزدوروں کی بے چینی کی اصل وجہ ہے اور ان کو دور کرنے کے اسباب بھی اسی میں مضمر

ہیں۔

پاکستان جمہوری جماعت اس واسطے زیادہ پیداوار کی کوشش اور ویلتھ کی زیادہ استعمال کی خاطر کارخانوں میں مزدوروں کو حصہ دینے کے انتظام کا وعدہ کر رہی ہے۔

سیلاب مشرقی پاکستان کی حیات و موت کا مسئلہ ہے۔ اس کے واسطے پی ڈی پی کا فوری نظریہ یہ ہے کہ ایک قومی بنیاد پر منصوبہ بنانا اور اس منصوبے کے واسطے عام منصوبوں سے الگ ایک تحویل قائم کرنا۔ فرخابند سے پیدا شدہ حالات کو درست کرنے کے لیے بھارت سرکار سے نتیجہ خیز گفت و شنید کا انتظام کرتے ہوئے مقابل طریقہ پر زور دینے کو اولیت دی جائے گی۔

پی۔ڈی۔پی اقلیت کو مساوی شہری حقوق کی یقین دہانی کرتی ہے۔ اقلیت کے شہری حقوق جس سے ان کے مذہبی عقیدے' روایات کلچرل اور مذہبی آزادی کی یقین دہانی کرتی ہے۔ موجودہ دنیا میں بین الاقوامی معاملہ رفتہ رفتہ تبدیل ہو رہا ہے۔ وہ قوت کے تصادم ختم ہونے سے پہلے تیسری کا دور ملک کے مختلف جگہ میں خصوصاً ایشیا اور افریقہ میں ٹھنڈی لڑائی یا اعصابی لڑائی کو قوت دے رہی ہے۔ کہیں کہیں ٹھنڈی لڑائی حقیقی لڑائی میں ہو رہی ہے۔

پاکستان کی سالمیت اور مفاد کی خاطر آزاد غیر جانبدار فورین پالیسی کے راستے لینا پی ڈی پی ضروری خیال کرتی ہے۔ اس فورین پالیسی کا مقصد یہ ہوگا کہ سب کے ساتھ پاکستانی مفاد اور کشمیر کے عوام کی خودمختاری کو ادا کرنا اور عالم اسلامی کے ساتھ مضبوط رابطہ قائم کرنا۔

پاکستان میں قائم شدہ تمام غیر ملکی گھاٹیوں کو اٹھا دینا۔ ہر مکتب فکر دوست ملک کے مابین مقاصد میں دوستی کا اضافہ ہو یہی خارجی پالیسی کا مد نظر ہے۔ ملک کے چند مسائل کے حل کے متعلق پاکستان جمہوری پارٹی طریقہ کار اور مقصد کے متعلق اختصار کے ساتھ عرض کروں گا۔ مہاجرین کو دوبارہ بسانے اور ان کے جائز مطالبات کو پورا کرنے کا جلد از جلد انتظام کیا جائے گا۔ مشترکہ فارم غلہ بنک اور غلہ اور حیوانات کے انشورنس کا انتظام کیا جائے گا۔ اگریکلچر ڈیولپمنٹ بنک کی طرح فشریز ڈیلوپلمنٹ بنک قائم کیا جائے گا۔

شمالی بنگال کے اضلاع کی اقتصادی ترقی پر زیادہ سے زیادہ زور دیا جائے گا اور جمنہ پر پل تیار کرنے کا فوری انتظام کیا جائے گا۔ عدلیہ سے انتظامیہ علیحدہ ہوگی اور عورتوں کے حقوق کی حفاظت اور آسائش کی طرف خیال کیا جائے گا۔ آزادی تقریر و تحریر و آزاد مذہب کے ساتھ ملک کے باشندوں کے حقوق کے یقینی انتظام میں پاکستان جمہوری پارٹی مستعد رہے گی۔ پی ڈی پی خیال کرتی ہے کہ ملک کے آئندہ امید ہیں۔ ملک' قوم کی ساخت میں ان کی ذمہ داری بہت اہم ہے۔ اس لیے وقتی ہوش و حواس کی وجہ صرف نعروں کی سیاست کی نہیں کی جائے بلکہ ملک کے ذمہ دار شہری کی حیثیت سے ان کی تعمیر کریں اور حاصل شدہ علم کو واقفیت کی کسوٹی پر جانچے تو قومی زندگی میں وہ ملک کی صحیح رہنمائی کر سکیں گے۔ میں نوجوانوں سے اپیل کروں گا کہ وہ آئندہ قیادت کے لیے تیار ہوں۔ آپ لوگوں پر ملک کی بہت امیدیں وابستہ ہیں۔ آپ لوگ جوش کی رو میں بہہ نہ جائیں۔

قومی زندگی میں اتحاد کا نمونہ اور جمہوریت کے علمبردار ہونے کا فخر پوری زندگی میں حاصل کر سکیں۔ میں نے اس وقت جو کچھ عرض کیا وہ ہمارا پروگرام ایک مختصر ایماء و اشارہ ہے۔ ہمارا فوری مقصد جمہوریت کا حصول اور دوسرا مقصد جمہوری سماج کا قیام۔ جوش سے منتشر ہو کر سیاست کرنے کا وقت یہ نہیں ہے۔ ہم لوگ جو کہ زندگی کے آخری مرحلے میں قدم رکھ رہے ہیں۔ حصول اقتدار کی سیاست ان کے لیے دلکشی کا باعث نہیں ہم نے ایک وقت پاکستان کے لیے جدوجہد کی تھی۔ پاکستان کے خواب میں اپنے وجود کو دوبارہ بسایا۔ آج پاکستان کو ایک خوشحال' باوقار جمہوری ملک کی حیثیت سے ڈھالنا آئندہ نسلوں کے لیے اہم ترین ذمہ داری تصور کرتے ہیں۔ پاکستان جمہوری پارٹی کے جھنڈے کے نیچے ملک کے بڈھے جوان کارکنان اور لیڈران متحد ہوئے ہیں وہ لوگ جس کسی چیلنج کے مقابلہ میں اس پاک ذمہ داری کو پورا کرنا چاہتی ہے۔

میاں ممتاز دولتانہ

پاکستان کونسل مسلم لیگ کے سربراہ میاں ممتاز خاں دولتانہ نے آج شام ریڈیو پاکستان اور ٹیلی ویژن سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج میں آپ سے آپ کے قومی منظر اور وجود کے ایک لازوال اور یادگار رخ کے بارے میں گفتگو کرنے کی عزت حاصل کر رہا ہوں۔ کیونکہ یقیناً پاکستان مسلم لیگ ہماری تاریخ کا حصہ ہے اور صرف ہماری تاریخ کا حصہ ہی نہیں بلکہ بڑی حد تک اس تاریخ کی خالق اور موجد ہے۔ اور سرگزشت عالم میں ہمارے وجود' سمت اور رخ کا تعین کرنے کی ذمہ دار ہے۔ لہٰذا پاکستان مسلم لیگ کی سب سے اہم ذمہ داری سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ان نظریات کو زندہ رکھے۔ ان حوصلوں اور امنگوں کو پروان چڑھائے اور ان تصورات کو پورا کرے جنھوں نے پاکستانی عوام کو اپنی تاریخ خود بنانے کے قابل بنایا اور یہ مقصد اسی طرح پورا ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے تاریخ ساز اور عہد آفریں نظریات پر پختہ یقین رکھیں اور ان نظریات کے پابند رہیں۔

انہوں نے کہا کہ آج یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ آخر پاکستان کو کسی نظریے سے وابستگی کی ضرورت کیوں ہے؟ اس کی واضح اور منطقی

وجہ یہ ہے کہ پاکستان کوئی ایسا ملک نہیں ہے جو پہلے سے موجود ہو یا آپ سے آپ وجود میں آ گیا ہو۔ پاکستان ہماری شعوری جدوجہد کا حاصل ہے۔ یہ کوئی ایسی سرزمین نہیں ہے جو ہمیں اور ہمارے آباء کو برسوں سے بے جستجو میسر آ چکی تھی بلکہ ایک متعینہ فکری اور جمہوری جدوجہد کے نتیجے میں ارادتاً حاصل کی گئی ہے اور اس طرح کی ایک شعوری تخلیق کے لیے ایک باقاعدہ، واضح اور ناگزیر مقصد کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہی مقصد نظریہ پاکستان ہے۔ میاں دولتانہ نے کہا کہ پاکستانی جغرافیائی ضرورتوں کا حادثاتی نتیجہ نہیں ہے نہ ہی صدیوں پرانے نسلی اور لسانی اتفاقات کا پھل ہے۔ اور نہ ہی پاکستان کسی فاتح کا چھوڑا ہوا ملک یا کسی مستبد مطلق العنان حاکم کا تحفہ ہے۔

پاکستانی عوام خواہ ان کا ملک کے کسی علاقے سے تعلق ہو، آج ایک وحدانی شخصیت رکھتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستانی عوام نے ایک مشترکہ عقیدے اور نظریے کے بل پر اپنی انفرادیت، شناخت، کردار اور قومی تشخص حاصل کیا ہے۔ اسی مشترکہ عقیدے اور نظریے کی بنیاد پر انہوں نے مصائب جھیلے، سختیاں اٹھائیں۔ آزادی کی جنگ لڑی اور فتح پائی۔ لہٰذا اسلامی طرز حیات سے وابستگی اور مذہبی تعلیمات کی پابندی ہماری حب الوطنی کی محرک اور ضمانت ہیں۔

آپ نے کہا کہ اسلام نے ہمیں ایک بنایا اور ہمارے اتحاد کا سبب بنا۔ آزادی و خود مختاری کی لگن نے ہمیں آزادی کی دولت سے مالامال کیا۔ ہماری آزادی کی جنگ بیک وقت دو محاذوں پر لڑی گئی۔ ایک طرف برطانوی استعمار تھا اور دوسری طرف ہندوؤں کے وہ منصوبے جو مسلمانوں کو محکوم اور غلام بنانے کے لیے مرتب کیے گئے تھے۔ ان دو محاذوں پر آزادی کی یہ جنگ ان مسلمانوں نے لڑی جو جغرافیائی اعتبار سے تو بکھرے ہوئے تھے لیکن ان کی تاریخ ایک ہی تھی۔ ان کا تجربہ ایک تھا اور ان کو ایک مشترکہ خطرے کا سامنا تھا۔ اس اتحاد فکر و نظر نے انہیں ایک ہی جنگ میں ایک ہی مقصد کے حصول کے لیے فتح یاب کیا۔ چنانچہ آزادی سے محبت پاکستانی عوام کے کردار کا وصف اولیٰ ہے۔ آزادی کی اسی لگن کی بدولت جس نے پاکستان بنایا، پاکستانی عوام آج ایک ایسی سچی جمہوریت کے خواہاں ہیں، جو ہر طرح کی پابندیوں سے آزاد ہو اور وہ ہر طرح کی مطلق العنانی، ہر ڈکٹیٹر شپ اور استبداد کے مخالف ہیں۔ آزادی کی اسی محبت اور جذبے نے 1947ء میں پاکستان کو جنم دیا اور 1969ء میں مطلق العنانی اور استبداد کی حکومت کا خاتمہ کیا۔

ہماری قومی آزادی کی جدوجہد کے مقاصد میں ایک اور نمایاں اور اہم مقصد یہ تھا کہ انسانوں کے جبری معاشی اور اقتصادی استحصال کو ختم کیا جائے۔ دشمنوں کی سوچی سمجھی سازش کے نتیجہ میں برصغیر کے مسلمان اقتصادی طور پر سب سے بدحال اور پسماندہ طبقے بنائے جا چکے تھے۔ اسی احساس نے ہماری قومی جدوجہد آزادی کو ایک واضح اور تند اقتصادی پہلو دیا۔ اور مسلمانوں کو جس طرح کے غیر منصفانہ بلکہ انسانیت سوز طریقوں سے اقتصادی طور پر بدحال، محروم اور مجبور بنایا گیا تھا، اس نے ہمیں سماجی اور اقتصادی امور میں مساوات اور اخوت کے اصولوں کا اور زیادہ سختی سے پابند کر دیا۔ یہ اصول جو کل ہماری جدوجہد آزادی کے مقاصد میں شامل تھے، آج ہمارے نظریات میں شامل ہیں اور ان کا تقاضا ہے کہ سماجی انصاف کو بروئے کار لاتے ہوئے ہر طرح کے استحصال کا خاتمہ کیا جائے۔ یہ پاکستان کی اہم ترین داخلی، قومی سیاست کی ضرورت ہے۔ جذبہ اسلامی جس کی بنیاد احساس خودی، عظمت انسانی، انفرادی شخصیت کی فضیلت پر اعتماد، انسانی ترقی کے امکان پر یقین اور ہر مسلمان کا بغیر کسی وسیلے کے صرف اپنے راسخ کردار اور ایمان سے نجات حاصل کرنے کی اہلیت کے اصولوں پر ہے۔ ہمیں بتاتا ہے کہ آزادی محض ایک قدر نہیں ہے بلکہ زندگی کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ یہی جذبہ اسلامی ہمیں یہ سبق بھی دیتا ہے کہ جملہ مادی اور سماجی شعبوں میں مساوات اور اخوت کے اصولوں کو ایک مقدس روحانی فریضہ سمجھتے ہوئے ہم باہمی انصاف کو اپنی معیشت کی روح تصور کریں۔ لہٰذا نظریہ پاکستان جس کی بنیادیں ایمان، آزادی اور اخوت کے اصولوں پر استوار کی گئی ہیں، ایک ایسا سرچشمہ ہے جس سے نہ صرف ہماری تاریخ اور منزل کا تعین ہو رہا ہے، بلکہ جملہ قومی ضرورتوں کی بھی آبیاری ہو سکتی ہے۔ کونسل لیگ کے سربراہ نے کہا کہ کوئی عمارت خواہ وہ کتنی ہی شاندار اور خوبصورت کیوں نہ ہو، اگر اس کی بنیادیں مضبوط نہ ہوں گی، وہ ناپائیدار کہلائے گی۔ یہ ممکن نہیں کہ عمارت تو بنائے جائے اور پھر اس کی بنیادوں کو اکھاڑ کر مسمار کر دیا جائے۔ علیٰ ہذا القیاس پاکستان کی بنیادیں اسلام پر استوار کی گئی ہیں۔ لہٰذا اگر پاکستان قائم رہے گا تو اسلام پر۔ اسلام نہیں تو پاکستان نہیں۔ آج پاکستان کے لیے باہر سے جو نظریات درآمد کیے جا رہے ہیں اور ان کو اسلام و نظریہ پاکستان کا متبادل قرار دیا جا رہا ہے، خواہ وہ کمیونزم ہو، سوشلزم ہو یا کیپٹلزم ہو یا مادہ پرستی کا کوئی بھی دوسرا ازم۔ فلسفہ اور نظریہ ہمارے اس ملک کو تباہ کر دے گا جو ہم نے بنایا ہے۔ جس کے لیے ہم نے خون بہایا ہے۔ آپ چاہیں تو اسلام اور نظریہ پاکستان کی جگہ کچھ اپنا لیں۔ کسی بھی ازم اور فلسفے کو اپنا شعار بنا لیں۔ پھر یہ ملک جو صورت اختیار کرے گا، وہ کچھ بھی ہو سکتی ہے۔ ہمارا پاکستان نہیں ہوگا۔ دوسرے ملکوں کے مقابلے میں اس خطرے اور خدشے کا اظہار پاکستان کے بارے میں زیادہ وثوق سے کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ روس، چین، کیوبا، اور ان جیسے ملک کسی خاص نظریے کو اپنانے سے صدیوں پہلے بھی موجود تھے۔ اور ان کے نئے نظریات میں بھی ان کے صدیوں پرانے مفادات بارہا

کروٹ لیتے نظر آتے ہیں۔ لیکن ہمارا معاملہ جدا ہے۔ اور ملک پہلے سے موجود تھے اور انہوں نے اپنی تاریخ کے موڑ پر ایک نظریہ اپنا لیا۔ وہاں ملک نے نظریہ کو جنم دیا۔ ہمارے ہاں ایک نظریہ نے ملک کی بنیاد رکھی اور اگر پہلے نظریہ قائم نہ ہوتا تو سرے سے ہی ملک کے وجود کا کوئی امکان یا جواز ہی پیدا نہ ہوتا۔ آج کہا جاتا ہے کہ یہ مانا پاکستان اسلام کے ماننے والوں نے بنایا لیکن اب جبکہ پاکستان بن چکا ہے' اسلام اسلام کی رٹ لگانے سے کیا فائدہ؟ دوسرے الفاظ میں اسلام کا کام ختم ہوگیا' ملک بن گیا۔ اب جس راستے پر چاہے لے چلو۔

آپ نے کہا ہم اس طرز استدلال سے اتفاق کرنے پر کبھی آمادہ نہ ہوں گے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ روس میں ہر لمحے کمیونزم کے فلسفے کی بقاء اور ارتقاء کی کوششیں جاری رہتی ہیں۔ امریکہ میں امریکی طرز حیات کی تعلیم و تربیت میں ذرا سی بھی غفلت نہیں برتی جاتی۔ علی ہذا القیاس ہمارے لیے اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ ہم بھی اپنے اصول اور نظریات پر سختی سے کاربند رہیں اور ان کو مستحکم و محفوظ بنانے کی تدبیریں کریں کیونکہ ہم اپنے اصول و نظریات کے بغیر نہ تو وجود میں آ سکتے ہیں اور نہ ہی ان کے بغیر زندہ رہ سکتے ہیں۔ آپ نے اپنی جماعت کے اصول بیان کرتے ہوئے کہا کہ اسلام جمہوریت اور اسلامی تعلیمات کے مطابق اخوت و مساوات کی بنیادوں پر اقتصادی' معاشی انصاف کو قائم اور استوار کرنا۔

اسلامی ضابطہ حیات آفاقی ہے۔ اور انسانی زندگی کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ صحیح اسلامی شعار کی پابندی آخرکار ہر مسلمان کا ذاتی فریضہ اور ذاتی ذمہ داری ہے۔ اور سچا مسلمان ہونا ایک معراج ہے جو ہر فرد کی اپنی پاکیزہ اور راسخ سعی ہی سے اسے حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن میری جماعت نے یہ تہیہ کیا ہے کہ وہ آئین میں مناسب دفعات کے شمول و اضافے اور محکم قوانین کے ذریعے یہ ضمانت دے گی کہ اسلامی ضابطہ حیات کی پابندی ہو سکے اور مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پر اس قابل ہو جائیں کہ اپنی زندگیاں قرآن مجید و سنت کے مطابق بسر کر سکیں۔ میری جماعت اس کی ضمانت بھی دے گی کہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون نہ بننے پائے۔ اس ذیل میں ہر اس وقت موجودہ قانون میں جو قرآن و سنت کے خلاف جاتا ہے۔ ضروری رد و بدل اور ترامیم کرائی جائے گی۔ اور جملہ قوانین کو قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق بنانے کے لیے ان پر نظرثانی کی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی اعلیٰ اسلامی اقدار کا حامل اور محافظ ہونے کی حیثیت سے ہمارا پہلا فرض یہ ہوگا کہ اقلیتوں کے مفادات کا احترام کریں اور ان کو پاکستان کی سماجی' سیاسی زندگی میں ایک محفوظ اور معزز مقام دلائیں۔

انہوں نے کہا کہ ہماری ماضی کی جدوجہد' صعوبتوں اور آزمائشوں نے جمہوریت کے سوال پر ہمارے نظریہ کو بہت واضح اور غیر مبہم بنا دیا ہے۔ ہم غیر مشروط طور پر سچی جمہوریت کے خواہاں ہیں اور اس کے قیام کے آرزو مند ہیں اور ہم کسی سے کوئی سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ہمارا قومی مقصد غیر مشروط جمہوری نظام کا نفاذ ہے۔ ہمارا موقف عوام کے بالغ رائے دہندگی پر مبنی براہ راست انتخابات کے ذریعے اور بنیاد پر ایک وفاقی پارلیمانی جمہوریت کا قیام ہے۔ ہمارے دوسرے فوری مقاصد کی فہرست میں انسانی بنیادی حقوق کی بحالی و حفاظت' ظالمانہ خصوصی قوانین کی تنسیخ' عدلیہ کی مکمل آزادی اور اخبارات و ذرائع نشر و اشاعت کے توسط اظہار خیال کی مکمل آزادی کی ضمانت شامل ہیں۔ میاں دولتانہ نے کہا کہ معاشی و اقتصادی انصاف یکساں مواقع کی فراہمی اور قومی دولت کی منصفانہ تقسیم' حقیقی آزادی کی شرائط ہیں۔ لیکن یہ مقاصد ایسے جمہوری نظام کے ہی ذریعے حاصل ہو سکتے ہیں جسے عوام کی مرضی و منظوری حاصل ہو۔ ہم معاشی انصاف و انسانی آزادیوں کے بیک وقت خواہاں ہیں۔ کیونکہ یہ قدریں ایک دوسرے کی محافظ اور ضمانت ہیں۔ ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں۔ اگر ہم نجی ملکیت کے حق اور انفرادی سعی کی افادیت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن سات ہی ساتھ ہمارا واضح مقصد یہ ہے کہ عدم مساوات کو دور کیا جائے' دولت کی مساویانہ اور منصفانہ تقسیم ہو اور ایک فلاحی معاشرے کا قیام مملکت کا مقصد اولیٰ قرار پائے' پاکستان مسلم لیگ کی کونسل نے ستمبر 1968ء میں جو اقتصادی قرارداد منظور کی تھی' اس میں ہمارے ان مقاصد کی تفصیل اور توضیح موجود ہے۔ اس کے متعلق مزید تفصیلات اور تشریحات ہمارے منشور میں شامل ہوں گی جو عنقریب جاری ہونے والا ہے۔

ان تفصیلات کا نہایت اجمالی خلاصہ یہ ہے کہ میری جماعت بینکاری' انشورنس' فولاد سازی' کیمیائی جیسی بھاری صنعتوں' بھاری انجینئرنگ' جہاز سازی اور اسلحہ سازی وغیرہ کو قومی ملکیت بنانے اور ان کو قومی نگرانی و کنٹرول میں دینے کی حامی ہے۔ اسی طرح میری جماعت بجلی اور قوت کے تمام ذرائع جملہ معدنی وسائل اور جملہ ذرائع نقل و حمل کو بھی قومی ملکیت اور سرکاری تحویل میں دینے کی حامی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایسی تمام صنعتوں کے منافع میں جن کی بنیاد مقامی خام مال پر ہو' مزدوروں اور خام مال پیدا کرنے والے کاشتکاروں اور مالکان کو مساویانہ حصہ دیا جائے گا اور وہ سب اس قومی سرمائے کے انتظام میں باہمی اجتماعی طور پر شریک ہوں۔ مزدوروں کے حقوق میں کم از کم اجرت کا تعین' منافع میں شراکت' انجمن سازی اور اپنے مفاد کے مطابق سمجھوتہ اور سودا بازی' ہڑتال کے حق اور مکمل انشورنس کو قانونی تحفظ دیا جائے۔ زراعت کے شعبے میں اراضی کی ملکیت کی حد زیادہ سے زیادہ اٹھارہ ہزار پیداواری یونٹ یا 250 ایکڑ مقرر کی جائے۔ اس قانون کا

اطلاق بلا امتیاز و تخصیص سب پر ہو۔ ساتھ ہی قومی معیشت میں زراعت کی اہمیت اور تقدیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے سستی زرعی مشینری' عمدہ اقسام کے بیج اور اچھی قسم کی کھادوں کی فراہمی اور بسہولت دستیابی' آب پاشی کے نرخوں میں کمی کرنے' فصلوں اور مویشیوں کی انشورنس کا انتظام کرنے' مناسب قیمتوں کو برقرار رکھنے کی ضمانت دینے اور مال گزاری کو انکم ٹیکس کی حد تک مستثنیٰ قرار دینے کے اقدامات کو اولیت دی جائے۔ قانونی ذرائع سے ارتکاز دولت پر قابو حاصل کرنے کے لیے ایسے اقدامات کیے جائیں کہ کسی فرد کی کسی ذرائع سے آمدنی اس وقت تک نہ بڑھنے پائے جب تک ملک میں ہر خاندان کی سالانہ آمدنی کم سے کم ساڑھے تین ہزار روپیہ نہ ہو جائے۔ میٹرک تک تعلیم مفت ہونا چاہیے۔ اور اہلیت رکھنے والے نادار طلباء کے لیے میٹرک کے بعد بھی اعلیٰ تعلیم مفت ہونی چاہیے۔ طلبا کو جملہ تعلیمی سہولتیں مہیا ہونی چاہئیں تاکہ وہ حصول تعلیم کے مقصد کی طرف پوری توجہ دے سکیں۔

ان سہولتوں کے علاوہ طلباء میں ایسے غیر نصابی مشاغل کی ہمت افزائی ہونی چاہیے کہ ان میں آزادی اور خود اعتمادی کا جذبہ نہ صرف پیدا ہو بلکہ راسخ ہو جائے۔ ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ اساتذہ اور پڑھانے والوں کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے جو ان معزز پیشے کے شایان شان ہو۔

ہر وہ شخص جس نے' تحریک پاکستان میں معمولی سا بھی حصہ لیا ہے' اس حقیقت کو بلا دینے کے گناہ کا مرتکب نہیں ہو سکتا کہ ہماری آزادی سامراجی ہندوستان کے مسلم اقلیت والے صوبوں کے مسلمانوں کی ولولہ انگیز تحریک' انتھک جدوجہد اور بے مثال قربانیوں کا پھل ہے۔ چنانچہ مہاجر اصطلاح کسی جائز مناسب اور درست معنی کے اعتبار سے پناہ گیر نہیں۔ اس سرزمین وطن کے جائز وارث ہیں' جسے انہوں نے ہم سب کے لیے بنانے اور حاصل کرنے میں دوسروں سے کہیں زیادہ قربانیاں دی ہیں۔ چنانچہ مہاجرین کے مفادات کا تحفظ ملک کے ہر حصے میں ان کے لیے خوشحالی' حفاظت اور خلوص کا ماحول اور انہیں مختلف علاقوں میں جذب ہو جانے کے لیے سازگار حالات پیدا کرنا' ان کی شکایتوں کو دور کرنا اور ان کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کا ازالہ کرتے ہوئے مارشل لاء ریگولیشن نمبر 89 جیسے سارے نامناسب قوانین کی منسوخی ہماری ایک ایسی قومی ذمہ داری ہے' جسے میری جماعت بلا تذبذب کسی بھی ذہنی تحفظ کے بغیر قبول کرتی ہے۔

میری جماعت خارجہ پالیسی کو قوم کے تخلیقی جذبے اور نظریات کی آئینہ دار سمجھتی ہے۔ خارجہ پالیسی اس طرح بنی چاہیے۔ اس سے اہم قومی مفادات اور مقاصد پورے ہوئے ہوں۔ کشمیر کی آزادی کے بغیر پاکستان کا تصور نامکمل ہے۔ لہٰذا کشمیر کی آزادی کا سوال ہماری عزت اور زندگی کا سوال ہے۔ کشمیر کی آزادی پر ہماری موت و زیست کا انحصار ہے۔ ہماری آزادی کے حق میں ہندوستان کی بے مقصد اور پرانی دشمنی فرخا بیراج کے مسئلے میں اس کے رویے سے ظاہر ہے۔ جب تک یہ مسئلے حل نہیں ہوں گے' ہماری ہندوستان سے کوئی نتیجہ خیزبات نہیں ہو سکتی اور نہ کسی قسم کا قرب ہو سکتا ہے۔ ہماری خارجہ پالیسی آزاد ہونی چاہیے۔ ہم کسی بھی عالمی طاقتی بلاک یا بڑی طاقتوں کے حلیف بننے کے مخالف ہیں۔ اس غیر جانب داری کے ساتھ ہماری خارجہ پالیسی کی بنیادیں دوستی اور کار آمد دو طرفہ رفاقت پر ہونا چاہئیں۔ ہم خاص طور پر اسلامی ملکوں' افریشیائی ملکوں اور چین سے دوستانہ روابط اور باہمی تعاون کے رشتے قائم کرنا چاہتے ہیں۔ میری جماعت سیٹو اور اس قسم کے معاہدوں سے کوئی رابطہ نہ رکھے گی جو پاکستان کے حق میں بے کار ثابت ہو چکے ہیں اور غلامی کے سجاوٹی تمغوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔

ہم فلسطین کے معاملے میں مکمل طور سے عربوں کی جدوجہد میں ان کے شریک ہیں۔ ہم اتحاد اسلامی کے خواہاں ہیں۔ مگر ایسا اتحاد جو جامع ہو' مکمل ہو اور جو دنیائے اسلام کو گروہوں میں بٹنے سے محفوظ رکھے۔ انہوں نے کہا کہ آج عام طور پر محسوس کیا جا رہا ہے کہ پاکستان مستقبل کی شاہراہوں کے ایک فیصلہ کن دوراہے پر کھڑا ہے۔ خطرناک مجرموں اور ناکامیوں کے بھیانک حالات پر قابو پایا جا چکا ہے۔ عوامی جدوجہد شاندار فتح پر منتج ہوتی نظر آتی ہے۔ جمہوریت کا راستہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہموار ہو چکا ہے۔ اب ہمیں اس راہ جمہوریت پر گامزن ہونے کے لیے اپنی ہمت اور اہلیت کا مظاہرہ کرنا ہے۔ ایسی صورت میں ملک میں بدنظمی' لاقانونیت پھیلانا' تشدد کا پرچار اور شہری زندگی میں خلل ڈالنے کی کوشش' ووٹ سے پہلے روٹی کا نعرہ بلند کرنا اور جھگڑے' فساد' خونریزی کو ملک کے مسائل کا حل بتانا۔ یہ سب ایسی سازشیں ہیں جو ہمارے ملک کو تباہ کر دینے اور پاکستان کے سارے عوام کو غلام بنا دینے کے لیے ہی کی جا سکتی ہیں۔ میری جماعت ان غدارانہ کوششوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرے گی اور ان کو شکست دینے کا عزم مصمم کر چکی ہے۔

کونسل لیگ کے رہنما نے کہا کہ جب کسی قوم کے مستقبل کی شکل اور سمت کے تعین میں جمہوری انداز سے تبدیلیاں لانی ہوتی ہیں تو سب کو مفاہمت' وسیع القلبی' ضبط و تحمل' رواداری' شائستگی' صبر اور ذاتی مفاد و مصلحت کو قربان کر دینے کے جذبے سے کام لینا پڑتا ہے۔ لہٰذا میری جماعت جو اگرچہ واضح طور پر اپنے اصولوں کی پابند ہے' اور اصولوں کی سودے بازی پر ہرگز تیار نہ ہوگی۔ کسی عنوان سے دوسری جماعتوں اور ان کے حق میں دشنام طرازی اور ناشائستگی کی مرتکب نہ ہوگی۔ نہ ان کے حق میں ہتک آمیز رویہ اختیار کرے گی اور نہ ہی ان

کی تحقیر اور تذلیل گوارا کرے گی۔ اس حقیقت کا احساس بہت ضروری ہے کہ آج کی جدوجہد حصول اقتدار کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ تمام محب وطن عناصر اور طاقتوں کو مل جل کر ایک ایسی عوامی جمہوری خودمختاری حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہے جو مناسب وقت پر اور وقتاً" فوقتاً" یہ فیصلہ کرے گی کہ اقتدار عوام کے فیصلہ کے مطابق کن ہاتھوں میں ہونا واجب اور جائز ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ دائیں اور بائیں بازو کا جھگڑا یوں معلوم ہوتا ہے جیسے جان بوجھ کر ایک ناروا اہمیت دی جا رہی ہے۔ ہمارے فوری قومی مقاصد سے دور کا واسطہ بھی نہیں رکھتا۔ اگر دائیں بازو کا مدعا یہ ہے کہ محروموں اور غریبوں کے حق میں انصاف اور مساویانہ موقع کی فراہمی کے امکانات واضح کر دینے کے لیے موجودہ اقتصادی نظام اور تقسیم کو رد کر دیا جائے تو پھر صحیح معنوں میں وہی بائیں بازو کہلانے کے سزاوار ہیں جو اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اس فلاحی مملکت کے قیام کا ہم نوا ہو۔ جس کی تعلیم اسلامی اصولوں اور اسلامی معاشرے نے دی ہے۔ اسی طرح اگر دائیں بازو سے تعلق رکھنے کا مطلب ہے کہ پاکستان کے اتحاد کو برقرار رکھا جائے اور ان نظریات کو استحکام اور فروغ دیا جائے جنہوں نے پاکستان کو جنم دیا ہے اور پاکستان کو کسی قیمت پر بیرونی مفادات کو کھلونا نہ بننے دیا جائے تو پھر میں عرض کروں گا کہ یہ تقسیم دائیں اور بائیں کے درمیان نہیں بلکہ راستی اور دروغ کے درمیان ہے۔

میری جماعت کی نظر میں متبادل نظریات کے مابین اس طرح کی غیر حقیقی شدت اور تناؤ پیدا کرنا اس قومی تنظیم اور شیرازہ بندی کے حق میں بڑا خطرناک ثابت ہوگا۔ جس کی اس وقت ملت کو بڑھ چڑھ کر انتہائی ضرورت ہے۔ خوش قسمتی سے آئین سازی کے ابتدائی اور فوری کام کے بارے میں قومی نقطہ نظر پہلے ہی بڑی حد تک متحد ہو چکا ہے۔ آئین کے اسلامی جمہوری اور وفاقی ہونے کے مطالبہ پر تمام طبقات فکر متفق ہیں۔ مغربی پاکستان میں صوبے قائم کیے جا چکے ہیں۔ صوبائی خود مختاری کے اصول کو بھی سب مان چکے ہیں۔ بشرطیکہ صوبوں کی خود مختاری پاکستان کے اتحاد' استحکام اور اصولوں کی نفی نہ کرتی ہو۔ ایک آدمی ایک ووٹ کا اصول جمہوریت کی بنیاد ہے۔ وفاقی کردار اور حقیقت کو ان دنیا کے بہت سے آئینی نظائر کے مطابق دینا ہوگا جو ہر صوبے کی حیثیت کو برابر کا رکھنے کی ضمانت دیتی ہیں۔

آپ نے کہا کہ مشرقی پاکستان ہمارا مایۂ ناز اور ہماری نگاہوں کا مرکز ہے۔ پاکستان کے قیام کے لیے مشرقی پاکستان نے جو بنیادی اور فائق کردار ادا کیا ہے' جتنی بھرپور اور بے لوث جدوجہد کی ہے' اور جو قربانیاں دی ہیں' ان کو کون ہے جو فخر اور اعزاز سے تسلیم نہیں کرتا۔ اس سے وابستگی جمہوریت کی لگن حب الوطنی اور پاکستان کی علاقائی سلامتی کے تحفظ کا شدید احساس مشرقی پاکستان سے زیادہ کہاں ملے گا۔ مشرقی پاکستان کی اقتصادی پسماندگی' غربت' ترقی کے مساوی موقعوں سے محرومی اور ان سب پر مستزاد' پچھلے دس سال کے دوران پیدا ہونے والا یہ احساس کہ مشرقی پاکستان کو ملکی و قومی امور میں برابر کا شریک نہیں کیا جا رہا ہے۔ وہ مسائل ہیں' جن کے متعلق بجا طور سے ہر پاکستانی کو تشویش ہے۔ مسلم لیگ نے پاکستان کے ان دونوں حصوں کے مابین اقتصادی عدم توازن کو ختم کر دینے کا عہد کیا ہے اور یہ طے کیا ہے کہ مشرقی پاکستان جتنا زرمبادلہ کمائے گا' بیرونی قرضوں اور غیر ملکی امداد کے سلسلوں میں مشرقی پاکستان کو اولیت دی جائے گی۔ وہاں سے سرمائے کی منتقلی کو فوری' مکمل اور سخت اقدامات کے ذریعے روکا جائے گا۔ بحریہ کا صدر مستقر مشرقی پاکستان منتقل کر دیا جائے گا۔ اور ملک کے دونوں حصوں کی دفاعی قوت کو ایک سطح پر لایا جائے گا۔ ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ مشرقی پاکستان کو جملہ ملازمتوں اور مرکز کے اداروں میں مساویانہ نمائندگی اور اہمیت دی جائے۔ مسلم لیگ علاقائی خودمختاری کے اصولوں کو تسلیم کرتی ہے۔ مسلم لیگ کا مطالبہ ہے کہ دفاع' خارجہ امور' کرنسی' وفاقی' مالیاتی امور اور ملک کے دونوں حصوں کے مابین مواصلاتی ذرائع کے انتظامات وغیرہ اور ایسے ہی اور امور جن کے بارے میں اتفاق رائے ہو جائے۔ وفاقی حکومت کے پاس رہیں' ساتھ ہی مسلم لیگ واضح الفاظ میں یہ جتا دینا چاہتی ہے کہ صرف ایک مضبوط پاکستان ہی ہر صوبے کی سرپرستی اور پشت پناہی کر سکتا ہے۔ اقتصادی عدم توازن اور عدم مساوات کو اسی وقت دور کیا جا سکتا ہے' جب ایک مشترکہ مرکز ہو اور یہ مرکز اس قابل ہو کہ وہ پوری قوم کی اجتماعی فلاح و بہبود کے لیے کام کر سکے۔

آخر میں' میں اپنی جماعت پاکستان مسلم لیگ کے متعلق صرف دو باتیں کہنے کی جسارت کروں گا کہ یہ جماعت حضرت قائداعظم اور مادر ملت کی جماعت ہے۔ اگرچہ پاکستان صرف مسلم لیگ ہی نے بنایا ہے' لیکن ہمیں فخر ہے کہ یہ ملک آج دوسروں کا بھی اتنا ہی ہے' جتنا ہمارا ہے۔ ہم حب الوطنی کے وصف کو صرف اپنے لیے مخصوص نہیں کرتے۔ اگرچہ حب الوطنی کو تمام پاکستانیوں کے لیے ممکن بنانے والے صرف ہم ہی تھے۔ پچھلے سال ہا سال سے قوم و ملت کے ہر دشمن عنصر کا بے خوف و خطر اور آخری دم تک مقابلہ بھی تاریخ کے ہر ہر مرحلہ پر' صرف ہمارا ہی حصہ آیا ہے۔ غیر ملکی برطانیوں' ہندو کانگریس اور ان کے حلیف نیشنلسٹ اور یونینسٹ (Unionist) مسلمانوں سے بھی ہم ہی نبرد آزما ہوئے۔ خود پاکستان میں آزادی اور جمہوریت کے دشمنوں کا مقابلہ بھی ہم نے کیا۔ مگر یہ ہمارا فرض تھا اور ہم اپنے فرض کی ادائیگی کا کوئی بدلہ نہیں چاہتے۔ لیکن ہم آپ سے پاکستان کے خودمختار عوام

سے آج یہ اپیل کرتے ہیں کہ ہم جن اصولوں کا پرچم بلند کیے ہوئے ہیں' ان کی حفاظت کرنا آپ کا فرض ہے۔ آپ کی لاج اور زندگی ان کی ضامن ہیں۔ کیونکہ آپ کی زندگی اور لاج انہیں کی بدولت ہے۔

اگر آپ نے مسلم لیگ پر اعتماد کیا تو آپ ایک شاندار اور عظیم روایت پر عمل کریں گے۔ مگر ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ مکمل طور سے بااختیار اور حاکم بنیں۔ آپ اپنا اعتماد جسے بھی دیں' میری جماعت کا آخری اور کلی اعتماد صرف آپ پر ہے۔ (پاکستان پائندہ باد)

ایک نئے پاکستان کی جانب

18 نومبر 1970ء کو ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر قوم سے ذوالفقار علی بھٹو کا خطاب

آج رات میں دنیا کی غریب ترین قوم کے شہری کی حیثیت سے آپ سے خطاب کر رہا ہوں۔ پاکستان کے اقتصادی حالات انتہائی ابتر ہیں۔ ایسی نفرت انگیز غربت غالباً ہندوستان کے سوا اور کہیں نہیں پائی جاتی۔ اور ہندوستان وہ ملک ہے جس سے ہم 1947ء میں اس لیے الگ ہوگئے تھے کہ ہم نے اس کا ظالمانہ نظام' اس کا استحصال اور تسلط قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ہمارے عوام نے اپنی امیدوں اور تمناؤں کی سرزمین پاکستان حاصل کرنے کے لیے تقسیم کے خطرات کا بڑی بہادری سے سامنا کیا۔ لاکھوں ہندوستانی مسلمانوں نے اس ارض پاک کا رخ کیا تاکہ وہ بلوچوں' بنگالیوں' سندھیوں' پٹھانوں اور پنجابیوں سے مل کر اسلامی اخوت و مساوات کی بنیادوں پر دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کی تعمیر کر سکیں۔

لیکن 23 سال کی ہنگامہ خیز زندگی کے بعد آج یہ ملک علاقائی تعصبات اور مختلف تنازعات کی وجہ سے منقسم دکھائی دے رہا ہے اور وہ بدستور اپنی لنگرگاہ کی تلاش میں ہے۔ اس عرصے میں پاکستان دو آئین دیکھ چکا ہے اور تیسرے کی جانب گامزن ہے۔ یہاں فسادات ہوئے' سخت کشیدگی دکھائی دیتی رہی اور مسلسل اقتصادی بحران نے ایک عمومی عدم استحکام پیدا کیے رکھا۔ مشرق اور مغرب کے تعلقات بدستور تصفیہ طلب چلے آ رہے ہیں۔ آبادی آٹھ سے تیرہ کروڑ تک جا پہنچی ہے اور حالات کی ابتری کے بعد ملک میں دو بار مارشل لاء بھی نافذ کیا جا چکا ہے۔ ہم نے ہر قسم کے حالات دیکھے (اور مختلف تجربات کیے) لیکن پارلیمانی جمہوریت یا فوجی آمریت کوئی بھی پاکستان کو درپیش مسائل کا دیرپا حل معلوم نہیں کر سکی۔ مایوسی اور محرومی عوام کے چہروں سے عیاں ہے۔ ہم تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ سرمایہ داروں کا ایک مختصر مگر نیا طبقہ انتہائی بے شرمی سے قومی دولت لوٹ رہا ہے۔ اور عوام کی بھاری اکثریت روٹی' کپڑے اور مکان سے محروم ہے۔ بے روزگاری اور روزگار کی کمی دیہات کے علاوہ پڑھے لکھے طبقوں میں بھی خطرناک حد تک بڑھ رہی ہے۔ ہمارے عوام کو دھوکہ دیا گیا' ان کی توہین کی گئی اور ان کے جذبات کو نظرانداز کر دیا گیا۔ انہیں بڑے وسیع پیمانے پر فریب کا شکار بنایا گیا۔ کیا ہم اسے گمشدہ نسل کا نام دیں یا اسے فریب خوردہ نسل کہیں؟ لوح مزار کا انتخاب میں آپ پر چھوڑتا ہوں۔ لیکن مستقبل کیا ہے؟ کیا اس دکھی نسل کے بچوں کا مقدر بھی یہی ہے کہ وہ اسی تکلیف دہ اور شرمناک صورت حال میں مبتلا رہیں۔

آج کے نوجوان کا مستقبل پر اعتماد ختم ہو رہا ہے۔ پاکستان کا خواب اس کے عوام کی روحانی اذیت میں ختم نہیں ہونا چاہیے۔ یہ ایک جاں بخش اور روح پرور خواب تھا۔ اس خواب کو عوام کی فلاح و بہبود کے لیے ایک عظیم اور نئے معاشرے کو معرض وجود میں لانا تھا۔

میرے عزیز سامعین! آپ عہد حاضر کے بدترین غیر انسانی استحصال کا شکار رہے ہیں۔ اب ہمیں اس ناقابل برداشت صورت حال کو ختم کرنا ہوگا۔ ہمارا یہ اخلاقی فرض ہے کہ ہم پاکستان کے عوام کو غربت کی دلدل سے نکالیں۔

اسلامی تاریخ میں ایک وقت وہ بھی تھا جب عمر اعظمؓ نے اعلان کیا تھا کہ اگر دریائے فرات کے کنارے پر ایک کتا بھی بھوک سے مرجائے تو اس کی موت کے سلسلہ میں خلیفہ اسلام اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہوگا۔ یہاں سب سے بڑی اسلامی مملکت---- پاکستان میں مرد اور عورتیں ہر روز ہزاروں کی تعداد میں بھوکوں مرجاتی ہیں۔ ہمارے بچے کسی پناہ کے بغیر گلیوں میں سو جاتے ہیں۔ سخت محنت کرنے والے ہمارے عوام انتہائی خوفناک حالات میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس صورت حال کو اب ختم کرنا ہوگا۔

اس لیے خواتین و حضرات اور میرے نوجوان دوستو! پاکستانی عوام کا اولین فرض یہ ہے کہ ملک میں غربت کا وجود تک ختم کر دیا جائے۔ ہمیں بے پناہ مسائل کا سامنا ہے۔ لیکن میں مایوس نہیں۔ مجھے اپنے ملک کے عوام پر غیر متزلزل یقین ہے۔ پاکستان ایشیاء کا انتہائی اہم ملک بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسے فوجی اہمیت رکھنے والی برصغیر کی سرحدیں ورثے میں ملی ہیں۔ ہندوستان ہمارا بہت بڑا ہمسایہ ملک ہے۔ لیکن اس کے خلاف دونوں جنگوں میں عوام نے اپنی شجاعت کا شاندار مظاہرہ کیا ہے۔ انہوں نے ماضی میں زبردست قربانیاں دی ہیں اور وہ مستقبل میں بھی پیچھے نہیں رہیں گے۔ ہماری سرزمین ہر قسم کی قدرتی دولت سے مالا مال ہے اور ہم ہر آزمائش کا مقابلہ کرنے کے لیے تمام وسائل رکھتے ہیں۔ ہمارا نظریہ روح پرور ہے اور ہمارا مذہب بنی نوع انسان کے لیے اللہ کا آخری پیغام ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم طویل

بحران پر قابو پانے کے تمام وسائل رکھتے ہیں۔

میں یہ بات اچھی طرح واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مذہب کے مسئلہ پر کوئی اختلاف نہیں۔ اسلام خطرے میں نہیں ہے۔ اسلام کبھی خطرے میں نہیں ہو سکتا۔ مسلمان ملکوں کی تاریخ میں اسلام کے خلاف فیصلہ کن حملے باہر سے ہی ہوتے رہے ہیں۔ سپین میں مسلمانوں کو ان کے مسیحی مخالفین نے رفتہ رفتہ فتح کیا۔ فلسطین میں ایک بیرونی نو آبادی قائم کر دی گئی ہے اور مسلمانوں سے بیت المقدس کا شہر چھین لیا گیا ہے۔ یہاں بھی باہر ہی سے مسلمانوں پر حملہ کیا گیا اور جن یہودیوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا' انہوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی۔ ہندوستان میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان محاذ آرائی کی طویل تاریخ پائی جاتی ہے مگر حال ہی میں ایک نئی اور تشویش ناک صورت حال سامنے آئی ہے۔ اسلام پر اندر سے حملہ کیا جا رہا ہے اور مذہب کے نام پر مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف صف آرا کیا جا رہا ہے۔

یہاں ایسے مسلمان بھی ہیں جو ان کے سیاسی نظریات کو قبول نہ کرنے والے دوسرے مسلمانوں کو کافر اور گردن زدنی قرار دیتے ہیں۔ انڈونیشیا میں مسلمانوں ہی نے غیر ملکی طاقتوں کے ایما پر دس لاکھ مسلمانوں کو ہلاک کر دیا۔ پاکستان میں بھی باقاعدہ منصوبہ کے تحت ایسی مہم چلائی جا رہی ہے مذہبی جوش و خروش کے بہانے جاری موجودہ پراپیگنڈے کے ساتھ ایسی عجیب غریب فضا پائی جاتی ہے' جس کا عدم رواداری سے گہرا تعلق ہے۔ جو لوگ اپنی پاکستان دشمنی کے لیے بدنام تھے' اور ان میں سے بعض نے تو پاکستان اور اس کے قائداعظم کو بھی آزادی ملنے کے بعد بدنام کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ وہ آج نظریہ پاکستان کے علم بردار بن گئے ہیں۔ پاکستان میں یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو اسلام کے واحد مفسر ظاہر کر رہے ہیں۔ عزیز دوستو! اگر آپ مسلمان ہیں تو براہ کرم غور کریں کہ ان کی طرف سے اسلام کے خود ساختہ اور حتمی مفسر ہونے کے دعوے کا مطلب کیا ہے۔ یہ دعویٰ آپ پر بھی گہرا اثر ڈال سکتا ہے اور آپ کو اس سلسلہ میں بے نیازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ دنیائے اسلام کئی فرقوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ان فرقوں کی تعداد بالعموم بہتر بتائی جاتی ہے اور ہر فرقہ قرآن حکیم کے مختلف حصوں کے بارے میں اپنی ہی تشریح کی بنا پر اپنی برتر حیثیت ثابت کرتا ہے۔

اسلامی تاریخ میں ایک فرقے کی طرف سے دوسرے فرقے پر تشدد کے کئی المناک دور آ چکے ہیں۔ لیکن پاکستان کے مسلمانوں کی اکثریت جن بڑے اور قدیم فرقوں سے تعلق رکھتی ہے۔ انہوں نے کئی برسوں سے ایک دوسرے کے بارے میں رواداری سے کام لے کر پرامن طور پر رہنا سیکھ لیا ہے۔ اب وہ لوگ دانستہ طور پر اس امن کو ختم کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں جو سیاست میں دینی اعتقادات کی سی تلخی پیدا کر رہے ہیں۔ یہ بڑی خطرناک صورت حال ہے اور خطرہ ہے کہ کہیں بھائی ہی اپنے دوسرے بھائی کا گلا نہ کاٹنے لگے۔ لیکن میں اپنے ہم وطنوں کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم پاکستان کی سرزمین کو دوسری کربلا نہیں بننے دیں گے۔ یہ ملک اس لیے قائم نہیں ہوا تھا کہ ایشیاء کا غرناطہ بن جائے۔ پاکستان میں لڑائی مسلمانوں کے درمیان نہیں ہے۔ یہ استحصال پسندوں اور استحصال کا شکار ہونے والوں' اسی طرح ظلم کرنے والوں اور مظلوموں کے درمیان جنگ ہے۔ اگر پاکستان کے شہریوں کو روزگار' روٹی' مکان' سکول' ہسپتال اور دوسری عام سہولتیں مہیا کر دی جائیں تو ہم قرآن اور سنت کے احکام پر عمل کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ میں پھرپورے زور سے یہ کہوں گا کہ پاکستان میں اسلام ہرگز خطرے میں نہیں ہے۔

عوام کے شعور اور استحصال کو ناکام بنانے کے لیے ان کے روز افزوں عزم نے مخصوص مفادات کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ اسی لیے مخصوص مفادات رکھنے والوں نے عوام کی توجہ کو بڑے تنازعہ سے ہٹانے کے لیے مذہب کا غلط استعمال شروع کر دیا ہے۔ اسی لیے ہم بھی اس امر کی وضاحت کر رہے ہیں کہ استحصال ختم کیے بغیر نہ تو کوئی ترقی ممکن ہے اور نہ ہی ہماری مصیبتوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ ہم اپنے اقتصادی نظام میں بنیادی تبدیلی لانا چاہتے ہیں تاکہ مسائل کی لہر پر قابو پا سکیں۔ اس سے زیادہ سنگین اور کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اسی لیے میری پارٹی نے پاکستان کے اقتصادی اور سماجی مسائل پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ انسانیت سوز اقتصادی اور سماجی ناہمواریاں ہر صورت میں ختم ہونی چاہئیں۔ ہمارے اردگرد جو بے اطمینانی پائی جاتی ہے۔ اس کے بارے میں دانش مندی سے کام لے کر اصلاح کا راستہ کھل سکتا ہے اور تاریخ کے سبق نظر انداز کر کے افراتفری پیدا ہونے کا بھی خطرہ ہے۔ یہی سب سے اہم مسئلہ ہے۔ اس کا جواب جلد ملنا چاہیے کیونکہ ہم ذہنی اور نفسیاتی اذیت کی انتہائی خطرناک کیفیت سے دو چار ہیں۔ اب بسرعت فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ ہماری قوم کے مستقبل پر اسی فیصلہ کا دارومدار ہے۔ اس سلسلہ میں ایک بات بالکل واضح ہے۔

موجودہ صورت حال کو جوں کا توں رکھنے کی کوششیں دیر تک برداشت نہیں کی جائیں گی۔ جو لوگ موجودہ حالات سے بالکل غیر مطمئن ہیں۔ انہیں بھی یہ جواب دینا ہے کہ وہ اصلاح چاہتے ہیں یا تباہی کے منہ میں جانے کے خواہاں ہیں۔ ہم اسی دور سے گزر رہے ہیں جو یورپ کو اپنی المناک خستہ حالی اور سربازاری کے دوران درپیش تھا۔ یورپی اداروں کی طرح ایشیائی ادارے بھی اقتصادی بحران کے بوجھ تلے دم توڑ رہے ہیں۔ چالیس برس پہلے کے یورپ کی طرح یہاں صف بندی کا

سلسلہ جاری ہے۔ اسی لیے پوری جرات کے ساتھ موجودہ حالات سے عہدہ برآ ہونے کی ضرورت ہے۔

ملک دو حصوں میں تقسیم ہے۔ اور علیحدگی کی بہت غیر ذمہ دارانہ باتیں ہو رہی ہیں لیکن اکٹھے رہنے کی بنیادی منطق پہلے کی طرح بدستور اہمیت رکھتی ہے۔ یہ منطق قومی مفاد پر مبنی ہے اور جغرافیائی تقسیم کی کمزوری پر حاوی ہے۔ غالباً اس کمزوری کے سوا ہمسایہ ملک ہندوستان کے مسائل پاکستان کے مسائل سے کہیں زیادہ سنگین ہیں۔ اس لیے گو ہمارے اردگرد تکلیف دہ تفاوت اور عدم مساوات پائی جاتی ہے اور پاکستان کی قیادت کو بھاری ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا ہے۔ لیکن میں مستقبل کے بارے میں پرامید ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ ہم مختلف مفادات میں شاندار مفاہمت اور ہم آہنگی کی کوئی نہ کوئی صورت نکال سکتے ہیں۔ ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ بیس سال سے زیادہ عرصہ سے جن مسائل نے ہمیں پریشان کر رکھا ہے' ہم ان کا جامع جواب بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ یہ دور ایک زبردست چیلنج کی حیثیت ضرور رکھتا ہے لیکن ساری آبادی کی قابل قدر امنگوں کی بنیاد پر معاشرے کی از سرنو تعمیر کے لیے ہمیں نیا لائحہ عمل اختیار کرنا ہوگا۔

ہمیں ابھی ایک لمبا راستہ طے کرنا ہے۔ حل طلب مسائل کا جم غفیر پایا جاتا ہے۔ رشوت ستانی کے پھیلتے ہوئے ناسور کو ہمیں جڑ سے اکھاڑنا ہے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم پورے عزم اور ہمت کے ساتھ رشوت اور دوسری بدعنوانیوں کو ختم کریں گے۔ ہم پاکستان کے عوام سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ہم انہیں صاف ستھری انتظامیہ مہیا کریں گے۔ ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہماری حکومت دیانت دار لوگوں پر مشتمل ہوگی۔ ہم آپ سے یہ پختہ وعدہ کرتے ہیں کہ جن سماجی مسائل نے ہمارے معاشرے کا انحطاط کیا ہے ہم انہیں ختم کریں گے۔ ہم جہالت کا پردہ اٹھانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ ہم اپنے تمام لوگوں کی زبانوں اور ثقافت کا تحفظ کریں گے۔ صوبوں کی خودمختاری کا تحفظ کیا جائے گا۔ ہمارے ہمہ رنگ معاشرے کے نکھرنے سے علاقائی حقوق زیادہ تعداد میں میسر آئیں گے۔ ہم جرائم اور تشدد کو ختم کرنے کے لیے پوری سختی کریں گے۔

ہم روز افزوں نرخوں پر قابو پانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ ہم منصفانہ تنخواہیں دیں گے۔ ہم نوکر شاہی کو عوام کے تابع کریں گے۔ ہم غلیظ اور گندے علاقے ختم کریں گے۔ ہم اخبارات کی آزادی بحال کریں گے اور محنت کشوں کے حالات زندگی کو اپنی کامیابی یا ناکامی کا معیار بنائیں گے۔ ہم عدلیہ کی آزادی کی ضمانت دلائیں گے۔ ہم دیہات کو بجلی سے منور کر دیں گے اور اپنے مستقبل کے سرچشمے---- طلباء کی قوت کو تسلیم کریں گے۔

ہم افراط زر کا مقابلہ کریں گے۔ ہم اپنے دفاع کو مضبوط بنائیں گے اور نچلی سطح کے سرکاری ملازمین کی تنخواہیں بڑھائیں گے۔ ہم پنشنیں بڑھائیں گے' ہم اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کریں گے۔ ہم فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن جیسے کالے قوانین کو منسوخ کر دیں گے اور ہائی کورٹ کا دائرہ اختیار گلگت اور ہنزہ تک بڑھا دیں گے۔ جو ریاستیں ابھی تک پاکستان میں ضم نہیں ہوئیں' ہم ان کے عوام کو مساوی حقوق دیں گے۔ ہم اپنی افرادی قوت کو کام میں لائیں گے۔ ہم تفاوت ختم کریں گے اور روزگار کی ضمانت دیں گے۔ غریبوں کو مفت طبی امداد دلائیں گے۔ ہم سیلاب پر قابو پانے کے اقدامات کریں گے۔ بھاری صنعتوں کو قومی ملکیت بنا دیا جائے گا۔

قومی تحویل میں آنے والی صنعتیں چلانے کے مختلف طریقے ہیں۔ انہیں سرکاری ادارے چلا سکتے ہیں۔ ان کا انتظام خود مختار سرکاری اداروں کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔ انہیں مقامی ادارے چلا سکتے ہیں اور ان کا خود مختارانہ انتظام بھی شروع کیا جا سکتا ہے۔ ہر صنعت اور کام کے انتظام کا دارومدار اصل حالات پر ہوگا۔ ہم تمام بنیادی اور کلیدی صنعتوں کو پبلک سیکٹر میں لے آئیں گے۔ ہم لازمی صنعتیں قائم کرنے کے لیے مثبت اقدامات کریں گے۔ تیل' گیس اور دوسرے قدرتی ذرائع کو قومی ملکیت بنا دیا جائے گا۔ میں بنیادی ڈھانچے کو سٹیٹ کے کنٹرول میں دینے کی ضرورت پر زور دینا لازمی خیال نہیں کرتا۔ ٹرانسپورٹ عوام کے ہاتھوں میں چلی جائے گی۔ ہم ان صنعتوں کو قومیانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے جو مقابلہ کی فضا میں کام کر رہی ہیں۔ اور جن پر نجی کنٹرول مملکت کی سلامتی کے منافی نہیں۔ اس طرح ہم پبلک اور پرائیویٹ سیکٹر کے درمیان خوشگوار توازن اور عدل قائم کریں گے تاکہ ملک کے عوام کو فائدہ پہنچ سکے۔

دیہات کا مسئلہ پیچیدہ ہے اور یہ گہری توجہ کا محتاج ہے۔ ہم اپنے پروگرام میں دیہی مسئلہ حل کرنے کے ٹھوس طریقوں کو اولیت دیں گے۔ ہم اپنی دیہی آبادی کا مقدر صرف نجی ملکیت کی طوائف الملکی اور انارکی پر نہیں چھوڑ سکتے۔ اصلاح احوال کے لیے ایک جرات مندانہ اور تخلیقی زرعی پروگرام کی ضرورت ہے۔ جاگیرداری کے بچے کھچے نشانات ختم کرنا ہی ہوں گے۔ سرکاری زمینیں بے زمین کسانوں کو دی جائیں گی اور رضاکارانہ بنیادوں پر کوآپریٹو فارم شروع کیے جائیں گے۔ چھوٹے مالکان اراضی کو مالیہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ کر دیا جائے گا اور خود کاشت کو اراضی سے متعلقہ پالیسی کا اصول قرار دیا جائے گا۔

زرعی پیداوار بڑھانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ جو لیبر فاضل ہے' اسے زمینوں سے ہٹا لیا جائے۔ اچھی زراعت کے فروغ کے سلسلہ میں بے روزگاری ایک سم قاتل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہم تقریباً دو سو نئے

قصبے قائم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جو زرعی مصنوعات کی تیاری کے مراکز کے طور پر زرعی مضافات سے قریبی طور پر منسلک ہوں گے اور وہ مارکیٹ اور چھوٹی صنعتوں کے کام آئیں گے۔

یہ چھوٹے قصبات "زرعی گاؤں" کہلاتے ہیں۔ ان کا قیام اس لیے بہت ضروری ہے کہ فاضل دیہی آبادی کو شہروں میں آنے سے روکا جا سکے۔ کیونکہ یہ شہر گندے علاقوں میں تبدیل ہوتے جا رہے ہیں۔ پاکستان کے زرعی گاؤں اس سلیقے سے بنائے جائیں گے کہ یہاں بھی وہ ساری سہولتیں میسر آ سکیں جو شہری آبادی کو حاصل ہیں اور یہاں رہنے والے اپنے مقامی مسائل کے حل میں بھرپور حصہ لے سکیں۔ ایسے ہر چھوٹے قصبہ میں کاروباری علاقہ' شہری سہولتوں کا مرکز' تفریح کے میدان' مسجد' سکول اور ہسپتال بھی ہوں گے۔

ہم خارجہ امور کے شعبہ میں غیر ملکی مداخلت ختم کر دیں گے۔ ہم خارجہ پالیسی میں نئی جان ڈال دیں گے تاکہ جموں و کشمیر کے عوام کو موثر امداد دی جا سکے۔ ہم فرخا کا تنازعہ طے کرانے کی کوشش کریں گے۔ ہم کسی غیر ملکی طاقت کی ہدایات قبول نہیں کریں گے اور نہ ہم کسی بیرونی دباؤ میں آئیں گے۔ ہم اپنی خود مختاری کا سودا نہیں کریں گے۔

ان کے علاوہ کئی اور زبردست سرگرمیاں بھی بڑی دانشمندی' فراست اور قوت کے ساتھ شروع کرنے کی ضرورت ہوگی۔ ہم اپنی ساری آبادی کی صلاحیتوں کو پاکستان کی خدمت کے لیے بروئے کار لائیں گے۔ ہم اپنی معیشت کی رفتار بدل دیں گے اور تاریکی اور محرومی کی بجائے روشنی اور تروتازگی لائیں گے۔ یہ ساری باتیں خالی وعدے اور ڈینگیں نہیں ہیں۔ میں ووٹ حاصل کرنے کے لیے لمبے چوڑے وعدے ہرگز نہیں کر رہا۔ دوسرے ملکوں میں ایسی انقلابی تبدیلیاں عمل میں آ چکی ہیں اور انشاء اللہ پاکستان میں بھی یہ تبدیلیاں لائی جائیں گی۔

مجھے یقین ہے کہ ان میں سے بیشتر وسیع تبدیلیاں ہو سکتی ہیں۔ اس کے ساتھ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ ان میں سے کوئی تبدیلی موجودہ اقتصادی اور سماجی ڈھانچے کے تحت ہرگز نہیں لائی جا سکتی۔ اس لیے یہ اشد ضروری ہے کہ سرمایہ داری کے موجودہ نظام کی جگہ اسلامی سوشلزم قائم کیا جائے۔ ہم صرف اپنے اسی نظام کی مدد سے غربت کو ختم کر سکیں گے۔

اسلامی سوشلزم کا تصور میں نے تخلیق نہیں کیا۔ جب میں اپنی پوری طاقت سے اسلامی سوشلزم کا پرچار کرتا ہوں تو میں محض قائداعظم کے بتائے ہوئے اصولوں کی پیروی اور اپنے ضمیر کی آواز کا احترام کر رہا ہوں۔ قائداعظم نے 26 مارچ 1948ء کو فرمایا تھا:

"جب آپ یہ کہتے ہیں کہ پاکستان سماجی انصاف اور اخوت و مساوات پر زور دینے والے اسلامی سوشلزم کی بنیادوں پر استوار ہونا چاہیے تو آپ میرے اور لاکھوں مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اسی طرح سب کے لیے مساوی حقوق کی خواہش میرے تصورات کی ہم نوائی کرتی ہے"۔

قائداعظم کے سب سے بڑے نائب اور پاکستان کے پہلے وزیراعظم مسٹر لیاقت علی خاں نے 25 اگست 1949ء کو کہا تھا:

"ان دنوں کئی ازموں کی باتیں ہو رہی ہیں لیکن ہمارا یہ ایمان ہے کہ ہمارے لیے صرف ایک ازم یعنی اسلامی سوشلزم ہی کافی ہے۔ جس کا لب لباب یہ ہے کہ اس ملک میں ہر شخص کو روٹی' کپڑا' مکان' تعلیم اور طبی سہولتوں کے سلسلہ میں مساوی حقوق حاصل ہوں۔ جو ملک اپنے عوام کو ان سہولتوں کی ضمانت نہیں دے سکتے' وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔ جو اقتصادی پروگرام ساڑھے تیرہ سو سال پہلے تیار کیا گیا تھا' وہ اب بھی ہم سب کے لیے بہترین اقتصادی پروگرام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگ جس نظام کو بھی آزمائیں گے' وہ بالاخر مڑ کر اسلامی سوشلزم ہی کی طرف آئے گا خواہ اسے آپ نام کچھ ہی دے دیں"۔

اس مسئلہ پر ہمارے دو عظیم رہنماؤں کے یہی واحد اعلانات نہیں ہیں۔ وقت کم ہونے کے باعث میں اس بارے میں ان کی دوسری تقریروں کا حوالہ نہیں دے سکتا۔ اسی طرح میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ عوام کے ووٹوں سے منتخب ہونے والے وزیراعظم مسٹر حسین شہید سہروردی کے الفاظ دہراؤں۔ ریکارڈ یہ ثابت کرتا ہے کہ انہوں نے بھی اسلامی سوشلزم کی حمایت کی تھی۔ اسلامی سوشلزم اسلام کے لیے اجنبی نہیں۔ یہ ہمارے مقاصد سے متصادم نہیں ہے۔ اگر برطانیہ کی پارلیمانی جمہوریت اسلام کے منافی نہیں تو میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اسلام نے دنیا کو اخوت اور مساوات کی جن قدروں سے روشناس کیا تھا' وہ کس طرح اسلام کے منافی ہو سکتی ہیں۔

اسلامی سوشلزم کا مطلب یہ ہے کہ ہماری معیشت سوشلسٹ ہوگی اور یہ سوشلسٹ معیشت' ہمارے حالات' ہمارے ورثے' ہماری روایات' ہماری اقدار اور نظریہ کے عین مطابق ہوگی۔ صرف اسی قسم کی معیشت تمام افراد کو مساوی مواقع مہیا کر سکتی ہے۔ استحصال سے شہریوں کا تحفظ کر سکتی ہے۔ نیز مراعات یافتہ اور استحصال کے شکار طبقوں کے درمیان رکاوٹیں دور کر سکتی ہے۔ پاکستان ایک پسماندہ ملک ہے۔ وہ داخلی اور خارجی استحصال کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ چنانچہ اسے سوشلزم سے بڑا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

سوشلزم کی جڑیں زندگی کے اخلاقی نقطہ نظر میں دور تک گئی ہوئی ہیں۔ جو لوگ پاکستان پیپلز پارٹی سے وابستہ ہیں' ان کی یہ دیانت دارانہ رائے ہے کہ معاشرے کے بارے میں اسلام کے بلند تصورات انسانی

استحصال ختم کرنے والے سوشلسٹ نظام کے ذریعہ ہی پورے ہو سکتے ہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارا مذہب دنیا میں جس قسم کے انصاف کا تقاضا کرتا ہے' وہ ایک غیر طبقاتی معاشرے کے تصور ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں اسلام دوسرے مذاہب سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ اسلام ذات برادریوں کو تسلیم نہیں کرتا۔ سرمایہ دارانہ معاشرے میں جو طبقاتی ڈھانچہ موجود ہے' وہ اخوت اور مساوات کی اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ ہمیں اپنے اقتصادی پروگرام کو اسلامی سوشلزم کا نام دینے کا پورا حق حاصل ہے اور ہم اسلام کی اخلاقی حدود میں رہتے ہوئے ہی اپنا یہ حق استعمال کرتے ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی انصاف کے نام پر اخوت اور دوستی کا ٹھوس اسلامی مفہوم پیش کرتی ہے۔ لیکن ہمارے مخالفین جو اسلام کے خود ساختہ اجارہ دار بنے بیٹھے ہیں' سوشلزم کے نام کی مذمت کرتے ہیں۔ مگر ان کے منشور سوشلزم کا نام لیے بغیر وہی زبان اور الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عوام کو فریب دینے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ ایسے لوگوں کے اپنے مفادات ہی ان کی مذمت کے لیے کافی ہیں۔

بڑے سرمایہ داروں اور ان کے کاسہ لیسوں کے روحانی اضطراب کا حقیقی سبب یہ ہے کہ انہیں صنعتوں اور بینکوں کے قومی ملکیت میں لے لیے جانے کا خطرہ لاحق ہے۔ گو ہم سردست بھاری صنعتوں اور ان سے وابستہ صنعتوں ہی کی نیشنلائزیشن چاہتے ہیں اور ان صنعتوں کو قومی ملکیت میں لینے کے حامی نہیں جو مقابلے کے حالات میں اچھی طرح چل سکتی ہیں۔ لیکن مخصوص مفادات رکھنے والے اب پاکستان پیپلز پارٹی کے خلاف اس لیے زبردست سازش کر رہے ہیں کہ ہم ذرائع پیداوار پر نجی قبضہ کو محنت کشوں اور عوام کے استحصال کا سبب قرار دیتے ہیں۔ ہم اس سازش سے خائف نہیں۔ ہمیں پورا بھروسہ ہے کہ ہم عوام کی حمایت سے اس سازش کو ناکام بنا دیں گے۔

جونہی پاکستان کی معیشت میں دور رس اہمیت کی داخلی تبدیلیوں سے منصفانہ ڈھانچہ قائم ہو گیا' ہم ملک کے اندر امن و سکون قائم کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ اس طرح جو نئی توانائی حاصل ہو گی' وہ ہمارے مشن کو مکمل کر سکے گی۔

میرا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ ایک مضبوط اور طاقتور پاکستان ہمیں داخلی اور خارجی اعتبار سے قوت عطا کرے گا کہ ہم جموں اور کشمیر کے عوام سے بھی اپنا وعدہ پورا کر سکیں گے۔ داخلی حالات میں تبدیلی آتے ہی پاکستان کی خارجہ پالیسی بھی نئی وسعتیں حاصل کر لے گی۔

جونہی تیرہ کروڑ افراد کی اس قوم نے استحصال کے بوجھ سے نجات حاصل کر لی' تو وہ ایک خالص آزاد خارجہ پالیسی کا بھی تحفظ کر سکے گی۔ ہم آزاد خارجہ پالیسی کا ذکر کرتے وقت یہ بات اکثر بھول جاتے ہیں کہ داخلی پالیسی کو غیر ملکی مداخلت سے آزاد کرائے بغیر آزادانہ خارجی پالیسی ممکن ہی نہیں۔ ویسے آپ کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ میں حکومت میں رہتے ہوئے اور حکومت سے الگ ہو جانے کے بعد بھی برسوں سے آزاد خارجہ پالیسی کا نہ صرف زبردست حامی رہا ہوں بلکہ ایسی پالیسی چلانے کی مجھے سعادت بھی حاصال ہوئی۔ پاکستان پیپلز پارٹی سے زیادہ اور کوئی پارٹی بھی اہم قومی مفادات میں ڈھلی ہوئی خارجہ پالیسی اختیار کرنے کی حامی نہیں ہے۔

میں بار بار ٹھوس دلائل دے کر یہ بات علانیہ دہرا چکا ہوں کہ ہمیں بڑی طاقتوں کے باہمی تنازعات سے الگ تھلگ رہنا چاہیے۔ آپ میرے رویہ اور مسلک سے بخوبی آگاہ ہیں اور چونکہ آپ کو یہ بھی علم ہے کہ میں اس معاملے میں اپنی پارٹی کے نظریات پیش کر رہا ہوں' اس لیے آپ کو میری اس یقین دہانی کو تسلیم کرنا چاہیے کہ میری پارٹی برسر اقتدار آنے کے بعد کسی تاخیر کے بغیر خارجہ پالیسی کے متعلق قومی مقاصد کو پورا کرے گی۔ وہ پاکستان کو سامراجی چنگل میں نہیں جانے دے گی۔ وہ پاکستان کو کشمیریوں سے اپنے وعدے ترک کرنے کی اجازت نہیں دے گی اور نو آبادیاتی نظام اور غیر ملکی تسلط کے مسئلہ پر ہمارے عوام کی آواز کو خاموش کرنے کی کوشش ناممکن بنا دے گی۔

یہ بنیادی داخلی و خارجی تبدیلیاں پاکستان کو دائمی بحران سے نجات دلا دیں گی۔ وہ ملک کے دونوں حصوں کو متحد رہنے کے قابل بنائیں گی۔ میرے ہم وطنو! میں آپ کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم نے اس طرف جلد قدم نہ بڑھایا' جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم انقلابی تبدیلیاں نہ لائے تو ہم بہت جلد ایسے مقام پر پہنچ جائیں گے جہاں پاکستان کا شیرازہ منتشر کرنے کی غیر ملکی سازشوں کو ناکام بنانا ممکن نہیں رہے گا۔

خواتین و حضرات اور میرے نوجوان دوستو! میں نے اپنی جوانی کا بیشتر حصہ اپنے عوام کی خدمت میں گزارا ہے۔ اپنی خارجہ پالیسی' ہندوستان کے خلاف زبردست محاذ آرائی اور آمریت کے خلاف عوامی جدوجہد میں عوام کی خدمت ہی میرے پیش نظر رہی ہے۔ کئی تغیرات سے گزرنے کے بعد مجھے اپنے سامنے ایک اور بہت بڑا چیلنج نظر آ رہا ہے۔ ہم دوراہے پر کھڑے ہیں۔ ہمیں مقصد کا احساس پھر فروزاں کرنا ہو گا۔ ہمیں تعمیر نو اور مفاہمت کا فریضہ انجام دینا ہے۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ پاکستان کے مقصد کی تکمیل میں مجھے بھی اپنا فرض ادا کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں میری اس بات پر یقین کریں کہ میں ہمیشہ عوام کے ساتھ رہوں گا اور ان کے مفاد کو نقصان پہنچانے کے لیے کبھی کوئی سودے بازی نہیں کروں گا۔ میرے ہم وطنو! میرے دوستو! میرے بھائیو اور بہنو! میں آپ سے یہ وعدہ پورے خلوص کے ساتھ ایک مسلمان اور ایک پاکستانی کی حیثیت سے کر رہا ہوں۔ (پاکستان زندہ باد)

مسٹرعطاالرحمٰن

پاکستان نیشنل لیگ کے صدر مسٹرعطاالرحمٰن خان نے آج شام ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ 20 جولائی 1969ء کو ایک متعینہ اصول کے پیش نظر ہماری جماعت نیشنل پروگریسو لیگ یا قومی ترقی پسند لیگ کا وجود عمل میں آیا۔ گزشتہ یکم اور دو اگست کو ہماری جماعت کا کل پاکستان کونشن منعقد ہوا جس میں جماعت کا نام تبدیل کر کے نیشنل یا قومی لیگ رکھا گیا۔ ہمارا اصول یہ ہے کہ سیاسی جمہوریت اور مساوی ساجی و اقتصادی نظام کی بنیاد پر ایک ایسے معاشرے کا وجود عمل میں لایا جائے جو بتدریج ہمارے وطن کے ایک ایک فرد کو جمہوریت کے حقیقی لطف سے بہرہ ور کر سکے اور معاشرتی زندگی کی موجودہ اضطراب و پریشانی سے کلیتاً" نجات مل سکے۔ ہماری جماعت کامل یقین رکھتی ہے کہ قومی زندگی کی ترقی کے لئے مستقل امن ناگزیر ہے لیکن اس امن کو حقیقی و فطری ہونا چاہیے خارجی مصنوعی یا خوف و ہراس پر مبنی نہیں۔ ہماری جماعت یہ بھی یقین رکھتی ہے کہ پوری ساجی زندگی میں حقیقی امن وامان کے قیام کی ابتدائی شرط یہی ہے کہ جمہوریت اور سوشلزم کی بنیاد پر ایک دستور حکومت مرتب کیا جائے تاکہ ایک طرف تو جملہ سیاسی حقوق کے غیر محدود مواقع فراہم ہوں اور دوسری طرف منصفانہ معاشی زندگی کا تحفظ ہوسکے۔ ہماری جماعت کے خیال میں اس کے سوا اور کوئی ایسی صورت نہیں جس کے ذریعہ جمہوریت یعنی عوام کی حکومت کو ان تشدد پسند بائیں بازو فسطائیت پسند طاقتوں اور جارحہ دائیں بازو کی حرکت سے نجات دلا سکیں جو اپنے اپنے طور پر طرح طرح کے نمبروں کے ذریعے پاکستان میں اپنی اپنی ڈکٹیٹری قائم کرنے کی فکر میں ہیں۔ بین الاقوامی سیاسی پس منظر میں ملکی حالات کا بہ نظر غائر تجزیہ کرنے کے بعد ہماری جماعت مشہور انگریز سیاستدان ہیرلڈ لاسکی کے اس خیال سے متفق ہوئی ہے کہ جمہوریت کے تحفظ کے لئے سوشلزم ناگزیر ہے۔ چنانچہ نیشنل لیگ نے پاکستان کو ایک حقیقی جمہوری مملکت بنانے کا تہیہ کیا ہے اور اس غرض سے یہاں مستحکم بنیاد پر سوشلسٹ اقتصادی نظام قائم کرنا چاہتی ہے انہوں نے کہا لفظ اشتراکیت یا سوشلزم اور اس کی تشریح سے متعلق ملک میں بحث و تمحیص کا طوفان برپا ہے اور طرح طرح کی غلط فہمیاں بھی پیدا ہو رہی ہیں ایک طبقے کے لوگ سیدھی طرح یہ کہتے ہیں کہ سوشلزم کا مطلب کیمونزم اور کیمونزم کا مطلب الحاد ہے اور اسلام پر مبنی معاشرہ چونکہ کسی طرح بھی الحاد کو قبول نہیں کرسکتا لہٰذا یہ کسی طرح بھی سوشلزم یا اشتراکیت کو اپنا نہیں سکتا۔ اس طبقے کے لوگوں کا خیال قطعی طور پر غلط اور مطلب پرستی پر مبنی ہے۔ اسلام پر پاکستان کے کسی خاص طبقے کی اجارہ داری نہیں کہ علماء کا ایک گروہ دوسرے گروہ کو کافر قرار دے۔ پھر ایک اور تیسرا گروہ بھی ہے جو ان دونوں گروہوں کے علماء کو کافر و مرتد قرار دے رہا ہے۔ یہ صورت حال صرف افسوس ناک ہی نہیں بلکہ بے حد شرمناک بھی ہے۔ اس قسم کے اعلانات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو اسلام کے وقار و وقعت یا اس کے نظریہ کا تقدس بحال رکھنے کی قطعی کوئی فکر نہیں بلکہ سبھی اپنے اپنے جماعتی و سیاسی نظریات کی بالادستی قائم کرنے کی خاطر اس قسم کے جھگڑے یا غلط فہمیاں پیدا کر رہے ہیں۔

مسٹرعطاء الرحمٰن نے کہا پچھلی دو دہائیوں کے اندر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ محض سیاسی اغراض کے ماتحت اسلام کے نام پر غیر اسلامی حرکات کو فروغ دیا جاتا رہا ہے۔ حقیقی اسلام کے ساتھ اشتراکیت کا کوئی اختلاف ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ بات قرآن و سنت کے ذریعے ثابت کی جاسکتی ہے۔ علامہ اقبال نے 1930ء میں سر فرانسس ینگ ہسبنڈ کو ایک خط لکھا تھا۔ "بالشویک اصول کے ساتھ ساتھ اللہ کے وجود کو تسلیم کرنا اسلام ہے" مگر خود علامہ اقبال بھی ایک زمانے میں کافر قرار دیے جانے سے محفوظ نہ رہ سکے تھے۔ ہم مسلمان ہیں اسلام پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ لیکن جو لوگ اسلام کا نام لے کر تجارت کرنا چاہتے ہیں یا کرتے ہیں ہم ان کی جماعت میں نہیں ہیں ہمیں واضح طور پر یہ اعلان کرنا چاہیے کہ کوئی ایسا آئین ساجی نظام جو کلام پاک اور سنت کے خلاف یا برعکس ہوا اس پر اعتقاد رکھنا تو کیا اسے مان بھی نہیں سکتے۔ پاکستان میں عوامی حکومت کے دور میں کوئی بھی ایسا نظام حکومت اختیار نہیں کیا گیا جو قرآن و سنت کے برخلاف ہو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلم معاشرے کی نمائندگی کرنے والے پاکستان میں ہرگز ہرگز کوئی ایسا نظام یا آئین قبول نہیں کرسکتے۔ جو قرآن و سنت کے خلاف ہو۔ ہماری جماعت کا مینی فیسٹو یا منشور مذکورہ اصول کے پیش نظر ہی تیار کیا گیا ہے۔

نیشنل لیگ کے صدر نے کہا ہماری جماعت کا مینی فیسٹو دو حصوں میں منقسم کر کے تیار کیا گیا ہے۔ اس کا پہلا حصہ بنیادی اصول (Premises) پر مبنی ہے اور دوسرا حصہ طریق کار (Policies) پر مبنی ہے۔ ہماری جماعت نے مجموعی طور پر آٹھ امور کو بنیادی اصول کی حیثیت سے قبول کیا ہے اول یہ کہ اقتدار اعلیٰ کے مالک عوام ہیں۔ لہٰذا عوام کی مرضی حاصل کئے بغیر کسی کو بھی ملک پر حکومت کرنے کا حق نہیں۔ ثانیاً مختلف ملکوں کے حالات کا موازنہ کرتے ہوئے ہم اس نتیجے تک پہنچتے ہیں کہ صرف عوام کے عملی سیاسی شعور کے ذریعہ ہی عوامی اقتدار کا تحفظ ہوسکتا ہے۔ ثالثاً ہم نے یہ اعلان کیا ہے کہ مکمل جمہوریت کے سوا اور کوئی بھی نظام ہمارے لئے قابل قبول نہیں اور اپنی مطلوبہ جمہوریت کے لازمی جزو کی حیثیت سے ہم نے یہ چار مسلمہ اصول منظور کئے ہیں۔

1. اختلاف رائے کے ذریعہ ہی بنیادی سچائی واضح ہوتی ہے۔
2. سیاست میں منتہائے حقیقت نام کی کوئی چیز نہیں سیاست میں کوئی بھی شے غلطیوں سے قطعی طور پر پاک نہیں ہو سکتی ہے۔
3. سبھی کو مساوی سماجی حقوق حاصل ہوں گے۔
4. اقتصادی تحفظ کے بغیر سیاسی آزادی بے معنی ہے۔
5. ہم نے اعلان کیا ہے کہ جمہوری اور اشتراکیت کی ہم آہنگی محض ممکن نہیں بلکہ قطعی طور پر لازمی بھی ہے۔
6. بنگالی، پنجابی، پٹھان، سندھی اور بلوچی کی حیثیت سے پانچ منفرد علاقائی، ثقافتی، لسانی اور نسلی اکائیوں کو تسلیم کرتے ہوئے ہمیں پاکستان کے ملی شعور کی تعمیر نو کا کام اس طرح کرنا چاہیے کہ بہت جلد ایسی صحت مند فضا پیدا ہوسکے اور ہم اپنے مسائل کو اس طرح سلجھائیں کہ آئندہ چل کر ہم اپنے قومی اور سیاسی وجود کو ثابت کر سکیں۔ ملی امنگوں اور علاقائی انفرادیت کے امتزاج کا صرف یہی ایک طریقہ ہے۔
7. تاریخی قرارداد لاہور کی بنا پر ایک ایسا دستور تیار کرنا ہوگا جو متحدہ اور وفاقی مملکت کی نوعیت کا ہو اور جس میں فیڈریشن میں شامل اکائیوں کو مکمل خودمختاری حاصل ہو۔
8. ہمیں اپنے قومی دفاع کا انتظام ایسے سائنسی منصُوبے کے تحت کرنا ہوگا کہ ملک کے مشرقی اور مغربی علاقوں کا دفاع ان کے مخصوص جغرافیائی و طبعی حالات سے مطابقت کرسکے۔ ثانیاً ہم نے اعلان کیا ہے کہ ملک کے دونوں علاقوں کے درمیان چونکہ بہت زیادہ فاصلہ ہے اس لئے قدرتی طور پر یہ ایک ذو اقتصادی مملکت ہے لہٰذا ملک کے دونوں علاقوں کے لئے جداگانہ اقتصادی پالیسی اور نظام ناگزیر ہے۔ انہوں نے کہا ہماری جماعت مستحکم طور پر یقین رکھتی ہے کہ مذکورہ بالا اصولوں کو عملی جامہ پہنا سکنے کی صورت میں ہم اپنا مطلوبہ سماجی نظام قائم کرنے کی راہ پر آگے بڑھ سکیں گے اس مقصد کے تحت ہم لوگوں نے اپنا ایک طویل لائحہ عمل تیار کیا ہے جو ہمارے مینی فیسٹوں کا دوسرا حصہ ہے۔ آنے والے انتخابات کے لئے ہم لوگوں نے اپنا کوئی مخصوص لائحہ عمل مرتب نہیں کیا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ اس قسم کا جونسا بھی پروگرام ہو ہم اسے اپنے طویل لائحہ عمل ہی کے اندر سے لے سکتے ہیں ہماری جماعت اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے قدم بقدم چلنا چاہتی ہے اور ہم چار پنجسالہ منصوبوں کے ذریعہ پورے لائحہ عمل کو پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہتے ہیں ہمارے مجموعی لائحہ عمل کا خلاصہ یہ ہے:

1. آئینی شعبے میں ہم ایسے ضوابط متعین کرنا چاہتے ہیں۔

(الف) مملکت بیک وقت وفاقی اور پارلیمانی ہوگی۔

(ب) وفاق میں شریک ریاستوں کو مکمل علاقائی خودمختاری حاصل ہوگی۔

(ج) حق رائے دہندگی کم سے کم 18 سال ہوگی لیکن جو لوگ ثانوی سکول سرٹیفکیٹ کے امتحان میں شریک ہوں ان کے لیے عمر کی کوئی قید نہ ہوگی۔

(د) ریاستی مجالس قانون ساز میں مزدوروں، معلموں، قانون پیشہ لوگوں اور معالجوں کی خصوصی نمائندگی کے ضوابط موجود ہونگے۔

(ہ) ایسے ضوابط ہوں گے کہ اگر غیر آئینی طور پر کسی کا کوئی بنیادی حق غصب اور مناسب عدالت اس کے متعلق فیصلہ صادر کردے تو نقصان اٹھانے والے کو معقول عوضانہ دیا جائے گا خاص طور پر پاس پورٹ کا حصول ہر شخص کا بنیادی حق متصور ہوگا۔

2. اقتصادی شعبے میں ہمارا شخصی جائداد کے حق کو محدود کرنا اور عوام کے اقتصادی تحفظ کے پیش نظر جائداد کی پیداواری تقسیم کے نظام پر سماجی کنٹرول قائم کرنا ہے۔

دوسری طرف شخصی استعداد بحال رکھنے کی خاطر سماجی پیداواری نظام میں جس حد تک ممکن ہوسکے ناگزیر انفرادی ملکیت کا تحفظ کرنا، اس مقصد کے حصول کے لئے:۔

(الف) ہر قسم کی اجارہ داری میں تخفیف اور خصوصی سہولتیں منسوخ کی جائیں گی۔

(ب) ہر اہل اور کام چاہنے والے شہری کو مناسب تنخواہ کے ساتھ مناسب ادارے میں کام دلا کر مملکتی ذمہ داری قبول کرنے کا موقع فراہم کرنا اور جن شہریوں کے لئے ایسے مواقع فراہم نہیں کیے جاسکیں گے انہیں اس قدر مناسب اجرت دیے جائیں گے کہ وہ اپنا اور اپنے متعلقین کا کم از کم ایک وقت پیٹ بھر سکیں قابل سکونت مکان میں رہ سکیں اور ستر پوش کر سکیں۔

(ج) تمام معزور لوگوں کی کفالت کی ذمہ داری مملکت پر ہوگی اور ہر بیمار آدمی کے لئے علاج معالجے کا بندوبست بھی مملکت کی ذمہ داری میں شامل ہوگا۔

(د) کسی بھی خاندان کو انکم ٹیکس کی ادائیگی کے بعد ماہانہ پانچ ہزار روپے سے زائد آمدنی سے تمتع کا موقعہ نہیں دیا جائے گا۔ خاندان سے ہماری مراد شوہر بیوی یا نابالغ بچے ہیں۔

(ہ) محنت و مزدوری کی زندگی کی قدر افزائی کے مطابق انہیں پورا پورا متعینہ معاوضہ دینے کے علاوہ انہیں ترقی یافتہ کاموں کے لئے بھتہ بھی دیا جائے گا۔

مسٹر عطاء الرحمٰن نے کہا کسانوں کی اقتصادی ترقی کے لئے ہمارا ایک مخصوص پروگرام ہے جس کی چند خصوصیات یہ ہیں:

(الف) نظام اراضی کو قطعی طور پر بدل کر براہ راست کسانوں میں اس طرح تقسیم کرنا کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو زمینوں پر ملکیت کے

حقوق مل سکیں یعنی جس کا ہل اسی کی زمین کو تسلیم کرتے ہوئے غیر حاضر مالک کی ملکیت کو منسوخ کرنا۔

(ب) وسیع پیمانے پر امداد باہمی کے اصول پر زرعی نظام کا نفاذ ضروری---

(ج) زراعت میں مشین اور بجلی کا استعمال---

(د) فصل کی پیداوار میں کم از کم تین گنا اضافہ کر کے ایسے یقینی حالات پیدا کرنا کہ تھوڑی سی زمین ہی سے ہر خاندان کی خوراک کا بندوبست ہو سکے۔

(ہ) زمین ٹیکس کو قطعی طور پر ختم کر دینا اس طرح سرکاری آمدنی میں جو کمی ہوگی اسے دوسرے ذرائع سے پورا کرنا۔

مشرقی بنگال میں وسیع پیمانے پر مچھلی کی پیداوار کا بندوبست کرنا نیز سیلاب پر قابو پاکر وسیع آبپاشی نظام کے ذریعہ ایک طرف موسم سرما کے اندر زمین میں دو فصلیں اگانا اور دوسری طرف موسم برسات کی فصل کو قدرت کے رحم و کرم پر رہنے سے چھٹکارا دلانا ضروری ہے۔

ملکی دفاع کے بارے میں ہمارا خاص مقصد یہ ہے کہ مشرقی بنگال میں پانی کی دولت سے دفاع کا مصرف لیا جائے اور اس مقصد کے تحت ملک کے اس حصے کے لئے ایک مبنی بر آب (Marine-oriented) پالیسی وضع کی جائے مشرقی بنگال کی خاطر تیار کردہ اس پالیسی کے ساتھ مطابقت کرتے ہوئے اس علاقے میں سیلاب کنٹرول اور آبی وسائل کا بھی انتظام کیا جائے اور اس مد میں جو خرچ ہو وہ دفاع کے فنڈ سے لیا جائے ملک کے ہر علاقے کی مستقل دفاع فوج حتی الوسع اس علاقے کے باشندوں پر مشتمل ہو۔

ملک کی خارجہ پالیسی کے بارے میں ہم مطلقاً آزاد اور کسی گروہی پالیسی سے جدا غیر جانب دار پالیسی اختیار کریں گے ہماری پالیسی سامراج کی مخالفت اور امن کی کوششوں میں مصروف و حریت پسند قوموں کی حمایت ہوگی۔ ایشیاء' افریقہ اور لاطینی امریکہ کے عوام بالخصوص عرب قوموں' کشمیری بھائیوں اور ویت نام و کمبوڈیا میں سامراج کے خلاف جدوجہد میں مصروف عوام سے ہمیں خاص ہمدردی ہوگی۔ ہم اپنی پالیسی کی حیثیت سے تمام بین الاقوامی معاملات کے پرامن تصفیہ کے خواہاں ہوں گے۔ جب تک اپنے تحفظ کے لئے انتہائی ضروری نہ ہوجائے تب تک ہم کبھی بھی کسی جنگ کی کوشش کی تائید نہیں کریں گے۔

عدالتی شعبے میں ہم عدلیہ کی فطری آزادی متعین کریں گے۔ اس مقصد کے تحت ہائی کورٹ اور فیڈرل کورٹ کو چلانے کی ذمہ داری خاص طور پر منتخب شدہ خودمختار ادارے کے سپرد کی جائے گی۔ اور ضلع اور اس سے نچلی سطح کے عدالتی محکموں پر صرف ہائی کورٹ کا پورا پورا اختیار رہے گا۔ عدلیہ پر عاملہ کو بالواسطہ یا بلا واسطہ کوئی بھی اختیار نہیں ہوگا۔

شعبہ انتظامیہ میں ہم موجودہ سیکرٹریٹ کا سسٹم ختم کر کے ہر ایک محکمہ کے وزیر کے ماتحت ایک وزارت قائم کریں گے کابینہ جو پالیسی متعین کرے گی متعلقہ وزارت اسے عملی جامہ پہنائے گی اور اضلاع میں بروئے کار لانے کے لیے بھیج دے گی۔

ہم موجودہ اضلاع کو توڑ کر سب ڈویژن یا اس کے مساوی علاقوں کو ضلع کا درجہ دیں گے موجودہ یونین کونسلوں کی جگہ ہم منتخب شدہ دیہی مجلسیں قائم کریں گے یہی دیہی مجلسیں علاقائی خودمختاری کی ابتدائی سطح پر کام کریں گی۔

تعلیم کے معاملے میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ صحیح معنوں میں ذہنی تربیت کے ذریعہ طالب علم کی شخصیت کی تعمیر کی جائے۔ ایسے شہری پیدا کیے جائیں جو زندگی کے طرح طرح کے چیلنج قبول کرنے کے لائق ہو سکیں اور جو ہمارے پیش نظر سماجی نظام کی تشکیل کی ذمہ داری پوری کر سکیں۔ ضرورت کے پیش نظر تعلیمی مد میں مزید اخراجات برداشت کرنے میں ہمیں کوئی عار نہ ہوگا ہماری تعلیمی پالیسی کا بنیادی مقصد یہی ہوگا کہ معلمین کو خاطر خواہ معاوضہ اور سماج میں شایان شان حیثیت حاصل ہو اور طلبہ کو مناسب تعلیمی سہولتیں میسر آئیں۔

ہماری مزدور پالیسی یہ ہے کہ دباؤ ڈالنے والے تمام قوانین فی الفور منسوخ کر دیئے جائیں اور ایسے قوانین منظور کیے جائیں کہ جن کے مطابق انتظامیہ کسی ہڑتال کو غیر قانونی قرار نہ دے سکے۔ مالکوں کے لاک آؤٹ اور لے آف کے حقوق باطل کردیئے جائیں آئین کے تحت ٹریڈیونین ازم کرنے کا بے روک ٹوک حق حاصل ہو۔ اس طرف بھی خیال رکھنا پڑے گا کہ مزدوروں کو اتنی مزدوری ملے جس سے وہ زندگی کے اخراجات مناسب طور پر پورے کر سکیں۔

صحت عامہ کے سلسلے میں ہماری جماعت کا کہنا ہے کہ عوام کی صحت کی پوری ذمہ داری مملکت پر ہوگی ہمارے منصوبے کی پہلی دفعہ ہی یہ ہے۔ کہ مزدور اور کم آمدنی کے لوگوں کے علاج معالجہ کی سہولتیں مفت فراہم کرنا ہوں گی منصوبہ صحت عامہ میں امراض کے انسداد پر خاص طور سے زور دیا جائے گا۔ منصوبہ صحت اس طرح تیار کیا جائے کہ تھانہ کے علاقے میں کم از کم ایک مکمل ہسپتال قائم کیا جائے۔ ہر دیہی مجلس کا ایک اپنا مرکز صحت ہوگا اور مرکز کے ساتھ ایک زچہ خانہ بھی منسلک ہوگا۔

باہر سے آنے والوں سے متعلق ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ ان کی مادری زبان خواہ کچھ ہو لیکن یہاں کے عوام کے ساتھ ذہنی طور پر ہم آہنگی کی ذمہ داری مملکت پر ہے۔ بلا تاخیر انہیں آباد کر دینا چاہیے تاکہ مقامی اور باہر سے آنے والے لوگ مل کر ایک قوم کے افراد بن سکیں اس کی

کوشش سب سے زیادہ ہونی چاہیے۔

عام زندگی سے متعلق دوسرے امور کے سلسلے میں بھی ہم نے وسیع لائحہ عمل متعین کیا ہے۔

مختصراً یہ کہ ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جائے جو آزادانہ روش رکھتا ہو اور استحصال سے پاک ہو۔ ہماری جماعت کا نظریہ یہی ہے اور اس مقصد کے تحت ہماری جماعت تمام فرقوں اور طبقوں کے مسائل حل کرنا چاہتی ہے(----پاکستان زندہ باد----)

جی۔ایم سید

سندھ متحدہ محاذ کے صدر مسٹر جی ایم سید نے ریڈیو پاکستان اور ٹیلی ویژن سے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ سندھ متحدہ محاذ جس کا میں صدر ہوں' ایک سیاسی تنظیم ہے۔ جس کے اغراض و مقاصد یہ ہیں:

1. پاکستان کی سلامتی' استحکام اور خوشحالی۔

2. پاکستان میں جمہوری' وفاقی حکومت کا قیام جس کے صوبوں کو 1940ء کی قرارداد پاکستان کے مطابق یونٹوں کی حیثیت سے خودمختاری حاصل ہو۔

3. پاکستانی عوام خصوصاً اہل سندھ کے معاشی' سیاسی اور سماجی حقوق کا تحفظ اور ان کے معاشی' سیاسی' ثقافتی اور لسانی حقوق کی بحالی اور ان کا فروغ۔

4. مساوات اظہار خیال کی آزادی اور انجمن سازی کی بنیاد پر تمام شہریوں کے بنیادی حقوق کی ضمانت۔

5. پارٹی کے منشور اور ان پروگراموں کے مطابق جو وقتاً" فوقتاً" جاری ہوتے رہیں گے' عوام کی سماجی' اقتصادی اور ثقافتی اقتدا کو فروغ دینا۔

آپ نے کہا اس میں کوئی شک نہیں کہ سندھ متحدہ محاذ کی سرگرمیاں صوبہ سندھ تک محدود ہیں لیکن اس کا دائرہ عمل ملک گیر ہے۔ سندھ پاکستان کا ناقابل تنسیخ حصہ ہے۔ سندھ کے عوام کی بہتری کے لیے جو کام سرانجام دیا جائے گا' وہ مجموعی طور پر سارے ملک کی ترقی اور بہتری میں مدد ثابت ہوگا۔ انہی اصولوں کو مکمل طور سے پیش نظر رکھتے ہوئے پارٹی کے یہ اغراض و مقاصد ترتیب دیے گئے ہیں۔ جو میں نے ابھی آپ کے سامنے پیش کیے۔ چنانچہ یہ اس امر کی پہلی دلیل ہے کہ ہم نے اپنے میدان عمل کو علاقائی سرگرمیوں تک اس لیے محدود نہیں کیا ہے کہ ہمارے ارادوں میں کس طرح کے علاقائی عصبیت کو دخل ہے۔ ہم نے یہ عظیم تر مقاصد کے لیے کیا ہے۔ اور بعض ناگزیر مجبوریوں کے باعث کیا ہے جو بدقسمتی سے ہماری جانب سے بے شمار غلط فہمیوں اور سخت نکتہ چینیوں کا سبب بنی ہیں۔

سب سے پہلے میں آپ کو وہ مجبوریاں اور حالات بتاتا ہوں جن کی بنا پر ہم نے اپنی سرگرمیاں سندھ کے علاقے تک محدود کی ہیں۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ گزشتہ سال کے تجربات سے یہ بات بغیر کسی شبہ کے ثابت ہو چکی ہے کہ وہ سیاسی جماعتیں اور تنظیمیں جو پورے پاکستان کے لیے پروگرام مرتب کرتی ہیں' وہ کام نہیں کر پاتیں۔ وہ اتنے بڑے کام سنبھال نہیں پاتیں اور ان کی جڑیں مختلف صوبوں کے عوام تک نہیں پہنچ سکتیں۔ یہ سیاسی پارٹیاں صوبوں میں رہنے والے لوگوں کے احساسات اور خواہشات کا اندازہ نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ عوام کی پہنچ ان بلند و بالا افراد تک نہیں ہوتی۔ ان جماعتوں کا دائرہ خیال اتنا وسیع ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی مسئلے کو پوری توجہ کے ساتھ نہیں دیکھ سکتیں۔ یہ جماعتیں اپنے شانوں پر کم از کم کاغذی کارروائی کی حد تک اپنی ذمہ داریاں اٹھالیتی ہیں۔ کہ وہ موثر طور پر کسی ذمہ داری سے بھی عہدہ برآ نہ ہو سکیں۔ پورے ملک پر اپنا تسلط اور اثر و نفوذ قائم کرنے کی فکر میں وہ صلاحیتوں کو ضائع کرنے اور کسی مخصوص صوبے کے لوگوں سے براہ راست رابطہ قائم رکھنے کے اہل نہیں رہتیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی بھی اہم آزمائشی گھڑی میں یہ جماعتیں مختلف صوبوں کے لوگوں پر اپنا اثر ڈال سکے یا کسی یونٹ کی جانب سے بھلائی کا کوئی کام سرانجام دینے کے قابل نہیں رہتیں۔ وہ ہوا میں معلق رہتی ہیں البتہ کبھی کبھار اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دینے کے لیے غیر سیاسی اور گھٹیا طریقے اختیار کرتی ہیں۔ کبھی یہ پارٹیاں حکومت وقت کے سایہ عاطفت میں آ جاتی ہیں اور کبھی وہ نوکر شاہی سے سازباز کرتی ہیں اور اس سے انتخابات میں دھاندلیوں کا کام لیتی ہیں۔ اور اس کے معاوضے میں نوکر شاہی کو ملک میں لوٹ کھسوٹ کی کھلی چھٹی دیتی ہیں۔ بعض اوقات یہ سیاسی پارٹیاں جھوٹے مسئلے کھڑے کر کے عوام کے جذبات کو ابھارتی ہیں اور انہیں ایک کے خلاف صف آرا کر دیتی ہیں۔ کبھی عوام کو نہایت حسین مگر جھوٹے وعدوں کے بے حساب سبز باغ دکھاتی ہیں۔ حالانکہ یہ جانتی ہیں کہ یہ وعدے کبھی پورے نہیں ہوں گے۔ کبھی کبھی مایوس اور کرب کے عالم میں یا ہوس سے مغلوب ہو کر یہ جماعتیں اپنے مخالفین پر جھوٹے الزامات لگاتی ہیں اور انہیں دشنام طرازی کرتی ہیں۔ اور سیاسی ماحول کو پراگندہ کرتی ہیں۔ جس سے بیرونی ملکوں میں یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ پاکستان کی سیاسی زندگی محض ایک تماشا ہے اور پاکستان میں محب وطن افراد سے غدار وطن افراد کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

مسٹر سید نے کہا انہی افسوس ناک اور ناپسندیدہ حالات کے باعث سندھ متحدہ محاذ سے متعلق لوگوں نے محسوس کیا کہ یہ سارے حالات ایسی سیاسی جماعتوں کے پیدا کردہ تھے جن کی جڑیں عوام میں بالکل نہیں تھیں۔ دوسرے الفاظ میں سیاسی جماعتوں نے جو بظاہر تو کل پاکستان

پروگرام رکھتی تھیں' اور بظاہر بہت شاندار معلوم ہوتی تھیں لیکن افسوس ہے کہ ان کی جڑیں پاکستان کے تمام حصوں میں موجود نہیں تھیں۔ یہ سیاسی جماعتیں اس ماحول پر قائم کی گئی تھیں کہ مکان کی چھت پہلے ڈالی جائے' اس کے بعد بنیاد ڈالی جائے۔ آپ نے کہا پاکستان کی سیاسی زندگی کا یہی وہ افسوس ناک رجحان تھا جس کی وجہ سے پچھلے برسوں میں پاکستان کی سیاسی زندگی میں استحکام پیدا نہ ہوا۔ اگر سیاسی زندگی میں یہ رجحان نہ ہوتا تو موجودہ سنگین اقتصادی اور دوسرے مسائل کبھی اتنے پیچیدہ نہ ہوتے۔ کیا وجہ ہے کہ پورے 22 سال سے آزادی کی نعمت سے مالا مال ہوتے ہوئے ہم اب بھی خود کو آتش فشاں کے دھانے پر بیٹھا محسوس کرتے ہیں۔ کوئی آئین قائم نہ رہ سکا۔ کوئی مسئلہ حل نہیں کیا جا سکا۔ کوئی پائیدار اور صحیح عوامی حکومت قائم نہ ہو سکی۔ قیام پاکستان کا کوئی مقصد پورا نہ کیا جا سکا۔ آج پورے ملک میں چاروں طرف ذہنی طوائف الملوکی کا دور دورہ ہے۔ وقتاً فوقتاً عارضی طور پر جسمانی طوائف الملوکی بھی پھوٹ پڑتی ہے۔ عوام کا اعتماد متزلزل ہو چکا ہے۔ قومی یکجہتی کا جو اصل مقصد تھا' ابھی تک پورا نہیں ہو سکا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہمارا نقطہ نظر اور ہمارا طریقہ کار غلط رہا ہے۔ ہم نے اپنے مسئلوں کو سمجھنے کی قطعی کوشش نہیں کی ہے۔ میں اکثر یہ محسوس کرتا ہوں کہ جیسے ہم کسی دوسرے سیارے سے زمین پر اترے ہیں اور زمین پر اتر کر اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔ ہمیں یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ اس نئی جگہ کے طور طریقوں کو کس طرح اپنایا جائے اور اپنے آپ کو اس ماحول کا عادی بنائیں اور اس کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ یہ ساری ہماری پھیلائی گڑبڑ کا نتیجہ ہے۔ سندھ متحدہ محاذ کے سربراہ نے کہا کہ میری رائے میں اگر ہم حالات کو سدھارنا چاہیں تو اس کے لیے ہمیں ماضی کے تجربات سے سبق لینا ہوگا۔ اس کے لیے ہمیں بالکل ابتدا سے کام کا آغاز کرنا ہوگا۔ یہی وہ وجوہات ہیں جس کی وجہ سے ہم نے اپنی سرگرمیوں کا آغاز سندھ سے کیا ہے۔ یہ ہماری انکساری اور حقیقت پسندی کا ثبوت ہے۔ نہ کہ ہماری صوبائی عصبیت کا۔ اس ضمن میں یہ بھی عرض کروں گا کہ یہ بالکل صحیح ہے۔ جیسا کہ بعض مخالفین ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ ہمیں سندھ سے محبت ہے لیکن ہمارے مخالفین یہ الزام لگاتے وقت دو اہم باتیں بھول جاتے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ سندھ بہرحال پاکستان کا ایک حصہ ہے اور دوسری سندھ سے ہماری محبت پاکستان کی محبت سے متصادم نہیں ہوتی۔ یہ ایک قدرتی امر ہے کہ ہر شخص کو اس قطعہ زمین سے جہاں وہ پیدا ہوا ہے ایک خاص لگاؤ ہوتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس کے دل میں اپنے ملک کے لئے محبت بالکل نہیں ہے آپ نے کہا اسکاٹ لینڈ کے باشندے اسکاٹ لینڈ سے محبت کے لئے مشہور ہیں مگر ان کی یہ محبت برطانیہ کے لئے جان کی بازی لگانے میں بالکل رکاوٹ نہیں بنے گی۔ علاقے کی محبت اور ملک کی محبت ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں۔ ان دونوں کے درمیان مکمل مصالحت ممکن ہے اور درحقیقت دونوں ایک دوسرے کو قوت بخشتی ہیں۔ انسان کا دل خدا کا عطیہ ہے وہ مختلف محبتوں کا متحمل ہو سکتا ہے مثال کے طور پر انسان کے دل میں ماں باپ اور بھائی کے لئے بیک وقت محبت ہوتی ہے اسی طرح دل میں خوش حال زندگی گزرانے کی تمنا بھی ہوتی ہے۔ اس نسبت سے میں یہ کہتا ہوں سندھ سے ہماری محبت سے وطن کی محبت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اس لئے کسی کو ہماری وطن دوستی پر شک نہیں کرنا چاہیے دراصل میں نے یہ اکثر سوچا ہے اور تاریخ کسی روز اس کا ثبوت بھی مہیا کر دے گی کہ وہ تنگ نظر افراد جو پاکستان اور اس کے صوبوں کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کر رہے ہیں ملک کی کوئی خدمت انجام نہیں دے رہے ہیں۔

مسٹر جی ایم سید نے کہا جس دن سے انہوں نے مرکز اور صوبوں کے درمیان نفرت کے بیج بونا شروع کئے یقیناً انہوں نے اس دن سے مرکز کے استحکام اور مقبولیت کو بڑھانے میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ آج میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہ کیونکر ہوا کہ ہمیں صوبائی خودمختاری کے نام نہاد خطرے سے مرکز کو محفوظ رکھنے کی خصوصی تدابیر اختیار کرنی پڑ رہی ہیں کیا اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہم نے غلط وکالت کی جس کی وجہ سے مرکز کے خلاف شدید روش نے جنم لیا۔ یہاں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس ردعمل کی شدت کم کرنے کے لئے سندھ متحدہ محاذ نے درمیانی راستہ اختیار کیا ہے یعنی اس کا مطالبہ ہے کہ وہ صوبے جن میں واقعی پاکستان کے عوام رہتے ہیں انہیں زیادہ سے زیادہ خودمختاری دی جائے جس کی وضاحت شیخ مجیب الرحمٰن کے چھ نکات میں بڑی مناسب طور سے کی گئی ہے کہ مرکز کو اتنے کافی اختیارات دیئے جائیں جن کی مدد سے وہ بین الاقوامی تعلقات قائم رکھ سکے اور امن اور جنگ کے درمیان دفاعی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکے۔ ہماری جماعت کے اس نقطہ نظر کی بنیاد اس فلسفے پر ہے کہ خود مختار اور مطمئن صوبوں کے عوام کسی کاغذی اقتدار کے برعکس مرکز کے زیادہ استحکام کا باعث ہوں گے۔ یہ بات کاغذی اختیارات کی تقسیم کے معاملے میں مرکز اور صوبے کے درمیان مکمل تصادم ہے۔

آپ نے کہا حقیقی اقتدار وہ ہوتا ہے جو عوام کی وفاداری سے حاصل ہو اور یہ اقتدار عوام میں ملانیت کا مکمل احساس قائم کئے بغیر اور اس احساس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ آزادی کی زیادہ سے زیادہ برکتیں انہیں سونپ دی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں پھر کہوں گا کہ سندھ متحدہ محاذ نے ماضی سے رہنمائی حاصل کی ہے۔ پچھلے 22 برسوں کے دوران مرکز

کو لامحدود اختیارات حاصل تھے لیکن کیا اس تجربے سے قومی استحکام پیدا ہوا یا لوگوں کے درمیان قومی یکجہتی کا شعور پیدا ہوا۔ اگر نہیں تو کیا س بارے میں نئے انداز سے سوچنے کی ضرورت نہیں ہے ہمیں یقین ہے کہ ہم نے ایسا ہی کیا ہے اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم نے صحیح سمت کی طرف قدم اٹھایا ہے۔ مرکز کو اس کا جائز حق اور صوبوں کو ان کے جائز حقوق ملنے چاہئیں۔

یہ بات لاہور 1940ء کی قرارداد پاکستان کی روح اور ہمارے حالات کے عین مطابق ہے۔ پاکستان واضح طور سے ایسے حصوں پر مشتمل ہے جن کی اپنی اپنی زبان، تاریخ، ثقافت، روایات اور اقتصادی اور سیاسی مفادات ہیں۔ یہ حقیقت اس وجہ سے مسلم ہے کہ ہم ہمیشہ ملک میں وفاقی طرز حکومت قائم کرنے کے بارے میں سوچتے رہتے ہیں اور نمبر 2 ایوب خان کے دور حکومت میں وحدانی یا نیم وحدانی طرز حکومت قائم کرنے کی کوششوں کا تباہ کن انجام ہوا۔ ہم جو سندھ متحدہ محاذ سے تعلق رکھتے ہیں اعتراف کرتے ہیں ہمارا اصل مقصد یہ ہے کہ پاکستان کے مختلف حصوں کو ایک دوسرے کے اتنا قریب لایا جائے اور ان میں ایسا اتحاد پیدا کیاجائے کہ وہ بالائی سطح پر ایک متحدہ قوم کا وجود ممکن ہوسکے۔ لیکن یہ عمل بتدریج رضاکارانہ طور پر کسی دباؤ کے بغیر ہی ممکن ہے کہ جہاں کہیں مجبوری یا فریب کا دخل ہوگا باہمی رضامندی کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا۔ سمجھا بجھا کر مناسب حالات اور آمادگی کا جذبہ پیدا کئے بغیر صرف انسانی حقوق کی یلغار یا جسمانی دباؤ سے صدیوں پرانی تاریخ اور روایات کو ختم نہیں کیا جاسکتا ہمیں نہایت ہوش مندی کا ثبوت دینا ہوگا ہمیں اقتدار کے نشے میں اتنا سرشار نہیں ہونا چاہیے کہ ہم زندگی کے بنیادی حقائق کو فراموش کردیں۔ بہرحال ہم بیسویں صدی میں رہ رہے ہیں اور ہمیں بیسویں صدی کے انسانی مسائل حل کرنے میں اس صدی سے انسان نے جو سب سے بڑا سبق سیکھا ہے وہ یہ ہے کہ ڈنڈے کے زور پر حکومت زیادہ عرصہ نہیں چل سکتی۔ بیسویں صدی کا انسان چاہتا ہے کہ اسے پیار ومحبت سے سمجھایا جائے اسے دل شکستہ اور مایوسی چھوڑنے کے بجائے اپنے ساتھ ملایا جائے اسے ہمیشہ کے لیے نظرانداز یا تباہ نہ کیا جائے۔ آپ کسی انسان کو ہمیشہ کے لئے نہیں کچل سکتے جہاں تک آئین سازی کا تعلق ہے ہم اس میں مکمل طور پر اور اپنے وسیلوں کی حد تک تعاون کرنے کو تیار ہیں کہ اس بات کا یقین ہوسکے کہ قومی سطح پر غوروفکر سے اچھا آئین مرتب کیا جاسکے یہ بات انتہائی شرمناک ہے 22 سال گزرنے کے بعد بھی ملک میں کوئی آئین نہیں ہے یا یہ کہ جو آئین ہو وہ ایسا نازک اور کمزور ہو کہ کوئی موقعہ پرست اسے منسوخ کردے اور اقتدار پر قبضہ کرے۔ یہ صورت حال اب ختم ہونی چاہیے ہمیں ایک پائیدار اور جامع آئین بنانا چاہیے۔

مسٹر سید نے کہا بعض لوگ یہ پوچھنا چاہیں گے۔ کہ ہمارے نقطہ نظر سے کس قسم کا دستور ملک کے لئے سب سے زیادہ اطمینان بخش رہے گا جیسا کہ ہمارے اغراض و مقاصد سے ظاہر ہے ہم ایک مکمل جمہوری دستور چاہتے ہیں جس میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر مستحکم پارلیمانی طرز کی حکومت کی ضمانت دی جائے اس کے علاوہ آئین سازی کے لئے میں اپنی پارٹی کے بعض نظریات کی وضاحت بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ دستور کے عام ڈھانچے کی بنیاد ہی ان اصولوں پر ہونی چاہیے جو قائداعظم نے گیارہ اگست 1947ء کو پہلی دستور ساز اسمبلی میں تقریر کے دوران بیان کئے تھے ہم سمجھتے ہیں کہ ان اصولوں سے انحراف پاکستان کے مفادات کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہوگا ہم قائداعظم کو بابائے قوم کہتے ہیں۔ اس لئے ہمیں ان اصولوں کی پابندی کرنی چاہیے جو انہوں نے ہمارے لئے متعین کئے ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم ان کے کچھ اصولوں پر عمل کریں اور کچھ کو چھوڑ دیں دیانتداری کا تقاضا یہی ہے کہ ہم ان کی تمام ہدایات اور اصولوں پر پوری طرح عمل کریں۔ آپ نے کہا قائداعظم کی ہدایات کی روشنی میں ہمارے نزدیک دستور جیسی دستاویز کو مذہب میں شامل کرنا نہ صرف بے موقع ہوگا کیونکہ دستور مذہبی عقائد کا مجموعہ نہیں ہوتا بلکہ ایسا کرنے سے مذہبی اختلافات کا طوفان اٹھ کھڑا ہوگا۔ جس سے قوم میں مزید انتشار پھیلے گا۔ اس طرح دستور میں اسلامی سوشلزم جیسی فضول اصطلاحوں کے لئے بھی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔ ہمارے خیال میں اسلامی سوشلزم جس میں کسی شے کا وجود نہیں ہے یہ ایک دھوکا ہے جو پاکستانی عوام کو دیا جا رہا ہے۔ اسلام میں نجی املاک کو ایک خاص حد تک تحفظ حاصل ہے اور سوشلزم میں نجی املاک کے اس تحفظ کا عنصر ختم ہوتا جارہا ہے اس لئے یہ دونوں نظام ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے ان دونوں میں سے صرف ایک کو اختیار دیا جاسکتا ہے لیکن ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اسلامی سوشلزم کے بلند و بانگ نعروں کا دستور سازی سے تعلق کہاں تک برمحل ہے حالانکہ ان تمام چیزوں پر مباحثے کے لئے دستور ساز ادارہ مناسب نہیں ہے ان چیزوں پر بحث ان اسمبلیوں میں ہونی چاہیے جو دستور بننے کے بعد وجود میں آتی ہیں یہ مرحلہ اسی وقت کام آسکتا ہے جب ہم دستور بنانے میں کامیاب ہوجائیں اور ملک کے سماجی اور اقتصادی مسائل کو حل کرنے کے کام تفصیل سے اور مناسب جگہ پر شروع کرسکیں۔ آپ نے کہا ان حقائق کے پیش نظر ہمارے ذہن اس سلسلے میں بالکل صاف ہیں کہ اسلامی سوشلزم اور اسلامی نظام یا سوشلزم کی باتیں اس مرحلے پر قبل ازوقت اور بے موقع ہیں۔

ہمارے نقطہ نظر سے اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ ہمارے ملک میں صنعت کے دونوں شعبوں میں نجی شعبے اور سرکاری شعبے کو پھلنے پھولنے

کے مواقع حاصل ہونے چاہیں تاکہ وہ ملک کی اقتصادی ترقی میں معاون ثابت ہوسکیں۔ موجودہ غیر بنیادی صنعتوں کو قومی تحویل میں لے کر انہیں مفلوج کرنے کے بجائے ہمیں اس بات پر زور دینا چاہیے کہ بنیادی صنعتیں حکومت جو قائم کرے اور قوم کی طرف سے ان کا انتظام چلائے ہمیں اندیشہ ہے کہ سیاسی اسٹنٹ کے طور پر غیر اہم اور غیر ضروری صنعتوں کو قومی تحویل میں لینے سے ملک کو فائدہ کی بجائے نقصان پہنچے گا۔ جہاں تک صوبائی امور کا تعلق ہے ان کا فیصلہ کرتے وقت ہمارے غوروفکر اور عمل کا محرک وہ بنیادی اصول ہونا چاہیے جو میں نے کوئٹہ میں لوگوں کے سامنے پیش کیا تھا میں نے کہا تھا اگر میں آپ کو یہ مشورہ دوں کہ آپ ہر اس شخص کو جس نے آپ کے صوبے میں رہائش اختیار کی ہے بلوچستانی سمجھیں خواہ وہ کہیں سے بھی آیا ہو تو آپ برا نہ مانیں بلوچستان کی سرزمین پر ان مختلف عناصر میں کوئی امتیاز یا فرق نہیں ہونا چاہیے جو یہاں کے اجتماعی معاشرتی اور اقتصادی ڈھانچے کے جزو ہوں۔ سب لوگوں سے برابری کا سلوک کیا جانا چاہیے اور تمام لوگوں کو یکساں حقوق اور مراعات حاصل ہونی چاہیں۔ دوسرے الفاظ میں آپ کے برتاؤ کی بنیاد نفرت پر نہیں بلکہ محبت پر ہونی چاہیے کیونکہ نفرت ایک انسانی کمزوری ہے جو خود اپنے مقاصد پورا کرنے میں ناکام رہتی ہے۔

مسٹر سید نے کہا اس اصول کی روشنی میں ہم ان تمام لوگوں سے یکساں سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ جنھوں نے سندھ میں اپنا گھر بنایا ہے لیکن حقوق کے ساتھ کچھ ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں ہمیں امید ہے کہ ہمارے شہری خلوص نیت سے ذمہ داریاں پوری کریں گے۔ مثال کے طور پر ہم ان سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ صوبے میں ثقافتی یکسانیت پیدا کرنے میں مدد دیں تو ہم ان سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ جس سرزمین پر انھوں نے اپنا گھر بنایا ہے وہ اس کے وفادار ہیں۔ ہم ان سے یہ امید رکھتے ہیں کہ سندھیوں کی مادری زبان سندھی کے فروغ میں مدد دیں گے۔ ہم ان سے یہ توقع بھی رکھتے ہیں کہ وہ اصولی طور پر اس بات پر متفق ہوجائیں کہ صوبے کے اندر صوبے کی زبان کو ہی سرکاری حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔ ہماری یہ توقعات کسی طرح سے بھی بے جا نہیں ہیں۔ جب تک یکسانیت نہ ہو کسی قسم کا اتحاد ممکن نہیں ہے۔ ہم امید کرتے ہیں اور ہماری یہ خواہش ہے کہ صوبے میں ایسا اتحاد اور یکسانیت پیدا کی جائے کہ سندھی معاشرے کے تمام عناصر خوشحال زندگی بسر کریں اور ملک کی عظمت اور خوشحالی کے لئے متحد ہوکر کام کریں۔ آخر میں میں آپ کے سامنے اپنی جماعت کے پروگرام اور منشور کے بعض نکات پیش کروں گا۔

(1) پاکستان کی سلامتی اتحاد وقار اور خوشحالی کی خاطر ہم چاہتے ہیں کہ حکومت کی مشینری اقتصادی حقوق ثقافتی ورثہ' سیاسی آزادی اور قومی تعمیری نو اور ترقی کے تمام ذرائع اور وسیلے ہمارے ہاتھ میں رہیں۔

(2) ہم وفاق پاکستان میں مکمل خودمختار صوبے کی حیثیت سے رہنا چاہتے ہیں۔

(3) ہم چاہتے ہیں کہ روزگار' تجارت' زرعی ترقیاتی کارپوریشنیں' مغربی پاکستان صنعتی ترقیاتی کارپوریشن' چھوٹی صنعتوں کی کارپوریشن' صوبائی واپڈا' ریلوے' بندرگاہیں' صنعتیں' زمینیں' مراسلات' پریس' اطلاعات' ریڈیو' ٹیلی وژن' کارخانوں' بجلی' تعلیم' صحت' قانون' انتظامیہ کے تحفظ کے شعبوں اور تمام ترقیاتی سکیموں پر حکومت سندھ کا کنٹرول رہے۔

(4) ہم مرکز میں دو ایوانی مقننہ کے نظریئے کے حامی ہیں جس میں ایوان زریں کا انتخاب آبادی کی بنیاد پر ایوان بالا کو وہی اختیارات حاصل ہوں جو برطانوی دارالامراء کو حاصل ہیں۔

(5) ہم چاہتے ہیں کہ دس برس کے اندر وفاقی حکومت کے تمام محکموں میں آبادی کے لحاظ سے صوبوں کی نمائندگی دینے کا بندوبست کیا جائے۔ ہم ایسے ادارے قائم کرنا چاہتے ہیں جن کے ذریعے صحیح اسلامی روح کے مطابق سماجی اور ثقافتی ترقی اور قومی یک جہتی کے فروغ کا کام کیا جائے۔ یعنی انسانوں میں محبت' رواداری' امن اور بھلائی کا جذبہ پیدا کیا جائے۔

(6) ہم چاہتے ہیں سندھی کو حکومت سندھ کی سرکاری زبان تسلیم کیا جائے اور اعلیٰ سطح تک تعلیم کا ذریعہ بنایا جائے۔ اس کے علاوہ سندھی کو قومی زبانوں میں بھی شامل کیا جائے۔

(7) ہم اس بات کی حمایت کرتے ہیں کہ اردو اور بنگالی زبانوں کو دونوں صوبوں کے درمیان اور مرکزی زبان کے طور پر استعمال کیا جائے تاہم جب تک صوبے کے عوام ان زبانوں سے اچھی طرح واقفیت حاصل نہ کرلیں انگریزی زبان کو برقرار رکھا جائے۔

(8) ہمارے خیال میں سندھ میں ہر طالب علم کو پرائمری تعلیم اس کی مادری زبان میں دی جائے۔

(9) ہم چاہتے ہیں کہ سندھ کے اندر پرائمری تعلیم کے بعد ثانوی سطح تک اردو بولنے والے طلبہ کے لئے سندھی کی تعلیم لازمی قرار دی جائے اور اس طرح سندھی طلبہ کے لئے اردو کی تعلیم لازمی قرار دی جائے انگریزی کی تعلیم بھی لازمی قرار دی جائے۔

(10) ہم اس بات کی حمایت کرتے ہیں کہ ثقافتی اقلیتوں کو آبادی کی بنیاد پر سروسوں اور تجارت میں مناسب نمائندگی دی جائے۔

ہمارے اقتصادی پروگرام کی خاص خاص باتیں یہ ہیں۔

(1) افراد یا نجی اداروں کے ہاتھ سرکاری شعبے کی صنعت کی فروخت

بند کی جائے۔

(2) بنیادی صنعتیں سرکاری شعبے میں قائم کی جائیں۔

(3) نجی صنعتوں کے انتظام میں بھی حکومت اور مزدوروں کو نمائندگی حاصل ہو تاکہ استحصال کا خاتمہ کیا جاسکے۔

(4) سندھ میں تمام سرکاری ملازمتوں میں صرف سندھ کے مستقل باشندوں کا تقرر کیا جائے۔

(5) بیراج کے علاقے میں زمین کی ملکیت کی حد 240 ایکڑ مقرر کی جائے جن لوگوں کے پاس اس سے زیادہ زمینیں ہوں انہیں مناسب معاوضہ دے کر ان سے زائد زمینیں واپس لے لی جائیں۔

(6) اس طرح حاصل کی ہوئی زمینوں اور سرکاری زمینوں کو ہاریوں کو آسان اقساط پر دی جائیں--- بیراج کے علاقے میں ہر ہاری کو 48 ایکڑ اور غیر بیراج کے علاقے میں 196 ایکڑ زمین دی جائے۔

(7) چھوٹے کاشت کاروں کی زمینوں کو یکجا کیا جائے تاکہ انہیں اجتماعی فائدہ پہنچ سکے۔

(8) ہنرمند و غیر ہنرمند مزدوروں کے لئے کم سے کم اجرتوں کا تعین کیا جائے۔

(9) اعلیٰ افسروں کی تنخواہوں کی حد مقرر کی جائے۔

(10) ذخیرہ اندوزی' اسمگلنگ' بلیک مارکٹنگ اور اغوا کے واقعات کی روک تھام کے لئے مناسب تدبیریں اختیار کی جائیں اور ان جرائم کے مرتکب افراد کو سنگین سزائیں دی جائیں۔

(11) تشدد اور لاقانونیت کے واقعات کی روک تھام کے لئے مناسب طریقے اختیار کیے جائیں۔

(12) 16 ایکڑ زمین رکھنے والوں کو لگان سے مستثنیٰ قرار دیا جائے (---پاکستان زندہ باد---)

ایئر مارشل (ریٹائرڈ) اصغر خان

تحریک استقلال کے کنوینر ایئر مارشل (ریٹائرڈ) اصغر خان نے آج شام پاکستان ٹیلیویژن اور ریڈیو پاکستان سے اپنی نشری تقریر میں کہا ہے کہ جس طرح ایک ڈاکٹر کے لئے نہایت ضروری ہے کہ مریض کے لئے دوا تجویز کرنے سے پہلے اس کے مرض کو ٹھیک ٹھیک تشخیص کرے بالکل اس طرح قومی مسائل میں بھی اپنی خامیوں اور برائیوں کا صحیح علم ہونا چاہیے جب تک ہم خرابیوں کے اسباب کا صحیح جائزہ نہ لے لیں موجودہ مسائل کو حل نہیں کر سکیں گے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ قومی زندگی کے اس نازک مرحلے پر ہمارے لئے کون سا سیاسی علاج مفید رہے گا۔ سب سے پہلے ہم اپنے مریض (یعنی مشکلات میں گھرے ہوئے ملک) کا مختصراً جائزہ لیں اس کے آباؤ اجداد کے حالات معلوم کریں اس کے چہرہ پر ایک نظر ڈالیں۔ اس کے ادوار و اطوار کا مطالعہ کریں اور مرض کی ابتدائی اعلامات کا کھوج لگائیں اس طرح ہمیں صحیح علاج کا تعین کرنے میں آسانی ہوگی اور فائدہ بھی--- آپ نے کہا برصغیر کے مسلمانوں نے آزادی کی خاطر بیش بہا قربانیاں دیں اور کم و بیش دو سو سال کی طویل جدوجہد کے بعد پاکستان وجود میں آیا۔ بنگال کے نواب سراج الدولہ اور میسور کے سلطان ٹیپو شہید کا عظیم الشان کردار' انیسویں صدی کے اوائل میں سکھوں کی حکومت کے خلاف سید احمد شہید بریلوی کا جہاد' 1857ء کی جنگ آزادی میں برصغیر کے مسلمانوں کی قربانیاں پھر انگریزوں اور ہندوؤں کے ہاتھوں بدنصیب مسلمانوں کا مسلسل ظلم و ستم کا نشانہ بنتے رہنا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے علمی اور فکری محاذ پر سرسید احمد خان کی ولولہ انگیز پیش قدمی ہماری تحریک آزادی کے دشوار گزار راستے میں سنگ ہائے میل کی حیثیت رکھتے ہیں اب ہماری نظر تقسیم بنگال پر تھی یہ ہوچکا تو ہم نے سندھ کو بمبئی سے علیحدہ صوبہ تسلیم کرایا اور مسلمانوں کے لئے جداگانہ انتخابات کا اصول بنوایا اس کے بعد علامہ اقبال اور قاضی نذرالاسلام نے تحریک آزادی کے لئے زبردست قوت فراہم کی۔ 1940ء میں ایک آزاد مسلم ریاست کا مطالبہ ہوا اور قرار داد لاہور پاس ہوئی تحریک آزادی کا قافلہ تیزی سے اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ 1946ء میں (دہلی میں) قرارداد لاہور پاس ہوئی اور قائداعظم کی قیادت میں پاکستان ایسا عظیم الشان اور دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک دنیا کے نقشے پر ابھرا۔ آپ نے کہا کہ تحریک آزادی کی طویل جدوجہد میں مسلمانوں نے انفرادی اور اجتماعی طور پر عظیم اور ناقابل فراموش قربانیاں دی ہیں ہمیں آہستہ آہستہ پختہ یقین ہو تا گیا کہ ہم ایک علیحدہ قوم ہیں ہماری قومیت نسل اور زبان کے تعلق سے نہیں بلکہ ایک مشترک تاریخی ورثہ کی بنیاد پر ہے یہ ورثہ مصیبتوں اور تکلیفوں کا جوانمردی سے مقابلہ کرنے کا ورثہ ہے اصولوں کی خاطر دکھ سہنے کی روایات کا ورثہ ہے حق و صداقت کی حمایت میں بے مثال اور ان گنت قربانیوں کا ورثہ ہے۔ ہماری قومیت کی بنیاد اس ایمان پر ہے جو تمام بنی نوع انسان کو بلا امتیاز رنگ و نسل و زبان اخوت کے مقدس رشتے میں منسلک کر دیتا ہے اس تمہید کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان کا قیام کوئی اتفاقی بات نہیں بلکہ ہماری تاریخ کی ایک اٹل حقیقت ہے۔ جن جن لوگوں نے پاکستان کے لئے جدوجہد کی ان کو اپنی آزاد اسلامی مملکت سے کچھ تمنائیں اور آرزوئیں تھیں۔ کچھ خواہشات اور توقعات تھیں۔ ایئر مارشل اصغر خان نے کہا آج ان توقعات کو ہم مختصراً نظریہ پاکستان کہتے ہیں۔ نظریہ پاکستان کی وضاحت یوں ہو سکتی ہے کہ:

"برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک ایسا علیحدہ وطن جہاں وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں اور جس میں تمام شہریوں کو رنگ'

نسل، مذہب، قبیلہ، ذات، زبان اور ثقافت کے امتیاز کے بغیر مکمل آزادی حاصل ہو۔ جہاں اقتصادی انصاف قائم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہو۔ جہاں اسلامی اصولوں کی بنیاد پر ایک ترقی پذیر معاشرہ وجود میں آئے جہاں علاقائی نسلی اور لسانی محرکات کی بجائے اسلامی اخوت کا مقدس رشتہ لوگوں کو ایک آزاد متحرک اور مستحکم قوم کی صورت میں متحد کر دے جہاں غریبوں کی مصیبتیں دور کی جائیں اور جہاں ایک ایسا نظام رائج ہو جو عدل و انصاف پر مبنی بھی ہو اور اطمینان و خوشحالی کا ضامن بھی ہو۔"

نظریہ پاکستان کی یہ وضاحت کتنی سادہ اور آسان ہے۔ مگر ہم ابھی تک نہ صرف اس کے حصول سے بہت دور ہیں بلکہ ہم نے کبھی صحیح معنوں میں ایسا معاشرہ وجود میں لانے کی کوشش ہی نہیں کی جس کے لئے مسلمانوں کی کئی نسلوں نے بے مثال قربانیاں دی تھیں۔

گزشتہ تئیس سال کا عرصہ برصغیر کے مسلمانوں کے لئے تاریخ کا افسوس ناک دور تھا۔ ہر طرح کی مشکلات کا مقابلہ کر کے ہم نے ایک آزاد ریاست حاصل کرلی۔ مگر بڑے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کے بعد ہم نے پوری پوری کوشش کی کہ اس عظیم قوم کی امیدوں پر پانی پھر جائے۔ جس نے آزادی کے لئے بڑے جوش سے جنگ لڑی تھی۔ اس طرح ہم نے اپنی ریاست کی بنیادیں ہلا ڈالیں۔ مفاد پرست اور خود غرض عناصر شروع ہی سے مستعد تھے اور ان تمام مخلصانہ کوششوں کو بڑی سختی سے روکتے رہے جو سماجی اور اقتصادی اصلاحات جاری کرنے کے لئے کی جاتیں۔ چونکہ عوام کی نمائندہ حکومتوں کے لئے عام آدمی کی بہتری اور خدمت کا احساس ناگزیر ہوتا ہے اس لئے پاکستان میں شروع ہی سے جمہوریت کا گلا گھونٹ دیا گیا۔ سیاسی لیڈروں، سرمایہ داروں اور بڑے بڑے تاجروں نے نوکر شاہی سے مل کر اپنے برے انجام کے خوف سے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ عام آدمی یعنی کسانوں، مزدوروں، چھوٹے دکانداروں اور کم تنخواہ پانے والے ملازمین کو کبھی سیاسی طاقت ملنے نہ پائے۔

تحریک استقلال کے کنوینر نے کہا کہ اس سیاسی لوٹ مار کی فضائیں سماجی برائیوں کو پوری طرح کھیل کھیلنے کا موقع ملا۔ ایک طرف بددیانتی اور انتظامیہ کی نااہلی زوروں پر تھی تو دوسری طرف یاروں نے تجارتی اخلاق کا جنازہ نکال دیا ایک طرف غریب طبقہ خاموشی سے دکھ جھیلتا رہا اور دوسری طرف بددیانت لوگوں نے ناجائز طریقوں سے جمع کی ہوئی دولت کے نشے میں عزت و شرافت کے نئے پیمانے وضع کر لئے۔ یعنی شرافت کا دارومدار صرف دولت کی مقدار قرار پایا۔ یہ مرض تھا جس کی درست تشخیص کر کے ہم نے ایک عظیم قومی تحریک کے زور سے ایک بددیانت اور نااہل حکومت کا تختہ الٹ دیا لیکن ہماری جدوجہد ابھی ختم نہیں ہوئی کیونکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حصول اقتدار کی موجودہ دوڑ میں حقیقی نصب العین ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو چکا ہے صورت حال یہ ہے کہ ایک نام نہاد آئینی ڈھانچے کو منسوخ کرنے سے نئے نئے مسائل پیدا ہو چکے ہیں۔ ہمیں اپنی یہ ذمہ داری محسوس کرنی چاہیے کہ جس ملک میں جمہوریت کو آزمانے کا موقع ہی نہ دیا گیا ہو۔ وہاں اس کی ابتدا کرنی ہے۔ جس مریض نے مشکل سے سانس لینا شروع کیا ہے اس کو بڑی حکمت اور پیار سے اس قابل بنانا ہے کہ وہ ایک صحت مند اور بھرپور زندگی گزارنے کے قابل ہو سکے۔

انہوں نے کہا اس مرحلے پر یہ سوال نہیں کہ مریض کو نئی زندگی دلوانے کا سہرا کس ڈاکٹر کے سر پر باندھا جائے۔ اصل سوال تو یہ ہے کہ مریض زندہ بھی رہتا ہے یا نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ زیادہ اہمیت اس بات کو حاصل نہیں کہ حکومت کون بناتا ہے اور حزب اختلاف میں کون رہتا ہے ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں جمہوریت زندہ بھی رہتی ہے یا نہیں تحریک استقلال کے رفقائے کار کا اور میرا اپنا یقین ہے کہ اس وقت ہمیں جو سب سے اہم مسئلہ درپیش ہے وہ ملک کا اتحاد اور جمہوریت کی بحالی ہے۔ خدانخواستہ اگر ملک کا اتحاد ہی خطرے میں پڑ گیا تو نہ کسی عوامی حکومت کو استحکام نصیب ہو سکے گا۔ اور نہ ہمیں اپنے مسائل کے حل کی کوئی امید نظر آئے گی۔ ہمارے لیے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ہم مختلف جماعتوں کے درمیان حقیقی یا فرضی کشیدگی کو کم کریں تاکہ آپ کے منتخب نمائندے آپس میں خلوص اور محبت کی فضا میں بیٹھ کر آسانی سے آئین بنا سکیں اور آئین سازی کے وقت ان کا ذہن جماعتی اور علاقائی تعصب سے آزاد ہو۔ ہمارے لیے یہ بات زیادہ اہمیت نہیں رکھتی کہ آئندہ حکومت کس جماعت کی ہوگی کیونکہ جب آئین بن جائے گا۔ اور ملک کے تمام علاقوں کے لوگ آزاد شہریوں کی حیثیت میں دوستی اور محبت میں متحد رہنے پر متفق ہو جائیں گے اور ملک میں عوام کی بالادستی تسلیم کرلی جائے گی تو ہم اپنی قومی زندگی کے ایک نئے اور عظیم دور کا آغاز کر چکے ہوں گے۔ ایک ایسے آئین نظام کے تحت اس معاشرے سے غربت مفاد پرستی اور استحصال کو یک سر ختم کرنے کے لئے پھر موثر طریقہ سے کوشش کی جاسکے گی۔ تحریک استقلال کے منتخب نمائندے ہر حکومت پر اپنا اجتماعی دباؤ ڈال کر اسے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوششیں کریں گے کہ وہ کروڑوں محنت کش عوام کی بہبود کے لئے موثر کاروائی کرے اس لئے ہمیں یقین ہے کہ یہ ملک جس مقصد کے لئے حاصل کیا گیا تھا وہ مقصد تب تک پورا نہ ہو سکے گا جب تک ہم سب کی اجتماعی کوششیں زیادہ سے زیادہ شہریوں کی خدمت اور فلاح و بہبود کے لئے مخصوص نہ ہوں۔ ہم چاہتے ہیں کہ حکومت تمام شہریوں کے لیے خوراک مکان اور دوسری بنیادی ضروریات مہیا کرنے کے لئے

خلوص اور سرگرمی سے کوشش کرے ہر شہری کو کم از کم تعلیم کے ایک خاص معیار تک پہنچنے کی سہولت حاصل ہو۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ملک کے تمام ذرائع اور حکومت کی پوری مشینری اس اہم ذمہ داری کو پورا کرنے میں لگا دینی چاہیے اور حکومت کی دوسری تمام سرگرمیاں بھی اس مقصد کے تابع ہونی چاہئیں ائیر مارشل اصغر خان نے کہا کہ ہم یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ جو لوگ کسی صورت میں بھی اختیار کے مالک ہوں وہ دیانتداری' سادہ رہن سہن اور پاکیزہ زندگی گزارنے کے لئے مثال قائم کریں اور یہ بھی کہ عہدہ اور پوزیشن میں ترقی کرنے سے ان کا اخلاقی معیار بلند تو ہوتا چلا جائے ہمارا ملک ایک لحاظ سے اسلامی دنیا کے لئے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ پاکستان کا وجود اسلامی اتحاد کی زندہ مثال ہے اور یہ ناقابل تردید حقیقت پوری اسلامی دنیا کے لئے اتحاد اور اخوت کا بہترین سبق ہے اس طرح ہم پر ایک اور بڑی ذمہ داری یہ عائد ہوتی ہے کہ تمام مسلمان ملکوں سے انتہائی قریبی تعلقات قائم کریں اور انہیں زیادہ سے زیادہ مستحکم بنانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑیں اعتماد کی فضا بحال کرنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ مختلف علاقوں کے لوگ قومی مفادات کے لئے اپنے آپ کو برابر کا شریک محسوس کریں اس مقصد کے لئے آزادانہ میل جول کے زیادہ مواقع فراہم کرنا بہت مفید ثابت ہوگا۔ آپ نے کہا کہ ہمیں یقین ہے کہ ہمارا ملک صرف اس صورت میں مضبوط اور خوشحال بن سکتا ہے جب مختلف علاقوں کے لوگوں کو جہاں تک ہو سکے پوری پوری خودمختاری حاصل ہو لیکن یہ علاقائی خودمختاری کسی طرح بھی پاکستان کے اتحاد و سالمیت اور تحفظ کو نقصان پہنچانے والی نہ ہو۔ اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ امور خارجہ دفاع کرنسی اور مختلف علاقوں کے درمیان مواصلات کا نظام مرکز کے ذمے ہو اور مرکز اتنا مضبوط اور مؤثر ہو کہ ان عظیم ذمہ داریوں کو آسانی سے اور اچھی طرح پورا کر سکے دوسری طرف صوبائی حکومتوں کو عوام کی روزمرہ کی زندگی سے متعلق تمام معاملات میں پورا پورا اختیار حاصل ہو کیونکہ یہی ایک ایسا طریقہ ہے جس سے انتظامیہ عوام کے قریب رہ کر بہتر خدمت دے سکے گی اور صحیح معنوں میں عوام کی بہبود و خوشحالی میں مؤثر کردار ادا کر سکے گی۔ ان وسیع اصولوں کی روشنی میں ہماری کوشش یہی ہوگی کہ ہم کسی طرح سیاسی جماعتوں کو ان کے سخت رویے میں نرمی اور اعتدال پیدا کرنے پر آمادہ کر سکیں اور اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہم وسیع تر قومی مفادات کو نقصان پہنچنے سے بچا سکیں گے۔ ائیر مارشل اصغر خان نے کہا کہ ملک کے مختلف علاقوں میں ہر طرح کی عدم مساوات کو کم سے کم وقت میں ختم کرنے کے لئے ہم سرتوڑ کوشش کریں گے اور مشرقی پاکستان کے تمام محکموں میں محکمہ دفاع سمیت پوری پوری نمائندگی دلائیں گے۔ ہمیں معلوم ہے کہ مشرقی پاکستان کی اقتصادی حالت کو سیلابوں نے بری طرح نقصان پہنچایا ہے ہم اس بات پر زور دیں گے کہ اس خطرناک صورت حال پر قابو پانے کے لئے تمام ضروری اور فوری اقدامات کیے جائیں ملک کی خارجہ پالیسی کے معاملے میں ہم اپنی پوری قوت اور رسوخ سے کام لے کر ایک آزاد خارجہ پالیسی کے قیام میں مدد دیں گے ہماری پالیسی عالمی امن میں فروغ کا باعث اور قومی مفادات کے تابع ہوگی ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان سیٹو اور سینٹو دونوں سے علیحدہ ہوجائے اور ایک ایسی متحرک اور جان دار خارجہ پالیسی اختیار کرے جس سے نہ صرف پاکستان اپنا تحفظ کر سکے بلکہ دوسرے دوست ملکوں کی مدد کرنے کے قابل بھی ہوجائے۔

آپ نے کہا کشمیر کے متعلق از سرنو ایک ایسی مؤثر پالسی اختیار کی جائے جس سے کشمیر کو بھارت کے شکنجہ غلامی سے جلد از جلد آزادی مل سکے ' فرخابند کی تعمیر سے جو خطرناک صورت حال پیدا ہوگئی ہے اس پر قابو پانے کے لئے فوری تجاویز پر عمل کرنے کے لئے موثر اقدامات کیے جائیں۔ میری ان گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو ہمارے خیالات اور رجحانات کو سمجھنے میں مدد ملے۔ آپ کو یقیناً اندازہ ہوگیا ہوگا کہ بڑے بڑے قومی مسائل میں ہمارا نقطہ نظر کیا ہے۔ ان مسائل کے علاوہ زراعت کا اہم مسئلہ ہے اور یہ کہ ایک خاندان یا فرد کے پاس زیادہ سے زیادہ کتنی زمین ہونی چاہیے یہ بھی کہ کن کن اداروں اور صنعتوں کو قومی ملکیت میں لینا ضروری ہے۔ یہ اور اس کے طرح کے دوسرے مسائل کے متعلق یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کے ہم ہر اس اقدام کی ڈٹ کر حمایت کریں جس سے غریب آدمی کو فائدہ پہنچتا ہو۔ جس سے غریب آدمی کو ملک کی دولت کا زیادہ سے زیادہ حصہ مل سکے اور جس سے قومی پیداوار بڑھتی چلی جائے تاکہ ملک بنیادی ضروریات میں دوسرے ممالک کا محتاج نہ رہے۔ مختصر یہ ہے کہ تحریک استقلال کے پیش نظر چند سادہ مقاصد ہیں اور ہم اسمبلیوں کے اندر اور باہر ان مقاصد کو حاصل کرنے کی پوری پوری کوشش کریں گے۔ مقاصد یہ ہیں:

پہلا پاکستان کا اتحاد اور سالمیت

دوسرا جمہوریت کی بحالی اور تمام علاقوں کے عوام کو برابر حقوق دلا کر قومی معاملات میں شریک کرنا۔

تیسرا ہر قسم کی مفاد پرستی اور استحصال کو ختم کرنا۔

چوتھا عدل و انصاف پر مبنی سماجی نظام قائم کرنا۔

مجھے یقین ہے کہ تمام قومی مسائل کو حل کرنے کے لئے تحریک استقلال پوری دیانت داری سے ہر قسم کے خوف اور لالچ سے بے نیاز ہوکر آگے بڑھے گی۔ اس لئے کہ مفاد پرستوں کی سرپرستی نہ ہم نے پہلے قبول کی ہے اور نہ آئندہ قبول کریں گے۔

ہم سیاسی میدان میں صرف اس لئے اترے ہیں کہ حق و صداقت

کا بول بالا ہو اور ہمارا قومی ضمیر زندہ رہے قومی زندگی میں ہم یہ کردار اس وقت تک ادا کرتے رہیں گے جب تک اس ملک کے عوام کو ہماری ضرورت ہوگی اور ہم انشاء اللہ ایک ایسا معاشرہ تعمیر کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے جو ہماری آئندہ نسلوں کے لئے باعث فخر ہو۔ ایک ایسا معاشرہ جس میں ہر پاکستانی سربلندی سے زندگی بسر کرسکے اس لئے کہ وہ ایک ترقی پزیر ملک کا شہری ہے اور ایک ایسے فعال اور متحرک معاشرے کا فرد ہے جو تعصبات اور تنگ نظری سے آزاد ہے۔ جس کی بنیاد ان اسلامی اقدار پر ہے جو انسانیت کی آخری امید ہیں اور جو انشاء اللہ پوری انسانیت کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوں گی۔ ایسا اقدار جو مستقبل میں اور ایسی اقدار جن کو کبھی زوال نہ آئے گا۔ اس عظیم نصب العین کے لئے ہم اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے۔ اور اس کو حاصل کرنے کے لئے ہم جدوجہد کرتے رہیں گے۔ اب یہ آپ کا فرض ہے کہ مختلف سیاسی تنظیموں کے خلوص اور حوصلے کو اچھی طرح پرکھیں تاکہ آپ کے منتخب نمائندے موجودہ سیاسی معاشی اور معاشرتی بھنور میں گھرے ہوئے ملک کو نجات دلا سکیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بصیرت کا وہ نور عطا فرمائے جس کی اس وقت اہل پاکستان کو سب سے زیادہ ضرورت ہے اور اپنے فضل سے وہ فراست عطا کرے جس سے ہم اپنے اختیارات کو صحیح استعمال کرسکیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوا تو پھر ہم میں سے بہتوں کو شاید اپنی زندگی میں دوسرا موقع نہ ملے کہ ہم اپنے معاملات کو اپنی مرضی کے مطابق اور جمہوری طریقے سے طے کرسکیں۔

دستاویز 12

بھٹو کا مجیب کے نام تار

9 مارچ 1971ء

حالات نے ہمارے ملک میں اب جو پلٹا کھایا ہے' اس سے مجھے گہری تشویش اور سخت صدمہ ہوا ہے۔ مجھے اپنے ان ہم وطنوں کا رنج ہے جو اس بحران کے دوران جاں بحق ہوئے۔ ہلاک ہونے والوں کے پسماندگان سے مجھے دلی ہمدردی ہے۔ ہم پاکستان میں نیا نظام لانے کے حامی ہیں۔ یہ نظام ایسا ہوگا کہ ایک فرد کا دوسرے فرد اور ایک علاقے کا دوسرے علاقے کی طرف سے استحصال ختم ہو سکے گا۔ ہمیں آئین ہی میں نہیں' تمام پاکستانیوں کے دلوں میں بھی اس نئے نظام کے لیے تقدس پیدا کرنے اور اسے قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ہمیں ایک زبردست بحران کا سامنا ہے۔ ہمارے ملک کا مستقبل غیر واضح ہے۔ ہم دونوں پر یہ انتہائی اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اس تباہی کو روکنے کی پوری کوشش کریں جس نے ہمیں سخت خطرے میں ڈال دیا ہے۔ ہم دونوں کا مشترکہ مقصد یہی ہونا چاہیے کہ پاکستان محفوظ رہے اور یہ امن و ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو جائے۔ اس سلسلہ میں ملک کے دونوں حصے بھرپور کردار ادا کرسکتے ہیں۔

جس خطرناک بحران نے ملک کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے' اسے دیکھ کر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہم اس مرحلے پر پہنچ گئے ہیں کہ ملک کو بچانے کے لیے پاکستان کے دونوں حصوں میں فوراً کوئی مفاہمت ہونی چاہیے۔ ملک کو ہر قیمت پر بچانا اشد ضروری ہے۔

ہمیں موجودہ بحران پر قابو پانے کے لیے ملک کے دونوں حصوں کے عوام کو ایک دوسرے سے قریب تر لانے کی ہر ممکن کوشش کرنا ہوگی۔ گزشتہ 23 برسوں میں بڑھنے والی تلخی اور شکوک کو ختم کرنے کے لیے ہر کوشش ضروری ہے۔ پاکستانی عوام کے اتحاد اور استحکام کا تحفظ کرنے کی ہر ممکن سعی کرنا چاہیے تاکہ وہ بھائیوں کی طرح شانہ بشانہ آگے بڑھ سکیں۔

میں آپ سے ملاقات کے لیے فوراً ڈھاکہ آنے کو تیار ہوں تاکہ ملک کو درپیش بحران ختم کرنے کے لیے کوئی مشترکہ لائحہ عمل تیار کیا جا سکے اور اسمبلی آئین سازی کا کام شروع کرنے کے قابل ہو جائے۔

ہمیں نہ تو عوام کو یہ کہنے کا موقع دینا چاہیے اور نہ ہی آگے چل کر تاریخ ہی میں یہ بات قلمبند ہونی چاہیے کہ ہم نے عوام کو مایوس کیا۔

دستاویز 13

نشتر پارک کراچی میں بھٹو کا خطاب

پاکستان ایک انتہائی خطرناک اور نازک بحران سے گزر رہا ہے۔ جب سے پاکستان قائم ہوا ہے' ہم ایک کے بعد دوسرا بحران دیکھتے رہے۔ ممکن ہے آپ یہ خیال کریں کہ یہ کہنا تمام سیاسی رہنماؤں اور جماعتوں کی روایت ہی ہے کہ "ملک کو ایک سنگین بحران کا سامنا ہے"۔ میرے بھائیو اور بہنو! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ کہنا بالکل درست ہے کہ پاکستان کو اپنی 23 سالہ زندگی میں اتنا خوفناک بحران اس سے پہلے کبھی پیش نہیں آیا۔ اس بحران کے پیش نظر ہمیں بعض فیصلے کرنا ہوں گے۔ پاکستان دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت ہے۔ اس کے قیام کے لیے لاکھوں مسلمانوں نے زبردست قربانیاں دی ہیں۔ پاکستان کو معرض وجود میں لانے کے لیے لاکھوں مسلمانوں کو جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ پاکستان متحد رہے گا یا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے

گا؟ موجودہ بحران انتہائی پیچیدہ اور خطرناک ہے۔ ہم سب اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی شک و شبہ سے بالا ہے کہ اگر ہم صحیح سمت میں مخلصانہ کوششیں کریں اور ہمیں عوام کی پوری حمایت حاصل رہے تو ہم اس بحران پر کامیابی کے ساتھ قابو پا لیں گے اور پاکستان کی سالمیت اور استحکام کو برقرار رکھ سکیں گے۔

میرے عزیز دوستو! میرے غریب بھائیو اور بہنو! آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے 4 جنوری 1971ء کو اسی نشتر پارک سے اپنی انتخابی مہم کا آغاز کیا تھا۔ میری تقریر کے بعد ہمارے دشمنوں نے' جو ہمارے ہی نہیں' آپ کے بھی دشمن ہیں' کیونکہ آپ کی اور ہمارے دشمنوں میں کوئی فرق نہیں۔ ہمارے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ چونکہ ہم عوام کے ساتھ ہیں' اس لیے عوام کے دشمن ہمارے دشمن ہیں اور ہمارے دشمن عوام کے دشمن ہیں۔ انہوں نے عوام کے درمیان بھی غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے پاکستان پیپلز پارٹی کے خلاف ایک مضبوط محاذ بنایا تھا۔ وہ محاذ اب بھی موجود ہے۔ لیکن آپ کو فتح نصیب ہوئی۔ آپ انتخابات کے ذریعہ اپنا فیصلہ پہلے ہی دے چکے ہیں۔ یہ انتخابات جمہوری اصولوں کے تحت ہوئے۔ مغربی پاکستان میں پاکستان پیپلز پارٹی کو بھاری اکثریت سے آپ نے کامیاب کرایا۔ آپ نے اس سلسلہ میں عظیم قربانیاں دیں۔ آپ کی یہ خواہش تھی کہ ہمیں اکثریت حاصل ہو اور آپ نے اس دن کے لیے پوری سرگرمی سے کام کیا۔

اب آپ اس محاذ کو پاکستان پیپلز پارٹی بلکہ اپنے خلاف سرگرم عمل دیکھ رہے ہیں۔ اس محاذ کے قیام کا مقصد آپ کے خلاف سازش کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہ وقتی طور پر زیر زمین چلا گیا۔ لیکن یہ پھر آپ کی مخالفت اور آپ سے غداری کے لیے منظر عام پر آ گیا ہے۔ یہ محاذ پاکستان پیپلز پارٹی کی مخالفت نہیں کر رہا۔ درحقیقت یہ پاکستان کے غریب عوام کی مخالفت کر رہا ہے۔

میری بات پر یقین کریں کہ مخالفت ذوالفقار علی بھٹو کی ذات کی نہیں کی جا رہی۔ جب رجعت پسند پریس مجھے اس بحران کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے تو یہ صرف میری ذات پر حملہ نہیں۔ یہ حملہ مزدوروں' کسانوں اور غریب عوام کے خلاف سازش کا ایک حصہ ہے۔ یہ عناصر اپنے آپ کو زبردست قوت خیال کرتے ہیں لیکن دراصل ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ انہوں نے انتخابات میں پیپلز پارٹی کی مخالفت کی اور ہمیں مسلمانوں کی بجائے کافر کہا۔ انہوں نے ہم جیسے لوگوں کے خلاف فتوے جاری کیے۔ حالانکہ ہم اسلام کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے کو بھی تیار ہیں۔ انہوں نے کہا ہم اسلام کے لیے خطرہ ہیں۔ لیکن اب یہ دیکھنا آپ کا کام ہے کہ آیا انتخابات مکمل ہونے پر اسلام کو کوئی خطرہ لاحق ہوا ہے؟ ہم پہلے کے سے ہی مسلمان ہیں۔ ہمارے دل بدستور اسلام کے نور سے منور ہیں۔ مسجدیں بھی پہلے کی طرح مسلمانوں سے بھری ہوئی ہیں۔ مسلمان بدستور کلمے کا ورد کرتے ہیں اور نمازیں بھی پہلے ہی کی طرح ادا کی جا رہی ہیں۔

پاکستان اور اسلام کے درمیان کوئی چیز بھی ایک دوسرے کی ضد نہیں۔ ہم پاکستان اور اسلام کی خاطر اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ ہم تمام محاذوں پر لڑیں گے لیکن اس سازش کے پیچھے کون ہے؟ اس سازش میں عوام کا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ دوسری طرف' جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں' یہ سازش عوام کے خلاف کی گئی ہے۔ یہ وہی ہاتھ ہے جو ماضی کی طرح حال میں بھی تمام سازشوں میں سرگرم عمل رہا ہے۔ اور یہی ہاتھ آئندہ بھی سازشیں کرتا رہے گا۔

اب میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ یہ طاقت کون سی ہے۔ میں اعلانیہ کہتا ہوں کہ یہ سرمایہ داروں کی سازش ہے۔ یہ رجعت پسندوں اور سامراجیوں کی سازش ہے۔ انتخابی نتائج دیکھتے ہی انہیں یہ علم ہو گیا کہ انہیں مردود قرار دے دیا گیا ہے اور وہ شکست کھا گئے ہیں۔ انہیں خطرہ تھا کہ ان کے کارخانے اب قومی ملکیت بنا دیے جائیں گے۔ وہ اپنی زمینوں سے محروم ہو جائیں گے اور غریبوں کو اپنے تمام حقوق حاصل ہو جائیں گے۔ انہوں نے یہ سب کچھ ہر قیمت پر روکنے کی کوشش کی۔ اس لیے انہوں نے ایک اور بحران پیدا کرنے کی جدوجہد کی۔

میں نے انتخابات کے زمانے میں آپ سے بعض وعدے کیے تھے۔ یہ ایک مسلمان اور ایک سچے پاکستانی کے وعدے تھے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ جب آپ کی حکومت برسراقتدار آئے تو یہ اقتصادی تبدیلیاں لائے گی۔ وہ بڑی صنعتوں کو قومی ملکیت بنا دے گی۔ وہ زرعی اراضی غریبوں میں تقسیم کر دے گی۔ کیونکہ اسی وجہ سے ہر طرف سازشیں کی جا رہی ہیں اور اسی وجہ سے قیام پاکستان سے 24 برس بعد بھی حیدر آباد میں اردو اور سندھی کے درمیان محاذ آرائی قائم کی گئی۔ آپ کو علم ہے کہ کیا کچھ ہوا؟ ثانوی تعلیمی بورڈ نے ایک قرارداد منظور کی۔ اس کے دس ارکان میں پانچ مہاجر اور پانچ سندھی شامل تھے۔ پھر اسے سندھی اور اردو کے درمیان زبان کے نزاعی مسئلہ میں تبدیل کرایا گیا۔ اس طرح مخصوص مفادات نے عوام کی توجہ اقتصادی نظام میں تبدیلی کی ضرورت سے ہٹانے کی کوشش کی۔ غریب سندھی عوام بھوکوں مر رہے ہیں۔ اقتصادی لحاظ سے ان کا استحصال کیا گیا ہے۔ اسی طرح غریب مہاجروں کو بھی اذیت پہنچائی اور انہیں ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا۔ غرض مند حلقے ان غریب عوام کی توجہ حالات کے بدلتے ہوئے دھارے سے ہٹانا چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر ان غریب عوام کی

توجہ تبدیلی کی ضرورت پر مرکوز ہوگئی تو انقلاب آجائے گا۔

ان حلقوں کو اندیشہ ہے کہ اس صورت میں ان کے مفادات پر ناموافق زد پڑے گی۔ اس لیے انہوں نے پہلے "اسلام خطرے میں ہے" کا نعرہ لگایا۔ لیکن آپ نے اپنے فیصلے سے اس نعرے کو غلط ثابت کر دکھایا۔ اس پر میں آپ کو سلام عقیدت پیش کرتا ہوں۔ اپنی سازشوں میں ناکام رہنے کے بعد ان حلقوں نے پاکستان پیپلز پارٹی کے لیے ہر قسم کی مشکلات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے اب ایک نیا حربہ استعمال کیا۔ انہوں نے "اردو خطرے میں، سندھی خطرے میں" کا نعرہ لگایا۔ آپ جانتے ہیں کہ ان دونوں زبانوں کو گزشتہ 23 برسوں میں کبھی خطرہ پیش نہیں آیا۔ سندھی کو گزشتہ پانچ ہزار برسوں میں کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوا۔ انہیں یہ "خطرہ" پیپلزپارٹی کی فتح ہی پر دکھائی دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب پیپلز پارٹی اور آپ کو کمزور کرنے کے حربے تھے۔ جب یہ سازش بھی ناکام ہوگئی تو مخصوص مفادات نے پنجاب اور سندھ میں نہری پانی کا سوال اٹھایا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ پیپلز پارٹی کو دونوں صوبوں میں اکثریت حاصل ہے اس لیے اسے ایک صوبے کی قیمت پر دوسرے صوبے کو خوش کرنے میں سخت مشکل پیش آئے گی۔ کیا دریائے سندھ پہلے نہیں بہتا تھا؟ اگر پہلے اس دریا کا پانی تقسیم ہو سکتا تھا تو اب اس کی منصفانہ تقسیم کیوں ممکن نہیں؟ ہم اس دریا کے پانی کی منصفانہ تقسیم کریں گے۔

یہ سب عوام کے خلاف سازشیں تھیں۔ آپ سے یہ کہا گیا کہ آپ نے بھٹو کو ووٹ دیے تھے اس لیے آپ بھٹو ہی سے اپنے مسائل حل کرائیں۔ انہوں نے قیمتیں بڑھا دیں اور آپ سے بھٹو کی امداد حاصل کرنے کے لیے کہا۔

پریس ٹرسٹ ان کے قبضہ میں رہے۔ سارے رجعت پسند پریس سے ان کا تعلق ہے۔ وہ ظلم اور ناانصافی کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے نہیں، پاکستان کے عوام سے ناانصافی کی ہے۔

اب یہ سب لوگ جنہیں انتخابات میں شکست ہوئی، اور جن کی ضمانتیں بھی ضبط ہوگئیں، اپنے آپ کو لیڈر ظاہر کر رہے ہیں۔ وہ مشرقی پاکستان جاتے ہیں اور نئے مژدوں سے اپنی جیبیں بھر کر مشرقی پاکستان سے واپس آتے ہیں۔

میرے دوستو، بھائیو اور بہنو! مجھے حیرت ہے کہ یہ کس قسم کی جمہوریت ہے۔ وہ جمہوریت کے لیے چلاتے رہے لیکن کیا انہیں جمہوریت کی ابجد کا بھی علم ہے؟ جمہوریت عوام کی خواہشات کا نام ہے۔ آپ کو عوام کے فیصلوں پر عمل کرنا پڑتا ہے اور عوام نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ عوام کے فیصلے کے نتیجے میں پاکستان پیپلزپارٹی مغربی پاکستان میں ایک اکثریتی جماعت کے طور پر ابھری ہے۔ یہ بہت بڑی اکثریت ہے۔

ہمیں مرکز میں کم از کم نوے نشستیں حاصل ہیں۔ سندھ اور پنجاب میں ہمیں بھاری اکثریت حاصل ہے۔ اس طرح عوام نے ہمارے حق میں فیصلہ کیا۔ جس جمہوریت کے لیے ہم گزشتہ گیارہ برسوں سے جدوجہد کر رہے تھے، اس نے ملک میں پہلی بار اپنا صحیح مقام حاصل کر لیا ہے۔ عوام کا فیصلہ ہمارے حق میں برآمد ہوا۔ آپ نے پیپلز پارٹی پر اظہار اعتماد کیا۔ انتخابات میں شکست کھانے والے یہ لوگ بہت بڑے لیڈر ہونے کا دعویٰ اب کس طرح کر سکتے ہیں؟ وہ نہ تو سیاست کو اور نہ ہی عوام کو سمجھ سکتے ہیں۔ وہ پاکستان کی صورت حال کو نہیں سمجھ سکتے۔

وہ جمہوریت میں بھی یقین نہیں رکھتے۔ پھر یہ کیوں کود پڑے ہیں؟ انہیں ایسا کرنے کی اجازت کس نے دی؟ آپ ایک واضح اور جمہوری فیصلہ دے چکے ہیں۔ یہ کوئی سو سال کا پرانا فیصلہ نہیں ہے۔ یہ فیصلہ ابھی حال ہی میں دیا گیا ہے۔ آپ نے یہ فیصلہ صرف چند مہینے پہلے 17 دسمبر اور 17 جنوری کو دیا ہے۔

ان سارے حقائق کے باوجود یہ "لیڈر" پیغامات لانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ یہ تجویز پیش کرتے رہے کہ یہ کیا جائے اور وہ کیا جائے۔ آپ کی آواز رائے دہندگان کی آواز ہے۔ آپ کے نمائندوں کی آواز آپ کی آواز ہے۔

مجھے یہ بتانے کی اجازت دیں کہ ہمارے متعلق کس طرح انتشار پیدا کیا جا رہا ہے۔ رجعت پسند اخبارات یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ اس بحران کے ذمہ دار ہم ہیں۔ میں آج یہ ثابت کروں گا کہ اس بحران میں ہم ہرگز ملوث نہیں اور ہم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ ہم پاکستان کی سالمیت اور استحکام کے لیے مسلسل کام کرتے رہے۔ ہم پاکستان کے عوام کی حاکمیت بحال کرانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ میں خدا کو حاضر و ناظر سمجھ کر یہ کہتا ہوں کہ میں نے جو کچھ کہا ہے درست ہے۔

میرے عزیز بھائیو اور دوستو! یہ شکست خوردہ سیاست دان اب کیا کر رہے ہیں؟ ان میں سی ایک صاحب یہ کہتے رہے ہیں کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے آئینی مسائل پر انتخابات نہیں لڑے اور پیپلز پارٹی اپنے اقتصادی پروگرام اور خارجہ پالیسی کی بنیاد پر انتخابات لڑی ہے۔ چنانچہ اس پارٹی کو آئینی مسائل پر عوام کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں۔ میں اس سلسلہ میں صرف یہی کہوں گا کہ ایسی بات صرف وہی شخص کہہ سکتا ہے جو ذہنی طور پر دیوالیہ ہوچکا ہو۔

آپ نے ہمیں اپنے نمائندوں کی حیثیت سے، یعنی داخلی اور بیرونی مسائل پر اپنی نمائندگی کے لیے منتخب کیا ہے۔ آپ نے ہمیں کسی خاص موضوع پر اپنی نمائندگی کرنے سے نہیں روکا لیکن ہمارے مخالفین یہ دلائل پیش کرتے ہیں کہ ہم نے اپنی انتخابی مہم کے دوران آئین کے

مسئلہ پر کوئی بات نہیں کی تھی۔ غالباً انہیں یہ علم نہیں کہ ہم نے آئین پر ایک کتاب بھی لکھی تھی۔ یہ کتاب ہماری پارٹی کے سیکرٹری جنرل نے انتخابات سے بہت پہلے لکھ دی تھی۔ اس لیے یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ہم نے آئین کے مسئلہ پر کوئی موقف اختیار نہیں کیا تھا۔ لیکن ہم ماحول میں بلاوجہ کشیدگی پیدا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ ہم نے چھ نکات کی مخالفت نہیں کی تھی۔ اس سلسلہ میں ہمارا طرز عمل ان لوگوں سے واقعی مختلف تھا۔ جنھوں نے پہلے تو ان نکات کی مخالفت کی لیکن اب وہ ان کی حمایت کر رہے ہیں۔

ہم نے آئین کے مسئلہ پر عوام کے سامنے اپنا یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ ہم ایک وفاقی آئین کے حامی ہیں۔ ہم اس آئین کا اپنی تقریروں میں مطالبہ کرتے رہے۔ آپ کو میری ایسی کئی تقریریں یاد ہوں گی جن میں یہ کہا گیا تھا کہ ہم ایک عوامی آئین تیار کریں گے۔ ہم نے غریبوں کا آئین تیار کرنے کا یقین دلایا تھا۔ ہماری مخالفت کرنے والی ایک پارٹی نے وفاقی آئین کے خلاف ایک کتابچہ شائع کیا تھا۔ میں ہمیشہ مزدوروں اور غریبوں کا ایسا آئین تیار کرنے کی حمایت کرتا رہا جس میں بنیادی حقوق کا تحفظ ہو۔ یہ بنیادی حقوق صرف امیروں اور سرمایہ داروں کی خاطر ہی نہیں ہوں گے۔ ان حقوق کا دائرہ عمل اتنا وسیع ہوگا کہ غریب' مزدور' محنت کش طبقہ اور کسان بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔ میں نے ایسے ہی آئین کا وعدہ کیا تھا۔

آپ کو انتخابی مہم کے ایک سال میں سرمایہ داروں کا اختیار کردہ رویہ بھی یاد ہوگا۔ وہ ہمارے خلاف متحد ہوگئے۔ انہوں نے پورے شد و مد سے ہماری مخالفت کی۔ انہوں نے ہماری مخالفت کیوں کی؟ بڑے بڑے پیروں نے ہماری مخالفت کیوں کی؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں استحصال کا مخالف تھا۔ اسی لیے بائیس خاندانوں' نوکر شاہی' رجعت پسند پارٹیوں' ان سب لوگوں نے پیپلز پارٹی کی مخالفت کی۔ وہ مجھ پر ساز باز کرنے کا الزام لگاتے رہے۔ کیا میں ان سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ ساز باز کس کے ساتھ کی گئی؟ کیا حکومت سے سازباز کی گئی؟ اور اگر یہ حقیقت ہے تو ہم نے کس حکومت سے گٹھ جوڑ کیا؟ مجھے بتائیں کہ بھٹو نے کس حکومت کے ساتھ ساز باز کی؟

آپ جانتے ہیں کہ یہ حکومت جب سے قائم ہوئی ہے' یہ پاکستان پیپلز پارٹی کو تباہ کرنے کی کوشش کرتی رہی ہے۔

میرے عزیز بھائیو اور بہنو! کیا آپ کی یادداشت اتنی ہی کمزور ہے کہ آپ اسی نشتر پارک میں میری ایک تقریر کو اب یاد نہیں کر سکتے؟ اس وقت میں نے شیر علی خاں سے مخاطب ہو کر کہا تھا "شیر علی! بہتر یہی ہے کہ تم اپنی سازشیں ختم کر دو" شیر علی اسی حکومت میں وزیر تھا اور پھر آپ کو میری اس تقریر کا بھی علم ہے جو میں نے لیاری میں کی تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ میں نے اس وقت حکومت کے خلاف کیا کہا تھا؟

میرے برادران عزیز! کیا آپ سب کچھ اتنی جلدی بھول گئے؟ اسی حکومت نے میری کتاب "آزادی موہوم" خلاف قانون قرار دے دی تھی۔ میرے دوستو! کیا آپ یہ بھی بھول گئے کہ اس حکومت نے 13 اگست 1969ء کو میری پارٹی کے بیس ارکان گرفتار کر لیے تھے؟ کیا آپ کو یہ یاد نہیں رہا کہ اس سے اگلے روز اس حکومت نے حیدر آباد میں میرے پیارے طالب علموں کو گرفتار کر لیا تھا۔ حکومت نے مجھے ایک وکیل کی حیثیت سے کراچی میں ان کے مقدمات کی پیروی کرنے کی اجازت بھی نہیں دی تھی۔ میرے عزیز دوستو! کیا آپ یہ بھی بھول گئے کہ اسی حکومت نے انتخابات سے دس روز پہلے میر علی احمد تالپور کو گرفتار کر لیا تھا۔ کیا آپ بھول گئے کہ اس حکومت نے مولانا کوثر نیازی کو گرفتار کیا تھا؟ کیا آپ یہ بھی بھول گئے کہ میرے 22 الیکشن ایجنٹ ٹنڈوباگر میں گرفتار کر لیے گئے تھے۔ ڈیرہ اسماعیل خاں میں بیلٹ بکسوں میں گڑبڑ کی گئی تاکہ بھٹو کم از کم ایک حلقہ سے ضرور ناکام ہو جائے۔

اس لیے مجھے بتائیں کہ میں کس سے سازباز کر سکتا ہوں اور بھٹو سے کون سازباز کر رہا ہے؟ بعض مشرقی پاکستانی اور وہ لوگ جو یہاں انتخابات ہار گئے یہ کہتے رہے ہیں کہ ایک بہت بڑی سازش کی جا رہی ہے لیکن کیسی سازش اور کس کے ساتھ؟ کیا یہ سازش سرمایہ داروں کے ساتھ کی جا رہی ہے؟ اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ ناممکن ہے۔ وہ ہماری علانیہ مخالفت کرتے رہے۔ وہ ہمارے سر اڑانے کی باتیں کرتے رہے۔ اس لیے کیا ہم کبھی ان لوگوں سے مل کر سازش کر سکتے ہیں جو ہماری پارٹی کو تباہ کرنے کی کوشش کرتے رہے؟ پھر کیا ہم سرکاری ملازمین سے مل کر سازش کرتے رہے؟ وہ بھی ہمارے خلاف ہیں۔ جب میں ایوب حکومت سے الگ ہوا تو انہوں نے مجھے اذیت پہنچانے کی کوشش کی۔ ہم سرمایہ داروں' سرکاری ملازموں اور رجعت پسندوں کے ساتھ کوئی ساز باز کر ہی نہیں سکتے۔ بھٹو کی ساری جدوجہد رجعت پسندوں کے خلاف رہی ہے۔ ہم حکومت سے ساز باز نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آپ جانتے ہی ہیں کہ انتخابات کے زمانے میں ہمارے بارے میں حکومت کا رویہ کیا تھا۔ اگر حکومت ہمارے ساتھ ہوتی تو ہم پر سانگھڑ میں گولیاں نہ چلائی جاتیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ جب بھٹو پر صادق آباد میں حملہ ہوا' اس وقت حکومت کہاں تھی؟ جب ایک اعلیٰ پولیس افسر نے سرمایہ داروں سے چھتیس لاکھ روپے جمع کیے اور ان میں سے بیس لاکھ روپے پیپلز پارٹی کے خلاف استعمال کیے گئے۔ اس وقت یہ حکومت کیا کر رہی تھی؟ کیا یہ حکومت ہمارے ساتھ کوئی گٹھ جوڑ کر سکتی تھی؟

میں مشرقی پاکستان میں اپنے بھائیوں سے یہ کہوں گا کہ وہ کم از کم

حقائق کو تو پیش نظر رکھیں۔ وہ ہمیں یہ تو بتائیں کہ ہم نے آخر کس سے گٹھ جوڑ کیا؟ ہم عوام کی نمائندگی کرتے ہیں۔ وہی ہماری طاقت کا سرچشمہ ہیں۔ ہم عوام کے خلاف کبھی نہیں جا سکتے۔

کہا جاتا ہے کہ صدر یحییٰ سے بھٹو کی ملاقاتیں پانچ پانچ گھنٹے جاری رہتی ہیں۔ اب میں آپ کو ان "خفیہ ملاقاتوں" کے متعلق بھی کچھ بتاتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ پیپلز پارٹی مغربی پاکستان میں اکثریتی جماعت ہے۔ یہ مغربی پاکستان کی آواز ہے۔ ہم مغربی پاکستان کی نمائندگی کرتے ہیں کیونکہ آپ نے ہمیں اپنے نمائندے منتخب کیا ہے۔ اس لیے صدر ہمیں مغربی پاکستان کے نمائندوں کی حیثیت سے ملنے پر مجبور ہے۔ اسے کامیاب ہونے والی پارٹی سے تو ملنا پڑے گا۔ البتہ وہ انتخابات ہارنے والے لیڈروں سے نہیں مل سکتا۔ پھر کیا صدر یحییٰ خاں مشرقی پاکستان میں اکثریتی پارٹی کے لیڈر سے نہیں ملتا رہا؟ یحییٰ خاں نے 3 نومبر کو شیخ مجیب الرحمٰن سے طویل ملاقات کی تھی۔ یہ خفیہ ملاقات تھی یا نہیں تھی؟ اس لیے اگر میں اپنی پارٹی کے رفقاء کے ہمراہ صدر سے موجودہ بحران پر گفتگو کے لیے ملاقات کروں، اور سب جانتے ہیں کہ ہم بڑے خطرناک بحران سے گزر رہے ہیں، تو ہم آخر کون سے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں؟

اب اگر شیخ مجیب الرحمٰن مغربی پاکستان آنے سے انکار کرتے ہیں تو ہم آخر کیا کر سکتے ہیں؟ انہوں نے کئی بار کہا کہ وہ یہاں آئیں گے۔ انہوں نے ڈھاکہ میں مجھ سے یہ کہا تھا کہ وہ مجھ سے ملنے کے لیے لاڑکانہ بھی آئیں گے۔ انہوں نے صدر یحییٰ سے بھی کہا کہ وہ آئیں گے۔ لیکن وہ یہاں نہیں آئے۔ صدر مغربی پاکستان میں رہتا ہے۔ ہم بھی مغربی پاکستان میں رہتے ہیں اور ہم عوامی مفاد کے پیش نظر بحران پر تبادلہ خیال کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں بھلا سازش کی بات کیا ہے؟

اب صورت حال یہ ہے کہ شیخ مجیب یہاں نہیں آئے۔ صدر وہاں آئے روز جا نہیں سکتے۔ لیکن مشرقی پاکستان کے گورنر کو روزانہ تین دفعہ شیخ مجیب سے ملنا پڑتا ہے۔ کیا ہم یہ کہیں کہ وہاں کوئی سازش ہو رہی ہے؟ گورنر شیخ مجیب کے مکان پر گیا اور تین دن تو گورنر کا اے۔ ڈی۔ سی یا ملٹری سیکرٹری بھی اس کے ساتھ نہیں گیا۔

اس ملاقات کو بھی خفیہ بتایا جا سکتا ہے لیکن صدر سے اس کی دعوت پر قومی بحران کے سلسلہ میں بات کرنا کون سا جرم ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ صدر سے ملکی معاملات پر گفتگو کرنا ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ اگر شیخ یہاں ہوتے تو وہ ہمارے مقابلہ میں کہیں زیادہ مرتبہ صدر سے ملاقاتیں کرتے لیکن وہ یہاں آنے سے انکار کرتے رہے۔ وہ نہیں آئے لیکن اگر گورنر شیخ سے ملاقاتیں کر رہا ہے تو ہمارے مخالفین انہیں خفیہ ملاقاتوں کا نام دینے کو تیار نہیں۔

جہاں تک صدر سے میری پانچ گھنٹے کی ملاقات کا تعلق ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ ہماری بات چیت دس بجے صبح شروع ہو کر ساڑھے بارہ بجے ختم ہوگئی۔ اس کے بعد صدر نے کہا کہ دوپہر کے کھانے کا وقت ہوگیا ہے۔ صدر نے مجھ سے پوچھا کہ میں دوپہر کا کھانا کہاں کھا رہا ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ اپنے ہوٹل کے سوا اور کہاں کھا سکتا ہوں۔ اس کے بعد صدر نے مجھے دعوت دی کہ میں ان کے ساتھ کھانا کھا لوں۔ تاہم صدر نے ایک سفیر سے ملاقات کے لیے ہم سے نصف گھنٹہ کی اجازت چاہی۔ صدر ڈیڑھ بجے واپس آ گئے اور میں بھی کھانے کے بعد واپس آ گیا۔ ہماری پانچ گھنٹے کی ملاقات کی تفصیل یہ ہے۔ آئندہ میں اپنے ساتھ سینڈوچ بھی لے جایا کروں گا تاکہ میں صدر سے یہ کہہ سکوں کہ میں ان کے ساتھ کھانا نہیں کھا سکوں گا۔

شیخ نے کہا ہے کہ اسمبلی کے اجلاس کے لیے پیپلز پارٹی کے مشورہ سے 3 مارچ کی تاریخ مقرر کی گئی تھی۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سلسلے میں ہمارا مشورہ حاصل نہیں کیا گیا۔ میں جب پشاور میں تھا تو پی۔ پی۔ آئی کے ایک نامہ نگار نے ہمیں بتایا کہ اسمبلی کے اجلاس کے لیے 3 مارچ کی تاریخ مقرر ہوئی ہے۔ اس نامہ نگار نے مجھے نہیں، شیر پاؤ کو یہ بات بتائی تھی۔ یہ کہنا غلط ہے کہ تاریخ کے بارے میں ہمارے ساتھ کوئی مشورہ کیا گیا۔ میں کلمہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم سے اس بارے میں کوئی رائے نہیں لی گئی کہ آیا اسمبلی کا اجلاس 3 مارچ کو طلب کر لیا جائے گا؟

بعد میں لیگل فریم ورک آرڈر بدل دیا گیا۔ اور یہ طے کیا گیا کہ کوئی رکن چیف الیکشن کمشنر کے نام خط لکھ کر اسمبلی میں اپنی نشست سے مستعفی ہو سکتا ہے۔ یہ ترمیم کس کے خلاف تھی؟ یہ ہمارے خلاف تھی کیونکہ ہماری پارٹی نے ہی اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہونے سے انکار کیا تھا۔ موجودہ قواعد کے تحت کسی رکن کو اپنا استعفیٰ سپیکر کے پاس بھیجنا پڑتا ہے لیکن ابھی کوئی سپیکر موجود نہیں۔ اس لیے یہ ترمیم خصوصی طور پر ہمارے خلاف ہے۔ لیکن شیخ مجیب نے اپنی ریس کورس گراؤنڈ کی تقریر میں یہ کہا ہے کہ پیپلز پارٹی کو فائدہ پہنچانے کے لیے لیگل فریم ورک آرڈر میں ترمیم کی گئی ہے۔ وہ یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں؟ اس لیے کوئی شخص یہ دعویٰ کس طرح کر سکتا ہے کہ پیپلز پارٹی نے سازش کر کے لیگل فریم ورک آرڈر میں ترمیم کرا لی؟

میں آپ کو یہ باتیں اس لیے بتا رہا ہوں کہ میں آپ سے براہ راست رابطہ رکھنا چاہتا ہوں۔ میں عوام سے ہمیشہ روابط قائم رکھوں گا۔ میں آپ کو جتنی باتیں بتا سکتا ہوں، بتاؤں گا۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میری پارٹی عوام کی پارٹی ہے۔ ہم کسی ڈرائنگ روم یا دیوان خانے میں بیٹھ کر شیخ مجیب یا صدر یحییٰ یا کسی اور شخص سے سمجھوتے

کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ہم صرف آپ کے ساتھ گفتگو کریں گے یا کوئی مفاہمت کریں گے۔ میں آپ کو یہ باتیں اس لیے بتا رہا ہوں کہ آپ ہی ہماری طاقت کا سرچشمہ ہیں۔ اس لیے آپ براہ کرم میری بات سنیں۔ ہمیں آپ کی نمائندگی کرنی ہے اور آپ دیکھیں گے کہ ہم انشاء اللہ کتنی کامیابی سے یہ نمائندگی کرتے ہیں۔ اس لیے آپ میری بات توجہ سے سنیں۔ مجھے آج آپ سے بہت کچھ کہنا ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ ہمارے پاس آخر کون سا اخبار ہے' جہاں ہم اپنے بیانات چھپوا سکیں۔ اپنے نظریات کی وضاحت کے لیے ہمارے پاس کون سا ذریعہ ہے۔ چونکہ دوسرے لوگ جھوٹ بولتے رہتے ہیں' اس لیے یہ ایک موقع ہے کہ آپ مجھ سے سچی بات سن سکیں۔

ہمارے مخالفین بدستور یہ کہے جا رہے ہیں کہ بحران پیدا کرنے کی ذمہ داری پیپلز پارٹی پر عائد ہوتی ہے۔ یہ لوگ کون ہیں؟ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے انتخابات میں ہماری مخالفت کی تھی۔ یہ سرمایہ دار' رجعت پسند پارٹیاں اور سرکاری ملازم ہیں۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو انتخابات ہار گئے۔ وہ ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گے۔ وہ ہمیں کبھی معاف نہیں کر سکتے کیونکہ آپ نے انہیں شکست دی ہے۔

آج بھی انہوں نے بڑے بڑے پمفلٹ تقسیم کیے ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ وسیع پیمانہ پر تشدد ہونے والا ہے۔ ایسی سازشیں وہی سیاسی پارٹیاں کر رہی ہیں جو انتخابات میں ناکام رہیں۔

میرے عزیز بھائیو اور بہنو! سیاست میں اختلافات کا کچھ تو مطلب ضرور ہونا چاہیے۔ کسی سیاسی اخلاق اور ضابطے کی تو پابندی کرنی چاہیے۔ میں نے مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب سے اپنی بات چیت کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اگر کوئی شخص خفیہ سیاسی مذاکرات کی تفصیل بتانے لگے تو یہ اعتماد کو توڑنے کی بات ہوتی ہے۔ عوام کو ایسی بات چیت کی اطلاع دینا ایک بات ہے اور اس پر تبصرہ کرنا بالکل مختلف حیثیت رکھتا ہے۔

میرے عزیز دوستو! میں نے کچھ وقت مانگا تھا۔ آپ اب یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ اس کی وجہ کیا تھی؟ آپ کو یاد ہوگا میں نے یہ کہا تھا کہ مغربی پاکستان میں رائے عامہ چھ نکات کے خلاف ہے۔ کئی پارٹیوں نے ان نکات کے خلاف پراپیگنڈہ کی تحریکیں شروع کر رکھی ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے شیخ مجیب سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ ہمیں کچھ وقت دیں۔ میں نے شیخ صاحب کو بتایا تھا کہ اگر انہیں وہاں اکثریت حاصل ہے تو مجھے یہاں اکثریت حاصل ہے۔ میں نے انہیں صاف الفاظ میں یہ بتایا تھا کہ میں رائے عامہ سے مشورہ کیے بغیر کچھ نہیں کروں گا اور میں عوام کی رائے کو پیش نظر رکھوں گا۔ میں نے ان سے کہا تھا آپ پندرہ فروری کو اسمبلی کا اجلاس بلانے پر اصرار کرتے رہے۔ میں مغربی پاکستان کے عوام کے سامنے اس کا جواز کس طرح پیش کروں اور کیا وضاحت کروں۔ میں نے انہیں کہا تھا کہ مجھے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں اپنے ارکان سے بات چیت کے لیے مغربی پاکستان جانا پڑے گا۔ میں دوسری سیاسی جماعتوں سے بھی بات چیت کروں گا اور اس کے بعد مجھے عوام کے پاس جانا پڑے گا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے پشاور' لاہور' کوئٹہ اور کراچی میں پبلک جلسوں سے خطاب کرنا ہوگا۔ مغربی پاکستان چار صوبوں پر مشتمل ہے اور میرے لیے یہ ضروری ہے کہ میں عوام اور اپنے دوستوں کو چھ نکات کے متعلق سارے حقائق سے آگاہ کروں۔ مجھے انہیں بتانا پڑے گا کہ چھ نکات کا مطلب کیا ہے۔ اور اس کے مضمرات کیا ہیں؟ مجھے چھ نکات کے حسن و قبح کی وضاحت کرنا ہوگی۔ اگر شیخ مجیب اس رائے پر مصر ہوں کہ چھ نکات پر رائے دی جا چکی ہے اور بنگلہ دیش کے عوام کی رائے ان نکات کے حق میں ہے تو میں اپنے بھائی شیخ مجیب سے گزارش کروں گا کہ وہ کم از کم یہ سمجھنے کی کوشش تو کریں کہ دوسرے لوگ آخر کیا چاہتے ہیں؟ میں ان سے مغربی پاکستان آنے کی درخواست کروں گا۔ اگر وہ ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ بنگلہ دیش کیا چاہتا ہے تو میں انہیں یہ بتاؤں گا کہ پاکستان دیش اور مغربی پاکستان کیا چاہتا ہے۔ میں نے ان سے یہ درخواست کی کہ وہ اس پہلو پر بھی غور فرمائیں۔ میں نے ان سے التجا کی کہ وہ کچھ وقت اور سانس لینے کی کچھ مہلت تو دیں تاکہ میں عوام کے پاس جانے کی ذمہ داری پوری کر سکوں۔ کیونکہ یہ شکست خوردہ سیاست دانوں کی ذمہ داری نہیں ہے۔ یہ ذوالفقار علی بھٹو کی ذمہ داری ہے۔

مغربی پاکستان میں لوگ مجھ پر یہ الزام بھی عائد کر سکتے تھے کہ میں نے ان کی موت کے وارنٹ پر دستخط کر دیے۔ وہ مجھے اس امر کا ذمہ دار قرار دے سکتے تھے کہ میں نے ان کی رائے معلوم کیے بغیر ہی چھ نکات کی حمایت کر دی۔ چھ نکات کے تحت سندھ' پنجاب' اور صوبہ سرحد کو وفاقی ٹیکسوں میں 80 فیصد سے زائد حصہ ادا کرنا پڑے گا چنانچہ ان علاقوں کے عوام اس پر ضرور اعتراض کرتے۔ وہ ایسی دلیل پیش کرتے کہ مشرقی پاکستان اکثریتی صوبہ ہے۔ لہٰذا وہ 80 فیصد سے زائد وفاقی ٹیکس ادا نہیں کر سکتے۔ عوامی لیگ یہ الزام لگاتی ہے کہ مشرقی پاکستان کے اکتیس بلین روپے مغربی پاکستان کے ذمے واجب الادا ہیں۔ لیکن میں یہ پوزیشن قبول نہیں کر سکتا۔ کہ مغربی پاکستان یہ رقم واپس کرنا منظور کر لے۔ پھر زرمبادلہ کی صورت میں مجموعی طور پر چالیس بلین کا قرضہ ہے۔ عوامی لیگ کا دعویٰ یہ ہے کہ اس میں سے مغربی پاکستان کو 38 بلین روپے ادا کرنے پڑیں گے۔ اگر میں ان کے ساتھ سمجھوتہ کر لیتا تو آپ یہ کہتے کہ آپ پر قرضوں کا بوجھ ڈالنے کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ آپ میری دیانت کو چیلنج کرتے۔ آپ مجھے اقتصادی تبدیلیاں لانے کے وعدے یاد دلاتے۔

آپ کو مجھ سے کشمیر کے متعلق سوال کرنا تھا۔ پھر آپ یہ کہتے کہ "بھٹو نے ہندوستان سے سمجھوتہ کر لیا ہے"۔ میرے مخالفین بحران کے بارے میں میرے نام نہاد آئینی حل کا مذاق اڑاتے۔

مجھ پر پہلے ہی یہ الزام لگایا جا چکا ہے کہ میں نے علاقائی وفاق کی تجویز مسترد کر دی تھی۔ سندھ میں سرمایہ دار مجھے پنجاب کا ایجنٹ ظاہر کرتے رہے ہیں اور پنجاب میں مجھے علاقائی وفاق کا مخالف بتایا جاتا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرقی پاکستان میں طالب علموں کے گیارہ نکات میں ون یونٹ کو توڑنے اور ایک علاقائی وفاق قائم کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا کیا سندھ کے عوام ایک علاقائی وفاق قبول کر لیں گے؟

ان تمام معاملات پر غور کے لیے میں صرف دو ہفتوں کی مہلت چاہتا تھا تاکہ بعض نکات پر میں وضاحت حاصل کر سکوں۔ چونکہ اسمبلی کو سادہ اکثریت سے فیصلے کرنے ہیں اور مشرقی پاکستان والے اکثریت میں ہیں اس لیے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

براہ کرم یاد رکھیں کہ یہ بحران پیدا ہونا ہی تھا۔ یہ ناگزیر تھا۔ بعض حقائق اس بحران کے لیے وجہ جواز پیش کرتے تھے۔ ایک طرف مشرقی پاکستان عملاً آزادی و خود مختاری چاہتا تھا اور دوسری طرف مغربی پاکستان بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا استحصال ہو لیکن بحران پیدا ہونا ہی تھا۔ سوال صرف یہ باقی رہ گیا تھا کہ بحران کب پیدا ہوگا؟ کیا اسمبلی سے پہلے ہی بحران پیدا ہو جائے گا یا اسے اسمبلی کے اندر یا باہر ظاہر ہونا تھا؟

اگر بحران اسمبلی میں پیدا ہوتا تو اسمبلی خود بھی ٹوٹ جاتی اور انتخابات کالعدم ہو کر رہ جاتے۔ اس طرح سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا۔ اگر یہ بحران انتخابات کے بعد آتا تو اس کی آئینی ذمہ داری آپ پر ہوتی۔ اس لیے مناسب یہی تھا کہ یہ بحران اسمبلی کے اجلاس اور آئین کی تیاری سے پہلے ہی پیدا ہو جاتا اور یہی مناسب تھا کہ جو کچھ پس پردہ ہو رہا ہے' وہ سامنے آ جائے۔

اس لیے میرے بھائیو اور بہنو! میں عوام کے پاس جانے کے لیے صرف دس پندرہ روز کی مہلت چاہتا تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ میں ڈھاکہ سے فوراً لاہور آیا جہاں میں نے 2 مارچ کو ایک اجلاس بلایا۔ میں اسی قسم کے اجلاس کے لیے 4 مارچ کو کراچی اور 10 مارچ کو ملتان گیا۔ یہاں بھی میں نے اجلاس طلب کیے۔ پھر میں 12 مارچ کو پشاور گیا۔ وہاں سے بلا تاخیر اتمان زئی پہنچا اور واپس پشاور آ گیا۔ میں نے یہ سب کچھ کیوں کیا؟ اگر میں مفاہمت نہیں چاہتا تھا تو چھ نکات میں پنہاں خطرات کے باوجود ہم ان نکات کے اتنے قریب کبھی نہ جاتے۔ ہم چھ نکات کے قریب گئے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہم نے طالب علموں کے گیارہ میں سے دس مطالبات منظور کر لیے۔ ہم نے علاقائی وفاق کے بارے میں صرف ایک نکتہ مسترد کیا۔ میں نے ڈھاکہ میں یہ بھی کہا کہ ہم چھ میں سے دو نکات تسلیم کرتے ہیں۔ جب میں یہاں واپس آیا تو میں نے ایک پبلک جلسے میں یہ کہا کہ ہم چھ میں سے تین نکات قبول نہیں کر سکتے لیکن اس کے بعد میں نے یہ بھی کہا کہ باقی ماندہ تین نکات پر بھی کوئی سمجھوتہ ہو سکتا ہے۔

اگر آپ ان نکات پر غور کریں تو عملاً صرف ایک نکتہ بحث طلب رہ گیا تھا اور اس پر غور کے لیے میں صرف دو ہفتوں کی مہلت چاہتا تھا۔ میں ایک سال کی نہیں صرف دو ہفتوں کی مہلت چاہتا تھا۔ اور صرف اس کی خاطر اتنا بڑا بحران پیدا کر دیا گیا۔ تاریکی کی طاقتوں کے ساتھ ساز باز کی گئی۔ ایک بہت بڑا انقلاب لایا گیا۔ اگر ہم ایسا نہ کرتے تو آپ ہم پر یہ الزام لگاتے کہ ہم نے آپ کے مفادات کے خلاف کارروائی کی ہے۔ آپ یہ بھی کہتے کہ ہم صحیح طور پر آپ کی نمائندگی کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

چونکہ میں نے اپنے آپ کو اس ملک اور اس کے عوام کے لیے وقف کر رکھا ہے' اس لیے میں نے پوری دیانت داری کے ساتھ یہ واضح کیا کہ آئین ہی سب کچھ نہیں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ میں نے یہ بھی کہا کہ ہمیں ایسا آئین بنانا چاہیے جو پاکستان کی سالمیت اور استحکام کی ضمانت دے سکے۔

لیکن جب ہم نے یہ دیکھا کہ مشرقی پاکستان میں ہمارے بھائی ہمارے ساتھ گفتگو کرنے کے لیے تیار نہیں تو ہم نے اپنے آپ کو بے بس پایا۔ لیکن اپنی طرف سے ہم نے ہر ممکن کوشش کی۔ بہرحال ہماری سیاسی پارٹی کو اپنی مخلصانہ کوششیں صحیح سمت میں کرنی ہیں لیکن انہوں نے "کچھ دو اور کچھ لو" کے لیے کوئی گنجائش بھی نہ چھوڑی۔

آپ ہی مجھے بتائیں کہ آئینی مسائل پر پبلک جلسوں میں عوامی سطح پر گفتگو کس نے کی؟ میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ یہ شیخ مجیب الرحمٰن ہی تھے' جنہوں نے 3 جنوری کو پلٹن میدان میں آئینی مسائل اٹھائے۔ وہاں یہ حلف اٹھائے گئے کہ وہ چھ نکات پر پوری مضبوطی سے قائم رہیں گے۔ انہوں نے یہ حلف بھی اٹھایا کہ وہ زندہ دفن ہونا منظور کر لیں گے لیکن چھ نکات میں کسی تبدیلی کی حمایت ہرگز نہیں کریں گے۔ ایسے ماحول میں کوئی شخص اسمبلی میں بات کس طرح کر سکتا تھا؟ کہا جاتا ہے کہ ہمیں وہاں جا کر ایوان اسمبلی میں سارے سوال اٹھانے چاہئیں تھے۔ لیکن آپ بحث کس طرح کر سکتے ہیں جب اس کی کوئی گنجائش ہی نہ چھوڑی جائے۔ ہم بات کس سے کرتے؟ انہوں نے آئین پہلے ہی تیار کر لیا تھا اور یہ اعلان کیا تھا کہ آئین اکثریت نے بنایا ہے اس لیے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔ ایسی صورت میں ہم اسمبلی میں پہنچ کر آخر کیا کرتے؟

اس لیے اگر کوئی بحث مطلوب تھی تو یہ اسمبلی سے باہر ہی ہونی

چاہیے تھی اور میں اسی لیے کچھ وقت چاہتا تھا۔

مشرقی پاکستان نے خود ہی پبلک جلسوں میں آئینی مسائل اٹھائے۔ وہ کہتے ہیں کہ انہیں اکثریت حاصل ہے۔ چنانچہ وہ اسمبلی میں بھی اکثریت استعمال کرتے۔ لیکن وہ صرف چھ نکات ہی کا راگ الاپتے رہے۔ اس صورت میں ہم کسی مسئلہ پر گفتگو بھلا کس طرح کر سکتے تھے؟

ہم کچھ وقت اس لیے چاہتے تھے کہ معاملات کو ٹھیک کیا جا سکے۔ ہم بعض یقین دہانیاں چاہتے تھے۔ ہم یہ اطمینان حاصل کرنے کے خواہاں تھے کہ کوئی سمجھوتہ ممکن ہے یا نہیں۔ اور اگر کسی قسم کا سمجھوتہ ممکن ہے تو آئین کس قسم کا ہوگا؟ ہمیں پھر یہ کہا گیا کہ ہم کوئی شرائط پیش نہ کریں کیونکہ ہر چیز اسمبلی ہی میں طے ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ اسمبلی سے باہر انہیں کوئی شرائط قبول نہیں ہوں گی۔ اگر وہ اسمبلی سے باہر شرائط پیش کیے جانے کے خلاف تھے تو خود انہوں نے اسمبلی سے باہر چار شرائط کیوں پیش کی تھیں؟ وہ ان شرائط کو اسمبلی میں کیوں نہیں پیش کر سکتے تھے؟

ہم پر شرائط عائد کرنے کا الزام لگایا گیا حالانکہ ہم نے کوئی شرط پیش نہیں کی تھی۔ یہ ایک ایسا سادا سا اصول ہے۔ اگر آپ اسمبلی سے باہر شرائط پیش کیے جانے کے خلاف ہیں تو آپ خود ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ آپ اپنی شرائط اسمبلی میں کیوں پیش نہیں کر سکتے؟ آپ جانتے ہیں کہ جب ہم نے پہلے اسمبلی میں جانے سے انکار کر دیا تھا تو ہم اب اسمبلی میں جانے کے لیے کیوں آمادہ ہیں؟ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ گفتگو کرنے پر آمادہ ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر انہوں نے 3 مارچ سے چند روز پہلے اپنی پریس کانفرنس کر لی ہوتی تو حالات مختلف ہوتے۔

میں نے 28 فروری کو اسمبلی کا اجلاس ملتوی کرنے کا مطالبہ کیا۔ میں نے اس مطالبہ کے قابل قبول نہ ہونے کی صورت میں ایک سو بیس روز کی معیاد ختم کر دینے کی تجویز پیش کی۔ چنانچہ میں نے اپنا مطالبہ اسمبلی کے اجلاس کے التوا تک محدود نہیں کیا تھا۔ میں نے یہ متبادل تجویز بھی پیش کی تھی کہ ایک سو بیس روز کی میعاد ختم کر دی جائے۔

میرے عزیز دوستو! ہم سمجھتے ہیں کہ استحصال صرف اسی صورت میں ختم ہو سکتا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کو ختم کر کے سوشلزم رائج کیا جائے۔ صرف اس طرح غریبوں کی امداد ہو سکتی اور مشرقی و مغربی پاکستان میں استحصال کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ استحصال ہمارے تمام صوبوں میں ختم ہونا چاہیے اور اس مسئلہ پر کوئی اختلاف رائے نہیں ہونا چاہیے--- مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں میں جماعتوں کی حیثیت اور طاقت اس مقصد کے حصول میں رکاوٹ نہیں بنی چاہیے۔ اس مسئلہ پر اکثریت یا اقلیت کا کوئی سوال پیدا نہیں کرنا چاہیے۔ اگر وہاں وہ اکثریت میں ہیں تو ہم یہاں اکثریت میں ہیں پاکستان دو حصوں پر مشتمل ہے۔ دونوں حصوں کو مادی طور پر خوشحال بنانا ضروری ہے۔ ہم انتقال اقتدار چاہتے ہیں۔ اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

میرے عزیز دوستو اور ساتھیو! دوسرے سیاست دانوں کی طرح میری کوئی طویل سیاسی زندگی نہیں ہے۔ مگر میں اپنی گزشتہ پندرہ سال کی سیاسی زندگی میں پاکستان کے وقار، سالمیت اور استحکام کے لیے لڑتا رہا ہوں۔ جب میں تیس برس کی عمر میں وزیر بنا تو اس کے بعد میں ایک بہت بڑی طاقت کے مقابلہ میں ڈٹ کر کھڑا ہوگیا۔ روس بھی ایک بڑی طاقت ہے۔ میں نے اس کے وزیراعظم سے تاشقند میں مقابلہ کیا۔ ہندوستان بھی کوئی معمولی ملک نہیں۔ کہا گیا تھا کہ ہم اس کے خلاف لڑ نہیں سکیں گے۔ لیکن میں نے ہندوستان، روس اور امریکہ سب کا مقابلہ کیا۔ ایسا کیوں ہوا؟ میں ایک متحدہ پاکستان اور سب سے بڑی اسلامی مملکت کے وقار، ایک سوشلسٹ جمہوریہ اور عوام کے پاکستان کی خاطر پہلے کی طرح اب بھی بڑی طاقت کے مقابلہ میں آنے کو تیار ہوں۔ اگر میں کل ڈھاکہ پہنچ کر مارا جاؤں تو میں اسے ایک بہت بڑا اعزاز تصور کروں گا۔ میں پاکستان کی خاطر اپنی جان بھی قربان کر سکتا ہوں۔

میں اپنے بنگالی بھائیوں کے لیے روتا رہا ہوں۔ میں ان کی امداد کے لیے سخت بے قرار ہوں۔ کیونکہ انہیں مارا جا رہا ہے۔ میں ان دنوں سو بھی نہیں سکتا۔ میں نے ہمیشہ بنگال کی خدمت کی ہے۔ بنگال اس ملک کا حصہ ہے۔ بنگالی ہمارے بھائی ہیں۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اپنی وزارت کے آٹھ برسوں میں کبھی بنگالیوں کے حقوق کی مخالفت کی۔ مجھے اب بھی وہ دن یاد ہے جب ایوب کی حکومت کو چھوڑ کر میں ڈھاکہ گیا تو میرے بنگالی بھائیوں نے ڈھاکہ سٹیڈیم میں کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا تھا۔ انہوں نے تالیاں بجائیں اور نعرے بھی لگائے تھے۔ میں نے اپنی زندگی بنگال کے لیے وقف کی اور میں سارے پاکستان کے لیے اپنی جان تک قربان کر دوں گا۔

میں نے حال ہی میں شیخ مجیب الرحمٰن کو ایک تار بھیجا ہے۔ میں کوئی اچھوت نہیں۔ میں آپ کا نمائندہ ہوں۔ میں نے یہ تار اسی حیثیت میں بھیجا۔ یہ کوئی میرا ذاتی تار نہیں تھا۔ میں کہوں گا کہ اس تار کے ساتھ سارے مغربی پاکستان کے دل کی دھڑکنیں بھی تھیں۔ مغربی پاکستان کی طرف سے یہ ایک معقول تجویز تھی۔ میں نے شیخ مجیب الرحمٰن کو بتایا ہے کہ میں صدق دل اور خلوص مقصد کے ساتھ ڈھاکہ آنے کو تیار ہوں۔ میں نے ان سے درخواست کی ہے کہ وہ ملک کو متحدہ رکھیں۔ میرا اور کوئی مقصد نہیں۔ میں اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔ ملک کی سالمیت کے لیے میں سیاست بھی چھوڑنے کو تیار ہوں۔ میں نے شیخ سے یہ درخواست کی کہ وہ مجھے ملیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ سمجھوتہ

ہو سکتا ہے اور میں جناب مجیب الرحمٰن آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ براہ کرم مفاہمت کے لیے آپ آمادہ ہو جائیں۔ مفاہمت ممکن ہے۔

جناب مجیب الرحمٰن میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ نے غلطی کی ہے۔ آیئے اسمبلی میں پہنچ کر آئین تیار کریں تاکہ مارشل لاء دفن ہو اور اقتدار عوام کو منتقل ہو سکے۔ آیئے حکومت بنائیں۔ جناب مجیب الرحمٰن میں آپ سے پھر یہ اپیل کرتا ہوں اور آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرے تار کو نظر انداز کر کے آپ نے سارے مغربی پاکستان کو نظر انداز کیا ہے۔ لیکن آپ سارے مغربی پاکستان کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ آپ میرے بھائی ہیں۔ مجھے اپنے بنگالی بھائیوں کا خیال ہے۔ میں نے مغربی پاکستان کے لوگوں کو متنبہ کیا تھا کہ وہ یہاں رہنے والے ایک بنگالی کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچنے دیں۔ میں نے اپنی پارٹی کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ ہر بنگالی کے بنگالی ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ ایک پاکستانی ہونے کی وجہ سے حفاظت کرے۔

ہمارے نزدیک وہ پاکستانی سب سے پہلے ہیں۔ اس لیے ہم ان سب کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے میں پورے خلوص کے ساتھ شیخ مجیب الرحمٰن سے پھر یہ کہوں گا "براہ کرم آپ غلط مشورہ پر عمل نہ کریں۔ کوئی غلط مشورہ ہرگز نہ سنیں۔ سمجھوتہ ہو سکتا ہے۔ آئین بن سکتا ہے۔ جن لوگوں کو عوام کی اکثریت کی حمایت حاصل ہے' انہیں اکٹھے بیٹھ کر اپنے باہمی اطمینان کے مطابق اور پاکستان کی خاطر کوئی سمجھوتہ کر لینا چاہیے۔ لیکن اگر آپ کو بنگلہ دیش ہی کی رٹ لگاتے رہنا ہے تو ہم بھی اپنی اکثریت کے پیش نظر "سندھو دیش" یا "پنجاب دیش" کی بات کر سکتے ہیں۔

لیکن اس صورت میں یہ پوچھا جائے گا کہ قائداعظم کا پاکستان کہاں گیا؟ یہ بھی پوچھا جائے گا کہ پاکستان جیسا ملک' جس کے لیے تیس لاکھ مسلمانوں نے اپنی جانیں قربان کیں' اپنے آپ کو کیوں ختم کرنا چاہتا ہے؟ جہاں تک ہمارا تعلق ہے' ہم دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کے لیے حکومت' ایک مضبوط حکومت اور ایک ترقی پسند حکومت چاہتے ہیں۔

اس لیے میرے عزیز دوست شیخ مجیب الرحمٰن اگر آپ ناراض ہیں تو آپ مجھ سے ناراض ہو لیں۔ مغربی پاکستان کے عوام سے ناراض نہ ہوں۔ حالانکہ آپ میرے تار کا جواب نہ دے کر ان کے جذبات کو پہلے ہی ٹھیس پہنچا چکے ہیں۔ اس کے باوجود میں آپ سے سب کچھ بھلا دینے کی اپیل کرتا ہوں۔ ہم بات چیت کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں۔ میں کل ہی ڈھاکہ جانے کے لیے تیار ہوں۔ سمجھوتہ ہو سکتا ہے۔ آیئے ہم محب الوطنوں کی طرح فوراً اکٹھے ہو جائیں۔ تاکہ جمہوریت کی بحالی' آئین کی تیاری اور ملک کو مرفہ الحال بنانے کا کوئی پروگرام طے کیا جا سکے۔

میں اپنے ملک کے غریب عوام کو کس طرح نظر انداز کر سکتا ہوں۔ غریبوں نے میری جو امداد کی' اسے میں کس طرح فراموش کر سکتا ہوں۔ مجھے انہی لوگوں کی خدمت کرنی ہے۔ مجھے پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس غریبوں کی خدمت کرنی ہے۔ مجھے رکشا والوں کی خدمت کا حق ادا کرنا ہے۔ مجھے ان لوگوں کی خدمت کرنی ہے جو بھوکوں مر رہے ہیں۔ مجھے حکومتیں بنانی ہیں۔ یہ میرا نہیں عوام کا فیصلہ ہے۔ وہ ہمیں برسر اقتدار لانا چاہتے ہیں۔

عوام کیوں چاہتے ہیں کہ ہم برسر اقتدار آئیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ ان کے مسائل حل ہوں اور صرف پیپلز پارٹی ان کی بہتر خدمت کرتے ہوئے ان کے مسائل حل کر سکتی ہے۔

گزشتہ 23 برسوں میں عوام کو ظلم کا نشانہ بنایا گیا۔ صرف یہی پارٹی حقیقی معنوں میں ان کی خدمت کرے گی اور پاکستان کو مضبوط تر بنائے گی۔ (پاکستان زندہ باد)

ووٹروں نے استحصال پسندوں کو مسترد کر دیا

15 مارچ 1971ء کو کراچی میں پریس کانفرنس

نشتر پارک میں کل میری تقریر کا اصل مدعا اور مقصد پاکستان کو متحد رکھنے کی اپیل اور مطالبہ تھا۔ میں نے اس تقریر میں ان کوششوں کی تفصیل جو میں نے متحدہ پاکستان کو برقرار رکھنے کی غرض سے شیخ مجیب الرحمٰن کے ساتھ مفاہمت کے لیے کی ہیں۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی پوزیشن میں استقامت رہی ہے۔ دو معیشتوں اور عملاً دو ملکوں پر مبنی آئین کا مطالبہ ہم نے نہیں کیا۔ ہم نے یہ کہا ہے کہ پاکستان کا آئین تیار کرتے وقت مغربی پاکستان کی بات سنی جانی چاہیے۔ اور اس کے جائز حقوق کا تحفظ آئین کا خاصہ ہونا چاہیے۔ مشرقی پاکستان نے بجا شکایت کی کہ ماضی میں اس پر مغربی پاکستان اپنی مرضی مسلط کرتا رہا۔ اس غلطی کا ازالہ ضرور ہونا چاہیے مگر یہ اس طرح ممکن نہیں کہ اب مشرقی پاکستان اپنی مرضی مغربی پاکستان پر مسلط کرنا شروع کر دے۔ پاکستان جغرافیائی اعتبار سے دو حصوں میں منقسم ہے۔ ان حالات میں وہی آئین برقرار رہ سکتا ہے جو ملک کے دونوں حصوں میں منصفانہ رفاقت پیدا کرنے میں مدد دے۔

پاکستان پیپلز پارٹی شروع سے ہی اقتدار عوام کو منتقل کرانے کی جدوجہد کرتی آئی ہے۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ دونوں حصوں میں اقتدار عوام کے نمائندوں کو منتقل کر دیا جائے۔ ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ مرکز میں اقتدار ملک کے دونوں حصوں کی اکثریتی پارٹیوں کو اور صوبوں میں صوبوں کی اکثریتی پارٹیوں کو منتقل کر دیا جائے۔ صرف یہی انتظام پاکستان

کے اعتماد کی ضمانت دے سکتا ہے۔ ہم ایک متحدہ پاکستان چاہتے ہیں اور اسی لیے ہماری یہ خواہش ہے کہ مرکز میں دونوں منطقوں کی اکثریتی پارٹیوں کی متحدہ طاقت موجود ہو۔ جو لوگ اس قسم کے انتقال اختیار کے مخالف ہیں وہ پاکستان کے اتحاد کے خلاف ہیں۔

میں نے کل اپنی تقریر میں بتایا تھا کہ مغربی پاکستان کے عوام کے لیے قابل قبول سمجھوتے اور ملک کے دونوں حصوں میں مفاہمت کے لیے کون سے اقدامات ضروری ہیں۔ کوئی شخص اس مسئلہ میں مزید کوئی کارروائی یا پیش قدمی نہیں کر سکتا۔ میری پارٹی نے مشرقی پاکستان کے سرمایہ دارانہ استحصال پر مغربی پاکستان کی عوامی توجہ مبذول کرانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ میں عوامی لیگ کے لیڈروں سے اس درخواست کا صرف اعادہ ہی کر سکتا ہوں کہ انہیں مغربی پاکستان کے عوام پر بہتان نہیں لگانا چاہیے۔ مٹھی بھر استحصال پسندوں کے گناہوں کے لیے مغربی پاکستان کے عوام کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ جن مخصوص مفادات نے ماضی میں مشرقی پاکستان کا استحصال کیا' وہی اب دونوں حصوں کے عوام میں نفاق ڈالنے کی گھناؤنی کوشش کر رہے ہیں۔ انہیں مغربی پاکستان کے عوام نے انتخابات میں مسترد کر دیا ہے۔ ان کے نظریات محض ان کے اپنے اخبارات ہی میں چھپتے ہیں۔ مگر عوام ان پر کوئی توجہ نہیں دیتے۔ مشرقی پاکستان کے عوام کو ماضی کی آوازوں پر کان نہیں دھرنا چاہیے۔ اس لیے آیئے ہم استحصال ختم کرنے اور متحدہ پاکستان کے لیے نیا نظام قائم کرنے کی غرض سے متحد ہو جائیں۔

دستاویز 14

آپریشن سرچ لائٹ

منصوبہ بندی کی اساس

(1) عوامی لیگ کی سرگرمیوں اور ردعمل کو بغاوت سمجھا جائے اور ان کے مددگار عناصر کو نیز ان لوگوں کو جو مارشل لاء کی خلاف ورزی کریں' "مخالف عناصر" تصور کیا جائے گا۔

(2) فوج میں مشرقی پاکستان کے عناصر کے اندر عوامی لیگ کی وسیع حمایت پائی جاتی ہے۔ لہٰذا کارروائی انتہائی ہوشیاری کے ساتھ اچانک اور خفیہ طریقے سے کی جائے اور دہشت انگیزی کے عناصر کو ملحوظ رکھا جائے۔

کامیابی کی بنیادی شرائط

(3) تمام صوبے میں بیک وقت کارروائی کی جائے۔

(4) سیاسی قائدین اور اسٹوڈنٹ لیڈروں نیز اساتذہ اور ثقافتی تنظیموں کے انتہاء پسند عناصر کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں گرفتار کیا جائے۔ ابتدائی مرحلے میں چوٹی کے سیاسی قائدین اور اسٹوڈنٹ لیڈروں کو لازماً پکڑ لیا جائے۔

(5) ڈھاکہ میں فوجی کارروائی کی مکمل کامیابی ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے ڈھاکہ یونیورسٹی کو اپنے قابو میں لے کر اس کی پوری پوری تلاشی لینا ہوگی۔

(6) چھاؤنیوں کی حفاظت کا پورا پورا بندوبست کیا جائے۔ جو لوگ چھاؤنیوں پر حملہ کرنے کی جرات کریں۔ ان پر گولیوں کی شدید بارش کی جائے۔

(7) تمام اندرونی اور بین الاقوامی ذرائع مواصلات کاٹ دیے جائیں۔ بیرونی قونصل خانوں کے ٹیلیفون' ریڈیو' ٹیلی ویژن' ٹیلی پرنٹر سروسیں اور ٹرانسمیٹر وغیرہ کے رابطے منقطع کر دیے جائیں۔

(8) بارود کے ذخیروں اور اسلحہ گھروں پر مغربی پاکستان کے فوجیوں کا پہرہ لگا کر مشرقی پاکستان کی نفری کو غیر موثر بنا دیا جائے۔ "پاکستان ایئر فورس" اور "ایسٹ پاکستان رائفلز" کے بارے میں بھی یہی طرز عمل اختیار کیا جائے۔

ناگہانیت اور فریب

(9) بالائی سطح پر

صدر سے درخواست کی جائے کہ وہ مذاکرات کو جاری رکھیں اور بے شک مجیب کو دھوکا دینے کے لیے ہی یہ تاثر دیں کہ مسٹر بھٹو مانیں یا نہ مانیں' وہ 25 مارچ کو عوامی لیگ کے مطالبات کی منظوری کا اعلان کر دیں گے۔

(10) تدبیرائی سطح

(الف) اخفا کی اہمیت کے پیش نظر ابتدائی مرحلے میں اس منصوبے کے ضمن میں مندرجہ ذیل اقدامات کرنے کے لیے فوج کی وہی نفری استعمال کی جائے' جو پہلے سے شہر میں موجود ہے۔

(i) مجیب کے گھر میں داخل ہو کر گھر میں موجود سب افراد کو گرفتار کیا جائے۔ یاد رہے مکان پر کڑا پہرہ رہتا ہے اور سخت دفاعی انتظامات کیے گئے ہیں۔

(ii) یونیورسٹی کے اہم ہوسٹلوں کا محاصرہ--- مثلاً اقبال ہال (ڈھاکہ یونیورسٹی) اور لیاقت ہال (انجینئرنگ یونیورسٹی)

(iii) ٹیلی فون ایکسچینج بند۔

(iv) جن گھروں میں اسلحہ وغیرہ کے ذخیروں کی اطلاعات ملی ہیں'

ان کے بیرونی رابطے منقطع۔

(ب) چھاؤنی میں فوج کی نقل و حرکت ٹیلیفون رابطے ختم ہونے کے بعد شروع کی جائے گی، پہلے نہیں۔

(پ) رات کے دس بجے کے بعد کسی شخص کو چھاؤنی کے باہر نہ جانے دیا جائے۔

(ث) کسی نہ کسی بہانے شہر کے مندرجہ ذیل مقامات کے نواح میں فوج کی نفری میں اضافہ کیا جائے۔ ایوان صدر، گورنر ہاؤس، ایم۔ این۔ اے ہوسٹل، ریڈیو اسٹیشن، ٹیلیویژن اسٹیشن اور ٹیلیفون ایکسچینج۔

(ج) مجیب کے گھر پر کارروائی کرنے کے سلسلے میں سویلین گاڑیاں استعمال کی جائیں۔

(11) ترتیب اقدامات

(الف) آغاز کار: ایک بجے شب۔

(ب) فوجی نقل و حرکت کے اوقات:

(i) کمانڈو کی ایک پلاٹون--- مجیب کے گھر--- ایک بجے شب۔

(ii) ٹیلیفون کے "مرکز مواصلات" کا انقطاع--- رات بارہ بج کر 55 منٹ پر

(iii) یونیورسٹی کا محاصرہ کرنے والی نفری--- رات ایک بج کر 5 منٹ پر

(iv) پولیس تھانہ راجڑ باغ کے ہیڈ کوارٹر اور دوسرے تھانوں کی طرف روانگی--- رات کے تقریباً ایک بج کر 5 منٹ پر

(v) رات کے ایک بج کر 5 منٹ پر مندرجہ ذیل مقامات کا محاصرہ کر لیا جائے گا: مسماۃ انوارا بیگم کا گھر--- مکان نمبر 148، سڑک نمبر 29

(vi) کرفیو کا نفاذ--- رات کے ایک بج کر منٹ سے "سائرن" اور "لاؤڈ اسپیکر" کے ذریعے۔ ابتدائی معیاد تیس گھنٹے۔ ابتدائی مرحلے میں "راہ داری" کے لیے پروانے (پاس) جاری نہیں کیے جائیں گے۔ البتہ زچگی اور عارضہ قلب کے سنگین حملے کے واقعات پر مناسب غور کیا جائے گا۔ متعلقین کی درخواست پر مریضوں کی نقل و حرکت کا انتظام فوج کرے گی۔ یہ اعلان بھی کر دیا جائے گا کہ تا حکم ثانی کوئی اخبار شائع نہیں ہوگا۔

(vii) جن فوجی دستوں کو مخصوص مشن تفویض کیے گئے ہیں، وہ ایک بج کر 5 منٹ پر اپنے اپنے سیکٹر کی طرف نکل پڑیں گے۔ (نفری کو چوکس کرنے کا لائحہ عمل بنا لیا جائے) ہوسٹلوں پر قبضہ کر کے ان کی تلاشی لی جائے۔

(viii) یونیورسٹی کے علاقہ کی طرف روانگی---- صبح کے پانچ بجے۔

(ix) زمین اور آبی رکاوٹیں رات کے دو بجے قائم کی جائیں گی۔

(پ) دن کے وقت اقدامات

(1) دھان منڈی کے علاقہ کے مشتبہ مکانات کی خانہ بہ خانہ تلاشی۔ پرانے شہر کے اندر ہندوؤں کے گھروں کی بھی تلاشی (ضروری معلومات انٹیلی جنس کا شعبہ جمع کرے گا)

(2) تمام چھاپے خانے بند کر دیے جائیں گے۔ یونیورسٹی، کالجوں، ٹیلیفون اور ٹیلی گراف کے محکموں، فزیکل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ اور ٹیکنیکل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ--- ان تمام مقامات کی سائیکلوسٹائل مشینیں ضبط کر لی جائیں گی۔

(3) کرفیو کی بندش سخت کر دی جائے گی۔

(4) دوسرے لیڈروں کو بھی گرفتار کر لیا جائے گا۔

(12) فرائض اور وسائل

تفصیلات بریگیڈیئر کمانڈر طے کرے گا (جن کا ذکر آگے آئے گا) لیکن مندرجہ ذیل اقدامات کیے جائیں گے:

(الف) (مشرقی) بنگالی یونٹوں (جن میں سگنل اور دوسرے انتظامی یونٹ بھی شامل ہوں گے) کے اسلحہ خانوں پر قبضہ کر لیا جائے گا۔ اسلحہ صرف مغربی پاکستان کی نفری کو دیا جائے گا۔

وضاحت

ہم مشرقی پاکستان کے سپاہیوں کو کوئی ایسا فرض نہیں سونپنا چاہتے تھے جس پر عمل کرنا ان کو ناگوار گزرتا۔

(ب) پولیس کے تھانوں سے اسلحہ لے لیا جائے گا۔

(پ) ایسٹ پاکستان رائفلز کے ڈائریکٹر جنرل اسلحہ خانوں کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے۔

(ت) "انصار" کی رائفلیں جمع کر لی جائیں گی۔

(13) مطلوبہ معلومات

(الف) مندرجہ ذیل افراد کا اتہ پتہ:

شیخ مجیب، نذر الاسلام، تاج الدین، عثمانی، سراج الاسلام، منان، عطاء الرحمٰن، پروفیسر مظفر، علی احد، بیگم موتیا چودھری، بیرسٹر مودود، فیض الحق، طفیل، این۔ اے صدیقی، رؤف، مکھن (اور دوسرے طالب علم لیڈر)

(ب) تمام تھانوں اور "رائفلز" کا محل وقوع

(پ) شہر کے ایسے تمام مقامات کا محل وقوع جہاں اسلحہ ذخیرہ کیا

گیا ہو یا جن کو عسکری لحاظ سے مستحکم کیا گیا ہو۔

(ج) تربیتی کیمپوں اور تربیتی علاقوں کا محل وقوع

(چ) ان ثقافتی مراکز کا محل وقوع جن کو فوجی تربیت کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔

(ح) ان سابق فوجی افسروں کے نام جو باغیانہ سرگرمیوں کی اعانت کر رہے ہوں۔

(14) قیادت اور نظامت

(الف) علاقہ ڈھاکہ کمانڈر میجر جنرل فرمان

سٹاف ایسٹرن کمانڈر کا سٹاف یا مارشل لاء ہیڈ کوارٹر کا سٹاف

جمعیت ڈھاکہ میں موجود نفری

(ب) بقیہ صوبہ

کمانڈر میجر جنرل خادم حسین راجہ

سٹاف ہیڈ کوارٹر 14 ڈویژن

جمعیت ڈھاکہ کے سوا باقی نفری

(15) چھاؤنی کا تحفظ

پہلا مرحلہ--- تمام اسلحہ (پاکستان ایئر فورس سمیت) جمع کر لیا جائے۔

(16) مواصلات

(الف) حفاظت (ب) ترتیب و تنظیم

تقسیم وسائل و تقسیم کار

میجر جنرل فرمان مارشل لاء ہیڈ کوارٹر زون "بی" کے کمانڈ کنٹرول میں ہوں گے۔

"ٹروپس"

57 بریگیڈ- (ڈھاکہ میں متعین نفری) 18 پنجاب- جنرل سٹاف آفیسر گریڈ 1 (انٹیلی جنس لیفٹیننٹ کرنل تاج کو کمانڈنگ آفیسر بنایا جائے) 22 بلوچ- 13 فرنٹیئر فورس- 31 فیلڈ رجمنٹ (توپ خانہ) 13 لائٹ ایک ایک رجمنٹ (توپ خانے کا طیارہ مار عنصر) نمبر 3 کمانڈوز کی ایک کمپنی (کومیلا سے)

فرائض

(1) ایسٹ پاکستان رائفلز کے ہیڈ کوارٹر' ایسٹ بنگال رجمنٹ کی دوسری اور دسویں بٹالین (2500) اور راجڑ باغ میں پولیس ریزرو (1000) سے ہتھیار لے کر ان کو غیر موثر بنانا۔

(2) ٹیلیفون ایکسچینج اور ٹرانسمیٹر' ریڈیو' ٹیلی ویژن' سٹیٹ بینک کا تحفظ

(3) عوامی لیگ کے لیڈروں کی گرفتاری--- مفصل فہرست اور پتے۔

(4) یونیورسٹی کے ہاسٹل--- اقبال ہال' جگن ناتھ ہال' لیاقت ہال (انجینئرنگ یونیورسٹی)

(5) شہر کی ناکہ بندی- سڑک' ریل اور دریا--- دریاؤں میں گشت۔

(6) آرڈیننس فیکٹری غازی پور اور ایمونیشن ڈپو راجندرہ پور کی حفاظت۔

صوبائی دارالحکومت (ڈھاکہ) کے علاوہ باقی سارا علاقہ میجر جنرل کے۔ ایچ راجہ اور ہیڈ کوارٹر نمبر 14 ڈویژن کے تحت ہو گا۔

جیسور

نفری

ہیڈ کوارٹر 107 بریگیڈ یعنی 25 بلوچ- 24 فیلڈ رجمنٹ کے اجزاء اور 55 فیلڈ رجمنٹ- 27 بلوچ

فرائض

(1) قصبے کی حفاظت

(2) ٹیلیفون ایکسچینج اور ریڈیو اسٹیشن کی حفاظت۔

(3) "ایسٹ پاکستان رائفلز" کے "ونگ ہیڈ کوارٹر" "ریزرو کمپنیوں" اور "ریزرو پولیس" کو غیر مسلح کرنا۔

(4) عوامی لیگ کے طالب علم لیڈروں اور اشتراکی لیڈروں کی گرفتاری۔

کھلنا

نفری

22 فرنٹیئر فورس

فرائض

(1) قصبے کی حفاظت

(2) ٹیلیفون ایکسچینج اور ریڈیو اسٹیشن کی حفاظت۔

(3) "ایسٹ پاکستان رائفلز" کے "ونگ ہیڈ کوارٹر" "ریزرو

کمپنیوں" اور "ریزرو پولیس" کو غیر مسلح کرنا۔

(4) عوامی لیگ کے طالب علم لیڈروں اور اشتراکی لیڈروں کی گرفتاری۔

رنگ پور- سید پور

نفری

ہیڈ کوارٹر 22 بریگیڈ- 29 کیولری (رسالہ)_ 26 فرنٹیئر فورس- 23 فیلڈ رجمنٹ (توپ خانہ)

فرائض

(1) رنگ پور اور سید پور کی حفاظت

(2) سید پور میں 3 ایسٹ بنگال کو غیر مسلح کرنا۔

(3) اگر ممکن ہو تو دیناج پوز میں سکیٹر ہیڈ کوارٹر اور ریزرو کمپنی کو غیر مسلح کرنا۔ بصورت دیگر سرحدی چوکیوں کو مستحکم بنا کر "ریزرو کمپنی" کو غیر موثر کرنا۔

(4) رنگ پور کا ریڈیو اسٹیشن اور ٹیلیفون ایکسچینج کی حفاظت۔

(5) رنگ پور میں عوامی لیگ کے رہنماؤں اور طالب علم لیڈروں کی گرفتاری۔

(6) بوگرہ ایمونیشن کے ذخیرے کی حفاظت۔

راج شاہی

نفری

25 پنجاب۔

فرائض

(1) کمانڈنگ آفیسر شفقت بلوچ کو روانہ کر دو۔

(2) راج شاہی میں ٹیلیفون ایکسچینج اور ریڈیو اسٹیشن کی حفاظت۔

(3) "ریزرو پولیس اور "ایسٹ پاکستان" رائفلز کے سکیٹر ہیڈ کوارٹر کو غیر مسلح کرنا۔

(4) راج شاہی یونیورسٹی اور بالخصوص میڈیکل کالج کا خیال رکھنا۔

(5) عوامی لیگ کے رہنماؤں اور طالب علم لیڈروں کی گرفتاری۔

کومیلا

نفری

53 فیلڈ رجمنٹ (توپ خانہ) ڈیڑھ مارٹر بیٹری (توپ خانہ) کومیلا میں موجود نفری--- تیسری کمانڈو بٹالین (ایک کمپنی کم)

فرائض

(1) ایسٹ پاکستان رائفلز کے "ونگ ہیڈ کوارٹرز" 4 ایسٹ بنگال اور ضلع کی ریزرو پولیس کو غیر مسلح کرنا۔

(2) شہر کی حفاظت اور رہنماؤں اور طالب علم لیڈروں کی گرفتاری۔

(3) ٹیلیفون کا مواصلاتی مرکز محفوظ رکھنا۔

سلہٹ

نفری

31 پنجاب (ایک کمپنی کم)

فرائض

(1) ریڈیو اسٹیشن اور ٹیلیفون ایکسچینج کی حفاظت۔

(2) دریائے سرما پر "کینو پل" کی نگرانی۔

(3) فضائی مستقر

(4) عوامی لیگ کے رہنماؤں اور طالب علم لیڈروں کی گرفتاری--- سکندر سے رابطہ پیدا کرنا۔

چٹاگانگ

نفری

20 بلوچ (ہراول دستے کے سوا) اور 31 پنجاب کی ایک کمپنی (سلہٹ سے) بریگیڈیئر اقبال شفیع- کومیلا سے بذریعہ سڑک ایک دستہ لے کر رات ایک بجے تک چٹاگانگ پہنچ جائیں۔

متحرک دستہ

بریگیڈیئر اقبال شفیع--- ٹیک ہیڈ کوارٹر اور مواصلاتی اجزاء کے ساتھ۔ نمبر 24 فرنٹیئر فورس- 120 ملی میٹر مارٹر کا ایک ٹروپ (چار توپیں) انجینئروں کی ایک فیلڈ کمپنی۔ ہراول کمپنی۔ فوجی کارروائی کے مقررہ وقت پر "فینی" میں۔

فرائض

(1) ایسٹ بنگال رجمنٹل سنٹر- نمبر 8 ایسٹ بنگال' ایسٹ پاکستان رائفلز سکیٹر ہیڈ کوارٹر اور "ریزرو پولیس" کو غیر مسلح کرنا۔

(2) پولیس کے مرکزی اسلحہ خانے پر قبضہ (بیس ہزار)

(3) ریڈیو اسٹیشن اور ٹیلیفون ایکسچینج کی حفاظت۔

(4) پاکستانیوں سے رابطہ (کموڈور ممتاز)

(5) شگری اور جنجوعہ (کمانڈنگ آفیسر 8 ایسٹ بنگال) سے رابطہ۔ اقبال شفیع کے پہنچنے تک وہ آپ سے احکام لیں گے۔

(6) لیکن اگر شگری اور جنجوعہ کو اپنی نفری پر اعتماد ہو تو بنگالی عناصر سے بے شک ہتھیار نہ لیں۔ اس صورت میں شہر اور چھاؤنی کی سڑک پر دفاعی پوزیشن میں ایک کمپنی رکھ کر رکاوٹ ڈالنا کافی ہوگا تاکہ اگر بعد میں "ایسٹ بنگال رجمنٹل سنٹر" اور 8 ایسٹ بنگال کی وفاداری میں خلل آئے تو ان کا سدباب کیا جا سکے۔

(7) بریگیڈیئر مجمدار کو اپنے ساتھ لیے جا رہا ہوں۔ ایسٹ بنگال رجمنٹل سنٹر کے چیف انسٹرکٹر چودھری کو کارروائی کی رات کو ہی گرفتار کر لیا جائے گا۔

(8) مذکورہ بالا کارروائی مکمل کرنے کے بعد عوامی لیگ کے رہنماؤں اور طالب لیڈروں کو گرفتار کر لیا جائے۔

دستاویز سقوط ڈھاکہ (اردو ترجمہ)

پاکستان ایسٹرن کمان نے مشرقی محاذ پر ہندوستان اور بنگلہ دیش کی فوجوں کے جنرل آفیسر کمانڈنگ انچیف لیفٹیننٹ جنرل جگجیت سنگھ اروڑہ کے سامنے ہتھیار ڈالنا منظور کر لیا ہے۔ اس سپراندازی کا اطلاق بنگلہ دیش میں موجود پاکستان کی تمام مسلح افواج پر ہوگا جن میں پاکستان کی بری، فضائی اور بحری افواج، نیم عسکری تنظیمات اور سول آرمڈ فورسز شامل ہیں۔ افواج کی جو نفری جس مقام پر موجود ہے، اسی مقام پر لیفٹیننٹ جنرل جگجیت سنگھ اروڑہ کی زیر کمان باقاعدہ انڈین آرمی کے قریب ترین دستوں کے سامنے ہتھیار ڈالے گی۔

اس دستاویز پر دستخط ثبت ہونے کے فوراً بعد پاکستان کی ایسٹرن کمان لیفٹیننٹ جنرل جگجیت سنگھ اروڑہ کے احکام کے تحت آ جائے گی۔ "دستاویز سقوط" کی دفعات کے معانی یا توجیحات میں کوئی شبہ پیدا ہونے کی صورت میں لیفٹیننٹ جنرل جگجیت سنگھ اروڑہ کا فیصلہ آخری ہوگا۔

لیفٹیننٹ جنرل جگجیت سنگھ اروڑہ یہ ضمانت دیتے ہیں کہ جو سپاہی ہتھیار ڈالیں گے، ان سے عزت و احترام کا وہی سلوک کیا جائے گا جس کے وہ جنیوا کنونشن کی دفعات کی رو سے مستحق ہیں۔ نیز پاکستان کی جو فوجی اور نیم فوجی نفری ہتھیار ڈالے گی، ان کی سلامتی اور بہبود کی ضمانت بھی دی جاتی ہے۔ لیفٹیننٹ جنرل جگجیت سنگھ اروڑہ کی ماتحت فوج، غیر ملکی باشندوں، نسلی اقلیتوں اور مغربی پاکستان کے باشندوں کی حفاظت کریں گی۔

(دستخط)	(دستخط)
امیر عبداللہ خاں نیازی	جگجیت سنگھ اروڑہ
لیفٹیننٹ جنرل	لیفٹیننٹ جنرل
مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر زون بی	جنرل آفیسر کمانڈنگ انچیف افواج
اور کمانڈر ایسٹر کمانڈ	ہندوستان و بنگلہ دیش مشرقی محاذ
(پاکستان) 16 دسمبر 1971	مشرقی محاذ میں 16 دسمبر 1971ء

دستاویز 15

میزانیہ پاکستان

(72-1971ء)

قوم کے سامنے 72-1971ء کے مالی سال کا بجٹ پیش کیا جا چکا ہے۔ انتہائی ناساعد اقتصادی و مالی حالات میں مرتب کیے جانے کے باوجود یہ بجٹ ایک عظیم تاریخی میزانئے کا مقام حاصل کر چکا ہے۔ اس میں پہلی بار غیر ملکی امداد و قرضوں سے دامن کشی اور زیادہ سے زیادہ ملکی و قومی وسائل کو منظم کرنے اور انہیں پیداواری قوتوں کا جزو اعظم بنانے کا رجحان پایا جاتا ہے اور یہ اقدام قوم کی خود اعتمادی، حریت فکر اور اقتصادی تنظیم کے لیے ایک فال نیک ہے۔ اب تک ہماری اقتصادی زندگی میں آزادی کی لہر پیدا نہیں ہو سکی تھی اور ہم اپنے معاشی منصوبوں اور ترقیاتی پروگراموں کو بروئے کار لانے کے لیے بیرونی قرضوں اور امداد کی آس لگانے کے عادی سے ہو گئے تھے۔ مقام شکر ہے کہ قوم کا ضمیر بیدار ہو گیا ہے اور اب وہ ایسی کسی بیرونی امداد کو قبول کرنے کو تیار نہیں جس میں سیاسی شرطیں عائد کی گئی ہوں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارے دماغ اب اپنے مسائل کو اپنے بازوؤں کی محنت اور ملکی وسائل سے حل کرنے پر پوری طرح آمادہ ہو گئے ہیں۔

صدر پاکستان کے اقتصادی مشیر جناب ایم۔ ایم۔ احمد نے 72-1971ء کا بجٹ پیش کرتے ہوئے فرمایا:

"پاکستان اس آزاد قوم کے ہر شہری کے لیے ایک مقدس امانت ہے۔ ہمیں اس کی بنیادوں کی از سر نو تعمیر کرنی چاہیے اور تیرہ کروڑ افراد کو دوبارہ ایک متحد اور مستحکم قوم بنانا چاہیے جو بیرونی جارحیت اور اندرونی تخریب کاری سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے ہمیشہ تیار رہے۔"

آگے چل کر جناب ایم۔ ایم۔ احمد نے فرمایا:

"قرضے کے انتظامات کے سلسلے میں اپنی مالی ذمہ داریوں کے متعلق جو ہمارے نقد زرمبادلہ کے وسائل پر اہم حق رکھتی ہیں، کچھ بوجھ کم کرنے کے لیے اقدام شروع کیا گیا ہے۔ ہم نے امداد دینے والے ملکوں سے جو خواہ کنسورشیم میں شامل ہوں یا نہ ہوں، یہ کہا کہ وہ قرضوں کے

انتظامات کے سلسلے میں مالی ذمے داریوں کے اس حصے کی تبدیلی کو ملتوی کر دیں جو دو طرفہ امدادی وعدوں کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ ہم مقررہ تاریخوں پر روپیہ کے خصوصی حسابات میں ادائیگی جاری رکھ رہے ہیں۔ ہم نے قرضے کے انتظامات کے سلسلے میں ان ادائیگیوں کی تبدیلی پر کوئی پابندی عائد نہیں کی ہے۔ جس کا تعلق تجارتی لین دین سے ہے"۔

"جون میں ہم ایک اور سخت اقدام کرنے پر مجبور ہوئے۔ 500 روپے اور 100 روپے کے بینک نوٹ 8 جون 1971ء سے منسوخ کر دیے گئے۔ یہ اقدام مشرقی پاکستان میں کرنسی کو بڑے پیمانے پر لوٹ لیے جانے کی وجہ سے ضروری تھا۔ اگر معیشت میں نئی کرنسی داخل ہو جاتی تو قیمتوں کی صورت حال خراب ہو جاتی اور افراط زر کا دباؤ بڑھ جاتا۔ پھر اس کرنسی کو پاکستان میں تخریب کاری اور اقتصادی سرگرمی میں انتشار پھیلانے کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا تھا۔ مجھے یہ کہتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ یہ کارروائی جس میں ملک بھر کے عوام نے بھرپور تعاون کیا' بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچی۔ اس کی وجہ سے تقریباً 90 کروڑ روپے کے نوٹ جمع کیے جانے کے نتیجے میں معیشت میں کرنسی کے زائد پھیلاؤ میں کمی ہوگئی۔ اس کے علاوہ اس سے ایسی بڑی رقوم بھی منظر عام پر آئیں جن پر ٹیکس ادا نہیں کیا گیا تھا۔ اس سے کرنسی کے غیر قانونی لین دین کی بھی حوصلہ شکنی ہوئی"۔

"ہمیں ایسی نئی طرز پر اقتصادی پالیسیاں مرتب کرنے کی ضرورت ہوگی جس سے معیشت کی صحت بحال ہو جائے۔ ساتھ ہی اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ معیشت کی تعمیر نو میں پوری قوم شریک ہو۔ اس نئی حکمت عملی کا بنیادی اصول ترقیاتی کاموں میں خود کفالت اور انتہائی کفایت شعاری ہونا چاہیے"۔

"ہمیں بحیثیت قوم ایک ایسی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے جہاں ہم بغیر امداد کے رہ سکیں۔ ہم نے پہلے ہی بعض نازک شعبوں میں بیرونی امداد پر انحصار کم کر دیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ قوم ملک کی سالمیت کے لیے اور اپنی ترقیاتی کوششوں کو برقرار رکھنے کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہوگی"۔

"خود کفالت کے ذریعے ترقی کی منزل تک پہنچنے کے لیے ضروری ہوگا کہ وسیع قومی پیمانے پر پیداوار میں اضافہ بچتوں میں اضافہ اور برآمدات میں اضافہ کی کوشش کریں۔ مستقبل قریب میں اہم ترین کام مشرقی پاکستان میں اقتصادی سرگرمی کو بحال کرنے کا ہے۔

(حوالہ "ماہ نو" اگست 1971ء)

دستاویز 16

مشرقی پاکستان میں کیا ہوا؟

مشرقی پاکستان کے بارے میں
حکومت پاکستان کا وائٹ پیپر

حرف آغاز

اس وہائٹ پیپر میں پہلی بار ان واقعات کی تفصیل بیان کی گئی ہے جن کے نتیجے میں مشرقی پاکستان کا موجودہ بحران رونما ہوا۔ یہ بحران اس وجہ سے پیدا ہوا کہ عوام کے منتخب نمائندے وفاقی آئین کی اہم بنیادی باتوں پر متفق نہ ہو سکے اور اس کا سبب عوامی لیگی قیادت کا رویہ تھا جسے عوام نے صوبائی خودمختاری کا مطالبہ کرنے کا اختیار دیا تھا۔ لیکن اس نے مطالبے کا دائرہ بڑھا کر اسے علیحدگی کی ایک تحریک میں تبدیل کر دینے کی کوشش کی۔

بین الاقوامی برادری نے ان واقعات پر توجہ دی اور تشویش کا اظہار کیا ہے بہرحال ابھی تک دنیا کو ان واقعات کے بارے میں ادھوری اور ناقص اطلاعات فراہم کی جاتی رہی ہیں۔ اس وہائٹ پیپر میں تفصیل کے ساتھ ان واقعات کا پس منظر بتایا گیا ہے جو بالاخر مسلح بغاوت کی شکل میں رونما ہوئے اور اس کا مقصد پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا تھا۔

مشرقی پاکستان کے بحران کی نوعیت کو سمجھنے کے لیے جن بنیادی حقائق کو نظر میں رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہیں:-

1- پاکستان میں انتخابات کا پروگرام 1970ء کے قانونی ڈھانچے کے حکم پر مبنی تھا جسے تمام سیاسی پارٹیوں نے قبول کیا تھا ان میں عوامی لیگ بھی شامل تھی۔ اس حکم میں یہ بات بالکل واضح کر دی گئی تھی کہ آئندہ کسی بھی آئینی نظام کے لیے پاکستان کی سالمیت اور اتحاد پہلی اور بنیادی شرط ہے۔

2 - وفاقی حکومت نے 25 مارچ 1971ء کو جو اقدام کیا اس کا مقصد امن و امان کو بحال کرنا تھا جو عوامی لیگ کی "عدم تشدد اور عدم تعاون" کی تحریک کے دوران بالکل تباہ ہوگیا تھا۔ اس تحریک کے دوران جو ہنگامے اور ظلم و تشدد کے واقعات ہوئے اس دستاویز میں ان کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

3 - اگر ہندوستان مداخلت نہ کرتا اور لوگوں کو تخریب پر نہ اکساتا تو صورت حال جلد ہی معمول پر آگئی ہوتی۔

پہلا باب

کشمکش کی طرف

1962ء کے آئین کے خلاف جو سیاسی ایجی ٹیشن ہوا اس کی وجہ سے قوم ایک سنگین بحران کا شکار ہوگئی اور آخر کار 26 مارچ 1969ء کو مارشل لاء نافذ کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ قوم کے نام اپنی پہلی ہی تقریر میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل اے ایم یحییٰ خان نے کہا۔

"میں آپ پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میری کوئی خواہش نہیں سوائے اس کے کہ ایسے حالات پیدا کئے جائیں جو ایک آئینی حکومت کے قیام کے لیے سازگار ہوں۔ یہ میرا پختہ ایمان ہے کہ ہوشمندانہ اور تعمیری سیاسی زندگی کے لیے اور بالغ رائے دہی کی بنیاد پر آزادی اور غیر جانبداری کے ساتھ منتخب کئے ہوئے عوام کے نمائندوں کو اقتدار کی پرامن منتقلی کے لیے ایک مستحکم، صاف ستھری اور دیانتدار انتظامیہ کا ہونا پہلی شرط ہے۔ عوام کے منتخب کئے ہوئے نمائندوں کا کام یہ ہوگا کہ وہ ملک کو ایک قابل عمل آئین دیں اور ان دوسرے سیاسی اقتصادی اور سماجی مسئلوں کا حل تلاش کریں جن کے بارے میں عوام فکر مند ہیں۔"

اس مقصد کے تحت سیاسی سرگرمیوں کی اجازت دی گئی اور صدر نے تمام سیاسی پارٹیوں اور سیاستدانوں کو یقین دلایا کہ میری حکومت آپ کے بارے میں قطعی اور مکمل طور پر غیر جانبداری کی پالیسی پر عمل کرتی رہے گی۔" بہرحال انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اگر کسی فرد' گروپ یا پارٹی نے اسلام اور پاکستان کے نظریے اور سالمیت کے خلاف پرچار کیا یا عوام کی صفوں میں پھوٹ ڈالنے اور ان کے اتحاد کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو وہ عوام اور ان کی مسلح افواج کے قہر و غضب کو دعوت دے گی۔

اس کے بعد کئی مہینے تک صدر نے ملک بھر میں سیاست دانوں اور رائے عامہ کے دوسرے لیڈروں سے تفصیلی صلاح و مشورے جاری رکھے۔ تاہم 28 نومبر 1929ء کو انہوں نے بڑے دکھ کے ساتھ یہ بات محسوس کی کہ آئین کے بارے میں کوئی اتفاق رائے نہیں پایا جاتا باوجود یہ کہ صدر نے سیاسی لیڈروں سے پرزور اپیل کی تھی کہ وہ حالات کے تقاضوں سے عہدہ برا ہوں اور قومی مدبرین کی حیثیت سے اس سنگین مسئلے کو سلجھائیں۔

انہوں نے دو بڑے سیاسی فیصلوں کا اعلان بھی کیا۔ اول تو یہ کہ مغربی پاکستان میں ایک یونٹ کی تنسیخ اور دوسرے آئندہ قومی اسمبلی کے انتخابات کی بنیاد کے طور پر ایک آدمی ایک ووٹ کے اصول کی منظوری۔

اس طرح مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان مساوات کا وہ اصول بدل گیا جس پر پہلے تمام سیاسی پارٹیاں (جن میں عوامی لیگ شامل تھی) رضامند ہو چکی تھیں اور 1956ء اور 1962ء کے آئین اس مساوات کے اصول پر بنے تھے۔ صدر کے فیصلے سے پہلی بار یہ انتظام کیا گیا کہ قومی اسمبلی میں مشرقی پاکستان کو مستقلاً" اکثریت حاصل رہے گی۔

سیاسی لیڈروں سے اپنی بات چیت کی بنیاد پر اور عوام کی اعلانیہ خواہشات کے پیش نظر صدر نے اعلان کیا کہ مندرجہ ذیل مسائل طے شدہ ہیں:۔

1- پارلیمانی نظام حکومت۔
2- بالغ رائے دہی کی بنیاد پر براہ راست انتخابات۔
3- شہریوں کے بنیادی حقوق اور عدالتوں کے ذریعہ ان کا تحفظ۔
4- عدلیہ کی آزادی اور آئین کے محافظ کی حیثیت سے اس کا کردار۔
5- آئین کی اسلامی نوعیت تاکہ اس نظریے کا تحفظ کیا جائے جس کی بنیاد پر پاکستان قائم ہوا تھا۔

انہوں نے یہ بھی بتایا کہ 31 مارچ 1970ء تک قانونی ڈھانچہ تیار ہو جائے گا۔ جون 1970ء تک انتخابی فہرستیں مرتب کر لی جائیں گی اور 15 اکتوبر 1970ء کو عام انتخابات کرائے جائیں گے۔ قومی اسمبلی کا فرض یہ ہوگا کہ وہ اپنے پہلے اجلاس کے بعد ایک سو بیس دن کے اندر آئین تیار کریں۔ صدر نے کہا تھا "اگر اسمبلی کے اراکین اس مقررہ معیاد سے پہلے ہی آئین تیار کر لیں تو مجھے خوشی ہوگی۔ لیکن اگر وہ مقررہ وقت تک یہ کام مکمل نہ کر سکے تو اسمبلی خودبخود ختم ہو جائے گی اور قوم کو ایک بار پھر انتخابات میں حصہ لینا ہوگا۔ میں دعا کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ چنانچہ میں آئندہ منتخب ہونے والے نمائندوں پر زور دوں گا کہ وہ پورے احساس ذمہ داری اور حب الوطنی کے جذبے کے ساتھ اس فرض کو انجام دیں۔"

ملک بھر میں عام انتخابات کے لیے مہم یکم جنوری 1970ء کو شروع ہوئی اور اس موقعہ پر صدر نے تمام پارٹیوں سے اپیل کی کہ وہ علاقائی مفادات کو نظرانداز کر دیں اور ذاتی اور مقامی نوعیت کی مصلحتوں کو خاطر میں نہ لائیں۔" اخبارات ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو میدان سیاست کی مختلف سیاسی پارٹیوں کے نظریات اور خیالات پیش کرنے کی مکمل آزادی حاصل رہی۔ تمام سرکاری ملازمین کو سختی سے ہدایت کی گئی کہ وہ قطعی طور پر غیر جانبداری سے کام لیں۔ 28 مارچ 1970ء کو قوم کے نام ایک تقریر میں صدر نے کہا۔ میں ایک بار پھر آپ کو یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ جہاں تک انتخابی مہم کا تعلق ہے اس کے بارے میں یہ حکومت ہمیشہ بالکل غیر جانبدار رہی ہے۔ اور آئندہ بھی وہ اس پالیسی پر قائم رہے گی۔ بہرحال حکومت یہ توقع رکھتی ہے کہ کوئی سیاسی پارٹی یا فرد پاکستان

کے نظریے اور اس کی سالمیت کے خلاف کام نہیں کرے گا۔"

اس تقریر میں صدر نے قانونی ڈھانچے کے حکم 1970ء کی اہم دفعات کا بھی اعلان کیا اس حکم میں وہ بنیاد فراہم کی گئی جس پر تمام سیاسی پارٹیوں نے انتخابات میں حصہ لیا۔ قانونی ڈھانچے کے حکم کے دیباچے میں قومی اسمبلی کا بنیادی کام یہ قرار دیا گیا کہ وہ اس حکم کے مطابق پاکستان کا دستور مرتب کرے گی۔ حکم کی دفعہ 4 (1) میں بتایا گیا:۔

"قومی اسمبلی کے ممبروں کے عام انتخابات ہو جانے کے بعد صدر پاکستان آئین تیار کرنے کی غرض سے مناسب جگہ' تاریخ اور وقت پر قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کریں گے۔"

یہ بات بھی طے کر دی گئی کہ قومی اسمبلی اپنے پہلے اجلاس کے بعد ایک سو بیس دن کے اندر ایک مسودے کی شکل میں آئین مرتب کرے گی جو آئینی بل کہلائے گا اور اگر اسمبلی اس میں ناکام ہوگئی تو وہ خودبخود ختم ہو جائے گی۔ قومی اسمبلی وفاق کی پہلی مجلس قانون ساز کی حیثیت سے کام شروع نہیں کرے گی اور جب تک آئینی بل قومی اسمبلی میں منظور ہونے کے بعد صدر کی منظوری حاصل نہ کرلے اس وقت تک صوبائی اسمبلیوں کا اجلاس نہیں بلایا جائے گا۔

کسی وفاقی آئین کی تیاری کے سلسلے میں تاریخی روایت یہ رہی ہے کہ یا تو وفاقی یونٹوں کے درمیان عام اتفاق رائے ہو جاتا ہے یا تمام وفاقی یونٹوں کی واضح اکثریت کی مرضی معلوم کرلی جاتی ہے اور صدر نے اسی اصول کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا تھا کہ "آئین ایک مقدس دستاویز ہے اور یہ دراصل مل جل کر ساتھ رہنے کا ایک عہد نامہ ہے اور عام قانون سے بہت مختلف چیز ہے۔ قانونی ڈھانچے کے حکم میں بعض ایسے بنیادی اصول طے کر دیئے گئے جنہیں آئین میں شامل کرنا ضروری تھا۔ ان میں یہ اصول شامل تھے۔

1- جمہوریت کے بنیادی اصولوں کی پابندی کی جائے گی اور اس مقصد کے لیے بالغ رائے دہی اور آبادی کی بنیاد پر وقتاً" فوقتاً" وفاقی اور صوبائی مجالس قانون ساز کے براہ راست اور آزادانہ انتخابات کرائے جائیں گے۔

2- شہریوں کو بنیادی حقوق حاصل ہوں گے اور ان حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔

3- حصول انصاف اور بنیادی حقوق کے نفاذ کے معاملے میں عدلیہ کی آزادی کا تحفظ کیا جائے گا۔

4- تمام اختیارات جن میں قانون سازی' انتظامی اور مالیاتی اختیارات شامل ہوں گے' وفاقی حکومت اور صوبوں کے درمیان اس طرح تقسیم کیے جائیں گے کہ صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خودمختاری حاصل ہوگی یعنی انہیں قانون سازی اور انتظامی اور مالی امور میں زیادہ سے زیادہ اختیارات دیئے جائیں گے لیکن وفاقی حکومت کو بھی دیگر شعبوں کے علاوہ قانون سازی انتظامی اور مالی امور میں کافی اختیارات حاصل ہوں گے تاکہ وہ داخلی اور خارجی امور کے سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں پوری کر سکے اور ملک کی آزادی اور علاقائی سالمیت کا تحفظ کر سکے۔

5- اس بات کا پورا خیال رکھا جائے گا کہ:

(الف) پاکستان کے تمام علاقوں کے لوگ ہر قسم کی قومی سرگرمیوں میں پوری طرح حصہ لے سکیں۔

(ب) ایک مقررہ مدت کے اندر قانون بنا کر اور دوسری تدابیر اختیار کرکے صوبوں کے درمیان اور صوبے کے مختلف علاقوں کے درمیان اقتصادی اور دوسرے شعبوں میں عدم مساوات ختم کرا دی جائے۔

6- آئین کے دیباچے میں اس بات کا اعلان کیا جائے گا کہ:

(الف) پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اس کا موقعہ دیا جائے گا کہ وہ قرآن اور سنت کے خلاف اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھال سکیں۔

(ب) اقلیتوں کو اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ اور پیروی کی پوری پوری آزادی ہوگی اور پاکستان کے شہریوں کی حیثیت سے انہیں دوسرے تمام حقوق' مراعات اور تحفظ حاصل ہوں گے اور سب سے زیادہ اہم بات حکم میں یہ رکھی گئی تھی کہ وہ ہر صوبے اور دوسرے علاقے' جو پاکستان میں شامل ہیں یا بعد میں شامل ہوں گے ایک وفاق کی شکل میں اس طرح متحد کیے جائیں گے کہ پاکستان کی علاقائی سالمیت اور قومی استحکام برقرار رہے اور وفاق کے اتحاد کو کسی طرح بھی کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔

صدر نے اپنی 28 مارچ کی تقریر میں کہا تھا کہ ہمارے عوام بڑے ہی محب وطن ہیں۔ چنانچہ وہ بہت سی اور باتیں تو گوارہ کر لیں گے لیکن پاکستان کی سالمیت کے خلاف کسی تخریبی کارروائی کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ وہ ملک یا عوام کے وقار کو زک پہنچا سکتا ہے یا عوام کے بنیادی اتحاد کو ختم کر سکتا ہے تو پھر وہ شدید غلط فہمی کا شکار ہے۔ عوام ایسی کسی حرکت کو برداشت نہیں کریں گے۔ ملک کے آئینی' سیاسی' اقتصادی اور انتظامی مسائل کا اپنے طور پر حل پیش کرنے کی آزادی ہے لیکن کسی کو ایسا حل پیش کرنے کا حق نہیں پہنچتا جس سے پاکستان کے عوام کے اتحاد و استحکام پر برا اثر پڑے۔ اسے کوئی بھی برداشت نہیں کرے گا۔ عوامی لیگ نے اپنے جن چھ نکات کا اعلان کیا اس میں پاکستان کی خودمختار حیثیت کو بدلنے یا اس میں تخفیف کرنے کا کوئی ارادہ ظاہر نہیں کیا گیا۔ نکتہ نمبر ایک میں کہا گیا تھا کہ حکومت کا نظام وفاقی اور پارلیمانی ہو گا۔"

شیخ مجیب الرحمٰن نے اپنی انتخابی مہم کی تقریروں میں بار بار اسی بات پر زور دیا تھا کہ وہ صرف صوبائی خودمختاری کے طالب ہیں اور ملک کے ٹکڑے کرنے یا اس میں اسلامی حیثیت کو گھٹانے کے حامی نہیں ہیں۔ 21 ستمبر 1970ء کو نرائن گنج میں ایک عام جلسے میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا:۔

"چھ نکاتی پروگرام پر عمل کیا جائے گا لیکن اس کے ساتھ ہی نہ تو پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچے گا اور نہ اسلام کے لیے کوئی خطرہ پیدا ہوگا"۔ 24 ستمبر 1970ء کو ڈھاکہ میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے انتخابات کو "صوبائی خودمختاری کے مسئلے پر ایک ریفرنڈم" قرار دیا۔ 6 نومبر 1970ء کو سلہٹ میں ایک اور تقریر میں انہوں نے کہا کہ عوامی لیگ کے چھ نکاتی پروگرام کا مقصد اس بات کا انتظام کرنا ہے کہ آئین میں علاقائی خودمختاری کے ذریعہ مشرقی بنگال کے مفادات کا تحفظ کیا جائے گا۔

دوسرے عوامی لیگی لیڈر بھی اس انداز کی سی باتیں کرتے رہے۔ مشرقی پاکستان عوامی لیگ کے جنرل سیکرٹری مسٹر تاج الدین احمد نے 21 ستمبر 1970ء کو نرائن گنج میں کہا کہ "چھ نکات کے حصول کا ملک کی سالمیت اور استحکام سے بہت گہرا تعلق ہے۔"

آل پاکستان عوامی لیگ کے جنرل سیکرٹری مسٹر ایچ ایم قمر الزماں نے 27 ستمبر 70ء کو لاہور میں ایک جلسے میں اس خیال کی نہایت واضح الفاظ میں تردید کی کہ ان کی پارٹی کا مقصد پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہے۔ اس سے پہلے 21 جون 1970ء کو راجشاہی میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ "مشرقی اور مغربی پاکستان کا رشتہ ناقابل شکست ہے اور اس اتحاد کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔" مشرقی پاکستان عوامی لیگ کے نائب صدر خوندکر مشتاق احمد نے 20 مارچ 1970ء کو فینی میں ایک عام جلسے میں اعلان کیا کہ صوبائی لیگ "ایک مضبوط پاکستان کی حامی ہے۔" انہوں نے کہا کہ مکمل علاقائی خودمختاری مل جانے سے قوم کو مضبوط و مستحکم بنانے میں مدد ملے گی۔

بہرحال شیخ مجیب الرحمٰن اور ان کے ساتھیوں کی ان تقریروں کے ساتھ ساتھ نہایت جذبات انگیز اور غلط باتوں سے پر ایسے بیانات بھی جاری کیے گئے جن میں مشرقی پاکستان کے عوام کو اپنے مغربی پاکستان کے بھائیوں کے خلاف بھڑکایا گیا۔ 11 مارچ 1970ء کو مشرقی پاکستان کے ہزاری باغ پارک میں تقریر کرتے ہوئے شیخ مجیب الرحمٰن نے کہا "میں نوابزادہ نصر اللہ خاں' مولانا مودودی اور خان عبدالقیوم خان سے یہ پوچھتا ہوں کہ انہوں نے اپنے آقاؤں کے ذریعہ بنگال کی جو دولت لوٹی ہے وہ اسے اور کتنے عرصے تک واپس نہیں کریں گے۔ انہوں نے بنگالیوں سے کہا کہ وہ اٹھ کھڑے ہوں اور بنگال کی مقدس سرزمین سے سیاسی میر جعفروں اور طفیلیوں کا قلع قمع کر دیں۔

10 جون 1970ء کو ڈھاکہ میں ایک عام جلسے میں تقریر کرتے ہوئے مشرقی پاکستان عوامی لیگ کے جنرل سیکرٹری مسٹر تاج الدین احمد نے کہا۔ "گزشتہ برسوں میں استحصال پسندوں اور ڈاکوؤں نے بنگالیوں کی بوٹیاں نوچ کھائی ہیں اور ان کا خون چوس لیا ہے۔ آئندہ انتخابات میں ملک کی سیاست سے انہیں نیست و نابود کر دینا ضروری ہے۔ دوسرے دن ڈھاکہ میں کالاپشور ہائی سکول کپتیا میں ایک عام جلسے سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا "مغربی علاقے کے استحصال پسندوں کا ایک طبقہ پچھلے تئیس برس سے مشرقی بنگال کا خون چوستا رہا ہے۔ پاکستان کی تاریخ سازشوں اور مسلسل ظلم و استبداد کی تاریخ ہے۔"

اس کے بعد مشرقی پاکستان میں انتخابی مہم شروع ہوئی تو عوامی لیگ بالکل بے لگام ہوگئی جس کی وجہ سے ہر سیاسی پارٹی کو زبردست شکایات پیدا ہوئیں۔ انتخابی مہم میں عوامی لیگ کی اس روش کے خلاف جن لوگوں نے اعلانیہ صدائے احتجاج بلند کی وہ یہ تھے:۔

1- جناب نورالامین صدر پاکستان جمہوری پارٹی اور مشرقی پاکستان کے ایک سابق وزیر اعلیٰ۔

2- جناب محمود علی نائب صدر پاکستان جمہوری پارٹی۔

3- جناب عبدالسلام صدر مشرقی پاکستان شاخ پاکستان جمہوری پارٹی۔

4- پروفیسر غلام اعظم امیر جماعت اسلامی مشرقی پاکستان۔

5- سید الطاف حسین جنرل سیکرٹری مشرقی پاکستان نیشنل عوامی پارٹی (ولی گروپ)

6- پیر محسن الدین صدر جمعیت العلمائے اسلام پاکستان۔

7- مسز امینہ بیگم۔ سینئر نائب صدر پاکستان نیشنل لیگ اور سابق قائم مقام صدر عوامی لیگ۔

متذکرہ بالا رہنما اور دوسرے لیڈر 1970ء کے دوران میں عوامی لیگ کے مجرمانہ طریق کار یعنی جلسوں کو درہم برہم کرنے' سیاسی حریفوں کو مارنے پیٹنے اور دوسری جماعتوں کے دفتروں کو توڑنے پھوڑنے اور لوٹ مار کے خلاف برابر احتجاج کرتے رہے۔ یہ نکتہ چینی شدت اختیار کرتی گئی مگر حکومت نے اس خیال سے مداخلت نہیں کی کہ کہیں یہ شکایت نہ کی جائے کہ حکومت انتخابی مہم میں دخل انداز ہو رہی ہے۔

18 جنوری 1970ء کو ڈھاکہ کے پلٹن میدان میں ایک سیاسی جماعت کا پہلا جلسہ منعقد ہوا جس پر ایک ہجوم نے دھاوا بولا۔ اس جھگڑے میں ایک آدمی ہلاک ہوا اور پانچ سو کے قریب لوگوں کو چوٹیں آئیں۔ یہ جلسہ جماعت اسلامی کا تھا۔ اس نے الزام لگایا کہ "جن لوگوں نے میدان میں گھس کر حملہ کیا تھا اس میں عوامی لیگ کے کارکن

شامل تھے جو پہچانے گئے تھے اور ان کے ہاتھوں میں ہتھیار اور دستی بم تھے"۔

ڈھاکہ کے روزنامے "پاکستان آبزرور" نے اپنی 20 جنوری 1970ء کے شمارے میں اس کی مذمت کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ان واقعات سے کہ اندھیرا ہوتے ہی لوگوں کے جتھے آنا شروع ہوئے، جلسہ کو درہم برہم کیا گیا، پنڈال کو آگ لگائی، مزدوروں کے مجمع کو منتشر کیا، ثابت ہوتا ہے کہ یہ کام منظم طور پر سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیا گیا۔ ورنہ اتنے تھوڑے وقت میں اس کام کا انجام پانا ناممکن تھا۔

تشدد کے اس مظاہرے پر صدر پاکستان نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے خبردار کیا کہ سیاسی مقصد کے حصول کی خاطر تشدد کے استعمال سے عوام کو اقتدار کی منتقلی میں رکاوٹ پڑنے کا احتمال ہے کہ جو لوگ اس کے مرتکب ہوں گے وہ رائے عامہ کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔"

انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ "جو لوگ دلیل کے بجائے ڈنڈے سے اپنی بات منوانا چاہتے ہیں ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کو نہ اپنے مقصد پر بھروسہ ہوتا ہے اور نہ جمہوریت پر۔ خواہ وہ زبان سے کیسے ہی وعدے کیوں نہ کرتے رہیں۔"

اس واقعہ کے ایک ہفتے کے اندر اندر ایک اور سیاسی جماعت "پاکستان جمہوری پارٹی" کا جلسہ درہم برہم کرنے کی کوشش کی گئی اور سترہ رہنماؤں نے ایک مشترکہ بیان جاری کیا جس میں اس کی مذمت کی گئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ "نرائن گنج میں 31 جنوری 1970ء کو جلسہ ہوا تھا اس کو شرپسندوں اور غنڈوں نے منظم ہو کر منتشر کیا۔" اسی روز انہی رہنماؤں نے ایک اور مشترکہ بیان جاری کیا جس میں انہوں نے عوامی لیگ پر الزام لگایا کہ وہ "غنڈہ گردی اور دہشت پسندی کا مظاہرہ کر رہی ہے۔"

22 جنوری 1970ء کو ڈھاکہ میں جماعت اسلامی کے دفتر پر ہلہ بول دیا گیا اور اس جماعت کے جنرل سیکرٹری نے ایک اخباری بیان میں الزام لگایا کہ "یہ حملہ مقامی عوامی لیگ کے غنڈوں نے کیا تھا۔ انہوں نے دفتر کا دروازہ توڑا، میز کرسی کو توڑا پھوڑا، سائن بورڈ کو نکال پھینکا اور دفتر کے کاغذات اور جھنڈے کو آگ لگا دی"۔

یکم فروری 1970ء کو عوامی لیگ کے کارکنوں نے ڈھاکہ کے پلٹن میدان میں عوامی جمہوری پارٹی کے ایک اور جلسہ کو منتشر کرنے کی کوشش کی۔ حملہ آور "جئے بنگلہ" کا نعرہ لگا رہے تھے اور اس گڑ بڑ میں نظام اسلام پارٹی کے لیڈر مولوی فرید احمد سمیت بہت سے لوگوں کو چوٹیں آئیں۔ پاکستان جمہوری پارٹی کے صدر مسٹر نورالامین نے اس غنڈہ گردی سے متاثر ہو کر جو بیان جاری کیا تھا اس میں کہا تھا کہ "میرے پاس عوامی لیگ کی اس غنڈہ گردی کی مذمت کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ جس نے اپنی بات منوانے کے لیے فاشی طریقے اختیار کر رکھے ہیں اور یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ عوامی لیگ نے مذموم حرکت کی ہو۔"

28 فروری 1970ء کو چٹاگانگ سے نکلنے والے دو اخباروں روزنامہ "بنیاد" اور روزنامہ "سنگرام" کے دفتروں پر جو عوامی لیگ پر تنقید کرتے تھے، ہلہ کیا گیا۔ چنانچہ پاکستان جمہوری پارٹی کے نائب صدر مسٹر محمود علی نے اس واقعہ کی مذمت کرتے ہوئے اسے اخباروں کی آزادی پر حملہ قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر "بنیاد" اور "سنگرام" عوامی لیگ سے اختلاف رکھتے ہیں تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو تباہ کر دیا جائے۔ کیا عوامی لیگ کے نزدیک جمہوریت کا یہی تصور ہے جسے وہ پاکستانی عوام کے سامنے پیش کر رہی ہے۔"

31 جولائی 1970ء کو ڈھاکہ کے روزنامے "پاکستان آبزرور" سمیت کئی اخباروں میں یہ خبر تھی کہ عوامی لیگ کے پانچ سو سے زائد ہتھیار بند کارکنوں نے حالی شہر ہاؤسنگ سوسائٹی کے رہنے والوں پر دھاوا بولا جس سے بائیس آدمی زخمی ہوئے اور جن میں سے سات کی حالت بہت خراب ہے۔ اس حملہ کی وجہ یہ تھی کہ عوامی لیگ نے ہڑتال کا مطالبہ کیا تھا اور لوگوں نے ان کا حکم ماننے سے انکار کر دیا تھا۔"

ڈھاکہ کے اخبار "پوربو دیش" نے 7 اگست 1970ء کے شمارے میں یہ خبر چھاپی تھی کہ 12 اگست کو ضلع فرید پور کے قصبے گولپال گنج کے میدان میں ہونے والے پاکستان جمہوری پارٹی کے ایک جلسہ میں عوامی لیگ اور اسٹوڈنٹس لیگ کے کارکنوں نے گڑ بڑ مچائی۔ اس خبر میں بتایا گیا کہ حملہ آور گولپال گنج میں شیخ مجیب کے گھر سے، جو جلسہ گاہ کے قریب تھا، نکل کر آئے تھے۔

ڈھاکہ کے اخبار روزنامہ "سنگرام" میں مورخہ 23 اگست 1970ء میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ 22 اگست 1970ء کو طالب علموں کے ایک گروہ نے چٹاگانگ کے اخبار روزنامہ "اذان" کے دفتر میں توڑ پھوڑ کی یہ شر پسند نوجوان چھ نکات کی حمایت میں نعرے لگا رہے تھے اور "جئے بنگلہ" "جئے بنگلہ" پکار رہے تھے۔

19 ستمبر 1970ء کو عوامی لیگیوں نے یونیورسٹی کے اسلامی چھاترو سنگھو کے جنرل سیکرٹری کو زد و کوب کیا اور 24 ستمبر 1970ء کو عوامی لیگ کے کارکنوں نے قصبہ چاند پور کے نواح میں بھوری بازار کے نظام اسلام کے دفتر پر ہلہ بولا اور فرنیچر کو توڑ تاڑ کر رکھ دیا۔

ڈھاکہ کے روزنامے "سنگباد" نے اپنی 20 اکتوبر 1970ء کی اشاعت میں یہ خبر چھاپی تھی کہ "شرپسندوں کے ایک گروہ نے، جس کا تعلق عوامی لیگ سے ہے، بچو میاں کے مکان واقع سڑک نمبر 13 ہزاری باغ ڈھاکہ پر 18 اکتوبر 1970ء کو چڑھائی کی۔ فسادیوں نے مکان میں پتھر

پھینکے، عورتوں کو گالیاں دیں اور بچوں کو مارا پیٹا۔"

5 نومبر 1970ء کو مسز امینہ بیگم سینئر نائب صدر پاکستان نیشنل لیگ سابق قائم مقام صدر عوامی لیگ نے ایک بیان جاری کیا۔ جس میں انہوں نے عوامی لیگ کے پیروکاروں کے ہاتھوں ان کے انتخابی دفتر واقع متوائل پر حملہ کی مذمت کی اور ایک ہفتے کے بعد "پوربودیش" نے اپنے 10 نومبر 1970ء کے شمارے میں یہ خبر شائع کی کہ کونسل مسلم لیگ کے امیدوار خواجہ خیر الدین کے حامیوں نے کل رات سینجوا ڈھاکہ سے ایک بڑا جلوس نکالا۔ جب یہ جلوس امیرباغ پہنچا تو اس پر عوامی لیگ کے کارکنوں نے ہلہ بول دیا جس میں پانچ آدمیوں کے چوٹیں آئیں۔

5 اکتوبر 1970ء کو قومی اسمبلی کے انتخابات ہونا قرار پائے تھے۔ مگر ستمبر میں مشرقی پاکستان زبردست سیلاب کی زد میں آ گیا جس کی وجہ سے لاکھوں آدمی اجڑ گئے اور ذرائع مواصلات درہم برہم ہوگئے۔ چنانچہ صدر نے عوامی مطالبات کا احترام کرتے ہوئے اور اس خیال کے مدنظر کہ مشرقی پاکستان کے ووٹرز اپنا ووٹ ڈالنے سے محروم نہ رہیں، قومی اسمبلی کے انتخاب کی نئی تاریخ سات دسمبر 1970ء اور صوبائی اسمبلی کے انتخاب کی تاریخ سترہ دسمبر 1970ء مقرر کی۔

12 نومبر 1970ء کو جو قیامت خیز طوفان آیا تھا اور جس نے مشرقی پاکستان کے ساحلی علاقوں میں زبردست تباہی مچائی اس کے پیش نظر مشرقی پاکستان کے تقریباً تمام رہنماؤں نے یہ مطالبہ کیا کہ انتخابات کو کچھ اور مدت کے لیے ملتوی کر دیا جائے تاکہ وہ مصیبت زدہ لوگوں کی آبادکاری و بحالی کے کام پر پوری توجہ دے سکیں۔ اگرچہ انتخابات کے مزید التواء سے مغربی پاکستان کے لوگوں کو دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم پاکستان کے تمام لیڈروں نے ایک زبان ہو کر اپنی رضامندی کا اعلان کیا۔ شیخ مجیب الرحمٰن تھوڑے دن تو خاموش بیٹھے رہے اور پھر التواء کی تجویز کے خلاف بولنا شروع کر دیا۔ انہوں نے مرکزی حکومت پر شدید نکتہ چینی کی اور کہا کہ مشرقی پاکستان کے عوام کی دلی خواہش کے حصول کی خاطر وہ اور دس لاکھ جانوں کی قربانی دینے پر آمادہ ہیں۔

صدر نے انتخابات ملتوی نہیں کیے اور 3 دسمبر 1970ء کو قوم سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ "میری حکومت کی نیت پر بہت سے شبہات کا اظہار کیا گیا مگر اس کے باوجود ہم اپنے عزائم پر قائم ہیں کہ اس سرزمین میں جمہوریت کا بول بالا کر کے رہیں گے۔

اس کے ساتھ صدر نے اس بات پر زور دیا کہ ضرورت اس کی ہے کہ دستوری معاملات کے بارے میں اتفاق رائے پیدا کیا جائے۔ اس لیے کہ دستور ملک کا کوئی عام قانون نہیں ہوتا بلکہ آپس میں مل جل کر رہنے کا عہد نامہ ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں میری تجویز یہ ہے کہ عوام کے منتخب نمائندے اور خاص طور سے سیاسی جماعتوں کے رہنما اس فرصت میں جو انتخاب کے نتائج کے اعلان کے بعد اور قومی اسمبلی کے انعقاد سے قبل ملے گی، اس کے دوران میں وہ آپس میں مل بیٹھیں اور مجوزہ دستور کی موٹی موٹی باتوں پر مفاہمت کر لیں۔ اس کے لیے ضروری ہوگا کہ افہام و تفہیم سے کام لیں ایک دوسرے پر بھروسہ کریں اور اپنی تاریخ کے اس نازک دور کے تقاضوں کو محسوس کریں۔"

قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات دسمبر 1970ء میں ہوئے طوفان زدہ علاقوں میں قومی اسمبلی کی نو نشستوں اور صوبائی اسمبلی کی 21 نشستوں کا انتخاب ایک ماہ بعد جنوری 71ء میں ہوا۔ قومی اسمبلی کے انتخابی نتائج سے دو بڑی پارٹیاں ابھریں۔ ایک عوامی لیگ جس نے 167 نشستیں حاصل کیں اور دوسری پاکستان پیپلز پارٹی جس کے حصہ میں 85 نشستیں آئیں لیکن ان دونوں پارٹیوں کی حیثیت علاقائی تھی۔ عوامی لیگ کی نمائندگی صرف مشرقی پاکستان تک اور پی پی پی کی نمائندگی صرف مغربی پاکستان تک محدود رہی۔

انتخاب کی تکمیل کے بعد یہ امید پیدا ہوگئی تھی کہ قومی اسمبلی کے اجلاس سے قبل ہی سیاسی جماعتوں میں قانونی ڈھانچے کے حکم کے مطابق آئین سازی کے بارے میں مفاہمت ہو جائے گی اور عوامی لیگ بار بار اسی پر زور دیتی رہی کہ چھ نکات میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ایک متحدہ پاکستان کے دائرے سے باہر ہو اور اس نے صدر کو بھی یہی باور کرایا تھا اور پھر صدر نے 28 جون 1971ء کی نشری تقریر میں یہ بتایا تھا کہ جب میں نے مجیب الرحمٰن سے بات چیت کے دوران میں ان سے عوامی لیگ کے چھ نکات کے بارے میں وضاحت چاہی تو انہوں نے کہا کہ ان نکات میں رد و بدل ہو سکتا ہے۔ انہوں نے یہ بات صاف طریقے پر بتائی کہ سیاسی جماعتیں اسمبلی سے باہر ہی آپس میں بات چیت سے آئین کی تمام اہم دفعات پر مفاہمت کر لیں گی۔

مغربی پاکستان کی سب سے بڑی سیاسی پارٹی کے لیڈر جناب بھٹو سمیت تمام سیاسی لیڈر شیخ مجیب الرحمٰن سے مفاہمت کی غرض سے ڈھاکہ پہنچے اور خود صدر نے مختلف سیاسی جماعتوں کے درمیان آئینی بات چیت کو آگے بڑھانے کی خاطر متعدد جگہوں کے دورے کیے اور انہوں نے شیخ مجیب الرحمٰن کو علی الاعلان پاکستان کے ہونے والا وزیراعظم قرار دیا۔ اس کے برعکس شیخ مجیب الرحمٰن کو مغربی پاکستان آنے کی کئی بار دعوت دی گئی مگر انہوں نے اسے ٹھکرا دیا اور چھ نکات پر بات کرنے سے انکار کر دیا اور یہ دلیل دی کہ اب یہ عوام کی ملکیت ہیں اور ان میں رد و بدل کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

انتخابات ختم ہونے کے بعد عوامی لیگ کا انداز بالکل بدل گیا۔ 7 جنوری 1971ء کو "اوٹا وا گلوب اینڈ میل" نے لکھا کہ شیخ مجیب الرحمٰن

نے کہا ہے کہ "اگر ضرورت پڑی تو میں انقلاب لانے کی اپیل کروں گا۔" 22 فروری 1971ء کو "بنکاک پوسٹ" نے یہ خبر شائع کی کہ عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن نے کہا ہے کہ "میری پارٹی کو 313 نشستوں کی اسمبلی میں واضح اکثریت ہو گئی ہے اور اگر مغربی پاکستان نے میری پارٹی کے چھ نکاتی پروگرام کو پورے کا پورا تسلیم نہیں کیا تو میں تنہا ہی قدم اٹھاؤں گا اور آئین تیار کراؤں گا۔

13 فروری کو اعلان کیا گیا کہ قومی اسمبلی کا اجلاس 3 مارچ 1971ء کو ڈھاکہ میں ہوگا۔ 15 فروری 1971ء کو پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین نے کہا کہ میری پارٹی اس وقت تک قومی اسمبلی کے اجلاس میں شریک نہیں ہوگی جب تک ہمیں یہ یقین نہ دلایا جائے کہ "اکثریتی پارٹی کسی حد تک ہم خیالی پر آمادہ ہے۔" انہوں نے کہا "میرے خیال میں ہم کوئی ایسی راہ نکال سکتے ہیں جس سے ہم دونوں مطمئن ہو جائیں لیکن اگر ہمیں اس لیے ڈھاکہ جانے کو کہا جائے کہ ہم صرف اس آئین کی توثیق کر دیں جو عوامی لیگ پہلے سے ہی تیار کر چکی ہے اور جس میں شمہ بھر بھی کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی تو آپ ہمیں ڈھاکہ میں نہیں پائیں گے"۔ 21 فروری 1971ء کو شیخ مجیب الرحمٰن نے کہا "ہمارا موقف بالکل واضح ہے۔ آئین چھ نکات کی بنیاد پر بنے گا۔"

قومی اسمبلی کا کام پاکستان کے وفاق کے لیے آئین تیار کرنا تھا جس کے پانچ وفاقی یونٹ ہیں اور کوئی یونٹ باقی چار یونٹوں پر اپنی مرضی مسلط نہیں کر سکتا۔

آئین کو وفاق کے تمام دوسرے یونٹوں کے لیے قابل قبول بنانے کی غرض سے یہ ضروری تھا کہ آئین سازی کے بنیادی اصولوں پر عام اتفاق رائے ہو جائے۔

مشرقی اور مغربی پاکستان کی بڑی سیاسی پارٹیوں کے درمیان آئینی تعطل سے یہ امکان پیدا ہو گیا تھا کہ اتفاق رائے نہ ہونے کی صورت میں قومی اسمبلی آئین نہیں بنا سکے گی اور ٹوٹ جائے گی۔ اس سے عوام کی تمنائیں پوری نہیں ہوتیں اور ساتھ ہی اقتدار کی منتقلی کا جو منصوبہ بڑی احتیاط سے تیار کیا گیا تھا وہ دھرے کا دھرا رہ جاتا۔

یکم مارچ 1971ء کو صدر نے ایک بیان جاری کیا جس میں انہوں نے کہا کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے سیاسی لیڈروں کے درمیان سیاسی کش مکش سے پوری قوم پر مایوسی طاری ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا "مختصراً صورت حال یہ ہے کہ مغربی پاکستان کی بڑی پارٹی اور اس کے ساتھ بعض دوسری سیاسی پارٹیوں نے بھی 3 مارچ 1971ء کے قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت نہ کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کی پیدا کی ہوئی کشیدگی کی عام فضا سے پوری صورت حال اور الجھ گئی ہے۔ اس لیے میں نے قومی اسمبلی کا اجلاس بعد میں کسی تاریخ تک ملتوی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

"میں نے بار بار کہا ہے کہ آئین کوئی عام قانون نہیں ہوتا بلکہ یہ آپس میں مل جل کر زندگی گزارنے کا ایک عہدنامہ ہوتا ہے لہٰذا ایک صحت مند اور قابل عمل آئین کے لیے یہ ضروری ہے کہ آئین سازی کے کام میں مشرقی اور مغربی پاکستان دونوں کو شرکت کا پورا احساس ہو"

قومی اسمبلی کے اجلاس کو ملتوی کرنے کے ساتھ ساتھ یہ قطعی یقین دہانی کر دی گئی ہے کہ جیسے ہی مذکورہ حالات آئین سازی کے لیے سازگار ہو جائیں گے اسمبلی کا اجلاس بلایا جائے گا۔ یہ بھی کہا گیا کہ اقتدار کی منتقلی کی منزل مقصود اب بھی سب سے مقدم ہے۔

شیخ مجیب الرحمٰن کی طرف سے اس کا ردعمل یہ ہوا کہ انہوں نے عام ہڑتال کی اپیل کی۔ 2 مارچ 1971ء کو ایک بیان میں انہوں نے کہا اس نازک گھڑی میں ہر شعبہ زندگی میں ایک ایک بنگالی جس میں سرکاری ملازمین بھی شامل ہیں یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ عوام دشمن طاقتوں سے تعاون نہ کرے بلکہ اس کے بجائے بنگلہ دیش کے خلاف سازش کو ناکام بنانے کے لیے کوئی کسر اٹھا نہ رکھے۔"

عوامی لیگ کی ہڑتال کی اپیل اور خوف و ہراس پھیلانے کی مہم سے سارے مشرقی پاکستان میں روزمرہ کا کاروبار مفلوج ہو کر رہ گیا اور امن و امان کی صورت حال بڑی تیزی سے خراب ہونے لگی۔

(ان واقعات کا مکمل بیان اس وہائٹ پیپر کے تیسرے باب میں موجود ہے۔)

3 مارچ 1971ء کو صدر نے قومی اسمبلی کے پارلیمانی گروپوں کے بارہ منتخب ممبروں کو دعوت دی کہ وہ 10 مارچ 1971ء کو ڈھاکہ میں جمع ہوں تاکہ آئینی بحران کو حل کرنے کی کوشش کی جائے۔

اس کانفرنس میں مدعو کیے جانے والے لیڈر یہ تھے:

1- شیخ مجیب الرحمٰن (عوامی لیگ)
2- جناب ذوالفقار علی بھٹو (پاکستان پیپلز پارٹی)
3- خان عبدالقیوم خاں (پاکستان مسلم لیگ)
4- جناب نور الامین (پاکستان جمہوری پارٹی)
5- میاں ممتاز دولتانہ (کونسل مسلم لیگ)
6- خان عبدالولی خان (نیشنل عوامی پارٹی)
7- مولانا مفتی محمود (جمعیت العلمائے اسلام)
8- مولانا شاہ احمد نورانی (جمعیت العلمائے پاکستان)
9- جناب عبدالغفور احمد (جماعت اسلامی)
10- جناب محمد جمال کوریجہ (پاکستان مسلم لیگ کونشن)
11- میجر جنرل جمال دار (قبائلی علاقے کا نمائندہ)
12- ملک جہانگیر خاں (قبائلی علاقے کا نمائندہ)

ایوان صدر کے اعلان میں یہ بھی کہا گیا کہ صدر کے خیال میں کوئی وجہ نہیں کہ اس کانفرنس کے دو تین ہفتے کے اندر قومی اسمبلی کا اجلاس منعقد نہ ہو۔

شیخ مجیب الرحمٰن نے اسی شام صدر کی دعوت مسترد کرنے کا اعلان کر دیا۔ مشرقی پاکستان میں لاقانونیت زور پکڑتی گئی جس سے بھاری جانی و مالی نقصان ہونے لگے۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے "عدم تشدد اور عدم تعاون کی تحریک" پر عمل درآمد کے لیے ہدایتیں جاری کرنی شروع کر دیں۔ انہوں نے ٹیکس ادا نہ کرنے کی مہم چلانے کا بھی اعلان کر دیا۔

6 مارچ 1971ء کو قوم سے خطاب کرتے ہوئے صدر نے اعلان کیا کہ قومی اسمبلی کا افتتاحی اجلاس 25 مارچ 1971ء کو ہوگا۔ جن لوگوں نے عام اتفاق رائے کے بغیر پاکستان کے آئندہ آئین کے قابل عمل ہونے کے بارے میں شکوک و شبہات ظاہر کیے تھے ان کو مخاطب کرتے ہوئے صدر نے کہا: "میں یہ بات بالکل واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ خواہ کچھ بھی ہو جب تک پاکستان کی مسلح افواج کی کمان میرے ہاتھ میں ہے اور میں سربراہ مملکت ہوں۔ اس وقت تک میں پاکستان کی مکمل سالمیت کی حفاظت کرتا رہوں گا۔ اس بارے میں کسی کو ذرہ بھر شک و شبہ یا مغالطہ نہیں ہونا چاہیے۔ مجھ پر مشرقی اور مغربی پاکستان کے کروڑوں آدمیوں کی طرف سے اس ملک کا تحفظ کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ مجھ سے توقع کرتے ہیں اور میں انہیں مایوس نہیں کروں گا۔

7 مارچ 1971ء کو ڈھاکہ کے ایک عام جلسے میں تقریر کرتے ہوئے شیخ مجیب الرحمٰن نے چار نکاتی مطالبہ پیش کیا اور کہ اس مطالبے کے مانے جانے کے بعد ہی عوامی لیگ 25 مارچ 1971ء کے قومی اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہونے پر غور کرے گی۔

فروری اور مارچ 1971ء کے مہینوں میں مشرقی پاکستان کی صورت حال کے بارے میں غیر ملکی اخباروں میں جو اطلاعات شائع ہوئیں ان سے اس وقت کے واقعات کی واضح تصویر سامنے آتی ہے۔ 23 فروری 1971ء کو "لندن ٹائمز" نے لکھا "شیخ مجیب الرحمٰن اپنے بیانوں میں مشرقی پاکستان کا نام لینے کے بجائے بنگلہ قوم کا ذکر کرنے لگے ہیں۔" لیور پول ٹیلی پوسٹ" نے اپنی 24 فروری 1971ء کی اشاعت میں لکھا "وہائٹ ہال میں اب یہ خدشہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ پاکستان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور مشرقی پاکستان ایک آزاد بنگال مسلم جمہوریہ بننے کا اعلان کر دے گا۔ عوامی لیگ کے لیڈر شیخ مجیب، جنہوں نے قومی اسمبلی کی تین سو نشستوں میں سے ایک سو اکسٹھ نشستیں حاصل کیں اب مشرقی پاکستان کا نام نہیں لیتے بلکہ اس کے بجائے بنگالی جمہوریہ کا نام لینے لگے ہیں۔ وہائٹ ہال میں محسوس کیا جا رہا ہے کہ برطانیہ کی حکومت کو شدید خدشہ ہے کہ کہیں دولت مشترکہ کے ایک ملک کا شیرازہ نہ بکھر جائے۔

3 مارچ 1971ء کے "واشنگٹن پوسٹ" میں شیخ مجیب الرحمٰن کی 2 مارچ والی پریس کانفرنس کی خبر شائع ہوئی جس میں کہا گیا کہ عوامی لیگ کے صدر شیخ مجیب الرحمٰن نے ڈھاکہ میں ایک اخباری کانفرنس بلائی جس میں انہوں نے کہا کہ "عوامی لیگ 7 مارچ 1971ء کو ڈھاکہ میں ایک عام جلسہ کرے گی جہاں میں بنگال کے عوام کے حق خود اختیاری کے حصول کے لیے ایک پروگرام کا خاکہ پیش کروں گا...... جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ آزادی کا اعلان کرنے والے ہیں تو انہوں نے کہا "آپ انتظار کریں۔" اس سے پہلے بھی 27 نومبر 1970ء کو اخباری نمائندوں سے باتیں کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا کہ "آزادی نہیں ابھی نہیں۔"

لندن کے اخبار "ڈیلی ٹیلی گراف" نے 9 مارچ 1971ء کو لکھا:

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ مجیب الرحمٰن نے مشرقی پاکستان کی آزادی کا اعلان کر دیا ہے جس پر مطالبوں کا ہلکا سا دورہ پڑا ہوا ہے (وہی چار نکاتی مطالبہ جو 25 مارچ کے اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہونے کی شرط کے طور پر پیش کیا گیا تھا) یہ مطالبے ایسے ہیں کہ صدر یحییٰ خاں ان کو نہیں مان سکتے...... عوامی لیگ کے صدر شیخ مجیب نے اپنی تحریک کو "آزادی" کی تحریک کا نام دیتے ہوئے قومی اسمبلی میں تعاون کرنے کی شرطیں رکھی ہیں جن کو صدر یحییٰ قبول نہیں کر سکتے۔ اسی دن "ٹیلی گراف" نے ایک اداریے میں کہا" سننے میں آ رہا ہے کہ علیحدہ ریاست کا نام مشرقی پاکستان کی بجائے بنگلہ دیش رکھا جائے گا۔ اس کا پرچم تیار کر لیا گیا ہے۔"

13 مارچ 1971ء کے "لندن اکنامسٹ" نے لکھا: "25 مارچ کو آئین ساز اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے سلسلے میں صدر کے دعوت نامے کے جواب میں انہوں نے چار شرطیں رکھی ہیں اور کہا ہے کہ ان شرطوں کے پورے ہونے کے بعد ہی اجلاس میں میری اور عوامی لیگ کی شرکت ممکن ہوگی ان میں سے دو شرطیں ایسی ہیں جن کو صدر کے لیے قبول کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ ایک شرط تو یہ ہے کہ مارشل لاء فوراً ختم کیا جائے اور دوسری یہ کہ اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کو فوری طور پر منتقل کر دیا جائے۔ صدر یحییٰ خاں جلد ہی ڈھاکہ جانے والے ہیں تاکہ ان شرطوں کے متعلق اختلافات پر شیخ مجیب الرحمٰن سے شاید آخری بات چیت کر سکیں۔

15 مارچ 1971ء کو یعنی جس دن صدر یحییٰ خان عوامی لیگ سے مزید آئینی بات چیت کے لیے ڈھاکہ روانہ ہوئے۔ رسالہ "ٹائم" نے نیویارک سے اطلاع دی۔

آئندہ تفرقے (یعنی پاکستان کے دو آزاد ریاستوں میں بٹ جانے) کے پیچھے شیخ مجیب الرحمٰن کا ہاتھ ہے۔ مجیب الرحمٰن نے پچھلے ہفتے ڈھاکہ

میں "ٹائم" کے نامہ نگار ڈات سے کہا "پاکستان اپنی موجودہ شکل میں اب باقی نہیں رہا۔ اب تصفئیے کی کوئی امید نہیں۔" انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ مشرقی و مغربی پاکستان کو الگ الگ آئین اختیار کرنا چاہیے اور ان کے پیروکار مرکزی حکومت کو جو مغربی پاکستان میں ہے' ٹیکس ادا کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بس اب جلد ہی وہ بنگلہ دیش کے نام سے آزادی کا کھلم کھلا اعلان کرنے والے ہیں...... دو دن پہلے مشرقی پاکستان کے لیڈر نے مغربی پاکستان کے لوگوں کے بارے میں کہا "میں انہیں سیدھا کر دوں گا اور گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دوں گا۔" اس قسم کے بیان کے بعد آزادی کا کھلم کھلا اعلان کر دینا کوئی ڈرامائی بات نہیں ہوگی۔

دوسرا باب

بحران شدید تر ہوگیا

15 مارچ 1971ء کو مشرقی پاکستان کی صورت حال یہ تھی:

1- عوامی لیگ کے علیحدگی پسندوں کی سرگرمیوں کی وجہ سے امن و امان باقی نہیں رہا تھا۔

2- آتش زنی اور لوٹ مار کی بے شمار وارداتوں کے علاوہ عوامی لیگ کی تشدد پسندی نے ایک خطرناک صورت اختیار کر لی اور 3 مارچ کو چاٹگام میں اور 5 مارچ کو کھلنا میں عوامی لیگ سے متفق نہ ہونے والوں پر حملے کیے گئے جن کے دوران میں سینکڑوں آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے۔

3- شیخ مجیب الرحمٰن نے انتظامیہ' مواصلات' تجارتی لین دین وغیرہ کے کام سے متعلق متعدد ہدایات کا باضابطہ طور پر اعلان کرکے مرکزی اور صوبائی دونوں حکومتوں کے اختیارات کو کھلم کھلا چیلنج کیا تھا۔

4- مشرقی پاکستان کی مشرقی اور مغربی دونوں سرحدوں پر ہندوستان کی مسلح افواج کی نقل و حرکت میں اضافہ ہوگیا تھا۔ ان واقعات کی تفصیلات اس وہائٹ پیپر کے آئندہ باب میں بیان کی گئی ہیں۔

شیخ مجیب الرحمٰن کی علیحدگی پسندی کے ان واضح آثار کے باوجود جن کا مزید اظہار ان کے 7 مارچ والے چار نکاتی مطالبے سے ہوا پاکستان کے صدر مزید آئینی بات چیت کے لیے 15 مارچ کو ڈھاکہ روانہ ہوئے۔

7 مارچ 1971ء کو شیخ مجیب الرحمٰن نے جو چار نکاتی مطالبہ پیش کیا تھا وہ یہ تھا:

1- مارشل لاء فوراً اٹھا لیا جائے۔

2- تمام فوجی عملے کو بارکوں میں فوراً واپس بلا لیا جائے۔

3- جانی نقصان کے بارے میں تحقیقات کرائی جائے اور

4- اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کو فوراً (قومی اسمبلی کے اجلاس سے پہلے) منتقل کر دیا جائے۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ عوامی لیگ کے لیڈر نے اس بارے میں کوئی یقین دہانی نہیں کرائی تھی کہ اگر یہ شرطیں مان بھی لی جائیں تو وہ صدر کے بلائے ہوئے قومی اسمبلی کے 25 مارچ کے اجلاس میں شرکت کرتے۔ ایک بیان میں انہوں نے کہا تھا کہ "اگر یہ شرطیں پوری ہو گئیں تو ہم یہ غور کریں گے کہ آیا ہمیں اجلاس میں شریک ہونا ہے یا نہیں۔

16 مارچ 1971ء

شیخ مجیب الرحمٰن نے صدر سے ملاقات کی اور اپنا چار نکاتی مطالبہ پیش کیا بعد میں انہوں نے عوامی لیگ کی "ہائی کمان" کا اجلاس بلایا اسی دن انہوں نے ایک بیان جاری کیا جس میں انہوں نے لوگوں سے اپیل کی کہ "مشرقی پاکستان کے ایک ایک گھر کو قلعے میں تبدیل کر دیا جائے۔"

17 مارچ 1971ء

صدر نے شیخ مجیب الرحمٰن سے دوبارہ بات چیت کی اور کہا کہ میں ہمیشہ اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کو جلد از جلد منتقل کرنے کے اصول پر کاربند رہا ہوں۔

اسی شام عوامی لیگ کے ایک وفد جس میں سید نذر الاسلام مسٹر تاج الدین اور ڈاکٹر کمال حسین شامل تھے۔ صدر کے مشیروں سے ملا۔ ملاقات میں اس بات پر غور کیا گیا کہ اقتدار منتقل کرنے کا طریقہ کیا ہونا چاہیے۔ مارشل لاء کا ایک ضابطہ تیار کیا گیا جس میں کہا گیا تھا کہ وزیروں کی کونسل قائم کی جائے جس کے ممبر عوام کے منتخب نمائندوں میں سے لیے جائیں یہ کونسل صوبے کے گورنر کو ان کے کام میں مدد اور مشورہ دیتی ہے۔ مارشل لاء کے ضابطے کے مسودے میں یہ بھی کہا گیا کہ مارشل لاء کا عمل دخل کم سے کم کر دیا جائے۔

ساتھ ہی ساتھ زون "بی" کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے ایک حکم جاری کیا جس کے تحت ان حالات کی تحقیقات کے لیے ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کیا گیا۔ جن میں یکم مارچ 1971ء کو شہری انتظامیہ کی مدد کرنے کے لیے فوج طلب کی گئی تھی۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے چار مطالبات کی جو فہرست پیش کی تھی یہ مطالبہ اس فہرست میں تیسرے نمبر پر تھا۔

مشرقی پاکستان ہائی کورٹ کے ایک جج' جنہیں چیف جسٹس نے نامزد کیا ہو اس کمیشن کے سربراہ مقرر کیے جانے والے تھے۔ کمیشن میں چار ممبر تجویز کیے گئے تھے جو سول سروس آف پاکستان پولیس سروس آف

پاکستان آرمی اور ایسٹ پاکستان رائفلز سے لیے جانے والے تھے۔

18 مارچ 1971ء

شیخ مجیب الرحمٰن نے ایک بیان جاری کیا جس میں تحقیقاتی کمیشن کے قیام کی تجویز کو مسترد کر دیا۔ حالانکہ 7 مارچ کو انہوں نے جو مطالبات پیش کیے تھے ان میں سے تیسرا مطالبہ بھی تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس قسم کے کمیشن کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ بنگلہ دیش کے عوام اس قسم کے کمیشن کے ممبر کی حیثیت سے کام کر کے تعاون نہیں کریں گے۔"

انہوں نے مزید کہا کہ "مارشل لاء کے حکم کے تحت اس کمیشن کا قیام اور یہ شرط کہ کمیشن اپنی رپورٹ مارشل لاء کے حکام کو پیش کرے گا' قابل اعتراض ہے"۔

19 مارچ 1971ء

شیخ مجیب الرحمٰن نے گیارہ بجے دن صدر مملکت سے ملاقات کی۔ انہوں نے اس بات پر اصرار کیا کہ عبوری مدت میں جب تک مارشل لاء کا ضابطہ نافذ رہے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کو قانون سازی کے اختیارات دیے جائیں اور مرکز اور صوبوں میں مکمل نمائندہ حکومتیں قائم کی جائیں۔ انہوں نے مارشل لاء بالکل اٹھا لیے جانے کا مطالبہ بھی کیا۔

شام کے وقت پریذیڈنٹ اور شیخ مجیب الرحمٰن کے مشیروں کی ایک اور ملاقات ہوئی۔ عوامی لیگ کی جماعت کو بتایا گیا کہ اگر 25 مارچ 1969ء کو نافذ ہونے والا مارشل لاء اٹھا لیا جائے تو مرکزی اور صوبائی حکومتیں قائم کرنے والے ادارے کی کوئی قانونی حیثیت باقی نہیں رہے گی اور اس ملک میں آئینی خلا پیدا ہو جائے گا۔ انہیں یہ بھی سمجھایا گیا کہ جنرل آغا محمد یحیٰی خاں صدارت کے عہدے پر اس لیے فائز ہیں کہ وہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ہیں۔

مسٹر تاج الدین احمد نے کہا کہ یہ مسائل سیاسی ہیں اس لیے انہیں سیاسی طریقے سے حل کیا جانا چاہیے۔ ڈاکٹر کمال حسین نے تجویز پیش کی کہ جنرل آغا محمد یحیٰی خان چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے اختیارات ترک کر کے پاکستان کے صدر کا عہدہ اور اختیارات سنبھال لیں۔

اس ملاقات کے بعد صدر مملکت کے مشیروں نے عوامی لیگ کے مطالبے کو ممکن قانونی حد تک پورا کرنے کے لیے مارشل لاء کا ایک اور ضابطہ تیار کیا۔ مارشل لاء کے اس ضابطے میں جو تجویزیں رکھی گئی تھیں وہ یہ تھیں:۔

1- مرکزی اور صوبائی کابینہ کا قیام۔

2- قومی اور صوبائی اسمبلیوں کو 1962ء کے آئین کے تحت قانون سازی کے اختیارات دینا۔

3- مارشل لاء ایڈمنسٹریٹروں اور فوجی عدالتوں کی تنسیخ لیکن چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کا عہدہ برقرار رکھنا تاکہ قانونی خلا پیدا نہ ہو۔

اسی روز مغربی پاکستان کے تین لیڈر کونسل مسلم لیگ کے میاں ممتاز محمد خان دولتانہ اور سردار شوکت حیات اور جمعیت علمائے اسلام کے مولانا مفتی محمود آئینی تعطل دور کرنے کے سلسلہ میں صدر اور شیخ مجیب الرحمٰن سے ملنے کے لیے ڈھاکہ پہنچے۔

20 مارچ 1971ء

عوامی لیگ نے جادیو پور میں ایک فوجی قافلے کے ذریعہ اور چاٹگام میں پاکستان کے ایک جہاز "ایم۔ دی۔ سوات" کے ذریعہ لانے جانے والی فوجی رسد میں رکاوٹ ڈال کر حد سے زیادہ اشتعال انگیزی کی۔ اس کے باوجود صدر نے ان کے ساتھ سیاسی بات چیت جاری رکھی۔ دس بجے دن صدر اور ان کے مشیروں اور شیخ مجیب الرحمٰن اور ان کے مشیروں کی ایک اور ملاقات ہوئی۔ سید نذر الاسلام' خوندکر مشتاق احمد' کیپٹن منصور علی' مسٹر تاج الدین احمد' مسٹر اے۔ ایچ قمرالزماں اور ڈاکٹر کمال حسین مجیب الرحمٰن کے ساتھ تھے۔

صدر مملکت نے شیخ مجیب الزماں کو صاف صاف بتایا کہ اقتدار کی پرامن منتقلی کی خاطر وہ کسی بھی منصوبے کو اس وقت تک اصولاً قبول کرنے پر غور نہیں کریں گے جب تک تمام سیاسی لیڈر اس پر واضح طور پر متفق نہ ہو جائیں۔

صدر کے مشیروں نے بھی انہیں یہ بات سمجھائی کہ قانونی طور پر اس کا کوئی طریقہ نہیں ہے کہ مارشل لاء اٹھا لیا جائے اور جنرل اے ایم یحیٰی خان ملک کے صدر کا عہدہ سنبھال لیں۔ صدر نے شیخ مجیب الرحمٰن اور ان کے مشیروں کو سمجھایا کہ مجوزہ اعلان کے راستے میں جو قانونی رکاوٹیں حائل ہیں ان پر قانونی ماہرین کو غور کرنا پڑے گا۔

عوامی لیگ نے اپنے موقف کی تائید میں ایک آئینی ماہر (جناب اے کے بردھی) کو پیش کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس کے ساتھ ساتھ صدر کے مشیروں اور شیخ مجیب الرحمٰن کے ساتھیوں کے درمیان ذیل مقاصد کے لیے بات چیت جاری رکھنے کی تجویز رکھی گئی:۔

1- مارشل لاء اٹھا لیا جائے۔

2- مرکزی اور صوبائی کابینہ کی تشکیل کا انتظام کیا جائے۔

3- مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کو قانون سازی کے اختیارات بھی دیئے جائیں۔

4- مشرقی پاکستان کی جغرافیائی حیثیت کے پیش نظر دوسرے صوبوں کے مقابلے میں مشرقی پاکستان کو زیادہ صوبائی خودمختاری دی

جائے۔ اور

5- ان مقاصد کے حصول کے لیے جو طریقہ اختیار کیا جائے اس پر مزید بحث مباحثہ ہونا چاہیے۔ بتایا گیا کہ قانونی تقاضے پورے کرنے کے لیے مارشل لاء اس وقت تک نافذ رہے گا جب تک قومی اسمبلی اپنے 25 مارچ کے اجلاس میں ان مقاصد کے حصول کے طریقہ کار کی توثیق نہ کر دے۔ شیخ مجیب الرحمٰن یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہوئے۔

بعد میں اس روز صدر مملکت کی طرف سے ایک فرمان کا مسودہ تیار کیا گیا تاکہ عوامی لیگ کے اس اعتراض کو دور کیا جا سکے مجوزہ حکم مارشل لاء کے ضابطے کی شکل میں نہیں ہونا چاہیے۔ فرمان کے مسودے کا مقصد یہ تھا کہ منتخب نمائندوں کو اقتدار منتقل کرنے کے سلسلے میں ٹھوس نکتوں پر بات چیت کرنے کے لیے ایک بنیاد فراہم کی جائے۔ اس سلسلے میں یہ بات کہ اس فرمان کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی۔ عوامی لیگ کے آئینی ماہر سے مزید بات چیت تک ملتوی رکھی گئی۔

اس سب سے اہم معاملے کو چھوڑ کر اس کی قانونی حیثیت کیا ہوگی۔ فرمان کے مسودے کی خاص خاص باتیں یہ تھیں۔

1- صوبائی کابینہ کے وزراء جس روز سے اپنے عہدے کا حلف اٹھائیں گے اس روز سے 25 مارچ 1969ء کو نافذ کیا جانے والا آئین منسوخ ہو جائے گا۔

2- اس مجوزہ فرمان کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے 4 اپریل 1969ء کا حکم ضروری تبدیلیوں اور اضافوں کے ساتھ عبوری مدت کے لیے پاکستان کا آئین سمجھا جائے گا۔

3- جو شخص اس فرمان کے اجرا کے فوراً پہلے صدر کے عہدے پر فائز ہوگا وہ عبوری مدت میں صدارت کے عہدے پر فائز رہے۔

4- صدر ملک کے انتظامی سربراہ ہوں گے اور 1962ء کے آئین اور عبوری آئین کے حکم کے تحت دیئے گئے اختیارات استعمال کریں گے اور فرائض انجام دیں گے۔ 1962ء کے آئین اور عبوری آئین کے حکم کو سابق آئین کہا جائے گا۔

5- ایک مرکزی کابینہ ہوگی جس کے وزیروں کو مشرقی اور مغربی پاکستان کی سیاسی جماعتوں کے نمائندوں میں سے منتخب کیا جائے گا۔

6- سابق آئین کے تحت پاکستان کی قومی اسمبلی کے فرائض وہ قومی اسمبلی ادا کرے گی۔ جس کا ذکر آئینی ڈھانچے کے حکم میں کیا گیا ہے۔

7- صرف اسمبلی کو سابق آئین کے تیسرے جدول میں ذکر کئے گئے معاملوں کے بارے میں قانون بنانے کا اختیار حاصل ہوگا۔ البتہ مشرقی پاکستان کے صوبے میں بعض حدود اور پابندیاں بات چیت کے ذریعے طے کی جا سکتی ہیں۔ تیسرے جدول میں مرکزی امور اور مرکز کے قانون سازی کے کلی اختیارات کا ذکر ہے۔

8- صوبائی اسمبلی کے فرائض آئینی ڈھانچے کے مطابق منتخب صوبائی اسمبلی ادا کرے گی۔ مشرقی پاکستان کی صوبائی اسمبلی کو یہ اختیار بھی ہوگا کہ وہ ان معاملات کے بارے میں بھی قانون بنائے جن کے بارے میں قومی اسمبلی کے قانون سازی کے اختیارات پر بعض حدیں عائد کی جائیں۔

9- صوبے کے گورنر کا تقرر صدر اس صوبے کے پارلیمانی گروپوں کے لیڈروں کے مشورے سے کریں گے اور جب تک صدر کی مرضی ہوگی گورنر کے عہدے پر فائز رہیں گے۔

10- ہر صوبے میں وزراء کی ایک کابینہ ہوگی اور وزیر اعلیٰ اس کابینہ کا سربراہ ہوگا یہ گورنر کو اس کے فرائض کی ادائیگی میں مدد دے گی لیکن ایسا کوئی شخص وزیر نہیں ہوگا جو صوبائی اسمبلی کا ممبر نہ ہو یا قومی اسمبلی کا ممبر نہ ہو۔ یا ممبر منتخب نہ ہوا ہو۔

11- فرمان کے اعلان کے ساتھ دنوں کے اندر دو کمیٹیاں ایک ڈھاکے میں دوسری اسلام آباد میں قائم کی جائیں گی۔ یہ کمیٹیاں ہر صوبے کی خاص ضرورتوں اور شقوں کی ایک ایک فہرست مہیا کریں گی۔

12- ان کمیٹیوں کی رپورٹ مل جانے کے بعد صدر مملکت جب اور جہاں مناسب سمجھیں گے پاکستان کا آئین بنانے کے لیے قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کریں گے۔

13- جب صدر مملکت کو صوبے کے گورنر یا کسی اور ذریعے سے یہ معلوم ہوگا کہ صوبے میں ایسی صورت حال پیدا ہو گئی ہے جس میں صوبائی حکومت کام نہیں کر سکتی تو صدر ایک فرمان کے ذریعے صوبے کی حکومت کے کچھ یا تمام اختیارات اپنے ہاتھوں میں لے سکتے ہیں۔ اسی روز (20 مارچ 1971ء) کو کونسل مسلم لیگ اور جمعیت علمائے اسلام کے لیڈروں نے شیخ مجیب الرحمٰن سے علیحدہ علیحدہ ملاقات کی۔

21 مارچ 1971ء

شیخ مجیب الرحمٰن نے تاج الدین احمد کے ساتھ صدر سے ملاقات کی۔ یہ ملاقات پہلے سے طے نہیں تھی۔ انہوں نے کہا کہ اب ہم مرکزی کابینہ کا تقرر نہیں چاہتے یہ ان کے موقف اور ارادوں میں ایک اہم تبدیلی تھی۔ عوامی لیگ وہ آئینی ماہر پیش کرنے میں بھی ناکام رہی ہے جس کا اس نے اپنے فرمان کے مسودے کی قانونی حیثیت ثابت کرنے کے لیے وعدہ کیا تھا۔

صدر کی دعوت پر پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین جناب ذوالفقار علی بھٹو اپنے مشیروں کے ساتھ ڈھاکہ پہنچ گئے۔

22 مارچ 1971ء

شیخ مجیب الرحمٰن کے اعلانیہ انکار کے باوجود کہ وہ مذاکرات کے لیے مسٹر بھٹو سے ملاقات نہیں کریں گے۔ صدر نے دونوں لیڈروں پر زور دیا کہ وہ ان کے ساتھ اکٹھے ملاقات کریں۔ اس ملاقات کے بعد شیخ مجیب الرحمٰن کی درخواست کو منظور کرنے کے 25 مارچ 1971ء کو قومی اسمبلی کا اجلاس بلائے جانے کے بارے میں صدر کا حکم منسوخ کر دیا گیا۔

تجویز پیش کی گئی کہ مجوزہ فرمان کو قانونی حیثیت دینے کے لیے قومی اسمبلی کا اجلاس اپریل 1971ء کی دوسری تاریخ کو بلایا جائے گا۔ یہ تجویز عوامی لیگ نے منظور نہیں کی۔

اس شام "بنگلہ دیش کندریہ چھاترو سنگرام پریشد" (طلباء کی مرکزی مجلس عمل) نے اعلان کیا کہ مشرقی پاکستان میں 23 مارچ کو جس روز سارے پاکستان میں یوم پاکستان منایا جاتا ہے۔ "پورتیو دودھ دیش" (یوم مزاحمت) منایا جائے گا۔

صدر مملکت نے میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ' سردار شوکت حیات' مولانا مفتی محمود نیشنل عوامی پارٹی کے خان عبدالولی خان اور میر غوث بخش بزنجو سے بھی ملاقات کی۔ انہوں نے ان لیڈروں سے کہا کہ وہ شیخ مجیب الرحمٰن سے ملاقات کریں اور انہیں سیاسی تصفیئے پر آمادہ کریں۔

دریں اثناء ترمیم شدہ فرمان کا مسودہ مسٹر زیڈ اے بھٹو اور مسٹر تاج الدین احمد کو فراہم کیا گیا تاکہ مختلف مسائل پر غور کرنے میں سہولت ہو۔ چھ بجے شام مسٹر زیڈ اے بھٹو نے مسٹر محمود علی قصوری' مسٹر جے اے رحیم' ڈاکٹر مبشر حسن' مسٹر حفیظ پیرزادہ اور مسٹر رفیع رضا کے ساتھ صدر کے مشیروں سے ملاقات کی' پاکستان پیپلز پارٹی کے نمائندوں نے حسب نکات پیش کیے۔

1 - مارشل لاء اٹھانے کے بعد اور قومی اسمبلی کی توثیق کے بغیر مجوزہ فرمان کی کوئی قانونی حیثیت نہیں رہے گی۔ انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ یا مجوزہ فرمان کی قومی اسمبلی سے توثیق کرائی جائے یا اس کا اعلان کر دیا جائے لیکن اس پر عمل درآمد قومی اسمبلی کی توثیق کے بعد ہو۔ یا متبادل طور پر چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے صدر کی اتھارٹی برقرار رہے۔

2 - پاکستان پیپلز پارٹی کا موقف یہ تھا کہ مجوزہ فرمان کی کوئی قانونی حیثیت نہ ہوئی تو یہ کسی کام کا نہ ہوگا اور اگر عوامی لیگ یکطرفہ طور پر آزادی کا اعلان کر دے تو یہ اعلان اس کے لیے قانونی بندش نہیں بن سکے گا۔

3 - قومی اسمبلی کے مشترکہ اجلاس میں عوامی لیگ کی زبردست اکثریت کو من مانی کرنے سے روکنے کے لیے انہوں نے یہ تجویز رکھی کہ فرمان میں یہ شق رکھی جائے کہ قومی اسمبلی میں کوئی قانون یا آئین اس وقت تک پیش نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ ہر بازو کے ممبروں کی اکثریت اسے منظور نہ کر لے۔

4 - انہوں نے محسوس کیا کہ 1962ء کے آئین کے تیسرے جدول میں رد و بدل کرنے کا اختیار اس جدول میں ترمیم کرنے تک محدود رکھا جائے اور جدول کی تمام شقوں کو بدلنے کا اختیار نہ دیا جائے۔ ان میں وہ شقیں بھی شامل تھیں جن پر اتفاق رائے ہوگیا اور بعض معاملے مثلاً دفاع مرکز کے زیر انتظام رہیں گے۔

5 - صوبائی گورنروں کا تقرر صرف اکثریتی پارٹی کے "صلاح مشورے سے" نہیں بلکہ اس کی "سفارشات پر" کیا جائے۔ اس دفعہ میں ترمیم کر دی جائے کہ بعض حالات میں صوبائی گورنر اپنی مرضی سے فرائض انجام دے سکتے ہیں کیونکہ یہ دفعہ نمائندہ حکومت کے تصور سے متصادم ہے۔

6 - پاکستان پیپلز پارٹی نے یہ بھی معلوم کرنا چاہا کہ فرمان جاری کیے جانے کے بعد قانونی ڈھانچے کے حکم کی حیثیت کیا ہوگی۔ اس کا مقصد یہ دریافت کرنا تھا کہ قانونی ڈھانچے کا حکم برقرار رہے گا یا نہیں۔

آخر کار پاکستان پیپلز پارٹی نے یہ سوچا کہ قومی اسمبلی کا اجلاس پہلے ایک واحد ادارے کی حیثیت سے ہو اور بعد میں دو کمیٹیاں قائم کی جائیں۔

23 مارچ 1971ء

23 مارچ 1971ء کے واقعات کی تفصیلات دوسری جگہ بیان کی گئی ہیں۔ ان میں ہتھیار بند لوگوں کے اجتماعات اور شیخ مجیب الرحمٰن کی رہائش گاہ پر بنگلہ دیشی پرچم لہرانے کے واقعات شامل ہیں۔

پونے بارہ بجے دن کے وقت صدر کے مشیروں اور عوامی لیگ کے وفد کی ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر کمال حسین نے فرمان کا ایک مسودہ پیش کیا جو انہوں نے عوامی لیگ کی طرف سے تیار کیا تھا۔ عوامی لیگ کا وفد اس تجویز کو قبول کرنے پر تیار نہیں تھا کہ بڑھتی ہوئی کشیدگی اور حالات کے دباؤ کے پیش نظر اس بنا پر کہ پاکستان پیپلز پارٹی اور قومی اسمبلی کی دوسری پارٹیوں سے صلاح مشورہ کرنا ضروری ہے۔ بات چیت سابق مسودہ فرمان کی بنیاد پر آگے بڑھنی چاہیے۔ عوامی لیگ نے اس تجویز سے بھی اتفاق نہیں کیا کہ اگر وہ چاہے تو اصل مسودے میں اضافہ یا ترمیمیں تجویز کر سکتی ہے۔

ان حالات میں عوامی لیگ کے مسودے کی چھان بین شروع کی گئی اور بات چیت چھ بجے شام تک کے لیے ملتوی کر دی گئی۔ پھر شام کو ایک اجلاس ہوا اور عوامی لیگ کے وفد سے مندرجہ ذیل معاملوں پر تبادلہ خیال کیا گیا۔

1- قانونی اعتبار سے لازمی تھا کہ مارشل لاء مکمل طور پر اٹھانے سے پہلے اس قسم کے فرمان کی توثیق قومی اسمبلی سے کرا لی جائے۔

2- عوامی لیگ کے مسودے میں کہا گیا تھا کہ صوبے میں مارشل لاء اس دن اٹھایا جائے جب صوبے کے گورنر جنہیں ہٹایا نہیں جا سکتا۔ اپنے عہدے کا حلف اٹھائیں اور پورے پاکستان میں مارشل لاء فرمان کے نافذ ہونے کے سات دن بعد اٹھایا جائے یہ بتا دیا گیا کہ اس سے انتظامی انتشار پھیل جائے گا اور اگر مارشل لاء اٹھانا ہے تو یہ اقدام اس دن کیا جائے جب تمام صوبوں میں وزراء اپنے عہدے کا حلف اٹھائیں۔

3- ملک کے دونوں حصوں کے قومی اسمبلی کے ممبروں کی کمیٹیاں قائم کرنے کی سابق تجویز کے سلسلے میں عوامی لیگ کے مسودے میں یہ ترمیم کی گئی کہ بنگلہ دیش کی ریاست اور مغربی پاکستان کی ریاستوں سے منتخب ہونے والے قومی اسمبلی کے ممبر الگ الگ حیثیت سے اپنے عہدے کا حلف اٹھائیں اور بنگلہ دیش کی ریاست اور مغربی پاکستان کی ریاستوں کے لیے الگ الگ آئین بنانے پر مامور کیے جائیں۔

یہ بتا دیا گیا کہ اس سے پاکستان کی قومی اسمبلی بٹ کر مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان کی اسمبلیوں میں تبدیل ہو جائے گی۔ یعنی یہ ایسا آئینی فارمولا ہے جس سے علیحدگی کا رجحان ظاہر ہوتا ہے۔

4- عوامی لیگ کو بتایا گیا کہ اس مسودے سے قومی اسمبلی کے ممبروں کے حلف نامے کی نوعیت بھی تبدیل ہوگئی ہے۔ قانونی ڈھانچے کے حکم میں جس کے تحت انتخابات ہوئے تھے اور اسمبلی کا اجلاس ہونے والا تھا' واضح طور دفعہ بارہ میں حلف نامے کی عبارت یہ رکھی گئی تھی:۔

"میں صدق دل سے اس بات کا حلف اٹھاتا ہوں (یا تصدیق کرتا ہوں) کہ میں پاکستان کا پوری طرح وفادار رہوں گا اور مجھے جو فرائض سونپے جانے والے ہیں میں ان کو سچے دل سے اپنی کوشش بھر دیانت داری کے ساتھ قانونی ڈھانچے کے حکم مجریہ 1970ء اور اس حکم میں دیئے ہوئے اسمبلی کے قواعد و ضوابط کے مطابق اور پاکستان کے اتحاد وحدت بہبود اور خوشحالی کا خیال رکھتے ہوئے انجام دوں گا۔

عوامی لیگ کے مسودہ آئین کی دفعہ 17 (5) میں مندرجہ ذیل حلف نامہ تھا۔

"میں صدق دل سے اس بات کا حلف اٹھاتا ہوں کہ میں مسلم قانون کے تحت پاکستان کے آئین کا وفادار اور اس پر پوری طرح کاربند رہوں گا۔"

5- صدر کے مشیروں نے عوامی لیگی وفد سے ان کے مسودہ کی اس دفعہ کے سنگین مضمرات پر تبادلہ خیال کیا جس میں کہا گیا تھا کہ اسمبلی کو "پاکستان کے کنفیڈریشن" کے لیے آئین تیار کرنا چاہیے اور اس بات کی وضاحت بھی کر دی گی کہ کنفیڈریشن سے مراد آزاد اور خودمختار مملکتوں کی یونین ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ قانونی ڈھانچے کے حکم اور عوامی لیگ کے چھ نکات دونوں ہی سے **متصادم** تھی کیونکہ دونوں میں واضح طور سے یہ بات طے تھی کہ پاکستان ایک وفاقی جمہوریہ ہوگا۔

6- عوامی لیگ کے مسودے کی دفعہ 17 (17) کی عبارت یہ تھی۔

"صدر کو جب آئینی بل پیش کیا جائے گا تو وہ اس کی منظوری دے دیں گے اور بل پیش کرنے کی تاریخ سے سات دن گزر جانے پر بہرصورت یہ تصور کیا جائے گا کہ اسے صدر کی منظوری حاصل ہو چکی ہے عوامی لیگی وفد کو بتایا گیا کہ ان کی یہ دفعہ قانونی ڈھانچے کے حکم میں متعین کردہ پانچ آئینی اصولوں پر متصادم ہے۔

عوامی لیگ کے مسودے کے مالی اور اقتصادی پہلوؤں پر بھی تبادلہ خیال کیا گیا جن اہم امور پر تبادلہ خیال کیا گیا وہ یہ تھے:۔

1- عوامی لیگ کے مسودے میں 1962ء کے آئین کے تیسرے جدول کے 49 امور کی جگہ مشرقی پاکستان کے لیے صرف 12 امور رکھے گئے اور یہ وضاحت بھی کی گئی کہ مشرقی پاکستان کے لیے مذکورہ بارہ امور مرکزی شعبے ہوں گے اور دوسرے امور صوبائی شعبے میں رہیں گے۔

2- حد یہ ہے کہ تیسرے جدول کے بارہ امور کے بارے میں بھی عوامی لیگ نے اہم ردو بدل تجویز کیا۔ اس طرح عوامی لیگ کے مسودے میں تیسرے جدول کے پہلے آئٹم میں صرف "پاکستان کا دفاع" کے الفاظ رہ گئے جب کہ 1962ء کے آئین میں اس آیٹم میں پانچ ذیلی شقیں بھی تھیں اور واضح کیا گیا تھا کہ اس میں بری و بحری اور فضائی فوج کی تعمیرات دفاع سے متعلقہ صنعتیں اسلحہ سازی اور چھاؤنی کے علاقوں کے دائرہ اختیار وغیرہ شامل ہیں۔

3- جہاں تک امور خارجہ کا تعلق ہے۔ عوامی لیگ کی تجویز یہ تھی "امور خارجہ جس میں بیرونی تجارت اور امداد شامل نہیں" اس معاملے میں بھی عوامی لیگ کے مسودے میں وہ سات ذیلی شقیں خارج کر دی گئیں جو 1962ء کے آئین میں شامل تھیں۔

4- ان پر واضح کیا گیا کہ عوامی لیگ نے اس معاملے میں اپنے سابقہ اعلانات سے انحراف کیا ہے اور امور خارجہ سے تمام شعبوں میں بیرونی تجارت اور امداد کو الگ کرکے اپنی پوزیشن سے ہٹ گئی ہے۔ عوامی لیگی وفد نے یہ تجویز بھی پیش کی تھی کہ بیرونی ملکوں میں الگ الگ تجارتی نمائندے متعین کیے جائیں۔

عوامی لیگ کے مسودے کی دفعہ 4 (1) میں جس کا تعلق مرکزی شعبوں سے تھا' بہت سے اہم امور حذف کر دیئے گئے تھے جن کی

تفصیل یہ ہے:

1 - اس میں سنٹرل پبلک سروس کمیشن اور مرکز کے امور سے متعلقہ ملازمتوں اور اسامیوں کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔

2 - قومی مردم شماری کرانے کے لیے کسی تنظیم کا تذکرہ نہیں تھا۔ (ایک آدمی ایک ووٹ کے اصول کے پیش نظر یہ ایک اہم بات تھی جو حذف کر دی گئی تھی)

3 - دونوں حصوں کے درمیان ٹرانسپورٹ کی سروسوں اور بین الاقوامی پوسٹل سروسوں کا کوئی ذکر نہیں تھا۔

عوامی لیگی وفد نے بتایا کہ وہ ان معاملات کے بارے میں اپنے موقف میں کسی قسم کا رد و بدل کرنے کو تیار نہیں۔

جہاں تک محصولات کا تعلق ہے عوامی لیگ کے مسودے میں مرکز کی طرف سے ٹیکس لگانے کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی۔ حد یہ ہے کہ جن مرکزی شعبوں کا خود ان کے مسودے میں ذکر تھا ان کے سلسلے میں ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے بھی مرکز کو ٹیکس کے اختیارات نہیں دیئے گئے تھے۔ عوامی لیگ نے دو اور دفعات کا بھی اضافہ کر دیا۔

(1) یہ تجویز رکھی گئی کہ مرکز نے 71ء - 1970ء کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں مشرقی پاکستان کے لیے جو رقم رکھی ہے اس کے مقابلے میں صوبائی وسیلوں میں جتنی بھی کمی پڑے گی وہ سب مرکز پورا کرے گا حالانکہ مرکز کو مشرقی پاکستان میں ٹیکس وصول کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہو گا۔

(2) یہ بات بھی کہی گئی تھی کہ اگر عبوری دور 20 جون 1971ء کے بعد تک قائم رہا تو مرکز کو صوبوں کی طرف سے ملنے والی رقم کے مقررہ فیصد تناسب کا اصول بھی تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

صدر کے مشیروں نے کہا کہ وفاقی طرز حکمرانی کا یہ مانا ہوا اصول ہے کہ مرکز کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ اپنی آئینی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اس کو جس قدر رقم درکار ہو اسے وہ محصول لگا کر پورا کرے۔

عوامی لیگ کے مسودہ آئین میں یہ وضاحت کی گئی تھی کہ مشرقی پاکستان کا ایک الگ اسٹیٹ بینک ہو گا جس کے لیے صوبائی اسمبلی قانون بنائے گی اور وفاقی اسٹیٹ بینک صرف حسب ذیل امور کا ذمہ دار ہو گا:۔

1- روپے کی زرمبادلہ میں کیا قیمت ہونی چاہیے۔

2 - مشرقی پاکستان کے اسٹیٹ بینک کی سفارش پر نئے نوٹ جاری کرنا۔

3- ٹکسال اور سیکیورٹی پریس چلانا۔

4 - بین الاقوامی مالیاتی اداروں سے عام کاروبار کرنا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ جو بھی لین دین ہو گا وہ مشرقی پاکستان کے اسٹیٹ بینک کی ہدایت کے مطابق ہو گا۔

5- عوامی لیگ کے مسودہ آئین کی دفعہ 16 اور 17 (1) کی رو سے قرار دیا گیا تھا کہ مشرقی پاکستان کا اسٹیٹ بینک 19 اپریل یعنی دو ہفتے کے اندر اندر قائم ہو جائے۔ عوامی لیگ اس تجویز میں کسی قسم کی رد و بدل کرنے پر آمادہ نہیں تھی۔

عوامی لیگ کے مجوزہ صدارتی فرمان کے مطابق 1926ء کے آئین کی 14 دفعات یعنی 99، 103، 104، 105، 107، 108، 112، 113، 114، 119، 120، 121، 122 اور دفعہ 131 کی شق نمبر2 کو حذف کرنا تجویز کیا گیا۔ دفعہ 131 کی شق نمبر2 خاص اہمیت کی حامل ہے اس میں آئین 1962ء کی دفعہ 67، 68، 70، 80، 81، 82، 84، اور 292 میں ترمیم کی گئی تھی اور 90 الف تا 20 واؤ کا نئی دفعہ کا اضافہ کیا گیا تھا جس کی غرض وفاقی حکومت کو اور زیادہ کمزور کرنا تھا اس میں یہ بھی وضاحت کی گئی تھی کہ صرف حسب ذیل صورتوں میں مرکزی اسمبلی صوبائی امور سے متعلق قانون بنا سکے گی۔

(ا) اگر پاکستان کے تحفظ اور اس کی معاشی و مالیاتی استحکام کو خطرہ لاحق ہو۔

(ب) منصوبہ بندی اور ربط پیدا کرنے کے لیے

(ج) پاکستان کے مختلف حصوں کے درمیان کسی بھی معاملہ میں یکسانیت پیدا کرنے کے لیے۔

عوامی لیگ نے اپنے موقف میں تبدیلی کرنے سے قطعاً انکار کر دیا حتیٰ کہ وہ اس پر بھی راضی نہیں ہوئی کہ مندرجہ بالا شق نمبر ایک ہی میں رد و بدل کیا جا سکے۔

صدر کے مشیروں نے اس امر کی وضاحت کی چونکہ صدارتی فرمان کی غرض یہ ہے کہ وہ ایک عبوری آئین کا کام دے اس لیے اس کی چنداں ضرورت نہیں اس میں عوامی لیگ کے تمام مطالبات اور تجویزیں شامل کی جائیں۔ اس کے جواب میں مسٹر تاج الدین نے کہا کہ وقت ہاتھ سے نکل رہا ہے۔ اس لیے 48 گھنٹے کے اندر اندر فرمان جاری کر دیا جائے۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر مجوزہ مدت میں اس کا اعلان نہ کیا گیا تو پھر یہ فرمان بھی سود مند ثابت نہیں ہو گا ان کو یہ بتایا گیا کہ عوامی لیگ نے جو تجویزیں پیش کی ہیں ان کے بارے میں دوسری وفاقی وحدتوں کی پارلیمانی پارٹیوں سے مشورہ کرنا ضروری ہے اور امر واقعہ یہ ہے کہ 20 مارچ 71ء کو صدر نے عوامی لیگی لیڈروں پر واضح کر دیا کہ تمام سیاسی جماعتوں کی منظوری حاصل کرنا لازمی شرط ہے۔

اس روز خان عبدالقیوم خان نے صدر سے ملاقات کی اور شام کو دولتانہ صاحب، سردار شوکت حیات، مفتی محمود، خان عبدالولی خان اور مولانا شاہ احمد نورانی صدر سے ملے۔ انہوں نے صدر کو بتایا کہ شیخ مجیب

الرحمٰن نہ بات ہی سننے کو تیار ہیں اور نہ ہی عوامی لیگ کے منصوبے میں کوئی رد و بدل پر آمادہ ہیں۔

اس روز شیخ مجیب الرحمٰن نے ہتھیار بند رضاکاروں کے دستوں کی سلامی لی تھی۔ بنگلہ دیش کا پرچم لہرایا تھا اور اعلان کیا تھا کہ "ہماری جدوجہد نجات و آزادی کے لیے ہے۔"

24 مارچ 1971ء

جناب بھٹو صدر سے پھر ملے تاکہ مجوزہ صدارتی اعلان کی قانونی حیثیت کے متعلق گفتگو کریں جس کی رو سے مارشل لاء اٹھا لیا جاتا اور جنرل اے ایم یحییٰ خان صدر کے اختیارات اور فرائض سنبھال لیتے۔

عوامی لیگ کے مشیروں نے چھ بجے شام کو صدر کے مشیروں سے ایک اور ملاقات کی اور اس کے خاتمے پر انہوں نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ "جہاں تک ان کا تعلق ہے انہوں نے اس ملاقات کے دوران اپنے نقطہ نظر کی کماحقہ وضاحت کر دی ہے۔"

انہوں نے یہ بھی وضاحت کر دی تھی کہ "ان کی طرف سے اب مزید تبادلہ خیالات کی گنجائش باقی نہیں" (روزنامہ پیپلز۔ ڈھاکہ مورخہ 25 مارچ 1971ء)

25 مارچ 1971ء

عوامی لیگ نے تو اعلان بھی کر دیا تھا کہ وہ اب اور بات چیت نہیں کرے گی۔ مجوزہ صدارتی فرمان کا جو مسودہ اس نے دیا تھا اس سے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہو گئی کہ شیخ مجیب الرحمٰن کو مرکزی یا وفاق پاکستان کے امور سے ذرا بھی دلچسپی نہیں تھی۔ اس مجوزہ فرمان کا نتیجہ یہ ہوتا کہ مرکز بے اثر ہو جاتا۔ کیونکہ وفاق کی جگہ کنفیڈریشن وجود میں آتا اور یکم مارچ سے انہوں نے جو متوازی حکومت مشرقی پاکستان میں قائم کر رکھی تھی اس کو قانونی حیثیت حاصل ہو جاتی اور کسی قانونی جواز کے بغیر اس فرمان کے جاری کرنے سے آئینی خلا پیدا ہو جاتا۔

صدر نے اس کا لب لباب یوں بیان کیا "یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ ایک پاکستان کی بنیاد پر شیخ مجیب الرحمٰن اور ان کے مشیر کسی مفاہمت کی نیت ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کی تو صرف یہ کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح وہ مجھ سے ایسا فرمان جاری کروا لیں جو قومی اسمبلی کو دو الگ آئین ساز اسمبلیوں میں تقسیم کر دے۔ فیڈریشن کی جگہ کنفیڈریشن وجود میں آ جائے اور مارشل لاء ختم کیا جائے تاکہ ملک میں مکمل انتشار پھیل جائے۔ اس منصوبے کی غرض یہ تھی کہ بنگلہ دیش کے نام سے ایک الگ ریاست قائم کی جائے یہ کہنا فضول ہے کہ اس طرح قائداعظم نے جو پاکستان بنایا تھا وہ ختم ہو جاتا۔"

تیسرا باب

مشرقی پاکستان میں دہشت گردی

سیاسی گفت و شنید کے نتائج کے ساتھ ہی ساتھ عوامی لیگ کے کارکن اس منظم طریقے سے بھی اپنی تیاریاں مکمل کرتے رہے کہ آئینی بات چیت کے نتیجے میں جو فائدے حاصل نہ ہو سکیں۔ انہیں وہ بزور طاقت حاصل کر لیں۔

شیخ مجیب الرحمٰن اور ان کی پارٹی نے انتخابات میں بڑی کامیابی کے ساتھ دہشت انگیز ہتھکنڈوں سے کام لیا تھا اور اس کی وجہ سے ان کے حوصلے اس حد تک بلند ہو گئے کہ انہوں نے سول انتظامیہ کو نقصان پہنچانے، طلباء کو بھڑکانے اور پولیس اور مسلح افواج میں بنگالیوں کو بغاوت پر اکسانے کی ایک مہم شروع کر دی۔ تمام شہروں میں یکے بعد دیگرے سنگرام پریشد (انقلابی کونسلیں) قائم کی گئیں اور کالجوں کے کیمپس دہشت انگیز سرگرمیوں کے تربیتی مرکز بن گئے۔ مرکزی حکومت کے ملازموں اور اداروں کے کارکنوں کو ڈرانے دھمکانے کی زبردست مہم چلائی گئی۔ کافی پہلے یعنی 14 دسمبر 1970ء کو ڈھاکہ میں عوامی لیگ کے حامی روزنامہ "دی پیپل" نے راج شاہی ڈسٹرکٹ عوامی لیگ کے صدر کا ایک بیان شائع کیا جس میں انہوں نے کھلم کھلا ایک آزاد اور خودمختار بنگلہ دیش کی بات کی تھی۔

اس طرح شیخ مجیب الرحمٰن اپنی علیحدگی کی تحریک کے لیے زمین ہموار کر لینے کے بعد صدر کے یکم مارچ 1971ء کے اس اعلان کو (جس میں قومی اسمبلی کے اجلاس کے عارضی التوا کا ذکر تھا) منظم لاقانونیت شروع کرنے کا بہانہ بنا لیا اور اس کے بعد عوامی لیگ نے "عدم تعاون کی تحریک" کی اڑ میں دہشت گردی اور شرانگیزی کا بازار گرم کر دیا۔

یکم مارچ 1971ء

شیخ مجیب الرحمٰن نے ایک پریس کانفرنس میں ڈھاکہ میں ہڑتال کا اعلان کیا۔ ان کے اس اعلان کے فوراً بعد عوامی لیگ کے ہتھیار بند دستوں نے شہر کے مختلف علاقوں میں تباہی مچا دی اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ انہوں نے جگہ جگہ آگ لگائی اور غنڈہ گردی کی دوسری حرکتیں کیں۔ انہوں نے نرائن گنج رائفل کلب پر دھاوا بول دیا اور وہاں سے اسلحہ اور گولہ بارود اٹھا کر لے گئے۔ ڈھاکہ یونیورسٹی کے اقبال اور جگن ناتھ ہال میں مسلح دستے تیار کیے گئے جو اسلحہ گاڑیاں اور روپیہ پیسہ بٹورنے کے لیے پورے شہر میں پھیل گئے۔ یکم مارچ کی رات کے دوران پورے ڈھاکہ اور نرائن گنج میں تشدد کی وارداتوں میں برابر اضافہ ہوتا رہا اور ان کا دائرہ بھی بڑھ گیا۔

2 مارچ 1971ء

بیت المکرم میں اسلحہ کی دو دکانیں اور نیو مارکیٹ میں ایک دکان لوٹ لی گئی اور سارا اسلحہ ڈھاکہ یونیورسٹی کے کیمپس پہنچا دیا گیا۔ جہاں نشانہ بازی کی مشق کے لیے چاندماری کا ایک میدان پہلے ہی بنا لیا گیا تھا۔ اس کی فائرنگ کی آوازیں سارا دن سنائی دیتی تھیں۔

سڑکوں گلی کوچوں میں لوگوں کے ہجوم جو بندوقوں سے مسلح تھے اور ہاتھوں میں لوہے کی سلاخیں اور لاٹھی اور ڈنڈے لیے ہوئے تھے۔ گھومتے رہے۔ جناح ایونیو اور بیت المکرم میں بہت سی دکانوں اور کاروباری مرکزوں اور شالیمار ہوٹل اور گلستان سینما پر حملے کئے گئے۔ رکشاؤں پر پتھراؤ کیا گیا۔ نرائن گنج میں ایک جوٹ مل (غواصی) اور ڈھاکہ کے فارم گیٹ علاقے میں دو نجی رہائشی مکانوں کو آگ لگا دی گئی۔

شیخ مجیب الرحمٰن نے ایک اور پریس کانفرنس بلائی اور 3 مارچ کو پورے مشرقی پاکستان میں عام ہڑتال کا اعلان کیا۔ ابھی یہ پریس کانفرنس جاری تھی کہ عوامی لیگ کے حامی طلباء کے گروپوں نے ڈھاکہ یونیورسٹی میں پاکستان کے قومی پرچم کی بے حرمتی کی اور اسے جلا دیا۔ جب شیخ مجیب الرحمٰن کی توجہ اس طرف دلائی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ "میں کچھ نہیں کہوں گا۔" انہوں نے یہ بات پھر کہی کہ وہ مرکزی حکومت کے خلاف عوامی نافرمانی کی ایک تحریک شروع کر دیں گے۔ انہوں نے یہ بھی اعلان کیا کہ وہ 7 مارچ کو ایک جلسے میں اپنے "عملی پروگرام" کی تفصیلات بتائیں گے۔

اس دوران تشدد کا سلسلہ برابر بڑھتا رہا اور پورا شہر زبردست ہنگاموں کی لپیٹ میں آ گیا اور بڑے پیمانے پر لاقانونیت کی ان وارداتوں سے نمٹنے کا کام سول انتظامیہ کے بس سے باہر ہو گیا چنانچہ سول حکام کی درخواست پر فوج کو جو ابھی تک اپنی بیرکوں میں تھی، طلب کر لیا گیا اور رات کے دوران کرفیو نافذ کر دیا گیا۔

کرفیو کے ضابطوں کی بڑے پیمانے پر خلاف ورزیاں کی گئیں۔ صدر گھاٹ ڈھاکہ میں ایک ہجوم نے ایک فوجی یونٹ پر حملہ کر دیا۔ جس میں چھ آدمی ہلاک ہو گئے ایک آدمی اس وقت مارا گیا جب فوج نے مقامی ٹی وی اسٹیشن کو ایک تشدد پسند ہجوم کی زد سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔

3 مارچ 1971ء

ڈھاکہ کے علاقے اسلام پور پٹواٹولی بازار اور نواب پور اور دوسرے علاقوں میں تشدد اور لاقانونیت کا دور دورہ ہو گیا اور تشدد کی کارروائیوں میں پانچ افراد ہلاک اور 26 زخمی ہوئے۔ بہت سی دکانیں اور کاروباری دفتر اور رہائشی مکانات نذر آتش کر دیئے گئے اور متعدد آدمیوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ جناح ایونیو میں ایک جنرل اسٹور اور گھڑیوں کی ایک دکان لوٹ لی گئی اور اسلحہ کی دکانوں سے اور ہتھیار بھی لوٹ لیے گئے۔ پچاس جھونپڑیوں کو آگ لگا دی گئی۔

اس عرصے میں تشدد کی یہ مہم صوبے کے دوسرے علاقوں میں پھیل چکی تھی۔ جیسور میں لاٹھیوں، ڈنڈوں اور برچھیوں سے مسلح ہجوم نے مقامی ٹیلی فون ایکسچینج پر حملہ کر دیا۔ پہرہ داروں نے فائرنگ کی جس سے دو آدمی ہلاک اور 9 زخمی ہو گئے اس کے بعد ہجوم منتشر ہو گیا۔

صبح کے وقت بھیرب سے لکشم جانے والی ایک لوکل ٹرین کو کومیلا میں روک لیا گیا اور اسے آگ لگانے کی کوشش کی گئی۔ لکشم کے قریب دولت گنج کے ٹیلی فون ایکسچینج پر حملہ کیا گیا اور اسے نقصان پہنچایا گیا۔ کومیلا ٹیلی فون ایکسچینج کا رابطہ صوبے کے باقی حصوں سے کاٹ دیا گیا۔ اکھوڑہ، سلہٹ، جی گنج، اور بیانی بازار میں ٹیلی فون ایکسچینجوں پر بھی دھاوا بول کر انہیں اپنا کام بند کر دینے پر مجبور کر دیا گیا۔

ڈھاکہ میں ریڈیو اور ٹیلیویژن نے عوامی لیگ کی ہدایت کے مطابق ایک نیا "بنگلہ دیش" کا ترانہ بجایا۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے "بنگلہ دیش" کے عوام کے حقوق کے لیے پورے صوبے میں سول نافرمانی کی تحریک شروع کرنے کے اعلان کیا۔

4 مارچ 1971ء

3 اور 4 مارچ 1971ء کی درمیانی رات کو چاٹگام اور کھلنا میں ہنگامہ برپا ہوا۔ چاٹگام میں عوامی لیگ کے ہتھیار بند دستوں کی رہنمائی میں بلوائیوں نے وائرلیس کالونی اور کئی دوسرے محلوں پر حملے کئے اور اندھا دھند طریقے سے لوٹ مار، آتش زنی، قتل اور آبرو ریزی کا ارتکاب کیا۔ ایک محلّہ (فیروز شاہ کالونی) میں 700 مکانوں کو آگ لگا دی گئی اور ان میں رہنے والے جن میں مرد عورتیں اور بچے شامل تھے جل کر ہلاک ہو گئے۔ جن لوگوں نے بھاگنے کی کوشش کی انہیں یا تو مار ڈالا گیا یا شدید زخمی کر دیا گیا۔ زندہ جل کر مرجانے والوں کے علاوہ جن کی لاشیں بعد میں ملیں 300 سے زیادہ آدمی تین اور چار مارچ کو ہلاک یا زخمی کر دیئے گئے۔

جیسور میں کھلنا سے آنے والی ایک ٹرین کو پٹڑی سے اتار لیا گیا اور اس کے مسافروں کو باہر کھینچ کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ جیسور کے ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں بلوائیوں نے پاکستان کے پرچم کی بے حرمتی کی اور اسے جلا ڈالا۔ انہوں نے دفتر پر ایک دستی بم پھینکا۔

کھلنا میں ٹیلی فون ایکسچینج پر حملہ کیا گیا اور کئی ملازمین کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔

ڈھاکہ میں دھان منڈی اور نواب پور روڈ سے لوٹ مار کی وارداتوں کی اطلاعات ملیں۔ اسلحہ کی ایک دکان پر دھاوا بول کر وہاں

سے ہتھیار لوٹ لیے گئے۔

5 مارچ 1971ء

چاٹگام میں چھرا گھونپنے اور مکانات جلانے کی وارداتیں ہوئیں۔
کھلنا کے خاص پور اور دولت پور کے علاقوں میں 57 آدمیوں کو ہلاک کرنے کے لیے دستی بم' درانتیاں اور برچھیاں استعمال کی گئیں۔ مرنے والوں کی لاش ٹکڑے ٹکڑے پائی گئیں۔ کھلنا شہر میں لاٹھیوں اور بندقوں سے مسلح بلوائیوں نے چار دکانیں لوٹ لیں اور ایک ہوٹل کو آگ لگا دی۔

صوبے کے اندرونی علاقے کے دوسرے مقامات سے ملنے والی اطلاعات سے پتہ چلا کہ دور دور تک تشدد کا بازار گرم کر دیا گیا ہے اور پورے صوبے میں شہری انتظامیہ مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔
مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان ٹیلی مواصلات کا سلسلہ اب بھی ٹوٹا ہوا تھا۔ مشرقی پاکستان بیرونی دنیا سے کٹ چکا تھا کیونکہ ٹیلی فون اور ٹیلی گراف کے ملازمین نے عوامی لیگ کے احکام کے مطابق پیغامات بھیجنا اور وصول کرنا بند کر دیئے تھے۔

6 مارچ 1971ء

15 مارچ 1971ء کی درمیانی رات کو ڈھاکہ کے سلیم اللہ مسلم ہال کے طالب علم برٹش کونسل کی عمارت میں گھس گئے۔ انہوں نے مٹی کا تیل چھڑک کر عمارت کو آگ لگانے کی کوشش کی لیکن فوج وقت پر پہنچ گئی اور اس نے فائرنگ کی۔ ڈھاکہ کی سنٹرل جیل کو توڑ کر 341 قیدی فرار ہوگئے۔ پولیس نے گولی چلائی جس سے 7 قیدی ہلاک ہوئے۔ ایک پولیس سارجنٹ اور 6 وارڈرز زخمی ہوئے۔ بعد میں ان مفرور قیدیوں نے تشدد پسند عوامی لیگ اور طالب علموں کے گروپوں کی شہ پر ڈھاکہ کی سڑکوں پر جلوس نکالا اور دھمکی آمیز نعرے لگائے۔
عوامی لیگ اور مشرقی پاکستان سٹوڈنٹس لیگ کے لوگوں نے تیزاب اور کیمیاوی چیزیں حاصل کرنے کے لیے سائنس لیبارٹریوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ ڈھاکہ کی گورنمنٹ سائنس لیبارٹری کو لوٹ کر وہاں سے تمام آتش گیر مادہ لے جایا گیا۔ اس غرض سے پولی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ پر بھی حملہ کیا گیا۔ لیکن جب فائرنگ کی گئی تو بلوائی منتشر ہوگئے۔
مشرقی پاکستان کے تمام بڑے شہروں سے بھی اسی قسم کی اطلاعات موصول ہوئیں۔ ان میں کومیلا اور جیسور شامل ہیں۔ جہاں بم پھٹنے کے کئی واقعات ہوئے۔
فرید پور کے راجندر کالج کی آفیسرز ٹریننگ کور کی 10 رائفلیں اور 15 سنگینیں لوٹ لی گئیں۔
چاٹگام میں لوٹ مار اور آتشزنی کا سلسلہ جاری تھا۔ دو مکانات اور کئی جھونپڑیوں کو آگ لگا دی گئی۔ کئی مقامات پر چھپ کر گولی چلانے کے واقعات ہوئے۔
راجشاہی میں سٹی مجسٹریٹ کے دفتر کو آگ لگا دی گئی۔

7 مارچ 1971ء

شیخ مجیب الرحمٰن نے ایک متوازی حکومت چلانے کے منصوبوں کا اعلان کیا اور باضابطہ طور پر کئی ہدایات جاری کیں۔
"انہوں نے 2 مارچ کو شروع ہونے والی" عدم تشدد اور عدم تعاون کی تحریک کو جاری رکھنے کے لیے "ایک ہفتے کے پروگرام کا اعلان کیا۔ اس پروگرام میں یہ باتیں شامل تھیں۔ (1) ٹیکس ادا کرنا (2) پورے "بنگلہ دیش" میں تمام تعلیمی اداروں' سرکاری اور نیم سرکاری دفتروں' ہائی کورٹ اور دوسری عدالتوں میں کام بند رکھنا۔ ریڈیو' ٹیلی ویژن اور اخباروں کو اس بارے میں تفصیلی ہدایتیں دی گئیں کہ عوامی لیگ کی خبریں کس انداز سے پیش کی جائیں اور کہا گیا کہ اگر ان ہدایتوں پر عمل نہیں کیا گیا تو ان وارداتوں کے بنگالی ملازمین تعاون نہیں کریں گے۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان ٹیلی فون کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ ایک ہدایت میں حکم دیا گیا کہ "بینک" نہ تو اسٹیٹ بینک کے ذریعہ نہ کسی اور ذریعہ سے رقمیں مغربی پاکستان بھیجیں گے۔" ایک اور ہدایت میں خاص طور سے کہا گیا کہ ہر یونین' محلے' تھانے' سب ڈویژن اور ضلع میں مقامی عوامی لیگ کے یونٹوں کی قیادت میں ایک سنگرام پریشد (انقلابی کونسل) منظم کی جائے۔
ادھر ڈھاکہ میں ریڈیو پاکستان کی عمارت میں آتش گیر مادہ پھینکا گیا۔
شہر کے مختلف حصوں سے یہ خبریں آ رہی تھیں کہ عوامی لیگ کے حامی طلبہ جیپ گاڑیاں' پک اپ اور مائیکرو بسیں زبردستی چھین کر لے جا رہے تھے۔
ضلع جیسور میں برگانہ کے مقام پر پاکستان کا قومی پرچم جلایا گیا۔

8 مارچ 1971ء

ڈھاکہ میں جن لوگوں کے پاس لائسنس والے ہتھیار تھے ان سے عوامی لیگی رضاکاروں نے ہتھیار اور کارتوس چھیننے شروع کر دیئے۔ اس قسم کی اطلاعات مشرقی پاکستان کے دوسرے شہروں سے آ رہی تھیں۔ صوبے کے طول و عرض میں عوامی لیگ نے جلسے کیے۔ بلوائیوں نے جلوس نکالے۔ نسل پرستانہ اور پاکستان دشمن نعرے لگائے۔
مشرقی پاکستان عوامی لیگ کے جنرل سیکرٹری مسٹر تاج الدین احمد نے شیخ مجیب الرحمان کی ہدایت کے تحت کچھ مستثنیات اور تصریحات کا اعلان کیا خاص طور سے یہ حکم شامل تھا کہ "اسٹیٹ بینک یا کسی اور کی معرفت کوئی رقم بنگلہ دیش سے باہر نہیں بھیجی جائے گی۔"

9 مارچ 1971ء

عوامی لیگ کے رضاکاروں اور حامی طلباء کے گروہوں نے بنگلہ دیش سے سرمائے کے انتقال کو روکنے کے لیے ڈھاکہ میں جگہ جگہ جانچ پڑتال کے اڈے قائم کر دیئے اور جانچ پڑتال کے بہانے جن لوگوں کے سامان کی تلاشی لی جاتی تھی۔ اسے "بنگلہ دیش" کے نام پر ضبط کر لیا جاتا تھا۔

رنگ پور میں ایک شرانگیز مجمع نے لال منیرہاٹ میں ایک ریل گاڑی روک لی اس کو توڑا پھوڑا اور کچھ مسافروں کو سیاسی اور نسلی اختلاف کی بنیاد پر ستایا اور شہر کے مختلف محلوں میں بہت سے لوگوں کو مارا پیٹا۔

راج شاہی میں ٹاؤن ہال پر "آزادی کا پرچم" لہرایا گیا۔

لندن کے اخبار "ڈیلی ٹیلی گراف" کے نمائندے کیتھ کلارک کا ایک مراسلہ 9 مارچ 1971ء کو شائع ہوا تھا جس میں بتایا گیا کہ "معلوم ہوا ہے کہ اتوار کی رات کو (7 مارچ) جب شیخ مجیب نے اس صوبے کو "علیحدگی کے دروازے تک پہنچایا' ڈھاکہ مکمل لاقانونیت کے سیلاب میں ڈوب گیا"۔ آگے چل کر اسی خبر میں کہا گیا کہ عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب نے اس عمل کو آزادی کی تحریک کا نام دیا اور قومی اسمبلی میں مل جل کر کام کرنے کے لیے ایسی شرطیں لگائی تھیں جنہیں مان لینا صدر یحییٰ خان کے بس میں نہیں تھا۔ اس اخبار نے یہ بھی لکھا تھا کہ شیخ نے ہدایت جاری کی ہے کہ ہر گاؤں میں عوامی لیگ کے لیڈروں کی سرکردگی میں مکتی کیٹیاں قائم کی جائیں۔

10 مارچ 1971ء

عوامی لیگ نے اعلان کیا کہ بینک لاکروں سے کوئی چیز نہیں نکالی جائے گی اور بندرگاہ کے حکام کسی قسم کا تعاون نہیں کریں گے الا اس صورت کے جس کی اجازت شیخ مجیب الرحمٰن کے ہدایت ناموں میں دی گئی ہے۔

کومیلا سے اطلاعات آئیں کہ چائے کے باغات میں فسادات ہوئے ہیں اور علاقے میں خوف و ہراس پھیلا ہوا ہے۔

12 مارچ 1971ء

11 اور 12 مارچ کی درمیانی شب میں باریسال کی جیل توڑ دی گئی اور بہت سے قیدی بھاگ گئے۔ بوگرا سے بھی جیل کے ٹوٹنے کے ساتھ قیدیوں کے فرار ہونے کی اطلاع آئی کومیلا میں تین سو قیدیوں نے جیل سے بھاگنے کی کوشش کی۔ پولیس نے گولی چلائی جس سے دو قیدی ہلاک اور اٹھارہ زخمی ہوئے۔

صوبے بھر میں "مکتی دل" اور نیم فوجی تنظیمیں وجود میں آئیں اور عام لوگوں میں نسلی نفرت و اشتعال پیدا کرنے کے لیے ان کی طرف سے چھپے ہوئے اور ہاتھ کے لکھے اشتہار چوری چوری تقسیم کیے گئے۔

ایک فوجی قافلہ کو جو پانچ فوجی گاڑیوں میں سلہٹ سے کومیلا راشن لینے جا رہا تھا' برہمن باڑیا میں ایک مسلح مجمع نے روکنے کی کوشش کی۔

13 مارچ 1971ء

ڈھاکہ میں ریلوے اسٹیشن پر مسافروں کو عوامی لیگ کے رضاکاروں نے گھیرے میں لے لیا تاکہ ان سے پوچھ گچھ کی جائے۔ اس لیے کہ ان پر الزام لگایا گیا تھا کہ "وہ مغربی پاکستان کے دلال تھے۔" ڈھاکہ میں تکرائل کے نواح میں واقعہ ایک سرکاری دفتر میں تیزاب سے بھری دو بوتلیں پھینکی گئیں جس سے آگ لگ گئی۔

جیسور میں ڈپٹی کمشنر کے دفتر پر جو پاکستان کا قومی پرچم لہرا رہا تھا۔ اس کو اتار کر اس کی جگہ بنگلہ دیش کا پرچم لگایا گیا۔

کومیلا میں عوامی لیگی لیڈروں نے دھمکی دی کہ اگر ان دو قیدیوں کو جنہوں نے شمشیر نگر میں قومی پرچم جلایا تھا' رہا نہ کیا گیا تو وہ جیل توڑ کر ان کو نکال لے جائیں گے۔

14 مارچ 1971ء

شیخ مجیب الرحمٰن نے اعلان کیا کہ پہلے جتنے ہدایت نامے جاری کیے گئے تھے وہ منسوخ سمجھے جائیں اور ان کی جگہ انہوں نے نیا ہدایت نامہ جاری کیا جس میں عملی پروگرام کی تفصیل بتائی گئی تھی اور جس پر 5 مارچ 1971ء سے عمل ہونا تھا۔ ان ہدایات میں ایک جگہ لکھا تھا کہ "متعلقہ حکام یعنی ڈپٹی کمشنر اور سب ڈویژنل آفیسر اپنے فرائض کی بجا آوری اور اختیارات کے سلسلے میں اپنے اپنے علاقے کی عوامی لیگ سنگرام پریشد سے قریبی رابطہ قائم کریں گے اور ان سے تعاون کریں گے۔

ایک اور ہدایت نامے میں قرار دیا گیا تھا کہ "کسٹم کا محکمہ کام کرتا رہے گا اور پورا محصول لے کر مال چھوڑے گا۔ وصول شدہ رقم ایک خاص کھاتے میں جمع کی جائے گی اور اس غرض سے ایسٹرن بینکنگ کارپوریشن لمیٹڈ اور ایسٹرن مرکنٹائل بینک لمیٹڈ (نجی بنک) میں کلکٹر کسٹم کے نام میں حساب کھولا جائے جو ان کھاتوں سے لین دین کا کام ان ہدایات کے مطابق کریں گے جو وقتاً فوقتاً عوامی لیگ کی طرف سے جاری کی جائیں گی اور اس مد میں جو رقوم وصول کی جائیں گی وہ مرکزی حکومت کے کھاتے میں جمع نہیں کی جائے گی۔

15 مارچ 1971ء

"سوادھین بنگلہ دیش کیندر یا چھترا سنگرام پریشد (آزاد بنگال کی انقلابی طلبہ کی مرکزی کونسل) کے چار ممبروں نے ایک مشترکہ بیان جاری کیا جس میں اعتراف کیا گیا تھا کہ "کچھ ہتھیار بند شرپسند لوگ جو گاڑیوں میں سوار ہیں مختلف گھروں پر چھاپے مارنے میں مشغول ہیں اور سنگرام پریشد کے نام پر لوگوں سے زبردستی چندہ وصول کر رہے ہیں"۔

ادھر یہ خبریں آ رہی تھیں کہ عوامی لیگ نے ڈھاکہ میں جگہ جگہ جو "جانچ پڑتال" کے نام سے اڈے قائم کر رکھے ہیں وہاں تلاشی کے بہانے نسلی اور سیاسی اختلاف کی بنا پر لوگوں کے ساتھ بہیمانہ سلوک کیا جا رہا ہے۔

کومیلا میں فینی کے مقام پر ایک ہتھیار بند مجمع نے ایک فوجی یونٹ کے گرد گھیرا ڈالا اور اس پر حملہ کیا۔

بی بی سی لندن نے 15 مارچ 1971ء کو یہ خبر نشر کی تھی "شیخ مجیب الرحمٰن نے ایک بیان دیا ہے جس میں انہوں نے محکمہ دفاع کے غیر فوجی عملے کو ہدایت کی کہ "فوج کا حکم نہ مانیں اور کام پر واپس نہ جائیں۔" شیخ مجیب الرحمٰن نے جس کی عوامی لیگ مشرقی پاکستان کے لیے زیادہ سے زیادہ خودمختاری کی طلب گار تھی تیس سے زائد ہدایت نامے جاری کیے جن کی غرض اس علاقے کو زیادہ سے زیادہ گرفت میں لینا تھا۔ مثلاً انہوں نے یہ حکم دیا تھا کہ مرکزی حکومت کی بجائے ان کی حکومت کو ٹیکس ادا کیے جائیں۔"

16 مارچ 1971ء

ناٹور ضلع رنگ پور کے مہاراج ہائی سکول سے تیزاب اور کیمیاوی اجزاء چرائے گئے۔ چٹاگانگ میں عوامی لیگ کے رضاکاروں نے اسلحہ کی ایک دکان لوٹ لی۔

لندن کے اخبار "گارجین" (16 مارچ 1971ء) میں اخبار کے نامہ نگار مارٹن اڈینی نے عوامی لیگ کی ایک مجلس عمل کا یوں ذکر کیا ہے۔

"یہ مجلس عمل صوبے میں موجود دوسری مجلس عمل کی طرح اس بات پر غور کر رہی تھی کہ مشرقی بنگال کے سلسلے میں جسے وہ آزاد سمجھنے لگے تھے۔ اب کیا قدم اٹھانا ہے۔ انھاون دیہاتوں کے تین سو باشندوں نے ایک مجلس عمل بنائی جو اگر ضروری ہوئی تو فوج کا مقابلہ کرے گی اور ان لوگوں کو ایک دہقانی تربیت دے رہا ہے جو رائل انڈین آرمی سروس کور میں بحیثیت لانس کارپورل ملازم تھا۔"

ہندوستان کے اخبار روزنامہ (اسٹیٹسمین 16 مارچ 1971ء) نے عوامی لیگ کے ہدایت نامہ مورخہ 14 مارچ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مسٹر مجیب الرحمٰن نے کہا تھا کہ صدر "ہمارے مہمان ہوں گے۔" اس جملہ کا مطلب ڈھاکہ میں لوگوں نے یہ لیا کہ مشرقی پاکستان اپنے آپ کو مغربی پاکستان سے ایک الگ ملک سمجھتا ہے۔"

17 مارچ 1971ء

سولہ اور سترہ مارچ کی درمیانی شب کو عظیم پور ڈھاکہ میں واقع ایک سرکاری دفتر میں تیزاب کی دو بوتلیں پھینکی گئیں۔

جیسور میں بجلی گھر کو نقصان پہنچایا گیا جس کی وجہ سے بجلی کی فراہمی میں خلل پڑا۔ جیسور سے کھلنا جانے والی سڑک پر جگہ جگہ رکاوٹیں کھڑی کی گئیں۔ کھلنا میں پانچ مارچ کے قتل عام میں جو تین سو آدمی بچ گئے تھے ان کو مارنے کی پھر دھمکیاں دی گئیں۔

موضع لالی بار تھانہ کالی گنج ضلع دیناج پور میں طلبہ نے بارہ مکانوں کو جلا دیا۔

18 مارچ 1971ء

سنٹرل گورنمنٹ ہائی سکول موتی جھیل ڈھاکہ پر ہلہ بولا گیا اور تیزاب اور کیمیاوی اجزا لوٹ لیے گئے۔ جیسور میں ایک فوجی کیمپ پر تیزاب سے بھری ہوئی دو بوتلیں پھینکی گئیں۔

19 مارچ 1971ء

ڈھاکہ میں میمن سنگھ سے واپس آنے والی ایک فوجی گاڑی پر جب وہ ایک ریلوے کراسنگ پر سے گزر رہی تھی ایک ہجوم نے اچانک حملہ کر دیا اور حملہ آور چھ آدمیوں کو معہ ان کے ہتھیاروں کے پکڑ کر لے گئے۔

ڈھاکہ سے بائیس میل دور جادیو پور میں ایک ہتھیار بند ہجوم اور فوجیوں نے ایک دوسرے پر گولی چلائی کیونکہ جادیو پور بازار میں ایک ریلوے کراسنگ پر ایک ریل کھڑی کر کے راستہ کاٹ دیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد قصبہ میں کرفیو لگا دیا گیا۔ فوجی نوجوانوں نے اس ریل کو دھکیل کر راستہ صاف کرنے کی کوشش کی۔ اس کو روکنے کے لیے ہجوم نے گولی چلا دی اور تین جوان بری طرح زخمی ہوئے۔ جادیو پور کے چوراہے پر ایک تشدد پسند ہجوم نے پھر گولی چلائی۔ جوانوں نے گولی کا جواب گولی سے دیا اور ایک شرپسند ہلاک ہوگیا۔ ڈھاکہ میمن سنگھ شاہراہ پر کوئی چھ جگہ رکاوٹیں کھڑی کر دی گئیں۔

20 اور 21 مارچ 1971ء

ہندوستان سے ست کھیرا کے راستے جیسور میں ہتھیاروں کی ایک بڑی کھیپ آنے کی اطلاع ملی۔ اس طرح پتہ چلا کہ ناجائز ذریعوں سے حاصل کیے ہوئے ہتھیار اور گولہ بارود چٹاگانگ کومیلا روانہ کیا گیا۔

ہانگ کانگ کے ایک اخبار "دی فار ایسٹرن ریویو" (20 مارچ

1971ء) نے خبر چھاپی تھی کہ ادھر تو صدر یحییٰ خان بیٹھے یہ سوچ رہے تھے کہ اگلا قدم کیا اٹھایا جائے اور ادھر شیخ مجیب الرحمٰن نے اپنے مکان واقع ڈھاکہ میں مجھ سے کہا کہ "یہ آخری بات چیت ہے"۔ سوال کیا گیا کہ اس کا کیا مطلب ہے تو انہوں نے وہی "جئے بنگلہ" کا نعرہ مارا جو وہ ہزاروں بار اپنے پیروکاروں کے مجمع میں لگا چکے تھے۔ اور جس کا مطلب ہے "زندہ باد آزاد بنگال۔"

22 مارچ 1971ء

دیناج پور میں عوامی لیگی لیڈروں نے مشتعل لوگوں کا ایک جلوس نکالا۔ لوگ صدر یحییٰ خان کا ایک پتلا جس کے قلب میں خنجر پیوست تھا اٹھائے ہوئے تھے۔

خبر ملی کہ سلہٹ کے چائے کے باغوں میں ہندوستان کے بھیجے ہوئے ہتھیار موجود ہیں۔

23 مارچ 1971ء

"یوم پاکستان" کا نام بدل کر "یوم مزاحمت" رکھا گیا۔ ڈھاکہ اور مشرقی پاکستان کے دوسرے شہروں میں سرکاری اور نجی عمارتوں پر قومی پرچم کی جگہ بنگلہ دیش کا پرچم لہرایا گیا۔

"لبریشن فرنٹ" اور سابق فوجیوں کی جیسی نیم فوجی تنظیموں نے پریڈ کرنی شروع کی اور "مارچ پاسٹ" کیا۔ عوامی لیگ کی ہدایت پر ڈھاکہ ٹیلی ویژن نے یوم پاکستان پر قومی پرچم کی نمائش نہیں کی۔ میرپور اور دوسرے محلوں میں جہاں لوگوں نے بنگلہ دیش کا جھنڈا اڑانے سے انکار اور قومی پرچم لہرانے پر اصرار کیا' فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا۔

شیخ مجیب الرحمٰن نے اپنی قیام گاہ پر مارچ پاسٹ کی سلامی لی اور ان کے مکان پر پورے اہتمام سے بنگلہ دیش کا جھنڈا لہرانے کی رسم ادا کی گئی۔

طالب علموں کے گروہوں نے مغربی پاکستان کے تاجروں کو اغوا کیا اور ان کو چھوڑنے کے لیے منہ مانگا معاوضہ طلب کیا۔ ڈھاکہ کے ہوائی اڈے کے قریب ہوائی جہاز سے سفر کرنے والے مسافروں پر ہتھیار بند گروہوں نے اینٹ پتھر پھینکے اور ان کو ہر طرح تنگ کیا۔

24 مارچ 1971ء

جنگ باز طالب علموں اور مزدوروں کے گروہوں کے ہاتھ سے لکھے ہوئے اور چھپے ہوئے اشتہارات صوبے بھر میں بانٹنا شروع کیے۔ ان میں عام لوگوں کو تشدد پر اکسایا گیا تھا ان میں سے ایک اشتہار جو "پوربو بنگلہ شرامک اندولن (مشرقی بنگال مزدور تحریک) کی ضلع کمیٹی" نے بانٹا تھا۔ اس کا متن حسب ذیل ہے۔

"مشرقی بنگال کی قومی آزادی کی تحریک شروع ہو چکی ہے۔ اس کو جنگل کی آگ کی طرح گھر گھر پھیلا دو۔ وطن پرست اور انقلاب پرست لوگوں ہتھیار اٹھا لو' دشمن فوج کا مقابلہ کرو' اسے ختم کر دو۔ مسلح مزاحمت کے ذریعہ آزاد کرائے ہوئے علاقوں کا دفاع کرو۔"

"لوگو تمہیں جو بھی ہتھیار ملے سنبھال لو اور دشمن کے راستوں کو بند کر دو۔ ان علاقوں میں جن پر ان کا کنٹرول نہیں ہے۔ سڑکیں کاٹ دو اور ریلوے لائنوں کو اڑا دو۔ اپنے گھروں میں دیسی اور خودساختہ بم رکھو۔ اگر ہمیں ہتھیار ڈالنے پڑیں یا دشمن ہم پر براہ راست حملہ کر دے تو ہم کو مزاحمت کے لیے ایک خونریز جنگ لڑنی ہوگی۔"

یاد رکھئے کہ مشرقی بنگال کی قومی آزادی کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے مسلح جنگ۔ اور یہ جنگ طویل عرصے تک جاری رہے گی اس لیے ہم چھاپہ مار جنگ کی چالوں سے کام لیے بغیر دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ آزاد کرائے ہوئے علاقوں کو ہر قیمت پر اپنے قبضے میں رکھنے کے لیے تیار رہو۔ مشرقی بنگال کی طویل تحریک آزادی ابھی خاتمے کو نہیں پہنچی بلکہ ابھی تو اس کا آغاز ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمیں کمزور کرنے کے لیے دشمن ناکہ بندی کر دے۔ مشرقی بنگال کی فتح ناگزیر ہے۔ ہم نے پاکستانی نوآبادیاتی نظام کی زنجیریں توڑ کر پھینک دی ہیں۔ "آزاد مشرقی بنگال زندہ آباد۔"

رنگ پور میں گولاہاٹ اور شمالی سید پور میں آگ لگانے کی وارداتیں ہوئیں۔ آٹھ ہزار آدمیوں کے ایک مشتعل ہجوم نے جو لاٹھیوں اور مہلک ہتھیاروں سے مسلح تھا' سید پور پر دھاوا بول دیا اور وہاں کے باشندوں پر حملے کئے اور 50 گھروں کو آگ لگا دی۔

25 مارچ 1971ء

یہ اطلاع ملی کی ڈھاکہ میں انجینئرنگ یونیورسٹی اور اقبال ہال اور جگن ناتھ ہال میں بڑے پیمانے پر دیسی بم تیار کیے جا رہے ہیں۔ پورے ڈھاکہ میں جگہ جگہ سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کرکے راستے بند کر دیئے گئے۔

25 مارچ 1971ء کے "لندن ٹائمز" میں پال مارٹن کی ایک رپورٹ چھپی جس میں بتایا گیا کہ "ڈھاکہ یونیورسٹی کے میدان میں انقلابی گروپوں نے طلباء کو آتشیں اسلحہ استعمال کرنے کی تربیت دینی شروع کر دی ہے۔ مشرقی پاکستان کے بہت سے گاؤں میں "رضاکاروں" کے بریگیڈ بنا دیئے گئے ہیں جو عوامی فوج کی بنیاد بنیں گے اور آئندہ ان کا کام یہ ہو گا کہ وہ پاکستانی فوج کا مقابلہ کریں۔ پچھلے ہفتوں میں لیبارٹریوں سے چرائے ہوئے کیمیاوی مادے سے پٹرول اور دوسرے دستی بم تیار کیے جا چکے ہیں اور ڈھاکہ شہر میں ان بموں کے پھینکنے اور پھٹنے کا سلسلہ شروع

ہو چکا ہے۔"

سید پور میں چار بلوائی ہجوم جو رائفلوں' شاٹ گنوں اور خنجروں سے مسلح تھے اور آس پاس کے دیہات سے آئے تھے سید پور شہر میں جمع ہوئے اور انہوں نے قریب کی بستی گولا ہاٹ پر حملہ کر دیا۔ وہاں انہوں نے تین افراد کو ہلاک اور سترہ کو زخمی کر دیا۔ زخمیوں میں سے دو کو رائفل کی گولیاں لگی تھیں اور سات بندوق کی فائرنگ سے زخمی ہوئے تھے باقی لوگوں کو لاٹھیوں اور ڈنڈوں سے مارا پیٹا گیا تھا۔ پچاس گھروں کو جلا کر راکھ کر دیا گیا۔

فوج کو فائرنگ کرنی پڑی جس سے تین آدمی زخمی ہوئے بعد میں ایک اور تشدد پسند ہجوم نے سید پور چھاؤنی پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے فوجیوں پر شاٹ گنوں سے فائرنگ کی۔ سپاہیوں کو بھی گولی چلانی پڑی جس سے پانچ آدمی زخمی ہوئے۔

ایک اور بڑا حملہ سید پور' دیناج پور روڈ پر پوسٹل سروس کی ایک گاڑی پر کیا گیا۔ انہوں نے کنڈیکٹر اور ڈرائیور کو کھینچ کر باہر نکال لیا اور کنڈیکٹر کو اتنا مارا کہ اس نے موقع پر ہی دم توڑ دیا۔ ڈرائیور کو شدید طور پر زخمی کر دیا۔

چاٹگام میں بندرگاہ سے آگر آباد جانے والی سڑک پر زبردست رکاوٹیں کھڑی کر دی گئیں۔ مقصد یہ تھا کہ فوج اور اسلحہ چھاؤنی تک نہ پہنچ سکے۔ بڑی سڑک پر جگہ جگہ گڑھے کھود دیئے گئے اور راستہ میں سڑک پر لاریاں کھڑی کر دی گئیں ان کے پیچھے ٹوکرے اور اینٹیں وغیرہ ڈال دی گئیں تاکہ ان راستوں سے کوئی گاڑی گزرنے نہ پائے۔

عوامی لیگ نے مسلح بغاوت کے لیے جو زبردست تیاریاں کر رکھی تھیں ان پر عمل شروع کیا گیا تو شیخ مجیب الرحمٰن نے سابق کرنل عثمانی کو انقلابی افواج کا کمانڈر مقرر کیا جو براہ راست ان کے سامنے جواب دہ تھے اور انہوں نے ریٹائرڈ میجر جنرل مجید اور ریٹائرڈ لیفٹیننٹ کمانڈر معظم کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ سابق فوجیوں کی خدمات حاصل کریں۔ عوامی لیگ کے ہیڈکوارٹر میں فہرستیں تیار کر کے رکھ دی گئیں اور ان لوگوں کو مسلح کرنے کے انتظامات کئے گئے اس مقصد کے لیے ڈھاکہ' نرائن گنج' کھلنا اور جیسور میں اسلحہ کی دکانیں لوٹی گئیں اور باغیوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے تمام شہروں میں ہتھیاروں کے انبار لگا دیئے گئے۔ صرف ڈھاکہ پولیس اسٹیشن کے ہیڈکوارٹر میں پندرہ ہزار بھری ہوئی رائفلیں جمع تھیں۔

ایسٹ پاکستان رائفلز اور ایسٹ بنگال رجمنٹ کی مختلف چوکیوں کے درمیان وائرلیس ٹرانسمیٹر کے ذریعہ رابطے قائم تھے اور ہدایت آنا" فانا" ایک یونٹ سے دوسرے یونٹ کو پہنچتی رہیں۔ عملی کارروائیوں کی ہدایات کا سب سے بڑا ہیڈکوارٹر چاٹگام میں ایسٹ بنگال رجمنٹ سنٹر میں قائم تھا۔

عملی کارروائیوں کا منصوبہ نہایت تفصیل کے ساتھ مرتب کیا گیا تھا۔ انتظام یہ کیا گیا تھا کہ ڈھاکہ میں عوامی لیگ کے ہیڈکوارٹرز سے اشارہ ملتے ہی مسلح بغاوت برپا کر دی جائے۔ اس کا انتظام اس طرح کیا گیا تھا کہ:-

(الف) ایسٹ بنگال رجمنٹ ڈھاکہ اور چاٹگام پر قبضہ کر لے گی تاکہ پاکستانی فوج بحری یا فضائی راستوں سے نہ آنے پائے۔

(ب) ایسٹ بنگال رجمنٹ کی باقی فوج ایسٹ پاکستان رائفلز پولیس اور مسلح رضاکاروں کی مدد سے آگے بڑھ کر مختلف چھاؤنیوں اور اسٹیشنوں پر مسلح افواج کا خاتمہ کر دے گی۔

(ج) ایسٹ پاکستان رائفلز سرحد پر تمام اہم چوکیوں پر قبضہ کرے گی اور انہیں باہر سے آنے والی امداد کے لیے کھلا رکھے گی۔

(د) مزید اسلحہ اور گولہ بارود کی ضروریات ہندوستان سے پوری کی جائیں گی اور

(ہ) ایک دفعہ جب عوامی لیگ کی باغی فوج اہم مرکزوں پر قبضہ کرنے اور پاکستانی فوج کو مفلوج کر دینے کا پہلا مرحلہ کامیابی سے طے کر لے گی تو ہندوستانی افواج عوامی لیگی فوج کی مدد کے لیے پہنچ جائیں گی۔

اس مسلح بغاوت کے لیے جمعہ کو صبح سویرے کا وقت مقرر کیا گیا تھا۔

مارچ کی 25 اور 26 تاریخ کی درمیانی شب کو یعنی جس وقت مسلح بغاوت اور بنگلہ دیش کی آزاد جمہوریہ کے قیام کے عوامی لیگی منصوبے پر عمل شروع ہونے والا تھا۔ اس سے چند گھنٹے پہلے صدر پاکستان نے پاکستان کی مسلح افواج کو حکم دیا کہ وہ اپنا فرض ادا کریں اور حکومت کا اقتدار اعلیٰ پورے طور پر بحال کریں۔ چنانچہ فوج نے کارروائی میں پہل کی اور عوامی لیگ کے مسلح بغاوت کے اس منصوبے کو ناکام بنا دیا جو اس نے ہندوستان کے مسلح مداخلت کاروں' ایسٹ بنگال رجمنٹ' ایسٹ پاکستان رائفلز' ایسٹ پاکستان پولیس کے باغی عناصر اور نیم فوجی تنظیموں کے ذریعہ بزور طاقت مشرقی پاکستان پر قبضہ جمانے کے لیے تیار کیا تھا۔

پاکستانی فوج کے دستوں نے جو بیشتر ہندوستان کے ساتھ ملنے والی سرحدوں پر تعینات تھے۔ بغاوت کو کچلنے اور ہندوستانی مداخلت کاروں کو نکالنے کے لیے اگلے چند ہفتوں کے دوران کارروائی کی۔ اس عرصے میں جن علاقوں پر باغیوں اور ہندوستانی مداخلت کاروں کا عارضی طور پر کنٹرول ہو گیا تھا۔ وہاں عوامی لیگ کی دہشت گردی کے دور میں جو یکم مارچ سے شروع ہوا تھا ایک لاکھ سے زیادہ مرد عورتیں اور بچے ہلاک کیے جا چکے تھے۔ اس کے علاوہ سرکاری اور نجی عمارتوں' ٹرانسپورٹ اور ذرائع مواصلات اور صنعتی اداروں وغیرہ کو بے انتہا نقصان پہنچا۔

عوامی لیگ کے کارکنوں اور ایسٹ بنگال رجمنٹ اور ایسٹ پاکستان رائفلز کے باغیوں کے ہاتھوں قتل و غارت گری نے قتل عام کی صورت اختیار کر لی ان کا نشانہ وہ لوگ بنے جو عوامی لیگ کے علیحدگی پسندوں کے منصوبوں سے اتفاق کرنے پر تیار نہیں تھے ان پر ایسے مظالم ڈھائے گئے جو بیان سے باہر ہیں۔

بوگرہ ضلع میں سانتا ہار کے ایک علاقے میں پندرہ ہزار آدمیوں کو گھیرے میں لے کر منظم طریقے سے قتل کیا گیا۔ عورتوں کو ننگا کر کے سڑکوں پر گھمایا گیا اور بے کس ماؤں کو اپنے بچوں کا خون پینے پر مجبور کیا گیا۔ چاٹگام میں دس ہزار افراد کو موت کی نیند سلا دیا گیا۔ ان میں سے ایک چھوٹے سے محلے کی ڈھائی سو عورتیں اور بچے شامل تھیں جنہیں سنگینیں بھونک بھونک کر ہلاک کر دیا گیا۔

پٹنہ کے قریب سراج گنج میں ساڑھے تین سو عورتوں اور بچوں کو ایک ہال میں بند کر کے آگ لگا دی گئی اور وہ سب جل بھن کر مر گئے۔ میمن سنگھ میں سانکو پارہ کے علاقے میں دو ہزار خاندانوں کی پوری آبادی کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ وہاں کے مردوں کو گھروں سے باہر لے جا کر گولی مار دی گئی اور عورتوں کو آبرو ریزی کرنے کے بعد انہیں اپنی قبریں آپ ہی کھودنے پر مجبور کیا گیا اور بیشتر کو ہلاک کر دیا گیا۔

ان میں سے بعض مظالم کی خبریں غیر ملکی اخبارات میں بھی شائع ہوئیں جن کے اقتباسات نیچے دیئے جاتے ہیں۔

"لاکھوں غیر بنگالی مسلمانوں نے جو اس وقت مشرقی پاکستان میں پھیلے ہوئے ہیں ہمیشہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان کشیدگی سے پیدا ہونے والے خطرے کو محسوس کیا ہے اور اب اس بات کا اندیشہ ہے کہ بنگالیوں نے اس بھاری اقلیت سے انتقام لینے کی ٹھان لی ہے۔"

(اسٹیٹ مین۔ نئی دہلی 4 اپریل 1971ء)

"معلوم ہوا ہے کہ پچھلے ہفتے کے دوران پوربو پاکستان میں مشتعل بنگالیوں نے ان ہزاروں بے کس مسلم مہاجرین کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے جو تقسیم کے وقت بنگال میں آکر آباد ہو گئے تھے۔"

"قتل کے واقعات کی تصدیق ان بہاری مسلم مہاجرین نے کی جو اس ہفتے سرحد پار کر کے ہندوستان پہنچے ہیں۔ ایک نوجوان برطانوی کاریگر نے بھی اس کی تصدیق کی جو ہندوستان اور پاکستان کی سرحد پار کر کے آج دہلی پہنچا۔

(ٹائمز لندن 6 اپریل 1971ء)

"کل کلکتہ میں لنگر انداز ہونے والے ایک برطانوی جہاز کے مسافروں نے بتایا کہ مشرقی پاکستان کی بندرگاہ چاٹگام میں بڑے پیمانے پر قتل، آتش زنی اور لوٹ مار کی وارداتیں ہوئی ہیں۔"

"امریکہ کے ایک امدادی منصوبے کے ایک امریکی انجینئر لیون لسنن نے بتایا کہ پچھلے ہفتے فوج کی آمد سے پہلے پندرہ دن تک چاٹگام کی بنگالی اکثریت وہاں کے مغربی پاکستان کے لوگوں کو قتل کرتی رہی۔"

(ناردرن ایکوڈار لنگٹن 7 اپریل 1971ء)

"ایسٹ پاکستان رائفلز نے جب بغاوت کی تو اس کا پہلا عمل یہ تھا کہ اپنی ہی فوج کے غیر بنگالیوں کا صفایا کر دیا جائے۔"

"ایسٹ پاکستان رائفلز کے دس سے پندرہ ہزار آدمیوں میں سے 40 فیصد مغربی پاکستانی تھے جن میں بیشتر افسر تھے۔"

"ایسٹ پاکستان رائفلز کے آدمیوں نے ایک رات ایک گاڑی بھر کر لاشیں ہندوستان کے سرحدی شہر ہری داس پور کے قریب ایک مقام پر ٹھکانے لگا دیں۔"

فار ایسٹرن اکنامک ریویو ہانگ کانگ

24 اپریل 1971ء (ٹی آئی ایس جارج)

"سینکڑوں چشم دید گواہوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ محسوس ہوا کہ عوامی لیگ برسر اقتدار آنا چاہتی ہے تو بعض مقامات پر بنگالیوں نے بہاریوں کے مکانوں کو لوٹ لیا اور آگ لگا دی اور ان میں رہنے والوں کو تہ تیغ کر دیا۔"

نیویارک ٹائمز۔ نیویارک 10 مئی 1971ء (میلکوم ڈبلیو براؤن)

"ایک مقامی بینک کے یورپی منیجر نے بتایا کہ یہاں کے رہنے والے ہر یورپی باشندے کی یہ خوش قسمتی تھی کہ فوج ٹھیک وقت پر پہنچی ورنہ میں یہ داستان سنانے کے لیے زندہ نہیں بچتا۔"

(نیویارک ٹائمز۔ نیویارک 11 مئی 1971ء (میلکوم ڈبلیو براؤن)

"اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ بلوائیوں نے غیر بنگالیوں کو جن میں سے بیشتر وہ تارکین وطن تھے جنہوں نے 1947ء میں تقسیم کے بعد ہندوستان سے ہجرت کر کے وہاں پناہ لی تھی اپنے حملے کا نشانہ بنایا انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا اور ان کے مکانوں کو آگ لگا دی گئی۔"

"چشم دید گواہوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے ڈیڑھ ہزار بیواؤں اور یتیموں کو بھاگ کر میمن سنگھ کی ایک مسجد میں پناہ لیتے ہوئے دیکھا۔ کیونکہ مسلح آدمیوں نے جو علیحدگی پسند بتائے جاتے تھے ان کے شوہروں اور باپوں کو قتل کر دیا تھا۔"

سیلون ڈیلی نیوز کولمبو 15 مئی 1971ء (مارس کوانٹس)

"کل اس اہم بندرگاہ کا دورہ کرنے والے اخباری نمائندوں نے بتایا کہ گولہ باری اور فائرنگ نے بھاری نقصان پہنچایا ہے اور باغیوں نے شہریوں کا قتل عام کیا۔"

"پٹ سن کے ایک کارخانے میں جو بااثر اصفہانی خاندان کی ملکیت تھا اخباری نمائندوں نے 152 غیر بنگالی عورتوں اور بچوں کی قبریں دیکھیں جن میں انہیں مار کا ڈالا گیا تھا۔ بتایا گیا کہ باغیوں نے انہیں پچھلے مہینے

اس کارخانے کے کلب میں گولی مار دی تھی۔"

"خون آلود کپڑے اور کھلونے اب بھی کلب کے فرش پر بکھرے پڑے تھے اور کلب کی دیواروں پر گولیوں کے نشانات تھے۔ ذمہ دار ذریعوں نے بتایا کہ 25 مارچ کو مغربی پاکستان سے آزادی حاصل کرنے کے لیے مشرقی پاکستان کی بغاوت شروع ہونے کے بعد سے 11 اپریل تک جب فوج نے شہر پر دوبارہ قبضہ کیا چاٹگام میں ہزاروں مغربی پاکستانی اور ہندوستانی مہاجرین (وہ مسلمان جو 1947ء کے بعد سے پوربو پاکستان میں آباد ہوئے تھے) موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

"وہاں کے باشندوں نے ایک جلی ہوئی رہائشی عمارت دکھائی' جہاں بنگالیوں نے مغربی پاکستان کے ساڑھے تین سو پٹھانوں کو جلا کر مار ڈالا تھا۔"

(واشنگٹن پوسٹ واشنگٹن 22 مئی 1971ء ایسوسی ایٹڈ پریس کی خبر)

"چاٹگام کے شہر میں پٹ سن کے ایک کارخانے کے کلب میں کپڑوں اور غلاظت کے ڈھیر میں خون میں لتھڑی ہوئی ایک گڑیا پڑی تھی جہاں بنگالیوں نے ایک سو اسی عورتوں اور بچوں کو بے دردی سے قتل کر دیا تھا۔

"بنگالیوں نے بعض مغربی پاکستانیوں کو علاقائی تعصب کے جوش میں آ کر ہلاک کیا۔"

"بنگالی شہریوں اور مکتی فوج کے لوگوں نے ہندوستان کے صوبے بہار سے آئے ہوئے مہاجرین کا بڑے پیمانے پر قتل عام شروع کر دیا۔ وہ بازاروں اور آبادیوں میں دندناتے پھر رہے تھے کسی کے چھرا گھونپتے' کسی کو گولی مارتے' اور کہیں آگ لگاتے۔ گاہے گاہے وہ کسی عورت کی آبرو ریزی بھی کرتے اور لوٹ مار پر بھی اتر آتے"۔

چوتھا باب

ہندوستان کا کردار

مشرقی پاکستان کے ملک دشمن عناصر کے ساتھ ہندوستان کے گٹھ جوڑ کا براہ راست ثبوت اس وقت ملا جب 1927ء میں اگرتلہ سازش کا راز کھلا کئی گواہوں نے شہادت دی کہ شیخ مجیب الرحمان اس سازش میں ستمبر 1964ء سے ہی ملوث تھے جب "مشرقی پاکستان کو ملک کے باقی حصے سے الگ کرنے کے لیے "ایک انقلابی تنظیم کا قیام عمل میں آیا تھا۔ اگرتلہ سازش کے تحت اصل منصوبہ یہ تھا کہ فوجی دستوں کے اسلحہ خانوں پر قبضہ کر لیا جائے تاکہ انہیں مفلوج کر دیا جائے۔ یہ کارروائی چھاپہ ماروں کے انداز میں کی جاتی اور افرادی طاقت کی کمی کو اچانک کارروائی کے ذریعہ پورا کیا جاتا۔ ان مقاصد کے تحت سازشیوں کے نمائندوں اور ہندوستان کے نمائندوں میں جو اسلحہ اور گولہ بارود فراہم کرتے ایک ملاقات کا انتظام کیا گیا۔

یہ ملاقات 12 جولائی 1967ء کو ہندوستان کے شہر اگرتلہ میں ہوئی۔ سازشیوں کو دسمبر 1967ء میں گرفتار کر لیا گیا اور ان میں سے ایک نے انکشاف کیا کہ ہندوستان نے مشرقی پاکستان میں مسلح بغاوت کو منظم کرنے کے لیے ہتھیاروں اور روپے پیسے کی امداد دینے کا وعدہ کرنے کے علاوہ ہم سب سے یہ بھی کہا تھا کہ جس دن یہ بغاوت شروع ہو گی اس دن ہندوستان کی حکومت مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان سے ملا دینے والے فضائی اور بحری راستے بند کر دے گی۔

ہندوستان نے اس منصوبے پر واقعی 1971ء میں عمل کیا جب ہندوستانی حکومت نے انڈین ایئرلائنز کے ایک فاکر فرینڈشپ ہوائی جہاز کو اغوا کر کے لاہور میں زبردستی اتارے جانے اور بعد میں اغوا کرنے والوں کے ہاتھوں اس کے تباہ کیے جانے کے واقعہ کو بہانہ بنا کر پاکستان کے غیر فوجی ہوائی جہازوں کے ہندوستان سے گزرنے پر پابندی لگا دی اور دونوں ملکوں کے درمیان کشیدگی پیدا کر دی۔

حکومت پاکستان نے اس ہوائی جہاز کے مسافروں کی حفاظت کرنے اور انہیں جلد سے جلد ہندوستان واپس بھیجنے کے سلسلے میں ہر ممکن قدم اٹھایا۔ اس پورے واقعے کی تحقیقات کے لیے ایک کمیشن مقرر کیا گیا اور اس کی رپورٹ سے پتہ چلا کہ اغوا کا منصوبہ ہندوستانی ایجنٹوں نے تیار کیا تھا تاکہ پرواز پر پابندی لگانے کا بہانہ ہاتھ آ جائے اور سیاسی اور آئینی بات چیت کے نازک مرحلے پر پاکستان کے دونوں حصوں کے درمیان دشواریوں اور کشیدگی کو اور ہوا دی جائے۔

24 فروری 1971ء کو گارجین نے لکھا کہ "وہ (مجیب) صدر یحییٰ خاں اور ان کے جرنیلوں سے کہتے ہیں۔ عوام میرے ساتھ ہیں تم سے جو بن پڑے کر لو۔ وہ اس بات کو جانتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ مشرقی پاکستان میں یحییٰ خان کی فوج کی تعداد اتنی کم ہے کہ وہ اس طرح کے تشدد کی ہمت ہی نہیں کر سکتی پھر یہ کہ پرواز پر پابندی لگ جانے سے کمک پہنچانا غیر ممکن ہو گیا ہے۔"

پاکستان کے اندرونی معاملوں میں ہندوستان کی مداخلت کے کئی اسباب ہیں اور اس مسئلے کی وجوہات ماضی کی تاریخ میں پنہاں ہیں۔ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جھگڑے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہندوستان نے حقیقی معنوں میں پاکستان کے قیام کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔ ولبھ بھائی پٹیل جیسا ذمہ دار اور سرکردہ ہندوستانی لیڈر بھی اس خواہش کا برملا اظہار کر چکا ہے کہ ہندوؤں کی مادر وطن بھارت کو پھر سے متحد کیا جائے۔ اس خواہش کی تکمیل کی کوشش میں ہندوستان نے پاکستان کی

جڑیں کاٹنے کے لیے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اس نے پاکستان کے خشک و بے آب علاقوں کو نہری پانی کی فراہمی اچانک بند کر دی اور لاکھوں مسلم مہاجرین کو پاکستان میں دھکیل کر اس کی معیشت پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی۔ اس نے جونا گڑھ کو یہ کہہ کر ہڑپ کر لیا کہ وہاں کی آبادی ہندو تھی اور کشمیر پر اس بہانے قبضہ جما لیا کہ وہاں کا حکمران ہندو تھا۔ 1965ء میں اس نے بین الاقوامی سرحدیں توڑ کر پاکستان کے مغربی علاقے پر کھلم کھلا حملہ کر دیا۔ اس نے فرخا بند کی تعمیر جلد سے جلد مکمل کرنے کا منصوبہ بنا کر مشرقی پاکستان کے دو کروڑ تیس لاکھ سے زیادہ آدمیوں کے ذریعہ معاش اور پورے ملک کے اقتصادی استحکام کو خطرے میں ڈال دیا۔ اب مشرقی پاکستان میں تخریب کاری کے ذریعہ وہ پھر پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچانے کی فکر میں ہے۔

فروری 1971ء کے آخر تک ہندوستان کی ایک خاص بڑی فوج مغربی بنگال کے صوبے میں جمع کر دی گئی۔ بظاہر اس کا مقصد انتخابات کے موقع پر حفاظتی کام انجام دینا تھا۔ لیکن انتخابات ختم ہونے کے بعد صورت حال کو معمول پر لانے کے بجائے مارچ 1971ء کے آخر میں ہندوستانی فوج کے مزید دستے مشرقی پاکستان کی سرحد پر تعینات کر دیئے گئے اور ان دستوں کی مدد کے لیے پہاڑی علاقوں میں لڑنے والی فوج اور چھاتہ فوج کے بریگیڈ لڑاکا بمبار طیارے اور فضائی ٹرانسپورٹ کے یونٹ متعین کیے گئے۔

اس کے ساتھ پوربو پاکستان کے ملک دشمن عناصر کی مدد کے لیے سادہ کپڑوں میں ملبوس ہندوستانی فوجیوں کو کئی طرف سے مشرقی پاکستان کی سرحدوں کے قریب پہنچا دیا گیا۔ سرحدی علاقوں کے ہوائی اڈوں پر جٹ لڑاکا طیارے اور ٹرانسپورٹ ہوائی جہاز بھیج دیئے گئے۔

مغربی بنگال میں پانچ ڈویژن سے زیادہ فوج جمع کرنے کے علاوہ ہندوستانی احکام نے سرحدی حفاظتی فوج کی مزید بٹالینیں بھی تعینات کر دیں۔ یہ ان بٹالینوں کے علاوہ تھیں جو پہلے سے مشرقی پاکستان کے چاروں طرف متعین تھیں۔ اس طرح سرحدی علاقوں میں تقریباً 25 بٹالین فوج لگا دی گئی۔ ان بٹالینوں کو باغیوں اور علیحدگی پسندوں کی پشت پناہی کے لیے مشرقی پاکستان میں چوری چھپے داخل ہونے کے قابل بنانے کی غرض سے سرحدی حفاظتی فوج کے نشانات مٹا دیئے گئے اور جیپوں اور دوسری گاڑیوں پر سویلین گاڑیوں جیسا رنگ چڑھا دیا گیا۔ سرحدی حفاظتی فوج کے مزید حفاظتی دستے دلی سے روانہ کیے گئے اور حفاظتی فوج کے تمام کورس منسوخ کر دیئے گئے اور پولیس والوں کی چھٹیاں روک دی گئیں۔

ہندوستانی علاقے پر سے پاکستانی ہوائی جہازوں سے گزرنے پر پابندی لگانے کے علاوہ ہندوستان نے مشرقی پاکستان کی طرف جانے والے بحری راستوں میں بھی رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ 20 اپریل 1971ء کو ہندوستان کے جنگی جہازوں نے ہندوستانی بحریہ کے اڈے دوارکا سے ستر میل مغرب میں پاکستان کے ایک تجارتی جہاز اوشن اینڈیورنس کو پریشان کیا۔ اس جہاز کو تعاقب کرنے والوں سے بچنے کے لیے کراچی واپس آنا پڑا۔ اس کے تین دن بعد چاٹگام جانے والے حاجیوں کے جہاز سفینہ عرب کو بھی پریشان کیا۔ ہندوستان کے جنوبی علاقے میں متعین زمین سے فضا مار کرنے والے ایک نئے میزائل دستے نے ہندوستان کے ساحل سے بہت دور 123 میل کے فاصلے پر فائرنگ کی مشقیں کرنا شروع کر دیں اور اس طرح پاکستان کے سول ہوائی جہازوں کو اور جنوب سے ہو کر پرواز کرنے پر مجبور کر دیا۔

ہندوستان کی فضائی فوج میں بھی سرگرمی کے نمایاں آثار نظر آنے لگے۔ جن سے اندازہ ہوا کہ وہ کسی کارروائی کے لیے تیاریوں میں مصروف ہے۔ مشرقی پاکستان کی مشرقی سرحد پر جو ہنٹر لڑاکا ہوائی جہاز اور ٹرانسپورٹ طیارے متعین تھے۔ ان کے علاوہ مشرقی پاکستان کے مغربی اور شمالی سرحدوں پر ہندوستانی فضائیہ کے اڈوں کو لڑائی کے لیے اور پوری طرح تیار رہنے کا حکم دے دیا گیا۔

ساحلوں کی دیکھ بھال کرنے والے بعض ہوائی جہازوں کو خلیج بنگال میں پاکستانی جہازوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے لیے (کلکتہ کے قریب) بیرک پور میں مامور کر دیا گیا۔ مشرقی پاکستان کے سرحدی علاقوں میں بڑے پیمانے پر سراغرسانی کے لیے تصاویر اتاری گئیں۔

بڑی کارروائی کے سلسلے میں ہندوستان کی سرحدی فوج کے آدمیوں نے چوری چھپے مشرقی پاکستان میں داخل ہونا شروع کیا۔ مشرقی پاکستان تک پہنچنے والے مواصلات اور ٹرانسپورٹ کے نظام کو نئے سرے سے ترتیب دیا گیا اور ہندوستان علیحدگی پسندوں کو خفیہ طریقوں سے اسلحہ اور گولہ بارود بھیجنے لگا۔ بہت بڑی تعداد میں ایسی رائفلیں پکڑی گئیں جن پر ہندوستان کی ایشاپور رائفل فیکٹری کے نشانات تھے۔

یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ ہندوستان کی سرحدی حفاظتی فوج کی 76-81-83-101-103 اور 104 نمبر کی بٹالینیں مارچ 1971ء کے آخر سے مشرقی پاکستان میں کارروائیاں کر رہی تھیں۔ بعد کی اطلاعات سے ظاہر ہوا کہ اور دو بٹالینیں اس کارروائی میں جھونک دی گئیں۔ سرحدی حفاظتی فوج کی ایک بٹالین کا نمبر 73 تھا جسے موکھیل گنج (کوچ و بہار) کے علاقے میں تعینات کیا گیا۔ جو دوسری بٹالیس 77 نمبر کی تھی۔ جسے دیناج پور کے مغربی علاقے میں متعین کیا گیا۔ اس کے علاوہ 18 نمبر کی بٹالیں کو جیسور کے مغرب میں بن گاؤں میں تعینات کیا گیا--- ہندوستان کے سینئر فوجی کمانڈر ان کارروائیوں کی قیادت کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک پہاڑی علاقوں میں لڑنے والی فوج کے 61 ویں بریگیڈ کے کمانڈر

تھے۔ اس بریگیڈ کو حال ہی میں انگامتی (مشرقی پاکستان) سے 25 میل شمال مشرق میں دیماگیری کے مقام پر تعینات کر دیا گیا ہے۔

ہندوستان کی مداخلت کاری شروع ہونے کے بعد چند ہفتوں کے دوران پاکستانی فوج نے بڑی تعداد میں ہندوستانی ہتھیاروں اور گولہ بارود پر قبضہ کیا ہے۔ نرائن گنج کے علاقے میں فوج نے ایک خفیہ خط پکڑا جو عوامی لیگ کے ایک لیڈر نے ایک ہندوستانی ایجنٹ کے نام لکھا تھا۔ اس میں "بھاری اسلحہ کی فراہمی" کے بارے میں تبادلہ خیال کرنے کے لیے سرحد پار ایک ہندوستانی سے ملاقات کے لیے کہا گیا تھا۔

ہندوستان نے مشرقی پاکستان کے بحران کے آغاز سے ہی جو کردار ادا کیا ہے اس کا ثبوت ہندوستان اور دوسرے ملکوں کے نشرو اشاعت کے اداروں کے ذریعے مل گیا ہے۔ 29 مارچ 1971ء کو ایک ہندوستانی نامہ نگار نے کلکتہ سے اطلاع دیتے ہوئے اس بات کی تصدیق کی کہ باغیوں (نام نہاد مکتی فوج کے لوگوں) نے ہندوستان سے رابطہ قائم کر رکھا ہے۔ بمبئی کے انڈین ایکسپریس کے مطابق اس نامہ نگار نے کشتیا میں شیخ مجیب الرحمان کی مکتی فوج کے کمانڈر کے حوالے سے بتایا کہ جیسے ہی بدیسی فوج کے دو دستوں کے لوگوں کو ہلاک کیا گیا یا انہیں ندیا ضلع کی سرحد پر واقع مقام کشتیا سے ہٹایا گیا۔ مقامی کمانڈر نے جو اپنا نام بتانا نہیں چاہتا تھا کلکتہ سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا۔ اس نے پہلے مسٹر آجے مکرجی سے بات کی جو اس ہفتے کے آخر میں مغربی بنگال کی نئی حکومت کے سربراہ بننے والے ہیں اور پھر بعد میں بعض اخباری نمائندوں سے گفتگو کی۔

"بنگلہ دیش" کی حمایت میں ہندوستان کے کئی صوبوں کی اسمبلیوں میں قراردادیں منظور کی گئیں۔ ان میں تامل ناڈو' بہار' مغربی بنگال' آسام' کیرالہ' راجستھان' اتر پردیش' گجرات اور تری پورہ کی اسمبلیاں شامل تھیں۔

مغربی بنگال کے نائب وزیراعلیٰ نے تو یہاں تک کہا کہ "ہم مغربی بنگال کے لوگ بنگلہ دیش کو تسلیم کرتے ہیں۔ اگرچہ مرکزی حکومت نے ابھی تک ایسا نہیں کیا ہے۔"

اس اثناء میں خود ہندوستانی وزیراعظم نے مشرقی پاکستان کی صورت حال کے بارے میں ایک قرارداد پیش کی جسے 30 مارچ 1971ء کو ہندوستانی پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے منظور کر لیا۔ اس قرار داد میں "مشرقی بنگال کے لوگوں کے ساتھ گہری ہمدردی اور اتحاد کا اظہار کیا گیا۔ اور انہیں (علیحدگی پسندوں کو) یقین دلایا کہ ان کی جدوجہد کو ہندوستان کے عوام کی دلی ہمدردیاں اور حمایت حاصل رہے گی۔"

4 اپریل 1971ء کو آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے "بنگلہ دیش" کے بارے میں ہندوستانی پارلیمنٹ کی منظور کردہ قرار داد کی "اتفاق رائے سے منظوری دے دی۔" اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے مغربی بنگال یونٹ کے جنرل سیکرٹری مسٹر کے شکلا نے کہا کہ "شیخ مجیب الرحمان ہندوستان کے لیے جنگ لڑ رہے تھے۔"

ہندوستان کی وزیراعظم نے شیخ مجیب الرحمان کی مدد کے لیے روپیہ جمع کرنے کی اپیل کی تو اس کے جواب میں پورے ہندوستان میں سرکاری ہدایت کے مطابق کمیٹیاں قائم کی گئیں اور انہوں نے مشرقی پاکستان کی علیحدگی پسندوں کی مالی اور مادی امداد کے لیے چندہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ صوبہ بہار میں وزیراعلیٰ کپوری ٹھاکر نے اعلان کیا کہ ان کی حکومت اس فنڈ میں 25 لاکھ روپے دے گی۔

16 اپریل 1971ء کو بمبئی کے اخبار "انڈین نیشن" نے وزیراعلیٰ ٹھاکر کا ایک بیان شائع کیا جس میں انہوں نے بنگلہ دیش کی فوج آزادی کو اسلحہ اور گولہ بارود کی سپلائی اور دوسری ممکنہ امداد فراہم کرنے کا پھر عزم ظاہر کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا "خواہ اس کے نتیجے کچھ ہی کیوں نہ ہوں میں بنگلہ دیش کو اسلحہ اور گولہ بارود سپلائی کرنے کا پختہ عزم رکھتا ہوں۔"

یہ فنڈ اس لیے جمع کیا گیا تھا کہ شیخ مجیب کی فوج آزادی کے لیے اسلحہ خریدا جائے اور مشرقی پاکستان میں مسلح مداخلت کار بھیجے جائیں۔ روزنامہ "اسٹیٹ مین" اور کئی دوسرے ہندوستانی اخباروں نے یہ خبر شائع کی کہ جب ہندوستانی وزیراعظم سے یہ دریافت کیا گیا کہ آیا اسلحہ کی اس رسد کو مشرقی پاکستان پہنچانے کے لیے کوئی انتظام کیا گیا ہے تو انہوں نے 15 اپریل کو یہ کہا کہ "میں اس بارے میں اعلانیہ کچھ نہیں کہہ سکتی کیونکہ یہ بڑا ہی سنگین معاملہ ہے۔"

ہندوستان' مشرقی پاکستان میں گڑ بڑ پھیلانے کے لیے باغی عناصر کو برابر بھرتی کر رہا ہے۔ اور انہیں تربیت دے رہا ہے۔ 15 جون 1971ء کو رائٹر کے نامہ نگار نے خود اپنی آنکھوں سے ان میں ایک ریکروٹنگ سنٹر دیکھا تھا۔ اس کے حوالے سے "لندن ٹائمز" نے 18 جون 1971ء کو یہ خبر شائع کی کہ سنٹر کے آفیسر انچارج نے دعویٰ کیا کہ نام نہاد بنگلہ دیش فوج کے تمام تربیتی مرکز "بنگلہ دیش" میں کسی جگہ قائم ہیں۔ لیکن جب نامہ نگار نے مشرقی پاکستان کے اندرونی علاقے میں ان فوجی تربیتی کیمپوں کی صحیح جگہ معلوم کرنا چاہی تو اسے بتایا گیا کہ "یہ ایک فوجی راز ہے۔" نامہ نگار نے یہ بھی اطلاع دی کہ "ہندوستانی مغربی بنگال میں غالباً ایسے 100 مرکز موجود ہیں۔" نامہ نگار نے یہ بھی بتایا کہ ریکروٹنگ آفس ایک ایسی جگہ قائم کیا گیا ہے جو بظاہر پناہ گزینوں کے رجسٹریشن کا دفتر معلوم ہوتا ہے۔" نامہ نگار نے بتایا کہ "جو لوگ بھرتی کے لیے لائے جاتے تھے انہیں خبردار کر دیا جاتا تھا کہ ایک دفعہ مکتی باہنی فوج میں شامل ہو جانے کے بعد وہ اس سے الگ نہیں ہوسکتے اور اگر انہوں نے فرار

ہونے کی کوشش کی تو انہیں گولی مار دی جائے گی۔"

برطانوی اخبار لندن کے "گارجین" نے ایک خبرنامے میں اس کی تصدیق کی کہ ہندوستانی کھلم کھلا "مسلح باغیوں کے ان دستوں کو پناہ دے رہے ہیں جو ایسٹ پاکستان رائفلز کے بھگوڑے سپاہیوں' فوجیوں اور بے قاعدہ فوج کے افراد پر مشتمل ہیں اور گزشتہ دنوں میں سرحد پار کرکے پہنچے ہیں۔" نامہ نگار نے سرحد پار کرنے کی ایک جگہ ہندوستان کی سرحدی فوج کے مورچوں کے اردگرد رائفلوں سے مسلح ان افراد کو کیمپوں میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔"

14 مئی کو لیگوس کے اخبار "نائیجیرین ٹریبون" نے خبر دی کہ ہندوستان نے مشرقی پاکستان اور ہندوستان کی سرحدوں پر چھ "امدادی چوکیاں" قائم کی ہیں جہاں سے اسلحہ' گولہ بارود اور ہندوستانی مداخلت کار مشرقی پاکستان روانہ کیے جاتے ہیں۔ 31 مارچ 1971ء کو کولمبیا براڈ کاسٹنگ سسٹم کے نامہ نگار ارنسٹ ویتھراں نے نئی دہلی سے اطلاع دی کہ اس بات کی تمام علامات موجود ہیں کہ مجیب اور ان کی کالعدم عوامی لیگ نے فوجی مہم کا منصوبہ بہت پہلے سے خوب سوچ سمجھ کر تیار کیا تھا۔ ان کی مکتی فوج کا پہلا نشانہ چاٹگام تھا جو مشرقی پاکستان کی بڑی بندرگاہ ہے۔ اگر اس بندرگاہ کو ایک بار تباہ کر دیا گیا تو صدر یحیٰ خاں کو مشرقی پاکستان میں اپنی فوجوں کو رسد پہنچانے میں دشواری ہوگی۔ دوسرا مرحلہ یہ تھا کہ ڈھاکہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ تاکہ پاکستان کی فوج اپنی کارروائی کے اہم مرکز کے طور پر اسے استعمال نہ کرسکے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ مجیب کو بیرونی ذرائع سے کافی طویل مدت سے ہتھیار مل رہے تھے۔ لیکن 26 مارچ 1971ء کو یحیٰ خاں کے اقدام سے پہلے تک یہ چھپے رہے۔ بہت سے مغربی سفارتی نمائندوں کا خیال ہے کہ یہ ہتھیار صرف ہندوستان ہی سے آسکتے ہیں۔

"لندن ٹائمز" کے نامہ نگار نے مغربی بنگال کے ضلع چوبیس پرگنہ سے خبر دیتے ہوئے بتایا کہ مشرقی پاکستان میں سرحد کے پار سے بموں اور بندوقوں کی کھیپ پہنچتی رہی اور مشرقی بنگال میں بیناپول سرحدی چوکی کے قریب مشرقی بنگال کے چھاپہ مار" موجود تھے۔

اے ایف پی نے 28 اپریل کو نئی دہلی سے ایک خبر میں اس کی تصدیق کی کہ "مشرقی پاکستان میں لڑنے کے لیے دس ہزار سابق فوجیوں کو منظم کیا جا رہا ہے۔ 2 جون 1971ء کو "لندن ٹائمز" نے خبر دی کہ "ہندوستانی حکومت تقریباً ہر محاذ پر بنگلہ دیش کے تصور کو زندہ رکھنے میں مصروف ہے۔" اخبار کے کلکتہ کے نامہ نگار نے اطلاع دی کہ "سرحد کے قریب تقریباً 30 کیمپوں میں ہندوستانی انسٹرکٹر کوئی 30 ہزار رنگروٹوں کو تربیت دے رہے ہیں۔ نامہ نگار نے اس کی بھی تصدیق کر دی کہ نام نہاد "آزاد بنگلہ دیش ریڈیو" ہندوستانی علاقے ہی میں قائم ہے۔ اس نے بتایا کہ "ریڈیو بنگال" کا خفیہ اسٹیشن کئی ہفتے کی خاموشی کے بعد آج پھر سنائی دیا۔ اور اس نے یہ دعویٰ کیا کہ کئی علاقوں میں مغربی پاکستان کی فوج کا صفایا کر دیا گیا ہے۔ آج صبح میں نے تاروں کے اس گچھے کو استعمال کیا جو ریڈیو اسٹیشن کی سمت کا پتہ چلانے کے لیے کارآمد ہوتا ہے تاکہ اس ریڈیو کا سراغ لگایا جائے جو بنگلہ دیش کے کسی مقام سے پروگرام نشر کرنے کا دعویدار ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ ریڈیو کی صاف آواز مشرقی جانب یعنی بنگلہ دیش کی طرف سے نہیں بلکہ شمال کی سمت سے آرہی تھی اور اس کا انداز و آہنگ بالکل وہی تھا جو آل انڈیا ریڈیو کی نشریات کا ہے۔ شہر میں کئی جگہوں سے بھی یہی تجربہ کرکے تصدیق کی گئی تو کوئی شبہ نہ رہا کہ وہ آواز شمال سے چنسورہ اور ماگورا کی جانب سے آرہی تھی۔ جہاں آل انڈیا ریڈیو کے ٹرانسمیٹر نصب ہیں۔"

لندن کے اخبار "گارجین" نے 14 اپریل 1971ء کو کلکتہ سے اپنے نامہ نگار کی ایک خبر شائع کی جس میں نامہ نگار مارٹن وولاکاٹ نے ہندوستانی اخباروں کی ان خبروں کو محض افسانہ طرازی قرار دیا جن میں کہا گیا تھا کہ عبوری حکومت کے ارکان بنگلہ دیش میں کس مقام پر ہیں۔ نامہ نگار نے اس کی تصدیق کی کہ یہ سب کلکتہ میں ہیں۔ جہاں انہیں سرکاری مہمان خانے میں رکھا گیا ہے۔ نامہ نگار نے یہ بھی بتایا کہ ان لوگوں کو بقول اس کے پچھلے جمعہ کو اعلان آزادی کا ڈھونگ رچانے کے لیے ہندوستان نے ضروری ساز و سامان فراہم کرنے میں ان کی مدد کی یعنی ان کے لیے کرسیاں اور دیگر فرنیچر وغیرہ مہیا کر دیا گیا اور اس تقریب میں شریک لوگوں کی حفاظت کے لیے ہندوستانی فوجی بھی مہیا کیے گئے جو سادہ کپڑوں میں ملبوس تھے۔"

20 اپریل کو فرانس کے "اخبار لی موند" نے جو پیرس سے شائع ہوتا ہے یہ اطلاع دی کہ "بنگلہ دیش کی عبوری حکومت کے قیام کا اعلان" ہندوستانی سرحد سے ایک میل کے فاصلہ پر آم کے درخت کے نیچے کیا گیا تھا۔ لیکن یہ کارروائی بیرونی اخبارات کو دکھانے کے لیے کی گئی تھی تاکہ یہ ظاہر کیا جا سکے کہ اس حکومت کا وجود مشرقی پاکستان کے علاقے میں ہے۔ حالانکہ یہ حکومت کلکتہ میں بنائی گئی تھی۔"

ہندوستان نے نہ صرف تخریب کاروں کی مدد کی اور مسلح مداخلت کار بھیجے بلکہ اس نے پاکستان کی سرحد پر کشیدگی میں بھی اضافہ کیا۔ پاکستان نے کئی احتجاجی مراسلے ہندوستان کو بھیجے مثلاً ایک مراسلہ 21 جون اور دوسرا 22 جون 1971ء کو بھیجا گیا جن میں حسب ذیل واقعات کی تفصیل بتائی گئی تھی۔

1- 16 جون کو ضلع جیسور میں بیناپول کے نواح میں بغیر کسی اشتعال کے ہندوستانی فوجیوں نے پاکستان کے علاقوں (کیوٹی 7542 اور

کیوٹی 7642) پر مشین گنوں سے گولیاں چلائیں اور تین انچ دہانے والے مارٹر توپوں سے گولے برسائے۔

2- 17 جون کو ہندوستان کی سرحدی حفاظتی فوجوں کے جوان غیر قانونی طور سے پاکستان کے علاقے میں گھس آئے اور ضلع میمن سنگھ کے ایک گاؤں (آر ایف 2818) کے دو شہریوں کو ہلاک کر دیا۔

3- 17 جون ہی کو میمن سنگھ میں کمال پور (کیو ای 8512) کے مقام پر ایک سرحدی چوکی (بی او پی) کو بغیر کسی وجہ کے چھوٹے ہتھیاروں کی گولیوں کا نشانہ بنایا گیا اور مارٹر توپوں نے گولے پھینکے۔ یہ عمل ساڑھے پانچ بجے صبح سے چھ بجے صبح تک اور پھر گیارہ بج کر 40 منٹ سے بارہ بجے تک جاری رہا۔ جس میں دو آدمی مارے گئے اور چار زخمی ہوئے۔

4- 17 جون کو ضلع جیسور میں بیناپول کے نواح میں پاکستان کے ایک گشتی دستے پر گولیاں چلائی گئیں۔

5- 17 اور 18 کی درمیانی شب کو کمال پور (کیو ای 8512) ضلع میمن سنگھ میں واقع سرحدی چوکی (بی او پی) پر پھر بلا کسی وجہ کے ہندوستان کے فوجیوں نے چھوٹے ہتھیاروں سے گولیاں چلائیں اور مارٹر توپوں سے گولے برسائے۔

6- 18 جون کو ضلع کومیلا میں موضع (آر آر 3499) پر ہندوستانی فوجیوں نے مارٹر گولے پھینکے اور چھوٹے ہتھیاروں سے گولیاں چلائیں جس سے چار آدمی زخمی ہوئے۔

7- 18 جون کو ضلع کومیلا کے علاقے (آر ایم 2818) ضلع جیسور کے بیناپول اور مسلیا علاقے (کیو ٹی 8665) اور ضلع سلہٹ کے چھتل پور علاقے (آر ایچ 1703) پر ہندوستانی فوج نے میدانی توپوں، مارٹروں اور چھوٹے ہتھیاروں سے بلا وجہ گولہ باری کی۔

8- 18 جون کو ہندوستان کے فوجیوں نے ضلع دیناج پور میں کشور گنج (کیو ڈی 3158) کی سرحدی چوکی پر تین انچ دہانے والی مارٹر توپوں سے سو راؤنڈ چلائے۔

تین جولائی کو ہندوستان کی فضائیہ نے مشرقی پاکستان کے ضلع دیناج پور کے مقام امارخانے پر حملہ کیا۔ اس روز ساڑھے بارہ بجے دن کو ہندوستان کے چار لڑاکا ہوائی جہاز اور ایک ہتھیار بند ہیلی کاپٹر چھ میل اندر تک پاکستانی علاقے میں گھس آئے اور مشین گنوں سے گولیاں برسائیں۔ اس دن سہ پہر کے وقت امار خانے پر ہندوستان نے اپنے علاقے سے 120 ملی میٹر دہانے والی مارٹر توپوں سے گولہ باری کی۔

ہندوستان کے عزائم بے نقاب ہو چکے ہیں اور جیسا کہ "یارک شائر پوسٹ" نے اپنی یکم اپریل (1971ء کی اشاعت) میں لکھا ہے کہ "ہندوستان پاکستان میں تخریب کی جن کوششوں میں لگا ہوا ہے مشرقی پاکستان میں اپنے ایجنٹ بھرتی کر رہا ہے اور پاکستان کو ختم کرنے کی جن سازشوں میں مشغول ہے ان کی ایک لمبی اور پرانی کہانی ہے اس کی ابتدا تو 1947ء میں اسی روز ہو گئی تھی جب پاکستان وجود میں آیا تھا۔ اس دن سے آج تک ہندوستان نے پاکستان کے آزاد وجود کو دل سے نہیں مانا اور اس مملکت کو تباہ کرنے کے لیے کوئی حربہ نہیں اٹھا رکھا۔"

لندن کے اخبار "روزنامہ ٹیلی گراف" (6 مئی 1971ء) میں ڈیوڈ شاک نے لکھا تھا کہ ہندوستان اس میں اپنی بھلائی دیکھتا ہے کہ اس کا حریف اول ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے یا مفلوج ہو کر رہ جائے۔ آگے چل کر اس نے لکھا ہے کہ "ہندوستان کو بے گناہ لوگوں کے حال سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ تو اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کی غرض سے بنگلہ دیش کے نام پر پروپیگنڈے کی مہم چلائے ہوئے ہے۔" انگلستان کے ایک اور مشہور مبصر مائیکل ایڈورڈس نے جو عصر حاضر کے ایشیائی معاملات کے ماہر ہیں۔ 14 اپریل کو بی بی سی کے پروگرام "آج کی دنیا" کے ایک مباحثہ میں حصہ لیا تھا اور کہا تھا کہ مغربی بنگال کی سیاسی جماعتیں اور گروہ مشرقی پاکستان کے شرپسندوں کی حمایت میں بڑھ چڑھ کر جو بیان دے رہے ہیں اور جلسے کرنے اور جلوس نکالنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی جو کوشش کر رہے ہیں اس کو سمجھنے کے لیے صحیح پس منظر کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ مغربی بنگال میں مشرقی پاکستان سے ملنے کا رجحان سیاسی مجبوریوں اور اقتصادی مصلحتوں کے بطن سے پیدا ہوا۔ مغربی بنگال کے لیڈر یہ یقین رکھتے ہیں کہ اگر پاکستان ٹوٹ جائے تو پھر وہ مشرقی پاکستان پر اپنا حکم چلا سکیں گے اور مغربی بنگال کے کارخانوں کے لیے خام مال مہیا ہو سکے گا۔

خود ہندوستان کے لکھنے والوں اور مبصروں کی تاریخ سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی ہے کہ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے ہندوستان کے عزائم کیا ہیں۔

ہندوستان کے اخبار "فری پریس جرنل" نے اپنی 2 اپریل کی اشاعت میں لکھا تھا کہ "ہمیں (یعنی ہندوستان کو) چاہیے کہ پاکستان کو کمزور کرنے کے لیے خوب سوچ سمجھ کو اور نہایت ہوشیاری کے ساتھ کام کریں۔" آگے چل کر اس نے لکھا تھا کہ "ممکن ہے کہ مشرقی بنگال ہمارا احسان مانتے ہوئے کشمیر پر ہندوستان کی بالا دستی تسلیم کر لے۔" اس سے دو ہی دن پہلے یعنی 30 مارچ 1971ء کے شمارے میں ہندوستان کے ایک اور اخبار روزنامے "انڈین ایکسپریس" نے مشرقی پاکستان میں ہندوستان کی فوجی مداخلت کی تجویز پیش کرتے ہوئے لکھا تھا کہ "ہمیں ایک تاریخی موقع ہاتھ آیا ہے اور عمل کا یہی وقت ہے اور ہندوستان کی دفاعی تعلیمات کی انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر مسٹر سبرامینیم نے 7 اپریل 1971ء کو مشرقی پاکستان میں ہندوستان کی پیدا کردہ بغاوت کا ذکر کرتے

ہوئے کہا تھا کہ <ہندوستان کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ پاکستان کے مٹنے ہی میں اس کا فائدہ ہے اور آج ہمیں جو موقع ملا ہے وہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔

ہندوستان کے ایک روزنامے "مدر لینڈ" مورخہ 15 جون 1971ء میں ہندوستان کے ایک اور مبصر مسٹر سبرامینیم سوامی کا ایک مضمون چھپا ہے۔ جس میں انہوں نے یہ دلیل دی ہے کہ "پاکستان کی علاقائی سالمیت کوئی ہماری ذمہ داری تھوڑا ہی ہے یہ تو پاکستان کا درد سر ہے۔ ہمیں تو صرف دو سوالوں کا جواب سوچنا چاہیے ایک یہ کہ کیا پاکستان کی موت سے آگے چل کر ہمارے قومی مفادات کو فائدہ پہنچے گا اور اگر جواب اثبات میں ہو تو پھر سوچنا چاہیے کہ اس ضمن میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔ آخر میں انہوں نے نتیجہ نکالا ہے کہ:

پاکستان کے مٹ جانے سے ہندوستان کی خارجی اور داخلی سلامتی مستحکم ہوگی۔ ہندوستان کو بین الاقوامی طور سے ایک بڑی طاقت بننا ہے اور اس کے لیے قومی اتحاد و یک جہتی کو فروغ دینا ضروری ہے۔ جس کے لیے پاکستان کا ختم ہونا ضروری شرط ہے۔" ان سب پر طرہ یہ کہ خود وزیراعظم ہند نے 15 جون 1971ء کو اعلان کیا کہ ہندوستان ایک لمحہ کے لیے بھی کوئی ایسا سیاسی حل کبھی تسلیم نہیں کرے گا جو بنگلہ دیش کی موت پر منتج ہو۔

پانچواں باب

حرف آخر

مشرقی پاکستان کے حالیہ المناک واقعات کے بارے میں صحیح رائے ان تفصیلات کی روشنی میں قائم کی جا سکتی ہے جن کا ذکر اس کتاب میں کیا گیا ہے۔ عوامی لیگ کے تشدد پسند عناصر نے 25 مارچ 1971ء سے پہلے جو ظلم و ستم ڈھائے چونکہ ان کو انتقام کے ڈر سے شائع نہیں ہونے دیا گیا اس لیے یہ تاثر پیدا ہوگیا ہے کہ وفاقی حکومت نے جو کارروائی کی اس کی غرض عوامی تحریک کو کچلنا تھا۔ اس کتاب میں جو واقعات بیان کیے گئے اس سے یہ حقیقت سامنے آ جائے گی کہ فوج کو صرف اس غرض سے حرکت میں لایا گیا تھا۔ کہ عوامی لیگ کی عام تشدد اور عدم تعاون کی تحریک کے پچیس روزہ دور میں جو امن عامہ تباہ ہوگیا تھا اور حکومت کا اختیار بے اثر ہوگیا تھا۔ اسے پھر بحال کیا جائے۔

اس وہائٹ پیپر میں جو واقعات بیان کیے گئے ہیں اور جو دستاویز شامل ہیں۔ ان کے غیر جانبدار مطالعہ سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ صدر نے حتی المقدور یہ کوشش کی کہ مختلف پارٹیوں کے درمیان اتفاق رائے ہو جائے کیونکہ اس کے بغیر صحیح معنی میں وفاقی نظام قائم ہی نہیں ہو سکتا۔ صدر چاہتے تھے کہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ عوامی نمائندوں کو اقتدار منتقل کیا جا سکے۔ جس حد تک بھی ممکن تھا انہوں نے عوامی لیگ سے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا اور سرکاری احکامات کو منوانے میں اتنی تاخیر کی کہ آج یہ نظر آتا ہے کہ ہم تباہی کے غار میں گرنے والے تھے۔ شیخ مجیب الرحمن اور عوامی لیگ کے دوسرے لیڈر برابر اپنے مطالبات بڑھاتے گئے اور اس حقیقت کو نظرانداز کردیا کہ عوام نے ان کو صرف یہ اختیار دیا تھا کہ پاکستان میں شامل رہتے ہوئے وہ صوبائی خودمختاری حاصل کریں اور عوامی لیگ کے چھ نکات بھی اس پر دلالت کرتے ہیں۔ جب مذاکرات آخری مرحلے میں پہنچے تو ان کے مجوزہ فرمان میں "کنفیڈریشن" کا جو آزاد و خودمختار ریاستوں کا ایک کمزور وفاق ہوتا ہے ذکر کیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ اس میں ایسی قطعی نشانیاں موجود تھیں جس سے واضح ہوگیا تھا کہ وہ پاکستان کو توڑنے کے درپے تھے۔ ان کی یہ بات نہ صرف یہ کہ دوسری وفاقی وحدتوں کے لیے قابل قبول نہیں تھی بلکہ قانونی ڈھانچے کے حکم کے بھی منافی تھا۔ جس کے تحت انتخابات ہوئے تھے اور جس میں صدر کے اس عہد کا واضح ذکر موجود تھا کہ وہ بہرصورت پاکستان کی سالمیت اور وحدت کا تحفظ کریں گے۔

عوامی لیگ کی قیادت کو یہ گمان تھا کہ اگر بات چیت کے ذریعے وہ اپنی علیحدگی پسندی کے مطالبات نہ منوا سکے تو پھر وہ شہری نظم و نسق کو درہم برہم کرکے فوجی یونٹوں کو غداری پر آمادہ کرکے اور ہندوستان سے ساز باز کرکے وہ اپنا مقصد حاصل کر لے گی۔ اور دنیا کے سامنے بنگلہ دیش کو ایک حقیقت بنا کر پیش کر سکے گی۔ صدر نے سمجھوتے کی تمام کوششیں کرکے دیکھ لیں۔ لیکن عوامی لیگ کے لیڈروں کی طرف سے کوئی ایسا متعدل اور مدبرانہ ردعمل ظاہر نہ ہوا جو متحدہ پاکستان کے تصور سے ہم آہنگ ہوتا۔ چنانچہ صدر کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ وہ پاکستان کی سالمیت و بقاء کے لیے بادل ناخواستہ ضروری کارروائی کریں۔ اس سے پہلے بھی وہ بار بار خبردار کر چکے تھے کہ ضرورت پڑنے پر وہ ایسی کارروائی کرنے میں تامل نہیں کریں گے۔

اضافات

اضافہ (الف)

صدر کی اہم تقریروں سے اقتباسات

26 مارچ 1969ء

مارشل لاء کے نفاذ کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ عوام کے جان و مال اور آزادی کی حفاظت کی جائے اور نظم و نسق کو دوبارہ پوری طرح موثر بنایا جائے۔ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے میرا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ حالات کو بلا تاخیر معمول پر لایا جائے اور عوام کو اس کی ضمانت حاصل ہو جائے کہ انتظامیہ اپنے فرائض معمول کے مطابق اس طرح انجام دے کہ عوام اس کی کارکردگی سے پوری طرح مطمئن ہوں۔

ہم انتظامی تساہل اور لاقانونیت کا بہت تماشہ دیکھ چکے ہیں اور میں اس بات کا خیال رکھوں گا کہ اب یہ کسی صورت میں یا کسی طریقہ پر نہ دہرایا جائے۔ انتظامیہ کے ہر رکن کو اس انتباہ کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

میرے ہم وطنو! میں بالکل واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ملک میں آئینی حکومت کے قیام کے لیے سازگار حالات پیدا کرنے کے سوا میری کوئی امنگ نہیں۔ یہ میرا پختہ یقین ہے کہ باہوش اور تعمیری سیاسی زندگی کے لیے اور بالغ رائے دہی کی بنیاد پر آزادانہ اور غیر جانبدارانہ طور پر عوام کے نمائندوں کو پرامن طریقہ پر اقتدار منتقل کرنے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ ملک میں مضبوط' صاف اور دیانت دار انتظامیہ ہو۔ یہ کام عوام کے منتخب نمائندوں کا ہوگا کہ ملک کو قابل عمل آئین دیں اور ان سیاسی' معاشی اور سماجی مسائل کا حل تلاش کریں جو عوام کے دلوں میں ہیجان پیدا کرتے رہے ہیں۔

28 جولائی 1969ء

میں سیاسی رہنماؤں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے ذاتی اور حتیٰ کہ جماعتی مفادات کو بالائے طاق رکھ کر بنیادی مسائل پر قومی سطح سے سوچیں۔ اگر آپ راہنمائی کا فرض قبول کرتے ہیں تو اس سے وابستہ ذمہ داریاں بھی آپ کو قبول کر لینی چاہئیں۔ یہ کام تو بہت ہی آسان ہے کہ مسائل ڈھونڈ کر انہیں انتظامیہ کے دروازے پر جمع کر دیا جائے۔ حقیقی راہنمائی میں یہ بات فرض شدہ اور طے شدہ ہوتی ہے کہ ان مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔ آج ملک اپنی تاریخ کے سب سے بحرانی دور سے گزر رہا ہے۔ اس لیے آیئے ہم سب مل کر مسائل کو حل کریں تاکہ عوام کو دوبارہ سیاسی بحران کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

جہاں تک میرا تعلق ہے میں تمام سیاسی جماعتوں اور انفرادی و سیاسی راہنماؤں کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میری حکومت آپ سے مکمل اور واضح غیر جانبداری کے اصول پر عمل کرتی رہے گی۔ کسی شخص کو اس کے برعکس آپ سے بات نہیں کرنی چاہیے۔

تاہم میں ایک بات صاف طور سے کہنا چاہتا ہوں۔ کوئی شخص' کوئی گروہ یا کوئی جماعت جو اسلام کے بنیادی اصولوں' پاکستان کے نظریہ یا اس کے اتحاد کے خلاف کام کرے گی' یا ہمارے عوام کے نظم و ضبط کو درہم برہم کرنے کی کوشش کرے گی' وہ ہمارے عوام اور مسلح افواج کے غیظ و غضب کو دعوت دے گی۔ ایسے عناصر سے سختی سے نبٹا جائے گا۔ اس سلسلہ میں کسی کو کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ اب میں چند باتیں قومی سطح پر مشرقی پاکستان کے عوام کی مکمل شرکت کے سلسلہ میں کروں گا۔

مشرقی پاکستان کے عوام میں بے اطمینانی کی وجوہ میں سے ایک وجہ ان کا یہ احساس ہے کہ انہیں ملکی سطح پر امور طے کرنے اور مختلف قومی میدانوں میں اچھی طرح حصہ نہیں لینے دیا جا رہا ہے۔ میرے خیال میں وہ اس صورت حال پر بے اطمینانی ظاہر کرنے میں حق بجانب ہیں۔ میری انتظامیہ نے اس صورت حال کی اصلاح کے لیے سول انتظامیہ سمیت مختلف میدانوں میں چند اقدامات کیے ہیں اور وہ آئندہ بھی ان اقدامات کو جاری رکھے گی۔

پاکستان کی مسلح افواج کے سپہ سالار کی حیثیت سے میں نے ہمیشہ محسوس کیا ہے کہ مشرقی پاکستان کے عوام کو ملکی دفاع میں زیادہ اہم کردار ادا کرنا چاہیے۔ میں نے آئندہ سے فوج میں مشرقی پاکستانیوں کو بھرتی کرنے کے بارے میں چیف آف سٹاف کو احکامات جاری کر دیے ہیں لیکن یہ بھی صرف ابتدائی قدم ہی ہے۔ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ ہماری دفاعی قوت میں مشرقی پاکستانیوں کا حصہ مسلسل بڑھتا رہے۔

28 نومبر 1969ء

اپنی گزشتہ تقریر میں میں نے امید ظاہر کی تھی کہ ملک کے سیاسی لیڈر ہمارے آئندہ آئین سے تعلق رکھنے والے بعض بڑے بڑے معاملوں کے بارے میں شاید کسی بات پر باہم متفق ہو جائیں گے۔ مجھے افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ اس ضمن میں ان کو بھی جن مشکلات کا سامنا تھا' وہ قیاس کی جا سکتی ہیں۔ میں اپنی گزشتہ تقریر کے بعد سیاسی لیڈروں سے اور دوسرے لوگوں سے مسلسل گفت و شنید کرتا رہا ہوں۔

گو کوئی متفقہ فیصلہ نہیں ہو سکا لیکن مجھے ان اہم معاملوں کے متعلق مختلف لوگوں کی رائے کا پوری طرح علم ہوگیا ہے۔

ملک کے نظم و نسق کی ذمہ داری جب سے میرے کندھوں پر پڑی ہے' میرے لیے سب سے اہم مسئلہ یہ رہا ہے کہ عوام کے نمائندوں کو اختیار کس طریقے سے منتقل کیا جائے۔

مقصد یہ ہے کہ عوام کے منتخب نمائندوں کو اختیار منتقل کر دیے جائیں لیکن کسی قانونی ڈھانچے کے بغیر یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ قانونی ڈھانچہ جیسا کہ آپ جانتے ہیں' فی الحال موجود نہیں ہے۔ اس لیے صدر مملکت اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے میرے لیے یہ ضروری ہے کہ اس معاملے میں مناسب اقدام کروں۔ میں نے اس مسئلے پر بے حد غور و خوض کیا ہے اور میرے ذہن میں چار ایسے متبادل امکانات ہیں جن کے ذریعے انتخابات کے لیے قانونی ڈھانچہ تیار کیا جا سکتا ہے۔

پہلا طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک منتخب آئین کنونشن ہو جس کے سپرد یہ کام کیا جائے اور وہ ایک نیا آئین بنائے اور اس کے بعد وہ خود ختم ہو جائے۔ یہ ایک صاف ستھرا طریقہ ہو سکتا ہے لیکن اس میں بعض نقائص بھی ہیں۔ سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ اس طرح دو انتخابات کرانے ہوں گے۔ ایک کنونشن کا انتخاب اور دوسرا اس کنونشن کے بنائے ہوئے آئین کی بنیاد پر قومی اسمبلی کا انتخاب۔ اس طریقہ کار کی ایک اور بڑی خرابی یہ ہے اس طرح اختیارات کی منتقلی میں غیر ضروری تاخیر ہو جائے گی۔

دوسرا متبادل حل یہ ہے کہ 1956ء کے آئین کو بحال کر دیا جائے۔ لیکن ملک کے دونوں حصوں میں اس طریقے کے اختیار کرنے کی بڑے پیمانے پر مخالفت کی جا چکی ہے۔ کیونکہ اس آئین کے بعض پہلو مثلاً ون یونٹ اور مساوی نمائندگی اب لوگوں کے لیے قابل قبول نہیں رہے۔

تیسرا متبادل حل یہ ہے کہ ایک نیا آئین بنایا جائے اور ملک میں اس پر ریفرنڈم کرا لیا جائے۔ اس طریقہ کار میں بھی بعض عملی مشکلات ہیں کیونکہ آئین جس میں جامع دستاویز کے متعلق عوام سے صرف "ہاں" یا "نہ" کے ذریعے رائے حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔

چوتھا متبادل طریقہ یہ ہے کہ میں مختلف گروپوں اور سیاسی لیڈروں سے اپنی بات چیت کی بناء پر اور پاکستان کے سابق آئینوں کے مطالعہ اور ملک کی رائے عامہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے خود ایک قانونی ڈھانچہ تیار کروں۔ اس تجویز کی نوعیت ایک عارضی قانونی ڈھانچے کی ہوگی۔

کافی غور و خوض کے بعد میں نے طے کیا ہے کہ میں یہ چوتھا طریقہ اختیار کروں۔ بعض قومی اسمبلی کے انتخابات کرانے کے لیے ایک قانونی ڈھانچہ تیار کروں۔ جیسا کہ میں نے اپنی جولائی کی تقریر میں کہا تھا۔ مجھ پر یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ آج ہمیں آئینی میدان میں بحیثیت قوم تین بڑے مسئلوں کا سامنا ہے۔ پہلا سوال ون یونٹ کا ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ نمائندگی آبادی کے اعتبار سے ہو یا مساویانہ یعنی پیریٹی کی بنیاد پر اور تیسرا مسئلہ مرکز اور وفاقی صوبوں کے تعلق کا ہے۔

پچھلے چند مہینوں کے دوران جب ملک میں آئینی معاملوں پر بحث ہو رہی تھی تو میں نے محسوس کیا کہ پہلے مسئلوں کا تصفیہ انتخابات سے پہلے کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ ان مسئلوں کا انتخابات کی بنیاد اور قومی اسمبلی کے قیام سے گہرا تعلق ہے۔ دوسرے آئینی مسئلوں مثلاً پارلیمانی وفاقی طرز حکومت' براہ راست بنیاد پر بالغوں کا حق رائے دہی' شہریوں کے بنیادی حقوق اور عدالتوں کے ذریعے ان حقوق کا نفاذ عدلیہ کی آزادی جو آئین کے تحفظ کی ضامن ہوتی ہے اور اسلامی نوعیت کا آئین جس میں نظریہ پاکستان کی حفاظت ہو۔ یہ ایسے مسئلے ہیں جن کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں اور انہیں طے شدہ سمجھنا چاہیے۔

میں نے جن تین بڑے مسئلوں کا ذکر کیا ہے' ان کے متعلق اختلافات رائے پایا جاتا ہے۔ میں نے اپنی گزشتہ تقریر میں یہ بات واضح کر دی تھی کہ ان مسئلوں کو انتخابات کی حجتیں نہیں بننے دیا جائے گا۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ ان مسئلوں کے بارے میں بھی اختلاف اب کچھ کم ہو رہا ہے۔ یہ اچھے آثار ہیں۔ اگرچہ تمام پارٹیوں کا کوئی رسمی اجتماع نہیں ہوا لیکن اخبارات میں شائع ہونے والے بیانات اور پارٹیوں کے جلسوں میں بیشتر سیاسی جماعتوں نے ان مسئلوں کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیالات ان معاملوں میں بڑی حد تک ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ ملک کے مختلف حصوں کا دورہ کرتے ہوئے بھی مجھ پر یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی ہے کہ ان مسئلوں کے متعلق مختلف طبقوں اور لوگوں کے مختلف گروپوں میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس سے میرے اس ابتدائی نظریہ کو مزید تقویت پہنچی ہے کہ ان مسئلوں کو انتخابی حجتیں نہ بنایا جائے کیونکہ باہم بات چیت اور ٹھنڈے دل سے غور و خوض کر کے ہم ان مسئلوں کو حل کرنے کے قریب پہنچ چکے ہیں او اگر ان مسئلوں کو انتخابی اکھاڑے میں گھسیٹا گیا تو اس سے بڑا نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ اس بات کا خطرہ ہے کہ ان کی وجہ سے جذباتی طور پر غیر ضروری تلخی پیدا ہوگی اور اختیارات کی پرامن منتقلی میں تاخیر ہو جائے گی۔ اہم مسئلوں کے متعلق عام طور پر مسلمہ نقطہ نظر کیا ہے۔

ون یونٹ کے بارے میں عام طور پر یہ خواہش پائی جاتی ہے کہ پورے مغربی پاکستان کے ایک صوبے کی بجائے علیحدہ علیحدہ صوبوں کا پرانا طریقہ بحال کر دیا جائے۔

ایک آدمی ایک ووٹ یعنی آبادی کی بنیاد پر نمائندگی کے سوال کے

متعلق ملک میں یہ بات عام طور پر تسلیم کی گئی ہے کہ یہ ہر جمہوری طرز حکومت کی بنیادی ضرورت ہے۔ اور اس لیے صرف مشرقی پاکستان ہی میں نہیں بلکہ مغربی پاکستان میں بھی یہ بات اب عموماً مان لی گئی ہے کہ اسی طرز پر نمائندگی ہونی چاہیے۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں ون یونٹ کے سوال اور نمائندگی کے طریقے کے بارے میں فیصلہ انتخابات سے پہلے ہونا چاہیے۔ تاکہ ملک کے آئین کو آخری شکل دینے کا انتظام ہو سکے۔ اس لیے میں نے طے کیا ہے کہ ان دونوں معاملوں کا اس طرح تصفیہ کیا جائے گا۔

ون یونٹ توڑ دیا جائے گا اور علیحدہ علیحدہ صوبے بنا دیے جائیں گے۔ یہاں اس بات کا ذکر مناسب نہ ہوگا کہ ون یونٹ انتظامی احکام کے ذریعے وجود میں لایا گیا تھا۔ البتہ بعد میں صوبائی اسمبلیوں اور دستور ساز اسمبلی نے اس کی منظوری دے دی تھی۔ 1957ء میں مغربی پاکستان اسمبلی نے ون یونٹ توڑنے کے حق میں رائے دی تھی۔ اگرچہ 1958ء میں مارشل لاء نافذ نہ ہوتا تو ون یونٹ بہت پہلے ہی ٹوٹ گیا ہوتا۔

میں آپ کو یہ بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جب پاکستان بنا تھا تو اس کی بنیاد ون یونٹ پر نہیں رکھی گئی تھی بلکہ مغربی بازو کے مختلف صوبوں کی بنیاد پر پاکستان کا قیام ہوا تھا۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کے عوام ون یونٹ توڑنے پر تقریباً متفق ہیں۔ لٰہذا میرا یہ فیصلہ عوامی خواہشات کے مطابق ہے۔

اسی طرح عوام کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے میں نے ایک آدمی کا ایک ووٹ کا اصول بھی تسلیم کر لیا ہے۔ اور آئندہ قومی اسمبلی کے انتخابات کے لیے یہی اصول بنیاد ہوگا۔

آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے جولائی میں اپنی نشری تقریر میں مرکز کے اور صوبوں کے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ مشرقی پاکستان کے لوگوں کو اہم قومی مسئلوں کے حل کرنے میں پوری طرح حصہ نہیں ملا۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ ان حالات سے غیر مطمئن ہونے میں حق بجانب ہیں۔ اس لیے ہمیں اس صورت حال کو ختم کرنا ہوگا۔ اب یہ بھی ضروری ہوگا کہ پاکستان کے دونوں بازوؤں کو زیادہ سے زیادہ خود مختاری دی جائے۔ البتہ اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ اس سے قومی سالمیت اور ملک کے استحکام کو نقصان نہ پہنچے۔ پاکستان میں مرکز اور صوبوں کے تعلقات کا ایک بڑا اہم پہلو مالیات اور اقتصادی شعبوں سے تعلق رکھتا ہے۔ وفاقی طرز حکومت میں نہ صرف قانون سازی کے اختیارات تقسیم ہوتے ہیں بلکہ مالیاتی اختیارات بھی بٹ جاتے ہیں۔ اس معاملے سے اس طرح نمٹنا ہوگا کہ اس سے صوبوں کی جائز ضرورتیں اور مطالبے بھی پورے ہو جائیں اور مجموعی طور پر پوری قوم کے اہم تقاضوں کو بھی نقصان نہ پہنچے۔ پاکستان کے دونوں علاقوں کے لوگوں کو اپنے اپنے اقتصادی وسائل اور ترقیاتی کاموں پر پورا اختیار ہونا چاہیے لیکن یہ اختیار ایسا نہ ہونا چاہیے جس سے مرکز میں قومی حکومت کے کاروبار پر برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہو۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کے عوام مشترکہ تاریخی، ثقافتی اور روحانی ورثے کے رشتے میں منسلک ہیں۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ مرکز اور صوبوں کے درمیان ایسے اطمینان بخش تعلقات قائم کرنے میں ناکام ہوں جن کے ذریعے ملک کے دونوں حصوں کے لوگ برابر کے شریک اور باعزت ساتھیوں کی طرح رہ سکیں۔ اب ہمیں عوام کے منتخب نمائندوں کو اقتدار منتقل کرنے کے لیے جس نظام الاوقات کی پابندی کرنی ہوگی اس کی تفصیل بیان کرتا ہوں۔

سب سے پہلے انتخابات کے لیے عارضی قانونی ڈھانچہ 31 مارچ 1970ء تک تیار ہو جانا چاہیے۔ اس کے بعد جیسا کہ چیف الیکشن کمشنر نے اعلان کیا ہے، جون 1970ء تک انتخابی فہرستیں تیار ہو جائیں گی۔ ان فہرستوں کے مکمل ہوتے ہی الیکشن کمیشن مرکزی اور صوبائی انتخابات کے لیے مختلف انتخابی حلقوں کی حد بندی کا کام شروع کرے گا۔ یہ انتخابات ان قاعدوں کے مطابق ہوں گے جو قانونی ڈھانچے میں بنائے جائیں گے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں، انتخابی حلقوں کی نئے سرے سے حد بندی کے بارے میں قطعی فیصلہ کرنے سے پہلے لوگوں کے اعتراضات سنے جاتے ہیں۔ اس لیے اس کے لیے بھی کچھ وقت دینا ہوگا۔ پھر پہلی جون سے ستمبر کے آخر تک مشرقی اور مغربی پاکستان میں انتخابات کے لیے موسمی مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ملک کے عام انتخابات 5 اکتوبر 1970ء کو ہوں گے۔ قومی اسمبلی جب دستور سازی کا کام مکمل کر لے گی تو اس کے بعد صوبائی انتخابات ہوں گے۔ اسمبلی کو اپنے اجلاس سے 120 دن کے اندر اندر دستور سازی کا کام مکمل کرنا ہوگا۔ اگر وہ اس سے پہلے یہ کام مکمل کر لے تو مجھے یقیناً خوشی ہوگی لیکن اگر اس نے مقررہ مدت کے اندر کام پورا نہ کیا تو اسمبلی ٹوٹ جائے گی۔ اور قوم کو پھر انتخابات کے ذریعے اسمبلی کے ممبر چننے ہوں گے۔ خدا کرے ایسا نہ ہو۔ اس لیے میں آئندہ منتخب ہونے والے نمائندوں پر زور دیتا ہوں کہ وہ پوری ذمہ داری اور حب الوطنی کے جذبہ کے ساتھ یہ فرض انجام دیں۔

قومی اسمبلی میں ووٹنگ کے طریقہ کار کے متعلق یہ بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ اسمبلی بنیادی آئینی مسئلوں کے بارے میں فیصلے کرے گی۔ آئین ایک مقدس دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ مل جل کر رہنے کا ایک معاہدہ ہوتا ہے۔ اس کا کسی عام قانون سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ووٹنگ کا طریقہ کار اسمبلی خود طے کرے اور یہ طریق کار ایسا ہونا چاہیے جو پاکستان کے تمام علاقوں کے

قانونی ڈھانچے کا حکم 1970ء اس مہینے کی تیس تاریخ کو شائع کر دیا جائے گا۔ قومی اسمبلی کے آئین سازی کے کام اور اس کے طریقہ کار کی بنیاد اسی حکم پر ہوگی۔ اس مرحلے پر میں چاہتا ہوں کہ اس حکم کی چند خاص خاص باتیں بیان کروں جنہیں میں نے عوام کی خواہشات کا اندازہ کر کے مرتب کیا ہے۔

قومی اسمبلی تین سو تیرہ ممبروں پر مشتمل ہوگی۔ ان میں سے تیرہ نشستیں خواتین کے لیے مخصوص ہوں گی۔ مختلف صوبوں کو نشستوں کی تقسیم اس آبادی کی بنیاد پر کی جائے گی جو 1961ء کی مردم شماری کے مطابق ہے۔ حکومت کے پاس آبادی کا یہی تازہ ترین ریکارڈ ہے۔ اسی حکم کے تحت صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات بھی کرائے جائیں گے۔

ایک مرحلے پر جب اقتدار کی منتقلی کے منصوبے تیار کیے جا رہے تھے ہمارا خیال تھا کہ صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات آئین بن جانے کے بعد ہونے چاہئیں۔ پھر میری حکومت نے اس معاملے پر اور زیادہ تفصیل کے ساتھ غور کیا اور ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ سیاسی اعتبار سے ملک کے لیے مفید یہی ہوگا کہ قومی اسمبلی کے انتخابات کے فوراً بعد صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کرا دیے جائیں۔ اس کی بڑی وجہ تو یہ ہے کہ اس طرح آئین تیار ہوتے ہی منتخب نمائندوں کو جلد از جلد اقتدار کو سونپنے میں سہولت ہوگی۔ اس کے علاوہ آئین سازی کا کام پورا ہونے کے فوراً ہی بعد سیاست دانوں اور ان کی پارٹیوں کو ایک نئی انتخابی مہم شروع کرنی نہیں پڑے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جیسے ہی آئینی مسائل طے ہو جائیں، ہمارے لیڈروں کو چاہیے کہ وہ ایک نئی انتخابی مہم کے چکر میں پڑنے کے بجائے قومی تعمیر کے اہم کاموں کی طرف توجہ دیں۔ ان تمام باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ صوبائی انتخابات زیادہ سے زیادہ 22 اکتوبر 70 تک مکمل ہو جائیں البتہ صوبائی اسمبلیاں اس وقت کام شروع کریں گی، جب آئین کی تکمیل اور اسے میری منظوری حاصل ہونے کے بعد انہیں باضابطہ طور پر طلب کیا جائے گا۔

جب قانونی ڈھانچہ کا حکم 1970ء شائع ہوگا تو آپ دیکھیں گے کہ اس میں طریقہ کار کے قواعد سے متعلقہ شیڈول میں قومی اسمبلی کے لیے ووٹنگ کا طریقہ کار شامل نہیں کیا گیا ہے۔ یہ ایسا معاملہ ہے جسے ایوان خود ہی بہترین طور پر طے کر سکتا ہے۔ اور مجھے قوی امید ہے کہ اس بارے میں بہت زیادہ اختلاف رائے نہیں ہوگا۔ بہترین بات ہوگی کہ اتفاق رائے سے یہ معاملہ طے ہو۔ بہرحال میں ذاتی طور پر اس موضوع پر فیصد تناسب کی بنیاد پر گفتگو کرنا پسند نہیں کروں گا۔ البتہ جو بات میں پہلے کہہ چکا ہوں اور جس پر دوبارہ زور دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آئین کوئی عام قانونی دستاویز نہیں بلکہ یہ ایک ساتھ مل جل کر رہنے کا عہد ہوتا ہے۔ اس لیے یہ بات ضروری ہے کہ ایوان میں ووٹنگ کا جو طریق

نمائندوں کے لیے منصفانہ ہو۔ اسمبلی جب اپنا کام مکمل کر لے اور اس کا تیار کردہ آئین منظور ہو جائے تو یہ پاکستان کا آئین قرار دے دیا جائے گا اور پھر اس طرح نئی حکومت کے قیام کا راستہ ہموار ہو جائے گا۔

ان تمام کارروائیوں کے دوران مارشل لاء کی برتری برقرار رہے گی۔ تاکہ عوام کے منتخب نمائندوں کو پر امن طریقے سے اختیارات منتقل کرنے کے پروگرام پر آسانی سے عمل ہو سکے۔

میرے عزیز ہم وطنو! میں ایک مرتبہ پھر تاکیداً آپ سب کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہم اس وقت اپنی قومی زندگی کے انتہائی نازک مرحلے سے گزر رہے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو اس حقیقت کا احساس ہونا چاہیے اور سنجیدگی، حقیقت پسندی اور حب الوطنی سے کام لینا چاہیے۔ آیئے ہم سب علاقائی اور طبقاتی مفادات ترک کر دینے کا عہد کریں اور ذاتی اور مقامی دلچسپیوں سے قطع نظر کر لیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو عہد کرنا چاہیے کہ قوم کو طاقتور اور خوشحال بنانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے، میں نے آپ کے سامنے ایک پروگرام پیش کر دیا ہے جس کے متعلق میری پرخلوص اور دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ یہ ہمارے عوام کے لیے ہر طرح قابل قبول ہو سکتا ہے اور اس سے پورے پاکستان کا مفاد وابستہ ہے۔

مجھے اپنے عوام پر پورا اعتماد و یقین ہے۔ مجھے اپنے ملک کے مستقبل پر بھی پورا بھروسہ ہے۔ کیونکہ یہ ملک ہمارے نظریے کی بنیاد پر قائم ہوا ہے اور اس کو وجود میں لانے کے لیے دس لاکھ مسلمانوں نے اپنی جانیں قربان کیں۔ جمہوریت ہی تحریک پاکستان کی روح رواں تھی اور میری دلی خواہش ہے کہ ہم انہیں جمہوری اصولوں کی پابندی کریں۔

آخر میں مجھے یہ کہنا ہے کہ جو پروگرام میں نے پیش کیا ہے، اس کے مطابق یکم جنوری 1970ء سے ملک میں مکمل سیاسی سرگرمیوں کی اجازت دے دی جائے گی۔ اس قسم کی سرگرمیوں سے روکنے والے مارشل لاء کے قاعدے منسوخ کر دیے جائیں گے۔ البتہ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں جمہوریت کی بحالی کے راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ برداشت نہیں کروں گا۔ کوئی فرد یا جماعت جو بدامنی پھیلانے کی مرتکب ہوگی، اور تشدد کی کارروائیوں میں حصہ لے گی، اس سے بڑی سختی کے ساتھ نمٹا جائے گا۔ کیونکہ جمہوریت رواداری سکھاتی ہے اور طاقت کے استعمال کے منافی ہے۔ لہٰذا تمام سیاسی سرگرمیوں کو اخلاقی دائرے کے اندر رہنا چاہیے۔ میں اس سلسلے میں جلد ہی کچھ رہنما اصول بھی جاری کروں گا۔ آیئے ہم سب مل کر آگے بڑھیں تاکہ اقتدار کی منتقلی پرامن اور مہذب طریقے سے ہو سکے۔

28 مارچ 1970ء

اختیار کیا جائے' وہ تمام علاقوں کے لیے مناسب طور پر تسلی بخش ہو۔ کیونکہ اگر وہ مطمئن نہ ہوئے تو آئین مختلف صوبوں اور علاقوں کے عوام کے لیے صحیح معنوں میں اس طرح قابل قبول نہ ہوگا جیسا کہ اس قسم کی دستاویز ہونا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ اس مسئلے کو مناسب طور پر طے کرنا قطعاً ممکن ہوگا۔ قانونی ڈھانچے کے حکم میں صرف یہی نہیں بتایا گیا ہے کہ اسمبلی کس طرح وجود میں آئے گی۔ اس کے ممبروں کی تعداد کتنی ہوگی اور اسمبلی کے قیام سے متعلق دوسرے امور کیا ہوں گے۔ بلکہ اس میں پاکستان کے آئندہ آئین کے لیے بعض بنیادی اصول بھی بیان کر دیے گئے ہیں۔ ان میں سے بیشتر اصول اور سابقہ اصولوں کو خاص طور پر واضح کر دیا جائے گا تاکہ اسمبلی ایک ایسا آئین تیار کرے جو سارے پاکستان کے عوام کے لیے قابل قبول ہو۔

سب سے پہلے حکم میں بتایا گیا ہے کہ پاکستان کے آئین میں اسلامی نظریے کا تحفظ لازم ہے کیونکہ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں یہی نظریہ قیام پاکستان کی بنیاد ہے۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ آئین کے تحت آزادی علاقائی سالمیت اور پاکستان کے قومی استحکام کی ضمانت ہونی چاہیے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے قانونی ڈھانچے کے حکم میں کہا گیا ہے کہ جو علاقے اس وقت پاکستان میں شامل ہیں' اور جو بعد میں شامل ہوں گے' وہ سب ایک وفاقی یونین کی شکل میں متحد ہوں گے۔ جو ملکی اتحاد کا لازمی طور پر تحفظ کرے گی۔ اور ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان کہلائے گا۔

آئندہ آئین کا تیسرا بنیادی اصول یہ ہے کہ یہ جمہوری آئین ہوگا۔ جس میں جمہوریت کے بنیادی عناصر شامل ہوں گے۔ مثلاً آبادی کی بنیاد پر مناسب وقفے سے آزادانہ انتخاب اور بالغ حق رائے دہی۔ اس کے علاوہ آئین میں عدلیہ کی آزادی اور شہریوں کے بنیادی حقوق کی ضمانت ہونی چاہیے۔ نئے آئین کا چوتھا بنیادی اصول یہ ہے کہ یہ صحیح معنوں میں ایک وفاقی آئین ہو۔ جس میں قانون سازی انتظامی مالی اور دوسرے اختیارات کی تقسیم وفاقی حکومت اور صوبوں کے درمیان اس طرح ہو کہ صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خود مختاری حاصل ہو اور وفاقی حکومت کو قانون سازی نظم و نسق اور مالیات کے بارے میں زیادہ سے زیادہ اختیارات ہوں اور وفاقی حکومت کو قانون سازی نظم و نسق مالی امور اور دوسرے معاملوں میں کافی اختیارات حاصل ہوں۔ تاکہ وہ خارجی اور داخلی امور کے بارے میں اپنی ذمے داریاں پوری کر سکے اور ملک کی آزادی اور ملک کی سالمیت کا تحفظ کر سکے۔

آئین کا پانچواں اصول یہ ہے کہ اس کے تحت پاکستان کے تمام علاقوں کے عوام کو قومی امور میں حصہ لینے کا پورا پورا موقعہ ملنا چاہیے۔ تاکہ وہ سب آپس میں برابر کی سطح پر اور باوقار طریقے پر مل جل کر رہ سکیں۔ اور ایک ایسی مستحکم قوم بن جائیں جس کا تصور بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح کے ذہن میں تھا۔ چنانچہ قانونی ڈھانچے کے حکم میں کہا گیا ہے کہ پاکستان کے مختلف علاقوں کے عوام کو ایسے مواقع مہیا کرنے چاہئیں کہ وہ قومی سرگرمیوں کے تمام شعبوں میں حصہ لے سکیں اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہر قسم کی عدم مساوات ختم کرنے کی غرض سے قانون بنائے جائیں۔ اور خاص طور پر پاکستان کے مختلف صوبوں کے درمیان اقتصادی عدم مساوات ایک مقررہ مدت کے اندر ختم کر دینی چاہیے۔ اقتصادی ترقی میں عدم مساوات کی وجہ سے ملک کے بعض علاقوں میں جو بے اطمینانی پیدا ہوگئی ہے' وہ ہماری ابھرتی ہوئی قومیت کے لیے ایک بڑا چیلنج بن گئی ہے۔ اس لیے ہم سب کو اپنی توجہ اور اپنی صلاحیت اس بات پر مرکوز کرنی چاہیے کہ اس قسم کی بے چینی دور کرنے کے لیے اسباب کا خاتمہ کیا جائے۔

مجھے امید ہے کہ آپ سب لوگ اس بارے میں مجھ سے اتفاق کریں گے کہ آئندہ بننے والی قومی حکومت میں ہر علاقے کے لوگوں کو قومی امور میں اپنا کردار ادا کرنے کا پورا پورا موقع ضرور ملنا چاہیے۔ لیکن ساتھ ہی پاکستان کے اتحاد اور اس کی سالمیت پر ہرگز برا اثر نہیں پڑنا چاہیے۔

پاکستان اس برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کے نظریے کی بنیاد پر قائم کیا گیا تھا اور دس لاکھ مسلمانوں نے اس کے حصول کے لیے اپنی جانوں کی قربانیاں دی ہیں۔ ہم یہ کبھی بھی گوارا نہیں کر سکتے کہ ان کی یہ قربانیاں رائیگاں جائیں۔ قائداعظم نے فرمایا تھا کہ پاکستان قائم و دائم رہنے کے لیے وجود میں آیا ہے۔ ہم اس قول کو ہر قیمت پر سچ کر دکھائیں گے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر کسی بحث مباحثے کی گنجائش نہیں۔ اس سے پہلے میں اس اندیشے پر اپنی رائے ظاہر کرنا چاہتا ہوں جو بعض حلقوں میں ظاہر کیا گیا ہے اور اندیشہ یہ ہے کہ قومی اسمبلی کے لیے ایک سو بیس دن کی مقررہ مدت میں آئین تیار کرنا ممکن نہ ہوگا۔ میں یہ صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ مجھے اس نقطہ نظر سے قطعاً اتفاق نہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ اگر باہمی رواداری اور مصالحت کا جذبہ اور عزم صمیم موجود ہو اور قوم کو اپنے ذمہ دار نمائندوں سے اس کی توقع رکھنے کا حق ہے تو پھر قومی اسمبلی کو مقررہ مدت کے اندر اپنا کام مکمل کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ سابقہ آئینوں کی شکل میں ممبروں کے سامنے دو یا تین مسودے موجود ہوں گے جن پر وہ غور کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ایسی کوئی بات نہیں کہ اسمبلی کے سامنے کچھ بھی نہ ہو اور اسے سب کچھ شروع سے کرنا ہے۔

سابقہ آئینوں میں دیباچے' رہنما اصولوں اور بہت سے دوسرے

معاملوں کے سلسلے میں بنیادی ابتدائی کام کیا جا چکا ہے۔ اور اس کے بیشتر حصے کا اب بھی اطلاق ہوتا ہے۔ میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اسمبلی کے کام میں سہولت اور تیزی پیدا کرنے کے لیے میں نے ہر ممکن کوشش کی ہے۔

بالغ حق رائے دہی' آبادی کی بنیاد پر انتخاب اور ون یونٹ کی تنسیخ اب طے شدہ مسئلے ہیں۔ جہاں تک ضابطہ کار کا تعلق ہے' قانونی ڈھانچے کے حکم میں ایک شیڈول کے طور پر طریقہ کار کے مکمل قواعد شامل کیے جائیں گے۔ انہی امور کے پیش نظر میری حکومت نے آئین مرتب کرنے کے لیے نہایت توجہ کے ساتھ مناسب مدت مقرر کی ہے اور ہم نے یہ سوچا کہ ایک سو بیس دن بہت کافی ہوں گے۔ للذا اب ہمیں اس بارے میں کسی قسم کے اندیشے اور شبہے نہیں کرنے چاہئیں۔

ہمارے عوام اپنے وطن سے بے پناہ محبت رکھتے ہیں۔ وہ سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں لیکن یہ ہرگز برداشت نہیں کریں گے کہ پاکستان کی سالمیت کے خلاف کوئی تخریبی کارروائی ہو۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ ملک اور عوام کے ساتھ غداری کر سکتا ہے یا اس خیال خام میں ہے کہ وہ ہمارے عوام کے بنیادی اتحاد کو پارہ پارہ کر سکتا ہے تو یہ اس کی بھول ہے۔ عوام اسے ہرگز معاف نہیں کریں گے۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں' ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ ملک کے آئینی' سیاسی' اقتصادی اور انتظامی مسائل کے بارے میں اپنا حل پیش کرے۔ لیکن کسی شخص کو ایسا رویہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ جس سے پاکستان کے عوام کے اتحاد اور یک جہتی پر برا اثر پڑتا ہو۔ کیونکہ اسے کوئی بھی برداشت نہیں کرے گا۔ پاکستان کی قومی وحدت اور سالمیت پر کوئی حملہ ہوا تو ہم خاموش تماشائی نہیں رہ سکتے۔ جب تک پوری قوم میں نہایت اعلیٰ درجے کی ہمت و جرات اور حب الوطنی کا جذبہ نہ ہو' اس وقت تک اہم تبدیلیاں نہیں لائی جا سکیں۔ ہمارا ملک اس وقت ایک ایسے مرحلے سے گزر رہا ہے' جب ذاتی مفادات اور دوسری تمام مصلحتوں کو ایک عظیم تر مقصد یعنی پاکستان کی خاطر قربان کر دینا چاہیے۔

3 دسمبر 1970ء

پچھلے مہینہ کے دوسرے ہفتہ میں مشرقی پاکستان کے ساحلی علاقے ایسے طوفان کی زد میں آ گئے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ متاثرہ علاقوں میں جتنا زبردست نقصان ہوا ہے' اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ انسانوں مویشیوں اور سامان کی تباہی اتنے بڑے پیمانہ پر ہوئی ہے کہ دنیا کی کسی جگہ کی تاریخ میں شاید ہی کوئی مثال ملتی ہو۔

اس ہولناک المیہ سے بچ جانے والوں کو امداد بہم پہنچانے کے لیے ہر ممکن تدبیر کی جا رہی ہے۔ حکومت مشرقی پاکستان اور مرکزی حکومت نے اس بات کا انتظام کرنے کے لیے کسی کوشش سے دریغ نہیں کیا ہے کہ متاثرہ افراد کو غذائیں دوائیں اور پناہ گاہیں مہیا کی جائیں۔ یہ بڑا بھاری کام ہے۔ لیکن میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ یہ کام انتہائی تیز رفتاری اور خوش اسلوبی سے کیا جا رہا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی ہے کہ عوام نے اس المیہ پر جس کا شکار ان کے بھائی ہوئے ہیں' خلوص اور فیاضی کے جذبات کا اظہار کیا ہے۔

اس مصیبت کے وقت ہم سے جس عالمگیر پیمانہ پر ہمدردی کا اظہار کیا گیا ہے' اس سے میں بہت متاثر ہوا ہوں۔ اس سلسلہ میں ساری دنیا کی طرف سے ردعمل بہت حوصلہ افزا رہا ہے۔ امداد کی پیش کش بے ساختگی اور فراخدلی کے ساتھ کی گئی ہے اور ہماری مصیبت اور آزمائش کے موقع پر عالمی برادری' عالمی قائدین اور متعدد بین الاقوامی ایجنسیوں نے جو اظہار ہمدردی کیا ہے' اور امداد دی ہے' اس کے لیے ہم ان کے بے حد ممنون ہیں۔ آیئے ہم خدائے ذوالجلال کی بارگاہ میں دعا کریں کہ وہ ہمیں آئندہ ایسی آفتوں سے محفوظ رکھے۔

اب میں ہونے والے انتخابات کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ ہم مارچ 1969ء سے اب تک کافی طویل مسافت طے کر چکے ہیں۔ میں نے پہلے ہی دن آپ کو بتا دیا تھا کہ میرا مقصد عوام کے منتخب نمائندوں کو اقتدار منتقل کرنا ہے۔

میں خدائے بزرگ و برتر کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اب سے ٹھیک چار دن میں ہم ملک میں پہلے عام انتخابات منعقد کرنے کا مقصد حاصل کر لیں گے جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں۔ ہمیں گزشتہ ایک سال آٹھ ماہ کے دوران میں متعدد مشکلات پر قابو پانا پڑا۔ اگر حکومت اور عوام تحمل اور عزم کے ساتھ کام نہ کرتے تو ہمارا مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا۔

میرے عزیز ہم وطنو! میں آپ میں سے ہر ایک سے اپیل کرتا ہوں کہ اپنی تاریخ کے اس نازک ترین دور میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر اپنے پہلے عام انتخابات کی اہمیت کو محسوس کریں۔ آپ اپنے نمائندوں کو احتیاط اور دانشمندی سے منتخب کریں۔ ان امیدواروں کو ووٹ دیں جو عوام کی بھلائی کو عزیز رکھتے ہیں اور جنہیں پاکستان کے نظریہ اور سالمیت سے دلی لگاؤ ہے۔ آپ کو اپنے قومی وجود میں پہلی مرتبہ ملک کی سلامتی کے لیے ووٹ دینے کا موقع ملا ہے۔ آپ کو یہ احساس ہونا چاہیے کہ یہ ملک افراد کے لیے یا افراد کے گروہوں کے لیے وجود میں نہیں لایا گیا۔ یہ اس کے سارے باشندوں کی بھلائی کے لیے وجود میں لایا گیا۔ آپ ایسے نمائندے منتخب کریں' جو آپ کی نمائندگی اور خدمت کریں۔ ان انتخابات کا مقصد چند ہاتھوں کو اقتدار منتقل کرنا نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ پاکستان کے سارے باشندوں کے نمائندوں کو اقتدار منتقل

کیا جائے۔ اگر کوئی فرد یا افراد کے گروہ یہ کوشش کریں کہ محض اقتدار کی خاطر اقتدار حاصل کریں اور پھر اس سے چمٹے رہیں تو ناکامی ان کا مقصد ہوگی۔ افراد کو دوام حاصل نہیں ہے۔ دوام صرف قوم' اس کی قدروں' اس کی حرمت اور اس کے نظریہ کو حاصل ہوتا ہے۔ افراد آتے اور جاتے رہتے ہیں۔ لیکن قوم انشاء اللہ ہمیشہ زندہ رہے گی۔ جن لوگوں نے اپنے آپ کو قومی اسمبلی کے لیے امیدوار کی حیثیت سے پیش کیا ہے' ان سے مجھے یہ کہنا ہے کہ انہیں اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ منتخب ہونے کے بعد ان کا اولین کام اس ملک کے لیے ایک دستور مرتب کرنا ہوگا۔ اس فرض کو کامیابی سے انجام دینے کے لیے بڑے تحمل اور اعلیٰ دانشمندی کی ضرورت ہوگی۔ لہٰذا ہمیں جذبہ انکساری کے ساتھ اور ان لوگوں کے مقصد سے لگن کے ساتھ جنہوں نے ان کے حق میں اپنی رائے دے کر ان پر اعتماد کیا۔ اس عظیم اور نیک کام کا آغاز کرنا چاہیے۔

اس مرحلہ پر میں آپ کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ یہ عام انتخابات قانونی ڈھانچہ کے حکم کی دفعات اور مارشل لاء کی عمومی نگرانی میں منعقد کیے جا رہے ہیں۔ انتخابات ہمارے منصوبے کا پہلا مرحلہ ہیں۔ دوسرا مرحلہ دستور سازی کا اور آخری مرحلہ منتخب نمائندوں کو اقتدار کی منتقلی کا ہوگا۔ اس آخری مرحلے کے اختتام اور مارشل لاء اٹھنے کے بعد قومی اسمبلی کو اقتدار اعلیٰ منتقل ہوگا۔

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ جب تک یہ تمام عمل پورا نہیں ہو جاتا' ملک میں مارشل لاء جاری رہے گا۔ منتخب نمائندوں خصوصاً سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں کے لیے میری یہ تجویز ہے کہ وہ اپنے انتخابات اور قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس کے درمیان کی مدت کو یکجا ہونے اور ہمارے آئندہ کے دستور کے اہم نکتہ پر کسی متفقہ رائے پر پہنچنے کے لیے مفید طور سے استعمال کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے افہام و تفہیم کے جذبہ' باہمی اعتماد اور ہماری تاریخ میں اس خاص منزل کو جو عظیم اہمیت حاصل ہے' اس کے احساس کی ضرورت ہے۔

یکم مارچ 1971ء

آج پاکستان کو انتہائی سنگین سیاسی بحران کا سامنا ہے۔ اس لیے میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کو صورت حال سے آگاہ کروں اور یہ بتاؤں کہ ان موجودہ مشکلات کو حل کرنے کے لیے میں کیا اقدامات کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے میں آپ کو یہ بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جس دن سے ملک کا نظم و نسق سنبھالنے کی ذمہ داری میرے کاندھوں پر پڑی ہے' اس کے بعد سے میں نے اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کو منتقل کرنے کے لیے کیا کیا اقدامات کیے۔

قوم کے نام اپنی پہلی ہی تقریر میں میں نے پرامن طور پر اقتدار کی منتقلی کی ضرورت پر زور دیا تھا۔ اس کے بعد ہم اس مقصد کے حصول کے لیے قدم بہ قدم آگے بڑھتے رہے ہیں۔ باوجود اس کے کہ ملک میں مارشل لاء نافذ تھا' میں نے سیاسی پارٹیوں پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یکم جنوری 1970ء سے مکمل طور پر سیاسی سرگرمیوں کی اجازت دے دی تھی۔

بعد میں مارچ 1970ء میں قانونی ڈھانچے کا حکم باضابطہ طور پر جاری کیا گیا تاکہ اس کے تحت انتخابات کرائے جائیں۔ دوسرے تمام کام بھی مثلاً انتخابی حلقہ بندی اور انتخابی فہرستوں کی تیاری کا کام بھی نہایت تیزی سے مکمل کر لیا گیا۔

انتخابی مہم کافی طویل اور کٹھن تھی۔ بہرحال ہم سب اس پر فخر کر سکتے ہیں کہ آخرکار انتہائی پرامن اور منظم طور پر بالغ رائے دہی کی بنیاد پر عام انتخابات منعقد ہوئے۔ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں 17 جنوری 1971ء کو یہ انتخابات مکمل ہو گئے۔

انتخابات سے چند روز پہلے تین دسمبر 1970ء کو میں نے سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں کو یہ تجویز پیش کی تھی کہ اگر وہ انتخابات اور قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس کی درمیانی مدت کے دوران ایک دوسرے سے ملاقات اور بات چیت کر لیں اور آئندہ آئین کی اہم دفعات کے بارے میں متفق ہو جائیں تو یہ بات ان کے لیے مفید ہوگی۔ میں نے اس وقت یہ بھی کہا تھا کہ ان ملاقاتوں اور بات چیت کی کامیابی کے لیے یہ ضروری ہوگا کہ وہ باہمی رواداری اور فراخدلی کے جذبے سے کام لیں۔ ایک دوسرے پر اعتماد کریں اور تاریخ کے اس مخصوص مرحلے کی اہمیت اور نزاکت کا احساس کریں۔ سیاسی لیڈروں کے درمیان اس قسم کے تبادلہ خیال کی زبردست کمی محسوس کرتے ہوئے میں نے انہیں اس کام کے لیے کافی وقت دیا تاکہ ان کے کام میں آسانیاں پیدا کی جائیں۔ چنانچہ میں نے قومی اسمبلی کے افتتاحی اجلاس کے لیے مارچ کی تین تاریخ مقرر کرنے کا فیصلہ کیا۔

پچھلے چند ہفتوں میں ہمارے سیاسی لیڈروں کے درمیان ملاقاتیں تو ہو چکی ہیں لیکن مجھے یہ کہتے ہوئے بڑا افسوس ہوتا ہے کہ اس بات چیت کے نتیجے میں بجائے اس کے کہ آپس میں اتفاق رائے پیدا ہوتا' ہمارے بعض لیڈروں نے سخت رویہ اختیار کیا۔ یہ نہایت افسوس ناک بات ہے۔ پوربو اور پچھمی پاکستان کے لیڈروں کے درمیان یہ سیاسی کشمکش انتہائی افسوس کی بات ہے۔ اس صورت حال کی وجہ سے پوری قوم میں افسردگی کی ایک لہر دوڑ گئی ہے۔

مختصراً صورت حال یہ ہے کہ پچھمی پاکستان کی بڑی پارٹی یعنی پیپلز پارٹی اور بعض دوسری سیاسی پارٹیوں نے اعلان کیا ہے کہ وہ 3 مارچ

1971ء کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں شریک نہیں ہوں گی۔ اس کے علاوہ ہندوستان کی پیدا کردہ کشیدگی کی وجہ سے صورت حال مجموعی طور پر اور بھی پیچیدہ ہو گئی ہے۔ اس لیے میں نے قومی اسمبلی کا اجلاس کسی آئندہ تاریخ تک ملتوی کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

میں نے بار بار یہ بات کہی ہے کہ آئین کوئی عام قانون نہیں ہے۔ بلکہ یہ مل جل کر رہنے کا ایک معاہدہ ہے۔ لہٰذا ایک مستحکم اور قابل عمل آئین کے لیے یہ ضروری ہے پوربو اور پچھمی پاکستان دونوں کو یہ احساس ہو کہ آئین سازی میں ان کا اشتراک اور تعاون شامل ہے۔

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ میں نے قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کرنے کا یہ فیصلہ دل برداشتہ ہو کر کیا ہے۔ لیکن ایسے مسئلوں سے نمٹنے کے لیے عملی پہلوؤں پر نظر رکھنی چاہیے۔ مجھے احساس ہے کہ پچھمی پاکستان کے اتنے بہت سے نمائندوں کے بغیر اگر ہم اسمبلی کے اجلاس کا افتتاح تین مارچ کو کرتے تو اس سے خود اسمبلی کے ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا اور پرامن طور پر اقتدار منتقل کرنے کی جو کوششیں اب تک ہو چکی ہیں، وہ ضائع ہو جاتیں۔

اس لیے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ سیاسی لیڈروں کو اور زیادہ وقت دیا جائے تاکہ آئین سازی کے معاملے پر ان میں مناسب مفاہمت ہو سکے۔ مجھے پوری امید ہے کہ اس مہلت کے مل جانے کے بعد وہ حالات کے تقاضوں کو پورا کریں گے اور مسئلے کو حل کر لیں گے۔

میں پورے صمیم قلب کے ساتھ پاکستان کے عوام سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جیسے ہی آئین سازی کے لیے مطلوبہ سازگار حالات پیدا ہو جائیں گے میں کسی تامل کے بغیر فوراً قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کروں گا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں اپنے ہم وطنوں کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اپنے مشترکہ مقصد کے حصول کی خاطر میں حتی المقدور مکمل غیر جانبداری اور انصاف کے ساتھ سیاسی لیڈروں کی مدد کروں گا۔ جیسا کہ میں ہمیشہ کرتا آیا ہوں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم سب کو بابائے قوم کے بتائے ہوئے اصولوں یعنی یقین محکم، اتحاد اور تنظیم کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں سیاسی لیڈروں اور اپنے تمام ہم وطنوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ قومی زندگی کے اس نازک مرحلے پر انتہائی صبر و تحمل سے کام لیں۔

6 مارچ 1971ء

میں نے مارچ کی پہلی تاریخ کو اپنے بیان میں آپ سے ان اقدامات کا ذکر کیا تھا جو میں نے عوام کے منتخب نمائندوں کو اقتدار منتقل کرنے کے لیے کیے تھے۔ اس بیان میں میں نے یہ بھی کہا تھا کہ جہاں تک میرا تعلق ہے، میں منتخب لیڈروں کو اپنے مشترکہ مقصد کے حصول کی طرف آگے بڑھنے میں جو مدد ممکن ہو سکے گی، دوں گا۔ جمہوری طرز زندگی کی طرف پرامن پیش قدمی پہلے بھی ہمارا مشترکہ مقصد تھا اور اب بھی ہے۔

آپ کو یاد ہو گا کہ اس سلسلہ میں میرا حالیہ اقدام تمام پارلیمانی گروپوں کے لیڈروں کی کانفرنس طلب کرنا تھا۔ تاکہ وہ دس مارچ کو ڈھاکہ میں مجھ سے ملاقات کریں۔ لیکن بدقسمتی سے مختلف نقطہ ہائے نظر کے درمیان فرق کو دور کرنے کے سلسلے میں میری حقیقی اور مخلصانہ کوششوں کو مکمل طور سے نظر انداز کرتے ہوئے میری اس پیشکش کا حوصلہ شکن جواب ملا۔ خصوصاً ہماری اکثریتی پارٹی کے لیڈر کی جانب سے جنہوں نے ریڈیو پر میرے اعلان سے پہلے مجھے یہ تاثر دیا تھا کہ وہ اس کانفرنس کی تجویز کو ناپسند نہیں کریں گے۔ لہٰذا ان کی طرف سے کانفرنس کی پیشکش کو کلیتاً" مسترد کرنا حیرت انگیز اور مایوس کن بات تھی۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں جناب نورالامین نے بھی شرکت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ مجوزہ کانفرنس میں مشرقی پاکستان سے کوئی نمائندہ شریک نہیں ہو گا۔

چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ انتخابات مکمل ہونے کے بعد سے میں نے اقتدار کی منتقلی کے سلسلے میں عملی طور پر جو بھی قدم اٹھایا، اس کی راہ میں ہمارے بعض لیڈروں نے کسی نہ کسی صورت میں رکاوٹ ڈالی۔ اس موقع پر میں اس بات کا بھی ذکر کروں گا کہ 17 جنوری کو انتخابات مکمل ہونے کے بعد اور دو بڑی پارٹیوں کے لیڈروں سے میری ملاقات نیز خود ان لیڈروں کے درمیان ڈھاکہ میں بات چیت کے بعد میں نے انہیں ایک سے زیادہ موقع پر اس بات کی دعوت دی تھی کہ وہ آئیں وہ مجھ سے صورت حال پر تبادلہ خیال کریں تاکہ ہم آگے بڑھنے کے لیے کوئی متفقہ طریقہ کار طے کر سکیں۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ عوامی لیگ کے صدر نے میری ان دعوتوں کا خاطر خواہ جواب دینا مناسب نہ سمجھا اور اس طرح ہم غلط فہمیوں سے بچنے اور کوئی دوستانہ حل تلاش کرنے کا موقع کھو بیٹھے۔

اس کے نتیجہ میں جو ماحول پیدا ہوا وہ آئین سازی کے لیے سازگار نہیں تھا کیونکہ مغربی پاکستان کے نمائندوں کی بہت بڑی تعداد نے 3 مارچ کو اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس لیے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس تاریخ کو قومی اسمبلی کا افتتاحی اجلاس منعقد کرنا بے سود ہو گا اور ممکن ہے اس کے نتیجہ میں خود اسمبلی ہی ٹوٹ جائے۔ لہٰذا میں نے اجلاس کی تاریخ ملتوی کر کے صورت حال کو بچانے کی کوشش کی۔ اس سے مجھ دو مقاصد حاصل ہونے کی امید تھی۔ اول یہ کہ اسمبلی کو اور اسے وجود میں لانے کے لیے جو قومی کوشش کی گئی

ہے' اسے بچایا جائے اور دوم یہ کہ جذبات کے ٹھنڈے ہونے اور مفید بات چیت کرنے کے لیے وقت مل جائے لیکن جس جذبہ کے تحت یہ فیصلہ کیا گیا تھا' اس جذبہ کے ساتھ اسے قبول کرنے کی بجائے ہمارے مشرقی پاکستان کے لیڈروں نے اپنے ردعمل کا اظہار ایسے طریقے سے کیا جس کے نتیجہ میں تخریبی عناصر سڑکوں پر نکل آئے اور انہوں نے جان و مال کو نقصان پہنچایا۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں کوئی بھی حکومت خاموش تماشائی نہیں رہ سکتی تھی۔ اس لیے میرا اخلاقی فرض تھا کہ میں بے گناہ پرامن اور قانون کے پابند شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کے لیے کم سے کم لازمی اقدامات کروں۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو وہ لوگ انتہا پسند عناصر کا نشانہ بن جاتے۔ بہرحال مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ مشرقی پاکستان میں لاقانونیت جاری ہے۔

اسمبلی کے اجلاس کی تاریخ کے التوا کو کسی وجہ سے قطعی غلط رنگ میں دیکھا گیا ہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا دانستہ یا نادانستہ طور پر اسے غلط رنگ میں دیکھا گیا تاہم ایک بات قطعی ہے یعنی یہ کہ اس غلط فہمی کو انتشار پسند قوتوں نے اپنا آلہ کار بنا لیا ہے۔ جب ایسی قوتیں سرگرم عمل ہو جاتی ہیں تو ان کا اصل شکار بے گناہ شہری ہوتے ہیں جن کی روزمرہ زندگی میں شدید خلل واقع ہوتا ہے اور جنہیں جسمانی نقصان یہاں تک کہ موت کا مستقل خطرہ رہتا ہے۔ چنانچہ یہ محسوس کرتے ہوئے کہ مناسب قوت کے استعمال سے صورت حال کو موثر طور پر قابو میں لایا جا سکتا ہے۔ میں نے مشرقی پاکستان کے حکام کو عمداً یہ حکم دیا ہے کہ وہ قانون شکنی کرنے والے عناصر کو لوٹ مار آتش زنی اور قتل و غارت سے روکنے کے لیے کم سے کم لازمی طاقت استعمال کریں۔

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اسمبلی کا اجلاس ملتوی کرنے کے میرے جو مقاصد تھے' ان میں سے صرف ایک یعنی خود اسمبلی کو محفوظ رکھنے کا مقصد حاصل ہوا ہے۔ تاہم اتنا ہی اہم دوسرا مقصد یعنی مفید بات چیت کرنے کا مقصد حاصل نہ ہو سکا۔

اس دوران میں بے گناہ جانیں ضائع ہو رہی ہیں جس کے لیے میری تمام تر ہمدردیاں سوگوار خاندانوں کے ساتھ ہیں اور اس صورت حال میں جو میری پیدا کردہ نہیں ہے' میں یہی کم از کم کر سکتا ہوں۔

جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے کی غرض سے سیاسی لیڈروں کے مشورے سے کوئی تاریخ طے کرنے کے لیے میری کوششیں ناکام بنا دی گئیں۔

لہٰذا میں اس ملک کے صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس افسوس ناک تعطل کو دور کرنے کے لیے خود کوئی فیصلہ کروں۔ میں غیر معینہ مدت تک انتظار نہیں کر سکتا۔ لہٰذا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ قومی اسمبلی کا افتتاحی اجلاس مارچ کی 25 تاریخ کو منعقد ہو گا۔ میں پورے خلوص کے ساتھ یہ امید رکھتا ہوں کہ ہمارے تمام سیاسی لیڈر میرے اس فیصلے پر جذبہ حب الوطنی کے ساتھ تعمیری رویہ اختیار کریں گے۔

چونکہ آئین سازی کے لیے لیڈروں کے درمیان کوئی وسیع اتفاق رائے پیدا کرنے کے سلسلے میں میری کوششیں کامیاب نہیں ہوئیں لہٰذا ان سیاسی پارٹیوں سے جنہیں پاکستان کے آئندہ آئین کے مستحکم ہونے کے بارے میں کوئی شبہ ہو میں یہ کہوں گا کہ قانونی ڈھانچہ کی دفعات سے بہتر کسی یقین دہانی کی ضرورت نہیں۔

آخر میں یہ بات بالکل واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے' جب تک میں پاکستان کی مسلح افواج اور مملکت کا سربراہ ہوں میں پاکستان کی مکمل اور مطلق سالمیت کو برقرار رکھوں گا۔ اس معاملہ میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کے کروڑوں آدمیوں کی طرف سے مجھ پر اس ملک کو قائم رکھنے کا فرض عائد ہوتا ہے۔ وہ مجھ سے اس کی توقع رکھتے ہیں اور میں انہیں مایوس نہیں کروں گا۔ میں چند افراد کو اس کی اجازت نہیں دوں گا کہ وہ کروڑوں بے گناہ پاکستانیوں کے وطن کو برباد کریں۔ پاکستان کی سالمیت استحکام اور سلامتی کو برقرار رکھنا پاکستان کی مسلح افواج کا فرض ہے۔ جس میں وہ کبھی ناکام نہیں ہوتے ہیں۔

آئیے ہم اپنے اوپر پورے اعتماد اور خدائے بزرگ و برتر پر مکمل ایمان کے ساتھ اس منزل کی طرف بڑھیں جو ہم نے جمہوری طرز زندگی حاصل کرنے کی غرض سے اپنے لیے متعین کی ہے اور عوام کے منتخب نمائندوں کو اپنا وہ فرض پورا کرنے دیں جن کی قوم ان سے توقع رکھتی ہے۔

26 مارچ 1971ء

اس ماہ کی 6 تاریخ کو میں نے قومی اسمبلی کے افتتاحی اجلاس کی نئی تاریخ 25 مارچ کا اعلان اس توقع پر کیا تھا کہ حالات اجلاس مقرر کرنے کی اجازت دیں گے۔ تاہم اس دوران جو واقعات ہوئے ہیں ان سے یہ توقع پوری نہ ہو سکی۔ قوم کو مسلسل ایک سنگین بحران کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کی جانب سے عدم تعاون اور نافرمانی کی تحریک چلائی گئی اور معاملات نے انتہائی سنگین صورت اختیار کر لی۔ حالات بڑی تیزی سے بدل رہے تھے اور یہ بات انتہائی ضروری ہو چکی تھی کہ صورت حال کو جلد سے جلد قابو میں لایا جائے۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے مغربی پاکستان میں سیاسی لیڈروں سے کئی بار تبادلہ خیال کیا۔ اس کے بعد پھر میں 15 مارچ کو ڈھاکہ گیا۔ جیسا کہ آپ اس بات سے واقف ہیں۔ میں نے سیاسی پیچیدگیوں کو حل کرنے

لیے شیخ مجیب الرحمٰن سے کئی بار ملاقاتیں کیں۔ مغربی پاکستان کے لیڈروں سے صلاح مشورے کرنے کے بعد میرے لیے یہ ضروری ہوگیا تھا کہ میں ایسے ہی صلاح مشورے مشرقی پاکستان میں بھی کروں تاکہ سمجھوتے کے دائرہ کار کا تعین ہو سکے اور کوئی پرامن تصفیہ ہو سکے۔ جیسا کہ وقتاً فوقتاً اخبارات اور اطلاعات کے دوسرے ذرائع خبریں دیتے رہے ہیں۔ شیخ مجیب سے میری بات چیت کسی حد تک آگے بڑھی تھی۔ شیخ مجیب الرحمٰن سے جب میری بات چیت ایک خاص مرحلہ میں داخل ہوئی تو میں نے مغربی پاکستان کے لیڈروں سے ڈھاکہ میں مذاکرات کا ایک اور دور شروع کرنا ضروری سمجھا۔ مسٹر زیڈ۔ اے بھٹو 21 مارچ کو وہاں پہنچے اور میں نے ان سے کئی ملاقاتیں کیں جیسا کہ آپ واقف ہیں۔ عوامی لیگ کے لیڈر نے قومی اسمبلی کے اجلاس سے پہلے مارشل لاء ہٹانے اور اقتدار کی منتقلی کا مطالبہ کیا تھا۔ ہمارے مذاکرات کے دوران انہوں نے تجویز پیش کی کہ اس عبوری مدت کو میرے ایک اعلان کے ذریعے اس طرح پورا کیا جائے کہ مارشل لاء ہٹا لیا جائے۔

صوبائی حکومتیں قائم کر دی جائیں اور قومی اسمبلی کا اجلاس ابتداء میں دو کمیٹیوں پر ہو۔ اس طرح کہ ایک کمیٹی مشرقی پاکستان کے ممبروں پر مشتمل ہو اور دوسری کمیٹی مغربی پاکستان کے ممبروں پر۔ اس کے باوجود کہ قانونی اور ساتھ ہی دوسرے پہلوؤں کے اعتبار سے اس اسکیم میں بعض سنگین خامیاں موجود تھیں۔ میں اقتدار کی پرامن منتقلی کے مفاد میں اصولی طور پر اس اسکیم میں بعض سنگین خامیاں موجود تھیں۔ میں اقتدار کی پرامن منتقلی کے مفاد میں اصولی طور پر اس منصوبے سے اتفاق کرنے پر تیار ہوگیا لیکن ایک شرط پر' یہ شرط جس کی میں شیخ مجیب الرحمٰن کے سامنے صاف طور پر وضاحت کر چکا تھا' یہ تھی کہ مجھے سب سے پہلے اس اسکیم کے بارے میں تمام سیاسی لیڈروں کی جانب سے مکمل اتفاق رائے کا یقین ہونا چاہیے۔

اس کے بعد میں نے اس تجویز پر دوسرے سیاسی لیڈروں سے تبادلہ خیال کیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ سب یہ متفقہ رائے رکھتے ہیں کہ میری جانب سے مجوزہ اعلان کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی۔ اسے نہ تو مارشل لاء کا تحفظ حاصل ہوگا اور نہ اس بارے میں یہ دعویٰ کیا جا سکے گا کہ یہ عوام کی مرضی کی بنیاد پر قائم ہے۔ اس طرح ایک خلا پیدا ہو جائے گا اور افراتفری کے حالات پیدا ہو جائیں گے۔ انہوں نے اس بات پر بھی غور کیا کہ قومی اسمبلی کو ایک اعلان کے ذریعے دو حصوں میں تقسیم کرنے سے علیحدگی پسندی کے رجحانات جو موجود ہو سکتے ہیں' حوصلہ افزائی ہوگئی۔ اس لیے انہوں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ اگر مارشل لاء ہٹانا اور عبوری مدت کے لیے اقتدار منتقل کرنا مقصود ہے تو قومی اسمبلی کا اجلاس ہونا چاہیے۔ تاکہ ایک مناسب عبوری آئینی بل منظور کرنے کے بعد اسے میری منظوری کے لیے پیش کیا جا سکے۔ میں نے ان کے اس خیال سے مکمل طور پر اتفاق کیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ شیخ مجیب سے کہیں کہ وہ اس مسئلہ پر معقول رویہ اختیار کریں۔ میں نے لیڈروں سے کہا کہ وہ ان کے سامنے (شیخ مجیب) اپنے خیالات کی وضاحت کریں کہ ایسی اسکیم جس میں ایک جانب آپ اقتدار کے تمام ذریعوں یعنی مارشل لاء کو ختم کر دیتے ہیں اور دوسری جانب اس کی جگہ قومی اسمبلی کے ایک مناسب اجلاس کے ذریعہ عوام کی مرضی کو نافذ کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں تو اس کا نتیجہ محض افراتفری ہوگا۔ وہ شیخ مجیب الرحمٰن سے ملاقات کر کے موقف کی وضاحت کرنے اور قومی اسمبلی کے ذریعہ اقتدار کی منتقلی کے لیے عبوری انتظامات کرنے کے لیے ان کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرنے پر متفق ہوگئے۔ سیاسی لیڈر بھی شروع ہی سے قومی اسمبلی کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے بارے میں شیخ مجیب کے خیال سے بہت زیادہ پریشان تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اس قسم کی تجویز پاکستان کی یک جہتی کے سراسر منافی ہوگی۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین نے بھی میرے' شیخ مجیب الرحمٰن اور اپنے درمیان ایک ملاقات میں مجیب کے سامنے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا۔

23 مارچ کی شام کو سیاسی لیڈروں نے جو اس مسئلہ پر بات کرنے کے لیے مجیب کے پاس گئے تھے' مجھ سے ملاقات کی اور مجھے بتایا کہ وہ اپنی اسکیم میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے پر رضامند نہیں ہیں۔ حقیقت میں وہ (شیخ مجیب) مجھ سے جو کچھ چاہتے تھے' وہ صرف یہ تھا کہ میں ایک ایسا اعلان کر دوں جس کے تحت مارشل لاء ہٹا کر اقتدار منتقل کر دیا جائے۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے عدم تعاون کی جو تحریک شروع کی تھی' وہ غداری کا فعل تھا۔ انہوں نے اور ان کی پارٹی نے تین ہفتے سے زیادہ عرصہ تک قانون کی خلاف ورزی کی۔ انہوں نے پاکستان کے پرچم کی توہین کی اور بابائے قوم کی تصویر کی بے حرمتی کی۔ وہ متوازی حکومت چلانے کی کوشش کر چکے ہیں۔ انہوں نے افراتفری' دہشت گردی اور عدم تحفظ کا ماحول پیدا کیا۔

تحریک کے نام پر کئی افراد قتل کیے گئے۔ ہمارے لاکھوں بنگالی بھائی اور وہ تمام افراد جو مشرقی پاکستان میں آباد ہو چکے ہیں۔ خوف و ہراس کے ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں اور ان میں سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو اپنی جان بچانے کی خاطر ملک کے اس بازو کو خالی کرنا پڑا۔ مشرقی پاکستان میں متعین مسلح افواج کو ہر قسم کے طنز اور ہتک کا نشانہ بنایا گیا۔ شدید اشتعال انگیزی کے باوجود انہوں نے جس زبردست صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا ہے' اس پر میں انہیں مبارک باد دیتا ہوں۔ ان کا نظم و ضبط کا جذبہ حقیقت میں قابل تعریف ہے۔ میں ان پر فخر کرتا ہوں۔ مجھے شیخ

مجیب الرحمٰن اور ان کے ساتھیوں کے خلاف ہفتوں پہلے کارروائی کرنی چاہیے تھی۔ لیکن مجھے صورت حال کو اس طور پر بہتر بنانے کی پوری کوشش بھی کرنی پڑی تھی کہ اقتدار کی پرامن منتقلی کے میرے منصوبہ میں رکاوٹ نہ پڑے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کی اپنی خواہش کے پیش نظر میں یکے بعد دیگرے غیر قانونی کارروائیوں کو برداشت کرتا چلا گیا اور ساتھ ہی اس دوران میں کسی معقول حل پر پہنچنے کے لیے ہر ممکنہ ذریعہ کی تلاش کرتا رہا۔

میں پہلے ہی اپنی اور مختلف سیاسی لیڈروں کی ان کوششوں کا ذکر کر چکا ہوں جو شیخ مجیب الرحمٰن کو معقول رویہ اختیار کرانے کے لیے کی جا چکی ہیں۔ ہم نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی لیکن وہ کسی بھی تعمیری انداز میں اپنے ردعمل کا اظہار کرنے میں ناکام رہے۔ دوسری بات وہ اور ان کے حامی ڈھاکہ میں میری موجودگی کے دوران بھی حکومت کے اختیارات کے خلاف قانونی خلاف ورزیاں کرتے رہے۔ جس اعلان کی انہوں نے تجویز پیش کی تھی' وہ سوائے ایک پھندے کے اور کچھ نہ تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اس کی حیثیت ایک تحریر شدہ کاغذ کے سوا اور کچھ نہیں ہوگی اور مارشل لاء ہٹانے سے جو خلا پیدا ہوگا' اس میں وہ بلا روک ٹوک جو جی میں آئے' کارروائی کر سکیں گے۔ ان کی ضد' ہٹ دھرمی اور معقول بات چیت کرنے سے سرے سے انکار سے صرف ایک نتیجہ نکل سکتا ہے کہ یہ شخص اور اس کی پارٹی پاکستان کے دشمن ہیں اور وہ مشرقی پاکستان کو ملک سے مکمل طور پر علیحدہ کرنا چاہتے ہیں۔

انہوں نے اس ملک کے استحکام اور یک جہتی پر حملہ کیا ہے۔ اس جرم کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ ہم بعض اقتدار کے بھوکے اور غیر محب وطن افراد کو اس ملک کو تباہ کرنے اور 12 کروڑ عوام کی قسمت سے کھیلنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ 6 مارچ کو قوم کے نام اپنی تقریر میں میں نے آپ سے کہا تھا کہ یہ پاکستان کی مسلح افواج کا فرض ہے کہ وہ پاکستان کی یک جہتی' استحکام اور سلامتی کی ضمانت دے۔ میں انہیں اپنے فرائض پورے کرنے اور حکومت کے اختیارات بحال کرنے کا حکم دے چکا ہوں۔ اس وقت ملک میں جو سنگین صورت حال موجود ہے' اس کے پیش نظر ملک بھر میں تمام سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگانے کا فیصلہ کیا ہے۔ جہاں تک عوامی لیگ کا تعلق ہے' اسے سیاسی پارٹی کی حیثیت سے مکمل طور پر ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ میں نے مکمل پریس سنسرشپ نافذ کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔ ان فیصلوں کی روشنی میں بہت جلد مارشل لاء کے ضوابط جاری کیے جائیں گے۔

آخر میں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرا بڑا مقصد وہی ہے یعنی عوام کے منتخب نمائندوں کو اقتدار کی منتقلی جونہی صورت حال اجازت دے گی' میں اس مقصد کے حصول کی خاطر تازہ اقدامات کروں گا۔ مجھے توقع ہے کہ مشرقی پاکستان میں جلد ہی امن عامہ کی صورت حال معمول پر آ جائے گی اور ہم ایک مرتبہ پھر اپنی منزل کی طرف بڑھ سکیں گے۔ میں اپنے ہم وطنوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس صورت حال کی سنگینی کو محسوس کریں جس کی تمام تر ذمہ داری پاکستان دشمن اور علیحدگی پسند عناصر پر ہے۔ اور وہ ملک کے معقول شہریوں کی طرح رویہ اپنائیں۔ اس لیے کہ اسی میں پاکستان کا تحفظ اور نجات مضمر ہے۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

28 جون 1971ء

مشرقی پاکستان کے حالیہ واقعات سے ہم سب کو دلی صدمہ پہنچا ہے۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے' ان المناک واقعات سے مجھے بڑا دکھ ہوا اور مایوسی ہوئی ہے۔ گزشتہ سوا دو برس سے میری کوشش رہی ہے کہ ملک میں جمہوریت بحال کی جائے اور ہر علاقہ کے ساتھ پورا انصاف ہو۔ مشرقی پاکستان کے لوگوں کے جائز مطالبات خاص کر میرے پیش نظر رہے ہیں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کئی ایک اقدامات کیے گئے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ میں نے جمہوری طرز زندگی بحال کرنے کے لیے جو منصوبہ بنایا تھا' اسے ملک کے دونوں بازوؤں کے عوام اور سیاسی رہنماؤں کی پوری حمایت حاصل تھی۔ ان سب نے قانونی ڈھانچہ مجریہ 1970ء کے تحت انتخابات میں حصہ لیا۔ قانونی ڈھانچہ میں اس بات کا اہتمام کیا گیا تھا کہ پاکستان ایک رہے۔ صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خود مختاری دی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ مرکز کے پاس اتنے اختیارات ہیں جن سے وہ اپنا کام بخوبی چلا سکے۔

کالعدم عوامی لیگ نے بھی قانونی ڈھانچے کے تحت انتخابات میں حصہ لیا۔ لہٰذا اس وقت یہی خیال کیا گیا کہ وہ بھی ایک پاکستان کی حامی ہے لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا' عوامی لیگ کے رہنما قانونی ڈھانچہ کے اصولوں سے ہٹتے گئے۔ انہوں نے مغربی پاکستان کے خلاف نفرت و حقارت کو اپنی انتخابی مہم کی بنیاد بنا لیا اور ملک کے دونوں بازوؤں کے درمیان غلط فہمی اور کشیدگی پیدا کرنے کی کوشش کی۔

مجیب الرحمٰن سے بات چیت کے دوران جب میں نے چھ نکات کے متعلق ان سے سوال کیے تو انہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ ان میں بات چیت کے ذریعہ رد و بدل کی گنجائش ہے۔ انہوں نے اس بات کی طرف بھی واضح اشارہ کیا کہ آئین کی بڑی بڑی دفعات پر سیاسی جماعتوں میں اسمبلی کے باہر ہی آپس کی بات چیت سے سمجھوتہ ہو جائے گا اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ سیاست دانوں کے درمیان اس قسم کی غیر رسمی بات چیت ہوا ہی کرتی ہے۔ انتخابات کے بعد جب میں نے اس بات کی کوشش کی کہ مختلف جماعتیں آپس میں مل بیٹھ کر پاکستان کے

آئین کے متعلق کسی متفقہ فیصلے پر پہنچ جائیں تو مجھ پر یہ بات واضح ہوگئی کہ مجیب الرحمن اپنے موقف سے کسی صورت ہٹنے کو تیار نہیں۔ صاف لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ ان کا موقف علیحدگی کے مترادف تھا۔ انہوں نے بار بار بلائے جانے پر بھی مغربی پاکستان آنے اور اس بازو کے لوگوں سے بات چیت کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کے ناپاک ارادوں کا اس بات سے بھی پتہ چلتا تھا کہ حالانکہ وہ ملک بھر میں اکثریتی جماعت کے رہنما تھے اور اس حیثیت سے انہیں ذمہ داری اور حب الوطنی کا ثبوت دینا چاہیے تھا لیکن وہ یہ کردار ادا کرنے کو تیار نہ تھے۔ انہوں نے یہ بات ٹھان رکھی تھی کہ میں ملک کے دو ٹکڑے کروں گا۔ ہو سکا تو چالبازی اور اگر داؤ پیچ نہ چل سکا تو مار دھاڑ سے۔

جیسا کہ میں اپنی 26 مارچ کی تقریر میں بتا چکا ہوں' 15 مارچ سے میں جب تک ڈھاکہ میں رہا' میں نے شیخ صاحب اور ان کے صلاح کاروں سے کئی ملاقاتیں کیں۔ ایک طرف تو وہ ہم سے بات چیت کر رہے تھے' اور دوسری طرف وہ اور ان کے پیروکار مار دھاڑ کے ذریعہ قطعی طور پر الگ ہونے کے لیے خفیہ تیاری کر رہے تھے۔ اس بات چیت کے آخری مرحلے میں یہ بات بالکل واضح ہوگئی تھی کہ شیخ مجیب اور ان کے صلاح کار ایک پاکستان کی بنیاد پر کوئی سمجھوتہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ ان کی تمام تر کوشش یہ تھی کہ کسی طرح مجھ سے اس قسم کا کوئی اعلان کروائیں جس کے ذریعہ قومی اسمبلی عملاً دو آئین ساز اسمبلیوں میں تقسیم ہو جائے اور اس طرح فیڈریشن کی بجائے کنفیڈریشن بن جائے اور مارشل لاء کی حاکمیت کے ختم ہو جانے سے ملک میں پوری ابتری پھیل جائے۔ انہیں توقع تھی کہ اس منصوبے کے ذریعہ وہ بنگلہ دیش کی ایک علیحدہ مملکت بنا لیں گے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح جو پاکستان بابائے ملت نے بنایا تھا' وہ ختم ہو جاتا۔

کالعدم عوامی لیگ کے علیحدگی پسند اور بے ضمیر عناصر نے ملک کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا۔ اس طرح ہمارے عزیز وطن کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجانے کا شدید خطرہ پیدا ہوگیا جو برصغیر کے مسلمانوں کی امنگوں اور تمناؤں کا آئینہ دار اور ان کی مسلسل اور ان تھک کوششوں کا ثمر ہے۔ شیخ مجیب اور ان کے ٹولے کی تشدد پر مبنی عدم تعاون کی تحریک نے جو تین ہفتے جاری رہی' ہر طرف لوٹ مار' آتش زنی اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔

مشرقی پاکستان کے لوگوں نے صوبائی خود مختاری کے حق میں ووٹ دیئے تھے نہ کہ ملک کے حصے بخرے کرنے کے لیے۔

کالعدم عوامی لیگ کے چند سرکردہ عناصر نے ملک کے متنازعہ فیہ سیاسی اور آئینی مسائل کو قومی سالمیت کی خاطر باہمی رواداری اور بات چیت سے سلجھانے کی بجائے سرکشی' توڑ پھوڑ اور علیحدگی کی راہ اختیار کی۔ اس طرح کالعدم عوامی لیگ کے مٹھی بھر رہنماؤں نے میری وہ تمام کوششیں ناکام بنا دیں جو میں نے سیاسی جماعتوں کو ایک پائیدار اور قابل قبول آئینی ڈھانچے پر متفق کرنے کے لیے کی تھیں۔

ایک طرف تو انہوں نے اپنی مسلسل ضد اور ہٹ دھرمی کے ذریعہ بات چیت میں رکاوٹ پیدا کر دی اور دوسری طرف حکومت سے کھلی بغاوت کی مذموم کارروائیاں تیز کر دیں۔ اس طرح ہمارے ملک کی ہستی خطرے میں پڑ گئی جس کے قیام کے لیے ہمارے ہزاروں بھائیوں نے اپنی جانیں قربان کی تھیں اور لاکھوں نے ان گنت مصائب جھیلے تھے۔ یہ تھے وہ حالات جن میں میں نے اپنی مسلح افواج کو حکومت کی حاکمیت بحال کرنے کا حکم دیا تھا۔ کوئی بھی حکومت اس بات کی اجازت نہیں دے سکتی کہ کھلی اور مسلح بغاوت کے ذریعے ملک کو تباہ کر دیا جائے۔

ملک کی بہادر افواج جنہوں نے ہر مرحلہ پر جاں نثاری کے ساتھ قوم کی خدمت کی ہے' شرپسندوں کی کارروائیوں کا خاتمہ کرنے کے لیے مصمم ارادے کے ساتھ میدان میں نکل آئیں۔ یہ ایک کٹھن کام تھا۔ بدقسمتی سے ہمارے ہمسائے ملک نے ہمیں کمزور اور مفلوج کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اس صورت حال کو مزید بگاڑنے کے لیے وہ فوراً آدمیوں اور ساز و سامان سے علیحدگی پسندوں کی مدد کو اتر آئے۔ یہ سب کچھ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت کیا گیا۔ جیسے جیسے ہماری افواج آگے بڑھتی اور پھیلتی گئیں ویسے ویسے کالعدم عوامی لیگ کے منصوبے سامنے آتے گئے اور یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ علیحدگی پسندوں' شرانگیزوں' باغیوں اور سرحد پار کے دخل اندازوں نے عرصہ تک آپس میں مل بیٹھ کر نہایت احتیاط کے ساتھ اس مہم کی ایک ایک تفصیل طے کی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ پاکستان کی سالمیت تباہ ہو جائے اور مشرقی بازو کو باقی ملک سے علیحدہ ہونے پر مجبور کر دیا جائے۔

ایک طرف تو شرانگیز عناصر باغی اور مداخلت کار مل کر پاکستان کی مسلح افواج کی مزاحمت کر رہے تھے اور دوسری طرف ہندوستان کے ریڈیو اور اخبارات نے پاکستان کے خلاف جھوٹ کے انبار لگا دیے اور مشرقی پاکستان کے واقعات کے متعلق دنیا کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔

سفارتی محاذ پر بدنام کرنے سے لے کر مسلح مداخلت اور حملہ کی کھلی دھمکیوں تک کوئی ایسا حربہ نہیں تھا جو ہندوستان نے پاکستان کو مرعوب کرنے کے لیے استعمال نہ کیا ہو اور ہندوستان کی طرف سے ہمارے اندرونی معاملات میں یہ کھلی مداخلت بھیانک نتائج پیدا کر سکتی تھی۔ لیکن خدا کے فضل و کرم سے ہماری مسلح افواج نے تمام وطن دشمن عناصر کا صفایا کر کے جلد ہی صورت حال پر قابو پا لیا۔ آج قوم کو بجا طور پر اپنی مسلح افواج پر فخر ہے اور اس کارنامہ پر ان کی جتنی تعریف کی جائے' کم ہے۔

آیئے ہم اس موقع پر خدائے بزرگ و برتر کے سامنے سجدہ ریز ہو کر اس کا شکریہ ادا کریں کہ اس نے ہمارے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچا لیا۔

گزشتہ بار میں نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے آپ کو یقین دلایا تھا کہ میرا اصل مقصد بدستور اقتدار کو منتقل کرنا ہے۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ میں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کچھ نئے اقدام کروں گا۔ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ نئے سرے سے دوبارہ انتخابات کرانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چند گمراہ کن لوگوں کی شرارت کی وجہ سے ملک کے پہلے عام انتخابات کے نتائج کو جن پر بے انتہا محنت' وقت اور قومی سرمایہ صرف ہوا ہے' رائیگاں جانے نہیں دیا جا سکتا۔ میں نے عوامی لیگ پر بحیثیت ایک سیاسی جماعت کے پابندی عائد کر دی ہے۔ لیکن اس کالعدم جماعت کے ٹکٹ پر جو لوگ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ممبر منتخب ہوئے ہیں' وہ انفرادی طور پر بدستور ممبر رہیں گے۔

کالعدم عوامی لیگ کے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے جن منتخب ارکان کا اپنی جماعت کے حکمران ٹولے کی علیحدگی پسندانہ پالیسی سے کوئی واسطہ نہیں تھا' اور جنہوں نے اس پالیسی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کوئی مجرمانہ فعل نہیں کیا' یا جنہوں نے اپنے پاکستانی ہم وطنوں پر مظالم نہیں توڑے' میں ان سے کہوں گا کہ وہ مشرقی پاکستان کے سیاسی ڈھانچہ کی از سر نو تعمیر کے لیے آگے بڑھیں اور اس سلسلہ میں اپنی پوری کوشش کریں۔

موجودہ صورت حال خاص طور پر حالیہ واقعات کے غور اور احتیاط سے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسمبلی کے ذریعہ آئین بنانا ممکن نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک میں آئین سازی کی تاریخ کچھ زیادہ حوصلہ افزا یا خوش آئند نہیں رہی۔ دو آئین ساز اسمبلیوں کو ایک آئین بنانے میں 1947ء سے 1956ء تک نو سال کا عرصہ لگا۔ ملک کے رہنما آئین کی تیاری میں غیر معمولی عرصہ تک الجھے رہے۔ جب کہ ضروری معاشرتی اور اقتصادی مسائل بے توجہی اور غفلت کا شکار ہوتے رہے۔ لیکن پاکستان میں آئین سازی کا ایک نہایت افسوس ناک پہلو یہ تھا کہ اس نے ہر قسم کے علاقائی اور مقامی جذبات کو ہوا دی۔

حقیقت یہ ہے کہ دستور سازی نے بدترین قسم کے سیاسی جھگڑوں اور جوڑ توڑ کو ابھارا جن سے اس ملک کا وجود ہی خطرے میں پڑ گیا اور جب بالآخر 1956ء میں انہوں نے ایک دستور بنایا تو وہ ہر قسم کی سودے بازیوں اور متضاد مصلحتوں کی پیداوار تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آئین زیادہ دن نہ چل سکا۔ اور ملک میں مارشل لاء لگ گیا جو اکتوبر 1958ء سے جون 1962ء تک نافذ رہا۔ اس کے بعد ملک کا نظم و نسق دستور کے تحت چلایا گیا جس کو لوگوں نے شروع ہی سے ناپسند کیا اور اس ناپسندیدگی کے اسباب سب کو معلوم ہیں۔ 1969ء میں اس آئین کے خلاف نفرت بھڑک اٹھی اور سیاسی طوفان امڈ پڑا۔

لہٰذا میں نے خیال کیا کہ عوام کے نمائندوں کو خود اپنا آئین بنانا چاہیے۔

لیکن پاکستان میں آئین سازی کی سابقہ کوششوں کے ناخوشگوار تجربوں سے بچنے کے لیے میں نے آئین سازی کے لیے ایک سو بیس دن کی میعاد مقرر کر دی اور میں نے اپنے قانونی ڈھانچہ میں آئین سازی کے لیے چند بنیادی اصول بھی بیان کر دیے۔ میں نے ایک سو بیس دن کی حد مقرر کرتے وقت سیاسی رہنماؤں سے مشورہ کر لیا تھا جن میں مجیب الرحمٰن بھی شامل تھا اور توقع تھی کہ وہ اپنی تمام تر توجہ آئین بنانے پر صرف کریں گے اور اسمبلی کے باہر آئین کے موٹے موٹے اصولوں پر عام اتفاق رائے بھی ہو جائے گا تاکہ آئین سازی کا کام مقررہ میعاد میں آسانی سے ہو سکے لیکن بدقسمتی سے کالعدم عوامی لیگ کے غیر مصالحانہ اور غیر محب وطن رویہ نے میری امیدوں اور منصوبوں پر پانی پھیر دیا۔

اس پس منظر میں اور موجودہ حالات کے پیش نظر میں سمجھتا ہوں کہ میرے لیے سوائے اس کے کوئی اور چارہ کار نہیں ہے کہ میں ماہرین کی ایک جماعت سے آئین بنواؤں۔ قومی اسمبلی اس آئین میں ترمیم کر سکے گی اور اس کا طریقہ کار اس آئین میں بتا دیا جائے گا۔ اس آئین کو مرتب کرتے وقت کئی ایک دوسرے آئین سے استفادہ کیا جائے گا اور اس میں پاکستان کے مختلف علاقوں میں بسنے والے لوگوں کی امنگوں کا لحاظ رکھا جائے گا جن کا اندازہ میں نے گزشتہ دو سال سے زائد عرصہ میں خود لگایا ہے۔ میں نے ایک آئینی کمیٹی قائم کر دی ہے' جو آئین کا مسودہ تیار کر رہی ہے۔ جب مسودہ تیار ہو جائے گا تو میں اس کی دفعات کے بارے میں اسمبلی کے مختلف لیڈروں سے صلاح و مشورہ کروں گا۔ مختلف ماہروں اور رہنماؤں کے ساتھ میری بات چیت اور مشوروں کی روشنی میں آئین کو آخری شکل دی جائے گی۔

آئندہ آئین کے بارے میں کچھ رہنما اصول تو پہلے ہی 1970ء کے قانونی ڈھانچہ میں بتا دیے گئے ہیں اور عام طور پر لوگوں نے انہیں سراہا ہے۔ اول یہ کہ پاکستان کے آئین کی بنیاد اسلامی نظریہ پر رکھی ہے جس کی بنیاد پر خود پاکستان بنا اور جس کی بنیاد پر وہ اب تک برقرار ہے۔ آئین کو صحیح معنوں میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور ہونا چاہیے۔ یہ آئین معاشرہ کے مختلف طبقوں کے لیے مکمل معاشرتی اور اقتصادی انصاف کی ضمانت دے گا۔ یہ آئین وفاقی طرز کا ہوگا اور ان تمام خصوصیات کا حامل ہوگا جو ایک وفاقی آئین میں پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ

قانونی ڈھانچہ میں کہا گیا ہے۔ صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خودمختاری حاصل ہوگی جس میں قانون سازی، نظم و نسق اور مالی معاملات کے اختیارات بھی شامل ہوں گے لیکن وفاقی حکومت کو ایسے اختیارات حاصل ہوں گے، جن کی بدولت وہ خارجی اور اندرونی معاملات میں اپنی ذمہ داریاں پوری کر سکے گی۔ اور ملک کی آزادی اور علاقائی سالمیت کو برقرار رکھ سکے گی۔ ان میں قانون سازی نظم و نسق اور مالی معاملات کے اختیار شامل ہوں گے۔

میں نے کمیٹی سے یہ بھی کہا کہ ملک کی سالمیت کے لیے یہ بہتر ہوگا اگر ہم کسی ایسی جماعت پر پابندی لگا دیں جو ایک خاص علاقے تک محدود ہو اور عملی طور پر قومی نہ ہو۔ اس طرح اگر کسی جماعت کے اندر دو تین یا چار چھوٹی چھوٹی جماعتیں بن چکی ہیں تو وہ بھی ختم ہونی چاہئیں۔

ہماری موجودہ سیاسی زندگی میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جو اسے بے ہنگم، غیر یقینی اور غیر مستحکم بنا سکتی ہیں اور جن کے سبب اس میں حب الوطنی کے خلاف رجحانات پیدا ہو سکتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس آئین کے ذریعہ وہ سب ختم ہو جائیں گی۔ آئین ایسا ہونا چاہیے کہ اس سے کسی ایک فرد یا جماعت کو نہیں بلکہ مجموعی طور پر تمام پاکستان کو فائدہ پہنچے۔ اس میں اس بات کی گنجائش ہونی چاہیے کہ ہر صوبہ صحیح خطوط پر ترقی کر سکے اور ساتھ ہی ساتھ مرکز کے اختیارات اور مجموعی طور پر قوم کی سلامتی پر کسی طرح آنچ نہ آئے۔ میں یہاں اس بات کی وضاحت کر دوں کہ یہ آئین قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس کے وقت سے نافذ ہوگا۔ اس سے قبل جو ضمنی انتخابات ہوں گے، وہ بھی قانونی ڈھانچہ کے تحت اس بنیاد پر ہوں گے جس پر عام انتخابات ہو چکے ہیں۔

پاکستان کے آئین کے متعلق تو مجھے یہی کچھ کہنا تھا۔ اب میں پھر انتقال اقتدار کے منصوبے کی طرف آتا ہوں۔ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں خالی نشستوں کو پر کرنے کے لیے ضمنی انتخابات کرائے جائیں گے۔ عوام کے موجودہ انداز فکر کو دیکھتے ہوئے میں یقین رکھتا ہوں کہ ان ضمنی انتخابات کے لیے جو مہم چلائی جائے گی، وہ ان ہی اصولوں پر ہوگی جو قانونی ڈھانچہ میں درج ہیں۔ ایسے خیالات کے پرچار کو کوئی برداشت نہیں کرے گا جو پاکستان کی سالمیت کے منافی ہو سکتے ہوں۔

میرا یہ بھی خیال ہے کہ انتخابی مہم کی مدت مختصر ہونی چاہیے۔ ان انتخابات کے مکمل ہونے کے بعد قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے اجلاس باقاعدہ طور پر بلائے جائیں گے اور ملک کے تمام صوبوں میں حکومتیں بنائی جائیں گی۔ قومی اسمبلی آئین ساز کے طور پر کام کرے گی اور حلف وفاداری اٹھانے کے فوراً بعد یہ ہماری مرکزی قانون ساز اسمبلی بن جائے گی۔ چونکہ قوم کو حال ہی میں ایک شدید دھچکا لگا ہے، اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ کچھ عرصہ کے لیے قومی اور صوبائی حکومتوں کو مارشل لاء کا تحفظ حاصل رہے۔

عملی طور پر مارشل لاء اپنی موجودہ شکل میں نافذ نہیں رہے گا لیکن ہم ملک کے کسی حصہ میں انتشار کی اجازت نہیں دے سکتے اور جب تک حالات معمول پر نہ آ جائیں، حکومتوں کے ہاتھ مضبوط کرنے کی ضرورت باقی رہے گی۔ اس نئے منصوبہ کی ضروریات پوری کرنے کے لیے 1970ء کے قانونی ڈھانچہ میں ضروری ترمیم کی جائے گی۔

اب میں اس منصوبہ پر عمل درآمد کی مدت کے بارے میں چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ فوری طور پر یہ منصوبہ پورے کا پورا شروع نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اختیارات کی منتقلی کے بارے میں کچھ سوچنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ملک میں حالات معقول حد تک معمول پر آ جائیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ منصوبہ کے شروع کرنے میں غیر ضروری تاخیر بھی نہیں ہونی چاہیے۔ جب ہم حالات کے معمول پر آنے کی بات کرتے ہیں تو ہمارے پیش نظر زیادہ تر یہ ہوتا ہے کہ امن و امان بحال ہو جائے۔ انتظامی ڈھانچہ جسے بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے، اپنی اصلی حالت پر آ جائے اور اقتصادی حالت کافی حد تک بہتر ہو جائے۔ جہاں تک امن و امان کا تعلق ہے مجھے یہ بتانے میں خوشی محسوس ہوتی ہے کہ مشرقی پاکستان میں صورت حال پورے طور پر فوج کے قابو میں ہے۔ اس نے شرپسندوں، تخریب کاروں اور دخل اندازوں کو کچل کر رکھ دیا ہے۔ لیکن امن و امان کی مکمل بحالی میں ابھی وقت لگے گا۔ عوام اور ان کے محب وطن رہنماؤں کے سرگرم تعاون سے یہ عمل پورے طور پر جاری ہے۔ مشرقی پاکستان کے عوام نے شرپسندوں اور دخل اندازوں کا صفایا کرنے میں مسلح افواج کی مدد کر کے زبردست حب الوطنی اور قومی اتحاد کا مظاہرہ کیا ہے۔

عدم تعاون کی تحریک کی وجہ سے مشرقی پاکستان کی معیشت جمود کا شکار ہوگئی ہے۔ عوامی لیگ کے علیحدگی پسندوں، سماج دشمن اور دخل اندازوں نے وسیع پیمانہ پر آتش زنی، لوٹ مار اور ڈرانے دھمکانے کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے بے گناہ لوگوں کو ان گنت مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔ بہت سوں کو خوف زدہ اور بے گھر کیا گیا۔ بے شمار لوگوں کی جائیدادوں کو بے رحمی سے تباہ کیا گیا۔ ان سب سے مجھے اور تمام قوم کو پوری ہمدردی ہے۔ اگر ان لوگوں کی جلد سے جلد بحالی پر خاطر خواہ اہمیت اور توجہ نہ دی گئی تو یہ ایک غیر انسانی فعل ہوگا۔

باغیوں، شرپسندوں اور دوسرے لوگوں کے جھوٹے پروپیگنڈے سے سراسیمہ ہو کر جو پاکستانی باشندے سرحد پار کر کے ہندوستان چلے گئے ہیں، میں ایک بار پھر ان سے کہوں گا کہ وہ خواہ ان کا تعلق کسی مذہب،

ذات اور عقیدے سے کیوں نہ ہو' اپنے گھروں کو واپس آ جائیں۔ مشرقی پاکستان کی حکومت نے ان کے استقبال اور ان کے نقل و حمل کے لیے ضروری انتظامات کر رکھے ہیں۔

یہ لوگ اپنے گھروں میں اپنے بچھڑے ہوئے رشتہ داروں سے ملنا اور دوبارہ معمول کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ میں حکومت ہندوستان سے کہوں گا کہ وہ ان بدنصیب لوگوں کی واپسی کی راہ میں روڑے نہ اٹکائے۔ ان اجڑے ہوئے لوگوں کی پاکستان کو واپسی میں آسانیاں پیدا کرنے کے لیے اقوام متحدہ جو امداد دے گی' ہم خوشی اور احسان مندی کے ساتھ قبول کریں گے۔

بعض لوگوں نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ جب تک ہر شعبہ میں حالات معمول پر نہیں آ جاتے' اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کو منتقل نہیں کیا جانا چاہیے۔ میں اس رائے سے متفق نہیں ہوں۔ کیونکہ یہ غیر حقیقت پسندانہ اور ناقابل عمل ہے۔ اس رائے میں قومی زندگی کے اس اہم پہلو کو نظر انداز کیا گیا ہے کہ کسی ملک کے حالات اس وقت تک حقیقی معنوں میں معمول پر نہیں آ سکتے۔ جب تک کہ اس کے انتظام میں عوام پوری طرح شریک نہ ہوں۔ حالات کو معمول پر لانے کے لیے خود اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ عوام اس عمل میں بھرپور دلچسپی لیں اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب عوام کے نمائندے ملکی انتظام کی ذمہ داری سنبھالیں۔

امن و امان کی بحالی اور ہر سطح پر انتظامیہ کا استحکام ایک بنیادی ضرورت ہے۔ مجھے پختہ یقین ہے کہ اس بنیادی ڈھانچہ کی استواری کے بعد میں انتقال اقتدار کے منصوبے کو بروئے کار لا سکوں گا۔ جو حالات آج ہیں' اور مستقبل قریب میں جس صورت حال کی توقع ہے' اس کے پیش نظر مجھے امید اور یقین ہے کہ میں چار ماہ کے عرصہ میں اپنا مقصد حاصل کر سکوں گا۔ قدرتی طور پر صحیح وقت کا تعین اس زمانے کے اندرونی اور بیرونی حالات پر منحصر ہوگا۔ مجھے پورا پورا یقین ہے کہ جس منصوبے کا خاکہ میں نے ابھی ابھی پیش کیا ہے' اسے بروئے کار لانے اور اپنا منتہائے مقصود حاصل کرنے ہی میں ملک کی سالمیت اور بھلائی مضمر ہے۔

اضافہ (ب)

قانونی ڈھانچے کا حکم مجریہ 1970ء

ہر گاہ کہ 26 مارچ 1969ء صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے قوم سے اپنے خطاب میں وعدہ کیا تھا کہ وہ ملک میں جموری اداروں کی بحالی کے لیے جدوجہد کریں گے اور ہر گاہ کہ 28 نومبر 1969ء کو قوم سے اپنے خطاب میں انہوں نے اس عہد کا اعادہ کیا تھا اور اعلان کیا تھا کہ پاکستان کی قومی اسمبلی کے لیے عام انتخابات 5 اکتوبر 1970ء کو شروع ہوں گے۔ اور ہر گاہ کہ انہوں نے اب فیصلہ کیا ہے کہ صوبائی اسمبلیوں کے لیے پولنگ 22 اکتوبر 1970ء تک شروع ہو جائے گی۔

اور ہر گاہ کہ انتخابی فہرستوں کے حکم مجریہ 1969ء کے تحت پہلے ہی یہ فیصلہ کیا جا چکا ہے کہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر عوام کے نمائندوں کو انتخاب کے لیے انتخابی فہرستیں تیار کی جائیں گی۔

اور ہر گاہ کہ یہ ضروری ہے کہ پاکستان کی قومی اسمبلی تشکیل دی جائے تاکہ وہ اس حکم کے مطابق پاکستان کا آئین تیار کر سکے اور ہر صوبے میں صوبائی اسمبلیاں تشکیل دی جائیں۔ اس لیے 25 مارچ 1969ء کے اعلان کے مطابق اور اس سلسلے میں اپنے اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے مندرجہ ذیل حکم جاری کیا ہے:

(1) مختصر نام اور نفاذ

(i) اس حکم کو قانونی ڈھانچے کا حکم مجریہ 1970ء کہا جائے گا۔

(ii) یہ اس تاریخ کو نافذ العمل ہوگا جو صدر سرکاری گزٹ میں نوٹی فیکیشن کے ذریعے مقرر کریں گے۔ یہ حکم دوسرے قوانین کی تنسیخ کر دے گا۔

(2) عبوری آئین کے حکم' اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے 1962ء کے آئین اور ملک میں نافذ دوسرے قوانین میں اس حکم کے برعکس جو بھی بات ہوگی' یہ حکم اس کی تنسیخ کر دے گا۔

(3) توضیحات

اس حکم میں تا آنکہ مفہوم یا متن میں کوئی چیز اس کے منافی نہ ہو۔

(i) اسمبلی سے مراد پاکستان کی قومی اسمبلی یا ایک صوبے کے لیے صوبائی اسمبلی ہوگی جو اس حکم میں کہا گیا ہے۔

(ii) کمیشن سے مراد آرٹیکل نمبر 8 کے تحت تشکیل کردہ الیکشن کمیشن ہوگا۔

(iii) کمشنر سے مراد چیف الیکشن کمشنر ہوگا جسے مقرر کیا جائے گا یا انتخابی فہرستوں کے حکم مجریہ 1969ء (عبوری حکم نمبر 6' 69ء) کے تحت مقرر متصور ہوگا۔

(iv) انتخابی فہرستوں سے مراد انتخابی فہرستوں کے حکم مجریہ 1969ء کے تحت عبوری نمبر چھ 1969ء تیار کی جائے جو انتخابی فہرستیں ہوں گی۔

(v) رکن سے مراد ایک اسمبلی کا رکن ہے۔

(vi) اسپیکر سے مراد قومی اسمبلی کا اسپیکر ہوگا اور

(vii) مرکز کے زیر انتظام علاقوں قبائلی علاقوں سے مراد وہی ہوگی جو صوبہ مغربی پاکستان (توڑنے) کے حکم مجریہ 1970ء میں ہے۔

(viii) اس حکم کے نفاذ کے وقت مغربی پاکستان کے صوبے میں شامل علاقوں کے سلسلے میں ایک صوبے سے مراد نیا صوبہ جس کے لیے صوبہ مغربی پاکستان (توڑنے کا حکم مجریہ 1970ء) میں کہا گیا ہے اور صوبائی اسمبلی سے مراد اس صوبے کی اسمبلی ہوگی۔

(4) قومی اسمبلی کی تشکیل

(i) پاکستان کی ایک قومی اسمبلی قائم کی جائے گی جو 313 ارکان پر مشتمل ہوگی۔ جن میں سے 300 ارکان عام نشستیں پر کرنے کے لیے اور 13 ارکان خواتین کے لیے مخصوص نشستیں پر کرنے کے لیے منتخب کیے جائیں گے۔

(ii) 1961ء کی مردم شماری میں آبادی کے اعداد و شمار کے مطابق صوبوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں میں نشستیں تقسیم کی جائیں گی جیسا کہ شیڈول نمبر1 میں بتایا گیا ہے۔

(iii) دفعہ نمبر ایک سے یہ مراد نہیں لی جائے گی کہ ایک خاتون کو عام نشست کے لیے انتخاب لڑنے کی ممانعت ہے۔

(5) صوبائی اسمبلیوں کی تشکیل

(i) ہر صوبے کے لیے ایک صوبائی اسمبلی ہوگی جو عام نشستوں اور خواتین کے لیے مخصوص نشستوں کے لیے منتخب ارکان پر مشتمل ہوگی جیسا کہ متعلقہ صوبے کے سلسلے میں شیڈول نمبر2 میں بتایا گیا ہے۔

(ii) دفعہ نمبر ایک سے یہ مراد نہیں لی جائے گی کہ ایک خاتون کو ایک عام نشست سے منتخب ہونے کی ممانعت ہے۔

(6) انتخاب کا اصول

(i) سوائے اس کے جو دفعہ نمبر2 میں کہا گیا ہے' عام نشستوں کے لیے ارکان قانون کے مطابق بالغ رائے دہی کی بنیاد پر براہ راست انتخابات کے ذریعے علاقائی انتخابی حلقوں سے منتخب ہوں گے۔

(ii) صدر ریگولیشن کے ذریعے مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے لیے ارکان کے انتخاب کے لیے علیحدہ ضابطہ بنا سکتے ہیں۔

(iii) قومی اسمبلی کے ارکان کے عام انتخاب کے بعد جونہی قابل عمل ہوا ایک صوبے سے اسمبلی میں خواتین کے لیے مخصوص نشستوں کے لیے ارکان کا انتخاب وہ لوگ کریں گے جو قانون کے مطابق اس صوبے سے عام نشستوں پر منتخب ہوں گے۔

(iv) صوبائی اسمبلی میں خواتین کے لیے مخصوص نشستوں کے ارکان کا انتخاب وہ لوگ کریں گے جو قانون کے مطابق اس اسمبلی میں عام نشستوں کے لیے منتخب ہوں گے۔

(7) اتفاقیہ اسامی

جب قومی اسمبلی کی کوئی نشست خالی ہو جائے گی تو اس نشست کو پر کرنے کے لیے انتخاب نشست خالی ہونے کے بعد تین ہفتے کے اندر کیا جائے گا۔

(8) انتخابات کرانے کے لیے الیکشن کمیشن

ایک اسمبلی کے ارکان کے انتخاب اور اس کے متعلق معاملات کے لیے صدر ایک الیکشن کمیشن مقرر کریں گے جو کہ مندرجہ ذیل ارکان پر مشتمل ہوگا۔

(الف) کمشنر جو کمیشن کے چیئرمین ہوں۔

(ب) دو دوسرے ارکان جن میں سے ہر ایک ہائی کورٹ کا ایک مستقل جج ہوگا۔

(9) رکن کی اہلیت اور نااہلیت

(1) ایک آدمی کے لیے دفعہ (2) کی شقوں کے تحت منتخب ہونے اور رکن بننے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط پوری کرنا ہوں گی:

(الف) وہ پاکستان کا ایک شہری ہو۔

(ب) اس کی عمر 25 سال ہو چکی ہو اور

(ج) صوبے میں یا مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے کسی انتخابی حلقے کی انتخابی فہرست میں اس کا نام درج ہو جہاں سے وہ انتخاب لڑنے کا خواہش مند ہے۔

(2) ایک آدمی منتخب ہونے اور رکن بننے کا اہل نہیں ہوگا اگر

(الف) وہ دماغی طور پر صحت مند نہ ہو اور کسی مجاز عدالت نے اسے ایسا قرار دیا ہو۔

(ب) وہ دیوالیہ قرار پایا ہو اور اسے دیوالیہ قرار دیے دس سال کا عرصہ نہ گزرا ہو۔

(ج) وہ کسی جرم کی بنا پر سزایافتہ ہو اور اسے کسی ایسی مدت کے لیے سزائے قید دی گئی ہو جو دو سال سے کم نہ ہو اور اس کی رہائی کو پانچ سال کا یا اس سے کم عرصہ جو صدر کسی خاص کیس میں اجازت دے دیں' نہ گزرا ہو--- یا

(د) وہ یکم اگست 1969ء کے بعد کسی وقت صدر کے وزراء کی کونسل کا رکن رہا ہو اور اسے کونسل کی رکنیت سے علیحدہ ہوئے دو سال کا عرصہ یا اس سے کم اتنا عرصہ جو صدر کسی خاص کیس میں اجازت دیں' نہ گزرا ہو--- یا

(ح) وہ سروس آف پاکستان میں کسی عہدے پر فائز ہو اور تنخواہ یا

فیس کی صورت میں معاوضہ لیتا ہو۔ سوائے ایسے عہدے کے جو کل وقتی عہدہ نہیں ہے۔

(ر) اسے حکومت پاکستان کی ملازمت سے بے ضابطگی کی بناء پر برطرف کیا گیا ہو اور برطرفی کو پانچ سال کا یا اس سے کم اتنا عرصہ نہ گزرا ہو جو صدر کسی خاص کیس میں اجازت دیں۔۔۔یا

(س) وہ سروس آف پاکستان کے کسی ملازم کا شریک حیات ہو۔ یا

(ش) اس کا' یا اس کی طرف سے یا اس کے فائدے کے لیے کسی شخص یا اشخاص کے کسی گروپ کا یا ایک ہندو غیر منتقسم خاندان کے رکن کی حیثیت سے کسی ٹھیکے میں حصہ ہو یا مفاد ہو' جس کے تحت اسے حکومت کو سامان فراہم کرنا ہو' یا کسی ٹھیکے پر عمل در آمد کرنا یا حکومت کے ذمے کسی کام کو انجام دینا ہو۔ اس میں ایسا ٹھیکہ شامل نہیں جو امداد باہمی کی ایک سوسائٹی یا حکومت کے درمیان ذیلی دفعہ (د) کے تحت نااہلیت کی شرائط کا اطلاق کسی ایک ایسے شخص پر نہیں ہوگا۔

(i) جس کو ٹھیکے میں حصہ یا مفاد ورثے یا جانشینی میں ملا ہو یا وارث مختار یا منتظم کے طور پر ملا ہو' اس بات کو چھ ماہ' یا اتنا عرصہ جو صدر کسی خاص کیس میں اجازت دیں نہ کر گزرا ہو۔ یا

(ii) یہ ٹھیکہ کسی پبلک کمپنی نے یا اس کی طرف سے لیا گیا ہو۔ جس کی کمپنیز ایکٹ مجریہ 1913ء میں تعریف متعین کی گئی ہے۔ جس کا کہ وہ حصہ دار ہو لیکن ڈائریکٹر نہ ہو اور نہ کمپنی کے تحت کسی منفعت بخش عہدے پر فائز ہو اور نہ منیجنگ ڈائریکٹر ہو۔۔۔ یا

(iii) وہ ایک ہندو غیر منتقسم خاندان کا رکن ہو اور ٹھیکہ اس کے خاندان کے کسی دوسرے رکن نے علیحدہ کاروبار کرتے ہوئے لیا ہو۔ جس میں وہ حصہ دار نہ ہو۔

(3) شبہے سے بچنے کے لیے یہاں یہ اعلان کیا جاتا کہ سپریم کورٹ یا ایک ہائی کورٹ کا جج کمپٹرولر اور آڈیٹر جنرل پاکستان اٹارنی جنرل آف پاکستان اور صوبے کا ایک ایڈووکیٹ جنرل ایسے اشخاص ہیں جو سروس آف پاکستان میں عہدوں پر فائز ہیں۔

(4) اگر کسی رکن کے انتخاب کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ وہ نااہل ہوگیا ہے تو کمشنر اس مسئلے کو الیکشن کمیشن کے سامنے پیش کرے گا اور اگر کمیشن کی رائے یہ ہوگی کہ وہ رکن نااہل ہوگیا تو اس کی نشست خالی ہو جائے گی۔

(10) (i) کوئی بھی شخص ایک وقت میں ایک سے زائد اسمبلی کا رکن ایک سے زائد انتخابی حلقوں سے ایک ہی اسمبلی کا رکن نہیں ہوگا۔

(ii) دفعہ نمبر1 کی کوئی بات کسی شخص پر یہ پابندی نہیں لگائے گی کہ وہ ایک ہی وقت میں دو یا اس سے زائد انتخابی حلقوں سے انتخاب کا امیدوار نہ بن سکے لیکن اگر کوئی رکن دو یا اس سے زائد انتخابی حلقوں سے رکن منتخب ہو جائے تو جس انتخابی حلقے سے وہ آخر میں منتخب ہوگا' اس سے اس کے انتخاب کی نوٹیفکیشن کے بعد 15 دن کے اندر اسے کمشنر کو اپنے ہاتھ کی تحریر کے ذریعے یہ بتانا ہوگا کہ وہ کس انتخابی حلقے سے نمائندگی کا خواہش مند ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اس کی تمام نشستیں خالی ہو جائیں گی۔ جب تک وہ دو یا اس سے زائد انتخابی حلقوں سے رکن رہے گا' وہ اسمبلی میں بیٹھنے یا ووٹ دینے کا مجاز نہیں ہوگا۔

(11) استعفیٰ وغیرہ

(i) ایک رکن اسپیکر کے نام اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے نوٹس کے ذریعے اپنی نشست سے مستعفی ہو سکے گا۔

(ii) اگر کوئی رکن اسپیکر سے چھٹی لیے بغیر مسلسل پندرہ روز اسمبلی کی نشستوں سے غیر حاضر رہے تو اس کی نشست خالی ہو جائے گی۔

(iii) تاہم اسپیکر یا اگر اسپیکر منتخب نہ ہو تو کمشنر مذکورہ مدت کے خاتمے کے بعد کسی معقول وجہ کی بنا پر اس مدت میں اضافہ کر سکتا ہے۔

(12) ارکان اسمبلی کا حلف وفاداری

ایک اسمبلی کا رکن منتخب ہونے والے شخص کو یہ فرض سنبھالنے سے قبل اسمبلی کے اجلاس کے صدر کے سامنے مندرجہ ذیل حلف اٹھانا ہوگا:

میں.......... حلف اٹھاتا ہوں کہ میں پاکستان کا سچا وفادار رہوں گا۔ اور یہ کہ میں اپنے وہ فرائض دیانت داری سے انجام دوں گا جو میں سنبھالنے والا ہوں اور قانونی ڈھانچے کے حکم مجریہ 1970ء کی دفعات میں بتائے گئے قوانین اور قواعد کے مطابق ان فرائض کی انجام دہی کے لیے پوری استعداد اور خلوص سے کام کروں گا اور ہمیشہ ملک کی سالمیت' استحکام اور پاکستان کی فلاح و بہبود کو پیش نظر رکھوں گا۔

(13) پولنگ کی تاریخ

قومی اسمبلی کے انتخاب کے لیے پولنگ 5 اکتوبر 1970ء کو شروع ہو جائے گی اور صوبائی اسمبلیوں کے لیے پولنگ 22 اکتوبر 1970ء سے قبل کسی تاریخ کو شروع ہوگی۔

(14) قومی اسمبلی کے اجلاس کی طلبی

قومی اسمبلی کے ارکان کے لیے عام انتخاب کے اختتام کے بعد پاکستان کے لیے ایک آئین تیار کرنے کی غرض سے صدر کسی ایسے دن ایسی تاریخ پر ایسے وقت پر اسمبلی کا اجلاس طلب کریں جو ان کے خیال میں مناسب ہو۔ اس طرح بلائی جانے والی قومی اسمبلی اپنے اجلاس کے

پہلے دن تشکیل شدہ قرار پائے گی۔

اس دفعہ کسی بات سے یہ مطلب نہیں لیا جائے گا کہ صدر اس بنیاد پر قومی اسمبلی کا اجلاس نہیں بلا سکتے کہ اس کی تمام نشستیں پر نہیں ہوئیں۔

(ii) دفعہ نمبر(I) کے تحت اجلاس منعقد ہونے کے بعد قومی اسمبلی کا ایسے وقت پر اور ایسی جگہ پر اجلاس ہوگا' جو اسپیکر طے کریں گے۔

(iii) قومی اسمبلی کے مناسب التوا کے ساتھ اپنے کام کے لیے روزانہ اجلاس ہوگا۔

(15) صدر کے خطاب وغیرہ کے حقوق

صدر قومی اسمبلی سے خطاب کر سکتے ہیں یا اس اسمبلی کو پیغام یا پیغامات بھیج سکتے ہیں۔

(16) اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر

(i) قومی اسمبلی جلد از جلد اپنے ارکان میں سے دو کو بالترتیب اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر منتخب کرے گا اور اس طرح اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کا عہدہ خالی ہو جانے پر کسی اور رکن کو اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر منتخب کرے گی' جو بھی ضروری ہو۔

(ii) جب تک اسپیکر منتخب نہ ہو جائیں' قومی اسمبلی کے جلسوں کی صدارت کمشنر کریں گے اور اسپیکر کے فرائض انجام دیں گے۔

(iii) جب اسپیکر کا عہدہ خالی ہو تو ڈپٹی اسپیکر یا اگر ڈپٹی اسپیکر کا عہدہ بھی خالی ہو تو کمشنر اسپیکر کے فرائض انجام دیں گے۔

(iv) قومی اسمبلی کے کسی اجلاس میں اسپیکر کی غیر حاضری میں ڈپٹی اسپیکر یا اگر ڈپٹی اسپیکر بھی غیر حاضر ہو تو اسمبلی کا ایسا رکن اسپیکر کے فرائض انجام دے گا جو اسمبلی کے طریق کار کے قواعد کی رو سے مناسب ہوگا۔

(v) وہ رکن جو اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کے عہدے پر فائز ہو' اس عہدے سے الگ ہو جائے گا۔

(الف) اگر وہ قومی اسمبلی کا رکن نہ رہے۔

(ب) اگر وہ اپنے ہاتھ سے اس عہدے سے استعفیٰ لکھ کر صدر کو پیش کر دے---یا

(ج) اگر اس کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پیش ہو جس کا نوٹس چودہ دن سے کم نہ ہو اور اسے قومی اسمبلی کی کم از کم 2/3 اکثریت نے منظور کر لیا ہو۔

(17) کورم اور طریق کار کے قواعد

(i) اگر قومی اسمبلی کے اجلاس کے دوران میں اجلاس کی صدارت کرنے والے شخص کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کرائی جائے کہ ارکان کی حاضری ایک سو سے کم ہے تو صدارتی افسر اس وقت تک اجلاس معطل کر دے گا جب تک ارکان کی تعداد کم از کم ایک سو ہو جائے یا اجلاس برخاست کر دے گا۔

(ii) اسمبلی کے طریق کار کے قواعد کو مندرجہ جدول 3 سے منضبط کیا جائے گا۔ قومی اسمبلی یہ فیصلہ کرے گی کہ آئین بل کے متعلق کیونکر عہدہ برآ ہوں۔

(iii) قومی اسمبلی کسی رکن کی جگہ خالی ہونے کے باوجود کام کرتی رہے گی اور کوئی کارروائی اس وجہ سے ناجائز قرار نہیں دی جائے گی کہ کسی رکن کا انتخاب بعد ازاں کالعدم قرار دے دیا گیا تھا یا جو انتخاب کے بعد رکنیت سے نااہل قرار دے دیا گیا اور اس نے کارروائی میں ووٹ دیا ہو یا مخالفانہ حصہ لیا ہو۔

(18) قومی اسمبلی کا استحقاق وغیرہ

(i) قومی اسمبلی کی کسی کارروائی کو کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔

(ii) ایک رکن یا ایک شخص جو قومی اسمبلی میں بولنے کا مستحق ہو' اسمبلی کی کسی کارروائی کی وجہ سے کسی بات کے لیے جواب دہ نہیں ہوگا۔ جو اس نے کہی ہو یا قومی اسمبلی یا اس کی کسی کمیٹی میں ووٹ دیا ہو۔

(iii) اسمبلی کے کسی افسر کے اختیارات کو جو اسے طریق کار کے انضباط کام چلانے یا کسی کارروائی میں ضبط برقرار رکھنے کے لیے دیے گئے ہیں۔ کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جائے گا۔

(iv) کوئی شخص اسمبلی کے اختیارات کے تحت قومی اسمبلی کی کارروائی یا کوئی رپورٹ پر شائع کرنے یا کارروائی میں ووٹ دینے پر کسی عدالت میں جواب دہ نہیں ہوگا۔

(v) کسی ایسے مقام پر جہاں قومی اسمبلی یا اس کی کسی کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوتا ہو' کسی عدالت کے جاری کردہ سمن کی تعمیل اسپیکر کی اجازت کے بغیر نہیں کرائی جا سکے گی۔

(19) الاؤنس اور رکن کا استحقاق

اسپیکر' ڈپٹی اسپیکر اور ارکان اس الاؤنس اور استحقاق کے مستحق ہوں گے جو صدر اپنے حکم سے مقرر کریں۔

(20) آئین کے بنیادی اصول

آئین اس طور پر مرتب کیا جائے گا کہ وہ حسب ذیل بنیادی اصولوں پر مبنی ہو:

(i) پاکستان وفاقی جمہوریہ ہوگا جسے اسلامی جمہوریہ پاکستان کہا جائے گا۔ جس میں صوبوں اور دوسرے علاقوں کو جو اب پاکستان میں ہیں یا بعد میں شامل ہو سکے۔ وفاق میں اس طرح متحد کیا جائے گا کہ پاکستان کی آزادی' علاقائی سالمیت اور قومی سالمیت کی ضمانت ہو اور وفاق کی وحدت کسی طرح متاثر نہ ہو۔

(ii) (الف) اسلامی نظریہ کو جو پاکستان کی بنیاد ہے' ملحفوظ رکھا جائے گا اور

(ب) ریاست کا سربراہ مسلمان ہو گا۔

(iii) (الف) بالغ رائے دہی اور آبادی کی بنیاد پر وفاقی اور صوبائی مقننہ کے آزاد اور میعادی انتخابات کے ذریعے جمہوریت کے بنیادی اصولوں کی پیروی کی ضمانت دی جائے گی۔

(ب) شہریوں کے بنیادی حقوق متعین کیے جائیں گے اور ان کی ضمانت دی جائے گی۔

(ج) انصاف کے معاملات اور بنیادی حقوق کے نفاذ کے بارے میں عدلیہ کی آزادی حاصل کی جائے گی۔

(iv) تمام اختیارات جن میں قانون سازی' نظم و نسق اور مالیات بھی شامل ہیں۔ وفاقی حکومت اور صوبوں میں اس طرح تقسیم کیے جائیں گے کہ صوبوں کو زیادہ سے زیادہ اختیارات یعنی زیادہ سے زیادہ قانون سازی' نظم و نسق مالیاتی اختیارات حاصل ہوں لیکن وفاقی حکومت کو بھی کافی اختیارات حاصل ہوں گے۔ جن میں قانون سازی نظم و نسق اور مالیاتی اختیارات شامل ہیں۔ تاکہ وہ خارجہ اور داخلی امور میں اپنی ذمہ داریاں ادا کریں گے اور ملک کی آزادی اور علاقائی سالمیت کا تحفظ کر سکے۔

(v) یہ یقین دہانی کرائی جائے کہ:

(الف) پاکستان کے تمام علاقوں کے لوگ قومی سرگرمیوں کی ہر شکل میں پورے طور پر حصہ لے سکیں۔

(ب) صوبوں اور صوبوں کے مختلف علاقوں کے مابین اقتصادی اور دوسری عدم مساوات آئینی اور دوسرے اقدامات کے ذریعے دور کی جائے گی۔

(21) آئین کا تعارف

آئین کا دیباچہ اس امر کی توثیق کرے گا:

(i) پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی اسلام کے احکام کے مطابق جو قرآن اور سنت کے ذریعے متعین ہیں' زندگی بسر کر سکیں۔

(ii) اقلیتوں کو موقع دیا جائے گا کہ وہ اپنے مذہبی فرائض آزادانہ ادا کر سکیں اور اپنے حقوق' استحقاق اور پاکستان کے شہری کی حیثیت سے اپنے تحفظ سے بہرہ اندوز ہو سکیں۔

(22) رہنما اصول

آئین میں ریاست کی پالیسی کے رہنما اصول متعین کیے جائیں گے جن سے ریاست حسب ذیل امور میں رہنمائی حاصل کرے گی۔

(i) اسلامی طرز زندگی کی ترقی

(ii) اسلامی معیار اخلاق کی متابعت

(iii) مسلمانوں کو قرآن مجید اور اسلامیات کی تعلیم کے لیے سہولتیں پیش کرنا اور

(iv) یہ یقین دہانی کہ قرآن و سنت کے مطابق اسلام کی تعلیم اور ضروریات کے منافی کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا۔

(23) قومی و صوبائی اسمبلیاں پہلی مقننہ ہوں گی

آئین میں یہ گنجائش ہوگی کہ:

(i) قومی اسمبلی جو اس حکم کے تحت قائم ہوگی۔

(الف) اگر وفاقی مقننہ یک ایوانی ہو تو وہ پوری میعاد کے لیے وفاق کی مقننہ ہوگی اور

(ب) اگر وفاقی مقننہ دو ایوانی ہوگی تو وہ وفاق کی مقننہ کا پہلا ایوان زیریں ہوگی جو پوری مدت کے لیے ہو گا۔

(ii) اس حکم کے ماتحت جو صوبائی اسمبلیاں منتخب ہوں گی وہ پوری مدت کے لیے متعلقہ صوبوں کی پہلی مقننہ ہوگی۔

(24) آئین سازی کے لیے مدت

قومی اسمبلی مسودہ قانون کی شکل میں اپنے پہلے اجلاس سے ایک سو بیس دن میں آئین مرتب کرے گی۔ اگر اس میں ناکام ہوگئی تو خود بخود ٹوٹ جائے گی۔

(25) آئین کی منظوری

آئین بل جونہی قومی اسمبلی منظور کرے گی' صدر کو توثیق کے لیے پیش کیا جائے گا۔ اگر توثیق سے انکار ہو تو قومی اسمبلی ٹوٹ جائے گی۔

(26) اسمبلی کے اجلاس کا مقصد

(i) جیسا کہ اس حکم میں مذکور ہے قومی اسمبلی آئین سازی کے مقصد کے سوا کوئی اجلاس منعقد نہیں کرے گی تاوقتیکہ آئین بل منظور نہ ہو جائے اور صدر اس کی توثیق نہ کر دیں اور اسے نافذ نہ کر دیں۔

(ii) صوبائی اسمبلی کا اجلاس اس وقت تک نہیں بلایا جائے گا' جب

تک قومی اسمبلی بل منظور نہ کر دے اور صدر اس کی توثیق نہ کر دیں اور اسے نافذ نہ کر دیں۔

(27) حکم کی تاویل اور ترمیم وغیرہ

(i) اس حکم کی کسی دفعہ میں کوئی شک و شبہ پیدا ہونے کی صورت میں اس کا فیصلہ صدر کریں گے اور یہ فیصلہ آخری ہوگا۔ اور کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔۔۔

(ii) اس حکم میں ترمیم کا اختیار صدر کو ہوگا' قومی اسمبلی کو نہیں ہوگا۔

جدول I

دفعہ (4)(2)

پاکستان قومی اسمبلی

	عام	خواتین
مشرقی پاکستان	163	7
پنجاب	82	3
سندھ	27	1
بلوچستان	4	1
صوبہ سرحد	18	1
مرکز سے ملحق قبائلی علاقے	7	
میزان	300	13

جدول II

دفعہ (5)(1)

صوبائی اسمبلیاں

	عام	خواتین
مشرقی پاکستان	300	10
پنجاب	180	6
سندھ	60	2
بلوچستان	20	1
شمال مغربی سرحدی صوبہ	40	2

جدول III

دفعہ (17)(2)

طریق کار کے قواعد

مختصر عنوان: (i) ان قواعد کو قومی اسمبلی کے طریق کار کے قواعد 1970ء کہا جائے گا۔

اصلاحات (ii) یہ قواعد تاوقتیکہ ان کے مضمون یا سیاق و سباق کے کوئی چیز منافی نہ ہو۔

(الف) اسمبلی کے معنی قومی اسمبلی آف پاکستان ہے۔

(ب) بل کا مطلب وہ بل جو پاکستان کے آئین سے متعلق ہے۔

(ج) کمشنر کا مطلب چیف الیکشن کمشنر ہے جو مقرر یا الیکٹورل رول آرڈر مجریہ 1969ء (پی او نمبر 6 آف 1969ء) کے تحت مقرر کیا جاتا ہے۔

(د) کمیٹی کا مطلب وہ کمیٹی ہے جو اسمبلی نے مقرر کی ہو۔ اس میں سلیکشن کمیٹی بھی شامل ہے۔

(ر) رکن انچارج وہ ہے جو بل پیش کرے۔ اس میں ہر وہ رکن بھی شامل ہے جو اسپیکر کی ہدایت پر وہ فرائض انجام دے جو رکن انچارج کے ہیں۔

(س) سیکرٹری کا مطلب اسمبلی کا سیکرٹری ہے۔

(ص) اسپیکر کا مطلب ہے اسمبلی کا اسپیکر

(3) اسمبلی کے فرائض

(i) اسمبلی کا فرض پاکستان کا آئین مرتب کرنا ہے۔

(ii) آئین مسودہ قانون کی شکل میں پیش ہوگا۔ اور اسمبلی اسے منظور کرے گی۔

(4) اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کا انتخاب

(i) اسمبلی کے پہلے اجلاس میں ارکان کے حلف اٹھانے کے بعد کمشنر ارکان سے کہے گا کہ وہ اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر منتخب کریں۔

(ii) کوئی رکن کسی دوسرے رکن کو اس کی مرضی سے اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر منتخب کرنے کے لیے اس کا نام سیکرٹری کو تحریراً پیش کر سکے گا۔

(iii) کوئی رکن اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کے لیے ایک سے زیادہ نام پیش نہیں کر سکتا۔

(iv) سیکرٹری اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کے طور پر پیش کردہ ناموں کی فہرست پڑھ کر سنائے گا۔

(v) جونہی سیکرٹری ناموں کی فہرست پیش کرے گا' کوئی شخص جسے نامزد کیا گیا ہو' اپنا نام واپس لے سکتا ہے۔

(vi) ناموں کی واپسی کے بعد اگر صرف ایک امیدوار اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کے عہدے کے لیے باقی رہ گیا ہو تو سیکرٹری اس کے اسپیکر یا ڈپٹی

اسپیکر منتخب ہونے کا اعلان کر دے گا۔

(vii) اگر اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کے عہدے کے لیے ایک سے زیادہ امیدوار ہوں تو سیکرٹری ان ناموں کو پڑھ دے گا اور ارکان کمشنر کے مقرر کردہ طریقے کے مطابق خفیہ ووٹ کے ذریعے اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کا انتخاب کریں گے۔

(viii) جہاں دو یا دو سے زیادہ امیدواروں میں ووٹ برابر ہوں اور صرف ایک ووٹ کے اضافے سے کوئی امیدوار منتخب ہو سکتا ہو تو کمشنر ان امیدواروں میں فوراً قرعہ اندازی کریں گے اور جس نام پر قرعہ پڑے وہ اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر منتخب ہو جائے گا۔

(5) اسپیکر اجلاس کی صدارت کرے گا

(i) قومی اسمبلی کے اجلاس کی صدارت اسپیکر کرے گا۔ اس کی غیر حاضری میں ڈپٹی اسپیکر اگر اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر دونوں غیر حاضر ہوں تو وہ شخص اسپیکر کے فرائض انجام دے گا جس کا نام چیئرمینوں کی فہرست میں حاضر ارکان میں سے سرفہرست ہو گا۔

(ii) اگر کسی موقعہ پر اجلاس میں سپیکر' ڈپٹی اسپیکر اور چیئرمینوں کی فہرست میں مذکورہ تمام اشخاص غیر حاضر ہوں تو سیکرٹری اسمبلی کو اس حقیقت سے آگاہ کر دے گا اور اسمبلی ایک تحریک کے ذریعے حاضر ارکان میں سے اسپیکر منتخب کرے گی۔

(6) اسپیکر کے اختیارات

(i) اسپیکر حکم کی دفعات کے مطابق اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر سکے گا اور التواء کے بعد اجلاس طلب کر سکے گا۔

(ii) اسپیکر (الف) ضبط قائم رکھنے کے لیے ارکان کا اجلاس طلب کرے گا۔

(ب) ضبط اور شائستگی قائم کرے گا اور گڑبڑ یا گیلریوں میں عدم ضبط کی صورت میں گیلریاں خالی کرائے گا۔

(ج) ضبط سے متعلق تمام نکات کا فیصلہ کرے گا۔

(iii) اسپیکر کو وہ تمام اختیارات حاصل ہوں گے جو اس کے اپنے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ضروری ہوں گے۔

(7) چیئرمینوں کا پینل

اسپیکر ارکان اسمبلی میں سے چیئرمینوں کا ایک پینل مقرر کرے گا جس کی تعداد چار سے زیادہ نہیں ہوگی۔ اسپیکر اس پینل کے ارکان کی اولیت کے لحاظ سے ترتیب بھی خود دے گا۔

(8) صدارت کرنے والے فرد کے اختیارات

جو فرد اسمبلی کے اجلاسوں کی صدارت کرے گا' اسے وہی اختیارات ہوں گے جو اسمبلی کی صدارت کرتے وقت اسپیکر کو حاصل ہوتے ہیں اور اسپیکر سے متعلق تمام قوانین کے حوالہ جات کا اطلاق بھی اس فرد پر ہو گا۔

(9) اسمبلی میں کارروائی کا طریق عمل

اسمبلی میں کارروائی کو مندرجہ ذیل طریقوں سے عمل میں لایا جائے گا۔

(الف) تحریک

(ب) تحریک میں ترمیم یا ترمیم در ترمیم۔

(ج) کمیٹی کی رپورٹ

(10) اجلاس کی مدت

اسمبلی کے اجلاس صبح 9 بجے شروع ہوں گے۔ سوائے اس کے کہ ہر وقت اسمبلی کی جانب سے یا اسپیکر کی ہدایت پر اس میں کوئی رد و بدل نہ کر دیا جائے۔

(11) کارروائی کے انتظامات

(i) سیکرٹری روزانہ کارروائی کی ایک فہرست تیار کرے گا۔ اسپیکر کی منظوری کے بعد اس کی ایک ایک کاپی اس روز کی کارروائی شروع ہونے سے پہلے ارکان اسمبلی کو مہیا کی جائے گی۔ اس فہرست کو "آرڈر آف دی ڈے" کا نام دیا جائے گا۔

(ii) اس صورت میں کہ ضابطوں میں اس کی گنجائش نہ ہو روزمرہ کی کارروائی کی فہرست میں جو امور شامل نہیں ہوں گے' اسپیکر کی اجازت کے بغیر کسی بھی اجلاس میں زیر بحث نہیں آئیں گے۔

(iii) وہ تمام کارروائی جو کسی روز کے لیے ہوگی' اور جو اس روز ایوان میں پیش ہوئی ہوگی' اگلے کام کے دن کے لیے ملتوی متصور ہوگی سوائے اس کے کہ اسپیکر اس بارے میں کوئی اور ہدایت دے دے۔

(12) تحریک کا نوٹس

(i) سوائے اس کے کہ اسپیکر کوئی اور ہدایت نہ دے ہر تحریک کا نوٹس' تحریک کی ایک کاپی سمیت دیا جائے گا۔ اس کے لیے یہ ضروری ہو گا کہ جس روز یہ تحریک پیش کی جائے گی' اس سے ایک روز پہلے اس کا نوٹس دینا لازمی ہو گا۔

(ii) ان ضوابط کے مطابق یہ تحریک تحریری طور پر اسمبلی کے

سیکرٹری کے نام بھیجی جائے گی۔ اس پر نوٹس دینے والے رکن کے دستخط ہوں گے اور اسے اسمبلی کے نوٹس آفس میں دینا ہوگا۔

(iii) نوٹس آفس بند ہونے کے بعد تحریک کا نوٹس دیا گیا تو اسے اگلے روز کا دیا ہوا جب نوٹس آفس کھلا ہوگا' تصور کیا جائے گا۔

(iv) جب نوٹس دیا جا چکے گا تو سیکرٹری جہاں تک ممکن ہو سکا' جلد از جلد نوٹس کی کاپیاں اسمبلی کے ارکان کو بھیج دے گا۔

(v) مندرجہ ذیل کے لیے نوٹس کی ضرورت نہیں ہوگی:

(الف) اس تحریک کے بارے میں جس پر غور ہو رہا ہوگا (تحریک التواء)

(ب) کسی معاملے کو کسی کمیٹی کے سپرد کرنے کی تحریک۔

(13) تحریک واپس لینا اور اس کی اجازت نہ دینا

(i) اس شخص کی اجازت کے بغیر جو اجلاس کی صدارت کر رہا ہو' کوئی ایسی تحریک پیش نہیں ہو سکے گی کہ اس جیسے کسی سوال پر اس سے پہلے اسمبلی میں مثبت یا منفی فیصلہ ہو چکا ہو۔

(ii) اسپیکر کسی بھی رکن کو تحریک واپس لینے کی اجازت دے سکتا ہے بشرطیکہ یہ تحریک اس رکن کی پیش کردہ ہو۔

(14) ارکان کی نشستیں

ارکان اس ترتیب سے نشستوں پر بیٹھیں گے جس ترتیب کی ہدایت اسپیکر دے گا۔

(15) ارکان تقریر کے وقت کھڑے ہوں گے

اسمبلی میں جو بھی رکن کسی معاملہ پر بولنا چاہے گا' کھڑا ہو جائے گا اور اگر وہ کھڑا نہیں ہو سکے گا تو وہ اسپیکر کو اپنی خواہش سے آگاہ کرے گا اور یہ اسی وقت تقریر کریں گا' جب اسے طلب کیا جائے گا۔ وہ کھڑا ہو کر ایوان سے خطاب کرے گا سوائے اس کے کہ اس نے اسپیکر سے اس کے سوا کوئی اور اجازت لے لی ہو۔ اگر کسی وقت اسپیکر کھڑا ہوگا رکن اپنی تقریر بند کر دے گا اور اپنی سیٹ پر بیٹھ جائے گا۔

(16) تقریر کے لیے وقت کا تعین

اسپیکر اگر مناسب خیال کرے گا تو وہ تقریروں کے لیے وقت کا تعین کر سکے گا۔

(17) اسمبلی کی زبان

(i) ارکان اسمبلی سے اردو' بنگالی یا انگریزی میں خطاب کریں گے۔ ایسے رکن جو ان تین زبانوں میں مافی الضمیر کی بہتر طور پر ادائیگی نہ کر سکتا ہو' اسپیکر اس کی مادری زبان میں تقریر کی اجازت دے سکتا ہے۔

(ii) اگر کوئی رکن یہ خواہش کرے گا کہ اس کی اس تقریر کا انگریزی میں خلاصہ جو اس نے اردو' بنگالی یا انگریزی کی بجائے کسی اور زبان میں کی ہو' اسمبلی کے سامنے پڑھا جائے تو وہ اس کی ایک کاپی اسپیکر کو مہیا کر دے گا جو اپنی صوابدید کے مطابق اسے اسمبلی کے سامنے پڑھنے کی اجازت دے سکے گا۔ اگر یہ ترجمہ کیا ہوا خلاصہ پڑھ کر سنایا گیا تو اسے اسمبلی کی کارروائی کے ریکارڈ میں شامل کر لیا جائے گا۔

(iii) اسمبلی کی کارروائی کا سرکاری ریکارڈ اردو' بنگالی اور انگریزی میں رکھا جائے گا۔

(18) اسمبلی میں معاملات پر فیصلہ

(i) جس معاملے پر اسمبلی سے فیصلہ حاصل کرنا ہوگا' اسے اسپیکر ایوان کے سامنے سوال کی صورت میں پیش کرے گا۔

(ii) اسمبلی یہ فیصلہ کرے گی کہ آئینی بل کے امور پر کس طرح فیصلہ کیا جائے گا آیا معمولی اکثریت سے فیصلے ہوں گے یا اس کے لیے کوئی اور مخصوص طریق کار اپنایا جائے گا۔

(iii) رائے شماری زبانی ہوگی یا ہاتھ کھڑے کر کے ہوگی اور اگر کوئی رکن خواہش کرے گا تو رائے شماری ہاتھ کھڑا کر کے کرائی جائے گی۔

(iv) اسپیکر ہاتھ کھڑا کر کے رائے شماری کرانے کا طریقہ خود اختیار کرے گا۔

(v) رائے شماری کے نتیجہ کا اعلان اسپیکر کرے گا اور اسے چیلنج نہیں کیا جائے گا۔

(19) ترامیم

(i) ترمیم اس تحریک سے متعلق ہونی چاہیے جس کے بارے میں تجویز ہوگی۔

(ii) ایسی ترمیم پیش کرنے کی اجازت نہیں ہوگی جس پر رائے شماری کا منفی اثر اصل تحریک پر پڑتا ہو۔

(iii) سوائے اس کے کہ اسپیکر اجازت دے دے۔

(الف) کسی بھی تحریک میں کسی ترمیم کا نوٹس اس روز سے کم از کم ایک دن پہلے سے کم وقفے میں نہیں دیا جائے گا۔ جس دن اسی تحریک کو پیش کرنا مقصود ہوگا اور

(ب) کسی ترمیم میں ایک اور ترمیم کا نوٹس اس دن سے پہلے دیا جائے گا جس روز اسمبلی میں پہلی ترمیم پر بحث ہونی ہوگی۔

(20) اسمبلیوں کے فیصلوں پر دوبارہ بحث

کسی بھی ایسے معاملے پر جس پر اسمبلی فیصلہ کر چکی ہو دوبارہ بحث

نہیں ہو سکے گی۔ سوائے اس کے کہ اسمبلی ہی خود دوبارہ بحث کی اجازت دے دے۔

(21) اختتام

کسی بھی وقت جب تحریک پیش ہو چکی ہو کوئی رکن یہ تحریک کر سکتا ہے۔ کہ اب اسے ایوان میں پیش کیا جائے گا اور جب ایک اسپیکر پر یہ ظاہر نہ ہو کہ تحریک معقول مباحثہ کے حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ اسپیکر اسے پیش کرنے کی اجازت دے گا اور اگر تحریک منظور ہوگئی تو اس کے بعد اس پر کوئی اور بحث نہیں ہو سکے گی سوائے اس کے کہ اصلی تحریک پیش کرنے والے رکن کو جواب دیا جا سکے۔

(22) غیر متعلق اور تکرار

اسپیکر کسی رکن کی تقریر پر ایوان کی توجہ دلانے کے بعد کہ وہ غیر متعلق باتیں کر رہا ہے' یا وہ اپنی تقریر میں اکتا دینے والی باتوں کی تکرار کر رہا ہے' اسے تقریر بند کرنے کی ہدایت دے سکتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد مقررہ رکن اپنی سیٹ پر بیٹھ جائے گا۔

(23) ہر تقریر کا مواد اسمبلی کے زمانے زیر بحث مواد سے متعلق ہوگا کوئی رکن اپنی تقریر میں:

(i) اسمبلی کے طریق کار کے خلاف جارحانہ اور ہتک آمیز الفاظ استعمال نہیں کرے گا۔

(ii) باغیانہ الفاظ استعمال نہیں کرے گا۔

یا

(iii) وہ اپنی تقریر کے حق کو اسمبلی کی کارروائی کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے استعمال نہیں کرے گا۔

(24) ارکان ایک بار سے زیادہ نہیں بولیں گے

کوئی رکن اسمبلی میں کسی تحریک پر ایک سے زیادہ بار تقریر نہیں کرے گا۔ سوائے اس کے کہ وہ جواب دے سکے گا یا اسپیکر نے اسے اجازت دے دی ہو یا وہ مباحثہ کا انداز اختیار کیے بغیر اپنی ذاتی وضاحت پیش کر سکے گا۔

(25) اسمبلی چیمبر میں داخلہ

اسمبلی چیمبر میں ارکان کے علاوہ دوسرے افراد کو داخل ہونے یا اسمبلی ہال کی گیلریوں میں داخل ہونے کی اجازت اسپیکر کے احکام کے مطابق ہوگی۔

(26) اسمبلی کی کارروائی کی رپورٹیں

سیکرٹری اسمبلی کی کارروائی کی تمام رپورٹیں تیار کرے گا اور وہ اسے چھاپنے اور ارکان اسمبلی میں تقسیم کرنے کا مجاز ہوگا۔

(27) بل پیش کرنے کی اجازت کی تحریک

(i) کوئی بھی رکن بل پیش کرنے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے سیکرٹری سے رابطہ پیدا کر سکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے اسے ایوان میں بل پیش کرنے کے دن سے کم از کم دو روز پہلے سیکرٹری کو اطلاع دینی ہوگی اور اس کے ساتھ ہی بل کی ایک کاپی بھی مہیا کرنا ہوگی۔

(ii) اگر بل پیش کرنے کی اجازت کے لیے تحریک کی مخالفت کی گئی تو اسپیکر ان دو ارکان کو اگر وہ اسے مناسب سمجھے گا جس نے تحریک پیش کی اور جس نے مخالفت کی اجازت دے گا کہ وہ وضاحتاً تقریر کریں اور مزید مباحثے کے بغیر اسے ایوان کے سامنے پیش کرے گا۔

(iii) اگر بل کو پیش کرنے کی اجازت مل گئی متعلقہ رکن اس بل کو پیش کرے گا۔

(iv) اسپیکر کسی بھی ترمیم کو پیش نہ کرنے کی ہدایت دے سکتا ہے جسے وہ بیکار یا مقصد سے بعید تصور کرتا ہو۔

(v) اسپیکر ترامیم پر رائے شماری کا وہی طریقہ اختیار کرے گا جسے وہ پسند کرے گا۔

(28) پیش ہونے کے بعد اشاعت

جونہی بل پیش کیا جائے گا' اسے سرکاری گزٹ میں شائع کر دیا جائے گا۔

(29) پیش ہونے کے بعد تحاریک

جب کوئی بل ایوان میں پیش ہوگا رکن انچارج اس بل میں مندرجہ ذیل تحاریک میں سے کوئی تحریک پیش کر سکے گا۔

(الف) اس بل پر اسمبلی میں فورا بحث ہو یا کسی اور دن جسے واضح کر دیا جائے' بحث کی جائے۔

(30) اسے کسی منتخب کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے بشرطیکہ اس وقت تک اس میں کوئی تحریک پیش نہ ہو۔ جب تک بل کی کاپیاں ارکان کو غور کے لیے نہیں مل جاتیں اور کوئی بھی رکن کسی بھی ایسی تحریک پر اعتراض کر سکتا ہے جسے تحریک پیش کرنے کے دن سے تین روز پہلے تک ارکان میں تقسیم نہ کیا گیا ہو۔ یہ اعتراض اس وقت تک قابل قبول ہوگا جب تک اسپیکر اپنے اختیارات سے کام لے کر اس ضابطے کو معطل نہ کر دے اور تحریک پیش کرنے کی اجازت دے دے۔

(31) جب تک اسپیکر کسی دوسرے رکن کو تحریک کا نوٹس دینے

والے رکن کی حیثیت اختیار کرنے کی اجازت نہ دے، بل میں کسی بھی تحریک پر غور نہیں کیا جائے گا یا اسے منظور نہیں کیا جائے اور نہ ہی بل کو منتخب کمیٹی کے سپرد کرنے کی تحریک منظور کی جائے گی۔

(32) رپورٹ پیش کرنے کے بعد طریق کار

(1) منتخب کمیٹی کی رپورٹ اسمبلی میں پیش ہونے کے بعد متعلقہ رکن تحریک پیش کر سکتا ہے کہ:

(الف) منتخب کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق بل پر غور کیا جائے خواہ کسی اور رکن کی طرف سے ہی طریق کار پر اعتراض ہی کیوں نہ ہو۔ اگر رپورٹ کی کاپی ارکان کے استعمال کے لیے مہیا نہیں کی گئی تو زیر غور لانے کے اس طریق کار پر اعتراض قابل قبول ہوگا۔ سوائے اس کے کہ اسپیکر رپورٹ پر غور کی اجازت دے دے یا

(ب) منتخب کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق بل دوبارہ غور کے لیے بھیج دیا جائے۔

(i) بغیر کسی تحریر کے یا

(ii) خاص خاص دفعات پر غور کے لیے یا صرف ترامیم پر غور کے لیے یا

(iii) منتخب کمیٹی کو ان ہدایات کے ساتھ کہ وہ اس بل پر خاص یا مزید دفعات کا اضافہ کرے۔

(2) اگر بل پیش کرنے والا رکن تحریک کرے کہ بل پر غور کیا جائے تو کوئی بھی دوسرا رکن یہ ترمیم پیش کر سکے گا کہ بل کو دوبارہ غور کے لیے منتخب کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔

(33) ترامیم کی تجویز

(i) جب بل پر غور کرنے کی تحریک پیش ہو چکے تو کوئی بھی رکن بل میں ترمیم کی تجویز پیش کر سکتا ہے۔

(ii) جو رکن ترمیم کی تجویز پیش کرنا چاہے گا، تو وہ ترمیم کی ایک کاپی کے ساتھ اسمبلی کے سیکرٹری کو اطلاع دے گا۔

(iii) سیکرٹری ہر رکن کو استعمال کے لیے ترمیم کی ایک ایک کاپی مہیا کرے گا۔

(34) ترامیم کی ترتیب

متعلقہ بل کی دفعات کی ترتیب کے مطابق ترامیم زیر غور آئیں گی اور ایسی کسی شخص کے متعلق جو قرارداد پیش ہوگی، اس کے مطابق یہ شق (یا جو بھی صورت ہو، یہ ترمیم شدہ شق، بل کا جزو سمجھی جائے گی)

(35) بل پر شق وار غور

بل کو زیر غور لانے کے متعلق جب کوئی قرارداد پیش ہوگی تو یہ سپیکر کی صوابدید پر ہوگا کہ وہ بل کو مکمل یا جزوی طور پر شق وار اسمبلی کے سامنے پیش کرے۔ اس صورت میں سپیکر ہر شق پر الگ بحث کی اجازت دے گا۔ ترامیم کے بعد متعلقہ شق کو بل کا جزو قرار دے دیا جائے گا۔

(36) بل کی منظوری

(i) بل پر غور مکمل ہونے کی بعد اگر بل میں کوئی ترمیم پیش نہیں ہوگی۔ تو ممبر انچارج فوراً قرارداد پیش کرے گا کہ بل کو منظور کر لیا جائے۔

(ii) اگر بل میں کوئی ترمیم کی جائے تو اس روز بل منظور ہونے کی قرارداد پر کوئی بھی رکن اعتراض کر سکے گا۔ اس صورت میں اس کا اعتراض اس وقت تک فائق سمجھا جائے گا جب تک کہ اسپیکر قرارداد پیش کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔

(iii) اعتراض کی صورت میں بل کو منظور کرنے کی قرارداد اگلے روز پیش کی جائے گی۔

(iv) بل کو منظور کرنے کی قرارداد پیش ہونے کے بعد کوئی بھی غیر رسمی ترمیم یا کسی ترمیم کے نتیجے میں پیش کی جانے والی ترمیم زیر بحث نہیں آ سکے گی۔

(37) بل کی واپسی

ممبر انچارج کسی مرحلہ پر بھی اپنا پیش کردہ بل واپس لینے کی قرارداد پیش کر سکتا ہے۔ بل واپس لینے کی اجازت ملنے کی صورت میں بل کے سلسلے میں کوئی مزید تحریک پیش نہیں کی جا سکے گی۔

(38) بل ختم ہو جائیں گے

ایک بل کی منظوری کے بعد اسمبلی میں اسی نوعیت کے زیر التوا تمام بل ختم ہو جائیں گے۔

(39) توثیق

اسمبلی میں آئینی بل کی منظوری کے بعد سیکرٹری بل کو توثیق کے لیے صدر مملکت کی خدمت میں پیش کرے گا۔ بل پر سپیکر کے دستخط ثبت ہوں گے۔

(40) اسمبلی کی کمیٹیاں

(i) اسمبلی بل کے متعلق سلیکٹ کمیٹی کے علاوہ جس قدر کمیٹیاں چاہے مقرر کر سکتی ہے اور انہیں موزوں ذمہ داری سونپ سکتی ہے۔

(ii) کمیٹی کے چیئرمین اور ارکان کا تقرر کمیٹی کی تشکیل کے وقت اسمبلی ہی کرے گی۔

(iii) سپیکر کمیٹی میں عارضی اسامی فوری طور پر نامزدگی کے ذریعے پر کر دیں گے۔

(iv) اگر کمیٹی کے کسی اجلاس میں چیئرمین غیر حاضر ہو گا تو ارکان اپنے میں سے کسی کو چیئرمین چن لیں گے۔

(v) ووٹوں کی تعداد مساوی ہونے کی صورت میں چیئرمین کا ووٹ فیصلہ کن ہو گا۔

(41) کمیٹی کا اختیار

(i) اسمبلی کی مقرر کردہ کمیٹی کسی رکن کی آسامی خالی ہونے کے باوجود کورم پورا ہونے کی صورت میں ان قواعد کے تحت کام کرنے کی مجاز ہو گی۔

(ii) کمیٹی ماہرین اور اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کے خواہاں خصوصی مفادات کے نمائندوں کے بیانات سنے گی۔

(42) کمیٹی کا کورم

(i) کمیٹی کے اجلاست کے کورم کے لیے ارکان کی ضروری تعداد کی تقرری اور کمیٹی کے رپورٹ پیش کرنے کی مدت کا تعین اسمبلی کرے گی۔

(ii) اگر سلیکٹ کمیٹی کے اجلاس کے مقررہ وقت پر یا کسی اجلاس کے دوران کورم پورا نہیں ہوتا تو کمیٹی کے چیئرمین کو کورم پورا ہونے تک یا پھر کسی اگلے دن پر اجلاس ملتوی کرنے کا اختیار ہو گا۔

(iii) اگر کمیٹی کا اجلاس ذیلی دفعہ (2) کے تحت یکے بعد دیگرے دو بار ملتوی کیا جائے گا تو چیئرمین اس حقیقت سے اسمبلی کو آگاہ کرے گا۔

(43) کمیٹیوں میں ووٹنگ

(i) کمیٹی کے سامنے پیش تمام مسائل کا فیصلہ اجلاس میں موجود ارکان کی اکثریتی رائے سے ہو گا۔

(ii) چیئرمین صرف ووٹوں کی تعداد مساوی ہونے کی صورت میں ووٹ کا حق استعمال کر سکے گا۔

(44) کمیٹیوں کی رپورٹیں

(i) کمیٹی کے سپرد جو کام ہو گا' اس کے متعلق یا سلیکٹ کمیٹی کی صورت میں اسے جو بل سپرد کیا جائے گا' اس سلسلے میں اسے رپورٹ پیش کرنا ہو گی۔

(ii) کمیٹی کا کوئی رکن اگر کسی نکتہ پر اختلاف رائے کا اظہار کرنا چاہے تو اسے رپورٹ پر دستخط کرتے وقت اپنا اعتراض اور یہ بھی تحریر کرنا چاہیے کہ وہ اپنے اعتراض کے ساتھ دستخط کر رہا ہے۔

(45) رپورٹ پیش کرنے کا طریقہ

(i) کمیٹی اپنی رپورٹ اسمبلی کے چیئرمین کو پیش کرے گی۔

(ii) سیکرٹری کمیٹی کی ہر رپورٹ کو بمعہ اعتراض کے اگر کوئی ہو' انگریزی میں چھپوا کر اسمبلی کے ہر رکن کو اس کی ایک نقل مہیا کرے گا۔ یہ رپورٹ سرکاری گزٹ میں بھی شائع کی جائے گی۔ سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ بمعہ بل کے شائع کی جائے گی۔

(46) کمیٹیوں کے اجلاس کا ایجنڈا اور نوٹس

(i) کمیٹی کے اجلاس کا وقت اور ایجنڈا کمیٹی کا چیئرمین متعین کرے گا۔

(ii) اجلاس کی اطلاع کمیٹی کے ہر رکن کو بھیجی جائے گی۔

(47) قواعد کی معطلی

ان قواعد پر عمل در آمد کے سلسلے میں اگر کوئی الجھن یا دشواری پیش آئے تو کوئی بھی رکن اسپیکر کی اجازت سے اسمبلی میں کسی خاص تحریک کے سلسلے میں کسی قاعدے کی معطلی کی تحریک پیش کر سکتا ہے۔ تحریک کی منظوری کی صورت میں متعلقہ قاعدہ معطل سمجھا جائے گا۔

(48) دشواریوں کا سدباب

سپیکر ان قواعد کی دفعات پر عمل در آمد کے سلسلے میں اگر کوئی دشواری محسوس کرے یا جہاں کسی معاملہ کے سلسلے میں ان قواعد میں کوئی موزوں دفعہ موجود نہ ہو تو اس صورت میں سپیکر ان قواعد کو جس طرح مناسب سمجھے' بروئے کار لا سکتا ہے۔ لیکن اس دشواری کے سدباب کے ساتھ ساتھ وہ ان قواعد کے منافی کوئی بات نہیں کر سکتا۔

اضافہ (ج)

عوامی لیگ کے چھ نکات

(عوامی لیگ کے منشور سے اقتباس)

پاکستان کی حکومت وفاقی ہو گی جس میں وفاق کے ہر یونٹ کو چھ نکاتی فارمولا کی بنیاد پر مکمل خود مختاری حاصل ہو گی۔

نکتہ نمبر 1: حکومت کا کردار فیڈرل اور پارلیمانی ہو گا۔ جس میں وفاقی مجلس قانون ساز اور وفاق میں شامل ہونے والے یونٹوں کی مجلس قانون

ساز کا انتخاب براہ راست طریقہ پر ہوگا جو بین الاقوامی بالغ حق رائے دہی کے مطابق ہوگا۔ اس وفاقی مجلس قانون ساز میں آبادی کی بنیاد پر نمائندگی ہوگی۔

نکتہ نمبر2: یہ وفاقی حکومت صرف دفاع اور خارجہ معاملات اور نکتہ نمبر3 میں کرنسی کے تحت آنے والے معاملات کی ذمہ دار ہوگی۔

نکتہ نمبر3: ملک میں دو علیحدہ علیحدہ کرنسیاں ہوں گی جو ملک کے ہر حصہ کے ہر علاقہ میں باہمی طور پر یا آزادانہ طور پر تبدیل کی جا سکیں گی۔ جو ایک وفاقی ریزرو سسٹم کے قیام کا باعث ہوں گی اور جس میں علاقائی وفاقی ریزرو بینک ہوگا جو کہ ایک ریجن سے دوسرے ریجن میں ذرائع اور سرمائے کی ناجائز منتقلی کو روکنے کی تدابیر اختیار کرے گا۔

نکتہ نمبر4: صیغہ مال سے متعلق پالیسی ان وفاقی یونٹوں کی ذمہ داری ہوگی۔ وفاقی حکومت کو دفاع اور خارجہ کے اخراجات پورے کرنے کے لیے مالیہ کے ذرائع پر مکمل اختیار دیا جائے گا۔ مالیہ کے یہ ذرائع خودبخود وفاقی حکومت کے تصرف میں اس نسبت کی بنیاد پر آ جائیں گے جس کا طریقہ کار آئین میں وضع کیا گیا ہوگا۔ اس قسم کی قانونی دفعات اس بات کی ضامن ہوں گی کہ وفاقی حکومت کی مالیہ سے متعلق ضروریات ہمیشہ پوری ہوتی رہیں۔ مقصد یہ ہے کہ وفاقی یونٹوں کی حکومت کا صیغہ مال پر پورا پورا اختیار ہے۔

نکتہ نمبر5: قانون میں اس بات کی گنجائش رکھی جائے گی کہ ہر وفاقی یونٹ جو زرمبادلہ کمائے، اس کا علیحدہ حساب رکھا جائے۔ ان سب پر نمائندہ حکومتوں کے وفاقی یونٹ کا کنٹرول ہوگا۔ وفاقی حکومتوں کے زرمبادلہ کی ضروریات وفاقی یونٹوں کی حکومتیں پوری کریں گی۔ آئین میں جو طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے، اس کے تناسب کی بنیاد پر یہ ضرورتیں پوری کی جائیں گی۔ علاقائی حکومت کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ آئین کے مطابق بیرونی امداد اور بیرونی تجارت کے لیے آئین کی حدود کے اندر رہتے ہوئے گفت و شنید کر سکے اور یہ وفاقی حکومت کی ذمہ داری ہوگی۔

نکتہ نمبر6: وفاق شدہ یونٹوں کی حکومت کو ملیشیا اور پیرا ملٹری فورس رکھنے کا اختیار حاصل ہوگا تاکہ وہ ملک کی حفاظت کی موثر تدابیر اختیار کر سکیں۔

اضافہ (د)

عوامی لیگ کے احکام، مارچ 1971ء

7 مارچ 1971ء کو شیخ مجیب الرحمن نے عدم تشدد اور عدم تعاون کی تحریک کو (جو 2 مارچ کو شروع کی گئی تھی) اس وقت تک جاری رکھنے کے لیے ہفتہ بھر کے پروگرام کا اعلان کیا۔ جب تک کہ فوری طور پر مارشل لاء اٹھانے اور منتخب نمائندوں کو انتقال اقتدار کے مقاصد پورے نہیں ہو جاتے۔ پروگرام حسب ذیل تھا:

(i) ٹیکس ادا نہ کرنے کی مہم جاری رکھی جائے۔

(ii) بنگلہ دیش بھر میں سیکرٹریٹ، سرکاری اور نیم سرکاری دفاتر، عدالت ہائے عالیہ اور دوسری عدالتوں کو ہڑتال کرنی چاہیے۔ وقتاً فوقتاً مناسب مستثنیات کا اعلان کیا جائے گا۔

(iii) ریلوے اور بندرگاہوں کو کام جاری رکھنا چاہیے۔ لیکن ریلوے اور بندرگاہوں کے کارکنوں کو اس صورت میں تعاون نہیں کرنا چاہیے۔ اگر ریلوے اور بندرگاہیں عوام کے خلاف تشدد جاری رکھنے کے لیے مسلسل افواج کی نقل و حمل کے لیے استعمال میں لائی جاتی ہیں۔

(iv) ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات کو ہمارے بیانات کا مکمل متن شائع کرنا چاہیے اور عوامی جدوجہد کے متعلق خبروں کو دبا نہیں دینا چاہیے۔ وگرنہ ان اداروں میں کام کرنے والے بنگالی تعاون نہیں کریں گے۔

(v) صرف مقامی اور بین الاضلاعی ٹرنک کالیں ہو سکیں گی۔

(vi) تمام تعلیمی ادارے بند رہیں گے۔

(vii) بینک، سٹیٹ بینک یا دوسرے ذرائع سے بھی مغربی بازو کے بینکوں سے ترسیل زر کا کاروبار نہیں کر سکیں گے۔

(viii) ہر روز تمام عمارتوں پر سیاہ جھنڈے لہرائے جائیں گے۔

(ix) تمام دیگر سطحوں پر سے ہڑتال ہٹا لی جاتی ہے لیکن مکمل ہڑتال کا اعلان حالات پر انحصار رکھتے ہوئے کسی بھی لمحے کیا جا سکتا ہے۔

(x) مقامی عوامی لیگ کی رہنمائی میں ہر یونین، ہر محلّہ، ہر تھانہ، ہر سب ڈویژن اور ضلع میں ایک سنگرام پریشد منظم کی جائے گی۔

(2)

8 مارچ 1971ء کو مشرقی پاکستان عوامی لیگ کے سیکرٹری جنرل جناب تاج الدین احمد نے شیخ مجیب الرحمن کے حکم کے مطابق مستثنیات اور وضاحتوں کے بارے میں مندرجہ ذیل بیان دیا:

(i) بینک 9 بجے صبح سے ساڑھے 12 بجے دوپہر تک بنکاری کے لیے کھلے رہیں گے اور انتظامی مقاصد کے لیے بنک 3 بجے تک کھلے رہیں گے۔ بینک صرف رقمیں جمع کرنے، بنگلہ دیش میں بنکوں کے درمیان حساب کتاب اور مندرجہ ذیل مقاصد کے لیے نقد رقم کا لین دین کریں گے۔

(الف) تنخواہوں اور اجرتوں کی ادائیگی اسی طرح جاری رہے گی

جیسا کہ گزشتہ ہفتے جاری رہی۔

(ب) قانونی طور پر ذاتی حساب میں سے صرف ایک ہزار کی رقم نکلوائی جا سکتی ہے۔

(ج) چالو ملوں اور فیکٹریوں کے ضروری صنعتی خام مال کی خرید کے لیے ان میں گنا' چینی بنانے والے کارخانوں کے لیے اور پٹ سن' جیوٹ ملوں کے لیے شامل ہیں۔ سٹیٹ بینک یا کسی بھی دوسرے ذریعے سے بنگلہ دیش سے باہر کوئی رقم نہیں بھیجی جا سکے گی۔

(ii) سٹیٹ بینک مذکورہ بنکاری کے کاروبار کے سوا کسی بھی دوسرے مقاصد کے لیے کھلا نہیں رہے گا۔

(iii) مشرقی پاکستان واپڈا کے صرف وہی شعبے کام کریں گے جو بجلی فراہم کرتے ہیں۔

(iv) صرف کیمیاوی کھاد اور ٹیوب ویلوں کو ڈیزل کی فراہمی کے لیے بھٹوں کے لیے کوئلہ کی فراہمی پٹ سن اور چاول کے بیجوں کی تقسیم اثر انداز ہوگی۔

(v) خوراک کی فراہمی کے لیے نقل و حمل جاری رہے گی۔

(vi) خزانہ اور اکاؤنٹنٹ جنرل کا دفتر صرف مذکورہ بالا مقاصد میں سے کسی کے لیے چالان منظور کرنے کے لیے کھلا رہے گا۔

(vii) طوفان زدہ علاقوں میں امداد اور بحالیات کا کام جاری رہے گا۔

(viii) ڈاک خانہ اور تار گھر کے دفاتر بنگلہ دیش کے اندر خطوط' تاریں' اور منی آرڈروں کے لیے کھلے رہیں گے۔ صرف پریس' ٹیلی گرام بنگلہ دیش کے باہر بھیجی جا سکتی ہیں۔ پوسٹ آفس سیونگ بینک کھلا رہے گا۔

(ix) ای' پی' آر' ٹی' سی تمام بنگلہ دیش میں کام کرے گی۔

(x) پانی اور گیس کی فراہمی جاری رہے گی۔

(xi) حفظان صحت کی خدمات جاری رہیں گی۔

(xii) پولیس قانون اور احکامات کو برقرار رکھنے کے لیے اپنا فرض ادا کرے گی۔ اگر ضرورت پڑی تو عوامی لیگ کے رضاکار ان کی مدد کریں گے۔

(xiii) نیم سرکاری ادارے ماسوائے جو مستثنیٰ قرار دیے گئے ہیں' ہڑتال جاری رکھیں گے۔

(xiv) وہ تمام رعایتیں جو گزشتہ ہفتے منظور کی گئی تھیں' اسی طرح برقرار رہیں گی۔

(3)

14 مارچ 1971ء کو شیخ مجیب الرحمٰن نے ایک بیان جاری کیا جس نے گزشتہ تمام احکام کو منسوخ کر دیا۔ اس نے کہا:

"15 مارچ 1971ء سے شروع ہونے والی کارروائی کا تمام پروگرام احکام کی صورت میں نیچے دیا گیا ہے۔ نیچے دیے گئے تمام احکام کی بناء پر گزشتہ تمام احکام مستثنات اور وضاحتیں منسوخ ہو جاتی ہیں۔

اراکین حکومت

حکم نمبر1: مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے سرکاری اور نیم سرکاری دفاتر' خودمختار ادارے' عدالت عالیہ اور دوسری تمام عدالتیں بنگلہ دیش بھر میں نیچے دیے گئے مخصوص احکامات کے تحت ہڑتال کریں گی اور ایسی رعایتیں اور وضاحتیں جیسا کہ وقتاً" فوقتاً" دی جا سکتی ہیں۔

تعلیمی ادارے

حکم نمبر2: تمام بنگلہ دیش میں تعلیمی ادارے بند رہیں گے۔

امن و امام قائم رکھنا

حکم نمبر3: (الف) ڈپٹی کمشنر اور سب ڈویژنل افسران اپنے دفاتر کھولے بغیر امن و امان کے سلسلے میں اپنے فرائض ادا کریں گے۔ اس کے علاوہ ان کو دوسرے فرائض بھی ادا کرنے ہوں گے جن میں ترقیاتی کام بھی شامل ہوں گے جو مندرجہ بالا احکام کے ساتھ شامل کیا جا سکتا ہے۔ یہ افسران اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے عوامی لیگ سنگرام پریشد سے اپنی اپنی سطح پر باقاعدہ تعاون اور رابطہ قائم رکھیں گے۔

(ب) پولیس امن و امان قائم رکھنے کا فرض بدستور ادا کرے گی اور اگر ضروری ہوا تو عوامی لیگ کے رضاکار اس سلسلے میں پولیس کی مدد کریں گے۔

(ج) جیلوں کے کارکن اور جیلوں کے دفاتر حسب دستور کام کرتے رہیں گے۔

(د) انصار بدستور اپنے فرائض ادا کرتے رہیں گے۔

سمندری اور دریائی بندرگاہیں

حکم نمبر4: بندرگاہوں پر کام کرنے والے تمام کارکن اور افسر بدستور کام کرتے رہیں گے جس میں بحری جہازوں کو کھینچ کر بندرگاہ تک لانا اور بندرگاہ سے گہرے سمندر تک بھی لے جانا شامل ہے لیکن اس سلسلے میں دفاتر کے وہی شعبے کام کریں گے' جن کا تعلق بندرگاہوں میں آنے والے اور بندرگاہوں سے جانے والے جہازوں سے ہے۔ بہرحال فوجوں کی نقل و حرکت اور گولہ بارود وغیرہ لانے اور لے جانے کے لیے مندرجہ بالا کارکن اور افسران کام نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ گولہ اور بارود اور فوجی نقل و حرکت (بنگالی) عوام کو کچلنے کے لیے استعمال کیا جا

سکتا ہے۔ جن جہازوں میں بنگلہ دیش کے لوگوں کے لیے اناج لدا ہو گا' ان کو خاص طور پر اور دوسرے جہازوں سے عام طور پر سامان اتارنے میں بھرپور کوشش کی جائے گی۔ بندرگاہ کے ذمہ دار افراد جہازوں سے بقایا جات اور بندرگاہ پر ٹھہرنے کے اخراجات وصول کریں گے۔ دریائی بندرگاہوں کے ذمہ دار افراد بندرگاہ کے اخراجات اور دوسرے واجبات وصول کریں گے۔

در آمدات

حکم نمبر5: در آمد شدہ تمام سامان تندہی اور تیزی سے بندرگاہوں پر اتارا جائے گا۔ اس سلسلے میں کسٹم کے ضروری شعبے بدستور کام کریں گے اور کسٹم ڈیوٹی وصول کر کے یہ در آمدی سامان اندرون ملک بھیجنے کے لیے راہ ہموار کریں گے۔ یہ ڈیوٹی ادا کرنے کے لیے ایسٹرن بینکنگ کارپوریشن لیمٹڈ اور ایسٹرن مرکنٹائل بینک لیمٹڈ میں سپیشل اکاؤنٹ میں جمع کروانے ہوں گے۔ یہ بینک کلکٹر آف کسٹم کی زیرنگرانی کام کرینگے اور کلکٹر آف کسٹم بنکوں میں جمع شدہ اکاؤنٹ عوامی لیگ کے احکام کے مطابق استعمال کرے گا جو وقتاً" فوقتاً" جاری کیے جائیں گے۔ یہ رقوم مرکزی حکومت کے اکاؤنٹ میں جمع نہیں کی جائیں گی۔

ریلوے

حکم نمبر6: ریلوے بدستور کام کرتی رہے گی لیکن ریلوے کے وہی افسر اور کارکن کام کریں گے جو کہ ریلوے کو چلانے کے لیے کافی ہوں لیکن فوجوں کی نقل و حرکت اور ایسی سامان کی نقل و حرکت جس سے (بنگالی) عوام کو دبایا جا سکے کے سلسلے میں کوئی تعاون نہیں کیا جائے گا۔ ریلوے اناج کو ملک کے اندرونی حصے تک پہنچانے کے لیے ویگنوں کو اولیت دے گی۔

روڈ ٹرانسپورٹ

حکم نمبر7: مشرقی پاکستان روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن (ای پی آر ٹی سی) تمام بنگلہ دیش میں بدستور کام کرتی رہے گی۔

دریائی نقل و حمل

حکم نمبر8: مشرقی پاکستان بحری کارپوریشن (ای۔ پی۔ ایس۔ سی) اور دریائی ٹرانسپورٹ اور آئی ڈبلیو ٹی کا ضروری عملہ دریائی اور بحری نقل و حمل کو برقرار رکھنے کے لیے کام کرے گی لیکن فوجوں کی نقل و حرکت اور ایسے سامان کی نقل و حرکت میں تعاون نہیں کیا جائے گا جو (بنگالی) عوام کو دبانے میں کام لایا جا سکتا ہو۔

ڈاک اور تار

حکم نمبر9: ڈاک اور تار کا محکمہ فقط بنگلہ دیش کے اندرونی علاقوں کی حد تک تاریں پہنچانے' خط پہنچانے اور منی آرڈر پہنچانے کا کام کرے گا لیکن ہر قسم کے غیر ملکی خطوط اور تاریں ان ممالک کو واپس کر دی جائیں گی' جہاں سے وہ بھیجی گئیں۔ بین الصوبائی ٹیلی پرنٹر پیر' منگل' بدھ' جمعرات کو فقط ایک گھنٹے کے لیے تین اور چار بجے کے درمیان کام کریں گے تاکہ بینک ان پیغامات کا تبادلہ کر سکیں۔ جن کی اجازت حکم نمبر25 میں دی گئی ہے۔ بین الصوبائی اخباری ٹیلیگرام بھیجے جا سکیں گے۔

ٹیلیفون

حکم نمبر10: فقط بنگلہ دیش کے اندرونی حصوں میں ٹرنک کال اور عام کالوں کی اجازت ہوگی۔ نظام کو چلانے کے لیے ضروری عملہ کام کرے گا۔

ریڈیو ٹیلیویژن اور اخبارات

حکم نمبر11: ریڈیو' ٹیلی ویژن اور اخبارات بدستور کام کرتے رہیں گے اور عوامی تحریک کے سلسلے میں تمام بیانات اور خبریں دی جائیں گی۔ بصورت دیگر ان اداروں میں کام کرنے والے افراد تعاون نہیں کریں گے۔

صحت و صفائی کا محکمہ

حکم نمبر12: تمام ہسپتال صحت کے مراکز' صحت و صفائی کے شعبے' بشمول جیل' ہسپتال تپ دق کے علاج کے مراکز' ہیضے کا تحقیقی مرکز بدستور کام کریں گے۔ مرکزی میڈیکل سٹور بھی کام کرتا رہے گا اور تمام ہسپتالوں کو شہری ہسپتالوں کو دیہاتی ہسپتالوں کو اور صحت کے مراکز کو دوائیں اور ضروری ساز و سامان بھیجتا رہے گا۔

بجلی کی فراہمی

حکم نمبر13: مشرقی پاکستان کا واپڈا بدستور وہ کام کرتا رہے گا جو کہ بجلی کی فراہمی کے لیے' مرمت کے لیے اور بجلی کے نظام کو درست رکھنے کے لیے ضروری ہے۔

پانی اور گیس کی فراہمی

حکم نمبر14: گیس اور پانی کی فراہمی کا کام جاری رہے گا اور اس سلسلے میں مرمت کرنے کے انتظامات برقرار رہیں گے۔

کوئلے کی فراہمی

حکم نمبر15: اینٹوں کے بھٹوں کے اور دیگر ضروری استعمال کے لیے کوئلے کی فراہمی جاری رہے گی۔

فراہمی خوراک

حکم نمبر16: اناج کی درآمد تقسیم اور ذخیرہ کاری اور اناج کو اندرون ملک بھیجنے کے کام کو اولیت دی جائے گی اور اس سلسلے میں نقل و حمل کی سہولتیں، ویگنوں، کشتیوں، ٹرکوں وغیرہ کی فراہمی کو بھی اولیت دی جائے گی۔

زرعی سرگرمیاں

حکم نمبر17: (الف) چاول اور پٹ سن کے بیج کی فراہمی، نقل و حمل اور تقسیم کا کام بدستور جاری رہے گا اور زرعی فارم چاول کا تحقیقاتی مرکز اور اس کے تمام منصوبوں پر کام ہوتا رہے گا۔

(ب) پاور پمپ کی تقسیم، نقل و حمل اور ان کو چلانے کا کام بدستور کیا جاتا رہے گا اور اس کے ساتھ تیل، پٹرول، پرزے اور پلانٹ کی فراہمی جاری رہے گی اور پاور پمپ کو چلانے اور ان کی مرمت کے شعبے کھلے رہیں گے۔

(ج) مشرقی پاکستان کواپریٹو بینک، سنٹرل کواپریٹو بینک اور ان کی ایجنسیاں اور تھانہ سنٹرل کواپریٹو ایسوسی ایشن اور ان سے منسلک امداد باہمی کی تنظیمیں بدستور کام کریں گی۔

(د) ٹیوب ویل لگانا اور آب پاشی کے دوسرے انتظامات (جس میں نہروں کی دیکھ بھال بھی شامل ہے) بدستور جاری رہیں گے۔

(ر) طوفان زدہ علاقوں میں بلا سود قرضے دیے جاتے رہیں گے۔ کسانوں کو زرعی ترقیاتی بینک کے قرضے جاری رہیں گے۔ دوسرے بینکوں کے قرضے بھی جاری رہیں گے۔

(س) اے ڈی بی پی کا ادارہ ذخیرہ کیے جانے والے آلوؤں کی خرید کے لیے رقوم فراہم کرے گا۔

سیلاب کی روک تھام اور شہروں کی حفاظت

حکم نمبر18: مشرقی پاکستان واپڈا اور دوسرے ادارے بڑی مستعدی سے سیلاب کی روک تھام اور سیلاب سے شہروں کے بچاؤ کے لیے تیزی کے ساتھ کام کریں گے اور اس سلسلے میں مشینری اور ساز و سامان کی نقل و حرکت کا بندوبست جاری رکھا جائے گا۔ ڈریجروں کے چلانے اور مرمت کے کام کو جاری رکھا جائے گا۔ اس سلسلے میں ٹھیکیداروں کو سرکاری یا غیر سرکاری اداروں کی جانب سے رقوم کی فراہمی جاری رہے گی۔

تعمیر و ترقی کا کام

حکم نمبر19: سرکاری و نیم سرکاری اداروں اور غیر ملکی امداد سے بننے والی سڑکوں اور پلوں کے کام کو بڑی تیزی اور تندہی سے پورا کیا جائے گا۔ ٹھیکیداروں کو رقوم کی ادائیگی حسب دستور حکومت کی طرف سے جاری رہے گی۔ حکومت کی طرف سے تعمیراتی سامان اور دوسری اشیاء (جن کا معاہدہ کیا گیا ہو) فراہم کی جائیں گی۔

امدادی کام اور بحالیات

حکم نمبر20: طوفان زدہ علاقوں میں امدادی کام اور بحالیات کی سرگرمیاں جاری رہیں گی جس میں پشتے بنانا اور ترقیاتی کام بھی شامل ہے۔ اس سلسلے میں سرکاری اداروں اور نجی اداروں کی جانب سے رقوم کی ادائیگی بدستور کی جائے گی۔

مشرقی پاکستان کی صنعتی ترقیاتی کارپوریشن اور ای پی ایس آئی سی کے کارخانے اور ایسٹرن ریفائنری

حکم نمبر21: مشرقی پاکستان کی صنعتی ترقیاتی کارپوریشن اور ای پی ایس آئی سی کے کارخانے بدستور چلتے رہیں گے اور پیداوار زیادہ سے زیادہ بڑھانے کی کوشش کی جائے گی۔ مشرقی پاکستان کی صنعتی ترقیاتی کارپوریشن اور ای پی ایس آئی سی کے وہ شعبے جو رقوم کی فراہمی اور کارخانے چلانے کے لیے سامان کی خریداری کا کام کرتے ہیں، بدستور کام کرتے رہیں گے۔ ایسٹرن ریفائنری لمیٹڈ کا ادارہ بھی کام کرتا رہے گا۔

اجرتوں اور تنخواہوں کی ادائیگی

حکم نمبر22: سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کے ملازموں اور کارکنوں کو اور سکولوں کے اساتذہ کو تنخواہیں اور اجرتیں باقاعدگی سے ادا کی جائیں گی۔ یہ تنخواہیں اور اجرتیں روزانہ ہفتہ وار، پندرھواڑے اور ماہوار یعنی ہر طرح کی میعاد کے لیے ادا کی جائیں گی۔ (جب بھی ان کا استحقاق ہو) سیلاب سے متاثرہ افراد کے لیے جن رقوم کی اجازت دے دی گئی ہے، ان کی ادائیگی کی جائے گی اور اس کے ساتھ گزشتہ تنخواہیں اور اجرتیں جو وصول نہیں کی گئی ہیں وہ بھی ادا کی جائیں گی۔ تنخواہیں اور اجرتیں دینے کے لیے سرکاری اور نیم سرکاری اداروں میں ضروری شعبے کام کرتے رہیں گے۔

پنشن حاصل کرنے والے افراد

حکم نمبر23: پنشن پانے والے تمام افراد (جس میں سابق فوجی بھی شامل ہیں) کو مقررہ تاریخ کو پنشن ملتی رہے گی۔

اکاؤنٹنٹ جنرل مشرقی پاکستان اور سرکاری خزانہ

حکم نمبر 24: بلوں کی ادائیگی کے لیے ضروری اور مختصر سٹاف کام کرے گا اور اس لین دین کی ادائیگی کرے گا جس کے لیے احکامات نافذ کیے گئے ہیں۔

بینک

حکم نمبر 25: (الف) تمام بینک 9 سے 12 بجے تک کھلے رہیں گے۔ بنکوں کا انتظامی کام حسب دستور 4 بجے تک ہوتا رہے گا لیکن جمعہ اور ہفتے کو بینک 9 سے 11 بجے اور انتظامی امور کے لیے ساڑھے بارہ بجے تک کام کریں گے۔ روپے پیسے کے لین دین کا حساب کتاب حسب سابق رکھا جائے گا۔

(ب) بینک اپنا کاروبار جاری رکھیں گے اور ہر رقم کو ڈپازٹ کریں گے۔ بنگلہ دیش کے اندر بینک آپس میں حساب کتاب جاری رکھیں گے۔ بنگلہ دیش کے اندر کسی رقم کو ایک بینک سے دوسرے بینک میں منتقل کرنے کی اجازت ہوگی۔ مغربی پاکستان سے ٹی ٹی یا تو اس کے ذریعے آنے والی رقوم قبول کی جائیں گی۔ کیش رقوم بھی قبول کی جائیں گی لیکن اس سلسلے میں مندرجہ ذیل پابندیوں کا خیال رکھنا ہوگا:

(i) تنخواہوں اور اجرتوں کی ادائیگی، تنخواہوں کے بل، ان تنخواہوں کے بلوں پر ادا کی جائے گی جن کو متعلقہ کارکنوں کا نمائندہ پیش کرے گا۔ اجرتیں حاصل کرنے کے چیک کے ساتھ اجرتوں کا رجسٹر پیش کرنا ہوگا۔

(ii) بینک میں جائز رقم ڈپازٹ کرنے والے افراد ہفتے میں زیادہ سے زیادہ ایک ہزار روپیہ نکلوا سکیں گے۔

(iii) صنعتی خام مال کی خریداری کے سلسلے میں جس میں گنا اور پٹ سن شامل ہے رقوم کی ادائیگی کی جا سکتی ہے۔

(iv) کسی بھی جائز تجارتی مقصد کے لیے ایک ہفتے میں دس ہزار روپے کی ادائیگی کی جا سکتی ہے۔ اس میں بنگلہ دیش کے صارفین کے لیے اشیاء کی خریداری بھی شامل ہے۔

(v) مستند ٹھیکیدار جو ترقیاتی منصوبوں کا کام کر رہے ہوں، وہ ساز و سامان کی خریداری اور تعمیراتی اشیاء کی خریداری کے لیے رقمیں نکلوا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اس چیک کے ساتھ ادارے کا سرٹیفکیٹ ہو جس کی نگرانی میں یہ ترقیاتی یا تعمیراتی کام جاری ہے۔ اس سرٹیفکیٹ میں یہ بتایا جائے کہ بینک سے نکلوائے جانے والی رقم اسی مقصد کے لیے استعمال کی جا رہی ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

(ج) کراس چیک اور کراس ڈیمانڈ ڈرافٹ کسی بھی حد تک جاری کیے جا سکتے ہیں اور بنگلہ دیش کے اندر کسی بھی اکاؤنٹ میں جمع کرائے جا سکتے ہیں۔

(د) سٹیٹ بینک آف پاکستان اور نیشنل بینک آف پاکستان تمام بنگلہ دیش کے اندر ٹی ڈسکونٹ کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ اس معاملے میں رقوم کی ادائیگی ڈھاکہ میں ہوگی۔ وہ بینک جن کے ہیڈ آفس مغربی پاکستان میں ہیں، رقوم حاصل کر کے سٹیٹ بینک آف پاکستان اور نیشنل بینک آف پاکستان کو دی جانے والی رقوم کی ادائیگی ڈھاکہ میں کریں گے۔

(ر) جس طرح کہ مندرجہ بالا (د) میں بیان کیا گیا کہ بین الصوبائی ٹیلی پرنٹر، پیر منگل بدھ اور جمعرات کو ایک گھنٹے کے لیے تین اور چار بجے کے درمیان مندرجہ ذیل مقاصد کے لیے کام کر سکیں گے:

(i) پیر اور بدھ کے روز تین اور چار بجے کے درمیان ہر کمرشل بینک رقوم حاصل کرنے کے لیے ایک پیغام بھیج سکے گا۔

(ii) منگل اور جمعرات کے دن تین اور چار بجے کے درمیان ہر کمرشل بینک ایک پیغام بھیج کر رقوم بھیجنے کی اطلاع وصول کریں گے۔

(س) بنگلہ دیش کے اندر تمام مقامی ٹیلی پرنٹر بدستور کام کرتے رہیں گے۔

(ص) بنگلہ دیش کے مقامی بلوں کی رقم وصول کی جا سکے گی لیکن ان کی ادائیگی کراسس چیک یا کراس ڈرافٹ کے ذریعے ہونی چاہیے۔

(ط) مستند تاجر غیر ملکی ٹریولر چیک قبول کر کے ان کی ادائیگی کر سکتے ہیں۔

(ع) غیر ملکی سفارتی افراد کو اپنے حساب کتاب اور اپنے لین دین کی اجازت ہوگی۔ غیر ملکی افراد اپنے زرمبادلہ کا لین دین کر سکتے ہیں۔

(ف) بینکوں کے لاکر کا استعمال نہیں ہوگا۔

(ق) سٹیٹ بینک آف پاکستان کے ذریعے اور کسی اور ذریعے کوئی رقم بنگلہ دیش سے باہر نہیں بھیجی جائے گی۔

(ک) درآمد و برآمد کے سلسلے میں) جاری کیے گئے لائسنس پر لیٹر آف کریڈٹ کھولے جا سکتے ہیں۔

(ل) مال کے بدلے مال (اس حالت میں جبکہ مال جہازوں پر لاد دیا گیا ہو) کی ادائیگی کی جائے گی۔

(م) برآمد کے بل ایسٹرن مرکنٹائل بینک لیٹڈ اور ایسٹرن بینکنگ کارپوریشن لیٹڈ کے ذریعے وصول کیے جائیں گے۔ یہ بینک ان احکامات کی پیروی کریں گے جو کہ وقتاً فوقتاً انہیں دیے جائیں گے۔

سٹیٹ بینک

حکم نمبر 26: سٹیٹ بینک انہی اوقات پر کام کرے گا جن پر دوسرے تمام بینک کام کر رہے ہوں گے۔ سٹیٹ بینک مندرجہ بالا تمام پابندیوں کو بروئے کار لانے کے لیے کھلا رہے گا۔ (پی فارم جاری کیے جا سکتے ہیں۔

اور غیر ممالک میں منظور شدہ رقوم طالب علموں اور دوسرے افراد کو بھیجی جا سکتی ہیں)

کنٹرولر درآمد و برآمد

حکم نمبر27: بنگلہ دیش میں اشیاء کی درآمد کے لیے کنٹرولر درآمد و برآمد کا دفتر کھلا رہے گا اور درآمد کے لائسنس بھی جاری کرے گا اور اس سے متعلقہ تمام کام سرانجام دے گا۔

ٹریول ایجنٹ اور بیرونی کمپنیاں

حکم نمبر28: تمام ٹریول ایجنٹ اور بیرونی فضائی کمپنیاں اپنا کاروبار جاری رکھ سکتی ہیں۔ ان کی آمدنی بنگلہ دیش کے اندر کسی بینک میں جمع کرانی ہوگی۔

آگ بجھانے کا ادارہ

حکم نمبر29: بنگلہ دیش میں آگ بجھانے کے تمام ادارے کام کرتے رہیں گے۔

بلدیاتی ادارے

حکم نمبر30: بلدیات کے وہ شعبے جن کا کام ٹرکوں کے ذریعے گندگی اٹھانا' سڑکوں پر روشنی کرنا' جھاڑو دینا اور دوسرا صحت و صفائی کا کام سر انجام دینا ہے' وہ شعبے بدستور کام کرتے رہیں گے۔

ٹیکس نہ دینے کی مہم

حکم نمبر31: (الف) (i) جب تک کہ کوئی دوسرا حکم جاری نہ کیا جائے' اس وقت تک کسی زمین کا مالیانہ ادا نہیں کیا جائے گا۔

(ii) بنگلہ دیش میں پیدا ہونے والے نمک پر ایکسائز ڈیوٹی نہیں دی جائے گی۔

(iii) بنگلہ دیش میں پیدا ہونے والے تمباکو کی صنعتی پیداوار پر کوئی ٹیکس نہیں دیا جائے گا۔

(iv) دستی کھڈیاں چلانے سے سوتی دھاگہ ایکسائز ڈیوٹی دیے بغیر خریدا جا سکے گا۔ سوتی دھاگے کی ملیں اور سوتی دھاگے کے تاجر دھاگہ ڈیوٹی ادا کیے بغیر والی قیمت پر بیچیں گے۔

(ب) مندرجہ بالا احکامات کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام صوبائی ٹیکس جس میں تفریحی ٹیکس ہاٹ پر لگائے جانے والا ٹیکس' بازاروں' پلوں اور تالابوں کا ٹیکس بدستور وصول کیا جائے گا اور یہ رقوم بنگلہ دیش کی حکومت کے نام پر جمع کرائے جائیں گے۔

(ج) تمام مقامی ٹیکس جس میں چنگی بھی شامل ہے' باقاعدہ ادا کرنے ہوں گے۔

(د) تمام بالواسطہ مرکزی ٹیکس (جس میں کسٹم ڈیوٹی' ایکسائز ڈیوٹی' سیلز ٹیکس جو کہ مرکزی حکومت کی طرف سے وصول کیے جاتے تھے) اب وصول تو کیے جائیں گے لیکن ان کو مرکزی حکومت کے اکاؤنٹ میں شامل نہیں کیا جا سکے گا۔ ایسی رقوم ایسٹرن مرکنٹائل بینک لیمٹڈ اور ایسٹرن بینکنگ کارپوریشن لیمٹڈ بھی "حساب خاص" میں جمع کرائی جائیں گے۔ یہ ٹیکس وصول کرنے والے تمام ادارے ان احکامات پر عمل کریں گے اور ان احکامات پر بھی جو اس سلسلے میں وقتاً فوقتاً جاری کیے جائیں گے۔

(ر) براہ راست مرکزی ٹیکس مثلاً انکم ٹیکس تا حکم ثانی وصول نہیں کیے جائیں گے۔

پاکستان انشورنس کارپوریشن اور انشورنس کمپنیاں

حکم نمبر32: پاکستان انشورنس کارپوریشن اپنا کام جاری رکھے گی۔ تمام انشورنس کمپنیاں بھی اپنا کام جاری رکھیں گی۔ پوسٹل لائف انشورنس کا کام بھی جاری رہے گا۔

نجی تجارتی و صنعتی ادارے اور دکانیں

حکم نمبر33: تمام تجارتی و صنعتی ادارے اور دکانیں بدستور کام کرتے رہیں گے۔

کالے جھنڈے

حکم نمبر34: تمام گھروں پر کالے جھنڈے لہرانے کی مہم جاری رہے گی۔

سنگرام پریشد

حکم نمبر35: سنگرام پریشد پوری سرگرمی سے ہر سطح پر اپنا کام جاری رکھے گی اور ان احکامات پر عمل درآمد کے لیے مناسب اقدامات کرے گی۔

(4)

15 مارچ 1971ء کو عوامی لیگ کی طرف سے مندرجہ ذیل "وضاحت" جاری کی گئی:

عام وضاحت

(اے) جاری کیے گئے احکام کے سلسلے میں سپلائز اور انسپکشن کے ادارے کے ضروری شعبے سیمنٹ' بوریاں' امدادی سامان وغیرہ کے

حصول کے لیے کام کرتے رہیں گے۔
(بی) کسٹم اور ایکسائز کے محکمے اور اس کی ذیلی شاخوں کے ملازم اپنے فرائض کی بجا آوری کے لیے باقاعدہ حاضری دیں گے۔

خصوصی احکام کی وضاحت

حکم نمبر4: جن صورتوں میں دوسرے ملوں کو برآمد کے لیے لیٹر آف کریڈٹ کھولے گئے ہیں ان کے برآمدی بل حکم نمبر25 کی دفعہ (م) کے مطابق وصول کیے جائیں گے۔
حکم نمبر5: فضائی ذریعوں سے درآمد جاری رہے گی۔ محکمہ کسٹم کے ضروری شعبے کام کرتے رہیں گے۔
حکم نمبر16: اناج کی تقسیم کاری کے لیے اگر شیڈ میسر نہ ہوں تو کھلی جگہ کو بھی استعمال کیا جا سکے گا۔
حکم نمبر19: سڑکوں کی دیکھ بھال اور مرمت کا کام جاری رہے گا۔
حکم نمبر 20: طوفان زدہ علاقوں کے لیے ایک ٹرانسپورٹ سیل امدادی سامان پہنچانے کا کام کرے گا۔
حکم نمبر25: بینکوں کو اجازت ہوگی بنگلہ دیش کے اندر بینک گارنٹی جاری کرے گا۔
حکم نمبر31: تمام صوبائی ٹیکس اسی انداز میں ادا کیے جائیں گے، جس طرح کہ پہلے ادا کیے جاتے ہیں۔ مرکزی بالواسطہ ٹیکس مثلاً کسٹم ڈیوٹی، ایکسائز ڈیوٹی اور سیلز ٹیکس کے لیے مندرجہ ذیل طریقہ اختیار کیا جائے گا:
(الف) کسٹم اور اکسائز کے لگائے ہوئے ٹیکس دینے والے افراد اور ادارے یہ رقوم ایسٹرن مرکنٹائل بینک لمیٹڈ اور ایسٹرن بینکنگ کارپوریشن لیمٹڈ میں جمع کرائے گے۔
(ب) کسٹم اور اکسائز کے محکمے کے ضروری شعبے مندرجہ بالا مقاصد کے لیے کھلے رہیں گے۔

(5)

15 مارچ 1971ء کو سوادھن بنگلہ دیش کندھریا چھتر سنگرام پریشد (آزاد بنگال مرکزی طالب علموں کی انقلابی کونسل) نے ایک مشترکہ بیان جاری کیا جس میں اعلان کیا گیا تھا کہ 15 مارچ سے وہ چیک پوسٹیں ہٹا دی جائیں گی جو کہ شہر کے متعدد علاقوں میں سرمائے کو باہر جانے سے روکنے کے لیے 8 مارچ کو کھڑی کی گئی تھیں۔ چیک پوسٹیں کھڑی کرنے کے پروگرام کو ملتوی کرنے کے فیصلے کا اظہار کرتے ہوئے اس اعلان پر دستخط کرنے والوں نے بتایا کہ "کچھ مسلح شرپسند عناصر گاڑیوں پر جا کر گھروں پر چھاپے مار رہے ہیں اور سنگرام پریشد کے نام پر لوگوں سے زبردستی روپیہ حاصل کر رہے ہیں۔ اس اعلان پر دستخط کرنے والے مندرجہ ذیل تھے:
مسٹر نور عالم صدیقی، مسٹر عبدالرب اور مسٹر عبدالقدوس مکھن۔

اضافہ (ہ)

عوامی لیگ کے اعلامیہ کا مسودہ

25 مارچ 1969ء کو مارشل لاء کے نفاذ کے اعلان کے مطابق تمام اختیارات میں نے سنبھال لیے ہیں اور میں یعنی جنرل آغا محمد یحییٰ خاں (ایچ۔ پی۔ کے۔ ایچ۔ جے) ہلال پاکستان، ہلال جرات بحیثیت چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور مسلح افواج پاکستان کے کمانڈر اعلیٰ کا عہدہ بھی میرے پاس رہے گا اور اب میں نے صدر پاکستان کا عہدہ بھی سنبھال لیا ہے۔

اب جبکہ انتقال اقتدار کے لیے عوام کے نمائندوں کا انتخاب عمل میں لانے کے لیے الیکشن کروائے گئے ہیں اور اب ملک میں صحیح فضا پیدا کرنے کے لیے عوام کے منتخب نمائندوں کو اقتدار منتقل کرنا یوں ضروری ہے تاکہ جلد از جلد پاکستان کے ڈھانچہ تیار کرنے میں مددگار ثابت ہو سکیں۔

اب جبکہ جلد از جلد مارشل لاء ہٹانا ضروری ہے، تو میں جنرل آغا محمد یحییٰ خاں (ہلال پاکستان اور ہلال جرات) اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ پاکستان میں مارشل لاء ختم کیا جاتا ہے اور 25 مارچ 69ء کا اعلان اس صوبے میں اسی دن سے ختم ہو جائے گا جس دن سے صوبائی گورنر اپنے عہدے کا حلف لے گا اور پورے پاکستان میں اس کا نفاذ اس اعلامیہ کے ٹھیک سات دن کے بعد بہرصورت ختم کر دیا جائے گا۔
(1) یہ اعلان آزادی اور اس کے تحت آنے والا ہر حکم کی زد میں وہ تمام قانون ہوں گے جو موجودہ احکامات کے مخالف ہوں گے۔
(2) اس اعلامیہ میں جب تک کہ کوئی چیز اس معاملہ میں اس کی تردید کرنے والی نہ ہو۔
(الف) "مرکز" کا مطلب "جمہوریہ"۔
(ب) "مرکزی حکومت" کا مطلب "ایگزیکٹو حکومت جمہوریہ کی"۔
(ج) مرکزی انتظامیہ کے تحت علاقوں کا مطلب ہے وہ علاقے جن کی صوبہ مغربی پاکستان میں ان لفظوں میں توضیح کی گئی ہو (خاتمہ) آرڈر 1970ء
(د) یوم نفاذ سے مراد وہ دن ہے جس دن یہ آرڈر نافذ ہو گا۔
(ر) عارضی مدت سے مراد وہ وقفہ ہے جو کہ اس آرڈر کے نفاذ سے

شروع ہوا اور قومی اسمبلی کے بنائے ہوئے آئین کے نفاذ کے دن ختم ہو۔

(س) اسلام آباد "دارالخلافہ کا علاقہ" وہ علاقہ ہے جو مغربی پاکستان (کے ون یونٹ کے ٹوٹنے سے پہلے) میں شامل ہے۔

(ص) سابقہ آئین سے مراد وہ آئین ہے جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کا 1962ء کا آئین ہے۔

(ض) مارشل لاء سے مراد وہ جو 25 مارچ 1969ء کے ایک اعلامیہ کے ذریعہ نافذ کیا گیا۔

(ط) مارشل لاء حکام سے مراد ہر وہ شخص یا افراد کی وہ جماعت یا وہ عدالت جو مارشل لاء قانون یا مارشل لاء آرڈر کے تحت کوئی بھی کام یا ایسے اختیارات کا نفاذ کرے جو اس قانون یا آرڈر کے تحت آتے ہیں۔

(ظ) مارشل لاء کے عرصہ سے مراد وہ عرصہ ہے جو 25 مارچ 1969ء سے شروع ہو کے اس آرڈر کے نفاذ کے شروع ہوتے ہی ختم ہو جائے۔

(ع) قومی اسمبلی سے مراد وہ قومی اسمبلی ہے جو صدر کے آرڈر نمبر2 1970ء کے تحت منتخب شدہ ہو۔

(غ) "صدر" سے مراد صدر پاکستان ہے۔

(ف) "جمہوریہ" سے مراد اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔

(ق) "شیڈول" سے مراد اس اعلان کا طریقہ کار ہے۔

(ل) بنگلہ دیش سے مراد پاکستان کا وہ علاقہ جو مشرقی پاکستان کہلاتا ہے اس آرڈر کے نفاذ کے بعد بنگلہ دیش کہلائے گا۔

(م) "مغربی پاکستان" کے ملک سے مراد وہ تمام صوبے ہوں گے جو پنجاب، سندھ، بلوچستان اور سرحد کہلاتے ہیں۔

(ن) اسٹیٹ اسمبلی سے مراد ملک کی اسمبلی ہوگی۔

(و) "ملکی حکومت" سے مراد ملک کی انتظامی حکومت۔

(ہ) ملکی مقننہ سے مراد ملک کی مجلس قانون ساز ہے۔

(3) 25 مارچ 1969ء کے مارشل لاء آرڈر کے نفاذ کے خاتمہ کے بعد مارشل لاء کے اختیارات جس میں تمام عدالتیں اور اس کے زیر اثر تمام ادارے کالعدم قرار دے دیے جائیں گے۔

(4) (الف) تمام مارشل لاء آرڈر اور مارشل لاء قوانین اور عارضی قانونی احکامات اس کے بعد سے ختم سمجھے جائیں گے۔

(ب) تمام موجودہ قوانین جو اس اعلان کے تحت آتے ہیں، چند ضروری ترمیموں کے ساتھ نافذ رہیں گے تاوقتیکہ ان میں ترمیم یا تبدیلی نہ کرے۔

(ج) کسی بھی موجودہ قانون کی دفعات کو جو اس آرڈر کی دفعات اور مرکزی مقننہ کے دائرہ کار میں آتی ہوں۔ صدر اور اسٹیٹ کی مقننہ کے دائرہ میں جو قوانین آتے ہیں اس میں متعلقہ اسٹیٹ کا گورنر اپنے آرڈر سے ترمیموں، اضافوں اور اخراجوں کے ذریعہ صحیح یا مناسب قرار دے سکتا ہے اور ایسے تمام احکامات جب تک کہ اس کا متبادل نہ مل سکے، اس وقت تک شروع دن سے ہی نافذ ہو جائیں گے۔

(د) کوئی بھی عدالت یا ٹریبونل یا بااختیار شخصیت جس کو کہ موجودہ قانون کے نافذ کرنے کا اختیار حاصل ہے، باوجود کہ اس آرڈر کے ذیلی پیراگراف نمبر3 میں اس قانون میں کوئی صحیح ترمیم نہیں کی گئی ہے۔ اس قانون کے ہر ہر لفظ میں ایسی ترمیمیں کرنے کا حقدار ہے جو کہ اس کو اس اعلان کی مطابقت میں لا سکیں۔

(ر) اس آرٹیکل میں "موجودہ قانون" سے مراد ہر وہ دفعہ، قانون آرڈی ننس اور احکامات، قوانین، ذیلی قوانین اور اطلاعات عامہ یا دوسری قانونی کارروائیاں ہیں جن کہ نفاذ اس اعلان کے شروع ہوتے ہی پاکستان یا پاکستان کے کسی حصہ میں قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔

(5) (الف) ہر وہ کیس جو اس اعلان کے نفاذ سے قبل اسپیشل ملٹری کورٹ یا عارضی ملٹری کورٹ کے التوا میں پڑا ہوا ہے۔ خودبخود فوجداری عدالت میں منتقل ہو جائے گا۔ اور جو اس بات کا مجاز ہے کہ اس عام قانون کے تحت درج ہونے والے جرائم کا محاسبہ کر سکے۔

(ب) جو مقدمہ فوجداری عدالت میں ذیلی پیراگراف نمبر11 کے تحت منتقل کیا جائے اس پر عام قانون کے تحت عدالتی کارروائی کی جائے گی۔

(ج) ہر وہ مقدمہ جس پر اسپیشل ملٹری کورٹ کی عدالتی کارروائی اس اعلان سے پہلے مکمل ہو چکی ہے اور جس کی صرف توثیق کرنا باقی ہے۔ اس کے علاوہ ہر وہ درخواست جو نظرثانی کے لیے اس دن تک التوا میں پڑی ہے۔

اس اعلامیہ کے بعد اگر مقدمے کا تعلق مغربی پاکستان کے کسی حصے سے ہو تو ایسے مقدمے کا فیصلہ پاکستانی فوج کا کمانڈر انچیف کرے گا اور اگر کسی مقدمے کا تعلق بنگلہ دیش کے کسی حصے سے ہو تو اس کا تصفیہ پاکستانی افواج کے مشرقی حصے کے کمانڈر کے ذریعے ہوگا۔

(6) اگر کوئی شخص مارشل لاء حکام کی دی جانے والی کسی سزا یا تصفیہ سے مطمئن نہیں ہے اور اس سلسلے میں اس نے اس سزا یا فیصلہ کے خلاف کوئی درخواست نہیں دی ہے اور اس صورت میں کہ مقدمے کا تعلق مغربی پاکستان کے کسی حصے سے ہو، ایسے فیصلوں یا عدالتی کارروائیوں کے خلاف درخواست پاکستانی افواج کے کمانڈر انچیف کو دی جا سکتی ہے اور اگر مقدمے کا تعلق بنگلہ دیش کے کسی حصے سے ہو تب درخواست پاکستانی فوج کے مشرقی حصے کے کمانڈر کو دی جا سکتی ہے۔ ایسی درخواستوں پر مذکورہ بالا حکام مشروط اور غیر مشروط طور پر معافی یا سزا میں

تخفیف یا سزا کو معاف کر سکتے ہیں۔

(ر) اس اعلامیہ کی دفعات کے تحت وہ تمام سزائیں جو مارشل لاء کے زمانے میں مارشل لاء حکام نے دی ہیں' وہ سب قانونی اور جائز تصور کی جائیں گی اور ان کی مدت سزا برقرار رہے گی۔

(ز) مارشل لاء کے دور میں مارشل لاء حکام کی طرف سے دی گئی قید کی سزا جس کی مارشل لاء کے زمانہ میں تکمیل نہیں ہوئی ہو' اس کی تکمیل اس کے ضلع کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے تحت کی جائے گی جس میں سزا یافتہ شخص قیام پذیر ہو۔ بشرطیکہ یہ جرمانہ کی سزا ہو جو اس شخص کو ضابطہ جرائم کی دفعہ 1898 (ایکٹ v 1898) کے تحت دی گئی ہو۔ سوائے اس کے کہ مندرجہ بالا ضابطوں کی دفعہ xxix کسی ایسی سزا پر عائد نہ ہوتی ہو۔

(س) سوائے ان عدالتوں کے جن کو اس اعلامیہ کے ذریعہ حق دیا گیا ہو اور کوئی شخص یا عدالت کسی بھی ایسے طریقہ کار کو جو مارشل لاء کے دور میں مارشل لاء کے انتظامی امور کے سلسلہ میں مارشل لاء حکام یا مارشل حکام کے مقرر کردہ کسی شخص نے وضع کیا ہو۔ اس کی قانونی حیثیت اس کی افادیت یا اس کی قبولیت پر حرف گیری نہیں کر سکتا۔

(7) اس عارضی مدت میں عارضی آئینی آرڈر میں ترمیم کے باوجود (صدر کا آرڈر نمبر2' 1969ء) پاکستان کی حکومت پرانے آئین کے تحت ہوگی جو کہ اعلامیہ کی دفعات میں اضافوں اور ترمیموں کے ساتھ نافذ کیا گیا۔

(8) اس اعلان سے پہلے جو شخص بھی صدر مملکت کے عہدے پر فائز ہوگا' وہ اس اعلامیہ کے فورا بعد صدر پاکستان کے علاوہ کمانڈر انچیف آف پاکستانی افواج اور بحریہ اور فضائیہ کے کمانڈر انچیف کا عہدہ بھی اس تک سنبھالے رہے گا۔ جب تک کوئی دوسرا سربراہ مملکت پاکستان کی قومی اسمبلی سے منظور شدہ آئین کے مطابق منتخب نہیں کیا جاتا۔

عبوری مدت کے لیے

(9) (i) (الف) صدر ملک کا انتظامی سربراہ ہوگا اور اس اعلامیہ کی دفعات کے مطابق صدر آئین کے تحت تمام اختیارات کا مجاز ہوگا۔ اور اس کو ہر وہ کام کرنے کی اجازت ہوگی جو کہ موجودہ آئین کے مطابق اور ملکی قانون کے تحت ملک میں نافذ ہے۔ صدر کو اختیار ہوگا کہ وہ مشیروں کی تعداد کا انتخاب کر سکے جن سے وہ ملکی معاملات میں صلاح مشورہ کر سکے گا۔

(ب) مرکزی اختیارات صدر کے پاس رہیں گے جو کہ اس اعلامیہ کے عین مطابق ہوگا۔

(ii) صدر کو اسمبلی منسوخ یا خارج کرنے کا کوئی اختیار نہ ہوگا۔

(iii) عبوری حکومت کے دوران صدر کو آرڈی نینس نافذ کرنے کا پورا حق حاصل ہوگا جو کہ مرکزی قانون ساز ادارے کے عین مطابق ہوں گے۔

(10) (الف) اعلامیہ کے دن سے صوبائی اسمبلی (صدر کے آرڈر نمبر2' 1970ء کے تحت ملکی قانون ساز اسمبلی بن جائے گی۔

(ب) عبوری حکومت کے دوران مجلس عاملہ اور مقننہ دونوں اس اعلامیہ کے مطابق کام کریں گے۔

(11) (الف) مرکزی مجلس عاملہ کو قانون بنانے کے خصوصی اختیارات حاصل ہوں گے جو کہ پورے ملک میں نافذ ہوں گے۔

(ب) مرکزی مجلس عاملہ کو اسلام آباد اور ڈھاکہ کے مرکزوں میں قانون بنانے کے اختیارات حاصل ہوں گے۔

(12) بنگلہ دیش کی مرکزی مجلس عاملہ کو بنگلہ دیش اور متعلقہ علاقوں کے لیے آئین بنانے کا حق حاصل ہوگا۔

(13) ملک کا گورنر صدر کے مشورے سے منتخب ہوگا۔

(14) بنگلہ دیش کی مرکزی مجلس عاملہ کو آئین بنانے کے خصوصی اختیارات حاصل ہوں گے جو کہ مندرجہ ذیل محکمہ جات کے لیے ہوں گے:

(الف) دفاع

(ب) خارجہ کے معاملات

(ج) شہریت' پاسپورٹ اور مستقل سکونت کے اجازت نامے۔

(د) کرنسی (ر) عوامی قرضہ جات جو مرکز کی طرف سے جاری ہوں گے۔

(ز) اوزان اور پیمائش کا معیار

(س) مالیہ۔

(ش) بین الصوبائی آمدورفت

(ص) صدر کا انتخاب' صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں کا انتخاب چیف الیکشن کمشنر اور الیکشن کمشنروں کا انتخاب' اسپیکر کی تنخواہ' ڈپٹی اسپیکر کی تنخواہ اور اسمبلی کے دوسرے ممبران کی تنخواہوں کا حساب۔

(ض) سپریم کورٹ آف پاکستان۔

(ط) قانون و عدالت

(ظ) ان تمام قوانین کی خلاف ورزی جن کی اوپر وضاحت کی گئی ہے۔

مرکزی مجالس عاملہ کو خصوصی اختیارات ہوں گے کہ وہ مغربی پاکستان کے لیے قانون بنا سکے۔

(15) (i) بنگلہ دیش اعلامیہ کے دن سے ملک کے تمام ٹیکسوں اور

ڈیوٹی کی وصولی کا مجاز ہو گا۔

(ii) بنگلہ دیش کے کمائے ہوئے زرمبادلہ کا علیحدہ رجسٹروں میں اندراج ہو گا۔

(iii) بنگلہ دیش کی حکومت کے مشورہ سے صدر بنگلہ دیش کا زرمبادلہ مرکزی حکومت کو دینے کا مجاز ہو گا۔

(16) (i) اسٹیٹ بینک آف پاکستان ڈھاکہ میں ریزرو بینک آف بنگلہ دیش کہلائے گا۔

(ii) ریزرو بینک آف بنگلہ دیش، بنگلہ دیش کی مجلس قانون ساز کے کنٹرول میں ہو گا۔

(iii) اسٹیٹ بینک آف پاکستان، ریزرو بینک آف بنگلہ دیش کو مندرجہ ذیل اختیارات دے گا۔

(الف) مرکزی حکومت کو زرمبادلہ کی شرح کے لیے مشورہ دینا۔

(ب) بنگلہ دیش کے ریزرو بینک کی درخواست پر ٹکسال میں نوٹ چھاپنے اور سکہ ڈھالنے کا کام۔

(ج) ٹکسال اور سیکورٹی پریسوں کو قائم کرنا اور چلانا۔

(د) بین الاقوامی مالی اداروں سے متعلق ان تمام امور کو انجام دینا جو کہ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے ذمہ ہیں۔

(17) (الف) 9 اپریل 1971ء کو بنگلہ دیش میں مرکزی اسمبلی کے منتخب نمائندے ایک کونشن کی صورت میں ڈھاکہ کے اسمبلی ہال میں جمع ہو کر آج کے دن سے 45 دن کے اندر اندر بنگلہ دیش کے لیے ایک آئین تیار کریں گے۔

(ب) مغربی پاکستان میں مرکزی اسمبلی کے منتخب نمائندے ایک کونشن میں اسلام آباد کی اسٹیٹ بینک کی عمارت میں جمع ہو کر آج کے دن سے 45 دن کے اندر اندر مغربی پاکستان کے لیے ایک آئین وضع کریں گے۔

(17) (ii) ہر آئین سازی کے کونشن کے لیے ایک چیئرمین چنا جائے گا۔ جو اجتماع اور طریقہ کار کے لیے وقت اور دن معین کرے گا لیکن تمام فیصلے اکثریت کی رائے سے ہی ہوں گے۔

(iii) بنگلہ دیش اور مغربی پاکستان کے آئین کی تیاری کے بعد صدر مرکزی اسمبلی کی ایک میٹنگ بلائے گا جس میں تمام ممبران پاکستان کے کنفیڈریشن کے لیے آئین وضع کریں گے۔

(iv) پاکستان کے آئین کے لیے جو طریقہ کار وضع کیا جائے گا۔ اس میں صدر کے آرڈر نمبر2، 1970ء کے مطابق اس میں ترامیم کی گنجائش ہو گی۔

(v) مرکزی اسمبلی کے ممبران چیف الیکشن کمشنر کے سامنے مندرجہ ذیل حلف اٹھائیں گے: "میں عہد کرتا ہوں کہ میں پاکستان کے آئین کا وفادار رہوں گا"

(vi) اس عہدنامہ کے بعد مرکزی اسمبلی کے ممبران ان تمام حقوق اور مفادات کے حقدار ہوں گے جو کہ قانون کے تحت انہیں حاصل ہیں۔

(vii) صدر کے آرڈر نمبر2، 1970ء کی دفعہ 25 کے مطابق قومی اسمبلی سے منظور شدہ آئینی مسودہ صدر کی منظوری کے لیے پیش کیا جائے گا۔ لیکن ہر حالت میں وہ سات دن کے اندر اندر منظور کر لیا جائے گا۔

(18) (i) صدر اپنے اختیارات سے ایسی دفعات نافذ کر سکتا ہے جو کہ اس اعلامیہ کے نفاذ میں مددگار ہوں:

(ii) ان دفعات میں مندرجہ ذیل باتوں کا خاص خیال رکھا جائے گا:

(الف) ایسے انتظامات کیے جائیں جس سے اعلامیہ کی آئینی دفعات واضح ہو جائیں۔

(ب) اعلامیہ کے مطابق مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان ذمہ داریاں منتقل کی جائیں۔

(ج) صوبائی اور مرکزی حکومتوں کے درمیان افسروں اور دوسرے عہدے داروں کے تقرر اور تبادلوں کا تعین۔

(د) اس اعلامیہ کے نفاذ میں حائل دقتوں کو دور کرنا۔

(iii) صدر ان اختیارات کے نفاذ کے لیے 11 ممبروں کی ایک کونسل بنانے کا مجاز ہو گا جس میں چھ ممبر بنگلہ دیش اور دو ممبر حکومت پنجاب اور بقیہ ایک ایک ممبر صوبہ سندھ، صوبہ سرحد اور بلوچستان سے ہو گا اور یہ کونسل اعلامیہ کو عمل میں لانے کے لیے موثر اقدامات کرے گی۔

(شیڈول) گوشوارہ

(1) سابقہ آئین کی دفعہ نمبر67 کا متبادل یہ ہو گا کہ کوئی شخص کسی صوبہ کا گورنر اس وقت تک نہیں بنایا جائے گا، جب تک کہ وہ قومی اسمبلی کا ممبر نہ چن لیا جائے گا۔

(2) سابقہ آئین کی دفعہ نمبر68 کا متبادل یہ ہو گا کہ---- "اپنے عہدے کی تقرری سے پہلے بنگلہ دیش کا گورنر بنگلہ دیش کے ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے سامنے اور مغربی پاکستان کے بقیہ صوبوں کے گورنر اپنے اپنے صوبوں کے ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے سامنے حلف وفاداری اٹھائیں گے"۔

(3) سابقہ آئین کی دفعہ 70 کا متبادل یہ ہو گا کہ--- "بنگلہ دیش کی علیحدہ مقننہ ہو گی جو بنگلہ دیش کی مجلس قانون ساز کہلائے گی اور اسی طریقہ سے مغربی پاکستان کے ہر صوبہ کی جدا جدا مقننہ ہو گی۔

(4) سابقہ آئین کی دفعہ 80 کا متبادل یہ ہو گا کہ:

(الف) تمام صوبوں کی جدا جدا کابینہ ہوگی جس میں چیف منسٹر اور ڈپٹی منسٹر اس دفعہ کے مطابق ہوں گے۔

(ب) صوبائی حکومتوں کا انتظام آئین اور قانون کے مطابق براہ راست انتظامیہ کے افسروں کے توسط سے ہوگا۔

(ج) ہر صوبے کی کابینہ اس کی مقننہ کے تحت ہوگی۔

(5) گورنر چیف منسٹر کے مشورے سے منسٹر اور ڈپٹی منسٹروں کے تقرر کا مجاز ہوں گا۔

(6) وہ وزیر جو مسلسل چھ مہینے تک ملکی مقننہ کا ممبر نہ رہے، وہ اس مدت کے خاتمہ پر منسٹر یا ڈپٹی منسٹر کے عہدے سے برخاست کر دیا جائے گا۔ جب تک کہ وہ باقاعدہ ملکی مقننہ کا ممبر منتخب نہ کر لیا جائے۔

(7) اس دفعہ میں کسی ایسی شق کا اضافہ نہیں کیا جائے گا جس کے تحت صوبائی مقننہ تعطل کے دوران کابینہ کے ممبران اور ڈپٹی منسٹروں کو ان کے عہدوں پر برقرار نہ رکھا جائے۔

(8) شکوک و شبہات سے بچنے کے لیے گورنر اسٹیٹ کے چیف منسٹر سے مشورہ کر کے اپنے اختیارات استعمال کر سکتا ہے۔

(9) وزیراعظم جب چاہے گورنر کو اپنا استعفیٰ پیش کر سکتا ہے۔

(10) وزیر اور ڈپٹی منسٹر کسی بھی وقت اپنا استعفیٰ وزیراعظم کے توسط سے گورنر کو پیش کر سکتے ہیں۔

(11) گورنر چیف منسٹر کے مشورہ سے وزیر کا استعفیٰ منظور کر سکتا ہے۔

(12) وزیراعظم مناسب وجوہات کی بنا پر کسی بھی منسٹر یا ڈپٹی منسٹر کو استعفیٰ دینے پر مجبور کر سکتا ہے۔ اگر متاثرہ وزیر اس کی درخواست کو نہ مانے تو گورنر وزیراعلیٰ کے مشورہ سے اس کو برخاست کر سکتا ہے۔

(13) صوبائی مقننہ میں اکثریت کی حمایت نہ ہونے کی وجہ سے وزیراعلیٰ کو استعفیٰ دینا لازمی ہے۔ یا پھر گورنر وزیراعلیٰ کے مشورے سے مقننہ کو برخاست کر دے۔

(14) وزیراعلیٰ کسی وقت بھی اپنے عہدے سے استعفیٰ دے تو دوسرے وزیر اور ڈپٹی منسٹر بھی اپنے عہدوں سے استعفیٰ دینے پر مجبور ہوں گے لیکن یہ تمام وزراء اس وقت تک کام کرنے کے اہل ہوں گے جب تک کہ ان کے قائم مقاموں کا تقرر نہ ہو جائے۔

(5) سابقہ آئین کی دفعہ 81 کا یہ متبادل ہوگا:

(الف) صوبے کے تمام انتظامی امور گورنر کے اختیار میں ہوں گے۔

(ب) صوبائی حکومت قانونی طور پر طریقہ کار وضع کرے گی جس میں گورنر کی جانب سے اختیارات عمل میں لائے جائیں اور ان احکامات کی افادیت کو اس بنا پر چیلنج کیا جا سکے گا کہ ان کا نفاذ گورنر کی طرف سے نہیں ہوا ہے۔

(ج) صوبائی حکومتیں اپنے تجارتی لین دین میں خود مختار ہوں گی۔

(6) سابقہ آئین کی دفعہ 82 اور 84 کو حذف کر دیا جائے گا۔

(7) سابقہ آئین کی دفعہ 86 سے 90 تک کا متبادل یہ ہوگا:

(i) 86 اس ضمن میں "منی بل" کا مطلب وہ بل ہوگا جو صرف مندرجہ ذیل معاملات سے متعلق ہوگا یعنی یہ کہ:

(الف) کسی بھی ٹیکس کا نفاذ، خاتمہ، تبدیلی یا اس کی از سر نو تجدید۔

(ب) اسٹیٹ گورنمنٹ کا روپیہ قرض لینا اور کسی قسم کی ضمانت دینا۔

(ج) اسٹیٹ کے محفوظ سرمائے کی تحویل، اس میں روپیہ جمع کرنا یا اس فنڈ میں سے روپے کی ادائیگی۔

(د) اسٹیٹ کے محفوظ سرمائے پر کسی قسم کی پابندی لگانا یا ان پابندیوں کو ختم کرنا یا ان میں کوئی ترمیم کرنا۔

(ر) اسٹیٹ کے محفوظ سرمائے سے رقم کی ادائیگی۔

(ii) کوئی بھی بل "منی بل" تصور نہیں کیا جائے گا صرف ان وجوہات سے کہ:

(الف) کہ وہ کسی بھی جرمانے یا تاوان کے لیے لائسنس فیس کی ادائیگی کے لیے راہ ہموار کرتا ہے۔

(ب) کسی بھی ٹیکس کا نفاذ، خاتمہ، تبدیلی یا اس کی از سر نو تجدید جو کہ مقامی حکام نے مقامی مفادات کے لیے لگائے ہوں، کی راہ ہموار نہیں کرتا۔

(iii) ہر ایک "منی بل" جب گورنر کی منظوری کے لیے بھیجا جائے گا تو اس پر اسپیکر کے دستخطوں سے یہ سرٹیفکیٹ دیا جائے گا کہ یہ "منی بل" اور یہ سرٹیفکیٹ تمام مقاصد پورے کرتا ہے اور اس کو کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔

(87) کوئی بھی بل یا ترمیم جو آرٹیکل 86 کی شق 1 میں بیان کیا گیا ہے جب اس پر عمل درآمد کیا جائے تو اس کے اخراجات ملک کے خزانے کے ذمے ہوں گے۔

(88) اسٹیٹ کے مقاصد کے لیے کوئی بھی ٹیکس نہیں لگایا جائے گا جب تک کہ اس سلسلہ میں ملکی مقننہ کی اجازت نہ لی جائے۔

(89) وہ تمام مالیہ جو ملکی حکومت وصول کرے گی اور تمام قرضوں کی واپسی کا روپیہ ایک مشترکہ فنڈ میں جمع کیا جائے گا جسے کہ ملک کے مشترکہ فنڈ کا نام دیا جائے گا۔

(90) (i) ملک کے مشترکہ فنڈ کی تحویل اور اس فنڈ میں روپے کی ادائیگی اور اس سے مصارف کی رقم اور حکومت کے اس تمام روپے کی تحویل جو اس فنڈ کے علاوہ ہو اور حکومت کے خزانہ میں جو رقم جمع کی

گئی ہو' اور اسی قسم کے تمام معاملات جن کا تعلق اوپر کیے گئے معاملات سے ہو' ان سب کو اس وقت تک صوبائی مقننہ کے قوانین کے تحت رکھا جائے گا جب تک کہ گورنر اس کے لیے متبادل قوانین وضع نہیں کر دیتا۔

(90) (ii) تمام موصول شدہ اور جمع شدہ سرمایہ مندرجہ ذیل سرکاری افسران کی تحویل میں ہو گا۔

(الف) وہ سرکاری افسر جس کا تعلق مالیہ یا حکومت کے سرمایہ سے نہ ہو۔

(ب) حکومت کے مقدمات کی فیس سرکاری خزانہ میں حکومت کے نام سے جمع کرا دی جائے گی۔

(iv) مندرجہ ذیل نئے آرٹیکل نمبر90 (اے) تا 90 (ایف) آئین کے آرٹیکل 90 میں شامل کیے جائیں گے یعنی:

(90) (اے) حکومت (سٹیٹ گورنمنٹ) ہر مالی سال کے بارے میں مقننہ کے سامنے محاصل اور اخراجات کا مسودہ پیش کرے گی۔ اسے سالانہ مالی تخمینہ (Annual Financial Statement) کہا جائے گا۔

(ii) سالانہ مالی تخمینہ الگ الگ مندرجہ ذیل رقوم ظاہر کرے گا (اے) اخراجات کو پورا کرنے کے لیے رقوم بھی (بی) وہ رقوم جو مندرجہ بالا رقوم کے علاوہ "سٹیٹ کنسالیڈیٹڈ" فنڈ سے خرچ کی جائیں گی" 90 (بی) مندرجہ ذیل اخراجات "سٹیٹ کنسالیڈیٹڈ" فنڈ سے ادا کیے جائیں گے۔

(الف) گورنر اور اس کے عملے کی تنخواہ اور

(i) ہائی کورٹ کے ججوں کی تنخواہ۔

(ii) پبلک سروس کمیشن کے ممبروں کی تنخواہ

(iii) مقننہ کے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کی تنخواہ۔

(ب) انتظامی اخراجات' جس میں ہائی کورٹ کے افسروں اور ملازموں کی تنخواہیں' پبلک سروس کمیشن اور مقننہ کے سیکرٹریٹ کے افسروں اور ملازموں کی تنخواہیں شامل ہیں۔

(ج) قرضے کے تمام اخراجات جن کے لیے مرکزی حکومت پابند ہے۔

(د) کسی بھی قانونی فیصلے یا ایوارڈ (جو مرکزی حکومت کے خلاف دیا گیا ہو) پر دی جانے والی رقم۔

(ر) آئین کے ذریعے ظاہر کی گئی ہر طرح کی دوسری رقوم۔

(90) (سی) (i) سالانہ مالی تخمینہ جس کا تعلق "سٹیٹ کنسالیڈیٹڈ فنڈ" سے ہے' اس پر مقننہ میں بحث تو ہو سکے گی لیکن مقننہ کی رائے شماری نہیں ہو گی۔

(ii) سالانہ مالی تخمینہ جس کا تعلق دوسرے اخراجات سے ہے مملکت کی مقننہ کے سامنے پیش کیا جائے گا اور مقننہ مانگے جانے والے اخراجات کو قبول کرنے یا کم کرنے کی اہل ہو گی۔

(iii) مرکزی حکومت کے سوا کسی اور کو اخراجات کے لیے رقوم طلب کرنے کی اجازت نہیں ہو گی۔

(90) (ڈی) (i) مندرجہ بالا دفعہ کے مطابق جب مقننہ رقوم کی منظوری دے چکے تو سٹیٹ کنسالیڈیٹڈ فنڈ پر غور شروع کرے گی تاکہ مندرجہ ذیل اخراجات پورے کیے جا سکیں۔

(الف) مقننہ کی جانب سے گرانٹ بھی سٹیٹ کنسالیڈیٹڈ فنڈ سے ادا کی جانے والی رقوم۔

(ii) مرکزی مقننہ اس بات کی اہل نہیں ہو گی کہ اوپر دی گئی رقوم کو تبدیل کر سکے یا کسی اور مد میں لگا سکے۔

(iii) سٹیٹ کنسالیڈیٹڈ فنڈ سے کوئی رقم نہیں نکلوائی جائے گی۔ ماسوائے ان قانونی اقدامات کے جو کہ مندرجہ بالا دفعات کے مطابق اور آئین سے ہم آہنگ ہوں۔

(90) (ای) اگر کسی مالی سال میں یہ معلوم ہو کہ:

(الف) کسی مد میں خرچ کی جانے والی رقم کم ہے یا کسی اور مد پر رقم خرچ کرنے کی ضرورت پیدا ہو گئی ہے یا

(ب) کسی مد پر زیادہ اخراجات ہو گئے ہیں تو حکومت یہ اخراجات منظور کرنے کی مجاز ہو گی اور اضافہ مالی تخمینہ پیش کیا جائے گا اور اس سلسلے میں آرٹیکل 90 (اے) سے 90 (ڈی) تک کی دفعات کے مطابق مالی معاملات کو طے کیا جائے گا۔

(90) (ایف) (i) مرکزی مقننہ کو مندرجہ ذیل اختیارات حاصل ہوں گے:

(الف) رقوم کی ایڈوانس ادائیگی جن کے بارے میں مالی تخمینہ پیش کیا جائے گا۔ یہ مالی سال کے کسی حصے کے لیے ہو گا اور بعد میں جسے دفعہ 90 (سی) اور 90 (ڈی) کے مطابق مقننہ پاس کرے گی۔

(بی) ہنگامی اخراجات کے لیے رقوم جو کہ سالانہ تخمینے میں شامل نہیں کی جا سکیں گے

(سی) غیر معمولی حالات میں رقوم کی فراہمی۔

(ii) دفعہ 90 (سی) اور 90 (ڈی) کا اطلاق کسی بھی امداد کی فراہمی کے سلسلے میں شق نمبر1 کے تحت ہو گا اور کسی ایسے قانون پر بھی ہو گا جو اس شق کے تحت بنایا جائے کیونکہ ان پر عمل درآمد کسی ایسے امداد کی فراہمی کے لیے ہو گا جس کا تعلق اخراجات یا سالانہ گوشوارہ مخارج سے ہو اور اس سلسلے میں رقوم کے خرچ کے لیے علیحدہ قانون بنایا جائے گا۔ اس قسم کے اخراجات کے لیے ایک مجموعی فنڈ مقرر کیا جائے گا۔

(8) (i) دفعہ 91 کی شق (i) کے لیے مندرجہ ذیل متبادل ہوں گے:

"91" بنگلہ دیش کی ریاست میں ایک ہائی کورٹ ہوگا اور مغربی پاکستان کی ہر ریاست کے لیے ایک ایک ہائی کورٹ ہوگا۔

(9) (i) دفعہ 92 کی شق نمبر2 ذیلی شق (بی) کو منسوخ سمجھا جائے گا۔

(ii) شق نمبر2 کی ذیلی شق (سی) کو شق (بی) لکھا جائے گا۔

(iii) دفعہ 92 کی شق نمبر3 کو منسوخ سمجھا جائے گا۔

(10) گزشتہ آئین کی دفعات 99، 103، 104، 107، 108، 112، 113، 114 اور دفعہ 131 کی شق نمبر2 کو منسوخ سمجھا جائے۔

(11) گزشتہ آئین کی دفعہ 134 کے لیے مندرجہ ذیل متبادل رکھے جائیں گے۔

(134) کوئی مقننہ اگر کسی بارے میں ایسا قانون بنائے جو اس کے دائرہ اختیار میں نہیں تو اس قانون کو منسوخ سمجھا جائے گا۔

(12) گزشتہ آئین کی دفعہ 137 کو منسوخ سمجھا جائے گا۔

(13) آئین کی دفعہ 138 کے لیے مندرجہ ذیل متبادل ہوگا۔

(138) مرکزی حکومت کی آئینی ذمہ داری ہوگی کہ وہ آبادی کی بنیاد پر نمائندگی تمام سروسوں میں قائم رکھے جس میں دفاع کی سروس بھی شامل ہے۔ جس میں پاکستان سے تمام حصوں کے لوگ کم سے کم عرصے میں شامل کیے جائیں۔

(14) آئین کی دفعہ 140 کا متبادل مندرجہ ذیل ہوگا:

(140) ریاست کو سٹیٹ کنسالیڈیٹڈ فنڈ کی بنیاد پر قانون کے مطابق قرضہ حاصل کرنے کا اختیار حاصل ہوگا اور ریاست مقرر کردہ حدود تک ان قرضوں کی گارنٹی دے سکے گی۔

اضافہ (د)

تیسری ترتیب

(ری پبلک آف پاکستان کا آئین 1962ء)

دفعہ 131

وہ معاملات جن کے بارے میں مرکزی مقننہ کو قوانین وضع کرنے کے خصوصی امتیازات حاصل ہوں گے۔

(1) پاکستان اور پاکستان کے ہر حصے کا دفاع بشمول:

(اے) ڈیفنس سروس آف پاکستان اور کسی بھی قومی مسلح فوج (شہری مسلح افواج بھی جو کہ حکومت پاکستان کی طرف سے مقرر کی گئی ہوں)

(بی) ملٹری، نیوی، اور فضائی کارخانے اور تنصیبات وغیرہ۔

(سی) دفاع سے متعلقہ صنعتیں۔

(ڈی) اسلحہ اور گولہ بارود کی تیاری۔

(ای) چھاؤنی کے علاقے۔

(2) امور خارجہ بشمول:

(اے) دوسرے ممالک کے ساتھ ہر طرح کے تعلقات

(بی) بین الاقوامی تنظیموں اور اداروں کے ساتھ روابط اور ان کے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کے اقدامات۔

(سی) غیر ملکوں سے معاہدے۔

(ڈی) غیر ممالک میں تجارتی اور سفارتی نمائندگی۔

(ای) غیر ملکوں سے جنگ اور صلح کے معاملات۔

(ایف) بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی پر مناسب اقدامات۔

(جی) غیر ممالک سے تعلق رکھنے والے قانونی معاملات۔

بحری امور، فضا اور سمندروں میں بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کے لیے مناسب اقدامات۔

(3) پاکستان میں غیر ملکی افراد کے داخلے اور پاکستان سے بیرونی ملکوں کو جانے والے افراد کے معاملات۔

(اے) مہاجرین کے معاملات۔

(بی) پاسپورٹ جاری کرنا، ویزا اور پرمٹ جاری کرنا۔

(سی) کسی فرد کو پاکستان سے نکل جانے کا حکم دینا۔

(ڈی) پاکستان میں آنے والے زائرین کے معاملات اور پاکستان سے باہر جانے والے زائرین کے معاملات۔

(ای) قرنطینہ اور اس سے منسلک ہسپتالوں کا انتظام۔

(ایف) بحریہ کے ہسپتالوں کا انتظام۔

(4) شہری حقوق اور کسی کو ملک میں آباد ہونے کی اجازت دینا۔

(5) بین الصوبائی تجارت اور دوسرے ملکوں کے ساتھ تجارت۔

بشمول:

(اے) درآمد برآمد۔

(بی) پاکستان سے باہر بھیجے جانے والے سامان کی دیکھ بھال۔

(6) قومی معاشی منصوبہ بندی اور قومی معاشی ہم آہنگی۔

(7) کرنسی، سکے اور قانونی تمسکات

(8) زرمبادلہ۔

(9) (اے) مرکزی بینکنگ سٹیٹ بینک آف پاکستان۔

(بی) عام بینکنگ (امداد باہمی کے بینک مستثنیٰ ہوں گے) جس کے مقاصد فقط ایک صوبے تک محدود نہیں ہوں گے۔

(10) مرکزی قرضے جاری کرنا بشمول:

(اے) سنٹرل کنسالیڈیٹ فنڈ کی بنیاد پر قرضے حاصل کرنا۔

(بی) غیر ممالک سے قرضے حاصل کرنا۔

(11) سٹاک ایکسچینج اور مستقبل کی منڈیوں جن کے مقاصد قطعاً ایک صوبے تک محدود نہیں ہوں گے۔

(12) انشورنس (بیمہ)

(13) کسی کارپوریشن کا بنانا' اسے چلانا اور اسے بند کرنا۔ یہ کارپوریشن تجارتی بھی ہو سکتی ہے اور غیر تجارتی بھی۔ اس میں کوآپریٹو سوسائٹیاں' یونیورسٹی' مقامی اور بلدیاتی ادارے شامل نہیں۔ ایسی کارپوریشن کا مقصد فقط ایک صوبے تک محدود نہیں ہوگا۔

(14) کاپی رائٹ' پیٹنٹ' ڈیزائن' ایجادات' ٹریڈ مارک اور تجارتی نشان۔

(15) جہاز رانی (بشمول ساحلی جہازران جس میں ایک صوبے تک محدود جہازرانی بھی شامل ہے)

(16) فضائی سفر اور اس سے متعلقہ معاملات اور طیارے بشمول:

(اے) فضائی راستے اور فضائی پروازیں۔

(بی) ہوائی مستقر۔

(17) لائٹ ہاؤس اور متعلقہ معاملات جو جہازوں اور طیاروں کے لیے ہوں۔

(18) بڑی بندرگاہوں کی حد بندی اور بندرگاہ کی انتظامیہ کے قوانین۔

(19) اوزان اور پیمائش۔

(20) ڈاک کا انتظام اور پوسٹ آفس سیونگ بینک

(21) ٹیلی کمیونیکیشن جس میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن شامل ہے۔

(22) وطن کی حدود سے باہر مچھلی پکڑنا اور مچھلی کے علاقوں کی دیکھ بھال

(23) جوہری توانائی بشمول۔

(اے) معدنیات جو جوہری توانائی میں استعمال ہوں۔

(بی) جوہری توانائی سے ایندھن کا کام لینا اور جوہری توانائی کو پیدا کرنا اور کام میں لانا۔

(سی) جوہری توانائی سے متعلقہ دوسرے معاملات۔

(24) معدنی تیل اور قدرتی گیس۔

(25) صنعتیں جو جزوی یا مکمل طور پر مرکزی حکومت کی ہوں یا مرکزی حکومت کی کسی کارپوریشن کی تحویل میں ہوں۔

(26) مرکزی حکومت کی جائیداد جہاں کہیں بھی وہ واقع ہو اور اس جائیداد کی آمدن۔

(27) پاکستان کا جغرافیائی سروے۔

(28) اجرام فلکی سے متعلق معاملات اور مشاہدہ۔

(29) قومی لائبریریاں اور عجائب گھر۔

(30) مرکزی ایجنسیاں اور مرکزی ادارے جو کہ تحقیقاتی مقاصد کے لیے قائم کیے جائیں۔

(31) آثار قدیمہ جن کو قومی اہمیت کا حامل سمجھا جائے۔

(32) مردم شماری۔

(33) مرکزی انٹیلی جنیس اور تحقیقات کے ادارے۔

(34) تحفظ پاکستان کے سلسلے میں کسی فرد کو حراست میں رکھنا۔

(35) صدر کا انتخاب' قومی اسمبلی کا انتخاب اور صوبائی اسمبلیوں کا انتخاب' چیف الیکشن کمشنر کا تقرر اور الیکشن کمیشن کی تشکیل۔

(36) سپیکر' ڈپٹی سپیکر اور قومی اسمبلی کے ممبروں کا مشاہرہ۔

(37) قومی اسمبلی کے اختیارات اور مراعات' قومی اسمبلی کے ممبروں کے اختیارات اور مراعات' قومی اسمبلی کی کمیٹیاں' قومی اسمبلی کے سامنے شہادت پیش کرنا۔

(38) سپریم کورٹ بشمول:

(اے) تشکیل' تنظیمی ڈھانچہ' حدود اختیارات سپریم کورٹ۔

(بی) کورٹ فیس

(سی) وکلاء جو کورٹ میں پیش ہوں۔

(39) کسی صوبے سے باہر صوبائی قانون کی پیروی کروانا۔

(40) مرکزی سروس کمیشن' آل پاکستان سروسز اور ان سروسوں اور وہ مناصب جن کا تعلق مرکز سے ہے۔

(41) سیر و سیاحت۔

(42) مہاجرین کی بحالی اور امداد اور متروکہ جائیداد۔

(43) مندرجہ ذیل محاصل اور ٹیکس:

(اے) کسٹم ڈیوٹی۔

(بی) ایکسائز ڈیوٹی۔

(سی) کارپوریشن ٹیکس اور انکم ٹیکس (جس میں زراعت سے آمدن شامل نہیں)

(ڈی) وراثت پر محصول۔

(ای) جائیداد اور سرمائے پر محصول۔

(ایف) خرید و فروخت پر لگائے گئے ٹیکس۔

(جی) سمندروں یا فضائی راستوں سے بھیجے جانے والے سامان پر ٹرمینل ٹیکس۔

(ایچ) معدنی تیل پر ٹیکس' قدرتی گیس پر ٹیکس۔

(44) ہر اس چیز پر ٹیکس جس کا ذکر اس شیڈول میں کر دیا گیا ہے' (اس میں کورٹ فیس شامل نہیں' سپریم کورٹ کو چھوڑ کر)

(45) وہ تحقیقات اور اعداد و شمار جو اس شیڈول میں بیان کر دیے گئے ہیں۔

(46) عدالتوں کا دائرہ اختیار ان معاملات کے بارے میں جن کا ذکر اس شیڈول میں کر دیا گیا ہے۔

(47) ان قوانین کی خلاف ورزی جن کا ذکر اس شیڈول میں کر دیا گیا ہے۔

(48) وہ معاملات جو اس آئین میں مرکزی مقننہ کے حوالے کیے گئے ہیں یا وہ جو مرکز سے تعلق رکھتے ہیں۔

(49) وہ معاملات جو اس شیڈول میں بیان کیے گئے امور سے تعلق رکھتے ہیں۔

اضافہ (ز)

مظالم کی فہرست

(فہرست کا پہلا حصہ)

لاقانونیت اور تشدد کے واقعات جو 25 مارچ 1971ء سے پہلے وقوع پذیر ہوئے ان کو تیسرے باب میں بیان کیا گیا۔

ضلع	تاریخ اور علاقہ	واقعات
چٹاگانگ	26 سے 30 مارچ 1971ء شہر چٹاگانگ	شہر ایسٹ بنگال رجمنٹ کے باغیوں کے کنٹرول میں رہا۔ جن کے ساتھ عوامی لیگ رضاکار بھی شامل تھی۔ ان افراد نے لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا اور بستیوں کی بستیوں کو آگ لگائی جا رہی تھی۔ انسانوں کو قتل کرنے کے لیے ذبحہ خانے بنائے گئے تھے، ان میں ایک عوامی لیگ کے چٹاگانگ کا دفتر تھا جہاں مرد و زن اور بچوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ بہت ایسے واقعات بھی دیکھنے میں آئے جہاں سرنج کے ذریعے انسانوں کے جسم سے خون نچوڑ لیا جاتا تھا اور اس کے بعد جسم کے ٹکڑے کر دیے جاتے تھے۔ یہاں یہاں اس عرصے میں دس سے لے کر 12 ہزار افراد قتل کر دیے گئے۔
چٹاگانگ	27 مارچ 1971ء عثمانیہ گلاس ورکس	مغربی پاکستان کے رہنے والے ملازموں کو اذیت دے کر ہلاک کیا گیا۔ اس میں ستر جانیں تلف ہوئیں۔
چٹاگانگ	15 مارچ 1971ء امین جیوٹ ملز بیبر ہاٹ	اس کے میجنگ پارٹنر اور منیجر کو اغواء کر لیا گیا۔ غالباً انہیں قتل کر دیا گیا۔ یہاں کے چند ملازمین لاپتہ ہیں جن کے بارے میں اطلاع ہے کہ انہیں بطور یرغمال رکھا گیا ہے۔ مرنے اور زخمی ہونے والوں کی تعداد معلوم نہیں ہو سکی۔
چٹاگانگ	19 اپریل 1971ء اصفہانی جیوٹ ملز اور آس پاس کا علاقہ	عورتوں اور بچوں کو انتہائی بے دردی سے قتل کر دیا گیا مغربی پاکستان کے رہنے والے کارکنوں اور افسروں کو اغواء کر لیا گیا۔ تقریباً ایک ہزار افراد ہلاک ہوئے---
	26-27 اپریل 1971ء حافظ جیوٹ مل	بڑے پیمانے پر لوٹ مار اور قتل و غارت گری جن میں عورتوں کو گھروں میں بند کر دیا گیا تھا اور جن کو بچا لیا گیا انہوں نے ناقابل بیان مظالم کی داستان بیان کی خواتین کی آبرو ریزی کی کی گئی قریباً 2000 ہزار افراد ہلاک ہوئے۔
	26 سے 30 اپریل 1971ء، کرنافلی پیپر ریان مل، چندر گونا اور آس پاس کا علاقہ	مل پر حملہ ہوا اور مل کے مالک کے گھر کو آگ لگا دی گئی گھر کے تمام افراد اس آگ میں زندہ جل گئے۔ چند بچے اتفاق سے بچ نکلے۔ یہاں قریباً 150 افراد مارے گئے۔
	27 سے 30 اپریل 1971ء رنگا متی	رنگامتی میں رہنے والے تمام پاکستانیوں کو پکڑ کر اذیت پہنچائی گئی اور پھر

پھر انہیں کر دیا گیا۔ یہاں قریباً
500 آدمی مارے گئے۔

فہرست کا دوسرا حصہ

جیسور' 29' 30 مارچ 71ء جھم جھم پور کالونی

ایسٹ پاکستان رائفلز نے تمام بہاری آبادی کا سفاکانہ قتل عام کیا۔ عورتوں اور بچوں کو نزیل کی سمت گھسیٹ کر لے جایا گیا۔ تقریباً چار پانچ سو عورتوں کو دریائی راستے سے اغوا کیا گیا۔ اس جگہ جابجا انسانی کھوپڑیاں اور ڈھانچے بکھرے پڑے تھے۔ اندازہ ہے کہ تقریباً 3 ہزار افراد کو مار ڈالا گیا اور کوئی 2 ہزار افراد کو اغوار کر لیا گیا۔

29' 30 مارچ 1971ء رام نگر کالونی

جھم جھم پور کالونی کے لوگوں نے یہاں آ کر پناہ لی مگر تخریب پسندوں نے یہاں آگ لگا دی۔ کوئی 150 افراد مارے گئے۔ 448 افراد بے گھر لوگوں کے کیمپ میں منتقل ہو گئے۔

30 مارچ 71ء ترا گنج کالونی

عوامی لیگ کے رضاکاروں اور ایسٹ پاکستان رائفلز کے دستوں نے اس کالونی کی پوری آبادی کو موت کی بھینٹ چڑھا دیا۔ تمام مکانات تباہ کر دیے گئے۔ تقریباً 500 افراد مار ڈالے گئے کوئی 400 افراد لاپتہ ہیں۔

30 مارچ تا 5 اپریل 1971ء حامد پور' آم باگان' بچھاچھر اور جیسور ٹاؤن کارپوریشن قصبہ

اس علاقے کی بیشتر آبادی کو نیست و نابود کر دیا گیا۔ مکانات کو پہلے لوٹا گیا۔ پھر تباہ کیا گیا۔ کوئی ایک ہزار افراد کو یا تو قتل کر دیا گیا یا پھر اغوا کر لیا گیا۔ 175 افراد کو ہسپتال میں اور 172 کو بے گھر لوگوں کے کیمپ میں منتقل کر دیا گیا۔

30 مارچ تا 5 اپریل 1971ء مبارک گنج

مرد' عورتوں اور بچوں کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچا کر مار ڈالا گیا۔ ان کے مکانوں کو لوٹا گیا اور آگ لگائی گئی۔ کوئی 200 افراد قتل کر دیے گئے۔ 10 ہسپتال میں اور 27 بے گھر لوگوں کے کیمپ میں داخل کیے گئے۔

30 مارچ تا 5 اپریل 71ء کالی گنج

کئی علاقوں پر حملہ کیا گیا۔ عورتوں کی آبرو ریزی کی گئی۔ مرد اور بچوں کو سفاکانہ قتل کیا گیا۔ بھاری پیمانے پر لوٹ مار اور غنڈہ گردی کی گئی۔ کوئی 300 افراد قتل کر دیے گئے۔ 132 بحالی کیمپ میں بھیجے گئے۔

30 مارچ تا 10 اپریل' کوٹ چاند پور

اندھا دھند لوٹ مار' آتشزدگی اور قتل عام کیا گیا۔ 300 افراد مار ڈالے گئے۔ 50 زخمی ہوئے اور 55 بحالی کے کیمپ میں بھیجے گئے۔

30 مارچ 71ء تسفی ڈنگا

سنگرام پریشاد رضاکاروں نے پہلے سے نشان زدہ مکانات پر حملے کیے۔ مردوں اور بوڑھی عورتوں کو مار ڈالا اور نوجوان عورتوں کو نکال کر لے گئے۔ کوئی 200 افراد مارے گئے۔ 27 بحالی کیمپ میں ہیں۔

30 مارچ تا 10 اپریل 1971ء' نزیل

یہاں پر پٹھانوں کو بالخصوص مظالم کا نشانہ بنایا گیا۔ تمام علاقے کے پٹھانوں کو اکٹھا کر کے بے رحمی سے قتل کر دیا گیا۔ 60 یا 70 پٹھانوں کو جن میں کہ عورتیں اور بچے بھی شامل تھے' موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

25 مارچ تا 4 اپریل 1971ء' جھینیدا سب ڈویژن

عوامی لیگ کے رضاکاروں نے بے شمار مکانات پر حملہ کیا۔ لوٹا اور آگ لگا دی اور یوں بے شمار جانی اور مالی نقصان کیا۔ 25 افراد سے زیادہ قتل کیے گئے۔ 50 لاپتہ ہو گئے اور 10 افراد کو ہسپتال میں داخل کیا گیا۔

کھلنا

28' 29 مارچ 1971ء کھلنا ٹاؤن' کریسنٹ جوٹ مل' خالص پور اور سٹار جوٹ ملز چنڈی محل

کھلنا میں عوامی لیگ کے ابتدائی دفاعی تربیتی کیمپ کھولے گئے۔ مغربی پاکستان کے نام نہاد "دلالوں" کے خلاف باقاعدہ لوٹ مار' آتشزدگی اور قتل و غارت کی تحریک شروع کی گئی۔ مکانات تباہ کیے گئے اور عوام کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ عوام کو جان سے مار ڈالنے سے پہلے' انہیں طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔ معصوم اور بے گناہ عورتوں اور بچوں کو سڑکوں پر بے رحمی سے گھسیٹا گیا اور پھر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ جن لوگوں نے دریا میں تیر کر جان بچانے کی کوشش کی' انہیں باہر کھینچ لیا گیا۔ ان کے پیٹ چاک کیے گئے اور پھر انہیں دریا میں دھکیل دیا گیا۔ دریا ان معصوموں کے خون سے سرخ ہو گیا۔ مل کی عمارت کے بیشتر حصوں کو نقصان پہنچایا گیا۔ کچھ افسروں کو بھاری رقوم

ادا کرنے پر چھوڑ دیا گیا۔ تقریباً 5 ہزار افراد کو قتل کر دیا گیا۔

28، 29 مارچ 1971ء خالص پور، کھلنا

کالونی کا دس ہزار عوامی لیگی کارکنوں نے محاصرہ کر لیا۔ باغی پولیس بھی ان کے ساتھ ہو گئی۔ چھ گھنٹے تک مسلسل فائرنگ ہوتی رہی۔ کوئی 300 افراد مار ڈالے گئے۔

30 اپریل 71ء شکھیراسب ڈویژن

مغربی پاکستانی ایس۔ ڈی۔ او کو پکڑ کر قیدی بنا لیا گیا۔ اس علاقے میں قتل و غارت، آتش زدگی اور لوٹ مار کا بازار گرم کیا گیا۔ کوئی ایک ہزار افراد کو بے دردی سے مار ڈالا گیا۔

کشتیا

29 مارچ تا 10 اپریل 1971ء کشتیا ٹاؤن

ایسٹ پاکستان رائفلز کے باغی، مجاہد اور مقامی شرپسندوں نے مغربی پاکستانی افواج اور بہاریوں پر اندھا دھند فائرنگ کرنی شروع کر دی۔ خوف و ہراس اور لوٹ مار کا یہ سلسلہ 13 روز تک جاری رہا۔ ایک ہزار یا ڈیڑھ ہزار افراد بے رحمی سے قتل کر دیے گئے۔

26 مارچ تا یکم اپریل 1971ء چوڈنگا، کشتیا

مغربی پاکستانیوں اور بہاریوں کو لوٹا گیا، مار ڈالا گیا۔ عورتوں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا گیا۔ مغربی پاکستان میں ایس۔ ڈی۔ او کو اذیتیں دی اور اس کی حاملہ بیوی کو مارا۔ 500 افراد قتل کر دیے گئے۔ 100 لاپتہ ہیں۔

23 اپریل 1971ء ظفرکنڈی، کشتیا

باغی ایسٹ پاکستان رائفلز اور مقامی شرپسندوں نے بہاری کالونیوں پر حملے کیے۔ جائیدادوں کو بھاری نقصان پہنچانے کے بعد کالونی کو آگ لگا دی گئی۔ کوئی شخص زندہ نہ بچا۔ عورتوں کی چھاتیاں کاٹ کر الگ پھینک دی گئیں۔ پیٹ چیر کر پھینک دیے گئے۔ کوئی 508 افراد کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔

30 مارچ تا 13 اپریل 1971ء مہرپور، کشتیا

دو ہفتہ تک مہرپور کے علاقے میں مسلسل دہشت گردی، آتش زنی، لوٹ مار، قتل و غارت اور عصمت دری کے مسلسل مصائب جاری رہے۔ 400-600 کے قریب افراد مار ڈالے گئے۔ 200 لاپتہ ہیں۔ 10 ہسپتال میں داخل ہیں۔

بوگرہ

26 مارچ تا 23 اپریل 1971ء، بوگرہ ٹاؤن

عوامی لیگ کے رضاکاروں نے جیل کے دروازے توڑ ڈالے۔ قیدیوں کو دہشت گردی اور تشدد کرنے کے لیے آزاد کر دیا۔ 7 ہزار عورتوں، مردوں اور بچوں کو جیل میں ٹھونسا گیا تاکہ بارود سے اڑا دیا جائے۔ مگر پاکستانی افواج کی بروقت آمد کے باعث یہ 7 ہزار معصوم جانیں بچ گئیں۔ چشم دید گواہوں نے قتل، عصمت دری اور لوٹ مار کی دردناک داستانیں سنائیں۔ 2 ہزار افراد قتل کیے گئے۔

26 مارچ تا 22 اپریل 71ء، نواگاؤں، سنتھاہر

عوامی لیگ کے شرپسندوں نے سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کرنی شروع کیں تاکہ بہاریوں کی نقل و حرکت رک جائے۔ بینکوں کو لوٹا، نوجوان عورتوں کی آبرو ریزی کی گئی۔ ان کو مارنے سے پہلے انہیں ننگے بدن سڑکوں پر چلوایا گیا۔ سارے شہر میں لاشوں کے انبار لگا دیے گئے۔ بے شمار لوگوں کو زندہ جلا ڈالا گیا۔ کچھ کو زخمی حالت میں گھسیٹا گیا اور پھر مار ڈالا گیا۔ ماؤں کو اپنے بچوں کا خون پینے پر مجبور کیا گیا۔ تقریباً تمام بہاری آبادی کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ 15 ہزار افراد مار ڈالے گئے۔

پبنہ

23 مارچ تا 10 اپریل 1971ء پبنہ ٹاؤن

پبنہ ٹاؤن میں پورے دو ہفتے تک دہشت گردی اور قتل و غارت کا بازار گرم رہا۔ آخر فوج نے آکر انتظام سنبھالا۔ 300 افراد قتل کر دیے گئے۔

23 مارچ تا 10 اپریل 1971ء سراج گنج

دہشت پسندوں نے 350 عورتوں، مردوں اور بچوں کو ایک عمارت میں بند کر کے آگ لگا دی۔ تمام آبادی کو ختم کر دیا۔

10 اپریل 1971ء پکسے

ریلوے کالونی کے لوگوں کو امن کمیٹی قائم کرنے کا دھوکہ دے کر ہائی سکول کی عمارت میں جمع کیا گیا اور پھر عمارت کو آگ لگا کر لوگوں کو زندہ جلا ڈالا۔ 2 ہزار مارے گئے۔

رنگپور

23 تا 31 مارچ 1971ء سیدپور (رنگپور)

سینکڑوں مکانوں کو مع مکینوں کے جلا دیا گیا۔ 100 سے زیادہ افراد کو

ڈالا گیا۔

23 مارچ تا یکم اپریل 1971ء، نل پھماری

مہاجروں کی کل 5 ہزار آبادی میں آدھی سے زیادہ آبادی کو سفاکانہ قتل کیا گیا۔ 2700 افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

دیناج پور

28 مارچ تا یکم اپریل 1971ء، دیناج پور ٹاؤن

ایسٹ بنگال رائفلز کی بغاوت کے ساتھ ہی دہشت گردی کا بازار گرم ہوا۔ مردوں، عورتوں اور بچوں کا قتل عام ہوا۔ چند بوڑھی عورتیں اور بچے ہی ظلم و ستم کا نشانہ بننے سے بچ سکے۔ ستم رسیدوں کے سر درختوں کے ساتھ باندھ کر لٹکائے گئے۔ کوئی 400 لڑکیاں اغوا کر کے ہندوستان بھیج دی گئیں۔ 5 ہزار افراد مارے گئے۔

28 مارچ تا 13 اپریل 1971ء، ٹھاکر گاؤں

ایسٹ بنگال رائفلز نے بغاوت کر دی اور زیادہ تر بہاری آبادی کو قتل کر دیا گیا۔ نوجوان لڑکیاں اغوا کر لی گئیں۔ عورتوں کی عصمت دری کی گئی اور حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر دیے گئے۔ بچوں کو پیٹ سے نکال کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ لاشوں کو ننگا کر کے سڑکوں پر گھسیٹا گیا۔ 3 ہزار افراد مارے گئے۔

پاربتی پور، پونچھ گڑھ، چوڑکٹی، پھلباری اور ہلی

ایسٹ پاکستان رائفلز کے باغیوں اور عوامی لیگ کے رضاکاروں کے ستم کا نشانہ ریلوے کالونیاں تھیں۔ دستی بم، چھوٹی مشین گنیں اور دوسرا آتشیں اسلحہ، مکینوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے استعمال کیا گیا اور پھر انہیں بے دردی سے قتل کیا۔ عورتوں کی آبرو ریزی کی۔ (بچنے والوں کے اندازے کے مطابق 5 ہزار افراد مار ڈالے گئے)

راجشاہی

28 مارچ تا 16 اپریل 1971ء راج شاہی ٹاؤن

پولیس اور ایسٹ پاکستان رائفلز نے بغاوت کر دی۔ ہندوستانی مداخلت کار بھی ان کے ساتھ شامل ہوگئے اور اندھا دھند قتل و غارت شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ 16 اپریل کو فوج نے اس علاقے کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ نیٹور اور سردا کے علاقوں میں بھی قتل عام ہوا۔ کوئی 2 ہزار افراد مارے گئے۔

27 مارچ تا 18 اپریل 1971ء، نواب گنج

ایسٹ پاکستان رائفلز کے باغی عناصر نے ہندوستانی مداخلت کاروں کی مدد سے نواب گنج جیل توڑ ڈالی۔ تمام قیدیوں کو رہا کر دیا اور انہیں دہشت گردی اور لوٹ مار کرنے کی ترغیب دی۔ ایک اکاؤنٹنٹ کلرک کو کمر کمر زندہ زمین میں دبا دیا گیا کیونکہ اس نے "بنگلہ دیش" کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ بعد میں اسے لاٹھیوں سے مار مار کر ہلاک کر دیا گیا۔

کومیلا

.....مارچ تا 14 اپریل 1971ء، برہمن باڑیہ

برہمن باڑیہ میں بہاری عورتوں، مردوں اور بچوں کو جمع کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔ بعد ازاں 13 اپریل 1971ء کو ایسٹ بنگال ریجمنٹ کے باغی کمپنی کمانڈر کے حکم پر زندہ لوگوں کو آگ میں جلا ڈالا گیا۔ 500 افراد مارے گئے۔

میمن سنگھ

27 مارچ 1971ء، میمن سنگھ چھاؤنی

ایسٹ بنگال ریجمنٹ اور ایسٹ پاکستان رائفلز کے باغیوں نے اپنے مغربی پاکستانی ساتھیوں کو قتل کر دیا اور انہوں نے افسران کے علاوہ ان لوگوں کو بھی قتل کر دیا جو ان مغربی پاکستانی افسران اور سپاہیوں کے گھروں اور بیرکوں میں رات گزارنے کے لیے مقیم تھے۔

16، 17 اپریل 1971ء میمن سنگھ ٹاؤن

ایسٹ پاکستان رائفلز کے سابقہ افسران نے مشین گنوں سے مسلح ہو کر، میمن سنگھ جیل پر حملہ کیا اور 17 غیر مقامی افراد کو بے گناہ قتل کر دیا۔ یہ مظلوم افراد جان بچانے کو یہاں موجود تھے۔

17 تا 20 اپریل 71ء شان کیہار اور دوسری کالونیاں

مشتعل اور باغی ہجوم جو رائفلوں، تلواروں، بھالوں، برچھیوں، بانسوں اور روڑوں سے مسلح تھا، انہوں نے شانکی پارہ اور میمن سنگھ ٹاؤن سے ملحقہ اور نزدیک تر دوسری 9 کالونیوں کے بیشتر مرد مکینوں کو قتل کر دیا۔ کوئی 5 ہزار افراد کو مار ڈالا گیا۔ عورتیں ایک سکول اور ایک مسجد کی عمارت میں جمع ہوگئیں۔ بعد ازاں جب 21 اپریل 1971ء کو فوج نے اس علاقے پر قبضہ کیا تو ان مظلوم عورتوں کو تحفظ ملا۔

عظیم المیہ

ذوالفقار علی بھٹو

پیش لفظ

1971ء میں پاکستان میں ایک عظیم المیہ واردات ہوئی۔ آج جس بحران نے ہمارے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ وہ دستک دیئے بغیر نہیں ہوا۔ نومبر 1967ء میں' میں نے اپنی کتاب "متھ آف انڈی پینڈنس" میں کہا تھا "میں اعتراف کرتا ہوں کہ کتاب میں نے عجلت میں اور ان حالات میں لکھی جن پر مجھے کوئی اختیار نہ تھا۔ یہ وقت کے خلاف ایک دوڑ ہے جو انتہائی تیزی سے پاکستان کو ایک چوراہے کی طرف لے جارہی ہے جہاں سے بجز ایک راستہ کے باقی تمام راستے تباہی کی طرف جاتے ہیں چار سال سے بھی کم مدت میں ہم اس چوراہے پر پہنچ چکے ہیں۔

اس بیان میں میں نے اس بحران کے بارے میں ذاتی تاثرات قلمبند کئے ہیں جن میں پاکستان کو دھکیل دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ پاکستان پیپلزپارٹی کے کردار کا ذکر ہے۔ عہد حاضر کی بہتر افہام و تفہیم کے لئے میں نے مناسب حد تک عہد گزشتہ اور آنے والے زمانے کا بھی حوالہ دیا ہے۔

یہ تاثرات مئی کے اوائل میں ذاتی یادداشتوں کے طور پر لکھنا شروع کئے مگر جیسے جیسے حالات خراب ہوتے گئے۔ میں عوام کو یہ بتانا اپنا فریضہ جانا کہ پاکستان کو یہ خوفناک صورت حال کیوں پیش آئی۔ تاہم میرے اس بیان کے بعد بعض اہم واقعات ہوئے ہیں جن کا تذکرہ اس میں نہیں ہے۔ لیکن اس کے نتائج و عواقب بحران کے حل سے متعلق بھی ہیں۔ جن کے حل کی تلاش کی خاطر اور موجودہ صورت حال کی اپنی حدود کے پیش نظر قلم کو لگام دے رکھی ہے اور بعض معاملات پر اپنی رائے محفوظ رکھی ہے۔ تاہم ان واقعات کا حوالہ ضروری ہے--- 28 جون کو صدر یحییٰ خان نے اپنے قانونی ڈھانچے کے حکم سے گریز کرتے ہوئے جمہوریت کی بحالی کے ایک نئے منصوبے اور ٹائم ٹیبل کا اعلان کیا۔ صدر نکسن کے نیشنل سکورٹی امور کے مشیر مسٹر ہنری کیسنجر نے جولائی میں پاکستان کے راستے پیکنگ کا خفیہ دورہ کر کے نئے عالمی توازن کے کئی راستے کھول دیئے۔ 9 اگست کو روس اور بھارت کے درمیان ہونے والے معاہدہ سے برصغیر میں بہت بڑی تبدیلی کا آغاز ہوا۔ یہ معاہدہ سیکرٹری جنرل برزنیف کی چین کو تنہا کرنے کی ایشائی سلامتی کے معاہدہ کی طرف پہلا قدم ہے۔ حکومت پاکستان نے مشرقی پاکستان کے واقعات کے بارے میں اگست میں قرطاس ابیض شائع کیا حکومت نے اعلان کیا کہ پاکستان کے خلاف جنگ کرنے کے الزام میں شیخ مجیب پر 11 اگست سے مقدمہ کی خفیہ سماعت شروع ہوگی۔ یہاں تک کہ پاکستان کی نازک معاشی حالت کا بھی تذکرہ ضروری ہے جو بین الاقوامی مالیاتی نظام میں ڈالر کے بحران کے باعث اور بھی پیچیدہ ہوگئی ہے۔ ان واقعات کا تقاضا یہ ہے کہ بنیادی طور پر ازسرنو غور فکر کیا جائے اور اپنی ملکی اور غیر ملکی پالیسیوں میں بڑی بے باکی سے بعض نئے اقدامات کئے جائیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ہم اس چیلنج کا مقابلہ کرسکتے ہیں شرط یہ ہے کہ ہمیں اپنے انتخابی پروگرام کو پورا کرنے کے لئے مزید تاخیر کئے بغیر ذمہ داری سونپ دی جائے۔

اس بیان سے یہ بات واضح ہوجائے گی کہ پیپلز پارٹی ملک کے دونوں حصوں کی اکثریتی جماعتوں کا "عظیم اشتراک" کیوں چاہتی تھی۔ ہم نے یکم مارچ سے پہلے عوامی لیگ کے ضروری مطالبات تسلیم کرنے کے لئے کیا کیا ہر ممکن کوشش کی اور یکم مارچ کے بعد اور کس طرح ہم اس موقف پر ڈٹے رہے کہ تعطل کو ختم کرنے کی کوئی بھی تجویز آخری فیصلہ کے لئے قومی اسمبلی میں منتخب نمائندوں کے سامنے پیش کی جائے۔

پاکستان کے عوام اندازہ کرسکتے ہیں کہ اتنا بڑا سانحہ کیوں گزرا۔ اس وقت سب سے بڑا کام اس بحران پر قابو پانا ہے۔ ہمیں پاکستان کو بچانے کے لئے اپنی تمام کوششیں وقف کرنا ہوں گی۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر بلا تاخیر اقتدار منتقل کر دیا جائے تو عوام کی حمائت و تائید کے ساتھ ہم پاکستان کو بچانے کے اہل ہیں اور جیسا کہ میں نے 1967ء میں کہا تھا کہ بجز ایک راستے کے باقی تمام راستے تباہی کی طرف جاتے ہیں۔

کراچی 20 اگست 1971ء — **ذوالفقار علی بھٹو**

عظیم المیہ

پاکستان ایک خوفناک' صبرآزما ابتلا سے گزر رہا ہے ہجوم درد میں تخلیق ہونے والا یہ ملک آج انتہائی سنگین بحران سے گزر رہا ہے۔ پاکستانیوں کے ہاتھوں پاکستانیوں کے قتل عام کا بھیانک منظر ابھی ختم نہیں ہوا۔ لہو آج بھی بہایا جا رہا ہے۔ بھارت کی جارحانہ دخل اندازی کے باعث صورتحال اور بھی پیچیدہ ہوگئی ہے۔ اگر ہم آج کی آزمائش سے بچ نکلے تو پاکستان تا ابد ایک عظیم مقصد کے ساتھ زندہ رہے گا۔ بصورت دیگر یہ مہیب انتشارو افتراق مکمل تباہی کا باعث ہوگا۔ ساری بات کا انحصار اب اس امر پر ہے کہ اب کیا کیا جاتا ہے۔

ہمارا نکتہ آغاز 1940ء ہے جب 23 مارچ کو ہندوستان کے مسلمانوں نے قائداعظم کی قیادت میں برصغیر کے اندر ایک مسلم ریاست

کا مطالبہ کیا تھا۔ یہ مطالبہ شیر بنگال مولوی اے کے فضل الحق نے ایک قرارداد کی صورت میں پیش کیا تھا۔ جسے قرارداد لاہور کا نام دیا گیا۔ آج ملک کے دونوں حصوں میں بڑھتے ہوئے محاربہ کے باعث گزشتہ چند سالوں میں قرار داد لاہور پر از سر نو بحث کا آغاز ہوا۔ پہلے 1969ء شیخ مجیب اور بعد میں مولانا بھاشانی نے دعویٰ کیا کہ قرارداد لاہور میں دو مسلم ریاستوں کا مطالبہ کیا گیا ہے ان میں سے ایک مشرق اور دوسری مغرب میں۔ یہ قرار داد کی دیانت دارانہ تعبیرو تشریح نہیں ہے۔ تخلیق پاکستان سے لے کر 1969ء تک اس قرار داد کو کبھی سنجیدگی سے یہ معنی نہیں پہنائے گئے۔ قرارداد لاہور کے مطابق پاکستان میں سالم بنگال' پورا پنجاب اور سارا آسام شامل تھا۔ پنجاب اور بنگال تقسیم ہوئے۔ آسام دینے سے انکار کر دیا گیا۔ اس طرح جب آخری تقسیم ہوئی تو قرارداد کو اصولی طور پر تسلیم کیا گیا تھا۔ اس سے قطع نظر صرف مطلب تو یہ ہے کہ برصغیر کی تقسیم کے ذمہ دار انگریز نے انڈی پنڈنس ایکٹ مجریہ 1947ء کے ذریعے اقتدار منتقل کیا ہے۔ اس ایکٹ کے مطابق تین نہیں دو آزاد ریاستیں' ہندوستان اور پاکستان بنائیں گئیں۔ اپنی مٹی سے بے پناہ جزباتی تعلق رکھنے والا عام آدمی ہیگلین تصور مملکت یا آسٹن کے خودمختاری کے تصور کے فہم سے عاری ہے یہ جاننا چاہتا ہے کہ یہ خوفناک سانحہ وقوع پذیر کیسے ہوا۔ وہ خود اس کا ذمہ دار نہیں۔ تئیس برس بعد اس نے اپنے نمائندے منتخب کرنے کے لئے بڑے جوش و خروش اور بے پناہ تمناؤں کے ساتھ ووٹ ڈالا۔ اس نے اس امید کے ساتھ ووٹ ڈالا تھا کہ نیا عہد طلوع ہوگا۔ اس عہد میں پاکستان سیاسی امن و امان اور اقتصادی ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوگا۔ حالیہ بحران نے اس کی امیدوں کو تہہ و بالا کر دیا ہے اس کی اقتصادی حالت خراب تر ہو رہی ہے۔ یہ عام آدمی صبح سے شام تک محنت کرتا ہے۔ اس کے بچوں کے تن پر چیتھڑے لٹک رہے ہیں۔ وہ انسانیت کے منافی حالات میں زندگی گزار رہا ہے اس عام آدمی کو یہ دریافت کرنے کا حق حاصل ہے کہ پاکستان میں تباہی کیوں ہوئی اور یہ اس کا پاکستان ہے۔ اس نے خون دے کر اسے تخلیق کیا۔ اس نے قربانیاں دے کر خون پسینہ بہا کر اسے تعمیر کیا۔ اس سے غداری کی گئی ہے۔

یہ بحران ہم پر اچانک نازل نہیں ہوا۔ ایک عرصہ سے یہ مواد پک رہا تھا۔ یہ ان غلطیوں اور لغزشوں کا نتیجہ ہے جن کی تاریخ انگریز راج سے شروع ہوتی ہے۔ پاکستان کی حکومتوں نے امور مملکت سرانجام دینے میں ایسے ایسے گھپلے کئے ہیں کہ ایک غیرجانبدار مبصر یہ کہنے پر مجبور ہوجائے گا کہ پاکستانی قیادت نے غلطیاں کرنے میں اپنا کوئی مثال نہیں چھوڑا۔ یہ قیادت صرف سیاسی لیڈروں پر ہی مشتمل نہیں۔ اس قیادت میں تمام حلقے متعلق ہیں۔

پاکستان 47ء بہت بڑے قتل و غارت کے بعد وجود میں آیا' 30 لاکھ افراد جان سے گزر گئے اس سے کہیں زیادہ بے گناہ بے خانماں ہوئے۔ برصغیر کی چیرپھاڑ ایک عذاب سے کم نہ تھی اور پابہ رکاب انگریز جس نے ہر مرحلہ پر پاکستان کو کمزور کیا۔ انتہائی بے دردی اور بے حسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے روانہ ہوا۔ مہاجرین جسموں پر تقسیم کے نقش سجائے اور دلوں میں صدیوں کی نفرت لئے طول طویل مسافتیں طے کرکے اپنے نئے گھروں کو پہنچے۔ ان مہاجرین کے باعث ہندوستان اور پاکستان کے درمیان' تعلقات مزید تلخ ہوگئے۔ حیدر آباد' جوناگڑھ اور کشمیر کا بیک وقت تنازعہ شروع ہوا جس نے تعلقات میں مزید زہر بھر دیا۔ 1948ء میں کشمیر پر ہندوستان اور پاکستان میں لڑائی ہوئی۔ اقوام متحدہ پر اعتماد اور جنوری 1949ء میں متارکہ جنگ کو قبول کرنا سنگین غلطی تھی۔ اس وقت سے تنازعہ کشمیر برصغیر کے سیاسی جسد میں ناسور کی طرح پھیل رہا ہے آج آزادی کے دو عشرے گزارنے کے بعد دونوں ملک بیمار ہیں۔

تقسیم کے فوراً بعد تنازعہ شروع ہوا اور اس سے ملک کے دونوں حصوں میں تلخی شروع ہوئی۔ پاکستان میں کئی زبانیں ہیں۔ قدیم اور بھرپور زبانیں اور مختلف ثقافتیں ان میں کوئی بھی ثقافت قومی شناخت کی ترویج و تخلیق کے لئے منافی یا متضاد نہیں۔ پچھلی حکومتوں کو مشترک و مخلوط قومی ثقافت کی ترقی و ترویج کی خاطر مقامی ثقافتوں کو سختی سے دبانے کی بجائے ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے تھی۔ نوع بنوع ثقافتوں کے نقش و نگار قومی ثقافت کو پرمایہ بناتے ہیں۔ جیسا کہ دوسرے وفاقوں میں یہی عمل کامیابی سے سرانجام دیا گیا۔ لسانی تنازعہ سے پہلا شرارہ پھوٹا اور اس کے بعد اور شرارے پھوٹتے رہے۔

خالق پاکستان نے تخلیق پاکستان کے فوراً بعد پیغمبرانہ بصیرت کے ساتھ مشرقی پاکستان کے متعدد مسائل کی نشاندہی کر دی تھی جو بعد میں سامنے آنے والے تھے فوراً اس صورت حال میں پوشیدہ خطروں کے بارے میں قوم کو متنبہ بھی کر دیا گیا تھا۔ مارچ 1948ء میں مشرقی پاکستان میں نو دن کے قیام کے آخر پر انہوں نے کہا تھا:

"میں اس صوبے کے لوگوں کو یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں ایک خاص طبقہ میں قابل افسوس رجحان نظر آرہا ہے۔ یہ طبقہ نومولود آزادی کو ایسی آزادی نہیں سمجھ رہا ہے جس سے ایک طرف اگر عظیم مواقع پیدا ہوئے ہیں تو دوسری طرف عظیم ذمہ داریاں بھی عائد ہوئی ہیں بلکہ وہ اسے بے مہار آزادی سمجھ رہا ہے۔ انہیں اس امر کی مکمل آزادی ہے کہ وہ آئینی ذرائع اور اپنی منشاء کے مطابق حکومت بنائیں۔ تاہم اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اب کوئی گروہ غیر قانونی طریقوں سے اپنی مرضی کو ٹھونس سکے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو اس امر کا احساس ہے۔

پاکستان ایسے نو آزاد ملک میں جو دور دور واقع دو حصوں میں منقسم ہے زیادہ اتحاد و یگانگت کی ضرورت ہے۔ اس کے شہریوں میں خواہ ان کا تعلق کسی علاقے سے ہو زیادہ قربت اور دوستی کی ضرورت ہے۔ یہ ملک کی ترقی ہی نہیں بلکہ اس کی بقا کے لئے لازمی ہے۔ میں آپ سے صاف صاف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جن ہندوستانی اخبارات اور سیاسی اداروں نے پاکستان کی تخلیق کو روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا وہ یکایک مشرقی بنگال کے مسلمانوں کے "منصفانہ مطالبات" کے ہمدرد اور علمبردار کیوں بن گئے ہیں۔ کیا یہ شیطانی صورتحال نہیں ہے۔ کیا یہ بات واضح نہیں ہے کہ مسلمانوں کو حصول پاکستان کی جدوجہد میں ناکام نہ کر سکنے کے بعد اب یہ ادارے پاکستان کو اس طرح سے اندر سے تباہ کرنا چاہتے ہیں کہ اپنے شرانگیز پرپیگنڈہ سے مسلمان بھائی کو اپنے مسلمان بھائی سے بھڑا دیں اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ صوبائی عصبیت کے اس زہر کے بارے میں ہوشیار رہیں جو دشمن ہمارے ملک میں پھیلانا چاہتا ہے۔"

خالق پاکستان ستمبر 1948ء میں جاں بحق ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد قرعہ قیادت لیاقت علی خان کے نام پڑا۔ دو برس بعد وہ قتل ہوئے۔ اس کے بعد جو مسلم لیگی رہنما سامنے آئے ان میں پاکستان کو ترقی پسند متحرک مملکت بنانے کا حوصلہ تھا' نہ وسعت نظر' مایوسی اور بددلی کے ابتدائی اثرات آزادی کے پانچ برس بعد ظاہر ہونا شروع ہوئے لوگوں نے خود کو تنہا اور فریب خوردہ محسوس کرنا شروع کردیا۔ کم ظرف سیاستدانوں نے پاکستان کو ذاتی جاگیر سمجھ لیا اور دستور کی تشکیل اور عام انتخابات کو التوا میں ڈال کر اقتدار سے چمٹے رہے۔ اس ناکامی پر اس وقت سے تحریک پاکستان کو بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔

1954ء میں ملک کے مشرقی اور مغربی بازوؤں کے درمیان ایک مناسب آئین پر مفاہمت ہوسکتی تھی۔ مگر لالچ اور ایک دوسرے پر بالادستی قائم کرنے کے جذبے نے اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔ آئین ساز اسمبلی کی قائم کردہ بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے 1954ء تک آئینی مسودہ تیار کر لیا تھا۔ جس میں اس امر کی کوشش کی گئی تھی کہ ایک وفاقی ڈھانچے میں پاکستان کی حقیقتوں کا اظہار کیا جائے مگر درحقیقت اس کی حیثیت ایک تصوراتی انتظام سے زیادہ نہ تھی۔ مگر حد یہ ہے کہ یہ انتظام قابل قبول نہ ہوسکا۔ ایک بیمار مگر حریص گورنر جنرل نے 1954ء کے آئینی مسودے کی آخری منظوری سے پہلے ہی دستور ساز اسمبلی غیر قانونی طریقے پر توڑ دی۔ اس سے پہلے اسی گورنر جنرل نے ایک بنگالی وزیراعظم کو بھی غیر قانونی طور پر برطرف کر دیا تھا۔ جس کو دستور ساز اسمبلی میں اکثریت حاصل تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ملک کے دونوں بازوؤں کے مابین شکوک و شبہات بڑھتے رہے اور اسی طرح ایک آئینی حل تلاش کرنے کی کوشش اور زیادہ مشکل ہوتی چلی گئی۔ پھر یہ ہوا کہ سفلی عزائم کے زیر اثر 55ء میں مغربی پاکستان کے عوام پر ون یونٹ کو مسلط کر دیا گیا۔ یہ ون یونٹ ایک بہت بڑی لعنت تھی۔ یوں تو ون یونٹ سے پہلے ہی ملک کے مشرقی اور مغربی بازوؤں کے درمیان کشیدگی موجود تھی۔ مگر ون یونٹ کے قیام کے بعد تو خود مغربی پاکستان کے عوام کے باہمی تعلقات پر بھی خراب اثر پڑا اور اس میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ ون یونٹ نے ملک کے مشرقی اور مغربی بازوؤں کو ایک دوسرے کے بالمقابل حریفوں کی صورت میں کھڑا کر دیا۔ طرح طرح کے جوڑ توڑ کے بعد دوسری دستور ساز اسمبلی نے جو پہلے دستور ساز اسمبلی کی طرح خود مختار نہیں تھی 1956ء کا آئین منظور کر لیا۔ مگر یہ آئین بھی صرف دو سال بعد زمین پر آرہا۔ اس کے بعد ایوب خان کی آمرانہ حکومت کا دور آیا جو تقریباً گیارہ برس تک ملک پر مسلط رہی۔ 1962ء میں ایوب خان نے نیم وحدانی طرز کا آئین نافذ کیا۔

تاریخی نسلی اور لسانی وجوہ کی بنیاد پر پاکستان کے لئے موزوں طرز حکومت وفاقی نظام ہے۔ علاوہ بریں خالصتاً جغرافیہ کی وجہ سے بھی وفاقی نظام ہی اس ملک کے لئے انتہائی لازمی ہے۔ پاکستان کا المیہ اس حقیقت میں مضمر ہے اگرچہ وفاقیت ہی پاکستان کے حالات کے عین مطابق ہے مگر اسے کیا کہئے کہ گزشتہ تیئس برس سے پاکستان کو صرف برائے نام ایک وفاقی ملک کہا جاتا ہے اور عملاً آج تک اس ملک کو نیم وحدانی مملکت کی حیثیت سے چلایا جارہا ہے اور ایسے انتظام کے خوفناک اور تباہ کن نتائج آج ہم سب کے سامنے ہیں۔

یہ ایک بڑا المیہ ہے کہ پاکستان میں وفاقیت اور ہم وجودیت کے تقاضوں کو خودپسندی اور مہم جوئی کی بھینٹ چڑھا دیا ہے اور ایک مضبوط مرکز کے نام پر صوبوں کے اختیارات اس حد تک کمزور کر دیئے گئے کہ صوبائی اختیارات معدوم ہو کر رہ گئے۔ ہمارے عظیم مذہب اسلام کے نام پر عام آدمی کا انتہائی بے رحمی کے ساتھ استحصال کیا گیا۔ دنیا کے کسی مسلمان اور کسی مسلمان ریاست نے اسلام کو یہاں سے زیادہ نقصان ہرگز نہیں پہنچایا۔ عوام کے دھتکارے ہوئے سیاستدانوں نے اسلام کے رفیع الشان نام کا استحصال کیا اور اس کے نام پر پاکستان میں ایک غیر منصفانہ اقتصادی نظام کو پھلنے پھولنے کا موقع دیا۔

آج ہم جن مصائب سے دوچار ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہاں عوام کا انتہائی بے رحمی کے ساتھ استحصال روا رکھا گیا۔ یوں تو استحصال کے ہاتھوں پورے ملک کو نقصان اٹھانا پڑا مگر اس لعنت کا زیادہ تر بوجھ مشرقی پاکستان کو اٹھانا پڑا۔ پاکستان کا شمار دنیا کے مفلس ترین ملکوں میں کیا جاتا ہے۔ مگر اس کے باوجود اس کے بعض سرمایہ دار دنیا کے دولت مند ترین افراد میں شامل ہیں۔ پاکستان کے غریب عوام کا استحصال لوٹ کھسوٹ اور غارت گری کی ایک الم ناک داستان ہے۔

ترقی پذیر لہٰذا تیسری دنیا کی ضرورت ترقی ہے' غارت گری نہیں اور ہمارے حالات میں تو یہ ناممکن ہے کہ سرمایہ دارانہ طریقوں سے ترقی کر سکیں۔ تیسری دنیا کو صرف سوشلزم کے ذریعے ہی ترقی دی جا سکتی ہے۔ مگر مفاد پرست عناصر اور طبقوں کے نزدیک سوشلزم تو چھوت کی ایسی بیماری ہے کہ ان میں سے بعض مفاد پرست عناصر سرمایہ داری کے مقابلے میں پاکستان کے خاتمے کو کہیں زیادہ ترجیح دیں گے۔ ہمارا عزیز وطن اجارہ دار تاجروں کی لامحدود ہوس اور نیم خواندہ رہنماؤں کی جہالت کی آماجگاہ رہا ہے۔

قیام پاکستان کے پہلے دس برسوں کے دوران سیاستدانوں اور نوکر شاہی کے ارکان نے بھی مل کر پاکستان کو خوب لوٹا اور پاکستانی عوام کے مفادات کو جی بھر کر پامال کیا۔ پھر 1958ء میں مسلح افواج سیاست میں در آئیں اور نیم دلانہ اقدامات کے سلسلہ کی مدد سے ماضی کی شکایات کو رفع کرنے کی کوشش کی۔ 1958ء میں جب ایوب خان نے حکومت سنبھالی تو عوام نے اس پر بہت گرم جوشی کا اظہار کیا اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ مسلح افواج پر پاکستان عوام کو بے حد اعتماد تھا۔ عوام نے ایوب خان کو اطمینان کی سانس کی حیثیت سے قبول کیا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ 1958ء میں جو موقع حاصل ہوا ایسا موقع ماضی میں کسی دوسرے حکمران اور حکومت کو کبھی نہیں ملا تھا۔ اگر ایوب خان چاہتے تو 1959ء میں ماضی کی غلطیوں کی تلافی کر کے پاکستان کو ترقی کی راہ پر ڈال سکتے تھے اور اسی مقصد کے ساتھ عوام کی نگاہیں ایوب کی طرف لگی ہوئیں تھیں۔ مگر ایوب خان نے یہ موقع گنوا دیا۔ لوگ تو ایوب خان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ مگر وہ عوام کا آدمی نہ تھا۔ جفاکش اور محنتی ہونے کے باوجود ایوب خان بدعنوان شخص تھا اور اس کے خاندان کے ارکان راتوں رات دولت مند بن جانے کی دوڑ میں مصروف تھے۔ خود ایوب خان کی شخصیت میں بھی کئی الجھاؤ تھے اور مسائل کے بارے میں اس کی نظر بوجھل تھی۔ پھر طرفہ تماشہ یہ تھا کہ مشرقی پاکستان کے بارے میں شدید عصبیت کا حامل تھا۔ ایوب خان کے زمانہ حکومت میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے باہمی تعلقات انتہائی درجہ کمزور ہوگئے۔ ظاہری سطح پر ایوب خان کی حکومت بہت مستحکم دکھائی دیتی تھی۔ مگر سطح کے نیچے ایک گہرا طوفان تھا۔ یہ ایوب خانی عہد کا تحفہ ہے کہ بڑے بیوپاریوں کی غارت گری نقطہ عروج کو پہنچ گئی۔ ایوب خان کے ایوان حکومت کی بنیادیں بڑے بیوپاریوں' نوکرشاہی اور بنیادی جمہوریت پر کھڑی کی گئی تھیں۔ یہ بھی ایوب خان کی حکومت کے آخری ایام کا حصہ ہے کہ جنگجو بنگالی قومیت نے پہلی مرتبہ سر اٹھایا۔

ستمبر 1965ء کی پاک بھارت جنگ نے ایک مرتبہ پھر پاکستانی عوام کو صیقل کرنے کا ایک نادر موقع فراہم کیا۔ مگر عوام کا یہ جوش و خروش بہت جلد ٹھنڈا پڑ گیا۔ ایک ایسی قوم نے' جس نے ستمبر 1965ء میں غیر متزلزل اتحاد کا مظاہرہ کیا تھا' جنوری 1966ء میں اچانک محسوس کیا کہ اس کی اتحاد کی دیواروں میں رخنے پڑ رہے ہیں۔ پاکستان کی فتح اس کی شکست میں بدل چکی تھی۔ تاشقند میں ایوب خان نے جنوری 1966ء میں بڑی طاقتوں کے سامنے ہتھیار ڈال دئے اور ملک کو فریب دیا۔ اعلان تاشقند پر مغربی پاکستان کے طول و عرض میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ جب کہ مغربی پاکستان میں عدم تحفظ کا احساس پھیلتا گیا۔ اگر ایوب خان بڑی طاقتوں کا دباؤ قبول کرنے کی بجائے عوام کو اعتماد میں لینے کی کوشش کرتا تو یہ ممکن تھا کہ وہ مغربی پاکستان میں مایوسی کو کم کر سکتا' مگر ایوب خان نے جو ایک آمر تھا' عوام کو نظر انداز کر کے انہیں تاریکی میں رکھنے کو ترجیح دی۔

مشرقی پاکستان کے انتہا پسند لیڈروں نے عوامی جمہوریہ چین کی طرف سے دیے الٹی میٹم کو دانستہ طور پر غلط معنی پہنائے اس سے ان کا مقصد اپنے عوام کو یہ تاثر دینا تھا کہ مشرقی پاکستان کو مسلح افواج نے نہیں بلکہ چین کے الٹی میٹم نے جنگ سے محفوظ رکھا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ چین کے الٹی میٹم کا ہی نتیجہ تھا کہ بھارت کو مشرقی پاکستان پر حملہ کرنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ہماری مسلح افواج مشرقی پاکستان کا دفاع کرنے اور بھارت کی جارحیت کو ناکام بنانے کی سکت نہیں رکھتی تھیں۔ ایوب خان نے قومی زندگی کے اس نازک مرحلے پر مشرقی پاکستان کا دورہ کرنے اور پاکستان کی اکثریتی آبادی کو صحیح صورتحال سے آگاہ کرنے کی ضرورت نہ سمجھی اس کے نتیجے میں پاکستان کی ڈپلومیسی کا ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس خلا سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایوب خان کے مخالفین فروری 1966ء کو لاہور میں اکٹھے ہوئے اور اس اجتماع کو کل پاکستان قومی کانفرنس کا نام دیا۔ یہی وہ اجتماع تھا جس میں شیخ مجیب الرحمٰن نے ایوب خان کی حکومت کے خلاف صف آرائی کی نیت سے اپنا چھ نکاتی پروگرام پیش کیا۔ چھ نکات کے اصل مصنف کون تھے۔ اس سوال پر ملک بھر بہت کشش و پیچ میں مبتلا رہا۔ بعض لوگوں کے نزدیک اس پروگرام کا مصنف' نوکرشاہی کا ایک ایسا رکن تھا جو ایوب خان کا مقرب خاص تھا۔ ان لوگوں کے یقین کے مطابق اس فارمولے کی تصنیف کا مقصد عوام کی توجہ اعلان تاشقند پر اٹھنے والے ہنگامے سے ہٹانا اور مغربی اور مشرقی پاکستان کے عوام کو تقسیم کرنا تھا تاکہ ایوب خان کو محفوظ رکھا جا سکے۔ تاہم ایسی افواہیں بھی مسلسل گشت کرتی رہیں کہ چھ نکات کے مسودے کے پیچھے ایک بیرونی طاقت کارفرما تھی۔

چھ نکاتی پروگرام کا اصل کیا تھا۔ اس کے پراسرار رہنے کے باوجود اس امر میں شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ فارمولا پاکستان پر بہت اثر انداز ہوتا ہے پہلے تو ایوب خان کی حکومت نے چھ نکات کے بارے میں

شیخ مجیب الرحمٰن کے بیانات کی خوب تشہیر کی۔ مگر جب اسے یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اس طرح اس نے ایک بہت بڑے دیو کو کھلا چھوڑ دیا ہے اور یہ کہ اب اعلان تاشقند کا بحران ٹھنڈا پڑچکا ہے تو اس کی حکومت کے کان کھڑے ہوئے اور ایوب خان کا عتاب عوامی لیگ پر نازل ہوا اور شیخ مجیب الرحمٰن کو جیل بھیج دیا گیا۔ بعد ازاں عوامی لیگ کے سربراہ کو برسرعدالت لایا گیا اور اگرتلہ سازش کیس کے ملزم کی حیثیت سے اس کے خلاف مقدمہ شروع کر دیا گیا۔ صدر ایوب خان اعلان تاشقند کے بحران سے بچ نکلے مگر بنیادی صورتحال تیزی سے بگڑتی چلی گئی۔ عوام زیادہ سے زیادہ برگشتہ ہوئے۔ بالآخر عوام کے صبر کا پیانہ چھلک اٹھا۔ ستمبر 1968ء میں اعلان تاشقند کے ڈھائی سال بعد پاکستان پیپلزپارٹی نے ایوب خان کے خلاف عوام کی عظیم بغاوت کی رہنمائی کی۔ اس جماعت نے مغربی پاکستان کے طول و عرض میں عوام کو اپنے پرچم کے گرد جمع کیا۔ نومبر 1968ء کے آخری ایام میں مشرقی پاکستان کے عوام بھی ایوب خان کے خلاف عوامی بغاوت میں شامل ہوگئے۔ فروری 1969ء میں ایوب خان نے شیخ مجیب الرحمٰن کو رہا کر کے انہیں اپنی طلب کردہ سیاسی رہنماؤں کی گول میز کانفرنس میں شریک ہونے کا موقع فراہم کیا۔ اس کانفرنس کے انعقاد کا مقصد اپنی گرتی ہوئی اور ہچکولے کھاتی ہوئی حکومت کو سنبھالا دینا تھا۔ مگر پاکستان پیپلزپارٹی نے ایوب خان کی طلب کردہ گول میز کانفرنس میں شریک ہونے سے انکار کردیا۔ اس کی بجائے پیپلزپارٹی نے عوام کی طاقت کے ذریعے ایوب خان کی حکومت کو لات مارنے اور شکست سے دوچار کرنے کا عہد کرلیا۔

مارچ 1969ء میں صدرایوب خان اقتدار سے ہٹ گئے اور اقتدار پاکستانی فوج کے کمانڈرانچیف جنرل آغا محمد یحییٰ خان کو سونپ دیا۔ 28 مارچ 69ء کو جنرل اے ایم یحییٰ خان نے ایک نشری تقریر میں قوم کو مطلع کیا کہ حالات معمول پر واپس آتے ہی ملک میں جمہوریت بحال کر دی جائے گی۔ اس طرح پاکستان کی زندگی کے بیس سال کے دوران اس ملک کے عوام کو دوسری مرتبہ مارشل لاء کے نفاذ اور آئین کی تنسیخ کا نظارہ کرنا پڑا۔ اس کے ساتھ ساتھ ملک کی اقتصادی حالت بھی برابر خراب ہوتی رہی اور یوں دکھائی دینے لگا ہے کہ ملک میں عوامی تعطل پیدا ہونے والا ہے۔ جس وقت جنرل یحییٰ خان نے صدارت سنبھالی اس وقت پاکستان دق کے آخری مراحل سے گزرنے والا مریض دکھائی دے رہا تھا۔ اب سے کئی صدیوں قبل میکیاولی نے کہا تھا کہ غلط سیاسی فیصلوں کی مثال دق کے مرض کی ہے ابتداء میں اس مرض کی تشخیص مشکل مگر علاج آسان ہوتا ہے۔ مگر جیسے جیسے مرض پرانا ہوتا جاتا ہے تشخیص آسان اور علاج مشکل ہوتا چلا جاتا ہے۔

یہ تو مستقبل ہی بتائے گا کہ صدر یحییٰ خان کی حکومت میں ایسے مستند ڈاکٹروں کی تعداد کتنی ہے جو پاکستان کو لاحق دق کے مرض کا علاج کرسکتے ہیں۔ تاہم یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ فوجی حکومت جو سیاسی اساس سے محروم ہے بڑی مشکل میں پھنسی ہوئی ہے اور چونکہ اس حکم کا تمام تر انحصار نوکر شاہی پر ہے۔ اس لئے یہ فوجی حکومت بھی ملک کے سنگین سماجی اور اقتصادی بحران سے نبٹنے کے لئے کوئی قومی رخ متعین کرنے کی صلاحیت سے محروم ہے اور اگر کسی حکومت کی جڑیں عوام میں نہ ہوں' عوام کو حکومت میں حصہ نہ ملے' اور حکومت کو عوام کا اعتماد نہ حاصل ہو تو کوئی حکومت بالخصوص ایک فوجی حکومت ایسے سنگین اور گہرے بحران پر ہرگز قابو نہیں پاسکتی جس سے آج ہمارا ملک دوچار ہے۔

28 نومبر 1969ء کو صدر یحییٰ خان نے ایک سکیم قوم کے سامنے رکھی۔ جس میں عوام کے منتخب نمائندوں کو اقتدار کی منتقلی کا پروگرام پیش کیا گیا تھا۔ اس سکیم کا اعلان کرتے ہوئے یحییٰ خان نے مزید دو اہم فیصلے بھی کئے تھے۔ ان فیصلوں کا تعلق مغربی پاکستان میں ون یونٹ کے توڑنے والے اور ملک کے اس بازو کے پرانے صوبوں کی بحالی اور مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان پیریٹی (مساوی نمائندگی) کو منسوخ کرنے سے تھا۔ (پیریٹی کے اصول کے تحت 1956ء اور 1964ء کے دساتیر میں ملک کے وفاقی دستور ساز ادارے میں پاکستان کے دونوں بازوؤں کو آبادی کا لحاظ کئے بغیر مساوی نمائندگی دی گئی تھی) صدر یحییٰ نے پیریٹی کو منسوخ کر کے "ایک آدمی ووٹ" کے اصول پر مشرقی پاکستان کے عوام کو دستورساز اسمبلی میں آبادی کی بنیاد پر اکثریتی حقوق دے دیئے۔

اس کے ساتھ ساتھ صدر یحییٰ خان نے یہ اعلان بھی کیا کہ یکم جنوری 1970ء سے ملک بھر میں سیاسی سرگرمیاں بحال کر دی جائیں گی تاکہ سیاسی جماعتیں اس سال کے اختتام پر منعقد ہونے والے انتخابات کی مہم چلا سکیں۔ اس اعلان کے بعد صدر یحییٰ خان نے 30 مارچ 1970ء کو آئینی ڈھانچے کا حکم نافذ کیا۔ جس میں پانچ اصولوں کی بنیاد پر آئین کی تیاری کے اصول بتائے گئے تھے۔ یہاں اس امر کی نشاندہی ضروری ہے کہ مرکز کے اختیارات سے متعلق اصول اور صوبائی خودمختاری کی حدود عوامی لیگ کے چھ نکاتی پروگرام سے براہ راست متصادم تھے۔ مزید برآں اس حکم کے تحت آئین کی تیاری کے لئے ایک سو بیس دن کی میعاد بھی مقرر کر دی گئی تھی اور صدر کو یہ اختیار دے دیا گیا تھا کہ وہ آئین کو منظور یا مسترد کر دیں۔

قومی اسمبلی کے انتخابات 7 دسمبر 1970ء کو اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات 17 دسمبر 1970ء کو منتخب ہوئے۔ پاکستان کے پہلے عام انتخابات کے نتائج سے دنیا واقف ہے۔ مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمٰن کی قیادت میں عوامی لیگ کو بھاری اکثریت حاصل ہوئی۔ جبکہ مغربی پاکستان

میں پاکستان پیپلزپارٹی کو مؤثر اکثریت اور اختیار مل گیا۔ قومی اسمبلی کی مجموعی تین سو تیرہ نشستوں میں سے مشرقی پاکستان کی ایک سو انہتر نشستوں میں سے ایک سو سڑسٹھ نشستیں عوامی لیگ نے حاصل کر لیں۔ اسی طرح قومی اسمبلی میں مغربی پاکستان کی ایک سو چوالیس نشستوں میں سے (جن میں سے بعض نشستیں قبائلی علاقوں کے لئے مخصوص کر دی گئی ہیں) اٹھاسی نشستیں پاکستان پیپلزپارٹی نے حاصل کیں۔ تاہم ان دونوں جماعتوں میں سے کسی نے بھی ملک کے کسی دوسرے بازو میں کوئی نشست حاصل نہ کی۔ اس طرح عام انتخابات کے نتائج میں دو بڑی جماعتیں سامنے آئیں یہ جماعتیں مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ اور مغربی پاکستان میں پاکستان پیپلزپارٹی ہیں۔ پاکستان کی باقی ماندہ دوسری جماعتوں کو انتخابات میں عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

انتخابی مہم بارہ ماہ کے طویل عرصہ پر محیط رہی اور اس پوری مہم کے دوران پاکستان پیپلزپارٹی نے اپنا تمام تر زور ملک کے اقتصادی مسائل اور آزاد خارجہ پالیسی پر ڈالا۔ اس جماعت کے حملے کا سب سے بڑا ہدف ملک کی موجودہ اقتصادی صورتحال تھی۔ ہماری جماعت نے یہ موقف بھی اختیار کیا کہ پاکستان کا آئین منصفانہ اور جائز طور پر وفاقی طرز کا ہونا چاہیے۔ پاکستان پیپلزپارٹی کے سیکرٹری جنرل مسٹر جے اے رحیم نے اس مقصد کے لئے آئینی اصولوں سے متعلق ایک مونوگراف لکھا۔ ہماری جماعت نے عوامی لیگ کے چھ نکاتی پروگرام کو مسترد کر دیا اور اس مسئلے کو انتخابی مہم کا حصہ نہیں بنایا۔ ہماری جماعت نے اس امر پر بھی زور دیا کہ عوامی لیگ کے چھ نکاتی فارمولے سے مشرقی پاکستان کے استحصال کو ہرگز ختم نہیں کیا جاسکتا۔ پاکستان پیپلزپارٹی کے نزدیک اس مسئلے کا حل پاکستان بھر میں سوشلزم کا نفاذ ہے۔ پاکستان پیپلزپارٹی اپنی تاسیس کے دن سے آج تک مسلسل اسی موقف پر قائم ہے۔

عوامی لیگ کے چھ نکاتی پروگرام کا پہلا نکتہ اگرچہ پاکستان کو صحیح معنوں میں ایک وفاق قرار دیتا ہے۔ تاہم اس کا چھ نکاتی فارمولا مخفی طور پر ایک کنفیڈریشن کا منشور ہے جس میں آئینی طور پر علیحدگی پسندی پنہاں ہے۔ چھ نکاتی فارمولے میں امور خارجہ اور دفاع کے ماسوا دوسرے تمام شعبے مرکزی حکومت سے چھین لئے گئے جبکہ امور خارجہ کے بارے میں مرتکز کے اختیارات کو بیرونی تجارت اور غیر ملکی امداد کے مطالبے کے ذریعے مزید محدود کر دیا گیا ہے۔ دوسرے شعبے جن میں کرنسی اور محاصل بھی شامل ہیں۔ صوبوں کے اختیار میں دے دیے گئے ہیں۔ اس طرح یہ چھ نکاتی فارمولا دراصل ایک عجیب و غریب آئینی تجویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس فارمولے کی بنیاد پر تشکیل پانے والی مرکزی حکومت عملاً بے سہارا اور بے یارومددگار ہوجاتی ملک کے پانچوں صوبے مرکز پر چڑھ دوڑتے اور اپنی اپنی پسند کے مطابق ذیلی قوم پرستی کو ہوا دیتے۔ اس طرح پاکستان کا ہر صوبہ مختلف سمتوں میں بیرونی طاقتوں کا حاشیہ بردار بن جاتا۔

آج کی دنیا میں بالخصوص تیسری دنیا میں خارجہ پالیسی کا عمومی تعلق ،اقتصادی ترقی' داخلی قومی تجارت اور امداد سے ہے اس طرح عوامی لیگ کے چھ نکاتی پروگرام کے ماتحت امور خارجہ کا بڑا حصہ بھی مرکزی حکومت کے اختیار سے باہر نکل جاتا ہے اور لے دے کر مرکزی حکومت کا اختیار صرف جنگ اور ٹکراؤ کی حد تک محدود رہ جاتا ہے۔ جب کہ جنگ اور ٹکراؤ کو خارجہ پالیسی کے مستقل عنصر کی حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ دنیا کی بڑی طاقتیں بھی اپنی خارجہ پالیسی میں جنگ اور ٹکراؤ کو مستقل عنصر قرار دے نہیں سکتیں۔ اس طرح مرکزی حکومت کو صفر کا درجہ دے کر اور امور خارجہ کے متعلق اس کے اختیارات کو محدود کر کے بین الاقوامی تعلقات کے شعبے بالخصوص بھارت کے ساتھ پاکستان کے غیر طے شدہ تنازعات کو غیر معمولی دھچکا لگتا۔

یہی صورت حال دفاعی امور میں بھی صادق آتی ہے۔ دفاع کا ملک کی خارجہ پالیسی کے ساتھ بہت قریبی تعلق ہے امور خارجہ پر مکمل کنٹرول رکھے بغیر کوئی مرکزی حکومت کوئی مؤثر دفاعی پالیسی مرتب نہیں کرسکتی اور نہ اس پر عمل درآمد کرسکتی ہے۔ مزید برآں کوئی ملک اپنے مشترکہ مفادات کو پیش نظر رکھے بغیر دفاعی پالیسی مرتب نہیں کرسکتا اور اگر مرکز اور صوبوں کے تمام رشتوں کو عملاً توڑا جائے تو ملک کے دونوں بازو ایک دوسرے سے مختلف سمتوں میں دیکھنے لگیں گے اور ملک کے لئے مشترکہ دفاعی پالیسی حاصل کرنا ناممکن ہوجائے گا۔

عوامی لیگ کے چھ نکاتی پروگرام کے تحت مرکزی حکومت کو براہ راست محاصل عائد کرنے کے حق سے محروم کردیا گیا اور محاصل وصول کرنے کا اختیار صوبوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس طرح کسی وقت بھی ملک کے کسی ایک یا زائد صوبوں کو کسی نہ کسی طرح یہ بہانہ مل جاتا کہ وفاقی ٹیکس ادا کرنے سے گریز کرسکیں اور اس کے لئے طرح طرح کے جواز گھڑلیں۔ اس فارمولے کے تحت غیرملکی تجارت' امداد اور ٹیکس وصول کرنے سے متعلق اختیارات صوبوں کی تحویل میں دینا اور پاکستان میں دو یا زائد معیشتیں قائم کرنا تجویز کیا گیا تھا۔ اس طرح یہ امر یقینی تھا کہ ملک کو زرمبادلہ کی دو یا زائد علاقائی شرحیں مقرر کرنا پڑتیں اس طرح پاکستانی روپیہ جیسے کہ آج اس کی صورتحال ہے' سرے سے معدوم ہوجاتا مزید برآں بین الصوبائی تجارت کے محدود ہوجانے کے بعد اجناس کی نقل و حمل کے لئے مال کے بدلے مال سے ملتا جلتا انتظام کرنا پڑتا یا پھر ادائیگی بیرونی زرمبادلہ میں کرنی ہوتی۔ اس صورت حال کا حتمی نتیجہ مکمل انتشار کی صورت میں ظاہر ہوتا ایسی صورت حال میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ اس ملک کا مستقبل کیا ہوتا۔ جس کی

کرنسی علاقائی شرح مبادلہ میں تقسیم کردی گئی ہو۔ صوبوں کے درمیان اجناس اور سامان کی نقل و حمل محدود کردی گئی ہو' دو یا اس سے زائد بنیادوں پر تجارت جاری ہو اور نہ اس کو ایک ایسی برائے نام مرکزی حکومت کے نام پر غیر ملکی امداد کے مشن' الگ الگ مشن ہر صوبے میں کام کررہے ہوں۔ جو نہ تو محاصل پر اختیار رکھتی ہو اور نہ اس کو ایک ایسے ملک پر کوئی اختیار حاصل ہو جو جغرافیائی طور پر کئی قوموں اور حصوں میں بٹا ہوا ہو۔

چھ نکاتی پروگرام کے تحت تین سو ارکان پر مشتمل قومی اسمبلی کو بھی عملاً بے اثر اور صرف دفاع اور امور خارجہ کی حد محدود کر دینے کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس انتظام کے تحت قومی اسمبلی کو بیرونی تجارت اور امداد پر کوئی اختیار حاصل نہ ہوتا۔ پھر یہ امر بھی ملحوظ نظر رہنا چاہیے کہ امور خارجہ اور دفاع ایسے حساس اور ایک حد تک خفیہ معاملات ہیں جن پر بہت سی قومی دستور ساز اسمبلیوں میں کھل کر بحث نہیں کی جاسکتی اور ان معاملات کو عام بحث کا موضوع نہیں بنایا جاسکتا۔ چنانچہ اس نوع کے انتظام کے تحت قومی اسمبلی کی حیثیت محض ایک ڈھونگ کی رہ جاتی ہے۔

آخری تجزیے میں عوامی لیگ کے چھ نکاتی فارمولے کا مقصد پاکستانی قومیت کی بنیادوں پر ضرب لگانا ہے۔ اگر یہ فارمولا کامیاب ہوجاتا تو ابتدائی طور پر اس کا نتیجہ ایک پاکستان کے بجائے دو پاکستان کے قیام کی صورت میں ظاہر ہوتا اور آگے چل کر پانچ آزاد ریاستیں بھی معرض وجود میں آسکتی تھیں۔ نیز صوبوں کو نیم خود مختار حکومت کے اختیارات حاصل ہوجانے کے بعد کمزور مرکزی حکومت کا کنٹرول اس حد تک محدود ہوجاتا کہ مرکز صوبوں کے درمیان رابطہ قائم رکھنے کے اختیار سے بھی محروم ہوجاتا۔۔۔ عوامی لیگ کے رہنماؤں نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ آئین میں ایسی دفعات رکھیں گے جس سے ہر صوبے کو پاکستان کی وفاقی حکومت سے علیحدہ ہونے کا حق مل جائے۔ آئین میں ایسی گنجائش کی نظیر سوویت یونین کے دستور کے مطابق پیدا کی جانی مقصود تھی اس نوع کی سکیم کے نتائج چند ماہ کے اندر ہی ظاہر ہوجاتے اور اس کے جلو میں مزید خرابیاں رونما ہوتیں۔

شیخ مجیب الرحمٰن نے بہت عیاری کے ساتھ حکومت کو یہ باور کرایا تھا کہ انتخابات کے انعقاد کے بعد ان کے رویے میں مزید لچک پیدا ہوجائے گی اور انتخابات میں کامیابی حاصل کر لینے کے بعد چھ نکاتی پروگرام میں ترمیم کرنے پر رضامند ہوجائیں گے۔ حالات کو جوں کا توں برقرار رکھنے کی حمایت کرنے والوں نے شیخ مجیب الرحمٰن کے اس بیان کو اس لئے قبول کیا کہ ان کے نزدیک شیخ مجیب الرحمٰن ایک اعتدال پسند مغرب نواز شخصیت تھے اور اس حیثیت میں وہ مشرقی پاکستان کے ترقی پسند عناصر کے رہنماؤں کے مقابلے میں قابل ترجیح تھے۔ تحریک پاکستان کے ایک طالب علم رہنما ہونے کی وجہ سے عوامی لیگ کے سربراہ کی انتہائی پسندانہ بنگال قوم پرستی کی نظرانداز کر دیا گیا۔ اسی طرح کیونکہ وہ مسٹر سہروردی کے قریبی ساتھی تھے اور مسٹر سہروردی کا نکتہ نظر غیر علاقائی تھا۔ اس لئے مغربی پاکستان کے خلاف شیخ مجیب الرحمٰن اور ان کی جماعت کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ نیز حکومت نے اپنا یہ فیصلہ بھی تبدیل کر دیا کہ صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات بھی قومی اسمبلی کے انتخابات کے انعقاد کے فوراً بعد بھی منعقد کرانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس کی وجہ حکومت کا یہ یقین تھا کہ اگر قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ایک ساتھ مکمل ہوجائیں تو حکومت قائم کرنے کے امکانات روشن ہوجانے کی بناء پر شیخ مجیب الرحمٰن اپنے رویے میں مزید لچک پیدا کرلیں گے اور ان کے ساتھ سمجھوتہ کرنا آسان ہوجائے گا۔ مشرقی پاکستان کی صوبائی انتظامیہ نے بھی عوامی لیگ کی بھرپور حمایت کی اور انتخابات کے دوران عوامی لیگ کے کارکنوں کو صورت حال سے فائدہ اٹھانے کی کھلی چھٹی دے دی گئی۔

مغربی پاکستان سے بعض سیاستدانوں نے بھی شروع ہی سے شیخ مجیب الرحمٰن کی پرجوش حمایت کی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ سیاستدان بھی اپنے اپنے صوبوں کی پاکستان سے علیحدگی کے خواہاں تھے۔ یہی وہ افراد تھے جنہوں نے قیام پاکستان کی بھرپور مخالفت کی تھی اور عوامی لیگ کے چھ نکاتی پروگرام مین انہیں پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے امکانات صاف دکھائی دے رہے تھے۔ اجارہ دار تاجروں نے اس توقع کے ساتھ عوامی لیگی رہنما کی اس لئے حمایت کی تھی کہ وہ جانتے تھے کہ شیخ مجیب الرحمٰن سوشلزم کے دل سے خواہ نہیں بلکہ سوشلزم کی حمایت محض دکھاوے کے لئے ہے اور پاکستان کا قومی پریس چونکہ اجارہ دار تاجروں اور صنعتکاروں کے ہاتھوں میں تھا۔ اس لئے اخبارات نے بھی شیخ مجیب الرحمٰن کی مؤثر حمایت کی۔

اس مضبوط تائید' حمایت اور مشرقی پاکستان کی جائز شکایات کا سہارا لے کر شیخ مجیب الرحمٰن نے مغربی پاکستان کے خلاف نفرت کے سیلاب کا بند کھول دیا۔ اس نے ہربات کا الزام مغربی پاکستان پر عائد کیا۔ اگرچہ وہ اپنے آپ کو سوشلسٹ کہتا تھا۔ اس نے سرمایہ داروں کے نظام پر حملے کی بجائے' مغربی پاکستان کی عوام پر حملے کیے۔ اس نے مغربی پاکستان کے عوام کو اشتعال دلانے کے لئے ہر حربہ استعال کیا۔ بنگالی قوم پرستی کے گھوڑے پر سوار' اور اپنے ساتھ جیل جانے کی نیک نامیاں لے کر اس ہنگامی لیڈر نے اپنے عوام کے جذبات کو دیوانگی کی حد تک بھڑکا دیا۔ چھ نکات کی پکار خوفناک ندا بن گئی۔ وہ ایک مسیحا کی طرح مشرقی پاکستان کی غربت زدہ عوام کو یہ بشارت سناتا پھرا کہ ان کی نجات صرف چھ

نکات میں ہے اور چھ نکات کا مطلب مغربی پاکستان کے استحصال کا خاتمہ ہے۔ اس نے نفرت کی فضا میں اپنی اصلی خواہشات کو عیاری سے چھپائے رکھا۔ اس کی زبان' اس کے طریقے سب فسطائی تھے۔ چھ نکات نفرت کا راگ بن گئے اور عوامی لیگ کا لیڈر اسے پرکشش اور مقناطیسی انداز میں الاپتا رہا۔ شیخ مجیب الرحمٰن مبہوت کردینے والا خطیب تھا۔ اس نے اپنی سیاسی مہارت کو اس مشاقی سے استعمال کیا کہ آج تک کوئی بنگالی لیڈر اس مقام تک نہیں پہنچ سکا تھا۔

طوفان اور سائیکلون جس نے نومبر 1970ء میں مشرقی پاکستان میں تباہی پھیلا دی۔ وہ اس صدی کا سنگین ترین المیہ تھا۔ بہت سی سیاسی جماعتوں نے مشرقی پاکستان کو اس مصیبت اور آفت سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے عام انتخابات میں التوا کی تجویز پیش کی۔ مجیب الرحمٰن نے دھمکی دی کہ چاہے دس لاکھ جانیں اور بھی چلی جائیں مشرقی پاکستان کے عوام کسی التوا کو برداشت نہیں کریں گے۔ انتخابات پروگرام کے مطابق 7 دسمبر کو منعقد ہوئے۔ مجیب الرحمٰن نے طوفان کی تباہ کاریوں اور اپنے صوبے کے عوام کے جذبات کو اپنے مفاد میں استعمال کرنے کا ذریعہ بنایا۔ اس نے دور دراز میں بیٹھی حکومت پر سستی اور غفلت کا الزام لگایا۔ امدادی کاموں میں نااہلیت اور گھمنڈی کا مظاہرہ کرنے کا ملزم ٹھہرایا۔ بدقسمتی سے اس حکومت کو پروپیگنڈہ مشینری ان الزامات کا جواب دینے میں قطعی طور پر ناکام رہی۔ اس طرح اس انتہائی نازک موقع پر دونوں بازوؤں کے درمیان نفسیاتی فاصلہ وسعت اختیار کر کے اس مقام پر پہنچ گیا جہاں وہ ناقابل عبور ہوگیا۔ اب شیخ مجیب الرحمٰن کی نفرت کی مہم کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والا کوئی نہ رہا۔ طوفان کے فوراً بعد ڈھاکہ میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے شیخ مجیب الرحمٰن نے مغربی پاکستان اور مرکزی حکومت پر زبردست حملے کئے۔ جب ایک غیر ملکی صحافی نے پوچھا کیا وہ علیحدگی چاہتے ہیں؟ تو ان کا جواب تھا۔ "ابھی نہیں" اس کے بعد شیخ مجیب الرحمٰن اور ان کی پارٹی کے لئے میدان بالکل صاف تھا۔

انتخابات میں فتح مند ہونے کے بعد شیخ مجیب الرحمٰن نے یہ موقف اختیار کیا کہ چھ نکاتی فارمولا "بنگلہ دیش کے عوام کی ملکیت" ہے اور اس پر سمجھوتے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عوامی لیگ کا یہ انداز ناقابل برداشت حد تک سخت ہوتا گیا۔ پارٹی کے لیڈروں نے ملک کے سامنے "ایک ہی فیصلہ" پیش کیا۔ انہوں نے اپنے مطالبات میں اضافہ کرنا شروع کر دیا اور وہ کھل کر "بنگلہ دیش کی نجات" کی باتیں کرنے لگے۔ 3 جنوری 1971ء کو شیخ مجیب الرحمٰن نے ڈھاکہ میں ایک بڑے جلسہ عام سے خطاب کیا جس میں اس نے عوامی لیگ کے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے تمام اراکین سے حلف لیا کہ وہ صوبائی خودمختاری کے لئے پارٹی کے پروگرام سے وفاداری کریں گے۔ وہ لوگ جو پہلے سوچتے تھے کہ شیخ مجیب الرحمٰن کو ساتھ لے کر وہ انہیں سمجھوتہ کرنے پر آمادہ کریں گے' اب مجبوراً اس بات میں اطمینان ڈھونڈ رہے تھے کہ اس حلف میں خاص طور پر چھ نکات کا ذکر نہیں کیا گیا۔

عوامی لیگ کے ہائی کمان نے چھ نکات کی بنیاد پر دستوری بل تیار کیا۔ مجیب الرحمٰن نے اپنا چھ نکاتی دستور رائج کرنے کے لئے قومی اسمبلی کا فوری اجلاس بلانے کا مطالبہ کیا۔ اس نے حکومت سے یہ اقرار بھی لیا کہ قومی اسمبلی کا افتتاحی اجلاس ڈھاکہ میں منعقد ہوگا۔ اس کے بعد اسے معلوم تھا کہ اسمبلی کا آئندہ اجلاس اور اس کے مقام کا انتخاب اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ کیونکہ سپیکر بھی عوامی لیگی ہوگا۔ اسے یقین ہوگیا تھا کہ دستوری بل اسمبلی میں اس کی اکثریت کی ننگی طاقت سے منظور ہوجائے گا۔ عوامی لیگ کے صدر نے مغربی پاکستان کا دورہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس ڈھانچہ کو نقطہ کشش بنا دیا اور حکومت اور مغربی پاکستان کے دوسرے لیڈروں کو مجبور کیا کہ وہ مشرقی پاکستان میں آکر اس سے مذاکرات کریں مقصد یہ تھا کہ وہ دباؤ میں آجائیں۔

مشرقی پاکستان کے عوام نے واقعی عوامی لیگ کو حیران کن انتخابی کامیابی عطا کی تھی لیکن اصل سوال یہ ہے کہ کیا ووٹروں نے عوامی لیگ کو اس لیے منتخب کیا تھا کہ وہ مشرقی پاکستان کو علیحدہ ملک بنائیں یا اس لئے ووٹ دیا تھا کہ عوامی لیگ ایک پاکستان کے اندر ہی استحصال اور پریشانی کا خاتمہ کرے۔ یہ دونوں موقف ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں۔ مشرقی پاکستان کا عام آدمی اس بے رحمانہ استحصال سے نجات چاہتا تھا۔ جس کا شکار وہ 1947ء سے ہندو کے ہاتھوں رہا اور بعد میں وہ ہندو جو رہ گئے اور مغربی پاکستانی سرمایہ داروں کے ہاتھوں۔ عام آدمی جس نے پاکستان کے لئے بہادری سے جنگ کی اور قربانی دی وہ پاکستان سے غداری نہیں کرسکتا تھا۔ عوام پاکستان سے اکتائے ہوئے نہیں تھے وہ اقتصادی حالات سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ اسی لئے عوامی لیگی قیادت بار بار چھ نکات کو استحصال کا خاتمہ قرار دیتی تھی۔ انتخابی مہم کے دوران اور بعد میں اس نے کبھی چھ نکات کو علیحدگی کا ذریعہ نہیں کہا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بہت سی قومی اور صوبائی اسمبلی کے منتخب عوامی لیگی ارکان سے اگر پوچھا جاتا تو چھ نکات کی تفصیل نہیں بتا سکتے تھے اور پریشان حال غریب عوام کو تو ان کی اہمیت کا بھی علم نہیں تھا۔ یہ محض ایک علامت اور لوگوں کو جمع کرنے کا آغاز تھا۔

اس میں تو کسی شبہے کی گنجائش نہیں ہے کہ عوام کی بھاری اکثریت نے عوامی لیگ کو اس لئے ووٹ دیا کہ چھ نکات سے استحصال ختم ہوجائے گا نہ کہ ملک تباہ ہوجائے گا۔ ہندوؤں کے سارے ووٹ شہری علاقوں میں نئی نسل کے تمام ووٹ عوامی لیگ کو اس لئے پڑے کہ

انہیں یہ امید تھی کہ چھ نکات بنگال کو ایک الگ مملکت کی طرف لے جائیں گے۔ عوامی لیگ کی طاقت جذبات کی دو ندیوں میں تھی۔ ایک بہادر بنگالی قیادت کے لیے جو پاکستان کے اندر ہی عوام کی پریشانیوں کا حل ڈھونڈنے کی۔ دوسری قوم پرست بنگالی قیادت جو پاکستان سے علیحدہ ہونے کے لئے جدوجہد کر رہی تھی۔

دستور پر مذاکرات

3 جنوری 1971ء کی مشہور تقریر کے کچھ عرصے بعد شیخ مجیب الرحمٰن سے ملنے کے لئے صدر یحییٰ اور ان کے مشیر ڈھاکہ گئے تاکہ وہاں شیخ صاحب' اور ان کے دوسرے لیڈروں سے مشورے کر سکیں۔ ان ملاقاتوں کے آخر میں شیخ مجیب الرحمٰن نے پریس کو بتایا کہ اس نے پارٹی کا موقف صدر کو پیش کر دیا ہے اور وہ صدر سے مذاکرات کے سلسلے میں مطمئن ہے۔ صدر یحییٰ خان نے بھی اس اطمینان کا اظہار کیا اور شیخ مجیب الرحمٰن کو مستقبل کا وزیر اعظم کہ دیا۔

ڈھاکہ سے واپسی پر 17 جنوری 1971ء کو صدر یحییٰ خان اور ان کے کچھ مشیر میرے آبائی شہر لاڑکانہ آئے صدر نے ڈھاکہ میں اپنی بات چیت کے سلسلے میں کہا کہ انہوں نے مجیب الرحمٰن کو بتایا کہ عوامی لیگ کے سامنے تین راستے تھے۔

ایک تو یہ کہ کوشش کرے اور اکیلے ہی چلے تو دوسرے پیپلزپارٹی سے تعاون کرے تیسرے مغربی پاکستان کی چھوٹی اور شکست خوردہ سیاسی پارٹیوں سے تعاون کرے اور یہ کہ بہتر ہو گا کہ دونوں اکثریتی پارٹیاں ایک سمجھوتے پر پہنچ جائیں۔ ہم نے اپنے طور پر صدر سے 6 نکات کی پیچیدگیوں پر بات کی اور اس کے متعلق اپنے شدید اختلافات بیان کئے۔ تاہم انہیں یقین دلایا کہ ہم کسی قابل عمل سمجھوتے کے لئے ہر کوشش کرنے کو تیار ہیں اور بتایا کہ ہم مستقبل قریب میں عوامی لیگ لیڈروں کے ساتھ ڈھاکہ میں ملاقات کرنے جائیں گے۔ ہم نے پہلے پنجاب پیپلزپارٹی کے جنرل سیکرٹری ملک غلام مصطفیٰ کھر کو ڈھاکہ بھیجا تاکہ وہ شیخ مجیب سے ملیں اور ملاقات کے لئے راہ ہموار کریں۔ صدر نے بتایا کہ عوامی لیگی لیڈر قومی اسمبلی کے فوری اجلاس کے لئے بے تاب ہیں اور یہ کہ اس نے صدر سے 15 فروری کو قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے کے لئے کہا ہے۔

27 جنوری 1971ء کو پیپلزپارٹی کے رہنما ڈھاکہ روانہ ہوگئے۔ شیخ مجیب الرحمٰن سے گفتگو کے دوران ہمیں محسوس ہوا کہ وہ چھ نکات کے لئے بے قابو ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ عوام نے چھ نکات کے حق میں فیصلہ کر دیا ہے۔ وہ ایک انچ پیچھے ہٹنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ ہم نے انہیں یہ بات سمجھانے کی کوشش کی۔ ہمیں چھ نکات پر ایسا کوئی فیصلہ دینے کا حق نہیں ملا۔ ہم نے انہیں یاد دلایا کہ مغربی پاکستان میں عوامی لیگ کا کوئی امیدوار کامیاب نہیں ہوا ان کی زر ضمانت تک ضبط ہوگئی۔ ہم نے اپنی پوزیشن کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ہم استحصال کا مکمل خاتمہ کرنا چاہتے ہیں اور سوشلسٹ نظام معیشت کے قیام کے لئے دستور میں ایک دفعہ رکھنے کی تجویز بھی پیش کی۔ ہم نے چند ایک دوسری دستوری تجاویز بھی پیش کیں۔ لیکن عوامی لیگ کے لیڈروں نے اس پر اس وقت تک گفتگو کرنے سے انکار کیا جب تک چھ نکات کو جوں کا توں تسلیم نہیں کر لیا جاتا۔ ہم نے شیخ مجیب الرحمٰن کو بتایا کہ مغربی پاکستان چھ نکات کے خلاف ہے۔ ہم نے انہیں بتایا' مغربی پاکستان کے عام تاثرات یہ ہیں کہ اگر چھ نکات کو تسلیم کر لیا گیا تو پاکستان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ختم ہو جائے گا اور ہمارے خیال میں عوام اس سوچ میں غلط نہ تھے ہم نے شیخ مجیب الرحمٰن سے کہا کہ شکست خوردہ پارٹیاں راتوں رات اپنے خیالات میں تبدیلی کر سکتی ہیں۔ لیکن مغربی پاکستان کی اکثریتی پارٹی عوام کے مفاد کا سودا نہیں کر سکتی۔ نہ ہی چھ نکات تسلیم کر کے ملک کی قسمت کو داؤ پر لگانے کا خطرناک کھیل کھیل سکتی ہے۔ ویسے ہم پاکستان کے اتحاد اور سالمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے چھ نکات کے بنیادی اور ضروری مطالبات سے قریب تر جانے کے لئے تیار تھے۔ اس کے لئے مغربی پاکستان میں رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے وقت درکار تھا۔ چنانچہ قومی اسمبلی کے اجلاس سے قبل ایک معقول مدت کی تاخیر کی درخواست کی گئی۔ شیخ مجیب الرحمٰن کو یقین دلایا گیا کہ اس درخواست کے پیچھے قومی اسمبلی کے اجلاس کے التوا کا جذبہ ہرگز کار فرما نہیں۔

مغربی پاکستان میں یہ کام بہت کٹھن تھا۔ کیونکہ مسئلہ وحدانی طرز حکومت کی بجائے ایک ڈھیلے ڈھالے فیڈریشن کا تھا۔ عوامی لیگ کے چند دوسرے مطالبات کی وجہ سے یہ مسئلہ مزید پیچیدہ بن گیا تھا۔ عوامی لیگ چاہتی تھی کہ مغربی پاکستان 4 ارب کے بیرونی قرضے میں 3 ارب 80 کروڑ ادا کرے' علاوہ ازیں اندرونی قرضہ 3 ارب ایک کروڑ بھی دے۔ عوامی لیگ کے اندازے کے مطابق مغربی پاکستان کے چار صوبے مل کر مرکز کی 74 فیصد ضروریات پوری کر سکتے ہیں۔ مشرقی پاکستان مرکز کی 24 فیصد ضروریات پوری کرے گا۔ جبکہ اس کی آبادی پاکستان کی کل آبادی کا 56 فیصد ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان کے ہاتھوں ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اس کی بھی تلافی کی جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک تلافی کا سلسلہ ختم نہیں ہوجاتا مغربی پاکستان کو فیڈرل ٹیکسوں کا تمام تر بوجھ برداشت کرنا پڑے گا۔ یہ مطالبات مغربی حصے کے صوبوں کے لئے دستوری پابندی کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس کا بوجھ ناقابل برداشت بن جاتا ہے اور سالہا سال کے لئے مغربی صوبوں کی ترقی کے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ ایسے متنازعہ مطالبات اور پابندیوں

کے بارے میں سہل انگاری سے کام نہیں لیا جاسکتا تھا۔ عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان کے طلباء کے گیارہ مطالبات کو شامل کر لیا تھا۔ جس میں ایک مغربی پاکستان کے چھوٹے صوبوں کے لئے قابل قبول نہ تھا۔ پاکستان پیپلزپارٹی زونل فیڈریشن کے مطالبہ کے سوا طلبا کے دس مطالبات ماننے کے لئے تیار تھی۔

ڈھاکہ سے روانگی سے قبل یہ تمام وجوہ شیخ مجیب الرحمٰن کے سامنے بیان کی گئیں اور ان پر دباؤ ڈالا گیا کہ قومی اسمبلی کے اجلاس میں مناسب تاخیر کی تجویز قبول کرلیں۔ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ مغربی پاکستان ان کا مسئلہ نہیں ہے۔ انہوں نے 15 فروری کو قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کرنے پر اصرار کیا۔ عوامی لیگی رہنما ہماری مشکلات پوری طرح سمجھ رہے تھے مگر وہ انہیں قبول کرنے پر تیار نہ تھے۔ انہوں نے ایک اپنا لائحہ عمل تیار کر لیا تھا۔ ہماری گزارشات ان کے موافق نہ تھیں۔ ان کا لائحہ عمل تھا کہ بلا تاخیر قومی اسمبلی کا اجلاس بلا کر چھ نکات کے حق میں قانونی فیصلہ کرا لیا جائے اور اس سے قبل کہ مغربی پاکستان کے عوام اس کے مضر اثرات سے پوری طرح آگاہ ہوں۔ محض مشرقی پاکستان کے لئے چھ نکات کی بنیاد پر ایک دستور مسلط کر دیا جائے۔ انہوں نے ملک کے عوام پر دباؤ ڈالنے کا یہ طریقہ استعمال کیا۔ تاکہ عوام کو فوری طور پر ردعمل ظاہر کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے جو حالات پیدا کر دیئے وہ اس کے نتائج سے خوفزدہ تھے۔

اگر قومی اسمبلی کا اجلاس ان کی علاقائی حدود میں ایک بار شروع ہوجاتا تو حالات ان کے قابو میں ہوتے۔ اور وہ آسانی سے اسمبلی کو ایک خود مختار ادارہ کی صورت دینے کی تجویز پر عمل کرتے اس طرح قانونی ڈھانچہ ناقابل عمل بن جاتا وہ اکثریت میں تھے اسپیکر ان کا ہوتا اور اس کی مدد سے بہت مختصر مدت میں چھ نکات پر مبنی آئین 23 مارچ سے پہلے پہلے مسلط کر دیتے۔ اس طرح چھ نکات کو دستوری حیثیت دینے کے بعد وہ قانونی طور پر پاکستان کے وزیراعظم بن جاتے۔ مسلح افواج اور عام انتظامیہ پر ان کا کلی اختیار ہوتا۔ مشرقی پاکستان ان کے پورے کنٹرول میں ہوتا۔ ان کا دوسرا قدم اسی طرح یقینی تھا جس طرح رات کے بعد دن کا ظہور ہوتا ہے۔

ہم لوگ ان خطرناک حالات سے پوری طرح باخبر تھے لیکن ہمیں پوری ہوشیاری سے آگے بڑھنا تھا۔ ہم جب ڈھاکہ سے روانہ ہوئے تو ہمارے ذہن میں مایوسی تھی مگر امید نے ابھی ساتھ نہیں چھوڑا تھا واپس آنے کے بعد ہم نے اپنے منتخب نمائندوں سے گفتگو کا ایک سلسلہ جاری رکھا۔ ہم نے مرکزی اور شمالی پنجاب کے پارٹی لیڈروں سے 2 فروری کو لاہور میں ملاقات کی۔ اور سیاسی صورتحال پر گفتگو کی۔ 4 فروری کو کراچی میں ہمارے سندھ کے رہنماؤں کی ایک میٹنگ ہوئی 10 فروری کو اس قسم کی ایک اور میٹنگ ہوئی۔ جس میں ملتان اور بہاولپور ڈویژن کے ہمارے لیڈر شریک ہوئے اس اثناء میں مغربی پاکستان کی چند دوسری سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں سے بھی ملاقات کی گئی۔

صدر کے ساتھ ہماری چند میٹنگیں ہوئیں انہیں مطلع کیا گیا کہ ہمارے لیڈر چھ نکات میں ردوبدل کئے بغیر اسے جوں کا توں قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ ہم نے انہیں بتایا کہ اگر معمولی قسم کے حالات ہوتے تو ہم تمام متنازعہ مسائل اسمبلی میں طے کرتے۔ لیکن عوامی لیگ نے اپنے دستور کا اعلان کر دیا ہے اور شیخ مجیب الرحمٰن محض اس پر مہر لگانے کے لئے اسمبلی کا اجلاس بلانا چاہتے ہیں۔ اسمبلی میں جانے سے قبل عوامی لیگ اور ہمارے درمیان وسیع بنیادوں پر اتفاق رائے نہیں ہوتا تو ہمارے اسمبلی میں جانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

11 فروری کو راولپنڈی میں صدر یحییٰ سے ملاقات کے دوران میں نے اس امر پر زور دیا کہ مغربی پاکستان میں ہماری بات چیت کے خاتمے کے بعد اور رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے اہم شہروں میں تین یا چار عوامی جلسے کرلینے کے فوراً بعد قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کریں۔ صدر کو یہ بھی بتایا گیا کہ ان ضروری کاموں کے بعد ہم ایک بار پھر ایک سمجھوتہ کے لئے شیخ مجیب الرحمٰن سے بات چیت کی کوشش کریں گے اس کے بعد صدر کی اعلان کردہ تاریخ کو اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کریں گے۔ ان پیشگی کاموں کو انجام دیئے بغیر ہم عوام کی طرف سے سونپی گئی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہ ہوسکیں گے اگر صدر دو متنازعہ قسم کے مطالبات کے درمیان پھنس کر الجھن محسوس کریں تو پھر وہ ہمیں مناسب وقت دیں۔ تاکہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرسکیں اور دوسری طرف شیخ مجیب الرحمٰن کے اطمینان کے لئے ان سے مل کر چھ ہفتوں کے بعد اسمبلی کے اجلاس کا وقت مقرر کریں ہمیں یقین تھا کہ اس طرح درمیانی راستہ اختیار کرنے سے ہمیں بھی کام کرنے کا موقع مل جائے گا اور دوسری طرف شیخ مجیب الرحمٰن کے یہ شکوک بھی زائل ہوجائیں گے کہ قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے میں ٹال مٹول کی جارہی ہے۔

ڈھاکہ سے روانگی سے قبل میں نے پریس کانفرنس میں بتایا کہ چھ میں سے دو نکات پیپلزپارٹی کے لئے ناقابل قبول ہیں ایک نکتہ فیڈریشن کے قیام کا تھا جب کہ دوسرا ملیشیا کا تھا۔

ان دونوں نکات کا تعلق ہمارے پروگرام میں سے تھا۔ تیسرا نکتہ مرکزی نوعیت کا تھا اور درحقیقت بقیہ تین نکات سے بھی اس کا تعلق تھا۔ حالات کا اچھی طرح سے جائزہ لینے کے بعد اور کسی حد تک رائے عامہ ہموار کرنے کے بعد ہم پر امید تھے کہ شیخ مجیب الرحمٰن کی کرنسی اور ٹیکسوں کی تجویز پر چند تحفظات حاصل کر کے ہم کسی نہ کسی سمجھوتے میں پہنچنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ صدر کو یہ اطلاع کر دی گئی کہ چند

ہفتوں میں قومی مالیت کو قربان کئے بغیر چھ نکات کی ماہیت سے قریب ہونے کی کوشش کی گئی لیکن غیر ملکی تجارت اور امداد' کرنسی اور ٹیکسوں کے سوال پر ایک مناسب تجویز کے حصول کے لئے ابھی کچھ مزید وقت درکار ہے۔

چھ میں سے تین نکات بہت مشکل تھے اور ان پر تفصیلی گفتگو کی ضرورت تھی ٹیکسوں اور کرنسی کا نکتہ خاصہ اہم تھا اور اس کے لئے کسی ایسے فارمولے پر پہنچنے کی ضرورت تھی جو ایک پاکستان کے نظریہ میں رہتے ہوئے عوامی لیگ کے مطالبہ کو مطمئن کرسکتا۔ سب سے زیادہ مشکل مطالبہ کا تعلق غیر ملکی تجارت اور غیر ملکی امداد سے تھا۔ اگر اس تجویز کو قبول کرلیا جائے اور غیر ملکی تجارت و امداد کے اختیارات صوبے کو دے دیے جائیں تو پھر پاکستان کس طرح متحد رہ سکتا ہے؟ اس کے علاوہ چھ نکات میں ایسے بے شمار خطرناک جزیات مضمر ہیں جن کا مطلب اور حقیقت علیحدگی ہے۔ ہم اس امید میں تھے کہ مجیب الرحمٰن کسی ایسے سمجھوتے پر تیار ہوجائیں گے جو دونوں حصوں کے لئے اطمینان بخش ہوگا۔ ہم نے صدر یحییٰ کو اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ بے شمار رکاوٹوں کو پہلے سے حل کیے بغیر اگر ہم اسمبلی میں گئے تو اس سے فائدہ نہ ہوگا۔

ہم راولپنڈی سے یہ تاثر لے کر روانہ ہوئے کہ صدر کو ہماری مشکلات کا اندازہ ہوگیا ہے اور فروری کے اواخر سے قبل وہ قومی اسمبلی کا اجلاس نہیں بلائیں گے۔ بہرحال صدر نے کسی خاص تاریخ کا حوالہ نہیں دیا۔ جب ہم پشاور میں اپنی پارٹی اور دوسرے رہنماؤں سے مشورہ کر رہے تھے تو 13 فروری کو صدر یحییٰ نے اعلان کیا کہ تین مارچ کو ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہوگا۔ اس اعلان سے ہماری پریشانی بڑھ گئی۔ ہم ابھی درمیان میں تھے۔ ابھی ہماری بات چیت اور مشورے کے مراحل طے نہیں ہوئے تھے۔ ابھی ہم مشرقی پاکستان میں نہیں گئے تھے۔ اور نہ ہی ان سے آئندہ بننے والے آئین کے لئے کسی قسم کی چھوٹ کی رضامندی حاصل کی تھی۔ ہمارے لئے 3 مارچ کو اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کرنا مشکل تھا۔ ہم نے فوری طور پر صدر کے پرنسپل اسٹاف سے ٹیلی فون پر رابطہ کیا اور انہیں اطلاع دی کہ ہم 3 مارچ کو اسمبلی کے اجلاس میں شرکت نہیں کرسکیں گے۔ دو روز قبل اسمبلی میں شرکت نہ کرنے کی وجوہ صدر سے بیان کری دی گئی تھیں۔

پیپلزپارٹی کے لئے آزمائش

پیپلزپارٹی پر ایک آزمائش کی گھڑی آئی تھی۔ مغربی پاکستان کی شکست خوردہ پارٹیاں اپنی عبرتناک شکست کا بدلہ لینے کے لئے پیپلزپارٹی پہ دانت نکوس رہی تھیں۔ مجیب الرحمٰن اپنی جگہ سے ٹس سے مس ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے' اور حکومت کے مقاصد ناقابل فہم تھے اس صورت حال میں مغربی پاکستان کی اکثریتی پارٹی کے سامنے دو ہی راستے کھلے ہوئے تھے ایک تو یہ کہ وہ صاف کہ دیتی کہ چھ نکات سے اس کا کوئی سروکار نہیں ہے دوسرا طریقہ یہ تھا کہ وہ سیاسی سمجھوتہ کے لئے انتظامی اور دستوری تحفظات حاصل کرنے کی راہیں تلاش کرتی ایک طرف تو عوامی لیگ کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتی اور دوسری طرف ایک پاکستان پر حرف نہ آنے دیتی۔ مغربی پاکستان میں چھ نکات کے خلاف تحریک شروع کرنے سے حالات اور بھی پیچیدہ ہوجاتے نہ ہی راتوں رات مغربی پاکستان کے عوام کے خیالات تبدیل کیے جاسکتے تھے۔ پیپلزپارٹی کے سامنے ایک ہی راستہ رہ گیا تھا۔ وہ چھ نکات پر تیار ہونے والے آئین کو قبول کرنے سے انکار کر دے گو یہ طریقہ بھی مؤثر نہ تھا۔ کیونکہ عوامی لیگ قومی اسمبلی کی اکثریتی پارٹی تھی اور اپنی مرضی سے دستور منظور کر سکتی تھی۔ یہ بالکل صحیح بات ہے کہ عوامی لیگ مغربی پاکستان کی اکثریتی پارٹی کی حمایت کے بغیر چھ نکات پر مبنی آئین منظور کر سکتی تھی۔ گو یہ دستور دیرپا نہ ہوتا۔ لیکن یہ نافذ ہوجاتا اور اس کے بعد ملک میں ایک تباہ کن صورتحال پیدا ہوجاتی۔

اگر ہم عوامی لیگ کے ساتھ بات چیت ترک کر دیتے تو ہم اس الزام کو اپنے سر لیتے کہ پیپلزپارٹی جمہوریت کی بحالی کے راستے میں روڑے اٹکا رہی ہے۔ جو دونوں حصوں کے عوام کا ایک مشترکہ مطالبہ تھا۔ پیپلزپارٹی ایک جمہوری پارٹی ہے اس کی تائید عوام سے حاصل ہوچکی تھی اور وہ کوئی ایسا قدم اٹھانا نہیں چاہتی تھی۔ جو عوام کی مرضی کے خلاف جاتا۔ علاوہ ازیں انتقال اقتدار کے لئے پیپلزپارٹی کے اپنے اصول ہیں ایک ایسی پارٹی جو پنجاب اور سندھ میں اپنی حکومت بنا سکتی ہے۔ وہ ہرگز اپنی کامیابی کو خاک میں نہیں ملا سکتی۔ ایسی صورت حال کے باوجود محض اس لئے کہ جمہوریت کے راستے میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہ ہو سکے۔ پیپلزپارٹی نے عوامی لیگ سے گفت و شنید کا سلسلہ ختم نہ کیا۔ اگر پیپلزپارٹی عوامی لیگ کے خلاف عدم تعاون کی تحریک کا آغاز کرتی تو ملک دو حصوں میں منقسم ہوجاتا۔

میں نے 15 فروری کو پشاور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا اور ملک کو جن حالات کا سامنا تھا۔ اس پر میں نے صاف طور پر روشنی ڈالی تھی کہ جب تک ہمیں یقین نہیں دلایا جاتا کہ اسمبلی کے اجلاس میں ہماری باتیں سنی جائیں گی ہم 3 مارچ کے قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت نہیں کریں گے۔ میں مجیب الرحمٰن کو اس بات کا موقع دینا چاہتا تھا کہ وہ میری یقین دہانی کا معقول جواب دیں۔ پریس کانفرنس میں نامہ نگاروں نے جب مجھ سے سوال کیا کہ 'کیا میں اسمبلی کا بائیکاٹ کرنے جارہا ہوں تو میں نے واضح طور پر انکار کیا تھا' اس کے بعد ہم عوام میں

گئے انہیں اپنی مشکلات سے آگاہ کیا جو حالات کی پیدا کردہ تھیں۔

21 اور 22 فروری کو کراچی میں پاکستان پیپلزپارٹی کے لیڈروں کا کنونشن ہوا دو روزہ جلسے کے خاتمہ کے موقع پر رہنماؤں نے پارٹی کے فیصلے پر ڈٹے رہنے کی قسم کھائی' 28 فروری کو لاہور کے ایک عظیم الشان جلسہ عام میں میں نے عوام کو اپنے اعتماد میں لے لیا اور انہیں اپنی پوزیشن سے آگاہ کیا میں نے عوام کو بتایا کہ ہمیں تھوڑی سی مدت درکار ہے تاکہ اسمبلی میں اجلاس سے قبل عوامی لیگ سے بنیادی باتوں پر قابل قبول سمجھوتہ ہوسکے۔ میں نے کہا کہ اگر ہمیں یقین دلایا جائے کہ ہماری باتیں سنی جائیں گی تو ہم اسمبلی کے اجلاس میں جانے کے لئے تیار ہیں بصورت دیگر اگر ہمیں یقین نہ دلایا گیا تو پھر دستور کی تیاری کے لئے 120 دن کی پابندی ختم کی جائے۔ تاکہ وقت پیچیدہ قسم کے دستوری فیصلوں کے راستے میں حائل نہ ہوسکے۔ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کو دستور کے مسودے کی تیاری میں سات سال لگے تھے۔

دوسری دستور ساز اسمبلی کو 1956ء کے آئین کی تیاری میں 2 سال لگے تھے ہمارے مسائل پیچیدہ اور الجھے ہوئے ہیں۔ اس لئے اسمبلی کا اجلاس ملتوی کیا جائے یا 120 دن کی پابندی ختم کر دی جائے۔ اگر اس میں ناکامی ہوتی تو شیخ مجیب الرحمٰن کو اپنا دستور چلانے کا موقعہ مل جاتا یہ پہلا موقعہ نہیں تھا کہ میں نے 120 دن کی پابندی کو چیلنج کیا۔ انتخابی مہم کے دوران میں نے اپنی متعدد تقریروں میں خصوصاً ضلع حیدر آباد اور بدین میں اعلان کیا کہ دستور کی تیاری کے لئے یہ مدت ناکافی ہے میں نے یہ بھی سوال کیا تھا کہ 4 ماہ کے قلیل عرصہ میں ایک دستور کو کیسے مکمل کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ موجودہ حکومت کو محض قانونی ڈھانچہ کی تیاری میں اتنا ہی وقت لگ گیا۔ ہم نے عوام کو بتایا تھا کہ اگر ہماری تجاویز کو قبول نہ کیا گیا تو 23 مارچ کو اسمبلی کے اجلاس میں شرکت نہیں کریں گے۔

ہم نے ہر مرحلہ پر میانہ روی اور سمجھوتے کی راہ اختیار کی اور اسی اسپرٹ کا مظاہرہ کیا۔ عوام نے ہماری تجاویز کا خیر مقدم کیا اور دل سے ہماری پوزیشن کی حمایت کی۔ مجیب الرحمٰن نے میری تقریر کے جواب میں کہا کہ وہ ہر شخص کی بات سننے کے لئے تیار ہیں' مگر وہ چھ نکات پر سمجھوتہ کر کے عوام کے اعتماد کو مجروح کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ان کے اس جواب کا مطلب صفر نکلتا تھا' اس طرح ہم جس قسم کی یقین دہانی چاہتے تھے وہ نہیں ملی۔ ملک کے مغربی حصہ کے عوام نے پیپلزپارٹی کی بھرپور تائید کی۔ صدر یحیٰی نے اسمبلی کا اجلاس یکم مارچ تک ملتوی کر دیا تاکہ کوئی سیاسی تصفیہ ہوسکے۔ اس پر مجیب برافروختہ ہوئے کہ اب آئینی حدود میں وہ علیحدگی حاصل نہ کرپائیں گے۔

مجیب الرحمٰن نے 2 مارچ کو ڈھاکہ میں عام ہڑتال کا فرمان جاری کر دیا اور اس کے بعد پورے مشرقی پاکستان میں۔ اس کے جواب میں مشرقی پاکستان کے عوام گلیوں میں نکل آئے اور انتظامیہ مفلوج ہوگئی۔ غیر بنگالیوں کو مزبحوں کی بھینٹ چڑھایا گیا۔ عوامی لیگ کے رہنما نے بنگلہ دیش کی جانب سے ہدایات دینا شروع کر دیں۔ سول ملازمین کو حکم دیا کہ وہ مرکزی حکومت سے تعاون نہ کریں۔ بنکوں سے کہا گیا کہ وہ عوامی لیگ کے حکم پر کاروبار چلائیں۔ پولیس کو عوامی لیگ سے ہدایات ملنا شروع ہوگئیں۔ ہائیکورٹ کے ججوں سے کہا گیا کہ وہ گھروں ہی میں رہیں۔ شیخ مجیب ایک نوزائیدہ مملکت کے آمر مطلق کی طرح حکمرانی کرتے رہے تھے۔

فوج نے پہلے نیم دلانہ اقدامات کئے لیکن اگلے روز مشرقی کمان کے جنرل انچارج کے حکم پر انہیں پیچھے ہٹنا پڑا اور اس کے بعد انہوں نے اس بحران میں مداخلت نہیں کی۔ مشرقی پاکستان کے گورنر جو شروع سے ہی عوامی تحریک کا آلہ کار بنے ہوئے تھے ان کا تبادلہ کر کے جنرل ٹکا خان کو مامور کر دیا گیا۔ عوامی لیگ کی ہدایت پر مشرقی پاکستان کے چیف جسٹس نے نئے گورنر سے حلف وفاداری نہ لیا۔ فوج منظر سے ہٹی تو عوامی لیگ کے کارکنوں اور غنڈوں نے دہشت گردی کا بازار گرم کر دیا۔ متعدد غیر بنگالیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ جیلوں سے مجرموں کو زبردستی رہا کرایا گیا۔ فیکٹریاں بند اور ذرائع مواصلات معطل ہوگئے۔ دکانیں لوٹ لی گئیں اور مکانوں کو نذر آتش کر دیا گیا۔ تمام نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ اقتصادی نظام مفلوج ہوچکا تھا۔ عوام کو حکم دیا جاچکا تھا کہ وہ مرکزی حکومت کو ٹیکس ادا نہ کریں۔ عوامی لیگ نے بنگلہ دیش کے نام پر ٹیکس کی وصولی شروع کردی تھی۔ 47ء کے مہاجرین جنھوں نے مشرقی پاکستان میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ 71 میں دوبارہ بے یارومددگار اور بے سروسامان ہوچکے تھے۔ عوامی لیگ کے کارکن اپنے مقصد کے حصول کے لئے بندرگاہوں' ہوائی اڈوں اور ریلوے اسٹیشن پر دھاوا بول رہے تھے تاکہ مغربی حصے سے چھٹکارا مل جائے۔

چند دنوں کے اندر اندر دہشت گردی' انتشار' پروپیگنڈے اور صوبائی حکام کے تعاون سے مجیب بنگلہ دیش کے مختار کل بن گئے۔ سول نافرمانی کے ذریعے عوامی لیگ نے جو ہنگامہ اور دہشت کا دور شروع کر دیا اور مشرقی پاکستان میں ایک متوازی حکومت قائم کر دی۔

ان حالات کا خاتمہ ہونا تھا۔ مارشل لاء حکومت تیزی سے گرتی ہوئی صورتحال کو سنبھالا دینے کے لئے آگے بڑھی۔ 3 مارچ کو صدر یحیٰی نے ملک کے تمام لیڈروں کو موجودہ صورتحال پر تبادلہ خیال کرنے اور قومی اسمبلی کی تاریخ کے تعین کے سلسلے میں 10 مارچ کے دن ڈھاکہ میں مدعو کیا۔ ملک کی نازک صورتحال کے پیش نظر میں نے ان کی دعوت قبول کر لی۔ مغربی پاکستان کے دوسرے رہنماؤں نے بھی اجلاس میں

شرکت کی رضامندی دے دی لیکن مجیب نے اسے مسترد کر دیا یہ کانفرنس نہ ہو سکی۔ عوامی لیگ کے رہنما مشرقی پاکستان کو اپنے کنٹرول میں رکھنے کے انتظامات میں مصروف رہے۔ صورت حال بتدریج قابو سے باہر ہوتی گئی۔

4 مارچ کو صدر یحییٰ نے مجھے راولپنڈی میں مدعو کیا۔ 5 مارچ کو صدر سے ہماری بات چیت ہوئی۔ ہم نے انہیں یقین دلایا کہ حالات کو قابو رکھنے کے لئے ہر امکانی جدوجہد کی جائے گی۔ اس کے لئے ہم تیار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قانونی ڈھانچے کی موجودگی میں ہمیں کسی قسم کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ ہم نے ان سے کہا کہ ہمارے خیال کے مطابق قانونی ڈھانچہ اس وقت بے اثر ہوجائے گا جب قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہوگا اور سپیکر منتخب کیا جائے گا۔ اس طرح اسمبلی ایک خود مختار ادارے میں تبدیل ہوجائے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انتخابی مہم کے دوران پاکستان پیپلز پارٹی نے قانونی ڈھانچے کو عوام کی خودمختاری پر فوقیت دینے پر مخالفت کی لیکن اس وقت اسمبلی کی خودمختاری کا مسئلہ اپنی جگہ پر تھا' مگر اس مختاری کو علیحدگی کا ذریعہ بنانا ایک قطعی مختلف بات ہے۔ اس سے بین الاقوامی پوزیشن بھی الجھ جاتی ہے اور پھر اس کے بعد صدر کو قانونی ڈھانچہ میں عمل در آمد کرنا بڑا مشکل ہوجاتا کیونکہ ہم نے واضح کر دیا تھا کہ آئین کی منظوری کے بعد اس کی حیثیت مسلم ہوجاتی اور پھر اس کے بعد صدر کو قانونی ڈھانچہ پر عمل در آمد کرانا مشکل ہوجاتا۔ ہم نے انہیں بتا دیا تھا کہ ہمارے خیال میں قانونی ڈھانچہ ایک بے جان کاغذ کی صورت اختیار کرے گا۔ لیکن نازک صورت حال کے پیش نظر ہم ان کی یقین دہانی قبول کرنے کے لئے تیار تھے۔

6 مارچ کو قوم سے خطاب کرتے ہوئے صدر یحییٰ نے اعلان کیا کہ قومی اسمبلی کا اجلاس 6 مارچ سے شروع ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی مسلح افواج کے کمانڈر کی حیثیت سے وہ ملک کی سلامتی کا یقین دلاتے ہیں۔ قانونی ڈھانچہ کی موجودگی میں ایسا کوئی دستور تیار نہ ہوگا جس سے ملک کی سالمیت اور بقا خطرہ میں پڑ جائے۔

7 مارچ کو مجیب الرحمٰن نے ڈھاکہ میں عوامی جلسے سے خطاب کیا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں مسلح افواج کے کردار پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا "وہ اس وقت تک اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے جب تک عوام ایک آزاد قوم کے شہری نہیں بن جاتے۔" انہوں نے پھر آزادی کا اعلان نہیں کیا۔ 6 مارچ کی رات کو صدر یحییٰ خان نے شیخ مجیب الرحمٰن کو پیغام دیا کہ وہ ایسے حالات پیدا نہ کریں کیونکہ وہ بہت جلد بات چیت کے لئے عوامی لیگی لیڈروں سے رابطہ قائم کرنے والے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس پیغام نے انہیں اعلان آزادی سے باز رکھا ہو۔ مجیب الرحمٰن نے اپنی تقریر میں مزید چار تازہ مطالبات جڑ دیے۔ انہوں نے فوری طور پر مارشل لاء ختم کرنے اور عوامی نمائندوں کو اقتدار منتقل کرنے کا مطالبہ کیا۔ مزید یہ کہ مشرقی پاکستان میں فوج کی فائرنگ کی تحقیقات کی جائے اور فوجیوں کو بیرکوں میں واپس بھیج دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہ چار مطالبات تسلیم کر لئے جائیں تو پھر وہ 25 مارچ کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے مسئلے پر غور کریں گے۔

اس سنگین سکوت کو توڑنے کے لئے میں نے 10 مارچ کو شیخ مجیب الرحمٰن کو ایک تار روانہ کیا۔

ملک میں رونما ہونے والے حالیہ واقعات سے مجھے گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ اس کش مکش کے دوران ہمارے ملک کے جن لوگوں کی جانیں تلف ہوئیں۔ اس پر مجھے دلی رنج ہے۔ میرا دل پسماندگان کے ساتھ ہے۔ ہمیں پاکستان کے لئے ایک نیا طریقہ تلاش کرنا چاہیے۔ ایک ایسا طریقہ جس میں انسان کے ہاتھوں انسان اور ایک علاقہ کے ہاتھوں دوسرے علاقوں کے استحصال کا سلسلہ ختم ہوجائے۔ ہمیں مل کر ایک نئے نظام کو تلاش کرنا چاہیے جو دستور کے علاوہ عوام کے دلوں کی دھڑکن بھی بن جائے۔ ہمیں انتہائی خطرناک اور سنگین صورت حال کا سامنا ہے۔ ملک کا مستقبل خلا میں معلق ہے۔ ہم دونوں پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم ایسی کوشش کریں جس سے ملک کا مستقبل محفوظ رہے اور انتشار اور تباہی کے راستے بند ہوجائیں۔ یہ ہمارا مشترکہ مقصد ہونا چاہیے کہ پاکستان محفوظ رہے اور ملک کے دونوں حصے اپنا کردار ادا کرتے ہوئے امن اور خوشحالی کے راستے پر گامزن ہیں۔

"موجودہ کشمکش نے میرے اندر یقین پیدا کر دیا ہے کہ ہم دونوں ایک مشترکہ مقصد پر پہنچ جائیں یہی ایک طریقہ ہے جس کے ذریعہ ہم اپنے ملک کو بچا سکتے ہیں۔

موجودہ حالات پر قابو پانے اور دونوں حصوں کے عوام کو ایک دوسرے سے قریب لانے کے لئے ہمیں ہر ممکن کوشش کرنی ہوگی۔ ہمیں ہر ایسے طریقہ پر عمل کرنا ہوگا جس سے گزشتہ بائیس سالوں کی تلخیاں اور غلط فہمیاں دور ہوجائیں۔ ہماری ہر جدوجہد کا رخ' پاکستان کے استحکام اور سالمیت کی طرف ہونا چاہیے تاکہ اس ملک کے عوام ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے آگے بڑھ سکیں۔ میں بہت جلد دوبارہ ڈھاکہ آؤں گا اور موجودہ صورت حال کے خاتمے کے لئے آپ سے بات چیت کروں گا۔ تاکہ اسمبلی آئین سازی کے فرائض ادا کر سکے۔ ہمیں عوام اور تاریخ کو یہ کہنے کا موقعہ نہ دینا چاہیے کہ ہم مشترکہ مقصد کی راہیں تلاش کرنے میں ناکام ہوگئے۔"

دو دنوں کے بعد عوامی لیگ کے جنرل سیکرٹری مسٹر تاج الدین نے عوامی سطح پر میری تجویز ٹھکرا دی اور یہاں تک کہہ دیا کہ عوامی لیگ تار پر غور کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

عوامی لیگ بغاوت کے راستہ پر بدستور چلتی رہی۔ مغربی پاکستان کے عوام اس صورت حال سے حیران و پریشان تھے۔ مجیب الرحمٰن بنگلہ دیش کے نام پر ہدایات جاری کر رہے تھے۔ ان میں سے چند بھارت سے تجارتی تعلقات کی بحالی کی بھی تھیں۔ قائداعظم کی تصویر جلائی گئی اور کئی مقامات پر پاکستانی جھنڈے کی توہین کی گئی۔ ٹیگور کے گیت آمار سونار بنگلہ' کو بنگلہ دیش کے قومی نغمے کا درجہ دیا جانے لگا تھا۔ عوامی لیگ کی ہدایات پر ریڈیو اور ٹیلیویژن کام کر رہے تھے۔ ڈھاکہ یونیورسٹی ہال جس کا نام اقبال ہال تھا۔ تبدیل کر کے ٹیگور ہال کر دیا گیا۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو بنگلہ دیش کی رکنیت کے لئے درخواست بھیج دی گئی۔

لندن میں بنگالی انتہا پسندوں نے بنگلہ دیش کے حق میں مظاہرہ کیا۔ نیویارک میں اقوام متحدہ کے سامنے پاکستانی پرچم کو نذر آتش کیا گیا۔ واشنگٹن میں پاکستانی سفارت خانے پر بنگالی طلباء نے قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ نیویارک کے مستقل مشن پر بھی اسی قسم کی کاروائی کی گئی۔ مشرقی پاکستان میں فوج کا خاکہ اڑایا جاتا رہا۔ گالی دی جاتی یہ کاروائی اسی دن سے شروع کر دی گئی جس دن سے عوامی لیگ نے بغاوت کے راستہ پر چلنا شروع کیا اور یہ تمام کاروائی 25 مارچ تک جاری رہی۔

مغربی پاکستان کے شکست خوردہ لیڈروں نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور انہوں نے تمام باتوں کی ذمہ داری پیپلزپارٹی پر رکھ دی۔ پریس جن پر بڑے بڑے تاجروں کا قبضہ ہے' اس نے بھی ان کی آواز میں آواز ملا کر پیپلزپارٹی پر حملے شروع کر دیئے۔ اس طرح رائے عامہ کو گمراہ کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔ ان حالات کی ذمہ داری پیپلزپارٹی پر ڈالنے کے لئے طرح طرح کی افواہیں پھیلائی گئیں۔ انہوں نے پیپلزپارٹی کے خلاف زہر اگلنے میں مغربی پاکستان کے مستقبل کو بھی فراموش کر دیا۔ پیپلزپارٹی اور اس کے چیئرمین کے خلاف من گھڑت اور گھٹیا افواہیں پھیلائی گئیں' کہا گیا' پیپلزپارٹی اقتدار میں شرکت کرنا چاہتی ہے۔ محض اس وجہ سے حالات کو بگاڑا گیا۔ یہ بدترین افوا بھی چھوڑی گئی کہ شیخ مجیب الرحمٰن نے پیپلزپارٹی کے چیئرمین کو وزیر بنانے سے انکار کر دیا۔ اسی وجہ سے گفت و شنید کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اگر عہدوں کا سوال ہوتا تو چھ نکات کی قبولیت کے عوض شیخ مجیب الرحمٰن پیپلزپارٹی کو عہدوں کی پیش کش پر تیار ہو جاتے علاوہ ازیں ایک ایسا شخص جو جمہوری ووٹوں کے ذریعے مغربی پاکستان کا غیر متنازعہ لیڈر بن چکا ہو اور جس نے اپنے ملک کو بچانے کے لئے 1966ء میں وزیر خارجہ کا عہدہ ٹھکرا دیا ہو کیا وہ پانچ سال بعد ہی اپنے ملک کے مفاد کو قربان کر سکتا ہے۔

مغربی پاکستان کے کئی لیڈروں نے مطالبہ کیا کہ قومی اور صوبائی سطح پر اقتدار شیخ مجیب الرحمٰن کے حوالے کیا جائے۔ مجیب الرحمٰن کو مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان رابطہ کی آخری کڑی بتایا گیا۔ اس مرحلے پر اقتدار شیخ مجیب الرحمٰن کے حوالے کرنے کا مطلب 6 نکات کو تسلیم کر لینا تھا۔ مغربی پاکستان کے بیشتر لیڈروں نے چھ نکات کو جوں کا توں قبول کر لیا تھا۔ یہ لیڈران شیخ مجیب الرحمٰن کے حوصلہ بڑھانے کے ذمہ دار ہیں۔ مجیب الرحمٰن کے ساتھ یہ رہنما بھی حالات بگاڑنے میں برابر کے شریک ہیں۔ ان رہنماؤں نے ایک بار پھر اپنے ماضی کو بھلا کر پیپلزپارٹی پر الزام دھرنا شروع کیا کہ ایک پاکستان کے تصور کو داؤ پر لگا کر یہ عوامی لیگ سے سمجھوتہ کرنے جا رہی تھی۔

12 مارچ کو صدر یحیٰی خان ڈھاکہ جانے کے لئے کراچی پہنچے۔ 14 مارچ کو میں نے ان سے ملاقات کی میں نے اپنی پارٹی کی پوزیشن کی وضاحت کی اور حالیہ واقعات پر اپنی رائے ظاہر کی--- میں نے انہیں بتایا کہ 27 مارچ کو شیخ مجیب الرحمٰن کی طرف سے پیش کیے گئے چار مطالبات پر ہم اصولی اتفاق رکھتے ہیں مگر کوئی عارضی یا مستقل سمجھوتہ کے لئے ہماری رضامندی ضروری ہو گی۔ ہمارے کندھوں پر پورے ملک کی بالخصوص مغربی پاکستان کے عوام کے مفادات کی بھاری ذمہ داری عائد ہے۔ صدر نے بتایا کہ انہوں نے فوری طور پر فائرنگ کی تحقیقات اور فوج کی بیرکوں میں واپسی کے مطالبات منظور کر لئے ہیں۔ مارشل لاء کا خاتمہ اور عوامی نمائندوں کو اقتدار منتقل کرنے کے مطالبات بھی قابل قبول ہیں لیکن ان دونوں مطالبات پر اسی وقت عمل ہو سکتا ہے جب ایک مشترکہ معاہدے کی بنیاد پر ایک لائحہ عمل تیار کر لیا جائے ہماری شرکت کے بغیر گفت و شنید کامیاب نہیں ہو سکتی۔ انہیں بتایا گیا کہ شیخ مجیب الرحمٰن نتیجہ خیز بات چیت کے لئے تیار ہیں تو پھر ہمیں شرکت پر کوئی اعتراض نہ ہو گا۔

اسی دن دوپہر کو میں نے کراچی میں ایک عوامی جلسے سے خطاب کیا اور عوام کے سامنے اپنی پارٹی کی پوزیشن واضح کی۔ میں نے کہا اقتدار دونوں اکثریتی پارٹیوں کو منتقل کیا جائے۔ ہم سیاسی سمجھوتہ کے لئے تیار ہیں مگر پاکستان کو داؤ پر لگا کر ہم کوئی سمجھوتہ نہیں کریں گے۔ عوام نے میری تقریر کو پسند کیا ہمارے مخالفین اور پریس نے توڑ مروڑ کر اس طرح پیش کیا۔ جس کا مطلب یہ نکالا گیا کہ میں دو پاکستان بنانا چاہتا ہوں۔ پریس کے علاوہ عوام دشمن نے افواہیں پھیلا کر عوام کے ذہنوں کو پراگندہ کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ ان تمام کاروائیوں کا مقصد پیپلزپارٹی کو عوام سے کاٹ کر اس نازک کشمکش کی ذمہ داری ان پر ڈال دینا تھا۔ عوام کے ٹھکرائے لیڈر اور شکست خوردہ سیاسی پارٹیاں کورس کی شکل میں پیپلزپارٹی کے خلاف زہر اگل رہی تھیں۔ دوسرے دن دوپہر کو ایک

پریس کانفرنس میں جان بوجھ کر تقریر بگاڑنے پر میں نے سخت مذمت کی اور دوبارہ اپنی پوزیشن کی وضاحت کرتے ہوئے واضح الفاظ میں بتایا کہ مرکز میں اقتدار دونوں حصوں کی اکثریتی پارٹیوں کے حوالے کیا جائے اور صوبے میں بھی اقتدار اکثریتی پارٹیوں کو دیا جائے۔

قومی اسمبلی کے اجلاس میں معقول تاخیر کا مطالبہ ایسا نہیں تھا کہ اس پر اسقدر شدید اور سنگین ردعمل کا مظاہرہ کیا جاتا۔ جیسا کہ یکم مارچ کو کیا گیا۔ شیخ مجیب الرحمٰن کا اتنا شدید ردعمل کسی اور وجہ سے تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ اس طرح قومی اسمبلی کے ذریعہ علیحدگی کے راستے بند ہوجائیں گے چنانچہ انہوں نے پالیسی تبدیل کر دی' اور اس کی جگہ تشدد کی پالیسی پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا۔ مغربی پاکستان کی شکست خوردہ پارٹیوں نے ان کا حوصلہ بڑھایا۔ مسلح افواج نے ابھی اس معاملے میں مئوثر کاروائی نہیں کی تھی۔ اس لئے وہ اس یقین میں مبتلا تھے کہ مطالبات منوانے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ حالات تیزی سے بگڑتے جارہے تھے۔ صدر یحیٰی نے مشرقی پاکستان کے دورے کا اعلان کیا تو مجیب الرحمٰن نے کہا کہ وہ بنگلہ دیش کے مہمان کی حیثیت سے ان کا خیرمقدم کریں گے۔ 15 مارچ کو صدر یحیٰی ڈھاکہ روانہ ہو گئے۔

16 مارچ کو صدر یحیٰی نے مجھے ایک ٹیلیگرام بھیجا' جس میں مجھ سے کہا گیا کہ میں 19 مارچ کو ڈھاکہ پہنچ جاؤں۔ دوسرے دن میں نے اس کا جواب روانہ کر دیا۔ میں نے صدر کو اطلاع دے دی کہ 19 مارچ کو گفتگو میں حصہ لینے کے لئے ڈھاکہ پہنچ رہا ہوں۔ صدر کو ہمارے خیالات معلوم تھے۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ دوسری بار ڈھاکہ جاکر گفتگو میں حصہ لینے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ عوامی لیگ اور پیپلزپارٹی میں بات چیت کی نوعیت کیا ہوگی؟ ہم جو کہنا چاہتے تھے کیا اسے سنا جائے گا؟ اس بات کی یقین دہانی ضروری تھی میں نے اس نکتہ کی وضاحت چاہی جسے میں 18 مارچ کو پریس کانفرنس میں ظاہر کرچکا تھا۔ دریں اثنا 17 مارچ کو صدر کے پرنسپل اسٹاف افسر کو دوسرا تار موصول ہوا کہ ہمارا دورہ ڈھاکہ میں صدر سے گفتگو کے لئے ہوگا۔ شیخ مجیب الرحمٰن سے گفتگو کرنے کے بعد صدر مجھ سے بات چیت ضروری سمجھتے تھے۔ جب مجھے اس بات کی اطلاع ملی کہ میری بات چیت صدر یحیٰی سے ہوگی شیخ مجیب الرحمٰن سے نہیں ہوگی تو ہم نے انتہائی نرمی کے ساتھ ڈھاکہ جانے سے انکار کردیا۔

ادھر شیخ مجیب الرحمٰن نے صدر سے متعدد بار ملاقاتیں کیں۔ ڈھاکہ میں مغربی پاکستان کے چند لیڈروں کی سرگرمیوں سے طرح طرح کی باتیں جنم لے رہی تھیں۔ اخبارات خیال آرائیوں اور افواہوں سے بھرے ہوتے۔ کبھی رپورٹ ملتی کہ بات چیت اطمینان بخش طریقے سے آگے نہیں بڑھ رہی ہے۔ دوسرے موقع پر بتایا جاتا کہ بات چیت ہوگئی۔ پیپلزپارٹی کو علیحدہ کر کے ایک عارضی حکومت کے قیام کا مسئلہ طے ہوگیا۔ ان افواہوں میں کچھ صداقت کا رنگ غالب آنے لگا۔ جب صدر کے قانونی مشیر ڈھاکہ روانہ ہوئے۔ ڈھاکہ میں ان کی موجودگی سے اندازہ ہوتا کہ ایک عارضی دستور تیار کیا جاچکا ہے غیر یقینی حالات اور مفادات پرست عناصر کی سازشوں کے پیش نظر 18 مارچ کو میں نے صدر یحیٰی کو ایک تار روانہ کیا۔ اس ٹیلی گرام میں میں نے واضح طور پر لکھ دیا کہ ہم بڑی گہری نظروں سے ڈھاکہ کے تبدیل ہوتے ہوئے حالات کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ مغربی پاکستان کی اکثریتی پارٹی کی حیثیت سے یہ دیکھنا ہماری ذمہ داری ہے کہ عوام کی صحیح نمائندگی ہو رہی ہے یا نہیں۔ کسی بھی عارضی یا مستقل سمجھوتے میں پاکستان پیپلزپارٹی کو علیحدہ رکھنے کی کوشش میں ہم مزاحمت کریں گے۔ مغربی پاکستان کے عوام کے مفاد کا خیال رکھے بغیر کوئی بھی سمجھوتہ پیپلزپارٹی کے لئے قابل قبول نہ ہوگا اور اگر ایسا سمجھوتہ کیا گیا تو ہم اسے تسلیم نہیں کریں گے اور اسے توڑ دیں گے۔

19 مارچ کی شام کو صدر یحیٰی کا ایک تار موصول ہوا جس میں مجھے مشیروں سمیت ڈھاکہ بلایا گیا تھا۔ تاریخ میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ شیخ مجیب الرحمٰن صدر یحیٰی اور مجھ سے بات چیت کرنے پر تیار ہوگئے ہیں۔ ہماری شرط پوری ہوچکی تھی۔ چنانچہ صدر کی دعوت قبول کرلی گئی۔ 20 مارچ کی صبح کو میں نے مرکزی کمیٹی کے اراکین کی ایک ہنگامی میٹنگ طلب کی تاکہ موجودہ صورت حال کا جائزہ لیا جائے۔ 21 مارچ کو میں اپنے ساتھیوں اور چند دستوری ماہرین کے ساتھ ڈھاکہ روانہ ہوگیا۔ ہماری روانگی کے ساتھ متفکر قوم کی نگاہیں ڈھاکہ کی جانب منتقل ہوگئیں۔ ایک عام آدمی بھی اس بات سے باخبر تھا کہ فیصلہ کی آخری گھڑی آن پہنچی ہے۔ ڈھاکہ کے چند روز پاکستان کے مستقبل کے لئے فیصلہ کن ہوں گے۔

ہم 4 بج کر 30 منٹ پر ڈھاکہ پہنچ گئے۔ یہ ایک ہنگامی پرواز تھی۔ سفر کے دوران چار انجنوں میں سے دو انجنوں نے کام کرنا بند کر دیا۔ ڈھاکہ کے اوپر پرواز کرتے ہوئے میں ناقابل بیان ہیجان میں مبتلا تھا۔ میرا ذہن اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا کہ ہماری سرزمین سے تعلق رکھنے والے عوام جنھوں نے پاکستان کی تخلیق اور تعمیر کے لئے ایک تاریخی کردار ادا کیا تھا وہ علیحدہ ہونا چاہتے ہیں' میں اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہ تھا کہ ہمارے ملک کے سات کروڑ بیس لاکھ عوام پاکستان کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ مجھے اس بات پر یقین نہیں آرہا تھا کہ گزشتہ چند سالوں میں یہاں اس قدر بیزاری بڑھ چکی تھی کہ ہم بھائی اور بہنیں خود اپنے ملک کے خلاف اعلان بغاوت کر دیں گے۔ جس کے لئے لاکھوں افراد نے اپنی جانیں نچھاور کر دی تھیں۔ تقسیم کے وقت پاکستان نے مشرقی پنجاب' مغربی بنگال اور آسام کو کھو دیا تھا۔

ریاست جموں و کشمیر بھارت کے ہاتھوں میں رہی اور اب محض بیس سالوں کے بعد ہی ملک کی اکثریتی آبادی والے حصہ کی قسمت ڈانواں ڈول ہے۔

طیارے سے اترتے ہی فوجی افسروں نے ہمیں خوش آمدید کہا۔ فوجی جوان ایئرپورٹ کی نگرانی کر رہے تھے۔ ان کے ساتھ مہاجرین بھی تھے جو پناہ لینے کے لئے کنٹونمنٹ کے اطراف میں آگئے تھے۔ ان بدقسمت مہاجرین کی ہولناک کہانیاں شاید کبھی نہ بھلائی جاسکیں' وی آئی پی روم میں بریگیڈیئر ارباب خان نے ہمیں بتایا کہ ہماری رہائش کے انتظامات فوج کے بجائے عوامی لیگ کرے گی۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے اس بات پر اصرار کیا کہ ہماری رہائش اور دیکھ بھال کرے گی۔ عوامی لیگ کے کارکن ٹیکسیاں لے کر ایئرپورٹ پر موجود تھے۔ میرے چند ساتھی ان انتظامات سے خوفزدہ تھے' مگر میں نے انہیں قبول کرلیا۔ فوجی افسروں نے بتایا کہ ہمارے تحفظ کے لئے فوجی ہوٹل کی نگرانی کریں گے۔ ہم نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ یہ مشورہ کس قدر مفید ثابت ہوا۔ راستہ میں ایک مخالفانہ مظاہرے کا سامنا کرنا پڑا جو کسی منصوبہ کے تحت کرایا گیا تھا۔ ہوٹل کی لابی میں عوامی لیگی ورکروں نے غنڈہ گردی کا مظاہرہ کیا۔ بلند آواز میں ہمیں گالیاں دی گئیں۔ کچھ عرصہ کے لئے لفٹ کو روک دیا گیا۔ جب ہم اپنے کمرے میں پہنچے تو بریگیڈیئر ارباب خان نے اپنے ہیڈکوارٹر کو عوامی لیگ کی طرف سے دی گئی سہولتوں کی اطلاع دی۔ مجیب الرحمٰن نے بتایا کہ ان کے کارکن ہماری رہائش اور دیکھ بھال میں ناکام رہے اس لئے اب ہماری رہائش کے انتظامات فوج سنبھال رہی ہے۔

اسی دن شام کو 7 بج کر 30 منٹ پر میں نے ایوان صدر میں صدر یحییٰ سے ملاقات کی۔ صدر نے 16 مارچ سے 20 مارچ کے درمیان شیخ مجیب الرحمٰن سے ہونے والی ملاقاتوں کے بارے میں بتایا۔ 18 مارچ کو شیخ مجیب الرحمٰن نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بات چیت آگے بڑھی ہے۔ اس کے نتیجے میں عوامی لیگ کے دستوری ماہرین اور صدر کے درمیان متوقع دستوری مسائل پر بات چیت ہوئی صدر نے مجھے عوامی لیگ کی پیش کردہ تجاویز سے آگاہ کیا۔

ان تجاویز کی خاص باتیں یہ تھیں۔ مارشل لاء فوری طور پر اٹھا لیا جائے گا۔ مرکز میں اقتدار کی منتقلی کو عمل میں لائے بغیر پانچوں صوبوں میں اقتدار منتقل کر دیا جائے گا اس تجویز کے مطابق مرکز میں صدر انتظام سنبھال لیں گے۔ اگر وہ مناسب سمجھیں گے تو منتخب نمائندوں میں سے اپنے مشیر چن لیں گے۔ یہ بھی تجویز پیش کی گئی کہ قومی اسمبلی کو دو کمیٹیوں میں تقسیم کر دیا جائے ایک مغربی پاکستان کے لئے جس میں مغربی پاکستان کے نمائندے شامل ہوں گے ایک دوسری کمیٹی مشرقی پاکستان کے لئے ہوگی جس میں مغربی پاکستان کے نمائندے شامل ہوں گے۔ مغربی پاکستان کی کمیٹی اسلام آباد میں اجلاس کرے گی جبکہ بنگلہ دیش کی کمیٹی اپنے اجلاس ڈھاکہ میں طلب کرے گی۔ یہ دونوں کمیٹیاں مقررہ وقت میں الگ الگ رپورٹیں پیش کریں گی اور اپنی سفارشات قومی اسمبلی کو پیش کریں گی۔ یہ کام قومی اسمبلی کا ہوگا کہ وہ دونوں کمیٹیوں کی رپورٹ پر بحث و مباحثہ اور گفتگو کرے اور ایسے ذرائع اور راستے تلاش کرے جس سے دو حصے مل کر رہ سکیں۔ عارضی انتظامات کے تحت 1962ء کے دستور میں ترمیم کی جائے چھ نکات کی بنیاد پر مشرقی پاکستان کو خودمختاری دی جائے۔ نیز صوبوں کو 1962ء کے مطابق بھی خودمختاری دی جائے۔ مغربی پاکستان کے صوبے صدر کی منظوری کے ساتھ اپنے لئے جو طریقہ کار مناسب سمجھیں اپنائیں اور پورا منصوبہ صدر کے اعلان کی شکل میں ظاہر کر دیا گیا۔ صدر یحییٰ نے مذکورہ تجاویز بتانے کے بعد مجھے کہا میں نے مجیب پر واضح کر دیا کہ یہ تجویز اس صورت میں مانی جاسکتی ہے کہ بنیادی طور پر میں (بھٹو) اظہار رضامندی کردوں نیز انہیں (صدر) اور تسلی ہوجائے گی اگر مغربی پاکستان کے باقی رہنماؤں کی بھی تائید حاصل ہوجائے۔ صدر نے مزید بتایا کہ ان کا ارادہ ہے ک وہ اس تجویز کی حمایت کرنے والے لیڈروں سے تحریر لیں۔ ان کا خیال تھا کہ یہ تحریریں ان تجاویز کو عملی جامہ پہنانے میں معاون ثابت ہوگی۔

اس تجویز کے دوررس نتائج برآمد ہوتے لیکن مشرقی پاکستان کے حالات معمول پر آنے کی ذرہ بھر توقع نہ تھی۔ کوئی تجویز جس سے تعطل کے پیدا ہونے کا امکان ہو' اسے زیر غور لانا پڑتا ہے۔ میں نے صدر یحییٰ سے ابتدائی بات چیت کے بعد آگاہ کیا کہ میں اس تجویز پر بھرپور رائے سوچ بچار کے بعد دوں گا۔ میں اپنے ساتھیو سے بھی مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔ میری روانگی سے قبل صدر نے مجھے مطلع کیا کہ آئندہ صبح گیارہ بجے میں اور شیخ مجیب الرحمٰن ان سے ایوان صدر میں بات کریں گے۔

یہ تجویز بہت خوفناک تھی۔ میں نے ڈھاکہ پہنچنے کے بعد حالات کا رخ دیکھا مجھے اس کے جائزہ کے لئے تھوڑے بہت وقت کی ضرورت تھی۔ ہوٹل پہنچنے پر میں ساتھیوں کے سامنے "دو آئینی کمیٹیوں" سے متعلق تجویز رکھی۔ انہوں نے اس کے مضمرات پر روشنی ڈالی۔ ان کی رائے تھی کہ اسے قبول نہ کیا جائے کیونکہ اس کا مقصد دو پاکستان قائم کرنا ہے۔ یہ سن کر مجھے ذرا سکون ملا کہ میرے ساتھیوں کی رائے وہی ہے جو میری ہے۔ ہمارا تجزیہ یہ تھا کہ اتنا اہم مسئلہ نجی طور پر طے نہیں ہوگا اور نہ ہی اس سطح پر تحریریں اس کا حل نکال سکتی ہیں۔ اس کی منظوری کے لئے نئی اسمبلی کو عوام کا اعتماد حاصل کرنا پڑے گا۔ دو یا اس سے زیادہ سیاسی رہنما اسمبلی کو نظرانداز نہیں کرسکتے جو آئینی اور قانونی اختیارات کی مالک ہے۔

22 مارچ کو اگلے روز میں مقررہ وقت سے پہلے ایوان صدر پہنچ گیا۔ مجیب الرحمٰن ٹھیک گیارہ بجے پہنچے۔ ہم نے ایک دوسرے کا خیرمقدم کیا اور ایک دو رسمی الفاظ ادا کئے۔ اس کے بعد صدر کے پاس پہنچے۔ یہاں پھر رسمی خیر خیریت پوچھی گئی۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے اس واقعہ پر اظہار افسوس کیا جو میرے ساتھ ایئرپورٹ سے ہوٹل اور ہوٹل کے اندر پیش آیا۔ انہوں نے کہا انہوں نے عوام کو قابو میں رکھنے کی بہت کوشش کی ہے لیکن ان کا پیمانہ صبر لبریز ہوچکا ہے۔ ویسے بھی جذبات بھڑکے ہوں تو ہر آدمی کو قابو میں نہیں رکھا جاسکتا۔ میں نے جواب دیا کہ میں ان باتوں سے پریشان نہیں ہوتا۔ میرا مقصد ایک تسلی بخش تصفیہ تک پہنچنا ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس کے بعد شیخ صاحب نے صدر سے مخاطب ہوکر پوچھا۔ "کیا آپ نے عوامی لیگ کی تجاویز کی آخری منظوری دے دی ہے۔ صدر نے انہیں یاد دلایا کہ اس کے لئے میرا (بھٹو) رضامند ہونا ضروری ہے اور اسی واسطے میں وہاں موجود تھا۔ اس پر مجیب نے کہا کہ انہوں نے اپنی تجاویز صدر کے حوالے کردیں تھیں۔ یہ کام صدر کا تھا کہ وہ مجھے اس پر قائل کرتے۔ وہ کہتے رہے کہ مسٹر بھٹو تجاویز کو بنیادی طور پر ایک بار تسلیم کرلیں' تب ان پر بات چیت بھی ہوسکتی ہے اور اس سے پہلے بات چیت غیر رسمی ہوگی اور وہ ایوان صدر سے نکلنے کے بعد اخبار نویسوں کو بتادیں گے کہ ان کی صدر سے ملاقات ہوئی ہے جہاں مسٹر بھٹو بھی موجود تھے۔ صدر نے جواب دیا۔ "اس سے کام نہیں چلے گا' لیکن مجیب اپنی ضد پر ڈٹے رہے۔ اس ملاقات کے دوران مجیب کا رویہ نرم رہا لیکن کشیدہ تھا۔ صدر نے کشیدگی دور کرنے کے لئے کافی اور ریفرشمنٹ لانے کا آرڈر دیا۔ کافی پیتے ہی مجیب الرحمٰن نے کہا انہیں جلدی ہے کیونکہ آج صبح ہی ان کا ایک ساتھی انتقال کرگیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے صدر سے اجازت مانگی اور میں انہیں کار تک چھوڑنے کے لئے ساتھ گیا۔

جونہی ہم باہر نکلے ملٹری سیکرٹری کمرے میں پہنچے۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے وہاں بیٹھتے ہوئے' جنرل محمد عمر' جنرل اسحاق صدر کے ملٹری سیکرٹری اور صدر کے نیول اے ڈی سی سے کہا کہ وہ کمرے سے باہر چلیں جائیں کیونکہ انہوں نے مجھ سے کچھ بات کرنی ہے۔ میں ان کی اس اچانک تبدیلی سے سٹپٹایا۔ انہوں نے میرا ہاتھ مظبوطی سے پکڑا اور پھر مجھے سامنے بیٹھنے کے لئے کہا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ حالات بہت ابتر ہوچکے ہیں اور اس سے نمٹنے کے لئے انہیں میری مدد کرنی چاہیے۔ اس موقع پر مجھے احساس ہوا کہ کہیں کمرے کی دیواروں کو کان نہ لگ جائیں۔ وہاں سے اٹھے اور برآمدے سے ہوتے ہوئے ایک جگہ پر بیٹھ گئے۔ جو صدر کے سیلون کے عقب میں تھی۔

شیخ مجیب الرحمٰن نے وہی بات دہرائی جو انہوں نے ملٹری سیکرٹری کے کمرے میں کی تھی وہ کہہ رہے تھے کہ اب حالات اتنے بگڑ چکے ہیں کہ ان کو معمول پر نہیں لایا جاسکتا۔ ان کا کہنا تھا کہ میں ان کی تجویز مان لوں' تب ہی معاملات سدھر سکتے ہیں۔ وہ زور دے رہے تھے کہ اس کے سوا کوئی متبادل راستہ نہیں۔ وہ بھی یہ مان رہے تھے کہ مغربی پاکستان کی نمائندہ جماعت پیپلزپارٹی ہے اور مغربی پاکستان کے رہنما وقت ضائع کر رہے ہیں۔ وہ بھی مان گئے کہ انہوں نے خان عبدالولی خان کے علاوہ باقی تمام رہنماؤں کو نظر انداز کر دیا ہے' ان کا خیال تھا خان عبدالولی خان کی اتنی اہمیت ضرور ہے کہ وہ ایک صوبے کی نمائندہ جماعت کے رہنما ہیں وہ چاہتے تھے کہ ہم دونوں کا اتفاق ضروری ہے۔ وہ یہاں تک کہ گئے کہ میں مغربی پاکستان میں جو چاہو گے اس کی حمایت کروں گا۔ اس کے بدلے میں مشرقی پاکستان کے بارے میں عوامی لیگ کی تجاویز کو عملی جامہ پہنانے میں تعاون کیا جائے۔ اس طرح مجھے مغربی پاکستان کا وزیراعظم بننے کی ترغیب دی اور مغربی پاکستان ان کے حوالے کرنے پر زور دیا۔ وہ بضد تھے کہ بحران کا خاتمہ اسی طرح ممکن ہے اور دوسرا کوئی راستہ نہیں۔ میرا جواب تھا کہ میں تاریخ کے مقابلے میں ملٹری کے ہاتھوں تباہ ہونا پسند کروں گا۔ اس کے باوجود وہ اصرار کرتے رہے کہ یہ دو آئینی کمیٹی کی تجاویز منظور کر لوں اس وقت اسمبلی میں اکائی کی صورت میں اجلاس ناممکن ہوچکا ہے' اسے ملتوی ہونا پڑے گا۔ ان کی یہ خواہش بھی تھی کہ میرے اور ان کے مابین ایک خفیہ ملاقات ہو۔ میں مسٹر مصطفیٰ کھر کو ہدایت کروں کہ وہ شیخ مجیب الرحمٰن سے رابطہ قائم رکھیں۔ اگلے روز وہ اپنے ایک آدمی کو میرے پاس بھیجیں تاکہ وہ مسٹر مصطفےٰ کھر کو ان کے گھر پہنچا دے۔

میں نے شیخ مجیب الرحمٰن کے سامنے وضاحت کی کہ میں نے اسمبلی کے التواء کا مطالبہ نیک نیتی کے ساتھ کیا ہے جس پر وہ غیر ضروری طور پر بہت برہم ہوئے اور اب وہ چند دن کے بعد وہ اسمبلی کے اجلاس کی اس قدر مخالفت کر رہے ہیں کہ اجلاس بالکل ہی نہ ہو۔ میں نے محسوس کیا کہ صدر یحییٰ اور میرے ساتھ جو انہوں نے باتیں کیں ہیں۔ ان کی روشنی میں اسمبلی کے اجلاس سے پہلے ہی تمام معاملات طے ہوجانے چاہیں۔ میں نے مجیب پر واضح کر دیا تھا کہ انہیں خطرات کے پیش نظر ہمارا یہ مطالبہ تھا کہ اجلاس سے قبل دونوں مشرقی پارٹیاں بات چیت کر لیں لیکن اس سمت میں ہونے والی ہر کوشش ناکام بنا دی گئی۔ اس کے باوجود انہوں نے اسمبلی کے التواء سے متعلق میرے معقول مطالبے کو غلط رنگ دیا اور اس کا مفہوم بھی الٹ سمجھا جس کی وجہ سے واقعات نے میری پہلی پوزیشن کا بھی ساتھ نہیں دیا۔ میں نے شیخ سے کہا کہ میں اس تجویز پر پورا غوروخوض کروں گا اور ایک معقول تصفیئے تک پہنچنے کے امکانات کا جائزہ لوں گا۔ تاہم اس تجویز کی جو بھی شکل بنی' اس کی

منظوری قومی اسمبلی سے لینا پڑے گی، چاہے اسمبلی ایک قرار داد کے ذریعے یہ اختیار دے کہ اسے صدارتی اعلان کے ذریعے نافذ کیا جائے۔ میں نے بھی یہ واضح کر دیا کہ میں اسمبلی کے باہر کسی تحریر میں فریق نہیں بنوں گا۔ میں ایک فرد یا اپنی پارٹی کی جانب سے یہ ذمہ داری لینے کو تیار نہیں کہ جبکہ عوام نے اپنے نمائندے منتخب کر لئے ہیں اور وہ بھی اپنا فرض ادا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ ان کا حق ہے۔ مجیب نے یہ نکتہ سمجھنے میں تیزی دکھائی۔ فوراً بولے "تم سچ کہتے ہو۔ میں بھی کوئی تحریر نہیں دوں گا لیکن پہلے تم انکار کرنا۔ میں تمہاری تقلید کروں گا۔"

مجیب نے اسمبلی کے مختصر ترین اجلاس تک کی تجویز مسترد کر دی۔ کچھ بھی انتظامات ہوں وہ فیصلہ کر چکے تھے کہ وہ قومی اسمبلی کے بغیر منوائیں گے۔ یہ تاثر دینے کے بعد وہ جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں ان کے ساتھ کار تک آیا اور ہم نے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا۔ عوامی لیگی رہنما سے یہ میری آخری ملاقات تھی۔

ایوان صدر سے نکلنے کے بعد شیخ صاحب نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ انہوں نے صدر سے ملاقات کی اور میں بھی وہاں ملاقات کے دوران موجود تھا۔ انہوں نے ہماری اس ملاقات کا نہیں بتایا جو ان کے ایما پر ہوئی تھی۔ جب میں ہوٹل واپس پہنچا تو اخبار نویسوں نے مجھ سے سوال کیا کہ آیا میری اور مجیب کی علیحدگی میں ملاقات ہوئی ہے میں نے جواب میں کہا شیخ مجیب الرحمٰن نے ایوان صدر سے نکل کر جو تاثر دیا ہے وہ اس کی تردید نہیں کرنا چاہتا۔

شیخ مجیب الرحمٰن سے بات کرنے کے بعد صدر یحییٰ کی طرف لوٹا، جو اپنے سیلون سے ہماری ملاقات کا منظر دیکھ چکے تھے۔ صدر نے حیرت سے کہا۔ "تم دونوں نے ہنی مون منایا" میں نے انہیں بتایا کہ یہ تمام سیاست کا ایک حصہ ہے۔ میں نے صدر کو اپنی بات چیت کے ان حصوں سے آگاہ کیا جو بحران سے متعلق تھے اور وہ باتیں نظرانداز کیں جو اعتماد میں لے کر ہوئیں تھیں۔ میں نے صدر کو عوامی لیگ کے لیڈر کی تجویز پر اپنی رائے بھی ظاہر کر دی۔

میں نے صدر سے کہہ دیا کہ ایسی تجویز کا فریق نہیں بنوں گا جو دو پاکستان کی صورت میں ظہور پذیر ہو۔ اس تجویز پر میرا مرکزی اعتراض یہی تھا حالانکہ اس میں اور بھی بہت سی خامیاں تھیں۔ مغربی پاکستان کے صوبوں کی خودمختاری کے لئے عبوری مدت کے دوران مختلف طریق کار وضع کیا گیا تھا۔ جو ناقابل قبول ہونے کے علاوہ قومی اسمبلی کی منظوری کے بغیر ناقابل عمل تھا۔ پھر ملک پر حکمرانی کا واحد ذریعہ مارشل لاء تھا۔ اس سے ہی صدر کے اختیارات اور مرکزی حکومت کا وجود تھا۔ مارشل لاء اٹھانے کے بعد دونوں کی قانونی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس طرح قومی سطح پر ایک خلاء پیدا ہوتا ہے جسے پر کرنے کے لئے قومی اسمبلی ہی مجاز تھی۔ ان حالات میں صوبائی حکومتوں کا قیام پیچیدگیوں کے علاوہ دوسرے مسائل کو جنم دیتا ہے۔ مجیب الرحمٰن کا مسئلہ یہی تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ وہ مشرقی پاکستان پر قانونی اور حقیقی کنٹرول حاصل کر لیں اور پھر ایسی صورت میں مشرقی پاکستان کو علیحدہ ہونے سے نہیں روکا جاسکے گا۔ اس حالت میں مغربی حصے کے صوبے بھی آزادی کا اعلان کر سکتے تھے۔ دو آئینی کمیٹیوں سے دونوں حصوں کی تفریق کو تقویت پہنچی قومی اسمبلی کی یہ تقسیم کہ اس کے بعد اکائی کی صورت میں اس کے اجلاس کی توقع نہ ہونا ملک کے تقسیم ہونے سے بچا نہیں سکتا تھا۔ ان اعتراضات اور وجوہ کی روشنی میں میں نے اس تجویز کو من و عن ماننے سے انکار کر دیا۔

تاہم حالات کا تقاضہ تھا کہ ہم ملک کو بچانے کے لئے کسی سمجھوتے پر پہنچیں---میں نے کہا کہ ہم عبوری حکومت کے قیام کے لئے اس وقت رضامند ہوں گے جب قومی اسمبلی اس کی منظوری دے دے۔ ہم یہ بھی محسوس کر رہے تھے کہ پہلے اسمبلی کا ایک مشترکہ اجلاس ہونا ضروری ہے تاکہ اس میں مرکز کی حیثیت متعین ہو جائے اور بعد میں اس کے دائرہ کار کا تعین کر لیا جائے۔ ایک بار مرکز کا فیصلہ ہو جاتا تو بعد میں کمیٹیاں اس کے سائے تلے دوسرے امور کے لئے اپنا دائرہ مقرر کر لیتیں۔ لیکن اس کی ہرگز گنجائش نہ تھی کہ شروع ہی میں الگ الگ اجلاس منعقد ہوں۔

میں نے صدر کو مشورہ دیا کہ وہ مجیب الرحمٰن کو اس قسم کے سمجھوتے پر آمادہ کرنے کے لئے اپنے اختیارات اور اثر و رسوخ کو بروئے کار لائیں۔ اسمبلی کا اجلاس چند دنوں میں منعقد ہو سکتا ہے اور یہ تمام معاملات ایک ہفتے کے اندر اندر طے ہو سکتے ہیں۔ یقیناً مجیب الرحمٰن سے مناسب حد تک مفاہمت ہو سکتی ہے۔ تاکہ وہ اپنے مطالبات منوا سکیں۔ صدر یحییٰ نے مجھ سے درخواست کی کہ میں یہ تمام باتیں سہ پہر کو ساڑھے چار بجے ان کے ماہرین سے تفصیلاً" کروں۔ اس طرح میں نے اپنے آئینی اور سیاسی مشیروں کے ہمراہ صدر کے مشیروں سے ملاقات کی۔ اس موقع پر ہم نے عوامی لیگ کی تجویز کا جائزہ لیا اور اپنا موقف دہرایا کہ سمجھوتہ کن باتوں پر ہو سکتا ہے۔

23 مارچ کو صدر یحییٰ نے مغربی پاکستان کے دوسرے رہنماؤں سے ملاقات کی۔ مجھے بتایا گیا کہ صدر نے بات چیت کے دوران دوسرے امور کے علاوہ عوامی لیگ کی تجویز پر میرے موقف سے بھی ان رہنماؤں کو آگاہ کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ اعلان سے قبل اسمبلی کا اجلاس بلایا جائے جو مرکز کے اختیارات کا تعین کرے۔ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ بلوچستان کے ایک رہنما نے کہا تھا۔ "جب دو کمیٹیاں بن سکتی ہیں تو پانچ کیوں نہیں۔" لیکن تمام نے میرے اعتراض کو قبول کر لیا اور قومی

اسمبلی کے اجلاس سے قبل کسی مستقل تصفیے کی تجویز مسترد کردی لیکن جب میں نے مسٹر محمود علی قصوری اور اپنے دوسرے ساتھیوں کو ان کے پاس بھیجا تو وہ پھر چکے تھے۔ میرے پارٹی کے افراد انہیں اس تجویز کے بارے میں آگاہ کرنے گئے تھے۔ 23 اور 24 مارچ کو عوامی لیگ اور صدر کے کئی مشیروں کے درمیان کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ اس میں عوامی لیگ اپنی اصل تجویز میں ترمیم کر چکی تھی۔ اب دو آئینی کمیٹی کے بجائے دو آئینی کنونشن پر آمادہ ہوئے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ آئینی کنونشن دو آئین تیار کریں۔ اس کا مقصد الگ فیڈریشن آف پاکستان قائم کرنا ہے۔ عوامی لیگ کی طرف سے کھل کر پہلی بار سامنے آیا تھا۔ اس کے تحت مرکز کو ہنگامی حالات کے دوران بھی اصولوں پر کوئی کنٹرول نہ ہوتا۔ 24 تاریخ کو عوامی لیگ کے جنرل سیکرٹری مسٹر تاج الدین احمد نے اخبارات میں یہ بیان دیا کہ انہوں نے صدر کو اپنی آخری تجویز پیش کر دی ہے اور اب مزید بات چیت نہیں کریں گے۔ دراصل وہ الگ ملک مانگ رہے تھے۔

23 مارچ کو یوم پاکستان تھا۔ 31 سال پہلے اسی تاریخ کو قرارداد لاہور منظور ہوئی تھی جس میں برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک آزاد اور خودمختار مملکت کے قیام کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ 31 سال بعد اس خواب کا شیرازہ منتشر ہوتے دیکھنے والے تھے۔ اس عظیم تاریخ اور ملک میں اخوت کے جذبات کے مظاہروں کی بجائے ہم نے پاکستانیوں کو پاکستانیوں سے نفرت کرتے دیکھا۔ بھائی چارے کے بجائے کشیدگی بڑھ رہی تھی۔ سب سے تکلیف دہ منظر تھا جس میں پہلی بار قومی کی بجائے ہر جگہ حتیٰ کہ سرکاری دفاتر پر بنگلہ دیش کا پرچم لہراتا دکھائی دیا۔ اس روز ملیشیا اور بنگالی نوجوانوں کی پریڈ پاکستان کے بجائے بنگلہ دیش کی مظہر تھی، جنھوں نے بنگلہ دیش کے ہتھیار اٹھائے ہوئے تھے۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر پر بنگلہ دیش کا پرچم لہرایا۔

ہمارے لیے یہ منظر تکلیف دہ تھا۔ اس لئے ہم نے ملک کے اندر اور غیر ممالک میں پاکستان کے وقار کو بلند کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کردی اور پاکستان کی سربلندی کے لئے رات دن کام کرتے رہے۔ واقعات وقت سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ بدل رہے تھے۔ اب فیصلہ کرنے کی گھڑی آن پہنچی تھی کہ کس کروٹ بیٹھا جائے۔ ایک ہی حل تھا ادھر یا ادھر آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں۔ یہ سچ ہے میری حالت کا اندازہ لگائیے کہ ملک کی تقدیر تین ہاتھوں میں تھیں۔ اللہ نے اس میں سے ایک کے لئے مجھے چن لیا تھا۔

24 مارچ کو صدر یحییٰ سے دوبارہ ملا اور ان کے پرنسپل اسٹاف آفیسر لیفٹیننٹ جنرل پیرزادہ سے بھی ملاقات کی۔ میں نے انہیں بتایا کہ فیصلہ کرنے کے لئے بہت ہی کم وقت رہ گیا ہے۔ اب فیصلہ میں تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ میں نے صدر کو بتا دیا کہ میں نے اپنی پارٹی کے بعض ارکان کو مغربی پاکستان واپس بھیج دیا ہے۔ مجیب الرحمٰن کی ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث میری رائے یہ تھی کہ اب میری پارٹی کے ارکان کا ڈھاکہ میں قیام سود مند ثابت نہ ہوگا۔ ایک ایلچی کے اس پیغام پر کہ رات کو مصطفیٰ کھر کو مجیب الرحمٰن سے ملاقات کے لئے لے جایا جائے گا، ہم ٹھہر گئے۔

24 کی رات کو مسٹر کھر نے شیخ مجیب سے ملاقات کی۔ اس وقت شیخ مجیب الرحمٰن سخت پریشان تھے۔ انہوں نے مسٹر کھر کو بتایا آج چٹاگانگ خاصہ ہنگامہ ہوا ہے اور بعض فوجی قابو سے باہر ہوگئے۔ اب چونکہ معاملہ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ بات چیت آگے نہیں بڑھ سکتی۔ مسٹر بھٹو سے کہیں کہ مغربی پاکستان کے وزیراعظم بن جائیں۔ اور مغربی پاکستان کو مجھ اور عوام پر چھوڑ دیں۔ ان سے کہیں کہ وہ ہماری تجاویز مان لیں۔ مسٹر کھر نے شیخ مجیب الرحمٰن کو آگاہ کیا کہ انہیں شک ہے کہ مسٹر بھٹو تقسیم پاکستان پر رضا مند ہوجائیں گے۔ تاہم ان کا پیغام پہنچا دیا جائے گا۔ مصطفیٰ کھر کی روانگی سے قبل مجیب الرحمٰن نے کہا۔ "رابطہ رکھیے میں 25 کی رات کو ایک شخص کو بھیجوں گا۔"

25 کی صبح کو جے اے رحیم جو ہماری پارٹی کے جنرل سیکرٹری ہیں اور مسٹر کھر صدر یحییٰ اور لیفٹیننٹ جنرل پیرزادہ سے ملے تاکہ ان سے تجاویز کے بارے میں تازہ ترین صورت حال پر بات چیت ہوسکے اور مسٹر تاج الدین احمد کے الٹی میٹم کے بعد کے حالات کا پتہ چلا۔ 25 کے بعد صدر، صدر کے مشیروں نے ہمارے مشیروں کو تجاویز کے بارے میں آخری صورت حال سے مطلع کیا۔

رات کے آٹھ بجے شیخ مجیب الرحمٰن کا ایلچی مسٹر کھر کو لینے آیا۔ مسٹر کھر نے اس کو بتایا کہ چونکہ تجاویز کے بارے میں ابھی بات آگے نہیں بڑھی لہٰذا وہ اپنے لیڈر کو بتا دے کہ مجوزہ ملاقات ملتوی کر دی جائے۔ ہم 26 کو کراچی روانگی سے قبل صدر یحییٰ سے پھر ملیں گے۔ کچھ بات بڑھی تو ہم پیچھے رہ جائیں گے۔ رات کو عوامی لیگ کے رہنما سے بات کر لیں گے۔ اس نے انکشاف کیا کہ صدر یحییٰ سات بجے ڈھاکہ سے جا چکے ہیں۔ ہم نے فون پر اس کی تصدیق کرنا چاہی لیکن ناکامی ہوئی۔ اس شام کو شیخ مجیب الرحمٰن نے چٹاگانگ اور دوسرے مقامات پر فوجی کاروائیوں پر احتجاج کرنے کے لئے 27 مارچ کو صوبے بھر میں عام ہڑتال کی کال دے دی۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اپنے ساتھیوں سے اس کال پر بات کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ کمزور حربہ ثابت ہوگی یا جان بوجھ کر یا سکیم کے تحت یہ قدم اٹھایا گیا ہے۔

ساڑھے دس بجے عشائیہ سے فارغ ہو کر ہم اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ ایک گھنٹے بعد توپوں کی گھن گرج سے ہماری آنکھ کھل گئی۔

میرے دوستوں کی کافی تعداد میرے کمرے میں جمع ہوگئی اور ہم نے دیکھا کہ فوج نے کارروائی شروع کر دی ہے۔ ہم نے تین گھنٹے ہوٹل کے کمرے سے ملٹری آپریشن دیکھا۔ کئی مقامات پر آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ ہماری نظروں کے سامنے مقامی انگریزی روزنامے "دی پیپل" کی عمارت زمین بوس ہوئی۔ یہ روزنامہ فوج اور مغربی پاکستان کے خلاف اشتعال پھیلانے میں پیش پیش تھا۔ میرے ذہن میں ماضی اور مستقبل کے خاکے آنے لگے۔ میں حیران تھا کہ ہمارے لئے کیا رہ گیا تھا۔ یہاں تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہمارے آدمی موت اور تباہی سے ہمکنار تھے۔ اس وقت ایک سوچ قائم رکھنا خاصہ مشکل تھا۔ کئی سوچیں ایک دوسرے سے ٹکراتی رہیں۔ کیا اب ہم اس سطح پر پہنچ چکے ہیں جہاں سے واپسی ناممکن ہوتی ہے یا یہ زخم مندمل ہو جائیں گے اور پاکستان کی تاریخ میں اب ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا۔ کیا چاہا تھا اور کیا ہوا۔ یہ میرے سامنے تھا۔

26 مارچ کو صبح آٹھ بجے کرنل سعید ہمیں ایئرپورٹ لے جانے کے لئے آئے۔ جب ہوٹل کی لابی سے گزر رہے تھے تو غیرملکی اخبار نویسوں نے میرا گھراؤ کر لیا انہوں نے بہت سے سوال کیے میں نے جواب دینے سے انکار کر دیا۔ راستے میں کرنل سعید نے مجھے بتایا کہ شیخ مجیب الرحمٰن کو رات کے ڈیڑھ بجے گرفتار کر لیا گیا تھا اب وہ چھاؤنی کے ایک سکول میں زیر حراست ہے۔ میں نے کرنل سعید سے پوچھا "آپ اس سے بہتر سلوک کریں۔ یہ یاد رکھیں کہ جو کچھ ہوا جو مجیب چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ عوام کے لیڈر ہیں اور انہیں عزت ملنا چاہیے" میں نے یہ بات انتہائی خلوص کے ساتھ کہی تھی۔ کرنل سعید نے مجھے یقین دلایا کہ عوامی لیگی رہنما کی دیکھ بھال کی جائے گی اور مناسب عزت افزائی کی جائے گی۔ ہم نے ایئرپورٹ کے راستے سے گزرتے ہوئے دیکھا کہ بنگلہ دیش کے پرچم اتر رہے ہیں اور گلیوں میں رکاوٹیں کھڑی کر دی گئیں ہیں۔ ڈھاکہ سے روانہ ہوتے وقت ایک بار پھر ذہن میں مستقبل کے خیالات ابھرنے لگے۔ میں نے دعا مانگی کہ یہ واقعات تنازعہ کا روپ نہ بدل لیں بلکہ عام آدمی کا جذبہ حب الوطنی فسطائیت پر غالب آجائے۔

مغربی پاکستان ہماری جان و مال کی سلامتی اور تحفظ کے لئے بہت مضطرب تھا کراچی کے ہوائی اڈے پر ساڑھے چھ بجے ایک بڑے ہجوم نے ہمارا استقبال کیا اصرار کیا کہ تقریر کروں لیکن میں تقریر کے موڈ میں نہیں تھا۔ "میں نے صرف اتنا کہا کہ خدا کے فضل و کرم سے پاکستان بچا لیا گیا ہے۔" میرا دل مطمئن تھا کہ میں نے جو کچھ سوچا اور کہا تھا وہ درست تھا۔ یہ تو مستقبل بتائے گا کہ پاکستان بچا لیا گیا کہ کھو دیا گیا۔ لیکن اس وقت یقین ہے کہا جاسکتا ہے کہ اگر حکومت 25 تاریخ کی رات کو اقدام نہ کرتی تو اگلے دن عوامی لیگ بنگلہ دیش کی آزادی اعلان کر دیتی۔ اعلان آزادی کے لئے تمام تیاریاں مکمل کر لی گئیں تھیں۔ ان کی مسلح تیاریاں، فوجوں کا گھیراؤ اور سڑکوں پر کھڑی رکاوٹیں اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں، 27 تاریخ کو عام ہڑتال کرنے کا اعلان حکومت کو گمراہ کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔ وہ 26 مارچ کو نماز جمعہ کے بعد بنگلہ دیش کا اعلان کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔

26 مارچ کی شام کو صدر مملکت نے قوم سے خطاب کیا۔ انہوں نے ہمارے بھولے بھٹکے عوام کو بتایا کہ عوامی لیگ غیر قانونی قرار دی جا چکی ہے اور جب تک ملک کے حالات بحال نہیں ہوں گے اس وقت تک مارشل لاء کی گرفت مضبوط رہے گی۔ صدر نے کہا مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمٰن کا اقدام غداری کے مترادف تھا۔ انہوں نے عوامی لیگ کے قائد اور اس کی پارٹی کو پاکستان کا دشمن قرار دیتے ہوئے بتایا کہ وہ مشرقی پاکستان کو ملک سے بالکل الگ کرنا چاہتے تھے اور کہا کہ اس مرتبہ انہیں ضرور سزا دی جائے گی۔ صدر نے عوام کو یقین دلایا کہ جیسے ہی حالات اجازت دیں گے، وہ جمہوریت بحال کر دیں گے۔

26 مارچ سے پاکستان میں سیاسی سرگرمیاں نسبتاً محدود کر دی گئیں۔ سخت قسم کا سنسرشپ عائد کر دیا گیا اور جلسے جلوسوں پر پابندی لگا دی گئی یہ بتایا گیا کہ مشرقی پاکستان کے حالات آہستہ آہستہ فوج کے کنٹرول میں آرہے ہیں۔ لیکن اگر منصوبہ میں اصلاح کی بجائے طاقت کو ایک عرصہ تک بنیادی عنصر کی حیثیت دی گئی تو یہ کنٹرول عارضی ثابت ہوگیا۔

دنیا اور ہمارا بحران

ہمارے بحران میں غیر ملکی طاقتوں کا رویہ اگر غیر دوستانہ نہیں تھا تو کم از کم مایوس کن ضرور تھا۔ یہ امر واقع ہے کہ ایک قوم جو اپنی متاع کے لئے جدوجہد کر رہی ہو۔ بین الاقوامی رائے عامہ کو غیر مشروط طور پر پاکستان کا ساتھ دینا چاہیے تھا، یہ ایک ملک تھا جو اپنی قومی سالمیت اور اتحاد کے لئے بنیادی فرائض انجام دے رہا تھا، پاکستان مشرقی بنگال کے عوام پر زبردستی نافذ نہیں کیا تھا۔ پاکستان کے تمام صوبوں نے رضاکارانہ طور پر ایک آزاد ریاست کے قیام کا فیصلہ کیا تھا۔ اگر عوام کی فرمائش نہ ہوتی اور اگر وہ اتنی قربانیاں نہ دیتے تو پاکستان ہرگز معرض وجود میں نہ آتا۔ دوسرے پاکستان گزشتہ 23 سال سے قائم ہے ماضی کی سنگین غلطیوں کا خمیازہ متغیر حالات اور نشیب و فراز سے گزرنے کے باوجود قوم اسے قائم رکھے ہوئے ہے۔ پاکستان، بھارت کی گھناؤنی سازش اور مکروہ عزائم کا پامردی سے مقابلہ کر رہا ہے اور اس کے دو مسلح اور جارحانہ حملوں کا جواب دے چکا ہے، یہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست ہے

اقوام عالم کی پانچویں بڑی قوم ہے اس کے باوجود کیا پاکستان کو اپنی بقاء منوانے کے لئے کچھ اور چیزوں کی ضرورت ہے؟

بھارت کے علاوہ دنیا کے تمام ممالک سے پاکستان کے تعلقات کسی حد تک خوشگوار ہیں۔ پاکستان نے مسلم دنیا اور عرب ملکوں کی حمایت میں بیش بہا خدمات انجام دیں ہیں۔ ایشیاء' افریکہ اور لاطینی امریکہ کے ممالک کے علاوہ مغربی یورپ اور امریکہ سے پاکستان کے تعلقات میں یہ اقوام متحدہ کے منشور کا ہمیشہ وفادار رہا اور برطانوی دولت مشترکہ کا رکن بھی ہے۔ 1960ء سے پاکستان نے سوویت یونین اور مشرقی یورپی قوموں سے اپنے تعلقات خوشگوار بنانے کے لئے انتھک کوششیں کیں ہیں اور 1962ء کی چین بھارت جنگ کے بعد پاکستان کے تعلقات عوامی جمہوریہ چین سے نہایت خوشگوار اور مظبوط ہوگئے ہیں۔ ہمارے بین الاقوامی اچھے ماضی کے باوجود پاکستان کے بحران کے سنگین لمحوں کے دوران اکثر ممالک کا ماسوائے چین کے تذبذب اور پس و پیش رہا۔ پاکستان کسی دوسرے ملک کے خلاف امداد نہیں مانگ رہا تھا۔ پاکستان کی حمایت یا کسی دوسرے ملک کی مخالفت کا سوال ہی نہیں تھا کسی بھی ملک کو ایسے حالات درپیش نہیں تھے کہ پاکستان کی حمایت کرنے سے کسی دوسرے ملک کے تعلقات اس سے خراب ہوجاتے۔ اس لئے غیر ملکی طاقتوں کو پس و پیش نہیں کرنی چاہیے تھی کہ وہ اس بین الاقوامی اصول پر عمل کرتیں جس میں کسی ریاست کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی مخالفت کی گئی ہے۔

برطانوی اور امریکی اخبارات اور جرائد کا رویہ انتہائی شرم ناک اور افسوس ناک تھا تقریباً تمام مغربی پریس نے نہایت ڈھٹائی سے اور بے شرمی سے علیحدگی پسندوں کی حمایت کی مشرقی پاکستان کے بحران کے انتہائی سنگین دنوں میں غیر ملکی نمائندوں نے صحافتی غیر جانبداری حقائق کو نظرانداز کر کے کھلے بندوں بنگلہ دیش کے پرچم تقسیم کئے اور علیحدگی پسندوں کی حوصلہ افزائی کی۔

بھارت کے اکسانے پر سوویت یونین نے حکومت پاکستان کو ایک مراسلہ بھیجا جس میں مشرقی پاکستان کے بحران کو سیاسی طور پر حل کرنے پر زور دیا گیا۔ لیکن یہ تجویز پیش کرتے وقت سوویت یونین نے اپنی پہلی تاریخ کو بھلا دیا وہ اپنی بقاء بلکہ اپنی سرحد پار ہنگری اور چیکو سلاواکیہ کے سلسلے میں اپنی فوجی مداخلت اور اقدامات کو بھول گیا اور پاکستان کو تنازعہ سیاسی طور پر حل کرنے کی تجویز پیش کی' ایسے بحران کے بارے میں جو قطعی طور پر پاکستان کے عوام سے متعلق تھا' برطانیہ بھی اس میں برابر کا شریک تھا علیحدگی پسندوں سے برطانیہ کی ہمدردی کا اظہار ایک چھوٹے لیکن اہم واقعہ سے ہوتا ہے برطانوی ہائی کمشنر نے یہ جانتے ہوئے کہ مشرقی پاکستان میں حالات معمول پر نہیں آئے اسلام آباد' لاہور اور کراچی میں ملکہ کی سالگرہ کی تقریب کے دعوت نامے جاری کر دیئے جو 21 اپریل کو ہونے والی تھی لیکن بعد میں مشرقی پاکستان کے حالات کے پیش نظر اس تقریب کو منسوخ کر دیا۔ یہ علیحدگی پسندوں سے برطانوی حمایت اور ہمدردی کے اظہار کا غیر معمولی طریقہ تھا۔ شمالی آئیرلینڈ کے خون خرابہ اور قتل عام کے پیش نظر اگر پاکستان لندن میں اپنی تقریب کو ملتوی کر دے تو برطانیہ کا ردعمل کیا ہوگا؟ علیحدگی پسندوں سے غیر ملکی ہمدردی کی یہ چند مثالیں ہیں' پراسرار اور خفیہ طریقوں سے کئی ممالک نے علیحدگی پسندوں کے حق میں پاکستان کے اندرونی معاملہ میں مداخلت کی صرف پاکستان کے عظیم اور دوست ہمسایہ ملک چین نے پاکستان کی اعلانیہ حمایت کی۔ بلکہ چین حمایت سے بھی آگے بڑھ گیا۔ اس کے بعد چین کے وزیراعظم نے صدر پاکستان کے نام ایک پیغام میں پاکستانی عوام کو یقین دلایا کہ چین بھارت کی جارحیت کے خلاف پاکستان کی بھرپور حمایت کرے گا۔

بھارت کا جارحانہ رویہ متوقع تھا جلد ہی یہ اپنی انتہا پر پہنچ گیا۔ اس نے اعلانیہ اور کھلے عام علیحدگی پسندوں کا ساتھ دیا۔ ان طاقتوں کی حمایت کی جو پاکستان کی تباہی چاہتی تھیں' بھارتی وزیراعظم نے لوک سبھا میں علیحدگی پسندوں کی حمایت کی اور اعلان کیا کہ مشرقی پاکستان کے مسائل کو پاکستان کا اندرونی معاملہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ بھارت کی پارلیمان کے دونوں ایوانوں نے علیحدگی پسندوں کی حمایت میں قرار دادیں منظور کیں۔ مغربی بنگال بھارتی مداخلت کاروں کا مرکز بن گیا۔ یہاں سے انہیں مشرقی پاکستان بھیجا جانے لگا۔ مغربی بنگال کے تخریب کاروں اور باغیوں کی جنت بن گیا' بھارت کی سرحدی فوج سادہ لباس میں مشرقی پاکستان بھیجی گئی۔ بھاری تعداد میں ہتھیار' اسلحہ' گولہ بارود باغیوں کو مہیا کیا گیا' بھارتی مسلح افواج مشرقی پاکستان کی سرحد اور خاص کر سلہٹ' کھلنا اور جیسور میں باغیوں کے شانہ بشانہ لڑیں۔ بھارتی بحریہ نے پاکستانی تجارتی جہازوں کو پریشان کیا۔ اور خلیج بنگال کا راستہ روکنے کی کوشش کی بھارت میں علیحدگی پسندوں کی امداد اور تائید کے لئے فنڈ اکٹھا کیا گیا اور ریاستی قانون ساز ادارے بھارتی رائے عامہ کو علیحدگی پسندوں کے حق میں استوار کر رہے ہیں۔

بھارتی اقدامات کو ایک آزاد بنگلہ دیش کی حمایت کے خود رو اور ایک غیر متوقع مظاہرے کا نام دے کر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ یہ سب کچھ ایک منظم سازش کے تحت کیا گیا' یہ سازش اتنی ہی پرانی تھی جتنی تقسیم ہند' اس کے ڈانڈلے اگرتلہ سازش سے بھی ملتے ہیں۔

بھارت ہمیشہ سے مشرقی بنگال پر حریصانہ نظریں جمائے ہوئے ہے۔ پاکستان کو ہڑپ کرنے کے سلسلے میں یہ پہلا قدم ہے۔ مرحوم بھارتی وزیراعظم جواہرلال نہرو نے بذات خود پالیسی بنائی کہ مشرقی بنگال کے

ساتھ پاکستان سے جداگانہ رویہ اختیار کیا جائے۔ مشرقی پاکستان کے ایک کروڑ سے زیادہ بااثر ہندو آبادی مشرقی بنگال اور مغربی بنگال کے بت پرستانہ تعلقات اور رسم و رواج میں بھی ایک حد تک جداگانہ رویہ کے سبب بنے۔ تقسیم کے بعد بھارت نے متروکہ جائیداد کا قانون نافذ کیا۔ لیکن اس نے اس قانون کا نفاذ مشرقی پاکستان پر نہیں کیا تھا۔ بھارت نے مشرقی اور مغربی بنگال کے درمیان سرحدی تجارت کی ہمت افزائی کی' اور مشرقی بنگال اور بھارت کے درمیان ویزا اور پاسپورٹ کے مروجہ قوانین لاگو نہیں کیے گئے۔ غرض ابتدا ہی سے بھارت مشرقی بنگال کو پاکستان سے الگ کرنے کی کوشش میں مصروف رہا۔ اگر مغربی بنگال میں کیمونسٹوں کا اثر نہ پڑتا' نکسل باڑی تحریک کو فروغ نہ ہوتا۔ ناگا اور میزو قبائل کی مزاحمت بھارت کو درپیش نہ ہوتی تو وہ مشرقی پاکستان کے بارے میں انتہائی قدم اٹھاتا۔

عام انتخابات میں عوامی لیگ کی کامیابی کے بعد بھارتی وزیراعظم نے اپنے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے اچانک انتخابات کروائے تاکہ مشرقی بنگال میں بغاوت کی حمایت کی جاسکے۔ بھارتی انتخابات کے دوران پر امن انتخابات کروانے کے بہانے ایک لاکھ بیس ہزار فوج مغربی بنگال میں جمع کر دی گئی۔ پاکستان کے حالیہ بحران سے پہلے ہی بھارت یہ اقدام کر چکا تھا' 30 جنوری 1971ء کو ایک بھارتی ہوائی جہاز جو جموں سے پرواز کر رہا تھا۔ اغوا کر کے لاہور لایا گیا۔ اب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ یہ اغواء بھارتی حکومت کے منظم منصوبہ کے تحت ہوا تھا تاکہ اسے مغربی پاکستان' اور مشرقی پاکستان کے درمیان ہوائی راستہ منقطع کرنے کا بہانہ مل سکے۔ یہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان براہ راست آمدورفت جو بھارتی علاقے سے ہوتی ہے۔ کاٹنے کے لئے کیا گیا۔

حالیہ بحران نے بھارت کے ساتھ عوامی لیگ اور اس کے رہنماؤں کے گہرے روابط روز روشن کی طرح عیاں کر دیئے ہیں۔ بھارت کے سفارت خانے غیر ممالک میں بنگلہ دیش کی تحریک کی اس طرح حمایت کر رہے ہیں جیسے وہ خود ان کی تحریک ہو۔ آل انڈیا ریڈیو مسلسل بنگلہ دیش کے حق میں جھوٹا پروپیگنڈہ کر رہا ہے۔ علیحدگی پسندوں کی ایک خاصی تعداد نے کلکتہ میں پناہ حاصل کر لی ہے۔ مغربی بنگال کی حکومت ان کی مدد کر رہی ہے۔ بھارت نے دریائے ہگلی میں ایک خفیہ ریڈیو اسٹیشن قائم کیا ہے جو "بنگلہ دیش ریڈیو" کے نام سے نشریات کرتا رہا۔ اگر چین نے اپنا واضح موقف اختیار نہ کیا ہوتا اور بھارت مغربی بنگال اور آسام کے مسائل سے دوچار نہ ہوتا تو شاید اب تک وہ مشرقی پاکستان پر بھرپور جارحانہ حملہ کر چکا ہوتا۔

ایران' ترکی' مشرق وسطیٰ اور افریقہ کے چند دوست ممالک کے علاوہ بین الاقوامی رائے عامہ کا رویہ' ایک ایسے مسئلے کی جانب جو پاکستان کا اندرون معاملہ تھا۔ نہایت مایوس کن تھا۔ یہ 1965ء کی صورت حال سے بالکل برعکس تھا۔ 1965ء میں پاک و ہند جنگ کے دوران ماسوائے یوگوسلاویہ اور ملائشیا کے علاوہ تمام دنیا نے پاکستان کے اس درجے کی حمایت کی' کہ بھارتی وزیراعظم بہادر شاستری کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ بھارت بے یارومددگار رہ گیا ہے۔

دفتر خارجہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں قطعی طور پر ناکام رہا۔ اس کا رویہ نہ صرف دفاعی بلکہ شرمناک حد تک نادمانہ ہے۔ یہ اس ملک میں ہوا ہے جس کی سرگرم خارجہ پالیسی دفاعی خارجہ پالیسی میں تبدیل ہوگئی۔ یہ اس لئے ہوا کہ اس ملک کے امور خارجہ غیر سیاسی حکومت کے مقرر کردہ عام نوکر شاہی اور ناقابل افراد کے ہاتھوں میں دے دیئے گئے۔ نہ صرف دفتر خارجہ مشرقی پاکستان کے المناک واقعات کو بیان کرنے میں ناکام رہا بلکہ اس نے بھارت کو اس کی اجازت بھی دے دی کہ وہ مسئلہ کشمیر پر عالمی رائے عامہ کو گمراہ کرے اور اتنی ڈھیل دی کہ اس نے کشمیر اور مشرقی پاکستان کو ایک صف میں کھڑا کر دیا حالانکہ مشرقی بنگال اپنی خواہش کے مطابق پاکستان کا اٹوٹ انگ ہے۔ جب کہ کشمیر کو اپنے مستقبل کا فیصلہ ابھی کرنا ہے۔ اس بات کا اعتراف بھارت کے پہلے وزیراعظم آنجہانی پنڈت جواہرلال نہرو نے بھی کیا ہے۔

بحرحال پاکستان کے عوام کو نڈر اور دلیر ہونا چاہیے انہیں اس بحران سے ایک درس حاصل کرنا چاہیے۔ انہیں اپنی آزادی کے لئے جدوجہد کرنی چاہیے اور ہر غیر ملکی مدافعت کے مقابلے کے لئے تیار ہونا چاہیے۔ تاریخ ان عوام کی کامیابی کی شہادت دیتی ہے جو اپنی قوم کی قسمت اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں اور غیر ملکی مداخلت کا پامردی سے مقابلہ کرتے ہیں اگر پاکستان کے عوام ایک صحیح قیادت کے پرچم تلے متحد ہوجائیں اور اپنے ملک کی بقاء کا پختہ ارادہ کرلیں تو کوئی بھی غیر ملکی دباؤ ان کے مقاصد کی تکمیل میں حائل نہیں ہوسکتا۔ جب تک عوام چوکنے اور تیار نہیں ہوتے۔ اس وقت تک ہم بین الاقوامی سازشوں اور غیر ملکی مداخلت پر قابو نہیں پاسکتے۔ ایک مقبول قیادت عوام کو بھٹکنے نہیں دے گی اور عوام میں اجتماعیت کی روح پھونک کر انہیں بحران پر قابو پانے کے لئے تیار کرے گی۔

شیخ مجیب الرحمٰن

ان تمام باتوں کے باوجود شیخ مجیب الرحمٰن ناکام ہوگئے انہیں ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا جب کہ وہ طاقت کا مینار تھے۔ بے شک وہ پہلے مرحلے میں پاکستان کے وزیراعظم بن سکتے تھے اپنی پارلیمانی اکثریت سول انتظامیہ اور مسلح افواج پر اپنے موثر کنٹرول علیحدگی پسند سیاستدانوں اور مغربی پاکستان کے موقع پرستوں کے تعاون اور بڑے تاجروں کی حمایت

سے خود کو مستحکم کر کے دوسرے مرحلے میں اپنا مقصد حاصل کرسکتے تھے اور وہ مقصد تھا آزاد بنگلہ دیش لیکن مجیب الرحمٰن نے یہ سنہری موقع کھو دیا۔ حالات ان کے قابو میں تھے لیکن انہوں نے فائدہ نہیں اٹھایا۔ ان کی غفلت سے تباہی آئی۔ ملک میں خون خرابہ ہوا اس کے عوام کی مشکلات ہمارے عوام کی مشکلات تھیں' اس نے ان مصائب کو ختم کرنے کے بجائے ان میں اضافہ کیا۔ اگر یہ عمل احمقانہ نہیں تھا تو اس کے کچھ اسباب ضرور ہوں گے۔

یکم مارچ یعنی قومی اسمبلی کے التواء کے صدارتی اعلان سے پہلے شیخ مجیب الرحمٰن دو مرحلوں میں آئینی علیحدگی کے منصوبہ پر عمل پیرا تھے' کیونکہ مسلح افواج کے لئے ایک قانونی وزیراعظم کو غدار قرار دینا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوتا' بلکہ اگر قومی اسمبلی چھ نکات پر مبنی دستور منظور کر لیتی' تو صدر یحییٰ خان کو اسے مسترد کرنے میں بہت دشواری پیش آتی۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے پہلے مرحلے میں پاکستان کا وزیراعظم بننے کا منصوبہ بنایا تھا اور اپنی قوت کو مستحکم کر کے اپنا حقیقی مقصد دوسرے مرحلے میں حاصل کرنے کا منصوبہ تھا۔ وہ ایسی صورت حال پیدا کرنا چاہتے تھے' جس سے پاکستان کے دونوں بازوؤں کی علیحدگی دستوری اور قانونی ذرائع سے ہوسکتی لیکن یکم مارچ کو یہ منصوبہ بالکل الٹ گیا۔ جب اسمبلی کا اجلاس ملتوی کیا گیا تو مجیب الرحمٰن کو خطرہ محسوس ہوا کہ راز کھل جائے گا۔ اس لئے انہوں نے مرکزی حکومت کے خلاف بغاوت کا راستہ منتخب کیا۔

اگر قومی اسمبلی کے اجلاس سے پہلے شیخ مجیب الرحمٰن اگر کوئی سمجھوتہ کر لیتے تو ان کے اکثر مطالبات پورے ہوجاتے۔ لیکن وہ اپنے مطالبات منوانے سے پیشتر دوسرے مرحلوں کے مقاصد کا حصول چاہتے تھے' انہیں خطرہ تھا کہ پاکستان کا وزیراعظم بننے اور چھ نکات منوانے کے باوجود قانونی علیحدگی حاصل نہیں کرسکیں گے۔ اس وجہ سے انہوں نے اسمبلی کے اجلاس سے پہلے کوئی سمجھوتہ کرنے سے انکار کر دیا۔ شیخ مجیب الرحمٰن اسمبلی کے اجلاس کے التوا کے بعد بھی اپنے کئی مطالبات منظور کرواسکتے تھے لیکن انہوں نے یہ تجویز مسترد کر دی کہ مطالبات قومی اسمبلی کے ذریعے پورے کیے جائیں۔ یہ تجویز اس لئے مسترد کر گئی کہ حالات نے انہیں مجبور کر دیا تھا کہ وہ اپنے عزائم کے مطابق علیحدگی کا اعلانیہ مطالبہ کر دیں۔ صورت حال پارلیمانی مرحلے سے دور ہوچکی تھی اور یہ ضروری ہوگیا تھا کہ قومی اسمبلی کو نظرانداز کر کے طاقت کے ذریعے مشرقی پاکستان پر قبضہ کیا جائے۔

کس چیز نے مجیب الرحمٰن کو غلط اندازے لگانے پر مجبور کیا اسے پردہ ظہور پر آنے کے لئے ایک وقت درکار ہوگا۔ ممکن ہے کہ وہ ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی کا شکار ہوگئے ہوں اور اپنے آپ پر قابو نہ پاسکیں ہوں۔ بعض لوگ اسے انتہا پسندوں کا دباؤ اور اثرورسوخ قرار دیتے ہیں اس سوال کے جواب کے لیے اس کے کردار اور شخصیت کا بغور جائزہ لینا ہوگا۔ اس کی خواہشات اور تعصبات کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ اس کے ماضی' گھریلو زندگی' عادات رجحانات کا جائزہ لینا ضروری ہے اس کے مزاج اور تعلیم کا تجزیہ کرنا ہوگا۔ سیاسی رہنما کی حیثیت سے اس کی اہلیت حربے اور طریقہ کار کا بغور مطالعہ درکار ہوگا۔ وہ متضاد کیفیات کی مرکب شخصیت ہیں اس لئے ان کا مطالعہ بھی اتنا ہی متضاد نوعیت کا ہوگا۔

شیخ مجیب الرحمٰن پرکشش شخصیت کے مالک ہیں اور باٰسانی دوسروں کو متاثر کر لیتے ہیں۔ وہ مفکر ہیں نہ موجد لیکن نہایت حاضر دماغ ہیں اور کسی بھی نقطہ اور مسئلہ کو فوراً سمجھ لیتے ہیں وہ دلیرانہ اقدامات کرتے ہیں بحیثیت طالب علم رہنما مجیب الرحمٰن تحریک پاکستان سے وابسطہ تھے' ہندوؤں کی حاکمیت اور استحصال کے خاتمہ کے لئے کی جانے والی مسلم جدوجہد سے خاصے متاثر تھے۔ 23 سال بعد انہوں نے بنگلہ دیش کی آزادی کا علم بلند کردیا اور اس مرتبہ وہ استحصال کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے جسے وہ "پنجابی استحصال" کا نام دیتے تھے پہلے وہ برطانوی محکومی سے آزادی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اس مرتبہ اس غلامی سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے جسے وہ "مغربی پاکستان کی محکومی" کہتے تھے۔ وہ تحریک پاکستان سے وابستہ تھے لیکن ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ نظریہ پاکستان کے پابند رہیں۔ تاریخ ایسے آدمیوں سے بھری پڑی ہے کہ جنھوں نے پہلے ایک تحریک کے لئے کام کیا پھر اس سے غداری کی۔ پاکستان کے ابتدائی برسوں میں مجیب الرحمٰن نوجوان تھے اور صف اول کے سیاست دانوں میں شمار نہیں ہوتے تھے۔ وہ مسلم لیگ کے کارکن تھے۔ مہاجرین کی آبادکاری اور ان سے ملتے جلتے کام ان کے ذمے کیے جاتے۔ 1948ء لسانی تنازعہ اور بنگالی کو قومی زبان کا درجہ دلوانے میں انہوں نے نمایاں کردار ادا کیا۔ جب قائداعظم نے ڈھاکہ کے کرزن ہال میں قومی زبان کے مسئلے پر تقریر کی تو مجیب الرحمٰن نے ہال کے باہر مظاہرے میں حصہ لیا۔ اس موقع پر انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ پاکستان کے قیام کے ایک سال کے اندر شیخ مجیب الرحمٰن کی یہ پہلی گرفتاری تھی۔

1949ء میں مجیب الرحمٰن ابھرتے ہوئے سیاستدان تھے۔ وہ مسلم لیگ کو چھوڑ کر عوامی مسلم لیگ جسے بعد میں عوامی لیگ کا نام دیا گیا شامل ہوگئے اور اس تنظیم کو منظم کرنے میں مدد کرنے لگے اس جماعت کے بانی حسین شہید سہروردی تھے۔ کلکتہ سے پاکستان آنے کے چند ماہ بعد 1949ء میں انہوں نے یہ جماعت بنائی۔ یہ جماعت تین بڑے عناصر پر مشتمل تھی۔ ایک تو دونوں بازوؤں کے وہ سیاست دان جو مسلم لیگی حکومت کے مخالف تھے دوسرا گروپ سوشلسٹوں کا تھا جن کے قائد

مولانا بھاشانی تھے جن کو مشرقی بازو میں جماعت کا صدر بنایا گیا اور تیسرا گروہ ان طلباء کا تھا جنھوں نے لسانی تنازعہ میں نمایاں حصہ لیا۔ ان طلبہ کو ہندوؤں کی حمایت حاصل تھی، 1950ء میں مشرقی پاکستان کے طلباء نے ایک قومی کنونشن بلایا جس میں دستوری انتظامات کے سلسلے میں کچھ مطالبات پیش کئے گئے۔ یہ مطالبات یوں تو چھ نکات سے بڑی حد تک ملتے جلتے تھے جو عوامی لیگ نے کئی برسوں کے بعد اپنائے۔ دسمبر 1952ء میں عوامی لیگ کا منشور تیار کیا گیا جس میں کوئی خاص صوبائی تعصب نہیں تھا۔ اس منشور میں تین مرکزی آئینی نکات تھے کہ سربراہ مملکت کا انتخاب براہ راست رائے شماری سے ہو، بنیادی حقوق دیئے جائیں اور عدلیہ آزاد ہو۔

عوامی لیگ اور کرشک سرامک پارٹی نے مشرقی پاکستان میں 1954ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کے خلاف متحدہ محاذ بنایا۔ متحدہ محاذ کا 21 نکاتی پروگرام خاصا متاثر کن تھا اور اس میں علاقائی خودمختاری کا مطالبہ بھی شامل تھا۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے متحدہ محاذ میں نہایت سرگرمی سے کام کیا۔ متحدہ محاذ نے مشرقی پاکستان میں بھاری اکثریت سے انتخابات جیت لیا۔ لیکن اس فتح اور کامرانی کی عمر نہایت مختصر تھی۔ بہرحال جناب سہروردی کی قیادت میں شیخ مجیب الرحمٰن اور دیگر بارہ عوامی لیگی دوسری دستور ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ شیخ مجیب الرحمٰن حزب اختلاف کے سرگرم رکن اور پرجوش مقرر تھے۔ اس زمانے کی تقریروں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ وہم میں مبتلا ہوتے جارہے تھے وہ بنگال کی حاکیت کے حق میں بولتے اور نہایت تیز و تند لہجہ میں اپنے عوام کے استحصال کا ذکر کرتے وہ مغربی پاکستان اور خاص کر پنجاب سے اپنی نفرت کا اظہار کرتے تھے۔

عوامی لیگ نے 1956ء کا آئین خاموشی سے مان لیا اور ستمبر 1956ء میں مرکز اور مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کی حکومت قائم ہوئی مسٹر سہروردی وزیراعظم بنے اور مشرقی پاکستان میں وزیراعلیٰ مسٹر عطاء الرحمٰن خان مقرر ہوئے۔ شیخ مجیب الرحمٰن صوبائی حکومت میں وزیر صنعت و تجارت بنے لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد ہی مسٹر سہروردی نے وزیراعلیٰ سے اختلاف کی وجہ سے انہیں وزارت سے برطرف کردیا۔

اس عرصے میں پارٹی میں دو نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ پارٹی کی ایسٹ پاکستان کونسل میں "مسلم" کا لفظ خارج کر دیا گیا اور 1955ء میں اس جماعت کو عوامی لیگ کا نام دیا گیا اس سے پارٹی کی ہندوؤں میں مقبولیت پہلے سے زیادہ ہونے لگی۔ اس کے نتیجے میں مغربی پاکستان کے اہم رہنماؤں نے پارٹی سے علیحدگی اختیار کرلی 1957ء میں مولانا بھاشانی اور ان کے بازو کے ساتھیوں نے عوامی لیگ کو چھوڑ دیا اور اپنی جماعت نیشنل عوامی پارٹی بنالی۔۔۔ دو گروپوں کے اخراج کی وجہ سے نوجوان قوم پرست جنہیں ہندوؤں کی حمایت حاصل تھی، مضبوط ہوگئے۔ نوجوانوں کو تجربہ نہ تھا کہ ہندوؤں نے بنگال کا کتنا استحصال کیا ہے برصغیر میں یہ خطہ ہی زیادہ تر ہندوؤں کی لوٹ کھسوٹ کا مرکز بنا رہا۔ نوجوانوں نے اس کی بجائے مغربی پاکستان کو استحصال گردانا۔ اس گروپ اور ان کے حامیوں نے ان کی پارٹی میں علیحدگی پسندوں کا مضبوط ترین گروہ تیار کرلیا۔ جس کی قیادت شیخ مجیب الرحمٰن کررہے تھے۔

اکتوبر 1958ء میں ایوب خان نے مارشل لاء کے نفاذ کا اعلان کیا اور 1962ء تک سیاسی سرگرمیوں کی اجازت نہ دی۔ مارشل لاء کے تھوڑی دیر بعد شیخ مجیب الرحمٰن کو چند سالوں کے لیے جیل میں بند کردیا گیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان کی شخصیت نظربندی کی اس مدت کے دوران توجہ کا مرکز بنی۔ جب وہ رہا ہوئے تو مایوس تھے لہٰذا انھوں نے سیاست میں تین سال تک خاموش کردار ادا کیا اور بڑے موقع کے انتظار میں رہے۔

1963ء میں شیخ مجیب الرحمٰن کی سیاسی اہمیت بہت کم تھی۔ درحقیقت تفضل حسین مانک میاں کہا جاتا ہے اپنے روزنامے "اتفاق" کی وجہ سے زیادہ اثر و رسوخ والے سمجھے جاتے تھے۔ مانک میاں، جو مسٹر سہروردی کے بعد شیخ مجیب الرحمٰن کے نگران بنے ایوب خان کی حکومت کے لئے خاصی پریشانی کا باعث بنے۔ صوبائی حکومت شیخ مجیب الرحمٰن کی سرگرمیوں سے کبھی اثرانداز نہیں ہوئی۔ بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ استعمال شدہ مہرہ ہیں۔ اور مسٹر یوسف ہارون کے انشورنس ایجنٹ کی حیثیت سے خاک چھان رہے ہیں۔

میری شیخ مجیب الرحمٰن سے 1963ء میں رہائی کے بعد ڈھاکہ میں ملاقات ہوئی اس سے پہلے میں ان سے 1955ء میں کراچی میں مسٹر سہروردی کے مکان پر مل چکا تھا۔ میں نے انہیں شاہ باغ ہوٹل کی لابی میں دیکھا تھا اور ان سے فرمائش کی تھی کہ میرے ساتھ چائے پئیں۔ ہم نے سنجیدگی سے سیاسی امور پر بات کی۔ کیونکہ وہ کہہ چکے تھے کہ انہوں نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے۔ انہوں نے مسٹر ذاکر حسین سے اپنی دشمنی کا بھی تذکرہ کیا۔ ان کا خیال تھا کہ اس وقت کے گورنر مشرقی پاکستان مسٹر ذاکر حسین نے ایوب خان سے کہہ کر انہیں گرفتار کرایا تھا۔ میں نے مجیب الرحمٰن سے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کے پائے کا آدمی سیاست چھوڑ دے۔ اس پر انہوں نے تلخ مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا "ایوب کی جیل نے گرمی نکال دی ہے" اگرچہ وہ سیاست سے علیحدگی کا اعتراف کر رہے تھے لیکن ان کی باتوں سے ٹپکتا تھا کہ وہ سیاست میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ اس وقت تنہائی کا شکار تھے جیسا کہ مارشل لاء کے دوران سیاست کی بھول بھلیوں میں کھوچکے ہیں۔

1964ء کے آخر میں صدارتی انتخابات کے دوران مجیب الرحمٰن ان مشرقی پاکستانیوں میں سے تھے جنہوں نے مس فاطمہ جناح کی حمایت کی--- مس جناح نے انہیں کوئی خاص اہمیت نہ دی بلکہ بعض موقعوں پر ان کے غیر ذمہ دارانہ بیانات پر برہم ہوئیں دوسرے مشرقی پاکستان کے ساتھ انہوں نے مس جناح کی الیکشن مہم میں بھرپور حصہ لیا' اس کے باوجود وہ تمام مل کر اپنے امیدواروں کو مشرقی پاکستان میں اکثریتی ووٹ نہ دلوا سکے--- یہ درست ہے کہ وہ انتخابات بنیادی جمہوریت کے تحت ہوئے۔ لیکن دسمبر 1970ء میں شیخ مجیب الرحمٰن نے کیسے پالا مار لیا۔ جنگ 1965ء کے دوران گورنر مشرقی پاکستان مسٹر منعم خان نے مقامی لیڈروں کو طلب کیا کہ وہ اپنی حمایت کا اعلان کریں۔ مسٹر منعم خان نے صدر ایوب کو اپنی رپورٹ میں لکھا کہ مجیب الرحمٰن نے اس ملاقات کے دوران انہیں مشورہ دیا تھا کہ وہ بنگال کی آزادی کا اعلان کر کے نو آزاد مملکت کے صدر بن جائیں اور مغربی پاکستان سے علیحدگی اختیار کرلیں۔ لیکن یہ بات وہیں ختم ہوگئی۔

مجیب الرحمٰن کو ایک عظیم موقع اس وقت ملا جب ایوب خان نے جنوری 1966ء میں اعلان تاشقند پر دستخط کئے۔ 1963ء میں مسٹر حسین شہید سہروردی کا انتقال ہوچکا تھا وہ اس پارٹی میں واحد سیاست دان تھے جن کا قومی سطح پر مقام تھا ان کی رحلت سے رستہ صاف ہوگیا تھا۔ 1966ء میں شیخ مجیب الرحمٰن نے چھ نکاتی فارمولے کے اعلان کے ساتھ سیاست میں صف اول میں آگئے وہ جون 1966ء کی گرفتاری تک مشرقی پاکستان کے سیاسی افق پر چمکے ان کی گرفتاری سے قبل جون کے شروع میں ڈھاکہ اور نرائین گنج میں کچھ فسادات ہوئے تھے جس میں چند جانیں تلف ہوئیں لیکن گرفتاری کے بعد سنجیدہ مہم نہیں چلی 1967ء کے آخر تک وہ نظر بند تھے اور انہیں اگر تلہ سازش کیس کے ملزم کی حیثیت سے عدالت کے روبرو پیش ہونا پڑتا تھا اس وقت بھی کوئی ہنگامے نہیں ہوئے۔ گرفتاری سے لے کر 1967ء کے آخر تک ان کے مقصد کی حمایت میں کچھ نہیں ہوا۔ انہیں جیل سے فروری 1969ء میں رہا کیا گیا۔ یہ رہائی ان کی پارٹی یا ان کی جانب سے کسی تحریک کے چلانے سے عمل میں نہیں آئی بلکہ یہ اس تحریک کے دوران رہا ہوئے جو میں نے ستمبر 1968ء میں ایوب خان کی حکومت کے خلاف مغربی پاکستان میں چلائی تھی۔

1966ء میں جب شیخ مجیب الرحمٰن نے چھ نکات پیش کئے تو میں نے صدر ایوب کو مشورہ دیا تھا کہ سیاست کے اصول متقاضی ہیں کہ ان پر بات چیت کی جائے۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس اسکیم میں آگ پھیلانے کے جراثیم موجود ہیں۔ بنگالیوں کی مشکلات حل طلب ہیں۔ ان کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے اور اس کے لئے بہت سے ثبوت موجود ہیں۔ اب انہیں ایک لیڈر مل رہا ہے ضروری تھا کہ ان کی شکایات کا فوراً ازالہ کیا جاتا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ یہ چھ نکات اپیل رکھتے ہیں اور کہیں تحریک کا روپ نہ دھاریں جو شدت اختیار کرے گی مجیب الرحمٰن نے چھ نکات پیش کرتے وقت موقف اختیار کیا تھا کہ ان پر بات چیت ہوسکتی ہے۔ چند موقوں پر انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ یہ بائبل نہیں۔ اس وقت ان میں غیر ملکی امداد کا تذکرہ نہ تھا۔ یہ امداد ترقی پذیر ممالک کے لئے بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اس میں ملک کے ایک حصے سے دوسرے حصے میں سامان کی نقل و حمل یا پابندی' اندرونی اور بیرونی قرضوں کی ادائیگی کی تقسیم اور صوبوں سے مقررہ شرح کی حساب سے ٹیکس وصول کرنے کی شرائط موجود نہ تھیں۔ اس وقت آئینی طور پر صوبوں کو اختیار دینے کا یہ مطالبہ بھی نہ تھا کہ علیحدگی اختیار کرسکتے ہیں۔

اس وقت ایوب خان میری بات مان لیتے تو معقول سمجھوتہ ہوسکتا تھا۔ اس کیس کے بنیادی تقاضوں کو قبول کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہونا چاہیے تھی۔ ایوب خان 1966ء میں وہ باتیں مان لیتے جو وہ 1969ء کو گول میز کانفرنس میں مان رہے تھے تو پاکستان کو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا بدقسمتی سے ایوب خان نے بقول اپنے ہتھیاروں کی زبان سے کام لیا اور زبان کے ہتھیار کو نظرانداز کر دیا۔ انہوں نے شیخ مجیب الرحمٰن کو گرفتار کر لیا۔ اگرتلہ کی سازش کیس قائم کیا اور اس کے سلسلے میں انتہائی غلط رویہ اختیار کیا کہ ہم آج بھی یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس مقصد کا انجام کیا ہوا۔ ایک بات بالکل صاف ہے کہ اس سے شیخ مجیب الرحمٰن کو فائدہ پہنچا۔

حالیہ واقعات نے ایوب خان اور اس کا سہ لیسوں کی پوزیشن پر سے نقاب اٹھا دیا ہے۔ وہ جان گئے ہوں گے کہ جون 1966ء سے فروری 1969ء تک مجیب الرحمٰن کی گرفتاری سے مشرقی پاکستان کے حالات سدھارنے کا جو راستہ اپنایا گیا تھا' وہ غلط تھا' زیر زمین بے چینی پھیلتی رہی لاوا پک رہا تھا۔ صرف اس کا ڈھکنا نہیں اٹھا تھا۔ ایوب خان نے صرف بحران کو ٹالا تھا اور موجودہ حکومت کے غلط اندازوں کی وجہ سے 1971ء کا المیہ ظہور پزیر ہوا۔

جیل سے رہائی کے بعد شیخ مجیب الرحمٰن نے متعدد بیانات دیئے اور بعض بنیادی غلطیوں کا ارتکاب کیا۔ مغربی پاکستان کے مفاد پرست ان کے گرد جمع ہو گئے' یہ سوچ رہے تھے کہ مجیب الرحمٰن وزیراعظم بن جائیں گے اور صدر ایوب خان کو صدارت مل جائے گی۔ اس مقصد کے لئے مسٹر یوسف ہارون کو امریکہ سے درآمد کر کے مغربی پاکستان کا گورنر بنایا گیا تاکہ وہ مناسب انتظامات کرے۔ ایک بددماغ نوکر شاہی کے نمائندے نے بھی اس سیاسی بات چیت میں نمایاں حصہ لیا۔ ایک سمجھوتے کے لئے راہیں تلاش کی گئیں 1962ء کے آئین میں متعدد

ترمیموں کے ذریعے وزیراعظم کی گنجائش نکالنے پر کام ہوا۔ یہ سازش پاکستان پیپلز پارٹی نے گول میز کانفرنس میں شرکت سے انکار کر کے ناکام بنا دی۔ تحریک اپنے راستوں پر رواں دواں تھی اور ایوب خان کو مسند اقتدار کو خیرباد کہنا پڑا۔

1969ء میں دوسرے مارشل لاء کے نفاذ سے مجیب الرحمٰن خاصے پریشان تھے ایک فرانسیسی اخبار نویس نے اس سے ملاقات کے بعد لکھا تھا کہ عوامی لیگی رہنما بوکھلائے ہوئے ہیں اور وہ اپنے مستقبل کے بارے میں پر امید نہیں۔ انہیں ڈر ہے کہ وہ گرفتار کر لئے جائیں گے۔ جلد ہی انہیں محسوس ہوگیا کہ مارشل لاء حکام انہیں پسند نہیں کرتے انہوں نے اعتماد پیدا کیا اور حکومت سے نتیجہ خیز گفتگو کے لئے راہیں ہموار کرنا شروع کر دیں۔ آغاز میں مارشل لاء کے ضابطوں پر محتاط انداز سے عمل پیرا ہوئے رفتہ رفتہ اپنی سرگرمیاں تیز کیں اور مطالبات کے حق میں آواز بلند کی 1969ء کے آخر تک وہ سیاسی ماحول پر چھا چکے تھے۔ مرکزی حکومت کے وزراء اور مشرقی پاکستان کی انتظامیہ کا رویہ بدل چکا تھا اور اس کا جھکاؤ شیخ مجیب الرحمٰن کی جانب تھا انہیں بنکاروں اور بڑے تاجروں سے وسیع پیمانے پر مالی اور مادی امداد ملنا شروع ہوگئی تھی۔ غیر ممالک نے ہتھیار فراہم کر دیے انہوں نے اپنی پارٹی کو منظم کیا وہ اتنے آگے بڑھ چکے تھے کہ کوئی روک نہیں سکتا تھا۔ اخبارات اس کے حامی تھے اور اپنی اس فطرت کا بھرپور فائدہ اٹھاتے رہے۔ انتظامیہ نے مغربی پاکستان کے خلاف نفرت انگیز اور اشتعالی تقریروں کو یہ کہہ کر نظرانداز کر دیا کہ یہ انتخابات کا ایک حصہ ہے۔

شیخ مجیب الرحمٰن نے 1969ء کے آخر تک اپنی طاقت کو منظم کر لیا تھا 1970ء اس کی ٹھوس شکل میں رونما ہوا۔ المناک طوفان نے اسے مزید تقویت پہنچائی جب انہوں نے 1969ء المیہ کا دھارا اپنی جانب موڑ لیا۔ 1970ء کے انتخابات نے 1965ء کے مایوس اور پریشان مجیب کی قسمت بدل کر رکھ دی تھی۔ چھ نکات، جو 1966ء میں ذرا واضح طور پر سامنے آئے تھے اور جنہیں فروری 1969ء تک کوئی خاص مقام نہیں ملا تھا۔ اب عوام کی تمام امیدوں کا مرکز بن چکے تھے۔ بنگال میں تبدیلی کے لئے حالات سازگار تھے۔ بنگال کو ایک ہیرو کی تلاش تھی۔ حالات نے اس کے لئے شیخ مجیب الرحمٰن کو چن لیا وہ سیاست پر قابض ہو چکے تھے اس شخصیت کو جنم دینے میں سابقہ دو حکومتوں کی پیہم غلطیوں اور غلط اندازوں کا زیادہ دخل ہے۔

مجھے ان مبصرین سے اتفاق نہیں جو کہتے ہیں کہ آخری دنوں میں شیخ مجیب الرحمٰن انتہا پسندوں کے نرغے میں پھنس گئے تھے میری رائے ہے کہ انہیں حالات پر قابو تھا اتنا ہی جتنا کہ کسی عوامی تحریک چلانے والے رہنما کو ہوتا ہے ایک عام شخص جسے عوام کی اس قدر حمایت میسر ہو اسے چند طالب علم رہنما یا پس منظر میں انتہا پسند اپنی من مانی کاروائیوں پر مجبور نہیں کر سکتے یہ درست ہے کہ بعض موقعوں پر انہوں نے یہ تاثر دیا کہ وہ اعتدال پسند ہیں اور یہ سب کچھ انتہا پسند کر رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اس طرح دوسروں کو بنا رہے تھے۔

شیخ مجیب الرحمٰن نے بعض غلطیاں کیں ہیں انہوں نے غلط فیصلے کیے۔ مغربی پاکستان کی اکثریتی پارٹی کو نظرانداز کر کے ان رہنماؤں سے جوڑ توڑ میں لگے رہے جنہیں عوام نے مسترد کر دیا اور ٹھکرائے جا چکے ہیں انہوں نے فوجی طاقت کا غلط اندازہ لگایا اور اس کے رجحانات کے بارے میں غلط فہمی کا شکار رہے انہوں نے جب نافرمانی کی تحریک شروع کی تو مسلح افواج کے رد عمل سے بے خبر رہے وہ خوش فہمی میں رہے کہ انہوں نے فوج کو ناکارہ کر دیا اور حالات صرف انہیں کے محتاج ہیں وہ یقین کر چکے تھے کہ اسمبلی میں اکثریت کے بل بوتے پر اپنی خواہشات سیاسی دباؤ سے پوری کر لیں گے یہی وجہ تھی کہ وہ منزل سے بہت آگے نکل گئے۔

ان کی اس پالیسی میں غیر معمولی دباؤ کا بھی تھوڑا بہت ہاتھ تھا یوں معلوم ہوتا تھا کہ بھارتی حکمرانوں کی خواہش پر انہوں نے فوج سے ٹکر لینے میں جلد بازی سے کام لیا۔ شاید بھارتی مشرق وسطیٰ کے حالات میں نمایاں تبدیلیوں کی وجہ سے خاصہ پریشان تھا اور بوکھلاہٹ میں مجیب الرحمٰن کو مجبور کر رہا تھا کہ وہ پاکستان سے بنگلہ دیش کی علیحدگی میں تاخیر نہ کریں تاکہ بڑی طاقتیں مشرق وسطیٰ اور دوسرے بین الاقوامی معاملات میں پھر سے نہ الجھ جائیں' یا بھارت' چین اور امریکہ کے تعلقات کے بارے میں کچھ اندازہ لگا چکا تھا۔ اسباب کچھ بھی ہوں۔ انہوں نے بات چیت کے آخری دور میں اپنی طاقت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا۔

میں نے جنوری 1971ء میں شیخ مجیب الرحمٰن کو سمجھنے کی بہت کوشش کی اور اب میں کہہ سکتا ہوں کہ میں انہیں اچھی طرح سے پہچان گیا ہوں وہ میرے ساتھ نرم رویہ برتتے وہ ان سوالات پر خوب بولتے اور دلائل سے کام لیتے جن کی انہوں نے تیاری کی ہوئی تھی لیکن ایسی باتیں جن کے لئے وہ پہلے سے تیار ہو کر نہیں آتے' کاٹ دیتے بین الاقوامی امور پر انہیں سرسری عبور تھا اور بعض بنیادی باتوں سے کنارہ اختیار کر لیتے۔ میری یہ رائے غلط ہو سکتی ہے لیکن میں بغض سے کام نہیں لے رہا۔ جب وہ جیل میں تھے تو میں ان کے اہل خاندان سے ملنے متعدد بار گیا اور اگرتلہ سازش کیس کے دوران عدالت میں ان سے ملاقات کی۔

1966ء میں وزیر خارجہ کی حیثیت سے میری ان سے ملاقات ہوئی اور میں نے انہیں انتباہ کیا کہ وہ تخریبی عمل سے گریز کریں اس وقت میں نے انہیں چھ نکات پر بحث کرنے کی دعوت بھی دی تھی تاکہ ملک

خلفشار سے بچ جائے اور کوئی تصفیہ ہوجائے میں پہلا مغربی پاکستانی سیاستدان تھا جس نے مباحثے کے ذریعے چھ نکات کے تصفیئے کے لئے مناسب وقت پر بھی بات کی تھی۔ میں نے قوم کو اس خطرے سے آگاہ کر دیا تھا کہ ایسا نہ ہوا تو چھ نکات کسی وقت پاکستان کے حلق کی ہڈی بن جائیں گے۔ میری خواہش تھی کہ شیخ مجیب الرحمٰن چھ نکات پر سمجھوتہ کر کے متحدہ پاکستان کے وزیراعظم بن جائیں لیکن قسمت نے ان کا ساتھ نہ دیا۔

میرے شیخ مجیب الرحمٰن سے اختلافات اقتدار کے لئے نہ تھے۔ تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے میں نے اسے تسلیم کیا ہے کہ بنگال کو پاکستان میں اس کا مقام ملنا چاہیے انتخابات میں شیخ مجیب الرحمٰن اکثریتی پارٹی کی حیثیت سے ابھرے تھے سو انہیں ہی وزیراعظم بننا تھا میں نے عام انتخابات کے نتائج کے فوری بعد انہیں مبارکباد دی اور اس کے بعد کوٹری (سندھ) میں ایک تقریر کے دوران ان سیاستدانوں کو خبردار کیا جو ہمارے درمیان اختلافات پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اس پر میرے مخالفین نے شور مچایا کہ میں وزیراعظم بننا چاہتا ہوں حالانکہ ملک کی اکثریتی پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے شیخ مجیب الرحمٰن ملک کے وزیر اعظم ہوں گے انہوں نے الزام لگایا کہ میں کوشش کر رہا ہوں اسکیمیں بنا رہا ہوں کہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں۔ میرے عمل نے ثابت کر دیا کہ یہ سب غلط تھے عوام جان گئے ہیں کہ میں نے پاکستان کے اتحاد کو برقرار رکھنے کے لئے کتنی جدوجہد کی ہے عام انتخابات کے بعد جب یہ تجویز میرے سامنے پیش کی گئی تو میں نے ایک غیر ملکی اخبار نویس کو اپنا ردعمل دے دیا تھا اس نے رپورٹ بھیجی تھی۔ مسٹر بھٹو نے یہ تجویز یکسر مسترد کر دی ہے۔ میرا پاکستان پر پختہ یقین ہے اور میرے ذہن میں اس قسم کا خیال تک نہیں آسکتا۔

میں نے اس تجویز کو ہر جگہ اور ہر مقام پر مسترد کیا۔ اس وقت بھی جب شیخ مجیب الرحمٰن نے دو کمیٹیوں کی تجویز پیش کی تھی اس کے ذریعے پیپلزپارٹی کو مغربی پاکستان میں مکمل اقتدار مل جاتا۔

خدا کی نظر ہر عمل پر ہے اور تاریخ سچ کا ساتھ دیتی ہے تاریخ اپنا فیصلہ دینے سے پہلے آج کے واقعات کا تجزیہ کرے گی اگر تاریخ نے یہ فیصلہ دیا کہ مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمٰن اور عوامی لیگ کی قیادت میں علیحدگی کی تحریک چلی تو یہ بات فیصلہ کن ہوگی۔ اگر مستقبل یہ فیصلہ دیتا ہے کہ چھ نکات علیحدگی کا مطالبہ نہیں تھے بلکہ وہ ایک پاکستان کی حدود میں صوبائی مختاری کے عکاس تھے تو یہ مختلف فیصلہ ہوگا۔ ہمارے اقدامات کی غلطی یا راستی، قومی مفادات کو فوقیت دینی یا ذاتی مقاصد کے حصول کا فیصلہ اس کی روشنی میں ہی ہو سکے گا۔

آج ملک شدید بحران کا شکار ہے بھارت کھل کر شیخ مجیب الرحمٰن کا حامی بن گیا ہے قوم موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے اور اپنا وجود برقرار رکھنے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہے تقاضا ہے کہ ملک کو متحد رکھا جائے۔ مشرقی پاکستان میں ملٹری آپریشن ختم نہیں ہوا۔ مزاحمت کے آخری ٹھکانوں کی صفائی ہورہی ہے حالات کو معمول پر لانے کی اشد ضرورت ہے حالانکہ قرائن بتا رہے ہیں کہ ابھی اسے مدت لگے گی۔ تشدد اور تصادم کے واقعات ہوتے رہیں گے۔ لیکن یہ فی الحال ناگزیر ہیں۔ طویل گوریلا جنگ کے امکانات پیدا نہیں ہونے چاہیں۔ مشرقی پاکستان کی کثیر آبادی، ذرائع مواصلات کے ناکافی نظام اور لوگوں میں عدم اطمینان کی بنا پر یہ علاقہ گوریلا جنگ کے لئے بہت مناسب ہے خوش قسمتی سے عوامی لیگ کی علیحدگی پسندی کی تحریک شہری علاقوں تک محدود تھی اور دیہات تک پہنچ پائی تھی ویسے بھی دائیں بازو کی تحریک گوریلا جنگ کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ تاہم سیاسی تصفیئے میں تاخیر ہوئی تو کچھ مدت کے بعد گوریلا سرگرمیوں میں اضافہ ہوجائے گا۔

فوج کو چوکنا رہنا ہے۔ لیکن اسے قتل عام نہیں کرنا۔ وہ باغیوں سے نمٹنے عوام کی تباہی سے مقصد نہ ہوگا۔ اس سے مسئلہ اور پیچیدہ ہوگا عام آدمی پر ملٹری ایکشن سے نفرت بڑھے گی اور فوج کے دشمنوں کی تعداد میں اضافے کا موجب بنے گی انہیں ختم کرنے کے لئے پھر ایکشن ہوتے رہے گے۔ مزید افواج بھیجنا پڑیں گی اور یہ لامتناہی سلسلہ بن جائے گا۔ ٹینکوں اور بھاری ہتھیاروں اور ہر آدمی کی پشت پر ایک ایک سپاہی کھڑا کرنے سے حالات پر قابو نہیں پایا جاسکتا۔ بھارت سے ملحقہ سرحد 2309 میل لمبی ہے اور اسے مکمل طور پر بند نہیں کیا جا سکتا۔ بارش اور سیلاب کا موسم آرہا ہے اس عرصہ میں ملٹری کے لئے حرکت کرنا دشوار ہوجائے گا اور گوریلا سرگرمیوں میں اضافہ ہوگا۔ اس لئے حکومت کو ملٹری آپریشن کا دائرہ کار متعین کرنا ہوگا۔ یہ مقامی آبادی کے تعاون سے ہی ممکن ہے اور اس پر عمل درآمد سے پہلے انتہائی ذہانت سے کام لیا جائے۔

مشرقی پاکستان میں محکمہ خفیہ سراغ رسانی نے بالخصوص مایوس کن کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے یا تو مشرقی پاکستان میں مسلح تیاریوں کو چیک نہیں کیا گیا یا انہیں جان بوجھ کر نظرانداز کر دیا گیا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ڈھاکے کے ایک تھانے میں 16000 رائفلیں اور سڑکوں پر 25 مارچ کو لاتعداد رکاوٹیں منظرعام پر آئیں۔ کیا کسی کو علم نہیں کہ 23 مارچ کو بنگلہ دیش کے پرچم لہرانے کے لئے پہلے سے ہزاروں کی تعداد میں تیار کئے جاچکے ہیں کیا کسی کو پتہ نہیں تھا کہ تخریب کار اور اسلحہ بھارت سے پہنچ رہا ہے۔ اگر انتظامیہ اندھی نہیں تھی تو محکمہ خفیہ نے اسے معلومات پہنچانے میں بھرپور غفلت سے کام لیا۔ شیخ مجیب الرحمٰن کے سوا عوامی

لیگ کے باقی رہنماؤں کو سرحد پار کرنے کی اجازت مل گئی کہ وہ کلکتہ میں نام نہاد بنگلہ دیش کی حکومت قائم کر لیں۔ حکومت حالات پر قابو پانے کے لئے اپنے خفیہ محکمہ کو بھی ٹھیک کرے۔

اس بات پر زور نہیں دیا جا سکتا کہ ایک بار لاء اینڈ آرڈر بحال ہوگیا تو بڑے سیاسی مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے آخری حل سیاسی ہی ہو سکتا ہے فوجی کاروائیاں اس وقت تک بے سود ثابت ہوتی ہیں جب تک ان سیاسی پالیسیوں کے ساتھ مطابقت پیدا نہ کی جائے زیادہ سے زیادہ کوشش ہونی چاہیے کہ فوری اور مختصر المدت اقدامات کئے جائیں اور ان پر عمل درآمد کرتے ہوئے کوئی نصب العین ہو مشرقی پاکستان میں کیا ہونا چاہیے اور کیسے ہو۔

مشرقی پاکستان کو بچانا ہے تو وہاں اطمینان پیدا کرنا ہوگا۔ سیاسی اور اقتصادی استحصال ختم کیا جائے۔ جب تک حالات معمول پر نہیں آتے۔ کوئی آخری فیصلہ نہ کیا جائے اور اس عرصہ میں سیاسی حل تلاش کیے جائیں۔ اگر سیاسی خلا کو بڑھایا گیا تو آخری حل کی صورت میں اس پر عمل درآمد ناممکن نہ سہی مشکل ضرور رہے گا۔ صحیح وقت پر راست اقدام نہ کئے گئے تو مشرقی پاکستان' پاکستان کا حصہ کیوں رہے گا۔ پاکستان میں مشرقی پاکستان کے عوام کے حقوق سے انکار کر دیا گیا تو وہ کیوں ساتھ رہیں۔ انہیں بلا تاخیر پاکستان میں ان کا مقام ملنا چاہیے۔ انہیں باور کرایا جائے کہ وہ پاکستان کو جزو لاینفک ہیں۔ اس کے لئے عملی اقدامات کرنا پڑیں گے۔ باتوں سے کام نہیں چلے گا۔ وہ عدوں اور زبانی یقین دہانیوں کی بدولت بہت مار کھا چکے ہیں۔

سیاسی محاذ پر حالات کو معمول پر لانے کے ساتھ ساتھ اعتماد کیا جائے۔ یہ درست ہے کہ عوامی لیگ کو کالعدم قرار دینا ناگزیر تھا کہ اس نے علیحدگی کی تحریک چلائی تھی۔ لیکن اس میں بھی علیحدگی چلانے والے انتہا پسندوں اور باقی عوامی لیگی رہنماؤں اور کارکنوں میں امتیاز کرنا پڑے گا۔ جو اس تحریک سے لاتعلقی کا اعلان کرتے ہیں اور جن کا موقف یہ ہے کہ انہیں قیادت نے گمراہ کیا تھا انہیں معاف کر دیا جائے یہ کام دشوار نہیں۔ بعضوں کے بارے میں یقیناً مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیکن یہ اکثریت کے بارے میں یہ فیصلہ کرنے میں کوئی آسانی رہے گی۔ ان کی رکنیت ختم نہیں ہونی چاہیے۔ انہیں اجازت ملنی چاہیے کہ وہ جس پارٹی میں چاہیں شامل ہوجائیں یا آزاد رکن کی حیثیت سے حصہ لیں۔ حکومت کی کامیابی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ عوامی لیگ کے ارکان میں کس قدر ارکان کو علیحدگی کی تحریک سے الگ کرتی ہے۔ یہ صرف زیادہ سے زیادہ صوبائی خودمختاری اور سوشلزم کی بنیاد پر اقتصادی نظام دینے سے ہی حل ہو سکتا ہے۔

جب اعتماد بحال ہوگا تو مغربی پاکستان کے خلاف عوامی لیگ کی پیدا کی ہوئی نفرت ختم ہوگی۔ مغربی پاکستان کی سیاسی شخصیتوں کو اس پر عمل میں مدد کرنا چاہیے۔ نہ کہ سپرٹی مشرقی پاکستان میں تین صوبوں کے نعرے بلند کر کے' مشرقی پاکستانیوں کے دل میں شبہات پیدا کئے جائیں اور مشرقی پاکستانی اپنے وقار اور کردار کی حقارت دیکھ کر پھر آگے کی بجائے پیچھے دیکھنے لگیں سب سے بڑھ کر یہ مضبوط مرکز کے بارے میں غیرذمہ دارانہ بیانات سے استحصال اور جبر مراد لی جائے گی۔ اس طرح مشرقی پاکستانیوں کو ان جائز اور ناجائز اور پیدائشی حقوق سے محروم نہیں رکھا جاسکتا۔

سیاسی سطح پر کوئی کشش بھی تاہم جمہوری نظام کی بحالی کا بدل نہیں ہو سکتی عوام کی شرکت کے بغیر اپنی قومی تقدیر پر عوام کی گرفت کے بغیر' عوامی حکومت کے بغیر اس بحران پر قابو نہیں پایا جاسکتا اور نہ کوئی ترقی کی جاسکتی ہے جونہی فوجی حکومت عوام کے منتخب نمائندوں کو اقتدار بحال کرتی ہے۔ اس وقت ملکی مسائل کے لئے ایک سیاسی حل نظر آئے گا۔ اگر سارے پاکستان میں جمہوری نظام بحال نہیں کیا جاسکتا تو کم از کم ان علاقوں میں ضرور بحال کیا جائے جہاں ممکن ہے مفاد پرست عناصر کے ایجنٹ اور سیاسی پارٹیاں جنہیں عام انتخابات میں شکست ہوئی۔ وہ ہر طرح عوام کے منتخب نمائندوں کو انتقال اقتدار کی مخالفت کر رہی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر مغربی پاکستان کے صوبوں میں منتخب نمائندوں کو اقتدار منتقل کر دیا گیا اور مشرقی پاکستان میں نہ کیا گیا تو اس سے صورت حال اور سنگین ہوگی اور مشرقی پاکستان میں نوآبادیاتی نظام کو تقویت پہنچے گی۔ اس نے ہی اب تک اندرونی نوآبادیاتی دور کو چلایا ہے۔ اور اسی ٹولے کو اصل خوف یہ لاحق ہے کہ اقتدار پیپلزپارٹی کو منتقل ہوگا۔ ایسی پارٹی جو ان مفاد پرست عناصر پر ایک مہلک وار کرنا چاہتی ہے اور ملک بھر میں ماذی کی غلطیوں کا ازالہ کرنا چاہتی ہے مزید برآں وہ نہایت بے شرمی سے پیپلزپارٹی پر اقتدار کی بھوک کا الزام لگاتے ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ انتخابات میں ٹھکرائے ہوئے یہ عناصر خود کسی نہ کسی سازش اور پچھلے دروازے سے اقتدار سے چمٹا رہنا چاہتے ہیں۔ پیپلزپارٹی کی طرف سے انتقال اقتدار کی آواز اقتدار کی بھوک نہیں بلکہ ان عوام کی امنگوں اور خواہشات کا اظہار ہے جنہوں نے اس پارٹی کو ووٹ دیئے۔

پاکستان کے کسی حصہ میں بھی جمہوریت کا فروغ اس کے ملک بھر میں احیاء کا ذریعہ بنے گا۔ یقیناً یہ مشرقی پاکستان کے ان عوام کے لئے جو ابھی تک لڑ رہے ہیں اس بات کا محرک بنے گا کہ وہ ہتھیار ڈال دیں اور لڑائی بند کر دیں اور اپنی جمہوری حقوق اور ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی آسانی سے پوچھا جاسکتا ہے کہ مشرقی پاکستان کی ایک سیاسی جماعت بلکہ اس پارٹی کے مٹھی بھر افراد گناہوں کی سزا پورے ملک اور تمام صوبے کیوں بھگتیں۔ وفاقی مملکتوں میں یہ عام بات ہے کہ

ایک وفاقی یونٹ میں بحران یا انتشار ہوتا ہے تو مرکزی حکومت صرف اسی یونٹ میں کاروائی کرتی ہے۔ پڑوسی ملک بھارت میں بھارت کی کل آبادی کے نصف سے زیادہ پر مشتمل ایک تہائی وفاقی یونٹوں میں ایک وقت میں صدارتی راج رہ چکا ہے۔

ایک ناگزیر اور لابدی سبق یہ ہے کہ عوام کو حکومت میں حصہ لینا چاہیے۔ مشرقی پاکستان میں فوجی کاروائی کے دوران' بھارت کے جنگ کے موڑ پر پہنچ جانے' مغربی بازو میں انتہائی مایوسی کے ہوتے موجودہ حکومت اپنے فوجی اور نوکرشاہی کے دور کو جاری نہیں رکھ سکتی اور بحران کے خاتمے کی امید نہیں رکھ سکتی۔ اس لئے عوام کی ترجمان پیپلزپارٹی کو یقین ہے کہ یہ نہ صرف اس کا حق ہے بلکہ اس کا فرض ہے کہ وہ منتخب عوامی نمائندوں کو جلد انتقال اقتدار کا مطالبہ کرے۔ فوج سے جمہوری دور کی منتقلی میں اگر تاخیر ہوگی' تو ملک چند ماہ میں ایسے موڑ پر پہنچ سکتا ہے' جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔ اقتصادی استحصال' سیاسی تسلط کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ اگر مشرقی پاکستان کی حفاظت مقصود ہے تو استحصال کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ اقتصادی میدان میں مشرقی پاکستان کے ساتھ مغربی پاکستان سے کسی طرح امتیاز نہ برتا جائے۔ بلکہ ماضی کی غلطیوں کو درست کرنے کے لئے معقول توجہ دی جائے۔ مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان کے سرمایہ داروں کے لئے ذاتی استحصال کی منڈی نہ بننے دیا جائے۔

مشرقی پاکسان کے اقتصادی مسائل کے حل کی طرف فوری توجہ دی جائے سب سے زیادہ فوری مسائل خوراک' صحت اور آبادکاری ہیں۔ قحط کا خطرہ بھی دور کیا جائے--- حکومت کو خوراک معقول قیمت پر مناسب تقسیم کرنی چاہیے اور بنیادی ضرورت کی اشیاء کی قیمتیں مقرر کی جائیں۔ ڈاکٹروں کی ٹیموں کو متعدی امراض کے انسداد کے لئے دیہات کا دورہ کرنا چاہیے۔ آباد کاری کے کام کو فوقیت دی جائے۔ غریب عوام کی تکالیف اور مصائب کے خاتمے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

سوشلسٹ طرز کے اقتصادی اقدامات کرنے پڑیں گے۔ مثلاً مشرقی پاکستان کے تمام اہم زرعی سیکٹر میں جہاں زمینیں تھوڑی اور پیداوار کم ہے مواصلات کسانوں کے مفادات میں ہونی چاہیے۔ سب سے زیادہ استحصال زدہ اور محروم طبقہ مشرقی پاکستان میں فصلوں کی بٹائی والوں کا ہے جو کل آبادی کے پندرہ فیصد پر مشتمل ہیں۔ فصلوں کی بٹائی کا سلسلہ بند کیا جائے اور فصلوں کی بٹائی کرنے والوں کو ملکیتی حقوق دیئے جائیں اس کے ساتھ ساتھ کسانوں کی کوآپریٹو کے ذریعے چھوٹی زمینوں کے تحفظ کا انتظام کیا جائے۔ چھوٹی زمینیں زرعی ٹیکس سے مستثنیٰ ہوں۔ یہ اقدامات فوری طور پر ہوں اور ان کے بعد زرعی شعبے میں بڑی انقلابی تبدیلیاں کی جائیں۔ چونکہ ہمارے عوام کی اکثریت دیہات میں رہتی ہے اس لئے ان کی ضروریات پوری کرنا لازمی ہیں۔ زرعی صنعتوں کی طرف فوری توجہ کی ضرورت ہے صرف زراعت ہی میں مشرقی پاکستان کے کم روزگار یافتہ اور بے روزگار لوگوں کی کھپت نہیں ہوسکتی۔ شروع میں طوفانوں پر کنٹرول اور سڑکوں کی تعمیر کے کاموں میں لوگوں کو کھپایا جاسکتا ہے۔ مشرقی بازو کی افرادی طاقت اور ان کی صلاحیت کے استعمال کے لئے عوامی شعبے میں نئی صنعتیں قائم کی جائیں۔

مشرقی پاکستان میں کامیابی صحیح معنوں میں صوبائی خودمختاری دینے اور استحصال کے خاتمے کے بعد ہی ہوسکتی ہے جلد یا بدیر یہ کرنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں' گزرا ہوا وقت واپس نہیں آتا۔ سرمائے کی مشرقی پاکستان سے مغربی پاکستان اور پھر غیر ممالک میں منتقلی بند کرنا پڑے گی۔ یہ ضمانت دی جائے کہ مغربی پاکستان کی مصنوعات مشرقی پاکستان میں مغربی حصے کے مقابلے میں زیادہ قیمتوں پر فروخت نہ ہوں کنٹرول کے اقدامات نہایت سختی سے نافذ کئے جائیں اور حکومتی قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت سزائیں دی جائیں۔ صنعتوں کے انتظامی عہدے مغربی پاکستان کے تاجروں سے لے کر مغربی پاکستان کے پبلک حکام کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں۔ مشرقی پاکستان سے حاصل کیا گیا زرمبادلہ دفاع سمیت مرکز کے اخراجات کے لئے مناسب حصہ نکالنے کے بعد مشرقی پاکستان میں صرف کیا جائے۔ کرنسی اور غیر ملکی امداد تجارت مرکز کے اختیار میں رہ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ مشرقی پاکستان اور دوسرے صوبوں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی جائے اور ان کی حق تلفی نہ کی جائے اور مرکز کو اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لیے ٹیکس کے اختیارات کافی ہیں۔ اس طرح مشرقی پاکستان کے عوام کے مطالبات حقیقی دفاعی ڈھانچہ کے اندر اندر تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔

لیکن مشرقی پاکستان میں استحصال کا خاتمہ مکمل طور پر اسی وقت ہوسکتا ہے جب پورے پاکستان میں استحصال کیا جائے۔ مسائل ایک دوسرے سے منسلک رہیں۔ انہیں الگ نہیں کیا جاسکتا۔ ہمیں اپنی قومی فکر' نقطہ نظر اور ڈھانچے میں انقلاب کی ضرورت ہے۔ ہماری حکومت کا موقف قابل خدمت ہے۔ حکومت جب یہ خبرلیتی ہے کہ اقتصادی پیداوار اور سماجی انصاف کے درمیان چناؤ کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس کا کہنا ہے کہ عوام ناموزوں اقتصادی تقسیم کی جگہ پیداوار کی سست رفتار کو ترجیح دیں گے ان دونوں کو اس کے برعکس ساتھ ساتھ چلنا چاہیے اور سوشلسٹ نظام میں یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ اسی نظام کے لئے عوام نے عام انتخابات میں ووٹ دیئے۔

ہمیں ناقابل معافی اغلاط کا ایک خوفناک ورثہ ملا ہے۔ گزشتہ نسل کے گناہوں کی جواب دہی ہمارا فرض ٹھہری ہے۔ سیاسیات کی ابجد سے بھی ناواقف سطحی ذہنوں نے تاریخ کے شعور سے بے بہرہ بنیادی سیاسی

فیصلے کئے اور یہی فیصلے پاکستان کو خطرناک طور پر تباہی کے عین نزدیک لے آئے۔ ہم جو اب تک بنگال کے بہادر عوام ان کی ثقافت اور روایات کی تعریف کرتے رہے ہیں۔ ہم جو مشرقی پاکستان کے حقوق کی خاطر لڑ رہے استحصال اور اندرونی نو آبادیاتی ڈھانچے کے خاتمے کا مطالبہ کرتے رہے ہیں۔ آج انہیں مشرقی پاکستانیوں کے غیض و غضب کا سامنا ہے یہ ایک انتہائی سنگین ستم ظریفی ہے لیکن ہم اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش نہیں ہوسکتے۔ ہمیں اس عظیم چیلنج کا مقابلہ کرنا ہے یہ انتہائی نازک ذمہ داری ہے لیکن پاکستان کا مستقبل خطرے میں ہے۔ ہمیں انسان کے ہاتھوں انسان اور علاقے کے علاقے کا استحصال ختم کرنے والے نئے دور کو لانے کے لئے جدوجہد کرنا ہے اور ترقی، مسرت اور خوشحالی اور اخوت کے دور میں داخل ہونا ہے۔ ہمیں حقیقی پاکستان تعمیر کرنا ہے جس کے لئے لاکھوں مسلمانوں نے قربانیاں دیں۔ جانیں نذر کیں۔ یہ سب کچھ ہم عوام میں سے ابھرتی ہوئی نئی طاقتوں کے تعاون سے حاصل کرسکتے ہیں۔

عوام کے ترجمان کی حیثیت سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مجھے پاکستان سے ذاتی دلچسپی ہے یہ درست ہے۔ ہر پاکستانی کو اس انداز سے محسوس کرنا چاہیے۔ اپنی جوانی میں میں نے دنیا میں پاکستان کے مقابلے کا مطالعہ کیا۔ ان دنوں میں میرے پاس پاکستان کا ایک اہم منصب تھا اور میں نے آمریت کی قہر سامانیوں کا ذائقہ بھی چکھا ہے لیکن میرے لئے اپنے بنیادی عقائد میں تبدیلی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پاکستان میں ماضی کی بھیانک غلطیوں اور حالیہ بحران کے ناقابل برداشت کرب کے باوجود ہم اس بات کی صلاحیت اور اہلیت رکھتے ہیں کہ ملک کے معاملات کو درست کرسکیں۔

اس ملک میں رہنمائی کا فقدان ہے۔ سیاسی انتشار نے معاملات کو نازک بنا کر رکھ دیا ہے قوم غیر معینہ مدت کے لئے اس تذبذب میں نہیں رہ سکتی بدانتظامی اور بدعنوانی نئی انتہائیوں کو پہنچ رہی ہیں۔ عوام میں ان لوگوں کے خلاف نفرت پھیلتی جارہی ہے کیونکہ انتظامیہ تک عوام کی رسائی نہیں ہے۔ عوام پر مایوسیوں کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ نوجوان نسل تشکیک اور بے مقصدیت کا شکار ہورہی ہے۔ ہم اپنے نوجوانوں کو نظرانداز نہیں کرسکتے۔ مشرقی پاکستان میں اپنے نوجوانوں کو ہندو اساتذہ اور لیکچرروں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر ہم بے پناہ صدمے برداشت کرچکے ہیں۔ ہم نے آج کی نسل کو تو گنوا دیا ہے۔ مگر ہم آنے والی نسل کو ضائع کرنے کا نقصان برداشت نہیں کرسکتے۔ کراچی کے اسکولوں کے چند لڑکوں نے حال ہی میں ایک جریدہ "وینسر یموز" کے نام سے شائع کیا جس کا ہسپانوی زبان میں مفہوم یہ ہے "ہم فتح مند ہوں گے" اس میگزین کے پہلے ایڈیشن میں ایک نوجوان طالب علم نے "حقیقت" کے زیر عنوان ایک مضمون لکھا ہے اس کا آغاز کچھ یوں ہوتا ہے۔

"میرے ذہن میں کچھ سوالات ابھرے میں ایک سچا پاکستانی ہوں پاکستان میں پیدا ہوا اس سر زمین پر پرورش پائی۔ اس کے نظریات میں میری ذہنی اور ثقافتی تربیت ہوئی۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ ایک دم توڑتے معاشرے کا فرد ہوں۔ پاکستان کا پہلا بچہ مسخ ہوتی نسل کا تجربہ محسوس کرتا ہے اسے احساس ہوتا ہے کہ وہ کھوکھلا ہے اور بنجر ہے اور اس کے پاس کوئی نظریات نہیں ہیں۔ جن کے لئے وہ جدوجہد کرسکے۔ یہ کیسے ہوا کہاں ہیں وہ پرجوش لوگ جنھوں نے ہمیں ہماری قوم دی۔ کہاں ہے وہ نسل اس نے ہمیں وہ نظریے کیوں نہیں دیے جن کے لئے انہوں نے جنگ کی اور جن کے طفیل یہ ملک اب تک باقی ہے۔ حالانکہ دنیا اس کی تباہی کی پیشین گوئیاں کرتی رہی۔ آج ہماری زندگی کے انتہائی عجیب اقدار ہیں۔ کردار کے بجائے رنگین کپڑوں کو زیادہ اہمیت ہے آج ایک انسان کا انداز اس کی کار، اس کی دولت سے کیا جاتا ہے، یہ معیار ہمیں کس نے دیا میں سرمایہ دار طبقے سے تعلق رکھتا ہوں۔ ایک دم توڑتے طبقے سے کیا یہ قدرتی ہے کہ میں دنیا کو اپنے گرد و پیش منڈلاتے دیکھوں۔"

ایک نوجوان طالب علم کل کی نسل کی نمائندگی تو نہیں کرتا۔ لیکن اس طالب علم نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ حالات کی نہایت پریشان کن تصویر ہے۔ ہمیں قومی امور میں نئی روح پھونکنے کے لئے جامع منصوبے تشکیل دینا ہوں گے۔ ورنہ ہم مرجائیں گے۔ اس لئے نہیں کہ پاکستان علاقائی طور پر منقسم ہوجائے گا۔ بلکہ اس لئے کہ پاکستان ایک بیمار معاشرے سے تعلق رکھتا ہے۔ اپنی بقا اور کامیابی کے لئے ہمیں اپنے معاشرے کے لئے انقلابی خطوط استوار کرنا ہوں گے۔

ایک پاکستان

ابتدا میں کہا تھا کہ پاکستان کا نقطہ آغاز 1940ء کی قرارداد لاہور تھی۔ یہ تاریخ بھی قابل تبدیلی ہے۔ ایک طرح سے پاکستان کا نقطہ آغاز ایک ہزار سال پیچھے ہے۔ جب محمد بن قاسم نے سندھ کی سرزمین پر قدم رکھا اور برصغیر میں اسلام کی روشنی پھیلائی۔ اس وقت سے ہندوؤں اور مسلمانوں نے برصغیر میں دو عناصر کی صورت اختیار کی۔ مغلوں اور انگریزوں کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ پاکستان کے بیج برصغیر میں اس وقت ہی جڑیں پکڑنے لگے تھے جب مسلمانوں نے بھارت میں اپنی حیثیت کو مستحکم کرنا شروع کیا۔ پاکستان اور بھارت کے دو مطلق الاختیار مملکتوں کا قیام تو اس سے پہلے سے موجودہ تقسیم کا باقاعدہ رسمی اعلان تھا۔ پاکستان اب قائم رہنے کے لئے ہے اس حقیقت

کو تسلیم کرلینا چاہیے اور ہمیں متحد ہوکر جینا سیکھنا چاہیے۔

اس حقیقت کے باوجود کہ پاکستان برصغیر کے مسلمانوں کے حق خود اختیاری سے معرض وجود میں آیا ہے اب بھی کئی غیر ملکی مبصرین اس بات پر مصر ہیں کہ ایک مصنوعی ملک ہے۔ ان سے پوچھا جاسکتا ہے۔ ایک قدرتی مملکت کیا ہوتی ہے اور ایک مصنوعی مملکت کیا ہوتی ہے اگر پاکستان ایک مصنوعی ملک ہے تو چیکوسلواکیہ اور یوگو سلاویہ مثال کے طوز پر کیسے قدرتی مملکتیں شمار کی جاسکتی ہیں۔ ملائشیا کو کیا چیز قدرتی بناتی ہے۔ یہ افریکہ میں ابھرنے والی بہت سی مملکتیں تاریخی حادثات کا نتیجہ ہیں۔ ان کی بنیاد یورپ کی باہم متصادم سامراجی قوتوں کی مخالفتوں سے ابھری ہیں اور جس طرح برطانوی' فرانسیسی' پرتگالی اور جرمنوں نے افریکہ کو تسلیم کرلیا تھا۔ اسی سبب کی بناہ پر افریکہ کے بہت سے ممالک کو اس طرح کی علیحدگی مملکتوں میں بانٹ دیا گیا کہ ان کے قبائلی اور تاریخی تعلقات کو بھی پیش نظر نہ رکھا گیا۔ عرب کے بعض ممالک کے بارے میں یہی بات صادق آتی ہے بہت سے اہل مغرب اس بات کو غیر قدرتی خیال کرتے ہیں کہ مغربی بنگال پاکستان میں ہو اور مغربی بنگال بھارت کا حصہ ہو۔ لیکن اس سے ملتی جلتی مشرق وسطی اور افریکہ میں تقسیموں کو غیر قدرتی خیال نہیں کرتے۔ یورپ بلکہ دنیا کی مملکتوں میں سب سے اہم جرمنی ہے۔ ایک نسل' ایک زبان اور ایک ثقافت اپنی تقدیر کے بارے میں بے پناہ فخر کے باوجود جرمنی آج دو ملکوں میں منقسم ہے اسی طرح جرمنی کی بنیادیں' ملک اور قوم دونوں کی حیثیت سے قطعی طور پر قدرتی نہیں ہیں۔ اگر بسمارگ نہ پیدا ہوا ہوتا اور اس نے 1864ء میں ڈنمارک اور 1866ء میں آسٹریا اور 1970ء میں فرانس کے خلاف جو جنگیں لڑیں۔ اگر وہ وقوع پذیر نہ ہوتیں تو شاید جرمن قوم ہی وجود میں نہ آتی۔ شالیمان اگر نہ ہوتا تو خدا جانے یورپ کی بہت سی مملکتوں کی کیا تقدیر ہوتی۔ کیا اٹلی ایک قدرتی مملکت ہوتی اگر کاونٹ کیوریا (Garbaldi) نہ ہوا ہوتے۔ ریاست بلقان اور وسطی یورپ کی ریاستوں کا آج کیا نقشہ ہوتا۔ اگر عثمانی سلطنت اور آسٹریا ہنگریا کی سلطنت اپنے اختیارات کا استعمال نہ کرتیں سویت یونین کس حد تک ایک قدرتی ملکت ہے۔ اس نے اپنی موجودہ صورت کیسے اختیار کی روس کی جمہوریہ اور وسط ایشیاء کی جمہوریتوں کے درمیان کون سے مشترکہ عوامل ہیں۔ ان کے قدرتی رشتے کہاں ہیں۔

دنیا بھر کے مسیحا جو پاکستان کے زخموں کا علاج کرنے کے لئے بے تاب ہیں۔ انہیں پہلے اپنی بیماریوں کا علاج تلاش کرنا چاہیے۔ انہیں اپنے تعصبات سے کنارہ کش ہو کر ہمیں مسائل کے حل کے لئے تنہا چھوڑ دینا چاہیے۔ اب دنیا بھر کے لئے وقت ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تسلیم کرے کہ پاکستان ناقابل تقسیم ہے انہیں یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ اگر پاکستان ختم ہوگیا تو برصغیر کے باقی حصے بھی متحد نہیں رہ سکیں گے۔

مشرقی پاکستان پاکستان کا اٹوٹ انگ ہے۔ ہمارے عوام کی اکثریت مشرقی پاکستان میں رہتی ہے انہوں نے پاکستان کے قیام کی جنگ لڑی اور اس میں فتح حاصل کی۔ اب مشرقی پاکستان کے عوام انصاف کے طلب گار ہیں۔ وہی انصاف جس کے متمنی مغربی پاکستان کے عوام بھی ہیں۔ عوام نے پاکستان کے قیام کے لئے اس لئے جنگ نہیں لڑی تھی اور اس لئے قربانیاں نہیں دیں تھیں کہ غیر معینہ مدت تک ان پر جرنلوں کی جنتا حکمرانی کرے۔ مٹھی بھر سرمایہ دار بے رحم ان کا استحصال کریں۔ بیوروکریسی انہیں کچلنے اور گشتی فوجی عدالتوں کے حکم پر انہیں کوڑے لگا کر اطاعت کروائی جائے۔ اور پاکستان کے عوام نے 23 برس سسک سسک کر اس لئے گزارے کہ پاکستان اس نوبت کو پہنچ جائے' عوام اب وہی پاکستان طلب کرتے ہیں جس کے لئے انہوں نے جدوجہد کی۔ قربانیاں دیں۔ مصیبتیں سہیں' جس میں وہ اپنی تقدیر کے خود مالک ہیں۔ استحصال کی ہر مشکل سے آزاد ہوں جس میں ان کے بچوں کو رہائش کی سہولتیں ہوں اچھی خوراک میسر ہو۔ معقول لباس اور مناسب تعلیم مل سکے۔ کیا 23 برس گزرنے کے بعد یہ مطالبات بہت زیادہ ہیں۔ جب کہ اس سے زیادہ کی دستور اور قانونی حکومت میں ضمانت دی گئی تھی اور اس کا بانی پاکستان نے ان سے عہد بھی کیا تھا صرف ایک نئے نظام اور ایک نئی قیادت کے ذریعے ہی عوام کی تمناؤں اور امنگوں کی پاس داری ہوسکتی ہے۔ اب وہ غیر معینہ عرصے تک انتظار نہیں کریں گے۔ پہلے ایک طویل عرصہ تک ان سے غداری کی گئی ہے یا تو رجعت پرست طاقتیں عوام سے غداری اور پاکستان کی تباہی میں مصروف رہیں گی یا منتخب رہنما سامنے آکر عوام کی آواز پر لبیک کہیں گے۔ اس عظیم المیے کو طے کریں گے اور پاکستان کو بچائیں گے۔

دستاویز 18

یحییٰ، مجیب، بھٹو مذاکرات

عبدالحفیظ کاردار کی روایت

جناب بھٹو نے جو یقین دہانیاں طلب کی تھیں وہ انہیں 18 مارچ کو رات کے کسی وقت موصول ہو گئیں۔ بہرحال انہوں نے 19 مارچ کو ایک کانفرنس طلب کی اور اعلان کیا کہ انہوں نے اپنی پارٹی کے ارکان پر مشتمل ایک وفد کے ہمراہ 21 مارچ کو ڈھاکہ پہنچنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وفد کے ارکان کے ناموں کا اعلان 20 مارچ کو کیا گیا۔ میں چونکہ وفد میں شامل تھا۔ اس لیے مجھے اس کی اطلاع 19 مارچ کو آدھی رات کے وقت دے دی گئی اور مجھے ہدایت کی گئی کہ میں اگلے روز کراچی پہنچ جاؤں۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو 21 مارچ کو کراچی سے مندرجہ ذیل ارکان پر مشتمل وفد کے ارکان کے ہمراہ ڈھاکہ روانہ ہوئے۔

1- جناب ذوالفقار علی بھٹو (قائد)
2- جناب جے اے رحیم، سیکرٹری جنرل۔
3- جناب مخدوم محمد زمان، وائس چیئرمین۔
4- میاں محمود علی قصوری، وائس چیئرمین۔
5- ڈاکٹر مبشر حسن۔
6- جناب مصطفیٰ کھر۔
7- جناب حیات محمد خان شیرپاؤ
8- جناب غلام مصطفیٰ جتوئی۔
9- جناب عبدالحفیظ پیرزادہ۔
10- جناب ممتاز علی بھٹو۔
11- مرزا رفیع رضا۔
12- جناب علی احمد خان تالپور۔
13- ریٹائرڈ جسٹس فیض اللہ کندی۔
14- جناب عبدالخالق ____ اور
15- جناب عبدالحفیظ کاردار۔

ہم شام چار بجے ڈھاکہ کے ہوائی اڈے پر اترے۔ ہمارے وہاں پہنچنے اور استقبال کی داستان پاکستان آبزرور کے اس اقتباس میں ملاحظہ فرمایئے۔

"مسلح فوج بھٹو کے ساتھ تھی"

"پیپلز پارٹی کے چیئرمین جناب ذوالفقار علی بھٹو اپنی پارٹی کے رہنماؤں کے ایک وفد کے ہمراہ آج یہاں پہنچے۔ اس موقع پر سخت حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے۔"

"مسلح فوج اور پولیس کے سپاہی ہوائی اڈے کے علاقے کا پہرہ دے رہے تھے۔ ہوائی اڈے کے شمالی گیٹ پر جس سے جناب بھٹو کی کار ہوائی اڈے سے ہوٹل جانے کے لیے باہر سڑک پر نکلی، سخت پہرہ تھا۔

"ہوائی اڈے کے قریب جو فوج متعین تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہر کالی چیز سے الرجک ہے۔" چھاؤنی جانے والی فوج سڑک پر سے کسی کار کو سیاہ جھنڈا لگا کر گزرنے کی اجازت نہیں تھی، حتیٰ کہ جو اخباری نمائندے ان کے پہنچنے کی خبر دینے کے لیے گئے۔ ان سے کہا گیا کہ وہ اپنے بازوؤں پر سے شناختی پٹیاں اتار دیں۔ یہ پٹیاں اخبار نویس شناخت کے لیے باندھتے ہیں۔ اور ان پر "شنگ باوک" (اخبار نویس) لکھا ہوتا ہے، کیونکہ ان پٹیوں کا رنگ بھی کالا تھا۔ اس لیے فوج نے اخبار نویسوں سے وہ پٹیاں بھی اتروا لیں۔

"ایک فوجی افسر نے، جو اخباری نمائندوں کو یہ پٹیاں اتارنے پر آمادہ کر رہا تھا کہا کہ چھاؤنی کے علاقے میں کسی قسم کی ایجی ٹیشن کی اجازت نہیں ہے۔ اس افسر کا کہنا تھا کہ اخباری نمائندوں نے یہ سیاہ پٹیاں فوج کے ہاتھوں عوام کے مبینہ قتل عام کے خلاف احتجاج کے طور پر باندھ رکھی ہیں، حالانکہ یہ بات بالکل جھوٹ ہے کہ فوج نے قتل عام کیا ہے۔ اس نے کہا۔ مجھے معلوم ہے کہ اخبار نویس اس بات کو اخباروں میں شائع کریں گے کہ ان کی پٹیاں اتروا دی گئیں، لیکن مجھے اس کی پروا نہیں، کیونکہ میں احکام کی تکمیل کر رہا ہوں۔"

"جناب بھٹو کا استقبال کرنے کے لیے وہاں کوئی ستر نوجوان جمع تھے۔ انہوں نے مجھ سے اپنا تعارف یہ کہہ کر کرایا کہ وہ مغربی پاکستانی طلباء ہیں، جو ڈھاکے میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔"

"ان نوجوانوں نے مختلف کتبے اٹھا رکھے تھے، جن پر انگریزی اور اردو میں یہ نعرے لکھے ہوئے تھے۔ "جئے بھٹو" "بھٹو اپنے موقف پر سختی سے قائم رہو" "ملک کا اتحاد برقرار رکھو۔" "ہمیں واپس بلالو"۔ "یہاں مزید طالب علم مت بھیجو۔" انہوں نے پیپلز پارٹی کا پرچم بھی اٹھا رکھا تھا۔"

"لیکن جو نوجوان استقبال کے لیے جمع تھے۔ انہیں مایوسی ہوئی، کیونکہ جناب بھٹو کی کار مسلح فوجیوں کے پہرے میں تیزی سے گزر گئی اور وہ وہاں ٹھہرے بھی نہیں۔"

"ہوائی اڈے کے اندر ہی سے جناب بھٹو کی کار کے آگے ایک کھلی جیپ اور ایک دوسری کار تھی۔ جناب بھٹو اپنی کار میں سفید کپڑوں میں ملبوس دو مسلح گارڈوں کے درمیان بیٹھے تھے۔"

"جب جناب بھٹو کی کار جس کے آگے اور پیچھے مسلح پہرے دار تھے، ہوٹل پہنچے، تو نوجوانوں کا ایک گروہ جس نے مختلف کتبے اٹھا رکھے

تھے' ان کے خلاف مظاہرہ کرنے لگا۔"

"ان کتبوں پر لکھا تھا۔ "بھٹو جمہوریت کا قاتل" ہم آزاد ہو چکے ہیں۔" "ہمیں اتحاد نہیں' آزادی چاہیے۔" "ہم پاکستان نہیں چاہتے۔" "ہم بنگلہ دیش چاہتے ہیں۔"

ہوٹل میں جناب بھٹو کی حفاظت کے لیے مسلح پولیس اور فوج موجود تھی' لیکن میں نے دیکھا کہ ہوٹل کے زیادہ تر ملازمین نے بنگلہ دیش کے جھنڈے کے چھوٹے چھوٹے بیج لگا رکھے ہیں۔ ہوٹل کے ہال میں کچھ نوجوانوں کا ایک گروہ جناب بھٹو کے خلاف کتبے اٹھائے ہوئے موجود تھا' لیکن عوامی لیگ کے رضاکاروں نے انہیں اور ہوٹل کے ملازمین کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ وہ کسی قسم کی گڑ بڑ نہیں کریں گے۔

جناب بھٹو نے اسی روز شام کو صدر سے ملاقات کی۔ دریں اثناء ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل کی لابیوں میں یہ افواہ گرم تھی کہ صدر یحییٰ اور شیخ مجیب الرحمٰن کے درمیان انتقال اقتدار کا فارمولا طے ہو چکا ہے۔ کہا جا رہا تھا کہ اس فارمولے کے مطابق مرکزی کابینہ میں گیارہ وزیر ہوں گے' جو آبادی کی بنیاد اور صوبوں میں پارٹیوں کے ارکان کی تعداد کی بنیاد پر مختلف پارٹیوں سے لیے جائیں گے۔ عوامی لیگ کے پانچ وزیر ہوں گے اور مغربی پاکستان سے چھ وزیر لیے جائیں گے۔ مغربی پاکستان کے مرکزی وزیر اس طرح لیے جائیں گے۔

شمال مغربی سرحدی صوبہ	ایک۔
بلوچستان------------------	ایک۔
سندھ------------------	ایک۔
پنجاب------------------	تین۔

پنجاب کے تین وزیروں میں یہ شرط تھی کہ ان میں سے دو پیپلز پارٹی سے اور ایک کونسل مسلم لیگ سے لیا جائے گا۔

ہوٹل کی لابی میں بہت سے غیر ملکی اخباری نمائندے' ٹیلی ویژن کیمرہ مین' پاکستانی صحافی' اور عوامی لیگ کے کارکن تھے۔ اس ہجوم میں میری ملاقات چند غیر بنگالیوں سے بھی ہوئی' انہوں نے بتایا کہ 7 مارچ سے' جب سے مجیب نے صوبے کا انتظام عملاً اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ عوامی لیگ کے غنڈوں نے دہشت گردی کا بازار گرم کر رکھا ہے' انہوں نے نہایت وحشیانہ قتل و غارت' لوٹ مار' آتش زنی' آبرو ریزی اور درندگی کی لرزہ خیز داستانیں سنائیں۔ میرے بنگالی دوستوں نے بھی ان داستانوں کی تصدیق کی۔ یہی نہیں کھلنا' چاٹگام' اور صوبے کے دوسرے حصوں سے ہمیں روزانہ بے شمار افراد کے ٹیلی فون موصول ہوتے تھے' جو دہشت زدہ اور خوف سے رندھی ہوئی آوازوں میں ہم سے التجا کرتے تھے کہ انہیں مجیب کے غنڈوں کے رحم و کرم پر نہ چھوڑا جائے اور جانے سے پہلے انہیں یہاں سے نکالنے کا بندوبست کیا جائے۔

جناب بھٹو کوئی سوا نو بجے ایوان صدر سے واپس آئے اور ہمیں مندرجہ ذیل حالات سے آگاہ کیا۔

مجیب کا فارمولا' جس پر صدر اصولی طور پر متفق ہو گئے ہیں' یہ ہے کہ صدر کی طرف سے ایک اعلان جاری کیا جائے' جس میں مندرجہ ذیل باتوں کا اہتمام کیا گیا ہو۔

1- مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے ارکان قومی اسمبلی کا اجلاس دو الگ' الگ علاقائی کمیٹیوں کی شکل میں ہو گا' جو الگ' الگ مسودہ آئین تیار کریں گے۔

2- دونوں مسودے قومی اسمبلی کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔ عوامی لیگ کا مسودہ ایک ہفتے میں تیار ہو گا۔ مغربی پاکستان کی اکثریتی جماعت کی حیثیت سے پیپلز پارٹی بتا دے کہ اسے مسودہ آئین تیار کرنے میں کتنا وقت لگے گا۔

3- صوبوں میں اقتدار اکثریتی پارٹیوں کو منتقل کر دیا جائے گا۔

4- صوبائی گورنروں کا تقرر صدر' اکثریتی پارٹی کے مشورے پر کریں گے۔

5- مرکز کا انتظام بدستور صدر کے ہاتھ میں رہے گا' انہیں اختیار ہو گا کہ اپنی صوابدید پر اپنی اعانت کے لیے مشیر مقرر کریں۔

ہر صوبائی حکومت کو جو اختیارات حاصل ہوں گے' ان کی بنیاد چھ نکاتی پروگرام ہو گا' یعنی صوبوں کو بیرونی ملکوں کے ساتھ براہ راست تجارت کرنے اور ان سے امداد حاصل کرنے کا اختیار ہو گا۔

ابھی ہم اس فارمولے پر غور ہی کر رہے تھے کہ صدر کا ایک ایلچی صدارتی اعلان کا مسودہ لے کر پہنچ گیا اور وہ جناب بھٹو کے سپرد کر دیا۔

اور اس کے ساتھ ساتھ عوامی لیگ نے اپنا بھی مسودہ پیش کیا' جس کا متن یہ ہے:

"ڈھاکہ ...... مارچ 1971ء"

25 مارچ 1969ء کو مارشل لاء کے اطلاق کے احکام کے اعلان کے ساتھ ہی میں (جنرل آغا محمد یحییٰ خاں) نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور پاکستانی افواج کے کمانڈر انچیف کی حیثیت سے امور مملکت کے تمام اختیارات سنبھال لیے اور بعد ازاں پاکستان کے صدر کا عہدہ بھی سنبھال لیا۔

اب چونکہ عوامی نمائندوں کو اقتدار کی منتقلی کے لیے انتخابات بھی ہو چکے ہیں اور چونکہ اس طرح منتخب ہونے والے عوامی نمائندوں کو پاکستان کا آئین جلد از جلد بنانے کے قابل بنانے کے لیے ملک میں آئین سازی کے موافق حالات پیدا کرنا ضروری ہیں اور اس مقصد کے لیے مارشل لاء کا نفاذ بھی جلد از جلد ختم کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا میں

جنرل آغا محمد یحییٰ خاں اعلان کرتا ہوں کہ جس دن سے کوئی صوبائی گورنر اپنے عہدے کا حلف اٹھائے گا' اسی دن سے اس صوبہ میں مارشل لاء کا خاتمہ ہو جائے گا اور 25 مارچ 1969ء کے مارشل لاء کا اعلان کالعدم قرار پائے گا۔ کسی صوبے میں ایسا نہ بھی ہوا تو بھی موجودہ اعلان کے سات دن کے بعد مارشل لاء کا خود بخود خاتمہ ہو جائے گا۔

1- یہ اعلان اور اس کے تحت جاری ہونے والے تمام احکام چاہے وہ ملک میں نافذ کسی بھی موجودہ قانون کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں' بہر صورت قابل العمل ہوں گے اور ان کو اس معاملہ میں حرف آخر سمجھا جائے گا۔

2- اس اعلان میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کے معنی اس طرح ہوں گے۔

(ا) مرکز کا مطلب ہے' ریاست۔

(ب) مرکزی حکومت کا مطلب' ملک کا اعلیٰ ترین حکمران ادارہ ہوگا۔

(ج) مرکزی حکومت کے ماتحت علاقے وہی ہوں گے' جن کا تذکرہ ون یونٹ توڑنے کے اعلان میں مرکزی علاقوں کے طور پر کیا گیا۔

(د) اس اعلان کے اطلاق کا وہ دن ہوگا' جس دن سے اس اعلان پر عمل در آمد کا آغاز ہوگا۔

(ر) عبوری دور سے مراد وہ عرصہ ہوگا' جو موجودہ اعلان کے اطلاق کے دن سے شروع ہوگا اور قومی اسمبلی کے تیار کردہ آئین کے اطلاق کے دن ختم ہوگا۔

(س) دارالحکومت اسلام آباد کا علاقہ وہی ہوگا' جس کا تذکرہ ون یونٹ توڑنے کے اعلان مجریہ 1970ء میں کیا گیا ہے۔

(ک) سابقہ آئین سے مراد 1962ء کا آئین ہے۔

(ل) مارشل لاء سے مراد وہ مارشل لاء لیا جائے گا' جس کا اطلاق 25 مارچ 1969ء کو کیا گیا تھا۔

(م) مارشل لاء اتھارٹی سے مراد وہ تمام اشخاص اور عدالتیں لی جائیں گی' جنہیں کسی مارشل لاء ضابطہ حکم کے تحت مارشل لاء کے تفویض کیے گئے اختیارات پر عمل در آمد یا فرائض کی ادائیگی کے فرائض سونپے گئے ہیں۔

(ن) مارشل لاء کا عرصہ سے مراد وہ عرصہ لیا جائے گا' جو 25 مارچ 1969ء اور موجودہ اعلامیہ کے اطلاق کے روز کے درمیان آئے گا۔

(ک) قومی اسمبلی سے مراد وہ مجلس قانون سازی لی جائے گی' جسے صدر پاکستان کے حکم نمبر2 مجریہ 1970ء کے تحت منتخب کیا گیا۔

(گ) صدر سے مراد پاکستان کا صدر ہوگا۔

(س) جدول سے مراد اس اعلان سے متعلق جدول ہوگی۔

(ش) مملکت بنگلہ دیش سے مراد وہ علاقہ ہوگا' جسے اس اعلامیہ کے اطلاق کے دن تک مشرقی پاکستان کہا جاتا رہا ہے۔

(ف) مملکت مغربی پاکستان سے مراد وہ علاقے ہوں گے' جن کو موجودہ اعلامیہ کے اطلاق کے دن تک سندھ' پنجاب' سرحد اور بلوچستان کہا جاتا ہے۔

(ت) سٹیٹ اسمبلی سے مراد کسی مملکت کی اسمبلی ہوگی۔

(ث) سٹیٹ گورنمنٹ سے مراد کسی صوبہ کی اعلیٰ حکمران طاقت ہوگی۔

(ش) سٹیٹ مقننہ سے مراد کسی صوبہ کی مجلس قانون ساز ہوگی۔

3- 26 مارچ 1969ء کے مارشل لاء کا اعلان کالعدم ہوتے ہی وہ تمام افراد اور ادارے اپنی وہ حیثیت کھو دیں گے' جو انہیں مارشل لاء کے اعلان کے تحت جاری ہونے والے احکام کے نتیجے میں حاصل ہوئے تھے۔

4- (الف) تمام مارشل لاء ضابطوں اور مارشل لاء احکام اور صدر کا آئینی ڈھانچے کا حکم کالعدم قرار دیا جاتا ہے۔

(ب) تمام موجودہ قوانین اب موجودہ اعلامیہ کے دائرہ کار میں آ جائیں گے اور ان پر اس وقت تک عمل در آمد ہوگا' جب تک کوئی بااختیار قانون ساز ادارہ ان میں ترمیم یا تنسیخ کے احکام جاری نہیں کرتا۔

(ج) موجودہ قوانین کو موجودہ اعلامیہ کے مطابق بنانے سے متعلق احکام صدر اور صوبائی گورنر جاری کریں گے۔ موجودہ قوانین میں ترامیم اور تنسیخ کے وہ تمام احکام جو صدر اور گورنر جاری کریں گے۔ موجودہ اعلامیہ کے اطلاق کے دن سے ہی نافذ العمل تصور ہوں گے' تا آنکہ صدر یا گورنر کے احکام میں ان ترامیم تنسیخ کو کسی خاص تاریخ سے اطلاق پذیر قرار دیا جانا مناسب سمجھا جائے۔

(د) کوئی عدالت' اتھارٹی یا ٹریبونل جسے موجودہ قانون پر عمل در آمد کے اختیارات حاصل ہیں۔ قانون کو اس انداز سے استعمال نہ کرے گی کہ وہ عملی شکل میں موجودہ اعلامیہ کی شق کے متصادم ہو' اگر اس قانون میں موجودہ اعلان کے تحت مناسب تبدیلی نہ بھی کی گئی ہوگی تو عدالت اتھارٹی یا ٹریبونل کو اسے موجودہ اعلامیہ سے مطابقت میں لانے کے لیے اس میں ضروری ترامیم و تنسیخ کی مجاز ہوگی۔

(ر) اس شق میں موجودہ قانون سے مراد وہ تمام ایکٹ' آرڈی نینس' آرڈر' قواعد و ضوابط' بائی لاز اور دوسرے قانون ہی جو موجودہ اعلامیہ کے اطلاق کے دن تک پاکستان یا پاکستان کے کسی بھی حصے میں لاگو تھے۔

6- (ا) موجودہ اعلامیہ پر عمل درآمد سے ایک دن قبل خصوصی فوجی عدالتوں اور سرسری سماعت کی فوجی عدالتوں میں زیر سماعت تمام مقدمات عام عدالتوں میں منتقل ہو جائیں گے۔

(ب) فوجی عدالتوں سے عام عدالتوں میں منتقل ہونے والے تمام مقدمات کی سماعت عام قوانین کے تحت کی جائے گی۔

(ج) ایسے تمام مقدمات جن کی سماعت کسی فوجی عدالت نے کی ہوگی اور ایسی تمام درخواستیں جو موجودہ اعلامیہ سے ایک دن پہلے تک تصفیہ طلب ہوگی' وہ موجودہ اطلاق کے بعد پاک فوج کمانڈر انچیف کے سامنے سماعت کے لیے پیش ہوں گی۔ مشرقی پاکستان سے متعلقہ مقدمات اور درخواستوں کا تصفیہ بنگلہ دیش کے کمانڈر انچیف کریں گے۔ بنگلہ دیش فوج افواج پاکستان کی مشرقی کمان کہلائیں گی۔

(د) اگر کسی شخص کو مارشل لاء اتھارٹی کے کسی فیصلے سے اختلاف ہوگا اور اس نے اس فیصلہ پر نظر ثانی کی درخواست نہ دی ہوگی تو وہ ایسی درخواست افواج پاکستان کی مشرقی یا مغربی کمان کے کمانڈر کو دے سکتا ہے۔ ان لوگوں کو ان درخواستوں پر غور کرنے اور سزاؤں میں کمی بیشی کے اختیارات حاصل ہوں گے۔

(ر) وہ تمام سزائیں جو مارشل لاء کے دوران کسی مارشل لاء اتھارٹی نے کسی شخص کو دی ہوں گی' انہیں موجودہ اعلامیہ کے تحت بھی قانونی حیثیت حاصل ہوگی۔ اور ان پر اس کا' جیسے کہ وہ چاہے گا' جیسے کہ وہ موجودہ اعلامیہ کے ضوابط کے تحت دی گئی ہوں۔

(ز) مارشل لاء کے دوران مارشل لاء اتھارٹی کو دی گئی سزائیں جن پر مارشل لاء کے دوران عمل نہ ہوسکا۔ ان پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے دستخطوں سے عمل درآمد ہو سکے گا۔ یہ سزائیں اس ماہ سے شروع ہوں گی' جس سے متعلقہ شخص سزا کے حکم کے ساتھ جیل کے حکام کے حوالے کیا جائے گا۔

(س) مارشل لاء کے دوران مارشل لاء کے ضوابط کے تحت مارشل لاء اتھارٹی کے کیے ہوئے جرمانے جن پر مارشل لاء کے دوران عمل نہ ہو سکا۔ ضلعی مجسٹریٹوں کے احکام پر وصول کیے جائیں گے۔

(ش) کوئی ایسی عدالت یا اتھارٹی مارشل لاء یا مارشل سے متعلقہ مقدمات کی سماعت نہ کر سکے گی' جسے موجودہ اعلامیہ کے تحت ایسے اختیارات نہ دیئے گئے ہوں۔

(ص) کسی ایسے ادارے یا عدالت کو مارشل لاء اتھارٹی یا مارشل لاء اتھارٹی کے تحت ملے ہوئے اختیارات استعمال کرنے والے شخص یا اشخاص کے خلاف مقدمات کی سماعت کی اجازت نہ ہوگی' جسے موجودہ اعلان کے تحت ایسے اختیارات نہ دیئے گئے ہوں۔

(ض) عبوری دور کے دوران پاکستان کا نظام حکومت 1962ء کے آئین کے تحت چلایا جائے گا' تاہم 1962ء کے آئین کے وہ تمام حصے کالعدم قرار پائیں گے' جو موجودہ اعلامیہ کے کسی حصے سے مطابقت نہیں رکھتے۔

(ط) موجودہ اعلامیہ کے اطلاق کے بعد بھی وہی شخص پاکستان کا صدر اور مسلح افواج کا سپریم کمانڈر ہوگا' جو اعلامیہ سے ایک دن پہلے تھا۔ ان دونوں عہدوں پر نئے آدمیوں کا تقرر پاکستان کی قومی اسمبلی کے بنائے ہوئے آئین کے اطلاق کے بعد نئے آئین کے مطابق ہوگا۔

عبوری دور کے دوران

(1) مملکت کا سربراہ صدر پاکستان ہوگا اور اسے موجودہ اعلامیہ کے تحت صدر کے تمام اختیارات حاصل ہوں گے' جو 1962ء کے آئین کے بیمہ صدر کو حاصل تھے۔ صدر کاروبار مملکت چلانے کے لیے جتنے مناسب سمجھے مشیر رکھ سکے گا۔ صدر کو وہ تمام اختیارات حاصل ہوں گے' جو مرکزی حکومت کو حاصل تھے۔

(ب) صدر کو قومی اسمبلی یا کسی بھی صوبائی اسمبلی کو معطل کرنے یا کالعدم قرار دینے کے اختیارات نہ ہوں گے۔

(ج) عبوری دور کے دوران صدر مرکزی حکومت کے اختیارات کے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے مناسب قانون سازی کر سکے گا۔ اس مقصد کے لیے اسے آرڈیننس جاری کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔

10- (ا) موجودہ اعلامیہ کے اطلاق کے دن سے صوبائی اسمبلیاں سٹیٹ اسمبلیاں کہلائیں گی۔

(ب) عبوری دور کے دوران صوبائی اسمبلیاں اور صوبائی حکومتیں موجودہ اعلامیہ کے ضوابط کے تحت کام کریں گی۔

11- (ا) صرف قومی اسمبلی کو پورے پاکستان کے کسی بھی حصے کے لیے قانون بنانے کا حق حاصل ہوگا۔ قومی اسمبلی کو صوبوں کے لیے قانون بنانے کی اجازت ہوگی۔

(ب) قومی اسمبلی کو اسلام آباد یا ڈھاکہ کے دارالخلافوں کے متعلق قانون بنانے کا حق حاصل ہوگا۔

12- (ا) بنگلہ دیش اسمبلی اور مغربی پاکستان کی صوبائی اسمبلیوں کو اپنے پورے صوبے یا صوبے کے کسی بھی حصے کے لیے قانون بنانے کا حق حاصل ہوگا۔

13- صوبائی گورنروں کا تقرر صدر مملکت متعلقہ صوبے کی اکثریت پارٹی کے لیڈر کے مشورہ سے کریں گے۔ یہ تقرر صرف عبوری دور کے لیے ہوگا۔

14- (ا) پاکستان کی قومی اسمبلی بنگلہ دیش سے متعلق صرف مندرجہ ذیل امور سے متعلق قوانین بنا سکے گی۔ تحفظ پاکستان' امور

خارجہ (غیر ملکی تجارت اور امداد چھوڑ کر) شہریت سے متعلق معاملات' کرنسی' سٹیٹ بینک آف پاکستان' مرکزی قرضے' وزن اور پیمائش کے پیمانے' مرکزی حکومت کی جائیداد اور اس کا محصول زرائع' مواصلات' قومی اسمبلی' صدر' صوبائی اسمبلی' چیف الیکشن کمشنر' سپیکر' ڈپٹی سپیکر' ممبران اسمبلی کا تقرر' اختیارات' فرائض' تنخواہیں' سپریم کورٹ آف پاکستان' بین الصوبائی معاملات۔

15- (ا) ایسے تمام ٹیکس اور ڈیوٹیاں جو مطلوبہ اعلامیہ کے اطلاق تک بنگلہ دیش پر مرکزی حکومت نے عائد کر رکھی تھیں۔ اب ان کی وصولی حکومت بنگلہ دیش کرے گی۔ 71-1970ء کے مالی بجٹ میں بنگلہ دیش کے لیے مخصوص رقم مجرا کرنے کے بعد باقی رقم مرکزی حکومت کے حوالے کر دی جائیں گی' اگر بنگلہ دیش سے وصول ہونے والے ٹیکس اور ڈیوٹیاں بنگلہ دیش کے 71-1970ء کے بجٹ سے کم پائی گئیں تو مرکزی حکومت اس کو پورا کرے گی۔

(ب) بنگلہ دیش جتنا بھی زرمبادلہ کمائے گا' اسے علیحدہ اکاؤنٹ میں رکھا جائے گا اور اس کے استعمال کے اختیارات ریزرو بینک آف بنگلہ دیش کو ہوں گے۔

(ج) صدر مملکت حکومت بنگلہ دیش سے مشورہ کرکے زرمبادلہ کی وہ رقم مقرر کرے گا' جو مرکزی حکومت کو 71-1970ء کے غیر ملکی زرمبادلہ بجٹ کے لیے درکار ہوگی۔

16- (ا) ڈھاکہ کا سٹیٹ بینک آف پاکستان ریزور بینک آف بنگلہ دیش کہلائے گا۔ اور اس کی تمام شاخوں کو یہی نام دیا جائے گا۔

(ب) ریزرو بینک آف بنگلہ دیش اور اس کی شاخیں بنگلہ دیش اسمبلی کے ماتحت ہوں گی۔

(ج) ریزرو بینک آف بنگلہ دیش کو وہ تمام اختیارات اور ذرائع دیئے جائیں گے' جو موجودہ اعلان تک سٹیٹ بینک آف مشرقی پاکستان کو حاصل ہیں۔

(د) سٹیٹ بینک آف پاکستان بنگلہ دیش حکومت کے بارے میں مندرجہ ذیل اختیارات استعمال کر سکے گا۔ پاکستانی روپے کا شرح تبادلہ مقرر کرنا' ریزرو بینک آف بنگلہ دیش کے اثاثہ کے مطابق نوٹ' سکے جاری کرنا' ریزرو بینک آف بنگلہ دیش کی ہدایات پر غیر ملکی اداروں سے کاروبار کرنا۔

17- (ا) 19 اپریل 1971ء کو چار بجے سہ پہر بنگلہ دیش سے متعلق قومی اسمبلی کا کنونشن ڈھاکہ اسمبلی ہال میں منعقد ہوگا' جس میں بنگلہ دیش کا آئین تیار کیا جائے گا۔ آئین بنگلہ دیش اسمبلی کے پہلے اجلاس کے بعد 45 دن کے اندر تیار کیا جائے گا۔ اس طرح مغربی پاکستان سے منتخب قومی اسمبلی کے نمائندے اس دن اسلام آباد میں سٹیٹ بینک بلڈنگ میں جمع ہوں گے اور 45 دن کے اندر اندر مغربی پاکستان کے متعلق آئین تیار کریں گے۔

(ب) مشرقی اور مغربی پاکستان کے ارکان اسمبلی کے کنونشن میں ایک چیئرمین منتخب کیا جائے گا' جو آئین سازی کا طریق کار طے کرے گا۔

(ج) مغربی پاکستان اور بنگلہ دیش کے آئین تیار ہو جانے کے بعد صدر پاکستان قومی اسمبلی کا اجلاس بلائے گا' جہاں دونوں علاقوں کے ممبران اسمبلی دفاع پاکستان کے لیے آئین تیار کریں گے۔

(د) قومی اسمبلی کے تیار کردہ آئین کا مسودہ صدر مملکت کو توثیق کے لیے پیش کیا جائے گا۔ صدر کو اس کی توثیق مسودہ پیش کرنے کے دن سے سات دن کے اندر اندر کرنا ہوگی' اگر صدر نے سات دن کے اندر آئین پر دستخط نہ بھی کیے تو سات دن کے بعد آئین کو صدر کا منظور شدہ سمجھا جائے گا۔

18- صدر موجودہ اعلامیہ پر عمل درآمد کے لیے موضوع قوانین بنانے کا مجاز ہوگا۔ صدر اس مقصد کے لیے گیارہ ارکان پر مشتمل ایک کونسل تشکیل کرے گا' جس کے چھ ارکان حکومت بنگلہ دیش نامزد کرے گی۔ حکومت پنجاب 2 ارکان حکومت سندھ' بلوچستان اور سرحد ایک ایک رکن بھیجے گی۔

جدول

1- 1962ء کے آئین آرٹیکل 67 کی جگہ مندرجہ ذیل آرٹیکل لے لے گا۔ کوئی بھی ایسا شخص کسی صوبہ کا یا سٹیٹ کا گورنر مقرر نہ کیا جا سکے گا' جو قومی اسمبلی کا انتخاب لڑنے کی قانونی اہلیت نہ رکھتا ہو۔

2- آرٹیکل 68 کی نئی شکل یہ ہوگی۔ بنگلہ دیش سٹیٹ اور مغربی پاکستانی سٹیٹس کے نامزد گورنر کو اپنا عہدہ سنبھالنے سے پہلے متعلقہ سٹیٹ کے ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے سامنے حلف وفاداری دینا ہوگا۔

3- آرٹیکل 70 کی نئی شکل یہ ہوگی۔ پاکستان کے تمام صوبے سٹیٹ یا ریاستیں کہلائیں گے۔ اور ان کی علیحدہ علیحدہ مجلس قانون ساز ہوں گی۔

4- آرٹیکل کی نئی شکل یہ ہوگی۔ سٹیٹ حکومتیں مندرجہ ذیل اہل کاروں پر مشتمل ہوں گی۔

گورنر' وزیراعلیٰ' وزراء اور ڈپٹی' وزیر اعلیٰ قومی اسمبلی میں اکثریتی سیاسی جماعت کا فرد ہوگا۔' وزراء اور ڈپٹی وزراء کا تقرر سٹیٹ گورنر' وزیراعظم کے مشورے سے کرے گا۔ باقی تمام امور مملکت کے لیے بھی اسے وزیراعلیٰ سے مشورہ لینا ہوگا' وزیراعلیٰ کسی وقت بھی اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے سکے گا۔ یہ استعفیٰ گورنر کو دیا جائے گا۔ وزراء اور ڈپٹی

وزراء اپنے استعفیٰ وزیر اعلیٰ کو دیں گے۔ وزیر اعلیٰ' وزراء اور ڈپٹی وزراء کو استعفیٰ دینے کے لیے بھی کہہ سکے گا' اگر کوئی وزیر' وزیراعلیٰ کے کہنے پر استعفیٰ نہ دے گا تو اسے برطرف کیا جا سکے گا' جب بھی سٹیٹ کے وزیراعلیٰ کو اسمبلی میں اکثریت کی حمایت حاصل نہ ہوگی تو اسے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دینا ہوگا۔ اس کے ساتھ اس کی پوری کابینہ کو مستعفی ہونا ہوگا۔

5- آرٹیکل 88 کی نئی شکل یہ ہوگی۔ کوئی بھی سٹیٹ اسمبلی کی منظوری کے بغیر کسی قسم کا کوئی بھی ٹیکس عائد نہیں کر سکتی۔ سٹیٹ اسمبلی کو خزانے میں جمع ہونے والے فنڈز پر تصرف کے پورے اختیارات ہوں گے۔ سٹیٹ گورنمنٹ اپنے تمام اعمال کے لیے سٹیٹ اسمبلی کے سامنے جواب دہ ہوگی۔

6- آرٹیکل 138 کی نئی شکل یہ ہوگی۔ مرکزی حکومت دستوری طور پر اس بات کی پابند ہوگی کہ وفاقی ملازمتوں خصوصاً فوج میں ہر سٹیٹ کی آبادی کے تناسب سے بھرتی کرنے کی مجاز ہوگی۔

قومی اسمبلی کے اختیارات

1- دفاع پاکستان بشمول۔

(ا) پاکستان کی دفاعی سروس جو مرکزی حکومت کی طرف سے ہو اور کسی مسلح افواج کی طرف سے جو پاکستان کی کسی فوجی سروس کے ساتھ شامل ہو۔

(ب) بری' بحری اور فضائی فوج۔

(ج) دفاعی صنعتیں۔

(د) اسلحہ اور گولہ بارود کی ساخت۔

(ہ) کنٹونمنٹ کے علاقے۔

2- خارجی امور بشمول۔

(ا) بیرونی ممالک کے ساتھ تعلقات۔

(ب) بین الاقوامی تنظیمیں اور ادارے اور ان کے فیصلوں پر عمل در آمد۔

(ج) معاہدوں' امن معاہدوں کا بنانا اور ان پر عمل کرانا۔

(د) سفارتی اور تجارتی تعلقات۔

(ہ) بیرونی ممالک' اعلان جنگ اور امن معاہدے۔

(ف) ملکی قوانین کی خلاف ورزی۔

(ک) فضا اور سمندر میں بیرونی معاہدوں کی خلاف ورزی۔

3- پاکستان میں غیر ملکیوں کی آمد اور پاکستانیوں کی بیرون ملک روانگی اور دیگر متعلقہ قواعد۔

4- شہریت وغیرہ۔

5- بین الصوبائی اور بین الاقوامی تجارت۔

6- قومی اقتصادی منصوبہ بندی و تعاون۔

7- کرنسی وغیرہ۔

8- زرمبادلہ وغیرہ۔

9- مرکزی بینک۔

(ا) سٹیٹ بینک۔

(ب) کمرشل بنک۔ ان میں کواپریٹو بینک شامل نہیں۔

10- مرکز کا عوامی قرضہ۔

(ا) مرکز کی ضمانت پر قرضہ جات۔

(ب) بیرونی قرضہ جات۔

11- سٹاک ایکس چینج' جس کا مقصد ہے کہ کاروبار ایک صوبہ تک محدود نہ رہے۔

12- انشورنس۔

13- کارپوریشن کا قیام اور اختتام خواہ تجارتی ہو یا نہ ہو اس کا مقصد بھی یہ ہے کہ کاروبار ایک صوبے تک محدود نہ رہے۔

14- کاپی رائٹ۔

15- جہاز رانی۔

16- فضائی سروس اور طیارے بشمول۔

(ا) ہوائی راستے اور سروسیں۔

(ب) ہوائی اڈے۔

17- طیاروں اور جہازوں کے لیے نصب کیے گئے لائٹ ہاؤس۔

18- بندرگاہیں۔

19- اوزان اور پیمانے۔

20- ڈاک بشمول ڈاک اور سیونگ بنک پوسٹ آفس۔

21- ٹیلی مواصلات بشمول نشریات اور ٹیلی ویژن۔

22- ماہی گیری۔

23- ایٹمی توانائی۔

24- معدنیات' تیل اور گیس۔

25- مرکزی یا مرکز کی طرف سے قائم کردہ صنعتیں۔

26- مرکزی جائیداد۔

27- پاکستان کا سروے۔

28- موسمیات۔

29- قومی لائبریریاں اور عجائب گھر۔

30- خصوصی تحقیق و تعلیم کے لیے قائم کردہ مرکزی ادارے۔

31- قومی اہمیت کی قدیم اور تاریخ یادگاریں۔

32- مردم شماری۔

33- محکمہ جاسوسی۔

34- دفاع، خارجی امور اور قومی تحفظ کی خاطر رد کیے جانے والے اشخاص۔

35- صدر، قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلی، چیف الیکشن کمشنر اور الیکشن کمشنر کے عہدوں کے انتخابات۔

36- سپیکر، ڈپٹی سپیکر اور قومی اسمبلی کے ارکان کا مشاہرہ۔

37- قومی اسمبلی کے اراکین اور کمیٹیوں کے اختیارات۔

38- سپریم کورٹ بشمول۔

(ا) سپریم کورٹ کی تنظیم، قیام، اختیارات وغیرہ۔

(ب) فیس۔

(ج) عدالت میں پریکٹس کرنے والے افراد۔

39- بیرون صوبہ جات سروس۔

40- سنٹرل پبلک سروس کمیشن۔

41- ٹورزم۔

42- مہاجرین کی آبادکاری و امداد۔

43- ٹیکس اور ڈیوٹی۔

(ا) کسٹم ڈیوٹی۔

(ب) ایکسائز ڈیوٹی۔

(ج) کارپوریشن انکم و زرعی ٹیکس۔

(د) اسٹیٹ ڈیوٹی (کرمنل) جائیداد پر ٹیکس۔

(و) خرید و فروخت پر ٹیکس۔

(ز) سامان لانے پر کرمنل ٹیکس۔

(ح) معدنی تیل، قدرتی گیس اور ایٹمی میدان میں کام آنے والے معدنیات پر ٹیکس۔

44- دیگر فیس۔

45- انکوائری اور اعداد و شمار۔

46- عدالتوں کے اختیارات۔

47- قانون کی خلاف ورزی۔

48- امور جو آئین کے تحت ہیں۔

49- واقعاتی امور۔

اگلے روز جب جناب ذوالفقار علی بھٹو اور شیخ مجیب الرحمان نے صدر سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں شیخ مجیب الرحمان نے قومی اسمبلی کا اجلاس جو 25 مارچ کو ہونا تھا، ملتوی کرنے کا مطالبہ کیا، جب صدر کے افسر تعلقات عامہ نے یہ اعلان کیا تو اس سے سیاسی حلقوں کو بہت حیرت ہوئی، کیونکہ مجیب نے تو عدم تعاون کی تحریک ہی اس بناء پر شروع کی تھی کہ قومی اسمبلی کا اجلاس 3 مارچ سے 25 مارچ تک ملتوی کر دیا گیا تھا۔ اب ہر شخص سوچ رہا تھا کہ وہ کیا راز ہے، جس کی وجہ سے مجیب نے قومی اسمبلی کے اجلاس کے التواء کا مطالبہ کیا ہے؟

اس سوال اور اس جیسے دوسرے سوالات کا جواب جناب بھٹو کی 22 مارچ کی پریس کانفرنس، صدر کی 26 مارچ کی نشری تقریر اور جناب بھٹو کی 29 مارچ کی پریس کانفرنس سے مل سکتا ہے۔

"ڈھاکہ میں 22 مارچ کو جناب بھٹو کی پریس کانفرنس"

"جناب ذوالفقار علی بھٹو نے رات ڈھاکہ میں ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ ملک کے موجودہ افسوس ناک سیاسی بحران کے خاتمے کے لیے صدر یحییٰ خان اور شیخ مجیب الرحمٰن کے درمیان جو مفاہمت اور سمجھوتے کے خاکے پر اتفاق ہوا ہے۔ پیپلز پارٹی اس کی شرائط کا مطالعہ کر رہی ہے۔"

"ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے جناب بھٹو نے کہا کہ صدر نے اس سمجھوتے کے خاکے سے مجھے مختصراً آگاہ کر دیا ہے، جس پر ہمارے ساتھ مفاہمت کے بعد عمل در آمد ہوگا۔ جناب بھٹو نے کہا کہ جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم اس بحران کو ختم کرنے کے لیے مفاہمت کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔"

"عوامی لیگ کے سربراہ نے کہا کہ اس سلسلے میں سہ فریقی مفاہمت ہونی چاہیے۔ ایک طرف دونوں اکثریتی پارٹیاں، جو جمہوری طریقے پر منتخب ہوئی ہیں۔ اور دوسری طرف فوج، جسے اقتدار منتقل کرنا ہے۔"

"جب ان سے پوچھا گیا کہ آیا وہ عبوری انتظامات کے ساتھ ساتھ مستقل انتظامات پر بھی غور کر رہے ہیں، تو جناب بھٹو نے جواب دیا کہ عبوری انتظامات کو ہمیشہ اس صورت حال کے مستقل تصفیئے کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔"

"جناب بھٹو سے ان چار شرائط پر تبصرہ کرنے کو کہا گیا، جو شیخ مجیب الرحمٰن نے 25 مارچ کو اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لیے عائد کی ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ انہی پر نہیں، بلکہ بعض دوسرے نکات پر بھی غور کر رہے ہیں۔"

"قومی اسمبلی کے اجلاس کے التواء کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے جناب بھٹو نے کہا کہ صحیح صورت حال یہ ہے کہ ہم وقت چاہتے تھے، تاکہ مفاہمت ہو سکے اور کوئی سمجھوتہ کیا جا سکے۔ اصل پوزیشن یہی ہے اور مفاہمت کے لیے وقت کی ضرورت ہے۔"

"انہوں نے کہا کہ شیخ مجیب الرحمٰن سے آج صبح ان کی ملاقات مفید اور اطمینان بخش تھی۔ انہوں نے کہا۔ میں ایک اور ملاقات کا خیر مقدم کروں گا، جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا انہوں نے الگ ملاقات کی، تو جناب بھٹو نے کہا کہ میں ان کی باتوں کی تردید نہیں کرنا چاہتا، جو شیخ

مجیب الرحمٰن نے نہ کہی ہیں۔ انہوں نے اخباری نمائندے سے کہا۔ وہ اس سلسلے میں مزید تفصیلات پر اصرار نہ کریں۔"

"حکومت پرامن انتقال اقتدار چاہتی ہے"

مغربی پاکستان کی اقلیتی پارٹیوں کا کردار اس دور میں بھی مشکوک رہا۔ صرف خان قیوم خان قومی اتحاد اور یک جہتی کے بارے میں ایک باوقار موقف پر قائم رہے۔ انہوں نے صدر یحیٰی اور جناب بھٹو سے ملاقاتیں کیں۔ انہوں نے چیئرمین بھٹو کے اس خیال سے اتفاق کیا کہ مجیب کے فارمولے پر عمل درآمد سے پاکستان دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا اور اس لیے اس فارمولے کو قبول نہیں کیا جا سکتا' جہاں تک مغربی پاکستان کے دوسرے رہنماؤں کا تعلق ہے' جناب بھٹو نے مجیب فارمولے پر بات چیت کے لیے ان کے پاس وفد بھیجا۔ وفد کی قیادت میاں محمود علی قصوری نے کی۔ وفد میں جناب عبدالحفیظ پیرزادہ' جناب ممتاز علی بھٹو اور میں شامل تھا۔ ہم نے نیشنل عوامی پارٹی کے ایک بنگالی رہنما جناب احمد الکبیر کے مکان پر خان عبدالولی خان' میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ' مولوی مفتی محمود اور جناب غوث بخش بزنجو سے ملاقات کی۔ ہم نے جناب بھٹو کی طرف سے مغربی پاکستان کے ان رہنماؤں کو مندرجہ ذیل تین نکات سے آگاہ کیا۔

1- مجیب کی یہ تجویز کہ قومی اسمبلی کو دو علاقائی کمیٹیوں میں تقسیم کر دیا جائے' قابل قبول نہیں۔ اس کی جگہ اقتدار ایک خودمختار ادارے یعنی قومی اسمبلی کو منتقل کیا جانا چاہیے۔

2- اس فارمولے کا اعلان صدر کی طرف سے اعلان کی شکل میں نہیں ہونا چاہیے۔ اس کی جگہ قومی اسمبلی کو اس پر بحث کرنی چاہیے' کیونکہ صرف قومی اسمبلی ہی اسے منظور یا مسترد کرنے یا اس کی جگہ کوئی نیا فارمولا تیار کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔

3- ہم عوامی لیگ کی طرح اس اعلان کی منظوری پر رضامندی کا اظہار کرنے کے لیے تیار نہیں۔

ان رہنماؤں نے ہمارے نقطہ نظر سے اتفاق کیا' چنانچہ ہم جناب بھٹو کو اس فیصلے سے آگاہ کرنے کے لیے فوراً اپنے ہوٹل واپس چلے گئے۔

یحیٰی خان کی 26 مارچ کی نشری تقریر سے اقتباس

"میں نے اس مہینے کی چھ تاریخ کو اعلان کیا تھا کہ قومی اسمبلی کا اجلاس پچیس مارچ کو ہو گا' کیونکہ مجھے توقع تھی کہ حالات مقررہ تاریخ پر اجلاس کے انعقاد کی اجازت دیں گے' لیکن بعد کے واقعات نے اس واقع کو صحیح ثابت نہیں کیا اور قوم بدستور ایک سنگین بحران سے دوچار رہی۔"

"پوربو پاکستان میں عوامی لیگ نے عدم تعاون اور نافرمانی کی تحریک شروع کر دی تھی اور حالات بہت سنگین ہوتے چلے گئے' حالات کی رفتار بہت تیز تھی اور یہ انتہائی ضروری اور لازمی ہو گیا تھا کہ صورت حال پر جس قدر جلد ہو سکے' قابو پا لیا جائے اس مقصد کے پیش نظر میں نے پچھمی پاکستان میں سیاسی رہنماؤں سے کئی بار بات چیت کی۔ اور پھر مارچ کی پندرہ تاریخ کو ڈھاکہ گیا اور سیاسی بحران ختم کرنے کے لیے شیخ مجیب الرحمٰن سے کئی بار ملاقات کی' چونکہ میں پچھمی پاکستان کے رہنماؤں سے پہلے صلاح و مشورہ کر چکا تھا۔ اس لیے میرے لیے پوربو پاکستان میں بھی ایسا کرنا ضروری تھا' تاکہ ان امور کی نشان دہی ہو سکے' جن پر اتفاق رائے ممکن ہو' اور اس طرح کسی دوستانہ سمجھوتے پر پہنچا جا سکے۔"

"جیسا کہ اخبارات اور دوسرے ذرائع سے بتایا جا چکا ہے۔ شروع میں شیخ مجیب الرحمان کے ساتھ میری بات چیت کچھ آگے بڑھی' جب شیخ مجیب الرحمٰن کے ساتھ میری بات چیت ایک خاص مرحلے پر پہنچ گئی تو میں نے ڈھاکہ میں پچھمی پاکستان کے رہنماؤں کے ساتھ مزید بات چیت ضروری سمجھی۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو اکیس مارچ کو ڈھاکہ پہنچے اور میں نے ان سے کئی بار ملاقات کی۔"

"جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ عوامی لیگ کے سربراہ نے قومی اسمبلی کے اجلاس سے قبل مارشل لاء کے خاتمے اور اقتدار اعلیٰ کی منتقلی کا مطالبہ کیا تھا۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے میرے ساتھ بات چیت میں تجویز پیش کی تھی کہ عبوری مدت کے لیے میری طرف سے ایک اعلان جاری کیا جائے' جس کے ذریعہ مارشل لاء ہٹا لیا جائے' صوبائی حکومتیں قائم کر دی جائیں اور قومی اسمبلی کا اجلاس ابتدائی طور پر دو کمیٹیوں کے اجلاس کی شکل میں ہو' جن میں سے ایک پوربو پاکستان کے اور دوسری پچھمی پاکستان کے ارکان پر مشتمل ہو۔"

اس سکیم میں بعض سنگین قانونی اور دوسری خامیوں کے باوجود میں پرامن انتقال اقتدار کی خاطر اس تجویز سے اصولی اتفاق کے لیے تیار تھا' لیکن میری ایک شرط تھی کہ تمام سیاسی لیڈر اس تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کریں' چنانچہ میں نے اس تجویز کے بارے میں دوسرے سیاسی لیڈروں سے بات چیت کی۔ میں نے دیکھا کہ وہ تمام اس بات پر متفق تھے کہ میری طرف سے مجوزہ اعلان کی کوئی قانونی بنیاد نہیں ہو گی۔ اس کو نہ مارشل لاء کا تحفظ حاصل ہو گا اور نہ یہ عوام کی خواہش پر مبنی کہلا سکے گا۔ اور اس طرح ایک خلاء پیدا ہو جائے گا' جس کا نتیجہ انتشار اور بدنظمی ہو گا۔ ان سیاسی لیڈروں نے یہ رائے بھی ظاہر کی کہ قومی اسمبلی کو دو حصوں میں تقسیم کرنے سے علیحدگی پسندی کے ان رجحانات کو جو پہلے سے موجود ہیں۔ تقویت ملے گی' لہٰذا ان رہنماؤں نے تجویز پیش کی کہ اگر مارشل لاء ہٹانا اور عبوری مدت کے دوران میں اقتدار منتقل کرنا

ہے تو قومی اسمبلی کا اجلاس ہونا چاہیے' جس میں ایک عبوری آئین منظور کرنے کے بعد میرے سامنے منظوری کے لیے پیش کیا جائے۔ میں نے ان لیڈروں کی رائے سے مکمل اتفاق کیا اور ان سے کہا کہ وہ شیخ مجیب الرحمٰن کو اس سلسلے میں معقول رویہ اختیار رکھنے کے لیے کہیں۔"

"میں نے ان سیاسی لیڈروں سے کہا کہ وہ شیخ مجیب الرحمٰن کو سمجھائیں کہ ایسی سکیم جس کے ذریعے اقتدار کا سرچشمہ یعنی مارشل لاء ختم کر دیا جائے اور اس کی جگہ قومی اسمبلی کے اجلاس کے ذریعے عوام کی خواہشات پر مبنی انتظامات بھی نافذ نہ کیے جائیں تو اس کا لازمی نتیجہ انتشار ہوگا۔ یہ سیاسی لیڈر شیخ مجیب الرحمٰن سے ملنے' صورت حال سمجھانے اور انہیں اس بات پر راضی کرنے پر آمادہ ہوگئے کہ انتقال اقتدار کے لیے جو بھی عبوری انتظام کیا جائے 'وہ قومی اسمبلی کی طرف سے ہو۔

سیاسی رہنماؤں کی پریشانی

"یہ سیاسی لیڈر قومی اسمبلی کو شروع ہی سے دو حصوں میں تقسیم کرنے کے سلسلے میں شیخ مجیب کی تجویز پر گہری تشویش کا اظہار کر رہے تھے اور ان کا خیال تھا کہ ایسا کرنا پاکستان کی سالمیت کے بالکل خلاف ہوگا۔"

"میرے' شیخ مجیب الرحمان اور پیپلز پارٹی کے سربراہ کے درمیان جو ملاقات ہوئی۔ اس میں پیپلز پارٹی کے چیئرمین جناب بھٹو نے بھی ایسی ہی رائے ظاہر کی۔"

"23 مارچ کو جو سیاسی رہنما شیخ مجیب الرحمٰن سے ملاقات کے لیے گئے تھے وہ میرے پاس آئے اور بتایا کہ شیخ مجیب الرحمٰن اپنی سکیم میں کسی تبدیلی کے لیے تیار نہیں۔ شیخ مجیب الرحمٰن صرف یہ چاہتے تھے کہ میں ایک اعلان کے ذریعے مارشل لاء ہٹا لوں اور اقتدار منتقل کر دوں۔"

"شیخ مجیب الرحمٰن کی طرف سے عدم تعاون کی تحریک کا آغاز ملک کے ساتھ غداری ہے۔ وہ اور ان کی پارٹی تین ہفتے سے قانونی حکومت کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ انہوں نے پاکستان کے پرچم کی توہین کی اور بابائے قوم کی تصویروں کی بے حرمتی کی ہے۔ وہ ایک متوازی حکومت قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے انتشار' دہشت اور عدم تحفظ کی فضا پیدا کر دی ہے۔

"اس تحریک کے نام پر کئی قتل ہوئے' ہمارے لاکھوں بنگالی بھائی اور وہ لوگ جو پوربو پاکستان میں بسے ہوئے ہیں۔ خوف و ہراس کے دور سے گزر رہے ہیں اور بہت سے لوگوں کو اپنی جان کے خوف سے پوربو پاکستان چھوڑنا پڑا۔"

"پوربو پاکستان میں مسلح افواج متعین ہیں۔ انہیں ہر قسم کی طعنہ زنی اور بے عزتی کا شکار ہونا پڑا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسلح افواج نے شدید اشتعال انگیزی کے باوجود جس صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس پر میں ان کی تعریف کرتا ہوں۔ ان کا جذبہ تنظیم قابل ستائش ہے اور مجھے ان پر فخر ہے۔"

"میں شیخ مجیب الرحمٰن اور ان کے ساتھیوں کے خلاف کئی ہفتے پہلے ہی قدم اٹھا سکتا تھا' لیکن میں نے اس بات کی پوری کوشش کی کہ صورت حال کو اس طرح قابو میں لایا جائے کہ انتقال اقتدار کے منصوبے پر کوئی اثر نہ پڑے۔"

"اس مقصد کو حاصل کرنے کی خاطر میں یکے بعد دیگرے غیر قانونی حرکتوں کو برداشت کرتا رہا اور ساتھ ہی ساتھ ہر ممکن کوشش کرتا رہا کہ کوئی مناسب حل نکل آئے۔"

"میں نے اور متعدد سیاسی جماعتوں نے شیخ مجیب الرحمٰن کو معقول رویہ اختیار کرنے کی جو کوششیں کیں۔ ان کا میں پہلے ہی ذکر کر چکا ہوں' ہم نے اس سلسلے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا' لیکن انہوں نے تعمیری انداز میں سوچنے سے انکار کر دیا۔

"دوسری طرف شیخ مجیب الرحمٰن اور ان کے ساتھی حکومت کی بالادستی کی ڈھاکہ میں میری موجودگی کے دوران میں بھی خلاف ورزی کرتے رہے۔ انہوں نے جس اعلان کی تجویز پیش کی تھی وہ ایک جال کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ انہیں اس بات کا علم تھا کہ اس اعلان کی اس کاغذ کے برابر بھی حیثیت نہیں ہوتی' جس پر وہ لکھا جاتا اور مارشل لاء اٹھائے جانے کی وجہ سے جو خلاء پیدا ہوتا۔ اس میں کسی کی پرواہ کیے بغیر جو چاہتے کرتے۔ ان کی ضد' ہٹ دھرمی اور معقول بات کرنے سے انکار سے صرف ایک نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔ کہ وہ اور ان کی پارٹی پاکستان کے دشمن ہیں اور پوربو پاکستان کو ملک سے مکمل طور پر علیحدہ علیحدہ کرنا چاہتے ہیں۔

"انہوں نے پاکستان کی سالمیت اور یک جہتی پر حملہ کیا ہے' یہ جرم معاف نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ چند اقتدار کے بھوکے اور وطن دشمن افراد ملک کو تباہ کر دیں اور بارہ کروڑ عوام کی قسمت سے کھیلیں۔

"چھ مارچ کو قوم سے خطاب کرتے ہوئے' میں نے آپ سے کہا تھا کہ مسلح افواج کا یہ فرض ہے کہ پاکستان کی سالمیت اور یک جہتی کا تحفظ کریں۔ میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اپنا فرض انجام دیں اور حکومت کی بالادستی کو مکمل طور پر بحال کریں۔"

سیاسی سرگرمیوں پر پابندی

"ملک میں سنگین صورت حال کے پیش نظر میں نے ملک بھر میں

تمام سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگانے کا فیصلہ کیا ہے' جہاں تک عوامی لیگ کا تعلق ہے' اس پر سیاسی جماعت کی حیثیت سے مکمل طور پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ پریزیڈنٹ نے کہا۔ میں نے مکمل پریس سنسرشپ نافذ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان فیصلوں کے نفاذ کے لیے بہت جلد مارشل لاء قوانین جاری کیے جائیں گے۔"

"آخر میں میں آپ لوگوں کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میرا مقصد عوام کے منتخب نمائندوں کو اقتدار منتقل کرنا ہے' جونہی حالات سازگار ہوئے' میں اس نصب العین کے حصول کے لیے نئے اقدامات کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ پوربو پاکستان میں حالات بہت جلد سدھر جائیں گے۔ اور ہم اپنی منزل کی جانب قدم بڑھا سکیں گے۔"

"میں اپنے ہم وطنوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ صورت حال کی نزاکت کو سمجھیں' جس کی تمام تر ذمہ داری پاکستان کے مخالف اور علیحدگی پسند عناصر پر عائد ہوتی ہے۔ آپ باشعور شہریوں کی طرح کام کریں' کیونکہ اس میں پاکستان کا تحفظ اور نجات ہے۔"

"خدا آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔"

دستاویز 19

یحیٰ' مجیب' بھٹو مذاکرات

تاج الدین احمد کا بیان

پاکستان کے سیاسی مستقبل کے بارے میں جنرل یحیٰ اور شیخ مجیب الرحمان کے درمیان پہلے اہم مذاکرات وسط جنوری میں ہوئے۔ ان مذاکرات میں جنرل یحیٰ نے عوامی لیگ کے اپنے پروگرام کے بارے میں وابستگی اور خلوص کی حد سے متعلق اندازہ لگایا اور اسے یقین ہوگیا کہ وہ اپنے مقصد کے بارے میں پوری طرح آگاہ ہیں لیکن توقع کے برعکس یحیٰ نے دستور کے بارے میں اپنے خیالات کو ظاہر ہونے نہیں دیا تھا۔ جنرل یحیٰ نے مجیب الرحمٰن کے پیش کردہ چھ نکات کے بارے میں کچھ اس قسم کا تاثر دیا کہ اسے ان تمام نکات میں سے کوئی نکتہ بھی انتہائی نوعیت کا قابل اعتراض دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن اس نے اس بات پر زور دیا کہ مغربی پاکستان میں پاکستان پیپلز پارٹی کے ساتھ افہام و تفہیم سے کام لینا پڑے گا۔

مذاکرات کا اگلا دور 27 جنوری 1971ء سے پاکستان پیپلز پارٹی اور عوامی لیگ کے مابین ڈھاکہ میں ہوا جس میں بھٹو اور اس کی ٹیم نے عوامی لیگ کے ساتھ متعدد اجلاس کیے جن میں دستور کے بارے میں بحث و مباحثہ ہوتا رہا۔

یحیٰ کے برعکس مسٹر بھٹو نے دستور کی ہیئت کے بارے میں کوئی ٹھوس تجاویز پیش نہ کیں بلکہ وہ اور اس کے مشیر زیادہ تر چھ نکات کے مضمرات کو زیر بحث لاتے رہے۔ چونکہ ان کے اعتراضات خالصتاً منفی انداز لیے ہوئے تھے اور وہ اپنے ساتھ کوئی باقاعدہ جامع تجویز نہیں لائے تھے۔ ایسی صورت میں بات چیت کو ایسے سنجیدہ مذاکرات تک لے جانا ممکن نہیں تھا جہاں دونوں پارٹیوں کے درمیان موجود خلیج کو پاٹا جا سکتا۔ ظاہری لحاظ سے مسٹر بھٹو کی حیثیت ایسی نہیں تھی کہ وہ اپنی طرف سے کوئی معاملہ بندی کر سکیں۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ پی پی پی کی طرف سے ڈھاکہ چھوڑتے وقت ایسا کوئی تاثر نہیں دیا گیا تھا کہ اس کے اور عوامی لیگ کے درمیان ہونے والے مذاکرات تعطل کے شکار ہوگئے تھے۔ بلکہ انہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ مذاکرات کے لیے تمام دروازے کھلے ہیں اور مغربی پاکستان کے لیڈروں کے ساتھ مذاکرات کے بعد پی پی پی عوامی لیگ کے ساتھ یا تو مذاکرات کا دوسرا اور مزید افادی دور شروع کرے گی یا پھر وہ قومی اسمبلی میں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھیں گے جہاں اسمبلی کی متعینہ کمیٹی آئین پر بحث و تمحیص کے کھلے مواقع فراہم کرے گی۔

ایسی صورت حال میں مسٹر بھٹو کا قومی اسمبلی سے بائیکاٹ کا اعلان انتہائی حیران کن بات تھی۔ بائیکاٹ کا اعلان اس لیے بھی حیران کن تھا کہ مسٹر بھٹو کی بات مانتے ہوئے صدر پاکستان نے شیخ مجیب الرحمٰن کی یہ دلیل رد کر دی تھی کہ قومی اسمبلی کا اجلاس 15 فروری کو ہونا چاہیے جبکہ مسٹر بھٹو کی خواہش کے مطابق یہ اجلاس 3 مارچ کو طلب کیا گیا تھا۔

مسٹر بھٹو نے قومی اسمبلی سے بائیکاٹ کے فیصلے کے پیش نظر مغربی پاکستان کی تمام دوسری پارٹیوں کے خلاف دھمکی آمیز مہم شروع کر دی۔ ان کو اسمبلی کے اجلاس میں شرکت سے روکا جا سکے۔ اس بات کا مکمل ثبوت موجود ہے کہ اس مہم میں جنرل یحیٰ کے قریبی ساتھی اور نیشنل سیکیورٹی کونسل کے چیئرمین لیفٹیننٹ جنرل عمر نے بھٹو کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے مغربی پاکستان کے متعدد لیڈروں پر اپنا ذاتی اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے انہیں اسمبلی کے اجلاس میں شرکت سے باز رکھا۔

مسٹر بھٹو اور لیفٹیننٹ جنرل عمر کی طرف سے دباؤ کے تمام حربے استعمال کرنے کے باوجود پاکستان پیپلز پارٹی اور قیوم لیگ کے علاوہ مغربی پاکستان سے دیگر تمام ممبران قومی اسمبلی نے 3 مارچ کے اجلاس میں شرکت کے لیے مشرقی پاکستان کی سیٹیں بک کروا لی تھیں۔

جنرل یحیٰ کی 6 مارچ والی تقریر سے یوں لگتا تھا کہ اس نے ٹکراؤ میں اضافے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ اس نے اپنی انتہائی جوش دلانے والی

تقریر میں اس نازک صورت حال کی ساری کی ساری ذمہ داری عوامی لیگ پر ڈال دی اور خراب صورت حال کے خالق مسٹر بھٹو کا حوالہ تک نہ دیا گیا تھا۔

یحییٰ خان کے لیے 7 مارچ کو خودمختاری کا اعلان متوقع تھا۔ ڈھاکہ میں فوج کو تحریک کو کچلنے کے لیے پوری طرح سے ہوشیار کر دیا گیا تھا۔ اور لیفٹیننٹ جنرل ٹکا خان لیفٹیننٹ جنرل یعقوب کی جگہ لینے کے لیے ڈھاکہ پہنچ گئے تھے' تاکہ عوام سے سختی کے ساتھ نپٹا جا سکے۔

دوسری طرف شیخ مجیب نے عوام میں خودمختاری کے جذبات کے باوجود ایک بار پھر سیاسی تصفیے کی راہ اپنالی۔ انہوں نے قومی اسمبلی کے اجلاس کے لیے اپنی چار نکاتی تجاویز پیش کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ اپنے عوام کے جذبات کا خیال رکھا۔ بلکہ یحییٰ خان کو بھی پرامن تصفیے کے لیے ایک آخری موقع فراہم کیا۔

اب یہ بات نوشتہ دیوار تھی کہ یحییٰ خان اور اس کے جرنیلوں کو پاکستان کی نازک سیاسی صورت حال کے پرامن حل میں رتی برابر بھی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ صرف اور صرف وقت حاصل کرنے میں دلچسپی رکھتے تھے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ فوجی سازو سامان بنگلہ دیش پہنچا سکیں۔

یحییٰ خان کا ڈھاکہ کا دورہ اس کشت و خون کے پلان پر محض پردہ ڈالنا تھا اور اب یہ بات طشت ازبام ہو چکی ہے کہ ان نازک لمحات میں فوجی ایکشن کا باقاعدہ پلان ان حالات سے بہت پہلے شروع کر دیا گیا تھا۔

یکم مارچ سے چند روز پہلے وہ ٹینک جو کہ شمال سے سرحد کی حفاظت کے پیش نظر رنگپور میں بھیج دیئے گئے تھے' انہیں ڈھاکہ واپس منگوا لیا گیا تھا۔ جبکہ یکم مارچ سے بنگلہ دیش میں مقیم فوجیوں کے لواحقین کو دیگر مغربی پاکستانی کاروباری خاندانوں کے ہمراہ ترجیحی بنیادوں پر مغربی پاکستان بھیجنا شروع کر دیا تھا۔

یکم مارچ کے بعد سے فوجی انتظامات میں بڑی تیزی آگئی اور یہ سلسلہ 25 مارچ تک کے مذاکرات تک مسلسل جاری رہا۔ سادہ لباس میں ملبوس مسلح افواج کے افراد پی۔ آئی۔ اے کی کمرشل پروازوں کے ذریعے براستہ سیلون ڈھاکہ پہنچنے لگے جبکہ فوجی سازو سامان سے لدے پھندے سی 130 ڈھاکہ کے ہوائی اڈے پر اترنے لگے۔

ایک اندازے کے مطابق یکم اور 25 مارچ کے دوران ایک ڈویژن فوج مع ضروری سازو سامان کے بنگلہ دیش پہنچا دی گئی۔ سکیورٹی کے پیش نظر ایئرپورٹ کو ایئرفورس کے سخت کنٹرول میں دے دیا گیا اور ایئرپورٹ کے اردگرد وافر تعداد میں توپیں اور مشین گنیں فٹ کر دی گئیں۔ ایئرپورٹ پر آنے جانے والے ہر مسافر پر کڑی نظر رکھی جاتی۔

سپیشل سروسز گروپ کے کمانڈوز کا ایک گروپ جو کہ خفیہ اپریشن' سبوتاژ اور قتل و غارت کی خصوصی مہارت رکھتا تھا' کو بنگلہ دیش کے اہم شہروں میں پھیلا دیا گیا اور قیاس ہے کہ 25 مارچ سے دو روز قبل ڈھاکہ اور سید پور میں بنگالیوں پر ہونے والے حملوں میں وہ لوگ ملوث تھے جس سے مقامی اور غیر مقامی آبادی کے درمیان ٹکراؤ میں مزید شدت آگئی اور یوں فوجی مداخلت کا جواز پیدا کیا گیا۔

اس دھوکہ دہی کی حکمت عملی کے ایک حصے کے طور پر یحییٰ خان نے مجیب الرحمٰن سے مذاکرات کے دوران اپنا رویہ انتہائی مصالحت آمیز رکھا۔ 26 مارچ کو شروع ہونے والے مذاکرات میں اس نے ماضی میں رونما ہونے والے واقعات پر اظہار افسوس کیا اور سیاسی تصفیے کے بارے میں اپنی نیک نیتی کا یقین دلایا۔

شیخ مجیب کے ساتھ ایک اہم میٹنگ میں عوام کی پوزیشن کے حوالے سے عوامی لیگ کی چار نکاتی تجاویز کے بارے میں یحییٰ نے کہا کہ اسے ان چار نکاتی تجاویز پر کوئی بنیادی اعتراض نہیں اور یہ کہ دونوں اطراف کے ماہرین مل بیٹھ کر ان نکات پر مبنی ایک عبوری دستور ترتیب دے سکتے ہیں۔

وہ بنیادی نکات جن پر فریقین کے مابین معاہدہ طے پایا' یہ تھے۔

1- ایک صدارتی اعلان کے ذریعے مارشل لاء کا فوری خاتمہ اور سول حکومت کو اختیارات کی منتقلی۔

2- صوبوں میں اکثریتی پارٹی کو اختیارات کی منتقلی۔

3- مرکزی حکومت میں یحییٰ خان بدستور صدارت کے عہدے پر فائز رہیں گے۔

4- مشرقی اور مغربی پاکستان کے ممبران قومی اسمبلی کے علیحدہ علیحدہ اجلاس ہوں گے جو کہ ایک مشترکہ اجلاس کے لیے ابتدائی کام کریں گے جس میں ملکی دستور کو حتمی شکل دی جائے گی۔

بھٹو کے اشتعال انگیز رویے کے برعکس اب یحییٰ خان نے بھٹو کو راضی رکھنے کی خاطر قومی اسمبلی کے جدا جدا اجلاس کی تجویز پیش کر دی۔ انہوں نے اس سلسلے میں عملی مفادات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا "چھ نکات بنگلہ دیش اور مرکز کے مابین تعلقات کے نپٹنے کے عمل کو بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ لیکن مغربی پاکستان میں ان کا نفاذ مختلف انواع کی مشکلات کا باعث بنے گا۔ لٰہذا اس بناء پر مغربی حصے کے ممبران قومی اسمبلی کو موقع دیا جائے کہ وہ چھ نکات کے سیاق و سباق کے حوالے سے تعلقات کے لیے نئے انداز اور ون یونٹ کے خاتمے کے بارے میں طریقے کار کا تعین کر سکیں۔"

عارضی تصفیے کے اس حصے پر غور و خوض کرنے کے لیے صدر کے مشیر برائے اقتصادی امور سٹر ایم۔ ایم احمد خصوصی طور پر ڈھاکہ پہنچے۔ عوامی لیگ کے مشیروں سے مذاکرات کے دوران انہوں نے واضح کیا کہ جب تک کوئی سیاسی تصفیہ طے نہیں پا جاتا' ان نکات پر خواہ

عبوری مدت کے لیے ہی کیوں نہ ہو کسی قسم کی کوئی گفت و شنید نہیں ہو سکتی۔

عوامی لیگ کے پیش کردہ مسودہ تجاویز میں صرف تین حتمی ترمیمات نے یہ بات واضح کر دی تھی کہ عوامی لیگ کے موقف اور گورنمنٹ کے نقطہ نظر کے درمیان اختلاف اصولی بنیادوں کی بجائے صرف مسودے کے اختصاری جملوں اور تحریر پر تھا۔ عوامی لیگ نے اپنے 24 مارچ کے اجلاس میں ان ترمیمات کو چند ایک زبان و بیان کی تبدیلیوں کے ساتھ منظور کر لیا تھا اور اب عبوری دستور کو آخری شکل دینے کے لیے یحییٰ اور مجیب کے مشیروں کی میٹنگ کی راہ میں بظاہر کوئی شے حائل نہیں تھی۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ کسی سٹیج پر بھی ان مذاکرات میں تعطل پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی جنرل یحییٰ یا اس کی ٹیم کے ارکان کی طرف سے کوئی ایسا اشارہ دیا گیا کہ وہ کسی ایسی صورت حال پر پہنچ گئے ہیں جو ان کے لیے باعث ندامت ہو۔

جہاں تک اختیارات کی منتقلی کے سلسلے میں آئینی تحفظ کا سوال ہے تو یہ سب یحییٰ کی طرف سے انسانی کشت و خون پر پردہ ڈالنے کے لیے من گھڑت اور تاخیری حربہ تھا۔ وہ اور اس کی ٹیم اس لائن پر آمادہ ہو گئی تھی کہ انڈین خودمختاری ایکٹ 1947ء کی طرز پر اختیارات کی منتقلی ایک صدارتی اعلان کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ انتظامات کے سلسلے میں کوئی آئینی تحفظ موجود نہ ہونے کے بارے میں اعتراض مسٹر بھٹو نے اٹھایا جسے یحییٰ خان کی آشیرباد حاصل تھی۔ لیکن یہ سوال شیخ مجیب الرحمٰن اور یحییٰ خان کے درمیان کبھی بھی وجہ تنازعہ نہیں رہا تھا۔

اس بات میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ یحییٰ خان نے اشارہ دیا تھا کہ اختیارات کے انتقال کے لیے قومی اسمبلی کا اجلاس ضروری ہے۔ عوامی لیگ اس معمولی سی نوعیت کی آئینی باریکی کی وجہ سے مذاکرات میں کوئی تعطل پیدا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ بہرحال بطور اکثریتی پارٹی عوامی لیگ کو اس قسم کے کسی اجلاس سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں تھی اور قومی اسمبلی کے علیحدہ علیحدہ اجلاس پر صادر کرنا پارٹی کے بنیادی موقف کی بجائے دراصل مسٹر بھٹو کو راضی کرنے کے لیے تھا۔

یہ بات مصدقہ ہے کہ دونوں مخالف پارٹیوں کے مابین ایک اصولی معاہدہ طے پا گیا تھا۔ جس کا اظہار مسٹر بھٹو نے اپنی 25 مارچ کی پریس کانفرنس میں بھی کیا تھا اس کے متعلق کوئی بھی بات وثوق سے نہیں کہی جا سکتی کہ جنرل یحییٰ اور بھٹو کے درمیان ہونے والی علیحدہ ملاقات میں کیا کچھ طے پایا لیکن اس بات کا مکمل ثبوت موجود ہے کہ عوامی لیگ اور یحییٰ خان کی ٹیم کے مابین ہونے والے مذاکرات کے بارے میں پاکستان پیپلز پارٹی کو جان بوجھ کر غلط سلط اور جھوٹی معلومات فراہم کی گئیں۔

انہیں بتایا گیا کہ شیخ مجیب الرحمٰن مذاکرات کو ناکام بنانے پر تلے ہوئے ہیں اور یہ کہ وہ ہر روز اپنے مطالبات میں اضافہ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ عوامی لیگ اور جنرل یحییٰ کے مشیروں کے مابین ہونے والے مذاکرات اسی قسم کے شکوک و شبہات سے نہ صرف مبرا تھے بلکہ یہ تمام تر مذاکرات بڑے دوستانہ اور خوش امیدی کی فضا میں اختتام پذیر ہوئے۔

اور اب جب کہ کسی تصفیئے کی امید بن چلی تھی' فوج کی طرف سے چٹاگانگ کی بندرگاہ میں کھڑے جہاز' ایم۔ وی سوات پر سے گولا بارود اتارنے کے فوری فیصلے نے اس معاہدے کے لیے ایک بدشگونی کی کیفیت پیدا کر دی گئی۔ اس فیصلے سے قبل چٹاگانگ گریژن کے بنگالی کمانڈر بریگیڈیر موجمدار کو فوری طور پر اس کی کمان سے ہٹا کر اس کی جگہ ایک مغربی پاکستانی آفیسر کو متعین کر دیا گیا تھا۔

24 مارچ کی رات کو بریگیڈیئر موجمدار کو ایک فوجی دستے کی معیت میں بذریعہ ہوائی جہاز ڈھاکہ بھیج دیا گیا اور خیال ہے کہ اسے بعد میں ختم کر دیا گیا اس حقیقت کے باوجود کہ گزشتہ 17 روز سے گودی کے مزدوروں نے عدم تعاون کی صورت میں فوج کو اس کام سے باز رہنے کے لیے کہا تھا' نئے آفیسر کمانڈنگ نے مقامی حکام کو جہاز سے اسلحہ اتارنے کے سلسلے میں ایک حکم جاری کر دیا۔ جہاز سے گولا بارود اتارنے کا فوجی فیصلہ باقاعدہ طے شدہ اشتعال انگیزی تھی۔ جس کے خلاف ایک لاکھ لوگوں نے چٹاگانگ کی سڑکوں پر مظاہرہ کیا اور جواباً فوج نے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ یہ مسئلہ دوران مذاکرات عوامی لیگ نے جنرل پیرزادہ کے سامنے اٹھایا اور استفسار کیا کہ ابھی جب مذاکرات کا سلسلہ جاری ہے' فوج کو اس چڑھائی کی اجازت کیوں دی گئی۔ جنرل پیرزادہ نے اس سلسلے میں خود تو کوئی جواب نہ دیا البتہ وعدہ کیا کہ وہ اس واقعے کو جنرل یحییٰ تک پہنچا دے گا۔

24 تاریخ کو جنرل یحییٰ اور عوامی لیگ کے مشیروں کے درمیان ہونے والی آخری میٹنگ کے بعد جس میں مسٹر ایم۔ ایم۔ احمد نے اپنی طرف سے ترمیمات پیش کی تھیں' جنرل پیرزادہ کی طرف آخری اور فیصلہ کن اجلاس کے لیے فون کال کا شدت سے انتظار تھا تاکہ اس آخری اجلاس میں ڈرافٹ (مسودے) کو قطعی شکل دی جا سکے۔ لیکن یہ فون کال پھر کبھی نہ آ سکی اور اس کی بجائے یہ معلوم ہوا کہ مسٹر ایم۔ایم۔احمد جو کہ ان مذاکرات میں مرکزی کردار کے حامل تھے' عوامی لیگ کی ٹیم کو اطلاع دیئے بغیر 25 مارچ کی صبح کو اچانک کراچی پرواز کر گئے۔ 25 مارچ کی رات 11 بجے تک فوج نے تمام تیاریاں مکمل اور فوجی دستوں نے شہر میں اپنی پوزیشنیں سنبھال لی تھیں۔ 25 مارچ کی نصف شب کو ڈھاکہ کے پرامن اور معصوم شہریوں پر طے شدہ پروگرام

کے مطابق کشت و خون اور غارت گری کا دروازہ کھول دیا گیا تھا۔ دھوکے فریب کا یہ ایک ایسا مظاہرہ تھا جس کی مثال عصری تاریخ میں نہیں ملتی۔

(مورخہ 17 اپریل 1971ء کو وزیراعظم بنگلہ دیش کا دنیا بھر کے عوام کے نام مجیب نگر سے جاری کردہ بیان سے اقتباس)

ترجمہ: نسرین نقوی

دستاویز 20

یحییٰ، مجیب، بھٹو مذاکرات

ڈاکٹر کمال حسین کا بیان

یحییٰ خان 15 مارچ کو ڈھاکہ پہنچے اور 16 مارچ کو ان کی ملاقات شیخ مجیب الرحمٰن سے ہوئی۔ یہ ملاقات تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہی۔ واپسی پر شیخ مجیب نے پارٹی کے جن سینئر ممبران کو بلایا میں بھی ان لیڈروں میں شامل تھا اور پھر یہ طریقہ کار آئندہ کئی ہفتوں تک جاری رہا۔ جب کبھی یحییٰ یا ان کے مشیروں سے کوئی میٹنگ ہوتی تو اس کا جائزہ لینے کے لیے ہماری ایک ایسی میٹنگ ضروری ہوتی۔ شیخ مجیب نے ہمیں بتایا کہ یحییٰ خان میٹنگ کے دوران قومی اسمبلی کے اجلاس کے التوا کے بارے میں اپنی وضاحتیں پیش کرتے رہے۔ اس میٹنگ میں شیخ مجیب نے قومی اسمبلی کے اجلاس کو ملتوی کرنے کا فیصلہ کرنے سے قبل بطور اکثریتی پارٹی لیڈر کے اس سے صلاح مشورہ نہ کرنے پر یحییٰ خان کو مورد الزام ٹھہرایا۔

یحییٰ خان نے کہا کہ وہ موجودہ صورت حال کا کوئی مثبت حل چاہتا ہے۔ جس پر شیخ مجیب نے اس پر واضح کیا کہ جو کچھ ہو چکا ہے اور عوام کے موڈ کے پیش نظران کے 7 مارچ کو پیش کردہ مطالبے خاص طور پر مارشل لاء کے فوری خاتمے اور منتخب نمائندوں کو اقتدار کی منتقلی سے کم تر کوئی شے مطمئن نہیں کر سکتی۔ اس پر یحییٰ نے کہا کہ اسے بتلایا گیا ہے کہ دستور کی تشکیل سے قبل مارشل لاء کا خاتمہ کئی ایک آئینی مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔ جواباً شیخ مجیب نے کہا کہ وہ اس سلسلے میں اپنے آئینی ماہرین سے کہیں گے کہ وہ یحییٰ خان کے مشیروں سے مل کر معاملات طے کریں اور ان کو یقین دلائیں کہ کسی قسم کی آئینی مشکلات کا کوئی امکان نہیں۔

اس کے بعد شیخ مجیب نے مجھے ہدایت کی کہ میں اسی شام لیفٹیننٹ جنرل پیرزادہ سے مل کر ان سے متوقع آئینی مشکلات پر بات چیت کروں۔ میں اسی شام پیرزادہ سے ملا اور اس پر واضح کیا کہ وہ قومی اسمبلی کے اجلاس کو انتہائی نامناسب طریقے سے ملتوی کرنے کا قصوروار ہے اور اسے بتایا کہ جس طریقے سے یہ سب کچھ کیا گیا ہے یہ ایک طرح سے پوری بنگالی قوم کی تذلیل ہے۔ اس پر وہ کچھ پریشان اور پشیمان دکھائی دینے لگا۔ پھر وہ مارشل لاء کے فوری خاتمے اور منتخب نمائندوں کو اقتدار کی منتقلی کے سوال کی طرف آیا۔ اس نے دلیلاً" کہا کہ اگر کسی آئین کی تشکیل کے بغیر مارشل لاء اٹھایا جاتا ہے تو پھر ایسی صورت میں ایک آئینی خلا پیدا ہو جائے گا۔ میں نے فی الفور اس کی اس دلیل کی رد میں کہا کہ مارشل لاء کے خاتمے اور آئین کے نفاذ کے درمیان عبوری دور کے لیے صدر/چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے ایک اعلان کے ذریعے عارضی انتظامی حکمنامہ جاری کیا جا سکتا ہے۔ (جو عملاً ایک عبوری آئین ہوگا) اور اسی حکم نامے کے ذریعے مارشل لاء کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ یہ دلیل آئندہ ہونے والے مذاکرات کے خدوخال میں اہمیت کی حامل تھی۔

17 مارچ کی صبح کو شیخ مجیب نے پھر یحییٰ سے ملاقات کی اور مارشل لاء کے خاتمے اور منتخب نمائندوں کو اختیارات کی منتقلی کے بارے میں اپنے مطالبات کو دہرایا۔ یحییٰ نے پھر آئینی مشکلات کا ذکر کیا اور کہا کہ جسٹس کارنیلیئس کو اس بارے میں غور و خوض کرنے کے بعد بطور قانونی مشیر ڈھاکہ بلوایا ہے۔ لہٰذا یحییٰ کے مشیروں اور عوامی لیگ کی ٹیم کے مابین ایک میٹنگ کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ 17 مارچ کی شام مجھے، سید نذر الاسلام اور تاج الدین کو یحییٰ خان کی ٹیم جو کہ پیرزادہ، کارنیلیئس اور کرنل حسن (جج ایڈووکیٹ جنرل) پر مشتمل تھی، کے ساتھ مذاکرات کے لیے نامزد کیا گیا۔ پیرزادہ کے ساتھ مذاکرات کا آغاز شیخ مجیب اور یحییٰ کے درمیان ہونے والی صبح کی میٹنگ کے حوالے سے ہوا جس میں شیخ مجیب نے یحییٰ کو صدارتی اعلان پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ بات چیت کے دوران انہوں نے ان مذاکرات سے برآمد ہونے والی چند بنیادی عناصر کی طرف اشارہ کیا جو اس اعلان کے متقاضی تھے۔ ان کے کہنے کے مطابق شیخ مجیب نے تجویز پیش کی کہ مشرقی حصے کے لیے آئین اسی حصے کے ممبران اسمبلی تیار کریں۔ جبکہ مغربی حصے کے لیے آئین اس حصے کے ممبران قومی اسمبلی علیحدہ تیار کریں۔ پھر یہ دونوں مل بیٹھ کر (متحدہ) پاکستان کے لیے آئین تیار کریں۔ اس سلسلے میں اس طرف بھی توجہ دلائی گئی کہ مشرقی حصے کے لیے تیار کئے جانے والے آئین میں اس حصے کی خودمختاری چھ نکات کی بنیاد پر طے کی جائے جبکہ مغربی پاکستان میں صوبوں کی خودمختاری کا مسئلہ 1962ء کے آئین میں دی گئی خودمختاری کی ضمانتوں کے مطابق طے کیا جائے اور دیگر وافر اختیارات مرکز کے پاس رہنے دیئے جائیں۔ جسٹس کارنیلیئس کے خیال کے مطابق اس قسم کے صوبائی آئین کا سمجھوتہ صرف قومی اسمبلی کے ریزولوشن کے ذریعے ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس بات کا فیصلہ کیا گیا کہ بہتر یہی ہے کہ ایسے

سمجھوتے کے کسی مسودے کو تیار کرنے سے پہلے یحییٰ اور مجیب کے مشیر ان دونوں کے ساتھ ایک ایک بھرپور میٹنگ کر لیں تاکہ دونوں پارٹیاں اپنے اپنے سربراہوں سے گائیڈ لائن لے سکیں۔

یہ بات درست نہیں جیسا کہ حکومت پاکستان کے جاری کردہ قرطاس ابیض میں کہا گیا تھا کہ 17 مارچ کو ایک مارشل لاء ریگولیشن ڈرافٹ کر لیا گیا تھا جس کے تحت صوبائی گورنروں کی مدد اور مشاورات کے لیے وزراء کی ایک کونسل قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا تاکہ اس ریگولیشن کے تحت مارشل لاء کو بتدریج منظر سے ہٹایا جا سکے۔ اس حوالے سے یہ بحث درحقیقت بالکل دریافت حال کی سی تھی اور زیادہ تر وقت پیدا ہونے والے اسی آئینی خلا کے بارے میں بحث و تمحیص میں گزرا جو کہ کارنیلیئس اور پیرزادہ کے کہنے کے مطابق آئین کے نفاذ سے قبل مارشل لاء کے خاتمے کی حکومت میں پیدا ہوتا۔ جوابی دلیل کے طور پر ان پر واضح کیا گیا کہ مارشل لاء کے خاتمے اور آئین کے نفاذ کے درمیانی وقت میں پیدا ہونے والے کسی ممکنہ آئینی خلاء کو فقط ایک صدارتی اعلان سے پاٹا جا سکتا ہے۔

یہ بات اب ریکارڈ میں موجود ہے کہ 17 مارچ کے میٹنگ کے بعد یحییٰ خان نے جنرل ٹکا خان کو "تیار رہو" کہہ دیا تھا اور 18 مارچ کی صبح تک میجر جنرل خادم حسین راجہ اور میجر جنرل راؤ فرمان علی نے 25 مارچ سے صوبے بھر میں شروع ہونے والے فوجی ایکشن جس کا کوڈ نام "آپریشن سرچ لائٹ" تھا' کے بلیو پرنٹ بھی تیار کر لیے تھے۔

19 مارچ کی صبح کو شیخ مجیب نے پھر یحییٰ خان سے ملاقات کی اور دو ٹوک انداز میں واضح کیا کہ صورت حال کا صرف ایک ممکنہ حل ہے اور وہ ہے مارشل لاء کا خاتمہ اور اقتدار کی منتخب نمائندوں کو منتقلی اور عبوری دور کے لیے عبوری حکم نامہ جس کے ذریعے بخوبی ملک کا انتظام و انصرام چلایا جا سکتا ہے۔

اور یہ حکم نامہ صدارتی اعلان کے ذریعے جاری کیا جا سکتا ہے۔ اس رات کو یحییٰ کے مشیروں نے بھی عوامی لیگ کی ٹیم کے ساتھ مذاکرات کیے۔

یہ کہنا غلط ہے جیسا کہ حکومت پاکستان نے اپنی جاری کردہ قرطاس ابیض میں کہا ہے کہ جہاں تک آئین اجازت دیتا تھا عوامی لیگ کے مطالبات ماننے کے لیے صدارتی ٹیم کے لیے مارشل لاء ریگولیشن جاری کیا گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے مارشل لاء ریگولیشن کی تیاری کے بارے میں کسی قسم کا اشارہ تک نہیں دیا گیا تھا۔ نتیجے کے طور پر دوسرے روز ممکنہ آئینی خلاء پر بحث و تمحیص میں خاصا وقت برباد کیا گیا لہٰذا اس بحث مباحثے میں کسی تحریری معاہدے پر نہ پہنچا جا سکا۔

20 مارچ کی صبح شیخ مجیب اور یحییٰ کے درمیان مذاکرات کا ایک اور دور ہوا۔ جس میں شیخ مجیب کے ساتھ مجھ سمیت سید نذر الاسلام' تاج الدین احمد' کیپٹن منصور علی' خوندکر مشتاق احمد' اے۔ایچ۔ قمر الزماں شامل تھے۔ جبکہ پیرزادہ' کارنیلیئس اور کرنل حسن یحییٰ کی ٹیم کے ممبران تھے۔

اس روز سے ایک دن قبل جب فوجی ٹرک ٹونگی سے گزر رہے تھے تو لوگوں نے ان پر حملہ کر دیا اور فوج اور عام لوگوں کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ ہوا۔ یہ پہلا واقعہ تھا جب لوگوں نے فوج کے خلاف مسلح مزاحمت کی تھی۔ اس کی رپورٹ بھی قرطاس ابیض میں موجود ہے کہ لوگوں نے فوجی ٹرکوں کو روکا۔ قرطاس ابیض میں یہ واقعہ یوں درج ہے۔ "پاکستان بحری جہاز۔ ایم وی سوات سے پاک فوج کے لیے عام سپلائی آئی تھی۔ جبکہ بنگالیوں کے خیال میں یہ "سپلائی" دراصل بنگالیوں کے قتل عام کے لیے گولہ بارود تھا۔ اس روز ماحول میں خاصا تناؤ پایا جاتا تھا۔ یحییٰ خان نے قدرے درشتی سے کہا کہ اگرچہ وہ مذاکرات کے لیے آئے ہیں اور انہوں نے فوج کو صبر و تحمل سے کام کرنے کے احکامات جاری کر دیئے ہیں لیکن وہ یہ بات برداشت نہیں کر سکتے کہ عوامی لیگ کے لوگ فوجی سپلائی کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں۔ جواباً شیخ مجیب نے ترکی بہ ترکی اسی لہجے میں کہا کہ اب جبکہ مذاکرات جاری ہیں۔ فوج کو اپنی بیرکوں تک محدود رہنا چاہیے۔ یحییٰ خان نے مجیب کی اس بات کے جواب میں کہا اگرچہ فوج اپنی بیرکوں میں بھی رہے' فوجی سپلائی کی راہ میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔ شیخ مجیب نے کہا کہ فوجی ٹرکوں کی اس قسم کی نقل و حرکت عوام کے لیے اشتعال انگیزی کا باعث بن سکتی ہے۔ کیونکہ ماضی میں کئی ایک ایسے واقعات ہو چکے ہیں۔ جن میں فوجیوں نے معصوم اور نہتے شہریوں پر گولیاں برسائیں۔ اس سلسلے میں ابھی چند روز بیشتر جے دیوپور میں اسی قسم کا واقعہ رونما ہوا۔ جہاں فوجیوں نے چند نہتے اور بے قصور نوجوانوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی جس کے نتیجے میں متعدد لوگ ہلاک ہو گئے۔ لامحالہ مقامی لوگوں کے جذبات میں مزید اشتعال انگیزی پیدا نہیں کرنی چاہیے۔ انہوں نے مزید کہا کہ آپ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ اگر اسی طرح نہتے لوگوں پر گولیاں برسائی جاتی رہیں تو آخرکار وہ بھی ہتھیار اٹھا لیں گے اور گولی کا جواب گولی سے دیں گے اور اس سے قبل کہ بات یہاں تک پہنچے یہ ضروری ہے کہ کوئی سیاسی حل تلاش کر لیا جائے تاکہ مزید کشت و خون سے بچا جا سکے۔

اس متاثر کن بیان نے یحییٰ پر خاصا اثر کیا۔ انہوں نے یہ کہتے ہوئے سیاسی حل کی طرف توجہ مبذول کی کہ بنیادی طور پر وہ ایک سیدھا سادہ آدمی ہے اور اصولی طور پر وہ شیخ مجیب کے مطالبات تسلیم کرنے کو تیار ہے لیکن اسے اس کے ماہرین نے بتایا کہ آئین کے نفاذ سے پہلے

مارشل لاء کے خاتمے سے ایک آئینی خلا پیدا ہو جائے گا۔ کارنیلیئس اس نکتے کو لے اڑے اور انہوں نے آئینی قانون اور اس کی ضرورت پر ایک مختصر سی تقریر کر ڈالی اور ایک آئینی سسٹم میں اسے اختیارات کا بنیادی سرچشمہ قرار دیا۔ میں نے اس کے اس خیال کو فوری رد کرتے ہوئے کہا کہ اگر عارضی بندوبست کے طور پر ایک صدارتی اعلان کر دیا جائے جو کہ نئے آئین کے نفاذ تک لاگو رہے تو ایسے کسی ممکنہ آئینی خلا کا جواز باقی نہیں رہے گا۔ اس نکتے پر ابھی بحث و تمحیص جاری تھی کہ میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ اس مسئلے کا ایک اور حل بھی ہے کہ اس نکتے پر اے۔کے بروہی جیسے آئینی ماہر کی رائے کیوں نہ لی جائے اور پھر اس ماہرانہ رائے پر عمل در آمد کیا جائے۔ میں جانتا تھا کہ بروہی ان دنوں ڈھاکہ میں ہی تھا اور مجھے پورا یقین تھا کہ اس کی رائے عوامی لیگ کے حق میں جائے گی اور یہ بات میرے علم میں تھی کہ کارنیلیئس خصوصی طور پر اے۔کے بروہی کی بہت عزت کرتے تھے لہٰذا وہ میری یہ تجویز فوراً مان لیں گے۔ میرا اندازہ اس سلسلے میں بالکل درست ثابت ہوا۔ کیونکہ کارنیلیئس نے کہا کہ بروہی کی قانونی رائے اس کے لیے خاصی مددگار ہو سکے گی۔ لہٰذا میں نے اس قانونی رائے کو حاصل کرنے کی ذمہ داری اٹھائی۔ مجیب نے یحییٰ کو متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ جس بھی سیاسی نتیجے پر پہنچیں اس کے لیے راستہ نکالنا ماہرین کا کام ہے۔ انہوں نے پورے وثوق سے کہا کہ اگر ہم کسی حتمی احکامات تک پہنچ جاتے ہیں تو پھر ماہرین کا فرض بن جاتا ہے کہ ان احکامات کی تعمیل کریں۔

لہٰذا یہ تجویز کیا گیا کہ وہ بنیادی نکات جو کہ زیر ترتیب دستاویز میں شامل کیے جاتے ہیں وہ لکھ لیے جائیں اور ان کو صدارتی اعلان کے مسودے میں صراحت سے شامل ہونا چاہیے۔

ا۔ مارشل لاء کا خاتمہ۔

ب۔ منتخب نمائندوں کو اقتدار کی منتقلی۔

ج۔ مشرقی حصے کو زیادہ سے زیادہ خودمختاری دینا۔

(اس شق کے حوالے سے اصرار کیا گیا کہ یہ خودمختاری چھ نکات کی بنیاد پر ہونی چاہیے۔)

اس بات پر اتفاق رائے ہو گیا کہ صدارتی مشیر اسی شام عوامی لیگ کی ٹیم کے ساتھ مل بیٹھ کر اس بات کا جائزہ لیں گے کہ اس فیصلے پر عمل در آمد کیسے ہو سکتا ہے۔

یحییٰ نے اس پر نکتہ اٹھایا کہ ان کے خیال میں اسے مغربی پاکستان کے لیڈروں سے بھی صلاح و مشورہ ضرور کرنا چاہیے۔ اس پر شیخ مجیب نے کہا کہ یہ اس کا درد سر ہے اور وہ اس سلسلے میں اپنی خواہش کے مطابق عمل کر سکتے ہیں۔ یحییٰ نے کہا کہ وہ اس بات کو ضروری تصور کرتا ہے کہ وہ اس سلسلے میں مغربی پاکستان کے لیڈروں کی رضامندی حاصل کرے ورنہ بصورت دیگر اس کے لیے یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہوگی۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اسے مغربی پاکستان کے تمام لیڈروں کی طرف سے دستخط شدہ ایسے خط کی ضرورت ہے جس میں صدارتی اعلان کے لیے درخواست دی گئی ہو۔

یحییٰ نے تب کہا کہ اس کا خیال ہے کہ وہ مغربی پاکستان کے لیڈروں خاص کر بھٹو کو اس سلسلے میں دعوت دے۔ اس پر شیخ مجیب نے صدر مملکت سے کہا کہ وہ اس بارے میں بالکل آزاد ہے اور جیسے چاہے عمل کرے اور یہ اس کا کام ہے کہ جو چاہے فیصلہ کرے۔ شیخ مجیب نے کہا کہ وہ براہ راست بھٹو سے ملنا نہیں چاہتے۔ البتہ یحییٰ علیحدہ سے اگر بھٹو سے ملنا چاہیں تو مل سکتے ہیں۔ یہ تھی وجہ جس کی بنا پر چھ ہفتہ قبل ہونے والے مذاکرات کے دوران اور بعد میں بھی بھٹو اور ان کی پارٹی نے غم و غصے کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ ایک اور اہم وجہ یہ تھی کہ بنیادی طور پر یحییٰ اور بھٹو مشترکہ مفاد کے حامل دکھائی دیتے تھے۔ لہٰذا ان دونوں کو علیحدہ سے مذاکرات کا موقع فراہم کرنا اصل میں انہیں معنی خیز مذاکرات کی افادیت کے بارے میں تسلیم کرانا مقصود تھا۔

میں نے تجویز دی کہ ایک مسودہ حکومت کی طرف سے تیار کیا جانا چاہیے اور وہ یہ کام وزارت قانون سے بخوبی کروا سکتی ہے۔ یہ بھی تجویز کیا گیا کہ اس سلسلے میں وزارت قانون کے قانونی ڈرافنس مین (قانونی مسودہ نویس) کو بلایا جانا چاہیے۔ اور جیسے ہی مسودہ تیار ہو اس کی ایک نقل عوامی لیگ کی ٹیم کے حوالے کر دی جائے۔ 21 مارچ کی صبح مجھے مجیب الرحمان نے بلا بھیجا۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہ اور تاج الدین بحث و تمحیص میں مشغول تھے اور مجھے بتایا کہ وہ اقتدار کی منتقلی کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے اور ان کا خیال تھا کہ حالات کے پیش نظر مناسب یہی ہے کہ صرف صوبوں میں فوری انتقال اقتدار کے لیے زور دیا جائے اور ایسا ہی کیا گیا کیونکہ بنگالیوں کے موڈ کے پیش نظر یہ بات عوامی لیگ کے لیے قرین مصلحت نہیں تھی کہ وہ مرکز میں اقتدار کے لیے ہاتھ پاؤں مارے۔ عوامی لیگ کے اس فیصلے کی تائید کے لیے کئی وجوہات موجود تھیں۔

(1) طلباء کا موڈ خصوصاً ایسا تھا کہ عوامی تحریک کو کسی قسم کی مصلحت آمیزی کا شکار نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی عوامی لیگ کو اقتدار کی خاطر اپنے مطالبات پر کسی قسم کی سودا بازی یا مصلحت سے کام لینا چاہیے۔ کیونکہ مرکز میں اقتدار کے حصول کو بھی مصلحت آمیزی کے روپ میں اچھالا جا سکتا ہے۔ چنانچہ طالب علم لیڈروں میں سے وہ طلباء جو شیخ مجیب سے ملاقات کر چکے تھے اس نکتے کو بڑے پرزور طریقے سے بیان کر چکے تھے۔

(2) دستور کی عدم موجودگی میں مرکز میں اقتدار کی صورت میں عوامی لیگ کو صاف دکھائی دے رہا تھا کہ ایسی صورت میں اس کی حکومت کمزور ہوگی اور آئین کی تشکیل تک کا دور اس کے لیے بدنامی کا باعث ہوگا۔

(3) صرف صوبے میں حکومت بنانے کی صورت میں ایک فائدہ یہ تھا کہ اس صورت میں عوامی لیگ مرکز کی ذمہ داریاں اٹھائے بغیر' کہ جہاں مکمل طور پر پنجابی افسر شاہی اور فوج کا کنٹرول تھا' مشرقی صوبے میں اپنی پوزیشن کو مزید مضبوط بنا سکتی تھی۔

(4) صوبے میں حکومت کی صورت میں عوامی لیگ کو صوبائی حکومت کے وسائل کا جائزہ لینے کا موقع مل جائے گا۔ خاص طور سے پولیس اور ایسٹ پاکستان رائفلز کے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہو جائیں گی تاکہ ممکنہ مسلح ٹکراؤ کی صورت میں' جو کہ اب بالکل واضح دکھائی دے رہا تھا' ان معلومات سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

دکھائی یوں دیتا تھا کہ یحییٰ خود اس فارمولے کو پسند کرتا ہے کیونکہ اس صورت میں وہ مرکز میں اپنی صدارتی پوزیشن پر برقرار رہتا۔ اس سلسلے میں شیخ مجیب اور تاج الدین نے یحییٰ سے ایک فوری ملاقات کی اور یحییٰ کو بتایا کہ موجودہ حالات میں صرف صوبوں میں ہی انتقال اقتدار ممکن ہے۔

اسی دوران میں ہر لحاظ سے ایک مکمل دستاویز بروہی نے اپنے دستخطوں سے تیار کی جسے بعد میں کرنل حسن کے حوالے کیا گیا جبکہ حکومت پاکستان کی طرف سے جاری کردہ قرطاس ابیض میں بڑے وثوق سے اور پورے زور و شور سے یہ جھوٹا پروپیگنڈہ کیا گیا کہ مارشل لاء کے خاتمے کے لیے صدارتی اعلان کے باضابطہ ہونے کے سوال پر عوامی لیگ اپنی طرف سے دستور کا کوئی ماہر پیش کرنے میں ناکام رہی۔

یہ بھی پتہ چلا کہ 21 مارچ کو کرنل حسن نے صدارتی اعلان کا مسودہ تیار کر لیا تھا اور کسی فرد کو اسے لینے کے لیے بھیج دیا گیا تھا۔ مسودے کا جائزہ عوامی لیگ کی ٹیم نے اچھی طرح لیا۔ دکھائی یوں دیتا تھا کہ یہ مسودہ انتہائی عجلت میں تیار کیا گیا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس میں مشرقی بازو کے ممبران اسمبلی کو یہ موقع بہم پہنچایا گیا تھا کہ وہ ایک علیحدہ کمیٹی کے طور پر بیٹھیں اور اپنے صوبے کی ضروریات کے پیش نظر مسودہ آئین تیار کریں۔ اور اسی طرح مغربی حصے کے ممبران قومی اسمبلی ایک علیحدہ کمیٹی کی صورت میں بیٹھیں گے۔ اس میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ جس روز صوبائی حکومتوں کے وزراء حلف اٹھائیں اسی روز مارشل لاء کے خاتمے کا اعلان کر دیا جائے۔ مسودے کی جانچ پڑتال کے دوران عوامی لیگ کی ٹیم نے اسے کئی لحاظ سے نامکمل پایا اور اسے کئی حوالوں سے باضابطہ بنانے کی ضرورت محسوس کی۔ سب سے پہلے انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ مارشل لاء کے خاتمے کا اعلان فی الفور کر دینا چاہیے اور اس میں کسی قسم کی تاخیر نہ کی جائے' اور صوبائی وزیروں کے حلف اٹھانے میں چونکہ پانچوں صوبے ملوث ہوں گے لہٰذا یہ طریق کار تاخیر کا باعث بن سکتا ہے۔ اس سلسلے میں عوامی لیگ کی ٹیم نے یہ فارمولا پیش کیا کہ صدارتی اعلان صوبائی گورنروں کی تعیناتی کے ساتھ ہی یا اعلان کے سات دن بعد' جو بھی دورانیہ کم ہو' لاگو کر دیا جائے۔

اسی دوران 21 مارچ کی سہ پہر کو بھٹو بھی ڈھاکہ پہنچ گئے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب نظر ثانی شدہ مسودہ پیش کیا گیا تو کارنیلیئس نے کہا تھا کہ یہ ایک بہتر اور ہر لحاظ سے مکمل مسودہ ہے۔ جس نے اس کے جواب میں فوراً کہا کہ اسے عوامی لیگ کا مسودہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کیونکہ مسودے سے متعلق جملہ کام حکومت اور عوامی لیگ کا مشترکہ حق ہے اس کے بعد مسودہ اعلان کی شق وار خواندگی کی گئی۔ پیرزادہ نے بتایا کہ وہ بھٹو کے مشیروں سے ملاقات کے لیے جا رہے ہیں اور یہ کہ نظر ثانی شدہ مسودے کی نقل پہلے ہی بھٹو کو پہنچائی جا چکی ہے۔

"اس رات ساڑھے سات بجے میں نے ایوان صدر میں صدر یحییٰ خان سے ملاقات کی۔ ملاقات کے دوران صدر نے مجھے 16 مارچ سے 20 مارچ کے دوران شیخ مجیب الرحمان سے ہونے والی ملاقاتوں کے بارے میں بتایا۔ حفظ ماتقدم کے طور پر شیخ مجیب الرحمان نے 16 مارچ کو ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا جس میں انہوں نے مذاکرات کی کامیابی کے بارے میں مطلع کیا۔ نتیجے کے طور پر عوامی لیگ اور صدر کے ماہرین نے مجوزہ آئینی بندوبست پر بحث جاری رکھی۔ صدر نے مجھے عوامی لیگ کی طرف سے پیش کی جانے والی تجویز کے بارے میں آگاہ کیا۔

اس تجویز کی نمایاں خصوصیات یہ تھیں: مارشل لاء کا فی الفور خاتمہ' اور مرکز میں کسی ایسی تبدیلی کے بغیر صوبوں میں اقتدار کی منتقلی۔ اس تجویز کے مطابق صدر بدستور اسی طرح مرکزی حکومت چلاتا رہے گا جس طرح وہ اب چلا رہا ہے اور اگر وہ یہی فیصلہ کرتا ہے تو وہ اپنی مدد کے لیے مشیروں کا انتخاب عوامی نمائندگان میں سے کر سکتا ہے۔ یہ بھی تجویز کیا گیا کہ قومی اسمبلی کو شروع سے ہی دو کمیٹیوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ ایک مغربی پاکستان کے لیے جن میں مغربی پاکستان سے منتخب نمائندے شامل ہوں گے جبکہ دوسری بنگلہ دیش کے لیے جس میں بنگلہ دیش کے منتخب نمائندے شمولیت کریں گے اور جو ڈھاکہ میں بیٹھے گی۔ دونوں کمیٹیاں معینہ مدت میں اپنی اپنی علیحدہ رپورٹیں پیش کریں گی اور پھر یہ قومی اسمبلی کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ دونوں کمیٹیوں کی رپورٹوں پر بحث و تمحیص کر کے ایک ساتھ رہنے کے لیے کوئی راستہ نکالے اور اس طرح 1962ء کے آئین میں ترمیم کر کے ایک عبوری انتظام کی صورت

میں مشرقی پاکستان کو چھ نکات کی بنیاد پر خودمختاری دی جائے۔ جبکہ مغربی پاکستان کے صوبے کو اختیارات 1962ء کے آئین کے مطابق دے دیئے جائیں اور اس سلسلے میں انہیں صدر پاکستان کی منظوری سے باہمی رضامندی سے اپنی متنبہ حدود خودمختاری میں رہ کر کوئی طریقہ کار اپنانے کی مکمل آزادی ہوگی۔ یہ سارا منصوبہ صدارتی اعلان کی صورت میں شائع کیا جا رہا تھا۔

بھٹو نے اپنی بات بڑھاتے ہوئے کہا کہ:

"یہ تجویز بیان کرنے کے بعد یحییٰ نے مجھے (بھٹو) بتایا کہ انہوں نے شیخ مجیب پر واضح کر دیا ہے کہ اس تجویز سے اتفاق رائے بھٹو سے ابتدائی معاملے کے بعد ہی ممکن ہو سکے گا اور اگر مغربی پاکستان کے دیگر لیڈر اپنی رائے اس تجویز کے حق میں دیتے ہیں تو یہ اس کے لیے مزید تسلی کا باعث ہوگا۔"

22 مارچ کی صبح کو شیخ مجیب نے یحییٰ سے ملاقات کی تاکہ مذاکرات کے سلسلے کو آگے بڑھایا جا سکے۔ جبکہ صدارتی اعلان کا اصل تحریری مسودہ دونوں ٹیموں کے زیر بحث تھا اور قرطاس ابیض کا یہ بیان کہ صدر بھٹو کو شیخ مجیب سے ملاقات کے لیے مائل کرتا رہا۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ جب شیخ مجیب یحییٰ سے ملاقات کے لیے گئے اور انہوں نے وہاں بھٹو کو دیکھا تو وہ بھٹو کو گفتگو کرنے کے لیے اسے ایک طرف لے گئے۔ شیخ مجیب کے بیان کے مطابق انہوں نے بھٹو سے کہا کہ بہتر یہی ہے کہ وہ باہر برآمدے میں کھڑے ہو کر بات چیت کریں تاکہ کوئی دوسرا ان کی بات چیت نہ سن سکے۔ اس ملاقات کے بارے میں بھٹو کے اپنے الفاظ حسب ذیل ہیں:

"22 مارچ کی صبح میں ایوان صدر میں ملاقات کے وقت سے چند منٹ قبل ہی پہنچ گیا۔ 11 بجے مجیب الرحمٰن بھی آن پہنچے۔ ہم نے ایک دوسرے کو روایتی جملوں میں خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد محافظ ہمیں صدر کے پاس لے گیا اور ایک باضابطہ میٹنگ کا آغاز ہوا۔ مجیب الرحمٰن نے صدر کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے پوچھا کہ کیا انہوں نے عوامی لیگ کی تجاویز پر اپنی حتمی منظوری دے دی ہے۔ اس پر صدر نے انہیں یاد دلایا کہ ان تجاویز پر چونکہ میری (بھٹو) کی رضامندی ضروری تھی۔ لہٰذا اسی لیے مجھے اس میٹنگ میں شرکت کے لیے بلایا گیا ہے۔ اس پر مجیب الرحمٰن نے کہا کہ یہ تجاویز چونکہ صدر کو پیش کر دی گئی تھیں لہٰذا اب یہ صدر کا فرض ہے کہ وہ مجھے (بھٹو) کو قائل کریں اور اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے بولے کہ ایک بار جب مسٹر بھٹو اصولی طور پر ان تجاویز پر ہاں کر دیتے ہیں تو پھر یہی باضابطہ مذاکرات ممکن ہیں بصورت دیگر یہ تمام بے ضابطہ سمجھے جائیں گے اور صدر سے رخصتی کے بعد وہ اخبار نویسوں کو یہی بتائیں گے کہ صدر سے ان کی ملاقات ہوئی اور اس ملاقات کے دوران بھٹو بھی موجود تھے۔ اس پر صدر نے جواب دیا کہ یہ کوئی اچھی بات نہیں لیکن مجیب الرحمٰن کا رویہ انتہائی سخت تھا۔

جیسے ہی ہم باہر جانے کے لیے ملٹری سیکرٹری کے کمرے میں داخل ہوئے۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے جنرل عمر، جنرل اسحاق، صدر کے ملٹری سیکرٹری اور صدر کے نیول اے ڈی سی جو کہ اس وقت کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے، انہیں کمرے سے چلے جانے کو کہا کیونکہ وہ اس کمرے میں بیٹھ کر میرے ساتھ کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ مجیب الرحمٰن کے مزاج میں یہ فوری تبدیلی میرے لیے خاصی حیران کن تھی۔ انہوں نے مجھے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ صورت حال انتہائی تشویش ناک ہو چکی ہے اور وہ اس تشویش ناک صورت حال پر قابو پانے کے لیے میری مدد کے خواہاں ہیں۔ اسی نکتے پر اس خیال کے پیش نظر کہ کہیں اس کمرے میں کوئی بگ نہ لگا ہو وہ ایوان صدر کے عقبی برآمدے کی طرف چل دیئے اور جا کر صدر کے کمرے کے عقب میں غلام گردش میں بیٹھ گئے۔

شیخ مجیب الرحمٰن نے ملٹری سیکرٹری کے کمرے میں بھی کہا اور اب بھی اپنی بات کا اعادہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اب معاملات اتنی دور نکل گئے ہیں کہ واپسی کا کوئی راستہ بھائی نہیں دیتا۔ ان کے خیال میں اس کا بہترین حل یہی تھا کہ میں ان کی تجاویز کو مان لوں۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ اس کے سوا کوئی دوسرا متبادل راستہ نہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ اب انہیں احساس ہوگیا ہے کہ مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی ہی سب سے بڑی طاقت ہے اور مغربی پاکستان کے دیگر سیاستدان صرف اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے از خود بتایا کہ سوائے خان عبدالولی خان کے جس کی پارٹی کم از کم ایک صوبے میں تو نمائندگی رکھتی ہے، انہوں نے مغربی پاکستان سے آنے والے لیڈروں کی سرزنش کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب وہ اس بات کے قائل ہوگئے ہیں کہ ہم دونوں کے لیے متفق الرائے ہونا انتہائی ضروری ہے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ میں مغربی پاکستان میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں، کروں، وہ اس سلسلے میں میری مدد کریں گے اور اس کے بدلے میں، میں ان کے لیے مشرقی پاکستان اکیلا چھوڑ دوں اور عوامی لیگ کی ان کی تجاویز پر عمل درآمد کے لیے مدد دوں۔ انہوں نے مجھے رائے دی کہ مجھے مغربی پاکستان کا وزیراعظم بن جانا چاہیے اور وہ میری طرح مشرقی پاکستان سنبھال لیں گے۔ ان کے خیال کے مطابق اس بند گلی سے نکلنے کا بس یہی ایک راستہ تھا۔ انہوں نے مجھے فوج سے ہوشیار رہنے کا مشورہ دیا اور تلقین کی کہ میں ان پر کبھی بھی بھروسہ نہ کروں۔ اگر فوج پہلے اسے تباہ کرتی ہے تو بعد میں مجھے بھی نیست و نابود کر دے گی۔ اس پر میں نے اسے جواب دیا کہ میں تاریخ کے ہاتھوں برباد ہونے سے بہتر سمجھتا ہوں کہ

فوج کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو جاؤں۔ وہ اپنی تجاویز اور دو کمیٹیوں کی تشکیل پر میری رضامندی کے لیے مجھ پر زور ڈالتے رہے۔

"میں نے انہیں بتایا کہ میں خلوص نیت سے ان تجاویز پر غور کروں گا اور ایماندارانہ فیصلے پر پہنچنے کے لیے جو کچھ بھی ممکن ہو سکا کروں گا۔ پھر بھی تجویز کی جو بھی حتمی شکل و صورت بنے اسے قومی اسمبلی سے پاس ضرور کروایا جانا چاہیے اور اگر ضروری سمجھا جائے تو ایک ایسے ریزولوشن کی صورت میں پاس کیا جائے جو صدارتی اعلان جاری کرنے کا اختیار دے دے۔ میں نے ان پر مزید واضح کیا کہ اسمبلی کے باہر پیش کی جانے والی تجاویز کے بارے میں میں ایک لفظ بھی کہنے کو تیار نہیں ہوں۔"

مجیب الرحمٰن نے اسمبلی کے اجلاس کا نظریہ سرے سے کلی طور پر رد کر دیا تھا۔ خواہ یہ اجلاس انتہائی مختصر ہی کیوں نہ ہو۔ معاہدے کی کیسی ہی صورت کیوں نہ ہو۔ انہوں نے اب یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اب سب کچھ اسمبلی کے بغیر' ایک ایسی اسمبلی کے بغیر جو کہ سارے ملک کی نمائندہ ہو' حاصل کریں گے۔ ان خیالات کے اظہار کے بعد وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں ان کے ہمراہ ان کی گاڑی تک گیا اور ہم دونوں نے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا۔ عوامی لیگ کے لیڈر کے ساتھ یہ میری آخری ملاقات تھی۔

بھٹو کے اس بیان سے مجیب الرحمٰن کی حیثیت کی واضح تصدیق ہوتی ہے۔ یہ نقطہ اعتراض بھٹو کی اپنی ضد کی بنا پر ہوا کہ سب سے پہلے قومی اسمبلی کا اجلاس منعقد کرایا جائے اور عبوری نظم و نسق کے بارے میں اسمبلی سے منظوری حاصل کی جائے۔ اگرچہ یہ بعد کا اضافہ تھا اور اس وقت معاہدے میں موجود نہ تھا۔ شیخ مجیب الرحمٰن اور بھٹو کے درمیان اس اتفاقی ملاقات کے دونوں جانب اندر اور باہر یہی تاثر دیا گیا کہ کسی نہ کسی سیاسی تصفیے کے امکانات روشن ہیں۔ اس اتفاقی ملاقات کے بارے میں عوامی لیگ کی ٹیم سے گفتگو کرتے ہوئے شیخ مجیب نے کہا "میں محسوس کرتا ہوں کہ بھٹو اور یحییٰ دونوں نے اس امر کو بھانپ لیا ہے کہ ہماری تجویز کردہ لائن پر مسئلے کا حل ہی ان کے بہترین مفاد میں ہے۔ اس طرح مغربی پاکستان میں ان کی پوزیشن خاصی مضبوط ہو جاتی ہے۔ یحییٰ بدستور صدر رہے گا اور بھٹو کو سندھ اور پنجاب میں اقتدار مل جائے گا اور مغربی حصے کے لیے دستور سازی کا کام مغربی پاکستان کے ممبران قومی اسمبلی پر مشتمل ایک کمیٹی کرے گی۔ چنانچہ بھٹو کی پارلیمانی لامحالہ طور پر اس پر پوری طرح سے حاوی رہے گی۔" مجھے یاد ہے کہ بعض غیر ملکی نامہ نگار یہ کہتے ہوئے سنے گئے تھے کہ دو کمیٹیوں کی سوچ یحییٰ اور بھٹو کے لیے مناسب ہے کیونکہ وہ مغربی پاکستان میں اپنی پوزیشن کو مضبوط دیکھنا چاہتے ہیں۔ 22 مارچ کا دن قدرے اچھی امیدیں لیے ہوئے تھا کہ کسی تصفیے پر پہنچنے کے امکانات روشن دکھائی دے رہے تھے۔

22 مارچ کی شام عوامی لیگ کی ٹیم نے میرے دفتر کے اعلان کے مسودے کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ چونکہ یہ طے تھا کہ یہ مسودہ آخرکار صدارتی اعلان کی صورت اختیار کرے گا۔ لہٰذا جب شیخ مجیب اور بعض دوسرے پارٹی لیڈر آئے تو پھر تمام تر مسودے کو احتیاط سے دوبارہ پڑھا گیا۔ 22 مارچ کی تمام شب مسودے کو آخری شکل دینے کے لیے اس پر کام جاری رہا۔

23 مارچ کا دن ایک غیر معمولی دن تھا۔ ماضی میں یہ دن یوم پاکستان کے طور پر منایا جاتا تھا۔ اس روز ہزاروں کی تعداد میں بنگلہ دیش کے جھنڈے فروخت ہو رہے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے جب میں نظر ثانی شدہ مسودے لے کر صبح 6 بجے اپنے آفس سے گاڑی پر نکلا تو خود میں نے بھی نواب پور ریلوے کراسنگ سے بنگلہ دیش کا جھنڈا خریدا تھا۔ میں اس ترمیم شدہ مسودے کے ساتھ صبح سات بجے کے لگ بھگ شیخ مجیب الرحمٰن کے مکان پر پہنچا۔ جلد ہی بہت سارے جلوس وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے مجیب کے مکان پر بنگلہ دیش کا جھنڈا لہرایا۔ شہر میں زیادہ تر مکان اور گاڑیوں پر بنگلہ دیش کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔

عوامی لیگ کی ٹیم اپنی گاڑی پر بنگلہ دیش کا جھنڈا لہراتے ہوئے صبح ساڑھے گیارہ بجے ایوان صدر پہنچی۔ گاڑی پر لگے اس جھنڈے کو دیکھ کر ایوان صدر میں موجود فوجی افسروں کا مخاصمانہ رویہ قابل دید تھا۔

جب عوامی لیگ کی ٹیم میٹنگ روم میں داخل ہوئی تو انہیں بتایا گیا کہ ایم۔ایم۔احمد اور دیگر ماہرین مالیات کو مسودے میں موجود مالیاتی اور اقتصادی پیچیدگیوں کا جائزہ لینے کے لیے حکومت نے بلوایا ہے۔ آخر کار ایم۔ایم۔احمد نے میٹنگ کا آغاز اپنے اس فقرے سے کیا کہ ان کے خیال میں چھ نکاتی منصوبے کو قابل عمل بنانے کے لیے چند معمولی نوعیت کی عملی تبدیلیاں ناگزیر ہیں۔ اس پر پیرزادہ نے تجویز دی کہ اس سلسلے میں ایم ایم احمد عوامی لیگ کے مالیاتی ماہرین کے ساتھ بیٹھ کر اس مسئلے کا جائزہ لیں اور اس سلسلے میں نور الاسلام کا نام بھی تجویز کیا گیا۔ عوامی لیگ کا ماہرین مالیات نور الاسلام' انیس الرحمان سجان اور دیگر شرکاء روزانہ نور الاسلام کے مکان پر مذاکرات کرتے رہے اور عوامی لیگ کے نظر ثانی شدہ مسودے میں جو مالیاتی اور اقتصادی شرائط رکھی گئی تھیں وہ دراصل انہی کی پیش کردہ تھیں۔ لہٰذا عوامی لیگ کی ٹیم اس تجویز کو ماننے کے لیے ہرگز تیار نہ تھی کہ مالیاتی ماہرین کی علیحدہ میٹنگ ہو۔ ان کے خیال میں یہ تجویز سوائے وقت ضائع کرنے کی ایک چال کے اور کچھ نہ تھی۔ عوامی لیگ کی ٹیم نے جلد ہی اس بات کو محسوس کرنا شروع کر دیا کہ یحییٰ کے مشیر معاہدے کی ہر ایک شق پر بے کار اور

طویل بحثیں کرتے اور صاف دکھائی دے رہا تھا کہ یہ کچھ تاخیری حربوں کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ 23 مارچ کی شام کی میٹنگ میں ایم۔ایم۔احمد نے مسودے میں کچھ ترمیمات اور اضافے کئی ایک پرچیوں پر لکھ کر پیش کیے۔ جہاں تک بیرونی تجارت کا مسئلہ تھا تو اس سلسلے میں ایم۔ایم۔احمد کا رویہ خاصا لچک دار تھا۔ اس نے کہا کہ بیرون ملک تجارت کو مشرقی حصے کے سپرد کر دینے میں کوئی قباحت نہیں۔ بیرونی امداد کے بارے میں اس نے کہا کہ اس بارے میں مشکلات یوں دور ہو سکتی ہیں کہ خارجہ پالیسی سے متعلق جملہ امور مرکز کے پاس رہنے دیئے جائیں۔ سٹیٹ بینک کی تشکیل نو کے بارے میں اس نے کہا کہ یہ اس طرح ممکن ہے کہ عبوری دور کے لیے سٹیٹ بینک کی ڈھاکہ برانچ کو ریزرو بینک آف بنگلہ دیش کے طور پر کام کرنے کے اختیارات دے دیئے جائیں۔ اس طرح زرمبادلہ کی تقسیم، مشرقی حصے کی طرف سے برآمدات کی مدد سے کمائے ہوئے پیسے کا حساب کتاب سٹیٹ بینک کی ڈھاکہ برانچ کے ذریعے رکھا جا سکتا ہے۔ ٹیکسوں کی وصولی کی تقسیم ایک گھمبیر اور پیچیدہ مسئلہ ہے چنانچہ طے پایا کہ عوامی لیگ کی ٹیم عبوری دور کے لیے اس مسئلے کے بارے میں کوئی قابل عمل منصوبہ پیش کرے گی۔

بعد ازاں عوامی لیگ کی ٹیم نے اپنے ماہرین اقتصادیات سے ملاقات کی جو نورالاسلام کے مکان پر مسلسل میٹنگ میں مصروف رہتے تھے۔ ایم۔ایم۔احمد کی طرف سے کی گئی ترمیمات پر غور کیا گیا اور زرمبادلہ کے حصول، بندوبست اور غیر ملکی امداد کے بارے میں شام کو ہونے والے مذاکرات کے لیے مناسب تیاری کی گئی۔

23 مارچ کی شام کو جب عوامی لیگ کی ٹیم اس اقتصادی شرط پر دوبارہ مذاکرات کے لیے پہنچی تو انہیں پتہ چلا کہ یحییٰ خان ایوان صدر سے باہر رہے ہیں۔ جبکہ پیرزادہ نے بتایا کہ وہ کچھ ضروری کاموں کے سلسلے میں دن بھر چھاؤنی میں مصروف رہے تھے اور بعد کے واقعات نے واضح کر دیا تھا کہ 23 مارچ وہ دن تھا جب جرنیلوں کے درمیان خصوصی میٹنگ ہوئی تھی اور اب ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ وہ وقت تھا جب "آپریشن سرچ لائٹ" کی حتمی منظوری دی گئی اور اس منصوبے کے خالقوں میں سے دو نے بذات خود ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر 24 مارچ کو ڈھاکہ سے باہر تعینات بااعتبار بریگیڈ کمانڈروں تک ہدایات پہنچائیں۔ ان حالات کے پیش نظر صرف یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ایم۔ایم۔احمد کے عوامی لیگ کی ٹیم کے ساتھ اقتصادی اور مالیاتی مسائل کے متعلق مذاکرات کو حکومت کی طرف سے طول دینے کا مقصد صرف وقت ضائع کرنا تھا اور اپنے مقصد کو تحفظ فراہم کرنا تھا۔ جبکہ مسئلے کے فوجی حل پر عمل درآمد کے لیے چھاؤنی میں مکمل منصوبہ بندی کی جا چکی تھی۔ 24 مارچ کی صبح تک عوامی لیگ کی ٹیم نے اپنی پیش کردہ اقتصادی شرائط پر نتیجہ خیز مذاکرات مکمل کر لیے تھے اور ہر قسم کے اعتراضات اور سوالات کے پیش نظر اس صدارتی اعلان کی شق وار خواندگی کر لی تھی اور 24 مارچ کو عوامی لیگ کی ٹیم شام کو جب اجلاس کے لیے روانہ ہو رہی تھی تو شیخ مجیب نے اشارہ دیا کہ ہمیں ملک کی سالمیت کی خاطر پاکستان کی کنفیڈریشن کی تجویز پیش کرنی چاہیے۔ اس نے مزید کہا کہ اس سلسلے میں ہمیں حکومت پر واضح کر دینا چاہیے کہ یہی ایک طریقہ ہے جس سے عوام کے بھڑکے ہوئے جذبات کو ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے۔ یہ تجویز اس بات کی آئینہ دار تھی کہ عوام میں خودمختاری کے جذبات کس درجہ برانگیخت تھے۔ خصوصاً اس کی گروہ بندی جواں سال مجاہدوں کے ہاتھوں میں جو کہ آگے کو موجزن اس عوامی لیگ کا ہراول دستہ تھے۔

جب یہ تجویز حکومتی ٹیم کے سامنے پیش کی گئی تو انہوں نے اس دلیل کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ بنیادی طور پر ان کے موقف کے خلاف ہے۔ ہم نے ان پر واضح کیا کہ نام میں تبدیلی کو ہرگز بنیادی تبدیلی قرار نہیں دیا جا سکتا جبکہ ملک کے وجود کے اظہار کے لیے جملہ قانونی گنجائشیں جوں کی توں ہیں اور جب ایک محدود مگر پنپنے والی وفاقی حکومت کے لیے تمام مناسب ضمانتیں فراہم کر دی گئی ہیں۔ کارنیلیئس نے اس دلیل کو قدرے پسند کیا لیکن اس کے خیال کی کنفیڈریشن کی بجائے متبادل لفظ "یونین" استعمال کیا جانا چاہیے تھا۔ عوامی لیگ نے یہ کہتے ہوئے اپنی پوزیشن کا احساس دلایا کہ بہرحال یہ نکتہ اختلاف ایک لفظ کا ہے اور اگر یہ اختلاف ان کے مذاکرات سے دور نہیں ہو پاتا تو پھر یہ مسئلہ یحییٰ اور شیخ مجیب کے درمیان ہونے والی اس میٹنگ میں حل ہو جائے گا جس میں ان کے سامنے غور و خوض کے لیے حتمی مسودہ پیش کیا جائے۔

عوامی ٹیم نے اس امر کو بخوبی بھانپ لیا تھا کہ باہر کی صورت حال بہت سنگین ہوتی جا رہی تھی کیونکہ فوج نے چٹاگانگ کی بندرگاہ میں لنگر انداز جہاز ایم۔وی سوات سے سازو سامان فوجی جوانوں کے ذریعے اتارنا شروع کر دیا تھا جس پر ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں شہریوں نے بندرگاہ کو جانے والے تمام راستوں میں رکاوٹیں کھڑی کر دی تھیں۔ رنگپور سے ملٹری آپریشن کی خبریں آ رہی تھیں۔ ڈھاکہ میں ایسی بھی خبریں گردش کر رہی تھیں کہ فوج نے وسیع پیمانے پر کشت و خون کا منصوبہ بنایا ہے لہٰذا یہ بات محسوس کی گئی کہ 24 مارچ کی شام کو ہونے والے مذاکرات فیصلہ کن ہونے چاہیں کیونکہ اب بحث و تمحیص کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی تھی اور شاید ہی کوئی ایک نکتہ باقی بچا ہو جس پر مزید کسی تکنیکی بات چیت کی ضرورت ہو۔

شام کو جب مسودے کی تمام شقوں اور جدول کی خواندگی مکمل کر لی گئی تو میں نے عجلت کے انداز میں پیرزادہ سے دریافت کیا کہ اب یہ

مسودہ کب تک فائنل ہو جائے گا؟ عوامی لیگ کی طرف سے یہ تجویز پیش کی گئی کہ میں اس رات مسودے کو حتمی شکل دینے کے لیے کارنیلیئس کے ساتھ بیٹھوں تاکہ اگلی صبح مسودے کو فائنل شکل میں یحییٰ اور شیخ مجیب کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں کارنیلیئس رضامند دکھائی دے رہے تھے جبکہ پیرزادہ نے انہیں یہ کہتے ہوئے اپنے پاس روک لیا" نہیں، ہم نے رات کو کچھ ضروری صلاح مشورے کرنے ہیں تم لوگ کل صبح مل بیٹھنا" جب میں نے (کارنیلیئس سے) دوسرے دن کے لیے وقت مقرر کرنا چاہا تو دوبارہ پیرزادہ نے دخل درمعقولات کرتے ہوئے کہا کہ یہ کام ٹیلی فون پر بھی کیا جا سکتا ہے اور وہ خود اس سلسلے میں رابطہ کریں گے۔ تب پیرزادہ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا' کیا خیال ہے تمہارا یہ اعلان کب تک تیار ہو جانا چاہیے تھا۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ جس طرح کے حالات ہو رہے ہیں اس کے پیش نظر تو اسے دو روز پہلے تیار ہو جانا چاہیے تھا۔ (میرے ذہن میں رنگپور اور چٹاگانگ کے واقعات گردش کر رہے تھے جہاں فوج نے عام شہریوں' ایک بنگالی پولیس مین پر گولی چلائی تھی) وقت ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ اسے سیاق و سباق میں تاج الدین نے کہا "عوامی لیگ کی ٹیم کے خیال میں تو ہر نکتے پر اچھی طرح بحث ہو چکی ہے اور اب ڈرافٹ میں کوئی ایسی شق باقی نہیں بچی جس پر پورا غور و خوض نہ ہو چکا ہو۔ شیخ مجیب اور یحییٰ کے سامنے ان کی حتمی منظوری کے لیے مسودہ پیش کرنے سے پیشتر اس پر ہر طرح سے کام مکمل کر لیا گیا تھا۔ لہٰذا منظوری کے فوراً بعد اسے اشاعت کے لیے بھیجا جا سکتا ہے۔" تاج الدین کے اس بیان کو غلط معنی پہنا کر یہ ظاہر کیا گیا کہ مذاکرات میں تعطل کی عوامی لیگ ذمہ دار ہے۔ دراصل اس بات کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اب جبکہ طویل تھکا دینے والے مذاکرات مکمل ہو چکے تھے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ مسودے کو یحییٰ اور شیخ مجیب کے سامنے پیش کر دیا جائے تاکہ وہ اس کی حتمی منظوری دے سکیں۔ 25 مارچ کو رات ساڑھے دس بجے میں نے مجیب سے اجازت چاہی تو شیخ مجیب نے مجھ سے اس ٹیلی فون کال کے بارے میں استفسار کیا۔ اس پر میں نے اسے بتایا کہ اس قسم کی کوئی فون کال میرے نام نہیں آئی۔ اسی رات فوج کی طرف سے بنگالی عوام پر زبردست ہلہ بول دیا گیا تھا اور جس کشت و خون اور قتل و غارت گری سے بچنے کے لیے یہ مذاکرات منعقد ہوئے تھے تاکہ ان مذاکرات کے ذریعے کسی سیاسی تصفیے پر پہنچا جا سکے' وہ شروع ہو چکی تھی۔

ترجمہ: نسرین نقوی

پروفیسر رحمان سبحان کا بیان

ان دنوں جب یحییٰ اور مجیب کے درمیان مذاکرات ہو رہے تھے' ہم میں سے اکثر جو' نذر الاسلام' تاج الدین احمد اور کمال حسین پر مشتمل عوامی لیگ کی ٹیم کا حصہ تھے' ان کی مدد کے لیے ان کے ساتھ شامل تھے۔ اس ٹیم کی ذمہ داری' یحییٰ خان کے ماہرین کی ٹیم' جس میں میجر جنرل پیرزادہ' جسٹس اے آر کارنیلیئس اور ایم ایم احمد شامل تھے' کے ساتھ مذاکرات کر کے عبوری آئین کے بارے میں فیصلہ کرنے کی تھی۔

ہم ہر اجلاس کے بعد عوامی لیگ کی ٹیم کے ممبران کے ساتھ مل بیٹھتے اور یحییٰ خان کی ٹیم کی جانب سے پیش کردہ تجاویز پر غور و خوض کے بعد اپنی آراء کا اظہار کرتے۔ یہ اجلاس اکثر اوقات خاصے طویل ہوتے تھے۔ ان میں سے کئی ایک میں بنگلہ بندھو بذات خود بھی شامل ہوتے۔ ایسا ہی ایک اہم اجلاس ڈاکٹر کمال حسین کے چیمبر واقع موتی جھیل میں منعقد ہوا۔ جس میں عوامی لیگ کی ہائی کمان اور اس کے پارٹی مشیروں نے شرکت کی۔ یہ اجلاس رات بھر جاری رہا۔ ان میں اگلے دن کے لیے حتمی مذاکرات کو باضابطہ شکل دی گئی۔ ہمارا اہم کام گزشتہ رات تیار کیے گئے مسودے میں ایم۔ایم۔احمد کی اپنے ہاتھ سے کی جانے والی ترمیمات کا جائزہ لینا اور ان کے مختلف پہلوؤں پر غور و خوض کرنا تھا۔ یحییٰ خان کی ٹیم کی طرف سے اختیار کردہ پوزیشن سے یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ کم از کم اقتصادی مسئلے پر کسی نہ کسی معاملے پر پہنچا جا سکتا ہے۔ ہمیں توقع تھی کہ 24 مارچ کو جنرل پیرزادہ حتمی اجلاس بلا لے گا جس کے بعد پریس میں کوئی متفقہ اعلان جاری کر دیا جائے گا۔ لیکن اگلے دو روز اس متوقع اجلاس کے انتظار میں ہی گزر گئے اور 25 مارچ کو ہمیں پتہ چلا کہ ایم۔ایم۔احمد ایک رات قبل مغربی پاکستان روانہ ہو چکے ہیں۔ بظاہر وہ بھی اس متوقع اجلاس کے منتظر تھے کہ انہیں جنرل پیرزادہ کی طرف سے اچانک یہ اطلاع ملی کہ مشرقی پاکستان میں اب ان کا کام ختم ہو چکا ہے اور وہ جسٹس کارنیلیئس کے ہمراہ ڈھاکہ سے جا سکتے ہیں۔ یہاں ان مذاکرات کے لب لباب پر بحث مقصود نہیں کیونکہ بعد میں اسی سال میں نے ساؤتھ ایشین ریویو میں "مذاکرات برائے بنگلہ دیش" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا جس میں میں نے اشارتاً اپنا نقطہ نظر پیش کر دیا تھا جو کہ ابھی تک باقاعدہ ریکارڈ میں موجود ہے۔ ڈاکٹر کمال حسین نے خود بھی ان مذاکرات کے بارے میں اپنا ایک علیحدہ مصدقہ بیان دیا تھا۔

یہ مذاکرات بذات خود بنگلہ دیش میں پاکستانی فوج کی تعداد میں روز بروز اضافے کی وجہ سے بنگالی عوام میں بتدریج بڑھتی ہوئی ۔بے چینی' ان میں سیاسی بیداری اور ان میں جنگ جوئی کی کیفیت میں اضافے کے پیش

نظر بطور پیش بندی کے ہو رہے تھے مارچ کے تیسرے ہفتے میں ہمارے ایک دوست سعید الحسن نے مجھے بتایا کہ اس کے پاس فوجی ارباب اختیار کی طرف سے بنگلہ بندھو کے لیے ایک خصوصی پیغام ہے۔ اس وقت اس نے اس فوجی ذریعے کو ظاہر نہیں کیا تھا جبکہ بعد میں اس نے بتایا کہ وہ فوجی ذریعہ ائر وائس مارشل کھنڈکر تھا جو اس وقت پاکستانی فورس میں گروپ کیپٹن تھا۔ میں سعید الحسن کو رات 10 بجے کے قریب بنگلہ بندو کی رہائش گاہ پر لے گیا جہاں اس نے وہ پیغام ان تک پہنچایا کہ پاکستان فوج ایکشن کے لیے بڑی سرعت سے کیل کانٹے سے لیس ہو رہی ہے۔ بنگلہ بندھو نے اس پیغام کو غور سے سنا اور کہا کہ اسے ان تیاریوں کے بارے میں پہلے سے ہی اطلاعات مل چکی ہیں۔

ان مذاکرات کے دوران مجھے مغربی پاکستان کی نیشنل عوامی پارٹی کے لیڈروں سے بھی ملاقات کا موقع ملا۔ مجھے یاد ہے کہ سرحد کے عبدالولی خان اور بلوچستان کے غوث بخش بزنجو روزنامہ "سنگ باد" کے مالک احمد الکبیر کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ولی خان اور بزنجو دونوں نے مجھے یحیٰی' مجیب اور بھٹو کے درمیان ہونے والے مذاکرات کے بارے میں اپنے خدشات سے آگاہ کیا۔ ان کے خیال میں یہ مذاکرات مغربی پاکستان کے چھوٹے صوبے کے مفادات کو کچلنے کے مترادف تھے۔ پٹھان اور بلوچ لیڈروں کے دلوں میں یہ خدشات اور وسوسے اس لیے پیدا ہو رہے تھے کہ ان مذاکرات میں بھٹو نے عام انتخابات میں سندھ اور پنجاب میں اپنی برتری کے پیش نظر مغربی پاکستان میں اپنے لیے من مرضی کا مطالبہ کر دیا تھا۔ مجیب کی مشرقی حصے میں خودمختاری کے مطالبے کے جواب میں بھٹو سندھ اور پنجاب کی بجائے پورے مغربی پاکستان کا مقتدر اعلیٰ بننا چاہتے تھے۔ چونکہ پیپلز پارٹی کو شمال مغربی سرحدی صوبے اور بلوچستان میں انتخابات میں شکست فاش ہوئی تھی لہٰذا بھٹو کو خوف تھا کہ اگر پارلیمنٹ میں اکثریت کی حامی عوامی لیگ کے ساتھ پٹھان اور بلوچ بھی مل بیٹھے تو مرکز میں کلی طور سے پیپلز پارٹی اقتدار سے باہر ہو جائے گی اور مغربی پاکستان میں صوبائی خودمختاری انہیں پنجاب کی بالادستی سے نجات دلا دے گی۔ نیشنل عوامی پارٹی کے راہنما اس بات سے بھی خوفزدہ تھے کہ اگر مشرقی حصے میں مجیب کو کھلی چھٹی دے دی گئی تو وہ مغربی پاکستان کے چھوٹے صوبوں کی صوبائی خودمختاری کی قیمت پر بھٹو کو مغربی پاکستان میں من مرضی کا حق دینے کی ترغیب دیں گے' اگرچہ اب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مجیب الرحمان کے کردار کے بارے میں ان کے خدشات اور شکوک و شبہات تجریدی اور تشکیکی نوعیت کے تھے لیکن بعد میں رونما ہونے والے واقعات کے تسلسل اور پنجابی تسلط کے حامی مغربی پاکستان میں پہلے بھٹو دور اور اب فوجی حکومت میں چھوٹے صوبوں کے حقوق کی پامالی نے ان کے خدشات بڑی حد تک درست ثابت کر دیئے۔

میں نے ان مذاکرات کے دوران پاکستانی جرنیلوں کی منافقت کو اچھی طرح بھانپ لیا تھا۔ وہ بظاہر تو مذاکرات میں مشغول تھے لیکن درپردہ بنگلہ دیش میں اپنی فوجوں کی آمد کے لیے وقت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ 24 مارچ کو نیپ اور مغربی پاکستان کی دیگر چھوٹی سیاسی پارٹیوں کے لیڈر ڈھاکہ سے چلے گئے۔ ان کے اس طرح ڈھاکہ چھوڑ جانے کا صاف مطلب تھا کہ انہیں ایسا کرنے کے لیے جنرل یحیٰی خان کی طرف سے ہدایات موصول ہوئی تھیں اور اب فوجی ایکشن شدنی تھا۔

25 مارچ کی شام پانچ اور چھ بجے کے لگ بھگ میں طارق علی کے والد مظہر علی خان اور ایک دوسرے معروف صحافی جو کہ "فورم" میں کالم لکھتا تھا کو ساتھ لے کر بنگلہ بندھو کو ملنے روڈ نمبر 32 گیا' تو سارا گھر اخباری نمائندوں سے بھرا ہوا تھا جو پاک فوج کے ساتھ ہونے والے معاہدے کے اختتام کے بارے میں سن گن لے رہے تھے۔

مظہر علی خان چونکہ بنگلہ بندھو سے ملنے کے خواہش مند تھے اس لیے میں نے انہیں وہاں موجود جھمگٹے میں لے گیا۔ بنگلہ بندھو مظہر علی خان کو اس وقت سے جانتے تھے جب مظہر علی خان پاکستان ٹائمز کے ایڈیٹر ہوا کرتے تھے۔ اس اخبار کے مالک میں افتخار الدین تھے' انہوں نے مظہر علی خان کو بڑی گرم جوشی سے خوش آمدید کہا' اور کمرے میں موجود سب افراد کو باہر بھیج دیا۔ اب اس کمرے میں بنگلہ بندھو سمیت صرف ہم تین افراد رہے گئے تھے۔ بنگلہ بندھو نے ہمیں بتایا کہ فوج نے فوری اقدام کا فیصلہ کر لیا ہے جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے' بنگلہ بندھو نے کہا "یحیٰی خان کا خیال ہے کہ مجھے مار کر وہ اس تحریک کو کچل دے گا۔ لیکن یہ اس کی خام خیالی ہے۔ ایک خودمختار بنگلہ دیش کی تعمیر میری قبر پر ہوگی۔" بنگلہ بندھو کا رویہ تخت یا تختہ والا تھا۔ کیونکہ وہ اس سلسلے میں موت کو گلے لگانے کے لیے بھی تیار تھے ان کی خواہش تھی کہ اب نوجوان نسل کو آزادی کی اس جدوجہد کو آگے بڑھانا چاہیے۔ اس ملاقات کے بعد مظہر علی خان چونکہ متوقع کشت و خون کے بارے میں پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت کے خیالات بھی معلوم کرنا چاہتے تھے اس لیے ہم روڈ 32 سے ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل گئے۔ جہاں ہماری ملاقات محمود علی قصوری سے ہوئی۔ انہوں نے اپنے روایتی خشک لہجے میں میرا خیرمقدم اس الزام سے کرتے ہوئے کہا "دکھائی یوں دیتا ہے کہ عوامی لیگ کسی تصفیہ پر پہنچنا ہی نہیں چاہتی۔" لیکن جیسا کہ میرے علم میں تھا کہ معاہدے کا ایک ڈرافٹ پریس کو بھیجنے کے لیے بالکل تیار پڑا تھا۔ میں نے محمود علی قصوری سے استفسار کیا کہ انہوں نے یہ اہم اطلاع کہاں سے حاصل کی ہے۔ اس پر قصوری نے مجھے بتایا کہ انہیں اس بارے میں جنرل پیرزادہ نے بتایا ہے۔ اب پھر بات جنرل پیرزادہ پر آ

ٹھہری۔ جنرل پیرزادہ چونکہ ان مذاکرات میں مرکزی کردار ادا کر رہا تھا۔ لٰہذا یہ بات بالکل عیاں ہے کہ وہ مغربی پاکستان کے سیاسی لیڈروں کو مختلف قسم کی من گھڑت کہانیاں سنا کر دراصل فوجی ایکشن کے لیے وقت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ محمود علی قصوری نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے مزید کہا کہ چونکہ اس وقت ملک کی یکجہتی اور سالمیت داؤ پر لگی ہوئی ہے لٰہذا اگر ضرورت پڑے تو خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کیا جانا چاہیے' بالکل اسی طرح جس طرح ابراہیم لنکن نے ریاستہائے متحدہ کی سالمیت کی خاطر خانہ جنگی کی تھی۔ میں قصوری سے اس اعتماد کے ساتھ رخصت ہوا کہ وہ ایک نامور قانون دان تھے۔ جنہوں نے برٹرینڈرسل جنگی جرائم ٹریبونل کے تحت ویت نام میں امریکہ کی انسانی نسل کشی کا پردہ چاک کرنے کے لیے یادگار خدمات سرانجام دیں تھیں اور اب جبکہ پاکستانی فوجی بنگالیوں کے کشت و خوں پر آمادہ تھی تو مجھے توقع تھی کہ مسٹر قصوری بنگالیوں کے لیے بھی اسی انداز میں اپنی آواز بلند کریں گے۔ جس طرح انہوں نے ویت نامیوں کے لیے بلند کی تھی۔

پاکستانی جرنیلوں کی منافقانہ پالیسی کے بارے میں علم ہونے پر میں کمال حسین کے مکان پر سرکٹ ہاؤس روڈ گیا تاکہ جنرل پیرزادہ کے بارے میں انہیں بتا سکوں کہ وہ کس طرح پی پی پی قیادت کو مذاکرات کے بارے میں من گھڑت اور غلط سلط معلومات بہم پہنچا رہا ہے اور یہ کہ فوجی ایکشن کی ہر طرح سے تیاریاں مکمل کر لی گئی ہیں۔ کمال حسین کو یہ سب حالات بتانے کے بعد میں اپنے گھر گلشن چلا گیا' جہاں مجھے عوامی لیگ کے رضاکاروں نے یہ اطلاعات دیں کہ انہوں نے بعض سڑکوں پر فوج کو مورچے بناتے دیکھا ہے رات کو 9 اور 10 بجے کے قریب ہم نے توپ خانے کے پہلے فائر کی آواز سنی' جو اس بات کی طرف واضح اشارہ تھا کہ ایسٹ پاکستان رائفلز اور پولیس کے خلاف پاکستان آرمی کا ایکشن شروع ہو چکا ہے۔ میں نے روڈ 32 سے ڈائریکٹ فون پر بنگلہ بندھو کی خیریت دریافت کی۔ مجھے یہ تو معلوم نہ ہو سکا کہ فون پر کس نے جواب دیا ہے لیکن اس جواب سے مجھے اتنا ضرور پتہ چل گیا کہ بنگلہ بندھو روڈ 32 پر ہی موجود ہیں اور خیریت سے ہیں اس کے بعد کسی کال کا کوئی جواب موصول نہ ہوا اور پھر کچھ دیر کے بعد تمام لائنیں ڈیڈ ہو گئیں۔

(اقتباسات)

ترجمہ: نسرین نقوی

12 دسمبر 1971ء کو بھٹو کی سلامتی کونسل میں تقریر

پاکستانی وفد ایک ایسے مرحلہ پر سلامتی کونسل میں پہنچا ہے' جو نہ صرف پاکستان بلکہ عالمی برادری اور اقوام متحدہ کے لیے بھی بڑا نازک اور انتہائی اہم ہے۔

مجھے صورت حال کی نزاکت کا احساس ہے اور میں جناب صدر نہ تو آپ کا اور نہ ہی اس موقر ادارے کا وقت غیر ضروری طور پر ضائع کرنا پسند کروں گا۔ بین الاقوامی امن اور سلامتی برقرار رکھنے کی ذمہ داری زیادہ تر اسی ادارے پر عائد ہوتی ہے۔ وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔ میں بھی یہ بتا سکتا تھا کہ پاکستان اور ہندوستان کے تنازعہ کی ابتداء کیسے ہوئی؟ میں شہنشاہ اشوک کے دور سے گفتگو کا آغاز کر کے برصغیر پر محمد بن قاسم کے حملہ تک کے تاریخی واقعات اور پھر اپنے برصغیر میں دو غالب تہذیبوں کے درمیان ایک ہزار برس کی المناک آویزش کا تذکرہ بھی کر سکتا تھا۔ ہم نے عہد حاضر کی اسپرٹ سے کام لے کر ان تنازعات اور اختلافات کو سلجھانے کی کوشش کی ہے۔

ہندوستان کے وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ نے جو سوال اٹھائے ہیں ان پر میں سردست کوئی مفصل تبصرہ نہیں کر سکتا۔ سردار سورن سنگھ کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ ان کے ساتھ ان تنازعات پر ماضی میں بھی میری گفتگو ہوتی رہی ہے۔ ہم نے 1962ء میں ہندوستان اور پاکستان کے تنازعات سلجھانے کے لیے چھ ماہ تک گفت و شنید کی۔ میرا خیال ہے سردار سورن سنگھ ان دنوں ریلوے کے وزیر تھے اور میں پاکستان کا وزیر خارجہ تھا۔ ہم نے ان تنازعات کو حق و انصاف کی بنیاد پر طے کرنے کے لیے چھ ماہ تک بڑی کاوش اور خلوص کے ساتھ مذاکرات کیے۔ ہم نے اس سلسلہ میں بڑی کوشش' محنت اور جدوجہد کی۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے' میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ یہ ایک مخلصانہ کوشش تھی اور میرا خیال ہے کہ ہندوستان نے بھی مساوی طور پر اخلاص کا ثبوت دیا ہو گا لیکن بدقسمتی سے ہمیشہ بحران پیدا ہونے کا ہی احساس ہوا۔ اس لیے اب میں ماضی کی طرف واپس جانے کی کوشش نہیں کروں گا۔ ہندوستان کو اس ماضی کا علم ہے اور پاکستان بھی ماضی سے آگاہ ہے۔ ہم ایک ہی برصغیر کے حصے ہیں۔ سلامتی کونسل کے ارکان بھی جزوی طور پر ماضی سے باخبر ہیں۔ کیونکہ یہ سلامتی کونسل کا بھی مسئلہ ہے۔ ان سنگین مسائل سے آگاہ ہونا کونسل کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ چنانچہ اس نقطہ نظر سے ہم ارکان کونسل سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ ہندوستان اور پاکستان میں اختلافات کے بنیادی اسباب سے آگہی حاصل کریں گے۔

میں زور خطابت یا الفاظ کی شعبدہ بازی کی راہ اختیار نہیں کروں گا کیونکہ صورت حال کی سنگینی اس انداز تخاطب کی اجازت نہیں دیتی۔ آگ بھڑک اٹھی ہے۔ ہمارے لیے وہ وقت آن پہنچا ہے کہ ہم یا تو علیحدہ ریاستوں کی حیثیت میں انفرادی طور پر اپنی مقتدر سالمیت اور قومی

اتحاد کی حفاظت کریں یا ہم اقوام متحدہ کے ارکان کی حیثیت میں اجتماعی طور پر سلامتی کونسل، جس پر دنیا میں امن و سکون قائم کرنے کی بنیادی ذمہ داری عائد کی گئی ہے، کے اندر رہ کر اور اس کی وساطت سے باہم مل کر حزم و احتیاط سے کام کریں۔

ثانیاً میں یہ کوشش نہیں کرتا اور میں کبھی بھی ایسا نہیں کروں گا کہ جوابی الزام تراشی کے جذبہ سے بات کروں یا کسی فریق پر کوئی الزام عائد کروں۔ میری کوشش یہ ہوگی کہ میں بنیادی حقیقت پسندانہ اصولوں کو اجاگر کروں اور صورت حال سے منسلک بنیادی حقائق کی نشاندہی کروں۔ بجائے اس کے کہ اس تنازعہ کو موضوعی کردار سے زہر آلود کروں جس نے آج برصغیر کو جہنم زار بنا رکھا ہے اور جو بھائی کے ہاتھوں بھائی کے قتل کی جنگ تک لے آیا ہے۔ میں کوئی ریاکارانہ رویہ ہرگز اختیار نہیں کروں گا۔ میں شروع ہی میں یہ تسلیم کرنے کو تیار ہوں کہ ہم نے غلطیاں کی ہیں۔ انسان غلطیوں سے مبرا نہیں اور وہ خطاکار ہے۔ غلطیاں برصغیر میں ہی نہیں، ہر کہیں ہوئی ہیں۔ سلطنت روما، سلطنت برطانیہ اور دنیا کی ہر مملکت سے بھی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں مگر مملکتوں کو ان غلطیوں کے لیے سزا نہیں دی جایا کرتی۔ مجھے اعتراف ہے کہ دوسروں کی طرح ہم نے بھی غلطیاں کی ہیں۔ ہم مہذب طریقہ سے، مفاہمت اور تعاون کے جذبہ سے کام لے کر اور بین الاقوامی قومی و معیار کے بلند ترین اصولوں کے مطابق ان غلطیوں کی اصلاح کرنے پر بھی آمادہ ہیں۔ میں زبردست اور المناک غلطیوں کی تردید نہیں کروں گا۔

مشرق و مغرب، یورپ، ایشیا اور افریقہ میں ہم سب ہی غلطیاں کرتے ہیں۔ ہم نہ تو ان عوامل سے غافل رہے اور نہ ہی ان کے سلسلہ میں اپنی آنکھیں بند کیں۔ غیر دانشمندانہ اور المناک واقعات ہر کہیں ہی پیش آئے لیکن کوشش ہمیشہ یہی ہونی چاہیے کہ ایسے واقعات سے پہنچنے والے نقصان کی تلافی ہو۔ چنانچہ ہم نقصان کے ازالہ کی کوشش کرنے کو تیار ہیں۔

اس لیے میں یہ نہیں کہتا کہ ہم نے غلطیاں نہیں کیں۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ ماضی میں برصغیر میں کوئی غلطیاں نہیں ہوئیں مگر یہ کوئی نئی صورت حال نہیں ہے۔ یہ قدیم زمانہ ہی سے چلی آ رہی ہیں۔ اس کی جڑیں ہماری تاریخ میں پیوست ہیں اور میں اس صورت حال کے تاریخی عوامل بیان نہیں کروں گا۔ میں موجودہ بحران سے تعلق رکھنے والے مسائل تک ہی اپنی تقریر کو محدود رکھوں گا۔

موجودہ بحران سے تعلق رکھنے والے مسائل کیا ہیں؟ ان میں سے بعض بڑے بنیادی اور اہم مسائل ہیں اور انہوں نے بحران لا کر ہمارے برصغیر میں تباہ کن صورت حال پیدا کی ہے۔ میری رائے کے مطابق سب سے بڑا اور بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ عالمی برادری، اقوام متحدہ اور دنیا بھر کے عوام اس امر کو ہرگز قبول نہیں کریں گے کہ جو ملک اپنی کوششوں، جدوجہد اور تشخص کی بدولت معرض وجود میں آیا ہو، اس کے اتحاد و سالمیت کو طاقت استعمال کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ یہ ایک اہم بنیادی مسئلہ ہے۔

پاکستان طاقت کے بل پر قائم نہیں ہوا تھا۔ براہ کرم یہ یاد رکھیں کہ پاکستان کا قیام ایک بہت بڑا تاریخی واقعہ تھا۔ پاکستان انڈین کانگرس اور انگریزوں کی شدید مخالفت کے باوجود معرض وجود میں آیا تھا جو اس برصغیر کے ہی حکمران نہیں تھے بلکہ وہ ایک ایسی سلطنت کے بھی مالک تھے، جس پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ چونکہ اتنی مضبوط طاقتیں ہماری مخالف تھیں، اس لیے تاریخی قوتوں کے دباؤ اور عوام کے عزم کی طاقت کے بغیر قیام پاکستان کا واقعہ پیش آ ہی نہیں سکتا تھا۔ پاکستان 1947ء میں ایک آزاد و خودمختار مملکت کی حیثیت سے منصہ شہود پر آیا لیکن اس کے بیج بہت پہلے موجود تھے۔ یہ بیج اسی وقت سے موجود تھے جب محمد بن قاسم نے برصغیر کی سرزمین پر قدم رکھا اور وہاں اسلام کا وہ پیغام پہنچا جو مساوات اور اخوت کا پیغام تھا۔ اس طرح پاکستان کے بیج قیام پاکستان سے بہت پہلے بو دیے گئے تھے۔

اگر کوئی سفاک ہمسایہ یا فوجی جتھے باز طبعی طور پر پاکستان کو ختم کر دے تو بھی اس کا وجود برقرار رہے گا۔ کیونکہ پاکستان ایک تصور کا نام ہے اور طبعی طور پر ختم ہو جانے کے بعد بھی یہ زندہ رہے گا۔ ہم ایسی طبعی تباہی کا سامنا کرنے کو تیار ہیں۔ ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں کہ بارہ کروڑ عوام کا وجود ختم ہو جائے۔ اس کے بعد ہم از سرنو آغاز کریں گے اور نئے پاکستان کی تعمیر کریں گے۔ لیکن ہم کسی ظالم طاقت کی محکومیت کبھی قبول نہیں کریں گے۔ یہ ایک حقیقت اور اصل صورت حال ہے۔ پاکستان کا تصور، خواب، نصب العین اور روحانی پیکر کسی فوجی کے ہاتھوں تباہ نہیں ہو سکتا۔ یہ طاقت اور کسی فوجی طاقت کے غلبہ سے بھی تباہ نہیں کیا جا سکتا۔

میں چاہتا ہوں کہ میرے ہندوستانی دوست بھی اس حقیقت کو تسلیم کریں اور میں انہیں ایسی حالت میں بھی دوست کہہ رہا ہوں جب کہ جنگ جاری ہے۔ انہوں نے قیام پاکستان کا ناگزیر ہونا مان کر 1947ء میں بھی ایسی حقیقت کو تسلیم کیا تھا۔ پاکستان میں ان کے عظیم رہنماؤں کا اب بھی احترام کیا جاتا ہے۔ وہ ایک نظریہ کے حامی تھے۔ وہ متحدہ ہندوستان کے حامی تھے لیکن انہوں نے یہ تسلیم کر لیا تھا۔ بالآخر سالہا سال کی مخالفت کے بعد انڈین کانگریس نے 1947ء میں ایک آزاد و خود مختار مملکت کی حیثیت سے پاکستان کا قیام قبول کر لیا تھا۔

ہندوستان کے پہلے وزیراعظم اور موجودہ ہندوستانی وزیراعظم کے

والد بلاشبہ ایک عظیم وزیراعظم تھے۔ انہوں نے کہا تھا "ہم اتنے بوڑھے ہو چکے ہیں اور اس قدر تھک چکے ہیں کہ پاکستان کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ اب پاکستان نے قائم ہونا ہی ہے لیکن ہمیں امید ہے کہ کسی نہ کسی دن ہم پھر اکٹھے ہوں گے"۔ مجھے بھی امید ہے کہ پاکستان ہندوستان کے محکوم ملک کی حیثیت تو قبول نہیں کرے گا مگر ہم مساوی حیثیت کے دوستوں کے طور پر اسی برصغیر میں پھر اکٹھے ہوں گے اور غربت' جہالت اور مصیبتوں کو ختم کرنے کے لیے مشترکہ کوششیں بھی کریں گے۔ پاکستان اور ہندوستان' دنیا کے دو غریب ترین ملک ہیں۔ اس کے باوجود گزشتہ چوبیس برسوں میں ہم نے تین بار ایک دوسرے سے جنگ کی ہے۔ برصغیر تین بار جنگ کی لپیٹ میں آیا ہے۔ مجھے یاد ہے سوویت یونین کے وزیراعظم نے مجھ سے ایک بار یہ کہا تھا کہ متمول قومیں بھی جنگ سے بچنے کی کوشش کرتی ہیں اور غریب قوموں کو تو جنگ سے دامن بچانے کی بہت زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔

ہم بہت غریب ہیں۔ ہمارے ہاں پریشانیوں اور مصیبتوں کا دور دورہ ہے۔ ہمارے ہاں غربت کا دور دورہ ہے۔ جناب صدر! ایک افریقی ملک کے نمائندہ کی حیثیت سے آپ جانتے ہیں کہ ہمارا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ ہم غربت کے خلاف جنگ کریں۔ سماجی انصاف' مساوات اور اخوت لا کر شاہراہ ترقی پر گامزن ہوں اور دوسرے ملکوں اور براعظموں کی رفتار ترقی میں ان کی ہمسری کی کوشش کریں۔ یہ بات بڑی ہی افسوس ناک ہے کہ ہم آج ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہیں اور ہم میں سے ایک یہ خواب دیکھ رہا ہے کہ وہ نیم وحشیانہ طور پر دوسرے کا وجود تک ختم کر کے رکھ دے۔ حالانکہ اب کسی کا وجود ختم کرنا ممکن نہیں۔ بڑی طاقتیں بھی ایسا نہیں کر سکتیں۔ انہوں نے بھی یہ محسوس کر لیا ہے کہ دوسروں پر تسلط اور بالادستی قائم نہیں رہ سکتی۔ کیا ہندوستان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ آج ایشیا میں ایک بڑی طاقت بن جائے گا؟ یہ بالکل ممکن نہیں کیونکہ اس صورت میں ہندوستان کو ان بارہ کروڑ عوام سے نبرد آزما ہونا پڑے گا جو بہادر ہیں' جن کا ماضی شاندار ہے اور جو اب بھی اپنی آزادی' اپنے وقار اور اپنی عزت نفس کے لیے جنگ لڑ رہے ہیں۔

اس لیے میں ہندوستان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔ اگر ہمارے درمیان جنگ نہ ہو رہی ہوتی تو میں ہندوستان کی طرف اس سے زیادہ گرمجوشی کے ساتھ دوستی کا ہاتھ بڑھاتا۔ ہندوستان کو علم تھا کہ پاکستان میں سول حکومت کی بحالی کے فوراً بعد ہم اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے کے لیے تیار تھے لیکن اس حکومت کے قیام سے پہلے ہی ہندوستان نے ہمارے علاقے پر قبضہ کر لینا ضروری خیال کیا۔ یہ برصغیر کی بہت بڑی بدقسمتی تھی لیکن میں بعد میں اس طرف آؤں گا۔

اس لیے ہمارے سامنے بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ جو آزاد و خودمختار مملکت اپنے عوام کی خواہش سے اور کسی رکاوٹ یا مداخلت کے بغیر قائم ہوئی ہو' اسے طاقت کے بل پر توڑنا نہیں چاہیے۔ ایسی کارروائی دنیا بھر کے لیے ایک المناک مثال قائم کر دے گی۔ اس سے خوفناک نظیر قائم ہوگی۔ میں صرف پاکستان کی طرف سے ہی یہ بات نہیں کہہ رہا' میں ایک اصول کی خاطر یہ بات کہہ رہا ہوں۔ میں اس بنیادی اصول کی حمایت کر رہا ہوں جو ایشیاء' افریقہ اور لاطینی امریکہ کو متاثر کرتا ہے' اسی لیے تیسری دنیا نے 7 دسمبر کو جنرل اسمبلی میں ایک تاریخی قرارداد منظور کرتے وقت پاکستان کے موقف کی زبردست حمایت کی تھی۔

اگر میں نے صرف پاکستان کی خاطر یہ بات کہی ہوتی تو میں الگ تھلگ رہ جاتا کیونکہ پاکستان کے مقابلے میں ہندوستان ایک بہت بڑا ملک ہے۔ اس صورت میں اقتداری سیاست حرکت میں آ جاتی۔ 7 دسمبر کو پاکستان کے موقف کو کامیابی اس لیے حاصل ہوئی کہ یہ محض پاکستان کے خودغرضانہ داخلی مفادات پر مبنی نہیں تھا بلکہ دراصل اس عالمی اصول کی ہم نوائی مقصود تھی' جسے دنیا بھر میں تسلیم اور قبول کیا گیا ہے۔ عالمی اصول یہ ہے کہ جو خودمختار ملک خون دے کر اور جان جوکھوں سے قائم کیا گیا ہو اسے کوئی غارت گر ہمسایہ ٹکڑے ٹکڑے نہیں کر سکتا۔ آج اگر پاکستان تختہ مشق بن سکتا ہے تو کل دنیا کے دوسرے حصے بھی ایسی بے انصافی کا نشانہ بن سکتے ہیں۔ براہ کرم اس پوزیشن کو تسلیم کریں اور یاد رکھیں کہ ہم صرف پاکستان ہی کی جنگ نہیں لڑ رہے۔ ہم ایک موقف' ایک منصفانہ موقف کے لیے جنگ لڑ رہے ہیں اور یہ موقف اس مملکت کے بارے میں ہے جو اپنے عوام کی قوت ارادی کی بدولت وجود میں آئی اور جس کے قیام کو ہندوستان نے بھی تسلیم کیا تھا۔

انگریزوں نے 1947ء میں برصغیر کو خیرباد کہا تھا۔ ان کے مفادات کیا تھے؟ اگر برصغیر چھ مملکتوں میں تقسیم ہونا چاہتا تو انگریزوں کو اس سے کوئی پریشانی نہیں ہو سکتی تھی۔ ایسی صورت میں وہ یہی کہتے "ٹھیک ہے' اگر آپ چھ مملکتیں چاہتے ہیں تو چھ مملکتیں ہی قائم کر لیں اور اگر چار مملکتوں کا قیام مقصود ہے تو ہمیں اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں"۔ انگریز برصغیر کو چھوڑ کر جا رہے تھے۔ پھر انہوں نے پاکستان اور ہندوستان' یہ دو مملکتیں کیوں قائم کیں؟ انگریزوں نے برصغیر چھوڑنے سے پہلے دو مملکتیں اس لیے قائم کیں کہ اس وقت برصغیر کے چالیس کروڑ عوام تین' چار یا پانچ مملکتوں کی بجائے صرف دو مملکتیں چاہتے تھے۔ ان میں سے ایک ہندوستان تھا' جسے بھارت کا نام دیا گیا تھا اور دوسری کا نام پاکستان تھا اور یہ مشرقی بنگال کے ہی عوام تھے جنہوں نے قیام پاکستان کی جدوجہد میں بڑا جرات مندانہ' نمایاں اور فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ آج میرے دوست سردار سورن سنگھ نے بنگالیوں کے بارے میں فصاحت کے دریا اور مگرمچھ کے آنسو بہائے ہیں۔ اگر یہ بنگالی' مشرقی

بنگال، ایک الگ مملکت کا مطالبہ کرتے تو انگریز انہیں جداگانہ مملکت دے جاتے۔ پھر نہ صرف پاکستانی بنگال بلکہ ہندوستانی بنگال اور آسام کے لیے بھی ایک الگ بنگالی مملکت قائم ہو جاتی۔ اس کے بعد تیسری اور غالباً چوتھی مملکت بھی معرض وجود میں آسکتی تھی۔

اس لیے سردار سورن سنگھ کی ساری غضبناکی اور خوش بیانی سے قطع نظر ہمارے سامنے بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ جو مملکتیں اپنے عوام کی جدوجہد سے شدید مخالفت کے باوجود قائم ہوئی ہوں انہیں فوجی اعتبار سے کوئی زیادہ طاقتور ہمسایہ قوت کے بل پر ٹکڑے ٹکڑے نہیں کر سکتا۔ اس لیے آپ براہ کرم ہماری جدوجہد کا مقصد اپنے پیش نظر رکھیں۔ ہم صرف پاکستان کی خاطر ہی نہیں لڑ رہے، ہماری جنگ ایک موقف کے لیے ہے جو ہم سب کو متاثر کرتا ہے۔ موقف یہ ہے کہ آیا دنیا کے ممالک آزاد و خودمختار رہیں گے یا کوئی بڑی طاقت یا نیم بڑی طاقت یا بظاہر نیم بڑی قوت جب چاہے ان کا شیرازہ منتشر کر سکے گی۔

آج برصغیر میں یہ واقعہ پیش آ رہا ہے۔ کل ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے دوسرے حصوں بلکہ ہر کہیں ایسی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں، اس لیے موجودہ صورت حال میں ایک بنیادی مسئلہ توجہ طلب ہے۔

جناب عالی! میں آپ سے بحیثیت صدر سلامتی کونسل یہ دریافت کرتا ہوں کہ کیا موجودہ صورت حال اقوام متحدہ اور اقوام متحدہ کے چارٹر کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت نہیں رکھتی؟ میں گزشتہ ساڑھے پانچ برسوں سے اپنے ملک میں جمہوریت اور سماجی انصاف کی بحالی کے لیے جدوجہد میں مصروف ہونے کی بنا پر اقوام متحدہ کے چارٹر سے پوری طرح باخبر نہیں رہا۔ میں اپنے ملک میں جمہوریت اور سماجی انصاف کے لیے بہت بڑی جدوجہد کے باعث ساڑھے پانچ سال بعد سلامتی کونسل میں آیا ہوں۔ کیا موجودہ صورت حال خود اقوام متحدہ کے لیے ایک چیلنج نہیں ہے؟ دوسرا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ کیا اقوام متحدہ طاقت کے ذریعہ کسی ملک پر اس قسم کے قبضہ کی اجازت دے گی؟

چارٹر میں متعدد دفعات ہیں۔ ہندوستان کے وزیر خارجہ نے دفعات 55 اور 56 کا ذکر کیا۔ میں ان دفعات کا حوالہ نہیں دوں گا لیکن مختلف ملکوں کے نمائندے اقوام متحدہ، بالخصوص سلامتی کونسل کی ذمہ داری سے بخوبی آگاہ ہیں۔ ان میں سلامتی کونسل کی سب سے بڑی ذمہ داری دنیا میں امن و سلامتی کا تحفظ ہے، اس لیے میں پھر یہی کہوں گا کہ یہ خود اقوام متحدہ کے لیے ایک چیلنج ہے۔

آج پاکستان سے جو سلوک کیا گیا کل وہی سلوک بھوٹان کے ساتھ بھی کیا جا سکتا ہے۔ درحقیقت بھوٹان پہلے ہی تھیلے میں ہے۔ سکم بھی ہندوستان کے تھیلے میں ہے۔ نیپال ابھی تھیلے میں نہیں ہے لیکن پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا تو نیپال بھی بہت جلد ہندوستان کے تھیلے میں جا کر اپنی آزادی و خودمختاری سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ بھوٹان، سکم، نیپال، لنکا، افغانستان اور ایران کی بھی باری آئے گی۔ نئی نئی پریشانیوں کی پٹاری صرف پاکستان کے لیے ہی نہیں کھلی، یہ کئی دوسرے ملکوں کے لیے بھی اور بڑے فیصلہ کن طریقہ سے کھل چکی ہے۔ اس لیے یہ تمام ممبر ملکوں کے لیے چیلنج ہے اور انہیں یہ سوچنا ہوگا کہ آیا طاقت، بلیک میل اور دھمکیوں سے اس قسم کی تبدیلی کی اجازت دی جا سکتی ہے؟

ہندوستان کے وزیر خارجہ نے واقعات کی ایک لمبی فہرست پیش کر کے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ ہم جارح ہیں۔ اب میں آپ سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ آپ اپنی فراست اور استدلال کی صلاحیتوں کو کام میں لائیں۔ ہندوستان پاکستان سے پانچ یا چھ گنا بڑا ملک ہے۔ ہماری آبادی بارہ کروڑ اور ان کی پچاس کروڑ ہے۔ ہماری زرمبادلہ کی آمدنی اور وسائل انتہائی محدود ہیں۔ قیام پاکستان کی خواہش کا ایک سبب یہ تھا کہ ہم ایک چھوٹے سے کونے میں بیٹھ کر اپنے بڑے ہمسایہ کے ساتھ پرامن طور پر رہ سکیں۔ لیکن بڑے ہمسایہ نے یہ پوزیشن قبول نہ کی۔ چنانچہ ہم پر جارحیت کا الزام لگایا گیا ہے۔ کیا ڈنمارک پر جرمنی کے خلاف، میکسیکو پر امریکہ کے خلاف اور ہالینڈ پر فرانس کے خلاف جارحیت کا الزام لگایا جا سکتا ہے؟

اس لیے میں بنیادی طور پر ایک وسیع تر مسئلہ پر اظہار خیال کر رہا ہوں۔ پہلا اصول یہ ہے کہ اپنی آزاد منشا اور قوت ارادی کی بدولت قائم ہونے والے کسی آزاد و خودمختار ملک کو طاقت استعمال کر کے توڑا نہیں جا سکتا۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے نتائج اور پچھلے 25 برسوں کی ناکامیوں اور کامیابیوں کے پیش نظر چارٹر میں اقوام متحدہ کی ایک ذمہ داری شامل کی گئی ہے۔

مجھے اس سلسلہ میں کونسل کو یہ بتانا ہوگا کہ ہندوستان کے مقابلہ میں چھوٹا ملک ہونے کی بنا پر اقوام متحدہ نے ماضی میں بھی پاکستان کے بارے میں اپنا فرض ادا نہیں کیا۔ ہم 1947ء اور 1948ء میں سلامتی کونسل میں پہنچے تھے۔ ہم نے یہ درخواست کی تھی کہ ہندوستان اور پاکستان نے جس حق خودارادیت کو تسلیم کیا تھا اسے استعمال کرنے کی ہدایت کی جائے۔ اس وقت کے وزیراعظم اور ہندوستان کی موجودہ وزیراعظم کے والد نے خود یہ کہا تھا کہ کشمیر ایک متنازعہ علاقہ ہے اور کشمیری عوام اپنی خواہش کے مطابق اس کا مستقبل طے کریں گے۔ یہ واقعہ 1948ء کا ہے، لیکن کشمیر کا تنازعہ آج تک سلجھایا نہیں گیا اور جو علاقہ جائز طور پر پاکستان کا حصہ بننا چاہیے تھا اس سے پاکستان کو محروم رکھا گیا ہے۔

پھر ہم 1965ء میں یہاں آئے۔ ہندوستان کے وزیرخارجہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ اس وقت میں اپنے ملک کی نمائندگی کر رہا تھا اور

مجھے یاد ہے کہ کونسل نے جو قرارداد منظور کی اس میں ہمیں بتایا گیا تھا کہ تنازعہ کے بنیادی سبب کو طے کیا جائے گا۔ ہندوستان کے وزیر خارجہ نے آج شام جس تنازعہ کے متعلق بہت کچھ کہا' اگر ہم نے اس کے اسباب معلوم کرنے کی واقعی کوشش کی ہوتی' اسی طرح اگر ہم نے 1965ء کی جنگ کے بھی بنیادی اسباب کا جائزہ لیا ہوتا تو ہمیں آج اس سے بڑے المیہ کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ اس وقت امریکہ کے مستقل مندوب مسٹر آرتھر گولڈ برگ سلامتی کونسل کے صدر تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ قرارداد ایک انجیل ہے۔ کاش میں نے ان سے یہ دریافت کیا ہوتا کہ یہ انجیل کی پرانی دستاویز ہے یا نئی دستاویز ہے؟ ہم اس انجیل میں یقین رکھتے ہیں کیونکہ لوگ اسے ایک مقدس دستاویز مانتے ہیں۔ انہوں نے کہا "ہم اس قرارداد پر عملدر آمد کرائیں گے"۔ یہ 1965ء کی بات ہے۔ لیکن اس قرارداد کو عملی جامہ نہیں پہنایا گیا۔ اس لیے حالات مزید ابتر ہوگئے اور ہمیں اب پہلے سے زیادہ بڑی تباہی درپیش ہے۔ اگر دنیا نے مسئلہ سے نپٹنے کی کوشش نہ کی' اور اگر اس نے یہ کہنے کی اخلاقی جرات کا مظاہرہ نہ کیا کہ ان مسائل کو ضرور طے کیا جائے اور اس مقصد کے لیے بین الاقوامی برادری کی پوری طاقت کو بھی بروئے کار لایا جائے' تو ہندوستان اور پاکستان کے مسائل پہلے سے زیادہ پیچیدہ ہو جائیں گے۔ اس سے نقصان کسے پہنچے گا؟ نقصان ہندوستان اور پاکستان کے غریب عوام کو پہنچے گا۔ میں صرف پاکستان کے غریب عوام کا ہی دوست نہیں' میں ہندوستان کے غریب عوام کا بھی دوست ہوں۔ ہمارے ہاں دنیا کے ہر ملک سے زیادہ غربت پائی جاتی ہے۔

ہم مسلح تصادم کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ہتھیاروں کو ایک طرف پھینک دینے کے خواہاں ہیں۔ ہم برصغیر میں سلامتی اور خیر سگالی کا دور لانا چاہتے ہیں کیونکہ ہم پہلے ہی تصادم اور بدامنی کا طویل دور دیکھ چکے ہیں۔ منتخب اور چیدہ چیدہ لوگوں نے کبھی کوئی نقصان نہیں اٹھایا۔ یہ لوگ کبھی بھی نقصان نہیں اٹھاتے۔ نقصان دراصل غریب اور وہ پناہ گزین اٹھاتے ہیں' جن کا ذکر ہندوستان کے وزیر خارجہ نے کیا ہے۔ نقصان ان لوگوں کو پہنچتا ہے جنہیں روزی بمشکل میسر آتی ہے۔ ہم اپنے عوام کو روٹی' کپڑا' مکان اور تعلیم دینا چاہتے ہیں۔ اگر ہم ہر وقت ایک دوسرے سے لڑتے ہی رہیں اور ایک ہی جغرافیائی علاقے اور ایک ہی جگہ وطن پرستانہ جارحیت کا مظاہرہ کرتے رہیں تو عوام کو یہ سہولتیں مہیا نہیں کی جاسکتیں۔

جب میں یہ بات کہتا ہوں تو میں اپنی کمزوری کی بنا پر ایسی باتیں زبان پر نہیں لا رہا کیونکہ پاکستان کبھی کمزور نہیں ہو سکتا اور اس حقیقت سے ہندوستانی بخوبی آگاہ ہیں۔ ہماری تاریخ ایک ہزار سال پر محیط ہے۔

اگر یہ تصادم نہ ہوتا اور اگر حکومت ہندوستان ہمیں پاکستان میں فوجی حکومت کو سول حکومت میں تبدیل کرنے کا موقع دیتی تو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم اپنے زاویہ نگاہ میں کتنی تبدیلیاں لاتے ہیں۔ میں ان معاملات پر اہل پاکستان کے منتخب نمائندہ کی حیثیت سے اظہار خیال کر رہا ہوں۔ سردار سورن سنگھ نے مسٹر مجیب الرحمٰن کو ایک منتخب نمائندہ بتایا ہے۔ جس طرح مسٹر مجیب الرحمٰن مشرقی پاکستان کے منتخب نمائندہ ہیں' اسی طرح میں بھی مغربی پاکستان کے عوام کا منتخب نمائندہ ہوں۔ مغربی پاکستان میں میری حیثیت وہی ہے جو مشرقی پاکستان میں مسٹر مجیب الرحمٰن کی ہے میں کسی کے پٹھو کی حیثیت سے یہ باتیں نہیں کر رہا۔ میں پاکستان کے عوام کی آواز ہوں اور اسی حیثیت سے یہاں خطاب کر رہا ہوں۔ میں نے ایک بہت بڑے آمر کے خلاف جدوجہد کی قیادت کی۔ میری جڑیں عوام میں ہیں اور میں اپنے ملک کے عوام کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ اگر ہم اسی طرز کی مہلک اور برادر کش جنگ میں مصروف رہے تو میرے ملک کے عوام کی کوئی خدمت نہیں ہو سکتی۔

میں کسی کمزور پوزیشن سے یہ اظہار خیال نہیں کر رہا۔ میں نے انتخابی مہم میں بھی یہ باتیں کہی تھیں۔ میں نے کہا تھا کہ ہمارا بنیادی مقصد سماجی اور اقتصادی انصاف لانا ہے۔ لہٰذا ہمیں ایک نئے باب کا آغاز کرنا ہوگا۔ برصغیر کو ایک سماجی بحران درپیش ہے۔ یہ اس سماجی ڈھانچے کا بحران ہے جسے برسوں کے قابل نفرت' جمود کے خلاف جدوجہد نے جنم دیا۔ اس لیے ہمیں اس ظالمانہ جمود کو ختم کرنے کے لیے اپنی تمام توانائیوں کو بروئے کار لانا چاہیے۔ یورپ نے ترقی کی ہے۔ دوسرے ملکوں نے بھی ترقی کی ہے۔ ہم بھی مہذب اقوام ہیں۔ ہمارے پیچھے پانچ ہزار برس کی تاریخ ہے۔ ہم بھی ترقی کرنے کے وسائل' ذرائع اور صلاحیت رکھتے ہیں اور ہم بھی ترقی کر کے عوام کو بہتر زندگی مہیا کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ہم ہتھیار پھینک ڈالیں۔ مگر ہتھیار پھینکنے کا یہ مطلب نہیں کہ کسی دوسرے کی اطاعت قبول کر لی جائے۔ بین الاقوامی اصولوں کی خلاف ورزی کی جائے۔ کسی ملک کو اذیت پہنچائی جائے یا اس کا شیرازہ منتشر کر دیا جائے۔

ہمیں اسی طرح بقائے باہم کا ثبوت دینا چاہیے جس طرح دو عظیم طاقتیں--- روس اور امریکہ ایک دوسرے کے شانہ بشانہ رہتی ہیں۔ اگر آج چین اور امریکہ نئے سرے سے باہمی مذاکرات کر سکتے ہیں تو برصغیر میں بھی ایسا کیوں نہیں ہو سکتا؟ ہماری یہ دلی خواہش تھی کہ ایسا ضرور ہو لیکن ہمیں اس کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔ پاکستان میں تیرہ سال بعد ایک سول حکومت قائم ہونے سے ایک مہینہ پہلے ہی حکومت ہندوستان نے جنگ کر کے ان امکانات کو ختم کرنا ضروری خیال کیا۔ انہیں ہمیں ایک موقع دینا چاہیے تھا اور ہم یہ موقع حاصل کرنا چاہتے

تھے لیکن انہوں نے مشرقی اور مغربی پاکستان کی جدوجہد کے نتیجہ میں قائم ہونے والی سول جمہوری حکومت کے عہدہ سنبھالنے سے دو ماہ پہلے ہی حملہ کر دیا۔ ایک منطقہ کی جدوجہد دوسرے منطقہ کی جدوجہد سے بے تعلق نہیں تھی۔ یہ ایک مشترکہ اور متحدہ جدوجہد تھی لیکن ہمیں موقع ہی نہیں دیا گیا۔

بدقسمتی سے ماضی میں بھی تاریخ نے ہمارا ساتھ نہیں دیا۔ لیکن عصر حاضر کی اصطلاح میں ہمارے ساتھ اقوام متحدہ نے بے وفائی کی ہے۔ سلامتی کونسل نے کشمیر کے متعلق اپنی 1947ء اور 1965ء کی قراردادوں کو عملی جامہ پہنانے میں ناکام رہ کر ہمارا ساتھ چھوڑا ہے۔ آج ہم پھر اس عظیم عالمی ادارے کے سامنے کھڑے ہیں۔ ہم یہاں امن کی بھیک مانگنے کے لیے نہیں آئے۔ براہ کرم ہمارے بارے میں کوئی غلط رائے قائم نہ کیجئے۔ ہم بارہ کروڑ عوام کی قوم ہیں۔ کوئی شہر فتح ہو جانے سے آخر کیا فرق پڑے گا؟ اگر ڈھاکہ یا جیسور بھی ہمارے ہاتھ سے نکل گئے جس کی بڑی باتیں ہو رہی ہیں تو کیا ہو جائے گا؟ کوئی جنگ ہار جانے سے ملک ختم نہیں ہو جایا کرتا۔ حکومتیں جا سکتی ہیں' بادشاہتیں ختم ہو سکتی ہیں۔ آمریتیں بھی رخصت ہو سکتی ہیں لیکن قومیں زندہ رہتی ہیں۔ مملکتوں کی جڑیں عوام میں ہوا کرتی ہیں۔ حکومت ہندوستان کو بھی اس حقیقت کا احساس کرنا چاہیے۔اسے جیسور یا کسی دوسرے شہر پر قبضہ کی خبروں کے نشہ سے بدمست نہیں ہونا چاہیے۔ ایک شہر سے محرومی کیا فرق پیدا کرے گی؟ ملک ابھی زندہ ہے۔ اپنی روح اور تصور کے اعتبار سے یہ ملک 1947ء سے پہلے بھی موجود تھا۔ پھر یہ ایک آزاد و خودمختار مملکت کی حیثیت سے منصہ شہود پر آیا۔ اگر آج یا کل ڈھاکہ بھی ہمارے ہاتھ سے نکل جائے تو ملک بدستور موجود رہے گا۔ اخباری اطلاعات سے آپ گمراہ نہ ہوں۔ ایک مقابلہ چھوٹے ملک کی حیثیت سے ہمارے پاس اس قسم کا پروپیگنڈا کرنے کے وسائل موجود نہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں ڈھاکہ فتح ہو جانے کے انتظار میں تاخیر روا رکھی جا رہی ہے لیکن ڈھاکہ سے ہم اگر محروم بھی ہو گئے تو آخر کیا ہو جائے گا؟ بعض مغربی اخبارات میں ڈھاکہ کو ڈنکرک سے تشبیہ دی گئی ہے۔ وہ بدنیتی سے کام نہ لیں۔ ڈھاکہ کا ڈنکرک سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ ڈنکرک اور کیلے کے درمیان بیس میل کا فاصلہ تھا اور ہمارے معاملہ میں یہ فاصلہ دو ہزار چھ سو میل ہے۔ ڈنکرک مکمل طور پر الگ تھلگ بھی نہیں تھا۔ مشرقی پاکستان تین طرف سے گھرا ہوا ہے۔ اگر مشرقی پاکستان کے عوام پاکستان کے ساتھ نہ ہوتے تو مشرقی پاکستان چند منٹوں کے اندر فتح ہو جاتا۔ مشرقی پاکستان کے مقابلہ میں بھارتی فوج سات گنا ہے۔ مشرقی پاکستان کی فوج کی مکمل ناکہ بندی کی جا چکی ہے۔ سے کوئی اسلحہ نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی وہ اس فوج تک اسلحہ پہنچنے کی اجازت دینا چاہتے ہیں۔ اس فوج کو ہوائی جہازوں سے دوائیں اور خوراک بھی پہنچائی نہیں جا سکتیں۔ ناکہ بندی کو توڑا نہیں جا سکتا۔ ہماری مکمل ناکہ بندی ہو چکی ہے۔

یہاں مشرقی پاکستان کے نمائندے بدستور ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ کہنا سطحی جائزہ لینا ہے کہ مشرقی پاکستان کے عوام پاکستان کے خلاف ہیں۔ اگر مشرقی پاکستان کے لوگ ہمارے خلاف ہوتے تو ہم بہت پہلے ہی ہتھیار ڈال کر شکست کھا چکے ہوتے۔ یہ خیال مت کریں کہ تاخیر پیدا کر کے اور سلامتی کونسل کی بحث ایک یا دو روز تک ملتوی کر کے ہمیں ہرایا یا گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جا سکے گا۔ ایلس کی طرح ہم آپ سے یہ کہنے کے لیے اس عجیب و غریب دنیا میں آئے ہیں کہ ہمارا ملک اور ہمارا برصغیر ایک بنجر علاقہ میں تبدیل ہو رہا ہے۔

ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل دنیا میں قیام امن کے لیے ذمہ دار ہیں لیکن ہم ایسا امن نہیں چاہتے جو انصاف سے محروم کر دے۔ ہم انصاف کے ساتھ امن کے خواہاں ہیں اور ہمارا واحد مطالبہ یہ ہے کہ ہمارے ملک کو حملہ سے بچایا جائے۔ غیر ملکی مداخلت بند کرائی جائے اور داخلی جدوجہد سے یہ مطلب نہ لیا جائے کہ کسی غیر ملکی مداخلت کی ضرورت پیدا ہو گئی ہے۔ یہ ایک بنیادی تقاضا ہے۔ آج یہ مطالبہ ہم کر رہے ہیں' کل دوسرے بھی اس کا مطالبہ کریں گے۔ اس لیے میں پاکستان کی خاطر ہی آواز بلند نہیں کر رہا۔ میں درحقیقت بین الاقوامی قانون کی عملداری اور ضابطہ اخلاق پر عمل کرنے کی اپیل کر رہا ہوں۔

بین الاقوامی قانون کا ایک بنیادی اور ناقابل تنسیخ اصول یہ ہے کہ دوسرے ملکوں کے اندرونی معاملات میں کوئی مداخلت نہ کی جائے۔ چارٹر کے آرٹیکل 2 اور ساتویں پیرے میں ملکوں کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت کے بارے میں کہا گیا ہے:

"موجودہ چارٹر میں شامل کوئی چیز اقوام متحدہ کو کسی مملکت کے داخلی دائرہ اختیار سے متعلقہ معاملات میں دخل دینے کی مجاز قرار نہیں دے گی اور نہ ہی ممبر ملکوں کو اس امر کا پابند کرے گی کہ وہ ایسے معاملات کو موجودہ چارٹر کے تحت تصفیہ کے لیے پیش کریں"۔ یہ ذمہ داری چارٹر نے عائد کی ہے لیکن ہندوستان کے وزیر خارجہ سوا گھنٹہ تک پاکستان کے اندرونی معاملات پر ہی گفتگو کرتے رہے۔ ان کی ساری تقریر پاکستان کے داخلی مسائل تک ہی محدود رہی۔ میرا ضمیر اتنا مجرم نہیں تھا اس لیے میں نے یہاں اپنے کسی دوست سے حالانکہ یہاں چند دوست اب بھی باقی ہیں۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر اٹھانے کی درخواست نہیں کی کہ ہندوستان کے وزیر خارجہ نے اس معاملے کو موضوع گفتگو بنا رکھا ہے۔ جو صرف پاکستان کے داخلی دائرہ اختیار سے تعلق رکھتا ہے۔

میں نے اس کا خیر مقدم کیا۔ میں خوش ہوں کہ ہندوستانی وزیر خارجہ نے میرے ملک کے داخلی مسائل پر لب کشائی ضروری خیال کی۔ کیونکہ مجھے امید ہے کہ مجھے بھی اس تقریر کا جواب دینے کا موقعہ ملے گا۔

چونکہ ہندوستان کے وزیر خارجہ نے ابھی ابھی تقریر کی ہے' اس لیے اگر میں تمام نکات کا فوراً جواب نہ دوں تو مجھے امید ہے کہ ارکان کونسل مجھے معاف فرمائیں گے۔ میں ان کے بعض بڑے بڑے نکات کا جواب دینے کی کوشش کروں گا اور اگر میں اب ان کے سارے نکات کا جواب نہ دے سکا تو میں یہ فرض بعد میں ادا کر دوں گا۔ میرا مقصد کوئی تاخیر پیدا کرنا نہیں ہوگا۔ میرا مقصد صرف یہ ہوگا کہ ان کی طرف سے اٹھائے گئے نکات کے سلسلہ میں اصل پوزیشن واضح کی جائے۔ اب میں یہی کوشش کروں گا۔

میں جو بات کہنے کی کوشش کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ میں خوش ہوں انہوں نے یہ سوال اٹھائے۔ گو ان کی یہ حرکت پاکستان کے داخلی معاملات میں مداخلت ہی کے مترادف ہے۔ ان کی طرح میں بھی مدراس میں دراوڑ کازگام تحریک' ناگا اور میزو قبائل کی جدوجہد آزادی' مصیبت زدہ بھوٹان اور سکم کی حالت زار یا کئی ایسے دوسرے معاملات پر گفتگو کر سکتا جن کے باعث ہندوستان پریشان ہے۔ پریشانی ہر کسی کو ہی لاحق ہو سکتی ہے۔ نتائج بہت جلد منظر عام پر آئیں گے۔ ہندوستان کو خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اگر ہندوستان یہ خیال کرتا ہے کہ پاکستان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا تو یہ عمل یہیں ختم نہیں ہوگا۔ جراثیم پھیلیں گے اور بڑی تیزی سے پھیلیں گے۔

لیکن میں ہندوستان کے داخلی مسائل پر تبصرہ پسند نہیں کروں گا۔ کسی دوسرے ملک کے داخلی مسائل میں داخلت چارٹر کے اصول کے علاوہ بنڈنگ کے اصولوں کے بھی منافی ہے۔ جناب صدر! آپ ایک افریقی ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں ایشیاء اور لاطینی امریکہ کے ممبر ملک بھی موجود ہیں۔ ہم سب ایک ہی برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم سب پریشانی میں ایک دوسرے کے رفیق رہے ہیں۔ ہمارا استحصال ہوتا رہا۔ ہمیں محکوم رکھا گیا' ہم سب بے رحمانہ استحصال کا نشانہ بنائے گئے۔ کیا بنڈونگ کے اصول آپ کے نزدیک مقدس نہیں ہیں؟ کیا یہ اصول آج صرف میرے لیے ہی تقدس رکھتے ہیں کیونکہ میرا ملک اس بڑی فوجی طاقت کے فوجی حملے کی زد میں ہے جس کی فوجی طاقت مشرقی پاکستان میں ہماری فوج سے سات گنا ہے اور اس نے سمندر کے راستے سے ہماری ناکہ بندی کر رکھی ہے۔

نہیں اس کا تعلق ہم سب سے ہے۔ بنڈونگ کے اصولوں اور پنچ شیلا کی خلاف ورزی کی جا رہی ہے۔ پنچ شیلا کا مصنف میں نہیں تھا۔ میں اس زمانے میں محض ایک طالب علم تھا۔ وہ کون شخص تھا جس نے پنچ شیلا کی وضاحت کی؟ بنڈونگ کانفرنس میں دوسرے لوگوں کے علاوہ پنڈت جواہر لال نہرو کی پنچ شیلا کی وضاحت کی تھی۔ انہوں نے "بقائے باہم کے پانچ اصولوں" کی باتیں کی تھیں۔ وزیراعظم ہندوستان کے والد نے کہا تھا کہ عدم مداخلت ایک مقدس اصول اور پنچ شیلا کے پانچ اصولوں میں سے ایک اصول ہے۔

ہندوستان نے آج پنچ شیلا کو پامال کر کے رکھ دیا ہے۔ ہندوستان نے اقوام متحدہ کے چارٹر' بین الاقوامی قانون اور ضابطہ اخلاق کے اصولوں کی خلاف ورزی کی ہے۔ آج ہندوستان نے بنڈونگ کے ان اصولوں کی بھی خلاف ورزی کی ہے جن کے مصنفین میں وہ خود شامل تھا۔

اس لیے زیر بحث معاملے میں یہ بنیادی اصول ہیں اور یہ بڑے ہی اہم اصول ہیں۔ ہم تیسری دنیا کے ملکوں سے تو یہ توقع کبھی نہیں کرتے تھے کہ وہ بلیک میل اور بڑی طاقتوں کی سی جارحانہ وطن پرستی کا مظاہرہ کریں گے۔ ہمارا خیال یہ تھا کہ بڑی طاقتیں ہی بلیک میل اور جارحانہ وطن پرستی کی مرتکب ہوئی ہیں اور وہ دوسرے علاقوں پر بالادستی قائم کرنے کی خواہاں ہیں۔ اگر دنیا سب سے بڑی عالمی طاقت اور اس کی بالادستی کے خلاف اٹھ سکتی ہے اور یہ سب سے بڑی عالمی طاقت اپنی ذمہ داریوں کے حلقہ کو محدود کرنا چاہتی ہے اور وہ دنیا کی قائدانہ اور خدائی فوجدار کی حیثیت برقرار رکھنے کی خواہاں نہیں تو ہندوستان بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ اگر اب امریکہ بھی یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ ساری دنیا میں اپنا اثر بڑھا کر دنیا میں کوتوال کا کردار ادا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو ہندوستان بھی ایسا کردار ادا نہیں کر سکتا۔ ہندوستان ایسی صلاحیت سے بہرہ ور نہیں ہے۔ ہندوستان کی بنیادیں کمزور ہیں اور ان بنیادوں میں مکر و فریب کی آمیزش پائی جاتی ہے۔ ہندوستان کو ایسی خوش فہمیاں ختم کر دینی چاہئیں۔ اگر امریکہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہونے کے باوجود دوسری جنگ عظیم سے بیس سال بعد یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے وسائل غیر ملکی امداد اور ویت نام کی جنگ جاری رکھنے کی اجازت نہیں دیتے' اس لیے اسے ایشیاء کو باعزت طور پر چھوڑ دینا چاہیے تو ہندوستان کو بھی اس امر کا احساس کرنا چاہیے کہ وہ برصغیر کے ایک حصے پاکستان پر قابض نہیں رہ سکتا۔ ہندوستان کو برصغیر کا پولیس مین بننے کے حیلے ختم کر دینے چاہئیں اور اسے ہمیں یہ مشورے نہیں دینے چاہئیں کہ ہم پاکستان میں کیا کریں۔ ہم کس لیڈر کو تسلیم کریں؟ کسے گرفتار کریں؟ کس لیڈر کو رہا کریں؟ کس پارٹی سے گفت و شنید کریں اور کس پارٹی کے منشور کا مطلب کیا ہے؟

یہ ایک ایسی مثال ہے کہ آپ سب حضرات کو طلوع صبح سے پہلے اس پر غور کرنا چاہیے۔ میٹھی اور نرم زبان اور دبی آواز میں گفتگو کرنا

بڑا اچھا ہوتا ہے۔ لیکن آیئے حقائق کے بارے میں بھی گفتگو کریں۔ ہندوستان کے وزیر خارجہ نے کہا "حقائق پر غور کریں" میں کہتا ہوں میں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں اس لیے آیئے حقائق پر غور کریں۔ میں ان کے مقابلہ میں ان کا کہیں زیادہ خیر مقدم کرتا ہوں۔ حقائق یہ ہیں کہ میرے ملک کو طاقت کے بل پر من مانے احکام تسلط' بالا دستی اور استحصال کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ دنیا کی جو سب سے بڑی اسلامی مملکت اپنی قوت ارادی کی بدولت قائم ہوئی' اسے اپنے ملک کے عوام کی خواہش کے خلاف فوجی طاقت سے تباہ اور ختم کیا جا رہا ہے۔ اگر ہم ایک متحد قوم نہ ہوتے اور اگر ہم متحدہ عزم سے سرشار نہ ہوتے تو ہم چوبیس برس تک کبھی زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ مصر اور شام مختصر عرصہ کے لیے متحد ہو سکے' حالانکہ وہ عرب تھے۔ وہ ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا مذہب بھی ایک ہی تھا لیکن مصر اور شام کا اتحاد کتنا عرصہ قائم رہ سکا؟ تین سال یا دو سال؟ یہ اتحاد بالاخر ختم ہو گیا۔ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان اکٹھے کیوں ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے درمیان قدر مشترک پائی جاتی ہے۔ ہمارا مفاد مشترک ہے اور یہ مشترک مفاد ہندوستانی تسلط' ہندوستان کی بالادستی اور استحصال کی مخالفت ہے۔ یہ ہمارا مشترک مفاد ہے اس لیے ہم ہر حالت میں ایک دوسرے کے رفیق سفر ہیں۔ ہم ہمیشہ متحد رہیں گے۔ اب کیا ہوا ہے؟ ہندوستانی وزیر خارجہ نے پاکستان کی غلطیوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ ظاہر یہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہندوستان نے کبھی کوئی غلطی نہیں کی۔ میں ہندوستان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ اس نے چوبیس برسوں میں کوئی غلطی نہیں کی۔ غلطیاں صرف ہم نے کی ہیں۔ دنیا میں صرف ہم ہی گنہگار ہیں۔ دوسرا کوئی شخص غلطی نہیں کرتا۔ ہم بہت بڑے گنہگار ہیں لیکن یہ بڑے گنہگار چوبیس برس تک اکٹھے رہے اور آج بھی ہمیں تباہ کرنے کی غرض سے مداخلت کی تیاری پر ہندوستان کو نو ماہ صرف کرنا پڑے۔

ہندوستان کے وزیر خارجہ کہتے ہیں کہ ہندوستان نے نو ماہ انتظار کر کے بڑے صبر کا مظاہرہ کیا لیکن یہ کوئی صبر نہیں تھا۔ ہندوستان نے انتظار کرنا ضروری خیال کیا۔ چونکہ وہ کامیاب نہ ہو سکے اس لیے انہوں نے پاکستان کو تباہ کرنے کے لیے فوجی مداخلت کی۔ اگر ہندوستانی وزیر خارجہ کے بیان کے مطابق پاکستان میں وحشت' درندگی اور ظلم کے واقعات ہوئے' اگر یہ واقعات واقعی بھیانک تھے اور اگر مشرقی پاکستان میں کوئی بہت بڑی تحریک شروع ہو چکی تھی تو ہندوستان کو فوجی مداخلت کر کے طاقت کے بل پر عسکری فتح حاصل کرنے کی کوئی ضرورت کبھی محسوس نہ ہوتی۔

اس لیے ہندوستان کے موقف میں بنیادی تضاد پایا جاتا ہے اور براہ کرم یہ یاد رکھیں کہ مسئلہ حق خود ارادیت کا نہیں تھا۔ میں اتنا ہی ایشیائی ہوں جتنا کہ میں پاکستانی ہوں اور ایک ایشیائی کی حیثیت سے میرا زاویہ نگاہ بھی ایشیائی ہی رہا ہے۔ ہم محض اپنے ملک ہی کے نقطہ نظر سے نہیں سوچ سکتے۔ افریقہ میں بھی کوئی ملک صرف اپنے نقطہ نظر سے نہیں سوچ سکتا بلکہ اسے افریقی انداز فکر اختیار کرنا ہوگا۔ ہمیں ایشیاء میں ایشیائی فکر کو اپنانا ہوگا۔ جس طرح صدر ڈیگال نے "یورپین" کی اصطلاح استعمال کی تھی' اسی طرح میں یہ کہتا ہوں کہ "ایشین ایشیا" بھی ضروری ہے۔ یہاں حق خود ارادیت کا کوئی سوال نہیں۔ ایشیائی باشندوں اور تیسری دنیا کے ارکان کی حیثیت سے ہمیں حق خود ارادیت کی حمایت سے دستبردار نہیں ہونا چاہیے۔ حق خود ارادیت کا اصول صدر وڈرو ولسن' نے پیش کیا تھا۔ جس کے بعد یہ اصول کئی ملکوں کو آزادی دلا چکا ہے۔ ہم حق خود ارادیت کے حامی ہیں۔ حق خود ارادیت پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا لیکن حق خود ارادیت حقیقی ہونا چاہیے۔ حق خود ارادیت کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی ملک اور قوم کو اپنے مستقبل کا خوذ فیصلہ کرنے کا حق ہونا چاہیے۔ ہم حق خود ارادیت کے خلاف نہیں ہیں۔ دراصل میرے نامور دوست اس کے مخالف ہیں۔ اگر انہوں نے حق خود ارادیت کے استعمال کی اجازت دی ہوتی تو کشمیر اور کشمیری عوام کو بھی یہ حق ضرور ملتا اور چوبیس برس بعد ہی' وہ یہ فیصلہ کر سکتے کہ وہ ہندوستان ہی میں شامل رہنا چاہتے ہیں یا پاکستان کا حصہ بننا چاہتے ہیں۔ مگر انہیں حق خود ارادیت کے استعمال کی اجازت کبھی نہیں دی گئی۔

کشمیر کے بارے میں خود پنڈت نہرو نے کہا تھا "ہاں ریاست ایک متنازعہ علاقہ ہے' اس لیے یہاں لوگوں کو حق خود ارادیت ملنا چاہیے"۔ لیکن ہندوستان نے جموں و کشمیر کے عوام کے حق خود ارادیت کے راستہ میں رکاوٹیں ڈالیں اور انہیں یہ حق استعمال نہ کرنے دیا۔ حق خود ارادیت کے اصول کی علم برداری صرف صدر وڈرو ولسن نے ہی نہیں کی تھی' تاریخ کی ایک عظیم شخصیت اور سوویت یونین کے عظیم المرتبت بانی لینن نے بھی اس اصول کی حمایت کی تھی۔ اس لیے ہندوستان اور پاکستان دونوں نے حق خود ارادیت کو قبول کیا تھا لیکن چوبیس برس گزر جانے کے باوجود کشمیر میں حق خود ارادیت کے استعمال کی نوبت ابھی تک نہیں آئی۔

آج ہندوستان اس ملک کے حق خود ارادیت کے استعمال کی بات کرتا ہے' جس نے اپنے مستقبل کا فیصلہ 1947ء میں کر لیا تھا اور وہ پاکستان کا حصہ بن گیا تھا لیکن بنگال---- مشرقی پاکستان میں حق خود ارادیت کا معاملہ کس طرح پیش کیا جا سکتا ہے۔ مشرقی پاکستان مملکت پاکستان کا حصہ ہے' اسے پاکستان سے الگ نہیں کیا جا سکتا اور یہ چوبیس برس تک پاکستان سے متحد رہا ہے۔ اس نے خود پاکستان کا حصہ بننے کا فیصلہ کیا تھا اور وہ تحریک پاکستان میں پیش پیش تھا۔ میں آپ کو یہ بتانا

چاہتا ہوں کہ قیام پاکستان کے لیے مشرقی پاکستان کے عوام کی جدوجہد کے بغیر پاکستان وجود ہی میں نہیں آ سکتا تھا۔

ہندوستان کے وزیر خارجہ نے مادری ریاست (مدر سٹیٹ) کی بات کی ہے۔ میں بھی بین الاقوامی قانون کا طالب علم ہوں۔ مادری ریات کا کوئی مسلمہ تصور میری نظر سے نہیں گزرا۔ میں کیلسن' اوپن ہائم اور دوسرے اصحاب کا طالب علم رہا ہوں لیکن مجھے یہ نظریہ کہیں دکھائی نہیں دیا۔ ہوسکتا ہے کہ مدر سٹیٹ کا یہ تصور کسی پرانے محافظ خانے میں پڑا ہو لیکن آیئے یہ بات مان لیں کہ ایسا نظریہ واقعی موجود ہے کہ اگر مادری ریاست کا کوئی حصہ اس سے الگ ہونا چاہے تو وہ آزادی کے لیے اپنی شرائط خود متعین کر سکتا ہے۔ گو ہندوستانی وزیر خارجہ کی طرف سے پیش کردہ مادری سٹیٹ کے نظریہ کی کوئی مستند اور قابل اعتماد شہادت مجھے کہیں نہیں ملی لیکن میں یہ پوزیشن تسلیم کر لیتا ہوں۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں اور برصغیر میں رہنے کے باعث برطانوی رہنما بھی یہ جانتے ہیں کہ قیام پاکستان کے لیے مشرقی پاکستان کے عوام کی جدوجہد کے بغیر پاکستان معرض وجود میں نہیں آ سکتا تھا۔ وہ 1965ء کی جنگ کے دوران ہمارے جسم کا حصہ تھے۔ انہوں نے بڑی بہادری سے ہمارا ساتھ دیا۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں 1967ء میں مشرقی پاکستان گیا تو وہاں کے عوام کو پاکستان کی فلاح و بہبود اور سالمیت کے بارے میں بڑی تشویش تھی۔

سورن سنگھ نے جن عام انتخابات کا ذکر کیا ہے' ان کے بعد مجھے جنوری میں مشرقی پاکستان کے کئی حصوں میں جانے کا موقع ملا۔ میں نے ان لوگوں سے یہ دریافت کیا کہ "آپ کیا چاہتے ہیں؟ عوام کی خواہش ہی باقی ہر چیز پر فوقیت رکھتی ہے۔ آپ بتائیں آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ ایک پاکستان چاہتے ہیں یا دو پاکستان قائم کرنے کے خواہاں ہیں؟"

جناب صدر! یقین کریں میں غلط بیانی نہیں کر رہا۔ میں صدر سلامتی کونسل کے سامنے کبھی کوئی غلط بات نہیں کہوں گا۔ ان سب نے یہی جواب دیا تھا "ہم ایک پاکستان چاہتے ہیں اور ہم ایک پاکستان ہی میں یقین رکھتے ہیں"۔ اگر ہندوستانی اپنے بھرپور فوجی اقدام کی مدد سے مداخلت نہ کرتے تو یہ ایک پاکستان ہمیشہ متحدہ پاکستان ہی رہتا۔

ایسے معاملات کا فیصلہ کرتے وقت سلامتی کونسل بسا اوقات اقتداری سیاست کی وجہ سے ضروری اقدام نہیں کر سکتی کیونکہ بڑی طاقتوں کے مفادات بھی بہت بڑے ہیں اور وہ ان بڑے مفادات کو اپنے اندازوں اور مصلحتوں کے مطابق ہی متعین کرتی ہیں۔ مگر یہ عوامل جنرل اسمبلی میں اہمیت نہیں رکھتے۔ جنرل اسمبلی ساری دنیا کی آواز ہے۔ یہ جنرل اسمبلی زیادہ سے زیادہ ترقی کی جانب انسانیت کی پیش قدمی کی مظہر ہے۔ جنرل اسمبلی وہ جگہ ہے جہاں جناب صدر آپ' میں اور چھوٹے لوگ اقتداری سیاست کی مصلحتوں سے متاثر ہوئے بغیر حق و انصاف کی ہم نوائی کر سکتے ہیں۔ جنرل اسمبلی میں غریب قومیں بھی اپنی بات کہہ سکتی ہیں۔ جنرل اسمبلی نے 104 ووٹوں کی بھاری تائید کے ساتھ پاکستان کے اتحاد اور سالمیت کی بھرپور حمایت کی۔ ساری دنیا نے ہر بات اور حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ قرار دیا کہ پاکستان ایک ہے اور اسے ایک ہی رہنا چاہیے۔

جن ملکوں نے ہمارے حق میں ووٹ دیئے' ان میں سے بعض کے ساتھ ہمارے سفارتی تعلقات بھی نہیں ہیں مگر کوئی رابطہ نہ ہونے کے باوجود انہوں نے ایک اصول کی بنا پر یہ فیصلہ دیا کہ پاکستان ایک ہے۔ یہ ایک متحدہ ملک کی حیثیت سے زیادہ زبردست قربانیوں کے بعد قائم ہوا تھا اور اسے ایک ہی رہنا چاہیے۔ بڑی طاقتوں میں سے عوامی جمہوریہ چین اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے بھی اس بنیادی حقیقت کی حمایت کی۔ یہ بھارتی اکثریت کا فیصلہ ہے۔ اس پر مجھے یا ہندوستان کے وزیر خارجہ کو تقریر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں آپ سے صرف یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس حقیقت کو تسلیم کریں اور دنیا کی آواز پر کان دھریں۔ آپ اس آواز کو نہ دبائیں۔ اسے دفن نہ کریں اور اسے نظرانداز نہ کریں۔ کیونکہ اس طرح دور رس اہمیت کی پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی۔ آپ براہ کرم اس پر توجہ دیں اور اس کی قدر و قیمت محسوس کریں۔ براہ کرم دنیا کی آواز سے آپ الگ تھلگ نہ ہوں۔ کیونکہ ساری دنیا پاکستان کے اتحاد اور سالمیت کی حمایت کر چکی ہے۔ آپ اس ایوان میں دنیا کی آواز کو کس طرح نظرانداز کر سکتے ہیں؟ کیا آپ عالمی برادری کی آواز کو ٹھکرا سکتے ہیں؟ دنیا جو کچھ چاہتی ہے' کیا اسے آپ متلون مزاجی اور من مانے طریق سے رد کر سکتے ہیں؟ دنیا ایک پاکستان چاہتی ہے' دنیا پاکستان کا اتحاد و یکجہتی چاہتی ہے۔ دنیا یہ نہیں چاہتی کہ پاکستان کو طاقت کے بل پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ میں آپ کو صرف یہ کہنے کے لیے یہاں حاضر ہوا ہوں کہ یہ دنیا کی آواز' اس کی خواہش اور فیصلہ ہے۔ اسے عملی جامہ پہنایئے۔ اسے تسلیم اور قبول کیجئے ورنہ پاکستان کے لیے ہی نہیں ساری دنیا کے لیے پریشانیاں پیدا ہوں گی۔ پاکستان پہلے ہی کافی پریشان ہے۔ ہمیں سنگین مسائل کا سامنا ہے لیکن میں محض پاکستان ہی کی طرف سے نہیں بلکہ ساری تیسری دنیا کی طرف سے اور ان سب ملکوں کی طرف سے ان خیالات کا اظہار کر رہا ہوں جو قوموں کے درمیان حق و انصاف اور مساوات پر یقین رکھتے ہیں۔

ان عمومی ریمارکس کے بعد میں بعض خصوصی معاملات کی طرف آؤں گا۔ ہمیں ہندوستانی وزیر خارجہ کی طرف سے آج رات اور اس سے پہلے بھی پاکستان کے ایک داخلی تنازعہ پر ہندوستان کے موقف کا مفہوم یہ بتایا گیا کہ مشرقی پاکستان کے عوام آزاد ہونا اور مغربی پاکستان

سے اپنے تعلقات ختم کرنا چاہتے ہیں اور یہ صورت حال گزشتہ انتخابات کا نتیجہ ہے۔ گزشتہ انتخابات دسمبر 1970ء میں ہوئے تھے اور ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان انتخابات میں عوامی لیگ اور شیخ مجیب کو مشرقی پاکستان میں بھاری تائید و حمایت حاصل ہوئی۔ مغربی پاکستان میں مجھے اور میری پارٹی کو عوام کی زبردست حمایت حاصل ہوئی لیکن عوامی لیگ کا مطالبہ کیا تھا؟ عوامی لیگ نے اپنے انتخابی منشور میں کہا تھا کہ وہ خود مختاری چاہتے ہیں مگر انہوں نے علیحدگی کی کوئی خواہش ظاہر نہیں کی تھی۔ ہم بھی مغربی پاکستان میں خود مختاری کے لیے جدوجہد کر رہے تھے۔ وہ جمہوریت چاہتے تھے اور ہم بھی جمہوریت کے متمنی تھے۔ ان کی طرح ہم بھی فوجی حکومت کا خاتمہ چاہتے تھے۔ ہمارے درمیان یہ باتیں مشترک تھیں' لیکن ہوا یہ کہ انتخابات کے فوراً بعد خود مختاری کا مطالبہ علیحدگی کے مطالبے میں تبدیل کر دیا گیا۔ دراصل پس منظر میں کئی عوامل کام کر رہے تھے۔ جناب والا! آپ جانتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ خود مختاری اور علیحدگی کے درمیان کوئی بڑا فاصلہ نہیں ہے۔ بین الاقوامی جوڑ توڑ اور دوسرے عوامل کے ذریعہ خود مختاری کی جدوجہد کو علیحدگی کی جدوجہد میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔

لیکن خود مختاری اور علیحدگی کے درمیان فرق کون واضح کرے گا؟ ایک داخلی مسئلہ ہونے کی بنا پر عوام ہی یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ خود مختاری کس نوعیت کی ہے اور آیا یہ خالص خود مختاری ہے یا اسے ناجائز خود مختاری کا نام دینا چاہیے۔ کوئی تیسرا ملک اور بیرونی فریق یہ فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں کہ عوام علیحدگی چاہتے ہیں یا وہ خود مختاری کے خواہاں ہیں؟

ہم ایک پاکستان کے تصور کی حدود میں رہتے ہوئے خود مختاری کی وسعت کا فیصلہ کرنے اور اس کے بارے میں گفت و شنید کے لیے تیار تھے۔ لیکن ہم کسی دوسرے ہمسایہ ملک کو اس فیصلے کا اختیار دینے کے لیے تیار نہیں تھے کہ مطالبہ خود مختاری کا تھا یا علیحدگی کا تھا؟ اگر مشرقی پاکستان کے عوام علیحدگی کے خواہاں ہوتے تو وہ ایسی بات ضرور کہہ دیتے اور ہندوستان کو کوئی مداخلت نہ کرنا پڑتی۔ میں مانتا ہوں کہ شدید غلطیاں ہوئی ہیں اور یہ بڑی خوفناک غلطیاں تھیں لیکن ان خوفناک غلطیوں کے باوجود ہندوستان کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ اپنے بقول 1970ء کے انتخابات کے نتیجہ میں مشرقی پاکستان کے عوام کی خواہش پوری کرانے کے لیے آٹھ یا بارہ ڈویژن فوج کی مدد سے مشرقی پاکستان میں باقاعدہ مداخلت کرتا۔

یہ ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ اگر ہمیں اسی بنیاد پر خود مختاری اور علیحدگی کا تعین کرنا ہے تو کیا میں اپنے ممتاز دوست مسٹر سورن سنگھ سے یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ جب ہندوستان کے وزیراعظم جواہر لال نہرو ستمبر 1960ء میں اقوام متحدہ میں آئے اور ان سے یہ سوال کیا گیا کہ "آپ کشمیر کے تنازعہ کو کب طے کریں گے جہاں آپ نے استصواب کرانا منظور کیا تھا؟" تو وزیراعظم نہرو نے یہ جواب دیا تھا کہ "میں جانتا ہوں' میں نے استصواب کرانا منظور کیا تھا لیکن کشمیر میں' جو ایک متنازعہ علاقہ ہے' اگر استصواب کرایا گیا تو یہ اقدام نئی نئی پریشانیوں کی پٹاری کھولنے کے مترادف ہوگا"۔ دراصل کشمیر ایک متنازعہ علاقہ ہی نہیں۔ یہ استصواب کی صورت میں لازمی طور پر پاکستان کا حصہ بن گیا ہوتا۔ اس لیے میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا خود آپ ہی نے پریشانیوں کی پٹاری بلکہ خزانہ نہیں کھولا۔ براہ کرم آپ آج سے آگے کی طرف دیکھیں اور کم نظری کا ثبوت نہ دیں۔

ہمیں ایک ہی برصغیر میں رہنا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ یہ برصغیر شعلوں کی نظر ہو جائے۔ موجودہ صورت حال بالآخر سارے برصغیر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی۔ ممکن ہے ہمارے ساتھ پیش آنے والے واقعات پر آج آپ بہت خوش ہوں۔ اگر آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ پاکستان کا شرازہ منتشر کر دیں گے اور پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے اثرات آگے چل کر آپ کے ملک کو اپنی لپیٹ میں نہیں لیں گے تو آپ شدید خوش فہمی میں مبتلا ہیں اور پریشانیوں کی پٹاری آخر کہاں جا کر بند ہوگی؟ کیا یہ یوگوسلاویہ' چیکوسلاویکیہ' ویلز اور سکاٹ لینڈ میں بند ہوگی؟ میں شمالی آئرلینڈ کا ذکر اس لیے نہیں کروں گا کہ وہاں ملکہ معظمہ کی بدولت امن ہے۔ چونکہ وہاں کوئی گڑ بڑ نہیں ہے' اس لیے میں شمالی آئرلینڈ کی بجائے صرف ویلز اور سکاٹ لینڈ کے ذکر پر اکتفا کروں گا۔ میں برٹنی' باسک کنٹری' مراکش' الجزائر اور افریقہ کے سارے ملکوں کا ذکر کروں گا۔ کیا یہی واقعہ افریقہ اور ایشیاء کے کسی بھی ملک میں پیش نہیں آ سکتا؟ پاکستان میں بنگلہ دیش کی طرح دنیا میں ہر کہیں بنگلہ دیش قائم ہو سکتے ہیں۔ صرف پاکستان ہی میں طاقت کے بل پر بنگلہ دیش کیوں قائم کیا جائے؟ بنگلہ دیش کسی ملک کو توڑنے کا مظہر ہے اور یہ بنگلہ دیش یورپ' ایشیاء' افریقہ اور لاطینی امریکہ میں بھی قائم ہو سکتا ہے۔ اس سے خود بڑی طاقتیں بھی متاثر ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ یہ بنگلہ دیش ازبکستان اور دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی قائم ہو سکتا ہے۔

بنگلہ دیش پاکستان ہی میں نہیں ہوگا' بنگلہ دیش ہر کہیں نظر آنے لگے گا۔

بنگلہ دیش حکومت ہندوستان کے لبوں پر اور ان کے ذہن میں تو موجود ہے لیکن درحقیقت اس کا کوئی وجود نہیں اور جب میں یہ بات کہتا ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میرے دل میں اپنے بنگالی بھائیوں کے لیے کوئی محبت نہیں ہے۔ جس طرح میں جئے سندھ کہتا ہوں' اسی طرح میں جئے بنگلہ بھی کہتا ہوں۔ وہ ایک ہی فیڈریشن کے حصے ہیں۔ یہ

حربے ہمارے خلاف مرکوز نہیں کیے جا سکتے۔ اس لیے معالج کو میں یہ مشورہ دوں گا کہ وہ اپنا علاج کرے اور پاکستان کے زخموں کو مندمل کرنے کی زحمت نہ اٹھائے۔ پاکستان کو پہلے ہی ناانصافی کا بہت نشانہ بنایا جا چکا ہے۔ پاکستان کو طویل عرصہ تک گنہگار بتایا گیا۔ کشمیر' مشرقی پنجاب' مغربی بنگال اور آسام میں پاکستان کو اس کے علاقوں سے محروم کیا گیا۔ پاکستان کو کافی اذیت پہنچائی گئی ہے۔ اس نیم کرۂ ارض میں میکسیکو سے بھی ایسا سلوک نہیں کیا گیا۔

لیکن آپ فوجی طاقت سے پاکستان پر جو مصائب اور وبال مسلط کریں گے' وہ صرف میرے ملک ہی میں نہیں' نام نہاد بنگلہ دیش کے قیام پر منتج نہیں ہوں گے۔ پھر دنیا میں ہر کہیں بنگلہ دیش قائم ہوں گے۔ ایسا کیوں نہیں ہوگا؟ آیئے پانی کے بند کے دروازے کھول دیں۔ اگر خود مختار ملکوں کی قطع و برید اسی طرح ہونی ہے تو سیلاب آ ہی جانے دیں۔ صرف میرا ملک ہی متاثر کیوں ہو؟

ہم مرنے کے لیے تیار ہیں۔ ہم موت سے نہیں ڈرتے' ہمارے عوام بہادر ہیں۔ ہم اور ہندوستان پانچ ہزار سال کی تاریخ میں ایک دوسرے کے شریک رہے ہیں۔ وہ ہمیں جانتے ہیں۔ انہیں پاکستان کو ختم کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ میری بات پر یقین کریں۔ ہو سکتا ہے میکسیکو کبھی امریکہ پر' ڈنمارک' کبھی جرمنی پر' اسی طرح فن لینڈ کسی وقت سوویت یونین پر قبضہ کر لے لیکن ہندوستان کسی صورت میں بھی پاکستان پر قبضہ نہیں کر سکے گا۔ ہم پر قبضہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہم لڑیں گے۔ جس طرح ہم ماضی میں ایک ہزار سال تک لڑے' اسی طرح آئندہ بھی ایک ہزار سال تک لڑیں گے۔ ہماری محاذ آرائی کی تاریخ ایک ہزار سال پرانی ہے۔ ہم یہ محاذ آرائی جاری رکھ سکتے ہیں۔

ہندوستان کی حکومت اور عوام کو اب انتخاب کرنا ہوگا۔ انتخاب کا معاملہ بالکل واضح ہے۔ انہیں ان دو باتوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے۔ کیا آپ بین الاقوامی قانون اور ضابطہ اخلاق کے اصولوں پر یقین اور ان کا احترام کرتے ہوئے ہمارے ساتھ اس برصغیر میں دوستوں کی طرح رہنا چاہتے ہیں یا آپ ہمارے سنگدل دشمنوں کا سا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں؟ ان دونوں صورتوں میں سے کسی ایک کا انتخاب آپ کریں۔ ہم دوستی کا ہاتھ بڑھانے کو تیار ہیں۔ ہم باہمی تعلقات میں ایک نیا باب شروع کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اپنے تعلقات میں نیا باب کیوں نہیں شروع کر سکتے؟ اگر جرمنی اور فرانس اپنے اختلافات بھلا کر کئی برس بعد مشترکہ منڈی میں شریک ہو سکتے ہیں' اسی طرح اگر ترک اور یونانی باشندے قبرص کے مسئلہ پر پاگل پن کا مظاہرہ نہیں کرتے اور نہ ہی ایک دوسرے کے خلاف جنگ شروع کرتے ہیں تو ہم ہی ہمیشہ مختلف راستہ آخر کیوں اختیار کریں؟

دنیا میں کئی بین الاقوامی تنازعات موجود ہیں۔ لیکن ان کے سلسلہ میں ہمیشہ تہذیب و اخلاق کا دامن تھاما جاتا ہے اور احتیاط سے کام لیا جاتا ہے۔ اگر سوویت یونین اور امریکہ پندرہ سال محاذ آرائی کی بعد ایک دوسرے سے مفاہمت کا راستہ اختیار کر سکتے ہیں اور اسی طرح اگر چین اور امریکہ مذاکرات شروع کر سکتے ہیں تو پاکستان اور بھارت کے درمیان گفتگو کیوں نہیں ہو سکتی؟ ہم گفتگو کے لیے تیار ہیں۔ ہم گفتگو چاہتے ہیں۔ ہم نیا ورق الٹنا چاہتے ہیں۔ ہم تعلقات میں نئی وسعتوں کے خواہاں ہیں۔ ہم جدید دور کے تقاضوں اور کیفیت کے مطابق آگے بڑھنا چاہتے تھے اور ہم اس کے لیے بیتاب تھے۔ میرا خیال ہے ہندوستان حکومت ریسرچ میں بڑی ماہر ہے۔ کیونکہ انہوں نے کئی حقائق اور اعداد و شمار کے حوالے دیے ہیں۔ میں نے کئی اہم بیانات میں یہ کہا ہے کہ ہم اپنی تاریخ کا نیا ورق الٹنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن انہوں نے اب اس کے راستہ میں رکاوٹ ڈال دی ہے۔ آج اگر ہندوستان نے پاکستان کے علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش نہ کی ہوتی تو میں اس موضوع پر مزید گفتگو بھی کرتا لیکن اگر میں آج اس موضوع پر کوئی بات کہوں تو اس سے یہ خیال کیا جائے گا کہ میں اپنی کمزور پوزیشن کی بنا پر یہ بات کہہ رہا ہوں۔

کاش وہ ہمیں موقع دیتے! ہندوستان کی وزیراعظم نے کہا ہے کہ وہ ایک فوجی حکومت کے ساتھ گفتگو نہیں کر سکتی تھیں' لیکن یہ فوجی حکومت کہہ چکی تھی کہ وہ تیرہ برس تک برسراقتدار رہنے کے بعد ایک ماہ کے اندر اپنا وجود ختم کر دے گی۔ اگر ہندوستان کی وزیراعظم نے نو ماہ تک انتظار کر لیا تھا تو کیا وہ مزید ایک ماہ انتظار نہیں کر سکتی تھی تاکہ پاکستان میں ایک سول حکومت قائم ہو جاتی اور پھر دونوں ملکوں کے درمیان گفتگو کا آغاز ہو سکتا۔ حکومت ہندوستان نے کسی رواداری اور اچھے رویہ کا ثبوت دیتے ہوئے نو ماہ انتظار نہیں کیا تھا۔ ان نو مہینوں میں مداخلت کاروں کو پاکستان بھیجا گیا۔ انہیں نام نہاد گوریلوں کو تربیت دینے کے لیے نو ماہ کے انتظار کی ضرورت تھی۔ ہندوستان کے وزیر خارجہ نے یہ تاثر دیا ہے کہ ہندوستان نے نو ماہ تک انتظار کر کے پاکستان پر بہت بڑا کرم کیا۔ حالانکہ انہیں دراصل مہلت کی ضرورت تھی اور ہم پر یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے۔ میں نے اپنے ملک کے سیاسی رہنما کی حیثیت سے یہ کہا تھا "اس سال کے آخر تک پاکستان میں نئی صورت حال پیدا ہو جائے گی"۔ ہم نے ہندوستان والوں کے منصوبوں کا اندازہ کر رکھا تھا کیونکہ ذہانت بھی کوئی اہمیت ضرور رکھتی ہے۔ ہم ان کے منصوبہ سے آگاہ تھے۔ ہم اسے بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ وہ گوریلوں کو ٹریننگ دینا چاہتے تھے۔ وہ ایک بین الاقوامی فضا پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ہندوستان کی وزیراعظم دنیا بھر کا دورہ کر کے اپنے لیے خیرسگالی کی بین الاقوامی فضا

قائم کرنے کے بعد جنگ کرنا چاہتے تھیں۔ انہیں وقت درکار تھا کہ وہ کسی حسن کردار کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتی تھیں اور نہ ہی انہیں یہ انتظار تھا کہ دنیا کوئی قدم اٹھائے۔

ہم نے کہا ہمیں مزید ایک ماہ کی مہلت دیں۔ مشرقی پاکستان سے ہندوستان کے بنگلہ دیش میں پناہ لینے والوں کے مسئلہ پر بہت فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ بتایا یہ گیا ہے کہ ہندوستان میں بنگلہ دیش کے نوے لاکھ یا ایک کروڑ پناہ گزین ہیں۔ ہم نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ اعداد و شمار غلط ہیں۔ ہم نے ان اعداد و شمار کو چیلنج نہیں کیا۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے' ہم نے یہ کہا ہے ہمیں اس بات پر ندامت ہے کہ ہمارے شہری ہمارا ملک چھوڑ کر چلے گئے۔ نہ تو کوئی ملک یہ پسند کرتا ہے کہ وہاں پناہ گزین ہوں اور نہ ہی وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے عوام ملک چھوڑ جائیں۔ لیکن اگر ہمارے عوام ہمارا ملک چھوڑ گئے ہیں تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ واپس آ جائیں۔ اگر وہ یہاں ہزاروں برس سے رہ رہے ہیں اور قیام پاکستان کے بعد وہ یہاں چوبیس برس تک رہے تو وہ آئندہ بھی ہمارے ملک میں کیوں نہیں رہ سکتے؟ یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ اگر ہم یہ کہتے "نہیں کوئی پناہ گزین نہیں ہے" تو یہ ایک جھوٹ ہوتا۔ ہم نے اصول کی بناء پر موقف اختیار کیا۔ ہم نے یہ کہا کہ پناہ گزین کی تعداد خواہ کچھ ہی ہو' ہم انہیں واپس لینے کو تیار ہیں۔ اگر خوف اور پراپیگنڈے کی بناء پر پاکستان سے جانے والے خالص پاکستانیوں کی تعداد ساٹھ لاکھ' تیس لاکھ' بیس لاکھ یا اسی لاکھ بھی ہو تو ہم انہیں واپس لینے کو تیار ہیں کیونکہ اگر وہ پہلے ہمارے ساتھ رہے تو وہ آئندہ بھی ہمارے ساتھ مل کر رہ سکتے ہیں۔ ہندوستان کی وزیراعظم نے کہا ہے کہ جب تک پاکستان میں فوجی حکومت ہے' وہ واپس نہیں جا سکتے۔ ہم نے جواب دیا کہ ایک ماہ انتظار کر لیجئے۔ ہم آپ سے صرف یہ کہتے ہیں کہ نو ماہ کو دس مہینوں میں تبدیل کر دیں اور ہمیں مزید چار ہفتوں کی مہلت دے دیں۔ میں نے 12 تاریخ کو کراچی میں کہا کہ میں ایک سیاسی رہنما کی حیثیت سے ان پناہ گزینوں کے کیمپوں میں جانے کو تیار ہوں۔ میں نے کہا ہم اختیار یا انتخاب کا حق ختم نہیں کر رہے۔ ہم سیاسی سمجھوتہ کے لیے کوئی شرط عائد نہیں کر رہے لیکن ہمیں کچھ وقت دیں۔ ہمیں موجودہ مرحلہ مکمل کر لینے دیں اور اس کے بعد نئے مرحلہ میں داخل ہو کر امن کا دور لانے دیں۔

ہندوستان کے وزیر خارجہ کو علم ہونا چاہیے۔ میں نے 18 اکتوبر کو لاہور میں یہ کہا تھا کہ میں جنگ کی کوئی توقع نہیں رکھتا۔ انہوں نے "ہندوستان کو کچل دو" جیسے مختلف نعروں کا حوالہ دیا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ میں جنگ کا کوئی اندیشہ محسوس نہیں کرتا۔ میں نے یہ بات کیوں کہی تھی؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم امن چاہتے ہیں تاکہ ہم اپنے عوام کی خدمت کر سکیں اور ان کے مسائل اور مشکلات پر ساری توجہ مرکوز کر سکیں۔ ہم اپنے آپ کو بین الاقوامی جنگوں میں الجھانا نہیں چاہتے تھے۔ ہم اپنے عوام کو ترقی سے ہمکنار کرنے کے لیے وقت چاہتے ہیں۔ ہمارے پاس اپنے عوام کو روٹی' دوسری سہولتیں اور ترقی دینے کے لیے ایک سوشلسٹ اور اسلامی پروگرام موجود ہے اور ہم اسے عملی جامہ پہنانا چاہتے تھے۔ ہم کچھ مہلت چاہتے تھے تاکہ پاکستان میں تیرہ سال بعد عوام کی بھاری تائید و حمایت کی بنیاد پر ایک سول حکومت قائم ہو سکے اور ہم ترقی کر سکیں۔ آگے بڑھ سکیں اور اپنے عوام کی خدمت کر سکیں۔ مگر نو ماہ گزر جانے پر وہ مزید ایک مہینہ انتظار نہ کر سکے۔ انہوں نے ہم پر وار کیا' زبردست وار کیا اور ان جمہوری قوتوں کو پیچھے دھکیل دیا جن کے بارے میں ہندوستان کے وزیر خارجہ نے اتنی فصاحت کے دریا بہائے ہیں۔ اگر وزیر خارجہ کو جمہوریت سے اتنی ہی دلچسپی تھی تو انہیں کچھ انتظار کرنا چاہیے تھا۔ اس صورت میں جمہوریت یقیناً آ جاتی۔ جمہوریت اپنے قوانین کو خود وجود میں لاتی ہے۔ اس نظام میں پارلیمنٹ ہوتی ہے' اخبارات آزاد ہوتے ہیں اور غیر ملکی طاقتوں کے مطالبات کے مقابلہ میں عوام کے مطالبات زیادہ اہم ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں ایک چیز دوسری کے لیے راستہ ہموار کر سکتی تھی۔ ہم سب سے پہلے متعلقہ اصولوں سے عہدہ برآ ہوتے۔ ہم بے اطمینانی کے وجوہ ختم کرنے کی کوشش کرتے اور میں آپ کو پوری صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے یہ بتاتا ہوں کہ یہ بے اطمینانی صرف مشرقی پاکستان تک ہی محدود نہیں تھی۔ خود مختاری اور جمہوریت کے مسائل پر مغربی پاکستان میں بھی بے اطمینانی پائی جاتی تھی۔ اس طرح ہم ان تمام مسائل کو سلجھانے کے لیے تیار تھے۔ ہم مغربی پاکستان کے مسائل کے علاوہ خود مختاری' جمہوریت اور سیکولرازم وغیرہ کے بارے میں مشرقی پاکستان کے مسائل بھی طے کرنے کو تیار تھے لیکن ہمیں اس کا موقع ہی نہ دیا گیا۔ ان مسائل کو ایک بہانہ کے طور پر استعمال کیا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ پاکستان پھل پھول نہ سکے اور نہ ہی اپنے مسائل حل کر سکے۔ مقصد یہ تھا کہ پاکستان کی داخلی مشکلات سے ناجائز فائدہ اٹھایا جائے۔ اگر ہمیں موقع مل جاتا تو ہم اس سے ضرور فائدہ اٹھاتے اور اصلاح احوال کر لیتے۔

ہمارے بحران سے ہندوستان کی دلچسپی 25 مارچ کی المناک اور فیصلہ کن رات کے فوراً بعد پیدا نہیں ہوئی۔ ہندوستان نے 25 مارچ سے پہلے لاہور میں اپنے طیارے کو اغوا کرایا اور اسے مشرقی اور مغربی پاکستان کے ہندوستانی کاریڈور کے راستے فضائی مواصلات کا سلسلہ منقطع کرنے کے لیے ایک بہانہ کے طور پر استعمال کیا۔ یہ 30 جنوری کا واقعہ ہے جبکہ میں مجیب الرحمٰن سے ابتدائی گفت و شنید مکمل کرنے کے بعد مشرقی پاکستان سے واپس آ چکا تھا۔ ہم شیخ مجیب سے جو مذاکرات کر رہے

تھے' ان پر حکومت ہندوستان خوش نہیں تھی۔ چنانچہ جونہی میں نے شیخ مجیب سے گفت و شنید مکمل کی' اور مغربی پاکستان واپس آیا تو ہندوستان نے جو پہلا اقدام کیا' وہ طیارے کے اغوا کا انتظام تھا۔ یہ انتظام مقبوضہ کشمیر سے تعلق رکھنے والے ہندوستانی جاسوسوں کے ذریعہ اس لیے کرایا گیا کہ مجیب الرحمٰن سے میری گفتگو میں رکاوٹ پڑ جائے اور میں ان کے ساتھ آسانی سے رابطہ قائم نہ کر سکوں۔

اب ہندوستان کی حکومت سیاسی سمجھوتے' مشرقی پاکستان کے لیڈروں سے سیاسی سمجھوتے کی باتیں کرتی ہے۔ لیکن جب مشرقی اور مغربی پاکستان کے مسلمہ لیڈروں میں ملاقات ہوئی تو ہندوستان کی حکومت نے اس گفت و شنید میں اس لیے رکاوٹ پیدا کی کہ وہ ایک پاکستان کی بنیاد پر سمجھوتہ کے خلاف تھی۔ اور ہم اسی قسم کے سمجھوتہ کے لیے کوشاں تھے۔ اس لیے حکومت ہندوستان نے پہلا کام یہ کیا کہ اس نے مشرقی اور مغربی پاکستان کے لیڈروں کے درمیان رابطہ کے ذرائع ختم کر دیے۔ ہم ان مشکل حالات میں سمندر کے راستے وہاں سیاسی مذاکرات کے لیے نہیں جا سکتے تھے۔

اس کے بعد ہندوستانی بنگلہ دیش میں انتخابات کرانے کی آڑ لے کر انہوں نے الیکشن کرانے کے لیے ڈیڑھ لاکھ فوج بھیج دی۔ مقصد یہ تھا کہ یہ فوج مشرقی پاکستان اور مجموعی طور پر سارے پاکستان کے خلاف اپنی پوزیشن سنبھال سکے۔

ہندوستان نے کہا ہے کہ پاکستان نے ہمیشہ ہندوستان کے خلاف جارحیت کی۔ جناب والا! پاکستان مقابلتاً" ایک چھوٹا ملک ہے۔ ہندوستان کا رقبہ پاکستان سے پانچ گنا ہے۔ وہ افرادی طاقت اور وسائل کے اعتبار سے بھی پاکستان کے مقابلہ میں بہت بڑا ملک ہے۔ دوسری طرف ہندوستان کی مسلح افواج' اس کی بری' بحری' اور فضائی فوج کے علاوہ اندرون ملک اسلحہ تیار کرنے کی صلاحیت کو بھی پیش نظر رکھیں۔ اب ہم جارحیت کے مسئلہ کی طرف آتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ 1947ء میں ہندوستان اور پاکستان کی مملکتیں قائم ہونے کے بعد گزشتہ 24 برسوں میں ہم نے ہندوستان کے خلاف کتنی جارحیت کی؟

1948ء میں کشمیر کی جنگ ہوئی۔ آپ سب حضرات جموں و کشمیر کے متنازعہ علاقے کی تاریخ سے باخبر ہیں۔ یہ ایک ریاست تھی جس پر مہاراجہ کی حکومت چلی آ رہی تھی۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں کے موقف کے مطابق اس ریاست نے اپنا مستقبل اپنی آزاد منشا کے مطابق طے کرنا تھا۔ اگر ہندوستان ریاست کشمیر میں استصواب کرانے کی اجازت دے دیتا تو آج وہاں کوئی جھگڑا نہ ہوتا اور کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ کے ایجنڈے میں شامل نہ رہتا۔ لیکن ہندوستان نے کشمیر میں استصواب نہیں ہونے دیا۔ اس کے باوجود وہ پاکستان پر کشمیر میں گڑبڑ پیدا کرنے کا الزام عائد کرتا ہے۔ اگر کشمیر میں کوئی گڑبڑ ہے تو یہ ہندوستان کی وجہ سے ہے۔ ہندوستان نے کشمیر میں استصواب کرانا منظور کیا تھا۔ لیکن بعد میں اس نے استصواب نہ ہونے دیا۔ خود ہندوستان کے وزیراعظم نے استصواب کرانے کا وعدہ کیا تھا اور آپ اس امر کی تصدیق سلامتی کونسل کے ریکارڈ سے کر سکتے ہیں۔ اس کے باوجود ہندوستان کے وزیر خارجہ نے آج یہ کہنے کی جسارت کی ہے کہ 1947-48ء میں کشمیر کی جو جنگ ہوئی' اس کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے۔

ہندوستان کے وزیر خارجہ نے رن کچھ کی لڑائی کا ذکر کیا۔ رن کچھ کے تنازعہ میں ہندوستان کی فوج نے ہمارے علاقے پر قبضہ کیا تھا۔ مسٹر پرتھا سارتھی جو اس وقت ہندوستانی وفد میں شامل ہیں' اس زمانے میں ہائی کمشنر ہوا کرتے تھے۔ وہ میرے اچھے دوستوں میں سے تھے اور میں اس وقت پاکستان کا وزیر خارجہ تھا۔ وہ میرے پاس آئے۔ میں نے ان سے کہا کہ ہم اس مسئلہ کو پرامن طور پر سلجھانے کے لیے تیار ہیں۔ چنانچہ ہم نے اسے پرامن طور پر سلجھا لیا۔ مجھے یاد ہے کہ جب وہ میرے پاس آئے تو وہ سخت بے چین نظر آتے تھے۔ میں نے کہا کہ اگر کوئی جھگڑا ہے تو ہم اسے پرامن طور پر ختم کر لیں گے اور اگر ہم اسے پرامن طور پر طے کرنے کے خواہاں نہ ہوتے تو یہ اس طرح طے نہیں ہو سکتا تھا۔ ہم نے یہ تنازعہ تجربہ کار اور قابل انگریزوں کے سپرد کیا جنہوں نے ہمارے درمیان ثالثی کرا دی۔

برطانیہ برصغیر کے حالات کو ہم دوسروں کے مقابلہ میں بہتر طور پر جانتا ہے۔ چنانچہ انگریزوں نے اس مسئلہ پر اپنا ثالثی فیصلہ دیا۔ مصیبت یہ ہے کہ کلائیو سے تاشقند تک باہر کے متعدد لوگوں نے برصغیر کے تنازعات میں ثالثی کی ہے۔ اور برصغیر کی قسمت کا فیصلہ بیرونی مداخلت ہی سے ہوتا رہا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان خود برصغیر کی قسمت کا فیصلہ کرنے کی طرح نو کیوں نہیں ڈال سکتے؟ ہم نے یا تو باہر والوں---- فرانس' برطانیہ روس اور دوسروں سے اپنی قسمت کا فیصلہ کرایا یا ہم نے جنگ کا راستہ اختیار کیا۔ میں حکومت ہندوستان سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آیئے ہم اپنے تنازعات کا تصفیہ دوسروں پر نہ چھوڑیں اور نہ ہی جنگ کے ذریعہ کوئی فیصلہ کریں۔ آیئے ہم ایک نئے باب کا آغاز کریں لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ جنگ ختم کر دی جائے اور نارمل حالات پیدا کیے جائیں۔ لیکن رن کچھ کا تنازعہ ثالث کے سپرد کر دیا گیا اور ہم نے ایوارڈ کو قبول کیا۔ میری رائے یہ ہے کہ ایوارڈ منصفانہ نہیں تھا کیونکہ ایوارڈ نے ہمیں اپنے علاقائی حقوق سے محروم کر دیا۔ اس کے باوجود ہم نے اپنے حقوق سے محروم ہونا قبول کیا۔ ہم نے یہ ایوارڈ دونوں ملکوں کے درمیان اچھے تعلقات' سلامتی اور امن کے مفادات کے پیش نظر

قبول کیا۔

ہم نہ تو 1947ء کی تباہی کے لیے ذمہ دار تھے اور نہ ہی 1965ء کی گرمیوں میں رن کچھ میں گڑبڑ کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے۔ بعد میں ہم پھر تاشقند گئے اور وہاں ہم نے تنازعہ کو طے کر لیا۔ یہاں بھی ثالثی ہوئی اور میرا خیال ہے یہ ثالثی بھی پاکستان کے مفاد میں نہیں تھی۔ یہ ایک واقعیت پسندانہ تجزیہ ہے۔ اس کے باوجود ہندوستان کے وزیراعظم اور پاکستان کے صدر نے دستخط کیے۔ گو اس سمجھوتہ میں بھی ہندوستان کی پوزیشن کو قریب قریب تسلیم کر لیا گیا لیکن امن کے مفادات کی خاطر تاشقند کا سمجھوتہ کیا گیا مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ سمجھوتہ بھی ہمارے مفادات میں نہیں تھا۔ اس سے زیادہ تر ہندوستان کے مفادات ہی پورے ہوئے۔ چنانچہ ہندوستان کے وزیراعظم بے پناہ مسرت برداشت نہ کر سکے اور تاشقند میں ان کی موت واقع ہو گئی۔ یہ سمجھوتہ ہندوستان کے حق میں تھا۔ چنانچہ ہندوستان کے اخبارات اور ہر کسی نے اس رائے سے اتفاق کیا۔

ایک چھوٹے ملک کی حیثیت سے پھر ایک بڑی طاقت کی قوت ہمارے حقوق سے ہمیں محروم کرنے کا ذریعہ بنی۔ لیکن یہ سلسلہ کہاں ختم ہوگا؟ ہمارے حقوق کو کس حد تک ختم کرنا مقصود ہے؟ ہندوستان کی وزیراعظم پہلے ہی یہ کہہ رہی ہیں کہ مغربی پاکستان اور بلوچستان کے عوام کو اپنے حقوق ضرور ملنے چاہئیں۔ اس طرح وہ مغربی پاکستان اور بلوچستان کے عوام کے درمیان امتیاز پیدا کر رہی ہیں۔ ہم جانتے ہیں ان کے ذہنوں میں کیا بات ہے؟ ہمیں علم ہے کہ وہ کیوں تیاری کر رہے ہیں اور کس طرح کچھ حاصل کر لینے کے بعد اسے مضبوط بنا رہے ہیں؟ وہ پاکستان کے مزید علاقے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے جس واقعہ کو "بھارت ماتا کی چیر پھاڑ" کا نام دیا۔ اسے انہوں نے درحقیقت کبھی دل سے قبول نہیں کیا۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے۔ ہندوستان کے اقدام--- مشرقی پاکستان پر ان کے سفاکانہ حملہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس نے پاکستان کے قیام کو دل سے قبول نہیں کیا۔ آج پہلے سے کہیں زیادہ وحشت، درندگی اور بے رحمی کے ساتھ ہندوستان نے دنیا پر واضح کر دیا ہے کہ اسے اپنے الفاظ میں "بھارت ماتا کی چیر پھاڑ" قبول نہیں۔ لیکن میں سردار سورن سنگھ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں۔ نہ تو بھارت رہے گا اور نہ ہی ماتا رہے گی۔ کیونکہ ان طریقوں کا استعمال کسی ملک یا اصولوں کو محفوظ نہیں چھوڑتا۔

اب میں ایک اور مسئلہ کی طرف آتا ہوں۔ اگر اس مسئلہ کو موجودہ صورت حال کے متعلق، موزوں اور بنیادی پہلو کی حیثیت حاصل نہ ہوتی تو میں اس پر کوئی رائے ظاہر نہ کرتا۔ اب اس پر تبصرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ اس کی حیثیت مرکزی ہے۔ اس لیے میں اس کا ذکر ضروری خیال کرتا ہوں۔ میرے عوام جانتے ہیں کہ اصل پوزیشن یہی ہے اور دنیا کو بھی اس سے ضرور باخبر ہونا چاہیے۔

برصغیر میں ہندوستان اور پاکستان ہزاروں برسوں سے موجود چلے آ رہے ہیں۔ ہمارے درمیان تصادم ہوئے اور جنگیں بھی ہوتی رہیں۔ ہمیں علم ہے کہ ہمیں ایک دوسرے سے کس طرح نپٹنا چاہیے۔ ایک دوسرے سے تعلق کے دوران ہم نے اپنے درمیان ایک توازن سا قائم کر لیا ہے۔ آج ہمارا مقابلہ صرف ہندوستان ہی سے نہیں ہے۔ ہمارے مقابلے میں ہندوستان کے علاوہ ایک بڑی طاقت بھی ہے۔ میں پہلے یہ کہہ چکا ہوں کہ ہندوستان ایک بڑا ملک ہے لیکن وہ اپنے آپ کو اس سے بھی بڑا ملک ظاہر کرنے کے لیے--- ایک بڑی طاقت کے کاندھوں پر سوار ہے۔ اگر وہ ان بڑے کاندھوں پر سوار ہو کر اپنے آپ کو زیادہ بڑا ملک ظاہر کرنے کا خواہاں نہ ہوتا تو وہ جنرل اسمبلی اور ساری دنیا کی خواہش کو غرور اور نخوت سے کبھی نہ ٹھکراتا۔ اس خواہش کا اظہار ایک قرارداد میں کیا گیا ہے جس میں جنگ بندی، جنگی سرگرمیاں ختم کرنے اور فوجیں ہٹانے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ آج ہم ہندوستان سے نہیں بلکہ اس بڑی طاقت سے نبرد آزما ہیں جسے ہم نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ ہم نے اس بڑی طاقت کا کچھ نہیں بگاڑا۔ ہم نے اس بڑی طاقت سے بہترین تعلقات استوار کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ ہم اس کا انتہائی احترام کرتے ہیں۔ یہ ایک ہمسایہ ملک ہے اور پاکستان کے بالکل قریب واقع ہے۔

میں ایندھن، بجلی اور قدرتی وسائل کے وزیر کی حیثیت سے 1960ء میں تیل کا معاہدہ کرنے کے لیے سوویت یونین گیا تھا تاکہ پاکستان اور سوویت یونین کے درمیان اچھے تعلقات استوار ہو سکیں۔ میں پاکستان کا پہلا وزیر تھا جو اس مقصد کے لیے روس گیا۔ ہم نے اس طرح اپنے اتحادی ملکوں کو ناراض کیا اور فوجی اعتبار سے روس کے مقابلے میں ایک زیادہ بڑی طاقت کے ساتھ بعض بنیادی غلط فہمیاں پیدا کر لیں۔ اس ملک کے ساتھ سیٹو، سینٹو کے معاہدوں اور دو طرفہ سمجھوتوں کے ذریعہ بھی ہمارا گہرا تعلق تھا۔ لیکن ہم ایک ہمسایہ ملک سے بہتر تعلقات قائم کرنا چاہتے تھے اور اس وقت اس ملک نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر ہم ان معاہدوں سے نکل آئیں یا ان کے سلسلہ میں کوئی سرگرمی نہ دکھائیں تو ہمارے ساتھ اس ملک کے تعلقات کا ایک نیا باب شروع ہو سکتا ہے۔ روس یہ خیال کرتا ہے کہ معاہدے اس کے خلاف ہیں۔ ہم اقتداری سیاست کے اسرار و رموز کے بارے میں دوسروں کی طرح غالباً زیادہ زیرک نہیں تھے لیکن اصلاح احوال کو ضروری خیال کرتے ہوئے ہم نے سوویت یونین سے اپنے تعلقات بہتر بنانے کی بڑی کوششیں کیں۔

ہم نے سوویت یونین سے کبھی کوئی زیادتی نہیں کی۔ ہم نے روس کے عوام' روسی مملکت کے عظیم بانی' عہد حاضر بلکہ تاریخ کی ایک بہت بڑی شخصیت لینن کا انتہام احترام کیا ہے۔ ہمارے عوام اب بھی سوویت یونین کے مداح ہیں اور ہمارے لیے یہ بات ناقابل فہم ہے کہ سوویت یونین ہمارے ملک کو توڑنے کی کارروائی میں کیوں فریق بنی۔ ہم نے سوویت یونین کا کیا بگاڑا تھا؟ اگر سوویت یونین ہمارے خلاف کارروائی میں حصہ نہ لیتی تو ہمیں موجودہ صورت حال کا کبھی سامنا نہ کرنا پڑتا۔

میں تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا۔ میں حقائق اور اعداد و شمار کے حوالے دینا نہیں چاہتا۔ میں کونسل کو یہ بتانے کی بھی کوئی خواہش نہیں رکھتا کہ کس تاریخ کو ایک تباہ کن جہاز تارپیڈو کیا گیا۔ اسے کس طرح تارپیڈو کیا گیا یا مزید کیا کچھ کیا گیا۔ میں تفصیلات میں جانے کا عادی نہیں۔ میں اصولوں پر زور دیا کرتا ہوں۔ میرے اصول مجھے سوویت یونین سے صرف یہ پوچھنے پر مجبور کرتے ہیں کہ پاکستان کے بارہ کروڑ عوام نے سوویت یونین کا آخر کیا بگاڑا تھا کہ اس نے جانبدارانہ رویہ اختیار کرنے کی ضرورت محسوس کی؟ اس نے ایک سفاک حملہ آور کی حمایت کی' اس نے انتہا پسندانہ موقف اختیار کر لیا اور انصاف سے کام لینے کی بجائے میرے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کرانا مناسب خیال کیا۔ یہ ایک جائز سوال ہے۔ میں پوری نیک نیتی اور ایک دوست کی حیثیت سے یہ سوال دریافت کر رہا ہوں۔ سووت یونین' پاکستان کے اتحاد کے مسئلہ پر دنیا کی رائے عامہ کو کیوں ٹھکرانا چاہتی ہے؟ کیا ہم نے سوویت یونین کو کوئی بہت بڑا نقصان پہنچایا تھا؟

یہ بات ہماری الجھن میں مزید اضافہ کرتی ہے کہ صدر پوڈ گورنی نے اپنے 2 اپریل 1971ء کے پیغام میں پاکستانی عوام کی فلاح اور فارغ البالی کی دعا کرتے ہوئے اس بات پر مسرت کا اظہار کیا تھا کہ وہ اپنے ملک کو درپیش پیچیدہ مسائل کا جمہوری حل معلوم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ مسٹر کوسیگن نے صدر یحییٰ خاں کے خصوصی ایلچی مسٹر ارشد حسین سے یہ کہا تھا کہ پاکستان اور سوویت یونین کے تعلقات باہمی فائدہ کی خاطر ایک دوسرے سے تعاون کو مضبوط بنانے کی اصولی پوزیشن پر مبنی ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ سوویت یونین ان تعلقات کو فروغ دینے اور بین الاقوامی امن و سلامتی کو مضبوط بنانے کی کوششیں جاری رکھنے کے لیے آمادہ ہے۔ مسٹر کوسیگن نے ماسکو میں ہمارے سفیر سے بار بار یہ کہا تھا کہ سوویت یونین پاکستان کے اندرونی مسائل میں مداخلت کرنا نہیں چاہتا اور یہ فیصلہ کرنا پاکستان کا کام ہے کہ وہ کون سا سیاسی نظام اختیار کرے۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا تھا کہ پاکستان میں سیاسی نظام کے متعلق فیصلہ کرنا ہندوستان یا سوویت یونین کی بجائے پاکستان کا کام ہے۔ مسٹر کوسیگن نے ہمارے سفیر سے گفتگو کرتے ہوئے یہ الفاظ استعمال کیے تھے:

"براہ مہربانی اپنے صدر کو بتا دیں کہ ہمارے تعاون کا ہر پہلو جنگ کی بجائے امن پر مبنی ہے۔ ہماری مسلسل یہی پالیسی رہی ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تمام تنازعات مسلح تصادم سے نہیں' گفت و شنید سے طے ہونے چاہئیں۔ وہ اتنے متمول نہیں کہ لڑائیوں کے متحمل ہو سکیں۔ ان سے کہیں زیادہ امیر ملک بھی لڑائیوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم بڑے خلوص سے یہ کہتے ہیں کہ پاکستان اور ہندوستان کو جنگ کا راستہ اختیار کیے بغیر اپنے اختلافات سلجھانے چاہئیں۔ ہم انہیں دوستوں کے طور پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہمارے سامنے اور کوئی مصلحت نہیں۔ ہم آپ کے اندرونی مسائل میں دخل دینا نہیں چاہتے"۔

یہ سوویت یونین کے صدر اور وزیراعظم کے پیغامات ہیں۔ جب 1965ء میں پاکستان اور ہندوستان کے درمیان لڑائی ہوئی تو پاکستان اور ہندوستان کے ساتھ سوویت یونین کے تعلقات بڑے اچھے تھے۔ گو ہمارے مقابلے میں ہندوستان سے روس کے تعلقات بہتر تھے لیکن روس نے آج کی طرح ہندوستان کے حق میں اتنا نمایاں اور واضح موقف اختیار نہیں کیا تھا۔ آج سوویت یونین کھلے بندوں اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ ہندوستان کی حمایت پر اتر آیا ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں صرف ہندوستان ہی کا سامنا نہیں ہے۔ ہم کئی ہزار برس سے ہندوستان کا سامنا کرتے چلے آئے ہیں۔ اب ہندوستان کے علاوہ ہمیں سوویت یونین کا مقابلہ بھی درپیش ہے۔ ورنہ خلیج بنگال کی ناکہ بندی نہیں ہو سکتی تھی۔ جب وہاں امن کے زمانہ میں بھی بڑی طاقتوں کے بیڑے گشت کرتے ہیں تو ناکہ بندی کس طرح ممکن تھی؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ وہ امن کے زمانہ میں محض اچھی سیر کی خاطر گشت نہیں کرتے۔ اس صورت میں پرتگال' ڈنمارک اور دوسرے ملک بھی گشت ضرور کرتے۔ اس گشت کا مقصد لڑائی اور دوسری پریشانیوں کے دوران بحری راستوں کو کھلا رکھنا ہے۔ لیکن تصادم کے دنوں میں مشرقی پاکستان کے بحری راستے ہم پر کس طرح بند کیے گئے؟ ساتویں بیڑے اور ان سمندروں میں سرگرم عمل دوسری طاقتوں کی موجودگی میں محض ہندوستان بحری راستوں کو بند نہیں کر سکتا تھا۔

ہندوستان نے سوویت یونین سے ملنے والی زبردست امداد کی بدولت بحری راستے بند کیے۔ اگر سوویت یونین پاکستان اور ہندوستان کے تنازعہ سے الگ رہے تو ہم ہندوستان کا مقابلہ کرنے کو تیار ہیں۔ دراصل روسی امداد کے نتیجہ میں ہندوستان کو جو عسکری کامیابیاں حاصل ہوئیں' ان کی وجہ سے ہندوستان بدمست ہوگیا ہے۔

ہمیں اس سلسلہ میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ 9 اگست کو ہندوستان

اور روس میں معاہدہ اسی بحران کے دوران ہوا۔ اب براہ کرم اس بات پر بھی غور کریں کہ ہندوستان نے ہمیشہ عدم وابستگی کی پالیسی پر عمل کیا ہے۔ ہندوستان نے یہ پالیسی 1947ء سے 1962ء تک جاری رکھی۔ بلکہ 1962ء میں وہ غیر ضروری طور پر چین سے متصادم ہوگیا۔ جس طرح انہوں نے آج ہم پر حملہ کیا ہے' اسی طرح انہوں نے 1962ء میں چین پر حملہ کیا۔ لیکن 1947ء سے 1962ء تک ہندوستان کسی طاقت سے وابستہ نہ رہا۔ اس پالیسی کے معمار پنڈت جواہر لال نہرو تھے اور اس مثبت پالیسی کے معمار کی حیثیت سے ان کا نام تاریخ کی زینت بن گیا ہے لیکن اپنی دو رخی اور منافقت کے طریقوں کے باوجود ہندوستان 1962ء کے بعد بھی مجموعی طور پر غیر وابستہ ملک ہی رہا۔

پھر ہندوستان 9 اگست 1971ء کو عدم وابستگی کے اصولوں کو اعلانیہ اور قانوناً ترک کر کے ایک بڑی طاقت--- سوویت یونین--- کے ساتھ کیوں وابستہ ہوا؟ جہاں تک سوویت یونین کا تعلق ہے' چین کو الگ تھلگ کرنے کے لیے جنرل سیکرٹری برزنیف نے ایشیائی سلامتی کی تجویز دو سال قبل پیش کی تھی۔ یورپی سلامتی کی تجویز کی طرح برزنیف کی تجویز کے بھی اپنے معانی اور مقاصد ہیں۔ لیکن جنرل سیکرٹری برزنیف نے ایشیائی سلامتی کی تجویز دو سال پہلے پیش کی تھی۔ اس وقت ہندوستان نے اس تجویز کی حمایت آخر کیوں نہیں کی تھی؟ ہندوستان نے برزنیف کی تجاویز کے مفہوم کے مطابق 1967ء اور 1968ء میں دو طرفہ معاہدہ کیوں نہیں کیا تھا؟ حکومت ہندوستان نے 9 اگست 1971ء کو اپنی عدم وابستگی کی پالیسی کیوں ترک کی اور اس نے اپنے مسلمہ اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سوویت یونین کے ساتھ وہ معاہدہ کیوں کیا' جسے ہندوستان اور روس کے معاہدے کا نام دیا گیا۔ اس معاہدہ کے تحت ہندوستان کو کیا معاوضہ ملا؟ دونوں نے ایک دوسرے کو کیا مراعات دیں؟ جہاں تک سوویت یونین کا تعلق ہے' یہ بات واضح ہے کہ ایک بڑی طاقت بعض وجوہ کی بنا ہی پر ایشیائی سلامتی کا معاہدہ چاہتی ہے تاکہ وہ دوسرے بڑے ملک کی طاقت کا مقابلہ کر سکے۔ لیکن اس معاہدہ سے ہندوستان کو کیا فائدہ حاصل ہوا؟ جو ملک اپنی عدم وابستگی کی مستند پالیسی کا پوری طرح پابند رہا' اس نے 9 اگست کو یہ پالیسی ترک کر کے روس سے معاہدہ کیوں کیا؟ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ ہندوستان کو کیا معاوضہ ملا؟ یہ معاوضہ پاکستان کے ٹکڑے کرنے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ چنانچہ ہندوستان نے کہا "ہم اس معاہدے میں شامل ہوں گے۔ ہم اپنی ناوابستگی ترک کر دیں گے۔ ہم اپنا فلسفہ ختم کر دیں گے لیکن یہ ہمارا جانی دشمن ہے اور اسے تباہ کرنے کے لیے آپ کو ہمارا ساتھ دینا ہوگا" یہ تھا وہ معاوضہ جو ہندوستان کو ملا۔

اصل پریشانی کا آغاز 24 یا 25 مارچ کو ڈھاکہ میں پیش آنے والے واقعات سے نہیں ہوا۔ حقیقی اور بنیادی پریشانی اس وقت شروع ہوئی جب یہ معاہدہ ہوا اور ہمیں ایک نئے ہندوستان کا سامنا کرنا پڑا۔ جسے اب سوویت یونین کی قوت' وقار' اسپرٹ' وسائل' فنی مہارت اور اسلحہ بھی میسر آگیا۔ ہندوستان کو سوویت یونین سے جتنا اسلحہ ملا' اگر ہم اس سے نصف مقدار میں بھی اسلحہ حاصل کر لیتے تو آج ہم دہلی میں بیٹھے ہوتے۔

اس معاہدے کی دفعہ 9 بڑی دلچسپ ہے۔ اس میں کہا گیا ہے:

"معاہدہ کرنے والا ہر فریق یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ دوسرے فریق کے خلاف مسلح جنگ شروع کرنے والے کسی تیسرے ملک کو کوئی امداد دینے سے احتراز کرے گا۔ اگر ایک فریق پر حملہ ہوا یا اس پر حملے کا خطرہ پیدا ہوا تو معاہدے کا بڑا فریق فوراً باہمی مشورے کرے گا تاکہ اس خطرے کو ختم کیا جا سکے اور دوسرے فریق کی سلامتی اور امن کی ضمانت دینے کے لیے مناسب موثر اقدامات کیے جا سکیں"۔ یہ سفارتی الفاظ ہیں۔ بظاہر یہ لفاظی دفاعی مقاصد کا اظہار کرتی ہے لیکن دراصل مقاصد جارحانہ ہیں۔ ہم اس حقیقت کا اندازہ اس لیے لگا سکتے ہیں کہ ہم بارہ سال تک دفاعی معاہدات کے رکن رہے اور اب بھی ان معاہدوں کے رکن ہیں۔ اس لیے ہم ان معاہدوں کی زبان سے واقفیت رکھتے ہیں۔ یہ کوئی دفاعی معاہدہ نہیں۔ اس معاہدے کا مقصد جارحانہ ہے۔ آج پھر مشورے ہو رہے ہیں۔ سوویت یونین کے نائب وزیر خارجہ دہلی گئے ہیں۔ ادھر مسٹر دھر جیسے ہندوستان کے بعض افسر سوویت یونین گئے ہیں۔

میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے سوویت یونین کے خلاف کون سا جرم کیا تھا اور اسے کیا نقصان پہنچایا تھا جس کی بنا پر میرے ملک کا شیرازہ منتشر کر دیا گیا؟ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ چین کے ساتھ سوویت یونین کے تعلقات برے ہیں۔ سوویت یونین سے چین کے تعلقات کا یہ مطلب نہیں کہ سوویت یونین میرے ملک کے ٹکڑے کر دے۔ سوویت یونین کے چین سے تعلقات ان کا باہمی معاملہ ہیں۔ ہم نے ہمیشہ یہی پوزیشن اختیار کی ہے کہ ہم جہاں چین کے ساتھ اچھے تعلقات کے خواہاں ہیں' وہاں ہم سوویت یونین سے بھی اچھے تعلقات چاہتے ہیں۔ ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ چین سے اچھے تعلقات سوویت یونین کے مصرف پر اور سوویت یونین سے خوشگوار تعلقات چین کی قیمت پر استوار کیے جائیں۔ لیکن چین سے ہمارے اچھے تعلقات کی بنا پر ہمیں نہ صرف سزا دی جا رہی ہے بلکہ ہمارے جسم کے اعضاء ایک ایک کر کے الگ کیے جا رہے ہیں۔ اس طرح ہمارے ساتھ جو سلوک کیا جا رہا ہے' اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

گو ہمارے اعضاء ایک ایک کر کے کاٹے جا رہے ہیں لیکن ہم چین

کے ساتھ اپنے اچھے تعلقات کو ترک نہیں کریں گے۔ چین پاکستان کا ایک قابل اعتماد دوست ہے۔ چین' ایشیاء کا قابل اعتماد دوست ہے۔ چین تیسری دنیا کا قابل اعتماد دوست ہے۔ اس سے پہلے ہم نے چین کے ساتھ اپنے تعلقات کو فروغ دیا تو سوویت یونین سے بھی بڑی طاقت کے ساتھ ہمارے تعلقات کشیدہ ہوگئے تھے لیکن آج ہمیں خوشی ہے کہ اس صورت حال میں کچھ تبدیلی آ چکی ہے۔ سوویت یونین اور چین کے درمیان صورت حال میں کچھ تبدیلی آ جانے سے بھی ہمیں خوشی ہوگی۔

لیکن ہمیں شکار کیوں بنایا جائے؟ ہمیں پریشانی میں کیوں مبتلا کیا جائے؟ مصیبت یہ ہے کہ ہم ایشیاء سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم اپنے آپ کو ایشیاء سے اٹھا کر شمالی امریکہ کے براعظیم یا یورپ میں منتقل نہیں کر سکتے۔ پاکستان کے ساتھ چین کی سرحدیں بڑی طویل اور ناہموار ہیں۔ ہمالیہ کا سلسلہ کوہ چین اور پاکستان' اسی طرح پہاڑوں اور دریاؤں کو بھی ملاتا ہے۔

ہم ایک ایسے ملک کے ساتھ برے تعلقات کیوں رکھیں جو ہمارے ساتھ اچھے تعلقات رکھنا چاہتا ہے اور ہمارے براعظم میں ایک بڑی طاقت ہے۔ جس دوست ملک نے ہماری امداد کی اور ہمارا ساتھ دیا' اس سے اچھے تعلقات استوار کر کے ہم نے آخر کیا جرم کیا ہے؟ چین کا جرم یہ ہے کہ اس نے تیسری دنیا کا ساتھ دیا۔ اس کا جرم یہ ہے کہ اس نے اصولوں کا ساتھ دیا۔ اس کا جرم یہ ہے کہ وہ اپنے دوستوں سے کبھی بے وفائی نہیں کرے گا۔ اگر چین ایک جنگ جو' وطن پرست ملک' ایک توسیع پسند طاقت اور ایک مغرور ملک ہوتا' اگر چین کی خواہش یہ ہوتی کہ ہمارا نام و نشان تک باقی نہ رہے تو چین سے ہمارے اچھے تعلقات استوار نہ ہونے پاتے۔ بلاشبہ ایک وقت ایسا بھی تھا جب ہمارے تعلقات اچھے نہیں تھے۔

لیکن چین کوئی توسیع پسند ملک نہیں۔ چین نے کبھی کسی دوسرے ملک کے معاملات میں مداخلت بھی نہیں کی۔ اس لیے ہم چین سے اپنے تعلقات بلاوجہ کیوں خراب کریں؟ لیکن ہمارے سامنے دو تجاویز پیش کی جاتی کہ "یا تو تم چین کے ساتھ اپنے تعلقات خراب کرو یا اپنے ٹکڑے ٹکڑے کراؤ"۔ یہ بڑا ہی تکلیف دہ اور المناک انتخاب ہے۔

مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اگر ہمارے ملک یا علاقے کے کچھ حصے پر قبضہ بھی کر لیا جائے تو یہ اتنی اہمیت نہیں رکھتا جتنی چین سے اچھے تعلقات کو اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ جس علاقے پر قبضہ کر لیا جائے' اسے دوبارہ بھی حاصل کیا جا سکتا ہے اور ہم اسے ضرور دوبارہ حاصل کریں گے کیونکہ یہ ہمارا اپنا علاقہ ہے۔ وہاں رہنے والے ہمارے عوام ہیں اور ہمارے ساتھ ان کا تعلق ہے۔ ہم اس دھمکی کو بھی عارضی خیال کرتے ہیں کہ چین سے اچھے تعلقات رکھنے کی بنا پر ہمیں ضرور سزا دی جائے گی۔ دنیا خود یہ دیکھ لے گی کہ چین کے دوستوں کا کیا بنتا ہے اور سوویت یونین کے دوستوں کا کیا حشر ہوتا ہے؟ ہمیں یقین ہے کہ سوویت یونین کے دوست دوسرے ملکوں کے خلاف جارحیت کر کے بالآخر کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ چین کے دوست جارح نہیں۔ چین کے دوست اپنی خودداری' خودمختاری اور سالمیت کا دفاع کر رہے ہیں اور اگر انہیں کچھ نتائج بھگتنا پڑے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ایک بہادر' باغیرت اور خوددار قوم محاذ آرائی کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہا کرتی ہے۔

مشرقی پاکستان کو بے شک پانچ سال بلکہ دس سال تک اپنے پاس رکھیں۔ ہم اسے واپس لے لیں گے۔ ہم اسے واپس حاصل کرنے کے لیے جنگ بھی لڑیں گے اور اپنا ملک ضرور واپس لیں گے۔ آپ کا قبضہ کوئی فرق نہیں ڈال سکتا۔ مشرقی پاکستان' مملکت پاکستان کا حصہ ہے' خواہ دنیا کی ساری طاقتیں متحد ہو جائیں' ہمارا ملک بالآخر محفوظ ہی رہے گا۔ آپ جس خوش فہمی میں مبتلا رہنا چاہتے ہیں' رہیں۔ آپ کسی بڑی طاقت کے کاندھوں پر سوار ہو کر اس کے تمام وسائل استعمال کر سکتے ہیں۔ لیکن وزیر خارجہ صاحب مجھ پر یقین کریں تاریخ کا سبق شروع سے یہی رہا ہے کہ جو چیز کسی قوم کی ہو' وہ اس قوم کو ضرور ملے گی۔ "سیزر کا حصہ سیزر کو دو اور خدا کا حصہ خدا کو دو"۔ مشرقی پاکستان' مملکت پاکستان کا حصہ ہے۔ آپ کو اس حقیقت کا علم ہے اس لیے آپ اسی اچھی طرح یاد رکھیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمیں ایشیاء کا پولینڈ بنایا جا رہا ہے۔ گو پولینڈ نے ہمارے خلاف ووٹ دیا لیکن اس کے باوجود میں یہ کہوں گا کہ ہمیں پولینڈ بنایا جا رہا ہے۔ 1939ء میں جرمنی اور سوویت یونین کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جس سے پولینڈ کو نقصان پہنچا تھا۔ 1971ء میں ہندوستان اور سوویت یونین کے درمیان جو معاہدہ ہوا' اس کی وجہ سے پاکستان نقصان اٹھا رہا ہے لیکن ہم ہمیشہ نقصان نہیں اٹھائیں گے۔ حق کا بول بالا ضرور ہوگا۔ اگر سلامتی کونسل نے کوئی کارروائی نہ کی' اگر ہمیں مزید پریشانی اٹھانا پڑی اور اگر یہ بلیک میل مزید جارحیت پر منتج ہوا تو بھی ہمیں یقین ہے کہ بالآخر فتح ہمیں ہی حاصل ہوگی۔ کیونکہ ہم انصاف کے ہمنوا ہیں۔ ہم جو کچھ کر رہے ہیں' اس کا واحد مقصد اپنے قومی اتحاد اور قومی سالمیت کا تحفظ ہے۔

امریکہ پر پاکستان کی حمایت کا الزام لگایا جا رہا ہے۔ حالانکہ امریکہ پاکستان کی نہیں' ایک اصول کی حمایت کر رہا ہے۔ براہ کرم یہ امتیاز اپنے ذہن میں رکھیں۔ ایک بڑی طاقت کی حیثیت سے امریکہ نے ایک اصول کا ساتھ دیا ہے۔ اصول پاکستان کی حمایت کرنا نہیں ہے۔ اصول ایک ملک کے اتحاد کی حمایت ہے۔ امریکہ ایک ملک کی سالمیت کی

حمایت کرتا ہے۔ وہ اس امر کی اجازت نہیں دے سکتا کہ کسی ملک کو طاقت کے بل پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ امریکہ نے جو پوزیشن اختیار کی' اس کے لیے ہم اس کے ممنون ہیں۔ یہ پوزیشن پاکستان کی بجائے ایک اہم بین الاقوامی اصول کی خاطر ہے۔ ہم امریکہ کے شکرگزار ہیں کہ امریکہ نے ہمارے موقف کی بجائے امن' انصاف اور بین الاقوامی اخلاق کے موقف کو فروغ دیا۔ امریکہ کو علم ہے کہ اس طرح دنیا میں اس کا اپنا وقار بلند ہوگا۔ امریکہ کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر امریکہ اس کے برعکس پوزیشن اختیار کرتا تو بھی ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ کیونکہ بعض اوقات ہمارے تعلقات بدقسمتی سے کشیدہ بھی رہے ہیں اور مجھے اس کشیدگی پر افسوس ہے۔ میں ایشیاء میں امریکہ اور اپنے ملک کے تعلقات کی مزید اصلاح کے لیے ہر ممکن کوشش کرنے کو تیار ہوں۔ میں کسی حکومت کے پٹھو یا نمائندہ کی حیثیت سے یہ بات نہیں کہہ رہا۔ میں مغربی پاکستان کے عوام کی مسلمہ نمائندگی کا حق استعمال کرر ہا ہوں۔ وہ وقت بھی آئے گا' میں اسے (امریکہ کی حمایت) فراموش نہیں کر سکتا۔

ہم انصاف کی حمایت کرنے والے تمام ملکوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم چین کے ممنون ہیں۔ ہم امریکہ کے بھی شکرگزار ہیں کہ اس نے دنیا کی آواز کی حمایت کی۔

. اب میں فرانس کا ذکر کر رہا ہوں۔ فرانس اور پاکستان کے تعلقات بڑے اچھے رہے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد ہم نے بتدریج تجارت و معیشت میں اپنے تعلقات کو مضبوط بنایا ہے۔ ہمارے درمیان گہری مفاہمت پیدا ہوئی ہے۔ فرانسیسی تہذیب و تمدن کے لیے ہمارے دلوں میں بڑا احترام ہے۔ ایشیاء کے سیاسی انداز فکر پر فرانسیسی نظریات کا جو اثر پڑا ہم اس کے بھی مداح ہیں۔ پاکستان اور فرانس کے تعلقات اتنے خوشگوار رہے ہیں کہ فرانس کے موجودہ رویہ اور اس کے اس دعویٰ سے ہمیں واقعہ صدمہ پہنچا ہے کہ وہ پس منظر میں کام کر رہے ہیں۔ جب کوئی منظرہی نہ رہے تو پس منظر کہاں ہوں گے؟

فرانس کو قومی اتحاد و سالمیت کے بارے میں مثبت اخلاقی موقف اختیار کرنا چاہیے۔ ہم فرانس کے دشمن نہیں ہیں۔ ہم فرانس کے اچھے دوست ہیں۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے' ہم فرانس کے مستقل مندوب پر یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ پانسہ ڈال دیا گیا ہے۔ آپ بھی اپنا پانسہ ڈالیں۔ کبھی ہوا کا رخ مشرق کی جانب اور کبھی مغرب کی جانب ہوگا۔ آپ مشرق یا مغرب کی جانب ہوا کے رخ کا ساتھ دینے کی بجائے اصول کا ساتھ دیں۔ اصول یہ ہے کہ پاکستان ایک متحد اور خودمختار ملک ہے اور اسے اب طاقت کے بل پر توڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہم آپ کے عظیم ملک کے بڑے مداح ہیں اور اس کے لیے ہمارے دل میں بڑا احترام ہے۔ جب آپ کے عظیم سابق صدر کینیڈا گئے تو انہوں نے صرف یہ کہا تھا کہ "کوئیبک کی آزادی زندہ باد" لیکن اس اعلان پر بڑا طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ گو کوئیبک کی علیحدگی کی کوئی حمایت مقصود نہیں تھی لیکن ساری دنیا نے احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ صدر ڈیگال دوسرے ملکوں کے اندرونی معاملات میں دخل دے رہے ہیں۔ ہندوستانی حکمران بڑے ملک میں جو کچھ کر رہے ہیں' اس کے مقابلہ میں ڈیگال نے کوئی بڑی بات نہیں کہی تھی۔ "وہ بانگلہ زندہ باد" نعرے نہیں لگا رہے۔ وہ میرے ملک پر قبضہ کرنے کے لیے وہاں اپنے اسلحہ' فوج اور ٹینکوں کے ساتھ جا رہے ہیں۔

آپ ایشیاء میں نیک نام ہیں۔ آپ کی قوم کا احترام کیا جاتا ہے۔ اس لیے میں انصاف' انسانیت اور ایشیائی عوام کے نام پر آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ مختصرالمیعاد عوامل کو اہمیت نہ دیں۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ برے دن بھی گزر جائیں گے۔ بالاخر حق و صداقت کا بول بالا ہوگا۔

میں آپ سے پاکستانی عوام کے نام پر اپیل کرتا ہوں۔ فرانس اور پاکستان کے تعلقات بڑے اچھے اور خوشگوار رہے ہیں۔ ان تعلقات میں بڑی گرم جوشی پائی جاتی تھی۔ آج ہم انتہائی مشکل حالات میں اپنی جانوں کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ ہمیں ڈنکرک سے بھی ابتر حالات کا سامنا ہے۔ ہماری فوجوں کو جن حالات کا سامنا ہے' ڈنکرک میں فوجوں کو ایسے حالات بالکل پیش نہیں آئے تھے۔ ان حالات میں ہم فرانس سے یہ توقع کریں گے کہ وہ حق و صداقت' اپنی تہذیب اور عالمی امن کی خاطر اپنی خدمات کا احساس کرتے ہوئے ایک موثر اور مثبت کردار ادا کرے گا۔

جہاں تک برطانیہ کا تعلق ہے' ہم دولت مشترکہ کے رکن ہیں۔ ہم کامن ویلتھ میں مسلسل شامل رہے ہیں اور میں ضرورت سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ برطانیہ نے جو رویہ اختیار کیا' کسی حد تک اس کی وجہ سے بحران زیادہ سنگین ہوا ہے۔ ہم ایشیاء کے باہر جہاں کہیں بھی جاتے ہیں' ہمیں یہی بتایا جاتا ہے کہ انگریز برصغیر کو بڑی اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس لیے ہمیں ان سے مشورہ کرنا چاہیے۔ اگر انگریز برصغیر کے حالات سے اتنے ہی واقف ہوتے تو وہ ہمیں اس حالت میں کبھی چھوڑ کر نہ جاتے۔ وہ جس طریقہ سے رخصت ہوئے' اسی وجہ سے گزشتہ چوبیس برسوں میں ایک کے بعد دوسرا تصادم جنم لیتا رہا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رخصت ہونے والی طاقت نے ہمیں اس حالت میں کیوں چھوڑا؟ اس طاقت کو عوام کی خواہش سے پیدا ہونے والی صورت حال کے حقائق کا علم تھا۔ اگر برصغیر کے عوام اپنی خواہش کا اظہار نہ کر دیتے تو انگریز برصغیر کو دو ایسی مملکتوں۔۔۔

ہندوستان اور پاکستان--- میں تقسیم کرنے کی بھی کبھی اجازت نہ دیتے۔ جن میں سے ایک کے درمیان ایک ہزار میل کا فاصلہ حائل تھا۔ ہندوستان کے پہلے گورنر جنرل لارڈ لوئی ماؤنٹ بیٹن انگریز تھے۔ وہ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل نہیں تھے۔ انگریز نے بعض علاقوں کے متعلق ابتداء میں یہ یقین دلایا تھا کہ وہ پاکستان کا حصہ بنیں گے لیکن آخری مرحلہ پر ہمیں ان علاقوں سے محروم کر دیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اپنے جائز حقوق سے محروم کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہ گیا' اس کے بارے میں انگریز نے کہا "یہ پاکستان ہے"۔ چونکہ پاکستان کے علاقوں کے متعلق حتمی پوزیشن کا فیصلہ انگریز نے کیا تھا' اس لیے انہوں نے پاکستان کو بالآخر جو کچھ دیا تھا' اسے کم از کم برقرار رکھنے کے سلسلہ میں ہی وہ اپنا فرض کیوں ادا نہیں کرتے؟

جہاں تک تیسری دنیا کا تعلق ہے' ہم اس کے انتہائی ممنون ہیں۔ ہم تیسری دنیا کا حصہ ہیں۔ وہ جب کبھی ہماری پاس پہنچے' ہم نے تیسری دنیا کے موقف کی خاطر اپنی حقیر خدمات پیش کرنے کی ہمیشہ کوشش کی ہے۔ عرب ملکوں' مراکش اور الجزائر اسی طرح ویت نام اور کمبوڈیا کی آزادی کے مسئلہ پر غرضیکہ جہاں کہیں بھی تیسری دنیا کے مسائل پیدا ہوئے' ہم اصولوں کی حمایت کرنے میں پیش پیش رہے ہیں۔ پاکستان تیسری دنیا کا مشکور ہے کہ اس نے حق و صداقت کی حمایت کی۔ میں تیسری دنیا کو سلام پیش کرتا ہوں۔ اگر تیسری دنیا نے برصغیر کی موجودہ صورت حال پر سچی بات نہ کہی ہوتی تو تیسری دنیا چوتھی دنیا بن جاتی اور چوتھی دنیا تیسری دنیا کے قبرستان میں تبدیل ہو جاتی۔ پاکستان کے بارے میں صداقت' اتحاد اور انصاف کے اصولوں کی حمایت کر کے تیسری دنیا نے درحقیقت اپنے آپ کو بچا لیا ہے۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ہم صرف پاکستان کی جنگ نہیں لڑ رہے۔ اگر پاکستان کو اس طرح قوت کے بل پر محکوم بنا لیا گیا تو جہاں تک برصغیر کا تعلق ہے' لنکا بھی اپنی آزادی سے محروم ہو سکتا ہے۔ پھر سٹیم رولر' کہیں نہیں رکے گا۔ پھر کوئی بھی بڑا ملک اپنے چھوٹے ہمسایہ کو یہ نادر شاہی حکم جاری کر سکے گا کہ فلاں شخص کو صدر اور فلاں کو وزیراعظم بنایا جائے اور اس کی خواہش یہ ہے کہ فلاں علاقے کو خود مختاری دی جائے اور فلاں کو علیحدگی اختیار کرنے کی بھی اجازت دی جائے۔ پھر بڑا ملک اپنا حکم منوانے کے لیے اپنی فوجیں بھی بھیجے گا۔ میں تیسری دنیا سے صرف یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہمیں نہ بھولے۔ کیونکہ ہم نے تیسری دنیا کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ ہم تیسری دنیا کا حصہ ہیں۔ ہم ایک چھوٹا ملک ہیں۔ ہمیں وہ دھمکانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم پر انہوں نے اپنا تسلط قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم سب کو متحد ہو جانا چاہیے تاکہ بڑی طاقتوں کی طرف سے چھوٹے ملکوں پر بالادستی اور تسلط قائم کرنے کی کوششیں ختم کی جا سکیں۔

ہم متحد ہو جانے کی صورت میں کامیاب ہوں گے۔ ہمیں راستے میں ناکامیاں بھی پیش آ سکتی ہیں اور مسائل بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ لیکن بالآخر تیسری دنیا ہی کو فتح حاصل ہوگی کیونکہ عہد حاضر کی سیاست میں تیسری دنیا حقیقی معنوں میں بڑی روح پرور قوت ہے۔ چنانچہ آج اگر مسودہ قرارداد کو ویٹو کر دیا جائے' اگر کوئی تعطل پیدا ہو جائے' اگر کسی اور مسودہ قرارداد کو بھی ویٹو کر دیا جائے اور میرے ملک کے لیے مزید مشکلات اور مسائل پیدا ہو جائیں تو بھی مجھے یقین ہے کہ بالآخر ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔ کیونکہ تیسری دنیا ہمارے ساتھ ہے۔ آج ہم سلامتی کونسل میں اس لیے آئے ہیں کہ تیسری دنیا کے فیصلہ پر عملدرآمد کا مطالبہ کریں۔ ہم صرف یہی چاہتے ہیں۔

میں اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے ہندوستان اور پاکستان کے تعلقات پر کچھ اور معروضات پیش کروں گا۔ ہندوستان کے وزیر خارجہ نے جو بڑے بڑے نکات اٹھائے میں نے ان میں سے بعض نکات کو نوٹ کر لیا تھا۔ انہوں نے متعدد نکات اٹھائے۔ اس لیے میں ان سب پر تبصرہ نہیں کر سکتا۔ لیکن میں ان سے چند ایک کا مختصر سا ذکر کرنا پسند کروں گا۔ میں بعض نکات پر پہلے ہی اظہار خیال کر چکا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ صدر مجھے بعد میں جواب کا حق دے کر ممنون فرمائیں گے۔

ہندوستان کے وزیر خارجہ نے کہا کہ مغربی پاکستان نے مشرقی پاکستان' اس کے وسائل اور دولت کا استحصال کیا اور موجودہ صورت حال پیدا ہونے کا یہی بنیادی سبب ہے۔ یہ ایک بڑا بنیادی سوال ہے۔ استحصال افراد یا علاقوں کی طرف سے نہیں ہوا کرتا۔ یہ استحصال سماجی نظام کا نتیجہ ہوتا ہے۔ سماجی نظام ہی استحصال کیا کرتا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان میں بنیادی طور پر ایک ہی قسم کا سماجی نظام پایا جاتا ہے۔ جس طرح ہندوستان والے اپنے سماجی نظام کو بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں' اسی طرح ہم اپنے ملک میں بھی یہی کوشش کر رہے ہیں کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ ہمارے موجودہ سماجی نظام بنیادی طور پر استحصالی ہیں۔ جس سیاسی جماعت کی قیادت میرے ہاتھوں میں ہے' اس کا دعویٰ یہ ہے کہ سماجی نظام کی بدولت استحصال ہوتا رہا چنانچہ مشرقی پاکستان کی طرح مغربی پاکستان کے علاقوں کا بھی استحصال ہوا۔ ہماری جدوجہد کا مقصد سماجی نظام کو بدلنا تھا۔ ہمارا دعویٰ یہ نہیں کہ مسائل موجود ہی نہیں' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی دوسرا ملک ہمارے ملک کو تباہ کر دے یا اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

کل اگر کسی دوسرے ملک کے بعض حصوں میں سماجی نظام یا دوسرے وجوہ کی بناء پر استحصال ہو تو کیا اس ملک کو تباہ کرنا یا توڑ دینا جائز ہوگا؟ بالکل نہیں۔ اس لیے انہوں نے ایک غلط منطق کا سہارا لیا

ہے۔

علاوہ ازیں اصل سوال یہ ہے کہ ہندوستان نے مشرقی پاکستان پر قبضہ کیوں کیا ہے؟ یہ برصغیر میں وسائل سے مالامال' سیلابی بڑا زرخیز اور پٹ سن پیدا کرنے والا علاقہ ہے لیکن مشرقی پاکستان اور پاکستان کے دوسرے حصہ کی تباہی اس لیے آئی کہ وسائل سے مالامال ایک علاقہ غریب ہی رہا۔ ہم نہیں چاہتے کہ پاکستان کے کسی حصہ بلکہ دنیا کے کسی حصے میں بھی استحصال باقی رہے۔ لیکن ہمیں یہ طے کرنے کا موقع ملنا چاہیے کہ ہم اپنے ملک کی تعمیرنو کس طرح کریں' اپنے سماجی نظام کو کس طرح تبدیل کریں اور قوم کی نشوونما کا کیا انتظام کریں۔ کسی دوسرے ملک کو یہ حکم دینے کا کوئی حق نہیں کہ یہ کام کیسے کیے جائیں' یا کیا کچھ کیا جائے اور کوئی نقطہ نظر پیش کرنے کے لیے یہاں کون آئے۔

آج ہندوستان کے وزیر خارجہ نے یہ کہا کہ مسئلہ صرف اسی صورت میں حل ہو سکتا ہے کہ نام نہاد بنگلہ دیش کی حکومت کو سلامتی کونسل میں نمائندگی کا موقع ملے۔ ایسی حکومت کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ اسے ہندوستان نے قائم کیا ہے۔ لیکن بنگال بنگال ہے اور مشرقی پاکستان مملکت پاکستان کا حصہ ہے۔ کیا آپ اس قسم کی مثال قائم کرنے کی اجازت دیں گے کہ صوبائی جماعتوں اور بڑے ملکوں کے حاشیہ نشینوں کو سلامتی کونسل میں نمائندگی ملے؟ کیا ہم یونانیوں کی شہری ریاستوں کے دور کی طرف واپس جا رہے ہیں؟ کیا ہم ہندوستان کی باجگزار ریاستیں پھر قائم کریں گے؟ اس صورت میں کبھی مرہٹے' کبھی سکھ' کبھی پنجابی اور کبھی دوسرے صوبے اپنا کیس پیش کرنے کے لیے سلامتی کونسل میں آئیں گے۔ ہم بھی ہندوستان سے بعض لوگوں کو یہاں لا سکتے ہیں لیکن ہم نے اس قسم کی شرانگیزی نہیں کی۔ لیکن ہمیں کچھ وقت دیں۔ ہم بھی ہندوستان سے بعض نمائندے لا سکتے ہیں جو یہاں پہنچ کر کہیں گے کہ انہیں نمائندگی دی جائے۔

سردار سورن سنگھ یہ بات سن لو کہ سنہرا بنگال ہمارا ہے۔ ہندوستان کا نہیں ہے۔ سنہرا بنگال پاکستان کا حصہ ہے۔ تم پاکستان کو اس سنہرے بنگال سے محروم نہیں کر سکتے۔ ہم آخر وقت تک لڑیں گے اور جب تک ہمارا ایک آدمی بھی زندہ ہے' ہماری جنگ جاری رہے گی۔

دستاویز 22

13 دسمبر 1971ء کو بھٹو کی سلامتی کونسل میں تقریر

پاکستان میں اس وقت کوچہ بہ کوچہ اور خانہ بہ خانہ جنگ جاری ہے۔ مسئلہ کی نزاکت کے پیش نظر میں اپنی تقریر صرف ان نکات تک محدود رکھوں گا جو ہندستان کے وزیر خارجہ نے کل یہاں اٹھائے۔ انہوں نے آج جو بڑے بڑے نکات اٹھائے ان پر میں مختصر سا تبصرہ کروں گا۔ انہوں نے جو کچھ کہا اس کے تفصیلی جواب کی ضرورت تھی۔ آج صبح جب میں نے ان کی تقریر کے متن کا مطالعہ کیا تو مجھے یہ پتہ چلا کہ ہندوستان موجودہ بحران کے دوران اور ماضی میں اپنے آپ کو پارسا ظاہر کرنے کی جو پوزیشن اختیار کرتا رہا۔ وزیر نے زیادہ تر اسے ہی دہرایا ہے۔ تاہم ایک بات بالکل واضح تھی۔ پاکستان کے خلاف انتہائی بے شرمی سے جارحیت کا ارتکاب کرنے کے بعد ہماری سیاسی آزادی وسالمیت پر حملہ کرنے کے بعد' اقوام متحدہ کی کھلے بندوں اور پوری ڈھٹائی سے خلاف ورزی کرنے کے بعد' ایک سو چار ممبر ملکوں کی مخلصانہ اور پرجوش اپیل کو نظرانداز کرنے کے بعد ہندوستان اپنے آپ کو معقول ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہندوستان کے وزیر خارجہ کے بیان کا خلاصہ عملاً یہ تھا کہ پاکستان میں جو صورت حال پیدا ہوئی وہ ہندوستان کی مداخلت کا نتیجہ نہیں تھی۔ ہندوستان پناہ گزینوں سے بھر گیا تھا۔ چنانچہ ہندوستان کی خواہش صرف یہ تھی کہ یہ پناہ گزین اپنے وطن واپس چلے جائیں۔ پاکستان نے جب انہیں واپس لینے سے انکار کر دیا تو ہندوستان کے سامنے پاکستان پر حملہ کرنے کے سوا اور کوئی راستہ نہ رہا۔

اگر ہندوستان کے استدلال کی لفاظی اور ریاکاری کو ایک طرف رکھ دیا جائے تو ہندوستان کے وزیر خارجہ اپنے دلائل کے ذریعہ عملاً یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ پناہ گزینوں کا مسئلہ حل کرانے کے لیے ہندوستان کو پاکستان پر حملہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ میں یہ فیصلہ ہر انصاف پسند شخص پر چھوڑتا ہوں کہ ہندوستان کا یہ دعویٰ کتنا بودا ہے؟ اگر اس اصول کو کوئی اہمیت نہ دی جائے کہ کسی ملک پر حملہ کرنے کا کوئی جواز نہیں تو بھی یہ حقیقت اپنی جگہ قائم رہتی ہے کہ مسلح حملہ نے مشرقی پاکستان کے اذیت ناک انسانی مسئلہ کی شدت میں کمی کرنے کی بجائے اس میں اضافہ ہی کیا ہے' خانہ جنگی میں جو تباہی ہوئی تھی۔ مسلح حملہ اس سے کہیں زیادہ تباہی و بربادی لانے کا سبب بنا۔ اس سے مشرقی پاکستان کے لازمی اور بنیادی ڈھانچے کو جو نقصان پہنچا اسے پورا کرنے میں کئی سال لگیں گے اور معیبت ایک زبردست تباہی میں تبدیل ہو گئی ہے۔ آپ کچھ عرصہ کے لیے لڑائی کے قانونی جواز اور عدم جواز کو بھول جائیں۔ اگر آپ انسانی مسائل ہی کو ان کی حقیقت شکل میں زیر غور لائیں تو یہ سخت دہشت ناک معلوم ہوں گے۔ بھارت کی جارحیت سے مشرقی پاکستان جس طرح تاخت و تاراج ہوا اس پر مغربی پاکستان کے عوام سے زیادہ اور کسی کو صدمہ نہیں ہو سکتا۔ اگر تصویر کو ٹھیک طرح نہ دیکھا جائے یا غلط فاصلہ سے تصور کھینچنے کی کوشش کی جائے تو مسئلہ کا صحیح اندازہ کبھی نہیں لگایا جا سکتا۔ ہندوستانی کردار کچھ اس طرح کا نظر آتا ہے جیسے کوئی حملہ آور فوج اپنی آزادی کی جنگ لڑنے والوں کی امداد

کے لیے آئی ہو لیکن اس تصویر کو حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ مجھے چند بنیادی حقائق کا ذکر کرنے کی اجازت دیجئے۔ اس وقت پاکستانی فوج کے جو سپاہی انتہائی مشکل حالات میں مشرقی پاکستان کی سرزمین پر داد شجاعت دے رہے ہیں۔ ان میں کافی تعداد مشرقی پاکستانیوں کی ہے۔ ایسٹ بنگال رجمنٹ اور ایسٹ پاکستان رائفلز کے بیشتر جوان اپنے ملک کے اتحاد اور یکجہتی کی خاطر اپنے مغربی پاکستانی بھائیوں کے شانہ بشانہ لڑ رہے ہیں۔ اس وقت مشرقی پاکستان کے مایہ ناز نوجوانوں میں سے ایک لاکھ رضاکار پاکستان کی عزت' آزادی اور سالمیت کے لیے اپنی جانوں کی قربانی پیش کر رہے ہیں۔ پاکستان اور بنگلہ دیش کی عزت' آزادی اور سالمیت کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

یہاں مکتی باہنی کو آزادی کی جنگ لڑنے والی فوج ظاہر کیا گیا ہے۔ ہندوستان خود اعتراف کرتا ہے کہ یہ فوج ہندوستان میں بھرتی کی گئی' وہیں اسے تربیت دی گئی۔ اسے ہندوستان ہی نے مسلح کیا' یہ ہندوستان کی کمان میں رہی اور گزشتہ نو مہینوں کے عرصہ میں وہ ہندوستان ہی میں مختلف اڈوں سے کارروائیاں کرتی رہی۔ چنانچہ اسے ہندوستان کی بے قاعدہ فوج کے سوا اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ لوگ کہیں گے کہ انہیں ہندوستانی ایجنٹ قرار دینے سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو گا۔ لیکن میں انہیں ہندوستانی ایجنٹ نہیں کہتا۔ میں انہیں ہندوستان کی امدادی فوج خیال کرتا ہوں۔ اور جو کوئی بھی ان کی تنظیم اور کمان کے بارے میں تمام حقائق سے بخوبی آگاہ ہے وہ انہیں ہندوستان کی امدادی فوج کے سوا اور کچھ خیال نہیں کرے گا۔ یہ درست ہے کہ ان میں سے بعض لوگ مشرقی پاکستان کے پناہ گزینوں میں سے بھرتی کئے گئے۔ ان لوگوں کی تعداد خواہ زیادہ ہو یا تھوڑی ہو مگر ان کی موجودگی اس فوج کی نوعیت تبدیل نہیں کر سکتی۔ کیونکہ جس لڑنے والے گروپ کی کمان ہندوستان کے ہاتھ میں ہو' جسے ہندوستان نے مسلح کیا ہو' تربیت دی ہو اور روپیہ مہیا کیا ہو' اسے ہندوستانی فوج کے سوا اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ اس امر کا کافی ثبوت موجود ہے کہ پناہ گزینوں میں سے اکثر لوگ محض اس لیے اس فوج میں شامل ہوئے کہ ان کے سامنے دو ہی راستے تھے یا تو وہ بھوکوں مرتے اور یا انہیں مکتی باہنی میں شامل ہونا پڑتا۔ اس صورت میں اگر متعدد لوگ مکتی باہنی میں شامل ہو گئے تو اس سے کوئی حیرت نہیں ہونی چاہیے۔

اس لیے صورت حال کے واقعیت پسندانہ تجزیے کے لیے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ ہندوستان نے جس افسانے کا بڑی عیاری سے پراپیگنڈہ کیا ہے کہ ہندوستان مسلم بنگال یا مشرقی پاکستان کی فلاح و بہبود کے پیش نظر محض ہمدردی کی خاطر حرکت میں آیا اس افسانے کو بالکل اہمیت نہ دی جائے۔ اگر ہندوستان کو بنگالیوں کا اتنا ہی خیال ہوتا تو اس نے شہری ٹھکانوں پر اندھا دھند حملے کیوں کیے؟ ڈھاکہ کے ایک رہائشی علاقے میں ایک یتیم خانہ تھا۔ جس کے اندر تین سو معصوم بچے تھے' ہندوستان کے حملوں سے یہ یتیم خانہ بھی محفوظ نہ رہا۔ اگر ہندوستان کو واقعی بنگالیوں سے ہمدردی تھی تو اس نے ناکہ بندی کر کے مشرقی پاکستان کے عوام تک خوراک اور دوائیں پہنچانا کیوں ناممکن بنا دیا؟ مشرقی پاکستان میں 2 مارچ سے 25 مارچ تک ہزاروں بے گناہ مردوں' عورتوں' بچوں حتیٰ کہ نوزائیدہ بچوں کے قتل عام کا جو سلسلہ جاری رہا۔ ہندوستان نے اس کی منظوری کیوں دی؟ ہندوستان نے ایک ایسے علاقہ میں دہشت گردی' توڑ پھوڑ اور تباہی و بربادی کی حوصلہ افزائی کیوں کی جہاں دنیا کے ہر حصہ کے مقابلے میں زندہ رہنے کا تناسب قلیل ترین ہے۔

گزشتہ روز اپنے بیان میں اور اس سے پہلے بھی کئی مواقع پر پاکستانی وفد نے سلامتی کونسل میں زیر بحث اس جنگ سے تعلق رکھنے والے قانونی مسئلوں پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ یہ مسائل بڑی اہمیت رکھتے ہیں کیونکہ ان کا براہ راست تعلق دوسرے ملکوں کے اندرونی مسائل میں عدم مداخلت اور بین الاقوامی تعلقات میں فوجی طاقت استعمال نہ کرنے کے ان بنیادی اصولوں سے ہے جن پر پرامن عالمی نظام کی بنیاد استوار ہے۔ اگر آپ ان اصولوں پر سودا بازی کریں' انہیں مشروط بنا دیں اور ان کے جواز پر بھی شرطیں عائد کر دیں تو آپ دنیا میں مکمل طوائف الملوکی کا دور لے آئیں گے۔ لیکن آج میں ہندوستان اور پاکستان کی صورت حال کے انسانی خاصہ اور پہلو پر زور دوں گا۔

ہندوستان کے حملہ کی وجہ سے آج مشرقی پاکستان میں انسانیت کو زبردست ناانصافی کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اور یہ انسانیت حق و انصاف کے لیے واویلا کر رہی ہے۔ اگر حق رسی نہ ہوئی تو دوسری طاقتیں یا ان کا کوئی گٹھ جوڑ سرگرم عمل ہو جائے گا۔

ابتدائی عمل تادیبی نوعیت کا ہو گا اور اس کا فوری اثر برآمد ہو گا۔ اس سے اگلا عمل خاصا طویل ہو گا' جو وسیع تر جنگوں کے لیے راستہ ہموار کر کے برعظیم کی اقوام کو شدید مصائب سے ہمکنار کر دے گا۔ اس کے بعد پیش آنے والے واقعات کیا رخ اختیار کریں گے؟ اس کا دارومدار زیادہ تر سلامتی کونسل کی فراست اور جرات پر ہو گا۔

بحث کے دوران کہا گیا کہ مسئلہ کا جائزہ لیتے وقت اس کے سیاق و سباق کو پیش نظر رکھنا چاہیے اور اس کے بنیادی سبب کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر یہ راستہ پوری دیانتداری اور اخلاص کے ساتھ اختیار کیا جائے تو یہ پاکستان کے نقطہ نظر کے عین مطابق ہو گا۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان یہی راستہ اختیار کرنے پر زور دیتا ہے اور میری پارٹی نے جو مغربی پاکستان کی سب سے بڑی جماعت ہے' 27 مارچ سے یہی انداز فکر اختیار کر رکھا ہے۔ ہم نے

ان معاملات اور مختلف غلطیوں پر کئی بیانات دیئے ہیں اور وہ 27 مارچ سے اب تک ان معاملات کے بارے میں مسلسل اظہار خیال کرتی رہی ہے۔ میں نے 29 ستمبر کو ایک بیان میں ان مسائل کے متعلق اپنی پارٹی کی پالیسی واضح کرتے ہوئے انہیں سلجھانے کی بعض تجاویز بھی پیش کی تھیں۔ چنانچہ مجھے یہ کہتے ہوئے کوئی تامل نہیں کہ یہ معاملات بڑے اہم ہیں اور انہیں حقیقت پسندانہ انداز میں سلجھانے کی ضرورت ہے۔

اگر ہندوستان اور پاکستان دو دوست ملک اور ایک دوسرے سے تعاون کرنے والے ہمسائے ہوتے تو اس انتشار کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جس نے پاکستان میں اتنی وسعت اختیار کر لی ہے۔ مشرقی پاکستان کے عوام کی بے اطمینانی نہ تو کوئی نیا مسئلہ تھی اور نہ ہی یہ مسئلہ اچانک پیدا ہوا۔ یہ مسئلہ ہمیشہ موجود رہا ہے۔ گو میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ اس مسئلہ کو جرات اور عزم کے ساتھ سلجھایا نہیں گیا اور پاکستان میں جمہوری حکومت ہی اس مسئلہ پر باآسانی قابو پا سکتی تھی، لیکن یہ درست ہے کہ اس مسئلہ پر کافی توجہ دی گئی اور اسے حل کرنے کے لیے کئی اقدامات کیے گئے اور سوچے گئے۔

انتخابات سے پہلے اور بعد فوری اہمیت کا مسئلہ آئینی نوعیت رکھتا تھا۔ آئینی مسائل پر سر پھوڑنے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ گو یہ کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں بحران بڑا سنگین تھا۔ لیکن یہ خیال کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں کہ اہل پاکستان جرات مندانہ اصلاحی اقدامات کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔

دراصل ہندوستان کی مداخلت اور جوڑ توڑ نے بحران کو اتنا شدید کر دیا کہ یہ کردار انتہائی المناک جنگ و جدول کا سبب بنا۔ اس لیے مسئلہ کا بنیادی سبب معلوم کرنے کے لیے آپ کو پاکستان کے خلاف بھارت کے متعدد جارحانہ اقدامات کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔

ہندوستان اور پاکستان کی آزاد مملکتوں کے قیام سے صرف دو ماہ بعد ہندوستان نے اکتوبر 1947ء میں کشمیر پر حملہ کر دیا جو ایک مسلم اکثریتی ریاست ہونے کی بناء پر پاکستان میں شامل ہونی چاہیے تھی۔ نومبر 1947ء کے اوائل میں ہندوستانی فوج جوناگڑھ میں داخل ہو گئی۔ حالانکہ اس ریاست کا مستقبل بھی خوش اسلوبی سے طے ہونا چاہیے تھا۔ ستمبر 1948ء میں ہندوستان نے اپنی فوجیں حیدر آباد میں بھیج دیں۔ اس علاقے کا مسئلہ بھی حملہ کی بجائے پرامن طور پر طے ہونا چاہیے تھا۔ اکتوبر 1962ء میں ہندوستان نے چین کی سرحد کے ساتھ آگے بڑھ کر حملے کرنے کی پالیسی شروع کر دی۔ چین کی عالی ظرفی نے لڑائی روک دی لیکن ہندوستان نے چین کے ساتھ سرحدی سمجھوتہ کے لیے گفت و شنید کی پیشکش مسترد کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ ستمبر 1965ء میں ہندوستان نے پاکستان پر حملہ کر دیا اور چھ سال بعد اب اس نے پھر پاکستان پر حملہ کیا ہے۔ ہندوستان کی آزادی کے ابتدائی برسوں میں ایک ممتاز اور دور اندیش برطانوی مدبر آنجہانی آرنسٹ بیون نے ہندوستان کے بارے میں کہا تھا کہ "اس جواں سال مملکت نے واضح جنگی رجحانات کا مظاہرہ شروع کر دیا ہے۔" اس برطانوی مدبر کے اندیشے درست ثابت ہوئے۔ عصر حاضر میں کسی دوسری مملکت نے گزشتہ چوبیس برسوں میں چھ بڑے حملے نہیں کیے۔

میں نے گوا پر ہندوستانی حملے کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ ہندوستان اکثر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے ایک گھیرے ہوئے علاقہ سے پرتگال کو نکال کر تمام افریقی ملکوں پر احسان کیا ہے۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ پرتگال کو نکالنے کے بعد ہندوستان نے گوا کے باشندوں سے کوئی منصفانہ سلوک کرنے کی بجائے اس کا تشخص ہی ختم کر دینے کی کوشش کی ہے۔

ناگالینڈ میں ہندوستان کی مہم اس سے کہیں زیادہ شرمناک ہے۔ یہ مہم 1950ء کے وسط میں شروع کی گئی اور اس کا مقصد ان لوگوں کو اپنا محکوم بنانا ہے جو ثقافتی اور نسلی اعتبار سے ہندوستان سے بالکل الگ اور مختلف ہیں اور ان کا وطن قانونی طور پر کبھی ہندوستان کا حصہ نہیں رہا۔

ایک حملے کے بعد دوسرے حملہ کا ریکارڈ ہتھیار سنبھالنے کا مہلک' رجحان اور جنوبی ایشیا پر بالادستی قائم کرنے کے ہندوستانی مقاصد' مسئلہ کا پس منظر پیش کرتے ہیں اگر ہندوستان یہ کردار نہ ادا کرتا ہوتا تو پاکستان کا مسئلہ خواہ کتنا ہی شدید ہوتا وہ کبھی خوفناک دھماکہ پیدا نہ کرتا۔

ہندوستان یہ الزام لگاتا ہے کہ پاکستان اپنے بحران سے توجہ ہٹانے کے لیے جنگ کی منصوبہ بندی کرتا رہا ہے۔ اگرچہ یہ الزام درست ہوتا تو جنگ رکوانے کی ہر تجویز پاکستان ہی کیوں پیش کرتا یا قبول کرتا؟

سب سے پہلے پاکستان نے اگست میں سلامتی کونسل سے درخواست کی کہ وہ اپنی مساعی جمیلہ کو بروئے کار لائے اس تجویز میں آخر کیا قباحت تھی؟ لیکن ہندوستان نے اس تجویز کے راستہ میں رکاوٹ پیدا کی۔ ثانیاً پاکستان نے ہندوستان اور پاکستان کی فوجوں کو سرحدوں سے ہٹا کر زمانہ امن کے مراکز تک لے جانے کی تجویز قبول کی۔ ہندوستان نے یہ تجویز بھی مسترد کر دی۔ ان حقائق سے صاف پتہ چل جاتا ہے کہ امن کون چاہتا تھا اور جنگ کے لیے سازش کون کر رہا تھا؟ ثانیاً میں پاکستان نے یہ تجویز پیش کی کہ دونوں فریق اپنی فوجیں محفوظ فاصلوں تک پیچھے ہٹا لیں۔ یہ تجویز ہندوستان کے اس وعدے کے جواب میں پیش کی گئی تھی کہ اس کا سلسلہ مواصلات بڑا طویل ہے۔ پاکستان نے یہ تجویز اکتوبر میں پیش کی۔ کیا یہ تجویز جنگ کی منصوبہ بندی کرنے والی کسی حکومت کی ہو سکتی تھی؟ ہندوستان کی وزیراعظم نے اس تجویز کو بلا تامل مسترد کر دیا۔ کیا ہندوستان کی وزیراعظم نے جنگ روکنے

کے لیے یہ تجویز نامنظور کی تھی؟ رابعاً" جب اکتوبر میں سیکرٹری جنرل نے اپنی خدمات پیش کیں تو پاکستان نے اس پیش کش کو فوراً قبول کر لیا۔ لیکن ہندوستان کا جواب کیا تھا؟ ہندوستان کی وزیراعظم نے سیکرٹری جنرل کو ایک لیکچر دیا۔ وزیراعظم ہندوستان کا پیغام یہ تھا "مسٹر سیکرٹری جنرل! آپ اگر اپنے اختیارات سے تجاوز کرنا چاہتے ہیں' اگر مسئلہ کے بارے میں آپ کا نقطہ نظر وہی ہے جو ہمارا ہے اور آپ اپنی تدابیر کو عملی جامہ پہنانا چاہتے ہیں تو آپ بے شک اپنی خدمات پیش کریں ورنہ نہیں۔" خامساً" پاکستان نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ سرحد کے دونوں جانب اقوام متحدہ کے مبصر تعینات کر دیئے جائیں تاکہ کوئی فریق مداخلت بے جا نہ کرسکے۔ کیا حملہ کرنے کا ارادہ رکھنے والی کوئی حکومت کبھی مبصر مقرر کرنے کا مطالبہ کرتی ہے؟ لیکن ہندوستان نے یہ تجویز بھی مسترد کر دی۔ سادساً" مشرقی پاکستان پر ہندوستان کے زبردست حملہ سے آٹھ روز بعد پاکستان نے 29 اکتوبر کو مشرقی پاکستان کی سرحد پر اپنے علاقہ کے اندر اقوام متحدہ کے مبصر قبول کرنے پر بھی آمادگی ظاہر کر دی۔ کیا ہم یہ چاہتے تھے کہ اقوام متحدہ کے یہ مبصر ہماری جنگی تیاریوں کا مشاہدہ کریں؟

امن کے لیے یہ ساری تجاویز پاکستان نے پیش کیں اور اس کی تصدیق سیکرٹری جنرل کی اس رپورٹ سے بھی ہوتی ہے جو 4 دسمبر کو پیش کی گئی۔ اس میز کے گرد جو نمائندے تشریف فرما ہیں ان میں سے ہر نمائندہ جانبدارانہ ہمدردیوں اور مصلحتوں کو ترک کرکے اس مسئلہ پر غیر جانبدارانہ فیصلہ کرے۔ کیا ان سارے واقعات کا تسلسل ہندوستان کے پہلے سے سوچے سمجھے حملہ کی تصدیق نہیں کرتا؟

میں جانتا ہوں کہ سلامتی کونسل کے ارکان پوری صاف گوئی سے اپنی پوزیشن بیان کرنے میں ہمیشہ آزاد نہیں ہوتے لیکن وہ اگر اس جنگ کے آغاز اور اسباب کے متعلق کوئی غیر جانبدارانہ رائے قائم کر سکیں تو میں مطمئن ہو جاؤں گا۔ اگر وہ اپنے ذہنوں کی خلوت میں اس مسئلہ پر غور کریں تو انہیں صورت حال کے تقاضوں کا احساس یقیناً ہو جائے گا۔

صورت حال کو معمول پر لانے کے لیے یہ اقدامات ضروری ہیں:۔

1- جنگ بندی۔

2- پاکستانی علاقے سے ہندوستانی فوجوں اور ہندوستان کی طرف سے پاکستان میں داخل ہونے والے دوسری مسلح افراد کا انخلاء۔

3- جنگ بندی اور فوجوں کی واپسی کی نگرانی کے لیے اقوام متحدہ کے مبصروں کا تعین۔

4- ایسا انتظام کہ جنگ کے بارے میں جنیوا کنوینشنوں پر مکمل عمل در آمد ہو اور مشرقی پاکستان میں کوئی انتقامی کارروائی عمل میں نہ آ سکے۔ فوجوں کی واپسی دو طرفہ ذمہ داری ہوگی اور پاکستانی فوجوں کو بھی ہندوستان کے علاقہ سے ایک ساتھ نکلنا ہوگا۔

میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر اصلاح احوال کے لیے یہ لازمی تقاضے پورے کر دیئے جائیں تو مشرقی پاکستان میں ہر قسم کی جنگی سرگرمیاں بند کر دینے کے متعلق پاکستان اپنے دوستوں کی اپیل پر ضرور توجہ دے گا لیکن شرط یہ ہے کہ توڑ پھوڑ' کشت و خون اور وسیع پیمانہ پر تشدد بند کر دیا جائے۔

سیاسی مفاہمت کے سلسلہ میں یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ اپنی خودمختاری' علاقائی سالمیت کے تقاضوں اور اپنے عوام کی خواہش کے مطابق' پاکستان اپنے داخلی مسئلہ کو سلجھانے میں کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھے گا۔ مگر سیاسی مفاہمت کے لیے ہونے والی کوششیں صرف اسی شرط پر کامیاب ہو سکتی ہیں۔ کہ اس سلسلہ میں کوئی غیر ملکی' مداخلت یا دباؤ موجود نہ ہو۔ اس کے لیے یہ بھی اشد ضروری ہے کہ گفت و شنید کسی فریق کی پیشگی شرائط کے بغیر کی جائے۔

اگر ایسا ماحول پیدا ہو جائے تو اس امر کا قصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ گزشتہ نو مہینوں کی ہولناکیاں ختم نہیں ہو سکیں گی اور مشرقی پاکستان سے جو لوگ جا چکے ہیں وہ فوراً واپس نہیں آ سکیں گے۔

تباہ کن جنگ کے اس مرحلے پر بھی پاکستان کا یہ رویہ ہے۔ اگر سلامتی کونسل مثبت طرز عمل اختیار کرے تو یہ جنگ ختم ہو جائے گی اور اس طرح کونسل اقوام متحدہ کے اصولوں کی علمبرداری کرے گی۔ اس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ کونسل اقتداری سیاست سے متاثر نہیں ہوئی بلکہ اس نے درد مندی اور جرات کے تقاضے پورے کیے ہیں اس سے یہ بھی ثابت ہوگا کہ وہ مصالحت کرانے کے وسائل رکھتی ہے۔ اگر کونسل متعلقہ اصولوں کو پیش نظر رکھے تو اسے پاکستان کا تعاون یقیناً حاصل ہوگا۔ میں یہاں امن حاصل کرنے کی خاطر آیا ہوں لیکن یہ امن آبرومندانہ اور منصفانہ ہونا چاہیے میں ایک مایوس انسان کے طور پر واپس جانا نہیں چاہتا۔ اگر میرا مشن ناکام رہا تو ہماری امیدوں کے علاوہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے تمام عوام کی امیدیں مایوسی میں بدل جائیں گی۔ امن کے ڈھانچے پر یہ مایوسی تباہ کن اثر چھوڑے گی۔ میں اس سلسلہ میں کوئی مبالغہ نہیں کر رہا۔

میں پاکستان کے داخلی مسائل کے پرامن حل اور مصالحت کے لیے اپنے ملک کی خواہش کا اعادہ کرتا ہوں۔ متحدہ پاکستان کے تصور کی حدود میں رہتے ہوئے ہم ان تمام مسائل کا پرامن حل معلوم کرنے کے لیے ہر ممکن قدم اٹھانے کو تیار ہیں۔ جن کی وجہ سے موجودہ کشیدگی میں اضافہ ہوا ہے۔ ہماری یہ توقع پرخلوص ہے اور ہمیں یقین ہے کہ پاکستان کے جو نمائندے جمہوری طریقہ سے منتخب ہوئے ہیں اور جنہیں پاکستان کی عوام کی حمایت حاصل ہے' وہ اپنے عزم' بصیرت اور اعتماد کے ساتھ ساری پاکستانی قوم کے مفادات کے مطابق ایک صحیح اور منصفانہ حل

معلوم کر سکیں گے۔

میں پھر یہ بات دہراتا ہوں کہ جب سے بحران شروع ہوا ہے۔ ہمارا یہی نقطہ نظر چلا آ رہا ہے۔ ہم 25 مارچ ہی سے سیاسی حل پر زور دے رہے ہیں۔ ہم نے اپنی موجودہ فوجی حکومت پر مسلسل یہی واضح کیا کہ پاکستان کے مسائل کا سیاسی حل معلوم کرنا چاہیے۔ اس مسئلہ پر میں نے 29 ستمبر کو ایک بیان میں اپنی پالیسی کا اعلان کیا تھا۔ آج میں اپنی قوم کی نمائندگی کرتا ہوں اور آزمائش کی گھڑی میں یہاں آیا ہوں۔ مجھے پاکستان کی خدمت کا حق ادا کرنے کے لیے آخری مرحلے پر طلب کیا گیا ہے۔ میں نے پاکستان کے مطالبہ پر اس لیے لبیک کہا کہ میری خدمات کی ضرورت ہے' اس لیے میرے ملک نے مجھے آخری مرحلے پر اس سنگین ترین بحران میں یہاں آنے اور پاکستان کی نمائندگی کے لیے طلب کیا ہے۔

ہم سیاسی مفاہمت چاہتے ہیں۔ ہندوستان کے وزیر خارجہ بھی سیاسی مفاہمت کا ذکر کرتے ہیں لیکن انہوں نے مسئلہ کے فوجی حل کا راستہ اختیار کیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ پناہ گزین ہندوستانی ٹینکوں پر سوار ہو کر اور ہندوستانی سنگینوں کے جلو میں واپس ہوں اس وقت ہندوستان ہی مسئلہ کے فوجی حل کے لیے کوشاں ہے۔ پاکستان سیاسی حل چاہتا ہے اور اپنی سرزمین پر ہندوستان کی مداخلت ختم ہوتے ہی پاکستان سیاسی حل معلوم کر لے گا۔

دستاویز 23

15 دسمبر 1971ء کو بھٹو کی سلامتی کونسل میں تقریر

ہم آج ایک ایسے وقت یہاں جمع ہوئے ہیں جب کہ میرا ملک تاریخ کے انتہائی نازک مرحلہ سے گزر رہا ہے۔ میں کونسل سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ میری بات پر مجھے معاف کرے اور حقیقت کو سنے۔ خواہ یہ حقیقت کتنی ہی تلخ کیوں نہ ہو۔ میں اقوام متحدہ کو جانتا ہوں۔ میں سلامتی کونسل کو جانتا ہوں۔ میں اس سے پہلے بھی ان کے اجتماعات میں شریک ہوتا رہا ہوں۔ وہ وقت آن پہنچا ہے جب پاکستان کو سچی بات کہنا ہوگی' خواہ کونسل کے ارکان اسے پسند کریں۔ ہم یہ توقع کر رہے تھے کہ سلامتی کونسل عالمی امن و انصاف کے سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں کا خیال کرتے ہوئے اصولوں کے مطابق اقدام کرے گی اور میرے ملک کے خلاف عریاں اور وحشیانہ جارحیت کو ختم کرائے گی۔ میں اسی وجہ سے یہاں آیا تھا۔ اہل پاکستان کو میری ضرورت تھی اور جب میں پاکستان سے روانہ ہو رہا تھا تو میں اس ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا کہ آیا میں اپنے ملک اور اس قوم کا موقف پیش کرنے کے لیے سلامتی کونسل میں جاؤں جسے جارحیت کا نشانہ بنایا گیا ہے یا میں ایسی حالت میں اپنے ان عوام کے ساتھ رہوں جن پر حملہ اور تشدد کیا گیا ہے تاہم میں نے یہاں آ کر سلامتی کونسل سے انصاف طلب کرنا ضروری خیال کیا مگر سلامتی کونسل کے ارکان اسے خواہ پسند کریں یا نہ کریں میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ کونسل نے میرے ملک کو انصاف سے محروم کر دیا ہے۔ میں جب سے یہاں آیا ہوں ہمیں تاخیری ہتھکنڈوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

کونسل کو یاد ہوگا کہ جب ہندوستان کے وزیر خارجہ نے تقریر کی تو میں نے اس کے بعد اپنی تقریر میں یہ کہا تھا کہ معاملے کو طول دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ میرا فوری تاثر اور اندازہ تھا۔ سلامتی کونسل کے بارے میں مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس نے حقائق کے علاوہ طریق کار کے معاملات کو بھی طول دینے کے فن میں بڑی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی تکلیف ہوئی کہ سلامتی کونسل میں پورا ایک گھنٹہ یہ فیصلہ کرنے میں ضائع کر دیا گیا کہ آیا سلامتی کونسل کے ارکان ساڑھے نو بجے صبح حاضر ہو سکیں گے' یا ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر انہیں گیارہ بجے یہاں اکٹھے ہونا چاہیے۔

صومالیہ کے نمائندہ نے مشرقی پاکستان کی آبادی پانچ کروڑ ساٹھ لاکھ بتائی مگر بعد میں انہوں نے تصحیح کرتے ہوئے کہا کہ بنگال ____ مسلم بنگال ____ کی آبادی سات کروڑ ساٹھ لاکھ ہے۔ اگر وہ مزید چند دن انتظار کر لیتے تو انہیں یہ تصحیح کرنے کی ضرورت بھی پیش نہ آتی کیونکہ لاکھوں افراد ہلاک ہو رہے ہیں۔ اگر کونسل مزاحمت اور تاخیر پیدا کرنے کی غرض سے یہ بحث جاری رکھتی کہ آیا اس کا اجلاس آج یا کل یا پرسوں ہو سکتا ہے؟ اور آیا نیویارک اور ماسکو' اسی طرح پیکنگ اور دوسرے دارالحکومتوں کے درمیان مواصلات کی سہولتیں ارکان کونسل کو نئی ہدایات حاصل کرنے کی اجازت دے سکیں گی تو مشرقی پاکستان کی آبادی کم ہو کر یقیناً پانچ کروڑ ساٹھ لاکھ ہی رہ جاتی۔ اس طرح بحث کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہونے پاتا۔ اس لیے جناب صدر! میں نے آپ سے یہ درخواست کی تھی کہ سلامتی کونسل کا اجلاس فوراً بلایا جائے اور میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے یہ اجلاس طلب کیا کیونکہ قیمتی وقت ضائع ہو رہا ہے۔ میرے ہم وطن اور عوام لقمہ اجل بن رہے ہیں۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ اب اگر میں تقریر کروں تو میں آپ کی کوششوں میں آسانی پیدا کر سکوں گا۔ غالباً سلامتی کونسل کو بعض صداقتوں سے آگاہ کرنا ہے۔ دنیا اور میرے عوام کو یہ علم ہونا چاہیے کہ میں ذلت آمیز شکست قبول کرنے کے لیے یہاں نہیں آیا۔ اگر کونسل یہ چاہتی ہے کہ میں ذلت آمیز ہار کو قانونی حیثیت دلانے کی کارروائی میں فریق بنوں تو میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ کسی صورت میں بھی ایسا نہیں ہوگا۔

کل کراچی سے میرے گیارہ سالہ بیٹے نے ٹیلی فون پر مجھ سے کہا "آپ ہتھیار ڈالنے کی دستاویز لے کر واپس نہ آئیں۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو ہم پاکستان میں واپسی پر آپ کی شکل دیکھنا پسند نہیں کریں گے۔" چنانچہ میں نہ تو سلامتی کونسل سے شکست کی دستاویز لے کر واپس جاؤں گا اور نہ ہی جارحیت کو قانونی جواز مہیا کرنے کی کارروائی میں فریق ہوں گا۔

سلامتی کونسل انتہائی شرمناک طریقہ سے کام کر رہی ہے۔

"اقوام متحدہ کا چارٹر" "سان فرانسسکو کانفرنس" اور بین الاقوامی امن و انصاف کی اصطلاحات ہم نے اپنی جوانی میں سنی تھیں اور ہم اس تصور سے بڑے متاثر ہوئے تھے کہ اقوام متحدہ کا مقصد بین الاقوامی امن و انصاف اور سلامتی قائم کرنا ہے۔ صدر وڈرو ولسن نے یہ کہا تھا کہ انہوں نے پہلی جنگ عظیم اس لیے لڑی تھی کہ جنگیں ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں۔ لیگ آف نیشنز (جمعیت اقوام) قائم ہوئی اور اس کے بعد اقوام متحدہ معرض وجود میں آئی لیکن اقوام متحدہ نے کیا کیا ہے؟ مجھے اقوام متحدہ کے سوانگ اور فریب کا علم ہے۔ وہ یہاں آکر کہتے ہیں: "آپ نے بڑی اچھی اور شاندار تقریر کی ہے۔ بہت خوب تقریر کی ہے۔"

ہم نے ایسی باتیں سنی ہیں۔ اقوام متحدہ اس فیشن ہاؤس سے مشابہت رکھتی ہے جو مصنوعی مجسموں کو خوبصورت لباس پہنا کر بدزیب حقیقتوں کو چھپا دیتے ہیں۔ اقوام متحدہ اور یہ فیشن ہاؤس دونوں ہی حقائق کو چھپاتے ہیں۔ لیکن بدصورت حقائق پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ آپ کو سیکرٹری جنرل کی ضرورت نہیں آپ کو ایک بڑے جلاد کی ضرورت ہے۔

آیئے محض صداقت کا سامنا کریں۔ اب میرے لیے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی' اسی لیے میں اپنے دل کی گہرائیوں سے سچی بات نکال رہا ہوں۔ ہم چار روز سے بحث و تمحیص کر رہے ہیں۔ سلامتی کونسل نے چار روز سے تاخیر کی ہے۔ یہ تاخیر کیوں کی گئی؟ مقصد یہ تھا کہ ڈھاکہ فتح ہو جائے۔ یہی اصل مقصد تھا۔ یہ بات شروع ہی سے مجھ پر واضح تھی۔ شہر اور ملک پہلے بھی فتح ہوئے ہیں۔ وہ غیر ملکی قبضے میں آئے ہیں۔ چین پر سالہا سال تک غیر ملکی قبضہ رہا' دوسرے ملک بھی بیرونی قبضہ میں آتے رہے ہیں۔ فرانس غیر ملکی قبضہ میں رہ چکا ہے۔ مغربی یورپ پر بھی غیر ملکی قبضہ رہا ہے۔ اس لیے اگر ڈھاکہ فتح ہو گیا تو کیا فرق پڑے گا بلکہ سارے مشرقی پاکستان کے فتح ہو جانے سے بھی فرق نہیں پڑے گا۔ اگر سارے مغربی پاکستان پر بھی قبضہ ہو جائے تو کیا ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر ہماری مملکت کا نام و نشان بھی مٹا دیا جائے تو کیا فرق پڑے گا؟ ہم ایک نئے پاکستان' ایک بہتر پاکستان اور پہلے سے عظیم پاکستان کی تعمیر کریں گے۔

سلامتی کونسل نے تاخیری ہتھکنڈوں کے سامنے سپر انداز ہو کر کوتاہ بینی اور ناعاقبت اندیشی کا مظاہرہ کیا ہے۔ آپ ایسے نکتہ پر پہنچ گئے ہیں کہ ہم یہ کہیں گے "آپ جو چاہیں کر لیں۔" اگر حالات اس مرحلہ تک نہ پہنچتے تو ہم کوئی یقین دہانی بھی کرا سکتے تھے۔ ہم یہ کہہ سکتے تھے "اچھا ہم کچھ باتیں کرنے کو تیار ہیں۔" اب ہم ایسا کیوں کہیں؟ آپ توپوں سے ہماری آواز دبانا چاہتے ہیں۔ اب ہم یہ کیوں کہیں کہ ہم کس چیز سے اتفاق کرتے ہیں۔ آپ اب جو چاہیں فیصلہ کریں۔ ہم آپ کے فیصلہ کے پابند نہیں ہوں گے۔ آپ جو چاہیں فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اگر آپ ہمیں تھوڑی سی امید بھی دلاتے تو ہم کسی سمجھوتے میں فریق ضرور بن جاتے۔

لیکن ہندوستانی سخت ناعاقبت اندیش ہیں۔ جناب صدر! آپ نے ہندوستان کے وزیر خارجہ کے لیے "ممتاز" کا لفظ استعمال کیا۔ لیکن کیا میں یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ وہ جارحیت کی جس پالیسی کو جائز قرار دینے کی کوشش کر رہے ہیں اس بنا پر وہ "ممتاز" کہلانے کے مستحق کس طرح ہو سکتے ہیں؟ جب ان کے ہاتھ خون سے رنگین ہیں اور ان کا دل زہر سے بھرا ہوا ہے تو وہ "ممتاز" کس طرح ہو سکتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ بصیرت سے محروم ہیں۔

1947ء میں ہندوستان کی تقسیم ان میں بصیرت کے فقدان کا نتیجہ تھی۔ اب وہ پھر بے بصیرتی کا مظاہرہ کر رہے ہیں وہ اپنی قدیم تہذیب' ہندوستان کی قدیم روایات اور دوسری باتوں کا ذکر کرتے ہیں لیکن ان میں کوئی فراست موجود نہیں۔ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو میرا عمل ان سے مختلف ہوتا۔ میں نے اگلے روز ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا' انہیں میرا مطلب سمجھ جانا چاہیے تھا۔ کسی کٹھ پتلی کے طور پر گفتگو نہیں کر رہا میں مغربی پاکستان کے عوام کے مسلمہ لیڈر کی حیثیت سے بات کر رہا ہوں۔ ان عوام نے مجھے مشرقی پاکستان میں مجیب الرحمٰن کے مقابلے میں کہیں زیادہ شاندار اور مؤثر طریقہ سے انتخاب میں فتح دلائی اور انہیں اس حقیقت کا خیال کرنا چاہیے تھا لیکن انہوں نے اس طرف توجہ نہیں دی۔ ہم اپنے تعلقات میں ایک نئے ورق بلکہ ایک نئے باب کا آغاز کر سکتے تھے۔

میں کہہ چکا ہوں کہ اگر فرانسیسی اور جرمن ایک دوسرے سے مصالحت کر سکتے ہیں تو ہندوستان اور پاکستان میں مصالحت کیوں نہیں ہو سکتی؟ اگر ترک اور یونانی نمائندے قبرص کے مسئلے پر مہذب لوگوں کی طرح دانش مندانہ گفتگو کر سکتے ہیں تو ہندوستان اور پاکستان ایسا کیوں نہیں کر سکتے۔ اگر سوویت یونین اور امریکہ اپنی تاریخ میں ایک نیا باب شروع کر سکتے ہیں' اگر چین اور امریکہ بھی اپنی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز کر سکتے ہیں' تو ہم اپنے تعلقات میں ایک نیا دور کیوں نہیں لا سکتے؟ ہم یقیناً ایسا کر سکتے تھے لیکن 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بارے میں کہا گیا تھا کہ اس جنگ میں اسرائیل کی فوجی فتح نے اسرائیل

اور عربوں میں مفاہمت کو پہلے سے مشکل تر بنا دیا۔ اگر آپ فوجی قوت سے پاکستان کو اپنا محکوم بنانا چاہتے ہیں تو امن کا قیام زیادہ مشکل ہو جائے گا۔ ہمیں ان دو میں سے ایک راستے کا انتخاب کرنا ہوگا: یا تو ہم ایک ہی برصغیر میں ایک ساتھ رہنا اور امن و ترقی کے لیے ایک دوسرے سے تعاون کرنا قبول کریں اور یا ہم ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کے سنگ دل دشمن بن جائیں۔

سوویت یونین کے مستقل مندوب کو یہ پسند نہیں کہ میں سلطنت روم کا حوالہ دوں۔ مجھے علم نہیں کہ انہیں اس پر کیا اعتراض ہے؟ البتہ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی اور روم کی سلطنت میں کوئی مشابہت پاتے ہوں۔ میرے لیے یہ سمجھنا مشکل ہے کہ انہوں نے اس پر اعتراض کیوں کیا' لیکن میں پھر سلطنت روم کا حوالہ دوں گا اور مجھے امید ہے کہ سوویت یونین کے مستقل نمائندہ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ ہم سوویت یونین سے اچھے تعلقات اور ہمسائے ہونے کی بناء پر سوویت یونین کا نیا باب شروع کرنے کے خواہاں ہیں۔ میں پھر سلطنت روم کا ذکر کرتا ہوں اور اہل روم کے نام کینو کی یہ بات دہراتا ہوں کہ "کارتھیج کو ضرور تباہ کیا جائے۔" اگر ہندوستان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ پاکستان ____ مشرقی اور مغربی پاکستان ____ کو اپنا محکوم بنا لے گا تو میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم ایک قوم اور ایک مملکت ہیں۔ ہم بھی یہ کہیں گے کہ "کارتھیج کو ضرور تباہ کیا جائے۔" ہم اپنے بچوں سے اور ہمارے بچے آگے چل کر اپنے بچوں سے یہ کہیں گے کہ "کارتھیج کو ضرور تباہ کیا جائے۔"

جناب صدر اور ارکان کونسل! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مسئلہ کی پیچیدگیوں کا احساس کریں۔ پاکستانی قوم ایک بہادر قوم ہے۔ ایک بہت بڑے انگریز جرنیل نے کہا تھا کہ پاکستان دنیا میں بہترین پیادہ فوج ہیں۔ ہم لڑیں گے۔ اگر ضروری ہوا تو ہم ایک ہزار سال تک لڑیں گے۔ اس لیے آپ وقتی فوجی کامیابیوں کو اہمیت نہ دیں۔ سٹالن گراڈ کو کچل دیا گیا تھا۔ لینن گراڈ کا محاصرہ ایک ہزار دن تک کیا گیا تھا جو قومیں زندہ رہنا اور اپنا تشخص برقرار رکھنا چاہتی ہیں وہ ضرور لڑیں گی اور اصولوں کی خاطر جنگ جاری رکھیں گی۔

ہمیں حقائق کی باتیں سنائی گئیں اور حقائق کو قبول کرنے کا مشورہ دیا گیا۔ حقائق کیا ہیں؟ حقائق بدلتے رہتے ہیں۔ سوویت یونین کے مستقل مندوب جانتے ہیں کہ ایک زمانہ میں یہ بھی حقیقت تھی کہ نازی ماسکو کے دروازوں پر دستک دے رہے تھے۔ لیکن آپ بہادری اور جرات سے لڑے اور آپ نے ان حقائق کی مزاحمت کی جنہیں آپ پر ٹھونسنے کی کوشش کی گئی تھی چنانچہ سوویت یونین کو اس کردار پر دنیا بھر نے خراج تحسین ادا کیا۔ یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ چین پر جاپان کا قبضہ تھا' اسے منچوریا بلکہ چین کے نصف علاقہ سے محروم کر دیا گیا۔ افیون جنگ کے خلاف جنگ کے وقت حقائق کا سامنا کیا ہے۔ فرانس پر قبضہ بھی ایک حقیقت تھا۔ لیکن پھر صدر ڈیگال جیسے عظیم لوگ سامنے آئے اور انہوں نے سمندر پار سے جنگ لڑی۔ ایتھوپیا (حبشہ) پر فسطائی تسلط بھی ایک حقیقت تھا۔ لیکن ایتھوپیا والوں نے جنگ لڑی۔ گو ایتھوپیا کے فرمانروا اپنا ملک چھوڑ کر برطانیہ میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئے لیکن ایتھوپیا آج آزاد ہے۔ اہمیت ان حقائق کو حاصل ہوا کرتی ہے جو عارضی کیفیت اور نوعیت نہ رکھتے ہوں اور تاریخی اصولوں پر مبنی ہوں۔ اصول یہ ہے کہ پاکستان ایک آزاد و خودمختار مملکت ہے جو اپنے عوام کی قوت ارادی کی بدولت معرض وجود میں آیا۔ یہ بنیادی حقیقت چوبیس برس تک قائم رہی۔ اگر کوئی دوسرا ملک حملہ نہ کرتا تو پاکستان اس طرح کبھی بھی ٹکڑے ٹکڑے نہ ہوتا۔ یہ کسی داخلی صورت حال کا نتیجہ نہیں تھا۔ ہمیں فوجی اعتبار سے ایک مضبوط ہمسائے نے حملے کا نشانہ بنایا ہے۔ یہ دعویٰ کون کر سکتا ہے کہ نئی حقیقت عوام کی آزاد منشا کا نتیجہ تھی۔ اگر عوام اپنی خواہش کو بروئے کار لائے ہوتے تو ہندوستان کبھی پاکستان پر حملہ نہ کرتا۔ اگر ہندوستان مشرقی پاکستان کے عوام کی خواہش کا ذکر کرتے ہوئے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسے مشرقی پاکستان کے عوام کی خواہش کو مسلط کرنے کے لیے پاکستان پر حملہ کرنا پڑا تو اس نے کشمیر کے بارے میں اب تک کیا کیا ہے؟ مشرقی پاکستان تو پاکستان کا جزو لاینفک ہے۔ کشمیر ایک متنازعہ علاقہ ہے۔ پھر ہندوستان کشمیریوں کو اپنی خواہش ظاہر اور استعمال کرنے کی اجازت کیوں نہیں دیتا؟

لیکن کل میں نے سلامتی کونسل میں یہ منظر دیکھا کہ ہندوستان کو شہ دی جا رہی ہے۔ بڑی طاقتیں بھی ہندوستان کو شہ دے رہی ہیں۔ چنانچہ وہ ہم سے یہ کہتی ہیں "ہماری بات کا غلط مطلب نہ لیں۔" ___ "کیا آپ براہ کرم ہمیں یہ بتائیں گے؟" کیا آپ از راہ کرم مندرجہ ذیل سوالات کا جواب دیں گے۔ میں ان سوالات پر اصرار نہیں کرتا لیکن آپ اگر برا نہ مانیں" ___ ادھر ہندوستان آج اپنی فوجی کامیابیوں کے نشہ میں معمور ہے۔

میں نے 1967ء میں ہندوستان کے مستقل نمائندہ سے کہا تھا کہ ہم دونوں ملکوں کے درمیان اچھے تعلقات چاہتے ہیں۔ یہ تعلقات اصولوں اور حق و انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔ استحصال اور تسلط پر مبنی نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ ایسے تعلقات دائمی ثابت نہیں ہوا کرتے۔ ہم دائمی اور مستقل مفاہمت چاہتے ہیں۔ یہ بات میں آج نہیں کہہ رہا میں نے ہندوستان کے مستقل نمائندہ سے 1967ء میں یہ بات کہی تھی۔ اس وقت وہ پاکستان میں ہندوستان کے ہائی کمشنر ہوا کرتے تھے۔ میں نے اس وقت کے ہندوستانی وزیر خارجہ سے کشمیر کے مسئلہ پر گفت و شنید کے

دوران یہ کہا تھا "آیئے ہم حق و انصاف کی بنیاد پر یہ مسئلہ سلجھا لیں تاکہ ہم اچھے ہمسایوں کی طرح رہ سکیں۔" میں آج یہ اضافہ کرتا ہوں "ہم اب بھی اچھے ہمسایوں اور دوستوں کی طرح رہ سکتے ہیں لیکن فوجی قوت اور حملہ سے اس امکان کو ختم نہ کریں۔

ہمارے خلاف انتہائی عریاں اور بدترین قسم کی جارحیت ہوئی ہے۔ پولینڈ پر بھی جرمنی نے اس انداز سے حملہ نہیں کیا تھا اور جرمنی نے اس موقع پر بھی بعض بہانے پیش کیے تھے۔ یہاں بہانہ یہ پیش کیا گیا "ہمارے پاس پناہ گزین ہیں اس لیے ہمیں دوسرے ملک پر ضرور حملہ کرنا چاہیے۔" ہم نے کہا "ہم پناہ گزینوں کو واپس لینے کے لیے تیار ہیں۔" اگر ہم نے یہ کہا ہوتا "ہم پناہ گزینوں کو واپس لینے کے لیے تیار نہیں تو آپ یہ کہہ سکتے تھے "اچھا آپ غرق ہو جائیں گے"۔ ہندوستان کی آبادی میں ہر سال ایک کروڑ تیس لاکھ کا اضافہ ہوتا ہے۔ پناہ گزینوں کے تعداد نوے لاکھ سے ایک کروڑ بتائی گئی۔ ہمارے اندازے کے مطابق پناہ گزینوں کی تعداد پچاس لاکھ تھی۔ لیکن یہ کوئی اہم بات نہیں تھی۔ اعداد اہمیت نہیں رکھتے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم پناہ گزینوں کو واپس لینے کے لیے تیار تھے۔ اگر ہندوستان کی آبادی میں ہر سال ایک کروڑ تیس لاکھ کا اضافہ ہو سکتا ہے تو ہندوستان کی حکومت پناہ گزینوں کے لیے ملنے والی بیرونی امداد کے سہارے ان پناہ گزینوں کو مزید کچھ عرصہ کے لیے بھی سنبھال سکتی تھی۔

اس عرصہ میں پاکستان میں سول حکومت قائم ہو جاتی اور وہ پناہ گزینوں کی واپسی کے لیے گفت و شنید کر لیتی۔ میں نے پاکستان میں امریکی سفیر سے کہا تھا کہ پاکستان میں سول حکومت قائم ہو جانے کے فوراً بعد میں خود پناہ گزینوں کے کیمپوں میں جا کر ان کے ساتھ گفتگو کرنے کو تیار ہوں گا۔ لیکن ہندوستان نے اس سے پہلے ہی کارروائی کرنا ضروری سمجھا کیونکہ وہ میرے ملک کو توڑنے کے لیے پناہ گزینوں کے مسئلہ کو استعمال کرنا چاہتا تھا۔ میرے ملک' مشرقی پاکستان پر حملہ کرنے کے لیے پناہ گزینوں کے مسئلہ کو ایک مکروہ' غیر مہذب اور شرمناک بہانے کے طور پر استعمال کیا گیا۔

امید ہے کہ بڑی طاقتیں مجھے معاف فرمائیں گی۔ میں نے اس ذہنی کرب کے مرحلہ ان سے خطاب کیا ہے اور انہیں میری اس کیفیت کو سمجھنا اور محسوس کرنا چاہیے۔ بڑی طاقتوں' بڑی دھوکہ باز طاقتوں اور چکا چوند رکھنے والی بڑی طاقتوں نے اس وقت اپنی غلط خواہش کو مسلط کیا ہے لیکن میں بڑی بڑی طاقتوں میں سے امریکہ کی حکومت اور عوام کا ان کے موقف کے لیے ممنون ہوں۔ امریکہ کے عوام ہندوستان کے زبردست پراپیگنڈے سے کسی حد تک ضرور متاثر ہوئے۔ چونکہ پاکستان میں عوامی حکومت اور نظم و نسق کے لوازمات موجود نہیں تھے' اس لیے وہاں ایک سیاسی خلا پایا جاتا تھا۔ ہندوستان نے اس سیاسی خلا سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ساری دنیا میں اپنا نقطہ نظر پھیلانے کا موقع غنیمت جانا۔ امریکی رائے عامہ کے علاوہ برطانیہ' فرانس اور دوسرے ملکوں میں بھی رائے عامہ کو متاثر کیا گیا۔ بدقسمتی سے اس قتل عام کے متعلق کچھ بتایا نہ گیا جو یکم مارچ اور 25 مارچ کے درمیان جاری رہا۔ بلاشبہ ہم سے کچھ غلطیاں بھی ہوئیں۔ کل میں نے کہا تھا کہ غلطیاں ہوئی ہیں' اس پر سوویت یونین کے مستقل نمائندے نے کہا کہ میں نے غلطیاں تسلیم کر لی ہیں۔ لیکن غلطیوں کو تسلیم کرنا کمزوری کی علامت نہیں ہوا کرتا۔ کیا ہم سب ہی غلطیاں نہیں کرتے؟ کیا ہندوستان اور سوویت یونین ہی وہ دو ملک ہیں جنہوں نے کبھی غلطی نہیں کی؟ میں نے ذاتی طور پر بھی غلطیاں کی ہیں لیکن غلطیوں کا مطلب یہ تو نہیں کہ میرے ملک کو تباہ کر دیا جائے اور اسے توڑ دیا جائے۔ کسی حکومت کی غلطیوں کا نتیجہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ آخر کون سی حکومت غلطیاں نہیں کرتی؟ لیکن کوئی حکومت اگر غلطی کرتی ہے تو کیا اس سے اس ملک کو ختم کرنے یا توڑ دینے کا جواز پیدا ہو جاتا ہے؟ کیا پاکستان کی سرزمین پر ہندوستانی جارحیت کو جائز قرار دے کر سلامتی کونسل میرے ملک کو ختم کرنے یا توڑنے کا فیصلہ کرنا چاہتی ہے؟

اس طرح آپ اب دیکھیں گے کہ بے انصافی ختم نہیں ہوئی بلکہ اس شاہراہ پر سفر کا آغاز ہوا ہے۔ یہ باب ختم نہیں ہوا۔ ایک نیا باب شروع ہوا ہے۔ بین الاقوامی تعلقات میں نیا باب لکھا گیا ہے یہ جارحانہ ڈپلومیسی کی بدترین شکل ہے۔ ایک لحاظ سے تو ہٹلر کی جارحیت کو بھی اس کے سامنے کوئی اہمیت حاصل نہیں رہی کیونکہ ہٹلر کی جارحیت کو کم از کم دنیا نے قبول نہیں کیا تھا۔ اگر دنیا نے اس جارحیت کی تائید کی تو یہ بین الاقوامی تعلقات میں ایک نئے اور انتہائی افسوسناک باب کا آغاز ہو گا۔ ممکن ہے ہندوستان اور پاکستان میں نیا باب شروع ہو چکا ہو لیکن براہ کرم بین الاقوامی تعلقات میں ایک نیا اور خوفناک باب شروع نہ کریں۔ ہمارے لیے یہ دست بدست جنگ ہے۔ ہر دن اور ہر لحہ جنگ کی نذر ہو رہا ہے۔ لیکن باقی ماندہ دنیا کو ایسی جنگ کے سپرد نہ کریں۔ براہ کرم اس قسم کی عریاں' شرمناک اور وحشیانہ جارحیت کا بول بالا نہ ہونے دیں۔ قدیم ایام میں دنیا میں جنگجو شخصیتوں کا طوطی بولا کرتا تھا۔ چنگیز خاں' سیو تائی خاں سکندر' سیزر سے لے کر عظیم نپولین تک دنیا کو روندتے رہے لیکن ماضی میں دنیا کے عظیم فاتحین نے جو کچھ کیا اس کے مقابلے میں اب بدترین قسم کی جارحیت ہوئی ہے۔ اگر اقوام متحدہ بھی اس قسم کی فتح میں فریق بنتی ہے تو ماضی کی تمام ہولناکیاں اس کے سامنے ماند پڑ جائیں گی۔ آپ چھوٹے ملکوں اور درمیانہ درجے کے ملکوں کو ہوس ملک گیری کے سامنے بے بس بنا کر رکھ دیں گے۔ آپ ایسا نہیں

کر سکتے۔ یہ مہذب تصورات، تہذیب، بین الاقوامی ضابطہ اخلاق اور انصاف کے تمام قواعد کے منافی ہوگا۔

پاکستان کی پوزیشن کی حمایت کرنے کی بنا پر امریکی حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا لیکن امریکی حکومت نے آخر کون سا جرم کیا ہے؟ اس نے ہندوستان اور پاکستان کی جنگ پر وہی موقف اختیار کیا جو دوسری دنیا نے اختیار کیا۔ اس پوزیشن کی حمایت ایک سو پانچ ملکوں نے کی۔ گو سرکاری طور پر حمایت کرنے والے ملکوں کی تعداد ایک سو چار بتائی گئی۔ لیکن درحقیقت یہ تعداد ایک سو پانچ تھی کیونکہ ایک نمائندہ صحیح بٹن نہ دبا سکا۔ یہ دنیا کی آواز تھی۔ یہ بین الاقوامی استصواب تھا۔ آپ 1970ء کے الیکشن کی بات کرتے ہیں۔ مجھے 1970ء کے الیکشن پر فخر ہے کیونکہ میری پارٹی مغربی پاکستان میں مضبوط ترین جماعت کی حیثیت سے ابھری۔ لیکن یہاں بین الاقوامی انتخاب ہوا اور اس کے نتیجے کو ہندوستان نے ٹھکرا دیا۔ بین الاقوامی رائے اور فیصلہ کے بارے میں ایسا رویہ اختیار کرکے ہندوستان ایک دوسرے ملک میں ہونے والے قومی انتخاب کے متعلق ذکی الحس ہونے کا دعوئی کس طرح کر سکتا ہے۔ یہ وہی ہندوستان ہے جس نے کشمیر میں ابھی استصواب کرانے سے انکار کیا۔

سوویت یونین کے مستقل نمائندہ نے حقائق کی باتیں کیں ہیں۔ میں سوویت یونین کے مستقل مندوب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس حقیقت پر بھی غور کریں۔ مجھے علم ہے کہ آپ ایک بڑے ملک کے نمائندہ ہیں۔ آپ ایک بڑے ملک کے نمائندہ کا سا کردار ادا کرتے ہیں، چنانچہ آپ سینہ تان کر کھڑے ہوتے ہیں اور میز پر زور سے ہاتھ مارتے ہیں، لیکن آپ کا انداز گفتگو کامریڈ ملک کا سا نہیں بلکہ زار ملک کا سا معلوم ہوتا ہے۔ ہم بھی آپ کو دوست بنانا چاہتے ہیں لیکن دوست بنانے کا یہ کوئی طریقہ نہیں کہ میرے ملک کو ختم کرنے، تباہی کے منہ میں جھونکنے اور اسے صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کی جائے۔

جب ساری دنیا ہی پاکستان کی حمایت کر رہی ہو تو چین اور امریکہ پر نکتہ چینی آخر کیوں کی جائے؟ آپ کو علم ہے۔ ہم نے ایک بہت بڑی سیاسی فتح حاصل کی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمیں فوجی شکست ہوئی ہو لیکن سیاسی فتح فوجی شکست سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ فوجی شکست عارضی ہوا کرتی ہے۔ حکومت امریکہ نے پاکستان کی حمایت کرکے اپنی عظیم روایات کے مطابق کام کیا ہے۔ چنانچہ میں وطن واپس جانے سے پہلے امریکی عوام کو حقیقت سے آگاہ کروں گا۔ امریکہ نے پاکستان کی آزاد مملکت، اس کے قومی اتحاد و سالمیت کی حمایت کرکے دراصل جیفرسن، میڈیسن، ہیملٹن سے لے کر روزویلٹ اور ولسن تک کی روایات پر عمل کیا ہے۔ امریکہ نے آخر کیا جرم کیا ہے؟ کیا آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ بھارتی وفد امریکہ سے ناراض کیوں ہے؟ اگر امریکی

حکومت ہندوستان کو بڑے وسیع پیمانے پر غذائی امداد مہیا نہ کرتی تو ہندوستان فاقوں مر جاتا اور اس کے لاکھوں عوام ہلاک ہو جاتے۔ ہندوستان مشرقی پاکستان کے عوام کو کیا امید دلائے گا؟ مغربی بنگال میں اس کے عوام سڑکوں پر سوتے ہیں۔ وہاں خوفناک غربت کا دور دورہ ہے۔ وہاں شدید بے انصافی اور استحصال پایا جاتا ہے۔ اور مغربی بنگال میں پارلیمانی حکومت ختم کرکے صدر راج نافذ کیا جا چکا ہے۔ ان حالات میں ہندوستان امید کی کون سی تصویر پیش کر سکتا ہے؟ کیا وہ مغربی بنگال کے مقابلے میں مشرقی پاکستان اور مسلم بنگال سے بہتر سلوک کر سکتا ہے؟ مغربی بنگال کے ہزاروں عوام کلکتہ کی سڑکوں پر سوتے ہیں۔ مغربی بنگال کے عوام سب سے زیادہ غریب ہیں۔ ہندوستان ساٹھ لاکھ ٹن اناج کے لیے امریکہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ اگر وہ مغربی بنگال، اپنے بنگال میں صدر راج نافذ کر سکتے ہیں تو وہ ہمارے بنگال میں بہتر حالات کس طرح پیدا کر سکیں گے۔ وہ ایسا نہیں کریں گے، وقت بتائے گا کہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔

امریکہ نے صحیح اور اخلاقی پوزیشن اختیار کی ہے۔ ٹامس جیفرسن نے ایک بار کہا تھا: "میں نے انسانی ذہن پر کیے جانے والے ہر ظلم کے خلاف دائمی مخاصمت کا حلف اٹھا رکھا ہے۔" اب انسانی ذہن اور جسم پر زبردست اور وسیع تشدد ہوا ہے اس لیے امریکہ اپنی روایت پر قائم رہا۔ اگر بعض غلط رہنمائی حاصل کرنے والے سینیٹر ____ ہندوستانی پراپیگنڈے سے گمراہ ہونے والے بعض نوجوان سینیٹر یہاں ہوتے اور امریکہ کے مستقل مندوب کا تعلق نیکسس سے نہ ہوتا تو میں ان نوجوان سینیٹروں سے یہ ضرور کہتا کہ میں نیکسس کی ریپبلک کے ہیڈ کوارٹرز قائم کر رہا ہوں اور سابق صدر امریکہ لنڈن جانسن کو اس ریپبلک کا سربراہ بنا رہا ہوں تاکہ بنگلہ دیش کا مسلک ہر کہیں پھیلایا جا سکے۔ بھلا نیکسس کیوں آزاد نہیں ہو سکتا؟ پھر نیکسس کی بھی ری پبلک قائم ہونے دیں۔ جس طرح امریکہ نے الاسکا کو خریدا تھا اس طرح ہم نے تو بنگال کو خریدا نہیں تھا۔ ہم نے اپنا علاقہ حاصل کرنے کے لیے روپیہ ہرگز نہیں دیا تھا۔ ہم نے علاقہ حاصل کرنے کے لیے ڈالر نہیں دیتے تھے۔ امریکی عوام کو اپنی حکومت کی اختیار کردہ پوزیشن سمجھنی چاہیے۔

مسلم بنگال روپیہ کی بدولت نہیں بلکہ اپنی آزاد منشا کی بدولت پاکستان کا حصہ تھا۔ جس طرح الاسکا خریدا گیا اس طرح ہم نے مسلم بنگال کو خریدا نہیں تھا۔ امریکہ کے عوام یہ بات کیوں نہیں سمجھتے؟ ہم عظیم عوامی جمہوریہ چین کے بھی ممنون اور زیربار احسان ہیں۔ اس نے جو پوزیشن اختیار کی اس کے لیے ہم چین کے ہمیشہ ممنون رہیں گے۔ اس نے یہ پوزیشن اصولوں کی بنا پر اختیار کی۔ میں تیسری دنیا کا بھی

شکرگزار ہوں کہ اس نے ایک منصفانہ اور درست موقف کی حمایت کی۔

اب ہمیں سلامتی کونسل میں ایک ویٹو نے بے بس کر دیا ہے۔ آیئے اس ویٹو کی یادگار ____ ایک بڑی یادگار تعمیر کریں۔ آیئے سلامتی کونسل اور جنرل اسمبلی کی بے بسی' معذوری اور بے طاقتی کی یادگار بنائیں۔ آپ جو بوئیں گے وہی کاٹیں گے۔ انجیل کے اس قول کو یاد رکھیں۔ آج پاکستان کو نشانہ ستم بنایا گیا ہے آج ہم ان کے زرخرید ہیں۔ کل دوسروں کو بھی زرخرید بنایا جائے گا۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ کیا کچھ ہوتا ہے۔ پھر آپ دیکھ لیں گے کہ واقعات کا یہ سلسلہ کس طرح جاری رہتا ہے۔ آپ ہمیں نیچا دکھانا چاہتے ہیں لیکن ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔

برطانیہ اور فرانس نے کوئی کردار ادا کرنے کے لیے ووٹ دینے سے احتراز کیا ہے۔ میں نے ان دونوں بڑی طاقتوں کی خدمت میں بڑے احترام کے ساتھ یہ گزارش کی تھی کہ اب وہ کوئی کردار ادا کرنے کے قابل نہیں رہے۔ اب تو وہ ایک قطعی فیصلہ کو قبول کرنے کا کردار ہی ادا کر سکتے ہیں۔ برطانیہ اور فرانس کا رائے شماری میں حصہ نہ لینا ہمیں بڑا مہنگا پڑا ہے۔ فرانسیسی منطق اور اینگلوسیکسن تجربہ نے ہمیں بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ اگر برطانیہ اور فرانس خاموش تماشائیوں کا سا کردار ادا نہ کرتے اور بین الاقوامی برادری کو قوت بہم پہنچاتے تو صورت حال مختلف ہوتی۔ غیر جانبداری کا تصور بے معنی ہے۔ آپ کو واضح موقف اختیار کرنا چاہیے تھا۔ ہم اس سلسلہ میں سوویت یونین کی تعریف کرتے ہیں۔ گو اس نے غلط موقف ہی اختیار کیا' لیکن اس نے کوئی موقف تو بہرحال اختیار کیا۔ آپ کو ایسے معاملات پر کوئی پوزیشن ضرور اختیار کرنی چاہیے۔ آپ انصاف یا بے انصافی کا ساتھ دیں۔ آپ جارح اور جارحیت کا شکار ہونے والے میں کسی ایک کا ساتھ دیں۔ تیسرا راستہ کوئی نہیں ہے۔ ایسے معاملات میں دھندلا پن کہیں نہیں ہوتا۔ سیاہی اور سفیدی میں تمیز کرنا ضروری ہوتا ہے۔ آپ کو صداقت اور جھوٹ' انصاف اور بے انصافی' جارحیت اور مظلوم میں سے کسی ایک کا ساتھ دینا ہوتا ہے۔ اگر برطانیہ اور فرانس نے اپنی پوری قوت کے ساتھ بین الاقوامی برادری کے فیصلہ کی حمایت کی ہوتی تو ہمیں موجودہ پوزیشن کا سامنا کبھی نہ کرنا پڑتا۔ لیکن برطانیہ اور فرانس برصغیر میں کلائیو اور ڈوپلے بن کر واپس آنا اور صلح کرانے والوں کا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں وہ کہیں نہ کہیں قدم جمانا چاہتے ہیں۔ مجھے علم ہے کہ مشرقی پاکستان میں برطانوی مفادات اس قسم کے موقع پرستانہ کردار کا تقاضہ کرتے ہیں۔ وہاں ان کی چائے کے باغات ہیں۔ انہیں مشرقی پاکستان کے پٹ سن کی بھی ضرورت ہے۔ اسی لیے برطانیہ نے غیر جانبداری اختیار کر لی۔ مجھے فرانس کی پوزیشن پر بھی افسوس ہے۔ ہم نے فرانس سے انتہائی اچھے تعلقات استوار کر لیے تھے۔ اس کے باوجود فرانس نے یہ پوزیشن اختیار کی۔ آج برطانیہ یا فرانس کوئی بھی کردار ادا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کی قرارداد پر واقعات سایہ فگن ہو چکے ہیں پاکستان میں فرانس کے لیے بڑی خیرسگالی پائی جاتی ہے۔ وہ اتنی خیرسگالی مشرقی پاکستان میں حاصل نہیں کر سکے گا کیونکہ اس نے ایک اور سمت کی جانب بڑھنا شروع کر دیا ہے۔ وہاں ہندوستان کی قابض فوج جتنا عرصہ رہے گی مسلم بنگال کے لیے ہندوستانی فوج کا وجود اسی تلخ حقیقت کی یاددہانی کراتا رہے گا کہ وہ ہندو کے قبضہ میں ہیں اور آپ اس کا نتیجہ بھی دیکھ لیں گے۔ انہیں وہاں رہنے دیں اور انہیں وہاں دھونس جمانے دیں۔ اگر وہ مشرقی پاکستان پر قابض ہونا چاہتے ہیں تو انہیں وہاں قابض فوج کی حیثیت سے قیام کرنے دیں۔ ان کی حیثیت قابض فوج کے سوا کچھ نہیں۔ وہ نجات دہندہ اور آزادی دلانے والے کبھی نہیں کہلا سکیں گے۔ وہ وہیں رہیں گے اور یہ بھی دیکھ لیں گے کہ وہاں ہوا مختلف رخ کیسے اختیار کرتی ہے۔

میں آخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں بزدل نہیں۔ میں نے زندگی میں کبھی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا' مجھ پر قاتلانہ حملے ہوئے۔ میں نے قیدیں بھگتیں' میں نے ہمیشہ بحرانوں کا سامنا کیا' آج میں بزدلی کا مظاہرہ نہیں کر رہا لیکن میں آپ کی سلامتی کونسل کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ میں یہاں ایک منٹ سے بھی زیادہ ٹھہرنا اپنی اور اپنے ملک کی توہین تصور کرتا ہوں۔ میں کوئی بائیکاٹ نہیں کر رہا۔ آپ جو چاہیں فیصلہ ٹھونسیں' آپ معاہدہ ورسائی (ورسلز) سے بھی بدتر معاملہ کر سکتے ہیں۔ جارحیت' قبضہ' غرض کہ ہر وہ کارروائی جو 15 دسمبر 1971ء تک غیر قانونی کارروائی تھی کو جائز قرار دے سکتے ہیں۔ میں اس میں فریق نہیں بنوں گا۔ ہم لڑیں گے۔ ہم واپس جا کر لڑیں گے۔ میرا ملک مجھے بلا رہا ہے۔ میں سلامتی کونسل میں مزید وقت کیوں ضائع کروں؟ میں اپنے ملک کے کسی حصہ سے دستبرداری کی شرمناک کارروائی میں فریق نہیں بنوں گا۔ آپ اپنی سلامتی کونسل کو سنبھالیں۔ لیجئے' میں جا رہا ہوں۔

تتمہ-1

بھارت اور پاکستان کی دفاعی قوت کا موازنہ

1. اے- آرمی	بھارت	پاکستان
کل تعداد	950,000	365,000 (بمعہ آزاد کشمیر فورس)
آرمڈ ڈویژن	1	3
آزاد آرمڈ بریگیڈ	4	1

انفنٹری ڈویژن	15	14
پہاڑی ڈویژن	10	-
آزاد انفنٹری بریگیڈ	6	1
پیراشوٹ بریگیڈ (چھاتہ بردار)	2	-
اینٹی ایئر کرافٹ (طیارہ شکن) آرٹلری یونٹ	21	7
آرٹلری بریگیڈ	3	-
ٹیریٹوریل آرمی انفنٹری بٹالین (حاضر)	20	-
ٹیریٹوریل آرمی آرٹلری یونٹ (حاضر)	14	-
مکتی باہنی باقاعدہ بریگیڈ	3	-
ب- نیم فوجی تنظیمیں		
بارڈر سیکیورٹی فورس بٹالین	88	-
	(ان کی تشکیل، ٹریننگ اور ہتھیار باقاعدہ انفنٹری یونٹ کی طرح تھے)	
سنٹرل ریزرو پولیس بٹالین	55	-
مکتی باہنی کی بے قاعدہ فوج کی تعداد	100,000	-
رینجرز کی (بارڈر پولیس) تعداد	-	11,500
فرنٹیئر کانسٹبلری سکاؤٹ اور ملیشیا وغیرہ کی تعداد- (یہ زیادہ تر شمال مغربی سرحد پر متعین تھی)		40,000
ایسٹ پاکستان سول آرمڈ فورسز کی تعداد	-	13,000
رضاکار اور مجاہد وغیرہ کی تعداد	-	60,000
ج- بحریہ		
کل تعداد	42,000	8,000
ایئر کرافٹ کیریر	1	-
کروزرز (صرف ٹریننگ کے لیے استعمال ہوتا تھا)	2	1
سب میرین (آبدوز کشتیاں)	4	4
ڈسٹرائر (تباہ کن جہاز)	12	5
فریگیٹ (آبدوزوں اور ہوائی جہازوں کے خلاف استعمال ہونے والے)	9	2
مائن سویپر (سرنگیں صاف کرنے والے جہاز میزائل بردار کشتیاں او سا قسم)	4	-
پٹرول بوٹ (گشت کرنے والی کشتیاں)	10	4
بحریہ کی ایئر فورس سی ہاک الینری	35	-
ہیلی کاپٹر- سی کنگ	12	
د- فضائیہ		
کل تعداد	85,000	15,000
بمبار لڑاکا مزاحمت کرنے والے اور قراولی سکاڈرن	38	11 1/2
ایس اے ٹو سام میزائل (زمین سے ہوا میں مار کرنے والے)		52
کل جنگی طیارے	1000	250

2- اوپر دیے گئے بھارتی اعداد و شمار اگست اور ستمبر 1971ء کے مہینوں کے ہیں۔ ان میں مندرجہ ذیل فارمیشن اور یونٹ نہیں جو اس وقت ترتیب دیے جا رہے تھے۔

ا	آرمرڈ ڈویژن	1
ب	انفنٹری پہاڑی ڈویژن	2
ج	آرٹلری بریگیڈ	3
د	آرمرڈ رجمنٹ	6
ہ	آرٹلری رجمنٹ	14
و	انفنٹری بٹالین	22
ز	انجینئرز رجمنٹ	10

ان اعداد میں 50,000 رنگروٹ بھی شامل نہیں ہیں جو اپنی تربیت ستمبر اور اکتوبر 1971ء کے لگ بھگ مکمل کرنے والے تھے اور وہ 65,000 محفوظ افسر اور سپاہی بھی شامل نہیں ہیں جو تقریباً اس وقت فوج میں خدمت کے لئے واپس بلائے گئے تھے۔ بھارت اور پاکستان کی دفاعی قوت کا اندازہ کرنا مشکل ہے کیونکہ بھارت کے بعض ڈویژن چار یا پانچ بریگیڈ پر مشتمل تھے اور بعض بریگیڈوں میں بٹالینوں کی تعداد تین کی بجائے سات تک تھی۔

3. بھارت کی بحریہ اور فضائیہ میں جنگ سے پہلے دو ماہ کے دوران میں جو اضافہ کیا گیا وہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔

ہتھیار و ساز و سامان

4. 1962ء تک بھارت نے بیرونی امداد نہ لینے کی پالیسی اختیار کر رکھی تھی۔ وہ اپنے دوست ممالک سے اقتصادی امداد لے کر اپنا زر مبادلہ بچاتا رہا تاکہ وہ اس زر مبادلہ کو غیر ممالک سے فوجی ساز و سامان خریدنے کے لئے استعمال کر سکے۔ پاکستان جو امریکہ سے فوجی امداد حاصل کرتا رہا تھا اس کو بھارت نے سفارتی اور بین الاقوامی سطح پر پاکستان کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے میں استعمال کیا۔ لیکن 1962ء میں چین کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد بھارت کی پالیسی میں تبدیلی آگئی۔ امریکہ، انگلستان اور روس نے بھارت کی درخواست پر فوری فوجی امداد کی حامی بھر لی اور اس طرح کثیر تعداد میں اسلحہ و

گولہ بارود بھارت پہنچنا شروع ہوگیا۔ امریکہ نے بعد میں بھارت کو ملنے والی فوجی امداد میں کمی کردی اور 1965ء میں یہ امداد بالکل روک دی گئی۔ جبکہ انگلستان اور روس نے بھارت کی فوجی امداد جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ اسے ٹینک اور جہاز سازی کے کارخانے لگانے میں مدد دی۔ اشتراکی بلاک کے دیگر ممالک نے بھی بھاری تعداد میں فوجی سازوسامان ہندوستان کو فراہم کیا۔ ہندوستان کو بیرونی ممالک سے ملنے والے فوجی اسلحہ اور سازوسامان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

تفصیل اسلحہ	1970ء	1971ء میں	میزان
ٹی-54/ٹی-55ٹینک(روس)	630	270	900
سنچورین/اے ایم ایکس-13ٹینک(انگلستان/فرانس)	500		500
پی ٹی-76ٹینک(روس)	200	-	200
160مم مارٹر(روس)	-	60	60
130مم گن(روس)	500	50	550
120ایم ایم ٹمپیلا مارٹر(فرانس)		90	90
105ایم ایم(ایبٹ) گن خودکار(امریکہ)	90	-	90
100ایم ایم فیلڈ گن(روس)	250		250
76ایم ایم گن(روس)	250		250
ایل-70اینٹی ایرکرافٹ گن (سویڈن)	270	30	300
ٹائیگر کیٹ میزائل(برطانیہ)	-	30	30
ریکائیلس گن(ٹینک شکن) (امریکہ)	700	250	950
کولوز ٹریکٹر(روس)	-	250	250
آرمرڈ ریکوری گاڑیاں(روس)	-	60	60
برج لیر ٹینک(روس)	-	50	50
ٹوپاز آرمرڈ پرسینل کیریر (سپاہ بردار بکتر)(روس/چیکوسلواکیہ)	250	375	625
سکوٹ آرمرڈ کیریر (چیکوسلواکیہ/پولینڈ)	-	260	260
پی ٹی آر 60پی بی آرمرڈ پرسینل کیریر(روس)	-		130130
ٹی ایم ایم-3ٹرسٹل کم سپین (برج بنانا یا پل) (روس)	-	5سیٹ	5سیٹ
122ایم ایم40بیرڈ اکٹ لانچر(روس)	-	60	60

ان خطرناک اور تباہ کن ہتھیاروں کے ملنے سے بھارتی فوج کی جارحانہ صلاحیت میں بے پناہ اضافہ ہوگیا۔

5. 1971ء کے آخری مہینوں میں روس نے بھارت کو جو اسلحہ اور سازوسامان مہیا کیا اس کی مکمل تفصیل تو معلوم نہیں ہوسکی۔ البتہ ذیل میں دیا ہوا اسلحہ ہندوستان کو فراہم کرنے کی تصدیق معتبر ذرائع سے ہوئی ہے۔

ا۔ ٹی-55ٹینک تقریباً410
ب۔ ٹی-26ٹینک تقریباً96
ج۔ 122ایم ایم آر ایل تقریباً98
د۔ نامعلوم تعداد میں دوسرا سامان مثلاً ٹی ایم ایم۔ 3 پل، ٹینک ٹرانسپورٹر، سرنگ ہٹانے والے ٹرالر وغیرہ جن سے بھارتی فوج کے نقل و حرکت کے ذرائع بہتر ہوگئے۔

6. دوست ممالک سے ملنے الے اس بے پناہ فوجی اسلحہ اور سازوسامان کے علاوہ بھارت ہر سال اپنے دفاعی بجٹ میں اضافہ کرتا رہا۔ 1965ء کی جنگ کے بعد بھارت نے اپنے دفاعی بجٹ میں مزید اضافہ کردیا۔ 1961/62ء میں ہندوستان کا دفاعی بجٹ تین ارب پچھتر کروڑ روپے تھا۔ جبکہ 1965/66ء میں بڑھ کر نو ارب پچپن کروڑ روپے اور 1970/71ء میں چودہ ارب ہوگیا۔ ہر بجٹ تقریباً پانچ ارب روپے کے ان اخراجات کے علاوہ ہے جو دفاع میں مدد دینے والے سول صنعتی اداروں کے لئے رکھا گیا۔ اس کے مقابلے میں پاکستان کا 1970/71ء کا دفاعی بجٹ تقریباً تین ارب روپے تھا۔

بھارت میں جنگی سامان کی پیداوار

7. کم و بیش 35 آرڈیننس فیکٹریاں مندرجہ ذیل قسم کا اسلحہ اور سازوسامان تیار کررہی تھیں:

ا۔ ٹینک
ب۔ فوجی گاڑیاں
ج۔ بارود
د۔ سلحہ
ہ۔ مواصلات کا سامان
و۔ انجینئرنگ کا سامان
ز۔ مختلف ہتھیاروں کی شستیں، دوربینیں اور ایسا ہی باقی سامان۔
ح۔ وردیاں اور دوسرا متفرق سامان

8. ان آرڈیننس فیکٹریوں کے علاوہ سرکاری شعبہ میں کام کرنے والی گیارہ فیکٹریاں مندرجہ ذیل اشیاء بنا رہی تھیں:

ا۔ ہوائی جہاز

بارود میسر نہیں تھا۔ اس لئے پانجیاں (بانسوں اور لکڑی کو تراش کر تیز دھار چھوٹے چھوٹے نیزے) گڑھوں میں بچھا دیئے گئے تھے۔ یہ سب کچھ پیدل فوج کے حملے کو روکنے کے لئے کیا گیا تھا۔ کنکریٹ کسی جگہ استعمال نہیں کیا گیا تھا کیونکہ مشرقی پاکستان میں لوہا' سیمنٹ اور پتھر ملنا بہت مشکل ہے۔

ایسے شہروں اور قصبات کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکی' جہاں پر ایسے دفاعی انتظامات کئے گئے تھے لیکن اتنا معلوم ہے کہ دفاعی پلان کے مطابق تمام اہم جگہوں پر ایسے انتظامات نہیں کئے جا سکے تھے۔

ب۔ دفاعی پالیسی کے تحت ان اہم مقامات پر سات سے پندرہ دنوں تک کی سپلائی کا ذخیرہ اور پندرہ سے تیس دنوں تک کا محفوظ ذخیرہ عقبی علاقوں میں ہونا چاہیے تھا۔

تتمہ-3

ہتھیار ڈالنے کے موقع پر ڈھاکہ میں موجود افواج

1. ہیڈ کوارٹر

ا۔ ہیڈ کوارٹر' ایسٹرن کمانڈ

ب۔ عقبی ہیڈ کوارٹرز 14 ڈویژن

ج۔ ہیڈ کوارٹرز 36 (ایڈہاک) ڈویژن جو پہلے ہیڈ کوارٹر ایسٹ پاکستان سول آرمڈ فورسز کے نام سے موسوم تھا۔

د۔ ہیڈ کوارٹرز ایسٹ پاکستان لاجسٹک ایریا (انصرامی علاقہ)

ہ۔ سٹیشن ہیڈ کوارٹرز

و۔ ہیڈ کوارٹرز بحریہ' مشرقی پاکستان

ز۔ ہیڈ کوارٹرز ایئر آفیسر کمانڈنگ' مشرقی پاکستان

ح۔ مغربی پاکستان پولیس ہیڈ کوارٹرز

ط۔ ہیڈ کوارٹرز ڈائریکٹر جنرل' رضا کاران

2. سپاہ' باقاعدہ اور بے قاعدہ

آرمڈ کور (ایڈہاک ٹینک ٹروپ)	50
توپ خانہ (نمبر 6 ایل اے اے رجمنٹ' ہیڈ کوارٹر آرٹلری' کمک وغیرہ)	
انجینئرز (مختلف یونٹوں کی عقبی پارٹیاں' ہیڈ کوارٹرز انجینئرز)	500
سگنلز (نمبر 3 بٹالین اور دوسری مقامی یونٹیں)	2,000
انفنٹری (نمبر 93 بریگیڈ کی باقی ماندہ یونٹیں جو 13 دسمبر 1971ء کو ڈھاکہ پہنچیں' اور کمک)	4500
سروسز (آرڈیننس اور سپلائی سٹیشن ورکشاپیں)	1,000
بحریہ	500
فضائیہ	500
مشرقی پاکستان سول آرمڈ فورسز	4,000
مجاہدین	1500
رضا کاران	7,000
مغربی پاکستان پولیس	2500
صنعتی حفاظتی فورس	1500
کل	26,250

3. مندرجہ بالا تعداد میں بیمار' زخمی اور اسپتال کا عملہ شامل نہیں ہیں۔

4. آلات حرب

ٹینک	3
طیارہ شکن توپیں	49
بھاری مارٹر	4
6 پاؤنڈر توپیں	4
تین انچ دہانے کے مارٹر	20
ریکوائلیس رائفلیں (ٹینک شکن)	25
راکٹ لانچر' دو انچ دہانے کے مارٹر اور مشین گنیں	کافی تعداد میں
چھوٹے ہتھیار	کافی تعداد میں
دریائی کشتیاں	10

(اس تتمہ میں دیئے ہوئے اعداد و شمار اس اسٹاف افسر کی فراہم کردہ معلومات پر مبنی ہیں جو ہتھیار ڈالنے کے واقعہ کے بعد ڈھاکہ سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا)

تتمہ-4

خلاصہ اتلاف

مغربی پاکستان میں (3 سے 17 دسمبر 1971ء تک)

	افسران	جے سی اوصاحبان	جوان	کل میزان
شہید	62	52	1291	1405
زخمی	133	123	2822	3078
لاپتہ	4	3	120	126
لاپتہ (غالباً شہید)	-	5	129	134
لاپتہ (غالباً جنگی قیدی)	3	7	205	215
کل	202	189	4567	4958

مشرقی پاکستان میں (مارچ 1971ء سے دسمبر 1971ء تک)

شہید	90	41	1162	1293
زخمی	132	80	2327	2539

ب۔ گائیڈڈ میزائل
ج۔ بحری جنگی جہاز
د۔ الیکٹرانک کا سامان
ہ۔ زمین کھودنے والے آلات و گاڑیاں
و۔ مختلف اقسام کی مشینیں

یہ فیکٹریاں ملک کی تمام دفاعی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ کچھ اسلحہ اور گولہ بارود مشرقی وسطیٰ اور افریقہ کے ممالک کو برآمد کر رہی تھیں۔ ان کی کل پیداوار کی کل مالیت تقریباً تین ارب روپے سالانہ تھی۔

پاکستان کی آرڈیننس فیکٹریاں صرف چھوٹے ہتھیار اور فیلڈ گن تک کے لئے ایمونیشن تیار کر رہی ہے۔

تتمہ-2

مشرقی پاکستان میں دفاعی قوت کا موازنہ

1. انفنٹری

قسم	بھارت	پاکستان
انفنٹری یا پہاڑی ڈویژن	8	3
بریگیڈ گروپ	3	1
پیرا بریگیڈ (چھاتہ بردار)	1	-
بارڈر سیکیورٹی فور' بٹالین	29	-
مکتی باہنی بریگیڈ	3	-
مکتی باہنی گوریلا	100,000	-
مجاہد' رضاکار' ایسٹ پاکستان سول آرمڈ فورسز جو صرف رائفلوں سے لیس تھے		73,000

ا۔ کم از کم دو بھارتی ڈویژن چار بریگیڈ پر مشتمل تھے اور ایک پانچ بریگیڈ پر اور کچھ بریگیڈ ایسے تھے جن میں پانچ سے سات بٹالین تک تھیں۔

ب۔ ہندوستان کی بارڈر سیکیورٹی فورس بٹالین' عام انفنٹری بٹالین کی طرح ہوتی ہے اور یہ چار میڈیم مشین گنوں اور دو انچ اور تین انچ دھانے کی مارٹروں اور 3.5 راکٹ لانچروں سے لیس ہوتی ہیں۔

ج۔ پاکستان کی ایک انفنٹری بٹالین کے پاس عام طور پر بہتر لائٹ مشین گنیں ہوتی ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں ہندوستان کی ایک انفنٹری بٹالین نوے ایسی گنوں سے لیس ہوتی ہے۔ پاکستان کی انفنٹری بٹالین جو مشرقی پاکستان میں متعین تھیں پوری طرح ہتھیاروں سے لیس نہ تھیں اور ان میں سے اکثر کے پاس ہتھیاروں کی مقررہ تعداد سے کم ہتھیار تھے۔

2۔ بکتربند

قسم	بھارت	پاکستان
آرمرڈ رجمنٹ	اوٹی-55	1 (ایم 24 چیفی)
آرمرڈ رجمنٹ پی ٹی-76 (پانی سے گزرنے والے)	2	
آرمرڈ رجمنٹ شرمن	2	-
آزاد سکو آڈرن	2	1
آرمرڈ کار (فرٹس) سکو آڈرن	1	-
اے پی سی (سپاہ بردار بکتر)	2	-

نوٹ: ایم- 24 ایک ٹینک ہے جس میں 75 ایم ایم گن ہوتی ہے۔ یہ آخری بار امریکہ نے کوریا میں 1952ء میں استعمال کیا تھا۔ پی ٹی 76 پانی کو پار کرنے والا ٹینک ہے اور اس میں 76.2 ایم ایم گن ہوتی ہے۔ ٹی- 55 ایک میڈیم ٹینک ہے جس میں 100 ایم ایم گن ہوتی ہے۔ بھارت کے دونوں قسم کے ٹینک ساخت میں پاکستانی ٹینکوں سے ہر طرح سے بہتر تھے۔ ان کی توپیں دور مار تھیں اور وہ بہتر نقل و حرکت کی اہلیت رکھتے تھے ٹی- 55 ٹینک گہرے پانی سے گزرنے کی اہلیت بھی رکھتا ہے۔

3. توپ خانہ

قسم	بھارت	پاکستان
فیلڈ رجمنٹ	23	6
میڈیم رجمنٹ	3	-
پیرا فیلڈ رجمنٹ 75 ایم ایم	1	-
مارٹر بیٹری	21	5

4. فضائیہ

لڑاکا بمبار سکو آڈرن	10	1
ایئر ٹرانسپورٹ	ہر طرح کی ضروریات کے لئے	

5. بحریہ

بھارت کے ایئر ٹاسک فورس کے مقابلہ کے لئے پاکستان کی صرف چار گن بوٹ موجود تھیں جو سمندر میں نقل و حرکت کر سکتی تھیں۔

6. پاکستان کا دفاعی نظام

1- پاکستان کے دفاعی نظام کو قلعوں کا نام دینا غلط ہوگا۔ کیونکہ یہ مقامات انفنٹری' آرٹلری' انجینئرز اور دوسری مددگار یونٹوں پر مشتمل نہیں تھے جن کے دفاع کو آسانی سے توڑا جاسکے۔ بعض مقامات پر مقامی امداد سے کچھ خندقیں اور پشتے بنا دیے گئے تھے۔ چونکہ سرنگیں اور

لاپتہ	9	1	25	35
لاپتہ (غالباً شہید)	3	7	230	340
لاپتہ (غالباً جنگی قیدی)	14	1	3	18
کل	248	130	3847	4225

2. افسران وجے سی او صاحبان اور دیگر جوانوں کے شہید اور زخمی ہونے کا تناسب

	افسر	جے سی او	جوان
مغربی پاکستان میں	1	:	12
مشرقی پاکستان میں	1	:	10

افسران وجے سی او صاحبان اور دیگر جوانوں کے شہید ہونے کا تناسب

	افسر	جے سی او	جوان
مغربی پاکستان میں	1	:	11
مشرقی پاکستان میں	1	:	9

افسران وجے سی او صاحبان اور دیگر جوانوں کے زخمی ہونے کا تناسب

	افسر	جے سی او	جوان
مغربی پاکستان میں	1	:	17
مشرقی پاکستان میں	1	:	11

3. افسران کے شہید اور زخمی ہونے کے اعداد و شمار میں ایک جنرل شہید اور دو زخمی اور دس لفٹیننٹ کرنل شہید اور گیارہ زخمی شامل ہیں۔

افسران اور جوانوں میں شہید ہونے کا یہ تناسب کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے کیونکہ وہ ایک دوسرے کے دوش بدوش لڑتے ہیں۔

4. ہوسکتا ہے کہ ایسٹ پاکستان میں ہمارے افسروں اور جوانوں کے شہید اور زخمی ہونے کی تعداد میں اضافہ ہوجائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جنگ کے آخری دنوں میں ایسی اطلاعت آنا بند ہوگئیں تھیں۔

5. اسی اثنا میں بھارتی کشتہ اور زخمی فوجیوں کی تعداد اندازاً 30,000 تھی۔

جنرل جگ جیت اروڑہ سے بھارتی صحافی خوشونت سنگھ کی ملاقات

3 دسمبر 1971ء کو میں فورٹ ولیم کلکتہ میں اپنے دفتر میں بیٹھا تھا۔ چھ بجے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی' دوسری طرف چیف آف آرمی سٹاف (اب فیلڈ مارشل) سام مانک شا دہلی سے بول رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ پاکستانی فضائیہ نے مغرب کی طرف ہی سے اپنی فضائیہ کے کئی فوجی اڈوں پر بمباری کی ہے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں مشرقی پاکستان میں اپنے ایکشن پلان پر فوراً عمل شروع کردوں۔

"پاکستان کے ساتھ جنگ شروع ہوچکی ہے" انہوں نے کہا۔

صدر یحییٰ خان اور شیخ مجیب الرحمٰن کے درمیان جو مذاکرات ہورہے تھے وہ منقطع ہوچکے تھے اور پاکستانی فوج کو حکم دیا گیا تھا کہ بنگلہ دیش کی آزادی کی تحریک کو کچل دے۔ شیخ صاحب کو گرفتار کرلیا گیا تھا اور ملک میں اب ہر طرف خوف و دہشت کی حکومت تھی۔ صورت حال میں مزید ابتری ان پناہ گزینوں نے پیدا کردی تھی جو سرحد عبور کرکے بھارت میں آگئے تھے۔ ہم پر یہ نکتہ چینی کی جارہی تھی کہ فوج خاموش تماشائی کیوں بنی ہوئی ہے؟ لیکن جلد ہی یہ بات آشکار ہوگئی کہ پاکستان ہم پر ایک جنگ بھی مسلط کرسکتا ہے' اور اب یہ ضروری تھا کہ ہم مشرقی پاکستان کے اندرونی حالات اور علاقائی نشیب و فراز کا مطالعہ گہری نظر سے کریں۔

عوامی بغاوت

مشرقی پاکستان کے بارے میں ہماری اطلاعات کے ماخزات اخبارات' پناہ گزین اور ہماری خفیاں ایجنسیاں تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ 25 مارچ 1971ء کو جب پاکستانی فوج نے شہری آبادی سے مڈبھیڑ شروع کی تو انہیں توقع تھی کہ چند دنوں میں حالات معمول پر لے آئیں گے۔ انہیں یہ خیال تک نہیں تھا کہ بنگال کی باقائدہ فوج اور نیم فوجی عملہ ان کے خلاف بھی بغاوت کرسکتا تھا۔ اس وقت قریباً 5000 ہزار جوان باقائدہ بنگالی فوج میں شامل تھے۔ ایسٹ پاکستان رائفلز اور پولیس اس کے علاوہ تھی۔ ان میں سے بیشتر نے جب حب الوطنی کے تحت یہ ملازمت اختیار کی تھی۔ اس وقت مشرقی پاکستان میں پچاس ساٹھ ہزار فوجی موجود تھے جو مغربی پاکستان میں لائے گئے تھے۔ ابتدا میں بنگالیوں نے ان کی شدید مزاحمت کی لیکن مکتی باہنی نے سب سے بڑی غلطی یہ کی کہ گوریلا جنگ لڑنے کے بجائے پاکستانی فوج سے باقاعدہ آمنے سامنے جنگ شروع کردی جب کہ پاکستانی فوج سازو سامان سے لیس تھی۔

اس دوران جنرل ٹکا خان نے بنگالی آبادی کی کثرت کو ان کے آگے اپنا سر خم کرنے پر مجبور کرنے کے لئے بڑے پیمانے پر فوجی ایکشن شروع کردیا۔ پاکستانی فوج نے تمام بڑے شہروں پر دوبارہ قبضہ کرلیا اور ذرائع نقل و حرکت بحال کردیئے۔ ہمیں توقع تھی کہ مون سون کے دوران مکتی باہنی حملہ آوروں کے خلاف دوبارہ کاروائی کرے گی لیکن ایسا نہ ہوا۔ اس خطے میں ذرائع نقل و حرکت کا بڑا وسیلہ کشتیاں ہیں اور ان پر کنٹرول رکھنا پاکستانی فوج کے لئے مشکل نہیں تھا۔ مکتی باہنی مون سون کا فائدہ نہ اٹھا سکی۔

برساتی موسم ختم ہوتے ہی پاکستان نے بھارتی سرحد کو بند کرنے کا فیصلہ کیا۔ بڑے بڑے شہروں کو مسلح فوجی حلقوں میں تبدیل کردیا اور جہاں جہاں مکتی باہنی مزاحمت کررہی تھی ان مقامات کو توڑ پھوڑ دیا۔ اکتوبر کے اواخر تک یوں لگتا تھا کہ پاکستان نے اپنے تمام فوری مقاصد حاصل کرلیے ہیں۔

جون 1971ء میں جب میں نے فوجی صورت حال پر اپنا پہلا تبصرہ لکھا تو میرا مقصد "آپریشن پلان" کے وسیع تر نکات کے علاوہ اپنی فوجی ضروریات کا اندازہ لگانا بھی تھا۔ میں کم از کم آٹھ ڈویژن فوج اپنی دسترس میں رکھنا چاہتا تھا لیکن اس وقت ہم زیادہ سے زیادہ چھ ڈویژن فوج جمع کر سکتے تھے۔ تین بریگیڈ اس کے علاوہ تھے۔ مختصراً اس آپریشن کے لئے قریباً ایک لاکھ چالیس ہزار جوان فراہم کیے گئے۔ اتنی بڑی تعداد ہونے کے باوجود مجھے پاکستان پر برتری کا احساس نہیں تھا۔

ہماری آخری منزل مقصود بہرحال ڈھاکہ تھی۔

چار سیکٹر

مشرقی پاکستان میں فوجی ایکشن کے لیے ضروری تھا کہ ہم اسے چار سیکٹروں میں تقسیم کر دیں:

الف۔ شمال مغربی سیکٹر

اس سیکٹر میں نقل و حرکت کا مرکز بوگرا تھا۔ ہم بوگرا پر جلد قابض ہو کر اس سیکٹر میں پاکستانی فوج کو ناکارہ کر دینا چاہتے تھے۔ بوگرا تک پہنچنے کا بہترین راستہ یہ تھا کہ ہم ہلی 'گورا گھاٹ۔ پلاس باری کی طرف سے جائیں اور اس کا رابطہ ملک میں موجود دوسری افواج سے کاٹ دیں' چنانچہ ہم نے دشمن کا مقابلہ دیناج پور' پچاگڑھ اور رنگ پور میں کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے ساتھ ہم گورا گھاٹ کی طرف سے بوگرا میں گھس جانا چاہتے تھے۔

ب۔ جنوب مغربی سیکٹر

اس سیکٹر میں نقل و حرکت کا مرکز جیسور تھا جو فرید پور' مگورا اور جھینڈیا کے راستے ڈھاکہ سے ملحق ہے۔ اس زاویے سے جھینڈیا اور مگورا کو فتح کرنا اشد ضروری تھا۔ اس فتح کے بعد پاکستانی فوج بالکل منتشر ہو جاتی' ان کا نظم و نسق تباہ ہو جاتا۔ اگر جیسور' جھینڈیا اور مگورا ہمارے ہاتھ لگ جاتے تو ہم دوسرے مقامات سے بعد میں بھی نمٹ سکتے تھے۔

ج۔ مشرقی سیکٹر

جنوب مشرقی حصے میں میگھنا کا ارتقائی علاقہ' جو چاند پور اور تشوگنج کے درمیان واقع ہے' فوجی نقطہ نظر سے بہت اہم تھا۔ ان شہروں کی فتح کے بعد ڈھاکہ کا دارالحکومت کومیلا اور چٹاگانگ سے کٹ جاتا تھا اور اس کے بعد ڈھاکہ کو فتح کرنے میں بہت آسانی ہو جاتی تھی۔ اس دریائی لکیر پر چاند پور' داؤد کنڈی اور تشوگنج اہم دریائی بندرگاہیں ہیں۔ اس علاقے میں شمشیر نگر کا ہوائی اڈا بھی ہے کیونکہ کمیونیکیشن سنٹر مودی بازار اور سلہٹ کا شہر بھی اسی طرف ہے۔ ان میں رابطے کا ذریعہ دریائی ہے' یا مولوی بازار ہے ______ ہمارا خیال تھا کہ ہمارے لیے ایک شہر کو دوسرے شہر سے کاٹنا مشکل نہ تھا۔

ڈھاکہ

مشرقی پاکستان کی سیاست کا مرکز ڈھاکہ تھا۔ اسے فتح کرنا ہمارا سب سے بڑا مقصد تھا۔ شمال کی طرف بڑھنا ہمیں مناسب معلوم ہوتا تھا۔ اس راستے میں زیادہ دریائی رکاوٹیں نہیں تھیں لیکن اس طرف سے حملے کے لیے ہمیں پہلے جمال پور یا میمن سنگھ پر قبضہ کرنا ضروری تھا' یہ دونوں شہر دریائے برہم پتر کے جنوب میں پڑتے ہیں۔ اس قبضے کے بعد پہلے تانگیل جاتے اور پھر ڈھاکہ کی طرف پیش قدمی کرتے۔

ہمیں علم تھا کہ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔ دشمن کو کم سے کم وقت میں تیزی اور پھرتی سے تباہ کرنا ضروری تھا اور یہ اس وقت ممکن تھا کہ ہم اس پر تمام ممکنہ اطراف سے بیک وقت حملہ کر دیں۔ جنگ کا ہر منصوبہ باہمی مشاورت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یہ منصوبہ موقع کی مناسبت سے بنایا جاتا ہے۔ اس پر دوبارہ غور کیا جاتا ہے اور پھر حسب ضرورت اس میں ردوبدل کیا جاتا ہے۔ میں نے منصوبہ ایسٹرن کمانڈ ہیڈ کوارٹرز میں اپنی نگرانی میں تیار کرایا تھا۔ چیف آف سٹاف جنرل جیکب میرے معاون تھے' مزید برآں میرے سینئر فیلڈ کمانڈر جنرل سگت سنگھ' مسٹر تھاپن اور گوربخش سنگھ نے بھی اس میں شرکت کی تھی۔ ہم نے پلان بنا کر آرمی ہیڈ کوارٹر کو بھیج دیا تھا اور اسے منظور کر لیا گیا تھا۔

پاکستان کی تیاری

اکتوبر 1971ء تک مشرقی پاکستان میں پاکستان کی معمول کی قوت چار بریگیڈوں کے ایک ڈویژن پر مشتمل تھی۔ (تعداد 20 تا 25 ہزار) اس کے بعد اسے بڑھا کر 80 ہزار کر لیا گیا تھا۔ اب اس میں 35 انفنٹری بٹالین 6 آرٹلری رجمنٹس اور چند گولہ باز اور فیلڈ کے دستے تھے۔ ایک رجمنٹ تھی جو ساٹھ سترٹینکوں پر مشتمل تھی۔ اس کے علاوہ سیبر جیٹ طیاروں کا ایک سکواڈرن تھا۔ ان کے پاس مسلح آبی کشتیاں اور دریائی کرافٹ بھی تھے۔

ڈویژن کا ہیڈ کوارٹر جیسور میں تھا۔ یہاں ایم ایچ انصاری پاکستان ڈویژن کے کمانڈر تھے۔ ان کے پاس ایک بریگیڈ جھینڈیا' کشتیا' جبن نگر اور جیسور کے گردونواح کے علاقے کے لیے تھا۔ بعد میں انہوں نے کھلنا کے دفاع کے لیے ایک نیا بریگیڈ ہیڈ کوارٹر قائم کیا۔

شمالی مغربی سیکٹر کی کمانڈ میجر نذر حسین شاہ کے پاس تھی۔ اس کا ہیڈ کوارٹر نٹور میں تھا۔ ان کا ایک بریگیڈ رنگ پور میں تھا جو سید پور اور دیناج پور کو محیط کرتا تھا۔ دوسرا ہلی گورا گھاٹ کے مقام پر تیسرا راجشاہی نو گاؤں میں موجود تھا۔

سنٹرل سیکٹر جس میں جمال پور' میمن سنگھ شامل ہیں' کا دفاع 93 پاکستان انفنٹری بریگیڈ کے سپرد تھا۔ بعد میں ایک نیا 36 ڈویژن قائم کیا گیا۔ اس کا ہیڈ کوارٹر ڈھاکہ بنایا گیا اور اس کی کمانڈ میجر جنرل جمشید خان کو سونپی گئی۔ مشرقی سیکٹر کا دفاع 4 اور 39 پاکستانی ڈویژن نے کیا۔ یہ ڈویژن بھیراب بازار

اور چاند پور میں متعین تھے۔ سلہٹ' مولوی بازار' اکھوڑا' قصبہ برہمن باڑیا' میانامتی' فینی اور چٹاگانگ میں ان کے بریگیڈ تھے۔

پاکستان کے پاس اسلحہ اور گولہ بارود کی کوئی کمی نہیں تھی' انہوں نے اسے مختلف مقامات پر جمع کر رکھا تھا اور وہ توقع کرتے تھے کہ وہ طویل عرصے تک دفاع کریں گے لیکن ان کے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ انہیں بھارتی فوج کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑیں گے۔ انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔

پاکستانی کمانڈروں میں ایک چیز جس کا شدید فقدان تھا وہ جرات مندی تھی۔ ان کے پاس جوان تھے۔ ہتھیار تھے۔ گولہ بارود تھا۔ جدید قسم کے ٹینک تھے۔ تیز رفتار مسلح کشتیاں تھیں لیکن پاکستانی فوج نے خندکوں کے پیچھے بیٹھ کر اپنا دفاع کرنے کا فیصلہ کیا اور یوں اپنے آپ کو جامد اور غیر متحرک کر لیا۔ میں نے اس صورت میں فیصلہ کیا کہ پاکستانیوں کی دفاعی پوزیشنوں پر خندقوں پر حملہ کرنے اور براہ راست لڑائی سے احتراز کروں اور جہاں بھی ممکن ہو میں ان کے دفاعی مورچوں کو "بائی پاس" کر جاؤں۔ براہ راست لڑائی سے ہمیں قیمتی جانوں کا شدید نقصان اٹھانا پڑتا۔ (حملہ آوروں کو مدافعین کے مقابلے میں زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے)۔ اس سے ہماری رفتار سست پڑ جاتی اور جنگ بندی کے لئے عالمی دباؤ بڑھ جاتا۔ ہم نے بنگلہ دیش کو جلد از جلد آزاد کرانا تھا اس کے لئے تیز رفتاری اہم ترین عنصر تھا۔

میں نے اس سلسلے میں جو جنگی اصطلاح وضع کی وہ یہ تھی:

"بڑی شاہراہ کو چھوڑ دو پگڈنڈی کے راستے آگے بڑھو"

میں نے مزاحمت کے مراکز کو "بائی پاس" کرنے کا طریقہ وضع کیا۔ ہم آمنے سامنے کے بجائے عقب سے آگے بڑھ رہے تھے۔ کیپٹن لڈل ہارٹ نے' جو فوجی محاذ آرائی کے ایک بڑے تجزیہ دان ہیں' اسے ایک "وسعت پزیر طوفان" کا عنوان دیا ہے' یعنی "آبی طوفان کی طرح آگے بڑھو۔ رکاوٹ سامنے آئے تو راستہ بدل لو-----"

میں نے جون 1971ء میں جو رپورٹ لکھی تھی اس میں دبی زبان سے کہا تھا کہ ہمیں دسمبر تک اپنی پیش قدمی کو روکے رکھنا چاہیے۔ اس وقت تک مشرقی پاکستان کا سارا علاقہ اتنا خشک ہو چکا ہو گا کہ ہم اپنے ٹینک استعمال میں لا سکیں گے۔ دوسری طرف موسم سرما کی برف باری چینیوں کی پیش قدمی کو ہمالیہ کی دوسری طرف روک لے گی۔ (جنرل یحییٰ خان کا 3 دسمبر کا حملہ ہمارے لئے سودمند ثابت ہوا۔)

مون سون کے بعد امکان تھا کھلی مڈبھیڑ شروع ہو جائے گی۔ چنانچہ میں نے ضروری سمجھا کہ مون سون سے پہلے اس معرکے کے لئے حکومت کی ایڈمنسٹریٹو منظوری حاصل کر لوں اور نقل و حرکت کے تمام انتظامات مکمل کر لوں۔ اس سے میرے سامنے کئی مسائل کھڑے ہو گئے' بالخصوص مشرقی سیکٹر میں تو ان مسائل کی انتہا نہیں تھی۔ یہاں ریل اور سڑک کے رابطے محدود' اور ناقابل اعتماد ہیں' یہاں دشمنوں کے ایجنٹوں کی تخریب کاری کا خطرہ بھی موجود تھا۔ مشرق میں تری پورہ میں----- جو ہمارے حملے کا اہم ترین مقام تھا' خوراک کی شدید کمی تھی اور یہاں تمام خوراک باہر سے فراہم کی جاتی ہے۔ پناہ گزینوں کی آمد کے بعد تری پورہ کی 15 لاکھ آبادی بڑھ کر دوگنی ہو گئی تھی' چنانچہ میں نے ریل اور سڑکوں کے استعمال کے لئے سول انتظامیہ کے ساتھ شراکت بھی کرنا تھی اور ان کے لئے خوراک وغیرہ کا انتظام بھی کرنا تھا۔ اس سب کے باوجود ہم نے 54 ہزار ٹن خوراک' اور ایمونیشن مختلف مقامات پر پہنچا دیا۔ یہ سارا کام ہم نے مون سون کے دوران کیا جب بارش موسلہ دھار برس رہی تھی۔ اس کام میں انڈین ریلوے' آرمی انجینئرز اور انتظامیہ کے لوگوں نے ہماری بہت مدد کی۔

پاکستان کی حکمت عملی

مجھے پاکستان کی فوجی حکمت عملی کا کچھ اندازہ تھا۔ ان کے سامنے دو راستے تھے:

اول---- یہ کہ وہ پورے مشرقی پاکستان کا دفاع کریں اور اس بات کو ملحوظ نظر رکھیں کہ کوئی بڑا شہر یا قصبہ ہمارے ہاتھ نہ لگے۔

دوم---- یہ کہ وہ صرف سرحدی علاقوں کا محدود پیمانے پر دفاع کریں۔ ہماری فوج کو آگے بڑھنے دیں اور پدما اور میگھنا دریاؤں کے کناروں پر بھارتی فوج کا مقابلہ کریں اور بڑی لڑائی کریں۔

معلوم ہوتا تھا کہ جنرل نیازی نے اول الذکر طریقہ اختیار کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ انہوں نے اپنی فوج کو جس طرح مختلف مقامات پر پھیلا دیا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ پورے ملک کا دفاع کرنا چاہتے ہیں۔

میں نے اکتوبر اور نومبر کا مہینہ اپنی فوج کی صف بندی' ان کی تربیت کے معائنے اور "وارگیم" پر بحث و مذاکرے میں گزارا۔ ہم نے تمام متوقع خدشات کا تدارک کرنا تھا۔ تمام کمزور پہلوؤں کو رفع کرنا تھا۔ "وارگیم" پر بحث کے دوران ہم نے دفاعی علاقے کو "بائی پاس" کرنے کی حکمت عملی کو بے حد پختہ کیا۔ اس کو بار بار دہرایا۔ اس کے انجام و عواقب پر غور کیا۔ ہم نے فوج کے ہر دستے پر اس کے فرائض اور مقاصد واضح کیے اور بتایا یہ مقاصد کس طرح حاصل کرنا تھے۔ عملی طور پر انہیں بڑی تیزی سے آگے بڑھنا تھا اور اس کے ساتھ ہی مزاحمت کے اہم مقامات سے بچنا بھی تھا۔

نومبر کے اواخر تک پاکستانیوں پر جھپٹ پڑنے کے لئے ہم تیار تھے لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ چھیڑ چھاڑ کی ابتدا کس طرح ہو گی' کب ہو گی یا ہو گی بھی یا نہیں؟ جنرل یحییٰ خان نے ہمیں یہ تحفہ دیا جس کی ہم دعا کر رہے تھے۔ انہوں نے ہمارے خلاف اعلان جنگ کر دیا مناسب وقت آگیا تھا جس کی ہم آرزو کرتے تھے۔

میرا پہلا فرض یہ تھا کہ اپنے زیر کمان لوگوں کو جنگ شروع ہو جانے کی

اطلاع کروں اور انہیں کہوں کہ "اب اپنا فرض ادا کرو" میں نے یہ کام ایک خاص فرمان امروز سے کیا' میں نے جنگ کا پہلا دن "آپریشن روم" میں گزارا اور فیلڈ کمانڈروں سے رپورٹیں حاصل کرتا رہا حالات کس سمت جا رہے ہیں۔

کامیابی کی پہلی اطلاع مشرقی سیکٹر میں اگر تلہ سے آئی۔ کور نمبر 4 لیفٹیننٹ جنرل ساگت سنگھ کی کمان میں پیش قدمی کرکے اکھوڑا کو کاٹنا چاہتی تھی۔ اکھوڑا مشرقی پاکستان کی اندرون سرحد سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ پاکستان کے 12 ڈویژن کے خلاف اس محاذ پر 37 پہاڑی ڈویژن کے میجر جنرل گان سلیوز لڑائی کر رہے تھے۔ جنوب مغرب میں کور II لیفٹیننٹ جنرل رینا کی قیادت میں جیسور اور جھینیدا پر حملہ آور تھی۔ میجر جنرل دلبر سنگھ جی او سی کے ڈویژن نے جیسور پر حملہ کیا تھا۔ میجر جنرل مہندر سنگھ برار نے جو ڈویژن 4 کی کمانڈ کر رہے تھے اور جیبن نگر کو پہلے آزاد کرا چکے تھے۔ اب درشنا کے مقام پر پاکستان سے مڈبھیڑ کر رکھی تھی۔ پاکستان کا ڈویژن 9 میجر جنرل انصاری کی قیادت میں جیسور میں بے جگری سے مقابلہ کر رہا تھا لیکن معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہمارے ڈویژن نمبر 4 کے حملے کی تاب نہیں لا سکا تھا اور متزلزل ہو گیا تھا۔

چند بڑے نقصانات

شمالی مغربی سیکٹر میں کور کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل تھاپن نے مجھے اطلاع دی کہ 20 ڈویژن جی او سی میجر جنرل لچھمن سنگھ لعل پاکستان کے ڈویژن نمبر 16 کے ساتھ دست بدست لڑ رہا ہے۔ ان کا مقصد ہلی کو آزاد کرانا تھا۔ مقابلہ سختی سے ہو رہا تھا' تاہم شمال میں ہمارا اے پہاڑی ڈویژن بریگیڈیئر کٹھ پالیا کی قیادت میں پچھاگڑھ کو پاکستانیوں سے چھین کر اب دیناج پور کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ سینٹرل سیکٹر میں ہمیں جس نقصان کا سب سے پہلے سامنا کرنا پڑا وہ یہ تھا کہ میجر جنرل گوربخش سنگھ کمانڈنگ افسر کی جیپ کمال پور پر فتح پانے کے لئے ایک بارودی سرنگ کے اوپر سے گزری اور بارودی سرنگ پھٹنے سے گوربخش سنگھ کی ایک ٹانگ اڑ گئی' تاہم بریگیڈیئر ہردیو کلیر نے جمال پور کی طرف پیش قدمی جاری رکھی۔

ہمیں پہلے دن میدان جنگ میں کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی لیکن حالات ہمارے منصوبے کے مطابق صحیح سمت میں جا رہے تھے۔ اور اس دوران ہماری فضائیہ اپنا حق ادا کر رہی تھی' ایر فورس نے چند شاندار ایکشن کیے اور فضائی برتری حاصل کر لی۔ اسی شام وزیر دفاع بابو جگ جیون رام نے مجھے ٹیلی فون کیا۔ وہ ہر شام کو ٹیلی فون کیا کرتے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ وہ سوال کبھی نہ کرتے بلکہ ہمیشہ ہماری حوصلہ افزائی کرتے اور حرف تحسین کہتے۔

جنگ کے بارہ دن کے دوران سیکرٹری دفاع مسٹر کے بی لال نے مجھے تین مرتبہ ٹیلی فون کیا اور محاذ کی تازہ ترین خبریں حاصل کرنے کے بعد مجھے مبارکباد دی۔ میں نے جنرل (اب فیلڈ مارشل) مانک شا کے ساتھ مسلسل رابطہ قائم رکھا۔ وہ ہر روز صبح سب سے پہلے میرے ساتھ بات کرکے محاذ کی خبریں معلوم کرتے۔ میرا خیال ہے کہ پڑھنے والوں کے لئے جنگ کی روز بروز پر اگرس پیش کرنا ضروری نہیں۔ اس کے بجائے ہر سیکٹر کی کارکردگی کے بارے میں معلومات زیادہ دلچسپی کا باعث ہوں گی' لہٰذا اب میں آپ کو اپنے ساتھ محاذ پر لیے چلتا ہوں۔

شمال مغربی سیکٹر

یہ سیکٹر کور II کے لیفٹیننٹ جنرل رینا کے سپرد تھا۔ ڈویژن 9 میجر دلبر سنگھ کے زیر کمان تھی' انہیں جیسور اور کھلنا کو فتح کرنے کا ٹارگٹ دیا گیا تھا۔ میجر جنرل برار کی قیادت میں ڈویژن 4 نے جھینیدا اور میگورہ پر قبضہ کرنے کے بعد فرید پور کی طرف بڑھنا تھا۔

ہمارا ابتدائی منصوبہ یہ تھا کہ جیسور پر جنوب اور شمال دونوں اطراف سے حملہ کیا جائے لیکن ڈویژن نمبر 9 کو 21 تا 23 نومبر کے دوران "ہمارا آپریشن" کرنا پڑا۔ اس سے پاکستانی کمانڈروں کو موقع مل گیا کہ اپنی نئی صف بندی کر لیں' چنانچہ پہلے دو دنوں میں ہمیں پاکستان کے جگر دار اور حوصلہ مند مقابلہ کا سامنا کرنا پڑا۔ پاکستانی مورچہ بند تھے اور وہ ہمیں زخموں سے چور چور کر رہے تھے۔ بریگیڈیئر جے ایس گھرایا کی ایک ٹانگ اس مقابلے میں اڑا دی گئی تھی' تاہم چھ دسمبر کو جے ایس گھرایا نے ایک حملہ شمالی مغرب سے خود کیا اور پاکستان کی صفیں چیرنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ خود بری طرح زخمی ہوا تھا لیکن اس نے دشمن کے شمالی دفاع کو توڑ کر اسے گھیرے میں لے لیا۔ 7 دسمبر کو شہر پر ہمارا قبضہ ہو گیا تھا۔

پاکستانیوں نے ہزیمت خوردہ فوج کو تقسیم کر دیا۔ کچھ فوج کھلنا کی طرف پسپا ہو رہی تھی' اور کچھ فوج فرید پور کی جانب جا رہی تھی۔ ہمارے ٹروپس نے سڑک کی تنگی کی وجہ سے کھلنا میں پیش قدمی قدرے سست کر دی' اس سڑک پر پاکستانیوں نے بہت سی رکاوٹیں کھڑی کر دیں تھیں۔ سڑک کے ایک طرف دریا اور دوسری طرف دلدل تھی' اس لئے ہم سڑک سے نیچے نہیں اتر سکتے تھے۔ اس آپریشن کے بعد کھلنا پر قبضہ ہمیں کافی مہنگا پڑا' ہماری رفتار بھی متاثر ہوئی' بڑی وجہ یہ تھی کہ ہم دلدل کے علاقے میں پھنس گئے تھے۔

جھینیدا فتح ہو گیا

پانچ دسمبر کو درشنا اور چاند پور پر قبضہ کرنے کے بعد ہم نے اپنا پلان تبدیل کر دیا اب ہم نے کالی گنج جانے کے بجائے جھینیدا پر حملہ کیا جہاں دفاع کمزور تھا۔ اس قصبے پر چار پہاڑی ڈویژن نے 7 دسمبر کی شام کو قبضہ کر لیا۔ بریگیڈیئر مشی گن نے اس طرف شاندار طریقے سے پیش قدمی کی نتیجہ یہ ہوا کہ اب میگورہ کیطرف بڑھنا آسان ہو گیا اور اسے ہم نے اگلے دن

ٹی حاصل کر لیا۔ 9 دسمبر کی رات کو ہم دریائے مادھومتی کے کنارے پہنچ چکے تھے۔

اب ہماری کوشش یہ تھی کہ ہم کشتیا پر قبضہ کر لیں اور اگر ممکن ہو تو بارڈنگ برج کو جہاں ریل کا ایک پل تھا تباہ ہونے سے بچالیں۔ اس کوشش میں ہمارے ہراول دستے کے پانچ ٹینک پاکستانیوں نے تباہ کر دیئے۔ 12 دسمبر کو ہم بارڈنگ پہنچ گئے لیکن وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ پاکستانیوں نے جاتے جاتے پل کے مغرب میں آخری دو چھتیں اڑا دی تھیں۔ پاکستانی فوج اب شمال میں پبنہ کی طرف پسپا ہو رہی تھی۔ فوجی اپنا بہت سا سازو سامان اور گاڑیاں چھوڑ گئے تھے۔ پل پر ان کا ٹینک کھڑا تھا۔

اب ہم نے اپنی توجہ فرید پور کی طرف کرلی۔ 14 اور 15 دسمبر کی رات کو دو بریگیڈوں نے عام کشتیوں پر مادھومتی کا دریا پار کیا۔ دریا کا پاٹ 1300 فٹ تھا۔ دوسری طرف دشمن کھڑا تھا ہم نے اس کا مقابلہ بڑی تیز رفتاری سے کیا اور اس کے سب سے حربے ناکام بنا دیئے' یہ جنگ 15 دسمبر تک جاری رہی' آخر میجر انصاری کی باقی ماندہ فوج نے ہتھیار ڈال دیئے۔ 24 گھنٹوں میں ہمارے انجینئروں نے یہ کارنامہ سرانجام دیا کہ شکستہ پل کو از سرنو مرمت کر دیا۔

جنرل تھاپن کی قیادت میں کور 33 اس سیکٹر میں سرگرم عمل تھی۔ 7 پہاڑی بریگیڈ کو شمال سے جنوب کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا گیا تھا۔ بوگرا پر قبضے کے لئے میجر جنرل لچھمن سنگھ کے 20 پہاڑی ڈویژن نے کاروائی کرنا تھی۔ 71 پہاڑی ڈویژن کی پراگرس بہت تیز تھی۔ جمعہ کے دن چھاگڑھ اور اگلے دن پیرگنج سرنڈر ہو گیا ہم دریائے دھیپا پر واقع کانتا نگر پل پر پہنچ گئے لیکن پاکستانیوں نے اس پل کو پہلے ہی اڑا دیا تھا۔ اس کے بعد اس بریگیڈ نے ایک مفید کام یہ کیا کہ یہاں پاکستانی فوج کی بڑی تعداد کو الجھائے رکھا' چنانچہ 20 ڈویژن کو اپنا آپریشن کرنے میں معاونت مل گئی۔

20 پہاڑی ڈویژن نے اپنا پہلا بڑا حملہ ہلی پر کیا تو اسے یہاں سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا' پاکستانی سپاہی اس مقام پر بڑی بے جگری سے لڑے۔ ہمارے ہراول دستے میں 8 گارڈز تھے' دشمن نے ان پر تاک تاک کر نشانے لگائے' انہیں گہرے زخم آئے لیکن حملہ در حملہ کے باوجود انہوں نے محاذ سے پسپائی اختیار نہ کی۔ ایک دن قبل میں نے اس بٹالین کا دورہ کیا تھا میں نے تقریر میں جوانوں سے کہا تھا کہ "دیکھو اگر تم اس مرتبہ ناکام ہو گئے تو ہمارے آدمی تمہارے منہ پر تھوکیں گے' اس لئے فتح تک لڑتے رہو' لڑتے رہو" بلاشبہ انہوں نے جگر کاوی سے لڑائی کی۔ دونوں اطراف کو بہت نقصان اٹھانا پڑا لیکن آخر 11 دسمبر کو ہم نے ہلی پر قبضہ کر لیا۔

جس وقت ہلی کے محاذ پر زبردست جنگ جاری تھی تو 20 ڈویژن کے بریگیڈ 66 نے دیناج پور اور ہلی کے درمیان ایک خالی راہداری سے گورا گھاٹ کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ یہ قصبہ ہلی کے عقب میں تھا۔ اس کی مدد بریگیڈ 235 نے کی جو پیرگنج حاصل کرنے کے بعد پلاس باری' گوبندگنج اور بوگرا کی طرف بڑھنا چاہتا تھا۔ گورا گھاٹ کی طرف بڑھتے ہوئے بریگیڈ 66 کو بھدو دریا کے مقام پر سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس جگہ شدید ترین جنونی جنگ لڑی گئی۔ درحقیقت اس جنگ میں ہمارے 17 کماؤں انفنٹری نے زیادہ حصہ لیا تھا۔ اس جنگ میں ہمارے 55 جوان مارے گئے اور 27 زخمی ہوئے جبکہ میدان جنگ میں ہم نے پاکستانیوں کی 88 لاشوں کی گنتی کی۔

7 دسمبر کو 340 پہاڑی بریگیڈ نے پیرگنج پر اور 9 دسمبر کو پلاس پر قبضہ کر لیا۔ دس تاریخ کو اس نے گوبندا کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ اس آپریشن میں ہم نے پاکستان کی کمر پر اپنی گرفت مضبوط کر لی تھی اور جنوب کا حصہ باقی ملک سے الگ کر دیا تھا۔ 11 دسمبر کو ہم نے گوبند فتح کر لیا۔ مال غنیمت میں تین ٹینک اور 105 ایم ایم کی 5 توپیں ہاتھ آئیں' ایک پوری پاکستان بٹالین سرنڈر ہو گئی تھی۔

اب پاکستان کی دفاعی اور مزاحمتی قوت میں دراڑیں پڑنے لگی تھیں لیکن انہوں نے بوگرا پر 15 دسمبر تک اپنا قبضہ قائم رکھا۔ محاصرے کو توڑنے کے لئے بریگیڈیر جوشی نے ایک جرات مندانہ کام کیا۔ اس نے تیزی سے حملہ کیا اور 20 افسروں اور 500 جوانوں کو قیدی بنا لیا۔ انہیں اس جرات پر "مہاویر چکر" دیا گیا۔ 7 دسمبر کو ہم جنرل نذر حسین شاہ اور ان کے بریگیڈ کمانڈروں کو اپنے حصار میں لینے والے تھے۔ یوں معلوم ہوتا کہ وہ رنگ پور میں اپنے کمانڈروں کے ساتھ کانفرنس کرنے کے بعد واپس اپنے ہیڈ کوارٹر پر آرہے تھے۔ ان کی جیپوں کا قافلہ سڑک پر جا رہا تھا۔ ہمارے جوانوں نے اسی وقت دریا عبور کیا تھا اور وہ سڑک کے قریب جھاڑیوں میں چھپے ہوئے تھے لیکن انہوں نے جلد بازی میں فائرنگ شروع کر دی۔ ہمارے ہاتھ صرف جرنیل صاحب کی جیپ' ان کا ایک اردلی اور آپریشن پلان لگا۔

اس سیکٹر میں لیفٹیننٹ جنرل ساگت سنگھ کی کور iv متعین تھی۔ شمال میں میجر جنرل کرشنا راؤ کے 8 پہاڑی ڈویژن کو نقل و حرکت اور رسل و رسائل کے ایک بڑے مرکز مولوی بازار' شمشیر نگر اپر فیلڈ حاصل کرنے کے علاوہ سلہٹ کو باقی حصے سے الگ کرنے کا فریضہ سونپا گیا تھا۔ 10 تمبر تک یہ تمام مقاصد تیز رفتار' اور شاندار جنگی کاروائیوں کی بدولت حاصل کیے جاچکے تھے۔ سلہٹ کو مکمل طور پر ملک کے باقی حصے سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔

تری پورہ سیکٹر

5 دسمبر کو میجر جنرل گان سلیوز کے 57 پہاڑی ڈویژن نے اکھوڑہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیفٹیننٹ کرنل ہمت سنگھ بڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھا اور نیٹس دریا پر پل کے عقب میں جا پہنچا۔ خوش قسمتی سے یہ پل ابھی سلامت تھا۔ پاکستان کا 311 انفنٹری بریگیڈ سلہٹ کی طرف پسپا ہو گیا۔ اب

ہم نے اپنا پلان تبدیل کر دیا اور آشوگنج جانے کا فیصلہ کیا۔ 7 دسمبر کو ہم نے برہمن باڑیا پر تین اطراف سے زبردست حملہ کیا لیکن پاکستانی ہمارے پھندے سے نکل گئے اور جب 9 دسمبر کو ہم آشوگنج پہنچے تو معلوم ہوا کہ انہوں نے ریل کا پل تباہ کر دیا ہے اور وہ میگھنا دریا کی دوسری طرف بھیراب بازار کی طرف پسپا ہو گئے ہیں۔

جنوب میں اس ڈویژن کا تیسرا بریگیڈ--- بریگیڈیئر پانڈے کی کمان میں تھا۔ اس نے وہ دریا جو کومیلا کے شمال میں واقع تھا عبور کیا اور ایک بٹالین اور تین ٹینکوں کے ساتھ داؤد کنڈی پر جو دریائی بندرگاہ ہے' ٹوٹ پڑا اور 9 دسمبر کو داؤد کنڈی اور قلعہ مینا متی پر قبضہ کر لیا۔ اس لڑائی میں پانڈے نے 1500 پاکستانیوں کو جنگی قیدی بنایا۔ اس دوران میجر جنرل ہیرا جس نے 1965ء میں دویژن 23 کو کمانڈ کرتے ہوئے مہاویر چکر حاصل کیا تھا-----
کومیلا کے جنوب سے چاند پور کی طرف لپکا۔ اس نے لال مائی کو بائی پاس کر کے لکشم کو ملک کے باقی حصے سے علیحدہ کرنے کے بعد چاند پور کے کشتیوں کی گھاٹ کی طرف بڑھا۔ یہ پیش قدمی ہمارے لئے بہت مفید ثابت ہوئی۔ میجر جنرل ہیرا نے حاجی گنج کے مقام پر ایک پاکستانی بٹالین کو مطیع کیا اور 9 دسمبر کو چاند پور پہنچ گیا۔ معدودے چند پاکستانی جان بچا کر مینا متی کی طرف جا سکے۔

9 دسمبر کو ڈھاکہ کی طرف پیش قدمی کے راستے بحرحال کھل گئے تھے۔

مینا متی قلعہ پر پاکستان کا دفاع بہت مظبوط تھا۔ یہاں مختلف اقسام کے دفاع کی تین صفیں تھیں۔ چاروں طرف اینٹی ٹینک اور خندقیں کھدی ہوئیں تھیں۔ یہاں پاکستان کے 4 ہزار ٹروپس' چار ٹینک اور ایک آرٹلری بیٹری تھی۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ سامنے سے حملہ نہ کیا جائے۔ اس کے برعکس ہمارے خیال میں قلعہ کا گھیراؤ زیادہ مفید تھا۔ اس حکمت عملی کا فائدہ ہمیں 15 دسمبر کو حاصل ہوا' چنانچہ 86 افسر' 175 جونیئر کمانڈنگ آفیسرز اور 400 جوانوں نے ہمارے آگے ہتھیار ڈال دیے۔

ہم نے اپنے آپریشن میں چٹاگانگ کو زیادہ اہمیت نہیں دی تھی' تاہم بریگیڈیئر انند سروپ بھارت اور بنگلہ دیش کے ملے جلے ٹروپس کو جو "کلوفورس" کے نام سے موصوم تھے لے کر آگے بڑھا اور 6 دسمبر کو فینی کو آزاد کرا لیا۔ 8 دسمبر کو کاری ہاٹ پر قبضہ کیا اور 15 دسمبر 1971ء کو وہ چٹاگانگ کے گردونواح تک پہنچ گیا لیکن اس وقت جنگ ختم ہو چکی تھی۔ سینٹرل سیکٹر کے کمانڈر میجر جنرل گوربخش سنگھ زخمی ہو گئے تھے' اس لئے اب یہاں میجر جنرل گاندھرناگرا کمانڈ کر رہے تھے۔ انہوں نے پیش قدمی کی۔ ابتدا 5 دسمبر کو کی اور 7 دسمبر کو کمال پور فتح کرنے کے بعد وہ چاندی کے رنگ والے برہم پترا کے کنارے جمال پور تک چلے گئے' برہم پترا میں کوئی پل موجود نہیں تھا۔ یہاں براہ راست حملہ ممکن تھا۔ دریا کے بالائی حصہ سے نمبر 1 مرہٹہ نے دیسی قسم کی کشتیوں میں دریا عبور کیا اور دوسرے کنارے پر خندقوں میں موجود پاکستانی فوجیوں کو گھیرے میں لے لیا۔ بلاشبہ پاکستانیوں نے مرہٹہ فوج کے پھندے سے نکلنے کی جان توڑ کوشش کی لیکن 11 دسمبر کو اس قصبے اور سامان کے ذخیرے پر ہمارا قبضہ ہو چکا تھا۔ بہت کم لوگ جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو سکے۔

اس سیکٹر میں میں نے کمک کے لئے ایک اور بریگیڈ بھیج دیا۔ اس کے علاوہ 11 دسمبر کو تانگیل کے شمال میں فضا سے پیراٹروپر اتار دیئے۔ ان 700 پیراٹروپوں کی قیادت کرنل کلونت پنوں کر رہے تھے لیکن بی بی سی لندن نے جو خبر نشر کی اس میں تعداد پانچ ہزار بتائی گئی۔ بی بی سی کے اس مبالغے نے پاکستان کا مورال شکستہ کر دیا۔ پیراٹروپوں نے بجلی کی سرعت سے کام لیا اور آناً"فانا" دشمن کے 300 سو آدمی موت کے گھاٹ اتار دیئے۔ کرنل پنوں کو مہاویر چکر دیا گیا۔ اس نے شمال سے ڈھاکہ کا راستہ کھول دیا تھا۔

میجر جنرل ناگرا نے اب پوری تیز قدمی سے دارالحکومت ڈھاکہ کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ راستے میں اسے چھوٹی چھوٹی متعدد مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑا اور آخر 15 دسمبر کو وہ ڈھاکہ پہنچ گیا۔ ڈھاکہ میں سب سے پہلے کرنل ناگرا کے دستے داخل ہوئے تھے لیکن تھوڑی سی فورس کے ساتھ ڈھاکہ میں داخل ہونا کافی نہیں تھا۔ جب گاندھرناگرا جمال پور پر قبضہ کر رہا تھا تو کور 4 میگھنا دریا کو عبور کرنے اور اپنے جوان بڑی تعداد میں دوسری طرف پہنچانے میں مصروف تھی۔ مقصد یہ تھا کہ ڈھاکہ کو شمال اور مشرق دونوں جانب سے قابو کیا جائے۔ اس کام کے لئے میں نے سب ہیلی کاپٹر جنرل ساگت کے حوالے کر دیئے تھے۔ جونہی ہم میگھنا کے کنارے پہنچے تو ہم نے فیصلہ کیا کہ پاکستانی فوج کو بھیراب بازار میں مصروف رکھ کر ہم دریا کو چھ میل جنوب میں عبور کریں گے۔

بھارتی فوجیوں کو پار پہنچانے کا یہ عمل 9 دسمبر کو شروع ہوا۔ اس روز ہم نے 18 گھنٹے مسلسل کام کیا اور دو بٹالین' 14 ہیلی کاپٹر اور چند بھاری توپیں موقع پر پہنچا کر ایر لفٹ شروع کر دی۔ بھیراب بازار میں پاکستانی ہمارا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ ہم نے ہیلی کاپٹروں کے سائے میں یہ عمل جاری رکھا اور بریگیڈ کے باقی افراد کو دیسی کشتیوں سے دریا عبور کرا دیا۔ 11 دسمبر کو ہیلی کاپٹروں کے ذریعے مزید فوج اس مقام پر پہنچائی گئی۔ 13 دسمبر تک وہاں پورے 2 بریگیڈ پہنچا دیئے گئے جو بھیراب بازار کی کاروائی پر نظر رکھتے ہوئے ڈھاکہ کی طرف ایڈوانس کر رہے تھے۔ 14 تاریخ تک ہمارے فوجیوں نے ڈھاکہ کے مشرق میں واقع دریائے لکھیا عبور کر لیا۔ اگلے دن 15 دسمبر تھی اور 57 ڈویژن کے دستے مشرق کی طرف ڈھاکہ کا گھیراؤ کر رہے تھے۔ اس دوران 23 پہاڑی ڈویژن نے داؤد کنڈی کے مقام پر کشتیوں کے ایک پل سے دریا عبور کیا اور نرائن گنج کو جو ڈھاکہ کے مشرق میں ایک بڑا صنعتی مرکز ہے حاصل کر لیا۔

ڈھاکہ کی طرف ہماری پیش قدمی میں آبادی نے ہماری بہت معاونت

کی۔ دریائی کشتیوں' سائیکل رکشاؤں اور بیل گاڑیوں کو مکتی باہنی کے رضاکار اپنے بازوؤں سے کھینچتے تھے۔ ہماری اطلاعات رسانی کا بھی وہ عمدہ وسیلہ ثابت ہوئے۔ اسی طرح ڈھاکہ کی طرف ہماری پیش قدمی بلا رکاوٹ جاری رہی۔ یہ حقیقت قابل فخر نہیں ہے کہ بارہ دن کی جنگ کے بعد بھی پاکستان کی فوج کا بڑا حصہ محفوظ رہا تھا۔ ہم نے دیناج پور' سید پور' رنگ پور' راجشاہی' پبنہ' کھلنا' سلہٹ' بھیراب بازار' مینامتی اور چٹاگانگ جیسے بکھرے ہوئے ٹکڑوں میں ان پر ضربیں لگائیں اور انہیں تباہ و برباد کیا تھا۔ 15 دسمبر کو جب ہماری فوجیں دارالحکومت میں پہنچیں تو وہاں ڈھاکہ کے دفاع کے لئے پاکستانی فوج موجود نہیں تھی۔

ہماری حکمت عملی بے حد مفید ثابت ہوئی' ہماری کامیابی توقع سے بہت زیادہ تھی۔

15 دسمبر کی صبح 10 بجے مجھے کلکتہ میں مقیم کونسلر کور کے ایک رکن کا ٹیلی فون آیا۔ انہوں نے پوچھا تھا:

"کیا پاکستانی کمانڈروں نے "سیزفائر" کی شرائط طے کرنے کے لئے تمہارے ساتھ رابطہ قائم کیا ہے؟"

میں نے جواب دیا کہ مجھے تو اس سلسلے میں کچھ معلوم نہیں۔ میں نے اس وقت جنرل مانک شا سے فون پر رابطہ کیا لیکن انہیں بھی اس قسم کی کسی تحریک کی کوئی خبر نہیں تھی۔

16 دسمبر کو مجھے جنرل نیازی کا پیغام ملا کہ "ہتھیار ڈالنے" کے امور طے کرنے کے لیے ایک سٹاف افسر ڈھاکہ بھیجا جائے۔ میں نے میجر جنرل جیکب کو روانہ کر دیا۔ اس دوران میں نے اضطراب کے کئی فکر انگیز لمحات گزارے۔ ڈھاکہ پہنچنے کے بعد جب جیکب کی کوئی خبر نہیں آئی تھی۔ میں نے نیازی کو پیغام بھیجا کہ وہ اس کا اتہ پتہ معلوم کرے۔ اس کا جواب تسلی آمیز تھا:

"آپ کا سٹاف افسر ہمارے ساتھ لنچ کر رہا ہے۔ بہت بہت سلام"

اب میرے سامنے بڑا مسئلہ ڈھاکہ پہنچنا کا تھا۔ ہوائی اڈا بمباری سے بری طرح تباہ ہو چکا تھا اور یہاں چھوٹا سا ہوائی جہاز اتارنا بھی خطرناک تھا۔ میں نے نیوی اور ایئر فورس سے اپنے رینک کے افسروں وائس ایڈمرل کرشنن اور ایڈمرل ایم سی دیوان کو ساتھ چلنے کے لئے مدعو کیا۔ میرے ہمراہ میری وائف بھی تھی۔ بنگلہ دیشی افواج کے ہیڈ کوارٹر سے بھی ایک نمائندہ لیا گیا تھا۔ بدقسمتی سے کمانڈر انچیف کرنل (اب جنرل) عثمان اس وقت وہاں نہیں تھے۔ ہم سب آزاد بنگلہ دیش سے پرواز کر کے اگرتلہ پہنچے۔ وہاں سے ہم نے ہیلی کاپٹر لیا اور گیارہ آدمیوں کا یہ قافلہ شام چار بجے ڈھاکہ ایئر فیلڈ پر اتر گیا۔ ایئر فیلڈ پر جنرل نیازی اور جیکب ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ وہاں لوگوں کا ایک جم غفیر موجود تھا' ان میں درجنوں صحافی بھی تھے۔

ہتھیار ڈالنے کی رسم رمنا ریس کورس میں شیڈول کے مطابق کھلے طور پر سب کے سامنے ہوئی۔ ان میں خواتین کی ایک بڑی تعداد بھی تھی۔ میری بیوی نے مجھے بتایا کہ ایک طویل عرصہ کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ کسی خاتون نے گھر سے باہر آنے کی جرات کی تھی۔ جنرل نیازی نے "سرنڈر" (Surrender) کی شرائط پڑھیں اور دستخط کر دیئے۔ میں نے دستاویز پر تصدیقی دستخط کیے۔

مشتعل ہجوم نے ایک دفعہ پھر جنرل نیازی پر جھپٹنے کی کوشش کی' ہم نے حفاظت کے لیے انہیں گھیرے میں لے لیا۔ میں نے انہیں کہا کہ " افسروں اور جوانوں کی حفاظت کے لئے ان کو غیر مسلح نہیں کریں گے۔ یہ کام لیفٹیننٹ جنرل ساگت سنگھ کے احکام کے تحت ہو گا اور اس کے بعد نیازی انہی کے احکام کی تعمیل کرے گا"۔

جنرل نیازی نے ہمیں ڈھاکہ ایرپورٹ پر رخصت کیا۔ اگرتلہ پہنچ کر میں نے جنرل مانک شا کے ساتھ فون پر بات کی اور انہیں "ہتھیار ڈالنے" کی تفصیل بتائی۔

جنگ ختم ہو چکی تھی' لیکن بنگلہ دیش میں میری ذمہ داریاں ابھی ختم نہیں ہوئیں تھیں۔ میں نے اب بنگلہ دیش کی سول انتظامیہ کو منظم کرنا تھا۔ قانون کی عملداری قائم کرنی تھی' 10 ملین پناہ گزینوں کو واپس لانا اور اپنے گھروں میں دوبارہ آباد کرنا تھا۔ میرے پرنسپل سٹاف افسر میجر جنرل سرکار نے سول انتظامیہ کے ساتھ رابطہ قائم رکھنے کے لیے اپنا ہیڈ کوارٹر ڈھاکہ میں بنا لیا۔

آئندہ تین ماہ کے دوران میں ہم نے زمانہ امن کے فرائض کی تکمیل کر لی۔ ایک کروڑ پناہ گزین واپس اپنے گھروں میں پہنچ چکے تھے۔ 91 ہزار جنگی قیدیوں کو بھارت کے کیمپوں میں حفاظت سے منتقل کر دیا گیا تھا۔ ہمارے لیے 12 مارچ 1973ء کا دن ایک پر افتخار دن تھا' اس دن ہم نے اپنی الوداعی پریڈ منعقد کی تھی' شیخ مجیب الرحمن نے ہمارا آخری سیلوٹ لیا اور بھارتی فوج نے جو شاندار کارنامہ سرانجام دیا تھا اس پر خوبصورت انداز میں خراج تحسین ادا کیا تھا۔

شکست خوردہ جرنیل

جنرل نیازی کے ساتھ میں نے ایک ملاقات فورٹ ولیم کلکتہ میں جنوری 1972ء کے پہلے ہفتے میں کی۔ مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ نیازی نے بنگلہ دیش کی آزادی کی جنگ کا مشاہدہ کس طور کیا تھا۔ میرے ساتھ خفیہ محکمہ کا افسر کرنل کھیرا بھی تھے۔ ہم نے قریباً دو گھنٹے باتیں کیں۔

اس ملاقات میں مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ جنرل یحییٰ خان نے مغربی پاکستان سے پہلے ہوائی حملہ کرنے کا جو حکم دیا تھا اس کی خبر جنرل نیازی کو نہیں تھی۔ اسے یہ خبر بعد میں ریڈیو سے معلوم ہوئی۔ نیازی کو اس بات کا علم بھی نہیں تھا کہ حقیقی ایکشن کب شروع ہو گا۔ چیف آف آرمی سٹاف

جنرل عبدالحمید کے ساتھ اس کا آخری رابطہ اکتوبر 71 میں ہوا تھا۔ نیازی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ جنرل ہیڈ کوارٹر سے اسے کوئی ہدایت نہیں مل رہی تھی۔

مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیازی اس خیال کی پرورش کر رہا تھا کہ انڈیا مشرقی پاکستان پر حملہ نہیں کرے گا اور اگر اس نے حملہ کر بھی دیا تو وہ زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا حاصل کر کے بنگلہ دیش کی حکومت قائم کرنے پر ہی اکتفا کرے گا۔ انہیں توقع نہیں تھی کہ ہم پورے ملک کو آزاد کرائیں گے۔ اسے ہماری حکمت عملی کا علم تک نہیں تھا جو اس کے خلاف استعمال کرنے والے تھے۔

ملاقات کے اختتام پر جنرل نیازی نے کہا: "میں آپ سے تنہائی میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں" میں نے کرنل کھیرا کو رخصت کر دیا۔ جنرل نیازی میز پر جھک گیا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا:

"سر یہ بتایئے میں اچھا لڑا ہوں"

اس واقعہ سے سبق حاصل کر لینا آسان ہے لیکن میں فیصلہ صادر کرنے سے قبل یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ پاکستانی فوج کو آخر کیا ہو گیا تھا؟ ایک فرانسیسی جرنیل مسٹر بیوفور پاکستان گیا تھا انہوں نے ہمارے فوجی ہیڈ کوارٹر سے اس بات کی اجازت لے لی تھی کہ وہ میرے ساتھ بھی اس معرکے پر بات چیت کر سکتا ہے۔ انہوں نے پراسرار انداز میں مجھے بتایا:

"پاکستانیوں کے پاس بہت اچھے کپتان ہیں مگر اچھے جرنیل نہیں"

مجھے یہ بات درست نظر آئی ہے۔ یہ بات میرے اپنے تجربے سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ پاکستانیوں میں بہت سے اوصاف ہیں لیکن قوت خیال (Imagination) نہیں ہے۔"

(السٹریٹڈ ویکلی آف انڈیا)

16 دسمبر کی خفیہ دستاویز

16 دسمبر 71 کو ڈھاکہ میں جس منحوس دستاویز پر جنرل نیازی اور جنرل اروڑا کے دستخطوں کے ساتھ 'بھارت' مشرقی پاکستان پر قابض ہوا' ذیل میں اس کا اردو ترجمہ ہے۔

یہ معاہدہ براہ راست مرکزی حکومتوں کے نہیں' دونوں مقامی کمانڈروں کے درمیان ہے' لیکن اہم بات یہ ہے کہ اس میں مشرقی پاکستان کے لیے بنگلہ دیش کا نام استعمال کیا گیا ہے اور ہتھیار بھی بھارت اور "بنگلہ دیش" دونوں کے سامنے ڈالے گئے۔

"دی پاکستان ایسٹرن کمانڈر رضامند ہے کہ بنگلہ دیش میں (خود کو) مشرقی میدان جنگ میں بھارتی اور بنگلہ دیشی افواج کے جنرل آفیسر کمانڈنگ انچیف جنرل جگجیت سنگھ اروڑا کے حوالے کر دے۔ اس حوالگی میں پاکستان کی تمام بری' ہوائی اور بحری فوجیں اور تمام پیرا ملٹری فورسز اور سول آرمڈ فورسز شامل ہیں۔ یہ تمام افواج اس وقت جہاں جہاں موجود ہیں' وہاں سے قریب ترین (علاقے میں موجد) لیفٹیننٹ جنرل اروڑا کے زیر کمان باقاعدہ دستوں کے سامنے ہتھیار ڈالیں گی اور (خود کو ان کے) حوالے کر دیں گی۔

دی پاکستان ایسٹرن کمانڈر اس دستاویز پر دستخط ثبت ہوتے ہی لیفٹیننٹ جنرل جگ جیت سنگھ اروڑا کے زیر فرمان آجائے گی۔ عدول حکمی کو حوالگی کی شرائط (Terms) کی خلاف ورزی تصور کیا جائے گا اور (ایسی صورت میں) اس سے جنگ کے مسلمہ قوانین اور دستور کے مطابق نپٹا جائے گا۔ لیفٹیننٹ جنرل جگ جیت سنگھ اروڑا کا فیصلہ حتمی ہو گا' اگر حوالگی کی شرائط کی تشریح اور مفہوم کے بارے میں کوئی شک پیدا ہو۔

لیفٹیننٹ جنرل جگ جیت سنگھ اروڑا باضابطہ یقین دہانی کراتا ہے کہ (خود کو) حوالے کرنے والے افراد کے ساتھ اسی عزت و وقار سے برتاؤ کیا جائے گا' جو جنیوا کونشن کے اصولوں کے مطابق سپاہیوں کا استحقاق ہے اور خود کو حوالے کرنے والی پاکستان کی تمام ملٹری اور پیرا ملٹری فورسز کے تحفظ اور خیروعافیت کی ضمانت دیتا ہے------ لیفٹیننٹ جگ جیت سنگھ اروڑا کے زیر کمان افواج کی طرف سے غیر ملکی شہریوں' نسلی اقلیتوں اور اصلاً مغربی پاکستان کے افراد کو تحفظ دیا جائے گا۔

(جگجیت سنگھ اروڑا)
لیفٹیننٹ جنرل آفیسر کمانڈنگ
انچیف انڈین اینڈ بنگلہ دیش فورسز
ان دی ایسٹرن تھیٹر دسمبر ء

(امیر عبداللہ خان نیازی)
لیفٹیننٹ جنرل' مارشل لاء
ایڈمنسٹریٹر زون بی اور
کمانڈر ایسٹرن کمانڈ (پاکستان)' دسمبر ء

نکسن کے انکشافات

میں نے وزیراعظم اندرا گاندھی سے 4 نومبر کی صبح کو اوول آفس میں ملاقات کی۔ انہوں نے امریکہ کا دورہ بڑے نازک وقت پر کیا تھا۔ آٹھ ماہ قبل مشرقی پاکستان نے صدر یحیٰی خاں کی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔ بھارتی افسروں نے اطلاع دی تھی کہ قریباً ایک کروڑ ریفیوجی مشرقی پاکستان سے بھاگ کر انڈیا میں آ گئے ہیں۔

ہمیں علم تھا کہ یحیٰی خان کو بالاخر مشرقی پاکستانیوں کا آزادی کا مطالبہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ ہم نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ مصالحانہ اور نرم رویہ اختیار کریں۔ لیکن ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ انڈیا اس موقع کا کتنا فائدہ اٹھائے گا--- ہمیں یہ علم بھی نہیں تھا کہ انڈیا نہ صرف مشرقی پاکستان پر مغربی پاکستان کے کنٹرول کو ختم کرائے گا' بلکہ وہ مغربی پاکستان کو بھی کچل دے گا۔

میں جب ویت نام کی جنگ اور چینیوں کی جرات مندی کی بات ختم کر رہا تھا تو اندرا گاندھی نے میری بے حد تحسین کی۔ اس مرحلہ پر ہم نے مشرقی پاکستان کی کشیدہ صورت حال کے بارے میں بھی گفتگو کی اور میں نے ان پر واضح کیا کہ بھارت جلتی پر تیل نہ ڈالے اور اسے اس تنازعے میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔ اندرا نے مجھے یقین دلایا کہ "بھارت کسی طرح بھی پاکستان دشمن رویوں سے اثر نہیں لیتا--- انڈیا نے پاکستان کو منہدم کرنے کی کبھی خواہش نہیں کی۔ اسے مستقل طور پر مفلوج کرنے کا کبھی خیال نہیں کیا"۔ انہوں نے کہا--- "اس کے برعکس انڈیا تو استحکام چاہتا ہے۔ ہم ہر قیمت پر بحران کو ختم کرنا چاہتے ہیں"۔

مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ جب ہم یہ باتیں کر رہے تھے تو اندراگاندھی کے جرنیل اور مشیر مشرقی پاکستان میں مداخلت کے منصوبے بنا رہے تھے۔ وہ مغربی پاکستان پر حملے کا پلان بھی تیار کر رہے تھے۔

اس حقیقت کے باوجود کہ انڈیا سرکاری طور پر غیر جانبدارا تھا اور امریکہ سے امداد حاصل کر رہا تھا' لیکن دراصل اندرا گاندھی نے آہستہ آہستہ سوویت یونین کے ساتھ تعلق پیدا کر لیا تھا اور وہ ماسکو سے معاشی اور فوجی امداد بھی حاصل کر رہی تھی۔ دوسری طرف صدر ایوب خان اور ان کے بعد یحیٰی خان نے عوامی جمہوریہ چین کے ساتھ تعلقات استوار کرنے میں گہری دلچسپی لی تھی۔ چنانچہ دہلی کا ماسکو سے اور اسلام آباد کا پیکنگ سے وابستہ تھا۔ اس وجہ سے اندرا گاندھی پر مشرقی پاکستان کے بحران کا دباؤ تھا۔ تاہم اندرا گاندھی چاہتی تھیں کہ قبل اس کے کہ ہم اس بحران میں خود مداخلت کریں---- امریکہ بحران کے خاتمے میں ان کے ساتھ تعاون کرے۔ میں نے ان کی اس تجویز پر کہ "مشرقی پاکستان کو سیاسی آزادی ملنی چاہیے"۔ رائے دی کہ اس تجویز پر عمل پاکستان پر موقوف ہے۔ میں نے بعد میں اندا گاندھی کو لکھا:

"اب مغربی پاکستان میں فوری طور پر جنگ بندی ہو جانی چاہیے اور اگر جنگ بندی نہیں کی جاتی تو ہم یہ نتیجہ نکالیں گے کہ حملے کا رخ پورے پاکستان کی طرف ہے اور واضح رہے کہ پاکستان ہمارا دوست ملک ہے۔ اس کے ساتھ ہمارے معاہدے ہیں۔

"میں تجویز کرتا ہوں کہ مکمل جنگ بندی کے لیے ایک مشترکہ اپیل کی جائے۔

"میں اصرار سے اور سختی سے کہوں گا کہ آپ ان سے بھی احتراز کا رویہ اختیار کروائیں جن سے آپ کے معاہدے ہیں اور جن پر اپنا اثر و رسوخ استعمال کر سکتی ہیں۔ ان کے ایکشن کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے"۔

11 دسمبر 1971ء کو ہم سارا دن مسٹر برزنیف کے جواب کا انتظار کرتے رہے۔ مغربی پاکستان پر حملے کے امکان کی وجہ سے ہمارے لیے یہ تاخیر لحہ بہ لحہ تشویش کا باعث بن رہی تھی۔ یہ تاخیر ناقابل برداشت تھی۔ 12 دسمبر کو جب میں بین الاقوامی مالی بحران پر فرانس امریکہ چوٹی کانفرنس کے سلسلے میں صدر پومپینڈو سے مذاکرات کے لیے آزروز جانے والا تھا' تو ماسکو سے مختصر سا جواب آ گیا۔ اس میں کہا گیا تھا "گورنمنٹ آف انڈیا مغربی پاکستان کے خلاف کسی قسم کی فوجی کارروائی کا ارادہ نہیں رکھتی"۔

میں نے فوراً جواب دیا کہ "انڈیا کی یقین دہانی ٹھوس نہیں ہے"۔ حالات کی اہمیت اور متفقہ عمل کی ضرورت کے تحت میں نے تجویز کیا کہ ہم کسنجر- ڈوبرنین خفیہ چینل سے باہمی مشاورت قائم رکھیں۔ میں نے اس بات پر زور دے کر کہا کہ "وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان نتائج سے احتراز کریں جو ہم میں سے کسی کو بھی قبول نہیں ہیں"۔

میرا لہجہ خاصا گرم تھا۔ لیکن اس کے باوجود "ہاٹ لائن" کی تاریخ دوسرے دن صبح 5 بجے تک سرد رہیں اور جواب آیا کہ وہ صرف تین جملوں پر مشتمل تھا کہ "سوویت یونین' بھارت سے حالات کی نوعیت کی وضاحت طلب کر رہا ہے اور ہمیں نتائج سے بلا تاخیر مطلع کیا جائے گا"۔

14 دسمبر 1971ء کو واشنگٹن میں مسٹر وارن سٹوف نے کریملن کا ایک اور پیغام ہیگ کو دیا۔ اس میں بھی مجموعی طور پر یہی کہا گیا تھا کہ انڈیا مغربی پاکستان کے خلاف فوجی کارروائی نہیں کرے گا۔ چونکہ یہ پیغام ہمارے سامنے کوئی نئی بات نہیں لایا تھا' اس لیے میں نے ہنری کسنجر سے کہا کہ وہ وارن سٹوف کو بلا کر امریکہ کا موقف واضح کر دے۔

آزورز سے واشنگٹن واپس آتے ہوئے ہنری کسنجر نے تین اخبار نویسوں کے ساتھ جو ہمارے ساتھ پرواز کر رہے تھے' کانفرنس کی۔ ان

میں سے ایک صحافی نے پوچھا "کیا بحران اتنا بگڑ سکتا ہے کہ چوٹی کانفرنس کے منصوبے پر اثر انداز ہو جائے" کسنجر نے جواب دیا "تاحال یہ خطرہ نہیں ہے لیکن ہمیں کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا۔ یہ دیکھنا لازم ہوگا کہ آئندہ چند دنوں میں کیا ہوتا ہے"۔ اخبار نویس فوراً تاڑ گئے کہ انہیں ایک بڑی کہانی مل گئی ہے--- ایک صحافی نے پوچھا "کیا ہم اس سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ اگر سوویت یونین بھارت سے جنگ بندی کرانے کے لیے اپنا اثر و رسوخ جلدی استعمال نہیں کرتا تو سمٹ کانفرنس میں صدر کی شرکت کا پروگرام تبدیل ہو سکتا ہے"۔ کسنجر نے جواب دیا "ہم سوویت یونین کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ وہ آئندہ چند دنوں میں بھارت کو روکنے کی کوشش کرے اور اگر وہ دانستہ بھارت کو فوجی کارروائی پر ہشکاتے ہیں تو صدر کے پلان پر از سرنو نظرڈالنی ہوگی"۔

ہوائی جہاز زمین پر اترا تو رپورٹر تیزی سے اپنے صحافی دوستوں کے پاس گئے تاکہ انہیں اس کہانی کی خبر کریں اور اس موضوع پر ان سے تبادلہ خیالات کر سکیں اور ان کا مقصد یہ بھی تھا کہ یہ اہم خبر ذرائع ابلاغ کو جلد پہنچا دی جائے۔ شام کو یہ خبر ٹیلی ویژن نے پورے ملک میں اور پوری دنیا میں پھیلا دی تھی۔

ہنری کسنجر نے وارن سٹوف کو وائٹ ہاؤس میں طلب کیا اور میری اس تشویش کا اظہار کیا کہ روسی لیڈر تصفیہ کرانے میں وہ کچھ نہیں کر رہے تھے جو وہ کر سکتے تھے۔ ان کے تاخیری حربوں سے میں باور کر رہا تھا کہ وہ صرف لفظوں سے کھیل رہے ہیں اور انہوں نے حالات کو کھلا چھوڑ دیا ہے کہ اپنے نتائج خود نکال لیں۔ کسنجر نے کہا "صدر نکسن اس انداز میں دھمکی نہیں دیتے' وہ عرصے سے امریکہ روس تعلقات میں صرف صحت مند تبدیلی لانے کے آرزو مند ہیں۔ ان کی خواہش کے برعکس آپ کی حکومت نے بھارت کو بڑی بھاری مقدار میں جدید اسلحہ فراہم کیا ہے۔ اگر سوویت یونین دوسرے غیر ملکی لیڈروں کی حمایت کرتا اور ان پر دباؤ ڈالتا ہے کہ وہ امریکہ کے حلیفوں کو منہدم یا تقسیم کریں تو ہمارے باہمی تعلقات میں خیر سگالی کا امکان کیسے پیدا ہو سکتا ہے"۔

اگلے دن کسنجر نے وارن سٹوف کو پھر طلب کیا اور انہیں وہ خط دکھایا جو میں نے کوسیجن کو لکھا تھا اور کہا تھا کہ دونوں ملکوں کو فوری طور پر ایسا ذمہ دارانہ قدم اٹھانا چاہیے جس سے جنگ کا دائرہ پھیلنے نہ پائے اور پاک و بھارت دونوں ممالک اپنی ملکی حدود سے تجاوز نہ کریں۔ وارن سٹوف نے شکایت کی کہ "انڈیا کی حکومت روسی دباؤ کے خلاف شدید مزاحمت کر رہی ہے"--- کسنجر نے کہا "یہ بہانہ سازی قبول نہیں کی جا سکتی۔ صدر امریکہ نے متعدد مرتبہ ذاتی اپیلیں کی ہیں جو مسترد کر دی گئیں لیکن اب عمل کا وقت آگیا ہے۔ تحرک ضروری ہوگیا ہے۔

وارن سٹوف نے کہا "سوویت یونین غیر مشروط طور پر یہ گارنٹی دینے کے لیے تیار ہے کہ انڈیا مغربی پاکستان یا کشمیر پر حملہ نہیں کرے گا لیکن ہم یہ بات لوگوں کے سامنے نہیں کہہ سکتے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم ایک دوست ملک کی طرف داری کر رہے ہیں"--- بالفاظ دیگر سوویت یونین بھارت کو جنگ بندی کرنے پر تو آمادہ کرے گا لیکن وہ کھلے بندوں یہ بات کہنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

انڈیا کو اگر سوویت یونین کی پشت پناہی اور امداد میسر نہ ہوتی تو وہ تصفیے پر قریباً آمادہ ہوچکا تھا۔

اگلے دن یحییٰ خاں کی فوجوں نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیے۔ 17 دسمبر 1971ء کو مغربی پاکستان کے محاذ کی خطرناک صورت حال میں بھی سکون پیدا ہوگیا۔ پاکستان نے بھارت کی جنگ بندی کی پیشکش قبول کر لی تھی۔ سفارتی رابطوں اور پس پردہ دباؤ سے ہم نے مغربی پاکستان کو انڈیا کے حملے اور اس کی فوجی بالادستی سے محفوظ کر لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی سوویت یونین سے ہمارے ایک بڑے تصادم کا خطرہ بھی ٹل گیا تھا۔ بھارت پاکستان جنگ میں جو خطرات مضمر تھے' وہ پاکستان کے مستقبل سے بھی زیادہ بڑے تھے--- اس قسم کے خطرات پہلے سے پھیلنا شروع ہوچکے تھے۔ ان میں ایک اہم مسئلہ یہ تھا کہ بڑی قوموں کو' جن کی پشت پر سوویت یونین کا ہاتھ تھا' کیا یہ اجازت دی جا سکتی تھی کہ وہ اپنے چھوٹے پڑوسیوں کو بالکل منہدم کر دیں۔ ہمارا خیال تھا کہ اگر ایک دفعہ اس اصول پر عمل کی اجازت دے دی گئی تو دنیا زیادہ غیر محفوظ اور زیادہ غیر متوازن ہو جائے گی۔

اس عرصے میں چین نے بے حد محتاط رویہ اختیار کیا۔ انہوں نے اپنی فوج انڈیا کی سرحد پر کھڑی کر دی لیکن وہ پاکستان کی امداد کے لیے بھارت پر حملہ کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔ انہیں اس خطرے کا علم تھا کہ سوویت یونین اسے چین پر حملے کا بہانہ بنا لے گا۔ چنانچہ چین نے عملی طور پر کوئی اقدام نہ کیا لیکن چینی فوج کی موجودگی نے بھارت کے فوجی ایکشن میں رکاوٹ ضرور پیدا کی۔

جنگ بندی کے تین دن بعد ہم نے اس جنگ کے چند اہم نکات چین کو لکھ بھیجے۔ ہم نے لکھا:

"امریکہ کی رائے میں جنوبی ایشیاء کے حالیہ واقعات سے بعض اہم نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ عوامی جمہوریہ چین اور امریکہ کو اب ایسی پوزیشن ہرگز اختیار نہیں کرنی چاہیے جس سے پراکسی کے ذریعے متحارب گروہوں کی جنگی کارروائیوں میں اضافہ ہو جانے کا امکان موجود ہو"۔

بھارت پاک بحران کی وجہ سے میرے دل میں اندرا گاندھی کے لیے جو عزت تھی' وہ کم ہوگئی۔ چند ماہ بعد--- مارچ 1972ء میں--- مہاتما گاندھی کی زندگی پر میں نے ایک فلم دیکھی۔ مہاتما گاندھی کا اندرا گاندھی سے کوئی رشتہ نہیں تھا۔ فلم دیکھنے کے بعد میں نے اس کا تاثر

اپنی ڈائری میں درج کر دیا۔ میں یہ ڈائری نومبر 1971ء سے لکھ رہا تھا۔ میرا تاثر یوں تھا:

"میں نے گاندھی کے قتل کا منظر دیکھا اور تشدد پر ان کے الفاظ سنے تو مجھے محسوس ہوا کہ بھارت کے موجودہ لیڈروں کا رویہ منافقانہ ہے--- میری مراد اندرا گاندھی سے ہے جو بھارت کے فاتحانہ پر پھڑپھڑا رہی ہے--- اور شاستری سے ہے جو تاشقند گیا تھا--- اندرا گاندھی نے ہمارے ساتھ بھی دوہرے کردار کا مظاہرہ کیا۔ جب انہوں نے پاکستان پر حملہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا تو اس وقت وہ میرے ساتھ واشنگٹن میں ملاقات کر رہی تھیں اور مجھے یقین دلا رہی تھیں کہ حملہ نہیں ہوگا۔ وہ لوگ جو کسی جواز کے بغیر طاقت استعمال کرتے ہیں' برے لوگ ہیں--- لیکن وہ لوگ بدترین ہیں جو دوسروں کو تو امن کا راستہ دکھاتے اور شانتی کا سبق دیتے ہیں لیکن خود طاقت استعمال کرنے میں تاخیر نہیں کرتے۔ اس قسم کے لوگ کسی ہمدردی کے مستحق نہیں ہیں"۔

انڈیا پاکستان بحران نے امریکہ میں بھی ایک بڑے واقعے کو جنم دیا تھا۔ 14 دسمبر تک ہم بے یقینی میں مبتلا تھے۔ ہمیں معلوم نہ تھا کہ انڈیا پاکستان پر حملہ کرے گا۔ اس دوران سنڈیکیٹ کے ایک کالم نگار جیک اینڈرسن کو وساگ (W.S.A.G) کی میٹنگوں (منعقدہ 2' 4 اور 6 دسمبر) کی کارروائیاں ہاتھ لگ گئیں اور اس نے یہ سب اخبارات کو فراہم کر دیں اور یہ چھپ بھی گئیں۔ ان کارروائیوں میں ہنری کسنجر نے جو تاثر دیا تھا' اس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ میرا جھکاؤ پاکستان کی طرف تھا اور میں دوسروں پر شدید دباؤ ڈال رہا تھا۔ اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے بعض ذرائع نے جو لائحہ عمل اختیار کر رکھا تھا' وہ بالعموم غیر جانبداری کا تھا۔ غیر جانبدارانہ طریق سے ہم سب پارٹیوں پر اپنا اثر و رسوخ بہتر طور پر استعمال کر سکتے تھے۔ سفارتی زاویوں سے جیک اینڈرسن کی رپورٹنگ ہمارے لیے شرمندگی کا باعث تھی۔ نیشنل سیکورٹی کے لحاظ سے بھی میرا یہ رویہ ناقابل برداشت تھا۔

وساگ کی خفیہ کارروائی کے عام ہو جانے پر مجھے صدمہ ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ وساگ (W.S.A.G) کی میٹنگوں میں صرف اعلیٰ عہدوں پر فائز فوج کے خفیہ اداروں کے افسر اور اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ارکان شریک ہوئے تھے۔ ہمیں معلوم ہوا کہ یہ خفیہ دستاویز ریئر ایڈمرل رابرٹ اوویلنڈر کے دفتر سے باہر گئی تھی۔ یہ دفتر جائنٹ چیفس آف سٹاف اور نیشنل سیکورٹی کونسل میں رابطہ قائم رکھتا تھا۔ مسٹر بڈ کروغ کو نیوی کے ایک افسر پر شبہ تھا جو مسٹر ویلنڈر کے دفتر میں کام کرتا تھا۔ مسٹر ینگ کو تحقیقات کے دوران معلوم ہوا کہ نیوی کا یہ افسر نیشنل سیکورٹی کونسل (N.S.C) کی دستاویزات کی نقول تیار کیا کرتا تھا۔

دستاویزات کی کاربن اور فوٹو کاپیاں تو جلا دی جاتی تھیں۔ یہ افسر بعض اوقات کسنجر اور ہیگ کے بریف کیس سے بھی دستاویزات نقول تیار کرنے کے لیے لے جاتا تھا۔ چنانچہ کسنجر جب چو این لائی کے ساتھ ملاقات کے لیے خفیہ مشن پر پیکنگ گئے تو اس افسر نے اس وقت ایک میمو کی نقل حاصل کرنے کے بعد پینٹاگان میں ایک بڑے افسر کو فراہم کی تھی۔ ہم سمجھتے تھے کہ یہ کارروائی اینڈرسن کے دفتر سے ہوئی ہے لیکن یہ نتیجہ شک و شبہ سے بالا نہیں تھا۔ دوسری طرف واقعاتی شہادت کافی مضبوط تھی۔ نیوی کا افسر اور اینڈرسن باہم شناسا تھے۔ وہ اس سے قبل بھی کئی دفعہ مل چکے تھے۔ سوال اب یہ نہیں کہ خفیہ اطلاع اس افسر نے اینڈرسن کو پہنچائی تھی یا نہیں' حقیقت یہ ہے کہ اس خبر کے نکل جانے سے جائنٹ چیفس آف سٹاف (J.C.S) اور وائٹ ہاؤس کے تعلقات میں شدید بدمزگی پیدا ہو گئی تھی۔

مجھے اس پر شدید حیرت ہوئی۔ میری پریشانی کا ایک باعث یہ تھا کہ جائنٹ چیفس آف سٹاف وائٹ ہاؤس کی جاسوسی کر رہا تھا۔ اب میں یہ بات کسی تکلف کے بغیر لکھ رہا ہوں کہ میں اس کیس کی تحقیقات کرانے کے بارے میں متذبذب تھا۔ وجہ یہ کہ اگر تحقیقات آگے بڑھائی جاتی تو بہت سے دیگر حساس امور بھی صحافیوں کے ہاتھ لگ جاتے اور وہ ان کا حلیہ مکمل طور پر بگاڑ دیتے۔ اس کا نقصان امریکی افواج کو ہوتا جو اس وقت ملک میں شدت سے زیر تنقید تھی۔

واقعاتی اطلاع جو اینڈرسن کو فراہم کی گئی تھی' وہ قائل کر دینے والی تھی۔ لیکن اس قسم کا عمل برداشت کرنا ممکن نہیں تھا۔ میں نے اپنی ڈائری میں لکھا:

"مجھے تشویش اس بات کی ہے کہ یہ کہانی بھی ایلس برگ کمپلیکس کی طرح ہے جس کے تحت اس افسر نے خفیہ بات کو منکشف کر دیا۔ وائٹ ہاؤس کی جاسوسی صحت مند عمل نہیں۔ لیکن مجھے اس پر کوئی خاص حیرت نہیں۔ لیکن "ٹاپ سیکرٹ انفریشن" کو محض اس لیے کالم نگار کے حوالے کر دینا کہ وہ شخص انڈیا کے بارے میں ہماری پالیسی سے اختلاف رکھتا تھا--- ایک ایسا کام ہے جسے ہر قیمت پر روکنا اشد ضروری ہے"۔

میں سمجھتا تھا کہ اس افسر کے خلاف مقدمہ قائم کرنا بے حد خطرناک ہوگا۔ وہ کسنجر کے ساتھ کئی خفیہ مشنوں پر جا چکا تھا۔ بہت سی اہم خفیہ دستاویزات اس کی دسترس میں تھیں۔ یہ راز اگر طشت از بام ہو جاتے تو چین اور ویت نام کے ساتھ ہمارے تعلقات کو شدید نقصان پہنچتا۔ اس صورت میں متذکرہ مقدمہ ایک "ٹائم بم" کی طرح تھا جو چل جاتا تو بہت کچھ تباہ ہو جاتا۔ لہٰذا ہم نے اس افسر کو دور دراز کے ایک مقام اوریگان میں تبدیل کرنے پر اکتفا کیا۔ اس کی نگرانی سخت کر دی

گئی' اس کی باتیں ٹیپ کی جانے لگیں۔ مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ کیا وہ اس قسم کی ناجائز سرگرمیوں میں اب بھی ملوث ہے یا وہ ان سے کنارہ کشی اختیار کر چکا ہے۔ اطمینان کی بات یہ ہے کہ اس کے بعد اس نے اس قسم کی کوئی حرکت نہیں کی۔

جنرل گل حسن کے لرزہ خیز انکشافات

میں نے مشرقی پاکستان کا آخری دورہ اکتوبر 1971ء میں کیا تھا۔ اس دورے کے دوران میں نے مشرقی پاکستان کو نسبتاً زیادہ وسعت سے دیکھا۔ کمانڈروں سے ملا اور ان سے موجودہ حالات پر گفتگو کی۔ وہ سب یہ حقیقت معلوم کرنے کے لیے بے تاب تھے کہ حکومت نے مشرقی پاکستان کے بحران کو حل کرنے کے لیے کیا منصوبہ بنایا ہے۔ میرے لیے شرمندگی کا باعث یہ تھا کہ میں ان امور سے خود لاعلم تھا اور ان کی معلومات میں رتی بھر اضافہ نہیں کر سکتا تھا۔ جنرل ہیڈ کوارٹر نے ان مسائل پر' جو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے دفتروں میں کام کرنے والے افسروں کے جسم و روح پر بوجھ بنے ہوئے تھے--- کبھی بحث و مباحثہ کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ اور چیف آف آرمی سٹاف اپنی دانش میں دوسروں کو شامل کرنے پر آمادہ نہیں تھے اور دانش کی اس روشنی کی ایک چھوٹی سی کرن کا مجھ تک پہنچنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

اس صورت حال سے ہمارے فوجی جوانوں کے ذہن پر جو دباؤ تھا' وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں' اس کے باوجود ان کے حوصلے برقرار تھے اور وہ خاصے شادمند نظر آتے تھے۔ مشرقی پاکستان دنیا کا گنجان آباد خطہ ہے۔ اس دورے کے دوران میں نے بہت نیچی پرواز کی تھی۔ میں نے دیکھا کہ شہروں میں بالکل کوئی رونق نہیں تھی۔ سڑک پر جیپ کے ذریعے سفر کرتے ہوئے میں یہ اندازہ کر سکتا تھا کہ مادر وطن کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ اگرچہ مکتی باہنی کے باغیوں پر بڑے پیمانے پر قابو پا لیا گیا تھا لیکن مشرقی کمانڈر ہیڈ کوارٹر سے صادر ہونے والی رپورٹوں میں بہت تضاد تھا۔ میں اپنے سٹاف آفیسر میجر جاوید ناصر کے ساتھ چٹاگانگ سے' جو اس دورے کا آخری سرا تھا' واپس ڈھاکہ آ رہا تھا کہ ہمارا ہوائی جہاز طوفان میں گھر گیا۔ ڈھاکہ نے ہمیں ہدایت کی کہ ہم واپس چٹاگانگ چلے جائیں۔ ہم نے واپسی پر ایک بڑے ہوٹل میں قیام کیا لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ اتنے بڑے ہوٹل میں ہمارے سوا کوئی اور مسافر فروکش نہیں تھا۔ استقبالیہ پر جو شخص موجود تھا' وہ بھی سہا سمٹا اور ڈرا ہوا تھا۔

دوسری صبح میں نے ڈھاکہ جانے کے بجائے کھلنا جانے کا فیصلہ کیا۔ ماہ مارچ کے فوجی ایکشن کے بعد میں وہاں نہیں گیا تھا۔ ہوائی جہاز میں عام مسافر بھی سوار تھے۔ مجھے ان میں ایک شناسا چہرہ حسکی بیگ (Huski Beg) نظر آیا۔ وہ یورپین ہاؤس میں میرا کمانڈنگ افسر تھا۔ میں اس کا ایڈجوٹنٹ تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حسکی بیگ نے بڑے شوق سے پالی ہوئی اپنی گھمبیر مونچھیں منڈوا دی تھیں۔ ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے ڈھاکہ میں کاروبار شروع کر دیا تھا۔ وہ ایک بے حد شریف' نرم دل اور بااصول انسان تھے لیکن مکتی باہنی کو اس سے غرض نہیں تھی۔ وہ ان کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ حسکی بیگ نے مونچھیں منڈوا کر چہرہ تبدیل کر لیا تھا اور اب وہ جان بچاتے پھر رہے تھے۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے انہیں محفوظ مقام پر پہنچا دیا۔ ملٹری ہیڈ کوارٹر سے جو خوشگوار خبریں فراہم کی جا رہی تھیں ان کے بارے میں اسے کچھ علم نہیں تھا۔

میں نے کھلنا میں کرنل شمس سے ملاقات کی۔ وہاں میں نے ایک وائرلیس پیغام سنا جو میجر جلیل کا تھا۔ میجر جلیل میرے ساتھ ایک آرمڑ ڈویژن میں کام کرتا تھا۔ لیکن اس نے باغیوں کی قیادت کرنے کے لیے نوکری چھوڑ دی تھی۔ اب وہ مفرور ہو گیا تھا۔ مجھے اس کا پیغام سن کر دکھ ہوا۔ کیا اختلاف کی خلیج اتنی وسیع ہو گئی تھی؟ مشرقی بنگال اپنی قسمت کا فیصلہ کر چکا تھا؟ کیا ہماری حکومت مصالحت کی کوششوں میں وقت ضائع کر رہی تھی؟ اس وقت ہماری فوج بھارتی سرحد پر متعین تھی۔ پاکستانی حکومت کا خیال تھا کہ ابھی تک باغیوں نے "بنگلہ دیش" قائم نہیں کیا۔ چنانچہ رضاکاروں کی سرپرستی کی جا رہی تھی۔ انہیں پلوں اور بجلی گھروں کی حفاظت پر متعین کیا گیا تھا۔ ہماری فوجی یونٹیں جگہ جگہ بکھری ہوئی تھیں۔ اس وجہ سے ان کا ذاتی تشخص ختم ہو چکا تھا۔ ان میں باہمی رابطہ مفقود تھا۔ یوں لگتا تھا کہ حکومت نے آپریشن کا جو پلان بنایا تھا اس کی ہدایات پر کوئی بھی توجہ نہیں دے رہا تھا۔ ہدایات کچھ یوں تھیں کہ اگر بھارت حملہ کر دے تو سب یونٹ اسے اپنے سیکٹر میں اکٹھے ہو جائیں اور ڈھاکہ کی طرف بڑھنا شروع کر دیں۔ ہمارے خفیہ محکمے نے اطلاع دے دی تھی کہ بھارت معاملہ ختم کرنے پر اتر آیا ہے لیکن ایسٹرن کمانڈ نے اس پر توجہ نہ دی۔ میں نے اس مسئلہ پر جنرل نیازی سے گفتگو کی تو انہوں نے جواب دیا کہ:

"سی ایم ایل اے ہیڈ کوارٹر نے واضح کر رکھا ہے کہ مشرقی پاکستان کی ایک انچ زمین بھی دشمن کے حوالے نہیں کی جائے گی"۔ ان کا خیال تھا کہ نہ صرف صورت حال اب بدل چکی ہے بلکہ بھارت کے ارادوں میں بھی تبدیلی آ گئی ہے۔

ڈھاکہ سے واپس اسلام آباد آ کر میں نے چیف آف آرمی سٹاف کو اپنے مشاہدات بتائے۔ تاہم انہیں اب بھی امید تھی کہ ہم ملبہ صاف کر دیں گے اور اس مشکل مرحلے سے نکل آئیں گے لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ "یہ سب کس طرح ہو گا" وہ جنرل نیازی کی رپورٹوں پر مکمل انحصار کر رہے تھے۔ افسوس کی بات یہ تھی کہ میں جو کچھ کہہ

رہا تھا' اس کو سمجھنے کی کوشش تک نہیں کی گئی۔

مارشل لاء کے اعلان کے بعد پرنسپل سٹاف افسر کی طرف سے کسی کو صدر سے ملاقات کا موقع نہیں دیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ذوالفقار علی بھٹو کو بھی بعض اوقات کمرے میں انتظار کرنا پڑتا تھا۔ ان سے بھی مشورہ نہیں کیا گیا۔ اب بھی سابقہ پلان کو ضرورت کے مطابق تبدیل کرنے کا موقع موجود تھا۔ لیکن ظاہر یہ ہوتا تھا کہ چیف آف آرمی سٹاف نے میرے مشاہدات اور ان سے اخذ شدہ نتائج صدر تک نہیں پہنچائے تھے بلکہ انہوں نے ان سے اپنی خوش خیالیوں کا تذکرہ ہی کیا ہوگا۔ میرے خیال میں فوجی اور سیاسی مقاصد میں بہت بڑا فرق موجود تھا اور مسائل کے حل کی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ ایسٹرن کمانڈ کو دوہرے احکام دیے گئے تھے۔ ان سب کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔ میرا خیال تھا کہ جب تک ہماری فوج مشرقی پاکستان کے سیاسی مشن کی تکمیل سے بری الذمہ نہیں ہوگی' کامیابی کے آثار نظر نہیں آئیں گے لیکن چیف آف سٹاف اپنے پٹھو کو کمانڈر ایسٹرن مقرر کر چکے تھے اور اب وہ اس کی حمایت پر مجبور تھے۔ انجام و عواقب پر ان کی نظر نہیں تھی۔

اس روز جب میں چیف آف آرمی سٹاف کے دفتر سے نکلا تو میرا دل بوجھل تھا۔ ذہن الجھا ہوا تھا۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا اور اس کے مطالعے کے لیے کہری فوجی ذہانت کی ضرورت نہیں تھی۔ اسے تو ایک عام میجر بھی سمجھ سکتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ باہر سے ہم پر جنگ ٹھونس دی گئی تو ملک کے باغی جمع ہو کر دشمن کو امداد فراہم کریں گے۔ اس وقت اگر ڈھاکہ کی طرف ہماری فوج نے بڑھنے کی کوشش کی تو ہمیں کامیابی نہیں ہوگی۔ اس وقت ہم اگلے محاذ پر بھارتیوں سے اور اندرونی محاذ پر مکتی باہنی کے باغیوں سے لڑ رہے ہوں گے۔ مجھے معلوم ہوا کہ میری ناصحانہ گفتگو کے بعد چیف آف آرمی سٹاف ڈھاکہ پرواز کر گئے۔ وہ واپس آئے تو انہوں نے مجھے بتایا "بھارتی حملے کی صورت میں جنرل نیازی حالات کو قابو میں رکھ سکتا ہے"۔

میں نے کہا: "ان سے توقع تو یہی کی جا رہی ہے لیکن گراؤنڈ پر ایسی صورت نظر نہیں آتی"۔ جنرل حمید پر اس بات کا کوئی اثر نہ ہوا۔ لہٰذا میں دفتر سے اٹھ کر باہر آگیا۔

اس کے بعد میں نے فوج کے تین بڑے افسروں سے جن میں بریگیڈیر (بعد میں میجر جنرل) انور قریشی بھی شامل تھے' اپنے خدشات کا اظہار کیا۔ وہ سب میرے "سروے" سے متفق تھے۔ ہم تینوں کا خیال تھا:

"دشمن کی فوج کسی مقابلے کے بغیر ہی مشرقی پاکستان پر قبضہ کر لے گی"۔

میں نے انہیں کہا کہ ہم تینوں چیف آف آرمی سٹاف سے ملیں۔ ممکن ہے کہ ہماری متفقہ رائے کچھ موثر ثابت ہو۔ میٹنگ کے بعد ڈائریکٹر ملٹری آپریشن (D_M_O) وہیں رک گئے اور مجھ سے کہا:

"اس مسئلے سے نجات کی صورت ایک ہی ہے کہ میں صدر سے ملاقات کروں اور ایسٹرن کمانڈر جو خوش رنگ اور دلربا رپورٹیں بھیج رہا ہے' اس کی حقیقت کھول کر بیان کروں"۔

میں صدر سے ملنے کے لیے تیار تھا لیکن مجھے یقین تھا کہ چیف آف آرمی سٹاف (جنرل عبدالحمید) سمجھیں گے کہ میں نے انہیں "بائی پاس" کیا ہے اور صدر کو جنرل حمید سے مشورہ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ ایگزیکٹو ہدایت جاری کرنے کا اختیار جنرل حمید کے پاس تھا۔ میرے اس اقدام سے جنرل ہیڈ کوارٹرز اور فوج میں اچھے اثرات پیدا نہیں ہوں گے۔ چنانچہ میں نے یہ تجویز مسترد کر دی۔

اگلے دن ڈائریکٹر ملٹری آپریشن' ڈائریکٹر ملٹری انٹیلی جنس اور میں تینوں مل کر چیف آف آرمی سٹاف کے دفتر گئے۔ ہم نے دیکھا کہ سی او ایس کی ایش ٹرے جلے ہوئے سگریٹ کے ٹکڑوں سے بھری پڑی تھی اور وہ چین سموکنگ کر رہے تھے۔ ڈی ایم او اور ڈی ایم آئی نے مشرقی پاکستان آپریشن کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کیے۔ جنرل حمید نے ہماری بات غور سے سنی پھر انہوں نے جنرل نیازی کو جو ہدایات دی تھیں ان کی تفصیل بتائی۔ ان کا خیال تھا کہ جنرل نیازی کو معلوم ہے کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور کیا کرنا چاہیے۔ اس کے بعد انہوں نے ہماری طرف اس طرح دیکھا جیسے جنرل نیازی کو مشرقی پاکستان میں متعین کرانے کے ذمہ دار ہم تھے۔ وہ بولے:

"جب ایک شخص کو ذمہ داری سونپ دی گئی ہے تو اسے چمچے سے دودھ پلانے کی ضرورت نہیں--- آپ اسے اپنی بہترین عقل سے کام کرنے دیں"--- اس وقت ہمیں احساس تھا کہ ہم ابلتے ہوئے تیل کے الاؤ میں گر چکے ہیں۔

چند دنوں کے بعد میجر جنرل جمشید چیف آف سٹاف ایسٹرن کمانڈ جنہیں بعد میں ڈھاکہ کے دفاع کی ذمہ داری سونپی گئی تھی ہمیں حالات بتانے کے لیے آئے لیکن انہوں نے بھی کوئی نئی بات نہیں بتائی۔ وہ سرحدی علاقے میں لڑائی کے بعد ڈھاکہ کے دفاع کو اہمیت دے رہے تھے۔ ہم نے کہا اس صورت میں ڈھاکہ کے چاروں طرف دفاعی مورچے بنا لینے ضروری ہیں۔ جنرل جمشید نے بتایا کہ یہ انتظامات کر لیے گئے ہیں۔

ہم میں سے ایک افسر نے کہا: "دو ہفتے قبل تو ہمیں یہ مورچے کہیں نظر نہیں آئے" اس کا جواب آئیں بائیں شائیں کر دیا گیا۔ سی او ایس نے یہ سمجھ کر میٹنگ برخواست کر دی کہ ہمیں مطمئن کر دیا گیا ہے لیکن اس میٹنگ کا حاصل بھی یہ تھا کہ جب دشمن کا حملہ ہوگا تو ایسٹرن

کمانڈ نیند سے اونگھ رہی ہوگی۔

کچھ عرصہ قبل ایسٹرن کمانڈ نے دو ڈویژن فوج مانگی تھی۔ اس میٹنگ کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ انفنٹری کے پانچ بٹالین ڈھاکہ بھیج دیے گئے۔ اس سے زیادہ فوج بھیجنا ممکن نہ تھا۔ ہمیں یقین تھا کہ مشرقی پاکستان میں جب دشمن ہمارے کمزور ٹھکانوں پر قابو پا لے گا تو جنگ کا دائرہ پھیل جائے گا۔ ہماری حکومت کی ہدایت یہ تھی کہ مشرقی پاکستان پر حملے کو پورے پاکستان پر حملہ تصور کیا جائے۔ مغربی پاکستان سے حملہ کیے بغیر ہم دشمن کا زور توڑ نہیں سکتے تھے۔ ایسٹرن کمانڈ کی یہ درخواست بھی مان لی گئی تھی کہ مشرقی پاکستان میں فوج کے چند نئے ایڈہاک (Adhoc) ہیڈ کوارٹرز بھی قائم کر دیے جائیں۔ وجہ یہ تھی کہ ٹروپس جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے اور ان پر ہیڈ کوارٹر کا مجموعی کنٹرول کمزور پڑ سکتا تھا۔ مجھے اس فیصلے پر حیرت ہوئی۔ اس کا مطلب تو یہ تھا کہ ایسٹرن کمانڈ مختلف سیکٹروں میں دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے ارتکاز قائم رکھنا نہیں چاہتی تھی۔

حقیقت یہ تھی کہ ہماری باقاعدہ فوج مارچ 1971ء سے جنگ کی حالت میں تھی اور اب تھک چکی تھی۔ فوجی جوانوں کو مغربی پاکستان سے بچھڑے ہوئے ایک عرصہ ہوگیا تھا۔ انہیں یہ بھی علم نہیں تھا کہ ان کی حکومت حالات کو معمول پر لانے کے لیے کیا کر رہی ہے۔ فوجی یونٹوں کو مشرقی پاکستان کی سول آرمڈ فورسز کے ساتھ ملا دیا گیا تھا۔ چنانچہ ہماری افواج اندرونی اور بیرونی خطروں سے دو چار تھی۔ سرحد کی چوکیوں پر دشمن نے نومبر میں باقاعدہ گولہ باری شروع کر دی تھی اور بعض اوقات مکتی باہنی کے تعاون سے باقاعدہ حملہ بھی کر دیا جاتا تھا۔ بعض اہم مقامات پر پاک فوج نے مورچے سنبھال رکھے تھے۔ دشمن ان پر بھی ضربیں لگاتا رہتا تھا۔ مجھے سمجھ نہیں آتا تھا کہ ڈھاکہ کا دفاع کس طرح ہوگا۔ چونکہ ملک کے اندرون باغیوں کا دباؤ بھی بہت زیادہ تھا اس لیے میری امیدیں ٹوٹ رہی تھیں۔

نومبر تک مجھے یقین ہوگیا کہ ہم جنگ کو طول نہیں دے سکیں گے لیکن اگر ڈھاکہ کا دفاع کر لیا گیا تو یہ دفاع لمبا بھی ہو سکتا تھا۔ ڈھاکہ کے مشرق اور مغرب کی طرف دریا موجود ہیں اور یہ دفاع میں بہت مدد دیتے ہیں لیکن ہم اس بات کو سی او ایس کے ذہن نشین نہیں کرا سکے۔ صرف ایک بات پر سب یقین کر رہے تھے کہ طوفان پھیل جائے گا اور عالمی آواز بھارت کے خلاف اٹھ کھڑی ہوگی۔ تاہم میں نے ضروری سمجھا کہ اپنا واویلا مچاتا رہوں۔ شاید کبھی جنرل حمید کے کان میں میری بات پڑ جائے۔ میں نے ڈی ایم او کو یہاں تک کہہ دیا کہ جب مغربی پاکستان پر حملہ ہوگا تو اس وقت بھی ہمارا حشر برا ہوگا۔ جنرل حمید وہی کچھ کریں گے جو ان کے درباری انہیں سمجھا رہے ہیں۔

نومبر میں اطلاع آگئی کہ بھارت نے مشرقی پاکستان کی سرحدوں پر آٹھ' دس ڈویژن فوج لا کھڑی کی ہے۔ ان میں سے دو ڈویژن شمال میں' تین مغرب میں اور تین ڈویژن مشرقی جانب تھے۔ ان کے پاس آرٹلری اور دیگر ہر قسم کا "پیرا فرینلیا" تھا۔ 3 کور ہیڈ کوارٹر کے پاس ان کی کمانڈ تھی۔ پیرا شوٹ بریگیڈ اور متعدد دوسرے آزاد بریگیڈ اس کے علاوہ تھے۔ ایئر فورس کے دس جیٹ فائٹروں کے سکواڈرن زمینی فوج کی حفاظت فضا سے کرنے کے لیے موجود تھے۔ ان کے پیچھے بارک پور کے مقام پر بکتر بند گاڑیوں میں قطاریں تھیں جن پر روسی نشانات کندہ تھے۔ جنوب کی طرف خلیج بنگال میں انڈین نیوی کے جہاز لنگر انداز تھے۔ ان میں ایئر کرافٹ کیریئر "وکرنٹ" (Vicrant) بھی شامل تھا۔ دوسری طرف اس تیاری میں بھارتی لیڈر زبردست پروپیگنڈے میں مصروف تھے۔ جس سے ظاہر ہے کہ بھارت صرف فوج پر انحصار کر رہا تھا بلکہ وہ اپنی زبان کے گولے بھی چلا رہا تھا-----

میں نے 16 نومبر کو جنرل حمید سے ملاقات کی تو انہوں نے کہا کہ ان کے اور جنرل نیازی کے سامنے پوری تصویر موجود ہے اور اب انہیں مزید ہدایات دینے اور انہیں پریشان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس سے میری پژمردگی کچھ مزید بڑھ گئی۔ دو دن کے بعد مجھے سی او ایس نے ہدایت کی کہ میں جنرل نیازی کو اطلاع کر دوں کہ عید کے دن 20 نومبر کو بھارت حملہ کرنے والا ہے۔ میں نے یہ سگنل ڈھاکہ بھیج دیا۔ اسی دن ڈی ایم او اور ڈی ایم آئی پھر میرے پاس آئے اور کہا کہ میں چیف آف آرمی سٹاف سے کہوں کہ وہ ایسٹرن کمانڈ کو سیاسی مقاصد ترک کرنے کا حکم دیں اور بھارتی حملے کا مقابلہ کرنے کے لیے نئی صف بندی کریں۔ یہ بات پرانی تھی۔ تاہم میں نے اس کی تجدید کر دی لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات تھا۔

اب میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا۔ میں جی ایچ کیو میں تنہا ڈپریشن میں مبتلا تھا۔ تنگ آکر میں نے سی او ایس سے لاہور جانے کی اجازت مانگی۔ وہ میری اس درخواست سے خوش ہوگئے کہ میں ہیڈکوارٹر سے باہر جا رہا تھا۔ 31 نومبر کو واپسی پر ڈی ایم آئی نے مجھے بتایا کہ دشمن نے مشرقی پاکستان کے بارڈر پر متعدد مقامات سے حملہ کر دیا ہے۔ بعض مقامات تو وہی تھے جہاں دونوں ملکوں میں پہلے بھی جھڑپیں ہوتی رہی تھیں۔ میں نے چیف آف آرمی سٹاف کو اطلاع دی اور اگلے دن حالات کا جائزہ لینے کے لئے آپریشن روم میں میٹنگ کرنے اور اس میں صدر کو بلانے کی درخواست کی۔

انہوں نے مجھے بتایا کہ "صدر صاحب اگلے دن سیالکوٹ جا رہے ہیں اور میں ان کے ساتھ جاؤں گا" میں ان کی بات سن کر سکتے میں آگیا' میری پیشانی پر پسینہ آگیا' دم گھٹنے لگا۔ ٹھنڈی ہوا کھانے کے لئے

میں چھت پر چلا گیا۔ میں نے واپس آکر پھر کہا کہ "سیالکوٹ میں ایسا کوئی ضروری کام تو نہیں ہے۔"

جواب دیا گیا "اگر صدر نے دورہ منسوخ کر دیا تو جوانوں کو شدید مایوسی ہوگی۔"

میں نے فون نیچے رکھ دیا اور سوچنے لگا "مشرقی پاکستان میں جوانوں کو اگر یہ بات معلوم ہوگئی تو انہیں کتنا غصہ آئے گا۔"

22 نومبر کو میں نے ایئر چیف سے کہا کہ وہ بریفنگ کے لئے آپریشن روم میں آجائیں' بریفنگ کے بعد میں نے دریافت کیا کہ شام کو جب صدر سیالکوٹ سے واپس آئیں گے تو کیا وہ میرے ساتھ ان کے استقبال کو چلیں گے؟ انہوں نے وعدہ کیا "ضرور چلیں گے۔"

ہوائی جہاز سے اترتے ہی ہم نے صدر کو مشرقی پاکستان کی بے حد خطرناک صورت حال بتائی اور گزارش کی کہ بعض اہم فیصلوں کے لئے وہ ہمارے ساتھ آپریشن روم میں تشریف لے چلیں۔ اس وقت جنرل حمید (سی او ایس) پاس کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا "صدر تھکے ہوئے ہیں۔ وہ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد آئیں گے"-----

میں نے صدر کے چہرے پر ایک اور نظر ڈالی۔ مجھے تھکن کے آثار دکھائی نہ دیئے۔ صدر نے بھی میرے اضطراب کا اندازہ لگا لیا اور وہ ہمارے ساتھ جی ایچ کیو آگئے۔ ہم نے صورت حال ان کے سامنے پیش کر دی لیکن انہوں نے کوئی رائے نہیں دی' بلکہ کہا کہ ہم چھ بجے ان کے گھر آجائیں گے' اس وقت تک وہ اس مسئلے پر غور کر چکے ہوں گے۔ پورے چھ بجے سول اور ملٹری افسروں کی میٹنگ شروع ہوئی۔

صدر نے مجھ سے سوال کیا: "مشرقی پاکستان میں کیا کرنا چاہیے؟"

میں نے کہا: "ہماری حکومت اور سابقہ حکومتوں نے یہ ہدایت کر رکھی ہے کہ اگر مشرقی پاکستان پر حملہ ہو تو اس کو بچانے کے لئے مغربی پاکستان سے حملہ کیا جائے۔ یہ پلان منظور شدہ ہے اور اب اس پر جس قدر فوری عمل ہوگا' بہتر ہوگا۔ دشمن نے مغربی پاکستان کی سرحد سے فوجیں مشرقی بارڈر پر منتقل کر دی ہیں اور ہمارے لیے حالات سازگار ہیں۔ جنگ کی صورت میں دشمن مشرقی سرحد سے اپنی کچھ فوج ہٹالے گا اور موجودہ آپریشن میں رخنہ اندازی پڑ جائے گی۔"

یہ سن کر صدر نے کہا "تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس وقت ہم بے حد سنجیدہ مذاکرات کر رہے ہیں۔ مغربی سرحد پر محاذ کھولنے کی صورت میں ان مذاکرات پر منفی اثر پڑے گا۔" یہ کہہ کر انہوں نے جنرل حمید کی طرف دیکھا۔ جنرل حمید نے تائید میں سر ہلایا۔ ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ سنجیدہ مذاکرات کس سے ہو رہے تھے۔ صدر نے دفتر خارجہ کے ایک افسر کو ہدایت کی کہ وہ اقوام متحدہ کو پیغام بھیجیں کہ انڈیا نے مشرقی پاکستان پر حملہ کر دیا ہے اور یہ بات سیکرٹری جنرل کے علم میں لائی جائے۔ میٹنگ کسی بامعنی نتیجے پر پہنچے بغیر ختم ہوگئی۔

اگلے چند دنوں میں مشرقی پاکستان کی پوری سرحد پر بھارت کی فوجی پیش قدمی کی خبریں آتی رہیں۔ میں نے چیف آف آرمی سٹاف پر مغرب میں کاروائی کرنے پر زور دیا لیکن وہ مذاکرات پر اعتماد کئے بیٹھے تھے' جن کی ابتدا ہو چکی تھی۔ اس دوران یہ خبر آئی کہ ایسٹرن کمانڈ دشمن کو اپنے علاقے سے نکالنے میں مصروف تھی اور یہ کام وہی تھا جو بھارت ہم سے کروانا چاہتا تھا' یعنی بھارت بارڈر پر ہماری فوج کو الجھا کر درمیان کی خالی جگہوں سے مشرقی پاکستان کے اندر گھس آنا چاہتا تھا۔ مشرقی کمان دشمن کے اس منصوبے سے ناآشنا تھی۔ آرمی چیف اب بھی یہی سمجھتے تھے کہ جنرل نیازی دشمن کے چھکے چھڑا رہا ہے۔ اس پر کاری ضربیں لگا رہا ہے۔ کم از کم نیازی کی رپورٹوں سے یہی بات ظاہر ہوتی تھی۔

یہاں نیازی کی ایک اور نااہلی کا واقعہ بیان کرنا ضروری ہے۔ قارئین جانتے ہیں کہ 1965ء کے بعد فوجی ضروریات کا زیادہ حصہ چین فراہم کر رہا تھا۔ 21 نومبر کو جب بھارت نے حملہ کیا تو چین کا ایک جہاز اسلحہ لے کر آرہا تھا۔ کچھ اسلحہ چٹاگانگ میں مشرقی کمان کے لئے اتارا جانا تھا۔ جب مشرقی پاکستان پر حملہ کیا گیا تو میں نے ڈیفنس سیکرٹری سے کہا: "اب یہ جہاز چٹاگانگ رکنے کے بجائے سیدھا کراچی چلا جائے گا" مجھے خطرہ تھا کہ یہ اضافی اسلحہ دشمن کے ہاتھ لگ جائے گا۔ غیاث صاحب میری بات مان گئے۔ اگلے دن جب مجھے معلوم ہوا کہ چینی اسلحہ کا جہاز چٹاگانگ لنگرانداز ہوگیا ہے تو چوٹ میرے دل پر لگی۔ نیازی نے حکم دیا تھا کہ اس حصے کا اسلحہ چٹاگانگ ہی میں "ان لوڈ" کر دیا جائے۔

میں نے غیاث کو صورت حال بتائی اور نیازی کو فون کیا کہ اگر اسلحہ جہاز سے اتار لیا گیا ہے تو اسے رکھ لیں' بصورت دیگر ایک ٹینک بھی جہاز سے نہ اتاریں۔

نیازی نے جواب دیا انہیں ٹینکوں کی سخت ضرورت ہے۔

میں نے پوچھا: "یہ ٹینک کون چلائے گا؟"------ مجھے معلوم تھا کہ مشرقی پاکستان میں 24 ایم کے امریکی ٹینک تھے۔

نیازی بولا: "یہ بات مجھ پر چھوڑ دو"۔

میں نے پوچھا: "چٹاگانگ سے ٹینک محاذ پر کس طرح پہنچائے جائیں گے؟"

نیازی نے جواب دیا: "یہ بھی مجھ پر چھوڑ دو"۔

میں راولپنڈی میں بیٹھ کر اندازہ کر سکتا تھا کہ یہ سب ممکن نہیں تھا لیکن نیازی اس پر غور نہیں کر رہا تھا۔ چٹاگانگ سے ٹینک یا تو دریا کے راستے یا ریل کے ذریعے لے جائے جاسکتے تھے۔ ان دونوں وسائل پر باغیوں کا قبضہ تھا۔ اس کے علاوہ اتنے بھاری ٹینکوں کے لئے مناسب قسم کے دریائی کرافٹ بھی موجود نہیں تھے۔

اب میں نے نیازی سے یہ کہنا ضروری سمجھا کہ ٹینک دوبارہ جہاز پر لاد کر کراچی روانہ کر دیئے جائیں' یہ حکم ہے۔

لیکن نیازی نے کہا وہ خود چیف آف آرمی سٹاف سے بات کر لے گا۔ میں نے اس سے اندازہ لگا لیا کہ نیازی کو اس بات کا علم ہی نہیں تھا کہ اس کے اطراف و جوانب کیا ہو رہا تھا۔ اسے معلوم ہونا چاہیے تھا کہ فوجی علاقے سے باہر ہمارا عوام پر کسی قسم کا کنٹرول نہیں تھا۔ سارے ملک پر باغی چھائے ہوئے تھے۔ پھر کیا چینی ٹینک چلانے کی مشق ایک دن میں ہو سکتی تھی؟ اس دوران غیاث نے مجھے بتایا کہ جہاز تیز رفتاری سے مغربی پاکستان کو چل پڑا ہے۔ ہماری خوش قسمتی یہ تھی کہ اسلحہ بردار جہاز مغربی بازو میں جنگ سے قبل کراچی پہنچ گیا۔

اگلے چند دنوں کے دوران ایسٹر کمانڈ نے کچھ اس قسم کی رپورٹیں بھیجیں کہ دشمن کا حملہ پسپا کر دیا گیا ہے لیکن 3 دسمبر کو جب باقاعدہ جنگ چھڑ گئی اور مغرب سے بھارت پر پاکستان نے ہوائی حملہ کر دیا تو حالات دگر گوں ہونے لگے۔ یہ ایسٹرن کمانڈ اب بھی سرحدی ناکوں پر ڈٹی ہوئی تھی۔ اس نے چند مضبوط مقامات پر فوج لگا رکھی تھی۔ اور اس کا مطلب تھا---- شکست------ لیکن نیازی کی رپورٹیں اب بھی کامیابی کی خبروں سے جگمگا رہی تھیں۔ وہ صدر کو اپنے سرپرست---- چیف آف آرمی سٹاف جنرل حمید---- کو خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا۔

چھ دسمبر کو ڈی ایم او نے المناک خبر دی کہ ایسٹرن کمانڈ اور اس کے ڈویژنوں کے پاس کوئی ریزرو فوج موجود نہیں۔ ڈھاکہ کے دفاع کی ذمہ داری میجر جنرل جمشید کے سپرد کر دی گئی تھی جو ایک عمدہ اور بہادر سپاہی تھے۔ انہوں نے پانچ ہزار آدمی جمع کرنے کے علاوہ انہیں مختلف قسم کے ہتھیاروں سے بھی لیس کر دیا۔

9 دسمبر کو اسلام آباد کے لوگوں کا اعتماد متزلزل ہو گیا۔ وہ جنرل نیازی کی بہادری پر یقین رکھتے تھے لیکن ان کی رائے بدل گئی تھی۔ ایسٹرن کمانڈ نے پہلی دفعہ حالات کی صحیح صورت حال دکھائی۔ ایک سچا ڈسپیچ ارسال کیا تھا۔ اس کا خلاصہ کچھ یوں تھا:

"دشمن کے حملے اور مکتی باہنی کی بغاوت کی وجہ سے ڈھاکہ کے دفاع کے لیے فوج دستیاب نہیں۔ دشمن کے ہوائی حملوں نے بڑے پیمانہ پر تباہی مچا دی ہے۔ ڈھاکہ کو بچانے کے لئے فوج فضائی راستہ سے ڈھاکہ میں اتار دی جائے' مشرقی پاکستان کے گرد جمع دشمن کی فوج پر ہوائی حملے کئے جائیں۔"

قیامت کا دن آخر آ گیا تھا۔ یوم حساب شروع ہو چکا تھا۔ یہ اطلاع ملنے پر میں اپنی قسمت پر غور کرنے لگا۔ مجھے سب سے پہلے یہ خیال آیا کہ اگر نیازی صورت حال سے باخبر رکھتے تو کتنا اچھا ہوتا؟ انہوں نے "سب ٹھیک ہے" کہہ کر مدہوش کیے رکھا۔ انہوں نے اپریل 1971ء میں ایسٹرن کمانڈ سنبھالی تھی۔ حالات کا جائزہ لینے کے لئے ان کے پاس کافی وقت تھا۔ وہ اس مسئلے کا بامعنی اور بامقصد حل نکال سکتے تھے۔ انہیں یہ خیال نہیں آیا کہ عوام کی اندرونی معاونت حاصل کیے بغیر باغیوں کا قلع قمع نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس طرح مسئلہ حل کرنا ممکن نہیں تھا۔ وہ مخلص بنگالیوں سے اور گورنروں سے مشورہ کر سکتے تھے۔ ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر بنگلہ دیش قائم ہو جانے کے بعد جو مشن نیازی کو تفویض کیا گیا تھا وہ ناکام ہو گیا تھا۔ اس صورت میں انہیں سی ایم ایل اے سے نئی ہدایات لینی چاہیں تھیں لیکن جنرل نیازی شاید ان لوگوں کو خوش رکھنا چاہتے تھے جنہوں نے انہیں یہ عہدہ سونپا تھا اور ترقی دی تھی۔ نیازی اتنے بڑے مسئلے کو جو انہیں مشرقی پاکستان میں درپیش تھا سنبھالنے کے اہل نہیں تھے اور یہ 9 دسمبر کو ڈسپیچ سے بھی عیاں تھا۔ وہ ڈھاکہ کے دفاع کے لئے مغربی پاکستان کو کہہ رہے تھے کہ بھارتی فوجوں پر مشرقی پاکستان میں حملہ کریں' ڈھاکہ کے دفاع کا خیال انہیں آخری لمحات میں اس وقت آیا' جب سب کچھ ضائع ہو چکا تھا۔

میں نے جنرل نیازی کا سگنل وصول کیا اور چیف آف آرمی سٹاف کے دفتر کو چل پڑا۔ راستے میں ایک دوست ملے انہوں نے پوچھا:

"کیا کھیل ختم ہو گیا؟"

"نہیں ابھی نہیں لیکن یہ کھیل کسی بھی وقت ختم ہو سکتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

مجھے چیف آف آرمی سٹاف کا دفتر کوئٹہ کی لمبی تاریک سرنگ کی طرح محسوس ہوا جس میں سے دو بوڑھے شکستہ' تھکے ماندہ' انجن گاڑی کھینچ کر باہر لا رہے تھے۔ اس بدقسمت سگنل کی نقل ان کے سامنے پڑی تھی' جنرل عبدالحمید نے سگریٹ کا کش لے کر کہا:

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیازی کے پاس ریزرو بھی نہیں رہی۔"

میں نے کہا: "نیازی نے نہ ریزرو بنانے کا سوچا تھا اور نہ ڈھاکہ کا دفاع اس کے منصوبے میں تھا۔"

جنرل حمید بولے: "نیازی کے اعصاب جواب دے گئے ہیں"

پھر انہوں نے اس پیغام کا ذکر کیا جو صدر نے ڈھاکہ بھیجا تھا لیکن مجھے اس کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک ڈسپیچ ڈرافٹ کیا۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ اس میں صدر کا حکم بھی شامل تھا۔ جنرل نیازی سے کہا گیا تھا---- "گورنر کے ساتھ قریبی رابطہ رکھیں' صدر نے انہیں جنگ رکوانے کے لئے مناسب اقدامات کرنے کے اختیارات دے دیے ہیں۔"

یہ سگنل نیازی کو چیف آف آرمی کے سیکریٹریٹ سے بھیجا گیا۔

اگلے چند دن شدید ابتری سے گزرے بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ ڈھاکہ

نے اقوام متحدہ کو جنگ بندی کے لئے کہا تھا لیکن راولپنڈی نے اس کی تردید کر دی تھی۔ میں نے یہاں لفظ "بظاہر" لکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈھاکہ اور کے درمیان پیغامات کا تبادلہ سی ایم ایل اے ہیڈکوارٹر سے ہوا تھا اور مجھے ان خطوط کی نقول فراہم نہیں کی گئی تھیں۔

12 دسمبر کو سی او ایس نے مجھ سے فون پر کہا کہ میں نیازی کو بتاؤں کہ چین اور امریکہ کی امداد آنے والی ہے۔ میں نیازی سے فون پر رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا میں نے سوچا "آخر' امید کی ایک کرن پیدا ہوئی تو ہے۔ صدر نے 22 نومبر کو جن مذاکرات کا ذکر کیا تھا وہ پھل لانے والے ہیں-----" ٹیلی فون ایک دو منٹ میں مل گیا تو میں نے نیازی سے پوچھا کیا آپ کو پشتو آتی ہے؟"----- انہوں نے کہا نہیں۔ میں نے کہا کسی ایسے آدمی کو بلایئے جو پشتو جانتا ہو۔ میں نے پشتو میں پیغام دیا:

زرد اور سرخ امداد شمال اور جنوب سے جلد متوقع ہے۔"

بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ اس پیغام کا مقصد نیازی کا حوصلہ بلند کرنا اور جنگ کو طول دینا تھا۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ چیف آف آرمی سٹاف نے بعد میں کہا تھا کہ یہ پیغام انہوں نے نہیں دیا تھا۔ جن لوگوں کو میرے اور سی او ایس کے مخصوص تعلقات کا علم ہے' وہ جانتے ہیں ہ میں خود اپنی طرف سے اس قسم کا پیغام ہرگز بھیج نہیں سکتا تھا اور اس سے بڑی بکواس کیا ہوگی کہ امریکہ اور چین سے میں نے اپنے ذاتی تعلقات استوار کر رکھے تھے۔ جنرل نیازی کو ایسٹرن کمانڈر جنرل حمید نے مقرر کرایا تھا اور وہ اس کی پشت پناہی پوری طرح کر رہے تھے۔ 9 دسمبر کو ڈسپیچ ان پر آسمانی بجلی کی طرح گرا تھا۔ یہ غیر مصالحانہ اور کڑوا بیج تھا اور وہ اعتماد مجروح ہوگیا تھا جو انہیں اپنے اس گرگے پر تھا۔ اب انہیں 80 ڈگری کے زاویے پر مڑنا تھا۔ رجائیت کی اونچی منزل میں کڑوی حقیقت کا سامنا کرنا لازم تھا۔

مشرقی پاکستان کا انجام کچھ زیادہ جلدی رونما نہیں ہوا۔ دشمن کو بے پناہ فوجی برتری حاصل تھی' اس کی تعداد زیادہ تھی' ہتھیار بھی زیادہ تھے۔ مکتی باہنی کے باغی اس کی ہدایات کے مطابق کام کر رہے تھے۔ اندرون ملک سے انہیں بروقت صحیح خفیہ اطلاعات مل رہی تھیں۔ بھارت کا بڑا حملہ 3 دسمبر کو شروع ہوا۔ یہ حملہ ابتدا میں معمولی تھا' بھارتی بہت محتاط تھے' تاہم نیازی نے مشرقی پاکستان میں ان کے لئے سازگار ماحول پیدا کر رکھا تھا۔

اہم ترین نقطہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ "مشرقی پاکستان ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔" "ہم نے مشرقی پاکستان کو کھو دیا"۔ شکست کے بعد نیازی نے اپنے فاتح جرنیل جگ جیت سنگھ اروڑا سے یہ بھی پوچھا تھا: "سر! میں نے کیسی لڑائی لڑی ہے؟"

اس سوال سے نیازی کی فوجی استعداد عیاں ہوجاتی ہے۔

دستاویز 26

یحییٰ خان لاہور ہائی کورٹ اور حمود الرحمٰن کمیشن کے روبرو

جنرل (ریٹائرڈ) آغا محمد یحییٰ خان
ہارلے سٹریٹ' راولپنڈی
(درخواست دہندہ) بنام وفاق پاکستان

اقبالی بیان:۔

من کہ مسمی آغا محمد یحییٰ خان بقائمی ہوش و حواس تحریر کر رہا ہوں کہ:

1- جب فیلڈ مارشل ایوب خان نے اقتدار میرے حوالے کیا تو مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے مجھے پیش کش کی کہ وہ میرے سیاسی امور کے معاون کے طور پر کام کرنے کو تیار ہیں جبکہ میرے بارے میں ان کی رائے یہ تھی کہ میں بدستور مسلح افواج کی کمان کرتا رہوں۔ مسٹر بھٹو کا خیال تھا کہ اس طرح سے ہم دونوں کم از کم پچیس برس تک اس ملک کے سیاہ و سفید کے مالک بن کر اس پر حکمران رہ سکتے تھے۔ میں نے مسٹر بھٹو کی اس پیش کش کو سختی کے ساتھ مسترد کر دیا۔

2- مجھے صرف 34 برس کی عمر میں بریگیڈیئر کے عہدہ پر ترقی دے دی گئی۔ یہ افواج پاکستان کی تاریخ میں ایک انوکھی اور نئی روایت تھی کیونکہ ماضی میں شاذو نادر ہی ایسا ہوا تھا کہ کوئی فوجی آفیسر اتنی کم عمر میں اس اعلیٰ عہدے پر فائز ہوا ہو۔ میں نے 1956ء کی پاک بھارت جنگ میں چھمب جوڑیاں کے محاذ پر افواج پاکستان کی کمان کی اور اس محاذ پر بڑی بہادری اور کامیابی کے ساتھ کارروائیاں کیں۔ جس سے قوم کی عزت و وقار میں اضافہ ہوا۔ ملٹری سٹاف کالج کوئٹہ کا پرنسپل مقرر ہونا فوج میں بڑے اعزاز کی بات سمجھی جاتی ہے۔ اور مجھے اس اعزاز سے سرفراز ہونے کا بھی موقع ملا۔ اس سے قبل مجھے ملٹری اینڈ سٹاف کالج کوئٹہ میں استاد کے طور پر خدمات سرانجام دینے کا بھی موقع ملا تھا۔ اس موقع پر میں نے مختلف غیر ملکی اساتذہ کے مقابلے میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرکے اپنی لیاقت کا لوہا منوا لیا تھا۔

3- مجھے شکار کے لیے اکثر و بیشتر لاڑکانہ جانے کا موقع ملتا رہتا تھا۔ جب فیلڈ مارشل ایوب خان نے مارشل لاء لگایا تو مسٹر بھٹو کو سکندر مرزا کے وزیر کے طور پر نامزد کر دیا گیا۔ میرے وزیر خزانہ مظفر علی قزلباش نے ایک دفعہ مجھے بتایا کہ ایک غیر ملکی نے جناب بھٹو کی نفسیات

کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس وقت مسٹر بھٹو اقتدار میں شرکت کے لیے اس قدر بے چین تھے کہ اگر دو تین سال مزید ان کو حکومت میں شمولیت کا موقع نہ ملتا تو شاید وہ پاگل ہو جاتے۔

4- مجھے چین کے راہنما مسٹر چو این لائی کا ایک خط موصول ہوا جس میں انہوں نے مجھے بتایا کہ مسٹر بھٹو نے چینی حکومت سے رابطہ کیا تھا اور استدعا کی تھی کہ وہ مسٹر بھٹو کو اپنے ہاں مدعو کریں۔ مسٹر چو این لائی نے استفسار کیا تھا کہ اگر مجھے کوئی اعتراض نہ ہو تو وہ مسٹر بھٹو کو اپنے ہاں مدعو کرلیں۔ میں نے چینی حکومت کو مطلع کیا کہ مسٹر بھٹو میرے حریف نہیں ہیں اور مجھے ان کے مدعو کیے جانے پر اعتراض نہیں ہے لیکن میں نے مسٹر بھٹو کو بھی طلب کیا اور ان سے کہا کہ اگر آپ چین جانا چاہتے تھے تو آپ کو چاہیے تھا کہ مجھ سے رجوع کرتے۔ آپ کی اس حرکت نے ہمارے ہمسایہ دوست ملک میں پاکستان کی موجودہ صورتحال کے بارے میں کتنا خراب تاثر قائم کیا ہوگا۔

5- مسٹر ذوالفقار علی بھٹو، فوج کے سربراہ جنرل گل حسن اور فضائیہ کے سربراہ ایئر مارشل رحیم، چین کے دورے پر تشریف لے گئے۔ ان لوگوں نے واپس آکر بہت برا تاثر دیا جو کہ ہمارے دشمنوں کو بھڑکانے میں بہت اہم کردار ادا کر سکتا تھا۔

6- ایک دفعہ مولانا بھاشانی نے مجھے تجویز پیش کی کہ "آغا سب کچھ بھول جاؤ! آؤ مل کر اس ملک پر حکومت کریں۔ انہوں نے اس تجویز کے ساتھ بدعنوانی کے خاتمے اور بنگالیوں کے حقوق کے حصول کا ایک نوے نکات پر مشتمل ایجنڈا بھی میرے سپرد کیا۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ میں ان کے تمام مطالبات پورے کرنے کو تیار ہوں لیکن ان کو مجھے ان مطالبات کو پورا کرنے کا طریقہ کار بھی بتانا ہوگا۔ اس پر مولانا بھاشانی نے کہا: "آپ ایک حکمران ہو، میں احتجاج اور مطالبہ کرنے والا ہوں، آپ کو ہمارے مسائل کا حل خود تلاش کرنا چاہیے۔"

7- میں نے کبھی ایسا کوئی عندیہ ظاہر نہیں کیا کہ ہمیشہ کے لیے اس ملک کا صدر رہنا چاہتا ہوں۔ میں نے ہمیشہ اس امر کا اعادہ کیا کہ میں اس ملک کا چوکیدار اور حفاظت کرنے والا ہوں اور میرا اصل کام اس کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کا تحفظ کرنا ہے۔ سیاست دان اپنا کردار خود ادا کریں اور میں اپنا فرض بخوبی ادا کروں گا۔ جو کہ میں کرنا جانتا ہوں۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ مجھے مجیب نے یہ تجویز پیش کی کہ میں انتخابات کے بعد ملک کا صدر بن جاؤں۔ میں نے اس کو سختی سے منع کر دیا کہ وہ آئندہ ایسی بات نہ کرے۔

8- یہ بات میرے علم میں تھی کہ مسٹر بھٹو نے پاکستان پیپلزپارٹی کے ممبران قومی اسمبلی کا ایک اجلاس طلب کیا جہاں ان سے حلف لیا گیا کہ وہ ڈھاکہ میں منعقد ہونے والی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت نہیں کریں گے۔ انہوں نے کھلے عام یہ بات کہی کہ جو ڈھاکہ جائے گا اس کی ٹانگیں توڑ دی جائیں گی اور جو ڈھاکہ جائے گا اس کو واپسی کا ٹکٹ نہیں لینا چاہیے۔ میں نے اس پر مسٹر بھٹو کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا کیونکہ مجھے علم تھا کہ وہ اکثر اسی طرح کی ہانکتا رہتا ہے، بہرحال میں نے مسٹر بھٹو کو بلا کر سرزنش کی اور انہیں ہدایت کی کہ وہ اس قسم کی حرکات سے باز رہیں۔ اس پر مسٹر بھٹو نے کہا: "جنرل صاحب! ہم سیاسی لوگ ہیں ہمیں ایسی حرکات کرنا پڑتی ہیں۔" مسٹر بھٹو شراب کے بڑے رسیا تھے۔ وہ عوامی اجتماعات میں خطاب کرنے کے لیے جانے سے قبل کثیر مقدار میں شراب ضرور پیا کرتے تھے۔ جب بھی وہ کسی نشری تقریر کی ریکارڈنگ کے لیے جاتے تو وہسکی کی کثیر مقدار ان کے بریف کیس سے برآمد ہوتی تھی حتیٰ کہ مسٹر بھٹو نے قذافی سٹیڈیم لاہور میں ننگی گالی دی جو کہ میں نے اپنے کانوں سے ریڈیو پر نشر ہوتے ہوئے سنی۔

9- بھٹو کی اس دھمکی نے کہ جو بھی ڈھاکہ جائے گا اس کی ٹانگیں توڑ دی جائیں گی، ملکی سلامتی کو داؤ پر لگا دیا تھا۔ اس سے مشرقی پاکستان میں صورتحال مزید خراب ہوگئی۔ کیونکہ یہ قانونی طریقہ کار سے سرمو انحراف تھا۔ اس دھمکی نے مشرقی پاکستان کے اندر بغاوت کی راہ ہموار کر دی۔ یہ دھمکی (مجیب کی طرف سے پیش کردہ) چھ نکات سے کسی طور پر بھی کم خطرناک نہ تھی اور ملک کے دونوں بازوؤں کی علیحدگی کا پروانہ تھی۔ میں نے مسٹر بھٹو کو بلا کر اس ضمن میں پھر سرزنش کی لیکن یہ ان کی عادت ثانیہ تھی کہ وہ ہر بات کو میرے سامنے بڑے تحمل سے سنتے تھے لیکن کسی پر بھی عمل کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے تھے۔ اقبال پارک میں کی گئی تقریر نے ملکی سالمیت کے بارے میں رہی سہی امید بھی ختم کر دی۔ یہ تقریر شیخ مجیب الرحمٰن کے چھ نکات سے زیادہ خطرناک اور خودکشی کے راستے پر لے جانے کے مترادف تھی۔

10- اس میں کوئی شک نہیں کہ مجیب الرحمٰن ایک جھوٹا آدمی تھا۔ لیکن مسٹر بھٹو تو چالاک اور مکروہ شکل مینڈک Toad Venemous تھا۔ مسٹر بھٹو کو حکومت حاصل کرنے کا اتنا شدید جنون تھا کہ انہوں نے ملک کے اندر دو وزرائے اعظم کا خیال بھی پیش کیا جسے میں نے فوری طور پر مسترد کر دیا۔ مسٹر بھٹو کی کراچی کی اس تقریر کے جواب میں جس میں انہوں نے "ادھر تم ادھر ہم" کا نعرہ مستانہ لگایا تھا، شیخ مجیب نے بھی 12 مارچ 1971ء کو ایک تقریر کی جس میں ملک کی یگانگت اور سلامتی پر حملہ کیا گیا تھا۔ میرے خیال میں مجیب اس وقت تک مسٹر بھٹو کے برعکس، محب وطن تھا۔ اگر مسٹر بھٹو اسمبلی کے ممبر منتخب نہ ہوتے تو وہ اس طرح کی کوئی تقریر یا باتیں کرنے کی جرات نہ کرتے۔ جو انہوں نے ان دنوں اپنا وتیرہ بنا لیا تھا اور جس سے بہرحال پاکستان کے حصے بخرے کرنے والوں کی مدد ہوتی تھی۔

11- مسٹر بھٹو نے اکتوبر 1970ء میں ہونے والے عام انتخابات کو ملتوی کرنے کا مشورہ بھی دیا۔ اس نے مجھ سے کہا:

"جناب جنرل صاحب! میں مجیب کو جانتا ہوں! وہ کہتا ہے کہ یہ 6 نکات آخری نہیں ہیں ان پر بات چیت ہو سکتی ہے۔ لیکن وہ ان پر کبھی مذاکرات نہیں کرے گا۔ وہ ایک جھوٹا شخص ہے۔" بہرحال اکتوبر کے انتخابات ملتوی کر دیئے گئے جس کی سفارش اس وقت کے چیف الیکشن کمشنر جناب جسٹس عبدالستار نے کی تھی۔ انہوں نے مشرقی پاکستان کا ایک تفصیلی دورہ کیا تھا۔ اور مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں مشرقی پاکستان کے حالات کے پیش نظر کچھ عرصے کے لیے انتخابات ملتوی کر دوں۔ میں نے الیکشن ملتوی کرنے سے قبل مسٹر بھٹو سے کوئی مشورہ یا ملاقات نہیں کی۔ انتخابات دسمبر 1970ء میں ہوئے اور پاکستان پیپلز پارٹی اور عوامی لیگ مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان میں بالترتیب دو بڑی پارٹیاں بن کر ابھریں۔ مجیب نے میرے اوپر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ میں اسمبلی کا اجلاس جلد از جلد بلاؤں کیونکہ یوم شہدائے مینار نزدیک آ رہا تھا اور اس دن طلباء مظاہرے کر کے مشکلات پیدا کر سکتے تھے۔ مسٹر بھٹو اجلاس کا التوا چاہتے تھے تاکہ وہ مجیب کے ساتھ مذاکرات کر کے اپنے لیے کوئی راہ نکال سکیں۔ جبکہ میں نے ان کو صاف صاف بتا دیا کہ یوم شہدائے مینار نزدیک آ رہا ہے' اس لیے سیشن کا التوا ملکی سلامتی کے لیے خطرناک ہوگا جو کہ میں نہیں کروں گا۔ بھٹو نے مجھے وزیراعظم کا انتخاب ملتوی کرنے کو کہا جس سے میں نے انکار کر دیا اور اس کو ہدایت کی کہ وہ اجلاس میں شرکت کے لیے جلد از جلد ڈھاکہ پہنچے۔

12- گورنر احسان نے بھی مجھے مطلع کیا کہ بنگالی لوگوں میں شدید غم و غصہ پایا جاتا ہے اس لیے اجلاس ملتوی نہ کیا جائے۔ لیکن اگر التوا ناگزیر ہو جائے تو پھر اس کی نئی تاریخ کا ساتھ ہی اعلان بھی کر دیا جائے۔ میں نے صورتحال پر بحث کے لیے گورنر کی میٹنگ طلب کی۔ مجھے گورنر احسان نے بتایا کہ بنگالی کسی بھی صورت میں التوا پر راضی نہیں ہوں گے۔ میں نے ان کو بتایا کہ مغربی پاکستان میں سب سے بڑی پارٹی کے لیڈر کا کہنا ہے کہ اگر اسمبلی کا اجلاس بلایا گیا تو وہ اجلاس میں نہیں جائیں گے جس سے بہت زیادہ لوگوں کے اسمبلی سے باہر رہنے کا خطرہ ہے۔ میں نے گورنروں کے اس اجلاس میں شریک اصحاب سے کہا کہ وہ مجیب کو اس صورتحال سے آگاہ کریں۔

13- جب اسمبلی کے اجلاس کے التواء کا اعلان ہوا تو احتجاجی تحریک نے زور پکڑ لیا۔ بنگالیوں نے فوج کو مچھلی کا راشن مہیا کرنا بند کر دیا۔ انہوں نے بعض جگہوں پر راستوں میں رکاوٹیں کھڑی کیں اور بعض جگہوں پر فائرنگ کے اکا دکا واقعات بھی ہونا شروع ہوگئے۔ جس میں ہمارے بعض جوان بھی مارے گئے۔ جواب میں فوج نے بھی اس طرح کی صورتحال سے بچنے کے لیے محدود کارروائیاں کیں۔ میں نے ایک آئینی فارمولا تیار کیا اور مجیب کو دکھایا' اس نے کہا کہ یہ ایک اچھا فارمولا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ آپ فارمولے پر اسمبلی میں بحث کر لیں اور اگر اس میں کسی قسم کی کوئی تجویز آئی تو ایوان کے ذریعے اس میں تبدیلی کرا لیں گے جس پر مجیب الرحمٰن راضی ہوگئے۔

14- میں نے بھٹو کو دیگر پاکستانی رہنماؤں کے ہمراہ ڈھاکہ بلایا' لیکن بھٹو کے سوا سب رہنما پہنچ گئے۔ میں نے بھٹو صاحب کو تار بھیجا کہ مجیب کے ساتھ گفتگو ہوگئی ہے۔ آپ آ جائیں۔ آپ انشاء اللہ مطمئن ہو کر جائیں گے۔ ڈھاکہ آنے سے قبل ہی مسٹر بھٹو نے لندن پلان نامی کسی پروگرام کے حوالے سے صورتحال پر گفتگو کر کے متوقع حالات کی طرف اشارہ کر دیا۔ مجیب بھاگم بھاگ مجھ تک پہنچے اور کہا کہ اگر مسٹر بھٹو لندن پلان نامی منصوبے پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو میرے لیے مذاکرات کرنا ممکن نہ ہوگا۔ مسٹر بھٹو ڈھاکہ آئے لیکن ان کے ہمراہ بڑی بڑی داڑھیوں والے پانچ چھ مسلح محافظ تھے۔ جنہوں نے ہاتھوں میں بندوقیں تھام رکھی تھیں۔ صورتحال کو نرم کرنے کے بجائے اس نے اس طرح کی حرکت کی۔ بنگالی بہت حساس لوگ تھے' اس سے ان کے اذہان پر بہت برا اثر پڑ سکتا تھا' اس لیے بھٹو صاحب کو ایئرپورٹ سے سیدھا ہوٹل پہنچا دیا گیا۔

15- جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مسٹر بھٹو کو ڈھاکہ میں سہ فریقی مذاکرات میں شرکت کے لیے بلایا گیا تھا لیکن انہوں نے ان مذاکرات میں شرکت سے صاف انکار کر دیا۔ بعد ازاں انہیں ٹیلی گراف کے ذریعے کوئی پیغام موصول ہوا جس کے بعد انہوں نے مذاکرات میں شرکت پر آمادگی ظاہر کر دی۔ اپنی روانگی سے کچھ دیر قبل بھٹو نے اخباری بیان میں مجیب پر کیچڑ اچھالا تھا۔ وہ اس پر سخت غصے میں تھا۔ مجیب یہ بات میرے نوٹس میں لائے اور جب اس سلسلے میں مجیب مجھ سے ملے تو ان کے ساتھ تاج الدین صاحب بھی تھے۔ مجیب نے کہا کہ بھٹو صاحب ان مذاکرات میں شرکت کے لیے قطعاً مخلص نہیں ہیں' جیسا کہ میرا خیال تھا کیونکہ انہوں نے مذاکرات میں شرکت کے لیے آنے سے قبل ہی لندن پلان جیسے خودساختہ منصوبے کی ڈھول اڑا کر اصل معاملات کو دھندلانے کی کوشش کی تھی' اس لیے اس گفتگو سے کوئی مشترکہ حل دونوں فریقین کے لیے قابل قبول برآمد نہیں ہو سکے گا۔ ڈھاکہ پہنچنے پر مسٹر بھٹو نے مجیب سے پوچھا کہ تم جو حکومت کرنے جا رہے ہو اس میں میرا کتنا حصہ ہوگا تو مجیب نے اس سے کہا کہ جو حکومت میں بناؤں گا اس میں آپ کا ذرہ برابر بھی حصہ نہیں ہوگا۔ اس کے برعکس بھٹو صاحب نے جس لندن پلان کی طرف اشارہ کیا تھا وہ ثابت نہ ہو سکا۔ بنگالیوں نے ایسے پلے کارڈ لے کر مارچ کیا جس پر درج

تھا: "بھٹو قاتل۔ واپس جاؤ" وہ مسٹر بھٹو کے خلاف نعرہ بازی بھی کر رہے تھے اور اپنے جذبات کا اظہار کر رہے تھے۔

16- مجھے مشرقی پاکستان میں فوجی ایکشن کی تجویز کسی نے نہیں دی تھی۔ میں فوج کا سربراہ تھا۔ اور کسی بھی بغاوت کو کچلنا بہرحال فوج کی ذمہ داری ہوا کرتی ہے۔ میں نے بغاوت کو کچلنے کا حکم دیا تھا۔ ولی خان' بزنجو' دولتانہ' مفتی محمود' عبدالقیوم خان وغیرہ وہاں موجود تھے۔ انہوں نے بھی مجھے بتایا کہ انہوں نے اپنی سی کوشش کرلی ہے لیکن صورتحال سنبھل نہیں پا رہی۔ میں نے ان سے مشورہ طلب کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے انہوں نے مجھ سے کہا کہ فیصلہ بہرحال مجھے ہی کرنا ہے پھریوں ہوا کہ پاکستان کا جھنڈا جلانے تک نوبت آگئی۔ اس کے بعد خواتین پر مجرمانہ حملے ہونا شروع ہوئے۔ یوں یہ عمل ایک عام بغاوت کی شکل اختیار کرگیا اور مجھے مجبوراً آرمی ایکشن کا فیصلہ واپس لینا پڑا۔

17- میں نے مغربی پاکستان کے رہنماؤں کے ساتھ ایک ملاقات کا اہتمام کیا جس میں مسٹر بھٹو شریک نہیں ہوئے۔ اس نے کہا کہ وہ ان "گندے انڈوں" کے ساتھ بیٹھنا گوارا نہیں کرتا بلکہ وہ مجھ سے تنہائی میں ملنا چاہتا ہے۔ جب صورتحال نہ سنبھل سکی تو مغربی پاکستان کے رہنماؤں نے مجھ سے کہا کہ میں ان کی واپسی کا انتظام کروں۔

1 8 آخری میٹنگ جو ڈھاکہ میں بھٹو اور مجیب کے درمیان ہوئی اس میں دونوں حضرات میرے ساتھ بیٹھے تھے لیکن دونوں نے آپس میں کوئی گفتگو نہیں کی۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ "شاہی دلہن" کی طرح نہ بیٹھیں بلکہ آپس میں بات چیت کریں۔ میں نے ان دونوں کے ہاتھ پکڑ کر آپس میں ملا کر ان سے کہا کہ وہ دونوں دوست ہیں اور بہرحال ان کو آپس میں گفتگو کرنا چاہیے۔ اس کے بعد مسٹر بھٹو اور مجیب نے آپس میں گفتگو کا آغاز کیا۔ انہوں نے مجھ سے علیحدہ بھی ایک ملاقات کی۔ یہ ملاقات یوں ہوئی کہ مجیب صاحب ایوان صدر ڈھاکہ میں میرے ہمراہ تھے کہ جناب بھٹو تشریف لائے اور انہوں نے میرے ملٹری سیکرٹری کے کمرے میں میرا انتظار شروع کر دیا۔ جب مجیب باہر نکلے تو مسٹر بھٹو ان کے پیچھے چل پڑے اور درنوں نے ایوان صدر کے صحن (لان) میں ملاقات کی۔ بعد ازاں جب میں نے مسٹر بھٹو سے میٹنگ کے مندرجات کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ مجیب نے ان سے کہا تھا کہ "عوامی" لوگ بڑے خطرناک ہیں۔ وہ پہلے مجھے (مجیب کو) ختم کر دیں گے اور پھر مسٹر بھٹو تمہیں! اس لیے ضروری ہے کہ ان کے حملے سے قبل ہم حملہ کر دیں۔

19- مجیب الرحمٰن کی گرفتاری کے بعد میں کراچی واپس آگیا۔ مجھے یہاں آکر پتہ چلا کہ جنرل ٹکا خان نے مجیب کو زندہ یا مردہ گرفتار کرکے لانے کے احکامات جاری کر دیئے ہیں۔ میں نے اس حکم کو مسترد کرکے مجیب کو صرف اور صرف زندہ حالت میں گرفتار کرکے مغربی پاکستان لانے کا حکم دیا۔ مسٹر بھٹو نے مشرقی پاکستان میں فوجی ایکشن اور مجیب کی گرفتاری کی حمایت کی تھی وہ اس پر دلی طور پر خوش تھے۔

20- میرے پاس اپنا ذاتی صرف ایک مکان ہے جس میں میری رہائش ہے۔ 1965ء کی جنگ میں بہادری دکھانے پر مجھے ہلال جرات اور قصور کی طرف بھارتی سرحد پر دو مربع زمین انعام میں الاٹ کی گئی تھی لیکن بھٹو صاحب کے دور حکومت میں مزارعوں سے کہہ دیا گیا کہ وہ ان زمینوں کے مالک ہیں' اس لیے ان مزارعوں نے مجھے بٹائی کی معمولی رقم دینا بھی بند کر دی ہے۔ مسٹر بھٹو نے میرے بیٹے علی یحییٰ کو "براشیل" میں نوکری سے نکلوا دیا۔ میری پنشن بھی رکوا دی گئی جسے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق نے آکر بحال کروا دیا ہے اور راولپنڈی کا یہ گھر میں نے بنک سے قرض لے کر تعمیر کیا تھا۔

میں نے دستیاب ملکی قانونی تقاضوں کے مطابق انتخابات منعقد کروائے اور پاکستان پیپلز پارٹی اور عوامی لیگ دو بڑی پارٹیاں بن کر ابھری تھیں۔ عوامی لیگ کی مغربی پاکستان میں کوئی نمائندگی نہیں تھی جبکہ پیپلز پارٹی کو مشرقی پاکستان سے کوئی سیٹ نہیں ملی تھیں۔

بحران کے آغاز میں میں نے نور الامین کو وزیراعظم بنایا۔ مجیب کو عدالت میں مختلف مقامات کا سامنا تھا جبکہ مسٹر بھٹو کو ان کی خواہش پر نائب وزیراعظم اور وزیرخارجہ بنا کر اقوام متحدہ بھیج دیا گیا تھا۔

21- مسٹر بھٹو نے اپنی شخصیت کو ابھارنے کے لیے میرے خلاف کردار کشی کی ایک معاندانہ مہم کا آغاز کر دیا۔ اس نے اپنے برے اعمال کو چھپانے کے لیے میرے خلاف سکینڈلز گھڑے اور ان کو عوام کے سامنے بیان کیا اور جب مجھے نظربند کر دیا گیا تو بھٹو صاحب نے مجھ سے ملنا بھی گوارا نہیں کیا۔ اس نے مجھے میرے ایک کزن کے ذریعے پیغام بھجوایا کہ اگر میں ولی خان کے خلاف بیان دے دوں تو مجھے رہا کیا جا سکتا ہے۔ میں اس وقت ایبٹ آباد میں نظربند تھا۔ میں نے اس پیش کش کو اس سختی کے ساتھ مسترد کر دیا جس سختی کے ساتھ اسے مسترد کیا جانا چاہیے تھا۔ مسٹر بھٹو نے ایمبیسی کے ذریعہ کہلوا بھیجا کہ اس کا اپنا طریقہ کار ہے اور وہ مجھ سے نپٹ لے گا۔ یہ پیغام مجھے میرے بھائی آغا محمد علی کے ذریعے بھجوایا گیا۔

22- مشرقی پاکستان سے اس قسم کی اطلاعات موصول ہوئی تھیں کہ بھارت سے جنگ کا خطرہ ہے۔ جس کے نتیجے میں بہت زیادہ نقصان ہو سکتا ہے۔ میں اس سے بچنا چاہتا تھا۔ میں نے ڈاکٹر ملک سے کہا کہ وہ گورنر ہوں گے اور وہ جنرل راؤ فرمان علی کو اپنا ملٹری مشیر مقرر کر سکتے ہیں۔ میں نے گورنر سے کہا کہ وہ جنگ بندی کو یقینی بنائے لیکن ہتھیار ڈالنے کا سوال زیر بحث نہیں آیا۔ میں نے ڈاکٹر ملک سے کہا کہ وہ موقع

پر موجود ہیں اس لیے خود بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ بھارت سے رابطہ کریں اور جنگ بندی کو یقینی بنائیں۔ جنگ بندی اور ہتھیار ڈالنا دو بالکل متضاد چیزیں ہیں۔ میں نے مشرقی پاکستان یہ پیغام نہیں بھیجا کہ امریکی بیڑا ان کی مدد کے لیے آ رہا ہے۔ اس کے علاوہ یہ تاثر بھی پھیل گیا تھا کہ چین مداخلت کرنے والا ہے جو کہ غلط تھا۔

23- جنرل گل حسن چیف آف جنرل سٹاف تھے اور جنگ کے وقت کے تعین وغیرہ کی ذمہ داری ان پر عائد ہوتی تھی۔ انہوں نے مسٹر بھٹو اور ایئر مارشل رحیم کے ساتھ مل کر ایک سازش تیار کی۔ میں چونکہ اس وقت صدر تھا اس لیے فوج کا آئینی سربراہ تو تھا لیکن براہ راست فوج کے امور کی نگرانی نہیں کر رہا تھا۔

24- میرے خیال میں مسٹر بھٹو کی اس (بے وقت) سازش کی وجہ سے جنگ کا منطقی نتیجہ پاکستان کے حق میں نہ نکل سکا۔ میں نے ایئر مارشل رحیم سے پوچھا کہ وہ گزشتہ پانچ چھ ماہ سے جنگ کے لیے تیاری کر رہے ہیں تو اب وہ کیوں مغربی پاکستان کی طرف سے حملہ نہیں کر رہے۔ "فوج ہوائی چھتری کے بغیر نہیں لڑ سکتی۔" ایئر مارشل نے مجھے بتایا کہ اس کے پاس طیارے نہیں ہیں۔ جبکہ انہیں ایندھن کی کمی کا بھی سامنا ہے۔ مجھے بعد میں معتبر ذرائع سے پتہ چلا کہ بھٹو نے ایئر مارشل رحیم سے کہا تھا کہ پاکستان کو مغربی سیکٹر میں جنگ ہارنے دی جائے۔

25- میں جب ایرانی سلطنت کی 25 سو ویں سالگرہ میں شرکت کے لیے ایران روانہ ہونے لگا تو مجھے بھٹو نے کہا کہ وہ مجیب کو پھانسی دینا چاہتا ہے۔ اس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ اس سالگرہ میں دیگر سربراہان مملکت بھی موجود ہوں گے اور وہاں مجھ سے مجیب کے بارے میں پوچھا جائے گا تو ممکن ہے کہ کچھ اطراف سے اس کی رہائی کے لیے بھی دباؤ ڈالا جائے' اس لیے ضروری تھا کہ میں مجیب کو پھانسی دے کر ایران جاؤں۔ میں نے بھٹو کو صاف صاف بتا دیا کہ میں کسی صورت میں قانون کو ہاتھ میں لینے کو تیار نہیں ہوں بلکہ میں مجیب الرحمٰن کو ایک آزادانہ اور دیانتدارانہ عدالتی کارروائی کے ذریعے سزا دلواؤں گا۔ ایک دو اور مواقع پر مسٹر بھٹو نے مجھے یہ بھی مشورہ دیا کہ میں مجیب کی پھانسی کا حکم کسی فوجی عدالت سے لے لوں تاکہ اس قضیئے سے جلد جان چھڑائی جا سکے لیکن میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

26- دراصل جب مجیب نے بھٹو صاحب سے کہا کہ ان کے لیے حکومت میں کوئی جگہ نہیں تو بھٹو صاحب نے مجیب سے کہا کہ اچھا تو پھر تم یہاں رہو ہم وہاں رہیں گے۔۔ دراصل بھٹو کے دماغ میں بہت شروع سے پاکستان کے دونوں بازوؤں کی علیحدگی کا منصوبہ پل رہا تھا۔

یہ بھی میرے علم میں تھا کہ مسٹر بھٹو فوج کے افسران سے ملتے رہتے ہیں۔ میں نے بھٹو صاحب کو بہت مرتبہ سختی سے منع کیا کہ ان کو فوجی افسران سے کسی صورت میں بھی ملنا نہیں چاہیے۔ بھٹو کا کہنا تھا کہ ان کا ملٹری آفیسر سے ملنا بغیر کسی مقصد کے ہے کیونکہ وہ اس کے پرانے دوست ہیں اور ان کا ملنا معمول کی گپ شپ کے سلسلہ میں ہوتا ہے۔ مجھے دفتر خارجہ کی طرف سے بھی شکایت ملی کہ مسٹر بھٹو اکثر دفتر خارجہ کے معاملات میں ٹانگ اڑاتے رہتے ہیں اور ایسے میں ان کا دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ وہ خارجہ امور کے ماہر ہیں۔ میں نے دفتر خارجہ کو بھی سختی سے منع کر دیا کہ وہ کسی بھی ضمن میں بھٹو کی ہدایت کو قطعی طور پر قبول نہ کریں۔ میں نے جناب بھٹو کو بھی خبردار کیا کہ وہ اس ضمن میں محتاط رہیں اور دفتر خارجہ کے معاملات میں مداخلت نہ کریں۔ ان رپورٹوں کی تصدیق اس وقت کے سیکرٹری خارجہ جناب سلطان احمد سے کی جا سکتی ہے۔ اس وقت آغا شاہی سیکرٹری خارجہ بننا چاہتے تھے۔ مجھے علوی صاحب نے بتایا کہ مسٹر بھٹو کی خواہش ہے کہ خارجہ معاملات میں ان کی رائے کو اہمیت دی جائے اور ان سے مشورہ کیا جائے۔ میں نے دفتر خارجہ کو مطلع کیا کہ ملک کا سربراہ ہونے کے ناتے میرا یہ حق ہے کہ مجھے خارجہ امور سے آگاہ رکھا جائے اور بھٹو صاحب کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے لیکن اس کے باوجود مسٹر بھٹو کی خارجہ امور میں مداخلت اور فوج کے اعلیٰ افسران سے ملاقاتیں جاری رہیں۔

جہاں تک مجیب خان کے 6 نکات کا تعلق ہے تو دوسرے بنگالی رہنماؤں ڈاکٹر کمال الدین' تاج الدین اور خوندکر مشتاق احمد کو مجیب خان سے اتفاق نہیں تھا اور اس ضمن میں وہ اکثر و بیشتر خصوصاً مجیب کی گرفتاری کے دوران مجھ سے ملنے آیا کرتے تھے۔ عوامی لیگ کے اندر بھی ان کے چھ نکات پر اختلاف پیدا ہو گیا تھا جس پر عوامی لیگ بھی مجیب کے سخت خلاف ہو گئی تھی۔ جب مسٹر بھٹو نے لندن پلان کا شوشہ چھوڑا اور کثرت سے اپنے عوامی جلسوں میں اس شوشے کا استعمال شروع کیا جو کہ ایک آگ تھی تو اس سے عوامی لیگ میں بھٹو کے خلاف بھی سخت ردعمل پیدا ہوا جبکہ دوسری طرف ایک دفعہ خوندکر مشتاق احمد نے مجھے بتایا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی کیونکہ یہ نکات صرف عوام اور سیاسی سینٹ کے لیے ہیں۔ جہاں تک مغربی پاکستان کا تعلق ہے ہمارے درمیان مکالمہ ہوگا اور عوامی لیگ ان چھ نکات پر زیادہ زور نہیں دے گی۔ جب میں نے یہ بات بھٹو کو بتائی تو اس نے کہا کہ بنگالی جھوٹے لوگ ہیں۔ ان پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ حالانکہ یہ بات بعد ازاں بغیر کسی شک و شبے کے پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اگر مسٹر بھٹو مشرقی پاکستان میں اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لیے چلے جاتے تو بنگالی حکومت کے ساتھ یقیناً متفق ہو جاتے۔ بنگالی وفاق یا کنفیڈریشن پر متفق ہو جاتے اور پاکستان کی تقسیم عمل میں نہ آتی۔ مسٹر بھٹو کا نقطہ نظر تمام

کا تمام بدنیتی پر مبنی تھا۔ وہ ہمیشہ سیاست میں سب سے جلد اور بلند مقام حاصل کرنا چاہتے تھے اور چاہتے تھے کہ کوئی ان سے آگے نہ گزرنے پائے۔

27- میں نے مسٹر بھٹو کے سامنے تین تجاویز رکھی تھیں۔ اولاً وہ حزب اختلاف کے طور پر ایوان میں بیٹھ جائیں۔ دوسرے یہ کہ مجیب کے ساتھ مذاکرات کریں اور اگر مجیب اس پر راضی نہ ہو تو وہ حکومت میں شامل ہو سکتے ہیں اور اگر مغربی پاکستان کے تمام رہنما ان کی حمایت کریں تو پھر مجیب کو کسی نتیجے پر لایا جا سکے گا۔ لیکن مسٹر بھٹو نے ان میں سے کسی تجویز کو بھی ماننے سے انکار کر دیا۔ جب میں نے مجیب کو بلایا اور وہ نہ آئے تو مسٹر بھٹو نے مجیب کی اس حرکت کو مجھے مشتعل کرنے کے لیے بھی استعمال کیا کہ مجیب نے مجھ سے ملنے سے انکار کر کے میری یعنی صدر کی توہین کی ہے۔ میں نے مسٹر بھٹو سے کہا کہ وہ (مجیب) ایک لیڈر ہے کوئی عام آدمی نہیں کہ جسے پولیس کے ذریعہ سے ملنے پر مجبور کیا جا سکے۔

28- مجیب کا عمل بھی ناقابل برداشت تھا۔ بینک اور ڈاک خانے اس کے کہنے کے مطابق کام کر رہے تھے۔ لوگوں کو مجیب کے لوگوں کی مرضی کے خلاف کوئی چیز بیچنے کی اجازت نہیں تھی اور جو لوگ سپلائیز لے کر فوج کی بیرکوں میں جاتے تھے ان کو کوئی چیز مہیا نہیں کی جاتی تھی۔ میں نے مجیب کو خبردار کیا کہ وہ اس طرح کے کسی عمل میں ملوث نہ ہو جو ملک کے اقتدار اعلیٰ کے خلاف ہو۔ میں نے مجیب کو یہ بھی بتایا کہ یہ فوج قومی فوج ہے کوئی غیر ملکی فوج نہیں۔

میرے خیال میں مسٹر بھٹو اصل سازشی تھے۔ جنہوں نے جنرل گل حسن اور ایئر مارشل رحیم کے ساتھ مل کر حکومت حاصل کرنے کے لیے سازش کی تھی، اور وہ اس سلسلے میں اس حد تک چلے گئے تھے کہ ایک دفعہ انہوں نے کہا "جنرل حکومت میرے حوالے کر دو۔" میں نے اس سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ حکومت اس کے حوالے کر دی جائے۔ حکومت مودودی رحمتہ اللہ علیہ یا بھاشانی مرحوم کو کیوں نہ دے دی جائے لیکن اس کے بدستور اصرار پر میں نے کہا کہ مجیب نے اکثریت حاصل کی ہے اصولی طور پر تو حکومت ان کو دی جانی چاہیے۔ بھٹو صاحب نے ڈھاکہ جانے سے انکار کر دیا اور بدستور یہی کہتے رہے کہ کسی بھی طریقہ سے ہو حکومت ان کو ملنی چاہیے۔

29- مسٹر بھٹو نے عوام میں اکثر یہ تقریریں کیں اور بار بار کہا کہ بھارت کی طرف سے حملے کا کوئی خطرہ نہیں اور آپ اندرا گاندھی کو بھول جائیں۔ وہ ملک و قوم کے ساتھ مخلص نہیں تھے اور اپنے رویے سے ملک دشمنوں کو یہ موقع فراہم کر رہے تھے کہ وہ ملکی سلامتی اور مفادات کو تباہ و برباد کر دیں۔ وہ ایوب خان کے دور سے ہی فوج کے سخت خلاف تھے اور اکثر نجی محفلوں میں فوج کے خلاف باتیں کر کے اسے کسی بھی طریقے سے کمزور کرنے کی باتیں کیا کرتے تھے۔

30- مشرقی پاکستان سے اس طرح کی خفیہ ایجنسیوں کی رپورٹیں آ رہی تھیں کہ حالات روز بروز خراب ہو رہے ہیں اور بھارت کسی بھی لمحے حملہ کر سکتا ہے۔ بھارت نے اپنی سرحدوں کے اندر مختلف جگہوں پر 45 کیمپ قائم کر دیئے تھے جہاں "مکتی باہنی" کے لوگوں کو ماہر بھارتی فوجی آفیسر تربیت دے رہے تھے۔ بھارت کھلے عام پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کر رہا تھا جو کہ بین الاقوامی قوانین کی صریحاً خلاف ورزی تھی۔ میں نے بھارت کو خبردار کیا کہ وہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہ کرے اور میں نے اس ضمن میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو بھی خطوط لکھے جس میں اس بات پر روشنی ڈالی کہ بھارت کس طرح تمام بین الاقوامی اور علاقائی سلامتی کے اصولوں کو نظر انداز کر کے کھلے عام پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کر رہا ہے۔ اور اس ضمن میں دو اعلیٰ سفارتی عہدیدار بھی اقوام متحدہ کی طرف بھیجے گئے۔ تاکہ وہ صورتحال، اور ہماری طرف سے لگائے گئے الزامات کا جائزہ لیں اور اس تمام صورتحال پر رپورٹ پیش کریں۔ شہزادہ صدر الدین آغا خان اقوام متحدہ کے چیئرمین بننا چاہتے تھے اس لیے وہ اس ضمن میں پاکستان کی حمایت حاصل کرنے کے لیے پاکستان تشریف لائے۔ میں نے ان سے حمایت کرنے کے وعدہ کے ساتھ ساتھ ان کو اس وقت بھارت میں مقیم مشرقی پاکستان کے نام نہاد مہاجرین کے متعلق اصل صورتحال سے آگاہ کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ لاکھوں اور کروڑوں بھارتی کسی چھت اور سہارے کے بغیر زندگی گزار رہے ہیں ان کو بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کے سامنے پاکستانی مہاجرین کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ تاکہ پاکستان کو بدنام کیا جا سکے۔ انہیں بھی ایسے لوگوں کو بذات خود کلکتہ میں دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ بھارت اس مسئلے پر یہ تمام شور و غوغا اس لیے کر رہا تھا کہ بنگالی مہاجرین کے نام پر بین الاقوامی امداد حاصل کی جا سکے۔

31- نہ صرف اس وقت روسی سفیر بلکہ امریکی سفیر بھی مجیب سے ملاقاتیں کر رہے تھے۔ ہمارے روس کے ساتھ اختلافات اصولوں پر مبنی تھے۔ میں نے روس سے کہا تھا کہ مشروط امداد کسی بھی دینے والے کے منہ پر مار دی جائے۔ مجھے رباط کانفرنس میں شرکت کے لیے جانا تھا۔ شاہ ایران کی طرف سے پیغام موصول ہوا کہ میں پہلے ان کے ہاں تہران آ جاؤں تاکہ ہم اکٹھے شرکت کے لیے رباط کانفرنس میں جا سکیں۔ میں تہران پہنچا اور ہم اکٹھے رباط کانفرنس میں شرکت کے لیے روانہ ہو گئے۔ شام کے وقت معمول کی ملاقاتوں کا آغاز ہوا۔ شاہ فیصل مجھ سے ملنے تشریف لائے اور انہوں نے کہا کہ بھارت کے اندر بھی بہت سے

مسلمان ہیں جن کے بہت سے مسائل ہیں تو ایسے میں کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم بھارتی مندوب گوربچن سنگھ کو بھی کانفرنس میں شرکت کی اجازت دے دیں۔ میں نے شاہ فیصل کو بتایا کہ پاکستان دراصل دو قومی نظریہ کی بناء پر قائم کیا گیا تھا۔ اگر گوربچن سنگھ کی طرح کسی شخص کو کانفرنس میں ہی بٹھانا ہوتا تو پھر پاکستان قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے ان کو سیدھے سبھاؤ بتا دیا کہ اگر گوربچن سنگھ کانفرنس میں شرکت کریں گے تو میں کانفرنس میں شرکت کرنے سے معذور ہوں گا۔ اگلے دن جب تمام نمائندے ہال میں داخل ہوئے تو میزبان شاہ حسن نے ہال کے اندر یہ اعلان کر دیا کہ گوربچن سنگھ کو پاکستان کی مرضی سے بلایا گیا ہے۔ میں یہ اعلان سن کر حیران رہ گیا۔ جیسے ہی گوربچن سنگھ ہال میں داخل ہوا میں نے ہال سے واک آؤٹ کیا اور اپنے ہوٹل روانہ ہوگیا جہاں میرا قیام تھا۔ تب شاہ فیصل، مراکش کے شاہ حسن اور شاہ ایران میرے پاس آئے۔ میں نے انہیں پھر تخلیق پاکستان کا نظریہ سمجھایا۔ شاہ فیصل واپس چلے گئے اور کہا کہ وہ کانفرنس میں شرکت نہیں کریں گے۔ دوسری دفعہ جب کانفرنس کا آغاز ہونے کو تھا اور شاہ حسن میزبان، اردون کے شاہ حسین، شاہ ایران اور شاہ فیصل واپس نہ آئے تو گوربچن سنگھ سے کہہ دیا گیا کہ وہ ہال سے باہر تشریف لے جائیں۔ تب میں نے کانفرنس میں شرکت کی۔ میرے لیے یہ بات صدمے سے کم نہ تھی کہ لاہور میں اسلامی سربراہی کانفرنس کے وقت جب رباط کانفرنس کی تصاویر دکھائی گئیں تو ان میں پاکستان کا حصہ خصوصاً جس میں میرا عکس اور پاکستان کا پرچم تھا، نہ دکھایا گیا۔

32- جب میں نے اسمبلی کا سیشن ملتوی کیا تو مجیب نے مجھے ایسا نہ کرنے کو کہا کہ اگر ایسا کیا جانا ضروری ہے تو پھر نئے اجلاس کی تاریخ ضرور مقرر کر دی جائے میں نے کہا اگرچہ تاریخ مقرر کر چکا ہوں لیکن مشرقی پاکستان میں صورتحال مزید خراب ہوچکی ہے۔ میں نے مسٹر بھٹو سے کہا کہ چونکہ وہ لیگل فریم ورک (موجودہ آئینی طریقہ کار) قبول کر چکے ہیں اس لیے انہیں اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کرنے سے پرہیز نہیں کرنا چاہیے اور اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کرنا چاہیے لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔

مسٹر بھٹو نے ہمیشہ ہی التمش اور البدر کی پاکستان بچانے کی تحاریک کی مخالفت کی کیونکہ ان کے خیال میں اگر یہ تحاریک قوت حاصل کر لیتیں تو جناب بھٹو کے اقتدار میں آنے کے امکانات ختم ہو جاتے۔ ان تحاریک میں شامل لوگ انتہائی محب وطن تھے جو مسٹر بھٹو کو کسی طور بھی گوارا نہیں کرتے۔

مسٹر بھٹو نے جنرل گل حسن اور ایئر مارشل رحیم کو بھی برخاست کر دیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ دونوں حضرات اس کے ساتھ سازش میں شریک تھے اور بھٹو کی ذات سے مکمل آگاہی کی بنا پر بھٹو کے لیے نقصان کا موجب بن سکتے تھے۔ گل حسن کا خیال تھا کہ گڑبڑ کی صورت میں فوج استعمال نہ کی جائے اور جب مسٹر بھٹو نے فوج بھیجی تو انہوں نے مخالفت کی۔ مسٹر بھٹو نے لاہور سے کھر کو بلایا اور جنرل گل حسن اور ایئر مارشل رحیم کو ان کے ساتھ لاہور بھیج دیا جہاں ان دونوں حضرات کو مختلف ممالک میں سفیر بنا کر ملک سے باہر بھیج دیا گیا۔

بھٹو کے تمام دور حکومت کے دوران میری نظربندی بدنیتی پر مبنی تھی۔ مسٹر بھٹو نے مجھے اس لیے بند کر دیا تھا کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ عوام کو اصل حقائق سے آگاہی ہو۔ مجھے میری مرضی کے خلاف نظربند کرکے کھاریاں کے نزدیک "بنی" کے مقام پر بھیج دیا گیا جہاں مچھر، مکھیاں، چوہے اور گیدڑ میرے ساتھی تھے۔ میرے رشتہ داروں سمیت کسی کو مجھ سے ملنے کی اجازت نہ تھی۔ میرے خلاف کردار کشی کی ایک مہم چلائی گئی اور انہوں نے ذاتی طور پر میرے کردار پر رکیک حملے کیے۔ میری پنشن روک دی گئی اور میرے مزارعوں سے کہا گیا کہ وہ فصل میں میری بٹائی کا حصہ ادا نہ کریں۔ میرے بیٹے کو بھی بھٹو صاحب کے کہنے پر نوکری سے برخاست کر دیا گیا۔ اس طرح سے بھٹو نے میرا اور میرے خاندان کا اقتصادی طور پر گلا گھونٹنے کی کوشش کی۔

33- اپنے دور حکومت کے دوران مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے بدنیتی کی بنا پر جان بوجھ کر میری کردار کشی کی مہم چلائی۔ اس سلسلے میں اس نے تمام اخلاقی تقاضوں کو پس پشت ڈال کر اپنی بدلہ لینے کی نفسانی خواہش کی تکمیل کے لیے تمام ضروری وسائل جھونک دیئے۔ مجھے غیر قانونی طور پر قید کر دیا گیا اور میری قید کے دوران مجھے سانپ اور اس نوع کی خطرناک چیزوں سے مسلسل ہراساں رکھنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ جیسا کہ "بنی" کی میری غیر قانونی حراست کے دوران ہر وقت میرے سامنے سانپ رینگنے رکھنے کا انتظام کر رکھا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ شدید تڑپا دینے والی گرمی جس سے مجھے ذہنی اور جذباتی لحاظ سے شدید کرب سے گزرنا پڑا، لیکن اس دوران ایک ہلکی سی خواہش یہ بھی رہی کہ کاش کوئی نرمی یا تمیز سے ہی بات کر لے۔ مسٹر بھٹو کا غصہ اور انتقامی روپ بدل بدل کر ظاہر ہوتا رہا۔ مثلاً میرے بھائی آغا محمد علی جو سپیشل پولیس میں آئی جی تھے ان کے خلاف بھی مختلف بے بنیاد جھوٹے مقدمات قائم کرکے ان کو پریشان کرنے کا مستقل انتظام کر دیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ریڈیو، ٹی وی، پریس ٹرسٹ آف پاکستان کے زیر تحت چلنے والے اخبارات حتیٰ کہ نام نہاد آزاد اخبارات میں بھی میرے خلاف کردار کشی کی باقاعدہ شرمناک مہم چلائی گئی جس کا واحد مقصد مجھے دنیا کا انتہائی غلیظ اور غلط آدمی ثابت کرنا تھا۔

34- میں نے قائداعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ کے مقبرے کی

افتتاحی تقریب کی صدارت کی تھی۔ اسی طرح لیاقت باغ اور انڈس ہائی وے اور دیگر منصوبوں کا افتتاح بھی وقتاً" فوقتاً" میرے ہاتھ سے عمل میں آتا رہا لیکن مجھے یہ جان کر سخت حیرت ہوئی کہ جن جگہوں پر میرے نام کی تختیاں لگی ہوئی تھیں مسٹر بھٹو نے انتقام کی آگ میں اندھا ہو کر انہیں بھی ہٹوا دیا۔ اسی طرح انڈس ہائی وے پر لگی ہوئی میرے نام کی تختی کو بھی منصوبہ بندی کے تحت ایک ٹرک کے ذریعے ٹکر مار کر توڑ دیا گیا تاکہ اسے ایک حادثہ قرار دیا جا سکے۔ اگرچہ یہ کوئی بڑے واقعے نہیں ہیں لیکن بادی النظر میں مسٹر بھٹو کی بیمار ذہنیت کی عکاسی کرتے ہیں۔

کراچی سٹیل ملز کا لگایا جانا میرے دور کی اہم کامیابیوں (Achievements) میں سے ایک ہے جس کے لیے میں نے بڑی تگ و دو کی اور روسی حکام کو اس بات پر قائل کر لیا کہ وہ 300 ملین روبل کا قرضہ پاکستان کو دیں تاکہ پاکستان سٹیل ملز لگا سکے۔ یہاں میں اس امر کا تذکرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ پاکستان کے سابق حکمران سٹیل ملز کی تنصیب کے لیے یورپی ممالک' امریکہ' برطانیہ وغیرہ کو کہتے رہے لیکن ان ملکوں نے اس ضمن میں پاکستان کی کوئی مدد نہیں کی۔

35 - مجیب اس بات کا اظہار ایک سے زائد مرتبہ کر چکا تھا کہ چھ نکات کوئی آخری چیز نہیں ہیں۔ ان پر بات چیت ہو سکتی ہے اور ان کی نیت میں تبدیلی بھی ممکن ہے۔ میں نے اس امر کے بارے میں باقاعدہ سوچ لیا تھا کہ اپنے جس نکتے پر مجیب زور دے گا میں اس نکتے کے لیے ریفرنڈم کرا دوں گا۔ اور اگر میں واقعی ایسا کر دیتا تو مجیب کا سیاسی کیریئر تباہ ہو کر ختم ہو جاتا۔

36 - میں عوام کے منتخب نمائندوں کو اقتدار منتقل کرنے میں بہت مخلص تھا اور اس کے لیے میں نے تمام مصیبتوں' مشکلات اور خراب حالات کے باوجود انتخابات منعقد کروائے میں نے مجیب کے ساتھ ڈھاکہ میں ملاقات کی۔ ملاقات کے بعد میرے علم میں آیا کہ مجیب کے ذہن میں چند غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ جب ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے میں نے مجیب سے ملنا چاہا اور اسے بلایا تو میرا کہا نہیں مانا گیا۔ اس کی پارٹی کے ساتھیوں نے اسے نہ آنے دیا بھٹو دو چیزیں چاہتا تھا۔ پہلی یہ کہ سقوط ڈھاکہ جلد از جلد ہو جائے جس کے لیے وہ لمبے عرصے سے سازشیں کر رہا تھا اور دوسری بات یہ کہ بھارت پاکستان پر حملہ آور ہو جائے جس کے لیے وہ جنرل گل حسن اور ایئر مارشل رحیم کے ساتھ مل کر باقاعدہ منصوبہ بندی اور سازش کرتا رہا۔ وہ چاہتا تھا کہ فوج کو اقتدار چھوڑنے پر مجبور کر دیا جائے تاکہ اس کو اقتدار کی منتقلی عمل میں آ سکے۔ میں نے مجیب کی گرفتاری کے عرصے میں اس سے کوئی ملاقات نہیں کی۔ میں اس کے لیے ایک غیر جانبدار اور شفاف عدالتی عمل چاہتا تھا۔ میں نے مجیب کو پیش کش بھجوائی کہ وہ اپنی مرضی کا وکیل چن لے جس پر اس نے جناب اے۔ کے بروہی کا انتخاب کیا۔ میں نے فیصل آباد میں مجیب کے لیے کسی سیاسی راہنما کو نہیں بھیجا تھا۔ میں نے مسٹر بھٹو کو اقوام متحدہ میں پاکستان کی نمائندگی کے لیے وفد کا سربراہ بنا کر اس لیے بھیجا تھا کیونکہ اس نے مجھے دعوے کے ساتھ بتایا تھا کہ وہ ہندو سے نمٹنا چاہتا ہے لیکن مسٹر بھٹو نے نیویارک پہنچنے میں خاصا وقت لگا دیا۔ ایسا کرنے میں اس کی مخفی خواہش اور بدنیتی اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ سقوط مشرقی پاکستان کا عمل مکمل ہو جائے' حتیٰ کہ اس نے نیویارک پہنچ کر بھی اقوام متحدہ کے سیشن میں دو دن تک شرکت نہ کی اور میری ہدایت کے بالکل برعکس پولینڈ کی طرف سے پیش کردہ جنگ بندی کی قرار داد ایوان میں پھاڑ ڈالی' حتیٰ کہ واپسی پر جب کہ مشرقی پاکستان کا سقوط عمل میں آ چکا تھا' وہ جان بوجھ کر مختلف جگہوں پر قیام کرتا ہوا' تاخیر سے کراچی پہنچا۔

37 - سقوط مشرقی پاکستان کے بعد میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں بقیہ پاکستان (مغربی پاکستان) میں اکثریتی پارٹی کو اقتدار منتقل کر دوں کیونکہ حیات محمد شیرپاؤ نے پشاور میں واقع میرا گھر نذر آتش کر دیا تھا تاکہ مغربی پاکستان میں بے چینی پیدا کی جا سکے اور مجھ پر مسٹر بھٹو کو اقتدار کی منتقلی کے لیے دباؤ بڑھایا جا سکے' جس نے کہ اس کے 10 یا 12 روز بعد مجھے گرفتار کر کے "بنی" بھیج دیا۔ میں نے کسی اور جماعت کو اقتدار منتقل نہیں کیا کیونکہ ان میں سے کوئی اکثریتی جماعت نہیں تھی۔ جہاں تک سقوط ڈھاکہ کا تعلق ہے تو اس کی ذمہ داری مجیب اور بھٹو دونوں پر عائد ہوتی ہے۔ لیکن بھٹو زیادہ ذمہ دار ہے۔

38 - جب الیکشن ہو گئے تو میں نے مسٹر بھٹو سے کہا کہ وہ اپوزیشن میں بیٹھ جائیں کیونکہ وہ اکثریت حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ وہ مغربی پاکستان کے دوسرے رہنماؤں کی حمایت حاصل کر کے اکثریتی پارٹی بن سکتا تھا لیکن وہ ہمیشہ ان کو گندے انڈوں کے نام سے یاد کرتا تھا۔ مسٹر بھٹو کے سخت اور غیر لچک دارانہ رویے کی وجہ سے مشرقی پاکستان کی علیحدگی عمل میں آئی۔ جب مشرقی پاکستان میں عام بغاوت ہو گئی تو میں نے گفت و شنید (مذاکرات) کا انتظام کیا اور ایک آخری اور ناگزیر حربے کے طور پر فوجی ایکشن کا حکم جاری کیا۔ اگر مشرقی پاکستان میں لوگ مارے گئے تو اس کی ذمہ داری میرے اوپر نہیں ڈالی جا سکتی۔ میرے اوپر بدعنوانی کے الزامات میں بھی ذرہ برابر صداقت نہ تھی کیونکہ میں نے اپنی پنشن کے بقایا جات کی وصولی کر کے ان قرضوں کے بقیہ جات ادا کیے جو کہ میں نے مختلف بینکوں سے لے رکھے تھے۔ میرے خلاف اقربا پروری کا الزام بھی بے بنیاد ہے۔ میرے اوپر یہ الزام ہے کہ ملک کے صدر کی حیثیت سے عہدے کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے اپنے

بیٹے کو پاکستان برماشیل میں اعلیٰ عہدے پر فائز کرایا' حالانکہ وہ میرے سپہ سالار اعظم (سی-این-سی) بننے سے بھی قبل اس ادارے میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہو چکا تھا۔ مجھ پر یہ الزام بھی درست نہیں کہ میں نے جمہوریت کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی کیونکہ میں نے ملکی تاریخ میں پہلی مرتبہ صاف اور شفاف انتخابات کرائے جن کو اندرون ملک ہی نہیں بلکہ بیرون ملک بھی سراہا گیا۔ خارجہ پالیسی میں میں نے امریکہ اور دوست ملک چین کے درمیان پل کی حیثیت سے کام کیا اور دونوں بڑی طاقتوں کو قریب لانے میں اہم کردار ادا کیا۔ امریکہ کے اس وقت کے سیکرٹری' ڈاکٹر ہنری کسنجر میری کوششوں کی وجہ سے ہی پیکنگ سدھارے تھے۔ اس ضمن میں انہوں نے مجھے جو خطوط لکھے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

وائٹ ہاؤس
واشنگٹن
اگست 7' 1971ء
ڈیئر جناب صدر!

میں سرکاری حیثیت میں آپ کی ان کوششوں کی پہلے ہی تعریف کر چکا ہوں جو آپ نے عوامی جمہوریہ چین کے ساتھ ہمارے روابط بحال کرانے کے لیے سرانجام دی ہیں۔

میں اس ذاتی خط کے ذریعے آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کی ذاتی کوششوں اور تعاون کے بغیر امریکہ اور چین میں تعلقات کی بحالی کا تاریخی معرکہ سر نہیں کیا جا سکتا تھا۔

39 - میری خواہش ہے کہ آپ میری طرف سے اپنے سفیر متعین امریکہ اور اپنے دفتر خارجہ کے عملے کا اس نازک کام کو انتہائی احتیاط کے ساتھ کرنے پر شکریہ ادا کریں' جن کے تعاون سے یہ کام ممکن ہوا۔

جو لوگ کل کی نسل کے لیے امن دینا چاہتے ہیں وہ ہمیشہ آپ کے ممنون احسان رہیں گے۔ ڈاکٹر کسنجر بھی آپ کے تاریخی کردار کو سراہنے میں میرے ساتھ برابر کے شریک ہیں جو آپ نے اس بہت مشکل وقفے میں سرانجام دیا۔

آپ کا مخلص
"نکسن"

دہائٹ ہاؤس
واشنگٹن
جولائی 26' 1971ء
ڈیئر جناب صدر!

آپ کا شکریہ ادا کرنے کی بہت سے وجوہ ہیں اس لیے مجھے پتہ نہیں چل رہا کہ میں کہاں سے آغاز کروں۔

40 - سب سے پہلے تو میں آپ کا اس بنا پر شکر گزار ہوں کہ آپ نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور عوامی جمہوریہ چین کے درمیان تعلقات کے ضمن میں جمی برف کو توڑنے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ کے حوصلہ مند اقدام کی وجہ سے ہی میرا سابقہ اور صدر امریکہ کا آئندہ دورہ چین ممکن ہوا۔ آپ نے ہماری بہترین تواضع کی۔ جناب صدر! آپ کے یہاں متعین نمائندے جناب ہلالی' کا کردار بھی بہت مفید رہا کیونکہ انہوں نے اس سارے عمل میں اپنا شاندار سفارتی کریئر اور تجربے کا بھی استعمال کیا۔

جس شاندار مہارت' طریقے اور ہم آہنگی سے آپ کے سفارت کاروں نے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا وہ میرے انتہائی شکریے کا مستحق ہے' مجھے امید ہے کہ آپ میری دلی تحسین ان تمام لوگوں کو پہنچا دیں گے خصوصاً آپ کے قریبی مشیر' فوج کے افسران جنہوں نے ہماری روانگی کی راہ ہموار کی اور پھر جہاز کے کپتان اور اس کے عملہ کے دیگر ارکان کو کہ جنہوں نے ہمارے مشن کو خفیہ رکھنے میں انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ میں اور میرے رفقائے کار اس گرمجوشی اور احتیاط کو ہمیشہ یاد رکھیں گے جس کا مستحق ہمیں گردانا گیا خصوصاً اس وقت جبکہ ہم دنیا کی بلند ترین چوٹی عبور کر رہے تھے۔

41 - جناب صدر! اصل شکریے کے مستحق آپ ہیں جنہوں نے اس اہم کام کی بذات خود نگرانی کی۔ میں آپ کی جولائی 8 کی گفتگو کو کبھی نہیں بھول سکتا جب آپ نے اپنے ملک کو درپیش انتہائی اہم مسائل کی پروا نہ کرتے ہوئے ہمارے دورہ پیکنگ کی براہ راست نگرانی پر اصرار کیا تھا۔ مزید برآں ہم روایتی پاکستانی مہمان نوازی اور باہمی گفتگو سے جو میں نے اپنے دورہ پاکستان کے دوران آپ جناب سے کی' خصوصی طور پر لطف اندوز ہوئے۔

42 - آپ اور آپ کے رفقائے کار کی کوششوں نے بلاشبہ میرے ذاتی تجربات' ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی خارجہ پالیسی اور بلاشبہ امن عالم کے لیے بے پناہ اور شاندار خدمات انجام دیں جن کو کبھی بھلایا نہیں جا سکے گا۔

پرجوش جذبات کے ساتھ
مخلص
ہنری - اے - کسنجر
محترم المقام
جنرل آغا محمد یحییٰ خان
صدر پاکستان
راولپنڈی

43 - جہاں تک جنگی قیدیوں کی واپسی کا مسئلہ تھا تو مسٹر بھٹو اقتدار میں آکر بہت جلد ان کو واپس لا سکتا تھا لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ اس کی وجہ

یہ تھی کہ اس نے مجیب کو رہا کر کے تمام قسم کی سودے بازی کی صلاحیت کھو دی تھی اور بعد میں بھٹو کو یہ کہنا پڑا کہ "افسوس بلبل اڑ گئی۔" یہ اس کی عادت تھی کہ وہ غیر یقینی اور بے چینی کی فضا پیدا کرتا اور پھر اس کو اپنے حق میں استعمال کرتا۔ بھٹو نے مجھے ایک ایسے حکم نامے پر دستخط کرنے کی ترغیب دی تھی جس پر تاریخ درج نہ تھی اور جس کے نتیجے میں مجیب کو کسی وقت بھی قتل کیا جا سکتا تھا لیکن میں نے اس کی مخالفت کی اور انکار کر دیا۔

44 - میں نے ملک کے دونوں بازوؤں کے راہنماؤں کی کھلی مرضی کے مطابق "ون یونٹ" توڑا۔ بنگالی جانتے تھے کہ اس طرح ان کو ایک آدمی ایک ووٹ کا حق حاصل ہے۔ جبکہ مغربی پاکستان کے راہنما بھی اس کو بہت سی بیماریوں کی جڑ قرار دیتے تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ بھٹو کے اندر ایسی منفی شیطانی قوت ہے کہ وہ ویسے ہی حالات مغربی پاکستان میں بھی پیدا کر سکتا تھا جیسے مشرقی پاکستان میں تھے۔ میں نے روس کو کبھی بھی کوئی کھلا خط نہیں لکھا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ روس کو میری طرف سے ایک خط موصول ہوا۔ جو انہوں نے شائع کر دیا۔ میں نے بھی اس خط کا جواب روس کو روانہ کر دیا۔ بھٹو نے واضح طور پر یہ کہہ دیا تھا اور بعد میں اس پر اصرار بھی کرتا رہا کہ وہ کسی ایسی کانفرنس میں نہیں بیٹھے گا جس میں مجیب یا اصغر خان شریک ہوں گے۔ بھٹو ہمیشہ نجی محفلوں میں جرنیلوں سے ملنے کی تاک میں رہتا تھا۔ وہ اس چیز کا ماہر تھا کہ مختلف لوگوں سے ملتا رہتا' حالات میں ڈرامائی رنگ پیدا کرتا اور ان کو مختلف قسم کے غلط تاثرات دینے کی کوشش کرتا۔ وہ یہ بھی تاثر دینے کی کوشش کرتا کہ اس کو پاکستان سے بھی زیادہ ایران' چین اور روس کی حمایت حاصل ہے۔ یہ بہت ممکن ہے کہ وہ واقعی کسی غیر ملکی قوت کے اشارے پر یہ سب کچھ اس کے ایجنٹ کے طور پر کر رہا ہو۔ اس کے برعکس میں نے مشرقی پاکستان کے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ مطمئن کرنے کی کوشش کی اور اس ضمن میں ان کو انتظامیہ اور فوج میں زیادہ سے زیادہ نمائندگی دی۔

45 - یہ باتیں میرے علم میں تھیں کہ مسٹر بھٹو بڑی حاسدانہ طبیعت کے مالک ہیں۔ یہ بات ریکارڈ پر رہنی چاہیے کہ 1970ء کے انتخابات میں مسٹر بھٹو اور مسٹر جی۔ ایم۔ سید کا لسانی بنیادوں پر اشتراک کار ہوا تھا۔ وہ لوگ اردو کے ساتھ ساتھ سندھی کو بھی سرکاری زبان کا درجہ دلانا چاہتے تھے۔ پنجاب سے جناب ممتاز دولتانہ' صوبہ سرحد سے جناب ماسٹر گل حسن اور سندھ سے جناب ذوالفقار علی بھٹو' وہ لیڈر تھے جنہوں نے میرے اوپر ون یونٹ توڑنے کے لیے دباؤ ڈالا۔ ان کے اس دباؤ اور مطالبے میں تمام کی تمام سیاسی جماعتیں بھی شریک تھیں۔ میں چونکہ غیر جانبدار اور شفاف الیکشن منعقد کروانا چاہتا تھا اور ون یونٹ کا شوشہ انتخابی ایشو کے طور پر استعمال کیا جا سکتا تھا اس لیے میں نے ون یونٹ کی تحلیل کو قبول کر لیا۔ میرے سامنے ون یونٹ کے ایشو کے حوالے سے لوٹ مار' خونریزی اور تباہی و بربادی کا خدشہ سر اٹھائے کھڑا تھا' چنانچہ میں سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کی اس تجویز سے متفق ہو گیا۔

46 - اگر مجیب کی اس تقریر کا جائزہ لیا جائے جو انہوں نے 12 مارچ 1971ء کو کی تھی جس میں انہوں نے کہا تھا کہ پاکستان متحد رہ سکتا ہے' تو یہ بات ابھر کر سامنے آتی ہے کہ مجیب ایک محب وطن اور دیانت دار آدمی تھا اور وہ اپنی حب الوطنی کی روش کو کبھی ترک نہ کرتا۔ اگر مسٹر بھٹو ڈھاکہ میں اسمبلی کے اجلاس میں جانے کے لیے راضی ہو جاتے۔ مجھے اس بات کو مان لینے میں کوئی ہرج نہیں کہ ملک بچایا جا سکتا تھا۔ پاکستان کے دوسرے راہنماؤں نے بھی مسٹر بھٹو کو اس کے نقطہ نظر میں نرمی پیدا کرنے کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ کسی طور پر نہیں مانے جبکہ اس کی وجہ جنرل گل حسن' ایئر مارشل رحیم اور مسٹر بھٹو کے درمیان طے پانے والی سازش تھی جس سے میں قبل از وقت آگاہ نہ ہو سکا اور اس کا بعد میں مجھے علم ہوا۔

47 - اگر مجیب اپنے رویئے پر پشیمانی کا اظہار کرتا' معذرت کرتا اور ملک سے اپنی محبت کا اعادہ کرتا تو میں اسے رہا کر سکتا تھا۔ میں اسے کسی یقین دہانی کے بغیر رہا کرنے کو تیار تھا اور میری طرف سے شائع "قرطاس ابیض" کسی کے کہنے پر شائع نہیں کیا گیا تھا۔

میں یہ بتانے میں کوئی ہرج نہیں سمجھتا کہ جب میں نظربند تھا تو مجھے محمود الرحمٰن کمیشن کے سامنے پیش ہونے کا موقع ملا۔ اس دوران میرے خاندان کو ہراساں کیا جا رہا تھا اور یحیٰی بختیار کمیشن کی پوری کارروائی میں موجود رہے تاکہ وہ مسٹر بھٹو کو میرے بیان کی مکمل رپورٹ پیش کر سکیں۔ میں نے اپنے اس اقبالی بیان میں اپنا وہ بیان بھی شامل کر دیا جو میں نے محمود الرحمٰن کمیشن کے سامنے دیا تھا۔

48 - 1971ء میں میرے ایک استفسار پر ایئر مارشل رحیم نے بتایا کہ ہمارے جہازوں کے فاضل آلات بہت کم تھے اور ہماری فضائیہ کسی طور پر جنگ کے دوران ہماری بری افواج کو صحیح اور موثر معاونت فراہم نہیں کر سکتی تھی۔ بعد ازاں یہ بات طشت ازبام ہوئی کہ موصوف بھی مسٹر بھٹو سے ملے ہوئے تھے۔ دراصل پاکستان کی مسلح افواج مسٹر بھٹو کی سازش کی وجہ سے وہ کامیابیاں حاصل نہ کر سکی تھی جو مغربی پاکستان کی سرحد پر حملہ کر کے حاصل کر سکتی تھی۔ میں اس خبر کا بہرحال ذمہ دار نہیں تھا جو پاکستان کے اخبارات میں وسیع بنیادوں پر چھپی کہ امریکہ کا ساتواں بحری بیڑہ پاکستان کی مدد کو روانہ ہو گیا ہے اور چینی افواج بھی پاکستان کی مدد کو جلد ہی پہنچنے والی ہیں' کیونکہ یہ خبر قطعاً درست نہیں

تھی۔

49 - مسٹر بھٹو کو واضح طور پر ان ہدایات کے ساتھ اقوام متحدہ روانہ کیا گیا کہ وہاں ان کو ایک بین الاقوامی فورم پر پاکستان کے کاز کا دفاع کرنا ہے۔ میں مشرقی پاکستان کے ساتھ کسی بھی معقول معاہدے پر راضی تھا جو کہ پاکستان کی حدود کے اندر رہ کر کیا جاتا۔ میری طرف سے بھٹو کو یہ بھی ہدایت تھی کہ ایسا کوئی حل جو پاکستان کو مشرقی حصے کی صورت میں اس کے باعزت حل کی طرف لے کر جاتا ہو اور اقوام عالم کی طرف سے پیش کیا جائے وہ پاکستان کے لیے قابل قبول ہوگا' لیکن مسٹر بھٹو نے بدستور تاخیری حربے استعمال کیے' اور بعد ازاں ان کی واپسی بھی میرے احکامات کی صریحاً خلاف ورزی تھی پاکستان کے حق میں فضا ہموار کرنے کی بجائے گندی زبان اور گالیاں استعمال کر کے' غیر ذمہ دارانہ بیانات اور تقریریں کر کے' ناچ گانے اور ناؤنوش کی محفلوں میں شرکت کر کے' اور شراب کے نشے میں دھت ہو کر مجھے فون کر کے مسٹر بھٹو اس کے بالکل برعکس کر رہے تھے جس کی انہیں ہدایت تھی اور لوگوں کو پاکستان کاز سے دور کیا جا رہا تھا مسٹر بھٹو مجھے صورتحال سے آگاہ کرنے کے لیے فون کرتے تھے ان ٹیلی فون کالز کے دوران مسٹر بھٹو شراب کے نشے میں دھت ہوتے اور اس وجہ سے وہ قابل فہم گفتگو کر ہی نہیں سکتے تھے اس لیے میں انہیں جب بھی کہتا کہ وہ پاکستان واپس آئیں اور مجھے وہاں کے حالات سے آگاہ کریں تو مجھے اپنے امریکہ کے قیام میں مزید توسیع کا مژدہ سنا دیتے تھے۔ وہ میرے اس استفسار پر بھی ہمیشہ خاموش رہتے کہ انہوں نے میری ہدایت کے برعکس پولینڈ کی قرار داد کیوں پھاڑ ڈالی۔ میرے بار بار کے استفسار پر انہوں نے مجھے بتایا کہ اس ضمن میں جلد ہی علم ہو جائے گا' پھر اس نے ایک آخری کال تحکمانہ اور شاہانہ انداز میں کی جس میں مجھے بتایا کہ وہ پاکستان واپس آ رہا ہے۔ میرا جواب یہ تھا کہ اب جب کہ تم نے اس ملک کو توڑنے کے لیے سب کچھ کر لیا ہے تو تم اس ملک کے لوگوں کا کیسے سامنا کرو گے۔ یہ مکمل طور پر میرے علم میں نہیں ہے کہ قیام امریکہ کے دوران مسٹر بھٹو کی ملاقات کس قسم کے لوگوں سے ہوتی رہی اور نہ مجھے ان ملاقاتوں کے مقاصد اور ان میں ہونے والی باتوں کا علم ہے۔ لیکن جب مسٹر بھٹو بیرون ملک تھے تو میرے علم میں جو واحد بات ان کے دورے کے بارے میں آئی وہ یہ تھی کہ انہوں نے پاکستان واپسی سے پہلے شہزادی اشرف پہلوی کے ساتھ دو دن گزارے تھے۔

50- پاکستان کے دفاع کے حوالے سے یہ پالیسی طے کی گئی تھی کہ دفاع پاکستان کی جنگ دونوں بازوؤں کے محاذوں پر لڑی جائے گی۔ ہمارا اصل مقصد یہ تھا کہ ہم اس تاثر کے ساتھ جنگ جاری رکھتے کہ ہم مغربی پاکستان کی طرف سے حملہ کرنے والے ہیں۔ یہ ایئر مارشل رحیم تھے جنہوں نے سازش کی اور کہا کہ ان کے پاس لڑائی کے لیے جہاز نہیں ہیں۔ بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی نے بھی اس موقع پر نامعلوم وجوہات کی بناء پر اس محاذ پر فائر بندی کا اعلان کر دیا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ ہمارے پاس صرف اتنا ہی ایندھن ہے جو 12 دن کی ضروریات کے لیے کافی ہو سکے گا۔ اسی طرح کی صورت حال گولہ بارود کے بارے میں بتائی گئی۔ یہ وہ حالات تھے جنہوں نے مجھے مجبور کیا کہ میں جنگ بندی قبول کروں اور مذاکرات کی میز پر بیٹھ جاؤں تاکہ کسی قابل قبول معاہدے تک پہنچا جا سکے۔

51- مجھے یہ بات آج تک سمجھ میں نہیں آ سکی کہ ایک طرف تو بھٹو نے مجیب الرحمٰن کو رہا کر دیا جو 90 ہزار قیدیوں کی رہائی کے لیے ہمارے ہاتھ میں ترپ کا پتہ تھا اور دوسری طرف موصوف مجھے قائل کرتے رہے کہ میں مجیب الرحمٰن کی پھانسی کے ایسے حکم پر دستخط کر دوں جس پر ان کی اصل پھانسی کی تاریخ سے پہلے کی تاریخ درج ہو۔

52- ایک دفعہ مجھے الطاف گوہر نے بتایا کہ مجیب مجھ سے ملنے آ رہا ہے اور میں اسے ان تمام مشکلات اور خطرات سے آگاہ کروں جو اس وقت ملک کو درپیش تھے۔ اس کے بعد الطاف گوہر' مجیب الرحمٰن اور کمال حسین کو مجھ سے ملوانے کے لیے لے کر آئے۔ انہوں نے میرے ساتھ رات کا کھانا کھایا اور ہم تقریباً تمام شب تبادلہ خیال کرتے رہے۔ میں نے ان کو قائل کرنے کی کوشش کی کہ سیاست کو ایک طرف رکھتے ہوئے وہ ملک کی سلامتی کے لیے فکر مند ہوں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ بھارت ہمارے ملک کو فی الوقت کیا نقصان پہنچا سکتا ہے اور وہ یہ دیکھیں کہ وہ موجودہ حالات میں کیا کر رہے ہیں۔ مجیب نے کہا "صاحب وہ صرف اپنے حقوق چاہتے ہیں۔" میں نے ان سے کہا کہ ان کو ان کے حقوق مل جائیں گے۔ حقوق کے لیے وہ ملک کو نقصان تو نہ پہنچائیں۔ میں اس ضمن میں مسٹر بھٹو سے بھی تبادلہ خیالات کرتا رہتا تھا۔ کیونکہ وہ حسب عادت دوسرے لیڈروں کی طرح مجھ سے ملتے رہتے تھے۔ وہ ان ملاقاتوں میں پاکستان کے دوسرے سیاست دانوں کے لیے گندے انڈوں اور اس طرح کی دوسری اصطلاحات استعمال کرتے اور اس بات کا اعادہ کرتے کہ وہ کسی ایسی تقریب یا کانفرنس میں شریک نہیں ہوں گے جن میں اصغر خان اور مجیب الرحمٰن موجود ہوں گے۔

53- مسٹر بھٹو مختلف سرکاری اور نجی محفلوں میں فوجی جرنیلوں کے گرد منڈلاتے رہتے اور ان سے تبادلہ خیال کرتے اور تعارف کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے اور اسی طرح کی ایک محفل میں فیلڈ مارشل ایوب خان کے دور میں مجھ سے متعارف ہوئے۔ انہیں دوسرے لوگوں سے ملتے رہنے کی عادت تھی۔ اور وہ دوسرے لوگوں کے سامنے اپنے بارے میں غلط تاثر قائم کرنے کا بھی ماہر تھا۔ وہ اس طرح کے

حربے میرے ساتھ بھی آزماتا اور ان کا واحد مقصد یہی ہوتا کہ میں ان پر اعتماد کرنا شروع کر دوں۔ جنرل گل حسن نے ایک مرتبہ مجھے بتایا کہ مسٹر بھٹو اکثر اوقات ان کے ہاں آتے اور ان کی کوشش ہوتی کہ وہ ہمارے ساتھ رات کے کھانے (عشائیے) میں شریک ہوں۔ پیرزادہ غلام محی الدین نے بھی مجھے ایک دفعہ بتایا کہ ایک دفعہ مسٹر بھٹو ان کے ہاں آئے اور ان کا خیال تھا کہ میں ان کے ساتھ رات کا کھانا کھاؤں اور آخر کار مسٹر بھٹو پیرزادہ کے ساتھ کھانا کھا کر ہی وہاں سے گئے۔ پیرزادہ کا کہنا تھا کہ مجھے اس طرح کے لوگوں کو جو کمبل ہو جاتے ہیں گھر سے باہر پھنکوانا بھی آتا ہے۔ مسٹر بھٹو کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ اس طرح کی ملاقاتوں کی کوشش نہ کریں جہاں ان کو خوش آمدید نہیں کہا جاتا۔

54- میرا ارادہ تھا کہ مسٹر مجیب الرحمٰن کو رہا کر دوں۔ صرف اس شرط کے ساتھ کہ وہ پاکستان کے ساتھ اپنی وفاداری کی تجدید کرلے۔ اسے اس تجدید عہد کے بغیر رہا کرنا ممکن نہیں تھا۔ کیونکہ دوسری صورت میں وہ اگرتلہ سازش کیس میں عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کر لیا جاتا۔ میرے لیے ممکن نہیں تھا کہ میں مجیب کے رویے کے بارے میں کسی معقول یقین دہانی کے بغیر شیخ مجیب الرحمٰن کو رہا کر دوں جب کہ مسٹر بھٹو کی خواہش تھی کہ شیخ مجیب کو جیل میں ختم کر دیا جائے۔ فوجی عدالت میں مقدمے کی سماعت کا ریکارڈ تفصیلات سمیت بھی مجھے پیش کیا گیا۔ فوجی عدالت کے سربراہ نے تجویز کیا تھا کہ مجیب کو پھانسی دے دی جائے۔ میں اس سزا کی تصدیق کر کے شیخ مجیب الرحمٰن کے قتل نامہ پر دستخط کر سکتا تھا لیکن میں نے جلد بازی میں کوئی ایسا اقدام کرنے سے گریز کیا اور مقدمے کا تمام ریکارڈ اس وقت کے وفاقی سیکرٹری قانون کو تبصرے کے لیے بھجوا دیا۔

55- ڈھاکہ میں میرے علم میں یہ بات لائی گئی کہ جنرل ٹکا خان نے شیخ مجیب الرحمٰن کو زندہ یا مردہ لانے کا حکم دے دیا ہے۔ میں نے فوراً اپنی پوزیشن واضح کی کہ میں نے ایسے کوئی احکامات صادر نہیں کیے بلکہ میں نے تو صرف اس کی گرفتاری کا ہی کہا ہے۔

56- جب میں سلطنت ایران کے قیام کی 2500 ویں سالگرہ کی تقریب میں شرکت کے لیے ایران جانے لگا تو مسٹر بھٹو نے مجھ سے رابطہ کیا اور مجھ سے کہا کہ میں جانے سے قبل مجیب کا قضیہ نمٹاتا جاؤں کیونکہ ایران میں مجھے مختلف سربراہان مملکت کی طرف سے مجیب کی رہائی کے لیے سخت دباؤ کا سامنا کرنا پڑ سکتا تھا' لیکن میں نے مسٹر بھٹو کی اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا اور اسے مسترد کر دیا۔

57- ان تمام واقعات کی وجہ سے مسٹر بھٹو نے دل میں میرے خلاف نفرت بھر لی تھی اور وہ مجھے ہر طریقے سے نقصان پہنچانے پر تل گیا تھا تاکہ وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیابی حاصل کر سکے۔

58- اب میرا وہ بیان ہے جو میں نے حمود الرحمٰن کمیشن جو کہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے حکم پر سقوط مشرقی پاکستان کی ذمہ داری کے تعین کے لیے قائم کیا گیا تھا' کے سامنے ریکارڈ کرایا تھا۔

میری طرف سے حمود الرحمٰن کمیشن کے سامنے دیا گیا بیان مندرجہ ذیل ہے:

1- آج مورخہ 18 جنوری 1972ء کو مجھے ایک خط نمبری 72ر 2-ICW جو چیف جسٹس آف پاکستان جناب جسٹس حمود الرحمٰن کی طرف سے مورخہ 11 جنوری 1972ء کو لکھا گیا تھا' موصول ہوا۔ میں اس وقت فوریسٹ ڈاک بنگلہ "بنی" کے مقام پر مقید ہوں اور مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں اپنا بیان مورخہ 24 جنوری 1972ء سے پہلے پہلے ان کے حوالے کر دوں۔

2- میں ابتدا ہی میں یہ بات واضح کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ فی الوقت مجھے مرکزی حکومت یا جنرل ہیڈ کوارٹر (جی-ایچ-کیو) کی متعلقہ دستاویزات تک کوئی رسائی حاصل نہیں ہے جس کی وجہ سے میں تمام واقعات کے حقائق اور ان کی تفاصیل باقاعدہ تواریخ کے ساتھ بیان نہیں کر سکوں گا۔ محترم چیف جسٹس نے بہرحال کمال مہربانی سے مجھے اجازت مرحمت فرمائی ہے کہ میں اپنے بیان کی متوقع صورت کا خود فیصلہ کروں۔ جب میں نے اس خط کے ساتھ منسلک ضمیمہ (الف) پڑھا تو اس امر کو بہتر خیال کیا کہ میں تمام واقعات کی مکمل تصویر کشی کے لیے اپنا بیان خالص "بیانیہ انداز" میں ریکارڈ کراؤں۔ ضمیمہ الف میں پوچھے گئے تمام نکات باہم اتنے زیادہ منسلک اور مربوط ہیں کہ ان کی وضاحت کے لیے تمام صورت حال کی صحیح تصویر کشی کے لیے بیانیہ طریقہ بہترین رہے گا۔ بلاشبہ میں کسی بھی نکتے یا واقعے کے متعلق کیے گئے استفسار کی وضاحت کے لیے پوری طرح تیار ہوں لیکن اس کے لیے مجھے ضروری دستاویزات اور اپنے فوجی اور سول ہم منصب اور دیگر رفقائے کار کی گواہی اور تصدیقات کی ضرورت پڑے گی' لیکن متعلقہ دستاویزات تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے میں اس امر پر مجبور ہوں کہ 1969ء سے لے کر اب تک پیش آنے والے قومی زندگی کے سیاسی' سول اور فوجی واقعات کو صرف اور صرف اپنی یادداشت کی بنا پر بیان کروں۔ اگرچہ میں حقائق بیان کرتا چلوں گا لیکن ان کی متعلقہ تواریخ اور دیگر جزئیات کی تفاصیل میں اصل ریکارڈ کی مدد سے بعد میں بیان کروں گا کیونکہ وہ فی الوقت مجھے دستیاب نہیں۔

3- یہ مارچ 1969ء کی بات ہے جب پورا ملک سیاسی' انتظامی اور واقعاتی طور پر تباہ ہو چکا تھا اور مجھے ملک چلانے کا کام سونپا گیا تھا۔ اس کی واحد وجہ یہ تھی کہ بطور سپہ سالار اعلیٰ میں اس وقت کا سب سے سینئر حاضر سروس فوجی تھا۔ میں نے اپنا اہم مقصد اس امر کو قرار دیا کہ

سیاسی راہنماؤں کو اقتدار واپس سونپ دیا جائے کیونکہ ملک پر حکومت کرنا اور اس کا انتظام چلانا فوج کا کام نہیں۔ اس مقصد اور ایمان کے ساتھ میں نے منزل کے حصول کے لیے سفر کا آغاز کر دیا۔ یہ بڑا افسوسناک امر تھا کہ مجھے اس سیاسی طور پر تعطل کا شکار "بچے" (پاکستان کے لیے استعمال کیا ہے) کو حرکت میں لانے کے لیے دو سال تک بہت زیادہ محنت مشقت اور پتہ مار کر کام کرنا پڑا اور آخر کار دسمبر 1970ء میں میں ایسا کرنے میں کامیاب ہوا جب ملک میں پہلے عام انتخابات کا انعقاد ہوا۔ ان دنوں کی تفصیل بڑی طویل ہے اور دل تڑپا دینے والی' جس سے پاکستان کے لوگوں کو ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کو آگاہ ہونا چاہیے۔

4- 1970ء کے عام انتخابات کے بعد قومی سیاست کی ایک ایسی تصویر ابھری جو نہ صرف عجیب و غریب تھی۔ بلکہ اپنے ہاں ایک چیلنج کی بھی حامل تھی۔ مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ واحد اکثریتی پارٹی کی حیثیت سے ابھری تھی جبکہ مغربی پاکستان میں اسے ایک بھی نشست حاصل نہ ہو سکی تھی۔ اسی طرح مغربی پاکستان میں پاکستان پیپلز پارٹی نے سب سے بڑی اکثریتی پارٹی کے طور پر خود کو منوایا تھا لیکن اس کی مشرقی پاکستان میں کوئی نشست نہیں تھی۔ باہم ملحق ایک ملک کے اندر اس طرح کی صورت حال کوئی معنی نہیں رکھتی لیکن جیسا کہ ہماری حالت تھی اور ہم جیسے دو علیحدہ اور مختلف حصوں پر مشتمل ملک کے لیے یہ ایک بہت بڑا چیلنج اور انسانی عقل کا امتحان تھا۔ اب مجھے اگلی فکر لاحق ہوئی کہ یہ کس طرح چلے گا۔ میں نے دونوں حصوں میں سے کامیاب ہونے والی جماعتوں کے راہنماؤں سے مذاکرات کا آغاز کرنے میں ذرا بھی تاخیر نہ کی اور اس سلسلے میں جنوری 1971ء کو مشرقی پاکستان گیا اور شیخ مجیب الرحمٰن سے ملاقات کی۔

5- میں مختصراً اس منصوبہ بندی پر بھی روشنی ڈالتا چلوں جو میں نے اس سارے معاملے کو ٹھیک انداز میں چلانے کے لیے کی تھی اور اس کے تحت الیکشن کا انعقاد اور ان کے نتیجے میں قانون سازی کے ادارے قومی اسمبلی کا وجود ظہور میں آنا تھا جس کو فوراً ملکی نظام چلانے کے لیے ایک آئین کی تشکیل کرنا تھی اور یہ آئین صرف 120 دن کے عرصے میں اسمبلی نے پاس کرکے قوم کو دینا تھا۔ اس منصوبے کے پس پردہ کار فرما واحد حکمت عملی واضح طور پر یہ تھی کہ کم از کم ممکن وقت میں اقتدار کے حق داروں کو منتقلی عمل میں آ سکے۔ تمام سیاسی جماعتوں نے اس منصوبے کو قبول کیا اور اسی کے تحت منعقدہ عام انتخابات میں حصہ لیا۔ ان انتخابات کو بہرحال ایک آئینی چھتری کی ضرورت تھی' اس لیے میں نے قوم کو صرف آئینی طریق کار دیا جس کو بہرحال اس آئین کے لیے جگہ چھوڑ دینا تھی۔ جسے بعد ازاں اسمبلی نے پاس کرنا تھا۔

انتخابات کے بعد مختلف سیاسی راہنماؤں سے ہونے والی اپنی ملاقاتوں میں' میں اس امر پر زور دیتا رہا اور وضاحت کرتا رہا کہ کس طرح ان کو اکٹھا ہونا چاہیے اور آئین کے خاکے اور وسیع البنیاد اصولوں کی تشکیل اس اسمبلی میں کرنا ہے۔ جس کا میں نے اجلاس بلایا تھا۔ اس سے میرے پیش نظر صرف وقت کی بچت کا عنصر کارفرما تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ اگر اجلاس کے بعد اسمبلی 120 دن تک کسی متفقہ خاکے تک نہ پہنچ سکی تو پھر اسمبلی غیر موثر ہو جائے گی اور ملک کو ایک نئے آئینی بحران کا سامنا کرنا پڑے گا اور ملک کے اندر ایک خوفناک سیاسی تعطل پیدا ہو جائے گا۔ تمام راہنماؤں نے اس بات سے اتفاق کیا اور مجھے تعاون کا مکمل یقین دلایا۔ دراصل شیخ مجیب الرحمٰن نے مجھے مطلع کر دیا تھا کہ تمام راہنما آئین کے مجوزہ خاکے پر اسمبلی کے باہر بیٹھ کر ہی کچھ "لو اور دو" کے اصول کے تحت اتفاق رائے حاصل کر لیں گے تاکہ اسمبلی کے اجلاس میں کوئی بدمزگی کی صورتحال پیدا نہ ہو سکے۔ اس نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ اس کے چھ نکات کوئی خدا کے الفاظ (Words Of God) نہیں ہیں اور وہ وفاق کی باقی اکائیوں کی مرضی سے اس پر گفتگو کرنے اور ان میں مناسب ترمیم و تبدیلی کرنے پر آمادہ ہے۔ یہ بات تمام حضرات کے نوٹس میں رہنی چاہیے۔

6- جب میں جنوری 1971ء میں ڈھاکہ گیا اور وہاں شیخ مجیب سے ملا تو میں اس وقت عوامی لیگ کی لیڈر شپ کے لہجے میں حیرت ناک تبدیلی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میں نے ان کو ان کی کامیابی پر مبارکباد دی اور ان سے اس امر پر مشورے کا آغاز کیا کہ کس طرح تمام منتخب راہنماؤں کو اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں مدعو کرنے سے قبل ایک طریق پر متفق کیا جائے تاکہ اسمبلی کا اجلاس بلانا ممکن ہو سکے۔ مجھے بڑی بدتمیزی سے بتایا گیا کہ اسمبلی سے باہر کسی قسم کے صلاح و مشورے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے مجھے فوری طور پر فروری کے پہلے ہفتے میں اسمبلی کا اجلاس طلب کرنا چاہیے اور یہ میرے خیال میں جنوری 1971ء کے آخری ایام کی بات ہے۔ میں نے شیخ مجیب سے کہا کہ مغربی پاکستان کے راہنماؤں سے بھی مشورہ کیا جانا ضروری ہے اور فروری کا پہلا ہفتہ خاصا قبل از وقت ہوگا۔ میں یہاں یہ بات بھی عرض کرتا چلوں کہ میں یہ اعلان پہلے ہی کر چکا تھا کہ اسمبلی کا پہلا اجلاس ڈھاکہ میں ہوگا۔ اس لحاظ سے بھی اس عمارت پر ابھی تزئین و آرائش کا کام جاری تھا جس میں اس اجلاس کو منعقد کیا جانا تھا اور اس تزئین و آرائش کی ضرورت اس لیے بھی بڑھ گئی تھی کہ اب اسمبلی 150 کے بجائے 313 نشستیں تھیں۔ اس لیے اسمبلی کا اجلاس جلد از جلد بھی فروری کے اختتام سے قبل نہیں بلایا جا سکتا تھا۔ میں نے اس سے شیخ مجیب کو آگاہ کیا۔ اس نے کہا کہ فروری کا درمیان وہ آخری وقت ہونا چاہیے جب میں اسمبلی

کا اجلاس طلب کروں۔ وہ پاکستان کے دوسرے راہنماؤں سے گفتگو میں دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔

7- اس موقع پر مشرقی پاکستان میں ہونے والے واقعات پر بھی روشنی ڈالنا بہت ضروری ہے۔ جلسے، جلوس اور عوامی اجتماعات وہاں دن رات کا دستور بن گئے تھے۔ اس کا مقصد سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ عوامی لیگ کو انتخابات میں حاصل ہونے والی خوشی میں کیے جانے والے یہ مختلف مظاہرے تو ایک سمجھ میں آنے والی بات تھی لیکن ان کے راہنماؤں اور عام لوگوں کا عمومی رویہ تو مطمئن اور معقول ہونا چاہیے تھا۔ برسوں تک ان کے بالغ حق رائے دہی کو دبا کر رکھنے کے بعد اب ان کے ہاں انتخابات منعقد کرائے گئے تھے۔ یہ ایک واقعی پریشان کن امر تھا۔ اس کی واحد وجہ جو میں سمجھ سکا ہوں کہ عوامی لیگ کی صفوں میں انتہا پسند، بائیں بازو کے حامی، اور بھارت کے حامی عناصر در آئے تھے، جو کہ بعد میں بے نقاب بھی ہوگئے۔ ان کو پاکستان کو کوئی ایسا آئین دینے میں دلچسپی ہی نہیں تھی، جو ملک کو ایک پاکستان یا یکجہتی کی طرف لے کر جاتا۔ اسی لیے وہ ایک ایسے بنگلہ دیش کا وجود چاہتے تھے جو پاکستان سے دور اور بھارت کے انتہائی نزدیک ہو۔ یہ بہت واضح ہو چکا تھا کہ اس موقع کو بھارت نے پاکستان کو توڑنے کے لیے استعمال کیا جو کہ ان کا برسوں پرانا خواب تھا۔ شیخ مجیب الرحمٰن کی اپنی تقاریر اور روز بروز سخت سے سخت تر ہوتی چلی جا رہی تھیں اور وہ روز بروز نکتہ انتہا کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ میں نے اس سے اور اس کے مشیروں کے ساتھ بڑی سنجیدہ ملاقاتیں کیں اور ان کو ان کا وعدہ یاد دلایا جس میں انہوں نے کچھ لو اور دو کے اصول کے تحت تمام مسائل کو حل کرنے کے لیے وعدہ کیا تھا اور ان کو تحمل اور استدلال سے کام لینے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ یہاں پر یہ بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہیں کہ مغربی پاکستان سے دوسری چھوٹی سیاسی جماعتوں کے راہنما بھی باری باری ڈھاکہ جاتے اور شیخ مجیب الرحمٰن سے ملاقاتیں کرتے اگرچہ مجھے ان ملاقاتوں کے ایجنڈے کا تو علم نہیں ہوتا تھا۔ قصہ مختصر میں نے مجیب کو اس امر پر آخرکار قائل کر لیا کہ وہ مسٹر بھٹو سے مذاکرات کرے جو مغربی پاکستان میں جیتنے والی اکثریتی پارٹی کا سربراہ تھا۔

8- اس موقع پر شیخ مجیب مجھ سے مشورہ کا طالب ہوا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ میں (یعنی فوج) نے ملک میں ایک شفاف اور غیر جانبدارانہ انتخابات منعقد کرائے ہیں، اس لیے ان کی یہ خواہش ہوگی کہ میں (یحییٰ خان) ملک کے آئینی صدر کے طور پر کام کروں۔ میں نے فوراً اس امر کو مسترد کر دیا اور کہا کہ میں اس کو صحیح خیال نہیں کرتا۔ میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ میں ملک پاکستان میں اقتدار منتخب لوگوں کے سپرد کرکے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں۔ یہی میرا سب سے بڑا اعزاز ہوگا۔ چونکہ اس نے مجھ سے مشورہ طلب کیا تھا اس لیے میں نے اسے مندرجہ ذیل مشورہ دیا:

"شیخ صاحب آپ کے سامنے اس وقت تین دروازے کھلے ہیں۔"

1- اسمبلی میں اکثریتی پارٹی ہونے کے ناطے اب بھی آپ اس حالت میں ہیں کہ کسی بھی دوسری جماعت کی مدد کے بغیر اپنی حکومت بنائیں اور اپنا آئین پاس کروا کے حکومت کی باگ دوڑ سنبھال لیں، لیکن آپ کو معلوم ہے کہ کسی بھی ملک کا آئین دوسرے قوانین کا صرف ایک مجموعہ نہیں ہوتا، اسے ایسا ہونا چاہیے کہ یہ وفاق پاکستان کے چھوٹی بڑی تمام اکائیوں کو مطمئن کرنے والا ہو۔ آئین تو باہم مل جل کر رہنے کی ایک مفاہمت ہوتی ہے۔ یہ پارلیمنٹ کے پاس کردہ کسی دوسرے ایکٹ کی طرح نہیں ہے۔ اس طرح پاس کیا گیا آئین کتنی دیر چل سکے گا؟

2- آپ مغربی پاکستان سے کچھ جماعتوں کو اپنے ساتھ ملاؤ۔ ان تمام پارٹیوں کو پیپلز پارٹی نے، جو کہ ایک بڑی پارٹی بن کر ابھری ہے، انتخابات میں شکست سے دوچار کیا ہے جس کی وجہ سے ان کے پاس، دو دو تین تین یا چار چار نشستیں ہیں۔ تب بھی مغربی پاکستان سے کامیابی حاصل کرنے والی سب سے بڑی پارٹی کو حکومت سے باہر رکھ کر آپ لوگ کتنے عرصے تک حکومت چلا سکو گے، خصوصاً اس حالت میں کہ مارشل لاء بھی اٹھا لیا جائے گا اور آپ کو قومی زندگی کے تمام معاملات خصوصاً امن و امان کے مسئلے کو خود اپنی صوابدید کے مطابق حل کرنا پڑے گا۔

3- آپ کی پارٹی اور پی پی پی ایک اتحاد بن سکتی ہیں اور یہ بات ابھر کر سامنے آ چکی ہے کہ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں اور یہ ایسے ممالک ہیں جو کہ واقعی ممالک میں ہوتا چلا آ رہا ہے۔ ہمارے ملک میں کہ جس کے دونوں بازو ایک دوسرے سے اس قدر دور ہیں اور یہ اور بھی ضروری ہو گیا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دونوں جماعتیں اپنی سرگرمیاں ملک کے اس بازو تک وسیع کر دیں جہاں ان کی قوت بالکل نہیں ہے اور آئندہ دو قومی جماعتوں کی حیثیت سے علاقائی جماعتوں کے مقابلے میں انتخاب لڑیں۔

9- میں نے اس سے گزارش کی کہ میری باتوں پر کان دھرے اور حکومت کو کام کرنے دے کیونکہ اب منتخب حکومت کو اقتدار کی منتقلی میں کوئی امر مانع نہیں آتا تھا۔ شیخ مجیب نے میری تمام گفتگو سنی لیکن اس کے جواب میں کچھ نہ بولا۔ میں نے فوراً محسوس کر لیا کہ وہ اس قسم کی کوئی نصیحت سننے کا روادار نہیں ہے۔ میں اس کے اس رویے سے بڑا پریشان ہوا، لیکن اس کے باوجود میں نے اس کو نصیحت کی کہ وہ مسٹر بھٹو

سے ملے اور اس مسئلے کے کسی قابل عمل حل کی تلاش کے لیے راہ ہموار کرے۔

10- ان دنوں فوج اور امن عامہ کے حوالے سے بے چینی کی فضا پیدا ہونا شروع ہوگئی۔ عوامی لیگ کے کارکنوں نے مہینوں لمبی انتخابی مہم میں جس جوش و خروش اور جذبے کا اظہار کیا تھا' ان کا وہ جوش و خروش اور جذبہ انتخابات کے بعد پیدا ہونے والی صورت حال پر چھاتا چلا جا رہا تھا۔ مختلف حوالوں سے لوگ ہزاروں کے مجموعوں کی صورت میں جمع ہوتے۔ قانون کی خلاف ورزی کرتے' لوٹ مار کر کے عوامی لیگ کے مخالفوں کے گھر جلا دیتے۔ انتہا پسند اور بائیں بازو کے شدت پسند اس طرح کی غنڈہ گردی کی سرگرمیوں میں ملوث تھے۔ میں ان واقعات کے اس طرح وقوع پذیر ہونے پر قطعاً مطمئن یا خوش نہیں تھا۔

11- میں نے اس پر گورنر ایڈمرل احسن اور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر زون بی لیفٹیننٹ جنرل یعقوب علی خان کے ساتھ بڑی تفصیل سے تبادلہ خیال کیا اور یہ بات خاص طور پر نوٹ کی کہ ان دونوں کی آرا میں خاصا بعد پایا جاتا تھا۔ ایڈمرل احسن اس سلسلے میں خاصی نرمی برتنے کے حق میں تھے۔ ان کے خیال میں یہ الیکشن کے بعد کے حالات تھے اس لیے ان پر کنٹرول کرنے کے لیے کوئی سخت ایکشن لینے کی ضرورت نہیں۔ یہ وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہو جائے گا جبکہ جنرل یعقوب علی خان اس ضمن میں خاصے پریشان تھے اور چاہتے تھے کہ حالات کو قابو میں کرنے کے لیے گورنر پولیس اور معمول کے سول نظام کے ذریعے سیاسی راہنماؤں کو اعتماد میں لے کر کسی غلط حرکت سے اجتناب پر قائل کر کے حالات کو درست کرنے کی کوشش کریں۔ جنرل یعقوب علی خان کو یقین تھا کہ اگر سول انتظامیہ کی مدد کے لیے اسے کہا گیا تو وہ بڑی کامیابی سے سول انتظامیہ کی مدد کرنے کی حالت میں ہوگا۔

اب کچھ باتیں سول انتظامیہ کے متعلق ہو جائیں۔ اس وقت سول انتظامیہ میں تین عناصر سرگرم تھے۔ پہلا عنصر تو وہ تھا جو کھلے عام عوامی لیگ کا حامی تھا اور انتخابات سے قبل ہی اسے براہ راست ہدایات عوامی لیگ کے اعلیٰ حکام سے حاصل کرتا چلا آ رہا تھا۔ دوسرا عوامی لیگ کا مخالف عنصر تھا جو اگرچہ ملک کی سالمیت پر یقین رکھتا تھا لیکن عملی طور پر کچھ بھی کرنے یا کہنے سے ڈرتا تھا۔ تیسرا عنصر بہت قلیل تھا۔ اور وہ غیر بنگالیوں کا عنصر تھا۔ یہ بھی بہرحال عوامی لیگ کے خوف سے پاکستان کی یک جہتی کے حوالے سے کچھ بھی کہنے اور کرنے سے ڈرتے تھے۔ اسی طرح پولیس فورس بھی بالکل غیر موثر ہو کر رہ گئی تھی اور یہ کسی بھی کارروائی کے لیے مشرقی پاکستان رائفلز پر انحصار کرتے تھے۔ ادھر مشرقی پاکستان رائفلز کے اندر بھی نظم و ضبط کا فقدان دیکھنے میں آ رہا تھا۔ مشرقی پاکستان رائفلز تخلیق پاکستان سے لے کر اب تک پاکستان کی بہترین فورس رہی تھی اور دیکھنے میں آ رہا تھا کہ فقدان اس مہم کا نتیجہ تھا جو عوامی لیگ نے الیکشن سے قبل ہی سے مغربی پاکستان کے خلاف نفرت کی مسموم فضا پیدا کرنے کے لیے باقاعدہ جنگی منصوبہ بندی سے چلا رکھی تھی۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ عوامی لیگ کی ساری انتخابی مہم ہی مغربی پاکستان کے لیے مخالفانہ نعروں پر مشتمل تھی۔ انہوں نے اس طرح کے بے بنیاد نعروں کو اپنی مہم کی بنیاد بنایا تھا کہ تخلیق پاکستان سے لے کر اب تک کس طرح مغربی پاکستان کے لوگ مشرقی پاکستان کے لوگوں کا خون چوستے چلے آ رہے تھے۔

13- مرکزی اور مقامی دونوں قسم کی خفیہ ایجنسیاں بالکل معطل ہو کر رہ گئی تھیں۔ ان ایجنسیوں کے اہل کار کوئی ایسی بات حکومت کو بتانے کی جرات نہ کرتے جو ان کے مستقبل کے سیاسی خداؤں کا ناراض کرنے کا سبب ہو۔ "ملٹری انٹیلی جنس" کو اس قسم کی کوئی تربیت نہیں دی گئی تھی' ان کا کام صرف اور صرف بھارت کی جاسوسی کرنا تھا۔ وہ مسلسل بھارت کی سرحد کے آر پار بڑے پیمانے پر گولہ بارود کی نقل و حمل اور مقامی شرپسندوں کو مالی امداد کی بالواسطہ اور براہ راست فراہمی کے متعلق اطلاعات مہیا کر رہے تھے۔ ان رپورٹوں کے برعکس وہ اس قسم کی کسی سرگرمی کو روک نہیں سکتے تھے کیونکہ ان کو کوئی ایسی تربیت ہی فراہم نہیں کی گئی تھی۔ جبکہ ان عناصر کو روکنے کی ذمہ دار پولیس اور مشرقی پاکستان رائفلز میں پہلے ہی نظم و ضبط سے انحراف ایک معمول کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ اس لیے وہ بھلا ان عناصر کو کیسے اور کیوں روکتے!

14- فوجی محاذ پر مشرقی پاکستان میں صرف ایک (انفنٹری) پیدل ڈویژن فوج تھی جو کہ تقریباً قیام پاکستان کے وقت ہی سے وہاں مقیم چلی آ رہی تھی۔ 1965ء کی جنگ کے بعد میں نے ذاتی دلچسپی لے کر اس انفنٹری ڈویژن کو ایک کمزور ڈویژن سے ایک مضبوط اور فعال ڈویژن بنانے کے لیے بہت سے اقدامات اٹھائے۔ میں نے ان کی صلاحیت کو بڑھانے کے پیش نظر خصوصی طور پر ان کے لیے ایک آرمرڈ رجمنٹ کچھ فیلڈ رجمنٹس اور بھاری مارٹر مغربی پاکستان سے بھجوائے تھے۔ میں نے مشرقی پاکستان گیریژن کو مزید مضبوط بنانے کے لیے ان کی توسیع کا منصوبہ بنایا تھا تاکہ یہاں ایک کے بجائے کم از کم دو رجمنٹس رکھی جا سکیں' لیکن میری اس تمام منصوبہ بندی کا اس وقت کی موجودہ صورت حال سے قطعاً کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ یہ تو صرف دفاع پاکستان کو مضبوط کرنے کی میری خواہشوں کا حصہ تھی جو کہ افواج پاکستان کے سربراہ کی حیثیت سے میرا فرض بھی بنتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ مشرقی پاکستان کے پاس طیاروں، کا ایک سکواڈرن اور بحریہ کی کچھ توپ بردار لڑاکا جنگی کشتیاں بھی تھیں۔ میں نے مشرقی پاکستان کو اسلحے اور گولہ بارود میں خودکفیل

بنانے کے لیے منصوبہ بندی کر رکھی تھی۔ اس مقصد کے لیے وہاں ایک اسلحے کی فیکٹری لگائی گئی تھی جو چھوٹے ہتھیار اور گولہ بارود بنا رہی تھی۔ یہ دو ڈویژن افواج بھارت کی اس تین سے چار ڈویژن افواج کا مقابلہ کرنے کے لیے کم از کم فوج تھی جو کہ مستقلاً" مشرقی پاکستان کی سرحد پر تعینات رہتی تھی۔ بھارتی افواج کا زیادہ تر حصہ مغربی پاکستان کی سرحد پر تعینات رہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ پاکستان کو بھی اپنی زیادہ تر افواج مغربی پاکستان میں رکھنا پڑتی تھیں۔ پاکستان کے تمام ملٹری کمانڈروں کی یہ متفقہ رائے تھی کہ مشرقی پاکستان کا دفاع مغربی پاکستان کے موثر دفاع میں مضمر ہے کیونکہ اگر ہم اتنی کم فوج کے ساتھ جتنی اس وقت پاکستان کے محدود وسائل کے لحاظ سے پاکستان کے پاس تھی' بھارت کی اتنی بڑی افواج کے سامنے پاکستان کے دونوں بازوؤں کا ایک جیسا دفاع کرتے جاتے تو یہ شکست کو دعوت دینے کے مترادف ہوتا۔

کوئی بھی فوجی امور کا ماہر اس فلسفے کی بنیاد میں پنہاں نکتے کو با آسانی سمجھ سکتا ہے۔ اس لیے میں مزید وضاحت کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

15- یہ اس وقت کے مشرقی پاکستان کی جنوری 1971ء کے آخری ایام کی تصویر ہے۔ میری زون بی کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور مشرقی پاکستان کے گورنر کو بڑی واضح ہدایات تھیں کہ وہ کسی بھی سخت اقدام کے بغیر امن و امان کی صورت حال بحال کرنے کی کوشش کریں اور اس ضمن میں اگر ناگزیر ہو تو کم سے کم قوت استعمال کی جائے۔

16- شیخ مجیب سے میں نے بار بار سیاسی نظم و ضبط برقرار رکھنے کی درخواست کی اور ان کو بتایا کہ وہ پاکستان کے وزیراعظم بننے والے ہیں' اس لیے ان کو اپنے رویے میں بھی اسی طرح تبدیلی لانی چاہیے اور وزیراعظم کے شایان شان رویہ اپنانا چاہیے۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ مغربی پاکستان کا دورہ کرکے اور مستقبل کے وزیراعظم کے طور پر وہاں اپنا دباؤ اور وزن بڑھائے۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔

17- میں فروری 1971ء کے ابتدائی دنوں میں مغربی پاکستان لوٹ آیا اور مسٹر ذوالفقار علی بھٹو سے ملنے لاڑکانہ گیا۔ وہ مسٹر مجیب سے مذاکرات کے لیے قطعاً تیار تھا اور قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے سے قبل مجیب کے ساتھ ہونے والے ان مذاکرات کے دوران زیر بحث آنے والے نکات پر تیاری کے لیے وقت چاہتا تھا۔ یہ مذاکرات اس وقت ڈھاکہ میں ہوئے جب پی پی پی کے راہنما نے ڈھاکہ کا دورا کیا۔ خاصی ملاقاتوں کے بعد پی پی پی کی مذاکراتی ٹیم مغربی پاکستان واپس آ گئی۔ مجھے اس امر کے مزید شواہد ملے کہ دونوں فریقین میں مزید مذاکرات کی ضرورت ہے کہ وہ پاکستان کی اس وقت کی قومی اسمبلی کی دو اہم جماعتیں تھیں۔

18- فروری 1971ء کے وسط میں مشرقی پاکستان میں حالات میں گرمی پیدا ہونا شروع ہوئی۔ مشہور و معروف یوم طلباء جو کہ 21 فروری کو منایا گیا اس دن کے اجتماعات کو عوامی لیگ نے حالات کو مزید خراب کرنے کے لیے استعمال کیا اور جلد از جلد قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے کا مطالبہ کیا۔ میں نے شیخ مجیب کو مغربی پاکستان بلا بھیجا کہ وہ آکر میرے ساتھ متوقع اجلاس قومی اسمبلی کے طریقہ کار پر گفتگو کرے اس کے علاوہ مغربی پاکستان کے راہنماؤں سے بھی ملے تاکہ جمی ہوئی برف ٹوٹ سکے۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے مغربی پاکستان آنے سے انکار کر دیا۔ اس نے کھلے عام کہا کہ مغربی پاکستان سے کوئی بھی مشرقی پاکستان آ سکتا ہے۔ اس کا چھ نکاتی منصوبہ آخری اور حتمی ہے اور جو ان کو پسند نہیں کرتا وہ اپنے گھر میں خوش رہے۔' اس کا نقطہ نظر کسی بھی طریقے سے تبدیل نہ کیا جا سکا۔ اکثریتی جماعت کے طور پر وہ حق رکھتا تھا کہ وہ چھ نکات کے نفاذ کا مطالبہ کرتا۔ (کیونکہ اس نے انہی نکات کی بناء پر انتخابات جیتے تھے) دوسروں کو اس کی بات ماننا پڑتی۔ میں عوامی لیگ کے نقطہ نظر میں اس مکمل تبدیلی پر حیران رہ گیا۔

19- میں نے جب محسوس کیا کہ قومی سیاسی جماعتوں کی باہمی گفت و شنید تعطل کا شکار ہو کر ڈیڈلاک کی صورت پیدا ہو گئی ہے تو میں نے خود ہی قومی اسمبلی کے نئے انتخابات کی تاریخ کا اعلان کرنے کا فیصلہ کیا بہت سارے دوسرے مواقع کی طرح جو مجھے گزشتہ دو سال کے دوران پیش آئے تھے اب بھی مجھے خود ایک فیصلہ اپنی مرضی سے کرنا تھا جبکہ ملک کی دو بڑی جماعتیں کسی بھی فیصلے تک پہنچنے پر ناکام رہی تھیں۔ میں نے دو مختلف آراء میں درمیانی راہ چنتے ہوئے 3 مارچ 1971ء کو ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کیا۔

20- مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ مسلسل اجتماعی مظاہروں اور اس طرح کے دیگر اقدامات سے حالات کو خراب سے خراب تر کرتی چلی جا رہی تھی۔ جس کی وجہ سے مغربی پاکستان کی جماعتیں اجلاس میں شرکت کرنے کے لیے ڈھاکہ جانے پر متذبذب تھیں بالآخر پیپلز پارٹی نے قومی اسمبلی کے اجلاس کا باقاعدہ بائیکاٹ کر دیا۔ بڑی جماعت پی پی پی کے ساتھ ساتھ بعض چھوٹی جماعتوں نے بھی 3 مارچ کے متوقع اجلاس میں شرکت کے سلسلے میں اپنے خدشات اور تذبذب کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ ملک کی آدھی سے زیادہ آبادی قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت سے محروم رہ جائے گی تو میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ میں اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دوں تاکہ سیاسی لیڈر بعد ازاں کسی متفقہ تاریخ پر اجلاس منعقد کرنے کا عندیہ دیں تو اسمبلی کا اجلاس منعقد کیا جا سکے۔ اس دن میں نے جو بھی فیصلے کیے مجھے بتایا جائے کہ ان حالات میں' میں ان فیصلوں کے علاوہ اور کیا

فیصلے کر سکتا تھا۔

21- یہ دکھائی دیتا تھا کہ جیسے عوامی لیگ اس طرح کے کسی موقع کی تاک میں تھی۔ پورے مشرقی پاکستان میں ایک فوری ہڑتال کر دی گئی۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ ہڑتال پہلے سے باقاعدہ منصوبے کا نتیجہ اور ایک بڑے منصوبے کا حصہ تھی جس کے بارے میں کافی غور و خوض کیا گیا اور ایک کھلی بغاوت کے انتظامات مہیا کر لیے گئے تھے۔ اسی طرح سول نافرمانی کی ایک تحریک فوراً چلا دی گئی۔ گورنر' جسے میری واضح ہدایات یاد تھیں کہ وہ قوت کے استعمال سے پرہیز کرے گا' ان حالات میں مکمل طور پر گھبرا گیا اور حالات اس کے قابو سے نکل گئے۔ میں نے اس کو فوراً اس کے عہدے سے فارغ کر دیا اور جنرل یعقوب علی خان کو ہدایات کی کہ وہ دونوں عہدوں کا چارج سنبھال لے۔ میں نے تحریری طور پر یعقوب علی خان کو واضح طور پر ہدایات دیں کہ اس کو ہر قیمت پر امن و امان کی صورت حال برقرار رکھنا ہے اور اس امر کے لیے اس کو میری پوری پوری طرح مدد اور اعتماد ہوگا۔ میں نے اس سے کہا کہ اگر اسی کام کے ضمن میں اسے کسی قسم کی مدد کی ضرورت ہو تو وہ بلا کسی ردو قدح کے مانگ سکتا ہے۔ اتفاقاً" جب میں گورنر یعقوب علی خان کو دو یا تین مارچ کو ہدایات دے رہا تھا تو مسٹر ذوالفقار علی بھٹو (صدر) اس وقت ایوان صدر کراچی میں میرے پاس کمرے میں بیٹھا تھا۔

22- میں نے مجیب کو بھی بہت سے پیغامات بھیجے جن میں اس سے التجا کی گئی کہ وہ کوئی فوری اقدام کرکے قانون کو ہاتھ میں لینے کے بجائے میرے ڈھاکہ پہنچنے کا انتظار کرے۔ اس طرح کی خبریں موصول ہونا بھی شروع ہو گئی تھیں کہ اس نے یکطرفہ طور پر آزادی کا اعلان کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

23- 6 یا 7 مارچ 1971ء کو شیخ مجیب نے ایک عوامی جلسے میں مندرجہ ذیل چار مطالبے کیے:

(1) فوری طور پر مارشل لاء اٹھا دیا جائے۔

(2) فوراً اقتدار اس کے حوالے کر دیا جائے۔

(3) ڈھاکہ میں کچھ دن قبل ہونے والی مشرقی پاکستان رائفلز کہ جس کو فوج کی مدد حاصل تھی' کی فائرنگ' جو انہوں نے لوٹ مار کرنے والے بلوائیوں کو روکنے کے لیے کی تھی' کی وجوہات کی تحقیقات کے لیے فوری طور پر ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا جائے۔

(4) فوج فوراً بیرکوں میں واپس چلی جائے۔

24- میں نے پھر شیخ مجیب الرحمٰن کو پیغام بھیجا کہ میرے پہنچنے کا انتظار کرے اور معاملات کو خراب نہ کرے۔ اسی اثناء میں جنرل یعقوب علی خان نے جنرل ہیڈ کوارٹر کو ایک پیغام بھیجا کہ وہ اپنے نائب (سکینڈ ان کمانڈ) کو چارج دے کر اپنے عہدے سے مستعفی ہو رہے ہیں۔ یعقوب کی یہ حرکت کسی بھی پیشہ ورانہ فوج کی تاریخ میں سب سے غیر متوقع حرکت تھی۔ کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ایک جرنیل اپنے حکام بالا کو اس امر کی اطلاع دے کہ وہ جنگ کے دوران' جبکہ یہ جنگ اپنی انتہا پر پہنچ چکی ہو اپنے عہدے سے مستعفی ہو رہا ہے جیسا کہ یعقوب علی خان نے کہا' عموماً اسے دشمن کی نظروں میں بے عزتی خیال کرتے ہوئے ایسا کرنے والے اعلیٰ عہدیدار کو کورٹ مارشل یا گولی سے اڑانے کا حکم دینے کی روایت پر عمل کیا جاتا ہے۔ میں نے ہدایت کی کہ یعقوب سے کہا جائے کہ اپنے نائب کو چارج سپرد نہ کرے بلکہ جنرل ٹکا محمد خان کے پہنچنے کا انتظار کرے اور چارج ان کے حوالے کرے۔ مسٹر ٹکا خان ان سے چارج لینے کے لیے فوری طور پر روانہ ہوگئے۔

25- میں نے تمام منتخب جماعتوں کے راہنماؤں کو پیغام بھیجا کہ قومی اسمبلی کے آئندہ اجلاس جو 10 مارچ کو ہونا قرار پایا تھا' میں شریک ہونے کے لیے ڈھاکہ آئیں اور مجھ سے ملیں۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔ صرف پی پی پی نے اجلاس میں شرکت پر آمادگی کا اظہار کیا جبکہ دیگر تمام جماعتوں نے انکار کر دیا۔ کوئی اور راستہ نہ پاتے ہوئے میں نے اجلاس کی تاریخ بڑھا کر 25 مارچ 1971ء کر دی۔

26- میں اس اجلاس کے انعقاد سے 10 دن قبل ہی یعنی 16 یا 15 مارچ 1971ء کو ڈھاکہ پہنچ گیا تاکہ عوامی لیگ کے راہنماؤں سے تبادلہ خیال کر سکوں۔ کہنے کی ضرورت نہیں کہ جب میں ڈھاکہ پہنچا تو وہاں میرا کالی جھنڈیوں سے استقبال ہوا' جبکہ ہر طرف بنگلہ دیش کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔ حکومت کا کنٹرول ختم ہو چکا تھا اس لیے عوامی لیگ کی مرکزی کمان مختلف ایجنسیوں کو احکامات جاری کر رہی تھی۔ یہ زیادہ تر منفی تھے۔ مثلاً ٹیکس یا مالیہ ادا نہ کرو' فیکٹریوں اور کاروباری مراکز میں کام کرنا بند کر دو۔ دوسرے الفاظ میں مکمل سول نافرمانی کی تحریک اپنے عروج پر تھی۔ شہریوں کی زندگی معطل ہو کر رہ گئی تھی۔ اور جو چیز بڑی تیزی کے ساتھ ہو رہی تھی اور جس کا ہمیں بعد ازاں علم ہوا' وہ غیر بنگالیوں کا قتل عام' ان کی جائیداد کی لوٹ مار' عوامی لیگ کے مخالفوں کا قتل اور ان کی خواتین کی عصمت دری' اور اس طرح کے دیگر خوفناک اور ہولناک جرائم تھے جو بعد کے ہفتوں اور مہینوں میں منظر عام پر آئے۔ فوج بیرکوں میں تھی اور عوامی لیگ کی ہائی کمان کے حکم پر ان کو ہر قسم کی سپلائیز بند کر دی گئی تھیں۔ فوج اپنے خشک راشن پر گزارہ کر رہی تھی۔ فوج کو دی جانے والی گالیاں اس قدر گندی اور غلیظ تھیں کہ ایسی گالیاں کسی غیر ملکی فوج کو بھی نہیں دی جا سکتی تھیں۔ مثلاً

مغربی پاکستان کے فوجی کتو واپس جاؤ۔

یحییٰ کے کتو واپس جاؤ۔

1965ء کی جنگ کے شکست خوردہ کتو

ہم تم کو بحیرہ بنگال میں پھینک دیں گے۔

یہ سب کچھ کھلے عام بنگالی پریس میں چھاپا جا رہا تھا۔ ان میں سے بدترین زبان اس اخبار کی تھی جو شیخ مجیب کے اپنے زیرنگرانی چلتا تھا اس کا نام دی پیپلز (The Peoples) تھا۔ کسی نے بھی ہمارے جوانوں کے نظم و ضبط کی تعریف نہ کی جنہوں نے ان تمام حالات میں ضبط اور برداشت کا مظاہرہ کیا۔ کوئی اور فوج ہوتی تو وہ اس پر سخت ردعمل ظاہر کرتی، لیکن ہماری فوج نے نظم و ضبط اور ڈسپلن کا شاندار مظاہرہ کیا۔

27- میں نے پہنچتے ہی فوراً شیخ مجیب اور اس کے مشیران کرام کے ساتھ اپنی ملاقات کا اہتمام کیا۔ شیخ نے مجھے بڑے واضح انداز میں بتا دیا کہ وہ مغربی پاکستان کے ساتھ سابقہ شرائط اور بنیاد پر نہیں رہ سکتے۔ مجھے ان کے چاروں مطالبات بھی پیش کیے گئے۔ (جن کو پیراگراف 23 میں درج کیا جا چکا ہے) اور قومی اسمبلی کے دو علیحدہ علیحدہ اجلاس ایک مغربی پاکستان کے ممبران قومی اسمبلی کے لیے اور دوسرا مشرقی پاکستان کے ممبران قومی اسمبلی کے لیے بلائے جائیں۔ دونوں اسمبلیاں اپنے دو علیحدہ آئین بنائیں اس کے بعد وہ ایک مشترکہ اجلاس منعقد کرائیں جس میں وہ طے کریں کہ آیا ان کو آئندہ اکٹھے رہنا بھی ہے کہ نہیں۔ حکومت کے جاری کردہ وائٹ پیپر میں یہ امور بڑی تصریح اور تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ مسلسل کئی دن اس نکتے پر گفتگو کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اس کا مطالبہ کسی صورت میں بھی قابل عمل اور قابل قبول نہیں ہے۔ میں نے مغربی پاکستان کے پارلیمانی لیڈروں کو ڈھاکہ بلانے کا فیصلہ کیا تاکہ وہ قومی اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہوں جو وہاں شرکت کے لیے پہنچے، ان میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو، خان عبدالولی خان، جناب دولتانہ، جناب مولانا مفتی محمود، خان عبدالقیوم خان، سردار شوکت حیات خان، جناب بزنجو اور چند ایک دوسرے حضرات شامل تھے۔

میں نے تمام کیس ان کے سامنے رکھا اور کہا کہ میری بات کی تصدیق کے لیے وہ شیخ مجیب سے خود ملاقات کر لیں۔ وہ تمام لوگ عوامی لیگ کے موقف میں ایک صریحاً تبدیلی پر حیران رہ گئے۔ یہ تمام لوگ شیخ مجیب سے اکٹھے اور علیحدگی میں ملاقاتیں کرنے کے بعد میرے پاس آئے اور بتایا کہ شیخ مجیب کے تمام مطالبات ان کے لیے قبول نہیں اور یہ مطالبات مکمل علیحدگی پر منتج ہوں گے۔ میں نے ان سے مشورہ مانگا کہ اس صورت حال میں، میں کیا کروں؟ ان کے پاس میرے لیے کوئی مشورہ نہیں تھا انہوں نے کہا: "یہ ہم آپ پر چھوڑتے ہیں۔" مسٹر بھٹو واحد راہنما تھے جنہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں حکومت کے اختیارات بحال کر دوں کیونکہ پاکستان کو اس طرح ٹوٹنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ میں نے امن عامہ کی بحالی کے منصوبے پر اپنے سٹاف جنرلوں سے جو وہاں موجود تھے، اس بارے میں مشورہ کیا۔ وہاں پر اس وقت جنرل حامد، جنرل ٹکا خان، جنرل پیرزادہ، جنرل عمر، جنرل مٹھا، جنرل راؤ فرمان علی خان اور جنرل خادم راجہ وغیرہ موجود تھے۔ ہم نے ایک پروگرام بنایا جس کے تحت یہ طے کیا کہ امن و امان بحال کیا جائے اور حکومت کے اختیارات اس کو واپس دلائے جائیں۔

28- یہ 25 مارچ 1971ء کے رات کا ذکر ہے کہ فوج بیرکوں سے باہر آئی اور امن و امان کی بحالی کے اپنے پروگرام پر عمل درآمد کے لیے مختلف مقامات کے لیے روانہ ہوگئی۔ میں نے یہ خصوصی ہدایات دی تھیں کہ کم سے کم قوت استعمال کی جائے اور باغیوں کے تقریباً تمام کے تمام رہنماؤں کو مع شیخ مجیب گرفتار کر لیا جائے۔ میں نے یہ خصوصی ہدایات بھی دیں تھیں کہ شیخ مجیب الرحمٰن یا کسی دوسرے لیڈر کو کسی بھی قسم کا جسمانی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ شیخ مجیب اور ڈاکٹر کمال حسین کے علاوہ دیگر تمام راہنما فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے جو بعد میں کلکتہ میں منظر عام پر آئے۔ ہمارے اوپر الزام ہے کہ ہم نے ڈھاکہ پہنچنے سے قبل ہی فوجی آپریشن کے بارے میں فیصلہ کر لیا تھا۔ میرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم واقعی پہلے سے تیاری کرتے تو کیا ان میں سے کوئی بنگالی لیڈر بھارت فرار ہونے میں کامیاب ہو سکتا تھا؟ فوجی آپریشن کے بعد گھنٹوں کے اندر باغیوں کی تیاریاں طشت ازبام ہو کر منظر عام پر آگئی تھیں۔ ڈھاکہ میں فوجی جوانوں کو یونیورسٹی اور کالج کے ہاسٹلوں میں سے مشین گنوں کی باڑوں کا سامنا کرنا پڑا اور ان میں لڑکیوں کے ہاسٹل بھی شامل تھے۔ اگرچہ یہ کالج اور یونیورسٹیاں کافی دن قبل ہی بند کر دیے گئے تھے اور ان عمارتوں میں کوئی باقاعدہ طالب علم نہیں تھا۔ ان عمارتوں میں بھاری تعداد میں باغی جمع ہوگئے تھے۔ جو کہ ہلکی خودکار مشین گنوں، مارٹرز اور گولہ بارود کی بھاری مقدار سے مسلح تھے۔ 26 مارچ کی صبح پولیس اور مشرقی پاکستان رائفلز کی بٹالین نے بغاوت کر دی اور گولہ بارود لے کر فرار ہونے لگے۔ ایسے میں انہوں نے اپنے غیر بنگالی آفیسروں اور ان کے خاندانوں تک کو قتل کرنے سے گریز نہ کیا۔ اب تو حد ہوگئی تھی اور اب یہ ایک مسلح بغاوت کی صورت اختیار کر گئی تھی۔ جس کا ہماری فوج کو سامنا تھا۔ اب یہ ایک عام امن و امان کا مسئلہ نہیں تھا۔ اب ہمیں ایک مسلح بغاوت کا سامنا تھا۔ جیسے ہی فوج نے ڈھاکہ کو صاف کیا اور ان باغیوں کے تعاقب میں دیہاتی علاقوں کا رخ کیا تو مزاحمت اور شدید صورت اختیار کر گئی۔ یہ بات بھی ظاہر ہوگئی تھی کہ بھارت کے فوجی جو کہ گولے اور بارود بہت بھاری مقدار میں لے کر ان علاقوں میں پہنچ چکے تھے ان باغیوں کے ہمرکاب تھے۔

29 ہم نے محسوس کرنا شروع کیا کہ بھارتی حملے کے خلاف فوجی قوت کا عمومی اندازہ ہم نے اس سے قبل لگایا تھا وہ بھارتی حملے کا جواب

دینے کے لئے خاصا کم تھا۔ اس شدت کے ساتھ حملہ کرنے کی متوقع قوت دستیاب نہیں تھی۔ جو اس طرح کے حملے کے لئے ضروری ہوسکتی ہے۔ ہمیں اس صورت حال کا سامنا کرنے کے لئے مزید افرادی قوت درکار تھی۔ ہم نے مغربی پاکستان سے کمک کے لیے پیغامات ارسال کرنا شروع کر دیے' ہم نے تاریخی ہوائی رابطے کے ذریعے مشرقی پاکستان گیریژن کو ہفتوں میں دو ڈویژن افواج پہنچائی جس پر دنیا اور خصوصاً فوجی ماہرین حیران رہ گئے حالانکہ یہ کمک پہنچانے کا راستہ بہت لمبا تھا اور ہمیں سیلون کے راستے ادھر پہنچنا پڑتا تھا۔ اس کا کریڈٹ ہمارے منصوبہ سازوں کے علاوہ قومی اداروں پی آئی اے' قومی جہازران کمپنی (نیشنل شپنگ کارپوریشن) ریلوے اور اس طرح کے دیگر اداروں اور ایجنسیوں کو جاتا ہے جنہوں نے اس سارے آپریشن میں حصہ لیا۔

30 - دو ماہ تک میں باغیوں کی کمر توڑ کر رکھ دی گئی۔ اب ہمیں بھارت کی طرف سے کھلی اور شرمناک فوجی مداخلت کا سامنا تھا۔ نہ صرف بھارتی افواج ان باغیوں کو کھلے عام مدد اور تربیت فراہم کر رہی تھی بلکہ ان باغیوں کو مشرقی پاکستان کی سرحد کے ساتھ قائم 23 کیمپوں میں باقاعدہ تربیت دی جارہی تھی اور ان کو جدید ہلکے اور درمیانے قسم کے ہتھیاروں سے مسلح کر کے واپس بھیجا جا رہا تھا تاکہ وہ ہمارے دستوں کے خلاف جاری باغیوں کی کاروائی میں شریک ہوسکیں۔ بھارتی افواج کی مداخلت کی یہ داستانیں اور ان کی دیگر سرگرمیوں کی رپورتاژ جی ایچ کیو میں آسانی سے دستیاب ہوجائے گی۔ میں صرف یاداشت کی بنا پر ان کو دوبارہ شمار نہیں کرسکتا۔

31 - انڈیا کا یہ پروپیگنڈہ روزبروز زور پکڑتا جارہا تھا کہ پاکستان کا سیاسی اور مالی دارالحکومت بھارت میں بن گیا تھا کیونکہ دونوں شعبوں کے افراد کار بڑی تعداد میں بھاگ کر بھارت پہنچ گئے تھے اور اب بھارت کھلے عام ہماری فوجی مخالفت پر اتر آیا تھا۔ سرحدوں میں مسلسل بم باری جس میں بعض اوقات ہوائی حملے بھی شامل ہوتے روزانہ کا معمول بن گئی تھی۔

32 - اب میں ان اقدامات کی تفصیل بیان کروں گا جو میں نے مارچ 1971ء سے لے کر حالات کو درست کرنے کے لئے بین الاقوامی طور پر اٹھائے۔ میرے خیال میں یہ اس کیس کے ساتھ انصاف نہ ہوگا کہ میں ان معاملات کی صرف ایک ہلکی سی تصویر دے کر آگے گزر جاؤں۔ میں کمیشن سے درخواست کروں گا کہ وہ سارے پیغامات کا ریکارڈ طلب فرمائے جن کا تبادلہ مختلف دوست ممالک سمیت بڑی طاقتوں کے سربراہوں سے میرے دوران اس عرصہ میں ہوا۔ خصوصاً سفارش کروں گا کہ چین' روس' امریکہ کے سربراہوں اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے ساتھ ہونے والی خط و کتابت کا ریکارڈ ضرور طلب کیا جائے۔ سیکرٹری خارجہ مسٹر سلطان کو ہدایت کی جائے کہ وہ ان معاملات کا ریکارڈ پیش کرے۔ ان دستاویزات کا مطالعہ بھی آپ پر یہ بات عیاں کردے گا کہ میں نے کس قدر جانفشانی سے اقوام عالم کو یہ بتانے کی سعی کی کہ بھارت ہمارے اندرونی معاملات میں کس قدر ننگے طریقے سے مداخلت کر کے ہمارے اوپر جنگ مسلط کر رہا ہے۔ حالات کا صحیح رخ جاننے کے لئے ان دستاویزات کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

33 - میں پاکستان کے بین الاقوامی تعلقات کا ایک پہلو یہاں بیان کرنا ضروری خیال کرتا ہوں جس سے ہمارے سول و فوجی دونوں حکام بھی شاید آگاہ نہیں اور وہ چین اور امریکہ کے درمیان حالیہ تعلقات کی بحالی ہے۔ قوم اور خصوصاً دنیا نہیں جانتی کہ میں نے ان دو عظیم طاقتوں کو کس طرح ایک دوسرے کے قریب کیا تاکہ اپنے مستقبل کے بارے میں ایک میز پر بیٹھ کر گفتگو کرسکیں۔ اس کا آغاز تب سے ہوا جب جولائی 1969ء میں صدر نکسن نے ایک دن کے لئے پاکستان کا دورہ کیا۔ مجھے ان دونوں بڑی طاقتوں کو ایک ایسے نکتے تک لانے میں کہ جہاں وہ باہمی گفتگو کرنے پر راضی ہوسکیں' دو سال شدید محنت کرنا پڑی۔ ان دونوں اقوام نے ہمیں جو احترام دیا وہ میرے بیان سے باہر ہے۔ اس لئے میرے خیال میں یہ اس کا نتیجہ تھا کہ ان دونوں ممالک نے ہمیں سفارتی اور بین الاقوامی محاذوں پر ہر قسم کی مدد فراہم کی خصوصاً امریکی حکومت نے جبکہ پورا سینٹ کانگریس اور امریکی پریس ہمارے شدید خلاف ہوچکا تھا۔ بدقسمتی سے یہ مدد اس مدد کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھی جو روس کھلے عام بھارت کو فراہم کر رہا تھا' لیکن میں ان دوست ممالک کو "کچھ اور" کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا تھا۔

34 - چونکہ مشرقی پاکستان میں ہمارے دستے بغیر کسی آرام' سکون اور وقفے کے مسلسل جنگ کر رہے تھے اس لئے نقصانات میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہا تھا خصوصاً اس صورت میں جب بھارت نے درمیانی ہتھیاروں' مارٹرگنوں' فیلڈگنوں اور ہوائی حملوں میں اضافہ کر دیا تھا۔ 20 نومبر کو بھارتی فوج نے مشرقی پاکستان پر باقاعدہ حملہ کر کے ہمارے بہت سے علاقوں پر قبضہ کرلیا اور پاکستانی علاقوں میں مزید پیش قدمی شروع کر دی۔ یہ واضح تھا کہ ایک باقاعدہ جنگ کا آغاز ہوچکا ہے۔ میں بار بار قومی' اور بین الاقوامی سطح پر واضح کر رہا تھا کہ مشرقی پاکستان کے کسی حصے پر بھی حملہ پاکستان کی سلامتی پر حملہ تصور کیا جائے گا۔ ملک میں ایک عمومی سوال پوچھا جا رہا تھا کہ اب ہم کس چیز کے انتظار میں تھے۔ اس اثنا میں بھارتیوں نے آزاد کشمیر میں ہماری سرحدوں کی خلاف ورزی شروع کردی اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی طرف سے ہماری ہوائی حدود کی خلاف ورزیوں میں بھی اضافہ ہوگیا۔ میں نے جی ایچ کیو میں ایک اجلاس طلب کیا۔ جس میں چیف آف آرمی سٹاف' فضائیہ کے

سربراہ' کمانڈر آف جنرل سٹاف اور دیگر جی ایچ کیو کے آپریشن جنرل صاحبان شریک ہوئے۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر ہم نے فوری طور پر رد عمل کا اظہار نہ کیا تو بھارتی مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے اور اس علیحدگی کے بعد وہ مغربی پاکستان کا رخ کریں گے۔ فضائیہ کے سربراہ نے اس امر کی اجازت طلب کی کہ ان کو بھارتی ہوائی مستقروں پر حملوں کی اجازت دے دی جائے تاکہ وہ بھارت کی فضائیہ کو کوئی زک پہنچا کر اس کے حملوں میں کوئی کمی کر سکیں' کیونکہ بھارتی فضائیہ کی عمومی جسامت ہم سے بڑی تھی اور وہ اس قدر جدید ہتھیاروں سے مسلح تھے کہ جب جنگ کا آغاز ہوا تھا تو وہ مغربی پاکستان پر حملوں میں اپنی مرضی اور منشا سے جہاں چاہتے اور جس طرح چاہتے حملہ کرتے اور تباہی پھیلا رہے تھے۔ حالات کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے میں نے صرف فضائیہ بلکہ بری اور بحری افواج کو بھی کھلی جنگ کی اجازت دے دی تاکہ وہ بھارتی افواج کی ننگی اور شرمناک کھلی جارحیت کا مقابلہ کرسکیں جس کا سامنا اس وقت ملک کو کرنا پڑ رہا تھا۔ 3 دسمبر کی شام ہماری فضائیہ نے حملہ کیا اور اسی رات ہماری بری افواج نے پیش قدمی شروع کی۔ ایک تلخ اور شدید جنگ ملک کے مغربی محاذ پر لڑی گئی اور یہ جنگ ابھی جاری تھی کہ اقوام عالم بیدار ہوگئیں اور اقوام متحدہ میں اس جنگ کے موضوع پر بحث و مباحثہ کا آغاز ہوگیا۔ اتفاقاً میں نے اس صورت حال میں شیخ نور الامین اور مسٹر ذوالفقار علی بھٹو سے مشورہ کیا جنہوں نے مجھ سے کہا کہ مغربی پاکستان میں ایک کھلی جنگ بہرحال ناگزیر ہوگئی ہے۔ اسی اثنا میں' میں نے مسٹر بھٹو سے کہا کہ جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل کے اجلاس میں شرکت کے لئے جانے والے پاکستانی وفد کی قیادت کریں۔ جب سلامتی کونسل کہ جہاں روس کا ویٹو ہمارے سامنے تھا' اس مسئلے پر بحث کر رہی تھی تو عین اس وقت بھارتی افواج روس کی پوری مدد سے مشرقی پاکستان کو چاروں طرف سے گھیر کر ایک بے یارومددگار ریاست بنانے کی کوششوں میں مصروف تھیں۔ مشرقی کمان سے موصول ہونے والی روزانہ کی رپورٹیں وہاں کی مایوس کن صورت حال کی تصویر کشی کرتی تھیں۔ بھارت کی تقریباً دس ڈویژن سے زائد افواج نے جس کو ایک بہت بڑی فضائیہ کی طرف سے "ہوائی چھتری" بھی حاصل تھی وہاں پر موجود ہماری ایک ڈویژن فوج پر مکمل طور پر قابو پاکر اس کو بے بس کر دیا تھا خصوصاً جب مشرقی پاکستان کو بحری اور بری راستوں سے دنیا بھر سے کاٹ دیا گیا تھا اور وہاں کمک پہنچانے کا کوئی ذریعہ یا انتظام نہ تھا۔

35- 9 دسمبر کے دن مجھے ڈاکٹر ملک (گورنر ڈھاکہ) اور جنرل نیازی کا پیغام موصول ہوا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ بھارتی فضائیہ کی شدید بمباری اور حملوں سے ڈھاکہ اور دوسرے مقامات پر اس قدر شدید جانی اور مالی نقصان ہو رہا ہے کہ بہت زیادہ دیر تک حالات پر قابو رکھنا مشکل ہوگا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر اگلے دو دنوں میں کچھ نہ ہوا تو ڈھاکہ کا سکوت ہوجائے گا۔ اس پر میں نے چیف آف آرمی سٹاف اور فضائیہ کے سربراہ کو طلب کیا اور ان سے مشورے کے بعد ایک پیغام بھیجا۔ میں نے کہا چونکہ ہمارا راستہ ایک دوسرے سے قطعی منقطع ہوچکا ہے' اس لئے میں حالات کے براہ راست مشاہدے سے اندازہ نہیں لگا سکتا چنانچہ میں یہ آپ کی صوابدید پر چھوڑتا ہوں کہ آپ جنرل نیازی کے مشورے سے کوئی بھی مناسب عملی اقدام کریں جو آپ اپنی سویلین آبادی کو بھارتی قتل عام سے بچانے کے لئے ضروری خیال کریں۔

36- 10 دسمبر کو جنرل نیازی نے مجھے ایک پیغام بھیجا جس کے ساتھ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے نام بھی پیغام منسلک تھا۔ اس مضمون میں فوری طور پر جنگ بندی' سیاسی اقتدار کی بنگالیوں کے نمائندوں کو منتقلی' اور مسلح افواج کی مغربی پاکستان واپسی شامل تھی۔ اس نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو یہ پیغام ارسال کرنے کی مجھ سے اجازت طلب کی تھی۔ میں نے پھر' فضائیہ' چیف آف آرمی سٹاف سے مشورہ کیا اور ان کو یہ اس مشورے کے ساتھ واپس بھیج دیا کہ اس پیغام کے مندرجات اس سے بہت آگے چلے گئے ہیں جس حد تک گورنر صاحب آپ کو اجازت دی گئی تھی۔ عوامی لیگ کے نمائندوں کو اقتدار کی منتقلی اور وہاں سے افواج پاکستان کے انخلا کا اصل مطلب مشرقی پاکستان کی علیحدگی تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ مشرقی پاکستان میں خونریزی کے فوری خاتمے کے لئے اس کو مشرقی پاکستان کے محاذ پر مقامی بھارتی فوجی کمانڈر کے ساتھ جنگ بندی کی بات کرنا چاہیے۔ اس موقع پر میں نے تصریح کے ساتھ یہ کہا کہ ہتھیار ڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ ان مذاکرات میں پاکستانی افواج کی سلامتی کو یقینی بنائے اور وہاں کی سویلین آبادی کے خلاف حملہ کرنے کی یقین دہانی حاصل کرے۔

37- اس سے قبل کہ ہم یہ پیغام ڈاکٹر ملک کو بھیجتے ہمیں معلوم ہوا کہ ہمیں منظوری کے لئے بھیجا جانے والا پروگرام جو اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری کو بھیجا جانا تھا وہ جنرل راؤ فرمان علی خان نے ڈاکٹر ملک کی مرضی سے یا ان کی مرضی کے بغیر' اقوام متحدہ کے سفیر برائے مہاجرین و بحالی متعینہ ڈھاکہ کے حوالے کر دیا جنہوں نے اسے فوراً واشنگٹن میں موجود سیکرٹری کو بھیج دیا ہے جب ہمارے علم میں یہ بات آئی تو ہم نے یہ پیغام جو اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو بھیج دیا گیا تھا اسے فوراً کینسل کر دیا۔

38- 15 دسمبر کو جنرل نیازی کی طرف سے ایک پیغام موصول ہوا جس میں مجھے مطلع کیا گیا تھا کہ امریکی قونصل جنرل متعینہ ڈھاکہ کو ڈھاکہ اور دیگر شہروں میں مقیم لاکھوں شہریوں کی زندگیاں بچانے کے لئے

مندرجہ ذیل شرائط اور طریقہ کار پیش کیا ہے:

(i) دونوں حریف فوجوں کے کمانڈروں کی طرف سے باہمی طور پر طے شدہ مقامات پر پاکستانی افواج کو پھر اکٹھا کیا جائے۔

(ii) فوجی اور نیم فوجی دستوں کو سلامتی کی یقین دہانی کرائی جائے۔

(iii) ان تمام لوگوں کی سلامتی کی یقین دہانی جو 1947ء سے ہی مشرقی پاکستان میں آباد ہو چکے ہیں۔

(iv) ان کے خلاف کوئی کاروائی نہ ہو جنہوں نے مارچ 1971ء سے اب تک انتظامیہ کے ساتھ تعاون کیا تھا۔

جنرل نیازی نے مزید بیان کیا تھا کہ پاکستان کی مسلح افواج اپنا آپریشن بند کر دیں گی۔

39- یہ ہے اس وقت مشرقی پاکستان میں جنگ بندی کی ساری کہانی جسے ذاتی طور پر نہ تو شکست کہتا ہوں اور نہ ہی اسے فوجی اصطلاح میں واقعی ہتھیار ڈالنا کہا جاسکتا ہے۔ یہ دراصل اس بھارتی فوج کا معاملہ ہے جو ہمارے مقابلے میں بہت بڑی، انتہائی اعلیٰ ہتھیاروں سے لیس اور ایک بہت بڑی طاقت روس کی پشت پناہی کی حامل تھی جس نے صورتحال کو مشرقی پاکستان میں اس حالت کو پہنچا دیا تھا۔ یہ مشرقی پاکستان کی عجیب و غریب جغرافیائی صورت حال تھی جس نے اس کو تمام دنیا سے امدادی راستوں سے کاٹ کر اس کی تمام سرحدوں کو محاذ جنگ بنا دیا تھا۔ یہ دو مخالف فوجوں کے درمیان سیدھا سادہ جنگ کا معاملہ نہیں، یہ ایک ایسا معاملہ تھا جس میں ایک طرف قدرتی جغرافیائی حالات مخالفت میں جا رہے تھے جبکہ دوسری طرف ہمیں ایک بڑے بھاری بھرکم دشمن کا سامنا تھا۔ ڈھاکہ جو کہ ہمارا واحد ایئرپورٹ تھا کہ جس کو جیٹ جہاز استعمال کرتے تھے، اس کو اس قدر نقصان پہنچا تھا کہ وہ ناقابل مرمت ہو گیا تھا اور اب ہمارے چھوٹے جنگی جہاز اس کو استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ اس حالت نے بھارتی فضائیہ کو کھلی چھٹی دے دی کہ ہمارے شہروں اور فوجی ٹھکانوں پر جس طرح چاہیں حملے کریں، حتیٰ کی ان جیٹ تیاروں نے گورنر ہاؤس ڈھاکہ کو بھی اپنے حملے کا نشانہ بنایا۔ میں پورے اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی فوجی تاریخ دان اس کو فوجی شکست سے تعبیر نہیں کر سکے گا۔ "یہ صرف اور صرف بھارتیوں کی دھوکہ بازی تھی"

40- دوسرا اہم نکتہ جس کے بارے میں انکوائری کمیشن نے مجھ سے استفسار کیا ہے وہ مغربی پاکستان میں جنگ بندی کا معاملہ ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ انکوائری نے اس معاملے سے متعلق مجھ سے استفسار کیوں کیا ہے کیونکہ یہ تو ایک بین الاقوامی طور پر معلوم شدہ حقیقت ہے، تاہم میں مختصراً بیان کروں گا جس کے تحت اس حصے میں جنگ بندی عمل میں آئی۔

41- جب بھارتی افواج نے مشرقی پاکستان پر حملہ کیا تو وہ اس حملے میں اکیلی نہیں تھیں بلکہ ان کو روس کی پوری طرح مدد و حمایت حاصل تھی۔ مادی مدد یعنی جہاز، توپوں، ٹینکوں اور میزائلوں کے علاوہ روسی مشیر اور جنگی امور کے ماہرین بھی بھارت کو مہیا کیے جا رہے تھے۔ اس طرح دو مثالیں بڑی واضح تھیں، ایک تو بھارتی افواج روس کے نصف درجن سے زائد بڑے مسافر بردار جہاز اپنے فوجی مقاصد کے لئے مغربی پاکستان کے جنوبی اور مغربی محاذوں پر استعمال کر رہی تھی جس کا نوٹس ہمارے ایئر مینوں نے لیا۔ یہ جہاز دراصل اڑتے ہوئے قلعے تھے جو ہر قسم کے جدید الیکٹرانک آلات سے مسلح تھے اور وہ بڑی سرعت سے جہاز بھارتی جہازوں کو ہماری طرف سے کسی پیش آمدہ خطرے کی پیشگی اطلاع بھی دے دیتے تھے۔ یہ جدید ترین سہولت جو بھارتی جہازوں کو حاصل تھی اتنی زبردست تھی کہ جس نے ہوائی جنگ کا عمومی نقشہ تبدیل کر کے رکھ دیا اور ہوائی دفاع تو ویسے بھی جدید دور میں بہت اہم شعبہ ہوتا ہے۔ اس کی رپورٹ ہماری فضائیہ کے سربراہ پہلے ہی دے چکے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جدید میزائلوں سے مسلح بہت سی کشتیاں ہمارے کراچی کے ساحل پر گشت کر رہی تھیں۔ یہ بات بعد میں ہمارے علم میں آئی کہ وہ میزائل جنہوں نے کراچی کی بندرگاہ پر واقع تیل کے ذخیروں کو مسلسل نشانہ بنایا وہ انہی کشتیوں سے چلائے گئے تھے۔ یہ امر بہت قابل ستائش ہے کہ ان تمام مشکل حالات کے باوجود ہماری فضائیہ نے دشمن کے ڈیڑھ سو سے زائد طیاروں کو مار گرایا۔ اگر بھارت کو روس کی حمایت حاصل نہ ہوتی تو ان نقصانات سے اس کی کمر ٹوٹ سکتی تھی لیکن چونکہ بھارت کو روس کی طرف سے ہر قسم کے جدید ہتھیاروں کی سپلائی جاری تھی اس لئے یہ چیز اس کے لئے ذرہ برابر بھی اہمیت کی حامل نہ تھی۔ ہماری بری فوج بھی محاذ پر بڑی بہادری سے لڑی لیکن وہ بھارتی افواج کی جنگی پوزیشنوں میں چند ہی شگاف ڈالنے میں کامیاب ہوئی اور اس کی وجہ وہی ہے جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ان کو اپنی فضائیہ کی مکمل حمایت حاصل تھی جو کہ ہمیں نہ تھی۔ علاوہ ازیں ان کو روس کی بھارتی مدد بھی حاصل تھی۔

42- میں واضح طور پر بھارتی افواج کے اس جنگ میں اغراض و مقاصد اور طریقہ کار کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ ان کو معلوم تھا کہ ان کی زمینی افواج زیادہ بہادر اور جان لڑانے والی نہیں تھیں۔ ان کے ہوائی جہازوں نے پاکستان کے اقتصادی مراکز کو نشانہ بنانا شروع کیا۔ مثال کے طور پر انہوں نے ہمارے تیل کے ذخائر واقع کراچی اور اٹک آئلز پر حملہ کیا۔ وہ قدرتی گیس کے مراکز پر حملے کر رہے تھے۔ وہ ہمارے ریلوے سٹیشنوں اور دوسرے ریلوے کے آلات مثلاً ریلوے انجنوں وغیرہ پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ انہوں نے ہمارے پانی اور بجلی کے

منصوبوں مثلاً منگلاڈیم پر حملے کرنے کی کوشش کی۔ یہ حملے صرف اس لیے کیے جارہے تھے کہ پاکستان کی اقتصادیات کو تباہ کیا جاسکے۔ ان حملوں کی شدت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جارہا تھا۔ وہ اس وقت مغربی پاکستان میں ہمارے اقتصادی مقامات کو نشانہ بنا رہے تھے جب کہ دوسری طرف وہ مشرقی پاکستان پر قبضے کی طرف جارہے تھے تاکہ قبضے کی تکمیل کے بعد وہ اپنی فضائیہ کی تمام صلاحیت ایک ہی وقت میں مغربی پاکستان پر استعمال کرکے، خصوصاً ایسی حالت میں کہ مغربی سرحد پر متعین اس کی فوج کو مشرقی سرحد کی 5 سے چھ ڈویژن افواج کی واضح مدد بھی حاصل ہو، طاقت کا توازن اس قدر خراب کر دینا چاہتے تھے کہ وہ مغربی پاکستان پر بھی آسانی سے قابض ہوجائیں۔ یہ ہماری اس وقت کی فوجی صورتحال تھی۔

43 - بین الاقوامی سطح پر بھی اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی بھی جنگ بندی کی درجنوں قراردادوں پر بحث کرچکی تھی۔ ان سب میں پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ بندی، فوجوں کی واپسی اور مسئلے کے سیاسی حل پر زور دیا گیا تھا، لیکن ان میں سے کسی ایک پر بھی روسی ویٹو کی وجہ سے عمل در آمد نہ ہوسکا۔ اس بات کے پیش نظر یہ مسئلہ جنرل اسمبلی میں پیش ہوا اور ووٹوں کی بھاری تعداد کی اکثریت سے یہ قرارداد پاس ہوئی کہ پاکستان اور بھارت فوری طور پر جنگ بندی کر دیں گے۔ اس قرارداد کے حق میں 105 ووٹ آئے۔ ان 105 ممالک میں پاکستان بھی شامل تھا جب کہ بھارت روس اور روس کے زیر اثر ممالک نے قرارداد کی مخالفت میں ووٹ دیا۔

44 - جب مشرقی پاکستان کا سقوط ہوگیا تو میں نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کیا اور کہا کہ مشرقی پاکستان میں عارضی شکست کے باوجود ہم مغربی پاکستان میں جنگ جاری رکھیں گے۔ یہ ایک حقیقت تھی اور ہم ایسا کرنے کے حق بجانب بھی تھے کیونکہ سلامتی کونسل کی اتنی زیادہ اکثریت سے پاس کردہ قرارداد کا بھی صورتحال پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بھارت جو کہ اسے جنرل اسمبلی میں مسترد کرچکا تھا، اس نے اس قرارداد کو سقوط مشرقی پاکستان کے بعد قبول کرلیا۔ اگر اس موقع پر پاکستان اس مسئلے پر "نہ" کہہ دیتا تو ہمارے گزشتہ موقف کو جس میں ہم اس قرارداد کو منظور کرچکے تھے، شدید نقصان پہنچ سکتا تھا۔ اقوام متحدہ میں پاکستان کے وفد کے سربراہ کا تاریخی کردار اور عمدہ کارکردگی بھی ہمیشہ یاد رکھے جانے کے قابل ہے۔ انہوں نے بڑی پارٹیوں پر الزام لگایا تھا کہ وہ مشرقی پاکستان کے حوالے سے چھوٹی چھوٹی باتوں میں پھنس کر وقت ضائع کر رہے ہیں اور اس امر کا انتظار کر رہے ہیں کہ ڈھاکہ کا سقوط واقع ہوجائے اور اس کے بعد وہ کوئی بامعنی قرارداد پیش کریں۔ یہ بات بہت واضح ہے کہ ہمارا وفد مسلسل دنیا کے دروازے پر دستک دے رہا تھا کہ وہ اس جانی نقصان کو ختم کرانے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔

45 - 16 دسمبر کو جب گاندھی نے جنگ بندی قبول کی، میں نے اپنی بری اور فضائیہ کے سربراہان کا فوری اجلاس طلب کیا تاکہ اس درپیش صورت حال پر غور کیا جاسکے۔ ہم سب اس نتیجے پر پہنچے کہ مشرقی پاکستان کے سقوط کے بعد بھارت کا ارادہ ہے کہ وہ اپنی تمام مسلح افواج کا رخ بچے کھچے مغربی پاکستان کی طرف کر دے گا اور ہمارے لیے ان کا مقابلہ اس صورت میں اور بھی مشکل ہوجائے گا جب کہ اس کی فضائیہ ہمارے اقتصادی مراکز کو چن چن کر نشانہ بنائے گی اور ایسا کرنے میں اس کو دنیا بھر کی بڑی طاقتوں کی مدد و معاونت حاصل ہوگی اور ظاہر ہے ان کا اگلا نشانہ پاکستان کے بھاری اسلحہ مثلاً ٹینک اور توپوں وغیرہ کی تباہی تھی۔ جب یہ اجلاس جاری تھا تو میں نے وفاقی حکومت کے تمام سیکٹریوں کو اس اجلاس میں شرکت کے لئے بلا لیا۔ ان میں میرے اقتصادی امور کے مشیر، دفاع کے سیکرٹری، خزانہ کے امور کے سیکرٹری، وزارت و صنعت کے سیکرٹری، سیکرٹری خارجہ، سیکرٹری اطلاعات اور اس طرح کے چند دیگر حضرات شامل تھے۔ اتفاقاً یہ تمام سیکرٹری ایک ایمرجنسی کونسل کے ممبر بھی تھے جو جنگ کے دنوں میں روزانہ اپنا اجلاس منعقد کرتی تھی اور دوران جنگ سول اور فوجی حکومت کے باہمی تعاون کار اور اس کے تال میل پر غور کرتی تھی۔ جب میں نے وہاں موجود تمام لوگوں کے سامنے صورتحال تشریح کے ساتھ رکھ دی تو میں نے ان سے گزارش کی کہ وہ اس پر اپنا تبصرہ کریں۔ سیکرٹری خزانہ جو اس کونسل کے سب سے سینئر رکن بھی تھے کہ وہ بذات خود اس معاملے پر غور کر رہے تھے اور اس مسئلے کے حوالے سے غوروخوض کے بعد اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ پاکستان کے پاس فی الوقت اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ پاکستان جنگ بندی قبول کرلے۔ ہم نے ذیل کے الفاظ پر مشتمل ایک پیغام پر اتفاق کیا:

"اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی جو بھاری اکثریت یعنی 105 ووٹ کی اکثریت سے ایک قرارداد پاس کرچکی ہے اور جسے پاکستان نے قبول کیا تھا اور بھارت نے مسترد کر کے بعد ازاں قبول کرلیا تھا اس کے حوالے سے پاکستان، مغربی پاکستان میں ہونے والے نقصانات کے خاتمے کے لئے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ مغربی محاذ پر جنگ بندی کو یقینی بنائے جو کہ مغربی پاکستان کے محاذ اور آزاد کشمیر میں جنگ بندی لائن پر لاگو ہو۔ ہم سیکرٹری جنرل سے یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اقوام متحدہ کی پاس کردہ قرارداد کے پیش نظر پاک بھارت مشترکہ سرحد سے فوجی دستوں کی واپسی کے لئے مناسب انتظامات کریں۔"

46 - یہ ہے مغربی پاکستان میں جنگ بندی' اس کے روبہ عمل آنے کی اصل کہانی! میرا خیال ہے کہ اس میں تمام وہی حقائق ہیں جو بین الاقوامی اور قومی سطح پر سب کو معلوم ہیں۔

47 - قصہ مختصر یہ میرے گزشتہ اڑھائی سالہ دور حکومت میں پیش آنے والے واقعات کا مختصراً احوال ہے جو میں جیسا کہ میں نے شروع ہی میں عرض کیا تھا اپنی یادداشت کی مدد سے بیان کر پایا ہوں۔ یہ ہے آپ کے خط 72/آئی سی این مورخہ 11 جنوری 1972ء کے ضمیمہ الف میں کیے گئے استفسارات کا جواب۔ اگر میں کسی استفسار کا جواب نہیں دے پایا تو اس کی وجہ میری وزارت دفاع' وزارت خارجہ اور جنرل ہیڈکوارٹر کی متعلقہ دستاویزات تک رسائی نہ ہونا ہے۔ اگر میرے پچھلے بیان کئے گئے نقاط یا ان کے علاوہ کسی دیگر نقات پر میری طرف سے کسی وضاحت کی ضرورت ہوگی تو میں اس امر کو خوش آمدید کہوں گا' لیکن میں واضح کر دوں کہ کسی مزید سوال کا جواب صرف اس صورت میں ہی دے سکوں گا جب کہ مجھے متعلقہ دستاویز فراہم کر دی جائیں اور حکومت' سول اور فوج کے متعلقہ افسران جو اس واقعے کے وقت میرے ساتھ تھے' موقع پر موجود ہوں۔

سقوط پاکستان کے اس سارے معاملے میں مجیب کے بارے میں اس بات میں کوئی شک نہیں اور یہ بات اس کی رہائی کے بعد کے اخباری بیانات اور اس کے بعد کے رویے سے بھی واضح ہو چکی ہے کہ اس کے بھارت کے ساتھ قریبی روابط تھے۔ وہ جس طرح رہائی کے بعد لندن اور پھر وہاں سے دہلی گیا اور وہاں اس نے اندرا گاندھی کو خراج تحسین پیش کیا اور جس طرح کے شرمناک بیان دیے وہ اس امر کی غمازی کرتے ہیں۔

درخواست دہندہ

(دستخط) جنرل محمد یحییٰ خان

میں تصدیق کرتا ہوں کہ اوپر بیان شدہ میرے اقبالی بیان کے تمام مندرجات میرے علم کے مطابق بالکل درست ہیں اور ان میں کسی حقیقت کو نہیں چھپایا گیا ہے اس لئے میں اس کی 29 مئی 1978ء کو راولپنڈی میں تصدیق کرتا ہوں۔

درخواست دہندہ

(دستخط) جنرل محمد یحییٰ خان

عدالت کو یہ بیان یکم جون 1978ء کو موصول ہوا' جس پر عدالت نے اس امر کی تصدیق کے بعد کہ منظور احمد رانا ایڈووکیٹ (اوتھ کمشنر) نے اس کے ہر صفحے پر تصدیقی مہر کے ساتھ اپنے دستخط ثبت کیے ہی اور اس کے ساتھ ساتھ درخواست دہندہ نے بھی اپنے بیان کے ہر صفحے پر ابتدائی دستخط (Initial signature) کر دیے ہیں' اس دستاویز کو مہربند (Seal) کرنے کا حکم دیا۔

دستاویز 27

حمود الرحمٰن کمیشن کے روبرو ولی خان کا بیان

ولی خان:

جب یحییٰ خان ڈھاکہ آیا تو میں نے اسے بتایا تھا کہ میرے اندازے کے مطابق جو شخص پاکستان کو ایک رکھ سکتا ہے وہ صرف شیخ مجیب الرحمٰن ہے اور آپ جتنا اس کے ہاتھ کمزور کریں گے اتنا ہی زیادہ آپ ایسی صورت حال پیدا کر دیں گے جس سے ملک کی علیحدگی ناگزیر ہو جائے گی۔

صدر: کیا آپ وہ تاریخ اپنے حافظے میں لا سکتے ہیں جب آپ نے یحییٰ خان سے ملاقات کی؟

گواہ: اس نے مجھے لندن سے بلوایا تھا۔ میرا خیال تھا کہ یہ مارچ کی 13 تاریخ تھی۔ لندن میں جہاں میں آنکھ کے علاج کے لیے گیا ہوا تھا۔ مجھے صدر یحییٰ کا پیغام ملا کہ میں فوراً پہنچوں۔ مجھے کہا گیا تھا کہ میں 9 مارچ سے پہلے پہلے پہنچ جاؤں...... اس نے مجھے 8 تاریخ کو یہ پیغام بھی بھیجا کہ اگر میں نہیں آنا چاہتا تو نہ آؤں کیونکہ کانفرنس ملتوی ہو گئی ہے۔ ایسی تشویشناک باتیں مشرقی پاکستان کے متعلق برطانوی اخبارات کے حوالے سے ہم تک پہنچ رہی تھیں کہ ہم یکطرفہ اعلان آزادی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ 7 تاریخ کو بات اتنی واضح ہو گئی کہ انہوں نے بڑی شہ سرخیوں میں شائع کیا۔ "پاکستان تباہی کے کنارے پر۔" اگر آپ عام حالات میں انگلستان جائیں اور وہاں مہینوں رہیں تو بھی آپ پاکستان کے بارے میں کچھ کم ہی دیکھیں گے لیکن اب ڈیلی ٹیلی گراف' ٹائمز' گارڈین اور ڈیلی ایکسپریس میں روزانہ بھیجے ہوئے مکتوب چھپتے تھے۔ میں نے سوچا صورت حال سنگین ہے چنانچہ میں طیارے کے ذریعے واپس ہوا اور ڈھاکہ پہنچا۔

رکن نمبر2: آپ کب پہنچے؟ کیا آپ ذہن میں لا سکتے ہیں۔

گواہ: میں 13 تاریخ کو پہنچ گیا تھا۔ مجھے لاہور رکنا پڑا۔ میں 13 تاریخ کو ڈھاکہ گیا۔ جب میں جا رہا تھا' جناب! تو مجھے پنڈی میں اطلاع ملی کہ صدر کراچی میں ہیں۔ وہ وہاں ڈھاکہ جانے کے لئے پہنچے ہوئے ہیں لیکن انہیں مجیب الرحمٰن کی طرف سے کوئی ایسی یقین دہانی نہیں ملی کہ وہ ان سے ملیں گے۔ ڈھاکہ پہنچ کر میں نے شیخ مجیب الرحمٰن کو کسی قسم کی بات چیت کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ میرا خیال ہے کہ یہ 14 تاریخ

کی بات ہے کہ میں شیخ مجیب سے ملنے گیا۔ میں نے شیخ صاحب کو بتایا کہ اگرچہ ہم گزشتہ انتخابات ایک دوسرے کے مقابلے میں لڑے ہیں۔ لیکن میں مرکز میں اکثریتی جماعت کے قائد کے طور پر ان کی حیثیت قبول کرنے کو تیار ہوں۔ میں نے کہا سیاسی کارکنوں کے طور پر ہم نے جمہوریت کے لیے اکٹھی جدوجہد کی ہے اور اکٹھے مصائب برداشت کیے ہیں۔ مجھے علم ہونا چاہیے کہ اس وقت آپ کہاں کھڑے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ کیا آپ دو پاکستانوں پر یقین رکھتے ہیں یا ایک پاکستان پر؟ ان کا جواب تھا میں مسلم لیگی ہوں۔ انہوں نے مجھے اشارۃً" کہا۔ تم نے کسی حد تک تشکیل پاکستان کی مخالفت کی اور مجھ سے آکر یہ پوچھ رہے ہو کہ میں اس پر یقین رکھتا ہوں یا نہیں؟ تم پاکستان کے محافظ بن بیٹھے ہو؟ اب میں اسے تباہ کر رہا ہوں اور تم اسے بچا رہے ہو؟ میں نے اسے پشتو کی ایک ضرب المثل سنائی کہ جب کوئی گرہ پڑ جائے تو آپ دانتوں کے استعمال سے پہلے اسے انگلیوں سے کھولنے کی کوشش کریں۔ ہمیں بھی دانت استعمال نہیں کرنے چاہیں۔ انہوں نے کہا۔ یحییٰ بھٹو اور قیوم کے ساتھ.....؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ انہوں نے کہا۔ نہیں۔ وہ مجھے صرف مصروف رکھے گا۔ اس دوران میں یہاں فوجیں جمع کرنا شروع کر دوں گا۔ تاکہ ضرب لگائی جا سکے۔ میں نے کہا۔ ہمیں اس کی ابتدا تو کرنی چاہیے۔ تاہم میں نے کوشش جاری رکھی اور بالاخر انہوں نے کہا چلو ٹھیک ہے۔ میں اسے ایک شرط پر ملوں گا کہ تم ڈھاکہ میں ٹھہرو۔ میں نے وعدہ کیا کہ اگر ضرورت ہوئی تو میں چھ ماہ تک ڈھاکہ میں رہنے کو تیار ہوں۔ لیکن ہمیں حالات کو سنبھال لینا چاہیے۔ ہم آج تصادم کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ ہم جب باہر آئے تو ہمیں بیسیوں نامہ نگاروں کا سامنا کرنا پڑا' ان میں سے اکثریت غیر ملکیوں کی تھی۔ انہوں نے پہلا سوال یہی پوچھا کہ آپ کوئی پیغام لے کر آئے ہیں؟ میں نے کہا۔ نہیں۔ انہوں نے پوچھا۔ آپ کو کس لیے بلایا گیا ہے؟ میں نے کہا مجھے کانفرنس کے لیے بلایا گیا ہے۔ میں یہاں مستقبل کے وزیراعظم سے معاملات پر بات کرنے آیا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا آپ شیخ صاحب کی طرف سے کوئی پیغام لے جا رہے ہیں؟ میں نے کہا۔ ہم نے صرف بات چیت کی اور اکٹھے مل بیٹھے۔ میں درمیان میں بچولیا کیوں بنوں؟ میں نے انہیں اشارہ دیا تھا اور امریکی نامہ نگار نے فوراً کہا: (مجیب سے) آپ صدر سے ملیں گے؟ انہوں نے کہا اگر وہ ڈھاکہ آئیں تو بسرو چشم۔ میرا خیال ہے یحییٰ اگلے روز پہنچ گئے۔ اس نے ان سے دو چار ملاقاتیں کیں۔ تب اس نے مجھے بلایا اور پوچھا کہ میرا کیا خیال ہے بنگالی کیا محسوس کرتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ان کے جذبات انتہائی مجروح ہیں اور وہ قدرے جارحیت اختیار کیے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ نے اسمبلی کا اجلاس کیوں ملتوی کیا؟ آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یہ تو مجھے مانچسٹر میں پتہ چلا جہاں دوستوں نے مجھ سے پوچھا۔ اب تمہارے پاس کچھ مزید وقت ہے کیا ہمیں ملنے آ سکتے ہو؟ میں نے پوچھا: تمہارا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے کہا۔ "اسمبلی کا اجلاس ملتوی ہو گیا ہے۔" مجھے اس کا یقین نہ آیا۔ انہوں نے پوچھا کہ بی بی سی کے ساتھ آپ کا رابطہ قائم کروں۔ میں نے کہا نہیں۔ میں نے فوراً ہائی کمشنر کو ٹیلی فون کیا اور خبر کی توثیق ہوگئی۔ میں نے خود سے کہا کہ انجام کی ابتداء ہے۔ صدر نے کہا۔ ہاں میرا خیال ہے کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

صدر: کیا یہ انہوں نے کہا تھا؟

گواہ: جی کہا تھا تو ہاں میں نے کہا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ چلیے ہم یہ دیکھیں کہ آپ صورت حال کو کیسے بچا سکتے ہیں۔ تب اس نے کہا کہ اب یہ شیخ دو اسمبلیوں کی بات کر رہا ہے۔ میں نے کہا: صدر صاحب میری اطلاع یہ نہیں ہے میں ان سے دو مرتبہ ملا ہوں۔ لیکن انہوں نے کبھی مجالس ہائے دستور ساز کی بات نہیں کی اور وہ ایسی اسمبلی کو کس لیے توڑنا چاہیں گے جس میں انہیں مطلق اکثریت حاصل ہے۔ میں نے کہا مجلس دستور ساز کو توڑنے کی بات بھٹو صاحب نے کی ہے اور اگر آپ مجھے اجازت دیں تو یہ کہوں گا کہ آپ کی درپردہ اجازت سے۔ کیونکہ صرف مجلس دستور ساز کو توڑ کر ہی بھٹو صاحب مغربی پاکستان کی مجلس دستور ساز میں اکثریت میں آ سکتے ہیں۔ تب وہ خاموش ہوگئے۔ میں نے صدر سے کہا کہ آپ اس واحد شخص کو کمزور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جو پاکستان کو ایک رکھ سکتا ہے اور وہ شخص مجیب ہے۔ میں نے کہا ان پر انتہا پسند بائیں بازو کی طرف سے جس کی قیادت مولانا بھاشانی کر رہے ہیں' سخت دباؤ ہے۔ میری معلومات کے مطابق گزشتہ 8 سالوں میں پہلی بار اس کے جلسوں میں رش ہو رہا ہے۔ میں نے مولانا بھاشانی کی ٹیپ ریکارڈ کی ہوئی وہ تقریریں سنی ہیں جو اس نے چٹاگانگ میں کی ہیں۔ اس نے کہا کہ بنگال کو فکر و مقصد کے اس اتحاد یکجہتی پر مبارکباد ہو جس کا اس نے مظاہرہ کیا۔ اس نے کہا: "کسی جمہوری ملک کی تاریخ میں کبھی ایک سیاسی جماعت کے حق میں اتنی اکثریت سے ووٹ نہیں پڑے۔ اب مجھے فخر ہے کہ میں عوامی لیگ کا بانی رکن ہوں۔ سہروردی بھی ایسی واضح اکثریت حاصل نہ کر سکے تھے۔ لیکن آج ہمارے درمیان ایک ایسا قائد ہے جس نے سہروردی صاحب کو مات کر دیا ہے۔" "میں مولانا بھاشانی کو جانتا ہوں میں نے ان کے ساتھ 8 سال تک کام کیا ہے۔ وہ شیخ مجیب سے انتہائی نفرت کرتا ہے وہ یہ کیونکر کہہ رہا ہے؟ اب وہ ایسے مقام پر آگیا ہے جہاں یہ کہتا ہے کہ ہم نے ہمیشہ سہروردی صاحب' شیر بنگال اور ناظم الدین جیسے قائد پیدا کیے ہیں۔ لیکن جہاں تک مغربی پاکستان کی سازشوں کا تعلق ہے ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور شیخ مجیب بھی" اس میں کوئی استثنا نہیں۔ کہیں جو بات اب بچا

سکے گی وہ یہ ہے کہ ہم کسی صورت بھی مغربی پاکستانیوں کے ساتھ ایک میز پر نہ بیٹھیں۔ پھر یہ سب مٹ جائے گا۔ مولانا نے کہا کہ وہ مسلم لیگی ہے اور 1940ء کی لاہور قرار داد پر قائم ہے جس میں دو خودمختار ریاستوں کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ وہاں ایک ہی ریاست کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ وہاں ایک ہی ریاست کا تصور نہیں تھا۔ جب ہم علیحدگی کے قریب جا پہنچے اور میں ان سے ملا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر میں ان کے ساتھ مل جاؤں تو وہ پختونستان کی ایک 'آزاد' خودمختار ریاست کا مطالبہ کر دیں گے۔ لیکن میں نے مولانا کا شکریہ ادا کیا اور انہیں بتایا کہ میں آزاد اور خودمختار پختونستان نہیں چاہتا۔ یہ بلقانستان کا عہد نہیں ہے۔ آپ ایسی باتیں کیسے کر رہے ہیں؟ کس عہد میں ہیں آپ؟ صنعتی اور تکنیکی طور پر ترقی یافتہ یورپ بھی اب مشترکہ منڈی کے بارے میں سوچتا ہے۔ صدر نے مجھ سے کہا کہ میں مجیب سے جا کر ملوں اور اس سے بات کروں چنانچہ میں نے کہا کہ یہ مولانا بھاشانی ہے جو اسے انتہا پسندی کی طرف لے جا رہا ہے اور میں نے کہا کہ مولانا حکومت کی لائن پر چل رہا ہے۔ میرے پاس اس کا ثبوت ہے کیونکہ جب مولانا 23 مارچ کو یوم آزادی کا اعلان کرنے والا تھا ہم نے صدر کی توجہ اس طرف دلائی تو ہمیں یقین دلایا گیا کہ مولانا ایسا نہیں کرے گا اور ایسا ہوا کہ اگرچہ مولانا نے 23 کو بنگلہ دیش کی آزاد اور خودمختار ریاست کے فیصلے کو مشتہر کرنے کا اعلان کر دیا لیکن وہ اس دن آیا ہی نہیں اور اچانک بیمار پڑ گیا۔ جب کبھی اسے سیاسی طور راس آئے وہ عام طور پر یہی کرتا ہے۔ لیکن میں نے کہا کہ آپ سے مجلس دستور ساز کی حاکمیت اعلیٰ پر تھوڑا سا جھگڑا ہے۔ صدر نے پہلے مجھ سے کہا تھا کہ میں حاکم اعلیٰ ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ حاکم اعلیٰ اس لیے ہیں کیونکہ آپ کے ہاتھ میں مارشل لاء کا ایک بڑا ڈنڈا ہے لیکن میں نے کہا میں اس لیے حاکم اعلیٰ ہوں کہ میرے پیچھے عوام کا فیصلہ ہے۔ میں نے صدر سے پوچھا کہ وہ اس حاکمیت اعلیٰ کو پس پشت کیوں ڈالتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ چونکہ وہ ایک سپاہی ہیں اس لیے سیدھی بات کرتے ہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ انہوں نے مجھے وہ شخص یاد دلایا ہے جو اپنے دوست کے پاس اس لیے گیا کہ اس کا کتا ایک ہفتے کے لیے ادھار مانگے تاکہ جب وہ فصل کاٹنے جائے تو رکھوالی کر سکے۔ دوست نے جواب دیا کہ کتا مر چکا ہے۔ لیکن وہ زندہ بھی ہوتا تو میں قطعاً تمہیں نہ دیتا۔ تو صدر صاحب آپ کے خیال میں وہ شخص ایسا کہنے میں اس لیے حق بجانب ہو سکتا ہے کہ وہ سپاہی ہے؟ وہ اپنی بات یہیں ختم کر سکتا تھا "میرا کتا مر چکا ہے۔" میں نے کہا میں صرف تبھی شیخ مجیب الرحمٰن کے پاس جا کر بات کروں گا جب آپ مجھے یقین دہانی کرائیں۔ اس پر صدر نے کہا کہ جب اسمبلی کا اجلاس ہو گا تو میں اس کی حاکمیت اعلیٰ کا اعلان کر دوں گا۔ اس کے پارٹی' عوایب کے پاس گیا اور مصروف ہو گیا۔ پھر بعد میں بھٹو صاحب نے تقریر کی اور کہا کہ یہاں تین جماعتیں ہیں پیپلز پارٹی' عوامی لیگ اور فوج۔ پہلی بار فوج کو بھی ایک سیاسی جماعت تسلیم کیا گیا تھا چنانچہ میں نے یہ تجویز کیا کہ بہتر ہے کہ ہم اس معاملے سے الگ رہیں کیونکہ یہاں صرف تین جماعتیں ہیں۔ چنانچہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ابتداء میں میں نے اصرار کیا کہ صدر کو تمام دوسرے قائدین کو دعوت دینا چاہیے کہ وہ یہاں آئیں اور اکٹھے مل بیٹھیں۔ اور ان لوگوں کے مغربی پاکستان سے آنے اور میرے ان سے ملنے کے بعد مجھے یہ پتہ چلا۔ سردار شوکت حیات نے مجھے بتایا کہ ہمیں کہا گیا۔ ہم مشرقی پاکستان میں اسمبلی کے اجلاس میں شمولیت کے لیے نہ جائیں۔ مفتی محمود اور شاہ نورانی نے بھی یہی بات کہی۔

صدر: کیا آپ سب اکٹھے جنرل یحییٰ سے ملے؟

گواہ: ہم سب اکٹھے انہیں 23 تاریخ کی شام کو ملے تھے۔ مجھے ان کے الفاظ یاد ہیں۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے مجھے بتایا کہ یحییٰ میرے ساتھ "پیار فرما" رہا ہے۔ وہ مجھے مصروف رکھنا چاہتا ہے۔ وہ ہمہ وقت اپنی مسلح افواج اکٹھی کرنے میں مصروف ہے۔ پھر وہ قانون کے نازک مسائل میں الجھ گئے۔ مثلاً مارشل لاء اٹھا لیا جائے یا ختم کر دیا جائے تو پھر معاملات کیسے چلیں گے؟ صدر کو اختیارات کہاں سے حاصل ہوں گے؟ یا صدر ہو گا ہی نہیں کیونکہ اس کے اقتدار کا منبع مارشل لاء تھا وغیرہ وغیرہ۔ اس پر سردار شوکت حیات نے کہا آپ اس ملک کو خالص قانونی باریکیوں ہی پر توڑ دینا چاہتے ہیں۔ تاہم ہم نے اسمبلی کو تقسیم کرنے کی مخالفت کی۔ میں شیخ مجیب الرحمٰن کے پاس گیا اور اس کے ساتھ بات کی اور کہا کہ وہ یہ کیوں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ وہ اس پر بالجبر (Under Duress) اتفاق کر رہے ہیں کیونکہ مجلس آئین ساز کا اجلاس نہیں ہو گا اور اس کے پاس واحد راستہ اسمبلی کی تقسیم رہ جاتا ہے لیکن میں نے کہا ہم یقیناً کسی افہام و تفہیم تک پہنچ سکتے ہیں۔ جب میں نے بات آگے بڑھائی تو اس نے کہا کہ ٹھیک ہے پھر اس نے جا کر اپنا سیف کھولا اور صدر یحییٰ کا اپنے نام لکھا ہوا خط لے آیا۔ اس خط میں اس نے شیخ مجیب الرحمٰن سے کہا تھا کہ کوئی غیر معقول بات نہ کیجئے گا میرے ڈھاکہ آنے کا انتظار کریں اور اس کا سب سے اہم حصہ یہ تھا۔ "میں آپ کو چھ نکات سے بھی زیادہ دینے کو تیار ہوں۔"

صدر: کیا آپ نے وہ خط دیکھا تھا؟

گواہ: میں نے وہ دستاویز اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ مجھے اس دستاویز کی اہمیت کا احساس صرف اس وقت ہوا جب بھٹو صاحب نے اپنی لاجواب تجویز پیش کی کہ مشرقی پاکستان عوامی لیگ مغربی پاکستان' پاکستان پیپلز پارٹی۔ میں نے کوئی 10-15 غیر ملکی نامہ نگاروں کو بھیجا کہ وہ اس تجویز پر شیخ مجیب کا جواب اور عوامی لیگ کا ردعمل حاصل کریں وہ

اس سوال پر تبصرہ کریں۔ لیکن انہوں نے تبصرہ نہ کیا۔ تب مجھے ان کے ایک ماہر معاشیات رحمٰن سبحان کو بلوانا پڑا اور اسے کہا کہ وہ بھٹو صاحب کی اس تجویز پر تبصرہ کیوں نہیں کرتا۔ اس نے قہقہہ لگایا اور کہا کہ ہم اس پر کس لیے معترض ہوں کیونکہ چھ نکات کی بنیاد پر ہم صوبائی خودمختاری کا مطالبہ کر رہے تھے جبکہ بھٹو صاحب کی تجویز کے مطابق ہمیں مکمل آزادی مل رہی ہے۔ اس نے کہا کہ ہم بسرو چشم اسے مانتے ہیں کیونکہ یہ تجویز مغربی پاکستان کی طرف سے آ رہی ہے۔ یہ سیدھا سادا خالص حساب ہے۔

رکن نمبر2: شاید اس کا خیال ہو کہ پاک فوج آئندہ کسی مرحلے پر دوبارہ مسلح انقلاب برپا کر دے گی؟

گواہ: یہی وضاحت ہو سکتی ہے۔ ایک موقع پر وہ مرکزی حکومت کی تشکیل کی باتیں کر رہے تھے۔ پھر ہوا یہ کہ ان میں اختلاف ہو گیا۔ ہم تفصیل میں نہیں جاتے کہ تمام مسئلہ اس بات سے وابستہ ہے کہ یحییٰ خان کسی صورت بھی شیخ مجیب الرحمٰن کو اس وقت تک اقتدار منتقل نہیں کرنا چاہتے تھے جب تک بھٹو کو اپنی کابینہ میں نہ لیں۔ تب شیخ مجیب الرحمٰن نے انہیں کہا کہ مجھے اکثریت حاصل ہے۔ لیکن اگر آپ اس پر بھی یہ محسوس کرتے ہیں کہ میں بھٹو کو اپنی کابینہ میں شامل کروں تو پھر ہر دو سیاسی جماعتوں کے درمیان ایک مخلوط حکومت ہونی چاہیے اور اس کے لیے انہیں آ کر شرائط طے کرنی چاہئیں وگرنہ ہر جمہوری نظام میں اکثریتی جماعت وزارت بناتی ہے۔ کیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ برطانوی حاکم اعلیٰ (بادشاہ) نے مسٹر ہیتھ سے کہا ہو کہ وہ مسٹر ولسن کو ضرور کابینہ میں لیں۔ ساز باز اس طرح ہو رہی تھی کہ آخر میں مجیب اس نقطے پر آ گئے کہ ٹھیک ہے۔ ہم صوبوں ہی میں جمہوریت قائم کر لیتے ہیں اور مرکز صدر کے پاس رہ جائے اور یحییٰ اس مرکزی حکومت کی نگرانی کریں۔ اس سے بھٹو صاحب چوکنے ہو گئے کیونکہ وہ مغربی پاکستان کے وزیراعظم نہیں بن رہے تھے۔ صدر یحییٰ کی تجویز دونوں مجلس ہائے دستور ساز کو طلب کرنا تھا۔ ایک مشرقی پاکستان میں اجلاس کرے اور دوسری مغربی پاکستان میں۔ جب مسودہ ہائے آئین تیار ہو جائیں تو ان کا اکٹھا اجلاس ہو اور وہ یہ طے کریں کہ وہ کن کن اختیارات سے مرکز کے حق میں دستبردار ہونے کو تیار ہیں۔ بندوبست کیا گیا تھا۔ میں نے کہا کہ مغربی پاکستان اسمبلی کا رکن نہیں ہوں میں قومی اسمبلی کا رکن ہوں۔ اگر اس اسمبلی کا اجلاس بلایا جاتا ہے تو میں شمولیت کروں گا لیکن کسی مغربی پاکستان اسمبلی میں نہیں۔ میں نے بھٹو صاحب سے کہا جس وقت آپ یہ کہتے ہیں کہ چونکہ عوامی لیگ کو مرکزی سطح پر اکثریت حاصل ہے۔ مگر اس کی اکثریت صرف مشرقی پاکستان تک محدود ہے اس وقت آپ اس ملک کی ترقی و یکجہتی پر ضرب لگاتے ہیں۔ پھر ہم ایک پاکستان کی بات نہیں کرتے۔ ہم پانچ صوبوں کی بات کرتے ہیں۔ ہم مغربی پاکستان کی سطح پر اس صورت سے دوچار ہونے والے ہیں۔ میں نے صدر کو بتایا اگر آپ قومی اسمبلی کا اجلاس بلاتے ہیں۔ میں ضرور آؤں گا۔ میں قومی اسمبلی کا رکن ہوں۔ میں صوبائی اسمبلی کا رکن بھی ہوں۔ میں مغربی پاکستان کا رکن بالکل نہیں ہوں۔ یہاں مغربی پاکستان اسمبلی نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

صدر: کیا ایسی بات تو نہیں کہ جب منصوبے درہم برہم ہو گئے تو یحییٰ خان سب کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ مخلص نہیں تھا۔ وہ وہاں مجیب صاحب کو اور یہاں بھٹو صاحب کو استعمال کر رہا تھا؟

گواہ: مجیب کے بارے میں تو وثوق سے کہہ نہیں سکتا لیکن مجھے بھٹو کے بارے میں یہ یقین ہے۔

صدر: کیا وہ یہ تو نہیں سوچتا تھا کہ اگر مشرقی پاکستان چلا جاتا ہے تو فوج مغربی پاکستان کو قابو میں کر لے گی۔ یہ بنیادی طور پر مربوط علاقہ ہے اور ہم یہاں ہمیشہ اقتدار قائم رکھ سکتے ہیں۔

گواہ: بھٹو صاحب نے یہی کہا تھا؟

صدر: مجھے علم نہیں کہ کیا آپ کو کبھی یہ احساس ہوا کہ جنرل یحییٰ آپ کو اصل صورت حال سے آگاہ نہیں کر رہا کہ ان کے اور مجیب کے اور ان کے اور دوسرے سیاستدانوں کے درمیان کیا بات ہو رہی ہے؟

گواہ: یہ بالکل درست ہے مجھے یہ احساس آخری مراحل پر ہوا۔

صدر: کیا آپ کو شیخ مجیب الرحمٰن کے ساتھ (بھٹو صاحب کے سوا) مغربی پاکستان کے دوسرے قائدین کی مشترکہ کانفرنس کے بارے میں کچھ یاد ہے؟

گواہ: ہاں۔

صدر: سردار شوکت حیات بھی موجود تھے۔

گواہ: یہ 23 تاریخ کی بات ہے۔

صدر: اس کانفرنس میں کیا ہوا؟

گواہ: ہم وہاں پہنچے اور دیکھا کہ ان کا کمرہ ان کے رفقاء سے بھرا پڑا ہے۔ کمال موجود تھے' تاج الدین تھے' نذر الاسلام تھے اور مشتاق اخوند کر بھی تھے۔

رکن نمبر1: ان کے پاس جانے سے پہلے آپ جنرل یحییٰ سے ملے تھے؟ ان مغربی پاکستانی قائدین کو جنرل یحییٰ نے طلب کیا تھا۔ کیا ایسا نہیں ہوا کہ اس نے جب یہ کہا کہ بشرطیکہ آپ کی رضا ہو میں دو اسمبلیوں پر متفق ہوں۔ پھر اس نے آپ سب کو مجیب کے پاس جانے کو کہا۔

گواہ: جب ہم مجیب کے پاس پہنچے تو اس کا کمرہ لوگوں سے بھرا ہوا

تھا۔ وہ ہاتھ جوڑ کر کہہ رہا تھا کہ اگر آپ اقتدار منتقل کرنا نہیں چاہتے تو نہ کیجئے لیکن از راہ کرم ہمیں قتل تو نہ کیجئے۔ ہمیں قتل تو نہ کیجئے۔ مولانا نورانی نے سوچا کہ یہ تو سیدھا سادا معاملہ ہے اور انہوں نے شیخ مجیب الرحمٰن سے کہا کہ صدر یقیناً قومی اسمبلی کو اقتدار منتقل کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ ہم مجیب سے رخصت ہوئے اور ایوان صدر پہنچے۔ صدر اس تجویز سے بالکل خوش نہ تھے۔ اس وقت تک انہوں نے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کر لیا تھا۔ جب میں نے ان سے کہا کہ صدر بھٹو نے یہ کہا ہے کہ اس تنازعے میں صرف تین فریق ہیں: عوامی لیگ، پیپلز پارٹی اور فوج۔ چنانچہ چھوٹے گروپوں کے لیے دخل در معقولات کرنے کی کہاں گنجائش ہے؟ علاوہ ازیں ان کے مشیروں میں ملاقاتیں ہو رہی تھیں اور تینوں فریقین کے درمیان کسی افہام و تفہیم کے کچھ امکانات دکھائی دیتے تھے۔ اس لیے ہمیں واپس جانے کی اجازت دی جائے۔ صدر نے فوراً اتفاق کیا اور کہا کہ وہ بھی دو دن تک آ رہے ہیں صدر کا خیال تھا کہ انہوں نے تمام راستے آزما لیے ہیں اور اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ گولی کے ذریعے آگے بڑھیں۔ (Shoot One's Way Through) میں نے کہا ہم نے اس مسئلے کا جو بنیادی طور پر سیاسی ہے، ایک سیاسی حل پیش کیا تھا اور اگر وہ آپ کو قابل قبول نہیں ہے تو پھر ہمارے لیے یہاں کرنے کو کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ یہاں ایک بات اہم ہے جسے میں سامنے لانا چاہتا ہوں۔

صدر: جی!

گواہ: یہ بہت بعد کی بات ہے مجھے اچھی طرح یاد نہیں یہ کوئی شاید مئی کے پہلے ہفتے کی بات ہے کہ میں نے صدر کی پنڈی واپسی کے بعد ان سے ملاقات چاہی۔ بھٹو صاحب اور قیوم صاحب کی تقریریں اخبارات میں آ رہی تھیں۔ جو کچھ ڈھاکہ میں ہوا تھا ان تقریروں میں اسے مسخ شدہ شکل میں پیش کیا جا رہا تھا اور میں انہیں اس کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔ صدر نے پوچھا کہ کیا میں ڈھاکہ سے واپسی سے پہلے بھی مجیب سے ملا تھا۔ "ہاں میں مجیب کو 24 تاریخ کو ملا تھا۔" پھر انہوں نے پوچھا "کیا آپ نے اس کی کھوپڑی میں کوئی عقل ڈالنے کی کوشش نہیں کی؟" میں نے کہا نہیں۔ کیونکہ اس دن مجیب نے مجھ سے جو کچھ کہا تھا اس کے بعد مجھ میں حوصلہ نہیں تھا کہ اس سے سیاست پر بات کر سکتا۔ میں نے مجیب سے کہا کہ اب آپ یحییٰ اور بھٹو صاحب سے مل رہے ہیں۔ آپ کے مشیروں میں بھی ملاقات ہو رہی ہے اور بھٹو صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ اس تنازعے کے صرف تین فریق ہیں اور پھر ہیں یہاں کوئی دو ہفتوں سے ہوں کچھ تھک گیا ہوں کیا مجھے واپسی کی اجازت ہے؟" میں نے کہا یوں لگتا ہے کہ آپ لوگ پالیسی امور پر متفق ہو چکے ہیں اور تفصیلات طے کر رہے ہیں۔ اس لیے ہمیں واپس جانے کی اجازت ہونی چاہیے۔ میں جنرل یحییٰ کو یہی کہہ رہا تھا۔

شیخ مجیب پلٹے اور کہنے لگے: "ہاں، ولی خان اس بدقسمت سرزمین کو پہلی ممکنہ پرواز کے ذریعے چھوڑ دو۔" پھر میں نے کہا، "آپ اتنے دل شکستہ کیوں ہیں؟" اس پر مجیب نے مجھ سے کہا کہ ان جرنیلوں کی کل ایوان صدر میں میٹنگ ہوئی تھی۔ وہ 12 بجے سے صبح 7 بجے تک بیٹھے رہے اور انہوں نے "گولی کے ذریعے بڑھنے" کا فیصلہ کر لیا ہے۔ وہی الفاظ جو صدر صاحب آپ نے ایک شام پہلے استعمال کیے تھے اور جب وہ مجھے خداحافظ کہنے کو آیا تو اس نے مجھے گلے لگا لیا اور کہا: ولی خان خدارا ہمارے لیے دعا کرو۔ یہ لوگ ہمارا خون چاہتے ہیں اور انہیں کافی بنگالی خون بہانے کو مل جائے گا۔ پھر اس نے کہا کہ غالباً یہ آخری موقع ہے کہ ہم اس دنیا میں مل رہے ہیں۔ خدا تمہیں اپنی امان میں رکھے۔ میں شیخ کی آنکھوں میں آنسو دیکھ سکتا تھا۔

(اقتباسات)

دستاویز 28

حمود الرحمٰن کمیشن کے روبرو سردار شوکت حیات کا بیان

سردار شوکت حیات

قومی اسمبلی کا 3 مارچ کا مجوزہ اجلاس ملتوی ہونے کے بعد ڈھاکہ میں ہنگامے شروع ہو گئے۔ میں نے ہنگاموں کا سن کر جنرل یحییٰ کے بڑے بھائی آغا محمد علی سے رابطہ پیدا کیا۔ میں نے تجویز پیش کی کہ میں اور ممتاز دولتانہ ڈھاکہ جانے اور فسادات کو روکنے کے لیے جو کچھ بن پڑے کرنے کو تیار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں جنرل عمر سے رابطہ پیدا کرنا چاہیے اور جنرل عمر کل لاہور آئے گا۔ ہمیں وہاں کی صورت حال پر تشویش نہیں ہونی چاہیے کہ اس پر قابو پا لیا جائے گا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ طیارے میں نشستیں ہی نہیں مل رہیں۔ چونکہ صدر 11 مارچ کو ڈھاکہ جا رہے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ ہم لوگ 18 کو وہاں پہنچیں۔ کرنل مبارک اور ہمارے درمیان یہ بات چیت غالباً 4 سے 6 مارچ کے درمیان ہوئی یہ بات بڑی عجیب ہے کہ انہی دنوں مفتی محمود اور مولانا (غلام غوث) ہزاروی کو ڈھاکہ جانے کی اجازت دے دی گئی حالانکہ ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ طیارے میں نشست ہی نہیں مل رہی۔ میں اور میاں ممتاز دولتانہ 18 مارچ 1971ء کو ڈھاکہ کو روانہ ہوئے۔ کونسل مسلم

لیگ کے ایک رکن اسمبلی پیر صفحی الدین ہم سے ایک دو روز پہلے ہی ڈھاکہ پہنچ چکے تھے ہم نے اور پاکستان آرمی کے چیف آف سٹاف جنرل حمید نے ایک ہی طیارے میں سفر کیا۔ ڈھاکہ کے سفر کے دوران میں نے جنرل حمید کو مشرقی پاکستان میں کسی بھی فوجی اقدام میں مضمر خطرات سے آگاہ کیا۔ میں نے عوام کے ساتھ "جنگ" کی مشکلات کو اجاگر کیا اور کہا کہ ایسی صورت میں فوج کو رسد کی طویل لائن کٹ سکتی ہے۔ جنرل میری باتوں سے متفق معلوم ہوتا تھا۔ میں نے جنرل حمید سے مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی کے امکانات کے بارے میں بات چیت اس لیے کی تھی کہ کرنل مبارک نے ہمیں لاہور میں بتایا کہ تمام طیارے مغربی پاکستان سے فوج مشرقی پاکستان پہنچانے میں مصروف ہیں۔ لہٰذا آپ کے لیے نشستیں نہیں مل سکتیں۔ اس سے مجھے صاف معلوم ہوتا تھا کہ مشرقی پاکستان میں کس نوع کی فوجی کارروائی کی منصوبہ بندی کی جا رہی ہے۔

ڈھاکہ پہنچنے پر ہم نے دیکھا کہ آبادی کے غیر بنگالی حصے ..... بہاریوں اور پٹھانوں وغیرہ .... کی دیکھ بھال کے لیے ایک پناہ گزین کیمپ قائم کیا گیا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جو مغربی پاکستان جانا چاہتے تھے۔ ان لوگوں نے میرے اور دولتانہ کے خلاف مظاہرہ اور نعرے لگائے کہ ہم مجیب کے آلہ کار ہیں۔

مسٹر دولتانہ اور میں 19 مارچ 1971ء کو شیخ مجیب الرحمٰن سے اس کی رہائش گاہ پر ملے۔ شیخ مجیب سے اس ملاقات اور جنوری 1971ء میں ہونے والی اپنی ملاقات کی فضا میں واضح فرق محسوس کیا۔ سابقہ ملاقات کے دوران مجیب مجھ سے اکیلا ملا تھا اور ایک آزاد رو شخص محسوس ہوتا تھا۔ جبکہ اس ملاقات میں جس کی میں بات کر رہا ہوں اس کے اردگرد مسٹر تاج الدین اور مسٹر نذر الاسلام موجود تھے۔ وہ ہم سے اکیلا ملاقات نہ کر سکا۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے ان دونوں سے جان چھڑانے کے متعدد طریقے آزمائے لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ پوری ملاقات کے دوران ان میں سے ایک ضرور کمرے میں موجود رہا۔ ہم محسوس کر رہے تھے کہ مجیب الرحمٰن ہم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہے۔ لیکن کھلے بندوں ایسا نہیں کر سکتا اور اپنی پارٹی کے ارکان کی موجودگی میں ہم سے براہ راست کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس ملاقات کے دوران کوئی مثبت اور تعمیری بات نہ ہو سکی۔ ماسوائے اس کے کہ شیخ مجیب نے اپنی بات کی اور الزام لگایا کہ جرنیل جان بوجھ کر اس کے جذبات سے کھیل رہے ہیں اور اب وہ بالکل بے بس ہو چکا ہے۔ مسٹر مجیب الرحمٰن نے مسٹر بھٹو کی ایک تقریر کا خاص طور پر ذکر کیا کہ جس میں بھٹو نے کہا تھا کہ مجیب الرحمٰن مشرقی پاکستان پر قبضہ کرلے اور مسٹر بھٹو مغربی پاکستان پر قابض ہو جائیں۔ مسٹر مجیب الرحمٰن نے جو الفاظ استعمال کیے وہ اس طرح تھے "مسٹر بھٹو نے کہا ہے کہ ادھر ہم ادھر تم۔" شیخ مجیب الرحمٰن نے یہاں تک کہا کہ جنرل یحییٰ خان نے اسے دو آئین ساز اسمبلیوں کے قیام کی پیشکش کی ہے۔ ایک اسلام آباد میں اور دوسری ڈھاکہ میں جو مجیب کے بقول اسے (مجیب) کے لیے تو بڑی مناسب بات تھی۔ ہم نے مجیب کو بتایا کہ یہ منصوبہ تو ملک کے لیے تباہ کن ہوگا۔ اس پر شیخ مجیب الرحمٰن نے ہمیں بتایا کہ اس نے تو جو کچھ مانگا تھا اسے اس سے بہت زیادہ مل رہا ہے۔ مجیب نے اپنے بیان میں وضاحت تو نہیں کی لیکن ہمیں صاف صاف سمجھ آ گئی کہ مجیب تو زیادہ سے زیادہ خودمختاری کا مطالبہ کر رہا تھا لیکن جنرل یحییٰ نے اسے آزادی کی پیشکش کر دی ہے۔ شیخ صاحب نے ہمیں ایسا کوئی خط تو نہیں دکھایا جس کے متعلق کہا جاتا کہ یحییٰ خان نے اسے لکھا ہے مگر اس نے یہ باتیں زبانی کہی تھیں جو میں نے بیان کر دی ہیں۔ ہمیں خدا حافظ کہتے وقت مجیب نے ہمیں یہ بات بتائی کہ اس کی طرف سے کوئی شخص ہم سے ملاقات کرے گا۔ اسی رات عوامی لیگ کے ایک رہنما نے ہم سے ملاقات کی۔ یہ ملاقات ایک مشترکہ دوست کے گھر پر ہوئی۔ اس رہنما نے ہمیں بتایا کہ شیخ مجیب الرحمٰن اور عوامی لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے کچھ ارکان 7 مارچ 1971ء سے دراصل قیدیوں کی طرح ہیں کیونکہ انہیں پاکستان کے حامی سمجھا جاتا ہے۔ پھر شیخ مجیب الرحمٰن نے 7 مارچ 1971ء کو پلٹن میدان میں ہونے والے ایک جلسہ عام میں یکطرفہ اعلان آزادی سے بھی انکار کر دیا تھا۔ حالانکہ اس کی ورکنگ کمیٹی کی بھاری اکثریت نے "اعلان آزادی" کرنے کا فیصلہ کر دیا تھا۔ اس رہنما نے ہمیں بتایا کہ ورکنگ کمیٹی کے صرف تین ارکان نے یکطرفہ اعلان آزادی کی مخالفت کی تھی۔ اس نے مزید بتایا کہ شیخ مجیب الرحمٰن نے 7 مارچ کے جلسہ عام میں "یک طرفہ اعلان آزادی" کے معاملہ سے اس طرح پہلوتہی کی کہ اس نے قومی اسمبلی میں آئندہ کسی بھی اجلاس میں شرکت کے لیے چار شرائط پیش کیں جو یحییٰ خان سے پوری کرنے کو کہا گیا۔ اس اعلیٰ سطحی ایلچی نے جس کا نام میں کمیشن کو الگ بتاؤں گا' ہم سے اپیل کی کہ ہم جرنیلوں سے کہیں کہ وہ شیخ مجیب الرحمٰن کی راہ میں روڑے اٹکانے کے بجائے اس کی مدد کریں۔ کیونکہ بصورت دیگر اس امر کے زبردست امکانات ہیں کہ یوم پاکستان 23 مارچ 1971ء پر یک طرفہ اعلان آزادی مجیب الرحمٰن پر ٹھونس دیا جائے گا۔ اس پیغامبر نے مزید بتایا کہ مجیب الرحمٰن اور اس کے رفقاء آج بھی ایک پاکستان پر یقین رکھتے ہیں۔ اور وہ عوامی لیگ کے اندر انتہا پسند عناصر کو قابو میں لانے کی اتنی ہی شدید خواہش رکھتے ہیں جتنی جرنیلوں یا مغربی پاکستان کے کسی بھی رہنما میں ہو سکتی ہے۔ 20 مارچ کو ہمارا کسی جرنیل یا عوامی لیگ کی قیادت سے کوئی رابطہ نہ ہو سکا۔ ہم سارا دن اپنے ہوٹل میں منتظر رہے۔ اسی اثناء میں مسٹر بھٹو اور ان کی پارٹی کے متعدد

رہنما بھی 19 مارچ کی شام کو ڈھاکہ پہنچ چکے تھے۔ خان قیوم بھی 20 مارچ کو یا اگلے دن ڈھاکہ پہنچے۔ انہی دنوں خان عبدالولی خاں بھی ڈھاکہ پہنچ چکے تھے۔

21 مارچ کو مسٹر دولتانہ اور میں نے اپنے طور پر مغربی پاکستانی رہنماؤں مسٹر ولی خان' مفتی محمود' مسٹر غوث بخش بزنجو اور مولانا شاہ احمد نورانی سے ملاقات کی۔ ہم نے اس ملاقات میں بھٹو اور خان عبدالقیوم خاں کو مدعو کیا۔ ہم اپنے منصوبوں پر غور کر رہے تھے اور یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ جنرل یحییٰ سے کہیں کہ وہ یا تو ہم سب سے ملاقات کرے یا ہمیں واپس مغربی پاکستان جانے کی اجازت دے دے کہ پیپلز پارٹی کے دو رہنما مسٹر محمود علی قصوری اور حفیظ پیرزادہ اس کی جگہ آ گئے جہاں ہمارا اجلاس ہو رہا تھا۔ ان دونوں اصحاب نے ہمیں بتایا کہ ایک بڑا ہی سنگین واقعہ ہوا ہے وہ یہ کہ یہ تجویز کیا گیا ہے کہ قومی اسمبلی کو دو آئین ساز اسمبلیوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ یہ تجویز پہلے کس نے پیش کی تھی۔ ہم نے ان دونوں کو بتایا کہ ہم تو اس تجویز کے مخالف ہیں اور ہم شیخ مجیب کو مطلع بھی کر چکے ہیں۔ ہم نے پیپلز پارٹی کے ان دونوں لیڈروں سے یہ سوال بھی کیا کہ ان کے چیئرمین کے اس اعلان کا کیا مطلب ہے کہ "ادھر تم ادھر ہم" مگر دونوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔

دوسرے روز یعنی 22 مارچ کو ہمیں جنرل یحییٰ سے ملاقات کے لیے ایوان صدر بلایا گیا۔ اس اجلاس میں مسٹر بھٹو' ان کے رفقاء اور خان قیوم کے سوا مغربی پاکستان کے تمام رہنماؤں نے شرکت کی جو اس وقت ڈھاکہ میں موجود تھے۔ جنرل یحییٰ خاں نے ہمیں شیخ مجیب الرحمٰن سے اپنے مذاکرات کے متعلق سرسری انداز میں آگاہ کیا۔ اس پر میں نے اسے بتایا کہ اس نے اور شیخ مجیب الرحمٰن نے ان دونوں کی ملاقاتوں کا جو احوال ہمیں بتایا ہے وہ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ چنانچہ بہتر ہو گا کہ ایک مشترکہ اجلاس بلا لیا جائے جس میں تمام فریق شریک ہوں۔ جنرل یحییٰ نے اس طرف آنے سے گریز کیا اور اس کے بجائے بتانے لگا کہ اس کے لیے مارشل لاء کے یا مارشل لاء آرڈر کے تحت اقتدار کی منتقلی ممکن نہیں کیونکہ اس کے قانونی مشیروں کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جب تک قومی اسمبلی منظوری نہ دے' اگر مارشل لاء اٹھا لیا گیا تو ملک میں (قانونی) خلا پیدا ہو جائے گا۔

جنرل یحییٰ کو تجویز پیش کی گئی کہ وہ عوامی لیگ کے انتقال اقتدار کے متعلق تجویز قبول کرنے کا اعلان کر دے جسے بعد میں قومی اسمبلی بھی منظور کرے اور وہ صدر کی حیثیت سے اس کی توثیق کر دے۔ ہمارا نقطہ نظر یہ تھا کہ اس طرح شیخ مجیب الرحمٰن 25 مارچ کو جنرل یحییٰ کی طرف سے بلائے گئے قومی اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہو سکے گا۔ اس پر جنرل یحییٰ نے ہم سب کو مجیب سے ملاقات کا مشورہ دیا تاکہ ہم اسے اس تجویز کو قبول کرنے پر رضامند کر سکیں۔

چنانچہ 23 مارچ 1971ء کی شام کو ہم نے شیخ مجیب سے ملاقات کی۔ اس وقت عوامی لیگ کی پوری اعلیٰ قیادت مجیب الرحمٰن کے پاس تھی۔ شیخ مجیب نے ہمیں بتایا کہ وہ جنرل یحییٰ سے بالکل بیزار ہو چکا ہے۔ وہ اور اس کے مشیر روزانہ ہی اپنا موقف تبدیل کرتے رہتے ہیں اور ہر روز کئے جانے والے وعدوں سے مکر جاتے ہیں اور یہ کہ دو آئین ساز اسمبلیوں کی تجویز کو وہ (مجیب) اپنے لیے مناسب سمجھتا ہے۔

شیخ مجیب نے ہمیں بتایا کہ قومی اسمبلی کو دو آئین ساز اسمبلیوں میں تقسیم کرنے کی تجویز جنرل یحییٰ نے ہی پیش کی تھی۔ عوامی لیگ یہ تجویز قبول کرنے کو اس لیے تیار ہے کہ موجودہ حالات میں یہ ان کے لیے بالکل مناسب ہے۔ اس نے مزید کہا کہ اگر ممکن ہو تو دونوں آئین ساز اسمبلیاں ایک "واحد باڈی" کے طور پر بھی اجلاس منعقد کر سکتی ہیں۔ ہم نے شیخ مجیب الرحمٰن پر واضح کیا کہ اس تجویز پر عمل کرنے کا نتیجہ ملک کی تقسیم کی صورت میں نکلے گا۔ اس کے بجائے شیخ مجیب الرحمٰن کو ہماری اس تجویز کو قبول کر لینا چاہیے کہ جنرل یحییٰ خان عوامی لیگ کے چار نکات منظور کرنے اور شیخ مجیب الرحمٰن کو بطور وزیراعظم پاکستان اقتدار منتقل کرنے کا اعلان کرے۔ اس اعلان کے بعد قومی اسمبلی کا اجلاس ہو اور وہاں اس بارے میں ایک قرارداد بھی منظور کی جائے جنرل یحییٰ بطور صدر مملکت اس قرار داد کی توثیق کرے جو ایل ایف او (لیگل فریم ورک آرڈر) کی دفعات کے مطابق ہو گا۔ ہماری تجویز میں قومی اسمبلی کو مشرقی اور مغربی پاکستان کی دو الگ الگ کمیٹیوں کی صورت میں تقسیم کرنے کی بات شامل نہیں تھی۔ ہماری تجویز پر شیخ مجیب کا جواب تھا "تو جنرل یحییٰ کو پہلے اعلان کرنے دیجئے۔" میں نے اور مولانا شاہ احمد نورانی نے مجیب کے اس جواب کی تعبیر یہ کی کہ شیخ نے ہماری تجویز قبول کر لی ہے۔ ذہنوں میں یہی تاثر لیے ہم ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے اور اپنی اپنی قیام گاہوں پر چلے گئے۔

اسی رات کوئی گیارہ ساڑھے گیارہ بجے ہمیں پیغام ملا کہ جنرل یحییٰ ہم سب سے فوراً ملنا چاہتا ہے۔ ہم ایوان صدر پہنچے تو دیکھا کہ جنرل یحییٰ اور جنرل پیرزادہ ایک کمرے میں موجود ہیں۔ جنرل یحییٰ پاجامہ قمیض پہنے ہوئے تھا اور شراب پی رہا تھا۔ جنرل پیرزادہ بھی کمرے میں موجود تھا۔ اس ملاقات میں جنرل پیرزادہ کی موجودگی ہمیں غیر معمولی محسوس ہوئی۔ اس اجلاس میں مغربی پاکستان کے تمام رہنما جن کے میں نے نام پہلے ہی گنوائے ہیں' موجود تھے۔ ہاں غوث بخش بزنجو نہیں آئے پیپلز پارٹی کے رہنما اور خان عبدالقیوم خاں بھی نہیں تھے۔ ایسا ظاہر ہوتا تھا کہ لیڈر یحییٰ خان سے الگ مذاکرات کر رہے تھے۔ جنرل یحییٰ نے ہمیں

پوچھا کہ شیخ مجیب الرحمٰن سے ہماری ملاقات کا کیا نتیجہ رہا جو اس روز ہی ہوئی تھی۔ ہم میں سے بعض اصحاب نے تو کہا کہ بات چیت میں کچھ تعطل اور رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے لیکن میں نے کہا کہ یہ تعطل والا تاثر درست نہیں۔ کیونکہ شیخ مجیب نے ہماری تجویز منظور کر لی ہے۔ بشرطیکہ جنرل یحییٰ بھی اسے منظور کرے۔ جنرل یحییٰ نے ہمیں شیخ مجیب کے متعلق ایک طویل کہانی سنائی جس کا لب لباب یہ تھا کہ وہ جنرل یحییٰ اور ہم سے مختلف بات کرتا رہا ہے اور یہ بھی بتایا کہ شیخ مجیب اور بھٹو (ایوان صدر کے) برآمدہ میں کھڑا ہو کر باتیں کرتا رہا ہے۔ انہیں یہ گمان نہیں تھا کہ وہ (جنرل یحییٰ) بھی ان کی بات چیت سن رہا ہے۔ اپنی بات ختم کر کے جنرل ہم سب کی طرف گھوما اور پوچھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ اس پر مولانا شاہ احمد نورانی نے یحییٰ سے کہا اسے وہی کچھ کرنا چاہیے جو درست ہے اور جو وہ کر سکتا ہے۔ یعنی اسے جمہوریت بحال کر دینی چاہیے اور گزشتہ انتخاب کے فاتح کو اقتدار سونپ دینا چاہیے۔ جنرل یحییٰ نے جواب دیا کہ اگر وہ ایسا کرے گا۔ جس نے شیخ مجیب الرحمٰن کی طرف سے مشرقی پاکستان میں متوازی حکومت کے قیام کی زبردست اشتعال انگیزی کے باوجود انتہائی برداشت اور تحمل سے کام لیا ہے۔ اس موقع پر میں نے مداخلت کرتے ہوئے جنرل یحییٰ کو بتایا کہ اس کے سامنے صرف دو راستے کھلے ہیں۔

(الف) وہ یا تو مولانا شاہ احمد نورانی کی تجویز کے مطابق عمل کریں یا۔

(ب) پھر وہ اپنی منصوبہ بندی کے مطابق اپنے سوچے ہوئے راستے پر گولی چلاتے ہوئے آگے بڑھے۔ میں نے مشورہ دیا کہ کوئی بھی دانش مند شخص اپنے کندھے پر رکھ کر بندوق نہیں چلاتا اور اب تو موقع ہے کہ جنرل یحییٰ کو مجیب کا کاندھا مل رہا ہے جو وہ خود پیش کر رہا ہے۔ میں نے جنرل یحییٰ کو شیخ مجیب کے اس پیغام کے بارے میں بتایا جو اس نے صرف دو روز قبل ہی اپنے ایک خاص رفیق کے ذریعے ہمیں بھجوایا تھا۔ میں نے جنرل یحییٰ کو تفصیل کے ساتھ بتایا کہ فوجی کارروائی میں کون کون سے اور کتنے خطرات مضمر تھے۔ یہ تو مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کو گولی کا نشانہ بنانے والی بات ہوگی۔ پھر مشرقی پاکستان میں فوج کو رسد اور کمک کی فراہمی میں فوجی نوعیت کی مشکلات الگ ہوں گی۔ میں نے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے کہا کہ میں تو اس کارروائی میں پنجابی سپاہ کی شمولیت کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ میں نے جنرل یحییٰ کو پاکستان کے ٹوٹنے سے پیدا ہونے والی اقتصادی مشکلات کی بھی وضاحت کی اور کہا کہ اتنی بڑی مارکیٹ جاتی رہے گی اور مشرقی پاکستان کی بدولت جو زرمبادلہ حاصل ہوتا ہے وہ بھی نہیں مل سکے گا۔ وغیرہ کسی بھی فوجی اقدام کے اقتصادی مضمرات کی بات سننے کے بعد جنرل یحییٰ نے کہا کہ میں تو اقصتادیات کی باتیں کر رہا ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ اقتصادیات اور سیاست تو ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں۔ بات چیت کے اختتام پر جنرل یحییٰ نے ہم سب کو مطلع کیا کہ ہم سب کو اگلے روز یعنی 24 مارچ 1971ء کو ڈھاکہ چھوڑ دینا چاہیے۔

باہر آ کر ہم نے صدر کے ملٹری سیکرٹری سے کہا کہ ہمارے لیے طیارہ میں نشستوں کا انتظام کر دیا جائے۔ اس وقت میں نے ایک اور کمرے میں جنرل حمید کو دیکھا میں نے اس سے بات کی اور اسے مختصراً فوجی کارروائی کے خطرات سے آگاہ کیا جو اب کسی وقت بھی شروع ہونے والی محسوس ہوتی تھی۔ جنرل حمید نے ٹال مٹول سے کام لیا جس سے میرے خدشہ کی تصدیق ہوگئی کہ جرنیلوں نے فوجی کارروائی کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہماری بات چیت کے اختتام پر جنرل یحییٰ خاں نے ہم سے کہا تھا کہ اس کے پاس اب گولی چلانے کے سوا کوئی راستہ نہیں لہٰذا ہم لوگوں کو فوری طور پر ڈھاکہ سے نکل جانا چاہیے۔ مجھے اس وقت مولانا شاہ احمد نورانی کے وہ الفاظ یاد نہیں آ رہے جو انہوں نے اس موقع پر کہے تھے۔ یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ آیا مولانا شاہ احمد نورانی نے جنرل یحییٰ سے کہا تھا کہ یہ اس کا فرض ہے کہ اسمبلی کا اجلاس طلب کرے اور تمام معاملہ مغربی پاکستان کے ان لیڈروں پر چھوڑ دے جو اسے یہ راستہ (گولی کا راستہ) تجویز کر رہے ہیں۔

24 مارچ کو صبح صبح ہی میں اس مشترکہ دوست کے گھر گیا جہاں شیخ مجیب کے ایلچی سے ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ اسی ایلچی نے اس دوست کے مکان پر مجھ سے ملنے کے لیے پیغام بھجوایا۔ جب وہ آیا تو میں نے اسے بتایا کہ فوج کارروائی کی تیاری مکمل کر چکی ہے۔ اس نے بتایا کہ عوامی لیگ کو اس کا پہلے ہی علم ہو چکا ہے۔ میں نے اس شریف آدمی سے التجا کی کہ وہ شیخ مجیب پر زور دے کہ وہ اپنا ہاتھ روکے۔ اس پر اس نے جواب دیا کہ اس وقت عوامی لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس جاری ہے اور یہ کہ وہ ابھی جا کر شیخ مجیب کو میرا پیغام پہنچاتا ہے۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے دن میں نے شیخ مجیب سے ٹیلی فون پر بات چیت کرنے کی کوشش کی لیکن مجھے بتایا گیا کہ وہ تو اجلاس میں ہیں تاہم شیخ مجیب نے مہربانی کی اور کوئی پندرہ منٹ بعد مجھے فون کیا۔ اس نے بتایا کہ اسے میرا پیغام مل چکا ہے لیکن وہ ناکام رہا ہے۔ اس نے التجا کی کہ میں دولتانہ اور خان ولی خاں اس سہ پہر کو ڈھاکہ چھوڑ دیں۔ کیونکہ اس کے بعد تو دوست اور دشمن میں تمیز مشکل ہو جائے گی۔ اس نے مزید کہا کہ ممکن ہے اب اس دنیا میں ہماری ملاقات نہ ہو سکے۔ لیکن دوسری دنیا میں یقیناً ہماری ملاقات ہوگی کیونکہ ہم نے مل کر پاکستان بنایا تھا۔ اس کے بعد 24 مارچ 1971ء کو سہ پہر کو ہم لوگ ڈھاکہ کو خیرباد کہہ کر چلے آئے۔

(اقتباسات)

دستاویز 28

حمود الرحمٰن کمیشن کے روبرو مولانا مفتی محمود کا بیان

مولانا مفتی محمود:

سوال۔ ڈھاکہ میں یحییٰ خان نے سیاسی لیڈروں سے جو مذاکرات کیے کیا آپ ان سے مطمئن تھے؟

جواب۔ میں ذاتی طور پر ڈھاکہ میں تھا لیکن ملاقات سے مطمئن نہیں تھا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ ملاقات اس گول چکر سے ہو رہی تھی یعنی یحییٰ مجیب مذاکرات، یحییٰ بھٹو مذاکرات، بھٹو مجیب مذاکرات، یحییٰ بھٹو مجیب مذاکرات، درمیان میں کہیں کہیں مغربی پاکستان کے دوسرے لیڈروں سے یحییٰ کی بات چیت ہو جاتی یا ان لیڈروں سے کہا جاتا کہ وہ مجیب سے بات کریں۔ اقلیتی گروپ کے لیڈر جب مجیب سے بات کر کے یحییٰ خان سے ملتے اور اس سے کہتے کہ مجیب بالکل ٹھیک ہے اور اس نے ملک کی سالمیت کے تحفظ کا یقین دلایا ہے تو یحییٰ خان کہتا۔ نہیں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ مجیب چھ نکات سے کم پر بات نہیں کرتا۔ یحییٰ خان نے ان دس روزہ مذاکرات میں کبھی تمام جماعتوں کے لیڈروں کو ایک میز پر بٹھا کر باہمی تبادلہ خیال کا موقع نہیں دیا بلکہ ان ایام میں جب ہم مجیب اور یحییٰ خان سے ملتے تو ہمیں ماحول کچھ پراسرار سا معلوم ہوتا جیسے دریائی سطح بظاہر پرسکون مگر نچلی سطح پر تلاطم خیز موجیں باہم دست و گریبان ہوں۔ چونکہ ہمیں یحییٰ خان نے ڈھاکہ مذاکرات کے لیے ازخود بلایا تھا۔ لہٰذا قومی مفاد کے پیش نظر ہمارا جانا ضروری تھا۔ لیکن یحییٰ خان بظاہر پرسکون ماحول پیدا کر کے زیادہ سے زیادہ فوج اکٹھی کرنا چاہتا تھا تاکہ کارروائی کے وقت فوج کو اپنا راستہ ہموار کرنے میں کوئی دقت وغیرہ پیش نہ آئے۔

سوال۔ کیا ان دس روزہ مذاکرات میں یحییٰ خان کی طرف سے کوئی فارمولا بھی پیش کیا گیا تھا جسے آپ لوگوں نے یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ ایسے فارمولے کو تسلیم کرنے سے پاکستان دو ٹکڑے ہو کر رہ جائے گا؟

جواب۔ جی ہاں! یحییٰ خان کی طرف سے ایک منصوبہ ہم اقلیتی پارٹی کے پارلیمانی لیڈروں کے سامنے رکھا گیا جس کے متعلق یحییٰ خان نے خود کہا تھا کہ اس فارمولے پر مجیب اور وہ اتفاق کر چکے ہیں۔ اب آپ کی منظوری لینی باقی ہے۔ فارمولا یہ تھا۔

(الف) ایک فرمان کے ذریعے صوبائی حکومتوں کا قیام عمل میں لایا جائے اور صوبائی اسمبلیوں کو کام کرنے کی اجازت دی جائے۔

(ب) مارشل لاء اٹھائے جانے کے بعد قومی اسمبلی کی دو کمیٹیاں قائم کر دی جائیں۔ یعنی مغربی اور مشرقی پاکستان کے ممبران پر مشتمل دو علیحدہ کمیٹیاں جن میں مغربی پاکستان کے قومی اسمبلی کے ممبران کا اجلاس اسلام آباد میں بلایا جائے اور مشرقی پاکستان سے منسلک ممبران قومی اسمبلی کا علیحدہ اجلاس ڈھاکہ میں طلب کر لیا جائے۔

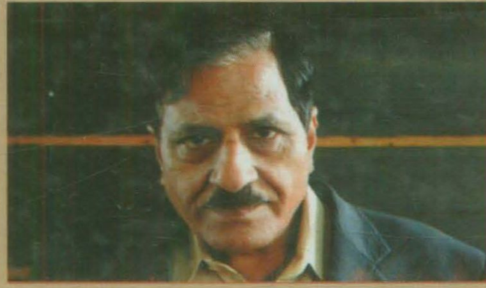
(د) یہ دونوں کمیٹیاں دو الگ الگ دستور بنائیں۔ جب یہ دونوں دستور بنا لیں تو کل پاکستان بنیادوں پر مشترکہ اجلاس بلایا جائے تاکہ کوئی متفقہ دستور تشکیل دیا جا سکے۔ اس فارمولے کو مسٹر بھٹو اور قیوم خان کے علاوہ مغربی پاکستان کے تمام لیڈروں نے متفقہ طور پر مسترد کر دیا کیونکہ اس فارمولے کو تسلیم کرنے کا مقصد ایک پاکستان کی بجائے دو پاکستان بنانے کی دستاویز پر دستخط کرنا تھا۔ اس فارمولے کے جواب میں مغربی پاکستان کے اقلیتی گروپ کے لیڈروں نے جو متبادل فارمولا پیش کیا وہ یہ تھا۔

(الف) قومی اسمبلی کا اجلاس بلایا جائے۔

(ب) قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس میں حلف وفاداری اٹھا لیا جائے۔

(ج) عبوری دستور کی منظوری کے بعد مارشل لاء اٹھا لیا جائے۔

ہمارے اس فارمولے سے مارشل لاء ہٹانے کے بعد مستقل آئین سازی تک درمیانی عرصہ میں کوئی خلاء پیدا نہیں ہوتا تھا کیونکہ مارشل لاء کے ہٹائے جانے کے بعد اس کی جگہ عبوری دستور لے لیتا اور یوں نظام حکومت میں کوئی خلل واقع نہ ہوتا۔ بصورت دیگر اگر مارشل لاء قومی اسمبلی کے وجود میں آنے سے پہلے اور عبوری دستور کی منظوری سے قبل اٹھا لیا جاتا تو صدر جو مارشل لاء کے ذریعے صدر تھا اس کے اختیارات خودبخود ختم ہو جاتے جس سے آئینی بحران پیدا ہو جاتا علاوہ ازیں یحییٰ خان کے فارمولے کے مطابق جب صوبائی اسمبلیاں جو صدر کے حکم سے مارشل لاء کی موجودگی میں معرض وجود میں آ چکی ہوتیں وہ اگر اپنی آزادی اور خودمختاری کا کوئی قانون منظور کر لیتیں تو وہ مکمل آزاد ہو سکتی تھیں۔ گویا یحییٰ خان کے اس فارمولے کے تحت ایک پاکستان کی جگہ کئی خودمختار پاکستان بنانے کی سازش کارفرما تھی۔ خاص طور پر مشرقی پاکستان کی علیحدگی کو آئینی تحفظ دینے کی سازش پروان چڑھ چکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس فارمولے کو سننے اور تسلیم کر لینے کے بعد شیخ مجیب ٹیگور کے شعر گنگنانے لگے تھے۔ یحییٰ خان نے جب دیکھا کہ ہم نے اس کے پیش کردہ فارمولے کو مسترد کر دیا ہے تو کہنے لگا کہ اس نے مجیب سے کہہ رکھا تھا کہ اس فارمولے پر اس وقت عمل درآمد کیا جائے گا جب مغربی پاکستان کے تمام لیڈر اسے تسلیم کر لیں گے۔



احمد سلیم 26 جنوری 1945ء کو موضع میانہ گوندل، تحصیل ملکوال، ضلع منڈی بہاؤالدین میں پیدا ہوئے۔ کراچی یونیورسٹی سے فلسفہ میں ایم اے کی ڈگری گولڈ میڈل کے اعزاز کے ساتھ حاصل کی۔ عملی زندگی کا آغاز بینکنگ سے کیا۔ بعدازاں مختلف تعلیمی اداروں (شاہ حسین کالج لاہور، سندھ یونیورسٹی اور کراچی یونیورسٹی) میں درس وتدریس سے وابستہ رہے، عملی زندگی کے اس سفر میں انہوں نے ایک طویل عرصے تک صحافت کے شعبے میں بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

احمد سلیم، پاکستان کی ترقی پسند سیاست سے بے باکی، جرأت، نظریات پسندی اور اصول پرستی کے ساتھ وابستہ رہے۔ سیاسی جدوجہد کے دوران وہ نیشنل عوامی پارٹی (نیپ) اور کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان میں رکن کی حیثیت سے سرکردہ کردار ادا کرتے رہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پاکستان میں ترقی پسند نظریات کی عملی سیاسی جدوجہد کرنے والوں پر سخت پہرے تھے۔ احمد سلیم نے محنت کشوں اور محکوم طبقات کے لئے ان جماعتوں کے پلیٹ فارمز سے شاندار جدوجہد کی۔ اس بنا پر وہ ایوب خان، یحییٰ خان اور جنرل ضیاء الحق کی فوجی آمریتوں میں پابند سلاسل کئے گئے حتیٰ کہ ذوالفقار علی بھٹو کے جمہوری دور میں بھی انہیں جیل کی سلاخوں کے پیچھے جانا پڑا۔ احمد سلیم، مغربی پاکستان میں ان چند ایک ترقی پسند کارکنوں میں سرفہرست تھے جنہوں نے سڑکوں پر آکر مشرقی پاکستان میں فوجی آپریشن کی مخالفت کی اور اپنی آواز مشرقی پاکستان پر ڈھائے جانے والے ظلم کے خلاف بلند کی اور پھر اسی جرم کی پاداش میں انہیں پابند سلاسل کیا گیا اور کوڑوں اور جرمانے کی سزا صادر کی گئی۔

احمد سلیم، پاکستان میں سیاسی، ادبی، سماجی اور ثقافتی موضوعات پر تحقیق کے حوالے سے منفرد شناخت رکھتے ہیں۔ پچھلی دو دہائیوں سے انہوں نے تحقیق و تصنیف کے شعبے میں اثر انگیز کام کیا ہے اور اس طرح سو سے زائد کتب کی اشاعت کا سہرا ان کے سر ہے، جب کہ ان کی طبع زاد کتابوں کی تعداد پچاس کے قریب ہے۔ تحقیق وتصنیف کے اس سفر میں انہوں نے ٹیلی ویژن کے سیریلز اور طویل دورانیے کے کھیل بھی لکھے، جن میں ''دشمن''، ''اماوس''، ''سلمیٰ پاگل ہے'' اور ''کالا پل'' قابل ذکر ہیں۔

2011ء میں حکومت پاکستان نے ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں انہیں صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی سے نوازا۔ احمد سلیم نے تمام عمر پاکستان میں عوامی حقوق کی آواز بلند کی۔ ایسے میں وہ ہمیشہ پسے ہوئے طبقات کے ساتھ شانہ بہ شانہ کھڑے نظر آئے۔ 2013ء میں ری پبلک آف بنگلہ دیش نے انہیں فرینڈز آف بنگلہ دیش کا سول ایوارڈ عطا کیا۔ 2016ء میں انہیں ہندوستان سے روی میموریل ٹرسٹ پٹیالہ کی طرف سے پنجابی ادب پر لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ دیا گیا جبکہ حال ہی میں 26 جولائی 2017ء کو انہیں بنگلہ دیش سے انتہائی ممتاز شخصیت کے نام پر جہاں آرا میموریل ایوارڈ دیا گیا ہے۔ انہیں پنجابی ادب کے حوالے سے مسعود کھدر پوش لائف اچیومنٹ ایوارڈ اور پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (SDPI) کی طرف سے بھی جس سے وہ گزشتہ بیس برس سے وابستہ ہیں، تعلیم اور مذہبی تنوع پر اعلیٰ کارکردگی کے لئے لائف اچیومنٹ ایوارڈ مل چکا ہے۔

احمد سلیم تین زبانوں پنجابی، اردو اور انگریزی میں لکھتے ہیں اور پنجابی شاعری کی پہچان پر فخر کرتے ہیں۔ آج کل وہ ''سنگِ میل پبلیکیشنز'' کے لئے اپنی متعدد زیر تکمیل کتابوں پر کام کر رہے ہیں۔



37-مزنگ روڈ، لاہور، پاکستان
فون: 0300 9426395-042-37239138
info@darulshaour.com
www.darulshaour.com
Darulshaour